

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله الذي هدانا لهذا
ما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله

شرح صحیح مسلم

تأليف
علامہ قاسم رشیدی صاحب
مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند

ترجمہ
مفتی محمد امجد علی صاحب
دارالعلوم دیوبند

شرح محمد صالح المنجد

جلد اول

مقدمة كتاب الإيمان، كتاب الطهارة، كتاب الحوض، كتاب الصلوة

تصنيف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشر

فریدنگہ ٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

Copyright ©

All Rights reserved

This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں

یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرہ، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔



الطبع التاسع : صفر ۱۴۲۳ھ / مئی ۲۰۰۲ء

الطبع العاشر : صفر ۱۴۲۳ھ / اپریل ۲۰۰۳ء

تصحیح : مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی

مطبع : ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز، لاہور

انتساب

بہ حضور سرور کائنات عَلَیْہِ اَافْضَلُ الصَّلَواتِ وَاکْبَرُ التَّحِیَّاتِ

WWW.NAFSEISLAM.COM

اللَّهُمَّ ارِنِي الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنِي اتِّبَاعَهُ
 اللَّهُمَّ ارِنِي الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنِي اجْتِنَابَهُ

اے اللہ! مجھ پر حق کی حقانیت واضح کر، اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما،
 اے اللہ! مجھ پر باطل کا بطلان واضح کر، اور مجھے اس سے اجتناب عطا فرما!

(امین)

WWW.NAFSEISLAM.COM

فہرست مضامین شرح صحیح مسلم جلد اول

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	تقدیم	۳۷	۱۸	امام بخاری سے تعلق خاطر۔	۵۱
۲	متقدمین سے اختلاف رائے کی تحقیق۔	۳۷	۱۹	تصانیف۔	۵۱
۳	مصنف کے رجوع کردہ مسائل کا بیان۔	۳۹	۲۰	وصال۔	۵۱
۴	کتاب و سنت و اجماع کے خلاف مصنف کی رائے حجت نہیں۔	۴۰	۲۱	حسن ما قبلت	۵۱
۵	شرح صحیح مسلم پر معاندین کے اعتراضات کی بحث۔	۴۰	۲۲	شرح صحیح مسلم	۵۲
۶	امام سے متقلد کے اختلاف کرنے کی تحقیق۔	۴۱	۲۳	صحیح مسلم	۵۵
۷	شرح صحیح مسلم میں اعادہ کیے ہوئے مسائل کی تفصیل۔	۴۱	۲۴	سبب تالیف اور مدت	۵۵
۸	شرح صحیح مسلم کی تصنیف میں دارالعلوم نعیمیہ کا حصہ اور دیگر معاونین کے تعاون کا بیان۔	۴۲	۲۵	تسمیہ۔	۵۶
۹	تبدیلان القرآن، لکھنے کا عزم۔	۴۲	۲۶	اسلوب۔	۵۶
۱۰	امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ	۴۲	۲۷	شرائط۔	۵۷
۱۱	ولادت اور سلسلہ نسب۔	۴۳	۲۸	تعلیقات	۵۸
۱۲	تحصیل علم حدیث۔	۴۳	۲۹	عدوم روایات	۵۹
۱۳	شخصیت۔	۴۳	۳۰	مستحبات	۵۹
۱۴	اساتذہ اور مشائخ۔	۴۳	۳۱	شرح فحاحات صحیح مسلم	۶۰
۱۵	تلامذہ۔	۴۳	۳۲	شرح صحیح مسلم، از قاری عبد المجید بریلوی۔	۶۳
۱۶	کلمات الثناء	۴۳	۳۳	شرح صحیح مسلم، از مفتی گل رحمان بریلوی۔	۶۸
۱۷	علمی شکوہ۔	۴۳	۳۴	مقدمہ از شائع صحیح مسلم	۷۱
		۵۰	۳۵	حزرت حدیث۔	۷۱
		۵۰	۳۶	حقیقت حدیث	۷۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۷	مردوین حدیث۔	۷۴	۵۹	حدیث، متن اور سند کا معنی۔	۱۰۲
۳۸	صحیح بخاری کی احادیث کا بیان۔	۷۸	۶۰	محدث اور حافظ کی تعریف۔	۱۰۲
۳۹	صحیح مسلم کی احادیث، اور صحیح بخاری، اور صحیح مسلم میں تقابل کا بیان۔	۷۸	۶۱	تعدد اور تفرد کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم۔	۱۰۲
۴۰	صحیحین کے علاوہ باقی کتب حدیث کی احادیث کا بیان۔	۸۰	۶۲	خبر متواتر کی تعریف اور شرائط۔	۱۰۶
۴۱	جامع ترمذی کی احادیث کی فنی حیثیت کا بیان۔	۸۱	۶۳	خبر متواتر کا حکم۔	۱۰۶
۴۲	سنن ابی داؤد کی فنی حیثیت کا بیان۔	۸۲	۶۴	خبر متواتر کی اقسام۔	۱۰۳
۴۳	سنن نسائی کی فنی حیثیت کا بیان۔	۸۲	۶۵	عبر الاماد کا معنی اور اصطلاحی معنی اور اس کی اقسام۔	۱۰۴
۴۴	سنن ابن ماجہ کی فنی حیثیت کا بیان۔	۸۴	۶۶	حدیث مشہور کی تعریف۔	۱۰۴
۴۵	موطا امام مالک کی فنی حیثیت کا بیان۔	۸۴	۶۷	حدیث عزیز کی تعریف۔	۱۰۵
۴۶	کتب خمسہ کے ساتھ غیر اہماتی کتب احادیث کا بیان۔	۸۴	۶۸	حدیث غریب کی تعریف اور اس کی اقسام۔	۱۰۵
۴۷	سنن دارمی کی فنی حیثیت کا بیان۔	۸۴	۶۹	قوت اور ضعف کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم۔	۱۰۶
۴۸	مسند احمد کی فنی حیثیت کا بیان۔	۸۸	۷۰	حدیث مقبول کا بیان۔	۱۰۶
۴۹	مسند زہری کی فنی حیثیت کا بیان۔	۹۰	۷۱	حدیث صحیح کی تعریف۔	۱۰۶
۵۰	مسند رک طحاوی کی فنی حیثیت کا بیان۔	۹۰	۷۲	حدیث صحیح کے مراتب۔	۱۰۶
۵۱	حدیث صحیح کے راوی کی شرائط کا بیان۔	۹۲	۷۳	حدیث صحیح لغیرہ کی تعریف۔	۱۰۶
۵۲	ائمہ صحاح ستہ کی شرائط کا بیان۔	۹۳	۷۴	حدیث حسن لغیرہ کی تعریف۔	۱۰۸
۵۳	اصحاب زہری کے طبقات خمسہ کا بیان۔	۹۴	۷۵	حدیث حسن لغیرہ کی تعریف۔	۱۱۰
۵۴	متاخرین کے لیے سند حدیث کی تصحیح، تحقیق اور تضعیف کرنے کی تحقیق۔	۹۴	۷۶	حدیث مرسل کا بیان۔	۱۱۲
۵۵	چند ضروری اصطلاحات کا بیان۔	۹۶	۷۷	حدیث ضعیف کی تعریف۔	۱۲۲
۵۶	کتب احادیث کے اسماء۔	۹۷	۷۸	سقوط راوی کے اعتبار سے حدیث ضعیف کی اقسام۔	۱۱۳
۵۷	تعدد احادیث کا بیان۔	۹۸	۷۹	حدیث معلق کی تعریف اور اس کا حکم۔	۱۱۳
۵۸	علم الحدیث روایت اور علم الحدیث درایت کی تعریفات۔	۱۰۰	۸۰	حدیث مرسل کی تعریف اور اس کا حکم۔	۱۱۵
			۸۱	حدیث مرسل کو قبول کرنے میں مذہب ائمہ۔	۱۱۵
			۸۲	حدیث مرسل کی فنی حیثیت۔	۱۱۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۸۳	حدیث مرسل کے مقبول ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل۔	۱۱۸	۱۰۵	حدیث منقولہ کا بیان۔	۱۲۸
۸۴	حدیث مرسل کی حجیت پر قرآن مجید سے استدلال۔	۱۱۸	۱۰۶	حدیث المزیذ فی متصل الاسانید کا بیان۔	۱۲۹
۸۵	حدیث مرسل کی حجیت پر احادیث استدلال۔	۱۱۹	۱۰۷	حدیث مضطرب کا بیان۔	۱۳۰
۸۶	حدیث مرسل کی حجیت پر عقلی دلائل۔	۱۲۰	۱۰۸	حدیث معصفت کا بیان۔	۱۳۱
۸۷	حدیث معضل کی تعریف اور اس کا حکم۔	۱۲۳	۱۰۹	مجہول راوی کی حدیث کا بیان۔	۱۳۲
۸۸	حدیث معضل اور حدیث معلق کے مابین عموم و خصوص من وجہ کی نسبت کا بیان۔	۱۲۴	۱۱۰	مبہم راوی کی حدیث کا بیان۔	۱۳۳
۸۹	حدیث منقطع کی تعریف اور اس کا حکم۔	۱۲۴	۱۱۱	بدعتی راوی کی حدیث کا بیان۔	۱۳۴
۹۰	حدیث مدلس کی تعریف اور اس کا حکم۔	۱۲۵	۱۱۲	بدعت مکفرہ کا بیان۔	۱۳۵
۹۱	حدیث مرسل خفی کی تعریف اور اس کا حکم۔	۱۲۷	۱۱۳	روافض کی روایت کا بیان۔	۱۳۵
۹۲	حدیث معنعن اور موثق۔	۱۲۸	۱۱۴	فسق سے تائب کی روایت کا بیان۔	۱۳۶
۹۳	راوی میں طعن کے اعتبار سے حدیث مردود کا بیان۔	۱۲۹	۱۱۵	روایت اور شہادت کا فرق۔	۱۳۶
۹۴	حدیث موضوع کی تحقیق۔	۱۲۹	۱۱۶	حدیث پر اجترت لینے والے کی روایت کا بیان۔	۱۳۷
۹۵	حدیث موضوع کے تحقیق پر دلائل۔	۱۲۹	۱۱۷	بدعہ قلعہ کی روایت کا بیان۔	۱۳۷
۹۶	حدیث موضوع کی معرفت کے قسائن اور اس کا حکم۔	۱۳۰	۱۱۸	جرح اور تبدیل کے الفاظ کا بیان۔	۱۳۸
۹۷	وفا علیہ اور ان کی بنائی ہوئی حدیثوں کا بیان۔	۱۳۰	۱۱۹	حدیث ضعیف کے مراتب۔	۱۳۸
۹۸	حدیث موضوع کی معرفت کے قواعد و ضوابط۔	۱۳۲	۱۲۰	حدیث ضعیف پر عمل کرنے کی تحقیق۔	۱۳۹
۹۹	حدیث متردک کا بیان۔	۱۳۸	۱۲۱	تقدیر اسانید سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق۔	۱۴۱
۱۰۰	حدیث منکر کا بیان۔	۱۳۹	۱۲۲	حدیث ضعیف کی تقویت کی وجوہ۔	۱۴۳
۱۰۱	منکر کی مقابل "معروف" کا بیان۔	۱۴۱	۱۲۳	مجتہد کے استدلال سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق۔	۱۴۴
۱۰۲	شاذ اور محفوظ کا بیان۔	۱۴۲	۱۲۴	اہل علم کے عمل کی وجہ سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق۔	۱۴۵
۱۰۳	حدیث معطل کا بیان۔	۱۴۳	۱۲۵	کشف اور تجربہ سے حدیث ضعیف کی تقویت۔	۱۴۶
۱۰۴	حدیث مدرج کا بیان۔	۱۴۵			

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۲۶	اہل علم کے اتفاق سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق۔	۱۲۵	۱۸۳	اکابر اور افاضتین کا بیان۔	۱۸۳
۱۲۷	امت کی تلقین بالقبول سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق۔	۱۲۶	۱۸۳	حدیث مسند کی تعریف۔	۱۸۳
۱۲۸	جب کسی مسئلہ پر صرف حدیث ضعیف پیش ہو تو اس سے استدلال کی تحقیق۔	۱۲۷	۱۸۴	حدیث متفقہ کی تعریف۔	۱۸۴
۱۲۹	حدیث ضعیف کہنے کی بجائے سند ضعیف کہنے کا بیان۔	۱۲۸	۱۸۵	مختلف اسناد کی تعریف۔	۱۸۵
۱۳۰	امام اعظم کے دلائل کے بالعموم احادیث ضعیف پر مبنی ہونے کی تحقیق۔	۱۲۹	۱۸۶	حدیث ناسخ اور منسوخ کا بیان۔	۱۸۶
۱۳۱	روایت قبول کرنے کے لیے راوی کی شرائط۔	۱۵۰	۱۸۹	اقتدار، متابیع اور شاہد کا بیان۔	۱۸۹
۱۳۲	ائمہ صحاح ستہ کی شرائط۔	۱۵۱	۱۹۰	زیادات، ثقات کا بیان۔	۱۹۰
۱۳۳	اقتدار اسناد کے اعتبار سے حدیث کی اقسام۔	۱۵۲	۱۹۲	تحمل حدیث کے طرق۔	۱۹۲
۱۳۴	حدیث مرفوعہ، قولاً، فعلاً، تقریراً، صراحۃً اور تحکماً کا بیان۔	۱۵۳	۱۹۲	سماع۔	۱۹۲
۱۳۵	صحابی کی تعریف کی تحقیق۔	۱۵۴	۱۹۲	تسلیت۔	۱۹۲
۱۳۶	جو مسلمان آپ سے ملاقات کے بعد مرتد ہو گیا پھر آپ کی وفات کے بعد مسلمان ہوا، اس کے صحابی ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب ائمہ۔	۱۵۵	۱۹۳	اجازۃ۔	۱۹۳
۱۳۷	صحابی کی معرفت کے ذرائع۔	۱۵۶	۱۹۳	مناول۔	۱۹۳
۱۳۸	تمام صحابہ کے عادل ہونے کا بیان۔	۱۵۷	۱۹۴	مذکاتہ۔	۱۹۴
۱۳۹	کثیر الروایت صحابہ کا بیان۔	۱۵۸	۱۹۴	اعلام۔	۱۹۴
۱۴۰	فقہاء صحابہ کا بیان۔	۱۵۹	۱۹۴	وصیت۔	۱۹۴
۱۴۱	احادیث روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد۔	۱۶۰	۱۹۴	وجاہۃ۔	۱۹۴
۱۴۲	طبقات صحابہ کا بیان۔	۱۶۱	۱۹۵	اسناد عالی اور اسناد نازل اور ان کی اقسام کا بیان۔	۱۹۵
۱۴۳	تابعین کا بیان۔	۱۶۲	۱۹۶	حدیث مسلسل کا بیان۔	۱۹۶
۱۴۴	مختصرین کا بیان۔	۱۶۳	۱۹۸	روایت بالمعنی کی تحقیق۔	۱۹۸
		۱۶۴	۲۰۰	اقتدار حدیث کے جواز میں مذاہب علماء۔	۲۰۰
		۱۶۵	۲۰۱	حدیث کی تقطیع میں مذاہب ائمہ۔	۲۰۱
		۱۶۶	۲۰۱	حرف آخر۔	۲۰۱
		۱۸۱	۲۰۳	مقدمہ صحیح مسلم	۲۰۳
		۱۸۲		باب ۱:	
		۱۸۳	۲۱۱	حدیث گھڑنے کی ضمانت۔	۲۱۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	غیر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۶۹	باب ۲: بلا تحقیق حدیث بیان کرنے سے ممانعت۔	۲۱۷	۱۸۳	ایمان کی تعریف میں معتزلہ کے دلائل کے جوابات۔	۲۵۷
۱۷۰	باب ۳: ضعیف راویوں سے روایت کرنے کی ممانعت۔		۱۸۴	ایمان کی تعریف میں خوارج کے دلائل کے جوابات۔	۲۶۱
۱۷۱	باب ۴: اسناد و حدیث اور راویوں پر تنقید کی اہمیت	۲۱۷	۱۸۵	ایمان کی تعریف میں مرجئہ کے دلائل کے جوابات۔	۲۶۳
۱۷۲	باب ۵: حدیث معنعن کی حجیت پر دلائل۔	۲۳۵	۱۸۶	ایمان کی تعریف میں اہل قبلہ کے مذاہب کا عقائد۔	۲۶۴
۱۷۳	کتاب الایمان ایمان کے لغوی معنی کی تفصیل اور تحقیق۔	۲۴۶	۱۸۷	آیا اسلام اسد ایمان متفطر ہیں یا متحدہ؟	۲۶۵
۱۷۴	ایمان کے شرعی معنی کی تفصیل اور تحقیق	۲۴۹	۱۸۸	مومن اور مسلمان کی تعریف۔	۲۶۹
۱۷۵	ایمان کے شرعی معنی کی تفصیل اور تحقیق	۲۴۸			
۱۷۶	نفس ایمان اور ایمان کامل کا بیان۔	۲۵۰			
۱۷۷	مومن ہونے کے لیے فقط جاننا کافی نہیں ہے بلکہ ماننا ضروری ہے۔	۱۹۱	۲۳۵	ایمان کا بیان	۲۷۱
۱۷۸	ایمان کی حقیقت میں فقط تصدیق کے معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استنباد۔	۲۵۱			
۱۷۹	ایمان کی حقیقت میں فقط اقرار کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استنباد۔	۲۵۲			
۱۸۰	ایمان کی حقیقت میں اعمال کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استنباد۔	۲۵۳			
۱۸۱	ایمان میں کمی اور زیادتی کے ثبوت پر قرآن مجید سے استنباد۔	۲۵۴			
۱۸۲	ایمان میں کمی اور زیادتی کے دلائل کے جوابات۔	۲۵۵			
			۱۸۹	توام علماء اور صاحبین کے لیے رضی اللہ عنہ کہنے اور نہ کہنے کا جواز۔	۲۷۷
			۱۹۰	اللہ تعالیٰ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے نام لکھنے کے آداب۔	۲۷۸
			۱۹۱	قتضائے قدر کے لغوی معنی کی تحقیق۔	۲۸۰
			۱۹۲	قتضائے قدر کے اصطلاحی معنی کی تحقیق۔	۲۸۱
			۱۹۳	تقدیر کی تعریف۔	۲۸۳
			۱۹۴	معتزلہ اور جبریہ کے نظریہ کا بطلان اور افعال کے خلق اور کسب کا بیان۔	۲۸۴
			۱۹۵	تقدیر کے متعلق اہل سنت اور اہل بدعت کے نظریات۔	۲۸۵
			۱۹۶	تقدیر کے متعلق قسمان مجید کی آیات۔	۲۸۷
			۱۹۷	انسان کے لیے آزادی عمل اور کسب اور اختیار کا بیان۔	۲۸۹
			۱۹۸	انسان کے کسب اور اختیار کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	
			۱۹۹	انسان کا امور سماویہ میں مجبور اور احکام شرعیہ	۲۸۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۰۰	میں متاثر ہونا۔ بعض کفار کے دلوں پر ہمہ گیر دینا ان کے اختیار کے منافی نہیں ہے۔	۲۹۰	۳۰۸	رجی کرنے کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ۔ کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ ملکی اور صلہ رجمی کرنے کے متعلق علماء احناف کا نظریہ۔	۳۰۸
۲۰۱	تقدیر مبرم اور تقدیر مطلق کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث۔	۲۹۱	۳۱۰	نہا تے یا محمد کا جہان اور بحث و نظر۔ اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ نہا اور خطاب کرنا۔	۳۱۰
۲۰۲	تقدیر مبرم اور تقدیر مطلق کے متعلق مفسرین کی آراء۔	۲۹۳	۳۱۲	انبیاء علیہم السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہا نے یا محمد کے ساتھ نہا اور خطاب کرنا۔	۳۱۲
۲۰۳	تقدیر مبرم اور تقدیر مطلق کے متعلق محدثین کی آراء۔	۲۹۵	۳۲۰	ارکان اسلام میں جہاد کو ذکر نہ کرنے کی وجہ۔	۳۲۰
۲۰۴	تقدیر مبرم اور تقدیر مطلق کے متعلق متکلمین کی آراء۔	۲۹۷	۳۲۲	مرتبه احسان کی تفصیل اور تحقیق۔	۳۲۲
۲۰۵	کفار اور بدعتیہ لوگوں سے تعلقات رکھنے کی تحقیق۔	۲۹۸	۳۲۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم خمسہ حاصل ہونے کے متعلق علماء اسلام کی تصریحات۔	۳۲۴
۲۰۶	کفار اور بدعتیہ لوگوں سے محبت رکھنے اور دوستی کرنے کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۲۹۹	۳۲۸	اللہ تعالیٰ کی ذات میں علوم خمسہ کے انحصار کی خصوصیت کا سبب۔	۳۲۸
۲۰۷	کفار اور بدعتیہ لوگوں سے محبت رکھنے اور دوستی کرنے کی ممانعت کے متعلق اقوال اور آثار۔	۳۰۰	۳۲۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیامت کی علامات کو بیان فرمانے اور سن کو بیان نہ فرمانے کا سبب۔	۳۲۹
۲۰۸	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور ملکی کرنے پر قرآن مجید سے استدلال۔	۳۰۳	۳۳۱	باب ۱: قادیان کا بیان جو اہل کلام اسلام میں سے ایک رکھتا ہے۔	۳۳۱
۲۰۹	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور ملکی کرنے پر احادیث سے استدلال۔	۳۰۳	۳۳۲	نفعی عبادت کو نہا کرنے کے وجوب پر فقہاء احناف کے دلائل۔	۳۳۲
۲۱۰	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ ملکی اور صلہ رجمی کرنے کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ۔	۳۰۷	۳۳۳	فساد نفس میں کمی اور اضافہ کرنے کی توجیہ۔	۳۳۳
۲۱۱	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ ملکی اور صلہ رجمی کرنے کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ۔	۳۰۸	۳۳۴	غیر اللہ کی قسم کھانے کا شرعی حکم۔	۳۳۴
۲۱۲	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ ملکی اور صلہ رجمی کرنے کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ۔	۳۰۸	۳۳۵	تہجد کی فرضیت کے منسوخ ہونے کا بیان۔	۳۳۵
			۳۳۶	وتر کی نماز کے وجوب میں اختلاف فقہاء اور فقہاء احناف کے موقف پر دلائل۔	۳۳۶

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۳۵۹	وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔	۲۳۸	رمضان کے روزوں اور زکوٰۃ کے علاوہ دیگر	
۳۶۲	توفیق کا معنی اور شرک کی تعریف۔	۲۳۹	روزوں اور صدقات کے فرض نہ ہونے کی	
	باب ۲:	۲۴۰	تحقیق۔	
۳۶۲	اسلام کے ارکان اور عظیم ستونوں کا بیان۔	۲۴۱	باب ۲:	
۳۶۲	الفاظ حدیث میں رد و بدل کرنے کی ممانعت	۲۴۲	ارکان اسلام سے متعلق سوال۔	
	باب ۵:	۲۴۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مولات کو منع کرنے	
۳۶۴	اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۲۴۴	کی وجوہات۔	
	پر ایمان لانے، احکام شریعت پر عمل کرنے،	۲۴۵	انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کی تحقیق۔	
	ان کو یاد رکھنے اور ان کی دعوت دینے اور	۲۴۶	روزہ بکھرنے اور شرعی معنی۔	
۳۶۴	تبلیغ کرنے کا حکم۔	۲۴۷	روزہ کے مفطرات اور مفصلات کا بیان۔	
۳۶۹	حرمیت والے مہینوں میں جہاد کرنے کی تحقیق۔	۲۴۸	انجیکشن سے روزہ ٹوٹنے پر عقل اور مشاہدہ	
۳۷۰	ایک اشکال کا جواب۔	۲۴۹	سے استدلال۔	
	چار قسموں کے برتنوں کے استعمال کی ممانعت	۲۵۰	روزہ میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے	
۳۷۰	کی وضاحت۔	۲۵۱	پر احادیث اور آثار سے استدلال۔	
۳۷۰	نبید کا معنی۔	۲۵۲	روزہ میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے	
	باب ۶:	۲۵۳	پر فقہی جزئیات سے استدلال۔	
	ترجید و رسالت کی گواہی اور احکام شرعی کی گواہی	۲۵۴	انسانی بدن کا تشریح کے متعلق قدیم فقہاء کی بعض	
۳۷۱	دینا۔	۲۵۵	آثار کا غلط ہونا۔	
۳۷۲	باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل	۲۵۶	انجیکشن سے روزہ نہ ٹوٹنے کی دلیل کا تجزیہ	
	آیا کفار احکام شریعیہ فرعیہ کے مخاطب ہیں یا	۲۵۷	آیا روزہ دار مرخص انجیکشن لگوانے یا نہیں۔	
۳۷۳	نہیں؟	۲۵۸	انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے	
	باب ۷:	۲۵۹	کا ثمر و اختلاف اور برسیل تنزل استدلال۔	
	جب تک لوگ لا الہ الا اللہ نہ کہیں ان سے	۲۶۰	روزہ میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے	
۳۷۵	قائل کرنے کا حکم۔	۲۶۱	کے سلسلہ میں حرف آخر۔	
	حضرت ابو بکر کے عہد میں مرتدین اور مانعین	۲۶۲	باب ۳:	
۳۷۸	زکوٰۃ کا بیان۔	۲۶۳	ایمان کے جس درجہ کی وجہ سے جنت کے دخول	
۳۷۹	مانعین زکوٰۃ کا شبہ۔	۲۶۴	کا استحقاق ہے اور جس نے احکام پر عمل کیا	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۵۶	مالین زکوٰۃ کو مرتدین میں شمار کرنے کی توجیہ اور ان کے شبہ کا جواب۔	۳۷۹	۲۵۰	اسی حکم کو منسوخ کرنے کی وجہ اور دیگر مسائل	۳۰۸
۲۵۸	قرآن مجید کے خطاب کرنے کی اقسام	۳۸۰	۲۵۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کا بیان۔	۳۱۰
۲۵۹	ضروریات دین کا انکار کفر ہے۔	۳۸۱		رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود حضرت ماذن نے حدیث نجات کیوں بیان کی؟	۳۱۰
۲۶۰	حدیث مذکور کی تفصیل میں دیگر احادیث۔	۳۸۲		حضرت عتبہ بن مالک انصاری کی روایت سے استنباط شدہ مسائل۔	۳۱۱
۲۶۱	باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ دیگر مسائل۔	۳۸۳		باب ۱۰:	
	باب ۸:			جو شخص اللہ تعالیٰ کو رب، اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہو، وہ مومن ہے خواہ وہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے۔	۳۱۲
۲۶۲	موت کے وقت غرغزہ موت سے پہلے ایمان لانے کی محنت مشرکین کے لیے استغفار کا منسوخ ہونا اور اس پر دلیل کہ شرک پیہر ہے والا جہنمی ہے۔	۳۸۴	۲۵۳	باب ۱۱:	
۲۶۳	غرغزہ موت کے وقت ایمان نامقبول ہونے پر دلیل اور ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی بحث۔	۳۸۵	۲۵۴	ایمان کی شاخوں کی تعداد / ایمان کے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ کا بیان اور حیا بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔	۳۱۳
۲۶۴	ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور ان کی تفسیر میں مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات۔	۳۸۶	۲۵۵	ایمان کی شاخوں کے تعداد میں مختلف روایات میں ترجیح روایت کا بیان۔	۳۱۵
۲۶۵	ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق ارادہ	۳۹۳	۲۵۶	ایمان کی شاخوں کی تفسیر اور تصحیح۔	۳۱۶
۲۶۶	ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی بحث میں مصنف کا موقف۔	۳۹۴	۲۵۷	حیا کا لغوی اور اصطلاحی معنی۔	۳۱۷
	باب ۹:		۲۵۸	حیا کا شرعی معنی۔	۳۱۸
۲۶۷	جس شخص کا توحید پر خاتمہ ہوا وہ جنت میں قطعی طور پر داخل ہوگا۔	۳۹۸	۲۵۹	باب ۱۲:	
۲۶۸	ایام تکبیرہ کی بغیر عذاب کے نجات ہرکتی ہے یا نہیں؟	۴۰۶	۲۶۰	اسلام کے جامع اوصاف۔	۳۱۹
۲۶۹	کلمہ گر کے لیے جنت کی بشارت کا حکم دینا پھر	۴۰۷	۲۶۱	استقامت کا بیان	۳۲۰
			۲۶۲	باب ۱۳:	
			۲۶۳	احکام اسلام میں سے بعض کی بعض تفصیلات	۳۲۲
			۲۶۴	افضل اعمال کے اعتبار سے احادیث میں	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۸۱	تعارف کا بیان -	۴۲۳	۲۹۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کرنا۔	۴۴۲
۲۸۲	باب ۱۴: ان خصائص کا بیان جن کے ساتھ متصف ہونے سے ایمان کی حلاوت حاصل ہوتی ہے۔	۴۲۳	۲۹۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مسلوۃ و سلام پڑھنا۔	۴۴۳
۲۸۳	حلاوت ایمان کا معنی۔	۴۲۴	۳۰۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شوق ہونا۔	۴۴۴
۲۸۵	اللہ اور اس کے رسول کے سب سے زیادہ محبوب ہونے کی وجہ۔	۴۲۴	۳۰۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبوں سے محبت کرنا۔	۴۴۵
۲۸۶	باب ۱۵: اپنے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا وجوب۔	۴۲۵	۳۰۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتوں سے محبت کرنا۔	۴۴۸
۲۸۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا وجوب۔	۴۲۵	۳۰۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعداء سے عداوت رکھنا۔	۴۴۹
۲۸۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ مکلف کرنے کی توجیہ۔	۴۲۶	۳۰۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات محبت ہی حرف آخر۔	۴۵۱
۲۸۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہونے کی وجوہات۔	۴۲۶	۳۰۵	ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ جو اچھی چیز اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی پسند کرے۔	۴۵۲
۲۹۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور محبت کے چند مظاہر۔	۴۳۱	۳۰۶	جو چیز لائق استفادہ اور قابل استعمال نہ ہے اسی کا دوسرے مسلمانوں کو دینا جائز نہیں اور جو چیز پسندیدہ نہ ہو لیکن قابل استعمال ہو اس کا دینا جائز ہے۔	۴۵۳
۲۹۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامات۔	۴۳۳	۳۰۷	باب ۱۶: پڑوسی کو تکلیف پہنچانے کی ممانعت۔	۴۵۴
۲۹۲	اطاعت رسول۔	۴۳۳	۳۰۸	پڑوسی کے حقوق کا بیان۔	۴۵۴
۲۹۳	اتباع رسول کی حلاوت۔	۴۳۵	۴۳۱	باب ۱۸: پڑوسی اور مہمان کی تکلیف کرنا اور ان کی بات کے سوا غرض رشنا بلامات ایمان سے۔	۴۵۵
۲۹۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے عیب ہونا۔	۴۳۸	۴۴۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے میں غلو سے احتراز کرنا۔	۴۴۲
۲۹۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بکثرت ذکر کرنا۔	۴۴۰	۴۴۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے میں غلو سے احتراز کرنا۔	۴۴۲
۲۹۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے خوش ہونا۔	۴۴۱	۴۴۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے میں غلو سے احتراز کرنا۔	۴۴۲
۲۹۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے میں غلو سے احتراز کرنا۔	۴۴۲	۴۴۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے میں غلو سے احتراز کرنا۔	۴۴۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۱۰	افشائیت سکوت کے مواقع۔	۴۵۷	۳۲۷	فقہ اور حکمت کی تعریفات	۴۷۰
۳۱۱	مہمان کے حقوق اور میزبانی کے آداب۔	۴۵۷	۳۲۸	باب: ۲۱ جنت میں صرف مومنین داخل ہوں گے، مومنین سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے اور زیادہ سلام کرنا محبت کا سبب ہے۔	۴۷۰
۳۱۲	برائی سے روکنا ایمان کی علامت ہے اور ایمان میں زیادتی اور کمی ہوتی ہے۔	۴۵۸	۳۲۹	مسلمانوں کے درمیان جن معاشرت کا بیان۔	۴۷۱
۳۱۳	خطبہ کو نماز عید پر مستند کرنے کا پس منظر اور پیش منظر۔	۴۵۹	۳۳۰	باب: ۲۲ دین خیر خواہی ہے۔	۴۷۲
۳۱۴	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تفصیل اور تحقیق۔	۴۶۰	۳۳۱	اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی کی تفصیل۔	۴۷۳
۳۱۵	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۴۶۱	۳۳۲	باب: ۲۳ گناہوں سے ایمان کامل میں کمی اور گناہ کے ارتکاب کے وقت ایمان کامل کا منتفی ہونا	۴۷۳
۳۱۶	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق امامت کن حالات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرنا جائز ہے۔	۴۶۲	۳۳۳	حدیث الباب کی تشریح۔	۴۷۴
۳۱۷	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے خود نیک ہونا ضروری نہیں ہے۔	۴۶۳	۳۳۴	باب: ۲۴ منافق کی صفات کا بیان۔	۴۷۴
۳۱۸	تہتیاروں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فتنہ کہنے کا بطلان۔	۴۶۴	۳۳۵	تین خصلتوں میں منافق کی علامتوں کے انحصار کی وجہ۔	۴۷۷
۳۱۹	کسی شخص سے محبت کی وجہ سے امر بالمعروف کو ترک نہ کیا جائے۔	۴۶۵	۳۳۶	باب: ۲۵ مسلمان کو کافر کہنے والے کا حکم۔	۴۷۸
۳۲۰	امر بالمعروف میں طاعت کو اختیار کیا جائے۔	۴۶۵	۳۳۷	مسلمان کو کافر کہنے والے کی تکفیر کی ترجیحات مبتدعین اہل قید کی تکفیر کے متعلق متکلمین کا نظریہ	۴۸۱
۳۲۱	غلط کامیابی۔	۴۶۵	۳۳۸	باب: ۲۶ جو شخص ظلم کے باوجود اپنے باپ کے نسب سے	۴۸۲
۳۲۲	باب: ۲۰ اہل ایمان کی ایمان میں ایک دوسرے پر فضیلت اور اہل یمین کی ایمان میں ترجیح۔	۴۶۵	۳۳۹	غیر کے مال پر دعوئی کرنے کا حکم۔	۴۸۵
۳۲۳	یمن کی طرف ایمان کے نسبت کرنے کی ترجیح۔	۴۶۶	۳۴۰	باب: ۲۷ جو شخص ظلم کے باوجود اپنے باپ کے نسب سے	۴۸۵
۳۲۴	اونٹ پالنے والوں میں سنگدل کی وجہ۔	۴۶۹	۳۴۱	باب: ۲۸ جو شخص ظلم کے باوجود اپنے باپ کے نسب سے	۴۸۵
۳۲۵	شیطان کے دو سنگلوں سے کیا مراد ہے؟	۴۷۰	۳۴۱	باب: ۲۸ جو شخص ظلم کے باوجود اپنے باپ کے نسب سے	۴۸۵

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۵۱۰	جوابات۔	۴۸۵	انکار کر کے اس کے ایمان کا بیان۔	۳۴۲
۵۱۱	چہرہ پیشنے کے جواز پر علماء شیعہ کا قرآن مجید سے	۴۸۶	استلحاق زیاد کا بیان	۳۴۳
۵۱۲	استدلال اور اس کا جواب۔	۴۸۷	باب: ۲۷	۳۴۴
۵۱۳	زانہ پیشنے کے جواز پر علماء شیعہ کا صحیح بخاری	۴۸۸	اس کا بیان کہ مسلمان کو برا کہنا فسق ہے اور	۳۴۵
۵۱۴	سے استدلال اور اس کا جواب۔	۴۸۹	اس سے قتال کرنا کفر ہے۔	۳۴۶
۵۱۵	سینہ پیشنے کے جواز پر علماء شیعہ کا موطا امام	۴۹۰	فسق کا بیان۔	۳۴۷
۵۱۶	ماک سے استدلال اور اس کا جواب۔	۴۹۱	مسلمان سے قتال پر کفر کے اطلاق کی توجیہ۔	۳۴۸
۵۱۷	زانہ، زنا، زنا اور سینہ پیشنے اور بالوں میں خاک	۴۹۲	باب: ۲۸	۳۴۹
۵۱۸	ڈالنے کے جواز پر علماء شیعہ کا کتب سیرت	۴۹۳	اس حدیث کا بیان کہ میرے بند ایک دوسرے	۳۵۰
۵۱۹	اور تانیخ سے استدلال اور اس کا جواب۔	۴۹۴	کی گردنیں مار کر کافرنہ ہو جاتا۔	۳۵۱
۵۲۰	ماقم حسین کے استشعار کا جواب۔	۴۹۵	ایک دوسرے کے قتل پر کفر کے اطلاق کی	۳۵۲
۵۲۱	ماقم کی ابتداء کرنے والے قاتلین حسین تھے۔	۴۹۶	توجیہات۔	۳۵۳
۵۲۲	باب: ۳۰	۴۹۷	باب: ۲۹	۳۵۴
۵۲۳	بھاگے ہوئے غلام پر کافر کا اطلاق۔	۴۹۸	قرب میں طعن کرنے اور نوحہ کرنے پر کفر کا	۳۵۵
۵۲۴	جن احادیث سے بد مذہب استدلال کرتے	۴۹۹	اطلاق۔	۳۵۶
۵۲۵	ہیں ان کو چھپانے کی سبھانے ان کا جواب	۵۰۰	تقریب اور ماتم کے جواز پر علماء شیعہ کے دلائل	۳۵۷
۵۲۶	دینا چاہیے۔	۵۰۱	اور ان کی تاریخ ہمد بہ ہمد۔	۳۵۸
۵۲۷	باب: ۳۱	۵۰۲	مروجہ ماتم کی حرمت پر قرآن مجید سے استدلال	۳۵۹
۵۲۸	جو شخص یہ کہے کہ ستاروں کے سبب سے	۵۰۳	مروجہ ماتم کی حرمت پر احادیث سے استدلال۔	۳۶۰
۵۲۹	بارش ہوتی ہے اس کے کفر کا بیان۔	۵۰۴	مروجہ ماتم کی حرمت پر علماء شیعہ کی تفاسیر سے	۳۶۱
۵۳۰	ستاروں کے متاثر ہونے کا قرآن مجید	۵۰۵	استدلال۔	۳۶۲
۵۳۱	سے ابطال۔	۵۰۶	مروجہ ماتم کی حرمت پر نہج البلاغہ سے استدلال۔	۳۶۳
۵۳۲	کواکب سیارگان اور برمج کا بیان۔	۵۰۷	مروجہ ماتم کی حرمت پر علماء شیعہ کا احادیث سے	۳۶۴
۵۳۳	ستارہ پرستوں کا نظریہ۔	۵۰۸	استدلال۔	۳۶۵
۵۳۴	اسباب کی تاثیر کا بیان۔	۵۰۹	مروجہ ماتم کی حرمت پر علماء باقر مجلسی کی نقل کردہ	۳۶۶
۵۳۵	باب: ۳۲	۵۱۰	روایات سے استدلال۔	۳۶۷
۵۳۶	انصار اور حضرت علی سے محبت رکھنا ایمان	۵۱۱	نوحہ کے جواز پر علماء شیعہ کے دلائل کے	۳۶۸

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۵۴۷	گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تعریفیں۔	۳۸۷	کی اور ان سے بچنے رکھنا نفاق کی علامت ہے۔	۳۷۱
۵۴۸	اصرار معصیت اور تکرار معصیت۔	۳۸۸	۵۲۸	
۵۴۸	شرک کی تعریف۔	۳۸۹	۵۲۹	۳۷۲
۵۴۸	سحر کی تعریف۔	۳۹۰	باب: ۳۳	
	باب: ۳۸		عاطات کی کمی سے ایمان کا کم ہونا اور کفر کا کفران نعمت پر اطلاق۔	۳۷۳
۵۴۹	مکبر کے حرام ہونے کا بیان۔	۳۹۱	۵۳۰	
۵۴۹	اللہ تعالیٰ پر میل کا اطلاق کرنے کی بحث۔	۳۹۲	۵۳۱	۳۷۴
	اللہ تعالیٰ پر ان اسما کے اطلاق کی بحث۔	۳۹۳	۵۳۱	۳۷۵
۵۵۰	جن کا شریعت میں ثبوت نہیں ہے۔		۵۳۲	۳۷۶
۵۵۰	جنت میں مکبر کے داخل نہ ہونے کی توضیح۔	۳۹۴		۳۷۷
	قیمتی لباس پہننا اور عمدہ کھانے کھانا مکبر نہیں ہے۔	۳۹۵	۵۳۲	
۵۵۱			۵۳۳	۳۷۸
	باب: ۳۹		باب: ۳۴	
	جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کیے بغیر مر گیا اس کے جنتی ہونے پر اور جو شرک پر مرے اس کے دوزخی ہونے پر دلیل۔	۳۹۶	۵۳۴	۳۷۹
۵۵۲	کیا صرف لا الہ الا اللہ پڑھ لینا نجات کے لیے کافی ہے؟	۳۹۷	۵۳۸	۳۸۰
۵۵۳	باب: ۴۰		باب: ۳۵	
۵۵۴	کلمہ پڑھ لینے کے بعد کافر کو قتل کرنا حرام ہے۔	۳۹۸	۵۴۰	۳۸۱
	ایک مسلمان شخص کو قتل کرنے کے باوجود حضرت اسامہ پر قصاص، دیت اور کفارہ فرض نہ کرنے کی وجہ۔	۳۹۹	۵۴۳	۳۸۲
۵۵۸	باب: ۴۱		باب: ۳۶	
	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھانے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔	۴۰۰	۵۴۳	۳۸۳
		۵۴۳	
			۵۴۴	۳۸۴
			۵۴۴	۳۸۵
			۵۴۴	۳۸۶

نمبر شمار	مضمون	نمبر شمار	مضمون	نمبر شمار
۵۷۵	اس باب کی حدیث سے استنباط شد مسائل	۴۱۲	باب ۲۳	۴۰۱
۵۷۶	باب ۲۸	۴۱۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد جس نے ہم کو دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔	۴۰۲
۵۷۷	اس باب کی حدیث سے استنباط شد مسائل	۴۱۶	باب ۲۳	
۵۷۸	باب ۲۹	۴۱۷	منہ پر تھپڑ مارنے، اگر بیان چاک کرنے اور نرماہ جاہلیت کی پیروی و پکار کا بیان۔	۴۰۳
۵۷۹	باب ۳۰	۴۱۸	باب ۲۴	۴۰۴
۵۸۰	فتنوں کے ظہور سے پہلے اعمال صالحہ کی ترغیب۔	۴۱۹	چننی غوری کی سخت ممانعت۔	۴۰۵
۵۸۱	باب ۳۱	۴۲۰	چننی کی تعریف۔	۴۰۶
۵۸۲	باب ۳۲	۴۲۱	چننی سننے والے پر چھ امور لازم ہیں۔	۴۰۷
۵۸۳	باب ۳۳	۴۲۲	رفع فساد کے لیے کسی کی بات پہنچانے کا جواز۔	۴۰۸
۵۸۴	باب ۳۴	۴۲۳	باب ۲۵	۴۰۹
۵۸۵	باب ۳۵	۴۲۴	لباس شکنوں سے نیچے لشکاف والوں احسان جتانے والوں اور جموں کی قسم کھا کر سوا بیچنے والوں سے اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے کا بیان۔	۴۱۰
۵۸۶	باب ۳۶	۴۲۵	شکنوں سے نیچے کیزر اٹھانے کے مکروہ ہونے کی خبر۔	۴۱۱
۵۸۷	باب ۳۷	۴۲۶	بڑے سے زانی، بھوٹے حاکم اور متکبر فقیر کے زیادہ مغرض ہونے کی وجہ۔	۴۱۲
۵۸۸	باب ۳۸	۴۲۷	باب ۲۶	۴۱۳
۵۸۹	باب ۳۹	۴۲۸	خودکشی کرنے کی شدید ممانعت اور اس کا عذاب۔	۴۱۴
۵۹۰	باب ۴۰	۴۲۹	خودکشی پر دائمی عذاب کی وعید کو توجیہ۔	۴۱۵
۵۹۱	باب ۴۱	۴۳۰	غیر ملت اسلام کی قسم کھانے کی تفصیل۔	۴۱۶
۵۹۲	باب ۴۲	۴۳۱	باب ۲۷	۴۱۷
۵۹۳	باب ۴۳	۴۳۲	مال فقیرت میں نیابت کرنے کی ممانعت اور اس کا بیان کہ جنت میں صرف مؤمن داخل ہوں گے۔	۴۱۸
۵۹۴	باب ۴۴	۴۳۳	باب ۲۸	۴۱۹
۵۹۵	باب ۴۵	۴۳۴	باب ۲۹	۴۲۰
۵۹۶	باب ۴۶	۴۳۵	باب ۳۰	۴۲۱
۵۹۷	باب ۴۷	۴۳۶	باب ۳۱	۴۲۲
۵۹۸	باب ۴۸	۴۳۷	باب ۳۲	۴۲۳
۵۹۹	باب ۴۹	۴۳۸	باب ۳۳	۴۲۴
۶۰۰	باب ۵۰	۴۳۹	باب ۳۴	۴۲۵
۶۰۱	باب ۵۱	۴۴۰	باب ۳۵	۴۲۶
۶۰۲	باب ۵۲	۴۴۱	باب ۳۶	۴۲۷
۶۰۳	باب ۵۳	۴۴۲	باب ۳۷	۴۲۸
۶۰۴	باب ۵۴	۴۴۳	باب ۳۸	۴۲۹
۶۰۵	باب ۵۵	۴۴۴	باب ۳۹	۴۳۰
۶۰۶	باب ۵۶	۴۴۵	باب ۴۰	۴۳۱
۶۰۷	باب ۵۷	۴۴۶	باب ۴۱	۴۳۲
۶۰۸	باب ۵۸	۴۴۷	باب ۴۲	۴۳۳
۶۰۹	باب ۵۹	۴۴۸	باب ۴۳	۴۳۴
۶۱۰	باب ۶۰	۴۴۹	باب ۴۴	۴۳۵
۶۱۱	باب ۶۱	۴۵۰	باب ۴۵	۴۳۶
۶۱۲	باب ۶۲	۴۵۱	باب ۴۶	۴۳۷
۶۱۳	باب ۶۳	۴۵۲	باب ۴۷	۴۳۸
۶۱۴	باب ۶۴	۴۵۳	باب ۴۸	۴۳۹
۶۱۵	باب ۶۵	۴۵۴	باب ۴۹	۴۴۰
۶۱۶	باب ۶۶	۴۵۵	باب ۵۰	۴۴۱
۶۱۷	باب ۶۷	۴۵۶	باب ۵۱	۴۴۲
۶۱۸	باب ۶۸	۴۵۷	باب ۵۲	۴۴۳
۶۱۹	باب ۶۹	۴۵۸	باب ۵۳	۴۴۴
۶۲۰	باب ۷۰	۴۵۹	باب ۵۴	۴۴۵
۶۲۱	باب ۷۱	۴۶۰	باب ۵۵	۴۴۶
۶۲۲	باب ۷۲	۴۶۱	باب ۵۶	۴۴۷
۶۲۳	باب ۷۳	۴۶۲	باب ۵۷	۴۴۸
۶۲۴	باب ۷۴	۴۶۳	باب ۵۸	۴۴۹
۶۲۵	باب ۷۵	۴۶۴	باب ۵۹	۴۵۰
۶۲۶	باب ۷۶	۴۶۵	باب ۶۰	۴۵۱
۶۲۷	باب ۷۷	۴۶۶	باب ۶۱	۴۵۲
۶۲۸	باب ۷۸	۴۶۷	باب ۶۲	۴۵۳
۶۲۹	باب ۷۹	۴۶۸	باب ۶۳	۴۵۴
۶۳۰	باب ۸۰	۴۶۹	باب ۶۴	۴۵۵
۶۳۱	باب ۸۱	۴۷۰	باب ۶۵	۴۵۶
۶۳۲	باب ۸۲	۴۷۱	باب ۶۶	۴۵۷
۶۳۳	باب ۸۳	۴۷۲	باب ۶۷	۴۵۸
۶۳۴	باب ۸۴	۴۷۳	باب ۶۸	۴۵۹
۶۳۵	باب ۸۵	۴۷۴	باب ۶۹	۴۶۰
۶۳۶	باب ۸۶	۴۷۵	باب ۷۰	۴۶۱
۶۳۷	باب ۸۷	۴۷۶	باب ۷۱	۴۶۲
۶۳۸	باب ۸۸	۴۷۷	باب ۷۲	۴۶۳
۶۳۹	باب ۸۹	۴۷۸	باب ۷۳	۴۶۴
۶۴۰	باب ۹۰	۴۷۹	باب ۷۴	۴۶۵
۶۴۱	باب ۹۱	۴۸۰	باب ۷۵	۴۶۶
۶۴۲	باب ۹۲	۴۸۱	باب ۷۶	۴۶۷
۶۴۳	باب ۹۳	۴۸۲	باب ۷۷	۴۶۸
۶۴۴	باب ۹۴	۴۸۳	باب ۷۸	۴۶۹
۶۴۵	باب ۹۵	۴۸۴	باب ۷۹	۴۷۰
۶۴۶	باب ۹۶	۴۸۵	باب ۸۰	۴۷۱
۶۴۷	باب ۹۷	۴۸۶	باب ۸۱	۴۷۲
۶۴۸	باب ۹۸	۴۸۷	باب ۸۲	۴۷۳
۶۴۹	باب ۹۹	۴۸۸	باب ۸۳	۴۷۴
۶۵۰	باب ۱۰۰	۴۸۹	باب ۸۴	۴۷۵

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۶۰۷	احکام -	۵۸۷	حدیث الباب کی تشریح -
۶۰۸	فقہاء احناف کے نزدیک شہید کے احکام	۶۲۱	باب: ۵۶
	باب: ۶۰		حدیث نفس اور خواطر سے درگزر کرنے اور
	رعایا کے ساتھ خیانت کرنے والے حاکم	۶۲۲	یمنی اور بدی کے "جم" کے حکم کا بیان -
۶۰۹	کے بے دوزخ کی وعید -	۵۹۳	۶۳۰
	صحت کے ایام میں حضرت معقل نے حدیث	۶۲۳	۶۳۱
۶۱۰	کیوں نہیں بیان کی؟	۵۹۵	زیادہ اجر عطا فرمانے کی تحقیق -
	باب: ۶۱		باب: ۵۷
	بعض دلوں سے ایمان اور امانت کا اٹھ	۶۲۴	۶۳۲
۶۱۰	جاننا اور دلوں پر فتنوں کا طاری ہونا -	۵۹۷	کیا کہنا چاہیے -
۶۱۱	عبادات کے کفارہ ہونے کا بیان -	۶۲۵	۶۰۰
	حضرت عبداللہ کی حدیث کے بجماعت نہ	۶۲۶	۶۳۳
۶۱۲	ہونے کا بیان -	۶۰۰	۶۳۴
	باب: ۶۲		اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل اور شیطان
	اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور انتہا میں بھی	۶۲۷	کے شبہ کا ابطال -
۶۱۵	اجنبی ہو جانے کا اور دوسو مسجدوں میں گس جانے کا	۶۰۱	باب: ۵۸
۶۱۵	اولیٰ آخر میں اسلام کے اجنبی ہونے سے کیا مراد؟	۶۲۸	۶۳۵
	باب: ۶۳		جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارنے پر
۶۱۶	اخیر زمانہ میں ایمان کا رخصت ہو جانا -	۶۲۹	دوزخ کی وعید -
	باب: ۶۴		۶۳۶
	خوف زدہ شخص کے لیے ایمان مخفی رکھنے	۶۵۰	باطن میں قصار ناقد نہ ہوتے پر ائمہ ثلاثہ
۶۱۷	کا حجاز -		کا حدیث الباب سے استدلال -
۶۱۷	تقصیر کی تحقیق -	۶۵۱	۶۳۷
	تقصیر کی تعریف: ایس کی اقسام اور اس کے	۶۵۲	ائمہ ثلاثہ کے استدلال کا جواب اور امام اعظم
۶۱۹	شرعی احکام -	۶۰۶	کی دلیل -
۶۲۱	مدارات کی تحقیق -	۶۵۳	باب: ۵۹
۶۲۱	تقصیر کے متعلق خوارج کا نظریہ -	۶۵۴	۶۳۸
			غیر کامل ناسحق پھینکنے والے کا خون مباح ہے
			اور اگر وہ اس لڑائی کے دوران قتل ہو جائے
			تو دوزخی ہے اور اگر صاحب حق قتل ہو جائے
			تو وہ شہید ہے -
			شہید کی وجہ تسمیہ -
			۶۳۹
			۶۴۰
			فقہاء شافعیہ کے نزدیک شہید کی اقسام اور

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۴۰	تقیہ کے متعلق شیعہ کا نظریہ۔	۴۲۲	۴۴۰	تقیہ کے متعلق ائمہ شیعہ کی روایات۔	۴۲۴
۴۴۰	اہل کتاب کو دینا اجر ملنے کی تحقیق۔	۴۲۹	۴۴۰	تقیہ کے متعلق شیعہ مفسرین کی عبارات۔	۴۲۵
۴۴۲	حوائج کو تعلیم دینا۔	۴۴۰	۴۴۰	کتب شیعہ سے تقیہ کا بطلان۔	۴۲۶
	باب: ۴۸			باب: ۴۵	
	حضرت عیسیٰ بن مریم کے نازل ہونے اور شریعت محمدی کے مطابق احکام جاری کرنے کا بیان۔	۴۴۱		جس شخص کے ایمان کے ضعف کا خطرہ ہو اس کی تالیف قلب اور بغیر دلیل کے کسی کو تقبی مؤمن کہنے کی ممانعت۔	۴۲۰
۴۴۲	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر دلیل۔	۴۴۲		حدیث الباب کی تشریح۔	۴۲۱
	باب: ۴۹			باب: ۴۶	
	اس زمانہ کا بیان ہمیں ایمان نہیں قبول کیا جاتے گا۔	۴۴۳		دلائل کی زیادتی سے ایمان کا قوی ہونا۔	۴۲۲
۴۴۵	دجال کا بیان۔	۴۴۴		مردوں کو زندہ کر کے دکھانے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی ترجمہ۔	۴۲۳
۴۴۶	دابۃ الارض کا بیان۔	۴۴۵		حضرت نوح علیہ السلام کے مضبوط ستون کی پناہ چاہنے کی ترجمہ۔	۴۲۴
۴۴۸	سورج کے سجدہ کرنے اور سجدہ میں پڑے رہنے کی ترجمہ۔	۴۴۶		قید خانہ سے رہائی کا موقع ہونے کے باوجود حضور یوسف علیہ السلام کے نہ جانے کی ترجمہ۔	۴۲۵
	باب: ۵۰			باب: ۴۷	
۴۴۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طوط وحی کی ابتداء کرنے کا بیان۔	۴۴۷		جہاں نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے قوم پر ایمان لانے کا وجوب اور آپ کی امت سے تمام ملتوں کے منسوخ ہونے کا بیان۔	۴۲۶
۴۵۳	وحی کا لغوی معنی۔	۴۴۸		معجزہ کی تعریف اور خرق عادت کے اقسام۔	۴۲۷
۴۵۴	وحی کا شرعی معنی۔	۴۴۹		ایک حدیث کے معنی کی نحوی ترکیب کے اعتبار سے وضاحت۔	۴۲۸
۴۵۵	الہام اور فراست کی تعریفیں۔	۴۵۰		علم حدیث کے حصول کے لیے دور دراز	۴۲۹
۴۵۶	نزول وحی کی صورتیں اور اقسام۔	۴۵۱			
۴۵۶	خواب کی تعریف اور اقسام۔	۴۵۲			
۴۵۷	ابتداء نبوت میں فارحہ جانے کی حکمتیں۔	۴۵۳			
۴۵۷	بعثت سے پہلے آپ کی عبادت کی تحقیق۔	۴۵۴			
	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرشتہ کو پہچاننے کی تحقیق۔	۴۵۵			
۴۵۸		۴۵۵			

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۴۸۷	حضرت جبرائیل کا مدد مرتبہ حضور کو اپنی اصلی صورت دکھانا شب معراج میں دیدار الہی کے خلاف نہیں ہے۔	۴۵۹	۵۰۶
۴۸۸	پہل وحی نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف اور گھبراہٹ کی توجیہ۔	۴۶۰	۵۰۷
۴۸۹	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قسطنطنیہ کے قتل امیر نکات کی تشریح۔	۴۶۳	۵۰۸
۴۹۰	درقہ بن نوفل کے پاس جانے کی توجیہ۔	۴۶۴	۵۰۹
۴۹۱	آیا وحی ٹوک جانے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کیا تھا۔	۴۶۵	۵۱۰
۴۹۲	نقطہ وحی کی مدت کا بیان۔	۴۶۶	۵۱۱
۴۹۳	ملان موت سے پہلے آپ کے نبوت سے مستصف ہونے کی تحقیق۔	۴۶۷	۵۱۲
۴۹۴	باب ۱۰	۴۶۸	۵۱۳
۴۹۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج اور غاروں کی قرینیت کا بیان۔	۴۶۹	۵۱۴
۴۹۶	معراج کا لغوی معنی۔	۴۷۰	۵۱۵
۴۹۷	معراج کا اصطلاحی معنی۔	۴۷۱	۵۱۶
۴۹۸	شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں علم امت کا بیان۔	۴۷۲	۵۱۷
۴۹۹	سورہ بنی اسرائیل میں معراج کا ذکر اور اس کے فوائد اور نکات۔	۴۷۳	۵۱۸
۵۰۰	لفظ سبحان کے اسرار۔	۴۷۴	۵۱۹
۵۰۱	لفظ عبدہ کے اسرار۔	۴۷۵	۵۲۰
۵۰۲	لفظ اسرئیل کے اسرار۔	۴۷۶	۵۲۱
۵۰۳	معراج کے متعلق سورہ البقرہ کی آیات۔	۴۷۷	۵۲۲
۵۰۴	الانجم اذا هوى کے اسرار۔	۴۷۸	۵۲۳
۵۰۵	ثم وئی فتدائی کے اسرار۔	۴۷۹	۵۲۴
۵۰۶	فکان قاب قوسین کے اسرار۔	۴۸۰	۵۲۵
۵۰۷	حضرت جبرائیل کا مدد مرتبہ حضور کو اپنی اصلی صورت دکھانا شب معراج میں دیدار الہی کے خلاف نہیں ہے۔	۴۸۱	۵۲۶
۵۰۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے موجب فضیلت اللہ کا قرب اور اس کا دیدار ہے۔	۴۸۲	۵۲۷
۵۰۹	شب معراج دیدار الہی کے بیان میں عارث اور اشارہ۔	۴۸۳	۵۲۸
۵۱۰	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۴۸۴	۵۲۹
۵۱۱	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۴۸۵	۵۳۰
۵۱۲	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۴۸۶	۵۳۱
۵۱۳	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۴۸۷	۵۳۲
۵۱۴	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۴۸۸	۵۳۳
۵۱۵	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۴۸۹	۵۳۴
۵۱۶	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۴۹۰	۵۳۵
۵۱۷	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۴۹۱	۵۳۶
۵۱۸	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۴۹۲	۵۳۷
۵۱۹	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۴۹۳	۵۳۸
۵۲۰	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۴۹۴	۵۳۹
۵۲۱	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۴۹۵	۵۴۰
۵۲۲	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۴۹۶	۵۴۱
۵۲۳	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۴۹۷	۵۴۲
۵۲۴	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۴۹۸	۵۴۳
۵۲۵	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۴۹۹	۵۴۴
۵۲۶	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۵۰۰	۵۴۵
۵۲۷	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۵۰۱	۵۴۶
۵۲۸	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۵۰۲	۵۴۷
۵۲۹	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۵۰۳	۵۴۸
۵۳۰	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۵۰۴	۵۴۹
۵۳۱	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۵۰۵	۵۵۰
۵۳۲	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۵۰۶	۵۵۱
۵۳۳	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۵۰۷	۵۵۲
۵۳۴	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۵۰۸	۵۵۳
۵۳۵	شب معراج دیدار الہی کے متعلق علمائے اربعہ کا نظریہ۔	۵۰۹	۵۵۴

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۴۵۹	انبیاء اور اولیاء کا آن واحد میں متعدد جگہ موجود ہونا۔	۴۳۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے سبز معراج شروع نہ ہونے کے اسرار۔	۵۲۰
۴۶۲	شب معراج عالم بزرگ کے واقعات دکھائے جانے کے اسرار۔	۴۴۶	شق صدر کے متعلق احادیث کی تخریج اور تحقیق۔	۵۲۱
۴۶۲	مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت اکرانے کے اسرار۔	۴۵۰	تین بار شق صدر کرنے کے اسرار۔	۵۲۲
۴۶۵	آسمانوں پر جانے کے اسرار۔	۴۵۱	”هَذَا خَلْقُكَ مِنَ الشَّيْطَانِ“ کے اسرار۔	۵۲۳
۴۶۵	سدرۃ المنتہی سے آگے گزرنے کے اسرار۔	۴۵۳	قلب اللہ کوسونے کے ٹشت میں رکھنے کے اسرار۔	۵۲۴
۴۶۵	شق صدر کے اسرار کا تمہ۔	۴۵۵	براقی پر مولیٰ کے اسرار۔	۵۲۵
۴۶۶	قف یا محمد فان ربك يصليٰ کے اسرار۔	۴۵۶	قبر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کے اسرار۔	۵۲۶
۴۶۶	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شفاعت سے نمازوں میں کمی کے اسرار۔	۴۵۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کی تحقیق۔	۵۲۸
۴۶۶	الصَّلَاةُ مَعَ اَجْمَعِ الْمُؤْمِنِينَ کے اسرار۔	۴۵۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر انور میں سلام کا جواب دینا۔	۵۲۹
۴۶۸	کفار قریش کو دیے ہوئے جوابات کے اسرار۔	۴۵۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبر انور میں درود شریف پیش کیا جانا۔	۵۳۰
۴۶۹	شب معراج دیدار الہی کے اسرار۔	۴۵۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر انور میں نماز پڑھنا۔	۵۳۱
۴۶۹	باب ۲۱	۴۵۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبر انور میں امت کے اعمال کو پیش کیا جانا۔	۵۳۲
۴۷۲	آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا تھا یا نہیں؟	۴۵۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام کامائیات کو لحاظ فرمانا۔	۵۳۳
۴۷۶	قرآن مجید کا کسی اور پیشی سے محفوظ ہونا۔	۴۵۱	ساکین امت کا بلند اند بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تریارت کرنا۔	۵۳۴
۴۷۸	حضرت زینب بنت جحش سے حضور کے نکاح کا بیان۔	۴۵۲	اجسام مثالیہ کا تہود۔	۵۳۵
۴۸۰	نورانی ارادہ کی تحقیق۔	۴۵۰		
۴۸۱	باب ۲۳	۴۵۱		
	آخرت میں مومنین کے لیے اللہ سبحانہ کا دیدار کا اثبات۔	۴۵۸		

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۵۲	اللہ تعالیٰ کی رحمت میں اہل قبلہ کے مذاہب	۴۹۳	۸۳۶	باب ۷۸:	
۵۵۳	اللہ تعالیٰ کا کسی صورت میں بجلی فرمانے کا بیان۔	۴۹۴	۸۳۷	کفار کے اعمال ان کو فائدہ نہیں پہنچاتے	
			۸۳۸	اعمال کفار کے نفع بخش نہ ہونے پر لائق	
۵۵۴	باب ۷۹:		۸۳۹	مسلمانوں سے دوخت رکھنا اور غیر مسلموں سے قطع تعلق کرنا۔	
	شفاعت کا اثبات اور موحّدین کو دوزخ سے نکلانے کا بیان۔	۴۹۵	۸۴۰	غیر مسلموں سے ترک محبت اور قطع تعلق پر دلائل۔	
۵۵۵	باب ۸۰:		۸۴۱	مسلمانوں کے بعض گروہوں کا بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل۔	
	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کے لیے دعا کرنا، رونا اور شفقت فرمانا۔	۸۲۵	۸۴۲	شفاعت طلب کرنے پر دلیل۔	
۵۵۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وجہ است اور دیگر فوائد حدیث۔	۸۲۵	۸۴۳	دع کرنا اور داغ لگنا کر علاج کرنا انوکھے کے منافی نہیں ہے۔	
			۸۴۴	باب ۸۱:	
۵۵۷	جو شخص کفر پر مرادہ دوزخ میں رہے گا اس کو مقربین کی شفاعت اور قربت ظاہر نہیں دے گی۔	۸۲۶	۸۴۵	نصف اہل جنت اس امت کے لوگوں کے	
۵۵۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کے متعلق اہل سنت کا نظریہ۔	۸۲۷	۸۴۶	کتاب الطہارۃ	
۵۵۹	اہل بیت اطہار کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا بیان۔	۸۳۱	۸۴۷	طہارت کے لغوی معنی کا بیان۔	
۵۶۰	گستاخان رسول پر شدت کا بیان۔	۸۳۲	۸۴۸	طہارت کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	
			۸۴۹	طہارت کے متعلق احادیث اور آثار۔	
			۸۵۰	طہارت کے مراتب اور درجات۔	
۵۶۱	باب ۸۲:		۸۵۱	باب ۸۳:	
	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ابو طالب کے لیے شفاعت اور آپ کے سبب سے اس کے عذاب کی تخفیف۔	۸۳۳	۸۵۲	وضو کی فضیلت۔	
۵۶۲	ابو طالب کے عذاب میں تخفیف کی توجیہ۔	۸۳۵	۸۵۳	وضو اور غسل کے لغوی معنوں کی تحقیق۔	
۵۶۳	والدین کریمین کے ایمان پر دلیل۔	۸۳۶	۸۵۴	طہارت کے نصف ایمان ہونے کی تشریح۔	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۷۹	سبر کا معنی۔	۸۶۱	۵۹۶	مغفرت کے متعدد اسباب اور ان کے ثمرات	۸۷۸
۵۸۰	باب: ۸۳		۵۹۷	باب: ۸۴	
۵۸۱	نazar کے لیے طہارت کا وجوب۔	۸۶۳	۵۹۸	وضو کے بعد مستحب وکرہ کا بیان۔	۸۷۸
۵۸۲	موجب طہارت کی تحقیق۔	۸۶۴	۵۹۹	باب: ۸۵	
۵۸۳	فاقد الطہورین پر ناز کے وجوب میں	۸۶۵	۶۰۰	وضو کے طریقہ کی تفصیل۔	۸۸۰
۵۸۴	فقہاء شافعیہ کے اقوال۔	۸۶۶	۶۰۱	ایک چلو یا متعدد چلوؤں سے کلی کرنے	۸۸۱
۵۸۵	فاقد الطہورین پر ناز کے وجوب	۸۶۷	۶۰۲	اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق مذاہب	۸۸۲
۵۸۶	میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۸۶۸	۶۰۳	استحباب۔	۸۸۳
۵۸۷	بلا طہارت ناز پڑھنے والے کو کفار قرار	۸۶۹	۶۰۴	باب: ۸۶	
۵۸۸	دینے کی تحقیق۔	۸۷۰	۶۰۵	ناک میں خاق مرتبہ پانی ڈالنا اور طاق مرتبہ	۸۸۴
۵۸۹	فاسقوں کے لیے زجود عطاء کی جلتے۔	۸۷۱	۶۰۶	استحباب کرنا۔	۸۸۵
۵۹۰	مال حرام سے استبراء کا طریقہ۔	۸۷۲	۶۰۷	باب: ۸۷	
۵۹۱	کامل وضو کرنے کا طریقہ۔	۸۷۳	۶۰۸	وضو میں مکمل پیروں کے دھونے کا وجوب	۸۸۶
۵۹۲	سر کے مسح میں تبحر کے مسنون ہونے پر	۸۷۴	۶۰۹	وضو میں پیروں کے دھونے کے	۸۸۷
۵۹۳	امام شافعی کے دلائل۔	۸۷۵	۶۱۰	متعلق اہل قبلہ کے مذاہب۔	۸۸۸
۵۹۴	سر کے مسح میں تبحر کے مسنون نہ ہونے پر	۸۷۶	۶۱۱	وضو میں پیروں پر مسح کرنے کے متعلق علما	۸۸۹
۵۹۵	ائمہ ثلاثہ کے دلائل۔	۸۷۷	۶۱۲	شعبہ کے دلائل۔	۸۹۰
			۶۱۳	آیت وضو میں غزوات جبر سے علماء شیعہ کے	۸۹۱
			۶۱۴	استدلال کے جوابات۔	۸۹۲
			۶۱۵	علماء شیعہ کی پیش کردہ روایات کے جوابات۔	۸۹۳
			۶۱۶	پیروں کے دھونے کے ثبوت میں احادیث	۸۹۴
			۶۱۷	اور آثار کا بیان۔	۸۹۵
			۶۱۸	علماء شیعہ کی عقلی دلیل کا جواب۔	۸۹۶
			۶۱۹	باب: ۹۰	
			۶۲۰	تمام اعضاء وضو کو مکمل طور پر دھونے کا	۸۹۷
			۶۲۱	استحباب۔	۸۹۸
			۶۲۲	وضو اور تیمم میں اعضاء طہارت کے کسی جز	۸۹۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۹۱۱	مسواک کے متعلق احکام شرعیہ۔	۶۲۴	۸۹۴	کی طہارت کے ترک ہو جانے کا حکم۔	
۹۱۲	منجن اور ٹھنڈے پانی وغیرہ سے طہارت	۶۲۵		باب: ۹۱	
۹۱۳	سات کرنا بھی مسواک کے حکم میں ہے۔		۸۹۵	وضو کے پانی کے ساتھ گناہوں کا جھڑنا۔	۶۱۰
۹۱۴	احکام شرعیہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف	۶۲۶		باب: ۹۲	
	مفروض ہونا۔			اعضاء وضو کو چمکانے کیلئے مقررہ حصے	۶۱۱
	باب: ۹۵		۸۹۶	زیادہ وضو کرنے کا استحباب۔	
۹۱۵	بعض سنتوں کا بیان۔	۶۲۷		غرة اور تحمیل کے طول میں فقہاء و شافعیہ کا	۶۱۲
	دس چیزوں کے فطرت ہونے سے مراد	۶۲۸	۹۰۰	نظر یہ ہے۔	
۹۱۶	ان کا سنت ہونا ہے۔		۹۰۰	غرة اور تحمیل کے طول میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۶۱۳
	(۱)۔ حنفیہ کے مطلق فقہاء مذاہب کے	۶۲۹	۹۰۰	غرة اور تحمیل کے طول میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۶۱۴
۹۱۷	نظریات۔		۹۰۱	غرة اور تحمیل کے طول میں فقہاء اشاعہ کا نظریہ۔	۶۱۵
	(۲)۔ زہدات بال مؤثر نے اور نفل	۶۳۰		حوض سے دور کیے جانے والوں کی	۶۱۶
۹۲۰	کے بالوں کے اکھاڑنے کا حکم۔		۹۰۲	تیمین میں مختلف اقوال۔	
۹۲۱	(۳)۔ سر نہیں کاٹنے کے متعلق مذاہب فقہاء	۶۳۱		بعض مرتدین کو حوض پر اصرار ہانی کہنے کی وجہ	۶۱۷
۹۲۲	ڈاڑھی کا لغوی معنی۔	۶۳۲		سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم	
۹۲۳	(۴)۔ ڈاڑھی کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۶۳۳	۹۰۳	پر اعتراض کے جوابات۔	
۹۲۴	ڈاڑھی کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۶۳۴		مستقبل کے یقینی امور کے متعلق انشاء اللہ	۶۱۸
۹۲۵	ڈاڑھی کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۶۳۵	۹۰۵	کہنے کا بیان۔	
۹۲۶	ڈاڑھی کے متعلق فقہاء اشاعہ کا نظریہ۔	۶۳۶		بد میں آنے والے امتیاز کو رسول اللہ صلی	۶۱۹
۹۲۷	ڈاڑھی کے متعلق حضرت کا نظریہ۔	۶۳۷	۹۰۶	علیہ وسلم کے دیکھنے کی تحقیق۔	
۹۲۸	(۵)۔ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے	۶۳۸		عوام کے سامنے شرعی نعوتوں پر عمل کرنے	۶۲۰
۹۲۹	کے متعلق مذاہب فقہاء۔		۹۰۸	سے پرہیز کیا جاتے۔	
	(۶)۔ انگلیوں کے جوڑ دھونے کے متعلق	۶۳۹		باب: ۹۳	
۹۳۰	مذاہب فقہاء۔		۹۰۸	ترکیب کے وقت مکمل وضو کرنے کی تفصیلات	۶۲۱
۹۳۱	بیل پالش اور جہندی سے وضو کا حکم۔	۶۴۰		باب: ۹۴	
۹۳۲	(۷)۔ مسواک کے متعلق مذاہب فقہاء۔	۶۴۱	۹۰۹	مسواک کا بیان۔	۶۲۲
۹۳۳	(۸)۔ پانی سے استنجاء کرنا۔	۶۴۲	۹۱۱	مسواک کا لغوی اور شرعی معنی۔	۶۲۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۳۳	باب: ۹۶	۹۳۳	۹۵۳	کے دلائل۔	۹۵۳
۴۳۴	استحباب۔	۹۳۴	باب: ۱۰۰	باب: ۱۰۰	۹۵۴
۴۳۵	تقصا۔ حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا	۹۳۵	تین بار دھوئے سے پہلے پانی کے	تین بار دھوئے سے پہلے پانی کے	۹۵۵
۴۳۶	پیشہ کرنے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۹۳۶	برتن میں باجھ ڈالنے کی کراہت۔	برتن میں باجھ ڈالنے کی کراہت۔	۹۵۶
۴۳۷	تقصا۔ حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ	۹۳۷	باب مذکور سے استنباط شدہ مسائل۔	باب مذکور سے استنباط شدہ مسائل۔	۹۵۷
۴۳۸	یا پیشہ کرنے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۹۳۸	باب: ۱۰۱	باب: ۱۰۱	۹۵۸
۴۳۹	تقصا۔ حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا	۹۳۹	کتے کے جھوٹے کا حکم۔	کتے کے جھوٹے کا حکم۔	۹۵۹
۴۴۰	پیشہ کرنے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۹۴۰	کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے	کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے	۹۶۰
۴۴۱	تقصا۔ حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ	۹۴۱	مستعلق ائمہ ثلاثہ کا نظریہ۔	مستعلق ائمہ ثلاثہ کا نظریہ۔	۹۶۱
۴۴۲	یا پیشہ کرنے میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۹۴۲	کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے	کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے	۹۶۲
۴۴۳	باب: ۹۷	۹۴۳	مستعلق امام ابو حنیفہ کا نظریہ۔	مستعلق امام ابو حنیفہ کا نظریہ۔	۹۶۳
۴۴۴	موزوں پر مسح۔	۹۴۴	باب: ۱۰۲	باب: ۱۰۲	۹۶۴
۴۴۵	موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام	۹۴۵	مٹھے سے دھوئے پانی میں پیشاب کرنے کی	مٹھے سے دھوئے پانی میں پیشاب کرنے کی	۹۶۵
۴۴۶	کے مذاہب۔	۹۴۶	ممانعت۔	ممانعت۔	۹۶۶
۴۴۷	عمامہ پر مسح کرنے کے جواز کے متعلق فقہاء	۹۴۷	کثیر پانی کے میار میں مذاہب فقہاء۔	کثیر پانی کے میار میں مذاہب فقہاء۔	۹۶۷
۴۴۸	اسلام کے مذاہب۔	۹۴۸	باب: ۱۰۳	باب: ۱۰۳	۹۶۸
۴۴۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبدالرحمان	۹۴۹	جمع شدہ پانی کے اندر غسل کرنے کی ممانعت۔	جمع شدہ پانی کے اندر غسل کرنے کی ممانعت۔	۹۶۹
۴۵۰	بن عوف کی اقتداء میں نماز پڑھنا۔	۹۵۰	باب: ۱۰۴	باب: ۱۰۴	۹۷۰
۴۵۱	باب: ۹۸	۹۵۱	جب مسجد پیشاب یا دیگر نجاستوں سے طہارت	جب مسجد پیشاب یا دیگر نجاستوں سے طہارت	۹۷۱
۴۵۲	موزوں پر مسح کی مدت۔	۹۵۲	موسم سے تو اس کے دھوئے کا وجوب اور	موسم سے تو اس کے دھوئے کا وجوب اور	۹۷۲
۴۵۳	موزوں پر مسح کرنے کی مدت کا بیان۔	۹۵۳	طہارت کے لیے پانی سے دھوئے کا کافی	طہارت کے لیے پانی سے دھوئے کا کافی	۹۷۳
۴۵۴	موزے پہننے کے وقت طہارت کا ملکی	۹۵۴	ہونا۔	ہونا۔	۹۷۴
۴۵۵	شرط میں فقہاء کا اختلاف۔	۹۵۵	زمین سے نجاست کا اثر زائل ہونے	زمین سے نجاست کا اثر زائل ہونے	۹۷۵
۴۵۶	موزوں پر مسح کرنے کی شرائط۔	۹۵۶	سے اس کے پاک ہونے کا بیان۔	سے اس کے پاک ہونے کا بیان۔	۹۷۶
۴۵۷	باب: ۹۹	۹۵۷	مساجد میں دنیاوی کاموں اور سونے کا حکم	مساجد میں دنیاوی کاموں اور سونے کا حکم	۹۷۷
۴۵۸	ایک وضو سے متعدد نمازوں کا جواز۔	۹۵۸	حدیث مذکور سے بعض دیگر استنباط	حدیث مذکور سے بعض دیگر استنباط	۹۷۸
۴۵۹	ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھنے	۹۵۹	شدہ مسائل۔	شدہ مسائل۔	۹۷۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۹۸۹	وسلم کا بیک وقت رابطہ۔		باب: ۱۰۵	
۹۹۰	کتاب الحیض		شیخ خوارسجی کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونے کا حکم۔	۹۴۵
۹۹۰	حیض اور استحاضہ کا لغوی معنی۔	۹۸۴	شیخ خوارسجی کے پیشاب آلودہ کپڑے کو دھونے کے حکم میں مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل۔	۹۴۱
۹۹۰	حیض اور استحاضہ کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء۔	۹۸۵		
۹۹۰	حیض اور طہر کی مدت میں مذاہب فقہاء۔	۹۸۶	باب: ۱۰۶	
۹۹۱	حیض کے مسائل۔	۹۸۷	منی کا حکم۔	۹۴۸
۹۹۲	باب: ۱۰۹		منی کی طہارت یا عدم طہارت میں مذاہب فقہاء۔	۹۴۳
۹۹۲	ملبووس مائتذ کے ساتھ لیٹنا۔	۹۸۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کی طہارت کا بیان۔	۹۴۰
۹۹۵	مائتذ عمدت کے ساتھ مباشرت کی اقسام اور ان کے احکام۔	۹۸۹	رطوبت فرج کی طہارت یا عدم طہارت کی تحقیق۔	۹۴۲
۹۹۵	مسکین حدیث کے ایک اعتراض کا جواب۔	۹۹۰	باب: ۱۰۷	
۹۹۶	باب: ۱۱۰		خون کی نجاست اور اس کو دھونے کا طریقہ۔	۹۴۶
۹۹۶	مائتذ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹنا۔	۹۹۱	نجاست کو دائل کرنے کے متعلق مذاہب کا اقرار۔	۹۴۷
۹۹۶	باب: ۱۱۱		باب: ۱۰۸	
۹۹۶	مائتذ عمدت کے لیے اپنے غاوند کا سر دھونے والوں میں لگھنی کرنے کا جواز اس کے جوہرے کا پاک ہونا، اس کی گرد میں مضر رکھنے اور اس کی گرد میں قرآن پڑھنے کا جواز۔	۹۹۲	پیشاب کی نجاست پر دلیل اور اس سے احتراز کا درجہ۔	۹۴۸
۹۹۷	بیوی کی رضا مندی سے اس سے خدمت لینے کا جواز۔	۹۹۳	گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تحقیق۔	۹۴۹
۱۰۰۰	باب: ۱۱۲		قبر پر سبز شاخ اور پھول رکھنے کے متعلق فقہاء اور ائمہ کے نظریات اور بحث و نظر۔	۹۵۰
۱۰۰۰	غزی کا حکم۔	۹۹۴	ایصال ثواب میں مذاہب فقہاء اور بحث۔	۹۸۱
۱۰۰۰	باب مذکور کی حدیث کے مسائل۔	۹۹۵	باب مذکور کی حدیث کے دیگر مسائل۔	۹۸۲
۱۰۰۲	باب: ۱۱۳		برزخ اور ذیل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیدار ہو کر ائمہ رحمہ ورحمنا۔	۹۸۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۶۹۷	باب ۱۱۴ جنبی کے لیے سونے کا جواز اور اس کے لیے کھانے پینے کے وقت یا جماع سے پہلے استنجہ اور وضو کرنے کا استحباب۔	۷۰۹	۱۰۰۲	باب ۱۱۹ خسل میں سر وغیرہ پر تین مرتبہ پانی ڈالنا۔	۱۰۲۱
۶۹۸	مجاہد کے بعد دوبارہ مجاہد کرنے یا سونے سے پہلے وضو کرنے کا استحباب۔	۷۱۰	۱۰۰۳	باب ۱۲۰ خسل میں مینہ عیوں کا حکم۔	۱۰۲۳
۶۹۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی افواج کی تعداد کی تفصیل اور تحقیق۔	۷۱۱	۱۰۰۴	باب ۱۲۱ حائضہ کا غسل کے بعد خون کی جگہ خشبو لگانے کا استحباب۔	۱۰۲۴
۸۰۰	باب ۱۱۵ احکام کے بعد عورت پر غسل کرنے کا وجہ۔	۷۱۲	۱۰۰۵	باب ۱۲۲ مستحاضہ کے غسل اور اس کی غائے احکام۔	۱۰۲۶
۷۰۱	باب ۱۱۶ مرد اور عورت کی منی کی خصوصیات اور یہ کہ بچہ ان کے پانی سے پیدا ہوتا ہے۔	۷۱۳	۱۰۰۶	باب ۱۲۳ حائضہ پر نماز کی قضاء نہیں صرف روزہ کی قضا۔	۱۰۲۸
۷۰۲	باب ۱۱۷ غسل جنابت کا طریقہ۔	۷۱۴	۱۰۰۷	باب ۱۲۴ پرہیز کی ادھ میں غسل کرنا۔	۱۰۲۹
۷۰۳	باب ۱۱۸ غسل بنا بت کے لیے پانی کی مستحب مقدار۔	۷۱۵	۱۰۰۸	باب ۱۲۵ پرائی مشرگاہ دیکھنے کی حرمت۔	۱۰۳۰
۷۰۴	باب ۱۱۹ غسل کرنے کا وجہ۔	۷۱۶	۱۰۰۹	باب ۱۲۶ محرمانہ اور اجنبی مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے کی شرم گاہ اور باقی بدن کو دیکھنے کے شرعی احکام۔	۱۰۳۱
۷۰۵	باب ۱۲۰ غسل کرنے کا وجہ۔	۷۱۷	۱۰۱۰	باب ۱۲۷ تنہائی میں برہنہ غسل کرنے کا جواز۔	۱۰۳۲
۷۰۶	باب ۱۲۱ غسل کرنے کا وجہ۔	۷۱۸	۱۰۱۱	باب ۱۲۸ تنہائی میں پردہ کے ساتھ غسل کرنے کی فضیلت۔	۱۰۳۳
۷۰۷	باب ۱۲۲ غسل کرنے کا وجہ۔	۷۱۹	۱۰۱۲	باب ۱۲۹ شرم گاہ چھپانے کی کوشش کرنا۔	۱۰۳۴
۷۰۸	باب ۱۲۳ غسل کرنے کا وجہ۔	۷۲۰	۱۰۱۳	باب ۱۳۰ قضا و حاجت کے وقت پردہ کرنا۔	۱۰۳۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۷۷۱	باب: ۱۲۹ غسل جماع کے احکام۔	۱۰۳۵	۱۰۵۴	باب: ۱۳۵ مسلمان کے نجس نہ ہونے پر دلیل۔	۷۳۵
۷۷۲	غسل جنابت کا سبب۔	۱۰۳۸	۱۰۵۷	آدمی کے جسم کی طہارت کا بیان۔	۷۳۶
۷۷۳	باب: ۱۳۰ آگ سے ہلکی ہوئی چیز کو کھانے کے بعد وضو کا وجوب۔	۱۰۳۹	۱۰۵۸	باب: ۱۳۶ جنابت ہو یا غیر جنابت ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر جنبی اور عائض کے لیے قرآن مجید کی تلاوت ممنوع ہے۔	۷۳۷
۷۷۴	باب: ۱۳۱ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کا حکم۔	۱۰۴۰	۱۰۵۸	باب: ۱۳۵ بے وضو کے کھانے کا جواز اور علی الغیر وضو کا واجب نہ ہونا۔	۷۳۸
۷۷۵	باب: ۱۳۲ جس شخص کو وضو کا یقین ہو، پھر وضو ٹوٹنے کا شک ہو جائے تو وہ اس وضو سے ناز پڑھ سکتا ہے۔	۱۰۴۱	۱۰۵۹	باب: ۱۳۸ بیت السکرات ہانسنے کے وقت کی دعا۔	۷۳۹
۷۷۶	شک سے یقین نازل نہیں ہوتا۔	۱۰۴۲	۱۰۶۰	باب: ۱۳۹ بیٹھے کی حالت میں نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا۔	۷۴۰
۷۷۷	باب: ۱۳۳ مرد اور جانور کی کھال کا رنگنے سے پاک ہونا۔	۱۰۴۳	۱۰۶۱	نیند سے وضو ٹوٹنے میں مذاہب فقہاء۔	۷۴۱
۷۷۸	وباغت سے کھال کے پاک ہونے میں مذاہب فقہاء۔	۱۰۴۴	۱۰۶۳	باب: ۱۴۰ کتاب الصلوٰۃ	۷۴۳
۷۷۹	وباغت شدہ کھال کے شرعی احکام۔	۱۰۴۵	۱۰۶۰	اذان کے مباحث۔	۷۴۴
۷۸۰	باب: ۱۳۴ تیمم۔	۱۰۴۶	۱۰۶۱	اذان کی ابتداء کا بیان۔	۷۴۵
۷۸۱	تیمم کی شرائط اور شرعی احکام میں فقہاء کے تفصیلات۔	۱۰۴۷	۱۰۶۱	قبر پر اذان دینے کی تحقیق۔	۷۴۶
۷۸۲	حدیث تیمم سے استنباط شدہ مسائل۔	۱۰۴۸	۱۰۶۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذان دینے کی تحقیق۔	۷۴۷
۷۸۳	حضرت عائشہ کے گم شدہ ہار کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بحث۔	۱۰۴۹	۱۰۶۳	وقت سے پہلے اذان دینے کی تحقیق۔	۷۴۸
۷۸۴	تیمم کے بعض مسائل۔	۱۰۵۰	۱۰۶۵	باب: ۱۴۰ اذان کی ابتداء۔	۷۴۹
		۱۰۵۱	۱۰۶۵	اذان کی مشروعیت کا بیان۔	۷۵۰
		۱۰۵۲		

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۴۵۱	باب: ۱۳۱ اذان کے کلمات کو دو دو مرتبہ اور ایک کلمہ کے سوا اقامت کے کلمات کو ایک ایک مرتبہ کہنے کا حکم۔	۱۰۷۸	۴۶۴	اذان سننے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا۔
۴۵۲	کلمات اقامت کی تعداد میں مذاہب فقہاء۔	۱۰۷۹	۴۶۵	اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کے معمول کا شرعی حکم۔
۴۵۳	کلمات اقامت کی تعداد میں امام ابو حنیفہ کے مذہب پر دلائل۔	۱۰۸۰	۴۶۶	اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کی ابتداء کب سے ہوتی؟
۴۵۴	اذان کا طریقہ۔	۱۰۸۲	۴۶۷	اذان سے پہلے یا بعد درود شریف پڑھنے کی بحث میں حروف آخر۔
۴۵۵	حضرت ابو محذورہ کو اذان کی تعلیم دینے کا واقعہ۔	۱۰۸۳	۴۶۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک رحمت اور پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہونے کی توجیہ۔
۴۵۶	اذان میں ترجیع کرنے کی نکتہ۔	۱۰۸۴	۴۶۹	باب: ۱۳۲ اذان کی تفصیلات اور اذان سن کر شیطان کا بھاگنا۔
۴۵۷	باب: ۱۳۳ ایک مسجد میں دو مؤذن رکھنے کا استحباب۔	۱۰۸۶	۴۷۰	قیامت کے دن مؤذنین کی لمبی گزریں ہونے کی تشبیہ۔
۴۵۸	نابینا کے اذان دینے کا جواز۔	۱۰۸۷	۴۷۱	اقامت کے دوران امام اور نمازیوں کے حسی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کی تحقیق۔
۴۵۹	حضرت ابن ام مکتوم کی سوانح۔	۱۰۸۸	۴۷۲	باب: ۱۳۴ دارالکفر میں کسی قوم کے علاقہ میں اذان کی آواز سننے کے بعد ان پر حمد کرنے کی ممانعت۔
۴۶۰	جب نابینا کے ساتھ بیٹا ہو تو اس کی اذان کا جواز۔	۱۰۸۹	۴۷۳	باب: ۱۳۵ اذان کا جواب دینے اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے اور آپ کے لیے وسیلہ کے سوال کرنے کا استحباب۔
۴۶۱	باب: ۱۳۶ اذان کا جواب دینے اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے اور آپ کے لیے وسیلہ کے سوال کرنے کا استحباب۔	۱۰۹۰	۴۷۴	اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا۔
۴۶۲	باب: ۱۳۷ اذان سننے کے بعد درود شریف پڑھنے اور آپ کے لیے وسیلہ کے سوال کرنے کا استحباب۔	۱۰۹۱	۴۷۵	باب: ۱۳۸ حجیر احرام کے ساتھ رکوع میں اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت کندھوں تک رفع یدین کرنے کا استحباب۔
۴۶۳	باب: ۱۳۸ رفع یدین کی حکمتیں۔	۱۰۹۲	۴۷۶	رفع یدین کی حد میں مذاہب فقہاء۔
۴۶۴	باب: ۱۳۹ کانوں تک لہجہ اٹھانے کے متعلق احادیث اور آثار۔	۱۰۹۳	۴۷۷	کانوں تک لہجہ اٹھانے کے متعلق احادیث اور آثار۔

تبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	تبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۷۷۶	رفع یدین کی تعداد میں مذاہب فقہاء -	۱۱۰۸	۷۹۰	نماز کی تکبیرات میں مذاہب ائمہ -	۱۱۲۵
۷۷۷	رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد رفع یدین کے مسووخ ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل -	۱۱۱۰	۷۹۱	باب: ۱۵۰ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا وجوب اور جو شخص سورۃ فاتحہ نہ پڑھ سکتا ہو اس کو قرآن مجید کی جہاں آیات یاد ہوں - ان کو پڑھنے سے	۱۱۲۵
۷۷۸	تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کے ترک پر فقہاء احناف کی مؤید احادیث اور آثار -	۱۱۱۱	۷۹۲	قرأت خلف الامام میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ -	۱۱۲۹
۷۷۹	ثبوت رفع یدین اور اس کے ترک میں مذاہب فقہاء کا خلاصہ -	۱۱۱۵	۷۹۳	قرأت خلف الامام میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ -	۱۱۳۰
۷۸۰	حضرت براء کی حدیث میں یزید کے تفرق اور ضعف کا جواب -	۱۱۱۶	۷۹۴	قرأت خلف الامام میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ -	۱۱۳۲
۷۸۱	ثبوت رفع یدین کی احادیث اجداد اسلام کے زمانہ پر محمول ہیں -	۱۱۱۷	۷۹۵	قرأت خلف الامام میں فقہاء احناف کا نظریہ -	۱۱۳۲
۷۸۲	حضرت ابو حمزہ ساعدی کی روایت سے استدلال کا جواب -	۱۱۱۷	۷۹۶	سورۃ فاتحہ کا عدم فرضیت پر قرآن مجید احادیث اور آثار صحابہ سے استدلال -	۱۱۳۷
۷۸۳	حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے استدلال کا جواب -	۱۱۱۷	۷۹۷	امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل اور بحث و نظر -	۱۱۳۹
۷۸۴	حضرت داؤد بن جبر کی روایت سے استدلال کا جواب -	۱۱۱۸	۷۹۸	قرأت خلف الامام کی مسافت کی ایک حدیث پر اعتراض کے جوابات -	۱۱۴۶
۷۸۵	حضرت علی کی روایت سے استدلال کا جواب -	۱۱۱۸	۸۰۰	نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو جہراً پڑھنے پر فقہاء شافعیہ کے دلائل -	۱۱۴۹
۷۸۶	نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ میں مذاہب فقہاء ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار -	۱۱۱۹	۸۰۱	نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھنے پر فقہاء حنبلیہ کے دلائل -	۱۱۵۰
۷۸۷	سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث اور بحث و نظر -	۱۱۲۰	۸۰۲	فسخ نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہ پڑھنے پر فقہاء مالکیہ کے دلائل -	۱۱۵۱
۷۸۸	باب: ۱۴۹ رکوع سے اٹھنے کے علاوہ ہر دفعہ اٹھنے وقت اور جھکتے وقت تکبیر کا ثبوت -	۱۱۲۲	۸۰۳	نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو مبرا پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل -	۱۱۵۲
				سورۃ فاتحہ میں یا کسی اور سورت کے اول میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اس کا جز نہیں ہے -	۱۱۵۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۸۰۴	باب ۱۵۱: امام کے پیچھے بلند آواز سے قرأت کرنے کی ممانعت۔	۱۱۵۵	۸۱۵	تشہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تہلیل سلام عرض کرنے کی تحقیق۔	۱۱۶۷
۸۰۵	قرأت خلف الامام سے ممانعت کی غیبت	۱۱۵۶	۸۱۶	باب ۱۵۲: تشہد کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا بیان۔	۱۱۷۵
۸۰۶	باب ۱۵۲: بسم اللہ کو سر آ پڑھنے والوں کے دلائل۔	۱۱۵۷	۸۱۷	نماز میں درود شریف پڑھنے کے متعلق	۱۱۷۷
۸۰۷	نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ کا خلاصہ۔	۱۱۵۸	۸۱۸	ائمہ مذاہب کی آراء۔	۱۱۷۷
۸۰۸	باب ۱۵۳: جن لوگوں کے نزدیک سورت توبہ کے سوا بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے ان کے دلائل۔	۱۱۵۸	۸۱۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی دعا کو حضرت ابراہیم کے درود کے ساتھ تشبیہ دینے کی ترجیحات۔	۱۱۷۹
۸۰۹	ہر سورت کے اول میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے جز نہ ہونے کے دلائل۔	۱۱۵۹	۸۲۰	درود شریف میں سیدنا محمدؐ کے بیان جن مواقع پر درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔	۱۱۸۱
۸۱۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا بیان۔	۱۱۶۰	۸۲۱	جن مواقع پر درود شریف پڑھنا مکروہ ہے۔	۱۱۸۲
۸۱۱	باب ۱۵۴: سینہ کے نیچے اور ناف کے اوپر وایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا اور زمین پر دونوں ہاتھوں کو کندھے کے بالقابل رکھنا۔	۱۱۶۱	۸۲۲	درود شریف کے قطعی طور پر مقبول ہونے کی ترجیح۔	۱۱۸۲
۸۱۲	نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق ائمہ مذاہب کا خلاصہ۔	۱۱۶۱	۸۲۳	درود شریف پڑھنے کا فائدہ آیا مرث پڑھنے والے کو پہنچتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی؟	۱۱۸۳
۸۱۳	باب ۱۵۵: نماز میں تشہد کا بیان۔	۱۱۶۳	۸۲۴	غیر انبیاء علیہم السلام پر استقلالاً صلوٰۃ نہ پڑھنے کی تحقیق۔	۱۱۸۳
۸۱۴	تشہد میں مذاہب ائمہ۔	۱۱۶۷	۸۲۵	غیر انبیاء علیہم السلام کو للیہ السلام کہنے کی تحقیق۔	۱۱۸۵
				باب ۱۵۷: سمع اللہ لمن حمد، ربنا انک الحمد اور آمین کا بیان۔	۱۱۸۷
				آمین کہنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۱۱۸۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۸۲۸	آمین کہنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۱۱۸۹	۸۴۲	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کے متعلق علماء شیعہ کا نظریہ۔	۱۱۸۹
۸۲۹	آمین کہنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۱۱۸۹	۸۴۳	باب: ۱۶۰	۱۱۹۰
۸۳۰	آمین کہنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ۔	۱۱۹۰	۸۴۴	جب امام کے آنے میں دیر ہو تو کسی اور شخص کو امام بنانے کا حوالہ۔	۱۱۹۱
۸۳۱	آمین بالسر پر ملائیں۔	۱۱۹۱	۸۴۵	باب: ۱۶۱	۱۱۹۲
۸۳۲	امام کی اقتداء کرنے کا بیان۔	۱۱۹۲	۸۴۶	امام کو متنبہ کرنے کے لیے مرد سبحان اللہ کہیں اور غرض میں بات نہ پڑے بلکہ ماریں۔	۱۱۹۴
۸۳۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑی کے گرنے کی حکمتیں۔	۱۱۹۴	۸۴۷	باب: ۱۶۲	۱۱۹۵
۸۳۴	امام کے لیے ریناؤ لک الحمد کہنے کی مشروعیت میں مذاہب ائمہ۔	۱۱۹۵	۸۴۸	نماز کو حضور خشوع اور اچھی طرح سے پڑھنے کا حکم۔	۱۱۹۵
۸۳۵	جب امام بیٹھا ہو تو اس کے پیچھے مقتدیوں کے بیٹھنے کے متعلق مذاہب ائمہ۔	۱۱۹۵	۸۴۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بصارت کے دائمی ہونے کا بیان۔	۱۱۹۶
۸۳۶	باب: ۱۵۹	۱۵۹	۸۵۰	باب: ۱۶۳	۱۱۹۸
۸۳۷	مرضی یا سفر کے نذر کی وجہ سے امام کا نماز میں کسی کو غلیظہ بنانا اور جب امام بیٹھا ہو تو اس کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے حکم کا منسوخ ہونا۔	۱۱۹۸	۸۵۱	باب: ۱۶۴	۱۲۰۰
۸۳۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار ہونا آپ کے شافی الامراض ہونے کے منافی نہیں ہے۔	۱۲۰۰	۸۵۲	باب: ۱۶۵	۱۲۰۱
۸۳۹	حضرت ابو بکر کا امامت کرانے سے نذر پیش کرنے کا سبب۔	۱۲۰۱	۸۵۳	سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم، سلام کے وقت ملکہ اٹھانے اور ملکہوں سے اشارہ کرنے کی ممانعت اور پہلی صفت کو مکمل کرنے اور ملکہ کو کھڑے ہونے کا حکم۔	۱۲۰۸
۸۴۰	عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے کا بیان۔	۱۲۰۸	۸۵۴	رفع یدین کا منسوخ ہونا۔	۱۲۰۹
۸۴۱	حضرت ابو بکر کی اقتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا بیان۔	۱۲۰۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۸۵۳	باب: ۱۶۶ ناز کی صفوں کو درست کرنے اور بالترتیب اگلی صفوں کی انضیلت کا بیان۔	۱۲۳۰	۱۲۳۹	ملاقات کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق اور جنات کے مکلف ہونے کا بیان۔	۱۲۳۹
۸۵۴	باب: ۱۶۷ ارباب فقہیت کو مجالس میں مقدم رکھنے کا بیان۔	۱۲۳۳	۱۲۴۰	باب: ۱۶۷ ظہر اور عصر کی نمازوں میں قرأت۔	۱۲۴۰
۸۵۵	عشاء کی نماز کو غنہ کہنے کی ترجیح۔	۱۲۳۳	۱۲۴۱	باب: ۱۶۸ صبح کی نماز میں قرأت۔	۱۲۵۰
۸۵۶	باب: ۱۶۸ مردوں کے پیچھے نماز پڑھنے والی عورتیں مردوں سے پہلے سجدہ سے سر اٹھائیں۔	۱۲۳۴	۱۲۴۲	باب: ۱۶۸ عشاء کی نماز میں قرأت۔	۱۲۵۴
۸۵۷	باب: ۱۶۸ جب قنقر کا خوف نہ ہو تو عورتوں کے مساجد میں جانے کا جواز بشرطیکہ وہ خوشبو نہ لگائیں۔	۱۲۳۴	۱۲۴۳	متنفل کی اقتدار میں مفترض کی نماز کی مانعت میں مذہب اربعہ اور جمہور فقہاء کے اختلاف۔	۱۲۵۶
۸۵۸	باب: ۱۶۸ مساجد میں عورتوں کے جانے کی مانعت کے دلائل۔	۱۲۳۴	۱۲۴۴	باب: ۱۶۹ ائمہ کو تخفیف سے نماز پڑھانے کا حکم۔	۱۲۵۹
۸۵۹	باب: ۱۶۹ جہری نمازوں میں متوسط آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا۔	۱۲۳۵	۱۲۴۵	باب: ۱۶۹ منزب کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ قرأت کرنے کی ترجیح۔	۱۲۶۲
۸۶۰	باب: ۱۷۰ قصر آن مجید سننے کا حکم۔	۱۲۳۵	۱۲۴۶	باب: ۱۷۰ بعد میں آنے والے نمازی کے لیے امام کا رکوع کو لباس کے شرعی حکم۔	۱۲۶۳
۸۶۱	باب: ۱۷۰ قرآن مجید سننے کا شرعی حکم۔	۱۲۳۶	۱۲۴۷	باب: ۱۷۱ نماز کے ارکان میں اعتدال کرنا اور نماز کو مکمل کرنے میں تخفیف کرنا۔	۱۲۶۴
۸۶۲	باب: ۱۷۱ باہر کے لاؤڈ سپیکر پر تراویح اور مثنویوں کا شرعی حکم۔	۱۲۳۶	۱۲۴۸	باب: ۱۷۱ رکوع اور سجود میں متعارف قیام کے برابر تسبیحات پڑھنے کی ترغیب۔	۱۲۶۶
۸۶۳	باب: ۱۷۱ صبح کی نماز میں جہر قرأت کرنا اور جنوں پر قرآن مجید پڑھنا۔	۱۲۳۷	۱۲۴۹	باب: ۱۷۲ امام کی پیروی کرنا اور اس کے عمل کے بعد عمل کرنا۔	۱۲۶۷
۸۶۴	باب: ۱۷۲ جنات کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے	۱۲۳۷	۱۲۵۰	باب: ۱۷۲ نمازی رکوع سے سزا کا کیا ہے ؟	۱۲۶۸
			۱۲۵۱	باب: ۱۷۲ حد سے زمین اور آسمان کے بحر جہنم کی تشریح۔	۱۲۷۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۳۰۲	سوار سے کا شرعی حکم۔ باب: ۱۸۳	۸۹۷	۱۳۰۳	باب: ۱۸۴	۸۹۳
	اعتدال سے سجدہ کرنا، سجدہ میں زمین پر پھیلیاں رکھنا، کہنیں کو پہلوؤں سے اوپر رکھنا اور پیٹ کو زانو سے اوپر رکھنا۔			نماز کا جامع صفت، نماز کا افتتاح اور نماز کا اختتام، رکوع اور سجود کا طریقہ مع تمکین چار رکعت کا نماز میں ہر دو رکعت کے بعد تشہد دو سجودوں کے درمیان اور تشہد اول میں بیٹھنے کے طریقہ کا بیان۔	
	باب: ۱۸۵	۸۹۴		بسم اللہ الرحمن الرحیم کے سورۃ فاتحہ کے جزوہ ہونے پر دلائل۔	
	تشہد کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء۔	۸۹۵		تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ میں ائمہ مذاہب کی آراء۔	
	نماز کو سلام کے ساتھ ختم کرنے میں ائمہ مذاہب کی آراء۔	۸۹۶		خروج بے نیت کی تحقیق۔	
	سلام کے طریقہ میں مذاہب اربعہ	۸۹۹		باب: ۱۸۶	
	باب: ۱۸۵	۹۰۰		اعضاء سجود کا بیان اور سر پر جوڑا باندھنے اور نماز میں کپڑے سے موٹے کی ممانعت۔	
	نمازی کے سترہ اور سترہ کا طرف منکر کے نماز برسنے کا، استقباب، نمازی کے سامنے سے گزرنے کی ممانعت اور گزرنے والے کا حکم، اور گزرنے والے کو روکنا، نمازی کے سامنے لیٹنا، سواری کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا، سترہ کے قریب ہونے			اعضاء سجود کے بیان میں مذاہب ائمہ۔	
				سجدہ میں پیروں پر رکھنے کی فریضت کی تحقیق۔	
				سجدہ میں کسی ایک انگلی کے ساتھ دھکے کے فرض نہ ہونے کی تحقیق۔	
				نماز میں پیرا موڑنے یا الٹنے اور یاں	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۳۲۸	مراط مستقیم کی قرین آمیز عبارت -	۹۰۴	۱۳۱۳	کا امر اور سترہ اور اس کے متعلق امور کا بیان -	۱۳۱۳
۱۳۲۹	باب : ۱۸۶	۹۰۵	۱۳۱۴	سترہ کی تشریف اور اس کا حکم -	۱۳۱۴
۱۳۳۰	ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے اور آپ کے لباس کی صفت کا بیان -	۹۰۶	۱۳۱۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عنان سے تبرک حاصل کرنے اور آپ کے فضائل کی طہارت کا بیان -	۱۳۱۵
۱۳۳۱	عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنے کے استنباط پر دلائل -	۹۰۷	۱۳۱۶	حد کا معنی اور سرخ رنگ کے لباس کا حلال ہونا -	۱۳۱۶
۱۳۳۲	حرف آخر -	۹۰۸			
۱۳۳۳	مؤخرہ و مراجعہ	۹۰۹			

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله حمد الشاكرين والصلوة والسلام على
خاتم النبيين سيد الانبياء والبرسدين اكرم الاولين و
الاخرين حامل لواء الحمد يوم الدين اول الشافعين
والمشفعين صاحب المقام اليهوديين الموحشورين
الذي نطقه وحى رب العالمين والذي خلقه معيار
للحسن في الاولين والاخرين رحمة للعالمين حبيب
رب العالمين سيدنا محمد وعلى اليه الطيبين الطاهرين
 واصحابه الراشدين المهديين وازواجه الطاهرات
البطهرات اقيات المؤمنين واولياء ائمة الواصلين
الكاملين وعلماء ائمة الراشدين من المفسرين
والمحدثين والائمة المجتهدين اجمعين ○



تقدیم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

۱۹۸۰ء میں شرح صحیح مسلم لکھنے کا آغاز ہوا، اس وقت کہ بلیغ شریعت سید حامد صاحب کے بے حد باؤ کی وجہ سے میں نے جلد اول بہت مختصر لکھی، پھر میں بیمار پڑ گیا اور چار سال تک یہ کام التوا میں پڑا رہا، ۱۶ جولائی ۱۹۸۵ء کو میں لاہور سے کراچی آ گیا اور یہاں آ کر اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری صحت بہتر ہو گئی، مارچ ۱۹۸۶ء میں فرید بک شال کے مالک سید محمد اعجاز صاحب کراچی آئے اور مجھ سے دوبارہ شرح صحیح مسلم لکھنے کا وعدہ لے لیا، اور یوں شرح صحیح مسلم کی نشاۃ ثانیہ رونق پائی، سید اعجاز صاحب سے کہا میں تفصیل سے لکھوں گا، اور پھر میں نے بہت شرح و بسط کے ساتھ کھنا شروع کر دیا اور جنوری ۱۹۹۳ء میں اس کی سات جلدیں مکمل ہو گئیں، چونکہ پہلی جلد باقی چھ جلدوں کی بہ نسبت بہت مختصر تھی اس لیے سید اعجاز صاحب اور بہت سے اہل علم حضرات کا اتفاق ہوا کہ اس کو بھی باقی جلدوں کے منہاج پر از سر نو تفصیل سے لکھیں تاکہ ساتوں جلدیں ایک منہاج پر ہوں سو میں نے ساتوں جلد کی تکمیل کے بعد باقی جلدوں کی طرز پر پہلی جلد کو کھنا شروع کر دیا اور الحمد للہ فروری ۱۹۹۴ء کے وسط میں مکمل ہو گئی۔ میں نے جب شرح صحیح مسلم کو بہت تفصیل کیساتھ کھنا شروع کیا تھا تو بعض دوستوں نے کہا آپ مختصر لکھتے تو یہ مکمل ہو جاتا یا نہیں عرفا سے یاد کرے اور اس کی تکمیل ہونے کے یا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا ہے پایاں احسان ہے کہ شرح صحیح مسلم نہ صرف یہ کہ میری زندگی میں مکمل ہوئی بلکہ اب روگنی اور اس کے گنی ایڈیشن مکمل کئے اور بغیر پاکر سند کے علاوہ یورپ امریکا اور افریقہ کے متعدد دروازہ دار تک یہ کتاب پہنچ گئی اور اس کتاب کو پڑھا گیا اور ہر طبقہ میں اس کی پوری ہوئی۔

متقدمین سے اختلاف رائے کی تحقیق ہمیں یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ تمام ائمہ شریعت اور علماء طریقت اور مرجع انام اساتذہ اور علماء اپنے تمام اعزاز و اکرام کے باوجود ہند سے اور بشر ہیں، نبی نہیں ہیں اور نہ معصوم ہیں، ان کی رائے میں خطا واقع ہو سکتی ہے اور کوئی غیر نبی انسان اس سے متعلق نہیں ہے، خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم اور فقیہ اور فایز و زاہد کیوں نہ ہو اور کیسا ہی مشہور عاشق رسول کیوں نہ ہو کسی عالم یا فقیہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کی تحریر معصوم ہے اور اس میں خطا واقع نہیں ہو سکتی، شرک فی الرسالت کے مترادف ہے اور اس شخص کو امتی کے مقام سے اٹھا کر نبی کے مقام پر کھڑا کر کے کے قائم مقام ہے، اللہ فانی اللہ اب۔ علامہ شامی کے کھابے کہ فرعون کا کھڑا جائی ہے لیکن امام محمد بن عیسیٰ بن عریضی کا اس میں اختلاف ہے علامہ ابن حجر نے کھابے کے ہر جہد کہ میں ان کی جہالت علم کا اعتراف ہے اس کے باوجود ان کا یہ قول مردود ہے کیونکہ عصمت مرتبہ علیہم السلام کے لیے ہے۔ رد القامح ص ۲۷۰۔ بیچلر جنرل

علامہ ملاؤ الدین حصکفی کہتے ہیں:

و یابی اللہ العصمة لکتاب غیر
کتابہ۔
اللہ تعالیٰ اپنی کتاب رسواں مجید کے سوا ہر کتاب کی عصمت کا انکار فرماتا ہے۔

علامہ شامی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز کے سوا کسی کتاب کے لیے عصمت کو مقرر نہیں کیا یا کسی اور کتاب کی عصمت پر راضی نہیں ہے، یہ صرف اسی کتاب کی شان ہے جس کے حق میں فرمایا:

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ

خَلْفِهِ - (خبر السجدہ ۵، ۲۲)

سورۃ بقرہ کے علاوہ دوسری کتابوں میں خطائیں اور لغزشیں واقع ہوتی ہیں، کیونکہ وہ انبیاء کی تصنیفات ہیں اور خطا اور لغزش انسان کی سرشت ہے۔

علامہ عبد العزیز بخاری نے اصول جردوی کی شرح میں لکھا ہے کہ بوٹینی نے امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ امام شافعی نے کہا میں نے اس کتاب کو تصحیف کیا ہے، میں نے اس میں صحت اور صواب کو ترک نہیں کیا لیکن اس میں ضرور کوئی نہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہوگی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَوْ كُنَّا مِنْ عِنْدَ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ

اِخْتِلَافًا كَثِيرًا - (النساء ۸۲)

لہذا تم کو اس کتاب میں جو بات کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ملے اس کو چھوڑ دو، کیونکہ میں کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف رجوع کرنے والا ہوں، مزنی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کی کتاب الرسالة ان کے سامنے اتنی مرتبہ پڑھی، اور ہر مرتبہ امام شافعی اس میں کسی خطا پر مطلع ہوئے، بالآخر امام شافعی نے فرمایا: اب چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ اس بات سے انکار فرماتا ہے کہ اس کی کتاب کے سوا اور کوئی کتاب صحیح ہو۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۲۶، ملاحظہ استنبول، ۱۳۲۷ھ)

اس کتاب میں میں نے بعض مقامات پر چند اکابر علماء کی تحقیق سے دلائل کے ساتھ اختلاف کیا ہے اس پر بعض جمود پسند لوگوں نے برا متایا اور یہ کہا گیا کہ کیا یہ ان سے بڑے عالم ہیں، کیا ان اکابر کو ان دلائل کا علم نہیں تھا، علم اور تحقیق کی روشنی میں یہ بہت کمزوریات ہے آخر ان اکابر نے بھی تو اپنے متقدیر اور ان اکابرین سے اختلاف کیا ہے جن کا علم و فضل سب کے نزدیک مسلم اور ان سے زیادہ تھا، ان میں ائمہ مجتہدین تابعین اور صحابہ کرام سب ہی شامل ہیں، تو کیا ان اکابر علماء کا علم ائمہ مجتہدین اور صحابہ کرام سے زیادہ تھا یا ائمہ مجتہدین اور صحابہ کرام کو ان کے دلائل کا علم نہیں تھا! پھر یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ہر دور میں تحقیق کرنے والے علماء کو جمود پسندوں سے واسطہ پڑا ہے اور وہ ان کے اعتراضات کا نشانہ بنے ہیں، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بعض مقامات پر علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ کی تحقیقات سے اختلاف کیا تو ان کو بھی ایسے اعتراضات کا سامنا کرنا پڑا، امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن ابی علیہ کے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے راور قریب الوفات تھے، تو حضرت مصعب روئے آئے اور کہا وا احاہ وا صاحبہ! حضرت عمر نے فرمایا اسے مصعب تم مجھ پر روئے ہو، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

میت کے بعض گھروالوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر فرات ہو گئے تو میں نے حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا حضرت عائشہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ عمر پر رحم کرے! یہ خدا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ میت کے بعض گھروالوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کافر کے گھروالوں کے رونے سے اس کے عذاب کو زیادہ کرتا ہے اور تمہارے لیے قرآن مجید کی یہ آیت کافی ہے:

ولا تزر وازرة وزر اخرى . اور کوئی برجو اٹھائے والا کسی دوسرے کا برجو نہیں اٹھائے گا۔ (زمرہ: ۷)

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۲، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۳، مطبوعہ کراچی)

حضرت عمر کا علم و فضل اور مرتبہ صحابیت حضرت عائشہ سے بہت زیادہ تھا، اس کے باوجود حضرت عائشہ نے دلیل کے ساتھ حضرت عمر سے اختلاف کیا اس حدیث کی تشریح میں علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجتہد دلیل کے تابع ہے، اور اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دوسرے مجتہد کی رائے کو غلط قرار دے اور اس کے غلط ہونے پر قسم کھائے خواہ وہ دوسرا مجتہد اس سے زیادہ مرتبہ کا ہو اور اس سے زیادہ علم والا ہو، کیونکہ حضرت عمر کا مرتبہ اور عمر حضرت عائشہ سے بڑا اور زیادہ تھا۔

علامہ ابن حجر کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

علامہ ابن حجر کی اس عبارت میں ہمارے زمانے کے بعض شافعی علماء کے خلاف صحیح نقل اور صریح دلیل ہے، یہ تنقید کی پستی سے نہیں نکلے اور تنقید کی قید سے آزاد نہیں ہوئے اور میلان تحقیق میں دار و نہیں ہوئے کیونکہ ہم جہاں علامہ ابن حجر کی کسی غلط بات کا رو کرتے ہیں تو یہ ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ ”تہا لا جیسا شخص شیخ الاسلام مفتی الانام ابن حجر پر اعتراض کہہ رہا ہے جو امام اسلام کے نزدیک علم کے پیاڑوں میں سے ایک بہت بڑا پیاڑا ہے“ بالآخر علامہ ابن حجر خود ہماری تائید میں یہ کہہ رہے ہیں کہ وائیل کے ساتھ اکابر سے اختلاف کرنا اور ان کی رائے کو غلط قرار دینا جائز ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۱۱۱-۱۱۰، مطبوعہ مکتبہ المدینہ عمان)

مصنف کے رجوع کردہ مسائل کا بیان

میں نے چند مسکوں میں اپنے سابقہ نظریہ سے رجوع کر لیا ہے، میں نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث طبع اول میں لکھا تھا کہ روزہ دار اگر انجیکشن لگواتے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن جب میں نے اس پر مزید غور و فکر کیا تو مجھ پر شکافت ہوا کہ انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے چنانچہ شرح صحیح مسلم جلد ثالث طبع ثانی میں، میں نے لکھا ہے کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور جلد ثالث کے آخر میں اس سے متعلق ایک تعلیمہ لگا دیا ہے، اور اس جلد اول میں بھی اس کی وضاحت کی ہے۔ شرح صحیح مسلم جلد رابع طبع اول میں لکھا تھا کہ اگر رحم کے وقت چند تھپڑ مار کر گولی مار دی جائے تو رحم کا تقاضا پورا ہو جائے گا، بعد ازاں طبع ثانی میں یہ کلمہ دیا ہے کہ گولی مارنے کو رحم کا حصہ نہ بنایا جائے، اگر کسی نے اتفاقاً گولی مار دی تو رحم کا تقاضا پورا ہو جائے گا، شرح صحیح مسلم جلد اول میں ڈاکٹر صبیح قبشہ کو واجب لکھا تھا، طبع چہارم میں کلمہ دیا ہے کہ قبضہ سنت ہے اس کی پوری تفصیل اور تحقیق شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ہے۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو میں نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث طبع اول میں ہاشمیہ لکھ دیا تھا اور طبع ثانی میں تفصیل سے لکھ دیا ہے کہ وہ ہاشمیہ نہیں ہیں ان کا تعلق بنو اسد بن خزیمہ کے ہے، اسی طرح لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبك کے

ترجمہ میں، میں نے اپنے سابقہ نظریہ سے رجوع کر لیا ہے اس کی تفصیل جلد ثالث، ساکس اور سابل میں ہے، یہ وہ کلی مسائل ہیں جن میں میں نے رجوع کیا ہے، اس کے علاوہ کچھ کتابت کی اخطا سامنے آتی رہتی ہیں جن کی ہر ایڈیشن میں اصلاح کر دی جاتی ہے اور غور و فکر اور اصلاح کا یہ عمل ان شاء اللہ میری زندگی تک جاری رہے گا۔

کتاب وسنت اور اجماع کے خلاف مصنف کی رائے حجت نہیں | میں نے جن عصری مسائل میں کوئی رائے قائم کی ہے اس کی اساس

قرآن مجید، مستند احادیث اور اجماع ہے اور بعض جگہ تیس سے جن استدلال کیا ہے، تاہم اگر کسی مسئلہ میں میری رائے کتاب وسنت یا اجماع کے خلاف ہو تو اصل حجت کتاب وسنت اور اجماع ہے، میری رائے کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور جن مواضع میں میں نے امام اعظم کے قول یا دوسرے علماء احناف سے اختلاف کیا ہے اس کی وجہ نظریہ ضرورت ہے، اور ہمارے فقہاء احناف نے ضرورت کی بناء پر دوسرے ائمہ کے قول پر فتویٰ دینے کو جائز قرار دیا ہے، یا اس کی وجہ اتباع حدیث ہے مثلاً عید کے بعد چار روزے رکھنے کو امام اعظم نے مکروہ کہا ہے اور حدیث میں اس کی فضیلت ہے اس جگہ ہمارے فقہاء نے حدیث کو مقدم رکھا ہے، علامہ امجدی نے بھی یہاں حدیث کے مطابق لکھا ہے، اسی طرح جن بعض تراجم اور مسائل میں میں نے دوسرے علماء سے اختلاف کیا ہے ان کی بنیاد قوی دلائل ہیں تاہم اگر کوئی شخص میرے ذکر کردہ دلائل سے مطمئن نہیں ہے تو جس قول کی دلیل سے وہ مطمئن ہو اس پر عمل کرے۔

شرح صحیح مسلم پر معاندین کے اعتراضات کی بحث | فارسی کا ایک مقالہ ہے نہ کہ دن یک عیب و کردار حد عیب و

کام میں سوسیب لکال لیے جاتے ہیں (یقیناً عصر حاضر میں ایسے ائمہ اور اکابر علماء اہل سنت موجود ہیں جن کا علمی مرتبہ مجھ سے بہت بڑا ہے اور مختلف مسائل میں ان کے تقریرات ہیں لیکن چونکہ وہ اپنے مخصوص مسائل کی وجہ سے وہ اپنے انفرادی نظریات کو ضبط تحریر میں نہیں لاسکے، یا اگر ان کے نظریات کی اشاعت جی جی تو وہ اس قدر کم تھی کہ عام لوگ اس پر مطلع نہ ہو سکے یا ان کی بزرگی اور شہرت کی وجہ سے ان سے صرف نظر کر لیا گیا اور ان کا مشہور قول ہے من جنت فقد استہدات (جس نے کوئی حق تصنیف کی وہ اعتراضات کا نشانہ بن گیا) اور شرح صحیح مسلم، اگرچہ ایک ضخیم کتاب ہے اور اس میں وسط امہات الکتاب کے حوالہ جات ہیں اور اللہ رب العزت کے خصوصی فیضانِ کرم سے اسے قبولیت نامہ نصیب ہوئی اور انجیل سے پہلے ہی اس کے چار ایڈیشن بافقہ لکھ گئے۔ میں بارگاہ الہیہ میں سرایا تفکر و اعتقاد ہوں کہ سبب جعل لہم الرحمن و ذی " کے مصداق اس نے اس کتاب کو اپنے محبوب بندوں کے دلوں میں جگہ دی۔ اگرچہ اس کتاب کی تحسین کرنے والوں کی تعداد اس سے متاثر رکھنے والوں سے بہت زیادہ ہے تاہم اس کے بعض مقامات یا مسائل سے اختلاف کا اظہار اس بات کی دلیل ہے کہ اس کو نہایت ترجمہ، شرف جہی اور ناقذانہ نظر سے پڑھا گیا ہے، اور یہ امر بجا ہے خود مصنف اور کتاب کے لیے وجہ افتخار ہے، اور یہ سب انعامات الہیہ اس حقیقت کے باوجود ہیں کہ ابلاغ و تشہیر کے اس دور میں نہ تو اس کتاب کی تقریب تعارف یا رونمائی منتقل ہوئی اور نہ جدید تشہیری وسائل استعمال کئے گئے، میں نے اس سے پہلے بھی مختلف جلدوں کے پیش کرتے لفظ میں لکھا ہے اور اب ایک بار پھر اس کا اعادہ کرتا ہوں کہ دلائل حقتہ اور افلاص پر مبنی ناچھاندہ مشوروں کو ہی قبول کر دیا گیا اور خالص علمی اختلاف کا غیر مقدم کردہ لکھا اور میں عجیب نفس اور انانیت اور معاندین کے شخصی اور گروہی بغض و عناد اور

تصبات کے شر سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

امام سے مقلد کے اختلاف کرنے کی تحقیق ایک بحث یہ اٹھائی جاتی ہے کہ اگر مقلد کو اپنے امام کے قول کے خلاف کوئی حدیث مل جائے تو آیا وہ اپنے امام سے اختلاف کر کے اس حدیث پر عمل کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں بھی ہم سب سے پہلے حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عکرمۃ ان اهل المدینۃ سألوا ابن عباس عن امرأة طافت شرجا حنت قال لہم تنفروا لوالا نأخذ بقولہک وندع قولہ ید قال اذا قد متم المدینۃ فاسئلوا فقد موا المدینۃ فکان فی من سألوا امر سلیم فذکرت حدیث صفیۃ۔

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا کہ جس عورت نے طواف دریا کی کیا ہو پھر اس کو حیض آجائے (تو آیا وہ طواف و دایع کے بغیر واپس جا سکتی ہے؟) حضرت ابن عباس نے فرمایا: جا سکتی ہے، اہل مدینہ نے کہا: ہم آپ کے قول کی وجہ سے حضرت زید بن ثابت کے قول کو ترک نہیں کریں گے، حضرت زید کہتے تھے کہ وہ طواف و دایع کے بغیر نہیں جا سکتی (حضرت ابن عباس نے فرمایا جب تم مدینہ باؤ تو اس مسئلہ کی تحقیق کر لینا، جب وہ مدینہ گئے تو انہوں نے اس کی تحقیق کی، اور حضرت ام سلمہ سے بھی پوچھا انہوں نے حضرت صفیہ کی (یہ) حدیث بیان کی کہ ایسی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو طواف و دایع کے بغیر جانے کی اجازت دی تھی۔)

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۳۷)

(مطبوعہ کواچی)

جب اہل مدینہ کو حضرت صفیہ کی حدیث مل گئی تو انہوں نے حضرت ابن عباس کے پاس جا کر حق کا اعتراف کر لیا: حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

فرجعوا الی ابن عباس فقالوا وجدنا الحدیث کما حدثننا۔

پھر اہل مدینہ حضرت ابن عباس کے پاس گئے اور کہا جس طرح آپ نے ہمیں حدیث سنائی تھی، میں اسی طرح حدیث مل گئی۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۸۸، طبع لاہور)

اور حضرت زید بن ثابت کو جب یہ حدیث مل گئی تو انہوں نے بھی رجوع فرمایا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی، امام مسلم اور امام نسائی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ پھر حضرت زید بن ثابت نے رجوع کر لیا اور حضرت ابن عباس سے فرمایا مجھے یہ یقین ہے کہ آپ نے سچ کے سوا اور کچھ نہیں کہا، یہ صحیح مسلم کی

قال فرجع الیہ فقال ما اذاک الا قد صدقت لفظ مسلم وللنساء کنت عند ابن عباس فقال لہ زید بن ثابت انت الذی تفق

وقال فيه فسألها ثم رجع وهو
يضحك فقال : الحديث كما
حدثتني .

عبارت ہے اور سنن نسائی میں یہ عبارت ہے : مکرر
کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس کے پاس بیٹھا تھا، ان
سے حضرت زید بن ثابت نے پوچھا آپ یہ فتویٰ دیتے
ہیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا اس انصاری مانتوں سے
اس کے متعلق حدیث معلوم کر لو، حضرت زید نے ان سے
حدیث پوچھی اور کہتے ہوئے (اپنے قول سے) رجوع
کر لیا اور کہا جس طرح آپ نے بیان کیا تھا، اسی طرح حدیث

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۸۸ طبع لاہور)

اس حدیث میں تقلید شخصی کا بھی ثبوت ہے کہ اہل مدینہ حضرت زید بن ثابت کے فتویٰ کی تقلید کرتے تھے اور یہ بھی
دلیل ہے کہ اگر امام کے قول کے خلاف دلیل مل جائے تو حدیث پر عمل کرنا تقلید شخصی کے خلاف نہیں ہے۔
نیز ہم پہلے کچھ چکے ہیں کہ شوال کے چھ روزوں کو امام اعظم نے مکروہ کہا ہے، لیکن چونکہ حدیث صحیح میں ان کی
کامیابی ہے اس لیے ہمارے فقہاء نے یہاں اپنے امام کے قول کو ترک کر کے حدیث پر عمل کیا ہے حتیٰ کہ علامہ امجدی
رحمہ اللہ نے بھی شوال کے چھ روزوں کو مستحب لکھا ہے، اور امام اعظم کے قول کی یہ توجیہ ہے کہ ان کو یہ حدیث نہیں
پہنچی۔ اسی طرح اور بہت سے مسائل میں ہمارے فقہاء نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے سے اختلاف کیا ہے،
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ہلے سلم نام ہیں انھوں نے کئی مسائل میں امام اعظم کے قول کے برخلاف کہا ہے، مثلاً اہل
اور اخبار میں بیع عینہ کی سخت مذمت ہے، اسی بنا پر امام مالک، امام احمد اور امام اعظم ابوحنیفہ نے بیع عینہ کو حرام قرار دیا
ہے اور اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے کہ بیع عینہ جائز ہے اور کار ثواب ہے (فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۱۵۲، مطبوعہ مدینہ
میں شنگ کچی لڑچی) اس کے جواب میں معتزین کہتے ہیں کہ جن مسائل میں اصحاب ترجیح نے امام اعظم کے قول کے خلاف
امام ابو یوسف یا امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا ہے وہاں اعلیٰ حضرت نے ایسا کیا ہے، اس کے وجہ جواب ہیں اول یہ کہ
تقدیری اور صاحب ہدایہ اصحاب ترجیح ہیں اور انھوں نے امام اعظم اور امام محمد کے قول کے مطابق بیع عینہ کو حرام لکھا ہے
رہا یہ اخیرین ص ۵۸، ۵۹، مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ اصحاب ترجیح ہیں تو امام اعظم کے مقلد ہیں، ان کے لیے اپنے امام سے اختلاف
کرنا کسی طرح جائز ہو گیا، معتزین جواب میں کہتے ہیں کہ انھوں نے دلائل کے ساتھ امام اعظم سے اختلاف کیا ہے، ہم کہتے
ہیں کہ پھر آپ نے ہماری بات مان لی کہ اعتبار دلائل کا ہے شخصیت کا نہیں ہے، معتزین کہتے ہیں کہ تمہارے علم اور
اصحاب ترجیح کے علم میں بہت فرق ہے، ان کا علم اسی پایہ کا تھا کہ وہ امام اعظم اور صاحبین کے اقوال میں محاکمہ کر کے
ان میں سے کسی کے قول کو ترجیح دے سکتے تھے، ہم کہتے ہیں کہ اصحاب ترجیح کا علم امام اعظم اور صاحبین کے علم کے مقابلہ
میں بہت کم ہے، پھر ان کے لیے کیسے جائز ہو گیا کہ وہ امام اعظم اور صاحبین کے اقوال میں محاکمہ کریں؟ نیز جن علماء نے
تقدیری اور صاحب ہدایہ اصحاب ترجیح قرار دیا ہے وہ بھی تو بعد کے علماء ہیں ان کے لیے یہ کیسے جائز ہو گیا کہ وہ
ان متاخرین کو اصحاب ترجیح قرار دیں، نیز علامہ شامی اور اعلیٰ حضرت اصحاب ترجیح نہیں ہیں اور انھوں نے کئی مسائل میں
اصحاب ترجیح کی ترجیح کے خلاف قول کو اختیار کیا ہے، کتب فقہ میں ایسی بہت مثالیں ہیں، علامہ امجدی رحمہ اللہ نے

بھی ہمارے ائمہ امام اعظم ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد سے اختلاف کیا ہے، اس کی ایک مثال یہ ہے:

احادیث صحیحہ میں عقیقہ کی فضیلت اور استحباب کو بیان کیا گیا ہے لیکن غالباً یہ احادیث امام ابو حنیفہ اور صاحبین کو نہیں پہنچیں، کیونکہ انہوں نے عقیقہ کرنے سے منع کیا ہے اور ہمارے فقہاء نے امام محمد کا ایک قول اباحت کا بھی نقل کیا ہے، علامہ امجد علی رحمہ اللہ نے ان اقوال سے عدول اور اختلاف کر کے عقیقہ کو مذمت کہا ہے، گو کہ اپنے اختلاف کی صراحت نہیں کی، ہم پہلے عقیقہ کی فضیلت کے متعلق احادیث کا ذکر کریں گے، پھر ظاہر الروایۃ اور دیگر کتب فقہ سے مذہب احناف نقل کریں گے اور اس کے بعد علامہ امجد علی رحمہ اللہ کی عبارت نقل کریں گے، فنقول وبیانہ التوفیق وبہ الاستعانة یلینق۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے، اس سے عون بہاؤ اور اس کی گندگی دور کر دے۔

عن سلمان بن عامر الضبی قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مع الغلام عقیقة فأهريقوا عنه دماً وأميطوا عنه الأذى۔
(صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۸۲)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ام کوثر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (ذبح کر دے) اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ نرہوں یا مادہ۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

عن أم كثر أنها سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن العقیقة فقال عن الغلام شاتان وعن البجارية واحدة لا یضركم ذكرا نكاحاً أم إنفاً فهذا حدیث صحیح۔

حضرت سمرة رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکا اپنے عقیقہ کے بدلہ میں گروی ہے، ولادت کے ساتویں دن اس کی طرف سے ذبح کیا جائے اس کا نام رکھا جائے اور اس کے بال مونڈے جائیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عن سمرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الغلام مريض بعقیقته ینجب عنه یوم السایع ویسمی ویحلق رأسه، هذا حدیث حسن صحیح۔
(جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۸۳، کتب غار رشیدیہ دہلی)

احادیث کے بعد احناف اور فقہاء احناف کی عبارات ملاحظہ فرمائیں۔
امام محمد لکھتے ہیں:

امام محمد از امام ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ روایت کرتے ہیں کہ لڑکے کا عقیقہ کیا جائے نہ لڑکی کا۔

محمد عن یعقوب عن ابی حنیفة (رضی اللہ عنہم) قال..... (الی قولہ) ولا یعق عن الغلام ولا عن البجارية۔

(المحلی الصغیر ص ۵۳۲ مطبوعہ دار الفکر کراچی)

امام محمد کہتے ہیں:

قال محمد اما العقيقة قبلعتا انها كانت في الجاهلية وقد فعلت في اول الاسلام ثم نسخ الاضحية كل ذبح كان قبله ونسخ صوم شهر رمضان كل صوم كان قبله ونسخ غسل الجنابة كل غسل كان قبله ونسخت الزكوة كل صدقة كان قبلها كذلك بلغت.

امام محمد فرماتے ہیں میں یہ حدیث پہنچی ہے کہ عقیقہ زمانہ جاہلیت میں تھا اور ابتداء اسلام میں بھی عقیقہ کیا گیا، پھر قرآن نے ہر اس ذبیحہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا، اور رمضان کے روزوں نے ہر اس روزہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا، اور غسل جنابت نے ہر اس غسل کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا، اور زکوٰۃ نے ہر اس صدقہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا۔ ہم کو اسی طرح حدیث پہنچی ہے۔

(مولا امام محمد ص ۸۹-۸۸ مطبوعہ دار محمد کراچی)

علامہ کاسانی حنفی کہتے ہیں:

عقیدہ وہ ذبیحہ ہے جو بچہ کی پیدائش کے ساتویں دن کیا جاتا ہے، ہم نے عقیقہ اور عتیرہ کا منسوخ ہونا اس وقت سے پہچانا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رمضان کے روزے نے ہر پہلے روزے کو منسوخ کر دیا اور قرآن نے اس سے پہلے کے ہر ذبیحہ کو منسوخ کر دیا، اور غسل جنابت نے اس سے پہلے کے ہر غسل کو منسوخ کر دیا اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو سنا تھا کیونکہ اجتہاد سے کئی چیز کو منسوخ نہیں کیا جاسکتا رالی قول۔ امام محمد نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے، لڑکے کا عقیقہ کیا جائے نہ لڑکی کا، اس عبارت میں عقیقہ کے مکروہ ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ عقیقہ کرنے میں فضیلت تھی اور جب فضیلت منسوخ ہو گئی تو اس کا صرف مکروہ ہونا باقی رہ گیا۔

(ردائق الصنائع ج ۵ ص ۶۶ مطبوعہ المطبعہ دار محمد کراچی)

اور فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

العقيقة عن الغلام وعن الجارية وهي ذبيحة شاة في سابع الولادة وضياضة الناس وحلق شعرة الاسنة ولا داجية كذا في الوجيز للكردي - وذكر محمد رحمه الله تعالى في العقيقة فمن شاء فعل ومن شاء لم يفعل وهذا يشير الى الاباحة فيمنع كونها سنة وذكر في الجامع الصغير ولا يعق عن الغلام ولا عن الجارية وانه اشارة الى الكراهية كذا في البدائع في كتاب الاضحية -

ولادت کے ساتویں دن لڑکے یا لڑکی کی طرف سے بچہ کی ذبیحہ کرنا اور لڑکی کو دعوت کرنا اور بچہ کے بال مونڈنا عقیقہ ہے، یہ نہ سنت ہے اور نہ واجب ہے، اسی طرح کروری کی وجہ سے ہے، امام محمد نے عقیقہ کے متعلق ذکر کیا ہے، جو چاہے کرے اور جو چاہے نہ کرے، اس کا اشارہ اباحت کی طرف ہے، اس لیے اس کا سنت ہونا منسوخ ہے، اور امام محمد نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے لڑکے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے اور یہ کراہت کی طرف اشارہ ہے، اسی طرح بدائع کی کتاب الاضحية میں ہے۔

(عالمگیری ج ۵ ص ۳۶۲ مطبوعہ برلاقی مصر)

خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد نے جامع مغیر میں امام اعظم اور امام ابو یوسف سے نقل کیا ہے کہ عقیقہ نہ کیا جائے، جس کا مفاد یہ ہے کہ عقیقہ کرنا مکروہ ہے اور موطا امام محمد میں لکھا ہے کہ عقیقہ منسوخ ہو گیا، اگر اس نسخ کو عقیقہ کے استحباب پر محمول کیا جائے تو عقیقہ مباح ہے یا پھر مکروہ ہے جیسا کہ علامہ کاسانی نے لکھا ہے تو پھر احناف کے نزدیک عقیقہ مکروہ ہے یا مباح ہے ہر حال سنت یا کار ثواب نہیں ہے۔

اور علامہ امجد علی رحمہ اللہ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

حنفیہ کے نزدیک عقیقہ مباح و مستحب ہے، یہ جو بعض کتبوں میں لکھا ہے کہ عقیقہ سنت نہیں ہے اس سے مراد یہ ہے کہ سنت مؤکدہ نہیں ورنہ جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل سے اس کا ثبوت موجود ہے تو مطلقاً اس کی سنت سے انکار صحیح نہیں۔

(مہار شریعت جلد ۱۵ ص ۱۵۰، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی)

علامہ امجد علی رحمہ اللہ کی اس عبارت پر حسب ذیل اعتراضات ہیں:

- ۱۔ ایک فعل کو مباح اور مستحب دونوں قرار دینا صحیح نہیں ہے، کیونکہ مباح پر ثواب نہیں ہوتا اور مستحب پر ثواب ہوتا ہے۔
- ۲۔ ہم نے امام ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ سے امام محمد کی یہ روایت نقل کی ہے کہ لڑکے اور لڑکی کی طوت سے عقیقہ نہ کیا جائے جس کا مفاد یہ ہے کہ عقیقہ کرنا مکروہ ہے جیسا کہ عالمگیری میں لکھا ہے، اس لیے علامہ امجد علی کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ سنت مؤکدہ نہیں ہے یعنی غیر مؤکدہ سنت ہے اور مطلقاً سنت کی نفی نہیں ہے یہ تو جیسے الحکام بالایرغی بنا کر کہے۔

- ۳۔ امام محمد کی دوسری عبارت یہ ہے کہ جو چاہے عقیقہ کرے اور جو چاہے نہ کرے یہ اباحت کی تفسیر ہے اس سے عقیقہ کے سنت ہونے کا مطلب نکالنا صحیح نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص تقلید محض کی پستی سے نہیں نکلا تو اس کو عقیقہ کرنے سے منع کرنا چاہیے یا کم از کم یہ کہنا چاہیے کہ عقیقہ مباح ہے اور کار ثواب نہیں ہے اور اس کو یہ نہیں چاہیے کہ امام اعظم کے قول کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال کر یہ کہے کہ امام اعظم کے نزدیک عقیقہ سنت ہے لیکن سنت مؤکدہ یا سنت ثابتہ نہیں ہے اور اگر وہ میدان تحقیق میں وارد ہے تو اس کو یہ کہنا چاہیے کہ عقیقہ سنت اور مستحب ہے کیونکہ احادیث صحیحہ میں اس کا ثبوت ہے اور تمام امت نے ان احادیث کو قبول کیا ہے اور امام اعظم کو یہ احادیث نہیں پہنچیں ورنہ وہ عقیقہ کو مکروہ نہ کہتے کیونکہ اس زمانہ میں نشر و اشاعت کے ذرائع اور وسائل اتنے میسر نہیں تھے جتنے اب ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا جب حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے، اور علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر کوئی حدیث صحیح امام کے قول کے خلاف ہو تو حدیث صحیح پر عمل کیا جائے گا۔ رد المحتار ج ۱ ص ۶۲۳ مطبوعہ استنبول) اس لیے یہاں امام کے قول کے خلاف حدیث پر عمل کرنا تقلید کے خلاف نہیں ہے۔

مولانا عبدالحی موطا امام محمد کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

امام محمد کی اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ قربانی کے بعد عقیقہ مشروع نہیں رہا اور یہ قول تسلیم نہیں ہے کیونکہ احادیث معتبرہ میں عقیقہ کی مشروعیت اور استحباب کی بہت زیادہ صراحت ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث دومرسل کے اقوال پر مقدم ہیں خواہ وہ کوئی شخص ہو اگر عقیقہ منسوخ ہو چکا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا

عقیدہ فرماتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رسال کے بعد صحابہ کرام نے عقیدہ کیا ہے، کیونکہ مولانا امام مالک میں ہے کہ عروہ بن زبیر نے اپنے بیٹوں کا عقیدہ کیا، اس باب میں بہ کثرت احادیث صحیحہ مرفوعہ اور موقوفہ ہیں اور ایک قول کی وجہ سے ان تمام احادیث کو ترک کرنا صحیح نہیں ہے، نیز اگر ہم مان لیں کہ قربانی نے ہر ذبحہ سابقہ کو منسوخ کر دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے وجوب کو منسوخ کر دیا نہ یہ کہ وہ اصلاً مشروع نہیں رہا۔ (حاشیہ بر مولانا امام محمد ص ۲۸۸، مطبوعہ نور محمد کراچی)

ان ہم علامہ امجد علی رحمہ اللہ کی اس بات سے متفق ہیں کہ عقیدہ کا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اس لیے صاف صاف یہ کہنا چاہیے کہ عقیدہ سنت اور مستحب ہے کیونکہ مستند احادیث سے اس کا ثبوت ہے اور ہر چند کہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد سے اس کی کراہت اور اباحث منقول ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ان ائمہ کے اقوال پر مقدم ہیں کیونکہ ہم پہلے محمدی ہیں پھر حنفی یا شافعی ہیں۔ اور یقیناً علامہ امجد علی نے بھی اس مسئلہ میں ائمہ احناف کے اقوال صریحہ سے عدول اور اختلاف کیا ہے اور اس اختلاف سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ علامہ امجد علی خود کراہت احناف سے بڑا سمجھتے ہوں۔

جن بعض مسائل میں ہم نے ائمہ احناف کے قول کو اختیار نہیں کیا ان میں ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ ان ائمہ کرام کو وہ احادیث نہیں پہنچیں مثلاً اگر ہمارے ائمہ کو عقیدہ کے متعلق احادیث مل گئی ہوتیں تو وہ کبھی یہ نہ کہتے کہ عقیدہ کیا جائے، اور ظاہر ہے کہ ابتدائی دور میں احادیث کی نشر و اشاعت کے لئے ذرائع نہیں تھے جتنے بعد میں ہوتا ہو گئے۔ ہر حال جب علامہ امجد علی اور اعلیٰ حضرت رحمہما اللہ، امام اعظم اور صاحبین سے اختلاف کر سکتے ہیں، اصحاب ترجیح ان ائمہ کرام میں محاکمہ کر سکتے ہیں اور ان سے بھی بعد کے علماء قدوری اور صاحب ہدایہ کو اصحاب ترجیح تسلیم کر سکتے ہیں اور ان میں سے کسی کے پاس بھی اس منصب کی کوئی آسانی سند نہیں ہے تو پھر ہم ملائی توبہ کے ساتھ متقدمین سے کما سئلہ میں اختلاف کیوں نہیں کر سکتے!

مذکورہ السند تفصیل اور بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ اصل اقتدار دلیل کا ہوتا ہے اور یہ کہنا غلط ہے کہ متاخرین کا لازم تقدیم کے پاس نہ کا نہیں ہے اس لیے وہ ان سے اختلاف نہیں کر سکتے، اور جو مترشبین یہ کہتے ہیں کہ تمہارا علم فلاں، فلاں کے علم سے کم ہے اس لیے تم ان سے اختلاف نہیں کر سکتے اور فلاں، فلاں کا علم چونکہ زیادہ تھا اس لیے وہ صحابہ اور مجتہدین سے اختلاف کر سکتے ہیں ان سے گذارش یہ ہے کہ آپ نے ہمارے اور فلاں، فلاں کے علم میں جو محاکمہ کیا ہے اور فلاں، فلاں کے علم اور مجتہدین کے علم کا جو تجزیہ کیا ہے تو کیا آپ کا علم اتنا وسیع اور حکم ہے کہ آپ ہمارے اور فلاں، فلاں کے علم میں محاکمہ اور تجزیہ کر سکیں اور آپ کو اس تجزیہ اور محاکمہ کا کس نے سند دی ہے یا آپ کے زعم میں آپ پر وحی نازل ہوئی ہے؟

۹۰
شرح صحیح مسلم میں اعادہ کیے ہوئے مسائل کی تفصیل | بعض مسائل کا میں نے اعادہ کیا ہے لیکن وہ افادہ سے خالی نہیں ہے، ہدایہ کی ایک عبارت سے امام

ابو حنیفہ کے مذہب پر یہ اعتراض ہے کہ انھوں نے خمر کے علاوہ باقی نشر آور مشروبات کو حلال کر دیا ہے، اس کا جواب میں نے چوتھی جلد میں دو جگہ ذکر کیا ہے، علامہ ابن ہمام کی ایک عبارت سے یہ دہم ہوتا ہے کہ سفر میں قصر کی علت مشقت ہے مسافت نہیں ہے جس کی بناء پر بعض علما نے یہ کہا کہ ہوائی جہاز کے سفر سے قصر لازم نہیں ہے اور

عقد میں بغیر محرم کے ہوائی جہاز سے حج اور عمرہ کے لیے جاسکتی ہیں۔ (فتاویٰ سنت ص ۱۹۲، مطبوعہ کراچی) میں نے اس سلسلہ میں اپنی تحقیق شرح صحیح مسلم کی دوسری جلد میں ذکر کی ہے اور تیسری جلد میں پھر اس کا ذکر کیا ہے اور اس میں زیادہ تفصیل ہے۔ اب کتاب کے مسلمانوں کی مساجد میں وغیرہ کے متعلق، احناف کے منہج کی تحقیق میں نے تیسری جلد میں کی ہے اور ساتویں جلد میں زیادہ تفصیل ہے، عصمت نیا کی بحث دوسری جلد میں کی ہے اور ساتویں جلد میں زیادہ تفصیل ہے، ہنگامہ الغزالیہ اصلی کی بحث دوسری جلد میں ہے اور ساتویں جلد میں زیادہ تحقیق ہے، غیر کفو میں نکاح کے جواز کی بحث تیسری جلد میں ہے اور چھٹی جلد میں زیادہ تفصیل ہے، انجیکشن سے روڑہ ٹوٹنے کی بحث تیسری جلد کے شیمی میں ہے، اور اس پہل جلد میں اس کی زیادہ تحقیق ہے، ملائے یا محمد کی بحث ساتویں جلد میں دو جگہ پر ہے، اور اس پہلی جلد میں اس کی زیادہ تفصیل ہے، "لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر" میں مغفرت و قرب کی بحث میں نے تیسری جلد میں کی ہے، پھر چھٹی جلد میں زیادہ تفصیل کی پھر ساتویں جلد میں مزید تشریح کی، ڈاؤھی میں قبضہ کی مقدار کا استنباط ائمہ مسنون ہونا، ہم نے پہلی جلد میں بیان کیا ہے اور چھٹی جلد میں اس کی زیادہ تحقیق ہے۔

شرح صحیح مسلم کی تصنیف میں دارالعلوم نعیمیہ کا حصہ اور دیگر معاونین کے تعاون کا بیان

جلدیں میں نے یہاں دارالعلوم نعیمیہ کراچی میں مکمل ہیں، مارچ ۱۹۸۶ء میں یہ کام شروع کیا اور فروری ۱۹۹۳ء میں یہ کام ختم ہو گیا، شرح صحیح مسلم کے اس عظیم کام میں دارالعلوم نعیمیہ اور اس کے رشتہ دار کا بہت بڑا حصہ ہے، اور حدیث شریف میں ہے:

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم من لم یشکر الناس لم
یشکر اللہ۔
حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے
لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا۔

(جانب ترمذی ص ۲۸۹، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۸-۲۵۹، ۲۹۵-۲۹۶، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰،

یعنی ان کی غنایات کا بھی نمونہ ہوں۔ میرے ایک اور محترم دوست استاذ العلماء مولانا حافظ الساجی غلام محمد سیالوی صاحب مکتبہ العلوم نرید جہم ہیں، ان کی لائبریری کی کتابوں سے میں نے بہت فائدہ اٹھایا ہے، اور میرے محترم دوست مولانا محمد اکرم حسین سیالوی نرید جہم ہیں، ان کا تعاون بھی اس کتاب میں شامل ہے اور حضرت فاضل جیسٹس مفتی سید شجاع الدین علی قادری رحمہ اللہ کے احسانات ہیں ان کا تفصیلی ذکر میں نے ساتویں جلد کے ابتدائے میں کیا ہے۔ حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی صاحب کاسپاس گڈار ہوں جنھوں نے انتہائی لگن اور جانفشانی سے اس کتاب کی تصحیح کی، اور اذکتابت حضرت کیلیب نوالہ کے کانپوں کا شکر گزار ہوں جنھوں نے بہت خوبصورت اور دل آویز کتابت کی، اور اخیر میں سید محمد اعجاز ملک فرید بک سٹال کے بے ہنگام ہوں جنھوں نے انتہائی سرعت اور برق رفتاری کے ساتھ اس کتاب کو بہت حسین اور جاذب نظر طباعت سے مزین کر کے انتہائی ارزاں قیمت پر جہیا کیا۔

تبیان القرآن لکھنے کا عزم | شرح صحیح مسلم کا کام اب ختم ہو گیا ہے لیکن ابھی زندگی باقی ہے اور میری خواہش ہے کہ جب تک مجھ میں قوت کار باقی ہے دین کا کام کرتا رہوں، بہت سے دوستوں اور خاص طور پر سید محمد اعجاز صاحب کی فرمائش ہے کہ قرآن مجید کی عام فہم تفسیر لکھوں، اس لیے میں نے تبیان القرآن کے نام سے تفسیر لکھنے کا ارادہ کر لیا ہے اور ان شاء اللہ ماہ رمضان ۱۴۱۲ھ کے کسی مبارک دن میں تفسیر کے کام کا آغاز کر دوں گا، اور جب تک صحت قائم رہی اور عمر نے وفا کی ان شاء اللہ اس کو مکمل کر دوں گا، اور یہ اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی مشیت میں ہے کہ یہ کام کہاں تک پہنچ سکے گا۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے حق کا اظہار عطا فرمائے اور باطل سے احتساب مرحمت فرمائے وعاذ باللہ علی اللہ بعزیز۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اسے بار الہ مصنف اور اس کام میں اس کے معاونین اس کتاب کے کاتب، مصحح اور ناشر اور اس کتاب کے قارئین اور مصنف کے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما، ان کو اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت سے بہرہ مند فرما، ان کو دنیا اور آخرت کی ہر بلا اور ہر غلاب سے محفوظ رکھ اور ان کو طریق کی ہر نعمت اور ہر راحت عطا فرما! آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبک سیدنا محمد خاتم النبیین افضل الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین وعلیٰ آلہ الطیبین واصحابہ الکاملین وازواجہ الطہرات المؤمنین وعلیٰ سائر اولیاء امتہ وعلما ملتہ اجمعین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہ

خادم الحدیث دارالعلوم نعیمیہ

بلاک نمبر ۱۱۵، فیلڈرل، بی، میریا، کراچی۔ ۳۸

۶ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ / ۲۷ فروری ۱۹۹۳ء

الحمد للہ ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ کو تفسیر "تبیان القرآن" کا آغاز کر دیا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ

تیسری صدی کے جن محدثین اور علماء راہنہ نے علم حدیث کی ترویج اور تفسیح کے لیے متعدد فرائض ادا کیے اور اس علم کی توسیع اور اشاعت میں گراں قدر خدمات انجام دیں ان میں امام مسلم بن حجاج القشیری کا نام نمایاں طور پر سامنے آتا ہے۔

امام مسلم بن حدیث کے اکابر ائمہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ابو زرہ رازی اور ابو حاتم رازی نے ان کی امامت حدیث پر شہادت دی۔ امام ترمذی اور ابو یوسف حمید جیسے مشاہیر نے ان سے روایت حدیث کو باعث شرف سمجھا اور ابو قریش نے کہا کہ دنیا میں صرف چار حفاظ ہیں اور امام مسلم ان میں سے ایک ہیں۔

عساکر الملت والدین ابوالحسن امام مسلم بن حجاج بن مسلم بن ورد بن کرشاد القشیری ولد ولادت اور سلسلہ نسب خراسان کے ایک وسیع اور خوبصورت شہر نیشاپور میں جو قشیر کے خاندان میں پیدا ہوئے۔ امام مسلم کی ولادت کے سال میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ شاہ عبد العزیز نے ان کا سال ولادت ۲۰۲ھ لکھا ہے، امام ذہبی نے ۲۰۴ھ بیان کیا ہے اور ابن اثیر نے ۲۰۶ھ کو اختیار کیا ہے۔

تفصیل علم حدیث ابتدائی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اٹھارہ سال کی عمر میں امام مسلم نے علم حدیث کی تعلیم شروع کی، فہم حدیث کو انھوں نے انتہائی لگن اور محنت سے حاصل کیا۔ اور بہت جلد نیشاپور کے عظیم محدثین میں ان کا شمار ہونے لگا۔

شخصیت امام مسلم سرخ و سفید رنگ بلند قامت اور وجہ شخصیت کے مالک تھے۔ سر پر عمامہ باندھتے تھے اور شہدہ کندھوں کے درمیان لٹکایا کرتے تھے۔ انھوں نے علم کو ذریعہ معاش نہیں بنایا۔ کپڑوں کی تجارت کر کے اپنی نجی ضروریات پوری کیا کرتے تھے۔ شاہ عبد العزیز لکھتے ہیں کہ امام مسلم کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ انھوں نے عمر بھر نہ کبھی کی نیت کی نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کے ساتھ درشت کلامی کی۔

اساتذہ اور مشائخ علم حدیث کی طلب میں امام مسلم نے متعدد شہروں کا سفر اختیار کیا۔ نیشاپور کے اساتذہ سے کتب فیض کئے بعد وہ حجاز، شام، عراق اور مصر گئے اور ان گنت بار بغداد کا سفر کیا، انھوں نے ان تمام شہروں کے مشاہیر اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تری کیا، حافظ ابن حجر عسقلانی اور دیگر مؤرخین نے ان کے اساتذہ

۱۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۱۰، ص ۴۷۷ مطبوعہ دارۃ المناہج بیروت دکن ۱۳۴۲ھ

میں یحییٰ بن یحییٰ، محمد بن یحییٰ، قلی، احمد بن منیل، اسحاق بن راجویہ، عبد اللہ بن مسلمہ، القتبسی، احمد بن یونس، یزدی، قلی، اسماعیل بن ابی ادریس، سعید بن منصور، عون بن سلام، داؤد بن عمرو، الضبی، ہیشتم بن خارجہ، شیبان بن قسرج اور امام بخاری کا تذکرہ لکھا ہے۔

تلا مذہب | امام مسلم سے بے حساب لوگوں نے سماع حدیث کیا ہے ان سے روایت کرنے والے تمام حضرات کے اسما کا شمار تو مشکل ہے چند اسماء یہ ہیں:

ابو الفضل احمد بن سلمه، ابراهيم بن ابی طالب، ابو عمرو خفاف، حسين بن محمد قباني، ابو عمرو مستملي، حافظ صاخر بن محمد علي بن حسن، محمد بن عبد الوهاب، علي بن حسين بن جبير، ابن خزيمة، ابن صاعد، مزارع، محمد بن عبد بن حميد، ابو حامد ابن الشرق، علي بن اسماعيل الصفار، ابو محمد بن ابی حاتم رازي، ابراهيم بن محمد بن سفيان، محمد بن مخلد ووري، ابراهيم بن محمد بن حمزه، ابو عوانه، اسفرائيني، محمد بن اسحاق ناكشي، ابو حامد اعلمشي، ابو حامد بن حنوفيه، ابو امام ترمذي

امام ترمذی نے اپنی جامع صحیح میں امام مسلم سے صرف ایک روایت ذکر کی ہے اور وہ یہ ہے۔ عن یحییٰ بن یحییٰ عن ابی صافیہ عن محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ، اخصوا ہلال اشہبان برمضان۔

کلمات الشنا امام مسلم کی خدمات اور ان کے کمالات کو ان کے اساتذہ اور صحابہ میں نے بے حد سراہا ہے۔ ابوہریرہؓ مستثنیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اسماعیل بن مسعودؓ اور احادیث لکھوا رہے تھے اور امام مسلم ان احادیث میں سے انتخاب کر رہے تھے۔ اچانک اسماعیل بن مسعود نے نگاہ اُپر اٹھائی اور کہا ہم اس وقت تک کبھی خیر سے محروم نہیں ہوں گے جب تک ہم اسے درمیان مسلم بن حجاجؓ میں۔ ان کے ایک اور اساتذہ محمد بن عبدالوہابؓ فرماتے ہیں کہ امام مسلم کا خزانہ ہے اور میں نے ان میں خیر کے سوا اور کچھ نہیں پایا۔ ابن حجرؓ نے کہا نیشاپور نے تین محدث پیدا کیے، محمد بن یحییٰؓ، ابراہیم بن ابی طالبؓ اور مسلم۔ ابن عساکرؓ نے کہا امام مسلم بالمشافہ سماع کے بغیر روایت نہیں کرتے تھے۔ ابو جعفر عاروفیؓ نے کہا کہ مسلم علم کے محافظ تھے، مسلم بن قاسمؓ نے کہا کہ وہ حلیں القدر امام تھے۔ بغداد نے کہا دنیا میں صرف چار حفاظ ہیں، ابوہریرہؓ، محمد بن اسماعیلؓ، طاہریؓ اور مسلم بن حجاجؓ۔

علمی شکوہ امام مسلم نے حدیث میں عظیم صلاحیتوں کے مالک تھے۔ حدیث صحیحہ اور مستقیم کی پہچان میں وہ اپنے زمانہ کے اکثر محدثین پر فوقیت رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض امور میں ان کو امام بخاری پر بھی فضیلت حاصل تھی۔ کیونکہ امام بخاری نے اہل شام کی اکثر روایات ان کی کتابوں سے بطریق مناوہہ حاصل کی ہیں۔ محمد بن ان کے مؤلفین سے سماع نہیں کیا، اس لیے ان کے راویوں میں امام بخاری سے بسا اوقات غلطی واقع ہو جاتی ہے کیونکہ ایک ہی راوی کا کبھی نام ذکر کیا جاتا ہے اور کبھی کیفیت ایسی صورت میں بعض دفعہ امام بخاری ان کو دو راوی خیال کر لیتے ہیں۔ اور امام مسلم نے چونکہ اہل شام سے براہ راست سماع کیا ہے اس لیے وہ اسی قسم کا مناظرہ نہیں کھاتے۔ ۳۵

١٥ - امام عبد الله بن محمد بن يحيى التستري ٢٠٠ هـ، في نسخة المحفوظ جلد ٢ ص ٥٥٠ مطبوعه ادارة احياء التراث العربى بيروت

٢٥ حافظ شهاب الدين احمد بن علي ابن حجر عسقلاني المتوفى ٨٥٢ هـ: تهذيب التهذيب جلد ١٠، ص ١٣٤، مطبوعه جامعه المعارف حيدرآباد دکن، ١٣٨٢ھ

٢٤ - تهذيب التهذيب جلد ١٠ ص ٢٣٨

۹۴۔ شاہ عبدالغفر بن محمد شافعی متوفی ۱۲۲۹ھ، بستان احمدین ص ۲۵۰، مطبوعہ سید احمد علی گنجی کراچی

امام بخاری سے تعلق خاطر | جس طرح امام بخاری ایمان کے مرکب ہونے کے مسئلہ میں متشدد تھے اور اس شخص سے روایت نہیں لیتے تھے جو باطلت ایمان کا قائل ہو، اسی طرح امام محمد بن یحییٰ ذہبی قرآن کے مسئلہ میں متشدد تھے اور اس شخص سے سخت بیزار تھے جو الفاظ قرآن کو مخلوق مانتا ہو۔ جب امام بخاری اور امام محمد بن یحییٰ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوا تو ان میں اور امام بخاری میں سخت منافست پیدا ہو گئی۔ حتیٰ کہ ایک دن محمد بن یحییٰ نے اپنی مجلس میں اعلان کر دیا کہ جو شخص الفاظ قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہو وہ ہماری مجلس سے چلا جائے۔ یحییٰ کہ امام مسلم نے اپنا علم سنبھالا اور امام ذہبی کی مجلس سے اٹھ کر چلے گئے اور امام ذہبی سے انھوں نے جس قدر احادیث ضبط کی تھیں وہ سب انھیں واپس سمجھا دیں۔

تصانیف | امام مسلم کی عمر کا اکثر حصہ روایت حدیث کے حصول کے لیے مختلف شہروں میں سفر کرتے ہوئے گزرا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ درس و تدریس میں بھی بے حد مشغول رہے۔ اس کے باوجود ان سے مندرجہ ذیل تصانیف یادگار ہیں۔

- ۱۔ المسامع المصیح - ۲۔ المسند الکبیر - ۳۔ کتاب الاسماء والکنی - ۴۔ کتاب الجمع علی الباب - ۵۔ کتاب العلل
- ۶۔ کتاب الوحدان - ۷۔ کتب الافراد - ۸۔ کتاب موالات احمد بن حنبل - ۹۔ کتاب حدیث عمرو بن شعیب - ۱۰۔ کتاب الانتفاع بابہ السباع - ۱۱۔ کتاب مشائخ مالک - ۱۲۔ کتاب مشائخ ثوری - ۱۳۔ کتاب مشائخ شعبہ - ۱۴۔ کتاب من لم یسئل الا لادواء - ۱۵۔ کتاب المحضرین - ۱۶۔ کتاب اولاد الصحابة - ۱۷۔ کتاب اولام المحدثین - ۱۸۔ کتاب الطبقات - ۱۹۔ کتاب افراد الشامیین - ۲۰۔ مسند امام مالک - ۲۱۔ مسند الصحابة۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ امام مسلم نے مسند الصحابہ برقی تحصیل سے مکھنی شروع کی تھی مگر وہ مکمل نہ ہو سکی اور امام مسلم وفات پا گئے اور اگر وہ اس کو پورا کر لیتے تو وہ ایک ضخیم تصنیف ہوتی۔

وصال | امام مسلم کے وصال کا سبب بھی نہایت عجیب و غریب بیان کیا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ایک دن مجلس مذاکرہ میں امام مسلم سے ایک حدیث کے بارے میں استفسار کیا گیا اس وقت آپ اس حدیث کے بارے میں کچھ نہ بتا سکے۔ گھر آکر اپنی کتابوں میں اس حدیث کی تلاش شروع کر دی۔ قریب ہی کچھ روں کا ایک فرکا بھی دکھا ہوا تھا امام مسلم کے استغراق اور انہماک کا یہ عالم تھا کہ کچھ روں کی مقدار کی طرف آپ کی توجہ نہ ہو سکی اور حدیث ملنے تک کچھ روں کا سالہ کوڑا خالی ہو گیا اور غیر ارادی طور پر کچھ روں کا زیادہ کھا لینا ہی ان کی موت کا سبب بن گیا۔ اور اس طرح ۲۴ رجب ۲۶۱ھ اتوار کے دن شام کے وقت عظیم حدیث کا یہ درخشندہ آفتاب غروب ہو گیا اور اگلے روز پیر کے دن خراسان کے اس عظیم محدث کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

حسن عاقبت | امام مسلم سادہ دل و درویش تھے اور علم و عمل کی بہترین عمر یوں کے جامع تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کی خدمات کا بہترین صلہ عطا فرمایا۔ ابو حاتم ماضی بیان کرتے ہیں میں نے امام مسلم کو خواب میں دیکھا اور ان کا حال دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کو میرے لیے مباح کر دیا ہے، اور میں اس میں جہاں چاہتا ہوں رہتا ہوں۔ سچ

۱۔ امام عبد اللہ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۵۹، مطبوعہ دارہ احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۶۹ھ، رستان المحدثین ص ۲۸۱، مطبوعہ سعید انڈیا پبلی کراچی

شرح صحیح مسلم

از مخدوم ملا محمد اشرف جیلانی، کراچی

حضرت استاذ محترم استاذ العلماء علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کا شمار ان جلیل القاد میں ہوتا ہے جو اپنے علم و فضل اور تحقیق و تدقیق کے لحاظ سے دنیا سے اسلام میں بہت بلند مقام رکھتے ہیں، آپ بیک وقت ایک مستند عالم دین، ماہر علم عظیم محدث، بے بدل فقیہ، عہدہ خطیب اور صاحب طرز محقق ہیں۔

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی ۱۴ نومبر ۱۹۳۷ء میں دہلی کے متحول اشرف میں متولد ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا اسم گرامی محمد منیر تھا، جو آپ کے بہت بزرگواریت میں وفات پا گئے تھے، آپ نے ناظرہ کسٹن مجید چھ سال کی عمر میں اپنی والدہ محترمہ سے پڑھ کر ختم کیا، دس سال کی عمر میں پنجابی اسلامیہ ملی سکول دہلی سے پرائمری پاس کر کے مکمل کلاس میں داخلہ لیا تو ریونیئر کی تقسیم ہو گئی، ۱۹۴۷ء میں آپ اپنے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کر کے پاکستان آ گئے اور یہاں کراچی میں مقیم ہوئے، یہاں اگرچہ ابتدائی تعلیم ہمارے تعلیم ہمارے درگاہ کے اور کچھ رنگ کا کام لیکھا اور آٹھ سال تک کراچی کے مختلف پرائمریوں میں بطور کچھ کام کرتے رہے، لیکن قدرت کو آپ کے توفیق دین اسلام کی خدمت اور ملک حق اہل سنت و جماعت کی ترویج و اشاعت مقصود تھی، اس لیے ایک مرتبہ پھر آپ کا رحمان حصول تعلیم کی طرف ہو گیا۔

۱۹۵۸ء میں علامہ دین کا متنازعہ تقریروں اور قرآن مجید کے حلف تراجم سے آپ کے ذہن میں یہ الجھن پیدا ہوئی کہ کون سا نظریہ صحیح ہے، اور کون سا ترجمہ برحق ہے، اسی الجھن کے عالم میں آپ نے علم دین حاصل کرنے کا فیصلہ کیا، پہلے آپ جامعہ محمدیہ رحیم یار خاں گئے وہاں مولانا محمد نواز اویسی مدظلہ نے آپ کو کریم فارسی اور قرآن مجید کا ترجمہ شروع کرایا، اس کے بعد آپ کو حضرت مولانا عبد المجید اویسی دامت برکاتہم کے سپرد کر دیا جن سے آپ نے فارسی کی بقیہ کتابیں اور صرف نحو پڑھی، مولانا عبد المجید اویسی کے پاس آپ ڈیڑھ سال رہے، اور ان کے ہمراہ سکندریہ آباد اور سراج العلوم خاں پور گئے، خانپور سے جامعہ نعیمیہ لاہور چلے گئے، وہاں مولانا عبد الغفور مدظلہ سے کافیہ، شرح تہذیب، اصول الشاشی اور نور الانوار پڑھیں، اور مفتی محمد حسین نعیمی مدظلہ سے شرح حامی، قطبی، جلالین اور ہدایۃ الحکمیہ پڑھیں، مفتی عزیز احمد رحمہ اللہ سے تلخیص کے چند اسباق پڑھے، بعد ازاں جنرل چلے گئے، وہاں حضرت رئیس الاساتذہ مولانا عطاء محمد بندر لوی دامت فیوضہم سے عیسیٰ، صدا، شمس باظہ، مختصر معانی مطول، علاء حسن، ذوالہدیشہ، تاج صحیح مبارک، حمد اللہ، ہدایہ انجیل، شرح خزینۃ الفکر اور جات ترمذی پڑھیں، انجیل میں جامعہ قادریہ فیصل آباد آ گئے، وہاں حضرت مولانا ولی النبی رحمہ اللہ سے التلخیص اور تصدیق پڑھی، اور حضرت مولانا مختار حق مدظلہ سے سراجی پڑھی۔

۱۹۵۸ء میں جب حضرت استاذ محترم رحیم یار خاں میں تعلیم حاصل کر رہے تھے تو آپ کے استاذ گرامی حضرت مولانا عبد المجید

اور کسی نے آپ کو غزالی زمان رازی دوران حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر بیعت کرایا، انہی کے نام کی نسبت سے استاذ محترم خود کو سیدی سمجھتے ہیں اور حضرت قبلہ غزالی زمان سے بیعت کو اپنے لیے باعث مدافعت اور گروہ دانستے ہیں۔

نومبر ۱۹۶۵ء میں حضرت استاذ محترم نے ہامہ نعیمیہ لاہور میں پڑھانا شروع کیا۔ پہلے چار سال مکتبہ، جلالین اور دیگر علوم وفنون کی کن میں پڑھائیں اور ۱۹۷۰ء سے باقاعدہ مکمل دورہ حدیث پڑھانا شروع کرایا، اور یہ سلسلہ تا دم تحریر جاری رہا۔ ۱۹۶۶ء میں آپ نے حافظ عبدالقادر روپڑی سے محفل میلاد کے جواز پر مناظرہ کیا اور بھری محفل میں حافظ مذکور کو جواب کر دیا اور انھوں نے تسلیم کر لیا کہ اگر تعین شرعی نہ ہو تو بارہ ربیع الاول کو اس سے پہلے اور اس کے بعد کے ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور آپ کی سیرت طیبہ کو بیان کرنا جائز ہے، جس کو عرف میں میلاد النبی سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور یہ تحریر آپ کو لکھ کر دے دی، اس مناظرہ میں شرف الشرف حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی بھی تشریف فرما تھے، ان کے علاوہ اور بہت سے علماء اہل سنت تھے، ۱۹۶۹ء میں حافظ مذکور سے علم غیب پر مناظرہ ہوا، اس مناظرہ میں جب استاذ محترم نے جواب مدین حسن خاں بھوپالی کی فتح البیان سے علم ماکان دیا یوں کے ثبوت میں ابن کيسان کا قول پیش کیا تو حافظ مذکور بدحواس ہو گئے، اور انھوں نے مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا، یہ دونوں مناظرے عصر کے بعد سے عشاء کے بعد تک جاری رہے تھے اور اس میں طسٹفین کے بہ کثرت علماء شریک تھے، دونوں مناظرے طبع ہو چکے ہیں۔

۱۹۶۶ء سے ۱۹۷۸ء کے وسط تک آپ جامعہ نعیمیہ لاہور میں پڑھاتے رہے، ۱۹۷۸ء کے وسط میں آپ حضرت مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ کی ولادت پر کراچی آئے اور ایک سال تک دارالعلوم نعیمیہ کراچی میں درجہ حدیث کے اسباق پڑھاتے رہے، بعد ازاں حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی کی خواہش پر دوبارہ لاہور چلے گئے اور جولائی ۱۹۸۵ء تک پھر وہاں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۸۳ء میں آپ کو کمر کا درد لاحق ہوا، بعد ازاں شوگر ہو گئی، اور اس کے بعد بلڈ پریشر کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ چونکہ لاہور میں آپ کافی بیمار تھے، اور حضرت مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ کا شدید اصرار تھا کہ آپ کراچی آجائیں، آپ کا علاج ہو جائے گا، سو آپ ۶ جولائی ۱۹۸۵ء کو بالآخر دوبارہ کراچی آ گئے اور تا دم تحریر یہیں اقامت پذیر ہیں۔

آپ کی بہ کثرت تصانیف ہیں جو متعدد بار طبع ہو کر قارئین سے شراج حسین وصول کر چکی ہیں۔ ۱۹۹۰ء میں وفاتی شرعی عدالت، لاہور میں سودے متعلق ایک رٹ کی سماعت کر رہی تھی، اس وقت یہ سوال درپیش تھا کہ اگر قرض پر سود نہ لیا جائے اور قرض خواہ کو چند سال بعد اس کی صرف اصل رقم واپس ملے تو افراط زر کی وجہ سے چند سال بعد وہ رقم چھٹائی مالیت کی یا اس کے بھی کم رہ جائے گی، اسلام میں اس کا کیا حل ہے؟ ایک وکیل نے حضرت استاذ محترم کی مقالات سیدھی سے اس مسئلہ کا حل پیش کیا، اس وقت وفاتی شرعی عدالت کے چیف جسٹس مولانا قنبریل الرحمان تھے، وہ اس حل سے بہت متاثر ہوئے اور انھوں نے متعدد دفعہ اس سے ایک سال تک مسلسل کو شش کی کہ حضرت استاذ محترم وفاتی شرعی عدالت میں جسٹس کا عہدہ قبول کر لیں، لیکن حضرت استاذ محترم نے اس پیش کش کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ میں عدالت کی ذمہ داریاں

۷۔ جسٹس قنبریل الرحمان نے سود کا عانت پر جو تاریخ سادہ فیصلہ لکھا ہے اس میں بھی مقالات سعیدی کے ایک اقتباس کا حوالہ دیا ہے، یہ فیصلہ ہفت روزہ لندنگ ۱۰ جنوری ۱۹۹۲ء کے شمارے میں شائع ہو چکا ہے۔

قبول کرنے کے بعد شرح صحیح مسلم کو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا سکوں گا۔

آپ کی تصانیف اور تلامذہ کا حلقہ برصغیر، یورپ اور افریقہ کے دور دراز علاقوں تک پھیلا ہوا ہے، برطانیہ میں بھی آپ کے تلامذہ اور مستقرین کی کافی تعداد ہے۔ ۱۹۹۰ء میں آپ حضرت صاحبزادہ محمد حبیب الرحمن مجاہد ٹریب مجاہد شاہنگی شریف متیم برطانیہ کی دعوت پر برطانیہ گئے اور تین ماہ تک برطانیہ کے متعدد شہروں میں دینی جلسوں سے خطاب کیا اور واپسی میں حرمین طیبین کی زیارت اور عمرہ کی سعادت سے سرفراز ہو کر وطن واپس ہوئے، اہل برطانیہ کی خواہش اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی دعوت پر ۱۹۹۳ء میں آپ دوبارہ برطانیہ تشریف لے گئے اور متعدد دینی اجتماعات سے خطاب کیا۔

حضرت استاذ محترم نے شرح صحیح مسلم مکمل فرمائی ہے اور اب "تبیان القرآن" کے نام سے قرآن مجید کی تفسیر لکھنا چاہتے ہیں اور وہ ان شام اللہ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ کے کسی مبارک دن میں اس کی تصنیف کا آغاز کریں گے، شرح صحیح مسلم کی شہرت اور مقبولیت دیکھ کر بہت سے اشاعتی اداروں نے حضرت سے درخواست کی کہ ان کے اداروں کو تفسیر شائع کرنے کا موقع دیں، لیکن حضرت استاذ محترم نے فریاد بک مثال لاہور سے ایمان وفاق کو برقرار رکھا اور بہت سی پرکشش پیش کشوں سے معذرت کر لی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت کو "تبیان القرآن" مکمل کرنے کی سعادت عطا فرمائے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو حدیث پاک کی خدمت سے مسعود کیا ہے اسی طرح آپ کی قرآن مجید کی خدمت سے بھی مشکور فرمائے اور "تبیان القرآن" کو اسم بامسمیٰ کر دے، اور ان دونوں کتابوں کو قبول دوام عطا فرمائے۔

سید محمد اشرف جیلانی

www.aislam.com

WWW.AISLAM.COM

صحیح مسلم

صحیح مسلم کتب صحاح ستہ میں صحیح بخاری کے بعد شمار کی جاتی ہے۔ امام مسلم بن حجاج نے اس کی احادیث کو انتہائی محنت اور کاوش سے ترتیب دیا ہے جس کی ترتیب اور تدوین کی مددگی کے لحاظ سے یہ صحیح بخاری پر بھی فوقیت رکھتی ہے اور نہ مانہ تصنیف سے لے کر آج تک اس کی قبولیت عامہ کا شرف حاصل رہا ہے۔

مستقدمین میں سے بعض مناصب اور محققین نے صحیح مسلم کو بے حد پسند کیا ہے اور اس کو صحیح بخاری پر بھی ترجیح دی ہے۔ چنانچہ ابوعلیٰ مالک نیشاپوری اور حافظ ابوبکر اسماعیلی صاحب مدخل کا یہی قول ہے اور امام عبدالرحمان نسائی نے کہا کہ امام مسلم کی صحیح، امام بخاری کی صحیح سے عمدہ ہے اور مسلم بن قاسم قرطبی معاصر واقطبی نے کہا کہ امام مسلم کی صحیح کی مثل کوئی شخص نہیں پیش کر سکتا۔ ابن حزم بھی صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دیتے تھے۔ اور خود امام مسلم نے اپنی کتاب کے بارے میں فرمایا تھا کہ اگر محدثین دو سو سال بھی احادیث سمجھتے ہیں پھر بھی ان کا مدد اسی کتاب پر ہو گا۔ سنہ اور اب تردید سے سو برس چھوڑ کر گیا۔ سو برس ہونے کو آئے لیکن اس مرد خدا کے قول کی صداقت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور شاہ عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ ابوعلیٰ سفرائی کو کسی شخص نے وفات کے بعد عرب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ تمہاری بخشش کس سبب سے ہوئی تو انہوں نے صحیح مسلم کے چند اجزاء کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ان اجزاء کے سبب اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشش فرمائی۔ اس جواب سے معلوم ہوا کہ صحیح مسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرف قبولیت حاصل کر چکی ہے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح کی تالیف کا سبب خود بیان فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں کہ مجھ سے میرے بعض سبب تالیف اور قلت تمام مذہب نے درخواست کی کہ میں احادیث صحیحہ کا ایک ایسا مجموعہ تیار کروں جس میں بلا تکرار احادیث کو جمع کیا جائے۔ چنانچہ ان کی درخواست پر میں نے اپنی صحیح کی تالیف کی۔ امام مسلم نے یہی لاکھ احادیث میں سے اپنی جامع صحیح کا انتخاب فرمایا اور جن مشائخ کی احادیث کو انہوں نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے ان سبب سے انہوں نے بالمشافہ اور براہ راست سماع کیا ہے اور اس تصنیف میں انہوں نے صرف اپنی ذاتی تحقیق پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ مزید احتیاط

۱۔ الشیخ محمد الدین البوزکری یحییٰ بن شرف النووی المتوفی ۶۷۲ھ، مقدمہ شرح مسلم ص ۱۳، مطبوعہ نور محمد اجم المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ حافظ شاہ الدین ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ، دہلی الساری جلد ۱ ص ۲۴، مطبوعہ مصر۔

۳۔ شیخ محمد الدین البوزکری یحییٰ بن شرف النووی متوفی ۶۷۲ھ، مقدمہ شرح مسلم ص ۱۳، مطبوعہ نور محمد اجم المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۴۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۲۹ھ، رستان المحدثین ص ۲۸۱، مطبوعہ سیدہ اینڈ کمپنی کراچی

کے پیش نظر اس مجموعہ میں صرف ان احادیث کو لائے ہیں جن کی مصحح پر اس وقت کے اکابرین کا اتفاق تھا اور نہ پھر اسی پر نہیں کی بلکہ تحقیق عرب کے لیے کتاب کی تکمیل کے بعد اسے حافظ عصر ابو زہرہ کی خدمت میں پیش کیا جو اس زمانہ میں عل حدیث اور جرح و تعدیل کے فن میں امام گردانے جاتے تھے اور جن روایت کے بارے میں انھوں نے کسی علت کی نشاندہی کی، امام مسلم نے اس کو کتاب سے خارج کر دیا، اس طرح پندرہ سال کی لگا تار جدوجہد اور شدید مشقت کے بعد صحیح مسلم کی صورت میں یہ مجموعہ احادیث تیار ہو گیا۔

تسبیہ حاجی خلیفہ اور دیگر مؤرخین نے صحیح مسلم کا نام الحجامع الصصح بیان کیا ہے مگر اس نام پر بعض حضرات نے یہ اعتراض کیا ہے کہ جامع حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں تفسیر بھی ہو اور صحیح مسلم میں تفسیر سے متعلق احادیث بہت کم ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ جامع کے تحقیق کے لیے کتاب میں نفس تفسیر کا لانا شرط ہے قلت یا کثرت ملحوظ نہیں ہے۔ چنانچہ متقدمین میں سے سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کی جو تعانیف جامع کے نام سے مشہور ہیں ان میں بھی تفسیر بہت کم ہے صحیح مسلم میں تفسیر اس قدر کم لائے کا سبب یہ ہے کہ تفسیر سے متعلق اکثر روایات امام مسلم کتاب کے شروع میں سے آئے ہیں اور چونکہ اس کتاب میں انھوں نے حتی الامکان تکرار سے گریز کیا ہے اس لیے کتاب التفسیر میں ان روایات کو دوبارہ نہیں لائے۔

اسلوب امام مسلم نے اپنی صحیح کی تالیف اور ترتیب میں انتہائی عزم و احتیاط اور کامل درج اور تقویٰ سے کام لیا ہے۔ امام ابن شہاب و ہرعی، امام مالک اور امام بخاری حدیثنا اور اخبارنا کے درمیان فرق نہیں کرتے، اور ابن جریر، اور امامی، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن یحییٰ، عبد اللہ بن مبارک اور دیگر تمام محدثین حدیثنا اور اخبارنا میں فرق کرتے ہیں۔ حدیثنا کا انتقال اس وقت کرتے ہیں جب اسناد حدیث کی قرأت کرے اور شاگرد دیکھ رہے ہوں اور اخبارنا کا استعمال اس وقت کرتے ہیں جب شاگرد پڑھے اور استاد سن رہا ہو۔ چونکہ اکثر محدثین اخبارنا اور حدیثنا میں ایک کا استعمال دوسرے کی جگہ بات نہیں رکھتے۔ اس لیے احتیاط کے پیش نظر امام مسلم نے اپنی صحیح میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے اور حدیثنا اور اخبارنا کے فرق کو قائم رکھا ہے۔

امام مسلم نے سند حدیث میں راویوں کے اسماء کے ضبط کا بھی بڑا خیال رکھا ہے جس راوی کا اصل سند میں صرف نام ذکر کیا گیا ہو اور نسب کا ذکر نہ ہو جس کے سبب ابہام پیدا ہو تو وہ اس کی وضاحت کرتے ہیں مگر اس احتیاط کے ساتھ کہ استاد کے بیان کیے ہوئے الفاظ میں خلل نہ آئے۔ مثلاً انور نے ایک سند ذکر کی۔ حدیثنا سلیمان بن یحییٰ بن بلال بن یحییٰ و ہرعی بن سید، اس مقام پر استاد نے سلیمان بن بلال کا نام صرف سلیمان اور یحییٰ بن سید کا نام صرف یحییٰ ذکر کیا تھا اور ان کے نسب کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ امام مسلم چاہتے تو اس کو سلیمان بن بلال اور یحییٰ بن سید کے نام سے ذکر کر سکتے تھے، لیکن اس صورت میں یہ وہم ہوتا کہ شاید استاد نے اپنی سند میں ان کا ذکر اسی طرح کیا ہے اس لیے احتیاط امام مسلم نے ایک نام کے ساتھ یحییٰ بن بلال اور دوسرے نام کے ساتھ و ہرعی بن سید لکھا۔

اسی طرح راوی کے اسم، صفت، کیفیت یا نسب میں اختلاف ہو تو امام مسلم اس کا بھی بیان کر دیتے ہیں۔ نیز جس اسناد میں کوئی علت غایی ہو اس کو بھی ظاہر کر دیتے ہیں۔ سند میں اگر اتصال یا ارسال اور متن میں زیادتی یا کمی کا اختلاف ہو تو اس کو واضح کر دیتے ہیں الفاظ حدیث کے اختلاف کو داللفظ لفظان کے ساتھ اسی جگہ بیان کر دیتے ہیں۔ صحیح مسلم ان خبریوں میں منقولہ

ہے۔ امام بخاری کی صحیح میں یہ غریباں نہیں ہیں۔

ایک متن حدیث جب اسایہ متددہ سے مروی ہو تو امام مسلم ان تمام اسایہ کو ان کی احادیث کے ساتھ ایک جگہ ذکر کرتے ہیں وہ ان احادیث کو متعدد ابواب میں متفرق کرتے ہیں نہ ایک حدیث کی مختلف ابواب میں تقطیع کرتے ہیں۔ حدیث کو اس کے اصل الفاظ کے ساتھ وارو کرتے ہیں نہ روایت بالمعنی کرتے ہیں اور نہ حدیث کا اختصار کرتے ہیں نیز باب کے تحت صرف احادیث لاتے ہیں۔ آثار صحابہ اور اقوال تابعین کے ساتھ احادیث کو محفظ نہیں کرتے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں احادیث کو ترتیب وار ابواب کے لحاظ سے وارو کیا ہے لیکن تراجم اور عنوانات مقرر نہیں کیے۔ امام نووی فرماتے ہیں اس کا سبب یا تو اختصار تھا یا کوئی اور امر جس کو امام مسلم ہی بہتر طور پر جانتے تھے۔ بہر حال ہمارے لوگوں نے ان ابواب کے تراجم مقرر کر دیے ہیں جن کو صحیح مسلم کے حاشی میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ ان تراجم میں بعض بہت عمدہ ہیں اور بعض میں رکاکت اور تقصیر ہے۔

شرائط امام مسلم نے اپنی جامع صحیح میں احادیث وارو کرنے کی یہ شرط مقرر کی ہے کہ حدیث کو نقل کرنے والے تمام راوی مسلم، راول، ثقہ، متصل غیر شاو اور غیر متصل ہوں۔ ثقہ کا معیار امام مسلم کے نزدیک یہ ہے کہ وہ راوی طبقہ اولیٰ اور ثانیہ سے ہوں۔ یعنی کامل الضبط والا تقان اور کثیر الملازمت مع الشیخ ہوں یہ طبقہ اولیٰ ہے یا کامل الضبط اور قلیل الملازمت کسی۔ یہ طبقہ ثانیہ ہے یا طبقہ ثالثہ یعنی ناقص الضبط اور کثیر الملازمت تو ان کی روایات سے امام مسلم انتخاب کرتے ہیں اور سبباً فقط پہلے دو طبقوں سے کرتے ہیں اور اتصال کا معیار ان کے نزدیک یہ ہے کہ راوی اور مروی عمدہ کے درمیان مصارت کا ثبوت ہو جائے۔

امام مسلم نے روایۃ حدیث کے تین طبقات مقرر کیے ہیں اول وہ ضبط اور اتقان میں اعلیٰ درجہ پر ہیں ثانی متوسطین اور ثالث متروکین جو مستہم بالکذب ہوں اور امام مسلم نے اس کتاب میں حدیث لانے کی شرط یہ قائم کی ہے کہ وہ راوی پہلے دو طبقوں میں سے ہوں اور ان دونوں میں پہلے طبقہ کی روایات مقدم ہوں گی اور تیسرے طبقہ کے باب میں انہوں نے تصریح کر دی ہے کہ وہ اس طبقہ کی احادیث کی تخریج نہیں کریں گے۔ اس کے باوجود صحیح مسلم میں تیسرے طبقہ کی روایات بھی موجود ہیں۔ اس کی توجیہ میں یہ کہا گیا ہے کہ امام مسلم نے اس طبقہ کی روایات اصالت وارو نہیں کیں بلکہ ان کو بالاتباع تائید کے مرتبہ میں لائے ہیں یا اس طبقہ کی روایات کو اس وقت لائے ہیں جب وہ کسی ثقہ راوی مثلاً علو اسناد پر مشتمل تھیں۔ نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس ضعف کی وجہ سے ان راویوں کو طبقہ ثالثہ میں شمار کیا گیا ہے۔ ان میں وہ ضعف مثلاً نسیان یا اضمحلال وغیرہ صحیح مسلم میں ان کی احادیث کے اندراج کے بعد لاحق ہوا ہے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں احادیث وارو کرنے کے لیے ایک شرط یہ بھی عائد کی ہے کہ اس حدیث کی صحت پر اجماع ہو چکا ہو کیونکہ جب ان سے حدیث ابھر رہے فاذلکذا فافضلو اے کے بارے میں سوال کیا گیا کہ آپ نے اس کو اپنی صحیح میں درج کیوں نہیں کیا تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے ہر اس حدیث کو کتاب میں درج نہیں کیا جو صرف میرے نزدیک صحیح تھی۔

۱۔ طاہر بن صلاح السجستانی ترمذی النظر ص ۸۶ مطبوعہ مصر۔

۲۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، مفہم صحیح مسلم ص ۳ تا ۵، مطبوعہ دار محمد امجد المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بلکہ اس حدیث کو درج کیا ہے جس کی صحت پر اتفاق ہو چکا ہو یہ
امام مسلم کی اس شرط پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ صحیح مسلم میں بہت سی ایسی احادیث ہیں جن کی صحت پر سب کا اتفاق نہیں
ہے۔ امام نووی نے شرح مسلم میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جن احادیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے ان کے خیال میں
ان کی صحت پر سب کا اتفاق ہو چکا تھا خواہ فی الواقع ایسا نہ ہوا ہو۔ اور حافظ ابن الصلاح نے اس کے جواب میں کہا ہے
کہ جو احادیث جمع علیہ نہیں ہیں لیکن ہے ان کو وارد کرتے وقت امام مسلم کو یہ شرط یاد نہ رہی ہو اور علامہ سیوطی نے اس کے
جواب میں فرمایا ہے کہ اس اجتماع سے اجتماع اضافی مراد ہے یعنی امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن یحییٰ، عثمان بن ابی شیبہ اور سید بن منصور
کا اجتماع۔ اور امام مسلم کی لائی ہوئی احادیث اس قسم کے اجتماع سے بہر حال خالی نہیں ہیں۔
امام بخاری اور ابی بن مدینی اتصال کے لیے صرف راوی اور مروی عنہ کی معاشرت کو کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان میں باہم ملاقات
کی بھی شرط لگاتے تھے اس لیے امام مسلم نے مقدمہ صحیح میں ان لوگوں پر انتہائی شدید اور تندی فرمادیا ہے جس کا ذکر امام مسلم
کے ذکر کردہ مقدمہ میں آ رہا ہے۔

تعلیقات امام بخاری کی طرح امام مسلم نے اپنی صحیح میں تعلیقات کی کثرت نہیں کی حافظ ابن الصلاح نے صحیح مسلم کے صرف چودہ
مقامات گنوائے ہیں جہاں مسلم نے سند متعلق کے ساتھ احادیث وارد کی ہیں تفصیل یہ ہے:

- ۱۔ حدیث ابی جہم باب تیمم۔
- ۲۔ حدیث ابی العلاء باب صلوة النبی۔
- ۳۔ حدیث یحییٰ بن مسان باب سکوت میں اہل کبیر والقراۃ۔
- ۴۔ حدیث عائشہ کتاب الجنائز۔
- ۵۔ حدیث عائشہ باب الجراح۔
- ۶۔ حدیث جعفر بن زبیر باب الجراح۔
- ۷۔ حدیث کعب بن مالک فی تھاغی ابن حذر۔
- ۸۔ حدیث عمر باب احکام الطعام۔
- ۹۔ حدیث ابی اسامہ باب فقہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
- ۱۰۔ حدیث ابن عمر آخر باب القضاء۔
- ۱۱۔ حدیث ابی سعید خدری آخر کتاب القدر۔
- ۱۲۔ حدیث براء بن عازب فی الصلوة الوسطی۔
- ۱۳۔ حدیث ابو ہریرہ باب الرجیم۔
- ۱۴۔ حدیث عوف بن مالک کتاب الامارۃ۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں کہ یہ چودہ احادیث اگرچہ سند متعلق سے وارد ہیں لیکن یہ احادیث دوسرے طرق سے جہات

صحیحہ سے سند موصول کے ساتھ بھی مروی ہیں اس لیے یہ روایات بھی حکماً صحیح ہیں یہ

عدد روایات صحیح مسلم کی کل احادیث کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ ابو الفضل احمد بن سلمہ نے بیان کیا ہے کہ صحیح مسلم کی کل احادیث بارہ ہزار ہیں اور ابو حفص نے بیان کیا ہے کہ آٹھ ہزار ہیں۔ ابجز انری نے اسی کی تفسیر کی ہے اور حذیفہ کمرات کے بعد صحیح مسلم میں بالاتفاق چار ہزار احادیث ہیں یہ

حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں کہ حافظ ابو قریش بیان کرتے ہیں کہ ہم شیخ ابو زرہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ امام اُسے اور سلام کر کے مجلس میں بیٹھ گئے۔ پھر اپنی صحیح کو پیش کر کے کہا یہ چار ہزار احادیث صحیحہ کا مجموعہ ہے۔ شیخ ابو زرہ نے سن کر کہا باقی احادیث کس کے لیے چھوڑ دیں۔ حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں کہ چار ہزار احادیث سے امام مسلم کی مراد وہ احادیث تھیں جو غیر کور ہیں۔

مستخرجات اصطلاح حدیث میں مستخرج حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی کتاب کی احادیث کو دیگر اسانید کے ساتھ اس کے مصنف کی شرائط پر جمع کیا جائے۔ صحیح مسلم کی احادیث کی تحریر میں بہت سی کتب تصنیف کی گئی ہیں چند ازاں یہ ہیں:

(۱) **المسند ایچ علی مسلم** یہ حافظ ابو بکر محمد بن محمد النیشاپوری الاسفرائینی المتوفی ۲۸۸ھ کی تصنیف ہے۔ حافظ اسفرائینی اکثر شیوخ میں امام مسلم کے شریک ہیں۔

(۲) **التخریج علی صحیح مسلم** یہ ابو جعفر احمد بن حمدان علی النیشاپوری المتوفی ۳۱۱ھ کی تالیف ہے۔

(۳) **مختصر المسند ایچ علی مسلم** یہ حافظ ابو طرانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائینی المتوفی ۳۱۶ھ کی تصنیف ہے۔ انھوں نے یونس بن عبد الاعلیٰ اور دوسرے شیوخ مسلم سے روایت کی ہے۔

(۴) **التخریج علی مسلم** یہ ابو نصر محمد بن محمد الطوسی الشافعی المتوفی ۳۲۲ھ کی تالیف ہے۔

(۵) **التخریج علی مسلم** یہ ابو حامد احمد بن محمد الشافعی الشافعی الہروی المتوفی ۳۵۵ھ کی تالیف ہے۔

(۶) **المسند ایچ علی مسلم** یہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ البخاری النیشاپوری المتوفی ۳۸۸ھ کی تالیف ہے۔

(۷) **المسند المستخرج علی مسلم** یہ حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی المتوفی ۴۲۰ھ کی تالیف ہے۔

(۸) **المخرج علی صحیح مسلم** یہ ابو الولید حسان بن محمد القرشی المتوفی ۴۳۹ھ کی تصنیف ہے۔

۱۔ شیخ محمد الدین یحییٰ بن شرف فروقا متوفی ۶۷۱ھ، مقدمہ شرح مسلم جلد ۱ ص ۱۴، مطبوعہ دارالحدیث کراچی ۱۳۴۷ھ

۲۔ شیخ طاہر بن صلاح ابجز انری

ترجیہ النظر ص ۹۳، مطبوعہ مصر

شروعات صحیح مسلم

صحیح مسلم پر متعدد حواشی لکھے گئے اور بہت سی شروعات تصنیف کی گئی ہیں اور تقریباً ہر ماہ میں علماء راسخین اور جلیل القدر محدثین صحیح مسلم کی احادیث کے اسرار و رموز اور حقائق و وقائع بیان کرتے رہے ہیں۔ سطور ذیل میں چند شروعات کے اسماء ذکر کیے جاتے ہیں۔

(۱)۔ المفہم فی شرح غریب مسلم | یہ امام عبد الغافر بن اسماعیل الفارسی المتوفی ۵۲۹ھ کی تالیف ہے۔

(۲)۔ شرح مسلم | یہ امام ابو القاسم اسماعیل بن محمد رصفہانی متوفی ۵۳۵ھ کی تالیف ہے۔

(۳)۔ المعلم بقواعد کتاب مسلم | یہ ابو عبد اللہ محمد بن علی المازری المتوفی ۵۳۶ھ کی تالیف ہے۔

(۴)۔ الاکمال فی شرح مسلم | یہ قاضی عیاض بن موسی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ کی تالیف ہے۔

(۵)۔ شرح مسلم | یہ عماد الدین عبد الرحمان بن عبد الحلیم المصری المتوفی ۶۴۴ھ کی تصنیف ہے۔

(۶)۔ المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم | یہ شرح ابو العباس احمد بن عمر بن ابی جیم الفزری المتوفی ۶۵۶ھ کی تالیف ہے۔ اس شرح میں ہیں الفاظ غریبہ کے معانی، احادیث اور احادیث سے مستنبط دیگر نکات کو بیان کیا گیا ہے۔

(۷)۔ المنہاج فی شرح مسلم بن الحجاج | یہ شرح حافظ ابو کریب یحییٰ بن شرف تروی الشافعی المتوفی ۶۷۶ھ کی تالیف ہے۔ امام تروی نے فرمایا کہ اگر مجھے لوگوں کی ہمت، ہمتی اور قلت رغبت کا خیال نہ ہوتا تو میں سو جلدوں میں اس کی شرح کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شرح کو بے حد مقبولیت عطا فرمائی، عام طور پر مصنف کے علماء کے پاس بھی شرح ہے جسے صحیح مسلم کے ساتھ چھاپ دیا گیا ہے۔ حافظ شمس الدین القونوی المتوفی ۷۸۸ھ نے اس شرح کا اختصار بھی کیا ہے۔

(۸)۔ شرح مسلم | یہ شرح ابو العروج بیہقی بن مسعود الزوادی المتوفی ۷۴۳ھ کی تالیف ہے۔ پانچ جلدوں پر مشتمل یہ ایک ضخیم شرح ہے۔

- (۹)۔ شرح زوائد مسلم علی البخاری | یہ شرح سراج الدین عمر بن علی المتوفی ۸۰۴ھ کی تالیف ہے۔ چار جلدوں پر مشتمل ہے۔
- (۱۰)۔ اکمال اکمال المعلم | یہ شرح امام عبداللہ محمد بن خلیفہ الماسکی المتوفی ۸۲۰ھ کی تالیف ہے۔ چار جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم شرح ہے۔
- (۱۱)۔ شرح مسلم | یہ شرح سطیح افندی الدین ابو یوسف بن محمد اللہ مشقی المتوفی ۸۲۹ھ کی تالیف ہے۔
- (۱۲)۔ الدبیاج علی صحیح مسلم بن الحجاج | یہ حافظ جلال الدین عبدالرحمان بن ابی بکر السیرطی المتوفی ۹۱۱ھ کی تالیف ہے۔
- (۱۳)۔ شرح مسلم | یہ شرح قاضی زین الدین رکن باب محمد لا نصاری المتوفی ۹۲۶ھ کی تالیف ہے۔
- (۱۴)۔ منہاج الایتنہاج بشرح مسلم بن الحجاج | یہ شرح شیخ شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی المتوفی ۹۲۳ھ کی تالیف ہے۔ آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ تقریباً نصف کتاب کی شرح ہے۔
- (۱۵)۔ شرح مسلم | یہ شرح ملا علی قاری المتوفی ۱۰۱۳ھ کی تالیف ہے۔ چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ لے
- (۱۶)۔ فتح الملبم | شیخ شہیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۰۹ھ کی تالیف ہے، تین جلدوں میں اخیر کتاب النکاح تک مکھی ہے، جسٹس محمد تقی عثمان نے کتاب الرضاع سے اخیر کتاب تک چار جلدوں میں اس کا تكملة مکھا ہے۔
- (۱۷)۔ شرح صحیح مسلم | از علامہ غلام احمد سیال اس شرح میں پہلے احادیث کا اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ پھر ان احادیث کی تصدیق شرح کہ ہے۔ ۱۴۰۰ھ میں اس شرح کو شروع کیا گیا۔ اور ۱۴۱۹ھ میں اس کا اختتام ہوا درمیان میں چھ سال بیماری کی وجہ سے سلسلہ تصنیف منقطع رہا۔

مختصرات صحیح مسلم اور ان کی شرح

صحیح مسلم کا خلاصہ کر کے مختصرات کی بھی تالیف کی گئی ہے اور بعض لوگوں نے ان کی شرح بھی لکھی ہیں۔

- (۱)۔ مختصر صحیح مسلم | یہ شرح ابراہیم بن محمد بن عبداللہ المرسی المتوفی ۶۵۵ھ کی تالیف ہے۔

لے۔ ان تمام شروح کا ذکر حاجی خلیفہ المتوفی ۱۰۶۰ھ نے کشف الظنون ج ۱ ص ۵۵۸-۵۵۷ میں کیا ہے۔

(۲)۔ مختصر صحیح مسلم | حافظ ذکی الدین عبدالعظیم المتوفی ۶۵۶ھ کی تالیف ہے۔

(۳)۔ شرح مختصر صحیح مسلم | یوسف بن عبدالملک المروسی المصری المتوفی ۷۳۱ھ کی تالیف ہے۔

(۴)۔ شرح مختصر صحیح مسلم | یحییٰ بن احمد الاسدی المتوفی ۷۶۳ھ کی تالیف ہے۔

شروع محققات اور محرمات کے علاوہ مسلم کے اسرار رجال پر بھی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں ابو جبر احمد بن علی الاصغفانی المتوفی ۲۷۹ھ کی تالیف مشہور ہے۔ ۱۷

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۷۔ ان تمام شروح کی تفصیل حاجی خلیفہ المتوفی ۱۰۶۷ھ نے کشف الفنون جلد ۱ ص ۵۵۰-۵۵۱ سے لکھی ہے۔

شرح صحیح مسلم

از قلم: قاری عبدالحمید شریقی برٹش برطانیہ

۱۹۷۶ء میں پہلی بار میں نے علامہ غلام رسول سعیدی کو دیکھا، کچھ عماران کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ یہ واحد عالم دین ہیں جو اس کم عمری میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں، کچھ عرصہ بعد میں نے حضرت علامہ کی ایک کتاب ضیاء کنز الایمان پر مبنی اور پھر یہ نام میرے ذہن سے محو ہو گیا، ۱۹۸۲ء میں میں پاکستان سے برطانیہ آگیا، مولانا احمد رضا بیگ نے مانچسٹر میں ایک ماہنامہ نکالا جس میں انھوں نے وجود باری پر حضرت علامہ سعیدی کا ایک مضمون شائع کیا، یہ مضمون پڑھ کر مجھے حضرت علامہ کے علم و فضل کا اندازہ ہوا، اس کے بعد پھر یہ نام ذہن سے غائب ہو گیا۔

۱۹۹۰ء میں میں نے پاکستان سے بعض دینی کتابیں منگوائیں جن میں سے ایک کتاب کا نام ”شرح صحیح مسلم“ تھا، اور مصنف کا نام تھا علامہ غلام رسول سعیدی، میں نے اس کتاب کا مطالعہ شروع کر دیا، اس کے پڑھنے میں اتنا لطف آیا کہ جب تک چاروں جلدیں ختم نہیں کر لیں، چین نہیں آتا، اس کی وجہ یہ تھی کہ برطانیہ میں ہر روز نئے مسائل کا سامنا ہوتا ہے، کبھی عقائد پر کبھی عبادات پر اور کبھی مسائل پر غیر مسلموں کے اعتراضات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جب شرح صحیح مسلم کا مطالعہ کیا تو خدا کے فضل سے ان کے بہت سے اعتراضات کے جوابات مل گئے، پھر پانچویں جلد آ گئی اس میں اور دوسرے بہت سے مسائل کی تحقیقی تھی، اب جب سے میرے پاس شرح صحیح مسلم ہے، مجھے کسی اور کتاب کو دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

ایک دن کا واقعہ ہے میرے ایک نو مسلم دوست محمد خلیل نے مجھے فون کیا کہ میں نے ایک یہودی پروفیسر کو بتایا کہ جو شخص حوض کوثر سے پانی پیئے گا اس کو دوبارہ پیاس نہیں لگے گی، اس یہودی پروفیسر نے اعتراض کیا تو پھر جنت میں نہریں کس لیے بنائی ہیں؟ میں نے اپنے نو مسلم دوست سے کہا ایک گھنٹہ بعد فون کرنا، پھر ہم نے شرح صحیح مسلم کی پانچویں جلدوں کی فہرست دیکھ ڈال مگر وہ مسئلہ نہ ملا، میں سخت پریشان ہو رہا تھا کہ دروازہ پر دستک ہوئی، میں نے دروازہ کھولا تو ڈاکیہ تھا، اس نے کہا تمہارا پاکستان سے پارسل ہے۔ میں نے پارسل کھولا تو وہ شرح صحیح مسلم کی جلد سادس تھی، میں نے جلد از جلد فہرست دیکھی تو اس میں حوض کوثر کی بحث مل گئی، اور اس بحث میں اس سوال کا جواب بھی لکھا ہوا تھا کہ حوض کوثر کا پانی پینے کے بعد پیاس تو کبھی نہیں لگے گی اور جنت کی نہروں کا پانی پیاس بجھانے کے لیے نہیں حصول لذت کے لیے پایا جاتے گا۔ اس سال جب علامہ صاحب برطانیہ آئے تھے تو میں نے ان سے چند مسائل کا ذکر کیا جو یہاں کے مسلمانوں کو درپیش ہیں، آپ نے فرمایا میں نے شرح صحیح مسلم کی ساتویں جلد میں ان مسائل پر برٹش تفصیل سے لکھا ہے، ان شاء اللہ شرح صحیح مسلم کی تکمیل کے بعد کوئی ایسا مسئلہ نہیں رہے گا جس کا حل شرح صحیح مسلم میں نہ ہو۔

حضرت علامہ کا شرح صحیح مسلم میں اسلوب یہ ہے کہ آپ جن مسئلہ پر بحث کرتے ہیں تو پہلے قرآن مجید کی آیات سے استدلال کرتے ہیں، پھر احادیث صحیحہ سے الاستنباط کرتے ہیں، پھر ائمہ اربعہ کے اقوال ان کے اصل مآخذ سے پیش کرتے ہیں اس کے بعد اس پر لکھتے دسے جدید و تعلیم اعتراضات کے جوابات دیتے ہیں، اس کتاب کو پڑھنے سے قاری کو اعجاز ہوتا ہے کہ آپ نے اس کو کھتے وقت صد کتابوں کا عیسق مطالعہ کیا ہے، پھر آپ اپنے معاصر علماء سے مذاکرہ کرتے ہیں، تب کہیں جا کر اس مسئلہ کے متعلق اپنی رائے قائم کرتے ہیں اور عصری مسائل میں سے جس تنازعہ مسئلہ پر آپ اپنی رائے پیش کرتے ہیں اس کے آخر میں لکھ دیتے ہیں اگر یہ رائے حق اور صواب ہے تو یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے القابہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوتاہی اور مطالعہ کی کمی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں۔

عام طور پر لکھنے والوں کا طریقہ یہ ہے کہ کسی مشہور مصنف کی کتاب سے اس کا تحقیقی نقل کر دیتے ہیں اور اگر اس مصنف کو کسی حوالے میں کوئی سہولت ہو گیا تو یہ بھی اسی طرح لکھی پر لکھی مار دیتے ہیں، زمانہ قریب کے اور معاصر مصنفین تو الگ رہے۔ حضرت علامہ سعیدی نے شرح صحیح مسلم میں متنبہ کیا ہے کہ علامہ نووی، علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن قیم وغیرہم کو بھی بعض مقامات پر حنفی مذہب کو نقل کرنے میں سہو ہوا ہے، اس کے برعکس حضرت علامہ جب کسی امام کا مذہب نقل کرتے ہیں تو کسی دوسرے مذہب کی کتاب پر اقتداء نہیں کرتے ہیں بلکہ اس مذہب کے مؤرخین سے حوالہ بات نقل کرتے ہیں۔

حضرت علامہ جب کسی مسئلہ میں دوسروں سے اختلاف کرتے ہیں تو اپنے موقف پر بکثرت نقل اور نقلی دلائل پیش کرتے ہیں اور جس کا تقاب کرتے ہیں اس کا بڑی عزت اور احترام سے ذکر کرتے ہیں، انیس لایہ علامہ شرعی حنفی کا نظر یہ ہے کہ اگر فقہ کا خوف نہ ہو تو عورت کے چہرے اور ہاتھوں کی طرف دیکھنا جائز ہے اور حضرت علامہ کے نزدیک مواضع ضرورت کے علاوہ عورت کا چہرہ اور ہاتھ بھی واجب الستر ہے۔ اس مقام پر علامہ شرعی سے اختلاف کرتے ہوئے علامہ سعیدی لکھتے ہیں ہم علامہ شرعی کی گرد لین کو بھی نہیں پہنچتے، فقہ حنفی کی خدمت کر کے علامہ شرعی نے جو ملت اسلامیہ پر عظیم احسان کیا ہے اس کے بوجھ سے ہم کبھی سر نہیں اٹھا سکتے، لیکن علامہ شرعی کے تمام علم و فضل کے باوجود ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو ستر سے مستثنیٰ کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل عورت کو بغیر کسی استثناء کے واجب الستر قرار دیا ہے، امام قرطبی روایت کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت (ستر تاپا) واجب الستر ہے۔

در شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۶۵۰-۶۴۹

اس سے پہلے صحیح مسلم کی جس قدر شرح لکھی گئی ہیں، ان میں سب سے زیادہ مفصل اور مشہور شرح علامہ نووی کی ہے، لیکن اس شرح میں آپ دیکھیں گے کہ علامہ نووی ہر جگہ مذہب شافعی کی برتری بیان فرماتے ہیں، اور اکثر مقامات پر مذہب اشاعت کار دہ کرتے ہیں احسان پر بہت قوی اور علمی اعتراضات کرتے ہیں، لہذا فقہاء اشاعت پر یہ قرض تھا کہ علامہ اشاعت میں سے کوئی ایسا مرد میدان پیدا ہو جو اس قرض کو اتار دے اور صحیح مسلم کی ایسی شرح لکھے جس میں علامہ نووی کے تمام اعتراضات کے جوابات ہوں اور تمام مذاہب پر مذہب حنفی کی برتری کا بیان ہو، تمام ازل نے یہ سعادت حضرت علامہ سعیدی کے نصیب میں لکھ دی تھی۔ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ صحیح بخاری کے ابواب کے تراجم کی احادیث کے ساتھ مطابقت بیان کرنا یہ امام بخاری کا امت مسلمہ پر قرض ہے، اور علامہ نے لکھا ہے کہ علامہ بدیع الدین محمود بن احمد حنفی

رحمہ اللہ نے عمدۃ الفقہ کی شرح کو اتار دیا ہے، سو جس طرح علامہ عینی نے صحیح بخاری کی شرح لکھ کر امام بخاری کا فخر اتارا ہے، علامہ سعیدی نے صحیح مسلم کی شرح لکھ کر علامہ نووی کا فخر اتارا ہے اور ان دونوں شرحوں کی وجہ سے الحمد للہ ہم کو اہل تشیعین کے فرائض سے قوری ہو گئے، بلکہ میں کہتا ہوں کہ شرح صحیح مسلم صرف صحیح مسلم ہی کی شرح نہیں ہے بلکہ یہ پوری صحاح ستہ کی احادیث کی شرح ہے، کیونکہ صحاح ستہ کی احادیث کم و بیش مشترک ہیں صرف اساتید ائمہ و باب کی ترتیب کے لحاظ سے فرق ہے۔

اب میں چند مسائل کا بطور تحریر ذکر کر رہا ہوں مثلاً فاسق کی امامت ایک ایسا عنوان ہے جس پر اس سے پہلے آج تک اتنی تفصیل سے نہیں لکھا گیا، اسی طرح مسافت قصر کی جس طرح حضرت نے تحقیق کی ہے وہ پندرہ حصے سے تعلق رکھتی ہے، اس مسئلہ پر انھوں نے اپنے معاصر علماء سے مذاکرہ بھی کیا اور ہر ممکن طریقہ سے اس مسئلہ کو منقح فرمایا، عصری مسائل میں سے ایوانیٹک ورائڈ سے علاج، انتقالِ خون، پوسٹ مارٹم اور اعضا کی بیوند کاری پر بہت مبسوط بحث کی ہے، اخلاقیات میں سے علم غیب، نور و بصر، بدعت اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت معروفی تجزیہ کیا ہے، راقم ان محروقات برائے میں رہتا ہے، اس شہر کی غیر عیسائی بہت مشہور ہے، اس لیے سعودی عرب، کویت، بحرین، ابو ظہبی وغیرہ کے طلباء اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے یہاں سکالرشپ پر آتے ہیں، اور وہ اپنے دینی اجتماعات میں معروف علماء کو دعوت دیتے ہیں، اس طرح مجھے اکثر و بیشتر ریاض، جدہ، طائف اور حرمین طہین کے علماء سے ملاقات کا موقع میسر آتا ہے، میں نے ان کے سامنے شرح صحیح مسلم سے یہ چاروں مسائل بیان کیے تو انھوں نے کہا اگر واقعی علماء اہلسنت کے یہی نظریات ہیں تو پھر ہمارا ان سے کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لیے اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ کوئی صاحب عزیمت شرح صحیح مسلم کو عربی میں منتقل کر دے تاکہ دنیا بھر میں ہمارے مسلک کی صحیح ترجمانی ہو سکے، اور وہ لوگ جو نہیں دینی اور قوری (بہت پرست، قبر پرست) کے القاب سے ملقب کرتے ہیں اور بریلویوں کو مزائیدوں کی طرح کوئی گمراہ فرتہ قرار دیتے ہیں اس کا قرار واقعی مد باب ہو سکے۔ میں نے ایک غیر مقلد عالم کو شرح صحیح مسلم کے چند اقتباسات سامنے تو اس نے بے ساختہ کہا میرا دل چاہتا ہے کراچی جا کر اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لوں۔

ضبط ولادت پر سید مودودی کی کتاب موجود ہے مگر اس میں انھوں نے فقہ ظاہری کی تمام روایات جمع کی ہیں علامہ سعیدی نے اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کے اقوال بیان کیے اور ظاہر کے تمام اعتراضات کے جوابات دیے ہیں اس سے پہلے اس موضوع پر کراچی کے ایک عالم نے بھی کتاب لکھی تھی مگر اس میں زیادہ تر حوالے سید مودودی کی کتاب سے لیے گئے ہیں، شرح صحیح مسلم میں علامہ سعیدی کی تحقیق سب سے زیادہ جامع ہے۔

Test tube baby پر بھی حضرت علامہ نے بہت مبسوط بحث کی ہے، میں نے جب اس کا مطالعہ کیا تو بہت محفوظ ہوا، چند دنوں کے بعد میں ایک میٹنگ میں شریک ہوا، جس میں ایک دین کے قریب انگریز سکالر بھگتے، اس مجلس میں میں نے اسلام کی حقانیت پر چند باتیں پیش کیں، یہی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماضی اور مستقبل کی خبریں دینا تو الگ رہا نہیں تو ان کے ایک غلام کی امامت بیان کرتا ہوں، علامہ شمس الدین نعمانی نے لکھا ہے کہ جس شخص کا آلہ تناسل کٹا ہوا ہو وہ جماع نہیں کر سکتا، ایسے شوہر کا نطفہ اگر بغیر جماع کے کسی اور ذریعہ سے

عورت کی اہلام نہانی میں پہنچے گا، اور بچہ پیدا ہو جائے گا تو اس کا نسب اس عورت کے شوہر سے ثابت ہوگا، اور چونکہ وہ شخص جماع نہیں کر سکتا اس لیے فقہار نے عورت کو علیحدگی کے مطالبہ کی اجازت دی ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹۰) میں نے کہا میڈیکل سائنس کو آج معلوم ہو چکا ہے کہ بچہ پیدا ہو سکتا ہے اور عورت سے فقہانہ نے ایک ہزار سال پہلے یہ مسئلہ بتا دیا تھا۔ جب انھوں نے یہ تقریر سنی تو ان میں سے دو انگریزوں نے اسلام قبول کر لیا، جن نے ایک کا نام محمد سلیم اور دوسرے کا نام محمد عابد رکھا، اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ دونوں نماز وغیرہ سیکھ رہے ہیں۔

علامہ سرخسی کی جس عبارت کا حوالہ سن کر دو انگریز مسلمان ہو گئے وہ تقریباً ایک ہزار سال سے مبسوط میں چھپ رہی ہے، لیکن اس عبارت کو منظر عام پر لانے اور اس کو فیسٹ ٹیوب بے بی پر منطبق کرانے اور اسلامی فقہ کی تہذیبی اور انانیت کو اجاگر کرنے کا مہر اشرح صحیح مسلم کے متر ہے۔ تین ملاحقوں کے مسئلہ پر ایک مصرعی عالم کی تحقیق پڑھ کر ہمارے ایک حنفی عالم دین نے لندن میں کہہ دیا کہ اس مسئلہ میں فقہاء احناف کا مسلک درست نہیں ہے لیکن جب انھوں نے اشرح صحیح مسلم میں تمام اعتراضات کے جوابات پڑھے تو انھوں نے پھر رجوع کر لیا ہے اور اب وہ کہتے ہیں کہ فقہاء احناف کا موقف ہی برحق ہے۔

علامہ سعیدی وہ واحد عالم دین ہیں جنھوں نے غزوہ بدر میں فرشتوں کے نزول کی ایسی تحقیق کی ہے جس سے ممکنین ملائکہ کے تمام اعتراضات اٹھ جاتے ہیں، اس پر گفتگو تو بہت سے علماء نے کی ہے مگر تسلی بخش جواب صرف حضرت علامہ سعیدی نے لکھا ہے کیونکہ ممکنین ملائکہ غزوہ بدر میں نزول ملائکہ کے واقعہ سے ملائکہ کے وجود کی نفی کرتے ہیں، غزوہ فم الحوت سے کہی بارانکار سرسید کے متبعین نے اس مسئلہ پر بحث کی مگر میں ان کو کوئی تسلی بخش جواب دینے سے قاصر پاتا تھا، لیکن جب سے میں نے شرح صحیح مسلم میں اس بحث کو پڑھا ہے ممکنین ملائکہ کو مسکت جواب دیتا ہوں۔

ایک اور اہم موضوع ہے اسلامی سیاست، پاکستان میں کتنے سیاسی رہنما ہیں جو عالم دین بھی ہیں اور وہ یہ بیان کرتے ہیں اسلام اور جمہوریت ایک ہی چیز ہے، حلیفہ کا قریشی ہونا شرط نہیں ایک حبشی بھی حلیفہ ہو سکتا ہے، بادشاہ کا اسلام میں وجود نہیں، وغیرہ وغیرہ۔ علامہ سعیدی نے اس موضوع کو نکھا کر بہت تفصیل سے پیش کیا ہے، میں سیاسی رہنماؤں کو یہ مشورہ دوں گا کہ وہ شرح صحیح مسلم میں اس بحث کو ضرور پڑھ لیں۔

فقہ کی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ علاج کی غرض سے خون یا پیشاب کے ساتھ سورہ فاتحہ کو لکھنا جائز ہے، راقم الحروف نے اکثر علماء سے اس کے متعلق پوچھا مگر چونکہ یہ بات بڑے بڑے فقہاء نے لکھی تھی، اس لیے سب نے اس مسئلہ پر سکوت اختیار کیا، علامہ سعیدی نے پہلی بار اس جوہر کو توڑا وہ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ خون یا پیشاب کے ساتھ سورہ فاتحہ لکھنے والے کا ایمان خطر میں ہے اگر کسی آدمی کو روز روشن سے زیادہ یقین ہو کہ اس عمل سے اس کو شفاء ہو جائے گی تب بھی اس کا کرنا اس سے بہتر ہے کہ وہ خون یا پیشاب کے ساتھ سورہ فاتحہ لکھنے کی جرأت کرے، اللہ تعالیٰ ان فقہاء کو جان کر سے ہال کی کال نکالنے اور حیرتیں مستبط کرانے کی عادت کی وجہ سے ان سے یہ قول شنیع سرزد ہو گیا، ورنہ ان کے دلوں میں قرآن مجید کی عزت و حرمت بہت زیادہ تھی۔

(شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۵۵۷)

آپ نے دیکھا حضرت علامہ سیدی نے فقہاء کے اعزاز و اکرام کو بھی برقرار رکھا اور اصل مسئلہ بھی عظیمانہ طریقہ سے بیان کر دیا!

ینید کی بیعت، موشلہم اور سرمایہ داری، انصافی بانڈز، رجم، عورت کی شہادت، الشرفس اور کتاب احمد کے متعلق تبصرہ کرنا چاہتا تھا، مگر طوالت کی وجہ سے میں نے ارادہ ترک کر دیا، میری دلسے میں شرح صحیح مسلم، مشرق اور مغرب کے لوگوں کے لیے یکساں مفید ہے اور علامہ غلام رسول سیدی کا نام ان شاء اللہ تاریخ میں اسی طرح زندہ رہے گا جس طرح علامہ نووی، علامہ ابن حجر، مستطانی، علامہ بدر الدین عینی، علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ علی قاری اور دیگر اکابر علامہ کا نام زندہ ہے۔

بلاشبک و شبہ شرح صحیح مسلم، علامہ غلام رسول سیدی کی محنت اور کاوش کا شاہکار ہے لیکن اس عظیم کام کی تکمیل میں دارالعلوم نعیمیہ اور اس کے مرسئینز کا بھی بہت بڑا حصہ ہے جنہوں نے علامہ سیدی کو اس قدر سہولتیں فراہم کی ہیں کہ وہ آسانی کے ساتھ شرح صحیح مسلم کی تصنیف میں مصروف ہیں۔ خود حضرت علامہ سیدی نے مجھے بتایا تھا کہ حضرت جسٹس علامہ مفتی سید شجاع علی قادری نے ان کو صرف دو ہیریڈ پڑھانے کا مکلف کیا ہے، وہ حدیث شریف کے دو سبق پڑھاتے ہیں اور باقی تمام اوقات شرح صحیح مسلم کے لیے وقف ہیں، اس کے علاوہ انہوں نے اپنی دارالعلوم کی تمام کتابوں کی چابیاں حضرت علامہ کے حوالے کر دی ہیں تاکہ ان کو تحقیقی و تدقیقی کے دوران کوئی رکاوٹ نہ ہو، اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی تمام حسنات کو مقبول فرمائے اور ان کی دینی خدمات کو ان کے لیے مددگار بنائے۔

اس سلسلہ میں دوسرا نام حضرت پروفیسر مفتی منیب الرحمن مہتمم دارالعلوم نعیمیہ کا ہے، جن کے متعلق حضرت علامہ سیدی نے مجھے بتایا کہ دارالعلوم نعیمیہ میں وہ ان کے سب سے بڑے حلیف اور خیر خواہ ہیں، اور محض شرفی اللہ ان سے دلی محبت رکھتے ہیں اور ان کی ہر خواہش کا احترام کرتے ہیں، شرح صحیح مسلم کے کام میں وہ روز اقل سے ان کے معاون ہیں، فریڈیک شال سے تمام مسائل انہی کی وساطت سے طے پاتے ہیں، اور شرح صحیح مسلم کے بعض مباحث میں حضرت علامہ ان سے مشورہ بھی کرتے رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں تیسرا نام سید محمد اعجاز ملک فرید بک شال کا ہے جنہوں نے اپنی بیماری کے باوجود انتہائی سرعت اور برقی رفتاری کے ساتھ شرح صحیح مسلم کی طباعت کی، کاغذ، طباعت اور جلد بندی میں مثالی حسن کو قائم رکھا اور اس کی متوازن قیمت رکھی، اس وقت مارکیٹ میں اتنے صفات کی جس قدر کتابیں ہیں شرح صحیح مسلم کی قیمت ان سب سے کم ہے، اور کاغذ، طباعت اور جلد کا میار ان سب سے بہتر ہے۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ علامہ غلام رسول سیدی اور ان کے معاونین کی اس محنت اور کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ان کو اپنے فضل سے اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین!

عبد المجید شتر قپوری برٹنل برطانیہ

26 Britannia Rd. Easton

Bristol B 956 DA England

Tel: 0272 - 351318

شرح صحیح مسلم

از قلم حضرت مولانا مفتی محمد گل رحمان ری برکھم برطانیہ

شرح صحیح مسلم، علامہ غلام رسول سعیدی کے شرح محمد کی کرامت کا منظر ہے، اہل سنت کے مٹی کارناموں میں عظیم تر کاوش شدہ متاثر ہے، بعد میں کھنے والوں کے لیے تشریح و تحقیق کی مشعل راہ ہے، اور حضرت علامہ کی سادگی و سجاوٹ کے لیے پُر امید وسیلہ جلید ہے۔

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی نے اہم مسائل فقہیہ کو عمدہ دلائل کے ساتھ واضح کیا ہے جس کا اندازہ آپ کی مثنیٰ اندازہ نقیبانہ تحقیقات سے ظاہر ہو سکتا ہے، شرح صحیح مسلم دراصل حدیث احادیث کے منشاء اور اس کے مطالب و مقاصد کے بیان تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس میں احادیث سے عصری مسائل کو مستنبط کیا گیا ہے، اور قدیم مسائل میں اولہ کے زور سے ترجیح کا مقام حاصل کیا گیا ہے۔ ترجیح مسائل میں آپ نے علامہ متقدمین اور معاصرین کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے دلائل کی روشنی میں اپنے علم و فکر کا آزادانہ اظہار فرمایا ہے، اور حضرت علامہ کے علم و فضل و وسعت مطالعہ اور حدیث فکر کے پیش نظر یہ ان کا علمی حق ہے۔

اسلام کے مسئلہ اصولوں کے تحت غیر منصوص مسائل کا کتاب و سنت سے حکم معلوم کرنا اہل تحقیق علماء کا منصب ہے، بلاشبہ کئی فروعی مسائل میں حضرت علامہ نے ترجیح اور تفسیر تک رسائی حاصل کی ہے، یہ ان کی خدا داد صلاحیت اور مسلسل محنت اور کاوش کا ثمر ہے۔

حضرت علامہ نے شرح صحیح مسلم میں امت مسلمہ کی سہولت کے پیش نظر کئی مسائل کو زیادہ اختیار کیا ہے تاہم بعض مسائل میں انہوں نے مسرہ راستہ اختیار کیا ہے، مثلاً حالات حاضرہ میں فرائع ابلاغ کی ٹیکنالوجی، ٹی۔وی، ریڈیو وغیرہ کو اسلام کی شرعی احکامات کے لیے استعمال میں لانا جائز قرار دیا جاسکتا ہے، اور امت مسلمہ کا اس پر عمل ہے، دوسرے حاضری معاشی ضروریات کے پیش نظر غواصین اسلام کے لیے تعلیم کا حصول اور شرعی حدود کے تحت ملازمت کو اختیار کرنا وقت کا تقاضا اور قانون ضرورت کے تحت آتا ہے، ورنہ مسلم آبادی کے نصف حصہ کے معاشی اور معاشرتی حقوق کا بے سربہ ہونا فتنہ کا باعث ہوگا، دوسرے حاضری کی اس قسم کی مشکلات کے لیے مزید غور و فکر اور اجتہاد کی ضرورت ہے۔

جدید مسائل کو حل کرنے میں حضرت علامہ نے انتہائی سعی جہل سے کام لیا ہے، حضرت علامہ سعیدی نے شرح صحیح مسلم کو اردو زبان میں لکھ کر، مدسین، علماء اور اہل تحقیق و متفقین کو جدید احکام میں فکر و اجتہاد کے ساتھ اسلامی علوم کی تشریح و توضیح اور استنباط مسائل کا راستہ دکھایا ہے، عام مسلمانوں، اساتذہ حدیث اور طلبہ حدیث کو شرح صحیح مسلم

کا بالا دستیاب مطالعہ کر کے فائدہ اٹھانا چاہیے کیونکہ اس شرح کی بہت بڑی ضرورت اور اہمیت ہے (انہیں میں تو دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت علامہ سعیدی کو سعادت دارین اور نجات اخروی سے ہوازی سے اور ان کے علوم نافذ سے امت مسلمہ کو مزید فیضان بخشے۔ آمین ثم آمین۔

خادم علماء اہل سنت
محمد گل رحمان قادری فخر لہ

۱۴ - ۱ - ۹۶

12, Palmerston Road, Sparxbrook Birmingham B11
(U.K.) England.



مصنف نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں خواتین کے لیے حصول تعلیم کو جائز رکھا ہے خواہ دینی تعلیم ہو یا جدید سائنسی تعلیم اور دلائل شرعیہ کی روشنی میں اس پر مفصل بحث کی ہے، اسی طرح معاشی اور عمرانی ضرورت کے پیش نظر باعزت طریقے سے پردہ کی حدود و کمبود کے ساتھ خواتین کی لازمات کو بھی جائز رکھا ہے، ریڈیو اور ٹی۔ وی کی نشریات سننے اور دیکھنے کا مسئلہ تو اس کو مصنف نے علی الاطلاق ممنوع نہیں رکھا مصنف کی عبارت یہ ہے:

تجربہ اور مشاہدہ اس بات پر گواہ ہے کہ جس گھر میں ریڈیو، ٹی۔ وی اور وڈیو ہو گا، وہاں صرف ان جائز پروگراموں کو دیکھنے اور سننے تک معاملہ محدود نہیں رہے گا بلکہ گھر کے تمام یا بعض افراد ان پروگراموں کو بھی یقیناً دیکھیں گے اور سنیں گے جن کا دیکھنا اور سنا شرعاً جائز نہیں ہے اور یہ بات عادتاً محال ہے کہ جس گھر میں ریڈیو یا ٹی۔ وی یا وی۔ سی آر ہو اور اس گھر کا کوئی فرد موسیقی پر مشتمل کوئی پروگرام دیکھے، سنے اسی طرح دیگر مخرب اخلاقی پروگراموں سے اجتناب بھی عادتاً محال ہے۔ (الامام شاہ رحمہ اللہ)

(شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۵)

نیز لکھا ہے:

ہم اسے نزدیک ریڈیو اور ٹی۔ وی کا گھروں میں بجانا شرعاً جائز نہیں ہے لیکن جب تک اس کے کسی متبادل کو رواج نہیں ہوتا۔ اور جب تک یہ آلات ملک میں موجود ہیں اور ان سے یہ خبریں نشر ہوتی ہیں اور اعلانات وغیرہ ہوتے ہیں اس وقت تک ان کے ذریعہ جن احکام شرعیہ کے اعلانات ہوتے رہیں گے ان پر عمل کرنا صحیح ہو گا، اور علیٰ ہذا اقیاس رویت ہلال کے اعلانات پر بھی عمل کرنا صحیح ہو گا، یہ شرطیکہ وہ اعلانات دلائل شرعیہ کے مطابق ہوں، جب تک کوئی تباہی آگ نہیں بنایا جائے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اجتماعی طور پر کوشش کر کے ریڈیو اور ٹی۔ وی سے رنگ رنگ موسیقی اور دیگر غیر شرعی اور مخرب اخلاقی پروگرام ایک سخت ختم کرائیں تاکہ ذرائع ابلاغ سے صرف دینی اور فلاحی پروگرام نشر کیے جائیں۔ (شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۷۵)

ہمارے ملک پاکستان میں ریڈیو اور ٹی۔ وی کی جو نشریات ہوتی ہیں ان میں صرف برائے نام زیادہ سے زیادہ ایک فیصد دینی اور اسلامی پروگرام ہوتے ہیں باقی میناٹھ سے فی صد پروگرام، موسیقی، رنگ و رنگ اور محض اخلاق و عینا صر پر مشتمل ہوتے ہیں، لہذا جو شخص ریڈیو اور ٹی۔ وی کی نشریات سنے گا اور دیکھے گا اس پر اس ایک فی صد کا کوئی اثر نہیں ہوگا، اس کے برعکس وہ لینا کرے فی صد میں ڈوب جائے گا، ریڈیو اور ٹی۔ وی کی نشریات کے شرعی حکم کو اس آیت سے مستنبط کیا جاسکتا ہے:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْمِرِ فَقُلْ قَبِيْهًا
اِنَّهٗ كَبِيْرٌ وَمُنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِنَّهٗمُ اَكْبَرُ مِنْ
نَّفْعِهٖمُ - (بقرہ ۲۱۹)

لوگ آپ سے شراب اور جئے کے متعلق پوچھتے ہیں،
آپ فرما دیجئے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے
کچھ فائدہ ہے (مجموع) ہیں اور ان کا گناہ ان کے فائدہ سے

بہت بڑا ہے۔

شرعی احکام میں میرا مزاج یسٹری ہے بشرطیکہ وہاں شرعی گنجائش ہو، اور جس چیز میں شر بہت زیادہ غالب ہو اور
غیر بہت مغلوب ہو وہاں شریعت اسلام کا یہی مزاج ہے کہ وہ بشرطیکہ بنا و غیر تلبیل کو ترک کر دیتی ہے۔
آج کل دنیا میں بہت سے پرائیویٹ ٹیلی ویژن عالمی سطح پر اپنے پروگرام نشر کر رہے ہیں اور ان کی نشریات
سٹلاٹ کے ذریعہ تقریباً دنیا بھر میں دیکھی جا رہی ہیں مثلاً سی این این ٹیلی ویژن، بی بی سی ٹیلی ویژن اور سار ٹیلی ویژن
وغیرہ، اگر بعض ممالک مسلمان عالمی سطح پر ایسا پرائیویٹ ٹی۔ وی چینل قائم کریں جس کی نشریات سٹلاٹ کے ذریعہ عالمی سطح
پر دیکھی جاسکیں اور ان نشریات سے صرف اور صرف اسلامی تنبیہات نشر کی جائیں جن میں قرآن مجید کی تلاوت ہو، تفسیر
ہو، احادیث پڑھی جائیں، ان کا درس ہو اور فاضل اسلامی اور فقہی معلومات مہیا کی جائیں اور خواتین کی نمائش اور موسیقی
سے کئی اجتناب کیا جائے اور مؤثر پیرائے میں اسلام کو پیش کیا جائے تو اس کا دیکھنا اور سنا جائز ہوگا۔

www.nafseislam.com

WWW.NAFSEISLAM.COM

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

مقدمہ از شارح صحیح مسلم

مسلمانوں کے دین کا سرمایہ اور ان کی شریعت کی منابع کل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ حیات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و احوال اور آپ کے شب و روز کے معمولات ہی ان کے لیے سرچشمہ ہدایت ہیں، صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب زندگی کے ایک ایک ورق کو حفظ کیا، غلوت و خلوت، سفر و حضر اور کئی حالات سے لے کر علم سیاسی و نظامی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی واقعہ نہیں ہے مگر اس کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محفوظ کر لیا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا تحفہ رکھتے اور سینوں سے لے کر صحیفوں تک انہیں محفوظ رکھتے۔ ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین نے حفظ اور کتابت کے اس عمل کو جاری رکھا یہاں تک کہ دوسری صدی ہجری کے بعد حدیث کی باقاعدہ تصدیق شروع ہوئی، اور ابواب و کتب کی ترتیب سے حدیث کی کتابیں متدوّن ہوئیں، یوں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع سیرت اور دین کی مکمل تصویر پہنچ سکی۔

اکابر علماء ملت اور ماہرین شریعت نے علم حدیث کی تحصیل کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں، انہوں نے بارہا صرف ایک حدیث کی خاطر سینکڑوں میل کا سفر کیا، طلب حدیث میں کوئی چیز ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی تھی، وہ اپنے شاگردوں سے جن احادیث روایت کھیتے تھے۔ انہوں نے احادیث کو اپنے سینوں میں اور پھر نوشتوں میں محفوظ کیا، مقلدین حدیث کو پرکھنے کے لیے علم رجال ایجاد کیا اور اس میدان میں حیرت انگیز کارنامے سر انجام دیے مگر حدیث کے ان عظیم کارناموں کی صحیح قدر قیمت کا اندازہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہم کو یہ معلوم ہو کہ علم حدیث کی دین میں کیا اہمیت ہے اور اگر امت کے پاس آج احادیث کا یہ سرمایہ نہ ہوتا تو دین کی کیا شکل و صورت ہوتی۔

صحیح مسلم کی شرح شروع کرتے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علم حدیث کے اہم موضوعات پر اجمالاً گفت کر لی جائے تاکہ قارئین کو حدیث شریف کی علمی وجہ البصیرت معرفت حاصل ہو سکے، اس سلسلہ میں ہم حدیث کی ضرورت و حجت اور تدوین پر مختصر گفتگو کریں گے اور اس کے بعد حدیث کی تعریف، اقسام اور کتب حدیث کی افراط اور بقیہ اصطلاحات کا مختصر بیان کریں گے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسانی معیشت کے اصول اور مبادی اجمالاً بیان فرمائے ہیں، جن کی تعبیر ضرورت حدیث و تشریح بغیر احادیث نبویہ کے ممکن نہیں ہے، نیز احکام کی عملی صورت بیان کرنے کے لیے اسوۂ رسول کی ضرورت ہے۔ احادیث رسول ہمیں قرآنی احکام کی عملی تصویر پیش کرتی ہے، علاوہ ان کے مثلاً صلوة، زکوٰۃ، حج،

حج اور عروہ یعنی الفاظ ہیں لغت عربی میں ان الفاظ کے وہ معانی نہیں بتاتی جو شرع میں مطلوب ہیں، پس اگر امارت رسول
رسول موجود نہ ہوں تو ہمارے پاس قرآن کریم کے معانی شرعیہ متعین کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہے گا۔
حجرتِ حدیث | اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ
ارشاد فرماتا ہے:

۱۔ واطيعوا الله واطيعوا الرسول۔
اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

(آل عمران: ۳۲)

۲۔ وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم
عنه فانتهوا۔ (حشر: ۷)

۳۔ قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني۔
(آل عمران: ۳۱)

۴۔ لقد كان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة۔
(احزاب: ۲۱)

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت اور آپ کے افعال کی اتباع قیام
تک کے مسلمانوں پر واجب ہے، اب سوال یہ ہے کہ بعد کے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور آپ کے
افعال کا کس ذریعہ سے علم ہو گا، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو ہمارے لیے نمونہ بنایا ہے۔ پس جب
تک حضور کی زندگی ہمارے سامنے نہ ہو ہم اپنی زندگی کو حضور کے اسوہ میں کیسے بحال رکھیں گے۔ اور جب کہ ہمیں اسوۂ رسول
پر اطلاع صرف احادیث سے ہی ممکن ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس طرح صحابہ کے لیے یہ نفس نفیس
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہدایت تھی۔ اسی طرح ہمارے لیے حضور کی احادیث ہدایت ہیں اور اگر احادیث رسول کو
حضور کی وہی ہوتی ہدایت اور آپ کے نمونہ کے لیے معتبر مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کی حجت بندوں پر ناتمام رہے گی،
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت کے لیے صرف قرآن کو کافی قرار نہیں دیا بلکہ قرآن کے احکام کے ساتھ ساتھ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت اور اس کے افعال کی اتباع کو بھی لازم قرار دیا ہے اور رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال کو جاننے کے لیے احادیث کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

احادیثِ شریفہ کو اگر معتبر نہ مانا جائے تو نہ صرف یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہی ہوتی ہدایت سے محروم ہوں گے۔
بلکہ قرآن کریم کی وہی ہوتی ہدایت سے بھی محروم ہو جائیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے
قرآن نازل فرمایا لیکن اس کے معانی کا بیان اور اس کے احکام کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں کو دی۔ چنانچہ
ارشاد فرمایا:

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما
نزل الیہم۔

ہم نے آپ کی طرف نازل (قرآن کریم) نازل فرمایا تاکہ
آپ لوگوں کو بیان کریں کہ ان کی طرف کیا احکام نازل کئے
گئے ہیں۔

(فصل: ۴۴)

ويعلمهم الكتاب والحكمة - (بقرہ ۱۲۹) اور رسول مسلمانوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں
 ممکن ہے کوئی شخص یہ کہے دے کہ آیات کے معانی کا بیان اور کتاب و حکمت کی تعلیم صرف صحابہ کے لیے تھی تو میں اذکار
 یہ کہوں گا کہ اسلام صرف صحابہ کا نہیں بلکہ قیامت تک کے مسلمانوں کا دین ہے اس لیے جس ہدایت کی انھیں ضرورت تھی ایسی بھی
 ضرورت ہے۔

مثلاً صحابہ کرام جب اپنے بلند مقام اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب کے باوجود قرآن مجید کے
 احکام کو سمجھنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان اور آپ کی تعلیم کے محتاج تھے تو بعد کے لوگ تو بدرجہ اولیٰ اس بیان
 اور تعلیم کی طرف محتاج ہوں گے۔
 اِنَّا لَنَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَرِيمَ فِي اللّٰهِ تَعَالٰی فَرَاتَمَہ :

هو الذي بعث في الامميين رسولا منهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفي ضلال مبين ۵ واخرون منهم لم يذوقوا بهم - (جمعہ ۱۰۳-۲)
 وہ ذات جس نے ان پر وہ لوگوں میں انھی میں سے ایک بہت بڑا رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے جب کہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے اور بعد کے لوگوں کو جو ابھی پہلوں کے ساتھ لاحق نہیں ہوئے۔
 قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی جو تعلیم دی ہے وہ صحابہ کے لیے بھی ہے اور بعد کے لوگوں کے لیے بھی، ایسے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن کریم کی تعلیم دینا اور آیات کے معانی کا بیان کرنا جس طرح صحابہ کے لیے تھا۔ اسی طرح قیامت تک مسلمانوں کے لیے بھی ہے اور اگر احادیث کو مستبرہ مانا جائے تو بعد کے لوگوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور تزکیہ کا کس طرح ثبوت ہوگا اور اس آیت کا صدق کیسے ظاہر ہوگا۔

آپ ہی سوچیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ جلاستے تو ہمیں کیسے معلوم ہوتا کہ لفظ صلوٰۃ سے قیام، رکوع اور سجود کی یہ ہیئت مخصوصہ مراد ہے مؤذن کی اذان سے لے کر امام کے سلام پھیرنے تک نماز اور جماعت کی تفصیل ہمیں کیوں
 کہ معلوم ہوتی اسی طرح حج اور عمرہ کا بیان احرام کہاں سے اور کس دن باندھنا ہے وقوف عرفہ طواف زیارت طواف وداع اور ان تمام احکام کی تفصیل اور تعبیر قرآن میں نہیں ملتی، حدیث ہے کہ قرآن میں یہ بھی مذکور نہیں کہ حج کس دن ادا کیا جائے زکوٰۃ کا صرف لفظ قرآن میں مذکور ہے لیکن عشر اور زکوٰۃ کی کسی تفصیل کا قرآن میں بیان نہیں پھر ان کی شرعی ہیئت کدائی جس سے فرائض، واجبات اور آداب کی تمیز، موقرآن میں کہیں نہیں ملتی۔

قرآن کریم کے بیان کردہ ان تمام احکام کی تفصیل اور تعبیر صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے ملتی ہے، ہمدرد رسالت میں صحابہ کو یہ بیان زبان رسالت سے حاصل ہوا اور بعد کے لوگوں کو یہی بیان احادیث نبویہ سے حاصل ہوگا اور جو شخص ان احادیث کو مستبرہ نہیں مانتا، اس کے پاس قرآن کریم کے مجمل اور مبہم احکام کی تفصیل اور تعبیر جاننے کے لیے کوئی ذریعہ نہیں ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح معانی قرآن کے متبعین اور مسلم ہیں اسی طرح آپ بعض احکام کے شارح بھی ہیں

تسراں کریم میں اللہ تعالیٰ آپ کی اس حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

يحل لهما الطيبات ويحرم عليهما
الخبائث - (اعراف، ۱۵۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کو حلال اور حرام کیا قرآن میں کہیں ان کا ذکر نہیں ہے، ان کا ذکر صرف احادیث رسول سے ہی ممکن ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکار کرنے والے و زندقوں اور پزندوں کو حرام کیا، دواؤں کو کش اور حشرات الارض کو حرام کیا اور ہمارے لیے ان احکام کا علم صرف احادیث رسول سے ہی ممکن ہے اور اگر احادیث رسول کو حجت نہ مانا جائے تو علت و حرمت کے تمام احکام کے لیے شریعت اسلامیہ کھنکھل نہیں ہوگی۔

تسراں کریم کے نفس مضمون کو سمجھنے کے لیے بھی ہمیں احادیث کی ضرورت پڑتی ہے، کیونکہ قرآن مجید کی بعض آیات کا نزول کسی خاص واقعہ سے متعلق ہوتا ہے بعض دفعہ کسی خاص سوال کے سبب سے کوئی آیت نازل ہوتی ہے اور بعض مرتبہ مشرکین یا منافقین کی کسی بات کے رد میں کوئی آیت نازل ہوتی ہے کبھی کسی آیت میں عہد رسالت میں ہونے والے کسی واقعہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور کبھی محابہ کے کسی عمل پر تنبیہ یا اس کی تائید میں کوئی آیت نازل ہوتی ہے لہذا جب تک اس قسم کی تمام آیات کے پس منظر اور اسباب نزول کا علم نہ ہو ان کا کوئی واضح معنی سمجھ میں نہیں آتا اور اگر فہم قرآن کے لیے احادیث ضروریہ کو ایک معتبر ماخذ اور حجت نہ مانا جائے تو قرآن مجید کی بعض آیات ایک چیتان اور سبب بن کر رہ جائیں گی۔

عام طور پر مسکر بن حدیث یہ کہتے ہیں کہ احادیث کی تدوین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دھائی سو سال بعد کی گئی ہے اس لیے کتب احادیث قابل اعتبار نہیں ہیں لیکن ان کا یہ قول سخت منافیہ آفرینی پر مبنی ہے کیونکہ احادیث رسول کی حفاظت اور کتابت کے سلسلہ میں عہد رسالت سے لے کر اتباع تبع تابعین تک پورے تسلسل اور قوت سے کام ہوتا رہا ہے اور دھائی سو سال کے اس طویل عرصہ کے کسی واقعہ میں بھی اس کام کا انقطاع نہیں ہوا۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں متعدد صحابہ کرام نے احادیث کو قلم بند کرنا شروع کر دیا تھا، امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل خطبہ دیا۔ یمن کے ایک شخص (ابوشامہ) نے آکر عرض کیا۔

اكتب لي يا رسول الله۔
آپ نے قلم دیا:

اس شخص کے لیے خطبہ لکھ دو۔

اكتبوا لابي خلات۔
اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کو احادیث کھنکھنے کی عام اجازت تھی۔
امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمر و قال کنت
اكتب کل شیء اسمعه من رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اريد حفظہ فنهتني وقالوا
اكتب کل شیء اسمعه و رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بشر یتکلم فی الغضب والرضا
فامسکت عن الکتابۃ فذکرت ذلک الی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فامباصبہ
الی فیہ فقال اکتب فوالذی نفسی بیدہ
ما ینخرج منه الا حق - لہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ
میں یاد کرنے کے خیال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے سن کر ہر بات کھڑا ہوتا تھا بعض لوگوں نے مجھے منع کیا اور
کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہر بات کھڑے ہوتے
ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک بشر ہیں آپ
کبھی خوش ہوتے ہیں اور کبھی ناراض رہیں گے میں نے کچھنا
چھوڑ دیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے اس
واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے اپنی انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ
کر کے فرمایا کھا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں
میری جان ہے اس منہ سے حق کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا۔
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے احادیث کو کہنے کا تذکرہ کیا
ہے فرماتے ہیں:

ما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
احد اکثر حدیثاً عنہ منی الاما کان من عبد
اللہ بن عمر وفانہ کان یکتب ولا اکتب - لہ

صحابہ میں مجھ سے زیادہ کسی کے پاس رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث محفوظ نہ تھیں سوا عبد اللہ
بن عمر رضی اللہ عنہ کے کیونکہ وہ احادیث لکھتے تھے اور میں
نہیں لکھتا تھا۔

امام ابو داؤد اور امام بخاری کی ان روایتوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر احادیث قلیلہ یاد کرتے تھے۔
رہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو جیسے ان کا حافظہ بہت تیز ہو گیا تھا اس وجہ سے
وہ احادیث نہیں لکھتے تھے تاہم ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کتب اور صحائف کی شکل میں بھی محفوظ تھیں۔
چنانچہ عمر بن امیر بیان کرتے ہیں:

تحدث عند ابی ہریرۃ بعد یت فاخذ بیدی
الی بیتہ فارانا کتبا من حدیث النبی صلی اللہ
علیہ وسلم وقال ہذا هو مکتوب عندی - لہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک حدیث پر گفتگو
ہوئی تو وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور ہمیں احادیث
کی کتابیں دکھائیں اور کہا دیکھو وہ حدیث میرے پاس بھی ہوئی ہے
اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس انکا تمام روایات بھی ہوئی محفوظ تھیں، حافظہ ان حجر مستقلان فرماتے
ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے رسالت میں احادیث نہیں لکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد انہوں نے احادیث

۱۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابی داؤد ۵۱۲ - ۵۱۳، مطبوعہ مطبعہ ولی محمد اینڈ سنز کراچی

۲۔ امام محمد بن اسماعیل البخاری المتوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲، مطبوعہ نور محمد اش المطابع کراچی ۱۴۰۱ھ

۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، مقدمہ فتح الباری ج ۱ ص ۲۱۷، مطبوعہ مصر

کو لکھ لیا اسی زمانہ میں وہ کسی اور شخص سے ان احادیث کو لکھواتے رہے ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص اور حضرت ابوہریرہ کے بارے میں آپ کی نظر سے مستحکم حوالے گنہ گچے ہیں کہ یہ حضرات عہد رسالت میں احادیث صحائف میں لکھ کر محفوظ کر لیا کرتے تھے اب ہم آپ کے معاملہ میں ایک ایسا حوالہ پیش کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوگا کہ سرکار کے زمانہ آنکس میں بالعموم صحابہ کرام احادیث کو محفوظ کر لیا کرتے تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں،
 کان عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ناس من اصحابہ وانا معهم وانا اصغر القوم
 فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کذب علی
 متعمدا فلیتبعوا مقعدا من النار فلما خرجوا
 القوم قلت کیف تعد ثون عن رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم وقد سمعتم ما قال و
 انتم تھمکون فی الحدیث عن رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم فضر حکوا وقالوا یا ابن اخینا
 ان کل صا مسمعا منه عندنا فی کتاب یلہ
 ان احادیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ احادیث کو لکھنے اور محفوظ کر کے کام عہد رسالت میں شروع ہو چکا تھا اور صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کے افعال اور احوال کو لکھ کر قلمبند کر لیا کرتے تھے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بعض احادیث میں لکھنے کی جرمانہ آں ہے وہ بعض مواقع کے ساتھ مخصوص ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صورتوں میں لکھنے سے منع فرمایا تھا جن میں قرآن اور حدیث کے اشتباہ کا احتمال تھا۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دور صحابہ میں تابعین نے صحابہ کی مرویات کو لکھ کر محفوظ کرنا شروع کیا۔
 حضرت ابوہریرہ جن سے پانچ ہزار میں سو چھتر (۳۷۴) احادیث مروی ہیں انہوں نے بے شمار شاگرد پیدا کیے اور ان لوگوں نے ان احادیث کو لکھ کر محفوظ کیا اور یہ سلسلہ روایت آگے بڑھایا چنانچہ مسند دارمی میں ہے کہ آپ کے شاگردوں میں سے بشیر بن ہبیک نے آپ کی روایات کو لکھ کر محفوظ کر لیا تھا حضرت عبداللہ بن عباس سے وہ ہزار چھ سو ساٹھ (۲۶۶) احادیث مروی ہیں، ان کی روایات کو دوسرے شاگردوں کے علاوہ کرب نے محفوظ کر لیا تھا۔ ثناء اور حضرت انس جو کہ دو ہزار دو سو چھیالیس (۲۲۵۴) احادیث کے راوی ہیں ان کے بارے میں مسند دارمی میں ہے کہ ان کی مرویات کو بان نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو دو ہزار دو سو (۲۲۰۰) احادیث کی روایت کرتی ہیں ان کی احادیث کو عروۃ بن الزہیر نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر جو ایک ہزار چھ سو تیس (۱۶۶۳) احادیث کی

۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۰ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲-۱۵۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۳۰۲ھ

۲۔ حافظ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی متوفی ۴۶۴ھ، الکفایہ فی علم الروایۃ ص ۲۰۵، مطبوعہ مکتبہ علیہ مدینیہ تونس

۳۔ محمد بن سعد کاتب و اقیمی متوفی ۲۳۰ھ، طبقات ابن سعد جلد ۲، ص ۷۶، مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۵۸ھ

روایت کرتے ہیں۔ طبقات ابن سعد اور دارمی میں ہے کہ ان کی روایات کو نافع نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا اور حضرت جابر جو ایک ہزار پانچ سو چالیس (۱۵۴۰) احادیث کے راوی ہیں ان کی مرویات کو قتادہ بن دعامہ سرسوی نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔

مذکورہ اعداد مطلوبہ میں ہم نے چند مثالیں پیش کی ہیں درج صحابہ کرام سے احادیث کا سماع اور روایت کرنے والے تمام حضرات احادیث کو ضبط تحریر میں لے آتے تھے، پہلی صدی ہجری کے اخیر تک اسی طرح متفرق طور پر کتابت کے سہارے مدوین احادیث کا کام آگے بڑھتا رہا۔ احادیث کے یہ معائنات اور نوشتے کسی نقطہ پر مشترک اور کسی جہت سے مختلف نہ تھے، بغیر کسی ترتیب کے تابعین کرام نے اپنی اپنی مرویات کو اپنے سینوں اور صحیفوں میں محفوظ کر رکھا تھا یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ خلافت آیا اور انھوں نے احادیث کو یکجا کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اس کام کے لیے انھوں نے معتد اور مستند علماء کی ایک کمیٹی مقرر کی جن میں ابو بکر بن محمد بن عمر بن حزم، قاسم بن محمد بن ابی بکر اور ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب زہری کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

عمر بن عبدالعزیز نے مختلف علاقوں سے احادیث کا لکھا ہوا ذخیرہ جمع کیا اور ابن شہاب زہری نے ان کا تدوین کر ترتیب دی اور تہذیب منظم اور منضبط کیا۔ احادیث کو جمع اور منظم کرنے کے ساتھ ساتھ حدیث کو سند کے ساتھ بیان کرنے کی ابتداء بھی ابن شہاب زہری نے ہی کی ہے اسی وجہ سے ان کو علم اسناد کا واضع کہا جاتا ہے۔

احادیث کی ترتیب اور تہذیب کا جو کام ابن شہاب زہری نے شروع کیا تھا اس کام کو ان کے مابین تلامذہ برابراگے بڑھاتے رہے، یہاں تک کہ دوسری صدی کے اخیر میں ان کے ایک نامور شاگرد امام مالک بن انس آجی نے احادیث کو باب وار ترتیب دے کر پہلا مجموعہ حدیث، موطا کے نام سے پیش کیا۔

موطا امام مالک کے علاوہ امام اعظم نے اپنی مرویات کو کتاب الآثار کے نام سے پیش کیا جس کو ان کے لائق اور شاگرد غیر تلامذہ نے الگ الگ روایت کیا ہے، ان حضرات کے علاوہ دوسری صدی کے جن دوسرے متعدد بزرگ مصنفین نے فن حدیث میں کتابی تصنیف کی ہیں ان میں سے بعض کی کتابیں یہ ہیں: سنن ابوالولید (۱۵۱ھ) جامع سفیان ثوری (۱۶۱ھ) مصنف ابی سلمہ (۱۶۷ھ) مصنف ابی سفیان (۱۶۹ھ) جامع سفیان بن عیینہ (۱۹۸ھ) اور تیسری صدی کے جن مصنفین نے حدیث کی کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں سے بعض حضرات کی کتابیں یہ ہیں: کتاب الامام الشافعی (۲۴۰ھ) مسند احمد بن حنبل (۲۴۱ھ) الجامع الصغیر للبخاری (۲۵۲ھ) الجامع الصغیر للبخاری (۲۶۱ھ) سنن ابی داؤد (۲۶۵ھ) الجامع لمصرمندی (۲۶۹ھ) سنن ابن ماجہ (۲۷۱ھ) مضبوط اور مستحکم حوالہ جات کی درستی میں ہم نے آپ کے سامنے عہد رسالت سے لے کر صحاح ستہ کے مصنفین تک مدوین حدیث کا ایک مربوط جائزہ پیش کر دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمانہ رسالت سے لے کر اتباع تابعین تک ہر دور میں احادیث کو قلمبند کیا جاتا رہا اور سینوں سے لے کر صحیفوں تک ہر طرح سے حدیث کی حفاظت کی جاتی رہی، نیز ہر دور میں لوگوں نے اپنے زمانہ کے مخصوص تصانیف اور تصنیفات و تالیفات کے رجحانات کو سامنے رکھ کر احادیث کی تدوین کی، یہاں تک کہ تیسری صدی میں مصنفین صحاح ستہ نے پہلے لوگوں کی عیوب کو مٹانے کے ساتھ تمام کے ایک

جامع اسلوب کے ساتھ اپنی تصانیف کو پیش کیا۔

کتاب احادیث کے ان اوراق کو پیش کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند مشہور کتب احادیث کا اجمالی تعارف ذکر کر دیا جائے۔

حافظ ابن صلاح کہتے ہیں:

صحیح بخاری کی احادیث کا بیان

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے سب سے پہلے احادیث صحیحہ کا مجموعہ تصنیف کیا اور ان کے بعد امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری متوفی ۲۶۱ھ نے احادیث صحیحہ کا مجموعہ پیش کیا، صحیح بخاری اور صحیح مسلم، کتاب اللہ کے بدکتبوں میں سب سے زیادہ صحیح ہیں اور ان دونوں میں صحیح بخاری زیادہ صحیح ہے، حافظ نیشاپوری اور بعض متاخرہ (علامہ اندلس) نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے، اس کا مکمل یہ ہے کہ صحیح مسلم میں صرف احادیث صحیحہ ہیں جب کہ صحیح بخاری کے تراجم میں بعض غیر صحیح احادیث بھی موجود ہیں لیکن محنت اور قوت کے لحاظ سے صحیح بخاری کی احادیث صحیح مسلم پر ترجیح ہیں۔

امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی کتابوں میں تمام احادیث صحیحہ کو مندرج کرنے کا التزام نہیں کیا، امام بخاری نے خود کہا ہے میں نے اپنی کتاب جامع میں صرف احادیث صحیحہ کو درج کیا ہے اور طوالت کی وجہ سے میں نے اکثر احادیث صحیحہ کو ترک کر دیا اور امام مسلم نے کہا ہے کہ میں نے اپنی صحیح میں صرف ان احادیث کو درج کیا ہے جن کی محنت پر اجماع ہے۔

حافظ ابو عبد اللہ بن ادریس نے کہا کہ امام بخاری اور امام مسلم سے جو احادیث روایت گئی ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے، لیکن یہ قول صحیح نہیں، یہ مترکہ احادیث کم نہیں ہیں کیونکہ امام حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری کی مستدرک علی الصحیحین بہت بڑی کتاب ہے اور جہازی ساؤنک چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، اور اس میں ان احادیث صحیحہ کی بہت بڑی تعداد ہے، جو امام بخاری اور امام مسلم کی شرطوں کے موافق ہونے کے باوجود ان کی کتابوں میں نہیں ہے، اور خود امام بخاری نے کہا ہے کہ مجھے ایک لاکھ احادیث صحیحہ اور دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ حفظ ہیں، جب کہ ان کی کتاب صحیح بخاری میں درج کل احادیث صحیحہ کی تعداد سات ہزار و سو پچھتر ہے اور ان میں سے احادیث صحیحہ کی تعداد کہ حدت کرنے کے بعد کل احادیث کی تعداد چار ہزار ہے۔ ہاں اگر آثار صحابہ اور تابعین کو بھی شمار کیا جائے تو یہ تعداد اس سے زیادہ ہے اور محدثین کی اصطلاح میں جو حدیث واحد و سندوں سے روایت کی گئی ہو اس کو بھی دو حدیثیں قرار دیا جاتا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس طرح کل احادیث کی تعداد نو ہزار بیاسی بتائی ہے اور حدیث مکمل احادیث مرفوعہ کی تعداد دو ہزار چھ سو تیس بتائی ہے۔ (۱)

علامہ بخاری کہتے ہیں:

صحیح مسلم کی احادیث اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں تقابل کا بیان

بعض اہل مغرب نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے، حافظ ابوالحسن بن علی نیشاپوری نے کہا ہے کہ اسلام کے نیچے امام مسلم کی کتاب سے زیادہ کوئی کتاب صحیح نہیں ہے، علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام بخاری کی کتاب کے فوائد زیادہ ہیں اور اس کے مصادر و ترقی ہیں جن دلوں سے روایت کرنے میں امام بخاری منفر و ہیں ان کی تعداد چار سو پینتیس ہے اور ان میں سے جن کو ضعیف کہا گیا ہے ان کی

۱۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن ابی بکر شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ علوم الحدیث ص ۱۷-۱۳، مکتبہ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ھ

تعداد اسٹیج ہے اور جن سے روایت کرنے میں امام مسلم منفر وہیں ان کی تعداد چھ سو بیس (۶۲۰) ہے، ان میں سے ایک سو ساٹھ راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے، نیز جن راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے امام بخاری نے ان سے بہت کم روایت کی ہے اس کے برعکس امام مسلم نے ان سے زیادہ روایت کی ہے، اور جہاں تک اتصال کا تعلق ہے تو امام مسلم کے نزدیک اتصال کا معیار یہ ہے کہ راوی اور مروی عین کار زمانہ ایک ہو اور امام بخاری کے نزدیک یہ کافی نہیں بلکہ یہ ضروری ہے کہ ان کی ملاقات بھی ہوئی ہو، خواہ ایک مرتبہ امام مسلم کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ حدیث کے تمام طرق اور ان کی اسانید کو ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ دونوں کتابیں اصح کتب الحدیث ہیں اس کے باوجود یہ تمام احادیث صحیحہ کو محیط نہیں ہیں بلکہ ان کی اپنی شرائط کے مطابق جو حدیثیں ہیں وہ بھی ان میں تمام درج نہیں ہیں۔ ۱۔

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ حذف مکررات کے بعد صحیح مسلم کی کل احادیث کی تعداد چار ہزار ہے اور ابو الفضل احمد نے بیان کیا ہے کہ بشمول مکررات صحیح مسلم کی کل احادیث کی تعداد بارہ ہزار ہے۔ ۲۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

صحیحین کے علاوہ باقی کتب حدیث کی احادیث صحیحہ کا بیان

جن میں جید اسانید کے ساتھ احادیث کا اضافہ کیا گیا ہے مثلاً صحیح ابو عوانہ، صحیح ابویکر اساعلیٰ اور برقی اور ابو نعیم اصبہانی کی اور دوسری کتابیں جن میں محدث کا التزام کیا گیا ہے مثلاً صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، اسی طرح مسند احمد میں بہ کثرت ایسی احادیث ہیں جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ہم پلہ ہیں اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نہیں ہیں اور نہ ہی ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں ہیں۔ اسی طرح طبرانی کی معجم کبیر، معجم اوسط اور معجم صغیر میں اور مسند ابویعلیٰ اور مسند بنار میں اور دیگر مسانید، معاجم، فوائد اور اجزاء میں بہ کثرت ایسی حدیثیں ہیں جن کے رجال کی تحقیق کے بعد ان پر صحت کا حکم لگایا جاتا ہے، خواہ اس سے پہلے کسی حافظ نے ان کی صحت کی تصریح نہ کی ہو، جیسا کہ علامہ نووی کی تحقیق ہے اور حافظ ابن الصلاح کا اس میں اختلاف ہے اس بحث کا ذکر ان شاء اللہ آگے آئے گا۔ ۳۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ دیگر ائمہ حدیث کی مصنفات میں بھی احادیث صحیحہ ہیں۔ مثلاً ابوداؤد سجستانی، امام ابوعبسی ترمذی، امام ابوعبدالرحمان نسائی، امام ابویکر بن خزیمہ، امام ابوالحسن دارقطنی وغیرہم، اور کسی حدیث کی صحت کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ وہ امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی یا دوسرے کسی امام کی ایسی کتاب میں موجود ہو جس میں صحیح اور غیر صحیح ہر قسم کی حدیثیں درج ہوں، ان حدیث کے صحیح ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ حدیث ایسی کتاب میں موجود ہو جس میں حدیث کو درج کرنے کے لیے صحت کی شرط لگائی گئی ہے جیسے صحیح ابن خزیمہ اور جن کتابوں میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی تخریج

۱۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمان سنہادی متوفی ۹۰۲ھ نسخ المیزان بشرح الفیض الحدیث ج ۱ ص ۲۳-۲۹ مطبوعہ دارالامام الطبری

الطبعة الثالثة ۱۴۱۲ھ

۲۔ حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۷۴۶ھ التمهید لایضاح ص ۲۷ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ دینہ سورہ

۳۔ حافظ علامہ الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ اختصار علوم الحدیث ص ۲۳-۲۱ مطبوعہ دار التراث القاهرة ۱۳۹۹ھ

امام ترمذی سے پہلے ائمہ حدیث کے نزدیک حدیث کی صرف دو قسمیں معروف تھیں، صحیح اور ضعیف، اور ضعیف ان کے نزدیک وہ تھی جو صحیح کے درجہ سے کم ہو، پھر اگر ضعیف کا راوی متہم بالکذب یا کثیر الغلط ہو تو وہ ان کے نزدیک مسترد ہو جاتی تھی اور اگر اس کا راوی متہم بالکذب نہ ہو تو وہ ان کے نزدیک حسن ہوتی تھی اور امام احمد نے جو یہ کہا ہے کہ حدیث ضعیف پر عمل کرنا قیاس سے اعلیٰ ہے اس سے ان کی یہی مراد ہے۔

امام ترمذی کے نزدیک مستور کی حدیث بھی حسن ہے جس راوی سے ایک سے زیادہ لوگوں نے روایت کی ہو اور اس کی توثیق نہ کی ہو وہ مستور ہے، اور جو راوی حافظ کی خرابی کی وجہ سے ضعیف ہو اور جو حدیث میں غلطی اور خطا کرنے کی وجہ سے ضعیف ہو اور اختلاط کے بعد مختلف کی حدیث اور غلط کرنے والا امس اور جس کی سند میں انقطاع ضعیف ہو، ان تمام راویوں کی حدیثیں امام ترمذی کے نزدیک حسن ہیں، بشرطیکہ (۱) ان میں کوئی راوی متہم بالکذب نہ ہو (۲) اس حدیث کا اسناد شاذ نہ ہو (۳) وہ حدیث مشککہ یا بخوہ کسی اور سند سے یا کئی اور اسانید سے سمجھا رہی ہو۔ اور یہ تمام حدیثیں ایک مرتبہ کی تھیں ہیں بلکہ بعض، بعض سے قوی ہوتی ہیں، امام ترمذی نے اتصال سند کو اصل اور میسر نہیں قرار دیا اس وجہ سے وہ بہت سی احادیث منقطعہ کو بھی حدیث حسن کہتے ہیں۔ ۱۰

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

حافظ ابو طاهر سلمیٰ نے جو یہ کہا ہے کہ مشرق اور مغرب کے علماء کا کتب خمسہ کی احادیث کی صحت پر اتفاق ہے اس کی توجیہ میں ابن سید الناس نے یہ لکھا ہے کہ اس سے مراد بقیہ تین کتابوں (ابوداؤد، ترمذی اور نسائی) کی وہ احادیث ہیں جن کے متعلق ان کے معضنین نے ضعف کی تصریح نہیں کی اور ان پر سکوت کیا ایسی تمام احادیث صحیح ہیں، لیکن مطلقاً یہ قول درست نہیں ہے کیونکہ ان کتابوں میں ایسی احادیث بھی ہیں جن پر امام ترمذی اور امام ابوداؤد نے کلام نہیں کیا اور نہ کسی اور نے کلام کیا ہے اس کے باوجود وہ احادیث ضعیف ہیں۔ البتہ علامہ ترمذی کی توجیہ مستحسن ہے انھوں نے کہا ہے کہ بقیہ تین کتابوں کی اکثر احادیث لائق استدلال ہیں اور یہ توجیہ بھی ہو سکتی ہے کہ صحیح اور حسن کی بر نسبت ان کتابوں میں ضعیف احادیث پر کچھ بہت کم ہیں اس لیے حافظ سلمیٰ نے ان کا اعتبار نہیں کیا۔

حافظ ابواسمائل بروی یہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک امام ترمذی کا کتاب امام بخاری اور امام مسلم کی کتابوں سے زیادہ نفع رساں ہے، کیونکہ ان کی کتابوں سے مستبحر عالم کے سوا اور کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور جامع ترمذی سے ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ۱۱

جامع ترمذی کی کل احادیث مقصودہ کی تعداد ۳۸۵۵۵ ہے اور توابع اور شواہد کو ملا کر یہ تعداد ۳۹۵۶ ہے۔

احافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

سنن ابوداؤد کی فنی حیثیت کا بیان امام ابوداؤد سیستانی کی سنن بھی سنن کے قبیل سے ہے، ہم نے امام ابوداؤد سے روایت کی ہے انھوں نے کہا میں نے اس کتاب میں صحیح اس کے مشابہ اور اس کے مقارب احادیث کو جمع کیا

۱۰۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، التلک علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۳۸۸۔ ۳۸۵، مخصر مطبوعہ اعیان النور الاسلامیہ بیروت متوفی ۱۳۰۴ھ

۱۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۴۰ھ، فتح المغنیث بشرح الفیہ المحتج ج ۱ ص ۱۰۰۔ ۱۰۱، مخصر مطبوعہ دار الفکر المطبوعہ اشرف

ہے اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ وہ ہر باب میں اس باب کی صحیح ترین حدیث کو ذکر کریں گے، اور امام ابو داؤد نے کہا میری کتاب کی جس حدیث میں شدید ضعف ہو میں اس کو بیان کر دیتا ہوں اور جس حدیث کے متعلق میں کچھ ذکر نہ کروں وہ استدلال کی صلاحیت رکھتی ہے اور بعض حدیثیں بعض سے زیادہ صحیح ہیں۔

(حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں ہم نے یہ دیکھا کہ جس حدیث پر امام ابو داؤد نے سکوت کیا اور وہ حدیث بخاری اور مسلم میں نہیں ہے اور نہ کسی ماہر تقاد نے اس کی صحت کی تصریح کی ہے تو ہم نے اس حدیث کی یہ تریف کی ہے کہ وہ امام ابو داؤد کے نزدیک حسن ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ حدیث کسی اور امام کے نزدیک حسن نہیں ہوتی، اور نہ وہ ہماری بیان کردہ حسن کی تریف کے مطابق ہوتی ہے (زیر تحریر مقدمہ میں حسن لذاتہ کی تریف ص ۱۰۰)۔

پر ملاحظہ فرمائیں — سیدی غفرلہ) حافظ ابو عبد اللہ بن مندہ نے محمد بن سعد باوردی سے روایت کیا ہے کہ امام ابو عبد الرحمن نسائی کا مذہب یہ تھا کہ ہر وہ راوی جس کے ترک پر اجماع نہ ہو وہ اس کی حدیث روایت کر لیتے ہیں، امام ابن مندہ نے کہا اسی طرح امام ابو داؤد بخاری کو جب کسی باب میں ضعیف راوی کے سوا اور کسی کی حدیث نہ ملے تو وہ سند ضعیف سے حدیث روایت کر لیتے ہیں کیونکہ امام ابو داؤد کے نزدیک حدیث ضعیف بھی لوگوں کی رائے سے قوی ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ امام ابو داؤد سے یہ روایت ہے کہ جس حدیث پر انھوں نے سکوت کیا ہو وہ حسن ہے۔ لہٰذا حافظ ابن الدین عراقی لکھتے ہیں:

امام ابو عبد اللہ محمد بن عمر نے حافظ ابن الصلاح پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جس حدیث کے متعلق امام ابو داؤد نے صحت کی تصریح کی ہے نہ ضعف کی اس کو امام ابو داؤد کے نزدیک مطلقاً حسن قرار دینا صحیح نہیں ہے، کیونکہ امام ابو داؤد نے اس حدیث کے متعلق یہ کہا ہے کہ وہ احتجاج اور استدلال کی صلاحیت رکھتی ہے اور لائق استدلال حدیث صحیح بھی ہو سکتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر امام ابو داؤد صحیح اور ضعیف کے درمیان حسن کے مرتبہ کے قابل تھے تو احتیاط اس میں ہے کہ اس کو حسن قرار دیا جائے اور اگر وہ متقدمین کی طرح حدیث کی صرف دو قسمیں صحیح اور ضعیف قرار دیتے تھے تو پھر بھی اس کو صحیح کہنے کی بجائے لائق استدلال کہنے میں احتیاط ہے۔

حافظ ابو الفتح عیسیٰ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ امام ابو داؤد نے حسن کی تریف بالکل نہیں کی، بلکہ ان کا قول امام مسلم کے قول کی طرح ہے، امام ابو داؤد نے یہ کہا کہ انھوں نے احادیث صحیحہ اور ان کے مشابہ اور مقارب دونوں کا ذکر کیا ہے اور امام مسلم نے کہا ہے کہ احادیث صحیحہ صرف وہی نہیں ہیں جو مالک، شعبہ اور سفیان کے پاس ہیں (یہ طبقہ اولیٰ کے راوی ہیں) یعنی کامل الضبط والاتقان اور کثیر الملازمۃ مع الشیخ) اس لیے ان سے کم درجہ کے لوگوں کی حدیث کی بھی ضرورت ہے، مثلاً لیث بن ابی سلیم، مطاوع بن السائب اور زبید بن ابی ریاور یہ طبقہ ثانیہ کے راوی ہیں

۱۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۴۵۴ھ، علوم الحدیث ۳۴۲، مطبوعہ مکتبۃ الاسلامیہ، بیروت، ۱۳۸۶ھ

۲۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۳۴، مطبوعہ دار التراث القاہرہ، ۱۳۹۹ھ

یعنی ناقص الضبط والاعتقان اور کثیر الملازمة مع الشیخ کیونکہ یہ بھی عادل اور صادق ہیں اگرچہ حفظ اور اعتقان میں ان کا درجہ کم ہے اور ان دونوں کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں ہے، البتہ امام مسلم نے صحیح کی شرط لگائی ہے اس لیے وہ طبقہ ثالثہ کی حدیثوں سے انتخاب کرتے ہیں اور امام ابو داؤد نے صحیح کی شرط نہیں لگائی اس لیے جس راوی میں شدید ضعف ہو وہ اس کی روایت بھی لے لیتے ہیں اور اس کے ضعف کا بیان کر دیتے ہیں، اور امام ابو داؤد نے جو کہا ہے کہ بعض حدیثیں بعض سے زیادہ صحیح ہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ انھوں نے احادیث صحیحہ روایت کی ہیں، اگرچہ وہ صحت میں مختلف درجات کی ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم اور امام ابو داؤد میں فرق یہ ہے کہ امام مسلم نے حدیث صحیح کی شرط لگائی ہے بلکہ اس صحیح کی جس کی صحت پر محدثین کا اجماع ہو اس لیے امام مسلم کی حدیث کو حسن نہیں کہا جاسکتا کیونکہ حسن وہ ہوتی ہے جو صحیح سے کم درجہ کی ہو۔ اور امام ابو داؤد نے یہ کہا ہے کہ جس حدیث سے میں نے سکوت کیا ہے وہ صالح احتجاج (لائق استدلال) ہے اور صالح صحیح بھی ہو سکتی ہے اور حسن بھی۔ لہٰذا حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام ابو داؤد نے یہ کہا ہے کہ جس حدیث میں شدید ضعف ہو اس کا میں بیان کر دیتا ہوں، اس کا مفہوم ظاہر ہے کہ جس میں ضعف غیر شدید ہو اس کو وہ بیان نہیں کرتے، اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ جن احادیث پر امام ابو داؤد نے سکوت کیا ہے وہ تمام کی تمام حدیثیں اصطلاحاً حسن نہیں ہیں بلکہ ان کی کئی اقسام ہیں: (۱) وہ بخاری اور مسلم کی حدیثیں ہیں یا صحت کی شرط پر ہیں، (۲) وہ حسن لذاتہ ہیں، (۳) اگر ان احادیث کی دیگر اسانید سے تقویت ہو جائے تو وہ حسن کے قبیل سے ہیں، بخیر اللہ ذکر دو قسمیں ان کی کتاب میں بہ کثرت ہیں، (۴) وہ حدیثیں ضعیف ہیں لیکن وہ ایسے راویوں کی حدیثیں ہیں جن کے ترک پر اجماع نہیں ہے اور یہ تمام اقسام احتجاج اور استدلال کی صلاحیت رکھتی ہیں جیسا کہ حافظ ابن مندہ نے امام ابو داؤد سے نقل کیا ہے کہ امام ابو داؤد حدیث ضعیف کو اس وقت روایت کرتے ہیں جب اس باب میں اس کے سوا اور کوئی روایت نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک حدیث ضعیف لوگوں (مجتہدین) کی رائے سے زیادہ قوی ہے، حافظ ابن عبد البر نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ لہٰذا حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام ابو داؤد ضعفاء کی ایک جماعت سے استدلال کرتے ہیں اور ان پر سکوت کرتے ہیں مثلاً ابن لھیع، صالح مولیٰ التوامر، عبد اللہ بن محمد بن عقیل، موسیٰ بن وردان، سلمہ بن الفضل، وولعم بن صلاح وغیرہم، اس لیے جن احادیث پر امام ابو داؤد نے سکوت کیا ہے ان میں امام ابو داؤد کی تقلید کر کے ان سے استدلال نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ اس حدیث کا کوئی متابع ہے جس سے اس کی تقریرات ہو جائے یا وہ حدیث غریب ہے اور اس میں توقف کیا جائے، خصوصاً اس وقت جب اس حدیث میں کسی زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی گئی ہو کیونکہ اس صورت میں وہ از قبیل منکر ہو جائے گی کیونکہ امام ابو داؤد نے ان سے بھی زیادہ ضعیف راویوں سے حدیث روایت کی ہے، مثلاً حارث بن وحیہ، صدقہ، قتیق، عثمان بن قنفذ، عمر بن محمد بن عبد الرحمن بن یحییٰ، ابو جناب کلبی، سلیمان بن ارقم، اسحاق بن عبد اللہ بن ابی قرقہ اور ان کی مثل متروک راوی ہیں۔

۱۔ حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التقدید والایضاح ص ۵۴-۵۳، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ھ

۲۔ حافظ البر الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، التلک علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۳۶-۳۵، مطبوعہ اعیان التراث الاسلامی مدینہ منورہ، ۱۴۰۳ھ

اسی طرح جن پر امام ابو داؤد نے سکوت کیا ہے ان میں اسانید منقطعہ ہیں اور سنن کی معتد کے ساتھ روایات ہیں اور بہت سے راویوں کے نام مبہم ہیں۔ اس لیے ایسی احادیث کو اس وجہ سے سنن قرار دینا کہ ان پر امام ابو داؤد نے سکوت کیا ہے صحیح نہیں ہے، کیونکہ امام ابو داؤد کبھی اس وجہ سے سکوت کرتے ہیں کہ وہ پہلے کسی باب میں اس راوی پر کلام کر چکے ہوتے ہیں، اور کبھی وہ اس کے ضعف کا ذکر کرنا بھول جاتے ہیں اور کبھی اس وجہ سے کہ اس راوی کا ضعف بہت شدید اور واضح ہوتا ہے اور اس کی روایت کو ترک کرنے پر ائمہ کا اتفاق ہوتا ہے جیسے ابو اسحق ریشی، ابن اعمام وغیرہما، اور کبھی سکوت کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ سنن ابو داؤد کے علاوہ کسی اور کتاب میں امام ابو داؤد اس راوی کا ضعف بیان کر چکے ہوتے ہیں، جیسے محمد بن ثابت العبدی، سنن ابو داؤد میں انھوں نے اس پر سکوت کیا ہے اور کتاب المنقرضین امام احمد سے نقل کیا ہے یہ منکر الحدیث ہے، اس لیے صحیح یہ ہے کہ امام ابو داؤد کے نقطہ سکوت پر اعتماد نہ کیا جائے کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ امام ابو داؤد احادیث ضعیفہ سے بھی استدلال کرتے ہیں اور ان کو رائے پر مقدم رکھتے ہیں، علامہ نووی نے کہا ہے ”سنن ابو داؤد میں ایسی احادیث ہیں جن کا ضعف ظاہر ہے اور اس کو امام ابو داؤد نے بیان نہیں کیا حالانکہ ان کا ضعف متفق علیہ ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ جن احادیث کا ضعف امام ابو داؤد نے بیان نہیں کیا اور کسی معتد نے اس کا صحیح یا حسن ہونا بیان نہیں کیا تو وہ حسن ہے اور اگر کسی معتد نے اس کے ضعف کی تصریح کی ہے یا کسی عالم نے دیکھا کہ اس کی سند میں کوئی ضعف کا مقتضی ہے اور اس کی تلافی کرنے والا کوئی نہیں ہے تو اس حدیث پر ضعف کا حکم لگایا جائے گا اور امام ابو داؤد کے سکوت کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا“ علامہ نووی نے یہ جو کچھ لکھا ہے تحقیق یہی ہے ہر چند کہ شرح المہذب میں نے انھوں نے مجروح امام ابو داؤد کے سکوت سے بھی کسی حدیث کے حسن ہونے پر استدلال کیا ہے لیکن اس سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔ ۱۰

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ علم دین میں سنن ابو داؤد کی مثل کوئی کتاب تصنیف نہیں کی گئی اس میں صحیح بخاری

اور صحیح مسلم سے زیادہ اور احسن فقہی احکام ہیں۔ ۱۱

سنن ابو داؤد کی کل احادیث کی تعداد بشمول مراسیل ۴۸۰۰ ہے اور مراسیل کی تعداد ۶۰۰ ہے۔

سنن نسائی کی فنی حیثیت کا بیان

حافظ ابو علی بن السکن اور خطیب بنداری نے یہ کہا ہے کہ امام نسائی کی کتاب سنن صحیح ہے اور اس پر اعتراض ہے، امام نسائی نے رجال کے لیے جو شرائط مانگی ہیں وہ امام مسلم کی شرائط سے زیادہ سخت ہیں، لیکن سنن نسائی میں مجہول اور مجروح راوی ہیں اور اس میں احادیث ضعیفہ، منکرہ اور مغلطہ ہیں۔ ۱۲

۱۰۔

۱۰۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر مسقلائی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح، ج ۱ ص ۴۴۵۔ ۴۴۸، المختار مطبوعہ دار الفکر الاسلامی

۱۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۵۹۲ھ، فتیح الخیث بشرح الغیۃ المحرر ج ۱ ص ۱۱، مطبوعہ دارالامام الطبری الطبری الشافعیہ

۱۲۔ حافظ عاد الدین اسماعیل بن عمر الحدادی متوفی ۷۷۲ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۲۵، مطبوعہ دار الفکر الشافعیہ، القاہرہ، ۱۳۹۹ھ

غالباً حافظ ابن کثیر کی اس جگہ سنن سے مراد سنن کبریٰ للنسائی ہے، ذکر سنن مجتبیٰ اور جماعے ان نام متداول کتاب سنن مجتبیٰ ہے جو سنن نسائی کے نام سے مشہور ہے۔

حافظ ابن الصلاح نے بھی لکھا ہے کہ خطیب نے سنن نسائی پر صحیح کا اطلاق کیا ہے۔ لے
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ابو علی نیشاپوری، ابوالحسن عدی، ابوالحسن دارقطنی، ابن مندہ، عبدالحق بن سعید اور ابوالحسن اخیلی وغیرہ نے بھی سنن نسائی پر صحیح کا اطلاق کیا ہے، اور حاکم نیشاپوری نے نسائی، ابوداؤد اور ترمذی تینوں پر صحیح کا اطلاق کیا ہے۔

ابوعبد اللہ ابن مندہ نے کہا ہے جن ائمہ نے حدیث صحیح کو روایت کیا ہے وہ چار ہیں: بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی، ابوالحسن نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور حافظ ابن الصلاح نے جو بارہوی سے نقل کیا ہے کہ امام نسائی ان سے روایت کرتے ہیں جن کے ترک پر اجماع نہ ہو، اس سے ان کی مراد غاص اجماع ہے۔

یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ رجال کے متعلق امام نسائی کا مذہب بہت وسیع ہے، لیکن فی الواقع اس طرح نہیں ہے، کیونکہ کتنے راوی ایسے ہیں جن سے امام ابوداؤد اور امام ترمذی روایت کرتے ہیں اور امام نسائی ان سے اجتناب کرتے ہیں بلکہ امام نسائی صحیحین کے بھی متعدد رجال سے اجتناب کرتے ہیں۔ ابوالفضل ابن طاہر کہتے ہیں میں نے سعد بن علی زنجانی سے ایک شخص کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا وہ ثقہ ہے میں نے کہا امام نسائی ان سے استدلال نہیں کرتے انہوں نے کہا اے بیٹے رجال میں امام نسائی کی شرط امام بخاری اور امام مسلم کی شرط سے زیادہ سخت ہے۔

حافظ ابوبکر برقانی نے اپنے ایک رسالہ میں ان راویوں کے نام لکھے ہیں جن سے امام بخاری اور امام مسلم نے احادیث روایت کی ہیں اور امام نسائی نے ان پر تنقید کی ہے، احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام نسائی سے سنا ہے کہ جب میں نے سنن کو جمع کرنے کا ارادہ کیا تو جن شیوخ کے متعلق میرے دل میں تردد تھا ان کے بارے میں میں نے استخارہ کیا اور استخارے کے بعد میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں ان کو ترک کر دوں۔

محمد بن مسعودیہ احمد نے بیان کیا کہ امام نسائی کی کتاب، سنن مکمل صحیح ہے، اور اس کی بعض احادیث معلول ہیں، مگر انہوں نے اس کی علت بیان نہیں کی، اور انہوں نے اس کا انتخاب کر کے جس مجموعہ کا نام مجتبیٰ رکھا ہے اس کی کلی حاجت صحیح ہے۔ (امام نسائی کی کتاب، سنن، اب سنن کبریٰ کے نام سے چھ جلدوں میں چھپ گئی ہے، دارالکتب العلمیہ بیروت نے اس کو مخطوطہ سے منتقل کر کے طبع کیا ہے۔ اس کی پہلی اشاعت ۱۴۱۱ھ میں ہوئی اور الحمد للہ یہ کتاب ہمارے پاس موجود ہے۔ — سعیدی وغیرہ)

علامہ ابن رشد نے کہا کہ امام نسائی کی کتاب سنن میں تصنیف کے لحاظ سے زیادہ بدیع اور زیادہ حسین ہے اور ان کی کتاب امام بخاری اور امام مسلم کی کتابوں سے زیادہ جامع ہے اور اس میں بیان علل کا اضافہ ہے۔
خلاصہ یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بعد جس کتاب میں ضعیف اور مجروح راوی سب سے کم ہیں وہ امام نسائی

کی کتاب ہے اور امام ابو داؤد اور امام ترمذی کی کتابیں اس کے قریب ہیں۔ سنن نسائی کی کل احادیث کی تعداد ۵۶۱۰ ہے۔

سنن ابن ماجہ کی فنی حیثیت کا بیان | حافظ ابن حجر مستقلی کہتے ہیں: سنن ابن ماجہ صحت اور ثقافت کے اعتبار سے کتب خمسہ کے برعکس ہے، جو رجال کذب، مرتبہ احادیث اور تفروغ سے متہم ہیں جیسے حبیب بن ابی حبیب، مالک، علامہ بن زید، داؤد بن مجبر، عبد الوہاب بن فضال، اسماعیل بن زیاد، سکونی اور عبد السلام بن ابی کعب، وغیرہم، امام ابن ماجہ ان سے احادیث روایت کرنے میں متفرد ہیں، ابن طاہر نے یہ حکایت کی ہے کہ امام ابو زریعہ نے سنن ابن ماجہ کو دیکھا اور یہ کہا اس میں تیس حدیثیں بھی ضعیف نہیں ہیں، یہ حکایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند منقطع ہے، اور اگر یہ حکایت صحیح ہو تو اس کا محمل یہ ہے کہ جوفایت درجہ کی احادیث ساقلہ ہیں وہ ہمیں سے کم ہیں، یہ انھوں نے پوری سنن ماجہ کا مطالعہ نہیں کیا بلکہ اس کے ایک حصہ کا مطالعہ کر کے یہ تمبھرا کیا ہے۔

امام ابن زریعہ نے سنن ابن ماجہ کی بہ کثرت احادیث پر باطلہ یا ساقلہ یا منکرہ کا حکم لگایا ہے، اس کا ذکر ابن ابی حاتم کی کتاب العلل میں ہے، اور حافظ صلاح الدین علائی یہ کہتے تھے کہ ان پانچ کتابوں کے بعد چھٹی کتاب سنن ابن ماجہ کی بجائے سنن دارمی کو ہونا چاہیے، کیونکہ اس میں ضعیف رجال کم ہیں اور احادیث منکرہ اور شاؤہ نادر ہیں اور ہر چند کہ اس میں احادیث مرسلہ اور موقوفہ بھی ہیں لیکن اس کے باوجود وہ ابن ماجہ کی کتاب سے بہتر ہے۔

میں کہتا ہوں کہ بعض اہل علم مثلاً ردین قسطلی اور محمد بن الاثیر نے چھٹی کتاب مؤطا امام مالک ہی کو قرار دیا ہے جیسا کہ جامع الاصول میں ہے۔ ابن سارک نے بیان کیا ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے سنن ابن ماجہ کو کتب اصول میں شامل کیا وہ ابو الفضل ابن طاہر صاحب شرط اللہ المستوفی، ۵۰۰ھ میں، پھر حافظ عبد الغنی صاحب الکمال فی سمار الرجال نے اس پر عمل کیا۔ ابن طاہر اور ان کے متبعین نے مؤطا امام مالک کی بجائے سنن ابن ماجہ کو کتب اصول میں اس لیے شامل کیا کہ مؤطا امام مالک میں ایسی احادیث مرفوعہ بہت کم ہیں جو کتب خمسہ پر زائد ہیں، اس کے برعکس سنن ابن ماجہ میں مؤطا کی بہ نسبت کئی گنا زیادہ احادیث مرفوعہ ہیں جو کتب خمسہ پر زائد ہیں تو انھوں نے احادیث مرفوعہ کی کثرت کے حصول کے لیے سنن ابن ماجہ کو کتب اصول میں شامل کیا۔

ان احکامات سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جن حضرات نے ان کتابوں کی اسانید حذف کر کے احکام سے متعلق احادیث جمع کی ہیں ان کا طریقہ ضعیف ہے مثلاً ابوالبرکات عبد السلام ابن تیمیہ منبلی متوفی ۷۲۸ھ، ان کی کتاب ہے المستفی من احادیث الاحکام (نیل الادوار کا متن) یہ لوگ ان کتابوں سے حدیث کا صحت یا ضعیف بیان کیے بغیر احادیث کو نقل کرتے ہیں اور ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ مثلاً ایک حدیث کو امام ترمذی روایت کرتے ہیں اور اس حدیث کی علت بھی بیان کرتے ہیں اور یہ لوگ اس علت سے اعراض کر کے صرف اس حدیث کو نقل کر کے لکھ دیتے ہیں اس کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے، چنانچہ حافظ عبدالحی متوفی ۵۸۱ھ نے ایک کتاب کھن الا حکام الکبریٰ اس میں ایسا ہی کیا اور ابو الحسن ابن القطان متوفی ۴۲۸ھ

یہ۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر مستقلی متوفی ۸۵۲ھ النکت علی کتابین الصلاح ج ۱ ص ۳۸۴ - ۳۸۵ مطبوعہ احیاء التراث الاسلامیہ تونس

نے متبع کر کے ان احادیث کی کُل بیان کیں اور اس کتاب کا نام رکھا بیان الوهم ولا یبہام الذی وضع علی الاحکام الکیفی۔ علامہ بخاری نے بھی سنن ابن ماجہ کے متعلق بعینہ یہی تبصرہ کیا ہے۔ ۲۔
سنن ابن ماجہ کی کل احادیث کی تعداد چار ہزار (۴۰۰۰) ہے۔

موطا امام مالک کی فنی حیثیت کا بیان | حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میرے علم میں امام مالک کی کتاب سے زیادہ صحیح اور کوئی کتاب نہیں ہے، امام شافعی نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب صحیح بخاری اور صحیح مسلم منصفہ شہور پر نہیں آئی تھیں، اس وقت کتب سنن بکثرت تصنیف کی جا چکی تھیں، مثلاً کتاب ابن جریر، کتاب ابن اسحاق، کتاب ابی قرقہ موسیٰ بن طارق زبیدی، اور مصنف عبدالرزاق بن ہمام وغیرہ۔

امام مالک کی کتاب موطا کا حجم ان سب سے زیادہ تھا اور اس میں ان سب سے زیادہ احادیث تھیں (بظاہر یہ صحیح نہیں ہے، سید خفرائی)۔ خلیفہ منصور نے امام مالک سے کہا کہ وہ تمام لوگوں کو اس کتاب پر جمع کریں تو امام مالک نے اس سے انکار کیا، اس سے ان کے علم کی وسعت اور ان کے انصاف کا کمال ظاہر ہوتا ہے، اور کہا لوگ جمع ہوئے اور ان چیزوں پر مطلع ہوئے جن پر ہم مطلع نہیں ہیں۔

علامہ نے موطا پر کتابیں لکھیں اور تعلیقات تصنیف کیں، ان میں سب سے عمدہ کتاب حافظ ابن عبدالبر مالکی قرطبی کی تصنیف تہذیب اور الاستذکار ہے، موطا میں احادیث متعلقہ صحیحہ بھی ہیں اور مسئلہ منقطعہ بھی ہیں اور ایسی بلاغات بھی ہیں جن کا مسندہ حونا بہت نادر ہے۔ ۳۔
موطا امام مالک کی کل احادیث کی تعداد ۱۰۲۰ ہے۔

کتب خمسہ کے ساتھ غیر الحاقی کتب احادیث کا بیان | حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

صحیح مسلم، سنن ابو داؤد، سنن نسائی اور جامع ترمذی کے قائم مقام ہیں، مثلاً مسند ابو داؤد طحاوی، مسند عبد اللہ بن منکب، مسند احمد بن حنبل، مسند اسحق بن راہویہ، مسند عبد بن حمید، مسند دارمی، مسند ابو یعلیٰ موصلی، مسند الحسن بن سفیان، مسند البراء اور ان کی مثال، ان کی مادت یہ ہے کہ وہ ہر صحابی کی مسند میں اس کی حدیث کو بطریق کرتے ہیں اور یہ متنبین نہیں کرتے کہ آیا یہ حدیث لائق استدلال ہے یا نہیں، اس وجہ سے ان کا مرتبہ متاخر ہے، اگرچہ ان کے مؤلفین کا مرتبہ کتب خمسہ کے مؤلفین سے بہت بڑا ہے۔ ۴۔

سنن دارمی کی فنی حیثیت کا بیان | حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

- ۱۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الکلیت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۴۸۸۔ ۴۸۵ مطبوعہ دار التراث الاسلامی مدینہ منورہ، ۱۴۰۲ھ
- ۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن بخاری متوفی ۲۵۶ھ، فتح المنیث بشرح النبیۃ الحدیث ج ۱ ص ۱۰۲، مطبوعہ دار الامام الطبری، ۱۴۱۲ھ
- ۳۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۷۲ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۲۴۰۔ ۲۵، مطبوعہ دار التراث القاهرہ، ۱۳۹۹ھ
- ۴۔ حافظ ابو عمر عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۲ھ، علوم الحدیث ص ۳۴۰۔ ۳۵، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۷ھ

حافظ ابن الصلاح کا داری کی کتاب کو مستد کہنا ان کا وہم ہے، یہ کتاب مستند نہیں ہے جس میں ہجرات کی مرویات کو الگ الگ روایت کیا جاتا ہے بلکہ یہ کتاب فقہی ابواب پر مرتب کی گئی ہے اور یہ اصطلاح محدثین میں سنن ہے، لیکن اس کتاب کا نام مستد داری مشہور ہو گیا، جیسے امام بخاری کی کتاب کا نام المستد الجامع الصبیح مشہور ہو گیا اگرچہ وہ بھی ابواب پر مرتب ہے، کیونکہ امام بخاری کی احادیث مستند ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کی مستند متصل ہے، اس کے برعکس مستد داری میں بکثرت احادیث مرسلہ، منقطعہ، مضطربہ اور منقولہ عربیہ۔ ۱۵

مستد احمد کی فتنی حیثیت کا بیان حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: حافظ ابو موسیٰ محمد بن ابی بکر مدینی نے کہا ہے کہ مستد امام احمد صحیح ہے، یہ ضعیف قول ہے، کیونکہ اس میں احادیث ضعیفہ ہیں، بلکہ احادیث موضوعہ بھی ہیں جیسے مرواؤ مسلمان کی فضیلت میں احادیث ہیں اور حص کے نزدیک برص احمد کی فضیلت میں حدیث ہے اور ان کے علاوہ بھی موضوع احادیث ہیں جیسا کہ حفاظ میں ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے، مسانید میں سے اور کوئی مستد اس کے پاس نہیں ہے اس کے باوجود امام احمد سے بکثرت احادیث روایت گئی ہیں، بلکہ اس میں تقریباً ان دو سو صحابہ کی روایات نہیں ہیں جن کی روایات صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہیں۔ ۱۶ حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

حافظ ابن الصلاح نے مستد احمد کا شمار صحیح میں کیا ہے، اور حافظ مدینی نے کہا امام احمد کی یہ شرط تھی کہ وہ اپنی مستد میں صرف حدیث صحیح کو درج کریں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ امام احمد نے اپنی کتاب میں صحت کی شرط رکھی تھی، حافظ مدینی سے کسی حدیث کے متعلق سوال کیا گیا انھوں نے کہا بخیر یہ مستد احمد میں ہے یا نہیں، اگر مستد احمد میں ہے تو یہ حجت ہے ورنہ نہیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مستد احمد کی تمام احادیث حجت ہیں، اور مستد احمد کے سوا کوئی حدیث حجت نہیں ہے کیونکہ کتنی احادیث صحیحہ کتب صحیحہ میں ہیں اور وہ مستد احمد میں نہیں ہیں۔

مستد احمد میں حدیث ضعیف کا وجود محقق ہے بلکہ اس میں احادیث موضوعہ بھی ہیں جن سے ان کو ایک رسالہ میں جمع کیا ہے، امام احمد نے خود بعض احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے ان میں سے ایک یہ حدیث ہے: حضرت عائشہ سے مروی روایت ہے کہ میں نے عبدالرحمن بن عوف کو حجت بن سربین کے بن گھسٹے جوئے دیکھا، اور اس میں عمارہ بن ناذان کی سند ہے جس کی حدیث کے متعلق امام احمد نے کہا یہ کذب منکر ہے اور کہا عمارہ احادیث مناکیر کی روایت کرتا ہے اور ابن جری نے اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا اور ابن الجوزی نے حضرت عمر کی اس حدیث کو بھی موضوعات میں درج کیا ہے "اس احمد میں ولید نام کا ایک شخص ہو گا" اور حضرت انس کی اس حدیث کو "جو شخص اسلام میں چالیس سال کی عمر ہو گا اور اتنا ہے" اور ثمالی اس سے کئی قسم کی بلاؤں، جنون، عظام اور برص کو دور کر دیتا ہے اور حضرت انس کی اس حدیث کو "مسلمان احمد المروسیں ہے اس میں سے قیامت کے دن ستر ہزار کو بیعت کیا جائے گا جن پر کوئی حساب نہیں ہو گا" یہ تمام موضوع احادیث مستد احمد میں ہیں، اور اس میں احادیث منکرہ بھی ہیں مثلاً حضرت بریدہ کی یہ حدیث: تم خراسان کی جماعت میں رہو پھر مرو کے شہر جاؤ

۱۵۔ حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التلخیص والایضاح ص ۵۶، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۹ھ
 ۱۶۔ حافظ غاد الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، الاختصار لمولم الحدیث ص ۲۹-۳۵، مطبوعہ دار التراث القاهرة ۱۳۹۹ھ

کیونکہ اس کو دو القدرین نے بنایا ہے اور عبد اللہ بن احمد نے مسند میں زیادات کی ہیں ان میں ضعیف اور موضوعی احادیث ہیں اور موضوعی احادیث یہ ہے: حضرت سعد بن مالک اور حضرت ابن عمر سے روایت ہے حضرت علی کے دروازے کے صاحب دروازے عبد کر و اور ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں درج کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو راغبیوں نے وضع کیا ہے۔^۱ علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

مسند احمد تمام مسانید میں سیاق و سباق کے لحاظ سے تمام مسانید میں اکبر اور احسن ہے اس مجدد کو انھوں نے ساتھی سات لاکھ احادیث میں سے منتخب کیا ہے اور امام احمد سے منقول ہے کہ جس حدیث میں مسلمانوں کا اختلاف ہو اس کو مسند احمد میں تلاش کرو اگر اس میں مل جائے تو فہما ور نہ وہ حجت نہیں ہے، اور بعض نے مبالغہ کر کے اس کو صحیح قرار دیا۔^۲ تحقیق یہ ہے کہ اس میں بہ کثرت احادیث ضعیفہ ہیں، اور بعض کا ضعف بعض سے زیادہ شدید ہے، حتیٰ کہ ابن جوزی نے اس کی بہت سی احادیث کا موضوعات میں شمار کیا ہے لیکن حافظ عراقی نے بعض احادیث کو موضوع قرار دینے میں ابن جوزی سے اختلاف کیا ہے اور ابن جوزی کا رد کیا ہے، اور حق یہ ہے کہ جن کتابوں میں محدث کا التزام نہیں کیا گیا ان میں مسند احمد سب سے عمدہ کتاب ہے۔^۳ علامہ احمد عہد شاہد لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ایک رسالہ لکھا ہے "القول المسد فی الذب عن مسند الامام احمد" اس میں ان لوگوں کا رد کیا ہے جنہوں نے کہا ہے کہ مسند احمد میں موضوعات ہیں، اور شیخ ابن تیمیہ نے التوسل والوسیلہ میں لکھا ہے: اگر موضوع سے یہ مراد ہے جس کی سند میں کذاب ہوں تو مسند احمد میں ایسا کوئی راوی نہیں ہے، اور اگر اس سے مراد ایسی حدیث ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں ہے خواہ وہ راوی کی غلطی کی وجہ سے ہو یا اس کے حافظ کی خرابی کی وجہ سے تو مسند اور سنن میں ایسی بہ کثرت حدیثیں ہیں۔^۴

حافظ عراقی نے کہا ہے کہ اس میں تقریباً ان دو سو صحاح کی روایات نہیں ہیں جو صحیحین میں ہیں، یہ انتہائی غلو ہے، بلکہ بہت کم صحیحین کی حدیثیں اس میں شامل ہونے سے رہ گئیں اور جو کسی معین صحابی کی حدیث اس میں رہ گئی ہے تو اس کی ہم سہی حدیث کسی اور صحابی کی روایت سے اس میں مذکور ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ مسند میں تمام سنت کو جمع کر لیا گیا ہے تو یہ محنت سے بعید نہیں ہے، امام احمد نے اپنے بیٹے عبد اللہ بن احمد (جو مسند کے راوی ہیں) سے کہا: اس مسند کو حفظ کر لو، کیونکہ منقریب یہ لوگوں کی پیشوا ہوگی، اور انھوں نے کہا اس کتاب میں میں نے ساتھی سات لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے حدیثیں جمع کی ہیں، سوجب مسلمانوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث کے متعلق اختلاف ہو تو اس کو مسند میں تلاش کرو اگر وہ حدیث اس کتاب میں مل گئی تو فہما ور نہ وہ حدیث حجت نہیں ہے، حافظ ذہبی نے کہا اکثر اور غالبیوں میں ایسا ہی ہے وہ صحیحین، سنن اور اجزاء میں ایسی قوی احادیث ہیں جو مسند میں نہیں ہیں۔^۵

۱۔ حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسن عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التقیید والایضاح ص ۵۸-۵۹، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۹ھ

۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۳ھ، فتح المغنی بشرح الفیہ الحدیث ج ۱ ص ۱۰۵-۱۰۶، مطبوعہ دارالامام الطبری، ۱۴۱۲ھ

۳۔ علامہ احمد محمد شاہد، الباعث الحثیث ص ۲۲، مطبوعہ دار التراث القاہرہ ۱۳۹۹ھ

بزرگوار امام احمد محمد شاہ لکھتے ہیں:

۱۳۱۳ھ سند احمد مصر میں جو ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی، پھر مطبوعہ علیہ سے شائع ہوئی جس میں ہر حدیث کی تخریج کی گئی اور اس کی صحت اور ضعف کا بیان کیا گیا، اس تحقیق کے ساتھ اپنی ایک نو جلدوں میں سند احمد شائع ہوئی ہے جو چھ جلدوں والی سند کی ایک جلد اور دوسری کا ایک ٹکڑا ہے اور یہ ان شارائیت میں جلدوں میں مکمل ہوگی، ان نو جلدوں میں کل ۶۱۱۱ حدیثیں ہیں جن میں سے ۵۷۳۳ صحیح حدیثیں ہیں اور ۴۷۸ ضعیف حدیثیں ہیں اس طرح سند احمد میں ضعیف احادیث کی تعداد بارہ فی صد سے بھی کم ہے اور یہ حافظ ابن کثیر کے اس قول پر شاہ عادل ہے کہ: سند احمد میں سند اور متن کے لحاظ سے بہ کثرت ایسی حدیثیں ہیں جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ہم پلہ ہیں بلکہ اس میں ایسی احادیث بھی ہیں جو صحاح متہ میں نہیں ہیں (اختصار علوم الکبریٰ ص ۲۲) اور بے شک حافظ ابن کثیر دوسرے لوگوں کی بہ نسبت سند احمد کے بہت زیادہ عالم تھے۔ لہ

سند بزرگ کی فنی حیثیت کا بیان | حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں: سند بزرگ میں احادیث صحیحہ اور ضعیفہ کا مجملہ ذکر ہے، البتہ کہیں کہیں مصنف نے تفصیل کی ہے، اور جو راوی کسی حدیث میں متفرد ہو اس کا ذکر کرتے ہیں اور اگر اس کا کوئی تابع ہو تو اس کو بھی بیان کر دیتے ہیں۔ اور سند داری میں بہ کثرت ضعیف اور مرسل روایات ہیں لہ

مستدرک للحاکم کی فنی حیثیت کا بیان | جو حدیثیں، امام بخاری اور امام مسلم سے رہ گئی ہیں ان پر استدراک (اضافہ) کرنے کے لیے امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے مستدرک بھی جو چار کتبہ اور ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، امام حاکم نے امام بخاری اور امام مسلم کے راویوں سے حدیثیں روایت کیں یا ان دونوں کی یا ان میں سے کسی ایک کی شرط پر حدیثیں روایت کیں، اور جو حدیثیں ان کے اجتہاد کے مطابق صحیح تھیں خواہ وہ ان میں سے کسی ایک کی شرط کے مطابق نہ ہوں، حدیث کو صحیح قرار دینے میں وہ ضعیف المشرب تھے اور صحت کا فیصلہ کرنے میں متساہل تھے، اس لیے اولیٰ ہی سے کہ ہم متوسط قول اختیار کریں اور وہ یہ ہے کہ جس حدیث کو امام حاکم صحیح کہیں اور کسی اور امام نے اس حدیث کو صحیح نہ کہا ہو تو اگر وہ صحیح نہیں ہے تو کم از کم حسن ہے اس سے استدلال کیا جائے گا اور اس پر عمل کیا جائے گا بشرطیکہ اس میں کوئی علت نہ ہو جو اس کے ضعف کا موجب ہو۔ لہ

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

قاضی القضاۃ بدر الدین بن جماعة نے اس سے اختلاف کیا ہے کہ جب حاکم کسی حدیث کی تصحیح میں متفرد ہو تو اس کو حسن قرار دیا جائے گا وہ کہتے ہیں بلکہ تحقیق کی جائے گی اور اس حدیث کا صحیح حکم معلوم کیا جائے گا آیا وہ صحیح ہے، حسن ہے یا ضعیف ہے اور اس کے مطابق اس پر عمل کیا جائے گا۔ لہ

۱۔ مدار احمد محمد شاہ، البیروت، طبع دار التراث القاہرہ، ۱۳۹۹ھ

۲۔ حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التقیید والايضاح ص ۵۸، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ھ

۳۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ علوم الحدیث ص ۱۱۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ

۴۔ حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التقیید والايضاح ص ۳۰، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ھ

ما نظر ابن حجر مستقلان لکھتے ہیں :

مستدرک میں امام حاکم کی اضافہ کی ہوئی احادیث کی حسب ذیل تین قسمیں ہیں :

۱۔ جس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اس کو انھوں نے صحیحین یا ان میں سے کسی ایک کے راویوں سے روایت اجتماع پر روایت کیا ہے جس سے امام بخاری اور مسلم دونوں یا کسی ایک نے استدلال کیا ہو اور وہ علل سے محفوظ ہے۔ اس قسم کی حدیث مستدرک میں بہت نادر ہے۔

۲۔ جس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اس کی اسناد سے امام بخاری اور امام مسلم نے بطور استدلال حدیث روایت نہیں کی بلکہ شواہد، متابعات، تالیق وغیرہ میں اس سند کا ذکر کیا ہو، اس قسم کی احادیث، حدیث صحیح کے درجہ سے کم ہیں، بلکہ ان میں شاذ اور ضعیف بھی ہیں لیکن ایسی احادیث کی اکثریت حسن سے کم نہیں ہے اور ہر چند کہ امام حاکم متقدمین کی اتباع میں صحیح اور حسن میں فرق نہیں کرتے بلکہ امام ابن خزیمرہ اور امام ابن حبان ایسے اپنے مشائخ کی اتباع میں ان کو احادیث صحیحہ قرار دیتے ہیں لیکن یہ چیز ان کے اس دعویٰ کے خلاف ہے کہ مستدرک میں شیخین یا ان میں سے کسی ایک کی شرط پر احادیث ہیں۔

۳۔ جس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اس کی اسناد سے امام بخاری اور امام مسلم نے بطور استدلال حدیث روایت کی اور نہ یہ طور متابعات، اس قسم کی احادیث مستدرک میں بکثرت ہیں، امام حاکم ایسے بہت لوگوں سے حدیث روایت کرتے ہیں جو صحیحین میں نہیں ہیں لیکن وہ بدو دعویٰ نہیں کرتے کہ یہ ان میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں، اور بعض اوقات وہ ہم کے سبب سے ایسا دعویٰ کرتے ہیں، اور اس قسم میں مشکل سے کوئی ایسی حدیث ہوگی جو حدیث صحیح کے درجہ کو پہنچے، شیخین کی شرط پر جو تا بہت دور کی بات ہے۔
ہم اسے بیان کر وہ معیار کے اعتبار سے مستدرک میں جو احادیث شیخین یا ان میں سے کسی ایک شرط پر ہیں ان کی تعداد ایک ہزار سے بھی کم ہے۔
علامہ سیوطی لکھتے ہیں :

امام حاکم تصحیح حدیث میں متساہل ہیں، علامہ ترمذی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ حفاظ کا اس پر اتفاق ہے کہ حاکم کے شاگرد دہشتچی ان سے زیادہ سختی کرتے ہیں، ما نظر ابھی نے مستدرک کا خلاصہ کیا ہے اور مستدرک کی بکثرت احادیث کو ضعیف اور منکر قرار دیا ہے اور ایک رسالہ میں مستدرک کی تقریباً ایک سو موقوف احادیث جمع کی ہیں۔

ابو سعید مالینی نے کہا میں نے مستدرک کا اول سے آخر تک مطالعہ کیا اس میں ایک حدیث بھی صحیحین کی شرط پر نہیں ہے، ما نظر ابھی نے کہا یہ انتہائی غلو ہے، اور نہ اس میں شیخین کی شرط پر یا ان میں سے کسی ایک کی شرط پر بکثرت احادیث ہیں اور شاید اس کا مجموعہ نصف کتاب کے برابر ہو اور چوتھائی مستدرک میں دیگر تصحیح السند احادیث ہیں اور ان میں سے بعض میں ضعف یا علت ہے اور باقی چوتھائی میں ضعیف اور منکر روایات ہیں اور بعض موضوعات بھی ہیں۔

شیخ الاسلام (حافظ ابن حجر مستطانی) نے کہا کہ امام حاکم کے تساہل کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے کتاب کا مسودہ تیار کیا اور اس پر نظر ثانی کرنے سے پہلے ان کو موت نے آیا، (الی قولہ) علامہ نووی نے کہا ہے مستدرک کی جس حدیث کو متقدمین نے صحیح قرار دیا ہو نہ ضعیف، اگر اس میں منفع کی کوئی وجہ نہ ہو تو ہم اس کو حسن قرار دیں گے علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

امام حاکم متسائل ہیں اور انھوں نے ضعیف احادیث کو ایک ہی موضوع احادیث کو بھی صحیح قرار دیا ہے اس کی وجہ یا تو تعصب ہے کیونکہ ان پر تشیع کی تہمت تھی، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ انھوں نے اپنی عمر کے آخر میں مستدرک کو تصنیف کیا، اس وقت ان کے حافظہ میں تغیر ہو چکا تھا اور ان پر غفلت طاری تھی ان کو اس پر نظر ثانی کرنے کا موقع نہ مل سکا، حافظ ابن حجر مستطانی نے لکھا ہے کہ بعض راویوں کا حاکم نے کتاب الفضل میں ذکر کیا ہے اور ان کے روایت کرنے کو منع کیا ہے، پھر خود ان کی روایات کو مستدرک میں صحیح لکھا ہے، ان راویوں میں سے ایک راوی عبد الرحمن بن زید بن اسلم ہے، سان المیزان ج ۵ ص ۲۲۳ اس کا دلیل یہ ہے کہ مستدرک کے پہلے پانچویں حصہ میں باقی کتاب کی نسبت تساہل بہت کم ہے۔ ۵

شرح صحیح مسلم جلد ثالث کے ضخیمہ اور جلد سادس میں ہم نے امام حاکم کے تساہل کے متعلق بہ کثرت علماء کا آراء ذکر کی ہیں۔ مشہور کتب حدیث کے تنازع کے بعد ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ حدیث صحیح اور صحاح ستہ کے راویوں کی شرائط بیان کر دی جائیں۔

حافظ ابوبکر السخاوی لکھتے ہیں:

حدیث صحیح کے راوی کی شرائط کا بیان حدیث صحیح کے لیے چند شرائط ہیں:

- ۱۔ پہلی شرط اسلام ہے، کیونکہ مشرکین کی روایت کتاب، سنت اور اجماع سے مردود ہے، البتہ اگر کسی شخص نے حالت شرک میں کوئی روایت سنی پھر اس کو اسلام قبول کرنے کے بعد روایت کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔
- ۲۔ دوسری شرط عقل ہے، کیونکہ بچہ اور مجنون کی روایت مقبول ہوتی ہے نہ شہادت، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص مرفوع القلم ہیں، سولے والا سچا کہ بیدار ہو جائے، بچہ سچا کہ بالغ ہو جائے اور مجنون سچا کہ اس کی عقل صحیح ہو جائے۔
- ۳۔ تیسری شرط صدق ہے کیونکہ جھوٹا شخص یا تو حدیث میں جھوٹ بولے گا تو اس کی حدیث مردود ہے، خراہ وہ تو یہ کہ لے، اور یا وہ شخص لوگوں سے جھوٹ بولے گا اس کی حدیث بھی مردود ہے، اس طرح جو شخص ثانیین کو قبول کرنے میں مشہور ہو اور جس شخص کا روایت کرنے میں تساہل مشہور ہو اس کی حدیث بھی مردود ہے۔
- ۴۔ اس حدیث کا راوی مدلس نہیں ہو نا چاہیے۔

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۰۷-۱۰۸، مطبوعہ مکتبہ المدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ ص ۱۴۲
 ۲۔ علامہ ابوبکر عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، نسخ المصنف بشرح النبیۃ الحدیث ج ۱ ص ۴۰-۴۱، مطبوعہ دارالعلوم الطبری،

۵۔ اس حدیث کا راوی عادل ہونا چاہیے، عدالت سے یہ مراد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتا ہو اور منوعات سے اجتناب کرتا ہو اور صرف یہ کافی نہیں ہے کہ وہ کائنات سے مجتنب ہو بلکہ مناسبات پر اصرار کرنے سے بھی مجتنب ہو، اور ثبوت عدالت کے بعد اس میں کوئی ایسی چیز نہ پائی جائے جو عدالت کے منافی ہو۔ ان شرائط کے پائے جانے کے بعد اس میں سب ذیل شرائط کا مزید پایا جانا ضروری ہے:-

۱۔ اہل علم میں اس شخص کی یہ شہرت ہو کہ وہ حدیث کا طالب ہے اور حدیث کے ساتھ مشغول رہتا ہے۔

۲۔ اس شخص نے علماء حدیث سے سن کر امارت روایت کی ہو کتابوں سے دیکھ کر نہیں۔

۳۔ سماع حدیث کے وقت سے اس کو وہ حدیث منضبط ہو اور اپنے شیخ سے اس روایت کی اس کو تحقیق ہو اور حدیثیں نہ ہو۔

۴۔ وہ شخص حافظ دماغ اور بیدار مغز ہو اور اس پر غفلت طاری نہ ہوتی ہو۔

۵۔ اس شخص کو غلطی اور وہم بہت کم عارض ہوتا ہو، کیونکہ جو شخص کثیر الخطا اور غبی ہوگا اس کی حدیث مردود ہوگی۔

۶۔ وہ شخص سنجیدہ اور باوقار ہو۔

۷۔ وہ شخص خود اپنے ذہن اور بدعت سے مجتنب ہو، کیونکہ بدعتی کی وہ روایت مقبول نہیں ہوتی جو اس کی بدعت کی موید ہو۔

حدیث صحیح کے راوی کے یہ جامع اوصاف ہیں اور ان کے توابع اور لاحق ہیں جن کا پورا علم ہمارے تمام کے بعد ہی ممکن ہے۔

ائمہ صحاح ستہ کی شرائط کا بیان | ائمہ خمسہ کا محارج حدیث کے استنباط کی کیفیت میں الگ الگ مذہب ہے جو امام حدیث صحیح کو مند کے ساتھ روایت کرتا ہے وہ راوی کے مشائخ میں عدل کا اعتبار کرتا ہے اور جن ثقہ راویوں سے وہ مشائخ روایت کرتے ہیں ان میں سے اگر بعض راوی صحیح ہوں اور بعض میں ایسی صلاحیت نہ ہو تو ان کی حدیث کو صرف شواہد اور مقابلات کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے، اس کو ہم ایک مثال کے ساتھ واضح کرتے ہیں، مثلاً ہمیں معلوم ہے کہ اصحاب زہری کے پانچ طبقات ہیں اور ہر طبقہ کو اپنے بعد والے طبقہ پر ایک فرقیہ حاصل ہے، پس جو طبقہ اولیٰ کے راوی ہیں وہ غایت صحت میں ہیں اور وہ امام بخاری کا غایت مقصود ہیں، اور طبقہ ثانیہ کے راوی عدالت میں تو طبقہ اولیٰ کے مساوی ہیں لیکن طبقہ اولیٰ کے راوی کامل انضبط والا تقان اور زہری کے ساتھ طویل الملازمہ ہیں حتیٰ کہ وہ سفر اور حضر میں زہری کے ساتھ رہے اور طبقہ ثانیہ کے راوی زہری کے ساتھ تھوڑا عرصہ ملازم رہے اس لیے ان کو زہری کی امارت کا اتنا تجربہ نہیں ہے اور وہ ضعیف اور اتقان میں بھی پہلے مرتبہ سے کم ہیں اور یہ راوی امام مسلم کی شرط ہیں۔ اور طبقہ ثالثہ میں وہ راوی ہیں جو زہری کے ساتھ کثیر الملازمہ ہیں لیکن وہ شدید جرح سے محفوظ نہیں ہیں اس لیے وہ رد اور قبول کے درمیان ہیں، اور یہ امام ابو داؤد اور نسائی کی شرط ہیں، اور طبقہ رابعہ جو جرح اور تعدیل میں طبقہ ثالثہ کے مساوی ہیں لیکن یہ زہری کے ساتھ بہت کم عرصہ رہے اس لیے ان کو زہری کی حدیث کا بہت کم تجربہ ہے اور یہ امام ترمذی کی شرط ہے، درحقیقت امام ترمذی کی شرط امام ابو داؤد کی شرط سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ جب حدیث ضعیف ہو یا اس کا تخریج طبقہ رابعہ یا امام ترمذی اس حدیث کا ضعف بیان کرتے ہیں اور جب ضعف پر متنبہ کرتے ہیں اور ان کی حدیث شواہد و متابعت کے باب سے ہوتی ہے اور طبقہ خامسہ، ضعیف اور مجہولین کی جماعت

ہے ان احادیث کو ترجمۃ الباب کے اثبات کے لیے روایت کرنا جائز نہیں ہے البتہ امام ابو داؤد و ابن کثیر کے بطور اعتبار آمد استنباط روایت کرتے ہیں امام بخاری و مسلم ان سے بالکل روایت نہیں کرتے، (امام ابن ماجہ اس طبقہ کی روایات کا استیعاب کرتے ہیں)۔
طبقة اولیٰ: مثلاً، مالک، ابن عیینہ، عبید اللہ بن عمر، یونس و عقیل،
اصحاب زہری کے طبقات خمسہ کا بیان | شعیب بن ابی حمزہ وغیرہم۔

طبقة ثانیہ: مثلاً عبد الرحمن بن عمر اوزاعی، لیث بن سعد، یحییٰ بن راشد، عبد الرحمن بن خالد بن مسافر وغیرہم۔
 طبقة ثالثہ: سفیان بن حسین سلمیٰ، جعفر بن برقان، عبد اللہ بن عمر بن حفص العمری، زبید بن صالح المکی وغیرہم۔
 طبقة رابعہ: اسحاق بن یحییٰ کلبی، معاذ بن یحییٰ الصدقی، اسحاق بن عبد اللہ بن ابی فروہ مدنی، ابراہیم بن یزید مکی،
 مفتی بن الصباح وغیرہم۔

طبقة خامسہ: بحر بن کنیز، اسحاق حکم بن عبد اللہ اعلیٰ، عبد القدوس بن حبیب الدمشقی، محمد بن سعید مصلوب وغیرہم۔
 امام بخاری طبقہ اولیٰ سے استیعاب کرتے ہیں اور طبقہ ثانیہ سے انتخاب کرتے ہیں اور امام مسلم طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ سے استیعاب کرتے ہیں اور طبقہ ثالثہ سے انتخاب کرتے ہیں اور امام ابو داؤد اور امام نسائی پہلے تین طبقوں سے استیعاب کرتے ہیں اور طبقہ رابعہ سے انتخاب کرتے ہیں اور امام ترمذی پہلے چار طبقوں سے استیعاب کرتے ہیں اور طبقہ خامسہ سے انتخاب کرتے ہیں۔ اور امام ابن ماجہ پانچویں طبقہ سے بھی استیعاب کرتے ہیں۔

مناخسین کے لیے سند حدیث کی تصحیح، تحسین اور تضعیف کرنے کی تحقیق | حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

جب مختلف رسالوں میں ایسی صحیح الاسناد حدیثوں کو دیکھتے ہیں جو محسین میں درج نہیں ہیں اور نہ دیگر مستند حدیث نے ان احادیث کے متعلق اپنی تصنیفات میں صحت کی تصریح کی ہے تو ہم ان احادیث پر وثوق کے ساتھ صحت کا حکم کرنے کی ہمت نہیں کرتے، کیونکہ اس زمانہ کے لوگوں کو بعض اسانید کے اعتبار سے حدیث کی صحت کا ادراک نہیں ہے، کیونکہ ہر سند میں ایسے رجال مل جاتے ہیں جن کی روایت پر کچھ لوگوں نے اعتماد کیا ہو تا ہے حالانکہ وہ حفظ، ضبط اور اتفاق سے غاری ہوتے ہیں جو کہ حدیث صحیح کے لیے شرط ہے، اس لیے بالآخر حدیث صحیح اور حسن کی معرفت کا امر ائمہ حدیث کی طرف رجوع کرے گا جنہوں نے اپنی مستند اور مشہور تصانیف میں احادیث کے صحیح یا حسن ہونے کی تصریح کی ہے۔
 علامہ نزوی لکھتے ہیں:

جس شخص کی معرفت قوی ہذا درجہ کسی حدیث کو صحیح یا حسن قرار دینے پر قادر ہو میرے نزدیک زیادہ ظاہر ہے کہ اس کے لیے یہ امر جائز ہے۔

۱۔ حافظ ابو بکر محمد بن موسیٰ حازی متوفی ۵۸۳ھ، شروط الائمة الخمسة ص ۱۳۰۲ مطبوعہ رحیم آباد کراچی ۱۳۰۲ھ

۲۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۲ھ علوم الحدیث ص ۱۱۳ مطبوعہ مکتبہ علیہ مدینیہ منورہ ۱۳۸۶ھ

۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نزوی متوفی ۶۷۰ھ، تقریب النوادر مع التذیج ج ۱ ص ۱۴۳، مطبوعہ مکتبہ علیہ مدینیہ منورہ ۱۳۹۲ھ

حافظ ابن الدین عراقی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے حافظ ابن الصلاح کی مخالفت کی ہے اور انھوں نے اس کو جائز کہا ہے اور جن کو علامہ نووی نے ترجیح دی ہے اس پر محدثین کاٹل ہے، کیونکہ متاخرین کی ایک جماعت نے ان احادیث کو صحیح قرار دیا ہے جن کی صحت کے متعلق متقدمین کی تصریح نہیں ہے، حافظ ابن الصلاح کے ہاں حافظ ابن القطن صاحب کتاب بیان الوعظ والایہام متوفی ۶۲۸ھ نے متحد احادیث کو صحیح قرار دیا ہے، ان میں سے سند بزار کی یہ حدیث ہے "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے" حافظ ابن القطن نے کہا یہ حدیث صحیح ہے، اور حافظ ابن الصلاح کے ایک اور صاحب حافظ ضیاء الدین مقدسی متوفی ۶۲۳ھ نے احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا جس میں احادیث صحیحہ درج کرنے کا التزام کیا، اسی طرح حافظ ابی الدین منذری متوفی ۶۵۹ھ نے ایک رسالہ لکھا اور اس میں عقلمند ما تقدم من ذنبه و ما تاخره کے متعلق تمام حدیثیں درج کیں پھر اس طبقہ کے ہر کے حفاظ نے بھی تصحیح کی ان میں سے حافظ شرف الدین عبد المؤمن بن علی بن علی بن حنفیوں نے زمزم کے پانی سے متعلق حدیث جابر کی مرفوع حدیث کو صحیح قرار دیا اور ایک رسالہ میں اس سے متعلق احادیث کو درج کیا، پھر اس طبقہ کے قریب شیخ تقی الدین سبکی بن حنفیوں نے شفاء السقام نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں زیادت قبور سے متعلق احادیث جمع کیں۔ لے

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جب کوئی محدث کسی حدیث کو روایت کرے اور اس کی اسناد میں شروط صحت پائی جائیں اور محدث اس حدیث میں کسی علت پر مطلع نہ ہو تو اس حدیث پر صحت کا حکم لگانے سے کیا چیز مانع ہے، خواہ متقدمین سے کسی نے اس حدیث کی صحت کی تصریح نہ کی، موارد بہ کثرت ایسی حدیثیں ہیں جن کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں اور جس شخص کو بھی اس فن کا ذوق ہو گا وہ اس میں مناقشہ نہیں کرے گا۔ لے

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ حافظ ابن الصلاح کی دلیل یہ ہے کہ "حدیث صحیح میں جس درجہ کا ضبط مطلوب ہوتا ہے وہ اسانید میں نہیں ہے" اگر اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ تمام اسانید میں یہ شرط نہیں پائی جاتی تو یہ منور ہے، کیونکہ بعض اسانید میں رجال صحیح ہوتے ہیں اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ بعض اسانید ایسی ہیں تو اس سے یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ چونکہ کوئی سند صحیح نہیں ہے اس لیے اب کسی حدیث کو صحیح نہیں کہا جا سکتا۔ حدیث کی جو کتابیں مشہور ہیں ان میں یہ ضرورت نہیں ہے کہ ہم اس کتاب تک اپنی اسناد ثابت کریں، پھر حدیث کو روایت کریں، جیسے مسانید اور سنن ہیں، جب ان میں سے کوئی مصنف کسی حدیث کو روایت کرے اور اس حدیث میں صحت کی تمام شرائط پائی جائیں اور باہر محدث اس میں کسی علت پر مطلع نہ ہو تو اس حدیث کے لیے اس حدیث پر صحت کا حکم لگانا منور نہیں ہو گا خواہ متقدمین میں سے کسی نے اس حدیث کے متعلق صحت کی تصریح نہ کی ہو۔

۱۔ حافظ ترمذی ابن عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ التبیان فی الصلاح ص ۲۲-۲۳، مطبوعہ مکتبہ مطلیعیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۹ھ

۲۔ حافظ ابی الفتح احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ التلخیص علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۲۷۲، مطبوعہ ادارۃ التراث الاسلامیہ مدینہ منورہ ۱۴۰۲ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ حافظ ابن الصلاح کے کلام کا تقاضا یہ ہے کہ متقدمین کی تصحیح مقبول ہے اور متاخرین کی تصحیح مردود ہے اور اس سے یہ لازم آئے گا کہ صحیح حدیث مردود ہو جائے اور غیر صحیح حدیث مقبول ہو جائے، کیونکہ کئی ایسی احادیث ہیں جن پر امام متقدم نے صحت کا حکم لگایا اور متاخر اس کی کسی ایسی علت قاعدہ پر مطلق ہو جو صحت کے حکم سے مانع تھی، خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ وہ متقدم ان ائمہ میں سے ہو جو صحیح اور حسن میں فرق نہیں کرتے جیسے امام ابن کثیر، اور امام ابن حبان وغیرہ اس لیے وہ حدیث مردود ہوگی اور حافظ ابن الصلاح کے ذکر کردہ اعتبار سے اس کا مقبول ہونا لازم آئے گا۔

حافظ عسقلانی نے کہا تعجب ہے کہ ابن الصلاح تمام اسانید متاخرہ میں مام غلط کا دعویٰ کرتے ہیں اور متقدمین کی تصحیح کو قبول کرتے ہیں اور متقدمین کی تصحیح بھی متاخرین کے لیے اسی اسناد کے ساتھ متصل ہے جس میں وہ غلط کا دعویٰ کرتے ہیں اگر یہ غلط صحت اسناد کا حکم لگانے سے مانع ہے تو وہ اس تصحیح کو قبول کرنے کے حکم سے بھی مانع ہوگا یہ علامہ سخاوی کہتے ہیں:

حافظ ابن الصلاح کے معاصرین کی ایک جماعت نے متاخرین کے لیے حدیث کی تصحیح تحسین اور تضعیف کر جانے قرار دیا ہے، ان میں حافظ ابوالحسن قحطان، حافظ ضیاء الدین مقدسی، حافظ زک الدین مندرسی اور حافظ دمیاطی ہیں پھر اس کے بعد طبقہ بہ طبقہ حتیٰ کہ ہمارے شیخ تک تمام علماء حدیث، حدیث کی تصحیح تحسین اور تضعیف کرتے رہے ہیں اور یہ نودی نے یہ تصریح کی ہے کہ جو شخص اس پر قادر ہو اور اس کو اس کی قوی معرفت ہو اس کے لیے یہ امر جائز ہے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ نودی شافعی متوفی ۷۶۶ھ نے شرح مسلم اور شرح المہذب میں، اور علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۷۴۰ھ نے منہج میں، امام ابن الجوزی حنبلی متوفی ۷۵۹ھ نے کتاب الموضوعات اور الععل المتناہیہ میں، حافظ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے میزان الاطلاق میں حافظ زبیدی حنفی متوفی ۷۴۳ھ نے نصب الراية میں، حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۷۵۲ھ نے فتح الباری، درایہ اور مطالب عالیہ میں، حافظ الشیخی متوفی ۸۰۰ھ نے مجمع الزوائد، کشف الاستار اور رد وائد ابن حبان میں، حافظ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے عمدۃ القاری میں، علامہ سخاوی متوفی ۹۰۲ھ نے المقاصد الحسنہ میں، علامہ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے الاالی المصنوعہ میں اور طائیف قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ نے موضوعات کبیر میں، بہ کثرت احادیث کی تخریج اور تحقیق کی ہے اور کثرت احادیث کی تصحیح، حسن، تضعیف اور موضوع قرار دیا ہے اور اسانید کی تحقیق کا عمل مسلسل جاری ہے اور مصنف نے بھی شرح صحیح مسلم میں بہت سی احادیث کی تخریج اور تحقیق کی ہے اور ان کی اسناد کا تصحیح حسن، تضعیف یا موضوع ہونا بیان کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تخریج اور تحقیق کا یہ عمل کبھی جامد نہیں ہوگا بلکہ مسلسل جاری و ساری ہے۔

حدیث کی چند کتابوں کا تعارف کرانے کے بعد ہم علم حدیث کی چند اہم اور چند ضروری اصطلاحات کا بیان

الاستعانة بلیق۔

حدیث کا لغوی معنی قدیم کی ضد ہے اور اصطلاحی تعریف یہ ہے:

حدیث

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تہذیب الراوی ج ۱ ص ۱۴۷-۱۴۶، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ۔
 ۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المصنیث بشرح الفیتہ اکبریہ ج ۱ ص ۵۱۔ مطبوعہ دارالامام الطبری،

نقل ما اضيف الى النبي صلى الله عليه وسلم من قول او فعل او تقرير
يا وصف کی نسبت کی گئی ہے اس کے بیان کو حدیث کہتے ہیں۔

نقل ما صدر و ظهر عن النبي صلى الله عليه وسلم قول او فعل او تقریر یا وصف
مور یا جواپ کا غلطی وصف ظاہر ہو یا آپ کی غلطی نسبت ظاہر
ہو اس کے بیان کو حدیث کہتے ہیں۔

سنت میں سنت کا سنی ہے طریقہ اور سیرت، بعض علماء نے کہا سنت حدیث کے مترادف ہے اور
علامہ ابن اثیر نے سنت کی یہ تعریف کی ہے:

ما امر به النبي صلى الله عليه وسلم
نظم عنه وندب اليه قول او فعلا مما لم
ينطق به الكتاب العزيز
جس چیز کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور جس
چیز سے منع فرمایا اور جس چیز کو قول اور فعل سے پسندیدہ
قرار دیا، بشرطیکہ ان امور کا قرآن مجید میں ذکر نہ ہوا وہ
امور سنت ہیں۔

خبر اور حدیث مترادف ہے اور ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابی اور تابعی کی طرف جو قول
منسوب ہو وہ حدیث ہے اور خبر عام ہے خواہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو یا کسی اور کی
طرف، اسی وجہ سے جو حدیث میں مشمول ہو اس کو محدث اور جتائیکہ میں مشمول ہو اس کو اخباری کہتے ہیں۔
یہ حدیث کا مترادف ہے اور ایک قول یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین کے اقوال اور افعال کو اشر کہتے ہیں۔

اسناد اسناد رجال (راویوں) کا وہ سلسلہ جو متن حدیث تک پہنچائے۔

متن جس کلام تک پہنچ کر منقطع ہو جائے، یعنی حدیث کی عبارت۔

کتاب احادیث کے اسماء

مؤلف وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی مرویات الگ الگ جمع ہوں (۱۲) وہ حدیث مرفوعہ جس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔

صحیح جس کتاب کے مصنف نے صرف احادیث صحیحہ کا التزام کیا ہو جیسے صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ۔

جامع جس کتاب میں آئمہ عنوانوں کے تحت احادیث لائی جائیں اور وہ یہ ہیں۔ سیر، آداب، تفسیر، عقائد، فتن، احکام
اشراط، مناقب جیسے صحیح بخاری اور جامع ترمذی وغیرہ۔

۱۔ دلائل بن سلطان محمد القادی مترقی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۶، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ
۲۔ علامہ مجد الدین محمد جزیری المعروف بابن الاثیر مترقی ۶۰۶ھ، النہایت ج ۱ ص ۹۰، مطبوعہ مکتبۃ مطبوعات اسماعیلیان ایران، الطبعة الرابع، ۱۳۷۷ھ

سنن | جس کتاب میں فقط احکام سے متعلق احادیث ہوں جیسے سنن ابی داؤد، نسائی

معجم | جس کتاب میں ترتیب شیوخ سے احادیث لائی جائیں جیسے معجم طبرانی۔

مستخرج | جس کتاب میں کسی اور کتاب کی احادیث کو ثبات کرنے کے لیے ان احادیث کو مصنف کتاب کے شیخ یا شیخ الشیخ کی دیگر اسناد سے وارد کیا جائے۔ جیسے مستخرج لابی نعیم علی البخاری۔

مستدرک | جس کتاب میں مختلف ابواب کے تحت ان احادیث کو لایا جائے جو ان ابواب میں کسی اور مصنف سے روکی ہوں جیسے حاکم کی مستدرک علیٰ المعجمین۔

رسالہ | جس کتاب میں جامع کے اٹھ عنوانوں میں سے کسی ایک عنوان کے تحت احادیث ہوں جیسے امام احمد کی کتاب الزہد۔

جزء | جس کتاب میں صرف ایک موضوع پر احادیث ہوں جیسے امام بخاری کی جزء القراءة خلف الامام۔

اربعین | جس کتاب میں چالیس احادیث ہوں جیسے اربعین نوروی۔

امالی | جس کتاب میں شیخ کے املا درج کئے ہوئے فوائد حدیث ہوں جیسے امالی امام محمد۔

اطراف | جس کتاب میں حدیث کا صرف وہ حصہ ذکر کیا جائے جو بقیہ پر دلالت کرے اور پھر اس حدیث کے تمام طرق اور اسانید بیان کر دیے جائیں یا بعض کتب مخصوصہ کی اسانید بیان کی جائیں۔ جیسے اطراف المکتب الفخر لابی العباس اور اطراف المزنی۔

مصنف | جس کتاب کی ترتیب نقیہ ابواب پر ہو اور اسی میں آثار صحابہ اور اقوال تابعین و تابعین بہ کثرت ہوں۔

تعداد احادیث کا بیان | حافظ ابن حجر مکنی لکھتے ہیں:

امام ابو جعفر محمد بن حسین بغدادی نے کتاب التیسیر میں لکھا ہے کہ ثور بن شیبہ، یحییٰ بن سعید القطان، ابن ہدی اور امام احمد بن حنبل سے مروی ہے کہ بلا تکرار احادیث صحیحہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مستدری ہیں ان کی کل تعداد چار ہزار چار سو ہے، یہ وہ احادیث ہیں جو بالخصوص احکام سے متعلق ہیں۔

امام اسحاق بن راہویہ سے روایت ہے کہ ان کی تعداد سات ہزار سے زیادہ ہے۔ امام احمد بن حنبل نے کہا میں نے ابن مہدی سے سنا کہ حلال اور حرام سے متعلق آٹھ سو احادیث ہیں۔ امام اسحاق بن راہویہ نے بھی یحییٰ بن سعید سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

قاضی ابو بکر ابن العربی نے ذکر کیا ہے کہ صحیحین میں احکام سے متعلق تقریباً دو ہزار حدیثیں ہیں۔ امام ابو داؤد نے امام ابن المبارک سے نقل کیا ہے کہ حلال اور حرام سے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کل اقوال صرف کی تعداد نو سو ہے۔ ان مختلف اقوال کی توجیہ یہ ہے کہ ہر ایک نے ان احادیث کا شمار کیا ہے جو اس تک پہنچی ہیں

اس وجہ سے ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ لے

امام حاکم نیشاپوری لکھتے ہیں

یہ قول کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا عدد دس ہزار تک بھی نہیں پہنچتا! جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چار ہزار مردوں اور عورتوں نے احادیث کو روایت کیا ہے جو بیس سال سے زیادہ مکہ اور مدینہ میں آپ کی صحبت میں رہے اور انہوں نے آپ کے اقوال اور افعال کو محفوظ رکھا، اور آپ کی نیند اور آپ کی بیداری، آپ کی حرکات اور سکناات، آپ کے قیام اور قعود، عبادت میں آپ کا مجاہدہ، آپ کی سیرت، آپ کے سراپا اور مغازی، آپ کا مزاج اور آپ کا جھڑکنا، آپ کا خطبہ اور آپ کا کھانا پینا، آپ کا چلنا اور آپ کا خاموش رہنا، آپ کی گھروالوں کے ساتھ خوش طبعی اور آپ کا گھٹے کو سدھانا، مشرکین اور مسلمین کو خطوط لکھنا اور آپ کے عہود اور مواثیق، غرضیکہ صحابہ کرام نے ہر لحظہ اور ہر منٹ کے احوال کو یاد رکھا۔ اور یہ تمام امور عبادات اور حلال اور حرام سے متعلق ان احکام شریعت کے علاوہ ہیں جن کو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا اور یاد رکھا اور ان تمام قضایا اور فیصلوں کے ماسوا ہیں جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت امیر اور حاکم کے فیصلہ سنایا۔ کیا ان حالات میں ذرا دیر کے لیے بھی یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ ہزاروں صحابہ جو میدان جہاد میں در صف نظر آتے ہیں وہ کوئی حدیث بیان کیے بغیر اللہ تعالیٰ کے گھر سدھار گئے، فتح مکہ کے سال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ پہنچے تو آپ کے ساتھ پندرہ ہزار صحابہ تھے۔

امام احمد بن حنبل نے کہا احادیث صحیحہ کی تعداد سات لاکھ ہے۔ امام ابی بن راہویہ اپنے حافظ سے ستر ہزار احادیث کھوا دیتے تھے، حافظ ابی کریب نے کوفہ میں تین لاکھ احادیث بیان کیں، محدث ابی بکر بن ابی دارم کہتے ہیں کہ میں نے اپنی انگلیوں سے شمار کر کے ابی جعفر حضرمی سے ایک لاکھ حدیثیں سنی ہیں، محمد بن مسیب کا بیان ہے کہ جب میں مصر میں سفر کر رہا تھا تو میرے پاس ایک ہزار جزدو تھے اور ہر جزدو میں ایک ہزار حدیثیں تھیں درگرا کل دس لاکھ حدیثیں تھیں۔ لے

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ کتب خمسہ یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی اور سنن نسائی میں تقریباً کل احادیث موجود ہیں اور ان کے علاوہ بہت کم حدیثیں رہ جاتی ہیں۔ حافظ عراقی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ امام بخاری نے کہا مجھے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں، اور ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کی یہ مراد ہو کہ وہ احادیث مکررہ الا سانیہ ہیں اور ان میں موقوفات (اقادیل صحابہ) بھی ہیں۔ کیونکہ اگر ایک حدیث دو سندوں سے مروی ہو تو وہ محدثین کے نزدیک دو حدیثیں ہیں، اور ابن جابر نے اسنہل الروی میں یہ لکھا ہے یا امام بخاری کی مراد کثرت میں مبالغہ ہے لیکن پہلی ترجیح زیادہ قوی ہے۔ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اگر تمام مسانید، جوامع، سنن اور اجزاء وغیرہ کا متبع کیا جائے تو بڑا بڑا احادیث صحیحہ اور غیر صحیحہ کی کل تعداد ایک لاکھ کو بھی نہیں پہنچتی، بلکہ پچاس ہزار کو بھی نہیں پہنچتی، اور یہ بات بہت بعید ہے

لے۔ حافظ ابی القاسم احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، المکتب علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۲۹۹-۳۰۰، مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی، ۱۳۰۲ھ
لے۔ امام حاکم ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک علی اصول السنن، ص ۱۱-۹، مطبوعہ رحیم آبادی کراچی، ۱۳۱۱ھ

کہ ایک شخص کو اتنی حدیثیں یاد ہوں جو پوری امت میں سے کسی کو بھی یاد نہ ہوں، اس کو صرف اتنی ہی حدیثیں یاد ہوں گی جو اس نے اپنے وقت کے مشائخ سے روایت کی ہوں گی۔

امام ابن جریر نے کہا ہے کہ تمام احادیث کو حصر کرنے کا امکان بہت بعید ہے البتہ ایک جامعیت نے ان کے حصر اور تقسیم میں مبالغہ کیا ہے۔ امام احمد نے کائنات لاکھ سے زیادہ صحیح احادیث ہیں اور میں نے مسند میں سات لاکھ پچاس ہزار حدیثوں سے منتخب کر کے حدیثیں رکھی ہیں حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص پہلے ان حدیثوں کا شمار کرے جو اس کو مل گئی ہیں پھر ان حدیثوں کا شمار کرے جو اس سے رہ گئی ہیں تو احادیث کا شمار اس میں کہتا ہوں کہ متاخرین نے اس پر کام کیا ہے کیونکہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے بعد معاصرین نے ان احادیث کو جمع کیا جو کتب غصہ پر نازل ہیں، اور حافظ ابوالحسن عینی نے مسند احمد کی ان حدیثوں کو دو جلدوں میں جمع کیا جو صحاح ستہ پر نازل ہیں اور مسند بزار کی نازل حدیثوں کو ایک جلد میں جمع کیا، اور طبرانی کی معجم کبیر کی نازل حدیثوں کو تین جلدوں میں جمع کیا اور معجم اوسط اور معجم صغیر کی نازل حدیثوں کو دو جلدوں میں جمع کیا، اور ابوالخلیلی کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا اور ان تمام زوائد کو اسانید حدیث کر کے ایک کتاب میں جمع کیا اور اس کا نام مجمع الزوائد رکھا اور احادیث کی فتح حیثیت پر کلام کیا اور اس میں بہ کثرت صحیح حدیثیں ہیں، اور ابونعیم کی علیہ کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا، اور ابن حبان کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا اور اس کا نام موارد النظم رکھا، اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسحاق، ابن ابی عمر، مسدد، ابن ابی شیبہ، حیدری، عبد بن حمید، احمد بن منیع، اور طحاوی کی زوائد کو دو جلدوں میں جمع کیا اور مسند العزیز کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا، اور ہمامی صاحب شیخ زین الدین قاسم بن قسطلیہ حنفی نے سنن حارظی کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا اور میں نے امام بیہقی کی شعب الایمان کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا، ان کے علاوہ اور بھی بہ کثرت کتب حدیث موجود ہیں اور ان میں بہ کثرت زوائد ہیں، اس لیے ان سب کے مجموعہ کا عدد اگر اس عدد (سات لاکھ) کو پہنچ جائے تو کچھ بعید نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ان اقوال کا حاصل یہ ہے کہ حلال اور حرام اور احکام شرعیہ سے متعلق کل احادیث کی تعداد سات ہزار ہے، جیسا کہ امام آئین بن راجہ نے بیان کیا اور یہ احادیث مکملۃ الاسانید ہیں، اور ان کی تعداد بلا تکبار نو سو ہے جیسا کہ امام ابن کثیر نے بیان کیا ہے، اور کل احادیث صحیحہ و غیر صحیحہ کی مجموعی تعداد سات لاکھ پچاس ہزار ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبل نے بیان کیا، اور یہ احادیث مکملۃ الاسانید ہیں اور بلا تکبار کل احادیث کی تعداد تقریباً پچاس ہزار ہے جیسا کہ ابن جریر نے بیان کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:
علامہ ابن الاکفانی نے کہا ہے کہ علم حدیث کی دو قسمیں

علم الحدیث روایتی اور علم الحدیث درایتی کی تعریفات

ہیں ان علم الحدیث روایتی اور علم الحدیث درایتی۔

علم الحدیث روایتی کی تعریف یہ ہے:

یہ وہ علم ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال

ہو علم یشتمل علی اقوال النبی صلی اللہ

ان اقوال اور افعال کی روایت، ان کے ضبط اور ان کے الفاظ کی تحریر پر مشتمل ہو۔

عليه وسلم وافعاله وروايتها ضبطها و
تحريرها لفاظها۔

اور علم الحدیث روایت کی تعریف یہ ہے:

هو علم يعرف منه حقيقة الرواية و
شروطها وانواعها واحكامها وحال
الرواة وشروطهم واصناف المعرويات
وما يتعلق بها۔

یہ وہ علم ہے جس سے روایت کی حقیقت، اس کی شرائط، اس کی اقسام، اس کے احکام، راویوں کے احوال اور ان کی شرائط، مرویات کی اقسام اور ان کے تعلقات کی معرفت ہو۔

روایت کا معنی یہ ہے کہ سنت یا اثر کو نقل کیا جائے اور محدث یا اخبارنا کے الفاظ سے ان کی نسبت ان کے بیان کرنے والے کی طرف کی جائے، اس کی شرائط میں سے بعض یہ ہیں کہ اس روایت کے راوی نے اس روایت کو اپنے شیخ سے سنا ہو یا اس کو وہ روایت سنائی ہو، یا شیخ نے اپنی روایات کا مجموعہ اس کو دے کر اسے نقل کرنے کی اجازت دی ہو، روایت کی بعض اقسام یہ ہیں: مثلاً روایت کا متصل الاسناد ہو نا یا منقطع ہو نا، اور اس کے احکام یہ ہیں، قبول کرنا، یا مسترد کرنا، اور راویوں کے احوال یہ ہیں، عدالت اور جرح، اور روایت کو سننے اور اس کو بیان کرنے کی شرائط کا ذکر آئندہ آئے گا اور مرویات کی اقسام سے مراد کتب احادیث کی اقسام ہیں مثلاً مسند، معجم اور جند وغیرہ، اور تعلقات سے مراد حدیث کی دیگر اصطلاحات ہیں۔

اور شیخ عز الدین بن جریر نے یہ تعریف کی ہے:

علم الحديث علم بقوانين يعرف بها
احوال السند والمتن وموضوعه السند
والمتن وغاية معرفة الصحيح من
غيره۔

اور شیخ الاسلام البرافض ابن حجر عسقلانی نے یہ تعریف کی ہے:

راوی اور مروی کے احوال کی معرفت کے قواعد کا

معرفة قواعد المعرفة بحال الراوی و

علم۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ علم الحدیث روایت کا موضوع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے بحیثیت رسول اللہ اور اس کی تعریف یہ ہے:

علم يعرف به اقوال رسول الله صلى

علم الحدیث وہ علم ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور احوال کی معرفت حاصل ہو۔

الله عليه وسلم وافعاله و احواله۔

حدیث، متن اور سند کا معنی | متن کے طریق کی حکایت کو سند کہتے ہیں اور متن حدیث کے ان الفاظ کہتے ہیں جن کے ساتھ معانی قائم ہوں، حدیث کا معنی قدیم کے معنی حادثہ اور معلوم ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ حدیث کا اصطلاحی معنی یہ ہے: مَا يَصْنَفُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ جس چیز کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کی جائے وہ حدیث ہے۔

گویا کہ یہ قرآن مجید کے مقابلہ میں ہے، کیونکہ کلام اللہ قدیم ہے اور کلام رسول حدیث (حادثہ) اصطلاح طیبی نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابی اور تابعی کے قول، فعل اور تقریر پر حدیث کا اطلاق ہوتا ہے، اور کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو حدیث اور صحابی کے قول کو اثر کہتے ہیں اور کبھی اول الذکر کو حدیث مرفوعہ اور ثانی الذکر کو حدیث موقوفہ کہتے ہیں۔

محدث اور حافظ کی تعریف | شیخ فتح الدین نے یہ کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں محدث وہ شخص ہے جو علم الحدیث روایت و درایت کا ماہر ہو اور بہ کثرت روایوں اور مرویات پر مطلع ہو۔

حافظ الحدیث کو کس قدر احادیث یاد ہونی چاہئیں؟ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے کہا میں نے مسند کو ساڑھے سات لاکھ احادیث میں سے منتخب کیا ہے، اور امام ابو زرہ نے کہا امام احمد کو سات لاکھ احادیث حفظ تھیں، اور یحییٰ بن یسین نے کہا میں نے دس لاکھ احادیث اپنے ہاتھ سے لکھی ہیں، امام سجستانی نے کہا مجھے ایک لاکھ احادیث صحیحہ اور دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ حفظ تھیں، امام مسلم نے کہا میں نے اپنی مسند صحیحہ کو ان تین لاکھ احادیث سے منتخب کیا ہے جو میں نے خود سنی تھیں، حاکم نے مدخل میں لکھا ہے کہ کسی ایک حافظ حدیث کو پانچ لاکھ احادیث حفظ ہوتی تھیں، اور امام احمد کہتے تھے کہ سات لاکھ احادیث صحیح ہیں، اور ابو زرہ کو سات لاکھ احادیث حفظ تھیں، ان میں اشارہ صحابہ اور اقوال تابعین بھی شامل ہیں۔

ان اہم اصطلاحات کو بیان کرنے کے بعد اب ہم اقسام حدیث کو بیان کرتے ہیں: **تعدد اور تفرد کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم** | ہم ایک حدیث پہنچنے کے اعتبار سے حدیث کی دو قسمیں ہیں، خبر متواترہ اور خبر واحدہ۔

خبر متواترہ کی تعریف اور شرائط | تواتر کا لفظ معنی ہے کسی چیز کا یکے بعد دیگرے اور لگاتار آنا جب لگاتار بارش ہو تو عرب کہتے ہیں تواتر المطر، اور اصطلاحی معنی ہے:

مَا رَوَاهُ عِدَّةٌ كَثِيرَةٌ تَحِيلُ الْعَادَّةَ
تَوَاطُوهَا عَلَى الْكُتَابِ۔
کسی چیز کو اس قدر زیادہ لوگ بیان کرے کہ اسے ہر مقل کے نزدیک ان کا مجبوراً پرستش ہونا محال ہو۔

اس حدیث کو صحابہ کرام کے ایک جم غفیر نے روایت کیا ہے، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے، حافظ ابو بکر بزاز نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو چالیس صحابہ نے روایت کیا ہے، اور بعض حفاظ نے لکھا ہے اس کو ستر سے زیادہ صحابہ نے روایت کیا ہے جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں اور اس حدیث کے علاوہ دنیا میں اور کوئی حدیث نہیں ہے جس کو تمام عشرہ مبشرہ نے روایت کیا ہو، اور اس ایک حدیث کے علاوہ کوئی اور حدیث ایسی نہیں ہے جس کو ساتھ صحابہ سے زیادہ نے روایت کیا ہو (حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ بعض محدثین نے اس کا عدد اس سے بھی زیادہ بیان کیا ہے اور دن بدن اس کے عدد بڑھ رہے ہیں۔ لے

خبر متواتر کی دوسری قسم قرآن معنوی ہے اس کے متعلق علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

معنی متواتر احادیث یہ کثرت ہیں ان میں سے بعض کے متعلق حدیث ہے جو پچاس سے زیادہ صحابہ سے مروی ہے موزوں پر مسج کی حدیث ستر صحابہ سے مروی ہے، نماز میں رفع یدین کرنے کی حدیث پچاس صحابہ سے مروی ہے نصرت اللہ ایمان سمع مقالہ حتی۔ اللہ اس کو تکرار تازہ رکھے جس نے میری حدیث سنی "یہ تقریباً تیس صحابہ سے مروی ہے" اور قرآن مجید سات حرفوں پر نازل ہوا "یہ حدیث ستائیس صحابہ سے مروی ہے، جس نے اللہ کے لیے مسجد بنائی، اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا، یہ حدیث بیس صحابہ سے مروی ہے، اسی طرح "ہر نشہ آور چیز حرام ہے" اسلام ابتداء میں اجنبی تھا" منکر و بیکر کا سوال" اور بہت سی احادیث معنی متواتر ہیں۔ لے

خبر الاحاد کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کی اقسام | احاد، احد بمعنی واحد کی جمع ہے، از روئے لغت خبر واحد وہ حدیث ہے جس کو ایک شخص روایت کرے۔ خبر واحد کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

هو ما لم یجمع شروط المتواتر۔ جس حدیث میں خبر متواتر کی کوئی ایک شرط نہ ہو

وہ خبر واحد ہے۔

خبر واحد کی تین قسمیں ہیں، مشہور، عزیز اور غریب۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حدیث مشہور کی تعریف

حدیث مشہور ایک رائے کے مطابق حدیث مستفیض ہے اور بعض ائمہ نے فرق کیا ہے کہ مستفیض وہ حدیث ہے جس کی ابتداء اور انتہاء میں کثرت طرق برابر ہوں اور حدیث مشہور اس سے عام ہے۔

المشہور هو المستفیض علی رأی ومنہم من غایب بین المستفیض والمشہود بان المستفیض یکون فی ابتداء و انتہاء سوا و المشہور اعم من ذلك۔ لے

لے۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمان شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۲۳۲-۲۳۳، مطبوعہ مکتبہ علیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

لے۔ علامہ علاء الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۱۸۰-۱۸۱، مطبوعہ مکتبہ علیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

لے۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ النکاح ص ۱۳، مطبوعہ رحیم آبادی کراچی

ہیں، اصل سند سے مراد یہ ہے کہ سند کے اوّل میں تفرّد ہو، مثلاً صحابی سے صرف ایک تابعی روایت کرے، اس کی مثال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ولّار کی بیع اور حبس سے منع فرمایا ہے، اس کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے اور ان سے اس کی روایت میں عبداللہ بن وینار متفرد ہے، اور کبھی اس متفرد سے پھر ایک راوی متفرد ہوتا ہے مثلاً حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایمان کے ستر سے زیادہ حقے ہیں اور انھیں حصہ لا الہ الا اللہ کہنا ہے، اس حدیث اس میں حضرت ابو ہریرہ سے ابو صالح تابعی متفرد ہے اور ابو صالح سے عبداللہ بن وینار متفرد ہے اور کبھی یہ تفرّد تمام راویوں میں مستمر رہتا ہے، مستند بنار اور طبرانی کے معجم اور سطح میں اس کی بہت مثالیں ہیں۔

غریب کی دوسری قسم فرد نسبی ہے، اس میں اثنام سند میں تفرّد ہوتا ہے، اس کو غریب نسبی اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں شخص واحد کے اعتبار سے تفرّد ہوتا ہے اگرچہ وہ حدیث فی نفسہ مشہور ہوتی ہے مثلاً امام مالک از نافع از ابن عمر ایک حدیث روایت کرتے ہیں، پھر کوئی راوی امام مالک سے اس حدیث کو روایت کرتا ہے اور امام مالک سے روایت واسے راوی کی کوئی اور راوی کی متابعت نہیں کرتا اور نافع سے راویوں کی ایک جماعت روایت کرتی ہے تو یہ حدیث امام مالک سے روایت کے اعتبار سے فرد ہے اگرچہ فی نفسہ مشہور ہے۔

فرد کا اکثر اطلاق فرد مطلق پر ہوتا ہے اور غریب کا اکثر اطلاق فرد نسبی پر ہوتا ہے۔
قوت اور ضعف کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم | خبر الامام یعنی مشہور و عزیز اور غریب کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

۱۔ مقبول یہ وہ قسم ہے جس میں خبر کا صدق راجح ہوتا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے استدلال کرنا جائز ہے، اور اس کے مقتضی پر عمل کرنا واجب ہے۔

دو۔ مردود یہ وہ قسم ہے جن میں خبر کا صدق راجح نہیں ہوتا، اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کے مقتضی پر عمل کرنا واجب ہے۔ مقبول اور مردود میں سے ہر ایک کی متعدد اقسام ہیں جن کا ذکر اب آ رہا ہے۔

حدیث مقبول کی حسب ذیل اقسام ہیں:

حدیث مقبول کا بیان

۱۱۔ صحیح لذاتہ (۲) صحیح لغيرہ (۳) حسن لذاتہ (۴) حسن لغيرہ۔
 لذت میں صحیح مندرست یعنی بخار کی ضد کو کہتے ہیں اور اس کا اصطلاحی معنی حسب ذیل ہے
 علامہ نووی نے حدیث صحیح لذاتہ کی یہ تعریف کی ہے:-

حدیث صحیح کی تعریف

هو ما اتصل بسندہ بالعدول الصّابطين
 من غير شذوذ ولا علة۔
 جس حدیث کی سند متصل ہو اور اس کے راوی عادل اور تمام الضبط ہوں وہ حدیث غیر شاذ اور غیر منقطع ہو۔

صحیح حدیث کی تعریف میں مندرجہ ذیل امور کا اعتبار ہے:

۱۔ علامہ ابن سبطان محدث قاری متوفی ۱۰۱۲ھ، شرح شرح منجۃ الفکر ص ۵۰-۴۹، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب التواوی مع التدریب ج ۱ ص ۲۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

الحديث الذي لا يدخل رجال استأذنه
من مستور له تتحقق اهليته غير انه ليس
مغفلا كثيرا خطأ فيما يرويه ولا هو متهم
بالكذب في الحديث اي لم يظهر منه تعدد
الكذب في الحديث ولا سبب اخر مفسق
ويكون متن الحديث مع ذلك قد عرف
بان روى مثله او نحوه من وجه اخر او
اكثر حتى اعتضد بمنا بعة من تابع راويه
على مثله او بماله من شاهد وهو روى حديث اخر نحوه
فيخرج بذلك عن ان يكون شاذاً ومنكولاً له

امام ترمذی کہتے ہیں:

كل حديث يروي لا يكون في استأذنه من
يتهم بالكذب ولا يكون الحديث شاذاً ويروي من
غير وجه ونحو ذلك فهو عندنا حديث حسن
علامہ ترمذی کہتے ہیں:

الحسن: قال الخطابي هو ما عرف مخرجه
واشتهر رجاله
علامہ سیرطی کہتے ہیں:

وقال الطبري لو قيل الحسن مسند عن
قرب درجة الثقة او مرسل ثقة او ما روى
كلاهما من غير وجه وسلم من شذوذ وعلة
لكان اجمع الحدود

وقال شيخنا الامام تقي الدين الشافعي

حسن الحديث كاستدراك روى مستور من ان كالبیت
متحقق نہ ہو، البتہ وہ اپنی روایت میں مغفل اور کثیر الخطا نہ
ہو، یعنی حدیث میں اس کا عمدہ جھوٹ ہونا ظاہر نہ ہو، اور
نہ کسی وجہ اس میں فسق ہو، اس کے باوجود اس حدیث کا متن
معروف ہو، بایں طور کہ وہ حدیث اٹنی الفاظ کے ساتھ یا
اس کے ہم معنی دوسرے الفاظ کے ساتھ کسی اور سند
یا اسانید کے ساتھ بھی مروی ہو، چنانچہ اگر اس حدیث کی اس
کے متابع یا اس کے شاہد کے ساتھ اس کی تصدیق ہو،
حتیٰ کہ وہ حدیث شاذ یا منکول ہونے سے خارج ہو جائے۔

ہر وہ حدیث جس کی سند میں ایسا راوی نہ موجود متہم
بالکذب ہو اور نہ وہ حدیث شاذ ہو، اور وہ حدیث مستور
اسانید سے مروی ہو تو وہ حدیث ہمارے نزدیک حسن

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حدیث حسن وہ ہے
جس کا مخرج معروف ہو اور جس کی سند مشہور ہو۔

علامہ طبرسی نے کہا کہ جس راوی کا درجہ ثقہ کے قریب
ہو اس کی متقل حدیث میں یا ثقہ راوی کی مرسل حدیث ہو
اور یہ دونوں منقولہ اسانید سے مروی ہوں اور غیر شاذ اور غیر
مسئل ہوں تو یہ حدیث حسن ہے۔ اور یہ جامع اور منضبط
تقریفات ہے۔

ہمارے شیخ امام تقی الدین شافعی نے کہا ہے کہ حسن

۱۔ حافظ ابو عمر عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری المنوف بایں اصلاح متوفی ۶۴۲ھ علوم الحدیث میں ۵۶۵ء مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۶ھ

۲۔ امام ابو نعیم محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۶۹ھ، جامع ترمذی میں ۵۶۵ء مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب گواچی

۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف ترمذی متوفی ۶۵۶ھ، تقریب التواوی مع التدریب ج ۱ ص ۱۵۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۴۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۵۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

وہ حدیث متصل ہے جس کے عادل راوی کا ضبط کم ہو اور وہ منکر الحدیث ہونے سے بری ہو اور اس کی حدیث شاذ اور مطلق نہ ہو۔

بلقیثی نے کہا حسن وہ حدیث ہے جو صحیح اور ضعیف کے درمیان متوسط ہو۔

اگر حدیث صحیح کا تمام شرائط پائی جائیں صرف راوی کے ضبط میں کمی ہو تو وہ حدیث حسن لذاتہ ہے کیونکہ اس کا حسن کسی خارجی امر یعنی تصدیق طرق روایت کا وجہ سے نہیں ہے۔ حدیث حسن نیزہ دراصل حدیث ضعیف ہے جب وہ حدیث متعدد سندوں کے

الحسن بخیر متصل قل ضبط راویہ العدل و ارتفع عن حال من يعد تفرده منکرا و ليس بشاذ ولا معلل۔

قال البلقيثي الحسن لما توسط بين الصحيح والضعيف۔ ثم ما نظر ابن حجر عسقلاني فكتب في:

فإن خف الضبط والمعاد مع بقية الشروط المتقدمة في حد الصحيح فهو الحسن لذاته لا لشيء خارج۔

حدیث حسن لغیرہ کی تعریف

ما نظر ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

وهو الذي يكون حسنه بسبب الاعتضاد نحو حديث المستور اذا تعددت طرقه۔

اس کی مثال یہ ہے: امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عاصم بن عبد الله قال سمعت عبد الله بن عاصم بن ديبعة عن ابيه ان امرأة من بني فزاراة تزوجت علي بنعلين فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ارضيت من نفسك ومالك بنعلين قالت نعم قال فاجازة وفي الباب عن عمار وابي هريرة وسهل بن سعد وابي سعيد والنس وعائشة وجابر وابي حمزة الاسلمي حديث عاصم بن

حدیث حسن لغیرہ وہ حدیث ہے جس کا حسن تقریر کا وجہ سے ہو مثلاً مستور اسماء کی حدیث جب اس کی متعدد اسانید ہوں۔

عاصم بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عامر بن رمیہ سے سنا وہ اپنے والد عامر بن رمیہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنو فزارہ کی ایک عورت نے دو جوڑوں کے عرض نکاح کر لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے پوچھا کیا تم اپنے نفس اور مال کے بدلہ میں دو جوڑوں کے معاوضہ پر راضی ہو؟ اس نے کہا ہاں! تو آپ نے اس نکاح کی اجازت دے دی۔ اس باب میں حضرت عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت علی بن

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی مترقی ۹۱۱ ص ۱۴۰۔ ۱۵۴، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدنیہ مغربہ ۱۳۹۲ھ

۲۔ تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۱۶

۳۔ ما نظر ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی مترقی ۸۵۲ ص ۸۵۲، شرح منجۃ النکر ص ۳۲، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

۴۔ شرح منجۃ النکر ص ۱۳۲

ربیعہ حدیث حسن صحیح - ۱۰

حضرت ابو سعید، حضرت انس، حضرت عائشہ، حضرت جابر
اور حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی حدیث مروی ہے۔ اور عامر
بن ربیعہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

یہ حدیث چونکہ متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے اس لیے حسن لغیرہ ہے۔

امام ترمذی جب کسی حدیث کو حسن صحیح کہتے ہیں تو اس کی متعدد توجیہات ہیں۔

(۱) یہ حدیث حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ ہے۔

(۲) یہ حدیث بعض سندوں کے اعتبار سے حسن اور بعض سندوں کے اعتبار سے صحیح ہے۔

(۳) مصنف کو اس کے صحیح یا حسن ہونے میں تردد ہے۔

اس کی مزید توجیہات ہم نے تذکرۃ المحدثین میں بیان کی ہیں، اس مقدمہ میں جامع ترمذی کی فنی حیثیت میں ان کا
ذکر کیلئے ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

حدیث حسن جواز استدلال میں بمنزلہ صحیح ہے، اگرچہ یہ قوت میں اس سے کم ہے، اسی وجہ سے ایک جماعت
نے اس کو صحیح کی قسم میں درج کیا ہے، اور جب محدثین یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن الاسناد ہے یا صحیح الاسناد ہے تو ان کا
یہ قول اس قول سے کم مرتبہ کا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا حسن ہے، کیونکہ کبھی سند صحیح یا حسن ہوتی ہے اور متن اس طرح
نہیں ہوتا کیونکہ اس میں کوئی شذوذ یا غلطی ہوتی ہے، اور جب کوئی مستند حافظ اس پر اقتدار کرے تو اس کا مطلب
ہے کہ وہ متن کی تصحیح یا تحسین کر رہا ہے۔ اور امام ترمذی جو یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے تو اس کا مطلب ہے
اس کی در سندیں ہیں ایک کا تقاضا صحت ہے اور دوسری کا حسن۔ ۱۱

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جب امام ترمذی یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اس وقت یہ اشکال ہوتا ہے کہ حدیث حسن وہ ہوتی
ہے جو کئی سندوں سے مروی ہو اور غریب کی صفت ایک سند ہوتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی کے نزدیک
حدیث حسن کئی سندوں سے مروی ہوتی ہے اور چہرے کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے اور جب امام ترمذی کہتے ہیں کہ
یہ حدیث حسن غریب ہے تو یہاں ان کا حسن کہنا جمہور کی اصطلاح پر ہے۔ ۱۲
خلاصہ یہ ہے کہ اگر حدیث صحیح کی صفات میں سے صحت راوی کے ضبط میں کمی ہو اور اس کمی کی تلافی متعدد طرق روایت
سے ہو جائے تو وہ حدیث صحیح لغیرہ ہے اور اگر متعدد طرق روایت سے اس کمی کی تلافی نہ ہو تو وہ حدیث حسن لذاتہ ہے
اور اگر راوی میں ضبط کے علاوہ عدالت میں بھی کمی ہو اور اس کی تلافی تعداد سانید سے ہو جائے تو یہ حدیث حسن لغیرہ

۱۰۔ امام ابو نعیم محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۷۹، مطبوعہ نوریہ دارالحدیث کتب کراچی

۱۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النوادی من التدریب ج ۱ ص ۱۶۸-۱۷۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۱۲۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نہجۃ النکرات ص ۳۷۴، مطبوعہ رحیم الکریم کراچی

ہے اور اگر یہ کمی تعدد و اسانید سے دور نہ ہو تو پھر یہ حدیث ضعیف ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی کے کلام سے یہی علوم ہوتا ہے کہ حدیث حسن لذاتہ میں تعدد طرق روایت کی قید نہیں ہے
لیکن حافظ ابن الصلاح اور امام ترمذی وغیرہ سے جو حدیث حسن کی تعریف منقول ہے اس میں یہ قید ہے۔
واعل تارسی شرح نخبۃ الفکر کی شرح میں لکھتے ہیں:

فکل عن الحسن لا لذاتہ والصحیح
لا لذاتہ انما یحصل بکثرة الطرق الا ان
الراوی الصحیح ظاہر العدالة وراوی الحسن
مستور العدالة بلہ

حدیث حسن لغیرہ اور حدیث صحیح لغیرہ دونوں کا تعلق
کثرۃ طرق اور اسانید سے ہوتا ہے، مگر صحیح لغیرہ کے
راوی کی عدالت ظاہر ہوتی ہے اور حدیث حسن لغیرہ کی
عدالت مستور ہوتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث حسن لذاتہ کی عدالت ظاہر ہوتی ہے اس کے صرف ضبط میں کمی ہوتی ہے
اور تعدد طرق سے اس کی تلافی نہیں ہوتی، حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب میں اسی کی تعریف کی ہے، اور حدیث
حسن لغیرہ میں ضبط میں کمی اور عدالت مستور ہوتی ہے اور اس کی تلافی تعدد طرق سے ہو جاتی ہے۔

حدیث مرود کا بیان | حدیث مرود وہ حدیث ہے جس میں خبر کا صدق طبع نہ ہو، اور اس کی وجہ خبر مقبول کی
ایک یا ایک سے زائد شرائط کا فقدان ہے۔ علماء اصول حدیث نے خبر مرود کی پانچ
سے زیادہ اقسام بیان کی ہیں اور ان میں سے اکثر کا مستقل نام رکھا ہے، اور بعض اقسام کا کوئی مستقل نام نہیں
ہے ان کو وہ صرف ایک عام نام "ضعیف" کے ساتھ موسوم کرتے ہیں۔

حدیث کے مرود ہونے کے اسباب تو بہت ہیں لیکن عام سبب دو ہیں (ا) سند سے کسی راوی کا سقوط۔
(ب) راوی میں ظن، اور ان دو سببوں کے تحت متعدد اقسام ہیں، ہم ان شاء اللہ عنقریب ان پر تفصیلی بحث کریں
اور سبب سے پہلے ہم حدیث ضعیف سے اجہاد کرتے ہیں، فنقول وبالله التوفیق وبہ الاستعانة یدق۔
حدیث ضعیف کی تعریف | لغت کے اعتبار سے ضعیف قوی کی ضد ہے، اور ضعف جسی بھی ہوتا ہے
اور معنی بھی اہل کتاب ہے اور یہاں ضعف سے مراد معنوی ہے۔ اور حدیث

ضعیف کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

حافظ ابن الصلاح کہتے ہیں:

ہر وہ حدیث جس میں حدیث صحیح اور حدیث حسن کی ایک یا ایک سے زائد صفات نہ ہوں وہ حدیث ضعیف
ہے، علامہ ابو حاتم بن حبان بستی نے اس کی انچالی اقسام بیان کی ہیں۔ (الی قولہ) حدیث ضعیف کی اقسام میں سے
چند مشہور ہیں اور ان کا معروف نام ہے وہ یہ ہیں: موضوع، مقلوب، شاذ، معلل، مضطرب، مرسل، منقطع اور معطل۔
حدیث ضعیف کی مثال یہ حدیث ہے:

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ شرح نخبۃ الفکر ص ۱، مطبوعہ مکتبۃ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ۔ ۱۳۸۶ھ
۲۔ حافظ ابو عمر عثمان بن عبد الرحمن شہر قزوینی المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۲ھ علوم الحدیث ص ۳۸۔ ۳۷، مطبوعہ مکتبۃ علمیہ مدینہ منورہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں؛ جس شخص نے عائشہ سے وطی کی، یا کسی عورت کی وہ میں وطی کی یا جو شخص کسی کاہن کے پاس گیا اس نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل شدہ روین کا انکار کیا۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اتق حائضاً و امرأۃ فی دبرھا و کاھناً فانتہ کفراً بما انزل علی محمد یلہ

امام ترمذی اس حدیث کے مستقیب لکھتے ہیں:

امام بخاری نے سند کے اعتبار سے اس حدیث

وضعت محمد هذا الحدیث من قبل

استنادہ -

کو ضعیف قرار دیا ہے۔

پہلے ہم حدیث ضعیف کی وہ اقسام بیان کریں گے جو سند میں راوی کے سقوط کے اعتبار سے ہیں، پھر وہ اقسام بیان کریں گے جو راوی میں ظن کے اعتبار سے ہیں۔

سقوط راوی کے اعتبار سے حدیث ضعیف کی اقسام | اس سے مراد یہ ہے کہ راوی نے سلسلہ سند میں غیر عمدہ ساقط کر دیا ہو، سند کے اول سے، آخر سے یا اثناء سند سے خواہ یہ سقوط ظاہر ہو یا خفی۔ ظہور و خفاء کے اعتبار سے سلسلہ سند سے راویوں کے سقوط کی دو قسمیں ہیں:

(۱) - سقوط ظاہر: سقوط کی اس قسم کی معرفت میں ائمہ حدیث اور عام علماء حدیث دونوں مشترک ہیں، یہ سقوط راوی اور اس کے شیخ کے درمیان ملاقات نہ ہونے سے پہچانا جاتا ہے، اس کا ایک سبب یہ ہے کہ راوی نے اپنے شیخ کا زمانہ نہیں پایا، دوسرا سبب یہ ہے کہ راوی نے اپنے شیخ کا زمانہ تو پایا لیکن اس سے ملاقات نہیں کی (اور نہ راوی کو شیخ سے اجازت حاصل ہے، بایں طور کہ شیخ نے کہا ہو کہ میں نے اپنی روایات کو اپنے زمانہ والوں کو روایت کرنے کی اجازت دی، اور نہ اس کو شیخ سے رجوع حاصل ہو بایں طور کہ راوی اپنے شیخ کے خط کو پہچانتا ہو اور اسے اس خط میں شیخ کی سرروایات مل گئی ہوں، اس کو جاننے کے لیے راوی کی تائید جاننے کی ضرورت پیش آئے گی، جس سے اس کے پیدا ہونے، فوت ہونے، طلب علم کے اوقات اور سفر طلب علم کے اوقات کا پتا چلے گا۔

علماء حدیث نے سقوط ظاہر کے اعتبار سے حدیث کی چار قسمیں کی ہیں، (۱) معلق (۲) مرسل (۳) معضل (۴) منقطع۔ (ب) سقوط خفی: یہ وہ قسم ہے کہ سواد ان ماہر ائمہ کے جو طرق حدیث اور علل حدیث پر مطلع ہوتے ہیں اور کوئی ان کی معرفت حال نہیں کر سکتا، اس کی دو قسمیں ہیں مدلس اور مرسل خفی۔

حدیث معلق کی تعریف اور اس کا حکم | تلبیخ کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ لٹکانا اور حدیث معلق

چیز کی طرح ہو گئی جو چھت سے لٹکی ہوئی ہو، اس کی اصطلاحی تفریق یہ ہے:
حافظ ابن حجر مستطانی لکھتے ہیں:

إذا كان السقط من مبادئ السند من تها
المصنف فهو المعلق . جب مصنف کے تصرف سے سند کے اوّل سے
راوی کو ساقط کر دیا جائے تو وہ حدیث معلق ہے .

حدیث معلق کی ایک صورت یہ ہے کہ پوری سند کو ساقط کر دیا جائے مثلاً کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا، یا صحابی کے سوا تمام سند کو حذف کر دیا جائے مثلاً حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا یا تابعی اور صحابی کے سوا تمام سند کو حذف کر دیا جائے مثلاً تابع حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا، ۔

اس کی مثال یہ ہے: امام بخاری فرماتے ہیں:

قال النبي صلى الله عليه وسلم أحب الدين
إلى الله الحنيفّة السمحة . نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک
پسندیدہ دین وہ ہے جس میں شرک سے اعراض ہوا
سہل ہو۔

قال انس حسر النبي صلى الله عليه وسلم
عن فخذة . حضرت انس نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنی ران سے کپڑا ہٹایا۔
حضرت ابن عباس، حضرت جرہد اور حضرت محمد بن
رضی اللہ عنہم میں سے حدیث معلقہ سے روایت کرتے ہیں
کہ ران عورت (واجب الستر) ہے۔

ديروى عن ابن عباس وجوهه ومحمد
بن جحش عن النبي صلى الله عليه وسلم
الفخذ عورة .

حافظ ابن حجر مستطانی لکھتے ہیں:

حدیث معلق کو مردود کی اقسام میں اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ جس راوی کو حذف کیا گیا ہے اس کا حال معلوم نہیں ہے اور
اگر اس راوی کا کسی اور سند میں مذکور نہ ہو نا معلوم ہو جائے (اور وہ قطعاً ہو) تو اس حدیث پر صحت کا حکم لگایا جاتا ہے اور
اگر مصنف یہ کہے کہ میں نے جن تمام راویوں کو حذف کیا ہے وہ سب قطعاً ہیں تو یہ تبدیل علی الاہام ہے۔ اور جہود کے نزدیک
یہ حدیث اس وقت تک مقبول نہیں ہے جب تک کہ اس راوی کا ذکر نہ کیا جائے۔ لیکن حافظ ابن الصلاح نے یہ کہا ہے
کہ اگر وہ کسی ایسی کتاب کی حدیث کی سند میں مذکور ہو جس کے مصنف نے صحت کا التزام کر لیا ہو، جیسے امام بخاری اور امام
مسلم تو اس حدیث کو مصنف جب جزم کے ساتھ ذکر کرے گا مثلاً ذکر ابن عباس، یا دیلمی، یا قتال القیس صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ حافظ ابن الفضل احمد بن علی بن حجر مستطانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۵۰-۵۱، مطبوعہ ریحم اکیڈمی کراچی

۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰، مطبوعہ نور محمدیہ مطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۳۔ " " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۳

۴۔ " " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۳

منقول ہو یا مرسل۔ اور امام ابو نعیم ہاضمی اور امام ابو الوہید باہمی مانگی یہ کہتے ہیں کہ اگر راوی ثقہ وغیرہ ثقہ دونوں کو چھوڑنا ہو تو اس کی حدیث اتفاقاً مقبول نہیں ہے۔ ۱۰

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حدیث مرسل کی فضیلت

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جو حدیث تسرون ثلاثہ کی مرسل ہو وہ فقہاء اہل خانہ کے نزدیک مقبول ہے ورنہ نہیں، کیونکہ حدیث میں ہے ”پھر کذب عام ہو جائے گا“ اس حدیث کو امام نسائی نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور امام ابن جریر نے یہ کہا ہے کہ تمام تابعین کا اس پر اجماع ہے کہ حدیث مرسل مقبول ہوتی ہے اور ان میں سے کسی کا اس سے انکار منقول نہیں ہے، اور ان کے بعد دو سو سال تک ائمہ میں سے کسی کا انکار منقول نہیں ہے، حافظ ابن عبد البر نے یہ کہا کہ امام شافعی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے حدیث مرسل کو مسترد کیا ہے، اور بعض ائمہ نے تو حدیث مرسل کو مسترد (منقول) پر بھی ترجیح دی ہے انہوں نے کہا جب کوئی راوی پوری حدیث بیان کر دیتا ہے تو وہ اس کی تحقیق کو کم پر چھوڑ دیتا ہے اور جب وہ حدیث کے کسی راوی کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ اس کی صحت اور ثقاہت کا ضامن ہو جاتا ہے (یعنی اس کی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے اس کا میں ضامن ہوں اور سند میں باقی جو راوی میں نے ذکر کیے ہیں ان کی چھان بین تم خود کر لو) ۱۱

نیز علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

امام حاکم نے علوم الحدیث میں لکھا ہے کہ اہل مدینہ سعید بن مسیب سے مراسیل کی روایت کرتے ہیں اور اہل مکتہ عطاء بن ابی رباح سے مراسیل کی روایت کرتے ہیں اور اہل بصرہ حسن بصری سے اور اہل کوفہ ابو جہم بن زید نخعی سے اور اہل مصر سعید بن ابی ہلال سے اور اہل شام مکحول سے، ان میں سے زیادہ صحیح مراسیل ابن المسیب کی ہیں، ابن معین نے بھی یہی کہا ہے کیونکہ وہ اولاد صحابہ میں سے ہیں اور انہوں نے عشرہ مبشرہ کو پایا ہے اور وہ اہل حجاز کے فقیہ اور مفتی تھے، اور وہ ان سات فقہاء میں سب سے پہلے ہیں جن کے اجماع کو امام مالک نے تمام لوگوں کا اجماع قرار دیا ہے، ائمہ متقدمین نے سعید بن مسیب کی مراسیل کی چھان بین کی قرآن سب کی سند صحیح تھی اور دوسروں کی مراسیل میں یہ شرائط نہیں پائی جاتیں، کتاب اور سنت میں حدیث مرسل کی عدم حجیت پر دلیل نہیں ہے۔

امام حاکم نے صرف ابن مسیب کی مراسلات سے بحث کی ہے ہم باقی مراسلات پر بھی گفتگو کرتے ہیں، عطاء بن ابی رباح کی مراسلات کے متعلق ابن مدینی نے کہا ہے کہ عطاء ہر قسم کی روایات لے لیتے ہیں اور مجاہد کی مراسلات میرے نزدیک ان سے کئی درجہ بہتر ہیں، امام احمد بن حنبل نے کہا کہ سعید بن مسیب کی مراسلات سب سے بہتر ہیں، اور ابو جہم نخعی کی مراسلات میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح کی مراسلات سب سے زیادہ ضعیف ہیں کیونکہ وہ ہر ایک سے روایات لے لیتے ہیں اور ابن مدینی نے کہا ہے کہ حسن بصری کی مراسلات جو ثقافت سے مروی ہیں وہ صحیح ہیں، ان میں سے بہت کم کوئی روایت ماقول کی گئی ہے، امام ابو زرہ نے کہا ہر حسن روایت میں حسن بصری نے کہا رسول اللہ صلی اللہ

۱۰۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حیدر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح منجۃ اللک ص ۵۲، مطبوعہ رحیم آبادی ملتان

۱۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الطالبی ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ علیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے، مجھے اس کی کچھ نہ کسی اصل کا ثبوت مل گیا ماسوا چار روایتوں کے، اور یحییٰ بن سعید قطان نے کہا ایک دو حدیثوں کے سوا جس حدیث میں حسن بصری نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی مجھے اصل مل گئی۔

شیخ الاسلام نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جس حدیث کے متعلق حسن نے صیغہ جزم استعمال کیا ہو، ایک شخص نے حسن سے کہا: آپ ہم سے حدیث بیان کرتے ہیں اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کاش آپ ہمیں صحیح کے راوی بیان کر کے حدیث کو متصل بیان کر دیا کریں؟ حسن نے کہا، ہم جھوٹ بولتے ہیں اور نہ ہم سے کوئی جھوٹ بولتا ہے۔ ہم نے خراسان میں جہاد کیا اور ہمارے ساتھ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سو اصحاب تھے، اور یونس بن عبید نے حسن سے کہا: آپ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حالانکہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا؟ حسن نے کہا: اے بھتیجے، تم کو معلوم ہے کہ یہ کون سا زمانہ ہے؟ یہ حجاج کا زمانہ تھا، ہر وہ حدیث جس میں تم نے مجھ سے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ حدیث دراصل حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، لیکن میں اس دور میں ہوں جس میں حضرت علی کا نام لینے کی ہمت نہیں کرتا، اور محمد بن سعید نے کہا حسن کی ہر سند جس میں راوی سے سماع کی تصریح ہو، حجت ہے، اور مرسل حدیث حجت نہیں ہے۔

ابراہیم نخعی کی مرسل کے متعلق ابن مبین نے کہا ان کی مرسل مجھے شعبہ سے زیادہ پسند ہیں، اور ابن عیین نے یہ بھی کہا کہ ابراہیم کی مرسل مجھے سالم بن عبد اللہ، قاسم اور سعید بن مسیب سے زیادہ پسند ہیں، امام احمد نے کہا ان میں کوئی حرج نہیں، اٹش نے کہا میں نے ابراہیم سے کہا مجھے حضرت ابن مسعود سے روایت کی سند بیان کریں تو انھوں نے کہا جب میں تم سے یہ کہوں کہ فلاں شخص حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتا ہے تو وہ صرف میں نے ان سے خود سنی ہوئی ہے، اور جب میں تم سے کہوں حضرت عبد اللہ نے فرمایا ہے تو اس کا مطلب ہے اس حدیث کو بہت سے لوگوں نے حضرت عبد اللہ سے روایت کیا ہے۔

نیز علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

یہ تمام بحث مرسل صحابی کے غیر میں ہے، لیکن جو حدیث مرسل صحابی سے شرف صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایسے قول یا فعل کی خبر دی ہے جس کے بارے میں یہ تحقیق ہو چکا ہے کہ وہ صحابی اپنے صریح یا تاثر اسلام کی وجہ سے اس وقت حاضر نہیں تھا تب بھی مذہب صحیح کی بناء پر اس حدیث کی صحت کا حکم لگایا جائے گا اس پر تمام ائمہ اور محدثین کا قطعی اتفاق ہے، خصوصاً ان کا بھی جو حدیث مرسل کو قبول نہیں کرتے، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ایسی بہ کثرت احادیث ہیں، کیونکہ وہ صحابہ دوسرے صحابہ سے روایت کرتے ہیں اور تمام صحابہ عادل ہیں، اور ایسا بہت کم ہے کہ انھوں نے غیر صحابی سے روایت کی ہو، اور جب وہ غیر صحابہ سے روایت کرتے ہیں تو اس کا بیان کر دیتے ہیں، اور صحابہ نے جو تابعین سے احادیث روایت کی ہیں تو وہ ان کا بیان کر دیتے ہیں اور وہ احادیث مرفوعہ نہیں ہیں بلکہ اسرائیلیات یا حکایات ہیں یا موقوفات ہیں۔

حدیث مرسل کے مقبول ہونے پر فقہاء را حفاف کے دلائل | ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں :
مرسل کے قبول کرنے پر تمام تابعین کا اجماع ہے اور کسی تابعی سے اس کا انکار منقول نہیں ہے، اور وہ اس کے بعد قریب
سوسال تک ائمہ میں سے کسی نے اس کا انکار کیا اور یہی وہی قسروں کا خلعہ میں جن کے غیر پر برقرار رہنے کی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی ہے، اور بعض علماء نے تو حدیث مرسل کو حدیث مسند (جس کی پوری سند
مذکورہ ہو) پر ترجیح دی ہے اور اس کی یہ دلیل دی ہے کہ جس شخص نے پوری سند ذکر کر دی اس نے اس کی تحقیق تہا ہے
حوالے کر دی اور جس نے حدیث مرسل ذکر کی وہ اس پر چھوڑے ہوئے راوی کی تحقیق کا خود ضامن ہو گیا۔ اٹھ
علماء سند ہی لکھتے ہیں :

شرح نخبة العکبر میں علامہ عسقلانی کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک، فقہاء را حفاف اور امام احمد کے ایک قول
کے مطابق حدیث مرسل مقبول ہے اور یہ تابعی کی مرسل ہے، اور صفی الواقف احاف کے نزدیک اس طرح نہیں ہے، کیونکہ توضیح
میں لکھا ہے کہ صحابہ کی مرسل حدیث بالاجماع مقبول ہے اور اس کو سماع پر محمول کیا جائے گا، اور قرن ثانی اور قرن ثالث کے لکھائے
کہ امام شافعی رحمہ اللہ قبول نہیں کرتے، لایہ کہ کسی ذریعہ سند سے اس کا اتصال ثابت ہو جائے، جیسے سعید بن مسیب
کی مرسل ہیں، امام شافعی نے کہا میں نے ان مرسل کی ایسی مکمل اسانید دیکھی ہیں جن میں راوی کی صفات مجہول تھیں، اور اس
سبب سے ان کی مطابقت صحیح ہے، اور ہم مانگے اور امام مالک کے نزدیک حدیث مرسل مقبول ہے اور وہ سند پر مقدم ہے
کیونکہ راوی نے صحابہ کو چھوڑا ہے اور معروف یہ ہے کہ جب محدث کے نزدیک معاملہ واضح ہوتا ہے تو وہ سند کو حذف کر
دیتا ہے اور جب اس کے نزدیک معاملہ واضح نہیں ہوتا تو وہ اس کو دوسروں کے اوپر چھوڑ دیتا ہے، اور راوی کے مجہول ہونے
میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ جب مرسل ثقہ سے تو وہ اس سے سکوت کرنے والے کی غفلت سے متہم نہیں ہوگا کیا
تم نہیں دیکھتے کہ اگر محدث یہ کہے کہ مجھے ثقہ نے حدیث بیان کی ہے تو اس کی حدیث حیل کے باوجود مقبول ہوتی ہے
تو اگر محدث کسی راوی کو ترک کر دے تو اس کی حدیث کیوں قبول نہیں ہوگی! اٹھ۔

حدیث مرسل کی حجیت پر قرآن مجید سے استدلال | اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

فلولا نعمة من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا حقا ومهمم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون .
(توبہ : ۱۲۲)
تورین کی سچہ حاصل کرنے کے لیے اور واپس آکر
اپنی قوم کو ڈرانے کے لیے ان کے ہر گروہ سے ایک
جامعت کیوں نہ نکلی تاکہ ان کی قوم کے لوگ گناہوں سے
بچتے رہتے۔

اس آیت سے دیکھ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دینی طائفہ پر یہ واجب کر دیا ہے کہ جب وہ اپنی قوم

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری مترقی ۱۰۱۳ھ، شرح شرح منجیۃ العکبر ص ۱۱۲، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کونٹ ۱۳۹۰ھ
۲۔ تافہی مسند اکرم سندھی ص ۱۰۱، اہم القرن السعادی عشر، امان المنظر ص ۱۰۲، ۱۰۳، مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد سندھ

کی طرف واپس جائیں تو ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پہنچائیں اور عمل نہ کرنے پر عذاب آخرت کی وعیدوں سے ڈرائیں اور اس آیت میں یہ فرق نہیں کیا گیا کہ وہ حدیث مسند سے ڈرائیں اور حدیث مرسل سے نہ ڈرائیں اور نہ اس میں یہ فرق کیا گیا ہے کہ صحابہ تو حدیث مرسل پہنچائیں اور تابعین اور بعد کے لوگ حدیث مرسل نہ پہنچائیں، اس لیے اس آیت کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح حدیث مسند کو پہنچانا ضروری ہے اسی طرح حدیث مرسل کو بھی پہنچانا ضروری ہے۔ اس دلیل پر مخالفین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس آیت میں حدیث موضوع، متروک، مجہول اور ضعیف کی دیگر اقسام کی بھی تخصیص نہیں کی گئی تو کیا اس آیت کے عموم کے لحاظ سے ان احادیث کی تبلیغ بھی واجب ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا (حجرات: ۶۱)

اے ایمان والو! اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لاتے تو اس کی تحقیق کرو۔

حدیث مرود کی تمام اقسام فاسق کی خبر ہیں اور ان کے متعلق قرآن مجید نے حکم دیا ہے کہ بلا تحقیق ان کی خبر کو قبول نہ کیا جائے اس کے برعکس ہمارا کلام ثقات کی مرسلات میں ہے اور اس آیت کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جب ثقہ مسلمان کوئی خبر دے تو اس کو بلا تحقیق و تحجب قبول کرنا واجب ہے۔ قرآن و دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ ثقہ راوی کی مرسل حدیث کو قبول کرنا واجب ہے۔ علاوہ ازیں مجہول کی حدیث سے مبارضہ کرنا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس کے قبول نہ کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، جب کہ فریق مخالف کے نزدیک یہ ستم ہے کہ جب ثقہ راوی کسی مجہول سے روایت کرے تو وہ حدیث مقبول ہے تو پھر ثقہ کی مرسل کیوں مقبول نہیں ہوگی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

ان الذين يكتُمون ما انزلنا من البیِّنات والهدی من بعد ما بیِّننا للناس فی الکتاب اولئک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللعنون -

وہ جو لوگ ہماری آتاری ہوئی روشن دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ ہم نے اسے لوگوں کے لیے کتاب میں بیان فرمادیا یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے اور سب لعنت کرنے والے

(بقرہ: ۱۵۹)

لعنت کرتے ہیں۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسند اور مرسل کا فرق کیے بغیر بریل عموم کتمان علم سے منع فرمایا ہے اور علم اور ہدایت کا پہنچانا واجب قرار دیا ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ ثقہ کی مرسل واجب القبول ہو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حدیث مرسل کی حجیت پر احادیث سے استدلال

عن عبد اللہ بن عمر وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بلغوا عنی ولو آتتہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے روایت کر کے پہنچاؤ۔ خواہ ایک آیت ہو۔

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۱، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

سے مستغنی کر دیتا ہے اور جب وہ کسی حدیث کی پوری سند بیان کرتا ہے تو وہ بعد والوں کو اس واسطے کے حوالے کر دیتا ہے اور خود برمی الذمہ ہو جاتا ہے، تو جب راوی حدیث کو مرسل بیان کر کے اس پر اعتماد اور وثوق کرے تو یہ حدیث کو مرسل بیان کرنے سے اولیٰ ہے اور اس سے زیادہ قوی ہے اور وہ اس کے مساوی ہونے سے ہر حال کم نہیں ہے اور اگر بالفرض کم بھی ہو تو لائق استدلال ہونے سے ہر طور کم نہیں ہے۔

(۲) مرسل کے راوی کا عادل، امین اور ثقہ ہونا اس بات کے معافی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کی شہادت دے اور اس کا راوی ثقہ اور محبت نہ ہو، اس لیے وہ حدیث پر اسی وقت اعتماد اور وثوق کرے گا جب اس کے نزدیک وہ حدیث صحیح ہوگی، اور جس راوی کو اس نے چھوڑ دیا ہے وہ قاضی اور مردود الروایت نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو وثوق کے ساتھ روایت کرتا ہے، اور نہ یہ ممکن ہے کہ اس کو اس راوی کی عدالت کے متعلق غلبہ ظن ہو، اور مرسل کی روایت کو روکنے سے اس راوی پر ظن لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے، کیونکہ اگر ارسال ہر مرسل میں ظن کا موجب ہوتا تو ائمہ حدیث مرسل کی کسی سند روایت کو ہرگز قبول نہ کرتے کیونکہ وہ مراسیل کو روایت کرتا ہے، خصوصاً وہ مرسل جس کی بہ کثرت مرسل روایات ہوں، حالانکہ بہت سے ایسے راوی ہیں جن کی روایات قبول کی گئی ہیں پر تمام امت کا اجماع ہے اور ان راویوں نے بہ کثرت مرسل روایات بیان کی ہیں اور یہ امر ان کی مرسل روایات کے قبول کرنے کو بھی مستلزم ہے۔ حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں:

ثقة راوی کسی حدیث کو اسی وقت مرسل روایت کرتا ہے جب اس کے نزدیک اس حدیث کی صحت ثابت ہوتی ہے، کیونکہ ائمہ بیان کرتے ہیں میں نے ابراہیم نخعی سے کہا جب آپ مجھے حدیث بیان کریں تو اس کی سند ذکر کریں، تو ابراہیم نخعی نے کہا، جب میں تم سے کہتا ہوں عبد اللہ نے کہا تو مجھے ایک جماعت نے ان سے حدیث بیان کی ہوئی ہوتی ہے، اور جب میں کہتا ہوں مجھے فلاں نے عبد اللہ سے حدیث بیان کی ہے تو مجھے صرف اسی نے وہ حدیث بیان کی ہوئی ہے، لہ

ابراہیم نخعی کے اس قول سے یہ واضح ہو گیا کہ جب بہ کثرت لوگ کسی شخص سے روایت کریں اور راوی کو ان کی کثرت کی وجہ سے اس روایت کی صحت کا یقین ہو جائے تو وہ ان کو ترک کر دیتا ہے اور جب صرف ایک شخص اس حدیث کو بیان کرے اور راوی کو اس پر اطمینان نہ ہو تو وہ اس کا ذکر کر کے اس حدیث کو مرسل روایت کرتا ہے۔ حافظ صلاح الدین علائی لکھتے ہیں:

حسن بصری نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار صحابہ کسی حدیث کو روایت کریں تو میں ان صحابہ کو ترک کر کے اس کا اسناد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دیتا ہوں، یہ تر حسن بصری کی مراسیل ہیں جو غریب مخالف کے نزدیک منہی ترین مراسیل ہیں، تو پھر کہا ہر تابعین مثلاً سعید بن مسیب کی مراسیل کی کیا شان ہوگی! عروہ بن زبیر نے عمر بن عبد العزیز کے سامنے ایک حدیث مرسل بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بنجر زمین کو آباد کیا وہ اس کا مالک ہو

جائے گا، اور اس حدیث کو بطور مستند ذکر نہیں کیا، عمر بن عبدالعزیز نے عروہ سے کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی شہادت دیتے ہو، عروہ نے کہا: ہاں مجھے ایک عادل اور امین شخص نے اس حدیث کی خبر دی ہے جس کا میں نے نام نہیں لیا، عمر بن عبدالعزیز اس کو کافی سمجھا اور اس حدیث کو قبول کر لیا، اس قسم کے بہت شواہد ہیں۔

(۳) حدیث مرسل کے — جس راوی کا ذکر نہیں وہ بھی صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعی کے درمیان واسطہ ہے وہ راوی یا تو صحابی ہو گا یا ثقہ تابعی ہو گا یا مجروح مستہم ہو گا یا مجہول اکمال ہو گا، مرسل کے نزدیک وہ راوی ان چاروں میں سے کوئی نہ کوئی ایک ہو گا، اول الذکر دو صورتوں میں اس کی روایت کا قبول کرنا واجب ہے، اور ثانی الذکر دو صورتوں میں اس کی روایت قبول نہیں ہوگی، لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ ثانی الذکر صورتوں کا تابعی میں تحقیق بہت زیادہ بعید ہے، کیونکہ اس صورت میں وہ واسطہ کذب کے ساتھ مستہم ہو گا، حالانکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اصحاب و بارگ وسلم نے تابعین کے عصر کی تعریف فرمائی ہے، اور آپ نے قرن صحابہ کے بعد قرن تابعین کو غیر قرن قرار دیا ہے، اس لیے تابعین کے قرن میں کسی شخص کا مجروح اور مستہم بالکذب ہونا بہت نادر ہے، اس کے برعکس بعد کے قرون کا یہ درجہ نہیں ہے، اس طرح یہ بھی بہت بعید ہے کہ وہ راوی مجہول اکمال ہو اور اس سے روایت کو ملے واسطے تابعی پر اس کا حال مخفی ہو اور وہ قطعی طور پر اس کی روایت کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسناد کر دے جب کہ وہ اس کی ثقاہت اور عدالت پر مطلع نہ ہو اور جب یہ واضح ہو گیا کہ ثانی الذکر دونوں احتمال اول الذکر احتمالات کی بہ نسبت مجروح میں قراول الذکر صورتوں کا تحقیق متعین ہو گیا کیوں کہ وہی اغلب الظن ہیں پس ہر طور مرسل کو حجت ماننا ہو گا۔

(۴) اگر حدیث مرسل کو حجت نہ مانا جائے تو پھر حدیث مستحسن کو بھی حجت نہیں ماننا چاہیے کیونکہ اس میں بھی معتضد کی وجہ سے مستحسن کسی راوی کے چھوڑ دیتا ہے اور اپنے سے اوپر والے راوی سے سماع کی تصریح نہیں کرتا اور جو احتمال تم غیر مرسل میں نکالتے ہو وہ بعید خبر مستحسن میں بھی قائم ہے اور یہ احتمال پیش کرنا کہ معتضد نے اپنے شیخ سے ملاقات کی ہوگی اور اس سے سماع کیا ہو گا، اس احتمال سے کم نہیں ہے کہ مرسل نے جس واسطہ کو ترک کر دیا ہے وہ اس کے نزدیک ثقہ اور عادل ہے۔

(۵) جب مستفتی پر واجب ہے کہ مفتی اس کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو روایت بیان کرتا ہے وہ اس کے ظاہر علم اور عدالت کی بنا پر اس کو قبول کر لے، اسی طرح عالم پر واجب ہے کہ جب مرسل اس کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت بیان کرے تو وہ اس کے ظاہر علم اور عدالت کی بنا پر اس کو قبول کر لے۔

(۶) حاکم جب دو عادل گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ کر دے اور پھر لکھائے اور گواہوں کا نام نہ لے تو کسی کو اس کے فیصلہ پر یہ اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے کہ اس نے گواہوں کا نام نہیں لیا، اسی طرح یہاں بھی مرسل پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ اس نے اپنے شیخ کا نام کیوں نہیں لیا۔

(۷) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمام مسلمان عادل ہیں ماسوا ان کے جن پر حد جاری ہوئی یا جن کے

متعلق یہ معلوم ہو گیا کہ وہ جھوٹی گواہی دیتے ہیں، اس سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صرف ظاہر اسلام کا اعتبار کیا تھا، آئیہ کہ جس کے متعلق عدالت کے خلاف کوئی بات ثابت ہو گئی ہو، مرسل نے جس راوی کو ترک کر دیا ہے وہ بھی اس کی عدالت ظاہر کی بنا پر ترک کیا ہے۔ درہ وہ اس کو ترک کر دیتا، اور جو شخص بہ ظاہر عادل ہو تو اصل یہ ہے کہ اس کی حدیث قبول کی جائے، آئیہ کہ اس کے رد کا کوئی مقتضی پایا جائے، اور یہ چیز تابعین کے زمانہ میں نمایاں یعنی کونو کہ وہ عصر صحابہ کے بعد غیر القسرون تھا اور ان میں کوئی شخص جھوٹا مشہور نہیں تھا، آئیہ یہ الگ بات ہے کہ کوئی شخص اس قدر جھوٹا مشہور ہو کہ اس کا جھوٹا ہونا بحث سے مستثنیٰ ہو، اور یہ واضح بات ہے کہ ائمہ تابعین اس سے روایت کرنے والے نہ تھے اور اس طرح کے مشہور کذاب شیعہ میں تھے۔

جامع التحصیل کے باب اول میں احکام المرسلین میں لکھا ہے کہ امام حاکم نے کہا ہے کہ تابعین اور اتباع تابعین کی تمام مراسلات کو اہل کو نہ قبول کرتے ہیں اور ان سے استدلال کرتے ہیں، نیز جامع التحصیل کی فصل ثانی میں لکھا ہے کہ عیسیٰ بن ابان اور ابو بکر رازی کا مختار یہ ہے کہ قرن ثانی، قرن ثالث اور بعد کے قرون کی مراسلات مقبول ہیں بشرطیکہ وہ ائمہ نقل کی مرسل ہو۔ علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ بہ کثرت علماء حدیث مرسل پر عمل کرتے ہیں اور امام غزالی نے اس کو جہور سے نقل کیا ہے، اور امام ابو داؤد نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ امامی میں اکثر علماء مثلاً سفیان ثوری مالک اور اوزاعی مرسل سے استدلال کرتے تھے، حتیٰ کہ امام شافعی کا زمانہ آیا اور انہوں نے اس پر اعتراض کیا۔ حافظ سیوطی نے نظم الدرر میں لکھا ہے کہ محمد بن جریر طبری نے کہا ہے کہ تمام تابعین کا حدیث مرسل کے قبول پر اجماع ہے اور ان کے بعد دو سو سال تک ائمہ میں سے کسی نے حدیث مرسل کا انکار نہیں کیا۔

حدیث معضل کی تشریف اور اس کا حکم | لغت میں سخت مشکل اور تھکا دینے والے کام کو معضل کہتے ہیں، حافظ ابن الصلاح نے لکھا ہے کہ اس کی اصطلاحی معنی کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔

اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے:

ما سقط من اسنادہ اشنان فاكثر
على التوالی - متواتر ساقط حوالہ جس حدیث کی سند میں دو سے زیادہ راوی

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

اس کی مثال یہ ہے کہ تبع تابعی یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا یا اس سے بھی نچلے درجے کا تابعی یہ کہے کہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا از حضرت ابو بکر یا از حضرت عمر۔ لے امام حاکم نے اس کی یہ مثال دی ہے:

عن مالك انه بلغه ان ابا هريرة قال
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم للمملوك
امام مالک سے روایت ہے کہ ان کو حضرت ابو ہریرہ سے یہ روایت پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

لے حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری المروفي بابن الصلاح مرقی ۴۲۳ ھ علوم اکبریہ ص ۵۴ مطبوعہ مکتبہ علمیہ بنیہ منورہ

طعامہ و کسوتہ بالمعروف و لا یكلف من العمل الا ما یطیق قال الحاکم لهذا معضل عن مالک اعضله فی الموطأ (معرفۃ علوم الحدیث ص ۴۲) جاسے یہ حدیث امام مالک نے معضل روایت کی ہے۔ یہ حدیث اس لیے معضل ہے کہ امام مالک اور حضرت ابوہریرہ کے درمیان دو متواتر راوی موقوف ہیں محمد بن عجلان اور معضل حدیث ضعیف ہے اور مرسل اور منقطع سے کم درجہ کا ہے کیونکہ اس میں بہ کثرت راوی حذف ہوتے ہیں، اس حکم پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

حدیث معضل اور حدیث معلق کے مابین عموم و خصوص من وجہ کی نسبت کا بیان | حدیث معضل اور حدیث معلق کے

درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے، ان دونوں کی ایک اجتماعی اور دو افتراقی صورتیں ہیں۔
(ا) جب حدیث کا سند کی ابتداء سے دو متواتر راوی محدثوں ہوں تو یہ اجتماعی مادہ ہے اور یہ حدیث بیک وقت معضل بھی ہے اور معلق بھی۔
(ب) جب سند کے وسط سے دو متواتر راوی محدثوں ہوں تو یہ معضل ہے اور معلق نہیں ہے۔
(ج) جب ابتداء سند سے صرف ایک راوی محدثوں ہو تو معلق ہے اور معضل نہیں ہے۔
حدیث منقطع کی تعریف اور اس کا حکم | اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے۔

علامہ نووی کہتے ہیں:

ان المنقطع ما لم یصل اسنادہ علی اى وجه کان انقطاعہ واكثر ما یستعمل فی روایۃ من دون التابعی عن الصحابی کمالک عن ابن عمر یلم

یعنی سند میں کسی وجہ سے بھی انقطاع، موخاہ اقل میں، وسط میں یا آخر میں۔ اس ابتداء سے مرسل، معلق اور معضل بھی اس کی تعریف میں شامل ہیں لیکن اس کی خصوصیت اور منظر صورت وہ ہے جس میں تابعی سے نچلے درجے کا راوی صحابی سے روایت کرے جیسے امام مالک حضرت ابن عمر سے روایت کریں۔ عطیب بغدادی، ابن عبد البر، اور دیگر فقہاء اور محدثین کے نزدیک یہ صحیح ہے۔
ما فظ ابن الصلاح کہتے ہیں:

۱۔ علامہ بخاری بن شریک نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۲۰۸-۲۰۹، مطبوعہ مکتبۃ علیہ دین منیرہ ۱۳۹۲ھ

امام حاکم نے معمر بن الزاع مدوم الحدیث " میں لکھا ہے کہ منقطع کی دو قسمیں ہیں :

(۱)۔ تابعی سے نچلے راوی نے اپنے اوپر کے راوی سے سماع نہ کیا ہو اور جو راوی ساقط کیلئے اس کا ذکر نہ کیا ہو میناً نہ مبعماً۔

اس کی مثال یہ ہے امام عبدالرزاق نے از سفیان ثوری، از ابواسحاق، از زید بن شیبہ از حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم ابو بکر کو خلیفہ بناؤ گے تو وہ قوی اور امین ہے اس حدیث سے اس حدیث میں دو وجہ سے انقطاع ہے، امام عبدالرزاق کا ثوری سے سماع نہیں ہے انھوں نے اس حدیث کو نعمان بن ابی شیبہ بخندی سے اور انھوں نے اس کو ثوری سے سنا، اور ثوری نے بھی اس کو بہ راہ راست ابواسحاق سے نہیں سنا۔ ثوری نے اس حدیث کو شریک سے سنا ہے اور انھوں نے اس کو ابواسحاق سے سنا ہے۔

(۲)۔ جس سند میں بعض راویوں کا نظم مبہم کے ساتھ ذکر کیا جائے مثلاً ایک آدمی سے روایت ہے، ایک شیخ سے روایت ہے۔

اس کی مثال یہ ہے، حاکم عمار بن عبداللہ بن شحیر سے، دواؤد میں سے، شداد بن اوس سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے نماز میں دعا کی: اللہم انی استئذک بالشہادۃ فی الامور۔ "اے اللہ! میں تجھ سے معاملات میں ثابت قدمی کی دعا کرتا ہوں"۔
حدیث منقطع کا حکم یہ ہے کہ علماء کے نزدیک یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے کیونکہ جس راوی کو حذف کیا گیا ہے اس کا حال مجہول ہے۔

حدیث تدلیس کی تعریف اور اس کا حکم | تدلیس تدلیس کا اسم مفعول ہے اور تدلیس کا لغوی معنی ہے گاہک سے سوئے کے عیب کو چھپانا، یہ لفظ اصل میں دلس سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے اندھیرے کا اجالے سے غلط اور مشتبہ ہونا، اور مدلتس حدیث کی واقفیت حاصل کرنے والے پر پردہ ڈال دیتا ہے اس لیے اس کی روایت تدلیس کہلاتی ہے۔ اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے :
اختفاء عیب فی الاسناد و تحسین لفظا ہرہ۔
تدلیس میں کسی عیب کو چھپانا اور اس کے ظاہر کی تحسین کرنا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں :

التدلیس هو قسمان الاول تدلیس الاسناد بان یروی عن عاصم ما لم یسمعه منه موھماً سماعه قائلاً قال فلان او عن فلان ونحوه وریما لم یسقط

تدلیس کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم تدلیس الاسناد ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ راوی اپنے معاصر سے ایسی حدیث کو روایت کرے جس کو اس سے سنا نہ ہو، اور اس سے سماع کا دہم ڈالے اور یہ کہے کہ فلان نے کہا یا فلان

شیخہ۔ او اسقط غیرہ ضعیفاً وصغیراً
تحسیناً للحدیث الثانی تدلیس
الشیوخ بأن یسمی شیخہ او یکنیہ
او ینسبہ او یصفہ بما لا یعرف اما
الاول فمکروه جدا واما الثاني
فکراہتہ اخف لہ

روایت ہے اور بعض اوقات وہ تخمین حدیث کے
لیے اپنے شیخ کو ساقط نہیں کرتا بلکہ شیخ الشیخ یا اس سے
ادھر کے شیخ کو ساقط کر دیتا ہے کیونکہ وہ شیخ الشیخ ضعیف
یا کم عمر ہوتا ہے اور تدلیس کی دوسری قسم تدلیس الشیوخ
ہے اور اس کی تعریف یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کا ایسا نام
یا صفت یا کنیت یا نسبت بیان کرے جو غیر معروف
ہے۔ تدلیس کی پہلی قسم بہت زیادہ مکروہ ہے اور دوسری
اس سے کم درجہ کی مکروہ ہے۔

حافظ صلاح الدین علائی لکھتے ہیں:

تدلیس الامتداد کو تدلیس السماع بھی کہتے ہیں مثلاً ایک راوی اپنے شیخ سے ایسی حدیث کو روایت کرے جس کو اس
سے سنا نہ ہو اور یوں کہے اس نے کہا ہے یا اس سے روایت ہے جس سے اتصال کا دھم ہو اور حدیثنا، خبرنا یا
سمعت کی تصریح نہ کرے، اس کی مثال یہ ہے: ابن خشرم سے روایت ہے کہ ہم سفیان بن عیینہ کے پاس بیٹھے ہوئے
تھے تو زہری نے کہا: ... اس سے پوچھا گیا کیا تم کو زہری نے خود یہ حدیث بیان کی تھی؟ اس نے کہا میں نے اس
کو زہری سے نہیں سنا، اور نہ اس سے سنا ہے جس نے زہری سے سنا تھا، مجھے عبدالمزنی نے از عمر از زہری
یہ حدیث بیان کی ہے۔ لہ

تدلیس کی قسم ثانی تدلیس الشیوخ کے متعلق علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

تدلیس الشیوخ کا سبب، اس شیخ کی معرفت کو مشکل بنانا ہے، جیسے ابو بکر بن مجاہد نے کہا ہم سے عبد اللہ بن ابی
عبید اللہ نے حدیث بیان کی، اس سے ان کی مراد ابو بکر بن ابی داؤد و جہتانی ہے اور ابو بکر بن مجاہد نے ان کا غیر
معروف نام ذکر کیا، اس کی کراہت راوی کی اغراض کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، اگر وہ شیخ کے ضعیف ہونے کی وجہ
سے اس کا نام بدلنا ہے تو یہ بدترین قسم ہے، ابن الصبار نے کہا جس راوی نے یہ اس لیے کیا کہ اس کا شیخ لوگوں کے نزدیک
غیر ثقہ تھا اور اس نے اس کا نام بدلا تاکہ اس کی حدیث قبول کی جائے تو اس کی حدیث کو قبول نہ کرنا واجب ہے خواہ
راوی اس شیخ کو ثقہ اعتقاد کرتا ہو کیونکہ یہ ہر وقت ہے کہ دوسروں کو اس کے متعلق ایسی جرح کا علم ہو جس کا اس سے علم نہ
ہو، آمدی نے کہا اگر راوی نے یہ فعل اپنے شیخ کے ضعف کی وجہ سے کیا ہے تو وہ حدیث مجروح ہے یا اس وجہ سے
کہ اس کی نسبت ضعیف ہے یا اس کی روایت قبول کرنے میں اختلاف ہے تو پھر اس کی حدیث مجروح نہیں ہے ابن معانی
نے کہا اگر وہ راوی ایسا ہے کہ اس سے اس کے شیخ کے متعلق سوال کیا جائے اور وہ پھر بھی اس کا فعل نام بیان نہ کرے
تو اس کی روایت مجروح ہے ورنہ نہیں، امام بیہقی نے محمد بن رافع سے نقل کیا ہے کہ جب کوئی شخص نام سے معروف

لہ۔ علامہ یحییٰ بن مشرف نووی متوفی ۶۷۲ھ، تقریب النوادی مع التدریب ج ۱ ص ۲۲۳، ۲۲۴، بطور مکتبہ علمینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

لہ۔ حافظ صلاح الدین ابو سعید بن علیل علائی متوفی ۷۱۱ھ، جامع التخیل فی احکام المرابیل ص ۹۸-۹۷، بطور عالم الکتب بیروت

علامہ مزنی نے تحفۃ الاشراف میں لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کی عقبہ سے ملاقات نہیں ہوئی۔
مرسل خفی کا نام تین باتوں میں سے کسی ایک سے ہو جاتا ہے:

۱۔ بعض ائمہ سے تصریح منقول ہوئی ہے نلاں راوی کی اپنے مروی عنہ سے ملاقات نہیں ہے یا اس نے اس مروی عنہ سے مطلقاً سماع نہیں کیا۔

۲۔ وہ راوی خود یہ بیان کر دیتا ہے کہ جس سے وہ حدیث روایت کر رہا ہے اس سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی یا اس نے اس سے سماع نہیں کیا۔

۳۔ کسی اور سند سے وہ حدیث مروی ہوئی ہے جس میں اس راوی اور مروی عنہ کے درمیان کوئی اور شخص لازمہ سماع ہے۔
اس حدیث کا حکم یہ ہے کہ یہ ضعیف ہے کیونکہ قطع کی قسم ہے۔

حدیث معنعن اور مؤثق | معنعن، عنعنہ سے مشتق ہے، اور اصطلاح میں وہ حدیث ہے جس میں راوی عن نلاں عن
نلاں کہے۔

اس کی مثال یہ حدیث ہے:

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ ثنا معاویۃ بن ہشام ثنا سفیان عن اسامۃ بن زید عن عثمان بن عروۃ عن عروۃ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ وملائکتہ یصلون علی مایا من الصفوف۔
از عثمان بن مروہ از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے دائیں صفوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔

حدیث معنعن کے متعلق علماء کے دو قول ہیں، ایک یہ ہے کہ جب تک اس حدیث کا اتصال ظاہر نہ ہو یہ منقطع ہے
دوسرا قول صحیح ہے جس پر تمام محدثین اور نقباء متفق ہیں کہ یہ حدیث چند خلائط کے ساتھ متصل ہے۔

(۱)۔ معنعن مدلس نہ ہو۔ (۲)۔ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ممکن ہو، یعنی دونوں ایک زمانہ میں مجتہد ہوں، ان دو شرطوں پر جمہور محدثین متفق ہیں، اور امام مسلم کا بھی یہی مذہب ہے، بعض ائمہ محدثین نے مزید بشرائط فائدہ کیا ہے:

(۱)۔ امام بخاری اور ابی بن مدینی کا مذہب یہ ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو۔

(۲)۔ ابوالظفر صسانی کا مذہب یہ ہے کہ ان کے درمیان طول صحبت ثابت ہو۔

(۳)۔ ابوعمر والدانی کا مذہب یہ ہے کہ راوی کو مروی عنہ سے روایت کی معرفت ہو۔

مؤثر وہ حدیث ہے جس میں راوی کہے حدثنا فلان ان فلاناً قال... امام احمد اور ایک جماعت کے نزدیک یہ حدیث منقطع ہے جب تک کہ اس کا اتصال ظاہر نہ ہو، اور جمہور کے نزدیک یہ حدیث متصل ہے اور سماع پر قبول بشرطیکہ شرائط سابقہ پائی جائیں۔

۴۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۷۱۔ یہ طبعہ مرمریہ بدکار خانہ تجارت کتب کراچی

راوی میں طعن کے اعتبار سے حدیث مردود کا بیان | راوی میں طعن کا مطلب یہ ہے کہ راوی پر زبان سے جرح کی جائے اور اس کی عدالت اور دین داری اور اس کے ضبط و حفظ اور بیدار مغزی سے بحث کی جائے۔ راوی میں طعن کے دس اسباب ہیں، پانچ کا تعلق عدالت سے ہے اور پانچ کا تعلق ضبط سے ہے۔ عدالت کے اعتبار سے طعن کی یہ درجات ہیں: (۱) کذب (۲) کذب کی اہمیت (۳) فسق (۴) بدعت (۵) جہالت اور ضبط کے اعتبار سے طعن کی یہ پانچ قسمیں ہیں: (۱) نقش غلطی کرنا۔ (۲) بدعا منظر ہونا (۳) غفلت (۴) کسرت اور ادا۔ (۵) مخالفت ثقات۔

حدیث موضوع کی تحقیق | جب راوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے کا طعن ہو تو اس کی حدیث موضوع کہلاتی ہے، لغت میں وضع کا معنی ہے کسی چیز کو پست کرنا، اس کا مرتبہ کم کرنا اور چونکہ اس حدیث کا مرتبہ کم ہوتا ہے اس لیے اس کو موضوع کہتے ہیں، اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے: لا علی قاری سمعتمے ہیں:

الموضوع هو الحديث الذي فيه الطعن بكذب الراوي۔ موضوع وہ حدیث ہے جس میں کذب راوی کی وجہ سے طعن ہو۔
ما نفا ابن الصلاح کہتے ہیں: الموضوع المختلف المصنوع۔ جو جھوٹی بات گھڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی گئی ہو اس کو حدیث موضوع کہتے ہیں۔

حدیث موضوع کے متحقق پر دلائل | ما نفا ابن عسقلانی سمعتمے ہیں: کسی حدیث کے موضوع ہونے کا حکم ظن غالب سے لگایا جاتا ہے اور قطعیت کے ساتھ کسی حدیث کو موضوع نہیں کہا جاتا، کیونکہ کبھی جھوٹا آدمی بھی سچی بات کہتا ہے لیکن علماء حدیث کو ایسا قوی حکم حاصل ہوتا ہے جس سے وہ حدیث موضوع کو غیر موضوع سے متمیز کر لیتے ہیں اور یہ حکم اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جس کو علم حدیث کی کامل اطلاع ہو اور اس کا ذہن روشن ہو اور اس کی فہم قوی ہو اور وہ حدیث موضوع کے قرائن سے اس کا معرفت حاصل کرے، اور کبھی حدیث کے موضوع ہونے کا اس کے واضح کے اقرار سے علم ہو جاتا ہے، ابن دقیق العید نے کہا لیکن یہ بات قطع نہیں ہے، کیونکہ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اپنے اقرار میں بھی جھوٹا ہو۔ اس قول سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ واضح کے اقرار پر بالکل عمل نہیں کیا جائے گا، حالانکہ ابن دقیق العید کی یہ مراد نہیں ہے انھوں نے صرف قطعیت کی نفی کی ہے، اور کسی حدیث پر قطعیت کے ساتھ موضوع ہونے کا حکم نہ لگانے سے یہ لادم نہیں آتا کہ اس پر ظن غالب سے بھی موضوع ہونے کا حکم نہ لگایا جائے، اور یہاں مسائل اسی طرح ہے اور اگر یہ جائز نہ ہوتا تو قائل کے اقرار سے اس کو نقل کرنا اور زنا کے مستزک کرنا بھی جائز نہ ہوتا، کیونکہ یہاں بھی یہ احتمال ہے کہ وہ دونوں اپنے اعتراض میں جھوٹے ہوں۔
حدیث موضوع کی معرفت کے قرائن اور اس کا حکم | ابن قرائن سے حدیث کے موضوع ہونے کا علم ہوتا ہے ان میں سے ایک قرینہ راوی کا حال ہے، ایک مرتبہ

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۲ھ، شرح شرح منجیہ الفکر، ص ۱۲۳، مطبوعہ رحیم آباد کراچی
۲۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر درسی المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۲۳ھ، علوم الحدیث، ص ۸۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۷ھ

ماون بن احمد کے سامنے یہ ذکر ہوا کہ ایک حسن بصری کا حضرت ابوہریرہ سے سماع ہے یا نہیں، تو ایک شخص نے اسی وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک سنبھا کر ایک حدیث سادی اور اس نے کہا حسن نے حضرت ابوہریرہ سے یہ حدیث سنا ہے، اسی طرح غیاث بن ابراہیم مہدی کے پاس گیا تو وہ کبوتروں سے کھیل رہا تھا اس نے اسی وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک ایک سنبھا کر کہا تیرا ملاؤ لسی، شتر سواری، گھوڑے سواری اور پرندوں کے سوا اور کسی چیز میں مقابلہ کرنا جائز نہیں ہے، اس نے پرندوں کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا علیحدہ مہدی تاڑ گیا کہ اس نے اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے جھوٹ بولا ہے، اس نے اسی وقت اس کبوتر کو ورج کرنے کا حکم دیا۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ وہ حدیث نص قرآن مجید یا سنت متواترہ یا اجماع قطعی یا عقلی صریح کے خلاف ہو اور اس میں کئی طرح کی تاویل نہ ہو سکے، واضح کبھی تو حدیث کو خود بناتا ہے اور کبھی کسی اور کے کلام کو بطور حدیث پیش کرتا ہے، مثلاً بعض سلف صالحین یا قدماء حکماء کے کلام کو یا اسرائیلیات کو یا کسی ضعیف حدیث کی ایک صحیح سنبھالیتا ہے تاکہ اس حدیث کی شہرت ہو، حدیث گھڑنے کا محرک اور باعث یا تو بے دینی سے جیسے زندیق لوگ، یا فلیہ جہل، جیسے جاہلی سفیہ یا فراطعیت جیسے بعض مقلدین، یا بعض رئیسوں کی خواہش پوری کرنے کے لیے یا کوئی انوکھی بات بیان کرنے کے شوق میں یا شہرت حاصل کرنے کے لیے، اور یہ تمام امور بالا جماع حرام ہیں اور اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عدا جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے اور ابو محمد جوینی نے کہا وہ شخص کافر ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اکوڑا یا بے حد جھوٹ باندھے، اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ موضوع روایت کو بیان کرنا حرام ہے، اہل یہ کہہ کر بیان کر سکتا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ امام مسلم نے روایت کیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری حدیث بیان کی حالانکہ اس کو علم تھا کہ یہ جھوٹ ہے وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

وتمایعین اور ان کی بنائی ہوئی حدیثوں کا بیان

فنائی میں از مکرر از ابن عباس کئی حدیثیں بیان کی ہیں، تم نے مکرر سے سماع کیے کیا؟ اس نے کہا میں نے دیکھا کہ لوگ قسوان کو پھوڑ کر ابو حنیفہ کی فقہ اور محمد بن اسحاق کی منازمی میں مشغول ہو گئے ہیں تو میں نے ان احادیث کو وضع کیا، اسی طرح حضرت ابی بن کعب کی روایت سے قرآن مجید کی ہر سورت کی فضیلت میں ایک حدیث بیان کی جاتی ہے اس کے متعلق بھی تحقیق سے معلوم ہوا کہ ایک جماعت نے ان حدیثوں کو وضع کیا تھا۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

امام ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں ابن مہدی سے روایت کیا ہے کہ میں نے میسرہ بن عبد ربہ سے پوچھا تم نے یہ احادیث کہاں سے روایت کی ہیں کہ جس شخص نے فلاں سورت کو پڑھا تو اس کو اتنا ثواب ملے گا اس نے کہا میں نے لوگوں کو راغب کرنے کے لیے یہ احادیث گھڑ لی ہیں، یہ ایک زاہد فوجوان تھا اس نے دنیا کی

۱۔ حافظ ابراہیم الفضل احمد بن علی بن محمد عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر، ص ۴۰-۵۰، مطبوعہ رحیم آباد علی گڑھ کراچی۔
۲۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن ابراہیم شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۷۴۳ھ، علوم الحدیث، ص ۹۱-۹۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ۔

لذتوں کو ترک کر دیا تھا، جس دن یہ فوت ہوا اس دن ہمدان کے بازار بند ہو گئے تھے، حالانکہ یہ اعاذیث گھڑ تھیں، اس سے موت کے وقت پوچھا گیا نہیں اپنے متعلق حسن ظن ہے؛ اس نے کہا کیسے نہیں ہو گا میں نے حضرت علی کی فضیلت کے متعلق متر حدیثیں گھڑی ہیں۔

ابو داؤد بخاری صائم النہار اور قائم الیل تھے اس کے باوجود وہ حدیثیں گھڑتے تھے اور ابو بشر احمد بن محمد فقیر نروزی سنت کے زبردست حامی اور بدعت کے سخت مخالف تھے اور حدیثیں گھڑتے تھے، ابن عدی نے کہا کہ وہیب بن حفص صاحبین میں سے تھے انھوں نے بیس سال تک کسی سے کلام نہیں کیا اور غش جھوٹ بولتے تھے بلکہ ملا علی قاری کہتے ہیں:

عقیدہ نے بیان کیا ہے کہ رضاعین نے چودہ ہزار اعاذیث گھڑی ہیں، مہدی نے کہا میرے سامنے ایک زبدیق نے اقرار کیا کہ اس نے سو حدیثیں گھڑی ہیں، ابن عدی نے کہا جب عبدالکریم بن عروجا کو کپڑہ کر لایا گیا اس کی گردن اڑانے کا حکم دیا گیا تو اس نے کہا میں نے تم میں چار ہزار حدیثیں گھڑ کر پھیلا دی ہیں، جن میں، میں نے حرام کو حلال، اور حلال کو حرام کر دیا ہے، ابھی رضاعین میں سے عارث کتاب تھا جس نے موت کا دعویٰ کیا تھا اور ہزاروں حدیثیں گھڑ لی تھیں، جب ابن مبارک سے ان اعاذیث موضوعہ کے متعلق تشریف لیا تو انھوں نے کہا ان کے لیے ناقدین اور ماہرین حدیث موجود ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَنَا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اَنَّا لَاحْفَظُوْنَہٗ

ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

ان کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے الفاظ اور معانی دونوں کا محافظ ہے اور اعاذیث نبویہ قرآن کے معانی میں جن سے قرآن مجید کے الفاظ کی وضاحت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَتَبَيِّنَ لِّلنَّاسِ مَا نَزَّلَ الْيُسُفٰرَہٗ

تاکہ آپ لوگوں کو بیان کرے کہ ان کی طرف کیا نازل کیا گیا ہے۔

(نحل: ۱۰۲)

اس لیے درحقیقت کتاب اور سنت کا اللہ تعالیٰ ہی محافظ ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے ہر قرن بلکہ ہر زمانہ میں ایسے عالم کو پیدا کرتا ہے جو دین کے امور کی تجدید کرتا ہے، حدیث موضوعہ کی پُرکھ اور پہچان کے متعلق امام ابن عدی نے کتاب الضعفاء لکھی، خود میں نے لکھی، اور امام ابن جوزی نے موضوعات لکھی، لیکن اس پر علماء نے اعتراض کیا ہے کیونکہ ان میں غیر موضوع اعاذیث کو بھی درج کر دیا ہے، علامہ سیوطی نے اس موضوع پر اللالی المصنوعہ لکھی ہے۔ نیز ملا علی قاری کہتے ہیں:

شعبی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا، اور میرے پاس ایک لمبی ڈاڑھی والا شخص بیٹھا غلط کر رہا تھا اور اس کے گرد لوگوں کا ایک بڑا حلقہ تھا، اس نے بیان کیا کہ فلاں نے فلاں سے اور فلاں نے فلاں

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدوین المروای ج ۱ ص ۲۸۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

۲۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبة الفكر ص ۱۲۷-۱۲۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

سے اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے دو صورت بنائے ہیں اور ہر صورت سے دو مرتبہ صورت چھوڑا جائے گا ایک بار چھوڑنے سے لوگ بے ہوش ہوں گے اور دوسری بار قیامت کے لیے چھوڑا جائے گا۔ شبی کہتے ہیں میں اپنے نفس کو ضبط نہ کر سکا میں جلدی سے ناز ختم کر کے ان کی طرف مڑا اور ان سے کہا اے شیخ! خدا سے ڈرو اور غلط نہ بیان کرو، اللہ تعالیٰ نے صرف ایک صورت پیدا کیا ہے اور اسی کو دوبار چھوڑا جائے گا، اس شیخ نے کہا اے فاجر! مجھ سے فلاں فلاں نے یہ حدیث بیان کی ہے اور ترجمہ پر رد کرتا ہے پھر اس نے اپنی جوتی اٹھا کر مجھے پیش کیا شروع کر دیا اور اس کی پیروی میں اس کے تمام مریدوں نے مجھے اپنے جوتوں سے مارنا شروع کر دیا اور بہ خدا ان لوگوں نے مجھ کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ انہوں نے مجھ سے یہ نہیں کہہ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے تین صورت پیدا کیے ہیں: ۱۔

حافظ ابن عساکر بیان کرتے ہیں کہ رشید کے پاس ایک زندیق کو لایا گیا، خلیفہ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا اس زندیق نے کہا تم مجھ کو قتل کر دو گے لیکن چار ہزار حدیثوں کا کیا کرو گے جن کو وضع کر کے میں نے لوگوں میں پھیلا دیا ہے اور ان میں حدال کو حرام اور حرام کو حدال کر دیا ہے اور ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زبانا ہوا ایک حرف بھی نہیں ہے رشید نے کہا اے زندیق! تو عبد اللہ بن مبارک اور ابن اسحاق غورای کو کیا سمجھتا ہے ان کی تنقید کی پھیلانی سے تیری وضع کی زندیق حدیثوں کا ایک ایک حرف نکل جائے گا۔ ۲۔

حدیث موضوع کی موقوف کے قواعد اور ضوابط | ملا علی قاری ابن تیم جزیہ سے نقل کر کے لکھتے ہیں رحم نے ان قواعد اور احادیث کا توکر نہیں کیا جس سے

ملا علی قاری نے اختلاف کیا ہے۔ (سیدہ غفرلہ)

۱۔ ہم ایسے چند قواعد کلیہ بیان کرتے ہیں جن سے کسی حدیث کا موضوع ہونا معلوم ہو سکے گا۔ کسی حدیث میں ایسی بے نیکی اور بے اصول باتیں ہوں جن کا کہنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہے اور اس کی حدیث موضوع میں بہت مثالیں ہیں، ایک مثال یہ ہے: جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا، اللہ تعالیٰ اس کلمہ سے ایک پرندہ پیدا کرے گا جس کی ستر ہزار زبانیں ہوں گی اور ہر زبان کی ستر ہزار لغات ہوں گی اور وہ پرندہ اس شخص کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں گے اور جس شخص نے فلاں فلاں کا نام کیا اس کو جنت میں ستر ہزار شہر ملیں گے اور ہر شہر میں ستر ہزار محل ہوں گے اور ہر محل میں ستر ہزار حدیثیں ہوں گی، اور اس جیسی حدیثیں ان کو بنا سنے والا انتہائی جاہل اور احمق تھا اور یا وہ زندیق شخص تھا اس قسم کی احادیث گھر گھر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کننا چاہتا تھا۔ ۲۔ ایسی حدیث جس کی جس اور مشاہدہ ممکن نہ ہو جیسے یہ حدیث کہ: لیکن کھانا ہر بیماری سے شفا دے، اسی طرح یہ حدیث کہ اگر کسی حدیث کو بیان کرتے وقت اس کو چھینک اُسے تو وہ اس کی صداقت کی دلیل ہے، حالانکہ کئی مرتبہ جھوٹ بولتے وقت لوگوں کو چھینک آجاتی ہے، اور کوئی شخص حدیث بیان کرے اور اس کو ایک

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیرہ ص ۱۲، مطبوعہ مطبعہ مجتبیٰ دہلی

۲۔ حافظ ابو القاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی ۵۵۰ھ، مختصر تاریخ دمشق ج ۴ ص ۱۱، مطبوعہ دار الفکر دمشق، ۱۴۰۴ھ

لاکھ مرتبہ بھی چھینکیں ابھائیں تو اس سے اس حدیث کی صحت کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔
(۳) وہ حدیث جو کسی متفقہ خیر بات پر مشتمل ہو مثلاً یہ حدیث کہ اگر چاول آدمی ہوتا تو عظیم الطبع ہوتا جو ہر شخص کا دل چاہتا ہے وہ سیر ہو جاتا ہے۔ یہ بات کسی عام فاضل شخص سے بھی متفق نہیں ہے چہ جائیکہ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سے۔ اسی طرح یہ حدیث کہ اخروٹ کھانا بزدلی کی علامت ہے اور جب یہ حدیث میں جاتا ہے تو شفاء بن جانا ہے۔

(۴) وہ حدیث جو کسی صریح سنت کے خلاف ہو اور اس میں واضح تضاد ہو سو ہر وہ حدیث جو کس فساد، ظلم، عبث، باطل کی مدح یا حق کی مذمت پر مشتمل ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں، ایسی ہی یہ حدیث ہے جس کا نام محمد یا احمد ہوا جو کسی شخص کا نام محمد یا احمد رکھے جہنم میں داخل نہیں ہوگا، کیونکہ ہم کو دین سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص محض اسماء اور القاب کی بنا پر دوزخ سے نجات نہیں پائے گا نجات تو صرف ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے ہوگی۔

(۵) جس حدیث میں یہ دعویٰ کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کے سامنے علی الاعلان کوئی کام کیا اور وہ سب صحابہ اس کے چھپانے پر متفق ہو گئے اور کسی نے اس کو ظاہر نہیں کیا جیسا کہ بعض کذابین نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجت الوداع سے واپسی پر تمام صحابہ کے سامنے حضرت علی کا دم پکڑ کر فرمایا اور سب صحابہ نے اس کو پہچان لیا، کہ یہ میرا دم ہے اور میرا بھائی اور میرے بند خلیفہ ہے، اس کے احکام سننا اور اس کی اطاعت کرنا، پھر صحابہ اس کو چھپائے اور اس کو متفق کرنے پر متفق ہو گئے۔

(۶) ایسی حدیث جوئی نفسہ باطل ہو اور اس کا نفس مضمون اس پر دلالت کرتا ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہو سکتا جیسے یہ احادیث ہیں (۱) جب رب غضب میں ہوتا ہے تو ناسی میں کلام کرتا ہے اور جب راضی ہوتا ہے تو عربی میں کلام کرتا ہے۔ (۲) چھ چیزیں نسیان کو پیدا کرتی ہیں، چوہے کا جھوٹا، جوں کو آگ میں ڈالنا، ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا، دندا سے چبانا، کھڑے سیدھ کھانا، گدی کی رگ میں نقد لگاتے ہوئے باتیں کرنا۔ (۳) اسے حمیرا دھوپ میں گرم پانی سے غسل نہ کرنا اس سے برص پیدا ہوتا ہے (۴) جس شخص کے پاس صدقہ کے لیے مال نہ ہو وہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے، کیونکہ لعنت کبھی بھی صدقہ کا بدلہ نہیں ہے۔ (۵) میں نے قسم کھائی ہے کہ جن کا نام محمد یا احمد ہوگا اس کو دوزخ میں داخل نہیں کر دوں گا۔

(۷) جو حدیث کلام انبیاء کے مشابہ نہ ہو جیسے یہ حدیث: (۱) تم تلخ چہرے اور سیاہ آنکھوں کو دیکھا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی تلخ کو دوزخ میں ڈالنے سے حیا فرماتا ہے (۲) جو لوگ سر منڈاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے اور حضرت علی ان کے پیشوا ہیں۔

(۸) ہر وہ حدیث جس میں حسین چہرے والوں کی مدح و ثنا ہو اور انھیں دیکھنے اور ان سے اپنی حاجتیں طلب کرنے کا حکم ہو اور یہ کہ آگ ان کو نہیں پھوسے گی یہ سب جھوٹی اور من گھڑت حدیثیں ہیں، لہذا یہ حدیث کہ حسین چہرے والوں سے خیر طلب کرو، اس کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے، اور امام طبرانی، امام ابویہ، امام بیہقی، امام ابن مسعود وغیرہ نے مختلف الفاظ سے روایت کیا ہے، یہ موضوع نہیں ہے حسن یا ضعیف ہے۔

(مصنف کہتا ہے کہ بعض کتابوں میں اس کو یہ طور حدیث نکھا۔
اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اهل القبور۔
جب تم معاملات میں حیران ہو تو قبر والوں سے مدد
طلب کرو۔

علاقہ تاریخی نے اس کو لائق سے تعبیر کیا ہے یعنی یہ ایک قول ہے۔ شرح مستدلی حنیفہ ص ۲۲۷ مطبوعہ
دارالاباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ، اور علامہ اسماعیل بن محمد عجونی متوفی ۱۱۷۳ھ نے لکھا ہے، یہ ابن کمال پاشا کی
اربعین میں مذکور ہے۔ کشف الخفاء ویزلی الاباس ج ۱ ص ۸۵ (مطبوعہ مکتبہ غزالی دمشق)
(۹) جس حدیث میں تاریخ میں بیان کی ہو کہ جب فلاں میں یا فلاں مہینہ ہوگا تو فلاں واقعہ ہوگا، جیسا کہ اس حدیث
میں ہے: جب محرم میں چاند گرہن ہوگا تو منگائی ہوگی، جنگ ہوگی اور سلطان مشغول ہوگا اور جب صفر میں چاند
گرہن ہوگا تو اس طرح ہوگا، اس طرح بارہ مہینوں کے متعلق حدیثیں ہیں اور یہ سب بناوٹی اور جھوٹی حدیثیں ہیں۔
(۱۰) جس حدیث میں طلب کے اوصاف بیان کئے گئے ہوں مثلاً یہ حدیثیں: (۱) ہر سید کمر مضبوط کرتا ہے بلب، پھل کھانے
سے ذرا مت چلی جاتی ہے (ج) ایک شخص نے آپ سے قلت اولاد کی شکایت کی تو آپ نے اس کو پیار اور
انڈے کھانے کا حکم دیا۔

(۱۱) وہ احادیث جس میں ایسی چیزیں بیان کی گئی ہوں جن کے بطلان پر شواہد صحیحہ قائم ہوں، جیسے عروج بن عنق کی طوالت
کی حدیث ہے، اس حدیث میں ہے کہ عروج بن عنق کا قد تین ہزار تین سو تینتیس اوتھ لہا تھا، طرفان نوح مرت
اس کے ٹخنوں تک پہنچ سکا وہ مندر سے پھل نکالتا اور سورج سے لگا کر بھون لیتا، یہ حدیث اپنی تمام
تفصیلات کے ساتھ مصنوع اور جھوٹی ہے۔

(۱۲) جو حدیث مرتج قرآن کے مخالف ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے دنیا کی مقدار سات ہزار سال ہے اور ہم ساتویں
ہزار میں ہیں۔ اس حدیث کا جھوٹا ہونا بالکل ظاہر ہے، کیونکہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو ہر شخص کو علم ہو جاتا کہ اقامت
کے آنے میں کتنا وقت باقی رہ گیا ہے۔ نساں مجید میں ہے:

لَا تَأْتِيَكُمُ الْبَغْثَةُ - (اعراف: ۱۸۷)

(۱۳) اسی طرح مخصوص دنوں اور راتوں کی نازوں کے متعلق احادیث ہیں جیسے اذان کی ناز اور پیر کی ناز حتیٰ کہ ہفتہ کے
ہر دن کے متعلق ناز ہے۔ اور یہ حدیث ہے: جس نے رجب کی پہلی تاریخ کو مغرب کے بعد بیس رکعت نماز پڑھی
وہ پل صراط سے بغیر حساب کے گذر جائے گا، اور یہ حدیث ہے: جس نے رجب میں کسی دن روزہ رکھا اور
اس طرح دو رکعت نماز پڑھی کہ ہر رکعت میں سو بار آیت الکرسی پڑھی اور دوسری رکعت میں سو بار سورۃ اخلاص
پڑھی وہ جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھنے سے پہلے نہیں مرے گا، یہ سب موضوع حدیثیں ہیں۔

(۱۴) شعبان کی پندرہویں شب کے متعلق بھی موضوع حدیثیں ہیں: (۱) اسے ملی! جس شخص نے شعبان کی پندرہویں شب کو
اس طرح سو رکعت نماز پڑھی کہ ہر رکعت میں ہزار مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھا تو وہ اس رات اللہ تعالیٰ سے جس حاجت
کو طلب کرے گا اللہ اس کی اس حاجت کو پورا کر دے گا اور اس کو ستر ہزار حوریں دے گا، ہر فرد کے ستر ہزار
غلام ہوں گے اور ستر ہزار بچے ہوں گے اور اس کے آخر میں ہے اس کے ماں باپ میں سے ہر ایک ستر ہزار کی

شفاعت کرے گا جس شخص کو سنت کا ذرا سا بھی علم ہو گا وہ اس قسم کی حدیثوں سے دھوکا نہیں کھائے گا۔ اسی طرح ایک حدیث میں ہے جس شخص نے اس رات میں ایک ہزار مرتبہ قبل ہوا اللہ احد پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے پاس بشارت دینے کے لیے ایک لاکھ فرشتے بھیجے گا۔

(۱۵)۔ جس حدیث کے الفاظ لیے رکھیں ہوں جن سے سماعت اور طبع متغیر ہو، جیسے یہ حدیث ہے:

ان لله مدکامن حجارة یقال له عمارة
ینزل علی حمار من حجارة کل یوم
فیسعر۔
اللہ کے لیے پتھر کا ایک فرشتہ ہے جس کو علامہ
کہتے ہیں وہ ہر روز پتھر کے گدھے پر نازل ہوتا ہے
اور اس کو جلاتا ہے۔

(۱۶)۔ احادیث کا لول اور سیاہ ناموں کی مذمت میں ہیں جیسے یہ حدیث ہے: حبشی کا جب پیٹ بھر جاتا ہے
تو وہ زنا کرتا ہے اور جب بھوکا ہوتا ہے تو چوری کرتا ہے اسی طرح جلاتا ہوں کی مذمت میں بھی احادیث
وضع کی گئی ہیں۔

(۱۷)۔ ترک، خفیوں اور غلاموں کی مذمت میں احادیث وضع کی گئی ہیں اور غلاموں کی مذمت میں بھی احادیث ہیں، مثلاً یہ حدیث
ہے، اگر اللہ کے علم میں خفیوں میں کوئی خیر ہوتا تو وہ ان پشت سے ایسی اولاد نکالتا جو اللہ کی عبادت گزار ہوتی۔

(۱۸)۔ جس حدیث کے موضوع ہونے پر اسی حدیث میں قرائن قائم ہوں، مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ اہل خیبر سے جنہیں
معاذ کو دیا گیا، یہ حدیث ان وجہ سے موضوع ہے۔ (۱) اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کی شہادت کا ذکر
ہے اور وہ غزوہ خندق سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔ (ب) اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان
نے اس طرح لکھا تھا اور حضرت معاویہ نسج مکہ کے زمانہ میں اسلام لائے تھے، (ج) اس وقت تک جنہیں کس احکام
نازل نہیں ہوئے تھے اور نہ پہلے صحابہ اور عرب میں یہ طریقہ معروف تھا، جنہیں کے احکام غزوہ تبوک کے سال نازل
ہوئے ہیں، اس وقت بھی صلی اللہ علیہ وسلم نے بخران کے عیسائیوں اور یمن کے یہودیوں پر جزیہ مقرر کیا اور مدینہ
کے یہودیوں سے جزیہ نہیں لیا، کیونکہ ان سے پہلے معاہدہ ہو چکا تھا، پھر جب انھوں نے عہد شکنی کی تو ان میں سے
بعض کو قتل کر دیا اور بعض کو جلا وطن کر دیا اور آپ نے اہل خیبر سے فرضیت جزیہ سے پہلے صلح کر لی تھی (د)، نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لازماً جزیہ مقرر نہیں کیا تھا، بلکہ فرمایا تھا ہم جب تک ہا ہیں گے تم کو مدینہ میں رکھیں گے
(د) اس قسم کا واقعہ اگر ہوتا تو اس کی بہ کثرت روایات ہوتیں، (۲) اہل خیبر نے پہلے ایسا کوئی احسان نہیں کیا تھا کہ ان
سے جزیہ معاف کر دیا جاتا انھوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی، اور کئی صحابہ کو شہید
اور زخمی کیا، ان کے علاوہ اور بہت دلائل ہیں۔

(۱۹)۔ اولاد کی مذمت میں تمام احادیث موضوع ہیں، مثلاً یہ حدیث موضوع ہے: اگر تم میں سے کوئی شخص ایک سو ساٹھ گتے
کے پلے پالے تو وہ ایک بچہ کو پالنے سے بہتر ہے۔

(۲۰)۔ مستقبل کے تاریخوں کے متعلق احادیث موضوع ہیں مثلاً جب ۳۵ سال گزر جائیں گے تو حضرت سلیمان نے جن قیدیوں
کو قید کیا تھا وہ سب نکل آئیں گے، اور فلاں سن میں یہ ہو گا اور فلاں سن میں یہ ہو گا۔

(۲۱)۔ قرآن مجید کی سورتوں اور ان کے پڑھنے کے ثواب کے متعلق احادیث موضوع ہیں کہ جس نے فلاں سورت پڑھی تو

اس کو فلاں اجر ہوگا، قطعی اور واحدی نے ہر حدیث کے شروع میں اس قسم کی احادیث ذکر کی ہیں اور بیضاوی اور زبیری نے ہر حدیث کے آخر میں ذکر کیا ہیں، اور مفتی ابوالسعود نے بھی ان کی تباہی کی ہے اور دہلیوں نے ان حدیثوں کے وضع کرنے کا اعتراض کیا ہے۔ (اس کے حوالے گذر چکے ہیں)۔

(۲۲) حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت میں یہ احادیث موضوع ہیں (۱) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے عام تجلی فرمائے گا اور ابوبکر کے لیے خاص تجلی فرمائے گا۔ (ب) جو کچھ اللہ نے میرے سینہ میں ڈالا وہ میں نے ابوبکر کے سینہ میں ڈال دیا۔ (ج) جب اللہ تعالیٰ نے روح کو پسند کیا تو ابوبکر کی روح کو پسند کیا۔

(۲۳) حضرت علی کی فضیلت میں احادیث موضوع ہیں؛ حاکم ابویعلیٰ نے کہا کہ راویوں نے حضرت علی اور اہل بیت کی فضیلت میں تین لاکھ سے زیادہ احادیث وضع کی ہیں۔

(۲۴) امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے ناموں کے ساتھ ان کی فضیلت میں حدیثیں وضع کی گئی ہیں۔

(۲۵) حضرت امیر معاویہ، حضرت عمر بن العاص اور خرامیہ کی مذمت میں احادیث گھڑی گئی ہیں۔

(۲۶) منصور اور سفاح کی مدح میں حدیثیں بنائی گئی ہیں۔

(۲۷) یزید، ولید اور مروان بن الحکم کی مذمت میں حدیثیں وضع کی گئی ہیں۔

(۲۸) بغداد، بصرہ، کوفہ، مرو، ترمذ، بن، عسقلان اور اسکندریہ کی مذمت میں احادیث وضع کی گئی ہیں۔

(۲۹) اولاد عباس پر موضوع حدیثیں جو نے اور اولاد عباس کے لیے خلافت کے متعلق احادیث وضع کی گئی ہیں۔

(۳۰) حضرت ابو موسیٰ کی مذمت میں جھوٹی احادیث بنائی گئی ہیں۔

(۳۱) جس حدیث میں ہے کہ فلاں شہر جنت کے شہروں میں سے ہے اور فلاں شہر دوزخ کے شہروں میں سے ہے۔

(۳۲) ایمان میں کمی بیشی کی نفی اور اثبات میں احادیث وضع کی گئی ہیں۔

(۳۳) پھولوں کی فضیلت میں احادیث وضع کی گئی ہیں مثلاً زکس اور گلاب کے بارے میں اور یہ سب جھوٹ ہیں۔

(۳۴) ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سماع کی محفل میں آئے اور آپ نے رقص کیا حتیٰ کہ آپ کی قمیص پھوٹ گئی، اللہ تعالیٰ اس کے واسطے پر نعمت کرے، اس نے کسی جرأت کی ہے، جاہل صوفیاء کی اس طرح

کی بنائی ہوئی احادیث موضوع ہیں۔

(۳۵) جس شخص نے کسی بختے ہوئے آدمی کے ساتھ کھانا کھا یا وہ بھی بخشا جائے گا، اس طرح کی احادیث موضوع ہیں

(۳۶) جو جب تم میں سے کسی کو ماں ناز میں بلائے تو اس کے بلائے پر جلتے اور جب باپ بلائے تو نہ جاتے، اس کو

عبدالعزیز بن ابان قرشی اموی نے روایت کیا ہے، یہ شخص کذاب تھا اور احادیث گھڑتا تھا۔ (نقل ناز میں مسئلہ

اسی طرح ہے، البتہ فرض ناز میں) ماں کے بلائے پر بھی نہ جاتے۔ شرح صحیح مسلم جلد سابع میں اس کی تفصیل ہے)

حافظ ابن الدین عراقی لکھتے ہیں:

کبھی کوئی حدیث منالط کی وجہ سے بھی موضوع ہو جاتی ہے، اس کی مثال یہ حدیث ہے:

پھر مر جان گئے، اور اس نے جین و رقی کا ایک طویل قصہ بیان کیا، امام احمد بن حنبل حیرت سے یحییٰ بن معین کی طرف دیکھ رہے تھے اور یحییٰ، امام احمد کی طرف دیکھ رہے تھے اور ایک دوسرے سے پوچھا کیا آپ نے یہ حدیث بیان کی ہے؟ ہر ایک نے کہا ہرگز نہیں، جب وہ فقرہ سے فارغ ہو گیا تو انھوں نے اس کو بلایا اور اس سے پوچھا تم نے یہ حدیث کس سے روایت کی ہے؟ اس نے کہا احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین سے، یحییٰ بن معین نے کہا میں یحییٰ بن معین ہوں اور یہ احمد بن حنبل ہیں، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہرگز نہیں سنی، تم کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بانٹ رہے ہو؟ اس نے کہا میں ایک عرصہ سے سن رہا تھا کہ یحییٰ بن معین احمق آدمی ہے، آج مجھے اس کی تصدیق ہو گئی، یحییٰ نے پوچھا کیسے؟ اس نے کہا تم یہ سمجھتے ہو کہ دنیا میں صرف یہی یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل ہر دو سترہ ایسے آدمیوں سے حدیث روایت کرتا ہوں جن کا نام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین ہے اور ان کا مذاق اڑا کر چل دیا۔

حدیث متروک کا بیان

هو الحدیث الذی فی امتادہ ما او متھو
بالکتاب لے
یہ وہ حدیث ہے جس کی سند میں کوئی ایسا راوی ہو جس پر کذب کی تہمت ہو۔

کذب کی تہمت دو وجوہوں سے ہوتی ہے (۱) وہ حدیث صرف اسی راوی سے مروی ہو اور وہ قواعد معلومہ کے خلاف ہو۔ (۲) اس شخص کا عادتہ جھوٹ بولنا مشہور ہو لیکن حدیث نبوی میں اس کا جھوٹ بولنا ظاہر نہ ہوا ہو۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

جس حدیث میں کسی ثقہ راوی کی مخالفت نہ ہو اور اس کا راوی کذب کے ساتھ متہم ہو، اور وہ حدیث صرف اسی شخص سے مروی ہو اور وہ قواعد معلومہ کے خلاف ہو یا وہ راوی حدیث نبوی کے ماسوا میں جھوٹ بولنے میں مشہور ہو یا وہ بہت غلطیاں کرتا ہو یا فاسق ہو یا غافل ہو تو اس کی حدیث متروک ہے اور یہ ایک مستقل قسم ہے جس کا علامہ ابن حبان نے ذکر کیا ہے جیسے ازرقہ ازمرہ از ابی بکر آٹھ کے حدیث کی حدیث ہے، اور ازمرہ بن شمراہ مابرا الجعفی از ماریث از علی ایک حدیث مروی ہے۔ لے

مورخ الذکر سند سے جو حدیث مروی ہے اس کا مافظ ذہبی نے ذکر کیا ہے :-

عن عمرو بن شمر عن جابر عن ابی الطفیل
عن علی وعمار قال کان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم یقنت فی الفجر ویکبر یدوم عرفۃ من
صلوۃ الغداة ویقطع صلوة العصر اخرا یم
عمرو بن شمر از شمراہ از ابی الطفیل از حضرت علی و
حضرت عمار یہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم فجر کی نماز میں قنوت کرتے تھے اور یدوم عرفہ
کو صبح کی نماز سے تکبیرات تشریف شروع کرتے اور آخر

لے۔ علامہ ابن سعد بن محمد القاری مترقی ۱۱۴۲ھ، مؤخرات کبیر ص ۱۲، مطبوعہ مطبعہ مجتبائی دہلی ہند

لے۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح منجیۃ الملک ص ۶۰، مطبوعہ رحیم آباد کراچی

لے۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تندیب الراوی ج ۱ ص ۲۶۲، مطبوعہ مکتبہ علیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

قال الحافظ البردیهی هو الفرد الذی لا یعرف متنته عن غیر راویہ وکذا اطلقہ کثیرون والصواب فیہ التفصیل الذی فی الشاذ۔

حافظ بردیہی نے کہا کہ منکر اس فرد حدیث کو کہتے ہیں جس کا متن اس راوی کے علاوہ اور کسی راوی سے معروف نہ ہو، اکثر علماء نے منکر کو اس طرح مطلقاً بیان کیا ہے اللہ صحیح یہ ہے کہ اس میں بھی شاذ والی تفصیل ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حدیث منکر کی دو تفریقیں ہیں ایک وہ توہین ہے جو حافظ بردیہی سے منقول ہے اور دوسری توہین یہ ہے کہ وہ فرد حدیث ہے جس کے راویوں میں کوئی ثقہ اور صاحب اتقان راوی نہ ہو جو اس فقرہ کا حامل ہو بلکہ اول الذکر توہین کے اعتبار سے اس کی مثال یہ حدیث ہے:

امام البراد وروایت کرتے ہیں:

عن ہمام عن ابن جریج عن الزہری عن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الخلا وضع خاتمہ قال ابو داؤد هذا حدیث منکر وانما یعرف عن ابن جریج عن زیاد بن سعد عن الزہری عن انس قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ خاتمہ من ورق ثم القاه والوہم فیہ من ہمام ولم یروہ الا ہمام۔

از ہمام از ابن جریج از زہری از حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو اپنی انگلی اتار دیتے، امام البراد نے کہا یہ حدیث منکر ہے اس کے مقابلہ میں معروف حدیث یہ ہے از ابن جریج از زیاد بن سعد از زہری از حضرت انس روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگلی بنائی پھر اس کو پینک دیا اس منکر حدیث میں ہمام کو وہم ہوا ہے، اور ہمام کے سوا کسی نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا۔

ثانی الذکر توہین (جس کا راوی غیر ثقہ ہو اور اس متن کے ساتھ متفق نہ ہو) کے اعتبار سے منکر کی مثال یہ حدیث ہے۔ امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن یحییٰ بن محمد بن قیس المدنی ثنا ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلوا البلع بالتمر کلوا الخلق بالجدید فان الشیطان یغضب ویقول بقی ابن آدم۔

از یحییٰ بن محمد بن قیس مدنی از ہشام بن عروہ از حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھجور کو چھوڑے کے ساتھ ملا کر کھاؤ، اور پرانی کھجور کو نئی کھجور کے ساتھ ملا کر کھاؤ، کیونکہ شیطان غضب ناک ہوتا ہے اور کہتا ہے

۱۔ علامہ یحییٰ بن شریف ترمذی متوفی ۴۰۶ھ، تخریب التلویح صحیح الترمذی ج ۱ ص ۲۳۹-۲۴۰ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۲۔ علامہ جلال سیوطی متوفی ۹۱۱ھ تخریب الراوی ج ۱ ص ۲۳۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۳۔ امام البراد وروایت سلیمان بن اشعث متوفی ۲۰۰ھ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۴، مطبوعہ مطبعہ مجتہبی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

شاذ اور منکر میں عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے کیونکہ ان دونوں روایتوں میں کسی کی مخالفت ہوتی ہے یہ مادہ اجتماعی ہے لیکن شاذ ثقہ اور صدوق کی روایت ہوتی ہے اور منکر ضعیف کی روایت ہوتی ہے اور جس شخص نے ان دونوں کو برابر قرار دیا وہ غافل ہے۔ لے

حدیث معطل کا بیان | حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان اطلع علی الوهم بالقرائن الدالة علی وهم راویہ من وصل مرسل او منقطع او ادخال حدیث فی حدیث او نحو ذلك من الاشياء القادحة ویحصل معرفة ذلك بكثرة التتبع وجمع الطرق فهذا هو المعطل۔

اگر ترائین سے راوی کے اس وہم پر اطلاع ہو جائے کہ وہ مرسل یا منقطع کو موصول قرار دیتا ہے یا ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دیتا ہے یا اور اسی قسم کے اوہام (مثلاً موصول کو مرسل قرار دینا یا مرفوع کو مرفوع قرار دینا یا بالکس یا ضعیف راوی کو ثقہ سے بدل دینا یا بالکس) جو حدیث میں ظن کا موجب ہیں اور اس کی معرفت تب ہوتی ہے جب اس حدیث کی تمام سندوں پر عبور حاصل کر لیا جائے تو یہ حدیث معطل ہے۔

حدیث معطل کی معرفت علم حدیث میں انتہائی ناممکن اور دقیق ہے، جب تک کسی شخص کو علم حدیث میں قوی ملکہ حاصل نہ ہو اس کو حدیث معطل کی پہچان نہیں ہو سکتی، اسی وجہ سے بہت کم ائمہ نے حدیث معطل کی تحقیق کی ہے، مثلاً امام علی بن مدینی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام بیہقی، امام ابی شیبہ، امام ابی حاتم، امام ابوزرعیہ اور امام دارقطنی۔ لے

کبھی علت صرف سند میں ہوتی ہے اور متن حدیث معروف اور صحیح ہوتا ہے، مثلاً یہ حدیث:

عن یعلیٰ بن عیینہ عن سفیان الثوری عن عمرو بن دینار عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال البیعات بالخیار۔

اس سند میں یعلیٰ بن عبیدہ نے یہ غلطی کی کہ عمرو بن دینار کہہ گا حالانکہ سفیان ثوری عمرو بن دینار سے نہیں روایت کرتے ہیں، روایت کرتے ہیں، سفیان کے باقی تمام شاگرد، مثلاً ابو نعیم فضل بن دین، محمد بن یوسف فریابی اور محمد بن یزید وغیرہم سب سفیان کی روایت عبد اللہ بن دینار سے کرتے ہیں بلکہ

علامہ علی قاری لکھتے ہیں:

لے۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نہجۃ الفکر ص ۴۶۔ ۴۷، مطبوعہ مکتبہ مدنی کراچی

لے۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۵۴، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

علامہ سخاوی نے کہا کبھی علت ضعیف راوی کو ثبوت کے ساتھ بدل دینے سے ہمتی ہے جیسے ابن مرقہ کی یہ حدیث ہے :

موسیٰ بن عقبہ عن عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی برائیوں کو دور کر دیا۔

اس حدیث میں ابن مردودہ کی نقل ہے کہ اس نے موسیٰ بن عقبہؒ کو کہا حالانکہ یہ موسیٰ بن عبیدہؒ ہے اور یہ ثقہ راوی ہے اور ابن عقبہ ضعیف ہے۔
حدیث مرسل کو موطاؒ روایت کرنے کی وجہ سے علت کی مثال یہ حدیث ہے :
امام ترمذی روایت کرتے ہیں :

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حدثنا وليد بن مسلم اخبرني ثور بن يزيد عن رجاء بن حيوة عن كاتب المقيورة عن المغيرة بن شعبان النخعي عن النبي صلى الله عليه وسلم مسجدا على الخف والمقله

امام ترمذی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

وليد بن مسلم الزهر بن يزيد از رجاء بن حيوة از كتاب مغيرة از مغيرة بن شعبه روايت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سردے پر اوپر اور نیچے مسح کیا۔

امام ربیع اس حدیث کے معنی میں ہیں:
یہ حدیث معلول ہے: ثور بن یزید کے شاگردوں میں سے ولید بن مسلم کے سوا کسی نے اس کو مصدقاً روایت نہیں کیا، میں نے امام ابو زرہ اور امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا یہ حدیث صحیح نہیں ہے، کیونکہ امام ابن المبارک نے اس کو از ثور از ربعاً روایت کیا ہے، مجھے از کاتب منیرہ از ربعی سے احمد علیہ وسلم یہ حدیث مرسل بیان کی گئی ہے اور اس میں حضرت منیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں:

علامہ ترمذی لکھتے ہیں:

حدیث معلل کا اطلاق کبھی اس تعریف مذکور کے غیر پر بھی کیا جاتا ہے، مثلاً راوی کے کذب، اس کی غفلت اس کے بدعا نقطہ وغیرہ پر جو ضعف حدیث کے اسباب ہیں، اور امام ترمذی نے نسخ کو بھی علت لکھا ہے اور بعض ائمہ نے ایسی مخالفت پر بھی علت کا اطلاق کیا ہے جو وجہ طعن نہیں ہے، مثلاً ثقہ اور ضابطہ راوی جس حدیث کو روایت بیان کرے اس کو مرسل بیان کرنا حتیٰ کہ بعض نے کہا بعض صحیح حدیث معلل میں جیسا کہ کہا جاتا ہے بعض صحیح حدیث شاذ ہیں۔

۱۔ قاضی بن سلطان محمد القاضی متوفی ۱۱۰۲ھ شرح منجیۃ الملک ص ۱۳۱، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ
 ۲۔ امام البریلی محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۱-۱۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
 ۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نوادی متوفی ۷۷۶ھ، تہذیب الراوی ج ۱ ص ۲۵۱-۲۵۷، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

بھی علت ثقیبہ ہوتی ہے۔ اس کی مثال دیتے ہوئے علامی قاری لکھتے ہیں:

امام مسلم اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں:

عن الولید بن مسعود ثنا الاوزاعی عن قتادة
انہ کتب الیہ ینحیرہ عن انس بن مالک انہ حدثہ
قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی
بکر وعمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم وکانوا
یستفتحون بالحمد لله رب العالمین لا ینکون
بسم اللہ الرحمن الرحیم فی اول قراۃ ولا فی آخرھا۔

اس حدیث کو حمید نے حضرت انس سے روایت کیا ہے اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت انس نے
یہ کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی
بلکہ صرف یہ ہے کہ میں نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کے پیچھے نماز پڑھی، اور ولید بن مسلم نے
جو روایت میں یہ ذکر کیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، امام ابن عبد البر نے کہا یہ ان
کے عرویک خطا ہے، امام بیہقی نے کتاب الآثار میں ذکر کیا ہے کہ امام شافعی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ
کی حدیث کو مٹول قرار دیا ہے۔ لہ

حدیث مدرج کا بیان | مدرج، ادراج کا اسم مفعول ہے، کسی چیز کو کسی چیز میں داخل کرنا یا کسی چیز کو کسی چیز کے
ضمن میں کرنا یہ ادراج کا لغوی معنی ہے۔

مدرج کی دو قسمیں ہیں، مدرج الاسناد اور مدرج المتن، مدرج الاسناد کی تعریف یہ ہے :-
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ما یقع فیہ المخالفة للثقات بسبب تغیر سیاق
الاسناد فهو مدرج الاسناد۔
مدرج الاسناد کی حسب ذیل اقسام ہیں:

- ۱۔ ایک جماعت ایک حدیث کو مختلف سندوں کے ساتھ بیان کرے اور کوئی راوی ان تمام مختلف سندوں کو ایک
سند بنا کر حدیث روایت کرے اور ان کا اختلاف نہ بیان کرے۔
- ۲۔ ایک راوی ایک متن کو ایک سند کے ساتھ روایت کرتا ہو اور اس متن کے بعض حصہ کو دوسری سند سے روایت
کرتا ہو اور یہ مخالفت کر کے پورے متن کو پہلی سند کے ساتھ بیان کر دے۔
- ۳۔ ایک راوی ایک حدیث کو ایک شیخ سے سنتا ہے اور اس کے بعض حصے کو اس شیخ کے شیخ سے کسی واسطہ سے
سنتا ہے اور یہ شخص اس پوری روایت کو شیخ انشیخ سے روایت کرے اور اس واسطے کو حذف کر دے۔

۳۔ ایک راوی دو مختلف حدیثوں کو دو مختلف سندوں کے ساتھ بیان کرتا ہو اور یہ مخالفت ان دونوں حدیثوں کو ظاہر کسی ایک سند کے ساتھ روایت کرے یا ایک حدیث کو اس کی سند کے ساتھ بیان کرے لیکن اس میں دوسری حدیث کے الفاظ شامل کر دے، جو اس میں نہیں ہیں۔

۴۔ شیخ کوئی سند یا حدیث بیان کرے، پھر کسی عارضہ کی بناء پر وہ خود کوئی بات کہے اور سننے والا یہ گمان کرے کہ یہ بات اس سند سے مروی ہے اور اس کی اسی طرح روایت کر دے۔

یہ درج الامتداد کی اقسام تھیں، اور درج المتن وہ حدیث ہے کہ متن حدیث میں ایسا کلام داخل کیا جائے جو حدیث کا حصہ نہ ہو، کبھی یہ اس طرح حدیث کے اول میں ہوتا ہے، کبھی وسط میں اور کبھی آخر میں اور یہ اکثر ہوتا ہے یا یہ مخالفت اس طرح ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں صحابہ یا بعد کے لوگوں کا کلام داخل کر دیا جاتا ہے، اور یہ حدیث درج المتن ہوتی ہے۔

اور اس اس طرح کا انداز دوسری مفصل روایت کے دار و مرنے سے ہوتا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ حدیث میں اتنا حصہ درج ہے یا راوی خود اس کی تصریح کرتا ہے کہ اصل حدیث میں اتنا حصہ درج ہے یا بعض ائمہ جو اس اس طرح پر مطلع ہوتے ہیں وہ اس کی تصریح کر دیتے ہیں یا وہ الفاظ لے جاتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حد درج حال ہوتا ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حدیث کے اول میں اس طرح کی مثال یہ ہے: بخلیب نے ابوقطن اور شبابہ سے روایت کیا ہے:

عن شعبۃ عن محمد بن زید عن ابی ہریرۃ
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسبغوا
الوضوء ویل للعقاب من النار۔
ہم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو مکمل کیا کرو، کیونکہ خشک اثریوں کے لیے وضو کا عذاب ہے۔

اس حدیث میں اسبغوا الوضوء کا جملہ حضرت ابو ہریرہ کا قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے، کیونکہ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن آدم عن شعبۃ عن محمد بن زید عن ابی ہریرۃ
زیاد قال سمعت ابی ہریرۃ وکان یمر بنا و
الناس یتوضئون من المطہرۃ فقال اسبغوا
الوضوء فان ابی القاسم صلی اللہ علیہ وسلم
قال ویل للعقاب من النار۔
(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸)

آدم از شعبہ از محمد بن زید از ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ پانی کے برتن سے وضو کر رہے تھے، حضرت ابو ہریرہ ہم سے پاس سے گزرے تو میں نے سنا وہ کہہ رہے تھے وضو پورا کرو، کیونکہ میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا خشک اثریوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

خلیب نے کہا ہے کہ ابوقطن اور شہاب کو شعبہ سے اس روایت میں وہم ہوا ہے کیونکہ ایک جم غفیر نے اس حدیث کو آدم کی طرح روایت کیا ہے۔ لہٰذا کبھی راوی کسی حکم کو مستنبط کر کے از خود اس کو حدیث کے وسط میں درج کر دیتا ہے اس کی مثال یہ ہے:

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عبد الحمید بن جعفر از ہشام بن عروہ از عروہ از لیسرہ بنت مسعود روایت کرتے ہیں، وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں آدمی نے اپنے ذکر و خصیوں یا جوڑوں کو چھوا وہ وضو کرے۔

حدثنا عبد الحمید بن جعفر عن ہشام بن عروہ عن ابیہ عن یسرة بنت صفوان قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من مس ذکرة او اثیمہ او را فغیہ فلیتوضأ۔

امام دارقطنی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

عبد الحمید بن جعفر نے ہشام سے اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے اور ثقیین اور رفیع کو ذکر کر نے میں اس کو وہم ہوا ہے، اور یہ حدیث درج ہے اور محفوظ یہ ہے کہ یہ عروہ کا قول ہے جو غیر مرفوع ہے، ایوب سختیانی، حماد بن زید اور دوسرے ثقات نے ہشام سے اسی طرح روایت کیا ہے، صحیح مرفوع روایت ابوالاشعث کی ہے انہوں نے ازیزید بن زریع از ایوب، از ہشام بن عروہ از لیسرہ روایت کیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے ذکر کو چھوا وہ وضو کرے۔ لہٰذا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحت میں ذکر کا حکم بیان کیا تھا، عبد الحمید بن جعفر نے اس پر خصیوں اور جوڑوں کو قیاس کر کے ان کا بھی حدیث میں ذکر کر دیا۔ اور کبھی بعض شکل الفاظ کی تفسیر کو راوی حدیث کے وسط میں ذکر کر دیتا ہے، اس کی مثال یہ حدیث ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

از ابن شہاب زہری از عروہ بن زبیر از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء ایک خوابوں سے کی گئی، آپ جو خواب بھی دیکھتے روشن صبح کی طرح اس کی تعبیر آجاتی، پھر آپ کے دل میں خلوت گزینی کی محبت پیدا کی گئی، آپ غار حرا میں تنہائی میں بیٹھتے اور اس میں سخت کرتے اور وہ (اس کا معنی) کئی کئی راتوں تک عبارت

عن ابن شہاب عن عروہ بن الزبیر عن عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا اول ما بدئ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیا الصالحة فی النوم فكان لا یروی رؤیا الا جاء مثل فلق الصبح ثم حبیب الیہ الخلاء وكان یخلو یقارحوا فیتحدث فیہ وهو التعلیل للیامی ذوات العدد۔

لہ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۴۷، مطبوعہ مکتبہ علیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

لہ۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۲۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۱۳۸، مطبوعہ نشر السنۃ لمان

لہ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲، مطبوعہ نور محمد ریح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

کرنا ہے۔

حدیث میں تلمیذ کا معنی زہری نے اپنی طرف سے درج کیا ہے اور اس کی احادیث میں بہت مثالیں ہیں:
حدیث مقلوب کا بیان | مقلوب، قلب کا اسم مفعول ہے، اور قلب کا معنی ہے کسی شے کو اٹا کر نالٹ
 پلٹ کر نہا، اور اصطلاح میں حدیث مقلوب اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند
 یا متن میں کسی لفظ کو بدل دیا جائے یا مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کر دیا جائے۔ اس کی دو قسمیں ہیں مقلوب السند
 اور مقلوب المتن۔

مقلوب السند وہ حدیث ہے جس کی سند میں تبدیلی واقع ہو اور اس کی حودہ میں ہیں:
 (۱)۔ کسی راوی کے نسب میں تقدیم تاخیر کر دی جائے مثلاً حدیث کعب بن مرہ سے مروی ہے اور راوی اس
 کو مرو بن کعب بیان کرے۔
 (۲)۔ راوی کا نام بدل دیا جائے، مثلاً کوئی حدیث سالم سے مروی ہو اور سالم کی جگہ نافع کا ذکر کیا جائے۔
 علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حماد بن عمرو النصبی، ابو اسماعیل ابراہیم بن ابی یزید السبع اور یزید بن عبید کندی سند میں راویوں کے نام بدل دیا کرتے
 تھے، ابن دقین العید نے کہا ہے کہ اس قسم کے راویوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ سارق الحدیث ہیں، عراقی نے اس کی
 یہ مثال بیان کی ہے:

عن ابن خالدة الحارثی عن حماد النصبی عن
 الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ مرفوعاً
 اذا القیتم المشوکیں فی طریق فلا تبدوہم
 فرمایا: جب تم مشوکیں سے راستہ میں ملاقات کرو تو ان
 کو سلام میں پہل نہ کرو۔
 بالسلام الحدیث۔

یہ حدیث مقلوب ہے، حماد نے اس کو مقلوب کر دیا اور اس کو اعمش سے روایت کیا حالانکہ یہ حدیث از سہیل
 بن ابی صالح از ابی صالح معروف ہے، امام مسلم نے اس حدیث کو شبہ، ثوری، جزیر بن عبد الحمید اور عبد الوہید دراجدی
 سے روایت کیا ہے، اور یہ سب سہیل سے روایت کرتے ہیں۔
 علامہ بیہقی نے کہا ہے کہ حدیث مقلوب المتن کی مثال یہ ہے کہ عبید بن عبد الرحمن نے اپنی چوہی امیر سے
 مرفوعاً روایت کیا ہے:

اذا اذن ابن ام مکتوم فکلوا واشربوا و
 اذا اذن بلال فلاتا کلوا ولا تشربوا الحدیث۔
 اس حدیث کو امام احمد، امام ابن خزمیہ اور امام ابن حبان نے روایت کیا ہے، اور حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ
 سے مشہور روایت یہ ہے:

ان بلالاً یؤذن بلیل فکلوا واشربوا حتی
 یؤذن ابن ام مکتوم
 بے شک بلال رات کو افان دیتے ہیں تم کھا
 پیتے رہو، حتیٰ کہ ابن ام مکتوم افان دے۔

علامہ بلقیانی نے کہا جو روایت اس کے خلاف ہے وہ منقلب ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے منقولہ المتن کی مثال میں یہ حدیث ذکر کی ہے، امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ السبعۃ الذین یظلمہم اللہ فی ظلمہ ففیہ ودجل تصدق بصدقہ اخفاھا حق لا تعلم یعینہ ما تنفق شمالہ۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سات آدمی اللہ تعالیٰ کے سامنے ہیں، ہوں گے اور اس میں سے کہ جس آدمی نے چھپا کر صدقہ دیا حتیٰ کہ دائیں ہاتھ کو علم نہیں ہوا کہ بائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔

اس میں ایک راوی نے متن منقلب کر دیا ہے اصل میں ہے حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے، بخاری اور مسلم میں ایک اور جگہ اسی طرح ہے۔

اسی طرح امام طبرانی نے ایک منقولہ حدیث روایت کی ہے:

عن ابی ہریرۃ اذا امر تکھم بشیء فاتوا و اذا نهیتکم عن شیء فاجتنبوا ما استطعتم۔
حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں ”جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس کو کرو، اور جب تم کو کسی چیز سے رکھ دوں تو بہ قدر استطاعت اس سے بچو۔“

اصل میں یہ حدیث اسی طرح ہے:

ما نهیتکم عنہ فاجتنبوا وما امرکم بہ فافعلوا منہ ما استطعتم۔
جب میں تم کو کسی چیز سے منع کروں تو اس سے اجتناب کرو اور جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس کو بہ قدر استطاعت کرو۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث اسی طرح ہے:

ما نهیتکم عنہ فاجتنبوا وما امرکم بہ فافعلوا منہ ما استطعتم۔

حدیث الزید فی منقلع الاسانید کا بیان

یہ وہ حدیث ہے جس میں راوی اشاعرہ میں زیادہ ثقہ راویوں کی مخالفت کرے یاں طور کہ وہ وہم اور غلطی سے انشاء سند میں ایک یا ایک سے زائد آدمیوں کا ان ثقہ کی بہ نسبت زیادہ ذکر کرے، اور اس کی شرط یہ ہے کہ زیادتی کی جگہ پر ان ثقہات نے اپنے سماع کی تصریح کی ہو ورنہ اگر ان کی حدیث منسوخ ہوئی تو پھر اس کی زیادتی کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔ لہٰذا علی قاری کہتے ہیں:

عن ابن المبارک قال حدثنا سفیان عن عبد الرحمن بن یزید حدثنی جسر بن عبد اللہ قال سمعت ابی ادریس قال
از ابن المبارک از سفیان، از عبد الرحمن بن یزید، از یسر بن عبید اللہ از ابی ادریس از دائلہ از ابو مرثدہ

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۳-۲۹۴، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

۲۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الکفر ص ۶۵، مطبوعہ رحیم آباد دہلی، کراچی

سمعت واثلة يقول سمعت ابا هرشد يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا تجلسوا على القبور ولا تصنعوا لهن شيئا منهن - قبروں پر بیٹھو نہ ان کی طرف نماز پڑھو۔

اس حدیث میں دو جگہ زیادتی کی گئی ہے پہلی جگہ میں فقط سفیان ہے اور دوسری جگہ میں فقط ابودریس ہے اور زیادتی کا سبب راوی کا وہم ہے فقط سفیان کو زیادہ ذکر کرنے کی وجہ ابن مبارک سے سننے والے کا وہم ہے کیونکہ ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے اس حدیث کو ابن المبارک سے از عبد الرحمن بن یزید روایت کیا ہے اور بعض نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ ابن المبارک نے عبد الرحمن بن یزید سے سنا ہے، لہذا مستثنیٰ ہو گیا کہ درمیان میں سفیان کا لفظ زائد ہے۔ اور فقط ابودریس کی زیادتی یہ ابن المبارک کا وہم ہے کیونکہ ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے اس حدیث کو عبد الرحمن بن یزید سے روایت کیا ہے اور ابودریس کا ذکر انہیں کیا اور بعض ثقہ راویوں نے یہ تصریح کی ہے کہ بسر بن عبد اللہ نے واثلہ سے سماع کیا ہے، پس ظاہر ہو گیا کہ درمیان میں ابودریس کا ذکر زائد ہے۔

اس کا مشابہ وہم یہ ہے کہ ابو حاتم ملذی نے بیان کیا ہے کہ اکثر بسر بن عبد اللہ، ابودریس سے روایت کرتے ہیں، اس لیے ابن المبارک کو وہم ہوا اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ بسر نے اس کو بھی ابودریس سے روایت کیا ہے حالانکہ یہاں بسر نے واثلہ سے سماع کیا تھا۔ ۱۵

حدیث مضطرب کا بیان لغت میں اضطراب کا معنی ہے کسی نظام کا فساد اور کسی امر کا اختلال، جب سمندر کی موجیں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں تو اس کو اضطراب کہتے ہیں، اور اس کی اصطلاح تو یہ ہے:

ما ظاہر ابن الصلاح لکھتے ہیں:

مضطرب وہ حدیث ہے جو مختلف سندوں سے مروی ہو یا ان کی روایت مختلف ہو اور وہ سندیں یا قوت کی ہوں اگر وہ سندیں مساوی نہ ہوں مثلاً کسی سند کے راوی کا حافظ زیادہ قوی ہو یا وہ اپنے شیخ کے ساتھ زیادہ عرصہ رہا ہو یا کوئی اور وجہ ترجیح ہو، تو راجح اور مرجوح میں سے کوئی بھی مضطرب نہیں ہوگی، راجح حدیث کو صحیح قرار دیا جائے گا اور مرجوح شاذ یا منکر قسطہ پائے گا۔

پھر اضطراب کبھی متن حدیث میں ہوتا ہے اور کبھی اسناد میں، اور اضطراب کبھی ایک راوی سے ہوتا ہے اور کبھی کئی راویوں سے، اور اضطراب حدیث میں ضعف کا موجب ہے کیونکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ راوی نے حدیث کو ضبط نہیں کیا۔ ۱۶ علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حدیث مضطرب اسناد کی مثال یہ حدیث ہے:

عن ابی بکر انہ قال، یا رسول اللہ! اراک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں

۱۵۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ، شرح مشرختیختہ الفکر ص ۱۲۹، مرقا، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ
۱۶۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، کلام الکیث ص ۸۵، مطبوعہ مکتبہ علیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۷ھ

شیت شیبستی هود و اخواتها۔

مے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ میں بڑھاپے کے آثار دیکھ رہا ہوں، آپ نے فرمایا مجھے سورہ ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوگھا کر دیا۔

(جامع ترمذی ص ۲۴۳)

امام دارقطنی نے کہا یہ حدیث مضطرب ہے، کیونکہ یہ صرف ابواسحق کی سند سے مروی ہے، اور ابواسحق سے اس حدیث کو دس مختلف سندوں کے ساتھ روایت کیا گیا ہے، بعض نے اس کو مرسل روایت کیا، بعض نے اس کو مرسل روایت کیا، بعض نے اس کو حضرت ابوبکر سے مرسل روایت کیا، بعض نے اس کو حضرت عائشہ سے مرسل روایت کیا، اس کے علاوہ اور بھی سند ہیں، اور سب کے ردی ثقف ہیں، اور ان میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دینا ممکن نہیں ہے اور ان میں تطبیق مشکل ہے۔

اور حدیث مضطرب المتن کی مثال میں عراقی نے یہ حدیث ذکر کی ہے:

عن فاطمة بنت قيس قالت سئل النبي صلى الله عليه وسلم عن الزكوة فقال ان في المال لحقاسوى الزكوة۔

(جامع ترمذی ص ۱۱۹)

امام ترمذی نے اس حدیث کو اس سند سے روایت کیا ہے، اور اس میں یہ الفاظ ہیں: مال میں زکوٰۃ کے سوا اور کوئی حق نہیں ہے۔

ليس في المال حق سوى الزكوة۔

(سنن ابن ماجہ ص ۱۲۸)

اور یہ ایسا اضطراب ہے جو کسی تاویل کی گنجائش نہیں رکھتا۔

مصحف، تصحیف سے مشتق ہے، اس کا معنی ہے صحیفہ کو پٹھنے میں غلطی کرنا،

حدیث مصحف کا بیان

اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ما يكون مخالفة الثقات فيه بتغيير حروف او حروف مع بقاء صوره الخط في السياق فان كان ذلك بالنسبة الى النقط فالصحف وان كان بالنسبة الى الشكل فالصحف يحذف

جس حدیث میں ثقہ راویوں کی مخالفت کسی حرف یا حروف کے تغیر سے کی گئی اور لکھنے کی صورت باقی ہو، اگر صرف نقطوں میں مخالفت کی ہو تو اس کو مصحف کہتے ہیں اگر شکل میں مخالفت ہو تو اس کو صحف کہتے ہیں۔

۱۔ علامہ عبداللہ الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۶۶۔ ۲۔ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۳۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ج ۱ ص ۶۶۔ ۴۔ مطبوعہ رحیم آباد کراچی

ملا علی قاری اس کی مثالوں کے بیان میں لکھتے ہیں: تصنیف کبھی سند میں ہوتی ہے اور کبھی متن میں، اور کبھی اس کا سبب شیخ سے لفظ کو سننے میں عطا ہوتا ہے اور کبھی صحیفہ سے حدیث کو پڑھنے میں عطا کرتا، اس کا سبب ہوتا ہے، جیسا کہ حسب ذیل مثالوں سے ظاہر ہے۔

تصحیف فی الاسناد: شعبہ کی حدیث ہے عن العوام بن مراحہ اس میں ابن معین نے تصحیف کی اور کہا عن العوام بن مراحہ۔

تصحیف فی المتن: حضرت زید بن ثابت روایت کرتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجج فی المسجد۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں حجہ بنا لیا۔ ابن حبیب نے اس میں یوں تصحیف کی:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجج فی المسجد۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں حجہ لگوائی۔ سماع کے سبب سے تصحیف: ایک حدیث عامر احول سے مرزی ہے، سننے والے نے اس کو غلطی سے واصل احول بنا۔

بصد کے سبب سے تصحیف: اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ لکھنے والا بدخط ہوتا ہے اور کچھ کا کچھ پڑھا جاتا ہے یا لکھنے والا نقطہ نہیں لگاتا، مثلاً حدیث میں ہے: من صام رمضان واتبعہ شیئاً من شوال۔ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے متصل شوال کے چھ روزے رکھے۔

پڑھنے والے نے اس کو یوں پڑھا:

من صام رمضان واتبعہ شیئاً من شوال۔ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے متصل شوال کے کچھ روزے رکھے۔

تصحیف فی المعنی: حدیث صحیح میں ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی الی عنترۃ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میزہ نصب کر کے اس کی طرف نماز پڑھی۔

اس میں ابو موسیٰ عنتری نے یوں تصحیف کر دی کہ ہم کو یہ شرف حاصل ہے کہ ہم قید عنترہ سے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنترہ کی طرف نماز پڑھی ہے، حالانکہ حدیث میں عنترہ سے مراد نصب شدہ میزہ ہے قید عنترہ نہیں ہے۔

مجہول راوی کی حدیث کا بیان: مجہول اس راوی کو کہتے ہیں جس کی ذات اور شخصیت کا پتا نہ چلے یا ذات اور شخصیت کا پتا ہو لیکن اس کی صفت کا پتا نہ ہو آیا وہ عادل ہے یا غیر عادل۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

جس شخص کی شخصیت معلوم ہو لیکن اس کی عدالت ظاہر اور باطناً مجہول ہو اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی، اور جس شخص کی شخصیت معلوم ہو اور اس کی عدالت مستور ہو یعنی وہ بدظاہر عادل ہو اور اس کے باطن کا پتہ نہ ہو اس کی روایت قبول کی جاتی ہے، حافظ ابن الصلاح نے لکھا ہے اکثر کتب حدیث میں اسی پر عمل کیا جاتا ہے، اس کو مجہول العین کہتے ہیں، مجہول کی تیسری قسم مجہول العین ہے، اس کی روایت قبول کرنے میں اختلاف ہے، پھر اگر اس سے دور عادل راوی روایت کر لیں تو اس کی جہالت جاتی رہتی ہے، محدثین کے نزدیک مجہول العین وہ شخص ہے جس کو علامہ پہچانتے ہوں اور وہ خود طلب علم میں مشہور ہو اور اس کی حدیث صرف ایک راوی کی جہت سے معروف ہو حافظ ابن الصلاح نے لکھا ہے جس شخص سے صرف ایک آدمی روایت کرے وہ مجہول ہے یہ قاعدہ صحابہ کے ماسوا میں ہے، کیونکہ امام بخاری نے اچھی صحیح میں حضرت مروان بن مالک اسلمی سے روایت کی ہے اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ربیع بن کعب اسلمی سے روایت کی ہے اور اول الذکر سے صرف قیس بن ابی حازم نے روایت کی ہے اور ثانی الذکر سے صرف ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے روایت کی ہے، کیونکہ یہ دونوں مشہور صحابی ہیں اور تمام صحابہ روایت کرنے میں عادل ہیں۔

مہم راوی کی حدیث کا بیان

مہم راوی کی روایت کو بھی مجہول کی اقسام میں شمار کیا جاسکتا ہے یہ بھی حدیث ضعیف کی قسم ہے اور اس کا کوئی مستقل نام نہیں ہے۔

اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

هو من لم يصرح بآمنه في الحديث۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

جس حدیث کے راوی کے نام کی تصریح نہ کی جائے۔

جو غلام یا عورت معروف ہو اس کی تبدیلی قبول کی جاتی ہے، اور جس شخص کی شخصیت اور عدالت معروف ہو اور اس کا نام مجہول ہو اس کی حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے۔ جب راوی یہ کہے کہ مجھے فلاں یا فلاں نے خبر دی اور وہ عادل ہیں تو اس روایت سے استدلال کیا جائے گا، اگر وہ اس کی عدالت سے لاعلم ہو یا کہے کہ فلاں نے کہا ہے یا اس کے غیر نے تو اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ایسی بہت حدیثیں ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ثمامہ بن حنظلہ قشیری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عید کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے ایک جملہ خاتون کے متعلق فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ ہے اس سے پرہیز۔ اور دوسری صورت کی مثال یہ ہے:

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۱۸-۳۱۶، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

۲۔ علامہ یحییٰ بن مشرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب التدریب ج ۱ ص ۳۲۲-۳۲۱، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

عن شعبۃ عن سلمۃ بن کھیل عن ابی الزغراء او عن نایف بن وہب ان سوید بن غفلة دخل علی بن ابی طالب فقال یا امیر المؤمنین انی صدمت بقوم ینکرون اما بکرم وعمر الحدیث۔

از شعبہ از سلمہ بن کھیل از ابی الزغراء یا از نایف بن وہب روایت ہے کہ سوید بن غفلة حضرت علی بن ابی طالب کے پاس گئے، اور کہا اسے امیر المؤمنین میں ایسے لوگوں کے پاس سے گذرنا جو حضرت ابوبکر اور عمر کا رطلانے کے ساتھ ذکر کر رہے تھے۔ (الحديث)

صحیح مسلم میں ایسی احادیث ہیں جن کے بعض رجال مبہم ہیں، مثلاً کتاب الصلوة میں ایک حدیث کی سند اس طرح ذکر کی ہے،

حدثنا صاحب لنا عن اسماعیل بن ذکویا عن الاعمش۔

ہم نے ایک صاحب نے اسماعیل بن ذکویا سے روایت کی۔

اور کتاب البجائز میں ایک سند ذکر کی ہے:

حدثنی من سمع حجاجا الاخو، بحدیث خروجه صلی اللہ علیہ وسلم الی البقیع۔

جس شخص نے کانے حجاج سے حدیث سنی ہے اس نے محمد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بقیع کی طرف جانے کی حدیث بیان کی۔

اور باب الاحتکار میں ایک حدیث کی یہ سند ہے:

حدثنی بعض اصحابنا عمرا وبن عون ثنا خالد بن عبد اللہ۔

ہم نے بعض اصحاب نے مجھ سے حدیث بیان کی انھوں نے کہا ہم کو عمر بن عون نے حدیث بیان کی انھوں نے کہا ہم کو خالد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی۔

اور کتاب البجائز میں زہری سے روایت کیا ہے:

حدثنی رجال عن ابی ہریرۃ بمثل حدیث من شہد البجائز ما قالہ۔

مجھے کئی آدمیوں نے حضرت ابی ہریرہ کی وہ حدیث بیان کی ہے جو اس حدیث کی مثل ہے کہ جریزہ میں مانع ہوا۔

بدلتی راوی کی حدیث کا بیان

بدلتی کی روایت کردہ حدیث کا کوئی مستقل نام نہیں ہے تاہم اس کو حدیث امر بدو کی اقسام میں شمار کیا جاتا ہے۔

ما نظر ابن حجر مستقلانہ کہتے ہیں:

پرعت کی دو قسمیں ہیں، ایک بدعت مکفرہ ہے اور ایک دوسری بدعت مفسدہ ہے بدعت مکفرہ کے ترکب کی حدیث کو جہور محشین قبول نہیں کرتے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس روایت مطلقاً مقبول

ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ اپنے مذہب کی تائید کے لیے کذب کو جائز نہیں اعتقاد کرتا تو اس کی روایت مقبول ہے ورنہ نہیں، اور تحقیق یہ ہے کہ ہر بدعت مکفر کے ترک کی حدیث مردود نہیں ہوتی، کیونکہ ہر گروہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا مخالف بدعتی ہے اور کبھی مبالغہ کر کے اپنے مخالف کی تکفیر کرتا ہے، اگر اس قول کا مطلقاً اعتبار کر لیا جائے تو تمام فرقوں کی تکفیر لازم آئے گی، اس لیے معتمد بات یہ ہے کہ جو شخص کسی ایسے امر متواتر کا انکار کرے جس کا دین سے جوڑنا بدعت معلوم ہو اور جیسے پانچ نمازیں اور ماہ رمضان کے روزے، اس کی روایت مردود ہوگی، اسی طرح اس کی روایت مردود ہوگی، جو کسی ایسے امر کا اعتقاد رکھے جس کے متعلق بدعت معلوم ہو کہ یہ دین کے مخالف ہے، رعیت پرستی اور جو اس طرح نہ ہو اور اس کا حفظ اور ضبط عام ہو اور اس کے ساتھ ساتھ وہ منہجی اور پرہیزگار بھی ہو اس کی حدیث قبول کرنے سے کوئی مانع نہیں ہے۔

بدعت مفترکہ وہ ہے جس کے ارتکاب پر مطلقاً تکفیر نہیں کی جاتی، اس کے رد اور قبول میں بھی اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس کی روایت مطلقاً مردود ہے اور یہ بہت بے حد ہے، اس پر یہ دلیل دی جاتی ہے کہ اس کی تردید کو قبول کرنے سے اس کے طریقہ کی تردید کیجے ہوگی اور اس کی تعظیم ہوگی، اس دلیل پر یہ اعتراض ہے کہ پھر بدعتی کی اس روایت کو کبھی نہیں قبول کرنا چاہیے جس کو روایت کرنے میں کوئی غیر بدعتی بھی شریک ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر کذب کے حلال ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا تو اس کی روایت مطلقاً قبول ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر اس کی روایت اس کی بدعت کی تائید نہیں کرتی تو اس کی روایت مقبول ہوگی، کیونکہ اپنی بدعت کو مزین کرنے کے لیے ہو سکتا ہے وہ روایات میں تحریر نہ کرے۔ اور یہی زیادہ صحیح قول ہے اور اکثر ائمہ کا یہی قول ہے اور جو روایت اس کے مذہب کو تقویت پہنچاتی ہو اس کو مذہب مختار پر مسترد کر دیا جائے گا۔ امام ابو داؤد کے شیخ حافظ ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب جز جانی اور امام نسائی نے اس کی تصریح کی ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

بدعت مکفرہ کا بیان | علامہ ترمذی نے شرح المہذب میں لکھا ہے، اللہ تعالیٰ کو مجتہم ماننا یا اللہ تعالیٰ کے علم اجزئیات کا انکار کرنا یا قرآن مجید کو مخلوق ماننا کفر ہے۔ ۱۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید کو محرف ماننا، حضرت عائشہ پر قذف لگانا، حضرت ابوبکر کی صحابیت کا انکار کرنا، چار کے سوا باقی تمام صحابہ کو مرہون ماننا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ظلی یا امتیابی کی بعثت کا قائل ہونا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنا اور شریعت اسلامیہ کا مذاق اڑانا مثلاً اسلامی حدود پر چھبتیاں کسنا بھی صریح اور غیر مؤول کفر ہے۔

روافض کی روایت کا بیان | صحیح یہ ہے کہ رافضیوں اور شیعہ پر سب دشتم کرنے والوں کی روایت مقبول نہیں ہے، کیونکہ مسلمان کو سب دشتم کرنا فسق ہے تو صحابہ کو سب دشتم کرنا بدعتی ہے، علامہ ذہبی نے میزان میں لکھا ہے بدعت کی قسمیں ہیں، بدعت صغریٰ مثلاً تشیع بلا غلو اور

۱۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حبیب عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح منجیہ الملک، ص ۶۲-۶۳، مطبوعہ رحیم آبادی کراچی

۲۔ علامہ بلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۲۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

یا غلو کے ساتھ ہو، مثلاً جو شخص حضرت علی کے خلاف جنگ کرنے والوں کے حق میں کلام کرے، اور یہ تثنیٰ باوجود تقویٰ اور پرہیزگاری کے بہ کثرت تابعین اور تبع تابعین میں تھا، اور اس میں غلو کرنا اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کا مرتبہ کم کرنا اور اس کی طرف دعوت دینا سوائے لوگوں کی روایت قبول نہیں ہے، اس قسم کے لوگوں میں کوئی صادق اور امین نہیں ہے بلکہ ان کا شمار کذب اور تحریف اور ان کی علامت نفاق ہے، اور ایک دوسرے مقام پر علامہ ذہبی نے لکھا ہے روافض کی روایت کے متعلق تین قول ہیں (۱) مطلقاً منع ہے (۲) کذاب اور فساد کے علاوہ مطلقاً شخصیت ہے (۳) جو حدیث کی معرفت رکھتا ہو اس کے لیے جائز ہے۔ امام مالک نے کہا روافض سے کلام کرنا ان کی روایت قبول کرو، امام شافعی نے کہا میں نے روافض سے زیادہ کسی کو جھوٹ کی گواہی دیتے ہوئے نہیں دیکھا، یزید بن ہرون نے کہا روافضیوں کے سوا ہر بدعتی کی روایت لکھی جاسکتی ہے۔ ۱۵

فتن سے تائب کی روایت کا بیان | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں وضاع کے علاوہ ہر فتن سے توبہ کرنے والے کی روایت مقبول ہے، امام احمد بن حنبل، امام حمیدی اور شیخ بخاری کا یہی قول ہے سیر فی نے کہا جس شخص کی حدیث کو کذب کی وجہ سے ساقط کر دیں، ہم اس کی توبہ قبول نہیں کرتے اور جس کو عیسیٰ قرار دے دیں اس کی اس سے پہلے کی تمام روایات کو ساقط کرنا واجب ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ قول ہمارے اور دیگر ائمہ مذاہب کے قاعدہ کے خلاف ہے۔ ۱۶

روایت اور شہادت کا فرق | علامہ سیرطی نے روایت اور شہادت میں حسب ذیل وجوہ سے فرق بیان کیے ہیں:

- ۱۔ روایت میں عدد کی شرط نہیں ہے، اور شہادت میں عدد کی شرط ہے۔
- ۲۔ روایت میں مطلقاً مرد ہونے کی شرط نہیں ہے، اور بعض جگہ شہادت میں مرد ہونے کی شرط ہے (مثلاً حدود میں)۔
- ۳۔ روایت میں آزاد ہونے کی شرط نہیں ہے اور شہادت میں مطلقاً یہ شرط ہے۔
- ۴۔ روایت میں بوجہ کی شرط نہیں ہے اور شہادت میں یہ شرط ہے۔
- ۵۔ جو حدیث کا داعی ہو اس کی شہادت مقبول ہے روایت مقبول نہیں ہے۔
- ۶۔ وضع سے تائب کی شہادت مقبول ہے روایت مقبول نہیں ہے۔
- ۷۔ جو ایک حدیث میں جھوٹ ہو اس کی پہلی تمام روایات مردود ہو جاتی ہیں، اور جو ایک مرتبہ جھوٹی گواہی دے اس کی پچھلی تمام گواہیاں مرد نہیں ہوتیں۔

۱۔ علامہ جلال الدین سیرطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۲۷-۳۲۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

۲۔ علامہ یحییٰ بن شریک متوفی ۴۶۶ھ، تقریب الراوی مع التدریب ج ۱ ص ۲۷۹-۲۸۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

- ۸۔ جو اپنے نفع کے لیے یا اپنے منہ کو رفع کرنے کے لیے شہادت دے اس کی شہادت مقبول نہیں ہے اس کے برعکس ایسی روایت مقبول ہے۔
- ۹۔ اصل فسہ اور غلام کی شہادت مقبول نہیں ہوتی اور ان کی روایت مقبول ہوتی ہے۔
- ۱۰۔ روایت میں ایک آدمی کی جرح اور تبدیل بھی صحیح ہے اور شہادت میں صحیح نہیں ہے۔
- ۱۱۔ روایت کی اجرت لینا جائز ہے اور شہادت کی اجرت لینا جائز نہیں ہے، (البتہ سولہ کی اجرت لے سکتا ہے)۔
- ۱۲۔ جب تک اصل شہادت ممکن ہو شہادت علی الشہادت جائز نہیں ہے اور روایت میں یہ جائز ہے یہ

حدیث پر اجرت لینے والے کی روایت کا بیان | امام احمد اسحاق، اور ابو حاتم کے نزدیک حدیث بیان کرنے کی اجرت لینے والے کی روایت مقبول نہیں ہے، اور امام ابو نعیم، علی بن عبد العزیز اور دیگر ائمہ کے نزدیک اس کی روایت مقبول ہے، اور شیخ ابواسحاق شیرازی کا فتویٰ یہ ہے کہ جو شخص حدیث میں شمولیت کی وجہ سے اپنے عیال کے لیے کسب نہ کر سکے اس کے لیے حدیث کی اجرت لینا جائز ہے۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

علاہذا قرآن میں اس کی شہادت ہے کیونکہ وہی کو جب حاجت ہو یا یتیم کے مال کی حفاظت کی وجہ سے وہ کسب نہ کر سکے تو وہ یتیم کے مال سے اجرت لے سکتا ہے۔ ۳

بدھانظ کی روایت کا بیان | حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

بدھانظ سے مراد وہ شخص ہے جس کی صحت، خطا پر راجح نہ ہو، ایک وہ ہے کہ اس کا بدھانظ ہو ناقص حالات میں اس کو لازم ہو اس کی حدیث شاذ ہوتی ہے، دوسری قسم یہ ہے کہ حافظ کی خبر الی اس کو بعد میں عارض ہوئی ہو، اس کے بورھے ہونے کے بعد یا اس کی بینائی چلی جائے کے بعد یا اس کی کتابیں جل جائیں کے بعد کیونکہ وہ ان کتابوں پر اعتماد کرتا تھا اور پھر اپنے حافظہ پر اعتماد کرنے لگا، اس راوی کو محتاط کہتے ہیں، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ تمیز ہو جائے کہ فلاں روایت اس کے احتیاط سے پہلے کی ہے تو وہ مقبول ہوگی اور اگر تمیز نہ ہو سکے تو اس کی روایت موقوف ہوگی، اسی طرح جس کا معاملہ مشتبہ ہو اس کی روایت بھی موقوف ہوگی، جب بدھانظ، محتاط غیر تمیز، مستور اور بدھانظ کی روایت کا کوئی معتبر متابع مل جائے تو متابع اور متابع کے مجموعے سے وہ حدیث حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بدھانظ اور محتاط وغیرہ میں سے ہر ایک کی روایت صواب اور غیر صواب کا احتمال رکھتی ہے اور جب معتبرین میں سے کوئی روایت ان کے موافق مل جائے تو اس کے صواب کی جانب کو ترجیح ہو جاتی ہے اور یہ اس پر دلیل ہے کہ وہ

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۳۳-۳۳۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۴۷ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۳۳۷، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۳۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۳۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

حدیث محفوظ ہے اور وہ قوت کے درجہ سے ترقی کر کے قبولیت کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے اس کے باوجود حدیث حسن لذاتہ کے درجہ سے کم ہوتی ہے۔ ۱۴

علامہ نووی لکھتے ہیں:

جس راوی کے متعلق یہ مشہور ہو کہ وہ حدیث سننے یا سنانے کے وقت تساہل کرتا ہے مثلاً نیکو کے عالم میں حدیث منکب ہے یا اپنی محنت شدہ اصل کے بغیر حدیث بیان کرتا ہے یا اس کے متعلق مشہور ہو کہ اس کی حدیث میں جس لفظ کی تلقین کی جائے وہ قبول کر لیتا ہے یا اس کو روایت کرنے میں بہ کثرت سہو ہوتا ہے یا اس کی روایت میں بہت شاذ اور منکر حدیثیں ہیں تو ایسے تمام راویوں کی حدیثیں قبول نہیں کی جاتیں، امام ابن المبارک، امام حیدری اور امام احمد وغیرہ نے کہا ہے کہ جس شخص کو حدیث میں غلطی بتائی جائے اور وہ پھر بھی اپنی روایت پر مصر رہے اس کی تمام روایات ساقط ہو جاتی ہیں بشرطیکہ وہ غلطی اصرار کرے۔ ۱۵

علامہ نووی لکھتے ہیں:

جرح اور تبدیل کے الفاظ کا بیان

الفاظ تبدیل کے کئی مراتب ہیں، پہلا مرتبہ: ثقہ، متقن، ثبت یا جنت، عدل، حافظ، یا ضابط۔ دوسرا مرتبہ: صدوق، لا باس بہ، تیسرا مرتبہ: یہ بوڑھا ہے، اس کی حدیث بھی جائیگی، اور غور کیا جائے گا، چوتھا مرتبہ: صالح الحدیث، اس کی حدیث اعتبار کے لیے لکھی جائے گی۔
الفاظ جرح کے بھی کئی مراتب ہیں، یہ لڑی نہیں ہے، اس کی حدیث بھی جاتی ہے، اور یہ لیٹن سے کم مرتبہ کا ہے اور جب وہ کہیں ضعیف الحدیث ترقی دیتی نہیں ہے، اس کو بھیڑنا نہیں جانے گا، جو اس کا اعتبار کیا جائے گا، سے کم مرتبہ کا ہے، اور جب وہ کہیں نزوک الحدیث یا راہی یا مذاب تو یہ ساقط ہے اس کی حدیث لکھی نہیں جائے گی، نیز ان کے الفاظ ہیں، فلاں شخص سے لوگ روایت کرتے ہیں، وسط ہے، مقارب الحدیث ہے، مضطرب ہے، اس سے استدلال نہیں کیا جاتا، مجہول ہے، لا شئ ہے، لیس، بلاء، لیس، بدال، القوی، اس کی حدیث میں ضعیف ہے وغیرہ۔ ۱۶

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حدیث ضعیف کے مراتب

حدیث ضعیف کی بدترین قسم موضوع ہے، اور اس پر سب کا اتفاق ہے، پھر اس کے بعد متردک ہے، پھر منکر ہے، پھر منسل ہے، پھر مدرج ہے، پھر منقول ہے، پھر مضطرب ہے، پھر حافظ ابن حجر عسقلانی کی بیان کردہ ترتیب ہے، اور علامہ خطابی نے کہا بدترین ضعیف موضوع ہے، پھر منقول ہے، پھر مجہول ہے، اور علامہ زرکشی نے کہا بدترین موضوع ہے، پھر مدرج ہے، پھر متردک ہے، پھر منقول ہے، پھر منکر ہے، پھر شاذ ہے، پھر مضطرب ہے، میں کہتا ہوں یہ بہت عمدہ ترتیب ہے لیکن متردک کو مدرج

۱۴۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حنبلہ عسقلانی متوفی ۲۴۱ھ، شرح منجۃ الفکر ص ۱۴۰، مطبوعہ رحمہ اکیڈمی کراچی

۱۵۔ علامہ یحییٰ بن شریف نووی متوفی ۶۷۲ھ، تقریب التراویح ج ۱ ص ۳۴۰-۳۳۹، مطبوعہ مکتبہ ملیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۱۶۔ تقریب التراویح ج ۱ ص ۳۴۸-۳۴۷

سے پہلے رکھنا چاہیے اور سند کے اعتبار سے حدیث ضعیف کی اقسام کی ترتیب اس طرح ہے، بدترین ضعیف مضلل ہے، پھر منقطع ہے پھر مدلس ہے، پھر مرسل ہے اور یہ بالکل واضح ہے۔

علامہ خطیب بغدادی کہتے ہیں:

حدیث ضعیف پر عمل کرنے کی تحقیق

بے شمار علماء سلف سے مروی ہے کہ جو احادیث حلال اور حرام کرنے سے متعلق ہوں ان میں صرف ان لوگوں کی روایت جائز ہے جو بہت سے بری ہوں اور بدگمانی سے دور ہوں اور جو احادیث ترغیب اور نواہظ سے متعلق ہوں ان کو تمام مشائخ سے لکھنا جائز ہے، سفیان ثوری کہتے تھے کہ حلال اور حرام میں اس علم کو صرف ان لوگوں سے حاصل کرو جو اس فن کے رئیس ہیں اور علم میں مشہور ہیں جو کبھی اور زیادتی کی معرفت رکھتے ہیں اور اس کے ماسوا میں باقی مشائخ سے روایت کر لے میں کوئی حرج نہیں ہے امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ جب ہم حلال، حرام، سنن اور احکام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث روایت کرتے ہیں تو اسانید میں سخت قیور دگاتے ہیں اور جب ہم فضائل اعمال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی احادیث روایت کرتے ہیں جن سے کوئی حکم لاگو ہو سکتا ہے نہ ماقبل نہ مابعد تو یہ ہے تو پھر ہم اسانید میں تساہل کرتے ہیں۔ ابو ذر یا عتیری نے کہا جب کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے یا اور کسی حکم کے متعلق حدیث وارد نہ ہو اور ترغیب یا ترمہیب یا تشدید یا ترخیص ہو تو اس سے اغراض کرنا اور اس کے راویوں کے احوال سے تساہل کرنا واجب ہے (یا جائز ہے؟)

سیدی غفرلہ

حافظ ابو عمرو بن صلاح کہتے ہیں:

محدثین وغیرہم (یعنی فقہاء) کے نزدیک موضوع حدیث کے علاوہ احادیث ضعیفہ کو بغیر بیان صحت کے روایت کرنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ احادیث اللہ تعالیٰ کی صفات اور حلال اور حرام اور دیگر احکام شریعت سے متعلق نہ ہوں مثلاً مواظظ، قصص، فضائل اعمال اور ترمہیب و ترمہیب کے دیگر فروع سے متعلق ہوں، جن کا احکام اور عقائد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اور جن ائمہ نے اس میں تساہل کی تصریح کی ہے ان میں عبد الرحمن بن مہدی اور امام احمد بن حنبل شامل ہیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی کہتے ہیں:

محدثین وغیرہم کے نزدیک موضوع حدیث کے علاوہ حدیث ضعیف کی سند میں روایت کے وقت تساہل کرنا جائز ہے اور اس پر عمل کرنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ اس حدیث کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفات اور احکام شرعیہ مثلاً حلال اور حرام سے نہ ہو اور اس حدیث کا عقائد اور احکام سے کوئی تعلق نہ ہو۔

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۵، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۲۔ حافظ ابو عمرو بن حنبل بن ثابت خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ، الکفاۃ فی علم الروایۃ ص ۱۳۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

۳۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۷۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۹۲، ۹۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

۴۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۴۹ھ، تقریب الراوی مع تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۹۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

علامہ سیوطی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:
 شرح الاسلام (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے فضائل اعمال وغیرہ سے متعلق ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی تین شرائط ذکر کی ہیں:

(۱)۔ اس حدیث میں شدید ضعف نہ ہو، جو جس حدیث کی روایت میں کوئی کاذب راوی یا مستہم بالکذب راوی منقول ہو وہ اس قاعدہ سے خارج ہے، اس طرح جو راوی شخص غلطی کرتا ہو، اس کی روایت بھی خارج ہے، علامہ عسقلانی نے اس شرط پر اتفاق نقل کیا ہے۔

(۲)۔ وہ حدیث کسی معمول بہ قاعدہ کے تحت مندرج ہو۔

(۳)۔ اس حدیث پر عمل کرتے وقت اس حدیث کے ثبوت کا اعتقاد نہ کرے بلکہ احتیاط کا اعتقاد رکھے بلکہ ڈاکٹر محمد سلطان نے بھی ان تین شرائط کو حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔
 صحیح مسلم کے مقدمہ کی شرح میں علامہ نووی نے اس مسئلہ پر محققانہ گفتگو کی ہے کہ حلال اور حرام ایسے احکام شرعیہ میں حدیث ضعیف سے استدلال کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے، لکھتے ہیں:

بسا اوقات محدثین ضعیف راویوں سے ترغیب، ترہیب، فضائل اعمال اور قصص کی احادیث اور زہد اور کرام اخلاق وغیرہ کی احادیث روایت کرتے ہیں جن کا حلال اور حرام اور دیگر احکام شرعیہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اس قسم کی احادیث میں محدثین وغیرہم کے نزدیک تساہل جائز ہے اور غیر موضوع کی روایت بھی جائز ہے اور اس پر عمل کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ اس کے قواعد صحیح شریعت میں مقرر اور علماء کے نزدیک معروف ہیں، بہر حال جب ضعیف راوی احکام سے متعلق حدیث کی روایت میں منقول ہوں تو اگر اس حدیث سے استدلال نہیں کرتے کیونکہ یہ ایسا نفل ہے جس کو اگر حدیث میں سے کسی امام نے اور محققین علماء میں سے کسی عالم نے نہیں کیا، اور اکثر فقہاء نے جو ضعیف راویوں پر انکار کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ بہت قبیح ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس راوی کا ضعف معلوم ہے تو ان کے لیے اس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ضعیف حدیث سے احکام میں استدلال نہیں کیا جاتا اور اگر اس کا ضعف معلوم نہیں ہے تب بھی بحث اور تطہیش یا ازل علم سے سوال کیے بغیر اس حدیث سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

موضوع کے مابوا احادیث کو ترغیب، ترہیب، قصص، مواظظ اور ایسے دیگر امور میں بیان کرنا جائز ہے، البتہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور حلال اور حرام میں ان کو بیان کرنا جائز نہیں ہے، ابن مہدی اور امام احمد بن حنبل نے حدیث ضعیف اسناد کو روایت کرنے کی اجازت دی ہے، اور جب تم بنیر سند کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی حدیث

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۹-۲۹۸، مطبوعہ مطبعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۲۔ ڈاکٹر محمد سلطان، تبصیر مصطلح الحدیث، ۲۵-۲۳، مطبوعہ نشر السنۃ عمان

۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۲۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۱، مطبوعہ دار محمد صالح الطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کو منسوب کر دے کہ وہ کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا ہے یا اسی طرح کے دیگر الفاظ جازرہ استعمال نہ کر دے بلکہ تفسیر کے صیغہ کو استعمال کر دے، مثلاً روایت ہے، اسی طرح جس حدیث کی صحت میں شک ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ ۱۷

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

حدیث ضعیف کو بغیر بیان کے ذکر کرنا جائز ہے جب کہ اس سے احکام اور عقائد کو ثابت نہ کیا جائے بلکہ مواضع اور قصص میں ترغیب اور ترہیب کے لیے اور فضائل اعمال وغیرہ میں اس کا بیان کرنا جائز ہے اور حلال اور حرام سے متعلق احکام شرعیہ میں، اور اللہ تعالیٰ کی صفات اور دیگر عقائد کے اثبات میں حدیث ضعیف کو ذکر کرنا جائز نہیں ہے، امام عبدالرحمان بن مہدی، امام احمد بن حنبل اور امام عبد اللہ بن المبارک نے اس کی تصریح کی ہے۔ ۱۸

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ فضائل میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے، اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ احتیاط کے مواضع میں بھی حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے، مثلاً بیع یا نکاح سے متعلق کسی معاملہ میں حدیث ضعیف السند سے کراہت ثابت ہو تو اس سے بچنا مستحب ہے لیکن واجب نہیں ہے، اور قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی نے کہا ہے کہ حدیث ضعیف پر عمل کرنا مطلقاً ممنوع ہے، لیکن علامہ نووی نے اپنی کئی کتابوں میں لکھا ہے کہ محدثین کا اجماع ہے کہ فضائل وغیرہ میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے، اور اس کی حسب ذیل شرائط ہیں:

(۱)۔ اس حدیث کی سند میں منفع شدید نہ ہو۔

(۲)۔ وہ حدیث کسی ایسے عام قاعدہ کے تحت درج ہو جس سے کسی کا استثناء نہ کیا گیا ہو۔

(۳)۔ اس پر عمل کے وقت اس کے ثبوت کا اعتقاد نہ رکھا جائے بلکہ احتیاط کا اعتقاد رکھا جائے۔ ۱۹

احمد محمد شاہ نے بھی ان شرائط کا ذکر کیا ہے۔ ۲۰

تقدیر اس بنا پر ہے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق | حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

احادیث کو ضعیف قرار دیا جاتا ہے، حالانکہ وہ متعدد اسانید سے مروی ہوتی ہیں مثلاً الاذن من السواہ دو دونوں کان سر سے ملتی ہیں، جب یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے تو اس کو حسن کیوں نہیں قرار دیا گیا؟

۱۷۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۴ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۷۶۔ ۷۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی القاہرہ ۱۳۹۶ھ

۱۸۔ حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التبصرۃ والتذکرۃ ج ۱ ص ۲۹۱، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، کوئٹہ

۱۹۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبدالرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیرت ج ۱ ص ۳۳۲-۳۳۳، مطبوعہ دارالامام الطبری ۱۴۱۲ھ

۲۰۔ احمد محمد شاہ، اباعدث الکثیر ص ۷۶، مطبوعہ دار التراث القاہرہ ۱۳۹۹ھ

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ تعدد اسانید سے کسی حدیث کا ضعف جاتا رہتا ہے بلکہ اس حکم میں تفصیل ہے، اگر کسی راوی کے حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے حدیث کو ضعیف قرار دیا گیا ہو اور وہ راوی صادق اور عادل ہو، پھر وہ حدیث کسی اور سند سے بھی مروی ہو تو ہم معلوم ہو جائے گا کہ یہ حدیث محفوظ ہے اور اس کے ضبط میں غلط نہیں ہے، اسی طرح کسی حدیث میں ضعف ارسال کی وجہ سے ہوا اور سال کس نے والا امام حافظ ہو تو اس میں ضعف قلیل ہے اور جب وہ حدیث کسی اور سند سے مروی ہو تو اس کا ضعف زائل ہو جائے گا، اور ایک ضعف وہ ہے جو بہت شدید ہوتا ہے اور یہ ضعف تعدد اسانید سے زائل نہیں ہوتا، اس ضعف کا سبب راوی کا متہم بالکذب ہونا یا اس حدیث کا خندقہ سے نہ ہونا حافظ عراقی نے بھی حافظ ابن الصلاح کی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔ ۱۔
علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

اگر کسی حدیث ضعیف میں راوی کے حافظہ میں غلطی یا کسی راوی کے ارسال کی وجہ سے ضعف ہو اور اس حدیث کا کوئی راوی کذب سے متہم نہ ہو اور نہ وہ حدیث شاذ ہو تو پھر تعدد طرق سے وہ حدیث حسن ہو جاتی ہے، لیکن اگر اس میں اتہام کذب یا شذوذ کا وجہ سے ضعف ہو تو پھر وہ کثرت طرق کے باوجود حسن نہیں ہوتی، مثلاً یہ حدیث:

من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً۔ جس نے میری امت کے لیے چالیس حدیثیں حفظ کیں۔

علامہ نووی نے نقل کیا ہے کہ تمام حفاظ کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث کثرت اسانید کے باوجود ضعیف ہے لیکن ایسی حدیث جس کا ضعف کثرت اسانید سے زائل نہ ہو اس حدیث مردود منکر سے بہر حال اعلیٰ ہوتی ہے جس کے ثقافت پر عمل کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے اور ایسی حدیث سے فضائل میں عمل کیا جا سکتا ہے۔ ۲۔
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حافظ ابو الحسن ابن القطان مغربی نے تفریح کی ہے کہ حدیث حسن لغیرہ سے ہر جگہ استدلال نہیں ہوتا بلکہ اس پر صرف فضائل اعمال میں عمل کیا جاتا ہے اور فرض، وجوب اور حرمت کے احکام میں اس پر عمل نہیں کیا جاتا، بل اگر اس کی اسانید متعدد ہوں یا اتصال عمل کے ساتھ اس کی تقویت ہو یا کوئی شاہد صحیح اس کے موافق ہو یا ظاہر قرآن میں اس کی تائید ہو تو پھر ہو سکتا ہے۔

یہ قول انصاف کے مطابق ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ترمذی جس حدیث کو حسن کہیں ان کے نزدیک اس سے استدلال لازم نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے ایک حدیث از خیمہ لبری از عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت

۱۔ حافظ ابو عمر عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ علوم الحدیث ۳۱۔ ۲۔ مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۷ھ

۲۔ حافظ ابن الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ المتبصرہ والتذکرہ شرح الفیہ ج ۱ ص ۹۲۔ ۹۱۔ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع

۳۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ نتج المفید ج ۱ ص ۸۳۔ ۸۲۔ مطبوعہ دارالامام الطبری، ۱۴۱۲ھ

اور کہا یہ حدیث حسن ہے اور اس کا اسناد اس پلئے کا نہیں، اور کتاب العلم میں فضیلت علم میں ایک حدیث روایت کی اور کہا یہ حدیث حسن ہے اور ہم نے اس کو صحیح اس لیے نہیں کہا کہ اس میں اٹلس نے تدلیس کی ہے۔ ۱۔
علامہ ابن حبانم حنفی لکھتے ہیں:

جس ضعیف حدیث میں راوی کے نسخ کی وجہ سے ضعف ہو وہ تعدد اسانید کی وجہ سے لائق استدلال نہیں بنتی اور اگر راوی میں نسخ نہ ہو بلکہ وہ صادق اور عادل ہو لیکن اس کے حفظ میں خرابی ہو تو اس کی حدیث تعدد اسانید کی بناء پر لائق استدلال ہو جاتی ہے۔ ۲۔
نیز علامہ نووی لکھتے ہیں:

قال العلماء من المحدثين والفقهاء وغيرهم يجوز وليست بحسب العمل في الفضائل والترغيب والترهيب بالحدیث الضعیف ما لم یکن موضوعا واما الاحکام كالاحلال والحرام والبیع والشکاح والطلاق وغیر ذلك فلا یعمل فیہا الا بالحدیث الصحیح ادا الحسن الا ان یكون فی احتیاط فی شیء كما اذا ورد حدیث ضعیف بکراهة بعض المیسرة والا لکنہ۔ ۳۔
علامہ ابن حجر ہیتمی لکھتے ہیں:

الذی اطبق علیہ اثبتنا الفقهاء والاصولیین والحفاظ ان الحدیث الضعیف حجة فی المناقب کما انہ تم باجماع من یعتقد به حجة فی فضائل الاعمال۔ ۴۔

ہمارے ائمہ فقہاء اصولیین اور حفاظ کا اس پر اتفاق ہے کہ مناقب میں بھی حدیث ضعیف حجت ہوتی ہے، جس طرح قابل شمار علماء کا اس پر اجماع کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف حجت ہوتی ہے۔

حدیث ضعیف کی تقویت کی وجوہ

مذکورہ صدر خواتم جات سے معلوم ہو گیا کہ وجوب اور حجت کے اثبات میں امار حدیث ضعیف کا اعتبار نہیں ہوتا، لیکن فضائل اعمال اور مناقب میں حدیث ضعیف کا اعتبار کیا جاتا ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر ان بعض قسراتن کا ذکر کر دیا جائے جن کی بناء پر حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے، اور اس کا ضعف جاتا رہتا ہے، پہلی صورت یہ ہے کہ جب حدیث ضعیف متعدد اسانید سے مروی ہو تو وہ حسن وغیرہ ہو جاتی ہے چنانچہ تمام مستند اصول حدیث کی کتابوں میں یہ مسئلہ مرقوم ہے۔

حدیث مؤلفہ ۱۲۰۲ھ

- ۱۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، التلک علی کتاب ابن العلام ج ۳ ص ۳۰۳، بطورہ دار حیات التراث الاسلامی
- ۲۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، التخریر مع التقریر والتجیر ج ۲ ص ۲۶۵، مطبوعہ دار المکتب العلمیہ بیروت
- ۳۔ ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۶۷ھ، کتاب الاذکار ص ۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت
- ۴۔ علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۲ھ، تطہیر الجنان واللسان ص ۱۳، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ ۱۳۸۵ھ

مجتہد کے استدلال سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیقی علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

ان المجتهد اذا استدول بحديث كان
تصحيحه كماله كما في التحريم وغيره

مجتہد جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو اس کا استدلال بھی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے جس طرح تحریر میں امام ابن ہمام نے تحقیقی فرمائی ہے۔

علامہ ابن ہمام کی تحقیق کا ہم مغرب و کرور ہے ہیں:
ام عبد الوہاب شمرانی شافعی لکھتے ہیں:

ان قيل بضعف شيء من ادلة مذهب فذلك
الضعف انما هو بالنظر للرواية الناظرين
عن منده بعد موته (الى قوله) وكفانا
صحة الحديث استدلال مجتهد به

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ابو حنیفہ کے دلائل میں سے کوئی حدیث ضعیف ہے تو یہ ضعف امام اعظم کی سند میں ان یچھے کے راویوں کی وجہ سے ہے جنہوں نے امام اعظم کی موت کے بعد اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ہمیں اس حدیث کی صحت کے لیے یہ کافی ہے کہ ایک امام مجتہد نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

وثبت التعديل بحكمه القاضي العدل
وعمل المجتهد الشارطين لا ان لم يعلم
سوى كونه على وفق

شاہد کی عدالت، اس قاضی عادل کے فیصلہ اور راوی کی عدالت، اس مجتہد کے عمل سے ثابت ہو جائیگی جو شاہد اور راوی میں عدالت کی شرط لگاتے ہوں، اور اگر اس کے سوا اور کوئی چیز معلوم نہ ہو کہ وہ روایت اس مجتہد کے موافق ہے تو پھر عدالت ثابت نہیں ہوگی۔

علامہ ابن امیر اسحاق اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو حاکم شاہد میں عدالت کی شرط لگاتا ہو اور وہ غیر عادل کی شہادت پر فیصلہ کر دے تو وہ حاکم فاسق ہو جائیگا اسی طرح جو مجتہد راوی میں عدالت کی شرط لگاتا ہو اور وہ غیر عادل کی روایت سے اجتہاد کرے تو وہ مجتہد بھی فاسق ہو جائے گا۔ اور مفروض یہ ہے کہ حاکم اور مجتہد عادل ہیں اس لیے ان کا کسی شاہد اور راوی کی شہادت اور روایت پر عمل کرنا اس راوی کی تبدیلی کے قائم مقام ہے، پھر اس راوی کی روایت پر عمل کرنا دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے، پہلی شرط یہ ہے کہ یہ معلوم ہو کہ اس روایت کے سوا مجتہد کے پاس اور کوئی دلیل نہیں ہے، دوسری شرط یہ ہے کہ یہ معلوم ہو کہ اس مجتہد کا اس وقت

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۱، مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۰ھ

۲۔ علامہ عبد الوہاب شمرانی متوفی ۹۷۳ھ، میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۶۵، مطبوعہ مطبعہ ازہریہ مصر، ۱۳۵۱ھ

۳۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، التحریر فی التصحیح والتجہیر ج ۱ ص ۲۲۹-۲۳۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ بیروت

پر عمل کرنا امتیاط فی الدین پر مبنی نہیں ہے، آخری قید سے علامہ ابن ہمام نے ان دو شرطوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔
 دوسری بحث یہ ہے کہ اگر کوئی عادل راوی کسی (ضعیف) راوی کی حدیث کو روایت کرے تو وہ اس کی تبدیل ہے یا نہیں، ایک
 قول یہ ہے کہ یہ مطلقاً تبدیل ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مطلقاً تبدیل نہیں ہے، اور یہ قول حافظ ابن الصلاح نے
 اکثر ائمہ حدیث کی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ یہی صحیح ہے اور آدمی اور ابن حاجب کے نزدیک بھی یہی مختار
 ہے اور اس قول کی تفصیل یہ ہے کہ اگر یہ مہم ہو کہ وہ راوی صرف عادل سے روایت کرتا ہے تو اس کا کسی راوی
 سے روایت کرنا اس کی تبدیل ہے کیونکہ اصل یہ ہے کہ انسان اپنی عادت کے مطابق عمل کرتا ہے، اور اگر یہ امر مہم
 نہ ہو تو پھر اس کا کسی سے روایت کرنا اس کی تبدیل نہیں ہے۔ ۱۷

اہل علم کے عمل کی وجہ سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق | بعض اوقات علماء اور صلحاء کے عمل کی
 وجہ سے بھی حدیث کی صحت پر استدلال کیا جاتا ہے۔

امام حاکم نیشاپوری صلوٰۃ التبییح کی صحت پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
 وعمایستدل به علی صحۃ هذا الحدیث
 استعمال الاثمة من اتباع التابعین الی
 عصرنا هذا ایامہ و مواظبتہم علیہ و تعلیمہن
 الناس منهم عبد اللہ بن المبارک رحمۃ اللہ
 علیہ ۱۸
 مولانا عبدالحی مکتوبی متوفی ۱۳۰۴ھ نے لکھا ہے کہ امام بیہقی نے بیان کیا ہے کہ عبد اللہ بن مبارک صلوٰۃ
 التبییح پڑھتے تھے اور بعد کے تمام علماء اس کو ایک دوسرے سے نقل کر کے پڑھتے رہے اور اس عمل میں
 اس حدیث مرفوعہ کی تقویت ہے۔ (الاشار المرفوعہ ص ۲۳)

لیکن میں نے امام بیہقی کی سنن کبریٰ معرفۃ السنن والاشار اور شعب الایمان میں دیکھا ان کتابوں میں یہ عبارت
 نہیں ہے، واللہ اعلم۔
 علامہ علی قاری لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے یہ حدیث روایت کی:
 عن علی ومعاذ بن جبل رضی اللہ عنہما
 قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا
 اتی احدکم الصلوٰۃ والامام علی حال فلیصنعه
 حضرت علی اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما بیان
 کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے آئے تو امام

۱۷۔ امام ابن امیر الساج متوفی ۸۷۹ھ، التقریر و التجرید ج ۲ ص ۲۴۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ بیروت
 ۱۸۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۱ ص ۳۱۹، مطبوعہ دار البیان للنشر والتوزیع بیروت

به وقد صرح بذلك جماعة من أئمة الأصول
ومن أمثلته قول الشافعي رضي الله عنه وما قلنا
من أنه إذا غيّر طعام الساء وسأه ولبس
يروي عن النبي صلى الله عليه وسلم من
وجه لا يثبت أهل الحديث مثله ولكنه
قول العامة لا أعلم بينهم فيه خلافاً و
قال في حديث لا وصية لوارث لا يثبت
أهل العلم بالحديث ولكن العامة تلتقه
بالقبول وعملوا به حتى جعلوه ناسخاً
لأية الوصية للوارث - لہ

کے مدلول پر عمل و متفق ہوں وہ حدیث مقبول ہوتی ہے
اور اس کے تقاضے پر عمل کرنا واجب ہے، ائمہ
اصول کی ایک جماعت نے اس کی تفسیر کی ہے،
اور اس کی مثالوں میں سے امام شافعی رضی اللہ عنہ کی یہ
عبارت ہے: اور میں نے جو یہ کہا ہے کہ جب پانی
کا فائزہ، برادر اس کا رنگ تبدیل ہو جائے ...
اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ایسی سند
کے ساتھ مروی ہے جو محدثین کے نزدیک ثابت نہیں
ہے، لیکن عام علماء کا یہی قول ہے اور میرے علم کے
مطابق اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اور ایک
حدیث ہے "وارث کے لیے وصیت نہیں ہے" اس
کے متعلق امام شافعی نے کہا اہل علم کے نزدیک یہ حدیث
ثابت نہیں ہے، لیکن عام علماء نے اس حدیث کو قبول
کیا ہے اور اس کے تقاضے پر عمل کیا ہے حتیٰ کہ جس
آیت میں وارث کے لیے وصیت کا ذکر ہے اس
حدیث کو اس آیت کے لیے ناسخ قرار دیا ہے۔

امت کی تلقی بالقبول سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق | جو وہ جن جہت سے اچھا اس کی سند

ضعیف ہو۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

جہنم اپنے شیخ علامہ ابن تیمیہ کی ایک عبارت دیکھی جس کا مضمون یہ ہے: جو حدیث جماعات ائمہ سے منقول ہو
اور امت نے اسے قبول کر لیا ہو، وہ حدیث بھی قطعی ہے، ان ائمہ میں سے تاجی عبد الوہاب مالکی، شیخ ابو
حامد اسفرائینی، تاجی ابوالطیب الطبري، شیخ ابواسحاق شیرازی شافعی، ابن حامد، ابویعلیٰ بن فزارة، ابوالخطاب،
ابن الزاغرانی، اور ان کی امثال منابہ میں سے اور شمس الاثری حنفی ہیں، علامہ ابن تیمیہ نے کہا امام اشعری، ابواسحاق
اسفرائینی اور ابن فورک وغیرہ اکثر اہل کلام کا یہی قول ہے اور یہی تمام محدثین کا مذہب ہے اور عام سلف کا بھی
یہی مذہب ہے اور حافظ ابن الصلاح کے بھی استنباط کر کے یہی لکھا ہے۔ لہ

الاسلامی مدینہ منورہ ۴۴ھ

لہ۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن محمد عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، التلکات علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۳۹۵-۳۹۴، مطبوعہ اعیان التراث
لہ۔ حافظ علامہ الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۴۲ھ، اختصار علوم الحدیث مع ابدان الحدیث ص ۲۹، مطبوعہ دار التراث قاہرہ ۱۳۹۹ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

شیخ تقی الدین ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ کی اس عبارت پر بعض علماء نے یہ اعتراض کیا ہے کہ صرف خبر واحد علم قطعی کا نفاذ نہیں دیتی اور جب امت اس خبر پر عمل کرے گی تو وہ ظن کی بناء پر ہوگا اور اس سے اس خبر کے صدق پر امت کی قطعیت ممکن نہیں کیونکہ یہ جزم بلا علم ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امت باطن میں خطار سے معصوم ہے اور کسی خبر کی تصدیق پر ان کا اجماع اس طرح ہے جیسے کسی عمل کے وجوب پر ان کا اجماع ہو اور ہر چند کہ انفرادی طور پر ان میں سے کسی کا کاذب ہو یا غلط ہو نا، ممکن ہے لیکن امت کا مجموعہ کذب اور غلطی سے معصوم ہے، جیسے اہل التواتر میں سے کسی ایک کا کذب یا غلط ممکن ہے لیکن تمام اہل تواتر سے کذب اور خطار منقضي ہے۔ ۱۔

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

وَكَذَا إِذَا تَلَقَّتِ الْأُمَّةُ الضَّعِيفَ بِالْقَبُولِ
يَعْمَلُ بِهِ عَلَى الصَّحِيحِ حَتَّى أَنْهَ يَنْزِلَ مَنْزِلَةُ
الْمُتَوَاتِرِ فِي أَنْهَ يَنْسَخُ الْمُقْطُوعَ بِهِ وَلِهَذَا
قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي حَدِيثٍ لِأَوْصِيَةٍ
لِوَارِثِ أَنْهَ لَا يَثْبُتُ أَهْلُ الْحَدِيثِ وَلَكِنْ
الْعَامَّةُ تَلَقَّتْهُ بِالْقَبُولِ وَعَمَلُوا بِهِ حَتَّى جَعَلُوهُ
نَاسِخًا لِأَيَّةِ الْوَصِيَّةِ ۱۔

جب امت کسی حدیث ضعیف کو قبول کرے تو صحیح مذہب کے مطابق اس پر عمل کیا جائے گا اور وہ حدیث بمنزلہ حدیث متواتر ہوگی، اور اس سے کسی قطعی حکم کو منسوخ کر دیا جائے گا جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جس حدیث میں ہے وارث کے لیے وصیت نہیں ہے یہ حدیث ائمہ حدیث کے نزدیک ثابت نہیں ہے، لیکن اس حدیث پر سب نے عمل کیا ہے حتیٰ کہ اس حدیث سے آیت وصیت کو منسوخ قرار دیا ہے۔

علامہ سخاوی نے امام شافعی کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:-
امام شافعی لکھتے ہیں:

قَالَ وَرَوَى بَعْضُ الشَّافِعِيِّينَ حَدِيثًا
لَيْسَ مِمَّا يَثْبُتُ أَهْلَ الْحَدِيثِ فِيهِ: أَنَّ
بَعْضَ رِجَالِهِ مَجْهُولُونَ فَرَوَيْنَا عَنْ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْقُوعًا وَأَنَّهُمَا قَبِلْتَا
بِهَا وَصَفَتْ مِنْ قَبْلِ أَهْلِ الْمَغَازِي وَاجْتَمَعَ
الْعَامَّةُ عَلَيْهِ وَأَنَّ كُنَّا قَدْ ذَكَّرْنَا الْحَدِيثَ
فِيهِ وَاعْتَمَدْنَا عَلَى حَدِيثِ أَهْلِ الْمَغَازِي

بعض شافعیوں نے ایک ایسی حدیث روایت کی ہے جو ائمہ حدیث کے نزدیک ثابت نہیں ہے اس کی سند میں بعض راوی مجہول ہیں، ہم نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقطعاً روایت کیا ہے (یعنی مجاہدوں نے اس کو منقطعاً روایت کیا ہے مگر اس کی سند میں مجہول راوی ہیں) ہم نے اس صفت کے ساتھ اس حدیث کو قبول کر

۱۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ در النکت علی کتاب بنی الاصلاح ج ۱ ص ۴۷، ۴۸، ۴۹، مطبوعہ دار التراث الاسلامی ۱۳۰۴ھ

۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۶ھ، فتح المنیث بشرح الفیہ الحدیث ج ۱ ص ۳۳۶، مطبوعہ دار الامام الطبری ۱۴۱۳ھ

عَامًا وَاجْمَاعَ النَّاسِ أَخْبَرَنَا سَفِيَانُ عَنْ
سَلِيمَانَ الْأَحْوَلِ عَنْ مَجَاهِدٍ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ قَالَ: لَا وَصِيَّةَ لَوَارِثٍ فَاَسْتَدَلَّنَا
بِهَذَا وَصَفَتْ: مَنْ نَقَلَ عَامَّةَ أَهْلِ الْمَغَازِي
عَنِ النَّبِيِّ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) أَنَّ الْوَصِيَّةَ
لَوَارِثٍ: عَلَى أَنَّ الْمَوَارِثَ نَاسَخَةٌ
لِلْوَصِيَّةِ لِلْوَالِدَيْنِ وَالزَّوْجَةِ مَعَ الْخَبَرِ
الْمُتَقَطِّعِ عَنِ النَّبِيِّ وَاجْمَاعِ الْعَامَّةِ
عَلَى الْقَوْلِ بِهِ ۚ

یہ ہے کیونکہ اس کو اہل مغازی نے نقل کیا ہے اور
اس پر عام علماء کا اجماع ہے، بے شک ہم نے اس
حدیث کی صفت (القطع اور جہل) کو بیان کر دیا ہے
اور ہم نے عام اہل مغازی اور لوگوں کے اجماع پر اعتماد
کیا ہے: سفیان از سلیمان احول از مجاہد روایت ہے:
بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وارث
کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے، ہم نے عام
مغازی کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ وارث
کے لیے وصیت جائز نہیں ہے، علاوہ انہی وارث
کی آیات بھی والدین اور زوجہ کے لیے وصیت کی ناسخ
ہیں اور یہ حدیث متقطع بھی وصیت کے لیے ناسخ ہے
اور عام علماء کا اس قول پر اجماع ہے۔

جب کسی مسئلہ پر صرف حدیث ضعیف میسر ہو تو اس سے استدلال کی تحقیق
ہیں: علامہ سخاوی لکھتے

جب کسی باب میں حدیث ضعیف کے علاوہ اور کوئی حدیث نہ ہو تو امام اسحاق رحمہ اللہ نے حدیث ضعیف سے
استدلال کیا ہے، امام ابو داؤد نے بھی اس کی اتباع کی ہے اور ان دونوں نے اس کو طے اور قیاس پر مقدم رکھا
ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح منقول ہے، اور امام شافعی کو جب کسی مسئلہ میں حدیث مرسل کے علاوہ
اور کوئی حدیث نہ ملے تو وہ حدیث مرسل سے استدلال کرتے ہیں۔ ۱
میں کہتا ہوں کہ مرث امام اسحاق اور امام ابو داؤد کی بات نہیں ہے بلکہ جب کسی مسئلہ پر حدیث صحیح نہ ملے تو امام
بخاری اور امام ترمذی بھی حدیث ضعیف سے استدلال کرتے ہیں:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:
وَيَذْكُرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَضَى بِاللَّذِينَ قَبِلَ الْوَصِيَّةَ ۚ
حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

هَذَا طَرَفٌ مِنْ حَدِيثِ أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ وَ
يَهِيَ اس پوری حدیث کا ایک جملہ ہے جس کو امام

۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، الرسالة ص ۲۲-۱۳۹، مطبوعہ مکتبہ دار التراث قاہرہ، الطبعة الثانیہ ۱۳۹۹ھ۔

۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المعجزات بشرح الفیض السکون ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ دار الامام الطبری، ۱۴۱۲ھ۔

۳۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸۸، مطبوعہ دار محمد الفاضل کراچی، ۱۳۸۱ھ۔

الترمذی وغیرہما من طریق الحارث و
هو الاغور عن علی بن ابی طالب قال قفنی
عند رسول الله علیه وسلم ان الدین قبل
الوصیة وانتہ تقرؤن الوصیة قبل
الدین لفظ احمد و هو اسناد ضعیف
لكن قال الترمذی ان العمل علیہ عند
اهل العلم و كان البخاری اعتمد علیہ
لاعتضاده بالاتفاق علی مقتضاہ
والاقلہ تجر عادتہ ان یورد الضعیف
فی مقام الاحتجاج بہ ۱۷

امام ترمذی روایت کرتے ہیں،

عن الحارث عن علی ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قفنی بالدين قبل الوصیة وانتہ
تقرؤن الوصیة قبل الدين والعمل علی
هذا عند عامة اهل العلم انه یبداء الدين
قبل الوصیة ۱۸

اس حدیث کو امام ابن ماجہ اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

اسی طرح امام بخاری نے یہ حدیث بیان کی ہے:
و یذکر عن ابی ہریرۃ رفعہ لا یتطوع
الامام فی مکانہ و لا یصح ۱۹

احمد اور امام ترمذی نے از عمارش از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت
کیا ہے، امام احمد کے الفاظ یہ ہیں (سیدنا) محمد صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا کہ قرض وصیت سے پہلے ادا کیا
جائے اور تم قرآن مجید میں "وصیت کو قرض سے پہلے
پڑھتے ہو، اس حدیث کی سند ضعیف ہے، لیکن امام
ترمذی نے کہا اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے، اور
امام بخاری نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے کیونکہ اس
حدیث کو اس امر سے تقویت ہے کہ اس کے متفقین پر
سب کا اتفاق ہے، ورنہ امام بخاری کی یہ عادت نہیں ہے
کہ وہ مقام استدلال میں کسی ضعیف حدیث کو وارد کریں۔

از عمارش از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت ہے:
بھی صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ قرض وصیت پر
مقدم ہے اور تم قرآن مجید میں وصیت کو قرض پر مقدم
پڑھتے ہو، اور عام اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے کہ
قرض کو وصیت پر مقدم کیا جائے گا۔

اور مذکور ہے از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
امام اپنی جگہ نکل (سنت وغیرہ) نہ پڑھے اور یہ حدیث
صحیح نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

- ۱۷۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۵ ص ۳۷۷، مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۳۸۱ھ
- ۱۸۔ امام ابو یوسف محمد بن یسعی ترمذی متوفی ۲۴۸ھ، جامع ترمذی ص ۳۰۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
- ۱۹۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۹۵، " " "
- ۲۰۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ
- ۲۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۷، مطبوعہ ترجمہ جامع السلاطین کراچی، ۱۳۸۱ھ

وذلك لضعف اسنادہ واضطرابہ
تقریبہ لیث بن ابی سلیم و هو ضعيف
واختلف علیہ فیہ ، وقد ذکر البخاری
الاختلاف فیہ فی تاریخہ و قال لعینیت
هذا الحديث - (الی قولہ) ویؤخذ
من مجموع الأدلة ان للامام احوالا
لان الصلوة اما ان تكون مما يتطوع
بعدها ولا يتطوع الاول اختلف فیہ
هل يتشاغل قبل التطوع بالذكر
المأثور ثم يتطوع ؟ وهذا الذي عليه
عمل الاكثر وعند الحنفية يبدأ بالتطوع
وحجة الجمهور حديث معاوية ويمكن
ان يقال لا يتعين الفصل بين الفريضة
والتأخلة بالذكر بل اذا تفرغ من مكانه
كفى به و يترجح تقديم الذكر المأثور
بتقييده في الاخبار الصحيحة بنحو
الصلوة واما الصلوة التي لا يتطوع
بعدها فيتشاغل الامام ومن معه
بالذكر المأثور ولا يتعين له مكان
بل ان شاء وانصرفوا وذكروا و
ان شاءوا امكثوا وذكروا - له

عدم محنت کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کی سند
ضعیف ہے اور یہ حدیث مضطرب ہے ماس کی روایت
میں لیث بن ابی سلیم متروک ہے اور وہ ضعیف ہے ،
اس میں اختلاف ہے ، امام بخاری نے اپنی تاریخ میں
اس اختلاف کو بیان کیا ہے اور کہا ہے یہ حدیث
ثابت نہیں ہے ، اس مسئلہ میں جو دلائل ہیں ان کا
حاصل یہ ہے کہ امام کی کئی حالتیں ہوتی ہیں کیونکہ کبھی نماز
کے بعد سنتیں پڑھی جاتی ہیں اور کبھی نہیں ، پہلی صورت
میں یہ اختلاف ہے کہ آیا سنتیں پڑھنے سے پہلے ناظر
ذکر کرے اور بعد میں سنتیں پڑھے یا پہلے سنتیں
پڑھے ، جمہور کے نزدیک ذکر کے بعد سنتیں پڑھے
اور احناف کے نزدیک پہلے سنتیں پڑھے جمہور کی
ذیل حضرت معاویہ کی حدیث ہے (امام مسلم نے حضرت
معاویہ سے مروی روایت کیا : جب تم بعد پڑھو تو کوئی
بات کرنے یا دناں سے لکھنے سے پہلے ناظر پڑھو)
اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ فرض اور نفل میں فصل کرنا
ذکر کرنے میں مختصر نہیں ہے ، بلکہ جگہ بستے سے
بھی فصل ہو جاتا ہے ، البتہ چونکہ احادیث صحیحہ میں
فرض نماز کے بعد ذکر کرنے کا بیان ہے اس لیے
ذکر کے ذریعہ فصل کرنے کو ترجیح ہے اور جس نماز
کے بعد سنتیں نہیں پڑھی جاتیں (مثلاً فجر اور عصر) ان
میں امام اور مقتدی ماثور ذکر کے ساتھ مشغول ہوں ،
اور یہ ضروری نہیں ہے کہ اسی جگہ بیٹھے رہیں ، خواہ اسی
جگہ بیٹھیں یا جگہ تبدیل کر لیں ۔

یہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند حسن کے ساتھ حضرت علی سے
روایت کیا ہے ۔

سنت یہ ہے کہ امام جب تک جگہ تبدیل نہ کرے

من السنة ان لا يتطوع الامام حتى

یتحول من مکانه۔

مستقی نہ پڑھے۔

امام احمد نے کہا حضرت علی کے علاوہ اور کسی سے میں اس حدیث کو نہیں پہچانتا گریبان کے نزدیک حضرت ابو ہریرہ کی مذکور الصدور روایت ثابت نہیں ہے۔ ۱۷

غرض یہ کہ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ کی اس ضعیف حدیث کو اپنی کتاب میں اس لیے درج کیا کہ ان کو اس سند میں صحیح حدیث نہیں ملی، ہر چند کہ اس باب میں حدیث حسن بھی موجود تھی ہو سکتا ہے امام بخاری کے نزدیک امام ابن ابی شیبہ کی روایت حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے فردر ہوا

حدیث ضعیف کہنے کی بجائے سند ضعیف کہنے کا بیان | حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں: ساتھ ملے تو ہمیں یہ کہنا چاہیے کہ یہ حدیث ضعیف الاستاد ہے اور اس کو مطلقاً ضعیف نہیں کہنا چاہیے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ وہ حدیث اس سند سے ضعیف ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اور سند صحیح ہو اور اس سند سے وہ حدیث ثابت ہو، بلکہ جب تک امام حدیث میں سے کسی امام کی یہ صراحت نہ ملے کہ اس حدیث کی کوئی ایسی سند نہیں ہے جس سے وہ حدیث ثابت ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اس امام نے اس کی وجہ ضعف بھی تفصیلاً بیان کی ہو تو اس پر ضعیف کا اطلاق کرنے سے ترقف کرنا چاہیے۔ اور جب تک کسی حدیث ضعیف کو نقل کرنے کا ارادہ کرو، یا جس کی محنت اور ضعف میں ضرور ہو، بلکہ عینہً تم بعض (مثلاً روایت ہے درو ہے) حدیث میں آیا ہے، ہمیں یہ بات پہنچی ہے) کے ساتھ ذکر کرو، اور موضوع حدیث کا ذکر اس وقت تک جائز نہیں، جب تک کہ اس کے موضوع ہونے کا بیان نہ کیا جاتے۔ ۱۸

امام اعظم کے دلائل کے بالعموم احادیث ضعیفہ پر مبنی ہونے کی تحقیق | علامہ عبد الوہاب شرانی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تم یہ کہتے ہو کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کے دلائل میں کوئی حدیث ضعیف نہیں ہے کیونکہ امام اعظم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو راوی ہیں وہ صحابہ اور تابعین ہیں اور وہ جرح سے محفوظ ہیں، تو پھر کیا وجہ ہے کہ بعض حفاظ نے امام اعظم کے بعض دلائل کو ضعیف احادیث پر مبنی قرار دیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جن بعض راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے وہ امام اعظم کی وفات کے بعد ان کی سند کے نچلے درجہ کے راوی ہیں، اور انہوں نے اس حدیث کو امام اعظم کی سند کے علاوہ کسی اور سند سے روایت کیا ہے کیونکہ امام اعظم کی مسانید ثلاثہ میں جس قدر احادیث ہیں وہ سب صحیح ہیں، کیونکہ اگر وہ حدیث صحیح نہ ہوتی تو امام اعظم اس سے کبھی استدلال نہ کرتے، اور امام اعظم کی سند کے نچلے راویوں میں سے کوئی راوی کذاب یا متہم

۱۷۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن محمد عسقلانی متوفی ۵۸۵ھ فتح الباری ج ۲ ص ۳۳۵، مطبوعہ دار الفکر، کتب اسلام لاہور ۱۴۰۱ھ
۱۸۔ حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التبیہ والتمذکرہ ج ۱ ص ۲۹۱-۲۸۹، مطبوعہ دار البیاض للنشر والتوزیع، مکہ

بالکذب ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور ہمارے نزدیک اس حدیث کی صحت کے لیے یہ بات کافی ہے کہ اس حدیث سے مجتہد نے استدلال کیا ہے، اس لیے ہم پر واجب ہے کہ ہم اس حدیث پر عمل کریں خواہ اس کو کسی اور نے روایت نہ کیا ہو، اور جب تک امام اعظم کی مسانید ثلاثہ میں ان کے مذہب کی دلیل کو دیکھ نہ لیا جائے اور یہ یقین نہ ہو جائے کہ اس کی دلیل ان مسانید میں موجود نہیں ہے، اس وقت ان کے مذہب کی کسی دلیل کو ضعیف نہ کہا جائے، اور یہ ہو سکتا ہے کہ بعد کے علماء احناف نظام اعظم کے مذہب پر جو دلائل قائم کیے ہیں ان میں سے کوئی دلیل کسی ضعیف حدیث پر مبنی ہو مگر مین امام اعظم کا دامن اس سے بری ہے۔^۱

میں کہتا ہوں کہ یہ بات دلائل سے بیان کی جا چکی ہے کہ مطلقاً کسی حدیث کا ضعف مضر نہیں ہے جب کہ بہت سے مسائل میں احادیث ضعیفہ کا اعتبار کیا جاتا ہے اور ہم متعدد حوالوں سے یہ بیان کر چکے ہیں کہ اثبات مقام اور فرہیت اور حرمت کے بیان میں ضعاف کا اعتبار نہیں کیا جاتا اور فضائل و مناقب ترمذی و ترمذیہ اور استحباب اور کراہت کے بیان میں احادیث ضعیفہ کا بالاتفاق اعتبار کیا جاتا ہے اور بعد کے علماء احناف کی اگر کوئی دلیل کسی حدیث ضعیف پر مبنی ہے تو وہ اسی قبیل سے ہے، حیرت یہ ہے کہ امام بخاری، امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام شافعی کسی مسئلہ میں حدیث ضعیف سے استدلال کریں تو ان کی صحت اور ثقاہت میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور اگر کوئی حنفی فقیہ کسی مسئلہ میں حدیث ضعیف سے استدلال کئے تو اس کو اعتراضات کا نشانہ بنالیا جاتا ہے۔

روایت قبول کرنے کے لیے راوی کی شرائط | علامہ نووی لکھتے ہیں:

ذیل شروط ہیں:

(۱)۔ جمہور ائمہ حدیث اور ائمہ فقہ کا اس پر اجماع ہے کہ راوی عادل اور ضابط ہو نا چاہیے یعنی مسلمان بالغ، عاقل ہو اور وہ اسباب فسخ اور ناپسندیدہ عاداتوں سے محفوظ ہو اور بیدار مغز ہو، اگر وہ اپنے حافظہ سے حدیث بیان کرتا ہو تو ان کا حافظہ قوی ہو، اور اگر وہ اپنی اصل سے حدیث بیان کرتا ہو تو اس کے پاس حدیث لکھی ہوئی منضبط ہو، اور اگر وہ روایت بالمعنی کرتا ہو تو حدیث کا ماہر عالم ہو۔

(۲) اس کی عدالت و عادل شخصوں کی تصریح سے ثابت ہوگی یا اہل علم کے درمیان اس کی عدالت مشہور ہو اور ان کا اس کی تعریف کرنا کافی ہے، جیسے امام مالک، سفیان ثوری، ابوزاعی، امام شافعی، امام احمد، لیث، شعبہ ابن المبارک، وکیع، ابن مسین، ابن مدینی اور اس قسم کے کئی ائمہ میں سے اگر کوئی اس راوی کی تعریف میں کوئی کلمہ کہے تو یہ کافی ہے۔

(۳)۔ ثقات متقین کی بہ کثرت موافقت کی وجہ سے اس راوی کا ضبط معروف ہو اور اگر وہ نادرا ان کی مخالفت کرتا ہو تو یہ مضر نہیں ہے اور اگر وہ ان کی زیادہ مخالفت کرے تو اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جائے۔

۱۔ علامہ عبد اللہ شرنوبی متوفی ۱۹۷۳ء، میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۶۵، مطبوعہ مطبعہ ادھرہ مصر ۱۳۵۱ھ

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۶۷ھ، تقریب اللہ مع التدریب ج ۱ ص ۳۰۲ - ۳۰۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

ائمہ صحاح ستہ کی شرائط | ائمہ ستہ حدیث صحیح کو روایت کرتے ہیں یعنی جس کی سند متصل ہو اس کا راوی مسلم یا بخاری یا ترمذی یا ابوداؤد یا ابن ماجہ سے متصل ہو اور وہ اسباب فسخ اور ناپسندیدہ عادتوں سے محفوظ ہو، اس کا ملاحظہ صحیح ہو، اس کے پاس وہ حدیث لکھی ہوئی محفوظ ہو اور وہ حدیث غیر شاذاذہ غیر معلل ہو، باقی ضبط اور اتصال میں ان ائمہ کے مختلف معیار ہیں۔

علا علی قاری لکھتے ہیں:

علامہ مازمی نے شروط الائمہ میں لکھا ہے کہ امام بخاری کی شرط یہ ہے کہ وہ اس حدیث کی روایت کرتے ہیں جس کی سند متصل ہو، اس کے تمام راوی ثقات اور کمال الضبط والافتان ہوں، سفر اور حضر میں طویل الملازمۃ مع الشیخ ہوں اور کبھی وہ اس طبقہ سے کم درجہ کے راوی سے بھی روایت قبول کر لیتے ہیں جو قلیل الملازمۃ مع الشیخ ہوتے ہیں۔ اور امام مسلم ان دونوں طبقوں کے علاوہ کبھی ان کی حدیث بھی قبول کر لیتے ہیں جو جرح سے محفوظ نہ ہوں بشرطیکہ وہ طویل الملازمۃ مع الشیخ ہوں جیسے حار بن سلمہ، ثابت البنانی اور ایوب وغیرہ۔ لہ

ائمہ ستہ کی شرائط کا خلاصہ یہ ہے:

- (۱)۔ امام بخاری کمال الضبط والافتان اور کثیر الملازمۃ مع الشیخ کی روایات کا استیعاب کرتے ہیں اور کمال الضبط والافتان اور قلیل الملازمۃ مع الشیخ کی روایات سے انتخاب کرتے ہیں۔
- (۲)۔ امام مسلم کمال الضبط اور کثیر الملازمۃ اور کمال الضبط اور قلیل الملازمۃ سے استیعاب کرتے ہیں اور ناقص الضبط اور کثیر الملازمۃ سے انتخاب کرتے ہیں۔
- (۳)۔ امام ابوداؤد کمال الضبط اور کثیر الملازمۃ، کمال الضبط اور قلیل الملازمۃ، ناقص الضبط اور کثیر الملازمۃ، ان تین طبقوں کی روایات سے استیعاب کرتے ہیں اور ناقص الضبط اور قلیل الملازمۃ اس چوتھے طبقہ کی روایات سے انتخاب کرتے ہیں۔
- (۴)۔ امام ترمذی ان چاروں طبقوں کی روایات سے استیعاب کرتے ہیں اور پانچویں طبقہ یعنی ناقص الضبط و قلیل الملازمۃ سے غوائل الجرح سے انتخاب کرتے ہیں۔
- (۵)۔ امام نسائی بھی پہلے تین طبقوں کی روایات سے استیعاب کرتے ہیں اور چوتھے طبقہ سے انتخاب کرتے ہیں اور پانچویں طبقہ سے اصلاً روایت نہیں کرتے، ان کی شرائط امام ابوداؤد کی طرح ہیں۔
- (۶)۔ امام ابن ماجہ ان پانچوں طبقوں سے استیعاب کر لیتے ہیں۔

حافظ ابن حجر مستقل لکھتے ہیں:

انتہار اسناد کے اعتبار سے حدیث کی اقسام | اسناد یا قوی ہے ائمہ علیہ وسلم پر صراحۃً یا حکماً ختم ہو گا یا صحابی پر یا تابعی پر، اول الذکر حدیث مرفوعہ ہے اور ثانی الذکر حدیث موقوف ہے اور ثالث الذکر حدیث مقطوع ہے۔ پھر اس سند کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بیان کیا جائے گا یا آپ کا فعل بیان کیا جائے گا یا آپ کی تقریر۔

بیان کی جائے گی، تقریر سے مراد یہ ہے کہ آپ کے سامنے کوئی کام کیا گیا اور آپ نے اس کو مقرر رکھا اور اس کو رد نہیں فرمایا۔ حدیث متروک اور مقطوع کی بھی اسی طرح تین تہیں ہیں۔

حدیث مرفوع قولاً، فعلاً، تقریراً، صراحۃً اور عکلاً کا بیان | یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔

حدیث مرفوع فعلی صراحۃً کی مثال یہ ہے کہ صحابی یہ کہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کام کرتے ہوئے دیکھا۔

حدیث مرفوع تقریری صراحۃً کی مثال یہ ہے کہ صحابی یہ کہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ کام کیا اور اس پر آپ کا انکار نقل نہ کرے۔ یہ تینوں اقسام مرفوع صریح کی ہیں اور مرفوع قولی عکلاً کی مثال یہ ہے:

جو صحابی اسرائیلیات کو نقل نہیں کرتا وہ ایسی حدیث بیان کرے جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو اور نہ اس کا بیان نبی سے تعلق رکھتا ہو مثلاً وہ بذمہ متعلق سے متعلق گزشتہ امور کی خبریں بیان کرے، اور انبیاء علیہم السلام کے واقعات بیان کرے یا مستقبل کے واقعات مثلاً قرب قیامت کے نکلنے اور احوال قیامت بیان کرے، یا کسی کام کے مخصوص ثواب یا عسوی عذاب کی بیان کرے قریب حدیث عکلاً مرفوع ہے، کیونکہ جن چیزوں میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو ان کا جانا صرف تابع کے ذریعہ ہو سکتا ہے اور صحابہ کرام کا مرفوع ہی صلی اللہ علیہ وسلم سے سننا مقصور ہے، کیونکہ یہ فرض کیا گیا ہے کہ وہ صحابی اسرائیلیات کو نقل نہیں کرتا، اس لیے یہ مرفوع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے خواہ اس صحابی نے حضور سے بہ راہ راست سنا ہو یا بالواسطہ۔

مرفوع فعلی عکلاً کی مثال یہ ہے کہ صحابی ایسا کام کرے جس میں اجتہاد کا دخل نہ ہو تو وہ اس پر محمول کیا جائے گا کہ صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے جیسے امام شافعی نے کہا ہے کہ حضرت علی غازی کسوف کی ہر رکعت میں دو سے زیادہ رکعت کرتے تھے۔

مرفوع تقریری عکلاً کی مثال یہ ہے کہ صحابی ہی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کام کرتے تھے، اور یہ اس پر جہت ہے کہ ان کے کام پر بھی صلی اللہ علیہ وسلم مطلق ہوتے تھے، کیونکہ کسی کام کو بھی صلی اللہ علیہ وسلم سے پرچنے کے لیے ان کے پاس متعدد مواقع تھے اور وہ زیادہ نزول وحی کا زمانہ تھا، اس لیے صحابہ کسی ایسے فعل کو دائماً نہیں کر سکتے جس سے بھی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہو اور حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما نے جواز عزل پر اس لیے استدلال کیا ہے کہ وہ بھی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عزل کرتے تھے درآن حالیکہ قرآن فاسد تھا، اگر یہ ممنوع ہوتا تو اس سے قرآن مجید منسوخ فرما دیتا۔

مرفوع قولی عکلاً میں وہ حدیث بھی داخل ہے جو مریخ صیفہ کی سبائے صیفہ کنایہ سے مروی ہو، مثلاً تابعی کہے فلاں صحابی اس حدیث کو مرفوعاً بیان کرتے ہیں یا اس حدیث کو بھی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، یا آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں یا آپ کی طرف پہنچاتے ہیں اور کبھی صرف قول پر اقتصار کرتے ہیں اور قائل کو حذف کر

دیتے ہیں، مثلاً ابن سیرین، حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے انھوں نے کہا آپ نے فرمایا تم ایک قوم سے نکال کر گئے
 الحدیث، خطاب نے کہا ہے کہ یہ اہل بصرہ کی خاص اصطلاح ہے، انھی صیغوں میں سے صحابی کا یہ قول ہے من السنۃ کذا،
 اور اکثر کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ بھی مرفوع ہے۔ ابن عبدالبر نے یہ کہا ہے کہ جب غیر صحابی یہ کہے پھر بھی حدیث مرفوعہ ہے
 الا یہ کہ وہ کسی کی سنت کی طرف اختلاف کرے، مثلاً یہ سنت احمد بن ہے، غلام یہ ہے کہ جب مطلقاً سنت کا لفظ بولا
 جائے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مراد ہوتی ہے، اسی قبیل سے صحابی کا یہ قول ہے امرنا
 بكذا ونهيننا بكذا، ہم کو اس چیز کا حکم دیا گیا، ہم کو اس چیز سے روکا گیا، کیونکہ مطلق امر اور نہی نبی صلی اللہ علیہ
 وسلم کی طرف راجع ہے اور انھی صیغوں میں سے یہ مینہ ہے کذا نفعل کذا، ہم اس طرح کرتے تھے، اور اسی قبیل سے
 کسی فعل پر صحابی کا حکم لگانا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے یا یہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت
 ہے، مثلاً حضرت مار نے یہ کہا جس نے یوم شکس کو روزہ رکھا اس نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی،
 یہ حدیث بھی حکماً مرفوعہ ہے، کیونکہ ظاہر ہے کہ حضرت مار نے اس حکم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا۔
 حافظ ابن حجر عسقلانی صحابی کی تعریف میں لکھتے ہیں:

صحابی کی تعریف کی تحقیق

هو من لقي النبي صلى الله عليه وسلم
 موصّاه ومات على الاسلام ولو
 تدخلت مائة في الاصحاح
 ملاقات سے مراد عام ہے خواہ وہ شخص آپ کے ساتھ بیٹھا ہو، یا آپ تک پہنچا ہو، خواہ آپ کے
 ساتھ کلام نہ کیا ہو، اور اس میں آپ کو دیکھنا بھی داخل ہے، خواہ قصداً آپ کو دیکھا ہو یا بعداً۔ بعض لوگوں نے صحابی کی تعریف
 میں کہا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو، لیکن اس تعریف پر یہ اعتراض ہے کہ اس تعریف سے نابینا صحابہ
 صحابہ بیت سے خارج ہو جائیں گے، حالانکہ وہ بلا تردید صحابہ ہیں، اس لیے تعریف میں ملاقات کا لفظ آئی ہے۔ اس
 تعریف میں ایان کی قید سے وہ لوگ نکل گئے جنھوں نے حالت کفر میں آپ سے ملاقات کی اور چونکہ آپ پر ایان لانے کی قید
 لگائی ہے اس لیے وہ لوگ نکل گئے جو مرتد انبیاء سابقین پر ایان لائے تھے، لیکن جن لوگوں نے آپ سے
 ملاقات کی وہ آپ کا ایان تھا کہ آپ کی بشت ہوگی لیکن انھوں نے بشت کا زمانہ نہیں پایا، آیا وہ صحابی ہیں یا نہیں،
 یہ بحث غور طلب ہے، اس تعریف میں یہ قید ہے کہ ان کی موت اسلام پر ہوئی ہو، اس لیے وہ لوگ صحابی کی تعریف
 سے نکل گئے جنھوں نے ایان کی حالت میں آپ سے ملاقات کی اور بعد میں (العیاذ باللہ) مرتد ہو کر مرے، مثلاً عبید اللہ
 بن جحش اور ابن فضال، اور تعریف میں یہ قید بھی ہے کہ خواہ وہ میانیاں عرصہ میں وہ مرتد ہو چکے ہوں۔ یعنی پہلے ایان کی
 حالت میں آپ سے ملاقات کی پھر مرتد ہو گئے، پھر دوبارہ اسلام لائے اور اسلام پر خاتمہ ہوا، تو وہ بھی صحابی ہیں، خواہ
 انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں اسلام قبول کیا ہو یا آپ کی وفات کے بعد، اور خواہ انھوں نے دوبارہ
 آپ سے ملاقات کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور تعریف میں آخری قید ہے کہ یہی لایا صحیح ہے، اس میں اشارہ ہے کہ اس مسئلہ
 میں اختلاف ہے اور طرح بھی ہے اور وجہ ترجیح یہ ہے کہ اشعث بن قیس مرتد ہو گئے تھے، پھر ان کو قید کر کے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا، انھوں نے پھر اسلام قبول کر لیا، حضرت ابراہیم نے ان کا اسلام قبول کر لیا اور اپنی بہن سے ان کا نکاح کر دیا اور ان کا شمار صحابہ میں ہوتا ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اسی طرح ان کی روایات کو مسانید میں ذکر کرنے میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ ۱۷
اس مسئلہ میں فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آنے لگی۔
علامہ نووی لکھتے ہیں:

صحابی کی تعریف میں اختلاف ہے، محدثین کے نزدیک معروف ترین یہ ہے: ہر وہ مسلمان جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ صحابی ہے، اور اصحاب الاصول کے نزدیک یہ تعریف ہے: جس نے بطریق متابعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح مجلس حاصل کی، اور سعید بن مسیب سے یہ تعریف منقول ہے کہ صحابی صرف وہ مسلمان ہے جو آپ کے ساتھ ایک یا دو سال رہا ہو یا جس نے آپ کے ساتھ ایک یا دو غزووں میں شرکت کی، یہ تعریف ضعیف ہے کیونکہ اس کے اعتبار سے حضرت جریر بن عبد اللہ بکلی اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہما صحابی نہیں ہیں اور ان کے صحابی ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ ۱۸
علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

علامہ نووی، حافظ ابن الصلاح اور امام بخاری نے صحابی کی یہ تعریف کی ہے: ہر وہ مسلمان جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو اس تعریف پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم نابینا تھے، انھوں نے آپ کو نہیں دیکھا حالانکہ وہ بالاتفاق صحابی ہیں، اور جس شخص نے آپ کو کفر کی حالت میں دیکھا اور وہ آپ کی وفات کے بعد اسلام لایا جیسے قیس کا اہلیجی اس تعریف کے مطابق وہ صحابی ہے حالانکہ وہ صحابی نہیں ہے اور جس شخص نے آپ کو وفات کے بعد دفن سے پہلے دیکھا جیسے ابو ذریب غویث بن خالد ندلی، اس پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہے، حالانکہ وہ صحابی نہیں ہے، اور اگر یہ تعریف کی جائے کہ جس مسلمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا وہ صحابی ہے تو اس تعریف میں تمام امت داخل ہو جائے گی، کیونکہ شبہ مراجع نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام امت کو دیکھا تھا، نیز یہ تعریف اس پر بھی صادق آئے گی جو آپ کی صحبت میں رہا پھر مرتد ہو گیا، مثلاً ابن خطل وغیرہ، اس لیے اس تعریف پر بھی اس شخص نے ایمان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور اسلام پر فرات ہوا، یہ تعریف اس شخص پر بھی صادق آئے گی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گیا پھر مسلمان ہوا اور اسلام پر مراجع اُتے کہ اس پر صحابی کی تعریف صادق آئے گی، پھر اعتراض ہے، کیونکہ امام شافعی اور امام ابو حنیفہ نے یہ تصریح کی ہے کہ مرتد ہونے سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ ارتداد سے اس کی صحابیت بھی باطل ہو گئی، جیسے قزو بن میسر و اور اشعث بن قیس، اور جن لوگوں نے مرتد ہونے کے بعد آپ کی حیات میں اسلام کی طعن رجوع کر لیا جیسے عبد اللہ بن ابی مرجم قرآن پر صحابی کی تعریف صادق آنے سے کوئی مانع نہیں ہے، اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے وثرق سے کہا ہے کہ یہ اور اس سے پہلی قسم، دونوں صحابی ہیں۔ ۱۹

۱۷۔ حافظ ابراہیم الفضل احمد بن علی بن عبد العزیز عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نہجۃ المفکر ص ۸۲ - ۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

۱۸۔ علامہ یحییٰ بن مرفوع متوفی ۶۷۷ھ، تخریب الزواوی مع التدریب ج ۲ ص ۲۱۲ - ۲۱۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۱۹۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الزواوی ج ۲ ص ۲۰۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

جو مسلمان آپ سے ملاقات کے بعد مرتد ہو گیا، پھر آپ کی وفات کے بعد مسلمان
ہوا، اس کے صحابی ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب ائمہ

علامہ محمد اکرم سندھی لکھتے ہیں:

امام شافعی اور ان کے متبعین کے مذہب کا تقاضا یہ ہے کہ ارتداد سے اعمال اس وقت باطل سموتے ہیں جب
کفر بحدوت ہو اور ہمارے مذہب میں یہ مقرر ہے کہ ارتداد سے تمام اعمال کا ثواب باطل ہو جاتا ہے، اور اگر وہ پھر اسلام
قبول کرے تو اس پر حج کا اہادہ کرنا واجب ہو گا کیونکہ یہ علم میں فرض ہوتا ہے، اس لیے جس شخص نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان کی حالت میں دیکھا اور پھر مرتد ہو گیا تو اس کی صحابیت باطل ہو گی، اب اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی وفات کے بعد پھر اسلام لایا تو وہ صحابی نہیں، ہو گا ان جو آپ کی حیات مبارکہ میں دوبارہ اسلام لے آیا تو وہ صحابی ہو گا،
امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔

حافظ استقلال نے اپنے مختار پر یہ دلیل دی تھی کہ اشعث بن قیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مرتد
ہو گئے تھے، اور انھوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسلام قبول کیا اور ان کا سب نے صحابی بن
شمار کیا ہے اور ان کی احادیث کو مستند کہا ہے۔

علامہ سندھی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

جن لوگوں نے اشعث بن قیس کا ذکر صحابہ میں کیا ہے انھوں نے غفلت سے اس کا شمار صحابہ میں کیا، یا اس
کا صحابہ میں شمار اس وجہ سے کیا کہ وہ صحابہ کے دور میں تھا، اور جن لوگوں نے اس کی احادیث کو مستند کہا ہے، انھوں
نے راوی کے حال سے جہالت کی وجہ سے ایسا کیا، یا اس نے دوسرے صحابہ سے جو حدیث روایت کی تھی اس کو مستند
کہا یا یہ تخریج اس قول پر ہے کہ کفر کی حالت میں حدیث سننا اور اس کو اسلام میں ادا کرنا جائز ہے درہ فقہاء احناف
کی کتاب دلوالبیہ کی کتاب الشہادت میں لکھا ہے کہ مرتد نے جو حدیث روایت کی وہ باطل ہے اور مرتد ہونے کے
بعد اس کی احادیث کو سننے والے کے لیے روایت کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ علی نے قاضی عیاض کی شفاء کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ائمہ سنیہ اور امام احمد نے اپنی مسند میں اشعث کی
روایت ذکر کی ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ وہ صحابی ہے اور اس کا صحابی ہونا اسی قول پر متصور ہے کہ جب ارتداد پر
موت ہو تب عمل باطل ہوتا ہے، جیسا کہ امام شافعی کا قول ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ نفس ارتداد سے عمل باطل ہو جاتا
ہے خواہ وہ موت سے پہلے اسلام قبول کرے، جیسا کہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا مذہب ہے تو پھر اشعث کا صحابہ میں
شمار کرنا صحیح نہیں ہے۔

علامہ محمد اکرم سندھی من ملأ قرن السامی عشر امان النظر ص ۲۰۴، مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد سندھ

امان النظر ص ۲۰۴

امام ابوحنیفہ قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

ومن يكفر بالآيما ن فقد حبط عمله۔ اور جس نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا تو اس کا عمل ضائع ہو گیا۔ (مائتہ: ۵)

اور امام شافعی قرآن مجید اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

ومن يرقد منكم عن دينه فيمت دهره كافرنا ولنك حبطت اعماله في الدنيا والاخره واللك صاحب النار هه فيها خلدون۔ (بقیہ: ۲۱۷)

اور تم میں سے جو اپنے دین سے مرتد ہو جائے پھر وہ کافر ہوئے کی حالت میں مرے، تو ان لوگوں کے (نیک) عمل دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور وہ دوزخی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

امام شافعی کہتے ہیں کہ اس آیت میں اعمال کا ضائع ہونا موت ہی الکفر پر متعلق کیا گیا ہے، اور امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں دو جرم اور ان کی دو سزائیں بیان کی گئی ہیں، پہلا جرم ہے مرتد ہونا اور دوسرا جرم ہے اس کو کو قیام رکھنا حتیٰ کہ کفر پر مرنے والا ہو اور پہلی سزا ہے دنیا اور آخرت میں اعمال کا ضائع ہونا اور دوسری سزا ہے ہمیشہ دوزخ میں ہونا اور پہلی سزا پہلے جرم سے متعلق ہے اور دوسری سزا دوسرے جرم سے متعلق ہے۔ یہی صرف مرتد ہونے سے اعمال ضائع ہو جاتیں گے، اور اگر اس نے اس کفر کو قائم رکھا حتیٰ کہ کفر پر مرنے والا ہو تو آخرت میں ہمیشہ کے لیے دوزخی ہو گا۔ اس لیے صحیح یہی ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور اس نے آپ سے ملاقات کی پھر مرتد ہو گیا اور آپ کی وفات کے بعد مسلمان ہوا، اس کی صحابیت زائل ہو گئی، اب وہ تابعی ہے صحابی نہیں ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

صحابی کی معرفت کے شرائط صحابی کی معرفت کے حسب ذیل طرق اور ذرائع ہیں:

- ۱۔ تواضع: جیسے حضرت ابو بکر اور عمر اور باقی عشرہ مبشرہ کے متعلق تواتر سے معلوم ہے کہ وہ صحابی ہیں۔
- ۲۔ شہادت: تواتر سے کم درجہ کی شہرت سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں صحابی ہے، جیسے حضرت تمام بن ثعلبہ اور حضرت عکاشہ۔
- ۳۔ قول صحابی: کوئی صحابی یہ شہادت دے کہ فلاں شخص صحابی ہے، جیسے حضرت حمہ بن ابی حمزہ دوسی، اصحابان میں پیٹ کی بیماری میں فوت ہوئے، تو حضرت ابو موسیٰ اشعری نے شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یہ شہید ہوں گے۔
- ۴۔ کوئی تابعی یہ کہے کہ فلاں شخص صحابی ہے۔
- ۵۔ کوئی عادل شخص خود یہ دعویٰ کرے کہ میں صحابی ہوں، یہ شرطیکہ اس کا ثبوت ممکن ہو۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ایک سو سال بعد کسی کی صحابیت کا دعویٰ مقبول نہیں ہے، خواہ وہ اس سے پہلے عادل ہو، کیونکہ صحیح بخاری میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے بتاؤ یہ کون سی رات ہے؟ کیونکہ اس کے ایک سو سال بعد روئے زمین پر کوئی شخص زندہ نہیں رہے گا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد آپ کی وفات کے سال تھا۔

روایت ہے کہ تمام صحابہ کا علم چھ افراد پر منتہی ہوتا ہے، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو درداء اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم، پھر ان چھ کا علم حضرت علی اور حضرت ابن مسعود پر ختم ہوتا ہے، اور صحابہ میں سے عبادلہ ہیں (یعنی عبد اللہ نام کے) وہ ابن عمر، ابن عباس، ابن الزبیر اور ابن عمرو بن العاص ہیں، ابن مسعود ان میں نہیں ہیں (علامہ سیوطی نے کہا ہے یہ امام احمد کا قول ہے، امام بیہقی نے کہا حضرت ابن مسعود کی پہلے وفات ہو گئی تھی، اور یہ لوگ بعد تک زندہ رہے اور ان کے علم کی ضرورت پیش آئی اور جب یہ چاروں کسی بات پر متفق ہو جائیں تو کہا جاتا ہے یہ عبادلہ کا قول ہے، بعض نے کہا عبادلہ تین ہیں اور ان میں سے حضرت ابن الزبیر کو ساقط کر دیا، جو ہماری صحاح میں اسی پر اقتصار کیا ہے۔ علامہ نووی نے تہذیب الصحاح میں اور علامہ رافعی نے دیات میں لکھا ہے کہ عبادلہ چار ہیں اور ان میں حضرت ابن عمرو بن العاص کی جگہ حضرت ابن مسعود کا ذکر کیا ہے اور زحشری نے مفصل میں لکھا ہے عبادلہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، اور حضرت ابن عباس ہیں۔ یہ ان کا دہم ہے اور اصطلاح میں ناطی ہے) اور ایک سو بیس صحابہ کا نام عبد اللہ ہے۔

میں کہتا ہوں صحیح اصطلاح وہی ہے جس کو علامہ زحشری نے بیان کیا ہے، عبد اللہ نام کے تمام صحابہ میں علم اور تفقہ کے اعتبار سے کوئی صحابی حضرت ابن مسعود کے پائے کا نہیں ہے۔

ما فظ ابن الصلاح کہتے ہیں:

ہم نے علی بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ان تین کے پاس سے کوئی نہیں تھا، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم، ان میں سے ہر ایک بہت شاگرد تھے جو ان کے قول پر لوگوں کو فتوے دیتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے سر کوئی کا ذکر اور صدر روایت بیان کی ہے، پھر شعبی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے چھ سے علم حاصل کیا جاتا تھا، حضرت عمر، حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت زید بن ثابت، اور ان کا علم ایک دوسرے کے مشابہ تھا، اور حضرت علی، حضرت اشقری، حضرت ابی ان کا علم آپس میں مشابہ تھا، اور امام شافعی نے کہا یہ علم، اجتہاد، تقویٰ اور عقل میں ہم سے بہت بلند تھے۔

حافظ ابن الصلاح کہتے ہیں:

احادیث روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد | امام ابو زہرہ رازی سے سوال کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے کتنے صحابہ ہیں؟ انہوں نے کہا ان کو کون ضبط کر سکتا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں چالیس ہزار صحابہ تھے، اور غزوہ تبوک میں آپ کے ساتھ ستر ہزار صحابہ تھے، امام ابو زہرہ سے کہا گیا، کیا یہ نہیں کہا جاتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کل چار ہزار احادیث ہیں، انہوں نے کہا یہ کس کا قول ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا کون شمار کر سکتا ہے؟ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ تھے، جن سے حدیث روایت کی جاتی تھیں اور ان سے سنی جاتی تھیں، ان سے پوچھا گیا، اسے ابو زہرہ ابہ لوگ کہاں

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریباً الفرائض مع التدریب ج ۲ ص ۲۲۰-۲۱۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ
 ۲۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر نسبی المعروف بابن الصلاح متوفی ۵۴۳ھ، علوم الکدریث ص ۲۶۰-۲۶۶، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۸ھ

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

مختصر بن کا بیان

مختصر بن وہ لوگ ہیں جنہوں نے جاہلیت کا زمانہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ کو نہیں دیکھا، اور ان کو صحبت حاصل ہوئی، یہ علماء حدیث کی اصطلاح سے، امام مسلم نے بشیر بن عمر کا مختصر بن میں ذکر کیا ہے اور وہ ہجرت کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ اہل نکتہ کی اصطلاح میں مختصر بن ان لوگوں کو کہتے ہیں، جن کی آدمی عمر جاہلیت میں اور آدمی عمر اسلام میں گزری خواہ انہوں نے صحابہ کو پایا ہو یا نہیں، ان دونوں اصطلاحوں کے درمیان علوم و خصوص من وجہ ہے، لہذا حکیم بن حزام لغوی اعتبار سے مختصر بن ہیں، امام مسلم نے بیس مختصر بن کا بیان کیا ہے اور ان کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

اکابر اور افاضل تابعین کا بیان

اکابر تابعین میں اہل مدینہ میں سے سات فقہار ہیں: (۱) سعید بن المسیب (۲) قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق (۳) عمرو بن زبیر (۴) خارجہ بن زید بن ثابت (۵) ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف (۶) عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود (۷) سلیمان بن یسار (۸) ابدالی البراء بن ابی ربیع (۹) المبارک نے ابوسلمہ کی جگہ سالم بن عبد اللہ بن عمر اور ابو الزناد نے ان کی جگہ ابو بکر بن عبد الرحمن کا شمار کیا ہے۔

امام ابن المدینی نے بارہ فقہاء تابعین کا ذکر کیا ہے: (۱) ابن المسیب (۲) ابوسلمہ (۳) قاسم (۴) خارجہ (۵) اس کا بھائی اسماعیل (۶) سالم (۷) حمزہ (۸) زبیر (۹) عبید اللہ (۱۰) بلال، مؤرخ الذکر پانچوں حضرات ابن عمر کے بیٹے ہیں، ابان بن عثمان (۱۱) قیس بن ذریب۔

امام احمد نے کہا افضل التابعین سعید بن مسیب ہیں، ان سے کہا گیا اور علقمہ اور اسود تو انہوں نے کہا وہ بھی ہیں، ان سے ایک روایت یہ ہے کہ ابو عثمان نہدی اور قیس بن ابی حازم سے افضل کوئی نہیں ہے اور علقمہ اور مسروق بھی بلند درجہ تابعی ہیں۔

ابو عبد اللہ بن خلیفہ نے کہا اہل مدینہ سعید بن مسیب کو افضل التابعین کہتے ہیں، اہل کوفہ اویس قرنی کو اور اہل بصرہ حسن بصری کو افضل التابعین کہتے ہیں، امام احمد نے کہا عطاء مکہ کے مفتی تھے اور حسن بصری بصرہ کے مفتی تھے۔ بلقیعی نے کہا تابعین میں سے سب سے پہلے ابو زید عمر بن زید کی وفات ہوئی، یہ ۳۳ھ میں خراسان یا آذربائیجان میں تھک کر دیے گئے تھے، اور سب سے آخر میں علف بن خلیفہ کی وفات ہوئی یہ ۱۸۰ھ میں فوت ہوئے۔

مسند، اسناد کا اسم مفعول ہے جس کا معنی ہے اضافت کرنا اور نسبت کرنا۔

حدیث مسند کی تعریف

اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

ما اتصل مسنداً مرفوعاً الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم جس حدیث مرفوعہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۳۹-۲۳۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۲۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۳۳-۲۳۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

سند متصل ہو۔

علیہ وسلم۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

یہ صحابی کی روایت کردہ حدیث ہے جس کی سند ظاہر

ہو مرفوع صحابی بسند ظاہر

متصل ہو۔

الاتصال۔

صحابی کی قید سے تابعی کی روایت نکل گئی کیونکہ وہ مرسل سے اسی طرح تبع تابعی یا اس سے نیچے درجہ کی روایت نکل گئی کیونکہ وہ متصل یا مطلق ہے، اور یہ ظاہر اتصال کی قید سے وہ حدیث نکل گئی جو بہ ظاہر منقطع ہے، اور جو حدیث حقیقتہً متصل ہو وہ اس میں بطریق اولیٰ داخل ہوگی، اور یہ ظاہر کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ انقطاع حقیقی، مثلاً حدیثیں کی مسنن حدیث یا جن مساعیر کی بروی قننہ سے طائعات ثابت نہیں وہ بھی مسند کی تعریف میں داخل ہو گئی کیونکہ ائمہ کا اس کے سند ہونے پر اتفاق ہے۔ اس کی مثال یہ حدیث ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حدیثنا محمد بن العثقی قال ثنا عبد الوہاب

ثقفی قال ثنا ایوب عن ابی قلابہ عن النس

از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا

مدیر وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن

یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ

نہیں ہوگا، جب تک اس کے نزدیک میں اس کے والد

ولدہ والناس اجمعین

اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

الزور سے لغت انفصال، انقطاع کی غلطی اور اس کی اصطلاحی تعریف کے متعلق علامہ نوروی

حدیث متصل کی تعریف لکھتے ہیں:

جس حدیث کی سند متصل ہو خواہ وہ مرفوع ہو یا کسی

ہو ما اتصل اسنادہ مرفوعاً کان او

پر موقوف ہو، اس کو موصول بھی کہتے ہیں

موقوفاً علی من کان ویسمی الموصول

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

علامہ نوروی نے جریہ لکھا ہے کہ خواہ کسی پر موقوف ہو، اس کے اعتبار سے یہ تعریف اقوال تابعین کو بھی شامل ہے، اور حافظ ابن الصلاح نے اس کو صرف مرفوع اور موقوف میں منحصر رکھا ہے۔ موقوف کی مثال ہے جیسے مالک از نافع از ابن عمر از عمر رضی اللہ عنہ۔ عراقی نے یہ کہا ہے کہ جب اقوال تابعین کی اسانید متصل ہوں قرآن کو مطلقاً متصل نہیں کہتے، البتہ تفسیر کے ساتھ ان کو متصل کہنا نہ صرف جائز ہے بلکہ ان کے کلام میں واقع ہے جیسے کہتے ہیں یہ سید بن مسیب تک متصل ہے یا رہبر ہی تک متصل ہے یا مالک تک متصل ہے اور اس میں شک نہ یہ ہے کہ اقوال تابعین کو حدیث مقطوع کہتے ہیں۔ اب اگر اس کو متصل بھی کہیں تو ایک چیز کا دو متضاد مفہوموں سے اتصال لازم آئے گا۔

۱۔ حافظ ابن الصلاح احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح منہجہ المکرر ص ۸۸۔ ۸۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نوروی متوفی ۷۷۶ھ، تخریب التواذی مع التذریب ج ۱ ص ۱۸۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۴۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۸۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

اس کی مثال یہ حدیث ہے:
امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حدثني يعقوب بن ابراهيم الدوماني
وحجاج بن النشاير جميعا عن ابي عاصم قال
حجاج بن ابراهيم انا عن زائدة بن ثابت انا
علي بن احمو حدثنني ابو نزياد قال صلى
بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر و
صعد المنبر فخطبنا حتى حضرت الظهر
فنزول فصلى ثم صعد المنبر فخطبنا حتى
حضرت العصر ثم نزل فصلى ثم صعد المنبر
فخطبنا حتى غربت الشمس فاعبرنا
بما كان وبما هو كائن فاعلمنا
احفظنا - له

يعقوب بن ابراهيم الدورقي، حجاج بن شاعر، ابو عاصم،
عزرة بن ثابت، علي بن ابراهيم الدورقي روایت ہے: حضرت
ابوزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہم کو فجر کی نماز پڑھائی، اور منبر پر چڑھ کر
ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر کا وقت آگیا آپ نے منبر سے
اتر کر ظہر کی نماز پڑھائی، پھر منبر پر چڑھ کر ہمیں خطبہ دیا،
حتیٰ کہ عصر کا وقت آگیا، آپ نے منبر سے اتر کر ہمیں
نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ سجدہ
غروب ہو گیا سو آپ نے ہمیں ساکان دے بیٹھ کر کی
خبریں دیں پس جو ہم میں زیادہ حافظہ والا تھا وہ زیادہ
عالم تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

مختلف الحدیث کا بیان

اگر حدیث مقبول کے معارض کوئی حدیث نہ ہو تو اس کو ٹھکرتے ہیں اور صحاح کی
کتبوں میں اس کی بہت مثالیں ہیں، اور اگر حدیث مقبول کے معارض کوئی حدیث ہو تو یا تو وہ بھی اس کی مثل مقبول
ہوگی یا مردود ہوگی، اگر وہ مردود ہے تو متعارض نہیں ہے کیونکہ حدیث قویٰ میں ضعیف کی مخالفت سے کوئی اثر نہیں پڑتا،
اور اگر وہ معارض حدیث اس کی مثل مقبول ہے تو اگر ان تطبیق ممکن ہے تو اس کو مختلف الحدیث کہتے ہیں اور اگر تطبیق
مکن نہیں تو اگر ان میں کسی کا مقدم ہونا اور دوسری کا مؤخر ہونا معلوم ہو جائے تو وہ مندرج اور ناسخ ہیں اور اگر یہ بھی
معلوم نہ ہو سکے تو پھر ان حدیثوں میں ترقی کیا جاتے گا اور وہ حدیث موقوف کہلائے گی۔

مختلف الحدیث کی مثال یہ ہے "لا عدوی ولا طیورۃ" (کوئی مرض متعدی ہر تائب سے نہ بد حال ہے) اور یہ
بھی حدیث میں ہے:

فر من المجدوم فوارك من الاسد -
جذام کے مریض سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر
سے بھاگتے ہیں۔

یہ دونوں صحیح حدیثیں ہیں اور یہ ظاہر متعارض ہیں حافظ ابن الصلاح نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ یا مراض
غروبہ خود متعدی نہیں ہوتے لیکن اللہ سبحانہ نے مریض کے تندرست کے ساتھ احتیاط کو مرض کے متعدی ہونے
کا سبب بنا دیا ہے اور کبھی اس سبب کا مختلف بھی ہو جاتا ہے جیسا کہ اور اسباب میں ہوتا ہے۔

۱۔ امام ابو احسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰، مطبوعہ نور محمد صدق المطابع کراچی ۱۳۵۵ھ
۲۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح منہج النکاح ص ۳۶ - ۳۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی کراچی

خلاصہ یہ ہے کہ جس حدیث میں ہے کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اس کا محمل یہ ہے کہ مرض خود بخود متعدی نہیں ہوتا، اور جس حدیث میں ہے جذام کے مریض سے بھاگو، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرض متعدی ہوتا ہے اس کا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مریض کے ساتھ احتیاط کو مرض کے متعدی ہونے کا سبب بنا دیا ہے جیسے اور ایسا بنا ہے ہیں لیکن کبھی اس میں تخلف بھی ہو جاتا ہے اور احتیاط کے باوجود مرض متعدی نہیں ہوتا۔

حدیث ناسخ اور منسوخ کا بیان | حافظ ابن حجر مستطانی لکھتے ہیں: اگر دو حدیثیں متعارض ہوں اور یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں حدیث مؤخر ہے اور فلاں مقدم ہے تو مؤخر کو ناسخ اور مقدم کو منسوخ کہتے ہیں، نسخ کا علم کئی ذرائع سے ہوتا ہے اور سب سے مزید یہ ہے کہ خود حدیث میں یہ تصریح ہو جیسے امام مسلم نے حضرت برید سے روایت کیا ہے: **كنت نهيتكم عن زيادة القبور فزادوها۔** میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب تم قبور کی زیارت کیا کرو۔

دوسری قسم یہ ہے کہ کسی صحابی نے تصریح کی ہو کہ یہ حدیث متاخر ہے، جیسا کہ امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

كان اخرا لامر من رسول الله صلى الله عليه وسلم ترك الوضوء مما مسته النمار۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل یہ تھا کہ آپ نے آگ پر پکی ہوئی چیز کے چھوٹے سے ٹکڑے کرنے کو ترک فرما دیا تھا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ مؤخر اور ناسخ حدیث کی معرفت تاریخ سے حاصل ہو، علامہ سیوطی لکھتے ہیں: امام ابو داؤد اور نسائی نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: **افطر الحاجر والمحجوم۔** فصدگانے والے اور فصد نگرانے والے دو کار روزہ ٹوٹ گیا۔

امام شافعی نے فرمایا یہ حدیث امام مسلم کی اس روایت سے منسوخ ہے۔ **عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم احتجم وهو محرم صائم۔** نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے میں فصد گزائی وہاں حالیکہ آپ محرم تھے۔ کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سنہ ۱۰ ہجری کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محرم تھے اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے سنہ ۱۱ ہجری کے زمانہ میں روایت کی تھی۔

اور چوتھی صورت یہ ہے کہ اجماع کی دلالت سے کسی حدیث کو منسوخ قرار دیا جائے، مثلاً امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت معاویہ سے روایت کیا ہے جو شخص چوتھی بار شراب پیئے اس کو قتل کر دو، اور اس پر اجماع ہے کہ شرابی کو قتل نہیں کیا جاتا، اجماع حدیث کا ناسخ نہیں ہے، لیکن وہ نسخ پر دلالت کرتا ہے اور زیر بحث صورت

میں اس کی تائید سنت میں بھی موجود ہے کیونکہ امام ترمذی نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے چوتھی بار شراب پی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کڑے لگائے اور قتل نہیں کیا، اسی طرح زہری نے قیس بن ذریب سے روایت کیا ہے۔
ماظ ابن حجر مستقلی لکھتے ہیں:

جو صحابی بعد میں اسلام لایا ہو اگر اس کی روایت اس صحابی کے معارض ہو جو اس سے پہلے اسلام لایا تھا تو متاخر کی روایت کو نسخ نہیں قرار دیا جائے گا، کیونکہ ممکن ہے متاخر نے اس حدیث کو اس مقدم سے پہلے یا اس کے ساتھ اسلام لانے والے صحابی سے سنا ہو اور اس کو مرسل روایت کر دیا ہو ہاں اگر وہ متاخر الاسلام صحابی یہ تصریح کرے کہ اس نے اس حدیث کو خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے تو اس کی حدیث کو نسخ قرار دیا جائے گا۔
علامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے کہا ہے کہ طلق بن علی کی حسب ذیل روایت حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے منسوخ ہے:
عن طلق بن علی ان قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن من الرجل ذکوة بعد ما يتوضأ قال هل هو الا بضعۃ منك۔
علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کسی شخص نے وضو کے بعد ذکر کو کس کی تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا وہ تمہارا جسم کا ایک عضو ہی تو ہے!

اور اس کی ناسخ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے جس کو امام دارقطنی نے روایت کیا ہے:
عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا افطنی احدکم ببیدہ الی ذکوة لیس بینہ وبينہا شیء فلیتوضأ۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بلا حجاب اپنے ذکر کو پکڑے تو وہ وضو کرے۔

امام بخاری نے کہا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، طلق بن علی کے آنے کے بعد اسلام لائے تھے، اس لیے حضرت ابو ہریرہ کی روایت متاخر ہے اور طلق بن علی کی روایت کے لیے ناسخ ہے۔ لیکن ماظ ابن حجر مستقلی نے جو قاعدہ بیان کیا ہے اس کے مطابق حضرت ابو ہریرہ کی روایت کو نسخ قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ نے اپنے خود سننے کی تصریح نہیں کی، علاوہ ازیں حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ضعف ہے کیونکہ اس کی سند میں یزید بن عبد الملک، شعیف راوی ہے۔
میں کہتا ہوں کہ اس کی نظیر حضرت جریر کی حدیث ہے، کیونکہ ہر چند کہ وضو پہلے سے فرض تھا لیکن اس کی

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۱۹۲-۱۹۱، مطبوعہ مکتبہ علیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۲۔ ماظ ابن الفضل احمد بن علی بن حجر مستقلی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۳۸، مطبوعہ رحیم آبادی ملتان

۳۔ علامہ محمد اکرم سندھی من علماء قرن السیاحی عشر، امان النظر ص ۹۳-۹۲، مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ

فرضیت کا بیان سورہ مائدہ کی آیت وضو میں نازل ہوا، اور حضرت جریر سورہ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے اور انھوں نے موزوں پر مسج کرنے کی حدیث بیان کی، اس لئے معلوم ہوا کہ جب موز سے پہنے ہوئے ہوں تو پیر وضو کرنے کی فرضیت منسوخ ہو گئی اور اس کی ناسخ حضرت جریر کی حدیث ہے جو سورہ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے ہیں۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن همام بن الحارث قال قال جرير بن عبد الله ثم توفى ما مسح على خفيه قيل له انفع هذا قال وما يمنعني وقد رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعل ذلك وكان يعجبهم حديث جرير لان اسلامه كان بعد نزول المائدة - له

ہمام بن حارث روایت کرتے ہیں کہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور موزوں پر مسج کیا، ان سے کہا گیا آپ اس طرح کر رہے ہیں؟ انھوں نے کہا مجھ کو اس چیز سے کیا مانع ہے، جب کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے، اور ان کو حضرت جریر کی حدیث پسند تھی کیونکہ وہ سورہ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے تھے۔

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن شهر بن حوشب قال رايت جرير بن عبد الله توفى ما مسح على خفيه فقلت له في ذلك فقال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم توفى ما مسح على خفيه فقلت له اقبل المائدة او بعد المائدة فقال ما اسلمت الا بعد المائدة - له

شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت جریر بن عبد اللہ نے وضو کیا اور موزوں پر مسج کیا میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور موزوں پر مسج کیا، میں نے پوچھا سورہ مائدہ کے نزول سے پہلے یا بعد؟ انھوں نے کہا میں سورہ مائدہ کے نزول کے بعد ہی تو مسلمان ہوا ہوں۔

لہذا حضرت جریر کے اسلام لانے کی تاریخ سے موزوں کے مسج کی مشروعیت پر استدلال کیا گیا ہے۔

اگر دو حدیثیں متعارض ہوں اور تاریخ کا پتہ نہ چل سکے، اور سند یا متن کے لحاظ سے ایک حدیث کو کسی وجہ سے دوسری حدیث پر ترجیح دینا ممکن ہو تو ایک حدیث کو راجح اور دوسری کو مرجوح قرار دیا جائے گا اور وہ دونوں احادیث میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہیں ہو سکے گا اور ان پر توقف کیا جائے گا۔

۱۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۰، مطبوعہ نوریہ محمد کا رضوانہ تجارت کتب کراچی

۲۔ جامع ترمذی ص ۴۰،

۳۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن عبد العزیز عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح سنن ابی یوسف، ص ۴۹-۵۰، مطبوعہ رحیم آباد کراچی

اعتبار، متابع اور شاہد کا بیان | اگر سند حدیث میں کوئی راوی اپنے شیخ سے اس حدیث کی روایت میں منقطع ہو اور اس سے یہ معلوم ہو کہ جس راوی کو اس کے شیخ سے روایت کرنے میں منقطع و مجہار ہوا تھا اس کی متابعت ایک اور راوی بھی کر رہا ہے تو وہ حدیث غرابت سے نکل جاتی ہے اور اس منقطع راوی کو متابع اور اس کی متابعت کرنے والے راوی کو متا پیاء اس کے شیخ کو متابع علیہ کہتے ہیں اور اس عمل کو اعتبار اور متابعت کہتے ہیں، نیز اگر دوسرا راوی منقطع کے شیخ سے روایت کرے تو اس کو متابعت تامہ کہتے ہیں، اور اگر دوسرا راوی منقطع کے شیخ کے شیخ سے اس حدیث کی روایت کرے تو اس کو متابعت قاصرہ کہتے ہیں، نیز اگر وہ دوسرا راوی اسی حدیث کو بلفظ روایت کرے تو اس حدیث کو متابع کہتے ہیں اور اس کے لیے مثل کا لفظ ذکر کرتے ہیں اور اگر وہ دوسرا راوی اس حدیث کے ہم معنی حدیث روایت کرے تو اس حدیث کو شاہد کہتے ہیں اور اس کے لیے نحو کا لفظ لاتے ہیں، حافظ ابن حجر نے یہ کہا ہے کہ متابعت میں اسی صحابی سے روایت ہوئی ہے اور شاہد میں کسی اور صحابی سے وہ حدیث مروی ہوئی ہے۔

حافظ ابن حجر مستقلانی نے شرح نختہ الفکر میں ان تمام امور کی مثالیں دی ہیں، جن کو ہم ان کے حوالے سے ذکر کر رہے ہیں:

متابع تمام کی مثال: امام شافعی نے کتاب الام میں یہ حدیث روایت کی ہے:

عن مالك عن عبد الله بن دينار	از مالک از عبد اللہ بن دینار
عن ابن عمر رضي الله عنهما ان رسول الله	ابن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ
صلى الله عليه وسلم قال الشهر تسع وعشرون	صلی اللہ علیہ وسلم قال الشهر تسع وعشرون
فلا تصوموا حتى ترووا الهلال ولا تفطروا	فلا تصوموا حتى ترووا الهلال ولا تفطروا
حتى تروا فان غم عليكم فأكملوا العدة	حتى تروا فان غم عليكم فأكملوا العدة
ثلاثين	ثلاثين

اگر چاند تم پر مخفی رہے تو اس کا اہلا نہ کرو۔

لوگوں نے یہ گمان کیا کہ ان الفاظ کے ساتھ امام مالک سے روایت کرنے میں امام شافعی منقطع ہیں اور ان کی اس حدیث کو غریب قرار دیا، کیونکہ امام مالک کے دوسرے اصحاب (شاگردوں) نے اسی سند سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے،

فان غم عليكم فاقدروا له۔

لیکن ہم کو امام شافعی کی روایت کا ایک متابع مل گیا کیونکہ عبد اللہ بن مسلمہ القنصی نے بھی اس حدیث کو امام مالک سے انہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ متابعت تاجرت: اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے:

حدثنا عبد الله بن مسلمة ثنا مالك عن عبد الله بن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الشهر تسع وعشرون الحديث. (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۹ مطبوعہ مطبع الطابع کراچی)

اس سند میں امام شافعی متابع ہیں، عبد اللہ بن مسلمہ متابع ہیں، اور امام مالک متابع علیہ ہیں اور یہ متابعت تامہ ہے۔

امام شافعی کا ایک متابع قاصر بھی ہے کیونکہ عاصم بن محمد نے اس حدیث کو امام شافعی کے شیخ شیخ الشیخ یعنی حضرت ابن عمر سے اکملوا ثلاثین کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے، اس حدیث کو امام ابن خزیہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند یہ ہے:

عن عاصم بن محمد عن ابیہ عن محمد بن زید عن جده عبد اللہ بن عمر .
 (یعنی ابن خزیہ اب چھپ گئی ہے اور اس میں حضرت ابن عمر کی یہ روایت ہے فان غم علیکم فاکملوا ثلاثین
 مگر حدیث کا ابتدائی متن اور اس کی سند حافظ ابن حجر کے بیان کردہ سند اور متن سے مختلف ہے۔ صحیح ابن خزیہ ۲۵
 ص ۲۰۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۵ھ، سعیدی غفرلہ)
 اور صحیح مسلم میں یہ حدیث اس طرح ہے:

عبد اللہ عن نافع عن ابن عمر فان اغمی علیکم فاکملوا ثلاثین یوماً صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴، مطبوعہ
 المطابع کراچی)

یہ حدیث اسی صحابی سے مروی ہے اور یہ لفظ متابعت نہیں ہے معنی ہے کیونکہ اس میں اکملوا کا لفظ نہیں ہے۔
 اور اگر اس حدیث کا متن کسی اور صحابی سے مروی ہو اور اس کے لفظ اور معنی مشابہ ہو تو اس کو شاہد کہتے ہیں اور اس
 کی مثال یہ ہے:

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن دینار عن محمد بن جہین عن ابن عباس . فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلاثین (نسائی ج ۱ ص ۲۱۵، مطبوعہ کراچی)
 اور شاہد بالسنی کی مثال یہ ہے: امام بخاری روایت کرتے ہیں:

محمد بن زیاد عن ابی ہریرۃ فان اغمی علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلاثین (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۶)
 بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ متابعت وہ ہے جو لفظاً مشابہ ہو، عام انہیں کہ اسی صحابی سے روایت ہو یا کسی اور سے
 اور شاہد وہ ہے جو معنی مشابہ ہو، عام انہیں کہ اسی صحابی سے ہو یا کسی اور سے، اور کبھی متابع اور شاہد کا ایک دوسرے پر
 اطلاق ہوتا ہے۔ لہ

علامہ نووی کہتے ہیں:

زیادات ثقات کا بیان
 ثقہ راویوں کا حدیث میں کسی لفظ کو زیادہ روایت کرنا، یہ بھی ایک لطیف فن ہے، جہاں
 فقہاء اور محدثین کا مذہب یہ ہے کہ ثقہ راویوں کی زیادتی کو مطلقاً قبول کیا جاتا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ زیادات ثقات
 مطلقاً نامقبول ہیں، تیسرا قول یہ ہے کہ جس نے اس حدیث کو ناقص روایت کیا ہے اگر اس کے غیر نے اس کو زیادہ
 روایت کیا ہے تو مقبول ہے اور اگر ناقص روایت کرنے والے نے ہی دوبارہ زیادہ الفاظ روایت کیے ہوں تو پھر وہ
 مقبول نہیں ہے، اور شیخ (ابن الصلاح) نے زیادتی کی کئی قسمیں بیان کی ہیں:

۱۔ وہ زیادتی جس میں ثقہ راویوں کی مخالفت ہو وہ مردود ہے۔

- ۲۔ جس زیادتی میں کسی ثقہ راوی کی مخالفت نہ ہو مثلاً کوئی ثقہ راوی حدیث کے کسی جملہ کے ساتھ متفق ہو تو وہ مقبول ہے۔
 عطیب نے کہا اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔
- ۳۔ حدیث میں کسی ایسے لفظ کی زیادتی جس کو باقی تمام راوی ذکر نہ کرتے ہوں، جیسے حدیث میں ہے: جعلت فی الارض مسجد او طہوراً۔ "تمام زمین میرے لیے مسجد اور تیمم (کا آلہ) بنا دی گئی ہے" ابو مالک اشجعی اس حدیث میں اس لفظ کی زیادتی کے ساتھ متفق ہے: و تو بیتہا طہوراً۔ "اور اس کی مٹی پاک کرنے والی ہے" شیخ بن اسحاق نے کہا ہے کہ یہ قسم پہلی قسم کے مشابہ ہے یعنی ثقہ راویوں کی مخالفت کی وجہ سے مردود ہے، اور دوسری قسم کے مشابہ ہے کیونکہ یہ زیادتی ثقہ راویوں کی روایت کے منافی نہیں ہے، اس لیے مقبول ہے، اور صحیح قول دوسرا قول ہے، یعنی یہ زیادتی مقبول ہے۔ لہ
- علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

زیادات اشتقات کی حسب ذیل مثالیں ہیں:

- ۱۔ امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے: عن ابن مسعود قال: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم: أي العمل أفضل؟ قال: الصلاة لوقتها۔
 حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا۔

حسن بن کرم اور بخاری نے اپنی روایتوں میں یہ زیادتی کی فی اول وقتہا "یعنی نماز کو اس کے اول وقت میں پڑھنا" حاکم اور ابن حبان نے اس زیادتی کو صحیح قرار دیا۔

- ۲۔ امام بخاری اور امام مسلم روایت کرتے ہیں: عن انس: أمر بلال أن يشفعه الاذان ويوتر الإقامة۔
 حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو بار اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار پڑھیں۔

ساک بن عطیہ نے اس میں یہ زیادتی کی الا اقامة عن علي ان السنة وكاء العين۔
 سرین کا حلقہ آنکھ کا سر بند ہے، کیونکہ جب تک آدمی جاگتا ہے، یعنی آنکھ سرین کا سر بند ہے، کیونکہ جب تک آدمی جاگتا رہتا ہے سرین کو بچھینچ کر رکھتا ہے اور جہاں فارغ ہونے نہیں دیتا اور جب آدمی سو جاتا ہے تو سرین کا حلقہ کھل جاتا ہے اور جہاں فارغ ہو جاتی ہے۔

سرین کا حلقہ آنکھ کا سر بند ہے، کیونکہ جب تک آدمی جاگتا رہتا ہے سرین کو بچھینچ کر رکھتا ہے اور جہاں فارغ ہونے نہیں دیتا اور جب آدمی سو جاتا ہے تو سرین کا حلقہ کھل جاتا ہے اور جہاں فارغ ہو جاتی ہے۔

ابراہیم بن موسیٰ نے اس میں یہ زیادتی کی ہے ضمن نام فلیتوضا۔ پس جو آدمی سوجائے وہ وضو کرے۔ بلکہ
اساتذہ سے تحمل اور اخذ حدیث کے آٹھ طریقے ہیں: سماع، قرآن، اجازہ، سناؤ
تحمل حدیث کے طرق | مکاتبہ، اعلام، وصیت اور وجاہۃ۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

سماع: خطیب بغدادی کہتے ہیں:
محمد بن عثیم کے نزدیک سماع سے یہ مراد ہے کہ شاگرد اساتذہ کے الفاظ سنے، خواہ اساتذہ کسی کتاب سے
یہ الفاظ پڑھ کر سنا رہے ہو یا اپنے حافظہ سے خواہ وہ اپنے شاگرد کو کھنکھائے یا نہیں۔ حدیث کا راوی جب مثنیٰ اخبرنا،
انباتنا، ذکرنا یا قالنا کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرے اساتذہ نے مجھے یہ حدیث سنائی، امام احمد
نے فرمایا حدیثنا اور اخبرنا میں کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ بعض متاخرین نے یہ کہا جب اساتذہ خود بیان کرے تو
شاگرد حدیثنا کہے اور جب شاگرد نے خود حدیث پڑھی ہو تو قرأت کہے اور جب شاگرد کسی اور ساتھی نے اساتذہ
کو حدیث پڑھ کر سنائی ہو تو قرئی علیہ وانا اسمع کہے اور یہ بھی اصطلاح ہے کہ جب اکید اساتذہ کو پڑھ کر سنا ہے تو
اخبری کہے اور کسی ساتھی نے پڑھ کر سنائی ہو تو اخبرنا کہے۔

قرأت: علامہ نووی کہتے ہیں:
قرأت سے مراد ہے شیخ کے سامنے پڑھنا، اکثر محمد بن عثیم اس کو عربی بھی کہتے ہیں، خواہ تم نے خود
پڑھا ہو یا اعتبار سے غیر نے پڑھا ہو، اور تم کسی کتاب سے یا اپنے حافظہ سے سن رہے ہو، جب کہ شیخ نے
اپنی اصل کے سامنے رکھا ہو یا اس کے کسی صمیم نے خواہ شیخ کو وہ روایت محفوظ ہو یا نہ ہو، امام مالک اور ان کے
اصحاب اور اشیاع کے نزدیک قرأت، سماع کے مساوی ہے، اور جہور اہل مشرق کے نزدیک سماع، قرأت پر ترجیح
ہے اور امام ابو حنیفہ اور ابن ابی ذئب وغیرہ اور ایک روایت کے مطابق امام مالک کے نزدیک قرأت، سماع پر ترجیح
ہے اس میں محتاط طریقہ یہ ہے کہ راوی یوں کہے قرأت علی فلان یا قرئی علیہ وانا اسمع فاقرب۔

اجازہ: علامہ نووی کہتے ہیں:
اجازہ کی سات اقسام ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔
(۱) ایک مبین اساتذہ (مثلاً امام بخاری) مبین شاگرد (مثلاً امام مسلم) کو اجازت دے دے اور کہے میں تم کو صحیح بخاری کی یا اپنی
ان روایات کو روایت کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ جہور کے نزدیک اس طریقہ سے حدیث کو روایت کرنا جائز
ہے، بعض ظاہر یہ نے اس کو ناجائز کہا ہے لیکن ان کا قول باطل ہے۔
(۲) ایک شخص کسی غیر مبین چیز کی اپنے غیر کو اجازت دے مثلاً کہے میں اپنی تمام سموعات کی اجازت دیتا ہوں، اس میں
بھی اختلاف ہے، لیکن جہور نے اس کو جائز کہا ہے۔

۱۔ علامہ جمال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۴۸-۲۴۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ
۲۔ حافظ ابوبکر احمد بن علی المعروف بالخطیب البغدادی متوفی ۴۵۳ھ، الکفای فی علم الروایۃ ص ۲۹۶-۲۹۷، مختصاً مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ
۳۔ علامہ یحییٰ بن مشرف المدنی متوفی ۷۷۶ھ، تقریب الراوی مع التصحیح ج ۲ ص ۱۶-۱۷، مختصاً مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

(۱۷)۔ کسی غیر معین کو عام وصف کے ساتھ اجازت دے مثلاً کہے میں نے مسلمانوں کو اجازت دی یا ہر ایک کو اجازت دی یا اپنے زمانہ والوں کو اجازت دی، اس میں متاخرین کا اختلاف ہے، قاضی ابو الطیب اور خطیب وغیرہ نے اس کو جائز کہا ہے۔

(۱۸)۔ کسی مجہول چیز کی اجازت دے، یا مثلاً وہ سنن کی کئی کتابوں کی روایت کرتا ہوا کہے میں نے تم کو سنن کی اجازت دی، یا کہے میں نے محمد بن خالد و شقی کو اجازت دی اور وہاں اس نام کے کئی آدمی ہوں، اس کے جواز میں بھی اختلاف ہے۔

(۱۹)۔ کسی مدغم شخص کو اجازت دے، مثلاً فلاں کے ہاں جو بیٹا پیدا ہو گا اس کو اجازت دی، اس کے جواز میں بھی اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ باطل ہے۔

(۲۰)۔ جو چیز نے کسی حدیث کو حاصل کیا ہوا وہ یہ اجازت دے کہ جب وہ اس کو حاصل کرے تو مجاز اس کی روایت کرے۔ اس میں بھی اختلاف ہے۔

(۲۱)۔ ایک شخص کو جن روایات کی اجازت ملی ہو اس کی اجازت دے، مثلاً کہے میں تم کو اپنی تحفہ کی اجازت دیتا ہوں، بعض لوگوں نے کہا یہ ناجائز ہے، اور جمہور کے نزدیک یہ جائز ہے، امام دارقطنی، امام ابن مقدہ، امام ابن نسیم، امام ابوالفتح نصر المقدسی وغیرہم نے اس پر اعتماد کیا ہے۔

علامہ نووی کہتے ہیں:

مناولہ مناوہ کہ دو قسمیں ہیں، مناوہ مجرہ اور مناوہ مشقرونہ بالاجازۃ۔ مناوہ مقرونہ، انواع اجازت کی سب سے اعلیٰ قسم ہے، اس کی متعدد صورتیں ہیں:

(۱)۔ شیخ، طالب کو اپنے سماع کی اصل یا نقل دے اور کہے میں نے فلاں شخص سے ان احادیث کو روایت کیا ہے اب تم ان کو روایت کرو، یا کہے میں نے تم کو اپنی طرف سے ان کو روایت کرنے کی اجازت دی، پھر اس تحریر کو اس کی خاک کر دے تاکہ وہ اس کو بکھلے۔

(۲)۔ طالب نے شیخ سے سن کر جو احادیث کھچی ہیں وہ اپنی مسوغات شیخ کو دے، شیخ ان کا مطالعہ کرے وہاں جابکہ وہ حاضر و ناغ ہو، پھر وہ اس کو وٹا کر کہے یہ میری حدیثیں یا میری روایات ہیں ان کو مجھ سے روایت کرو، یا کہے میں نے تمہیں ان کو روایت کرنے کی اجازت دی، بہ کثرت الحدیث نے ان کا نام عرض رکھا ہے اور چونکہ قرأت کو بھی عرض کہتے ہیں، اس لیے اس کو عرض المناوہ کہنا چاہیے اور اس کو عرض القراءۃ۔ زہری، ربیعہ، یحییٰ بن سعید انصاری، مجاہد، شعبی، علقمہ، ابراہیم، ابوالعالیہ، ابوالزہیر، ابوالمنکر، مالک، ابن وہب، ابن القاسم اور دیگر ائمہ کے نزدیک یہ مناوہ بمنزلہ سماع ہے، لیکن تحقیق یہ ہے کہ یہ سماع اور قرأت سے کم درجہ کا ہے۔ ثوری، اوزاعی، ابن المبارک، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، بروطس، مرزوق، امام احمد، اسحاق، یحییٰ بن یحییٰ اور دیگر ائمہ کا یہی قول ہے۔

(۳)۔ شیخ، طالب کو اپنی مسوغات دے اور ان کو روایت کرنے کی اجازت دے، پھر شیخ اس کو ان کا مالک بنائے

یہ پہلی صورت سے کم درجہ ہے۔ اور طالب کے لیے ان احادیث کو شیخ سے روایت کرنا جائز ہے۔
 سناؤ کہ مجروحہ یہ ہے کہ شیخ طالب کو اپنی مسوغات کی اصل یا نقل دے اور صرف اتنا کہے کہ یہ میری مسوغات
 ہیں، فقہاء اور اصحاب الاصول کاغیر سب یہ ہے کہ اس میں اس شیخ سے روایت کرنا جائز نہیں ہے۔ لہ

علامہ نوروی لکھتے ہیں:

مکاتبہ

کتابت کی تعریف یہ ہے کہ شیخ اپنی مسوغات کسی حاضر شخص کو خود لکھ کر دے یا کسی سے لکھوا کر
 دے، یا کسی غائب شخص کو خود لکھ کر یا لکھوا کر دے اس کی دو قسمیں ہیں، ایک مجروحہ من الاجازۃ اور دوسری کتابت
 مقرونہ بالاجازۃ، مقرونہ یہ ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے اس کی تم کو اجازت دی، یہ صحت اور قوت میں سناؤ کہ
 مقرونہ کی مثل ہے۔ اور کتابت مجروحہ یہ ہے کہ اس کو صرف لکھ کر دے۔ قاضی ماوروی شافعی نے کتابت مجروحہ میں
 روایت کرنے سے منع کیا ہے اور اکثر متقدمین اور متاخرین نے اس کی اجازت دی ہے، اور محدثین میں یہی
 مشہور ہے اور ان کی تصنیفات میں یہ عبارت پائی جاتی ہے: میری طرف فلاں نے لکھا اس نے کہا مجھ سے فلاں
 نے حدیث بیان کی اس سے یہی صحت مراد ہوتی ہے، سمجھائی نے کہا یہ اجازۃ سے زیادہ قوی ہے، اور اس
 میں راوی کے لیے کاتب کے خط کی پہچاننا کافی ہے۔ لہ

علامہ نوروی لکھتے ہیں:

اعلام

اعلام یہ ہے کہ شیخ، طالب سے صرف اتنا کہے کہ یہ حدیث میری مثنی ہوئی ہے یا اس کتاب میں میری
 مثنی ہوئی حدیثیں ہیں (اور اس کو روایت کرنے کی اجازت دے) کثیر اصحاب الحدیث، فقہاء اور اصولیین کے
 نزدیک طالب کے یہاں اس کو روایت کرنا جائز ہے۔ ابن جریر، ابن الصباغ الشافعی، ابوالساہس النعمانی المائنی
 وغیرہ نے اس کے جواد کی تصریح کی ہے اور بہ کثرت محدثین نے یہ تصریح کی ہے کہ اس کی روایت جائز نہیں ہے، لیکن اگر اس کی تصحیح
 ہو تو اس کے تقاضے پر عمل کرنا واجب ہے۔ لہ

علامہ نوروی لکھتے ہیں:

وصییت

وصییت یہ ہے کہ ایک شخص موت کے وقت یا سفر کے وقت یہ وصیت کرے کہ وہ اس کتاب
 سے روایت کرتا ہے، بعض متقدمین نے کہا جس کے لیے وہ وصییت کرے اس کا اس کتاب سے احادیث
 روایت کرنا جائز ہے، اور صحیح یہ ہے کہ مانگو نہیں ہے۔

وجاہۃ

یہ وجہ کا مصنوعی مصدر ہے، عرب میں یہ سموع نہیں ہے، اس کی تعریف یہ ہے کہ ایک شخص کو راوی
 کے ہاتھ کی لکھی ہوئی احادیث پر مطلع ہو اور وہ ان احادیث کو اس شخص سے سن کر یا اجازت سے روایت
 مذکور تا ہو تو اس کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ میں نے فلاں شخص کی لکھی ہوئی احادیث پڑھیں یا پائیں یا اس کی کتاب

۱۔ علامہ یحییٰ بن شریف نوروی متوفی ۶۷۲ھ تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۵۰-۴۴، ملخصاً مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۴۱۲ھ

۲۔ تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۵۵-۵۴ " " " " " " " "

۳۔ تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۵۹-۵۸ " " " " " " " "

میں اس کے ہاتھ سے لکھا ہوا تھا حدیثا فلاں، پھر پوری سند اور متن بیان کرے، یا یہ کہے کہ میں نے فلاں شخص کی فلاں سے روایت پڑھی۔ اس پر شروع سے لے کر اب تک عمل ہو رہا ہے، بعض لوگوں نے بے تکلفی سے اس میں حدیثا و اخیر نا بھی کہا اور ان پر انکار کیا گیا۔ لے

اسناد عالی اور اسناد نازل اور ان کی اقسام کا بیان | اسناد عالی و اسناد نازل: ایک حدیث دو سندوں سے مروی ہو ایک سند میں رجال کم ہوں اور دوسری میں زیادہ ہوں تو جس سند میں کم رجال ہوں اس کو اسناد عالی اور جس سند میں زیادہ رجال ہوں اس کو اسناد نازل کہتے ہیں۔

اسناد عالی کی پانچ قسمیں ہیں، ایک قسم علو مطلق ہے باقی علو نسبی ہیں:

- (۱) - سند صحیح تطبیق کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب، یہ علو مطلق ہے۔
 - (۲) - ائمہ حدیث میں سے کسی امام کا قرب خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک رجال زیادہ ہوں مثلاً سند صحیح کے ساتھ ائمہ، ابن جریر یا مالک کا قرب۔
 - (۳) - صحاح ستہ یا دیگر کتب معتبرہ کے رجال میں سے کسی راوی کے ساتھ سند صحیح سے قرب۔
 - (۴) - راوی کی وفات مقدم ہونے کی وجہ سے علو از بیعتی، از عالم یہ سند اس سند سے عالی ہے، از ابی بکر بن خلف از عالم، کیونکہ بیعتی کی وفات ابوبکر بن خلف سے پہلے ہے، اس صورت میں ہر چند کہ عدد برابر ہیں کیونکہ دونوں میں دو راوی ہیں لیکن علو تقدم وفات کی وجہ سے ہے۔
 - (۵) - تقدم سماع کی وجہ سے علو مثلاً ایک شیخ سے دو راویوں نے سماع کیا ایک نے اس وقت سماع کیا جب شیخ کی عمر چالیس سال تھی اور دوسرے نے اس وقت سماع کیا جب شیخ کی عمر ساٹھ سال تھی تو خواہ سند میں رجال کے عدد برابر ہوں لیکن جس نے شیخ سے پہلے سماع کیا ہے اس کی سند عالی ہے اور یہ علو اس وقت اور بھی مؤکد ہو جاتا ہے جب آخر عمر میں شیخ کا حافظہ کمزور یا مختل ہو گیا ہو۔
- دوسری قسم ائمہ حدیث میں سے کسی کا قرب ہونا ہے اس کی چار قسمیں ہیں موافقت، بدل، مساوات، مصافحہ۔

موافقت: موافقت کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کی کسی کتاب کے مؤلف کے شیخ تک کسی دوسری سند سے پہنچ جائیں جس میں اس سے کم رجال ہوں مثلاً امام بخاری ایک حدیث از قتیبہ از مالک روایت کرتے ہیں، اب کوئی دوسرا شیخ کسی اور سند سے یہی روایت قتیبہ سے روایت کرے اور اس سند میں امام بخاری کی بہ نسبت کم رجال ہوں۔

بدل: اگر کوئی شخص مؤلف کتاب کے شیخ یا شیخ تک کسی اور سند سے پہنچ جائے اور اس کی سند میں رجال کم ہوں تو اس کو بدل کہتے ہیں مثلاً ذکوان الصدیر سند میں کوئی شخص قتیبہ از مالک روایت کرے تو اس صورت میں قتیبہ

القاسم صلى الله عليه وسلم وقال خلق الله
الارض يوم السبت الحديث فقد تسلسل
لنا تشبيك كل واحد من رواة بيده من
رواه عنه - رحمه الله

علامہ سنجائی لکھتے ہیں:

کہ ابراہیم علیہ السلام نے میرے ہاتھ میں ہاتھ
ڈالا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن زمین کو پیدا کیا
اس حدیث، پھر جریری عنہ نے اپنے بڑی کے ہاتھ میں
ہاتھ ڈال کر یہ حدیث روایت کی۔

فصل کے تسلسل کی دیگر مثالیں یہ ہیں، امر یہ کہ تھوڑے رکھنا، طالب کا ہاتھ پکڑنا، دوسروں شریف پڑھتے وقت ہاتھ کی پانچ انگلیوں سے گتھا، مصافحہ کرنا، نماز میں رفع یدین کرنا، ٹیک لگا کر بیٹھنا، کھانا پلانا، سمجھنا، پانی سے دعوت کرنا، قول افضل معقول کے تسلسل کے متعلق ملاحظہ فرمائیے یہ شانِ وحی ہے:

محمد ثنا محمد بن اسمعيل بن ابراهيم
 انصاري قال انا والدي ويحيى بن علي بن
 محمد الفلا نسي قال انا علي بن محمد ابي
 الحسن قال ثنا يحيى بن محمود الثقفي ثنا
 اسمعيل بن محمد بن الفضل ثنا احمد
 بن علي بن خلف ثنا محمد بن عبد الله
 الحاكم ثنا الزبير بن عبد الواحد ثنا
 يوسف بن عبد الواحد الشافعي ثنا سليمان
 بن شعيب الكسافي ثنا معيد الاوم ثنا
 شهاب بن خوامش قال سمعت يزيد الرقاشي
 يحدث عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى
 الله عليه وسلم لا يجد العبد حلاوة الايمان حتى
 يومئذ بالقدر خيرة وشره حلوه ومرة قال وقبض
 رسول الله صلى الله عليه وسلم على لحيتيه وقال امنت
 بالقدر خيرة وشره حلوه ومرة -

محمد بن اسماعیل بن ابراہیم انصاری، اپنے والد
اور یحییٰ بن علی بن محمد قزازی، علی بن محمد ابی الحسن، یحییٰ
بن محمود ثقفی، اسماعیل بن محمد بن الفضل، احمد بن علی بن خلف
محمد بن عبد اللہ اسحاق، زبیر بن عبد الواحد، یوسف بن عبد
شافعی، سلیمان بن شعیب کیانی، سعید الاثم، شہاب بن
خرکاش، یزید بن زقاشی، وہ حضرت انس بن مالک رضی
اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک بندہ ایمان کی مثالیں
کو نہیں پاسکتا جب تک کہ اچھی اور بُری، عیسیٰ اور کروی
تقدیر پر ایمان نہ لائے۔ حضرت انس نے کہا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وارثی کو عیسیٰ میں پکڑا اور
فرمایا میں اچھی اور بُری، عیسیٰ اور کروی تقدیر پر ایمان
لایا۔

پھر حضرت انس نے اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر کہا میں اچھی اور بُری مٹھی اور کڑوی تقدیر پر ایمان لایا، پھر زبیر نے اپنی ڈاڑھی کو پکڑا اور کہا میں اچھی اور بُری مٹھی اور کڑوی تقدیر پر ایمان لایا، اور شہاب نے اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر کہا میں اچھی اور بُری مٹھی اور کڑوی تقدیر پر ایمان لایا، پھر سعید نے، پھر یوسف نے، پھر زبیر نے پھر حاکم نے پھر ابن خلف نے اور اسماعیل نے اور یحییٰ ثقفی نے اور علی بن محمد نے اور یحییٰ بن علی نطنسی اور ہمارے

٢٥- علامه ابو عبد الله محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ٩٠٢ هـ، فتح المبین بشرح الفیتہ الحدیث ج ٣ ص ٢٨، مطبوعه دارالاسلام المطبوعی، ١٣١٢ هـ

حافظ ابن الصلاح کہتے ہیں:

اختصار حدیث کے جواز میں مذاہب علماء

روایت کرنا اور بعض کو روایت نہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض علماء نے اس کو مطلقاً ناجائز کہا، ان کا یہ قول روایت بالمعنی کے عدم جواز پر مبنی ہے، بعض علماء روایت بالمعنی کو جائز کہتے ہیں انہوں نے ایک خاص صورت میں اختصار حدیث سے منع کیا ہے، جب راوی نے دوسری مرتبہ بھی مکمل حدیث بیان نہ کی ہو اور اس کو یہ ظن نہ ہو کہ کسی اور نے مکمل حدیث کو بیان کر دیا ہے۔ پھر اس کا اختصار کرنا جائز نہیں ہے، بعض علماء نے اختصار حدیث کو مطلقاً جائز کہا ہے اور اس کی کوئی تفصیل نہیں کی، ہم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حدیث کا جو حصہ چاہو کم بیان کرو البتہ اس میں زیادتی نہ کرو۔

صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ عالم اور عارف کے لیے اختصار حدیث کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس نے حدیث کا جو حصہ ترک کیا ہے وہ اس کے ذکر کیے ہوئے حصے سے تمیز اور غیر متعلق ہو، اس حیثیت سے کہ اس ترک کیے ہوئے حصے کی وجہ سے اس کے بیان میں عقل نہ ہو جس کو اس نے ذکر کیا ہے اور نہ اس کی دلالت مختلف ہو، اس صورت میں اختصار جائز ہونا چاہیے کیونکہ اس حالت میں ————— اس کا ذکر کیا ہوا حصہ اور ترک کیا ہوا حصہ دو الگ الگ اور مستقل حدیثیں ہیں اور ایک حصہ کا دوسرے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، اور وہ شخص بلند مرتبہ والا ہونا چاہیے، جس پر تہمت کی کوئی سبیل نہ ہو اور جو شخص اس پائے کا نہ ہو اور جب اس نے ایک مرتبہ پوری حدیث روایت کی اور جب وہ دوسری بار اس کا بعض حصہ روایت کرے تو اس کو یہ خوف ہو کہ اس پر یہ تہمت لگائی جائے گی کہ اس نے پہلی بار حدیث میں اس حصہ کا اضافہ کیا تھا جس کو اس نے اپنے شیخ سے نہیں سنا تھا یا اس پر یہ تہمت لگے گی کہ دوسری بار وہ ایک حصہ کو روایت کرنا بھول گیا اور اس میں ضبط کی قوت ہے اور وہ بہت غلطی کرتا ہے تو ایسے شخص پر واجب ہے کہ وہ اپنے نفس سے اس تہمت کو دور کرے اور امام ابو الفتح لازمی نے کہا ہے کہ جس شخص نے پہلے ایک حدیث کے ایک حصہ کو روایت کیا اور بعد میں یہ ارادہ کیا کہ وہ اس کو مکمل روایت کرے اور اس کو یہ خوف ہو کہ اگر اس نے مکمل حدیث روایت کی تو اس پر حدیث میں زیادتی کرنے کی تہمت لگے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ زیادتی کو ترک کرے میں کہتا ہوں کہ ایسے شخص کو ابتداءً مکمل حدیث بیان کرنی چاہیے۔

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

جہوں کا مذہب یہ ہے کہ جو علماء روایت بالمعنی کو جائز کہتے ہیں ان کو اختصار حدیث سے اختلاف نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جس نے حدیث کے بعض حصہ کو نقل کیا اور بعض کو حذف کر دیا اور ان کا ایک دوسرے سے رابطہ نہ ہو تو وہ دو منفصل خبروں کے قائم مقام ہیں کسی ایک کا دوسرے سے تعلق نہیں ہے۔

علامہ سخاوی اختصار حدیث پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری المعروف ابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۱۹۳-۱۹۲، مطبوعہ مکتبہ المدینہ منورہ ۱۳۸۷ھ

۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۷۹۲ھ، فتح المغیث بشرح اللبۃ الحدیث ج ۳ ص ۱۵۳، مطبوعہ دارالامام الطبری ۱۴۱۳ھ

امام ابو داؤد کو نے (باب رفع الصوت بالقراءة فی صلاة الليل میں) روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بلال! میں نے سنا کہ تم کچھ حصہ اس سورت سے پڑھتے تھے اور کچھ حصہ اس سورت کا پڑھتے تھے تو حضرت بلال نے کہا یہ کام طیب ہے اللہ تعالیٰ بعض کو بعض کے ساتھ جمع کر دیتا ہے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کی تصریح کی۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کو ترقی دے گا جو خوش و خرم رکھے جس نے میرے کلام کو سنا اور اس میں زیادتی نہیں کی۔ اگر آپ کے کلام میں کمی کرنا بھی ناجائز ہوتا تو آپ اس کا بھی ذکر فرمادیتے اور جو شخص حدیث کا جتنا حصہ بھی روایت کر رہا ہے وہ اس میں صاف ہے تو ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ ۱۵

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

حدیث کی تقطیع میں مذاہب ائمہ | مصنف کا حدیث واحد کے متن کی تقطیع (پارہ پارہ) کرنا اوپر

حدیث کے ان ٹکڑوں کو مختلف ابواب میں تقسیم کرنا جواز کے قریب ہے اور عدم جواز سے بعید ہے امام مالک، امام بخاری اور متعدد ائمہ حدیث نے حدیث کی تقطیع کی ہے اور یہ کراہت سے خالی نہیں ہے۔ ۱۶

رشدید عطار نے تصریح کی ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، یہ ظاہر امام مسلم کے نزدیک یہ منع ہے کیونکہ انھوں نے امام بخاری کی طرح مسائل اور احکام کے استنباط کا قصد نہیں کیا اس لیے وہ اختصار اور تقطیع کے بغیر مکمل حدیث کو وارد کرتے ہیں، امام مالک، امام احمد، امام بخاری، امام ابو داؤد اور امام نسائی نے تقطیع کی ہے۔ بلال نے امام احمد سے روایت کیا ہے کہ تقطیع نہیں کرنی چاہیے، حافظ ابن الصلاح کا بھی یہی مختار ہے، لیکن علامہ نووی نے ان کی موافقت نہیں کی، اور حافظ عبد اللہ بن سعید نے تقطیع حدیث کو مستحب نہ کہا ہے، ابن رقیق العید نے شرح الامام میں لکھا ہے کہ اگر حدیث کے ایک حصہ کو حذف کرنے سے باقی حصہ میں خلل نہیں ہوتا تو پھر کوئی کراہت نہیں ہے اور اگر حدیث کے کسی حصہ کو حذف کرنے سے باقی میں خلل واقع ہوتا ہے تو پھر تقطیع مکروہ ہے اور خلل جتنا زیادہ ہوگا کراہت اتنی زیادہ ہوگی۔ ۱۷

حرف آخر | اس بحث پر مبنی اصول حدیث سے متعلق اصطلاحات کے مسائل اور مباحث کو ختم کرتا ہوں، مجھ سے بعض احباب نے فرمائش کی تھی کہ میں شرح صحیح مسلم کی پہلی جلد میں اصول حدیث کے مباحث پر مشتمل ایک مبسوط مقدمہ لکھ دوں، سو میں نے اس فرمائش کو پورا کرنے کے لیے یہ مقدمہ لکھا یہ بھی خواہش تھی کہ امام مسلم کے مقدمہ کی شرح لکھوں، لیکن یہ جلد بہت ضخیم ہو گئی ہے اور اس میں اس کی شرح کی گنجائش نہیں ہے، لہذا میرے اس مقدمہ کو امام مسلم کے مقدمہ کی شرح کے قائم مقام سمجھ لیا جائے۔

۱۵۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۷۹۰ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحمدیث ج ۳ ص ۱۵۶، مطبوعہ دارالامام الطبری، ۱۴۱۲ھ

۱۶۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن متوفی ۲۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۱۹۴، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدنیہ منورہ ۱۳۸۲ھ

۱۷۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۷۹۰ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحمدیث ج ۳ ص ۱۵۸-۱۵۹، مطبوعہ دارالامام الطبری، ۱۴۱۲ھ

کئی چیزوں کی تفصیل اور تحقیق کرنے کا ارادہ تھا، لیکن طوالت کے باعث میں نہیں کر سکا، میں نے اس مقدمہ کو بہت آسان سمجھنے کی کوشش کی تاکہ حدیث سے دل چسپی رکھنے والے تمام تاریخین اس سے استفادہ کر سکیں، تاہم بعض علمی اصطلاحات کو سہل نویسی کی سہی بسیار کے باوجود من و عنن لکھنا پڑا ہے۔

اعلیٰ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مقدمہ کو امداد حدیث کی نہم کے لیے نافع بنائے، اور ثبات کے دن اللہ تعالیٰ میرا حشر خاد میں حدیث کی جماعت میں کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور آپ کا قرب نصیب فرمائے اللہ اس کتاب کو میرے لیے وسیلہ نجات اور مددگار بنا کر دے۔

وَأُخَرِدَ عَلَيْنَا إِنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ
أَفْضَلِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُوسْلِمِينَ قَائِدِ الْغُرِّ الْمَحْبُولِينَ وَعَلَى آلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ وَعَلَى أَصْحَابِهِ
الْكَامِلِينَ الرَّاشِدِينَ وَآزْوَاجِ الطَّاهِرَاتِ أَهْلِ الْإِيمَانِ الْمُؤْمِنِينَ وَعَلَى أَوْلِيَاءِ عِزَّتِهِ وَعِلْمَاءِ
مِلَّةِ أَجْمَعِينَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ ۔



مکتبہ اسلامیہ

WWW.NARSEISLAM.COM

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

مقدمہ صحیح مسلم

از امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری

تمام تشریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام
جہانوں کا پالنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی
رحمتیں سیدنا محمد پر نازل فرمائے جو تمام انبیاء
ہیں اور تمام انبیاء پر بھی رحمتیں نازل فرمائے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَصَلَّى اللّٰهُ
عَلَى مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَعَلَىٰ جَمِيعِ
الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ۔

امام مسلم اپنے شاگرد ابواسحاق کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حمد و صلوٰۃ کے بعد اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے کہ تم
نے اپنے رب کی توفیق سے یہ ذکر کیا کہ اصول دین اور
احکام شریعت سے متعلق جو احادیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے سہی ہیں ان کو تلاش کر کے جمع کرنا چاہیے، اسی
طرح ثواب اللہ عزوجل اور رغبت اور عورت اور ان جیسے
مشروبات سے متعلق احادیث کو ایسی اسانید کے ساتھ
جمع کرنا چاہیے جو اہل علم کے نزدیک مقبول ہوں، اللہ
تعالیٰ تم کو ہدایت دے کہ تم نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس قسم
کی تمام احادیث کا ایک مجموعہ تیار کیا جائے۔

تجاری خواہش یہ بھی تھی کہ میں بغیر کثرت تکرار کے
احادیث جمع کروں کیونکہ کثرت تکرار کا وجہ سے احادیث
میں تکرار اور ان سے مسائل کے استخراج میں دشواری ہوگی

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّكَ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ بِتَوْفِيقِي
حَالِيكَ ذَكَرْتُ أَنَّكَ هَمَمْتَ بِالْمُحْصَنِ
عَنْ تَعْوِيفِ جُمْلَةِ الْأَخْبَارِ الْمَأْكُومَةِ عَنْ
تَسْوِيلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْنَنِ
الدِّينِ وَأَحْكَامِهِ وَمَا كَانَ مِنْهَا فِي الْخَوَافِ
وَالْعَوَاقِبِ وَالْعُرْغِيْبِ وَالْعُرْهِيبِ وَعَلَيْهِ
ذِيكَ مِنْ صُنُوفِ الْأَهْمَاءِ بِالْأَسَانِيدِ الَّتِي
بِهَا كُنْتُ وَتَدَاوَلَهَا أَهْلُ الْعِلْمِ فِيهَا
بَيِّنُهُ فَارَادْتُ أَنْ أَشَدَّ لِي اللّٰهُ أَنْ
تَوَقَّفَ عَلَى جُمْلَتِهَا مَوْالَفَةً مُّحْصَاةً
وَمَا لَيْتَنِي أَنْ أُلْخِصَّهَا لَكَ فِي الشَّالِيْفِ
بَلَا تَكْرًا أَوْ يَكْثُرُ فَإِنَّ ذَلِكَ مَرَعَمْتُ

مَسْأَلَتُكَ عَمَّا لَكَ قَصَدْتُ مِنَ الْقَلِيلِ
فِيهَا وَالْإِسْتِثْبَاتُ مِنْهَا وَلِذَلِكَ سَأَلْتُ أَلَمْ تَكُنْ اللَّهُ
حِينَ رَجَعْتُ إِلَى تَدْبِيرِهِ وَمَا كَوَّلَ بِهِ
الْحَالُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ عَاقِبَةُ مُتَحَمُّدٍ وَ
مَنْفَعَةُ مُوْجُودٍ ۝

وَقُلْتُ حِينَ سَأَلْتَنِي تَجَهُّمُ ذَلِكَ
أَنْ لَوْ عَزِمَ لِي عَلَيْكَ وَقَضَى لِي شَمَامَةُ كَانَ
أَوَّلُ مَنْ يُصِيبُهُ نَفْعُ ذَلِكَ إِيَّايَ خَاصَّةً
قَبْلَ غَيْرِي مِنَ النَّاسِ لِأَسْبَابٍ كَثِيرَةٍ لَا
يَطُولُ بِدِكْرِهَا الْوَصْفُ -

إِلَّا أَنْ جُمِلَتْ ذَلِكَ أَنْ ضَبَطَ الْقَلِيلُ
مِنْ هَذِهِ الشَّانِ وَالْغَايَةُ أَلَيْسَ عَلَى الْمَرْءِ
مِنْ مَعَالِجَةِ الْكَثِيرِ مِنْهُ وَلَا سِيَّمَا عِنْدَ
مَنْ لَا تَمَيِّيزَ عِنْدَهُ مِنَ الْعَوَامِ إِلَّا بِأَنْ
يُوقِفَهُ عَلَى التَّمْيِيزِ غَيْرَهُ كَمَا كَانَ الْأَمْرُ
فِي هَذَا كَمَا فَصَفْنَا فَالْقَصْدُ إِلَى الْفَتْحِ حِينَ
الْقَلِيلِ أَوَّلِي بِهِمْ وَمِنْ إِرْدِيَاءِ السَّقِيئِ -

وَأَسْمَاءُ يُرْجَى بَعْضُ الْمَنْفَعَةِ فِي الْإِسْتِثْبَاتِ
مِنْ هَذِهِ الشَّانِ وَجَمْعُ الْمَكْرَمَاتِ مِنْهَا لَهَا أَقْبَرُ
مِنَ النَّاسِ يَتَوَقَّعُ فِيهِ بَعْضُ الشَّقِيقِ وَ
الْمَعْرِفَةِ بِأَسْبَابِهِ وَعَلَيْهِمْ فَذَلِكَ إِنْ شَاءَ
اللَّهُ يَهْتَجِمُ بِمَا أُوقِفَ مِنْ ذَلِكَ عَلَى
الْعَاقِبَةِ فِي الْإِسْتِثْبَاتِ مِنْ جَمْعِهِ فَأَمَّا
عَوَامُّ النَّاسِ الَّذِينَ هُمْ بِخِلَافِ مَعَانِي الْحَاقِقِ
مِنْ أَهْلِ التَّقِيظِ وَالْمَعْرِفَةِ فَكَدَّ مَعْنَى لَهُمْ
فِي طَلَبِ الْحَدِيثِ الْكَثِيرِ وَكَدَّ عَجَزُ دَاعِنٍ

لَمَّا تَأَنَّ شَاءَ اللَّهُ مُبْتَدِئُونَ فِي تَغْيِيرِهِ
مَا سَأَلْتُ وَتَأَلَّفِي عَلَى تَوَاقُفِ سَوَفَ أَذْكُرُهَا لَكَ
وَهَذَا أَنْ تَعْمِدَ إِلَى جُمْلَةٍ مَا أَسْنَدَ مِنْ

اللہ تعالیٰ تمہیں سرخرو فرمائے میں نے جس وقت تمہاری
ان معروضات اور ان کے نتائج پر غور کیا تو میں نے یہ سمجھا
کہ اس کام کو کرنے سے ان شاء اللہ مجھے حسن عاقبت
اور اجر عظیم حاصل ہوگا۔

اور اسے عزیز! جس وقت تم نے مجھ سے اس
تالیف کے بارگاہ کو اٹھانے کا سوال کیا تو میں نے دیا
کہ اگر میری قسمت سے یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچ گیا تو اور
لوگوں کی نسبت اس کا فائدہ سب سے پہلے مجھ ہی کو
پہنچے گا۔

اس تالیف کے جمیع مفاد اور مصالح کو طول و
کرجہ سے بیان نہیں کیا جاسکتا البتہ بعض ازاں یہ ہیں:
کہ بحضرت امام ادب کو جمع کرنے سے بہتر ہے کہ کم تعداد
میں امامیہ جمع کیا جائے کیونکہ عوام کے لیے کم تعداد میں
امامیہ کا محفوظ کرنا آسان ہوتا ہے خاص طور پر وہ لوگ
جو حدیث صحیحہ اور غیر صحیحہ کے فرق کو نہیں سمجھتے۔ اس لیے
ضعیف روایات کی بھرمار کرنے سے امامیہ صحیحہ پر
اختصار کرنا بہتر ہے خواہ وہ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں۔
البتہ جو لوگ فن حدیث کے ماہر ہیں اور اسانید
کے اسباب و علل کی معرفت رکھتے ہیں ان کے لیے کثرت
روایات اور امامیہ کمرہ کو جمع کرنے میں کوئی مضائقہ
نہیں ہے، لیکن عوام ان اس جو امامیہ کی اسانید میں
خاص کی طرح گہری نظر نہیں رکھتے ان کے لیے کثیر روایات کا
انبار لگانا بے سود ہے خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ
یہ لوگ چند امامیہ میں بھی پوری چھان چٹک نہیں کر سکتے۔

مَعْرِفَةِ الْقَلِيلِ -

اب ہم تمہاری خواہش کے مطابق مکمل شد کے
ساتھ امامیہ بیان کریں گے ان امامیہ کو جمع کرنے
کے لیے ہم نے چند شرائط مقرر کی ہیں ان میں سے بعض

الْأَخْبَارَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَتَقَسَّيْتُهَا عَلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ وَكُلُّ طَبَقَةٍ
مِنَ النَّاسِ عَلَى غَيْرِ تَكَرُّارٍ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَ مَوْضِعٌ
لَا يُسْتَعْنَى فِيهِ عَنْ تَرْدَادِ حَدِيثٍ فِيهِ زِيَادَةٌ
مَعْنَى أَوْ اسْتِثْنَاءٌ يَنْقُرُ إِلَى جَنْبِ اسْتِثْنَاءٍ لِوَجْهٍ
تَكُونُ هُنَاكَ -

لَا أَنَّ الْمَعْنَى الرَّائِدَةَ فِي الْحَدِيثِ الْمُحْتَاجَةِ لِئَلَّا
يَقُومَ مَقَامَ حَدِيثٍ تَأْتِي فَلَا بُدَّ مِنْ إِعْسَادِ
الْحَدِيثِ الْكَوْنِي فِيهِ مَا وَصَفْنَا مِنَ الزِّيَادَةِ
أَوْ أَنْ يَفْصَلَ ذَلِكَ الْمَعْنَى مِنْ جُمْلَةِ الْحَدِيثِ
عَلَى إِيْتِصَارِهِ إِذَا أَمَكَّنَ وَلَكِنْ نَفْصِلُهُ رُجْعًا
عَسْرَ مِنْ جُمْلَتِهِمْ فَإِعَادَتُهُ يَهَيِّئُهَا إِذَا هِيَ
ذَلِكَ أَسْلَمَ فَأَمَّا مَا وَجَدْنَا بُدًّا أَيْ إِعَادَتِهِ
يَجْمَعُهُ عَنْ غَيْرِ حَاجَةٍ مِمَّا إِلَيْهِ فَلَا تَشَوُّي
فَعَلَهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى -

فَأَمَّا الْقِسْمُ الْأَوَّلُ فَإِنَّهُ تَوَخَّيْنَا أَنْ لُذِمَ الْأَخْبَارُ
الَّتِي هِيَ أَسْكَنُ مِنَ الْعُيُوبِ مِنْ غَيْرِهَا وَأَلْفَحْنَا مِنْ
أَنْ يَكُونُوا نَاقِلُوهَا أَهْلُ اسْتِغْنَاءٍ فِي الْحَدِيثِ
وَإِتِّعَانِ لِمَا تَعْلُوهُ لَمْ يَوْجَدْ فِي رِوَايَتِهِمْ
إِخْتِلَافٌ شَدِيدٌ وَلَا كَخَلِيطٍ فَإِذَا جِئْنَا بِمَا قَدْ
عُثِرَ فِيهِ عَلَى كَثِيرٍ مِنَ الْمُخْتَلِفِينَ وَبَانَ
ذَلِكَ فِي حَدِيثِهِمْ فَإِذَا أَنْحَنُ نَفْصِلُهَا أَخْبَارَ
هَذَا الصَّنِيفِ مِنَ النَّاسِ اتَّبَعْنَا هَآؤُلَاءِ أَخْبَارَ أَيْقَمَ
فِي إِسَانِيذِهَا بَعْضُ مَنْ لَيْسَ بِالْمَوْضُوفِ
بِالْحِفْظِ وَالْإِتِّعَانِ كَالصَّنِيفِ الْمَقْدَرِ قَبْلَهُمْ
عَلَى أَنَّهُمْ وَإِنْ كَانُوا فِيهِمَا وَصَفْنَا وَنَحْنُ

یہ ہیں کہ جو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق
مروی ہیں ان کو ہم راویوں کے عین طبقوں میں تقسیم کرتے
ہیں۔ ان احادیث کو ہم نے حتی الامکان بلا تکرار ذکر کیا ہے
سوائے صورتوں کے جہاں تکرار ناگزیر تھا۔ مثلاً ایک حدیث
دوسری سند کے ساتھ کسی لفظ کی زیادتی کمی یا لفظی تغیر پر
مشتمل ہے یا وہی حدیث کسی اور سند کے ساتھ مروی ہے
جس سند میں کوئی زائد غریبی ہے۔

جب ایک متن حدیث مثلاً دو سندوں کے ساتھ مروی
ہو اور دوسری سند کے ساتھ متن حدیث میں کوئی زائد معنی
ہو تو یہ حدیث ایک مستقل حدیث کے قائم مقام ہوتی ہے
لہذا ہم اس حدیث کو اس کی دوسری سند کے ساتھ دوبارہ
ذکر کرنے پر مجبور ہیں۔ ایسی صورت میں ہم ہر بار اوقات
اختصار سے کام لیتے ہیں کہ اور بتا دیتے ہیں کہ اس سند
کے ساتھ اس حدیث میں کمی زیادتی یا تغیر ہے لیکن جب
کوئی مقام یا مصلحت اس قسم کے اختصار کا تحمل نہ ہو تو
ہماری لیے پوری حدیث کا اعادہ کیے بغیر کوئی چارہ کار
نہیں رہتا تاہم اگر تکرار سے بچنے کی کوئی صورت نکل
سکے تو ہم ہرگز تکرار نہیں کرتے۔

قسم اول میں ہم پہلے ان احادیث کو بیان کریں گے
جن کی اسانید بہ نسبت دوسری اسانید کے عیوب اور
نقص سے محظوظ ہیں جن کے راوی معتبر ثقہ اور قوی
حاکم مالک ہیں اور ان کی روایات میں شدید اختلافات
اور کثیر اختلاف نہیں ہوتا اور یہ بات ان کی روایت کردہ آثار
سے پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے اس قسم کے لوگوں کی
روایات بیان کرنے کے بعد ہم ان روایات کا ذکر کریں گے
جن کی سندیں بعض ایسے راوی بھی ہوں گے جو ثقہ بہت اور
توت حفظ میں قسم اول کے پایہ کے نہیں ہوں گے اگرچہ
تقویٰ اور پرہیزگاری اور صداقت اور امانت میں ان کا مرتبہ
کم نہیں ہوگا۔ مثلاً ابوی بن سائب، یزید بن ابی زیاد، لیث

فَاتَّسَمَّ السَّخَرُ وَالصَّدَقِ وَكَعَا طَى الْعِلْمِ
يَسْمَلُهُمْ كَعَا طَى وَبَنَ الْمُتَارِبِ وَيَزِيدُ بَنَ
أَبْنَاءَ يَادٍ وَكَثِيرُ بَنِ آفِي مُكِيمٍ وَأَضْرَابُهُمْ
مِنْ حُمَالِ الْأَكَا وَنُتَالِ الْأَحْبَارِ فَهُمْ وَإِنْ
كَانُوا بِمَا وَصَفْنَا مِنَ الْعِلْمِ وَالسَّخَرِ عِنْدَ
أَهْلِ الْعِلْمِ مَعْرُوفِينَ كَغَيْرِهِمْ مِنْ
أَحْبَارِهِمْ وَمَنْ عِنْدَهُمْ مَا ذَكَرْنَا مِنْ
الِإِتْقَانِ وَالِاسْتِقَامَةِ فِي الزَّوَابِي
يَفْضَلُوهُمْ فِي الْحَالِ وَالْمَرْكَبَةِ لِأَنَّ هَذَا
عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ دَرَجَةٌ وَرَفِيعَةٌ وَخَصْلَةٌ
سَنِيَّةٌ لَا تَرَى أَثَرَهُ إِذَا دَارَمْتَ هُوَ لَا الْعِلْمَ
الَّذِينَ سَمِعْنَاهُمْ عَطَاءً وَيَزِيدُ وَكَثِيرًا مَعْنُورٍ
بِالْمُعْتَمِرِ وَمُسْكِنِ الْأَعْمَشِ وَالْمُعْتَمِلِ بِنِ آفِي
خَالِدٍ فِي إِتْقَانِ الْحَدِيثِ وَالِاسْتِقَامَةِ فِيهِ
وَجَدْنَاهُمْ مَبَاشِينَ لَهُمْ لَا يَدَا نُوْهُمْ لَا هَلَاكَ عِنْدَ
أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ فِي ذَلِكَ الْإِنْفِاسِ
عِنْدَ مَنْ مِنْ صَحَّةٍ حَفِظَ مَعْنُورٍ وَالْأَعْمَشِ وَالْمُعْتَمِلِ
وَالْتَقَاتِهِمْ لِحَدِيثِهِمْ وَإِثْمَهُمْ لَعْدِيْقُهُمْ مِثْلُ
ذَلِكَ مِنْ عَطَاءٍ وَيَزِيدٍ وَكَثِيرٍ وَفِي مِثْلِ ذَلِكَ
مَعْجَرَى هُوَ لَا يَدَا إِذَا دَارَمْتَ بَيْنَ الْأَقْوَانِ
كَابْنِ عَوْنٍ وَابْنِ السَّخَرِ فِي مَعْنُورٍ بِنِ آفِي
جَبِيلَةٍ وَأَشْعَثُ الْخُسْرَا فِي وَهْمَا صَاحِبِ الْعَسَنِ
وَابْنِ سَيْرِينَ كَمَا أَنَّ ابْنَ عَوْنٍ وَابْنِ
صَاحِبَاهُمَا إِلَّا أَنَّ الْبُيُوتَ بَيْنَهُمَا وَيَتَنَ هَذَيْنِ
بَعِيدٌ فِي كَمَالِ الْفَضْلِ وَصِحَّةِ النُّقْلِ وَإِنْ كَانَ
عَوْنٌ وَأَشْعَثُ غَيْرَ مَذْهَبَيْنِ عَنْ صِدْقِ
وَأَمَانَةٍ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَلَكِنْ الْحَالُ مَا وَصَفْنَا
مِنَ الْمَعْرُوفَةِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَإِنَّمَا مِثْلُنَا
هُوَ لَا يَرَى فِي التَّسْمِيَةِ لِيَكُونَ كَمِثْلِهِمْ مِثْمَةً

بن ابی سلیم و فیروز و اگر چه علم و فضل اور تقویٰ و پرہیزگاری میں
تو اہل علم کے نزدیک معروف اور مشہور ہیں لیکن ان کے مہر
دوسرے راوی مافظ اور ثقاہت میں ان پر فوقیت رکھتے
ہیں۔ اور جب ہم ان مذکورہ حضرات یعنی عطاء، یزید اور لیث
کا مقابلہ منصور بن معتمر، سلیمان اعمش اور اسماعیل بن ابی خالد
سے کر دے تو ہم پر صاف ظاہر ہو جائے گا کہ ثقت مافظ
اور ثقاہت میں ان کے درمیان نمایاں فرق ہے اور
علم و حدیث کے نزدیک اس بات میں کوئی شک نہیں ہے
کہ حدیث اور ثقاہت میں عطاء، یزید اور لیث کی روایات
کسی حال میں بھی مشہور، اعمش اور اسماعیل کے ہم پایہ نہیں ہیں
اسی طرح اگر ایک عصر کے راویوں میں مقابلہ کیا جائے
تو باوجود معاصرانہ ہم زمان ہونے کے ان میں نمایاں فرق
ہوگا مثلاً اگر ابن ثون اور ابوب سختیانی کا مقابلہ عوف بن حمیلہ
اور اشعث حرانی سے کیا جائے حالانکہ یہ چاروں حسن
بصری اور ابن سیرین کے شاگرد ہیں قرآن میں واضح فرق
نظر آئے گا کیونکہ نقل حدیث میں جو مہارت اور ثقیلیت
ابن حران اور ابوب کو حاصل ہے وہ عوف اور اشعث کو
حاصل نہیں ہوئی، اگر چه تقویٰ اور پرہیزگاری میں عوف اور
اشعث اہل علم کے نزدیک ان سے کم نہیں ہیں اس کے
باوجود روایت حدیث میں اہل علم نے ان کو ابن ثون اور ابوب
کا مقام نہیں دیا۔ ہم نے نام لے کر ان راویوں کی صراحت
مثالیں ملے ہیں کہ جو لوگ محدثین کے اصول اور
تتبع کے طریق کار کو نہیں جانتے وہ آسانی کے ساتھ
راویوں کے مرتبہ کو پہچان سکیں تاکہ بلند مرتبہ شخص کو اس
کی حیثیت سے کم اور کم مرتبہ شخص کو اس کی حیثیت سے
زیادہ مقام نہ دیا جائے شخص کی روایت کو اس کی حیثیت کے
مطابق مقام دیا جائے۔ کوئی حق دار اپنے حق سے محروم
نہ ہو اور ہر شخص کو اس کے منصب کے مطابق مقام ملے
کیونکہ ام المؤمنین حضرت عائشہ مدینہ رضی اللہ عنہا بیان

يَصْدُرُ عَنْ قَهْرٍ مَّا مِنْ عَنِّي عَلَيْهِ طَرِيقُ أَهْلِ
الْعِلْمِ فِي تَرْتِيبِ أَهْلِهِمْ فِيهِ فَلَا يَتَصَدَّرُ
بِالْوَجَلِ الْعَالِي الْقَدْرَ عَنْ دَرَجَتِهِ وَلَا يَزْفُمُ
مُسْتَعْنِمُ الْقَدْرِ فِي الْعِلْمِ قَوْقَ مَنَزِلَتِهِ وَيُعْطَى
كُلُّ ذِي حَقٍّ فِيهِ حَقُّهُ وَيُنْزَلُ فِيهِ مَنَزَلُهُ
وَقَدْ ذَكَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
أَنَّهُمَا قَالَتِ أَمَرَ قَارِئُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُنْزَلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ مَعَ
مَا نَطَقَ بِهِ الْقُرْآنُ مِنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى
ذُكُورًا وَنُؤَرًا كُلُّ ذِي عِلْمٍ عَلَيْهِمْ.

فَعَلَى نَحْوِ مَا ذَكَرْنَا مِنَ الْوُجُوهِ يُؤْتَى
مَا سَأَلَتْ مِنَ الْأَخْبَارِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامًا مَا كَانَ مِنْهَا عَنْ قَوْمٍ هُمْ عِنْدَ
أَهْلِ الْحَدِيثِ مُتَّفَعُونَ أَوْ عِنْدَ الْأَكْثَرِ مِنْهُمْ فَكُنَّا
نَتَشَاغَلُ بِتَخْرِيجِ حَدِيثِهِمْ كَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْرُورٍ
أَبْنِ جَعْفَرٍ الْمَدَائِنِيِّ وَعُمَرُ بْنُ خَالِدٍ وَعَبْدُ الْقُدُّوسِ
الشَّامِيُّ وَصَحْبَانِ بْنِ سَعِيدٍ الْمُصْلُوبِ وَغِيَاثُ بْنُ
إِبْرَاهِيمَ وَسُلَيْمَنُ بْنُ عُمَرَ وَابْنُ دَاوُدَ النَّخَعِيِّ وَ
أَخْبَارُهُمْ مِمَّنْ أَتَاهُمْ بِوَضْعِ الْحَدِيثِ وَكُتْلِيَّةُ
الْأَخْبَارِ وَكَذَلِكَ مِنَ الْعَالِبِ عَلَى حَدِيثِهِ الْمُشْكُرُ
أَوْ الْعَلَطُ أَوْ مُسْكِنًا أَيْضًا عَنْ حَدِيثِهِمْ.

وَعَلَامَةُ الْمُشْكُرِ فِي حَدِيثِ الْحَدِيثِ إِذَا مَا عُرِضَتْ
رِوَايَتُهُ يَلْحَدِثُ عَلَى رِوَايَةِ غَيْرِهِ مِنْ أَهْلِ
الْحَفِظِ وَالْوَضْعِ مَا لَفَتْ رِوَايَتُهُ رِوَايَتَهُمْ أَوْ لَمْ
تَكُذِّبُوا فِيهَا فَإِذَا كَانَ الْأَعْلَبُ مِنْ حَدِيثِهِمْ
كَذَلِكَ كَانَ مَهْجُورًا الْحَدِيثُ غَيْرَ مَقْبُولٍ
وَلَا مُسْتَعْمَلٍ فَمِنْ هَذَا الصَّرْفِ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ
عِنْدَ اللَّهِ بْنُ مَسْرُورٍ وَبَيْهَقِيُّ بْنُ أَبِي أَيْبَةَ
وَالْحِزَّاحِيُّ بْنُ الْمُهَالِ أَبُو الْعَطُوفِ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ

کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں سے
ان کے مرتبہ اور منصب کے مطابق سلوک کیا جائے اور
قرآن کریم سے جہاں اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا
ارشاد ہے کہ قویٰ علیٰ ذی علم علیہم ربحہ عالم سے بڑھ کر
کوئی عالم ہوتا ہے۔

اس قاعدہ مذکورہ کے مطابق راے شاگرد و عزیزین
ہم تمہاری خواہش کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا اہادیث جمع کریں گے۔ رہے وہ لوگ جو تمام علماء حدیث
یا اکثر کے نزدیک مطہرون ہیں جیسے عبد اللہ بن مسعود، ابو جعفر
مدائنی، عمرو بن خالد، عبد القدوس شامی، محمد بن سعید مصلوب
غیاث بن ابراہیم، سلیمان بن عمرو ابی داؤد نخعی اور ان جیسے
دوسرے لوگ جن پر موضوع (من گھڑت) حدیث بیان کرنے
کی تہمت ہے اور وہ از خود اہادیث وضع کرنے اور
بنانے میں بدنام ہیں اسی طرح وہ لوگ بھی جن کی غالب
روایات منکر ہوتی ہیں یا جن کی روایات میں بہ کثرت اغلاط
ہیں تو ایسے تمام لوگوں کی روایات کو ہم اپنی کتاب میں جمع نہیں
کریں گے۔

محدثین کی اصطلاح میں منکر اس شخص کی حدیث کو کہتے
ہیں جو ثقہ اور مستبر راویوں کی حدیث کے مخالفت ہو اور ان
مختلف محدثین میں کسی طرح موافقت اور مطابقت نہ ہو
کے۔ پس جس شخص کی اکثر روایات اس قسم کی ہوں تو اس کی
روایت کردہ اہادیث کو ترک کر دیا جاتا ہے اور محدثین کے
نزدیک وہ قابل قبول نہیں ہوتے اور نہ وہ قابل عمل ہوتے ہیں
محدثین کے نزدیک ان لوگوں میں عبد اللہ بن محمد، یحییٰ بن
ابی انیسہ، جراح بن منہال، ابو العاطون، عباد بن کثیر، حسین
بن عبد اللہ بن ضمیرہ، عمر بن مہیان کا شمار ہوتا ہے اسی
طرح جو راوی ان کے اسلوب کے مطابق روایت کرتے
ہیں۔ ان کی روایات کو بھی اپنی کتاب میں جمع نہیں کریں گے۔

احادیث جمع کرنے میں ہم نے اس مسلک کو اس
یہ اعتبار کیا ہے کہ جو راوی اپنی روایت میں متفقہ ہو اس
کے ہائے میں علامہ حدیث کا موقف یہ ہے کہ اس شخص کی
بعض احادیث کو دوسرے ثقہ اور حفاظ راویوں نے بھی
روایت کیا ہوا انہوں نے کسی حدیث میں اس کی نہ نفقت کی
ہو اس شرط کے پائے جانے کے بعد اگر وہ متفقہ روادی
اپنی حدیث میں بعض الفاظ کو رد یا دو روایت کرتا ہے جن کو
اس کے دوسرے مامورین روایت نہیں کرتے تو اس
کی اس زیادتی کو قبول کیا جائے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ
علامہ امام زہری سے روایت کرنے والے کثیر التعداد
عفاظ ہیں اسی طرح ہشام بن عروہ سے روایت کرنے
والوں کی بھی ایک بہت بڑی تعداد ہے، ان دونوں اماموں
کی احادیث بہت مشہور ہیں اور ان کے شاگردوں نے
ان کی اکثر روایات کو بالاتفاق روایت کیا ہے۔ اب اگر کوئی
شخص ابن شہاب زہری اور ہشام بن عروہ دونوں یا ان میں
سے کسی ایک سے کوئی ایسی حدیث روایت کرے جس
کو ان کے شاگردوں میں سے کوئی اور شخص بیان نہیں کرتا
اور یہ شخص ان راویوں میں سے بھی نہیں ہے جو صحیح روایات
میں ان کے شاگردوں کا شریک رہا ہو تو ایسی محدث میں
اس شخص کی روایت کو قبول کرنا جائز نہیں ہے۔

یہاں تک کہ ہم نے روایت حدیث کے سلسلہ میں
مقدمین کے مسلک اور موقف کو بیان کر دیا ہے تاکہ جو
لوگ اصول روایت سے ناواقف ہیں ان کو آگاہی نصیب
ہو اور ان شاء اللہ ہم اس کی مزید وضاحت ان مقامات پر
کریں گے جہاں احادیث سے عمل کا تذکرہ ہو گا۔

اسے شاگرد عزیز! اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے

كَثِيرٌ وَحَسْبُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُسَيْنٍ وَغَيْرُهُ
بِئْسَ صُفْهَانٌ وَمَنْ تَحَاوَرَهُمْ فِي رِوَايَةِ
الْمَنْكُورِ مِنَ الْحَدِيثِ فَلَسْنَا نَعْرِجَ عَلَى حَدِيثِهِمْ
وَلَا نَكْتَسِبُ لَهُمْ بِإِلَّا نَحْكُمُ أَهْلَ الْعِلْمِ وَالَّذِي
يَعْرِفُ مِنْ مَذْهَبِهِمْ فِي قَبُولِ مَا يَنْفَرُ
بِهِ الْمَحَدَّثُ مِنَ الْحَدِيثِ أَنْ يَكُونَ قَدْ
شَارَكَ الثَّقَاتِ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْحِفْظِ
فِي بَعْضِ مَاءٍ وَمَا دَامَعَ فِي ذَلِكَ حَتَّى
الْمَوَاقِفَ لَهُمْ فَإِذَا دُجِدَ ذَلِكَ شَرًّا أَوْ
بَعْدَ ذَلِكَ شَيْئًا لَيْسَ بِنَدَى أَصْحَابِهِ قِيلَتْ رِوَايَةُ قَافَا
مَنْ تَرَاهُ يَعْمِدُ كَيْسَلِ الرَّهْزَرِيِّ فِي حَدِيثِهِمْ وَكَثَرُوا أَصْحَابَهُ
الْحَفَاطِ الْمُتَلَقِّينَ لِحَدِيثِهِمْ وَحَدِيثِ غَيْرِهِ أَوْ
لِيُحْمِلَ حَدِيثَ هَكَامِ بْنِ عُقْرَةَ وَحَدِيثَهُمَا
عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مَبْسُوطًا مُشْتَرَكًا قَدْ نَقَلَ
أَصْحَابُهُمَا عَنْهُمَا حَدِيثَهُمَا عَلَى الْإِتِفَاقِ مِنْهُمْ
فِي أَكْثَرِهِمْ فَغَرِوْنِي عَنْهُمَا أَوْ عَنْ أَحَدِهِمَا
الْعَدَدَ مِنَ الْحَدِيثِ وَمَا لَا يَغْرِفُهُ أَحَدٌ مِنْ
أَصْحَابِهِمَا وَلَيْسَ يَمْتَنُ قَدْ شَارَكَهُمْ فِي الْقَبُولِ
مِمَّا عِنْدَهُمْ فَغَيْرُ جَائِزٍ قَبُولُ حَدِيثِ هَذَا
الْمُتَرَبِّ مِنَ النَّاسِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

وَقَدْ شَرَحْنَا مِنْ مَذْهَبِ الْحَدِيثِ وَ
أَهْلِهِ بَعْضَ مَا يَتَوَجَّبُ بِهِ مَنْ أَرَادَ سَبِيلَ
الْقَرَامِ وَوَقَّعَ لَهَا وَسَتَرِيْدًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ
شَوْحًا وَإِضَاحًا فِي مَوَاجِزٍ مِنَ الْكِتَابِ عِنْدَ
وَكِرَ الْأَخْبَارِ الْمُحْكَمَةِ إِذَا أَتَيْنَا عَلَيْهَا فِي الْأَمَاكِينِ
الَّتِي يَكُنُّ بِهَا الشُّرُوحُ وَالْإِضَاحُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى۔
وَبَعْدَ يَرْحَمُكَ اللَّهُ فَلَوْ لَا الَّذِي دَأَيْنَا

۱۔ حدیث مسلم کی تشریف ہمارے مقدمہ میں گذر چکی ہے۔ سیدنا غفرلہ

مِنْ سُوءِ صَنِيعٍ كَثِيرٍ مِمَّنْ نَصَبَ نَفْسَهُ
 مُحَدِّثًا يُضَلُّ يَذُرُ مُنْهً مِنْ طَرَجٍ الْأَحَادِيثَ
 الصَّحِيحَةَ وَالْوَدَّاءَاتِ الْمُنْكَرَةَ وَكَرِهَهُ
 الْأَوْصِيَاءَ عَلَى الْأَخْبَارِ الصَّحِيحَةِ الْمَشْهُورَةِ
 وَمَا نَقَلَهُ الْحَقَّاتُ الْمَعْرُوفُونَ بِالْصِّدْقِ وَ
 الْأَمَانَةِ بَعْدَ مَعْرِفَتِهِمْ دَأْبَهُمْ بِالْهَيْبَةِ
 أَنْ كَثُرُوا أَقْبَى يَقْدِرُونَ بِهِيَ إِلَى الْأَيْدِي
 مِنَ النَّاسِ هُوَ مُسْتَكْبَرٌ وَمَنْقُولٌ عَنْ قَوْمٍ
 غَيْرِ مَرْضِيٍّ وَمِمَّنْ ذَمَّ الرَّوَايَةَ عَنْهُمْ أَئِنَّ
 الْحَدِيثَ مِثْلُ مَا لَيْكَ بَيْنَ الْأَنْسِ وَشُعْبَةَ بْنِ
 الْحَجَّاجِ وَسُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ وَيَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ
 الْقَطَّانِ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ وَغَيْرِهِمْ
 مِنْ الْأَيْمَةِ لَمَّا سَمِعُوا عَلَيْنَا الْإِثْمَ صَابِرًا
 سَأَلَتْ مِنَ التَّمْيِيزِ وَالْتَّحْصِيلِ وَبَكْرٌ مِنْ
 أَجْلِ مَا عَلِمْنَا مِنْ تَشْوِيعِ الْقَوْمِ الْأَخْبَارِ
 الْمُنْكَرَةِ بِالْأَسَانِيدِ الصَّغِيرَةِ الْمَجْهُولَةِ وَ
 قَدْ قَرِهْمُ بِهَا إِلَى الْقَوَامِ الَّذِينَ لَا يَعْرِفُونَ
 غُيُوبَهَا خُفَّ عَلَى كُفُوبِنَا إِنْجَابَكَ إِلَى مَا سَأَلَتْ
 وَأَعْلَمُوا وَثَقَّلَكَ اللَّهُ أَنَّ الْوَاجِبَ عَلَى كُلِّ
 أَحَدٍ عَرَفَ التَّمْيِيزَ بَيْنَ صَحِيحِ الرَّوَايَاتِ وَسَقِيئِهَا
 وَثَعَاتِ النَّاقِلِينَ لَهَا مِنَ الْمُتَهِمِينَ أَنْ لَا يَرَوُكَ
 مِنْهَا إِلَّا مَا عَرَفَ صِحَّةً فَتَأْوِجَهُ وَالْإِسْتِزَادَ فِي نَاقِلِيهِ
 وَأَنْ يَتَّبِعَ مِنْهَا مَا كَانَ مِنْهَا مِنْ أَهْلِ الْفَهْمِ وَ
 الْمُعَارِنِينَ مِنْ أَهْلِ الْبَدْعِ وَالْذَّلِيلِ عَلَى أَنَّ
 الَّذِي قُلْنَا مِنْ هَذَا هُوَ الَّذِي زَمُّنَا مَا خَالَفَهُ
 قَوْلُ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي كُوفَةٍ
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ
 مِنْكُمْ كَذِبًا أَوْ كُنِيَ قَوْمًا يَجْعَلُكَ تَضَاجُعًا
 إِلَى مَا قَعَلْتُمْ تَادِ مِينَ

متہاری اس فرمائش کو پورا کرنے کا سبب یہ بھی تھا کہ ہم
 نے بعض ایسے محدثین کو دیکھا جو امارت صحیحہ مشہورہ پر
 اکتفاء نہیں کرتے جنہیں ان لوگوں نے روایت کیا ہے
 جو اپنی ثقاہت، صدق اور دیانت میں مشہور ہیں خصوصاً
 اس صورت میں جب کہ یہ محدثین خود اپنی زبان سے اس
 بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ان کی بیان کردہ اکثر روایات
 جو نامعلوم افراد کی طرف منسوب ہیں منکر اور غیر مقبول ہیں
 اور ایسے افراد سے روایت حدیث کرنے کی حق حدیث
 کے جلیل القدر ائمہ مثلاً امام مالک بن انس، شعبہ بن حجاج،
 سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید القطان اور عبد الرحمن بن
 مہدی وغیرہم نے سخت مذمت کی ہے۔ لہذا جب
 ہم نے یہ دیکھا کہ بعض محدثین احادیث منکرہ کو ضعیف
 اور محمول سندوں کے ساتھ بیان کر رہے ہیں اور عام
 لوگوں میں یہ اہلیت نہیں ہے کہ وہ صحیح اور ضعیف احادیث
 کو الگ الگ کر کے چھانٹ سکیں تو ہم نے سوچا کہ قہاری
 فرمائش پر ہی کر کے احادیث صحیحہ کا ایک مجموعہ پیش
 کر دیں۔

یاد رکھو جو محدث احادیث صحیحہ اور غیر صحیحہ میں امتیاز
 کر سکتا ہو اور ثقہ اور غیر ثقہ راویوں کی پہچان رکھتا ہو
 اس کو صرف ایسی احادیث ذکر کرنی چاہئیں جو اسناد صحیحہ
 سے مروی ہوں اور ان کے راویوں میں سے کوئی شخص
 بھی جھوٹ کے ساتھ متہم، بدعتی اور مخالف سنت نہ ہو
 اور جس سند کا کوئی راوی اس قسم کا ہو اس کی کوئی حدیث
 ہرگز قبول نہ کرے ہمارے اس قول کی تائید قرآن کریم
 کی ان آیات سے ہوتی ہے۔ (تذہب)

”اے مومنو! جب فاسق متہم سے پاس کوئی خبر
 لے کر آئے تو پہلے اس خبر کی تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں لاعلمی
 میں تم کسی شخص کے بارے میں کوئی ایسی بات کہہ دو جس
 پر بعد میں پچھتا نا پڑے۔“ نیز ارشاد باری ہے ”جو

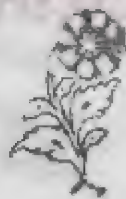
متلا سے پسندیدہ گواہ ہوں۔

نیز ارشاد ہے "ان لوگوں کو گواہ بناؤ جو تم میں سے
مستحق اور پرہیزگار ہوں۔" قرآن کریم کی یہ آیات اس بات
پر دلالت کرتی ہیں کہ فاسق شخص کی خبر غیر مقبول اور پرہیزگار
شخص کی گواہی مردود ہوتی ہے۔ ہر چند کہ روایت اور
شہادت میں کافی فرق ہے تاہم بعض صفات میں وہ مشترک
ہیں کیونکہ فاسق کی روایت اہل علم کے نزدیک اسی طرح
مردود ہے جیسے عام لوگوں کے نزدیک اس کی شہادت
مردود ہے اور احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ منکر
احادیث غیر مقبول ہیں۔

جس طرح قرآن کریم سے فاسق کی خبر کا غیر معتبر
ہونا ثابت ہے اس طرح حدیث شریف سے بھی فاسق
کی خبر کا مردود ہونا ثابت ہے اور اس بارہ میں حضرت علی
رضی اللہ عنہ وسلم کی یہ حدیث مشہور ہے کہ جس شخص نے علم کے
باوجود جھوٹی حدیث کو میری طرف منسوب کیا وہ مجھے جھوٹوں
میں سے ایک جھوٹا ہے اس حدیث کو امام مسلم نے
اپنی سند متصل کے ساتھ حضرت سفیان بن شعبہ سے
روایت کیا ہے۔

وَقَالَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ لَا يَمَنَّ كُفْرًا وَمِنْ
الشَّهَادَةِ وَقَالَ وَأَشْهَدُ وَأَدْعِي عَدْلِي مِنْكُمْ
وَلَا يَمَّا دُكْرًا مِنْ هَذِهِ الْأَيِّ أَنَّ خَيْرَ الْفَاسِقِ
سَاقِطٌ عَنْهُ مَقْبُولٌ وَأَنَّ شَهَادَةَ غَيْرِ الْعَدْلِ
مَرْدُودَةٌ وَالْخَيْرُ قَدْرُ قَارِقٍ مَعْنَاةٍ مَعْنَى
الشَّهَادَةِ فِي بَعْضِ الْوُجُوهِ فَقَدْ يَجْتَمِعَانِ فِي الْأَعْظَمِ
مَعْلُومَهُمَا إِذْ كَانَ خَيْرُ الْفَاسِقِ غَيْرَ مَقْبُولٍ وَعَدْلُ
أَهْلِ الْعِلْمِ كَمَا أَنَّ شَهَادَةَ مَرْدُودَةٌ وَعَدْلُ
جَمِيعِهِمْ وَكَذَلِكَ التَّسَنُّ عَلَى رِكَائِةِ الْمُنْكَرِ
مِنْ الْأَخْبَارِ۔

کَنْخِرُ دَلَالَةِ الْقُرْآنِ عَلَى نَفْيِ خَيْرِ الْفَاسِقِ
وَهُوَ الْأَكْرَأُ الشَّهَادَةُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ يُزِيلُ آتَةً
كَذَبَ فَهُوَ أَحَدُ الْكَافِرِينَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ
أَرْفَ شَيْبَةَ قَالَ نَاوَكِي عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكِيمِ
عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَرْفَ كَيْلَى عَنْ مَمْرُةَ بْنِ
جُنْدَبٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَرْفَ شَيْبَةَ أَيْضًا
قَالَ نَاوَكِي عَنْ شُعْبَةَ وَشُعْبَةُ عَنْ حَبِيبِ عَنْ
مَيْمُونِ بْنِ أَرْفَ شَيْبَةَ عَنْ الْوَيْلِيِّ عَنْ شُعْبَةَ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكُ



باب

بَابُ تَغْلِيظِ الْكَذِبِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث گھڑنے کی ممانعت

ربیع بن حراش کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دورانِ خطبہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری طرف جھوٹ منسوب نہ کرو کیونکہ جو شخص میری طرف جھوٹ منسوب کرے گا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَنْ شُعْبَةَ (ر) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ شُعْبَةَ عَنْ مَعْمُورٍ عَنْ رُبَيْعِ بْنِ حِرَاشٍ أَنَّ اللَّهَ سَمِعَ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَخْطُبُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ يَكْذِبْ عَلَيَّ يَدْخُلِ النَّارَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے تم سے بہ کثرتِ اماریث بیان کرنے سے صرف یہ چیز روکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص تصدق میری طرف جھوٹی بات کی نسبت کرے اس کو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالینا چاہیے۔

۲۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ إِنَّهُ يَمْنَعُنِي أَنْ أَحَدًا يَكْذِبَ حَدِيثًا كَثِيرًا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَيْدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص عداوت میری طرف جھوٹی بات کی نسبت کرے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالینا چاہیے۔

۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْغُبَرِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مَتَعِدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری طرف جھوٹی بات کی نسبت کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے جو شخص مجھ پر تصدق افترا کرے اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالینا چاہیے۔

۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ بَنِي رِبْعَةَ الرَّائِبِيِّ قَالَ أَتَيْتُ الْمَسْجِدَ فَأَلْبَسْتُوهُ أَمِيرًا الْكُوفَةِ قَالَ فَقَالَ الْمَغِيرَةُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنْ كَذَبَ عَلَيَّ لَيْسَ

كَذِبَ عَلَى أَحَدٍ فَمَنْ كَذَبَ عَلَى مُتَعَمِّدٍ فَلْيَتَّبِعُوا
مَقْعَدَ كَا مِنْ النَّارِ وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ جَعْفَرٍ السَّعْدِيُّ
قَالَ نَأَى عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ نَأَى مُحَمَّدُ بْنُ قَيْسٍ الْأَسَدِيُّ
عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ الْأَسَدِيِّ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ
شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَلَمْ
يَذْكُرْ أَنَّ كَذَبًا عَلَى لَيْسَ كَذِبٌ عَلَى أَحَدٍ -

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل
روایت ہے اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ مجھ پر جھوٹ
باندھنا کسی اور پر جھوٹ باندھنے کی مثل نہیں ہے۔
سو جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ
میں بنا لے۔

بَابُ

بلا تحقیق حدیث بیان کرنے سے ممانعت

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْحَدِيثِ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کے جھوٹے ہونے
کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان
کر دے۔

۵ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَأَى
أَبُو حَزْمٍ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَأَى عَبْدُ الرَّحْمَنِ
بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَأَى شُعْبَةُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
عَنْ حَفْصِ بْنِ غَامِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِيَ بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُعَدِّتَ
بِكُلِّ مَا سَمِعَ -

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ
سے اسی روایت کے ہم سنی حدیث بیان کی ہے۔

۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَأَى عَلِيُّ
بْنُ حَفْصٍ قَالَ نَأَى شُعْبَةُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ غَامِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ ذَلِكَ -

حضرت عمر بن الخطاب بیان فرماتے ہیں کہ کسی
شخص کے جھوٹے ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے
کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کر دے۔

۷ - وَحَدَّثَنِي وَبُخَارِيُّ بْنُ يَحْيَى قَالَ نَأَى مُشَيْمٌ
عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْقَيْمِ عَنْ أَبِي عِثْمَانَ الْقُصَيْبِيِّ
قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَحْسِبُ الْمَرْءُ مِنَ
الْكُذِبِ أَنْ يُعَدِّتَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ -

حضرت امام مالک نے فرمایا ہر سنی ہوئی بات
کو بیان کر دینے والا غلطی سے محفوظ نہیں رہ سکتا،
اور نہ ہی ایسا شخص کبھی قرین حدیث میں امام ہو سکتا ہے۔

۸ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ
عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ سَرِّجٍ قَالَ نَأَى ابْنُ وَهْبٍ
قَالَ قَالَ لِي مَالِكٌ إِعْلَمْ أَنَّ لَيْسَ بِسَلَمٍ رَجُلٌ
حَدَّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ وَلَا يَكُونُ إِمَامًا أَبَدًا وَ
هُوَ يُحَدِّثُ بِكُلِّ مَا سَمِعَ -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
کسی شخص کے جھوٹے ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ہر
سنی ہوئی بات بیان کر دے۔

حضرت عبدالرحمان بن مہدی نے بیان فرمایا کہ جب
بیک انسان سنی سنائی باتوں سے اپنی زبان کو نہیں رکھے گا
وہ لائق اقتدار امام نہیں ہوگا۔

سفیان بن عیینہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ایاس
بن معاویہ نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ تم علم قرآن کے ماہر ہو
میرے سامنے قرآن کریم کی کسی سورت کی تفسیر بیان کر دو
تاکہ مجھے سنا کر علم کا اندازہ ہو۔ سفیان نے کہا میں نے
ان کے حکم کی تعمیل کی۔ ایاس بن معاویہ نے کہا کہ میری اس
نصیحت کو یاد رکھو کہ ناقابل اعتبار احادیث بیان نہ کرنا کیونکہ
ایسا کرنے والا شخص خود بھی اپنی نظروں میں حقیر ہوتا ہے
اور دوسرے لوگ بھی اس کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر
تم لوگوں کے سامنے ایسی احادیث بیان کر دو گے جس کا مطلب
وہ نہ سمجھ سکیں تو یہ چیز ان میں سے بعض لوگوں کے لیے
فتنہ کا سبب بن جائے گی۔

۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَأْبَهُ الْوَضْعُ
كَأَنَّكَ تَأْسِفِيَانُ عَنْ أَهْلِ اسْحَقَ عَنْ أَهْلِ الْأَحْوَصِ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ يَحْصِبُ الْمَرْءُ مِنَ الْكُذِبِ
أَنْ يَحْدِثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ۔

۱۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ سَمِعْتُ
عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ مَهْدِيٍّ يَقُولُ لَا يَكُونُ الرَّجُلُ
إِمَامًا مَا يَقْدِرُ بِهِ حَتَّى يُمِيسِكَ عَنْ بَعْضِ
مَا سَمِعَ۔

۱۱۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا عُمَرُ بْنُ
عَلِيٍّ بْنِ مُقَدِّمٍ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ قَالَ
سَأَلَنِي إِيَّاسُ بْنُ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ إِيَّاهُ أَرَأَيْكَ
قَدْ كَلِفْتَ بِعِلْمِ الْقُرْآنِ فَأَقْرَأْ عَلَيَّ سُورَةً وَ
تَسِيرُ حَتَّى أَنْظُرَ فِيْمَا عَلِمْتَ قَالَ فَفَعَلْتُ
فَقَالَ لِي إِحْفِظْ عَلَيَّ مَا أَقْرَأُ لَكَ إِيَّاكَ وَالشَّاعَةَ
فِي الْحَدِيثِ فَإِنَّهُ قَدْ مَا حَقَّقَهَا أَحَدٌ إِلَّا ذَلَّ لَهَا
لَفْسُهُ وَكَذَّبَ فِي حَدِيثِهِ۔

۱۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الظَّاهِرِ وَحَرَمَلَةُ بْنُ يَحْيَى
قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ
شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ مَا أَمْتُ بِمَعْدِي قَوْمًا
حَدِيثًا إِلَّا بَلَّغَهُ عَقُوْلُهُمْ إِلَّا كَانَ لِبَعْضِهِمْ فِتْنَةٌ۔

باب

ضعیف راویوں کی روایت کرنے کی نفی

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الرَّوَايَةِ عَنِ الضُّعَفَاءِ
وَالْإِحْتِيَاظِ فِي تَحْمِلِهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے اخیر زمانہ میں
لوگ ایسی احادیث بیان کریں گے جن کو پہلے دُقم نے سنا

۱۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ
وَرُحَيْلُ بْنُ خَزْبٍ قَالَ لَمَّا عَبَدَ اللَّهُ بْنُ يَزِيدَ
قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي

ہوگا اور نہ مٹا ہے باپ دادا نے لہذا ان سے جس قدر ممکن ہو دُور رہنا۔

أَبُو هَارٍ عَنْ أَبِي عُلَيَّانَ مَسْلُومٍ بَنِ يَسَارٍ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَّهُ قَالَ سَيَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي أَنَاثٌ يُحَدِّثُونَكُمْ
بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنَّهُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قِيَا تَأْكُمُ
وَلَا يَتَّقُونَكُمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں جھوٹے دجال لوگوں کا ظہور ہوگا اور وہ تم کو ایسی احادیث سنائیں گے جن کو تم نے سنا ہوگا نہ مٹا ہے باپ دادا نے جس قدر ممکن ہو تم ان سے دُور رہنا کہیں وہ تمہیں گمراہی اور فتنہ میں نہ مبتلا کر دیں۔

۱۳۔ وَحَدَّثَنِي حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ حَزْمَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ التَّيْمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ وَهْبٍ
قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو شَرَّاحٍ أَنَّهُ سَمِعَ شَرَّاحَ بْنَ حَنْبَلٍ
بْنِ يَزِيدٍ يَقُولُ أَخْبَرَنِي مُسْلِمُ بْنُ كَيْسَارٍ أَنَّهُ
سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَالُونَ
كَدَّ ابْنُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَكَادِيدِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا
أَنَّهُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قِيَا تَأْكُمُ وَلَا يَتَّقُونَكُمْ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شیطان انسانی شکل میں آکر لوگوں کے سامنے کوئی جھوٹی بات کہہ دیتا ہے پھر لوگ منتشر ہو جاتے ہیں اور کوئی شخص کہتا ہے میں ایک شخص کی شکل پہناتا ہوں لیکن اس کا نام نہیں جانتا وہ یہ بات بیان کر رہا تھا۔

۱۵۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْأَشْجَرِيُّ قَالَ نَاوُكِيَّةٌ
قَالَتْ نَأَى الْأَعْمَشُ عَنِ الْأَسَدِيِّ بْنِ رَافِعٍ عَنْ
عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ إِنَّ
الشَّيْطَانَ لَيَتَمَثَّلُ فِي صُورَةِ الرَّجُلِ قِيَا فِي الْقَوْمِ
فَيُحَدِّثُهُمْ بِالْحَدِيثِ مِنَ الْكُذِبِ فَيَتَفَرَّقُونَ
فَيَقُولُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا أَعْرَفْتُ
وَجْهَهُ وَلَا أَدْرِي مَا اللَّهُ يُحَدِّثُ

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سمندر میں بہت سے شیطان مقید ہیں جن کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے مقید کیا ہے قریب ہے کہ ان میں سے کوئی شیطان نکل کر لوگوں کے سامنے قرآن پڑھنا شروع کر دے۔

۱۶۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَاوُكِيَّةٌ الرَّزَّاقِي
قَالَ أَنَا مَعْمَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ عَمْرِو بْنِ النَّاصِبِ قَالَ إِنَّ فِي الْبَحْرِ شَيَاطِينَ
مُسْجُونَ أَوْ كَقَهْقَرَاتِهِمْ يُوشِكُ أَنْ تَخْرُجَ
فَتَقْرَأَ عَلَى النَّاسِ قُرْآنًا

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ بشیر بن کعب حضرت عبد اللہ بن عباس کے پاس گئے اور جا کر کچھ حدیثیں بیان کیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا فلاں فلاں حدیث کو پھر

۱۷۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَسَعِيدُ
ابْنُ عَمْرِو بْنِ الْأَشْجَرِيِّ جَمِيعًا عَنْ ابْنِ عُيَيْنَةَ
قَالَ سَعِيدُ أَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ

مَجْبُورٌ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ جَاءَ هَذَا إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَغْنِي بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ فَجَعَلَ يُحَدِّثُهُ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عُدْ لِحَدِيثٍ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ لَهُ ثُمَّ حَذَّاهُ فَقَالَ لَهُ عُدْ لِحَدِيثٍ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ لَهُ فَقَالَ لَهُ مَا أَذِيتُ أَعُوذُ حَدِيثِي كُلَّهُ وَأَنْكَرْتُ هَذَا أَمْ أَنْكَرْتُ حَدِيثِي كُلَّهُ وَاعْرِفْتُ هَذَا فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّا نَحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَمْ يَكُنْ يُكْذِبُ عَلَيْكَ فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الْقَعْبَ وَالذَّلُولَ فَزَكَّيْنَا الْحَدِيثَ عَنْهُ -

۱۸- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ سَأَلَ عَبْدُ الدَّرَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِذَا كُنَّا نَحْفَظُ الْحَدِيثَ وَالْحَدِيثُ يُحْفَظُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا إِذَا رَكِبْتُمْ كُلَّ قَعْبٍ وَذُلُولٍ فَهِنَّ هَاتِ -

۱۹- وَحَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ سُكَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْفَيْلَقِيُّ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَصِيدٍ يَغْنِي الْعَقَدِيَّ قَالَ نَارَ بَاسِرٍ عَنْ قَلْبِسَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ بُجَاهِدٍ قَالَ جَاءَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ الْعَدَوِيُّ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَجَعَلَ يُحَدِّثُهُ وَيَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَعَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا يَأْذَنُ لِحَدِيثِهِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَا لِي لَا آرَاكَ تَسْمَعُ لِحَدِيثِي أَحَدٌ ثَلَاثَ عَشْرَ مَرَّةً إِذَا سَمِعْتُمْ رَجُلًا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْتَدَأْتُمْ أَبْصَارُنَا وَاصْقَيْنَا إِلَيْهِ يَا ذَانَا فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ

دہراؤد بشر نے وہ حدیثیں دہرا کر پھر کچھ اور حدیثیں بیان کیں حضرت ابن عباس نے فرمایا فلاں فلاں حدیث کو پھر بیان کرو، بشر نے وہ حدیثیں پھر دوبارہ بیان کیں اس کے بعد بشر نے عرض کیا میں نہیں سمجھ سکا کہ آپ نے میری بیان کردہ تمام احادیث کی تصدیق کی ہے یا سب کی تکذیب کی ہے یا ان میں سے صرف انکی تکذیب کی ہے جبکہ آپ نے دہرا دیا جو حضرت ابن عباس نے فرمایا ہم اس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کیا کرتے تھے جب آپ کی طرف جھوٹی بات کی نسبت نہیں کی جاتی تھی لیکن جب سے لوگوں نے سچی اور جھوٹی ہر قسم کی احادیث روایت کرنا شروع کیں تو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو بیان کرنا چھوڑ دیا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ہم خود احادیث یاد رکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث یاد کی جاتی تھیں لیکن جب سے لوگوں نے ہر قسم کی روایات بیان کرنا شروع کر دیں تو ہم نے اس فن کو چھوڑ دیا۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ بشر بن کعب مدنی حضرت ابن عباس کے پاس آکر حدیث بیان کرنے لگے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... لیکن حضرت ابن عباس نے نہ تو ان کی بیان کردہ حدیث غور سے سنی اور نہ ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا بشر کہنے لگے اے ابن عباس میں آپ کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کر رہا ہوں اور آپ ترجمہ بھی نہیں کرتے حضرت ابن عباس نے فرمایا ایک وقت وہ تھا کہ جب کوئی شخص یہ کہتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... تو بے ساختہ ہماری نگاہیں اس کی طرف اٹھتیں اور ہم غور سے اس کی حدیث سنتے لیکن جب سے لوگوں نے ضعیف اور مروج ہر قسم کی روایات بیان کرنی شروع کر دیں تو ہم صرف ان

الصَّبْعَةَ وَالذَّلَّ لَوْلَا لَمْ نَأْخُذْ مِنَ النَّاسِ إِلَّا مَا صُرِفَ
۲۰ - وَحَدَّثَنَا مَا وَدُّ بْنُ عَمْرٍو وَالطَّبَّيُّ
قَالَ نَأْفِخُ بْنُ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ أَبِي مُبَيْكَةَ
قَالَ كَتَبْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَسْأَلُهُ أَنْ يَكْتُبَ
لِي كِتَابًا وَيُخَيِّرَ عَنِّي كَقَالَ وَلَدُنَا صِغَرُ ابْنِ
أَحْتَارُ لَمْ أَلَمْؤُ مَا اخْتِيَارًا وَأَخْبَنِي عَنْهُ قَالَ
قَدْ عَابَقْنَا وَعَلَيْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَبَعْدَ يَكْتُبُ
عَنْهُ أَشْيَاءَ دَيَمُورٍ بِالشَّيْءِ فَيَقُولُ وَاللَّهِ
مَا قَضَى بِهَذَا عَلَيَّ إِلَّا أَنْ يَكُونَ قَتْلًا -

احادیث کہتے ہیں جن کا ہمیں پہلے سے علم ہے۔
ابن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس
کی طرف لکھا کہ میرے پاس کچھ احادیث لکھو اگر پریشیدہ طریقہ
سے بھرا دیکھے۔ حضرت ابن عباس نے سوچا کہ یہ شخص نیک
فطرت ہے میں احادیث کے کچھ ہونے زخیروں سے
صحیح احادیث منتخب کر کے اس کو روانہ کر دوں گا اس کے
بعد حضرت ابن عباس نے حضرت علی کے کچھ ہونے فیصلہ
منگوائے اور ان میں سے بعض آثار لکھنے شروع کیے اور
ان آثار کا مطالعہ کرتے ہوئے حضرت ابن عباس فرماتے
ہیں تم سمجھا اگر حضرت علی نے یہ فیصلہ کیا ہوتا تو وہ گمراہ ہو
جاتے (یعنی لوگوں نے آثار علی میں بھی اپنی طرف سے باقی
ملا دی تھیں۔ سعیدی)

۲۱ - حَدَّثَنَا عَمْرُو الْقَافِدُ قَالَ نَأْسَفِيَانُ بْنُ
عَيْنَةَ عَنْ هُشَيْمِ بْنِ حَجَّيْرٍ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ
أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ بَكَتَابٍ فِيهِ قَضَاءٌ مِنْ عِلِّيٍّ فَحَاةُ
الْأَقْدَارِ قَامَتْ أَرْسُلِينَ بَيْنَ عَيْنَةَ بِدَنَاعِمَ -

طاووس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کے پاس
ایک کتاب لائی گئی جس میں حضرت علی کے فتاویٰ تھے۔ حضرت
ابن عباس نے چند سطروں کے سامع کو متاویا راوی
نے اپنے اہل کتابوں سے اشارہ کر کے بتایا۔

۲۲ - حَدَّثَنَا حَكَمُ بْنُ عَمْرٍو الْحُلَوِيُّ قَالَ نَأْفِخُ
يَعْنِي ابْنَ أَدَمَ قَالَ نَأْفِخُ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ الْأَنْعَشِ
عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ لَمَّا آخَرَهُ شَوْ أَيْلَكَ الْأَنْهِيَاءُ
بَعْدَ عِلِّيٍّ قَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ عِلِّيٍّ قَاتَلَهُهُ
اللَّهُ أَفَى عَلَيْهِمْ أَفْسَدًا -

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کے وصال
کے بعد جب بعض لوگوں نے آپ کے اقوال میں اپنی طرف
سے نئی نئی باتیں ملا دیں تو حضرت علی کے ایک ساتھی نے
کہا خدا ان لوگوں کو غارت کرے! انھوں نے کس قدر عظیم
علم کو ضائع کر دیا۔

۲۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُشَيْرٍ قَالَ أَنَا أَبُو
بَكْرٍ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعَيْرَةَ يَقُولُ
لَمْ يَكُنْ يَصْدُقُ عَلِيُّ فِي الْحَدِيثِ عَنْهُ إِلَّا
مِنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَسْعُودٍ -

حضرت منیرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کے اقوال
کو حضرت عبداللہ بن مسعود کے ساتھیوں کے علاوہ اور کسی
شخص نے صحیح طور پر بیان نہیں کیا۔

باب

بَابُ بَيَانِ أَنَّ الْإِسْنَادَ مِنَ الدِّينِ وَ
أَنَّ الرِّوَايَةَ لَا تَكُونُ إِلَّا عَنِ الثِّقَاتِ وَلَا
جَرَحَ الرِّوَاةُ بِمَا هُوَ فِيهِمْ جَائِزٌ وَلَا وَاجِبٌ
وَأَنَّهُ لَيْسَ مِنَ الْغَيْبَةِ الْمُحَرَّمَةِ

اسناد حدیث اور راویوں پر تنقید کی اہمیت

محمد بن سیرین نے کہا کہ علم حدیث دین کا ایک حصہ
ہے لہذا تم کو دکھانا چاہیے کہ تم کس شخص سے اپنا دین
حاصل کر رہے ہو۔

۲۴۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا حَسَنٍ
تَرْيِدُ عَنْ أَبِي ثَوْبٍ وَهَشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ وَ
حَدَّثَنَا قُضَيْلٌ عَنْ هَشَامٍ قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ
حُسَيْنٍ عَنْ هَشَامٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ إِنَّ
هَذَا الْعِلْمَ دِينٌ فَانْظُرُوا عَنْ مَنْ تَأْخُذُونَ بِهِمْ
۲۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَسْبَجِ
قَالَ تَنَا شُعَيْبُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنْ عَمْرِو بْنِ الْأَحْوَلِ
عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ لَوْ يَكُونُ كَرَاهِيَتُكَ لَوْ أَنَّ
الْإِسْنَادَ كَلِمَةً وَقَعَتْ الْفِتْنَةُ قَالُوا اسْمُوا النَّاسَ
بِمَجَالِكِهِمْ فَيَنْظُرُوا إِلَى أَهْلِ الشُّكِّ فَيُؤْخَذَ حَدِيثُهُمْ وَيَنْظُرَ
إِلَى أَهْلِ الْيَقِينِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ پہلے لوگ سند
حدیث کی تحقیق نہیں کرتے تھے لیکن جب دین میں بگاڑ
سینہ اور فتنہ داخل ہو گئے تو لوگ سند حدیث کی تحقیق کرنے
لگے اور جس حدیث کی سند میں اہل سنت راوی ہوتے اس
کو قبول کرتے اور جس کی سند میں اہل بدعت ہوتے
اس کو چھوڑ دیتے۔

۲۶۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ
أَنَا عِيْسَى وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ قَالَ تَنَا الْأَوْزَاعِيُّ
عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى قَالَ لَعَنْتُ طَائِفَةً فَقُلْتُ
حَدَّثَنِي فُلَانٌ كَيْتٌ وَكَيْتٌ قَالَ إِنْ كَانَ مَا جِئَكَ
مِلَّةً فَخُذْ عَنْهُ

سیمان بن موسی بیان کرتے ہیں کہ میں نے طاؤس
سے ایک ملاقات میں کہا کہ فلاں شخص نے مجھ سے اس
طرح حدیث بیان کی ہے انہوں نے کہا اگر وہ شخص ثقہ
اور دین دار ہے تو اس کی حدیث قبول کر۔

۲۷۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَائِرِيُّ
قَالَ أَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ تَنَا
سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى قَالَ
قُلْتُ لَطَائِسُ إِنْ قُلْنَا حَدَّثَنِي بِكَذَا وَكَذَا قَالَ إِنْ
كَانَ مَا جِئَكَ مِلَّةً فَخُذْ عَنْهُ

سیمان بن موسی بیان کرتے ہیں کہ میں نے طاؤس
سے کہا کہ فلاں شخص نے مجھ سے اس طرح حدیث بیان
کی ہے انہوں نے کہا اگر وہ شخص ثقہ ہے تو اس کی
حدیث قبول کر۔

۲۸۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْظِيُّ قَالَ سَمِعْتُ
الْأَصْبَغِيَّ عَنْ ابْنِ الزُّبَيْنِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَدْرَكْتُ
بِالْمَدِينَةِ مِائَةً كُلُّهُمْ مَا مَزُونَ مَا يُؤْخَذُ عَنْهُمْ
الْحَدِيثُ يَقَالُ كَيْسٌ مِنْ أَهْلِهِ .

۲۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ الْمَكِّيُّ قَالَ سَمِعْتُ
سُفْيَانَ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ بْنُ خَلَّادٍ الْكَلْبِيُّ وَالْفُطَيْهِ
قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ ابْنَ عُيَيْنَةَ عَنْ مِسْعَرٍ قَالَ سَمِعْتُ
سَعْدَ بْنَ ابِرَاهِيمَ يَقُولُ لَا يَحْدِثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الشَّقَاتُ .

۳۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَهْرَادٍ
مِنْ أَهْلِ مَرْوَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ بْنَ عُثْمَانَ
يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْمُبَارَكِ يَقُولُ الْأَسْنَادُ
مِنَ الْوَقِينِ وَكَوْلَا الْأَسْنَادُ لِقَالِ مَنْ شَاءَ قَالَ وَقَالَ
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي الْعَاصِمُ
بْنُ رِزْمَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ يَقُولُ بَيْنَنَا وَ
بَيْنَ الْقَوْمِ الْفَرَاخِ يَعْنِي الْأَسْنَادَ وَقَالَ مُحَمَّدُ
سَمِعْتُ أَبَا اسْحَقَ ابِرَاهِيمَ بْنَ عِيْسَى الطَّالِقَانِيَّ قَالَ
قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ
الْحَدِيثُ الَّذِي جَاءَ عَمْرًا مِنَ الْبَيْتِ بَعْدَ الْبَيْتِ
أَنْ تُصَرِّحَ بِرَبْوِيكَ مَعَ صَدَائِكَ وَلَتُصَوِّمَ لَهَا
مَعَ صَوْمِكَ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ يَا أَبَا اسْحَقَ عَنْ
مَنْ هَذَا قَالَ قُلْتُ لَكَ هَذَا مِنْ حَدِيثِ شَرَفٍ ابْنِ
بْنِ خَرَّاشٍ فَقَالَ ثِقَةً عَنْ قَالَ قُلْتُ عَنْ
الْحَبَّاجِ بْنِ دِينَارٍ قَالَ ثِقَةً عَنْ قَالَ قُلْتُ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا
أَبَا اسْحَقَ إِنَّ بَيْنَ الْحَبَّاجِ بْنِ دِينَارٍ وَبَيْنَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَادِيرٌ تَنْقُطُ
فِيهَا أَحْشَاءُ الْمَطْعِ وَلَكِنْ كَيْسٌ فِي الصَّنَدِ قِيَّةً
اخْتِلَافٌ وَقَالَ مُحَمَّدُ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ

ابن ابی الزناد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ
میں نے مدینہ میں سو آدمی ایسے دیکھے جو ایک سیرت سے
مگر انہیں روایت حدیث کا اہل نہیں سمجھا جاتا تھا۔

مسعر بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعد بن ابراہیم سے
سنا وہ فرماتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
امادیت ثقہ حضرات کے علاوہ اور کسی سے روایت نہ کرو۔

عبدان بن عثمان کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک
فرماتے تھے کہ حدیث کی سند امروین میں سے ہے
اور اگر حدیث کے ثبوت کے لیے سند مروی نہ ہوتی تو ہر
شخص اپنی مرضی سے دین میں اپنی من مانی باتیں کہنے لگتا۔
اور عباس بن رزمہ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک
نے کہا ہمارے اور لوگوں کے درمیان سند حدیث کے
ستون عامل ہیں اور ابواسحاق ابراہیم بن عیسیٰ الطالقانی کہتے
ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے کہا اے ابو عبداللہ!
اس حدیث کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ اپنی نا
کے ساتھ اپنے ماں باپ کے لیے نماز پڑھنا اور اپنے
روزوں کے ساتھ اپنے ماں باپ کے لیے روزے
رکھنا کیا ہے؟ یہ سن کر ابن مبارک نے مجھ سے پوچھا
اے ابواسحاق اس حدیث کو کس نے روایت کیا ہے؟
میں نے کہا شہاب بن خراش نے ابن مبارک نے کہا
کہ وہ ثقہ راوی ہے اچھا! اس نے کس شخص سے روایت
کیا ہے؟ میں نے کہا حجاج بن دیار سے فرمایا حجاج
بھی ثقہ ہے لیکن اس نے کس سے روایت کیا ہے؟
میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت
عبداللہ بن مبارک نے فرمایا اے ابواسحاق! حجاج بن دیار
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تو بہت طویل زمانہ ہے

شَرِيقِي يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ الْمُبَارَكِ
يَقُولُ عَلَى رُؤُوسِ النَّاسِ دَعَا أَحَدِيهِمْ
عَنْ رُبِّكَ كَأَيْتَ فَيَا قَوْمَ كَانَ لَيْسَتْ السَّلَفُ -

یعنی یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ حجاج بن uthman تابعین
میں سے ہیں۔ سعید بن مسعود صحیح ہے کہ (نقل)
ناز اور روزوں کا ثواب والدین کو پہنایا جاسکتا ہے اور
علی بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے
برسر عام سنا وہ فرماتے تھے کہ عمرو بن ثابت کی روایات
کرنا کر دو۔ کیونکہ یہ شخص سلف صالحین کو گالیاں دیتا ہے

۳۱ - حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ بْنِ أَبِي النَّضْرِ
قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو النَّضْرِ مَا شَمُّهُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ
كُنَّا أَبُو عَقِيلٍ صَاحِبَ بُهْمَةٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ
الْقَاسِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ وَبُحَيِّ بْنِ سَعِيدٍ فَقَالَ يَغِي
لِلْقَاسِمِ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ أَتَى فَبَيَّعَ عَلَى مِثْلِكَ عَظِيمٌ أَنْ
تُسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ هَذَا الْيَوْمِ فَلَوْ لَوْ جَدُّ
عِنْدَكَ مِنْهُ يَلْمُ وَلَا تَكْرَهُ أَوْ عَلِمَ لَا مَحْزَنَ لَقَالَ
لَهُ الْقَاسِمُ وَعَمَّ دَاكٍ قَالَ لَا تَلَا ابْنُ إِمَامِي
هَدَى ابْنُ أَبِي بَكْرٍ وَعَمَّ قَالَ يَقُولُ لَهُ الْقَاسِمُ
أَقْبِرْ مِنْ ذَلِكَ عِنْدَ مَنْ عَقَلَ عَنِ اللَّهِ أَنْ
أَقُولَ بِغَيْرِ عِلْمٍ أَوْ أَخَذَ عَنْ غَيْرِ ثِقَةٍ قَالَ
فَسَكَتَ فَمَا أَجَابَهُ -

ابو عقیل بیان کرتے ہیں کہ میں قاسم بن عبد اللہ اور
بُحیی بن سعید کے پاس بیٹھا تھا تو بُحیی نے قاسم سے
کہا اے ابو محمد آپ جیسے عظیم الشان عالم دین کے لیے یہ
بات باعث عار ہے کہ آپ سے دین کے متعلق کوئی سوال
کیا جائے اور آپ کے پاس اس مسئلہ کا حل اور اس کے
بارے میں کوئی دینی معلومات نہ ہوں۔ قاسم نے پوچھا کیوں
باعث عار ہے۔ بُحیی نے کہا اس لیے کہ آپ حضرت ابو بکر
صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر
اماموں کی اولاد میں سے ہیں۔ اس کے جواب میں قاسم نے
کہا جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہو اس کے نزدیک
سب سے زیادہ غلط اور باعث ننگ و عار بات یہ ہے
کہ وہ بغیر علم کے کوئی بات کہے یا کسی سوال کے جواب میں
کسی غیر متبر شخص کی روایت بیان کر دے۔ پھر بُحیی خاموش
ہو گیا اور کوئی جواب نہ دیا۔

۳۲ - حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ الْحَكِيمِ الْعَبْدِيُّ قَالَ
سَمِعْتُ سُفْيَانَ يَقُولُ أَخْبَرَنِي عَنْ أَبِي عَقِيلٍ
صَاحِبِ بُهْمَةٍ أَنَّ ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ سَأَلُوهُ
عَنْ شَيْءٍ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ فَبَيَّعَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ
يَغِي بْنُ سَعِيدٍ وَاللَّهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ
مِثْلَكَ وَأَنْتَ ابْنُ إِمَامِي أَهْدَى يَغِي وَعَمَّ وَابْنُ
عُمَرَ تَسْأَلُ عَنْ أَمْرِ لَيْسَ عِنْدَكَ فَبَيَّعَ عَلَيْهِ فَقَالَ
أَعْظَمُ مِنْ ذَلِكَ وَاللَّهِ عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ مَنْ عَقَلَ

حضرت ابو عقیل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر
کے صاحبزادے سے لوگوں نے کسی چیز کے متعلق دریافت
کیا جس کا انھیں علم نہیں تھا یہ دیکھ کر بُحیی بن سعید ان سے کہنے
لگے قسم یہ خدا یہ بات مجھے باعث عار معلوم ہوتی ہے کہ آپ
جیسے شخص سے جو جلیل القدر اماموں حضرت عمر اور حضرت عبداللہ
بن عمر کا صاحبزادہ ہو کوئی بات پوچھی جائے اور وہ نہ بلکہ وہ زمانے کے خدا کا
قسم جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہو اس کے نزدیک اس
سے زیادہ باعث ننگ و عار یہ ہے کہ وہ بغیر علم کے

عَنِ النَّوَّاسِ أَيْ قَوْلَ بَعْدَ عِلْمٍ أَوْ أَخْبَرَهُ عَنْ قَتْرَةَ قَالَ وَشَهِدَهُمَا أَبُو عَقِيلٍ يَخْبِي بَيْنَ النَّخْلِ جَيْئًا كَذَلِكَ

۳۳۔ وَحَدَّثَنَا عَنْ عَبْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَلِيٍّ أَبُو حَفْصٍ قَالَ سَمِعْتُ يَخْبِي بَيْنَ سَعِيدٍ قَالَ سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ الشَّوَرِيِّ وَشُعْبَةَ وَمَالِكًا وَابْنَ عُكَيْمَةَ عَنِ الرَّجُلِ لَا يَكُونُ قَبْلَكَ فِي الْحَدِيثِ قِيًّا تَنْبِيءُ الرَّجُلِ مَيْسًا لَيْئًا عَنْهُ قَالُوا أَخْبَرَهُ عَنْهُ أَنَّهُ لَيْسَ بِشَيْءٍ

۳۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّضَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ عَزْرٍ عَنْ حَدِيثِ يَشْهَدُ وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى أَسْكَنِةِ الْبَابِ فَقَالَ إِنَّ شَهْرًا تَزْكُوهُ إِنَّ شَهْرًا تَزْكُوهُ قَالَ أَبُو الْحُسَيْنِ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ يَقُولُ أَحَدُهُمَا أَلَسْتَ الْقَاسِ تَكَلَّمُوا فِيهِ

۳۵۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ كُنَّا شَبَابَةً قَالُوا كَانَ شُعْبَةُ وَقَدْ لَقِيتُ شَهْرًا فَكَلَّمُ أَخَذَتْ يَدِي

۳۶۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَهْزَادَ مِنْ أَهْلِ مَرْوٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ قَاتِدٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ كُنْتُ لِسُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ أَنَّ عَمِّي دُرَّ بْنَ كَثِيرٍ مَنْ تَعْرِفُ حَالَهُ إِذَا أَحْدَثَ جَاءَ مَرِيًّا مُرَّ عَظِيمٍ فَتَحْزَى أَنْ أَقُولَ لِلنَّحَّاسِ لَا تَأْخُذْ دُعَاؤُهُ قَالَ سَمِعْتُ بَلِيًّا قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَكُنْتُ إِذَا كُنْتُ فِي مَجْلِسٍ دُكِرَ فِيهِ عَمِّي دُرُّ أُنْفِيتُ عَلَيْهِ فِي دِينِهِ وَأَقُولُ لَا تَأْخُذْ دُعَاؤُهُ

۳۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ أَبِي قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ لِي أَنْتَهَيْتُ إِلَى شُعْبَةَ فَقَالَ هَذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ كَثِيرٍ فَاحْذَرُوهُ

کوئی بات تباہی یا کسی سوال کے جواب میں غیر معتبر شخص کی روایت بیان کر دے۔

یہی بن سعید بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری، شعبہ، مالک اور ابن عیینہ سے پوچھا کہ بعض لوگ مجھ سے ایسے راوی کے بارے میں پرچھتے ہیں جو ناقابل اعتبار ہوتا ہے میں ان سے کیا کہوں ان سب نے کہا ان لوگوں سے کہہ دو کہ وہ راوی ناقابل اعتبار ہے۔

نظر کرتے ہیں کہ ابن عمر اپنے دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑے ہونے لگے۔ ان سے کسی شخص نے شہر بن حوشب کی احادیث کے بارے میں پوچھا انہوں نے جواب دیا اس کو نیزوں سے زخمی کیا گیا ہے اس کو نیزوں سے زخمی کیا گیا ہے۔ امام مسلم فرماتے ہیں یہی لوگ نے اس کی تصدیق کر کے اس کو جرح اور طعن و تشنیع کے نیزوں سے گھائل کیا ہے۔

شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میری شہر سے ملاقات ہوئی لیکن میں نے اس کی احادیث کو قابل روایت نہیں سمجھا۔

عل بن حسین بن واقد بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مبارک نے سفیان ثوری سے کہا کہ عباد بن کثیر کی عادات اور خصائل سے آپ واقف ہیں وہ باوجود عابد و زاہد ہونے کے بڑی عجیب و غریب احادیث بیان کرتے ہیں آپ کی کیا رائے ہے میں لوگوں کو ان کی احادیث بیان کرنے سے روک دوں۔ سفیان ثوری نے کہا کیوں نہیں! حضرت عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں جب کسی مجلس میں عباد کا ذکر ہوتا تو میں اس کی عبادت و ریاضت کا ذکر کرتا لیکن اس کی احادیث قبول کرنے سے لوگوں کو روک دیتا۔

عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں شعبہ کے پاس گیا تو انہوں نے کہا یہ شخص عباد بن کثیر ہے ان کی بیان کردہ احادیث سے احتراز کیا کرو۔

۳۸۔ وَحَدَّثَنِي الْقُضْلُبِيُّ بْنُ سَهْلٍ قَالَ سَأَلْتُ
مُعَلَّى الرَّازِزِيَّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ الْبُزْجِيِّ رَوَى
عَنْ عَجَّادِ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَنْ عِيسَى ابْنِ
يُونُسَ قَالَ كُنْتُ عَلَى بَابِهِ وَشَفِيعَانُ عِنْدَهُ
فَلَمَّا خَرَجَ سَأَلْتُهُ عَنْهُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ
كَذَّابٌ۔

فضل بن سہل بیان کرتے ہیں کہ میں نے معالی راوی
سے محمد بن سعید کے متعلق سوال کیا جس سے عباد بن کثیر
نے روایت کی ہے تو انھوں نے کہا کہ مجھے عیسیٰ بن یونس نے
بتایا کہ میں ایک دن اس کے دروازہ پر کھڑا تھا اور اس کے
پاس سفیان تھے جب سفیان باہر نکلے تو میں نے ان سے
اس کے متعلق پوچھا تو انھوں نے مجھے بتلایا کہ یہ بہت
جھوٹا شخص ہے۔

۳۹۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَتَّابٍ قَالَ
أَخْبَرَنِي عَتَّابُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ
الْقَطَّانِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا كَرَّ الصَّنَائِلِيُّ فِي
شَيْءٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيثِ قَالَ ابْنُ أَبِي
عَتَّابٍ فَلَقِيتُ أَنَا مُحَمَّدَ بْنَ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ
الْقَطَّانَ فَسَأَلْتُهُ عَنْهُ فَقَالَ عَنْ أَبِيهِ لَمَّا كَرَّ
أَهْلُ التَّحِيرِ فِي شَيْءٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيثِ
قَالَ مُسْلِمٌ يَقُولُ يَجْرِي الْأَكْذَابُ عَلَى لِسَانِهِمْ
وَلَا يَتَعْتَدُونَ الْكُذْبَ۔

محمد قطان بیان کرتے ہیں کہ ہم نے بہت سے
نیک لوگوں کو حدیث میں جھوٹ بولتے ہوئے دیکھا ابن
ابی عتاب کہتے ہیں کہ میری ملاقات سعید قطان کے ساتھ
سے مولیٰ انھوں نے بیان کیا کہ میرے والد کہتے ہیں کہ
انھوں نے صاحبین کو حدیث کے سوا اور کسی بات میں جھوٹ
بولتے ہوئے نہیں دیکھا۔ امام مسلم اس کی توجیہ میں فرماتے
ہیں کہ یہ لوگ حدیث شریف میں جھوٹ باتوں کا اضافہ نہیں
کرتے تھے البتہ اتفاقاً حدیث کے معاملہ میں ان کی زبان
سے جھوٹ نکل جاتا تھا۔

۴۰۔ حَدَّثَنِي الْقُضْلُبِيُّ بْنُ سَهْلٍ قَالَ كُنَّا بِزَيْدِ
بْنِ هَارُونَ قَالَ أَخْبَرَنِي فِي حَلِيفَةٍ عَنْ مُوسَى
قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَالِي بْنِ عَبْدِ اللَّهِ فَبَعَثَ
يُنْبِئُنِي عَلَى حَدِّ ثَنِي مَكْحُولٍ فَأَخَذَ كَالْبَسُولِ
فَقَامَ فَتَنَظَّرْتُ فِي الْكُفْرَةِ كَيْدًا إِذْ فِيهَا حَدَّثَنِي
أَبَانٌ عَنْ أَنَسٍ وَأَبَانٌ عَنْ ثَلَاثٍ فَتَرَكْتُ
وَقَعْتُ وَتَمِثُّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ الْخَلَوَاءِ يَقُولُ
رَأَيْتُ فِي كِتَابِ عَمَّانَ حَدِيثَ هِشَامِ ابْنِ الْمِقْدَامِ
حَدِيثُ شَمْرَةَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ هِشَامُ حَدَّثَنِي
رَجُلٌ يَقَالُ لَهُ يَحْيَى بْنُ قُلَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
كَعْبٍ قُلْتُ لِعَمَّانَ إِنَّهُمْ يَقُولُونَ هِشَامُ
سَمِعَهُ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ۔

خلیفہ بن موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں غالب بن عبد
کے پاس گیا تو وہ مجھے مکحول کی روایت کردہ حدیث سنانے
لگا اسی دوران ان کو پیشاب آگیا میں نے اس وقفہ میں
ان کی اصل کتاب کو دیکھا تو اس میں وہ روایت اس طرح تھی کہ
ابان نے انس سے روایت کی اور ابان نے فلاں شخص سے
"میں اسی وقت وہاں سے چلا گیا، اور میں نے حسن بن علی
الخلوانی سے یہ سنا کہ میں نے عفان کی "اصل کتاب" میں عمرو
بن عبد العزیز کی حدیث ہشام ابی مقدام کی سند سے دیکھی،
ہشام نے کہا مجھ سے ایک شخص نے یہ حدیث بیان کی
جس کو یحییٰ بن فلاں کہا جاتا ہے اور وہ محمد بن کعب سے
روایت کرتا ہے خلائی کہتے ہیں کہ میں نے عفان سے
پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہشام نے اس حدیث کو محمد بن کعب
سے سنا ہے۔ عفان نے کہا اسی وجہ سے تو ہشام کو نہیں

فَقَالَ إِنَّمَا ابْتِغَىٰ مِنْ قَبْلِ هَذِهِ الْوَعْدِ كَانِ
يَقُولُ حَدَّثَنِي يَحْيَىٰ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي
بَعْدَ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْ مُحَمَّدٍ -

کہا جاتا ہے۔ پہلے ہشام کہتا تھا کہ میں یحییٰ سے روایت
کرتا ہوں اور اب وہ محمد بن کعب سے روایت کرتے
ہیں بعد میں وہ اس واسطے کہ حذف کر کے کہنے لگائیں بلکہ
راست محمد بن کعب سے روایت کرتا ہوں۔

۴۱ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَهْرَاذَ
قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُثْمَانَ ابْنَ جَبَلَةَ
يَقُولُ قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ مِنْ هَذَا الرَّجُلِ
الَّذِي رَوَيْتَ عَنْهُ حَدِيثَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو وَيَوْمَ
الْفِطْرِ يَوْمَ الْجَوَارِيزِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ الْحَصَّاحِ أَنَّهُ
كَأَنَّكَ فِي يَدَيْكَ مِنْهُ قَالَ ابْنُ قَهْرَاذَ سَمِعْتُ
وَهْبَ بْنَ رُمَةَ يَدُ كُرْعَانَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ
الْمَلِكِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ الْمُبَارَكِ لَوْ رَأَيْتُ
رَوْحَ بْنَ عُطَيْفٍ صَاحِبَ الدُّمِّ قَدْ رَأَىٰ رَوْحَ
وَجَلَسْتُ إِلَيْهِ مَجْلِسًا فَجَعَلْتُ أَسْتَحْيِي مِنْ
أَصْحَابِي أَنْ يَرَوْني جَالِسًا مَعَهُ كَرِهَ حَدِيثُهُ -

عبداللہ بن عثمان بن جبلة بیان کرتے ہیں کہ میں نے
عبداللہ بن مبارک سے پرچھا وہ کون شخص ہے جس سے
آپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث روایت
کرتے ہیں کہ عید الفطر تحفہ تھاقت کا دن ہے۔ ابن مبارک
نے جواب دیا سلیمان بن حجاج سے اور فرمایا میں نے جو تم
کو سلیمان بن حجاج کی امارت بیان کی ہیں تم ان میں غور و فکر
کر لینا اور عبداللہ بن مبارک نے کہا میں نے حدیث دوم
سے کم سخن کی نجاست معلوم ہے کہ کے راوی رمح بن
عطیف کو درگوں میں بیٹھے دیکھا لیکن چونکہ اس کی حدیث
ماتال قبول بھیجی جاتی تھی لہذا اس کی روایت کے مکروہ ہونے
کی وجہ سے مجھے شرم آیا تھی کہ کہیں میرے اصحاب مجھے اس
کے ساتھ دیکھ نہ لیں۔

۴۲ - وَحَدَّثَنِي ابْنُ قَهْرَاذَ قَالَ سَمِعْتُ
وَهْبًا يَقُولُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
الْمُبَارَكِ قَالَ بَقِيَّةٌ صَدُوقُ اللِّسَانِ وَلَكِنَّهُ
يَأْخُذُ عَنْ مَنْ أَقْبَلَ وَأَذْبَرَ -

حضرت عبداللہ بن مبارک بیان فرماتے ہیں کہ بقیہ
سچا آدمی ہے لیکن وہ ہر آنے بھاننے والے شخص سے
حدیث روایت کرتا ہے۔

۴۳ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَاجِيْرُ
عَنْ مُعِيْزَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي الْحَارِثُ
الرَّاعِي عَنْ الْهَمْدَانِيِّ وَكَانَ كَذَّابًا -

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حارث اعور ہمدانی نے
مجھے ایک حدیث بیان کی مگر وہ جھوٹا شخص تھا۔

۴۴ - حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَرَادٍ
الْأَشْعَرِيُّ قَالَ نَاجِيْرُ أَمَّا مَعَهُ عَنْ مُفَضَّلٍ عَنْ
مُعِيْزَةَ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يَقُولُ حَدَّثَنِي الْحَارِثُ
الرَّاعِي وَهُوَ يَشْهَدُ أَنَّ أَحَدَ الْكَاذِبَيْنِ -

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حارث اعور ہمدانی نے
مجھے ایک حدیث بیان کی اور شعبی اس بات کی گواہی دیتے
تھے کہ وہ جھوٹا شخص ہے۔

۴۵ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَاجِيْرُ
عَنْ مُعِيْزَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ قَالَ عَلْقَمَةُ قَدَاتُ

علقمہ نے کہا میں نے قسوان کریم دو سال میں یاد
کر لیا حارث نے جواب میں کہا کہ قرآن کریم کو حاصل کرنا

آسان ہے اور احادیث کو حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔

حادث نے کہا کہ میں نے تیس سال کریم کو تین سال میں
اور حدیث شریف کو دریا تین سال میں حاصل کیا ہے۔

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حادث دیکھ کر کذب یا رقص
کے ساتھ متہم تھا۔

حمزہ زریات بیان کرتے ہیں کہ مروی حدیث نے حادث
سے کوئی (جھوٹی) حدیث سنائی، انہوں نے حادث سے
کہا دروازہ پر بیٹھ جاؤ اور وہ بچہ تلواریں اٹھا لے، حادث
کو یہ خطرہ کا احساس ہو گیا اور وہ فرار ہوا۔

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ ہم سے ابراہیم نے کہا
منیر بن سعید اور ابو عبد الرحیم سے روایت کرنے میں
احتراز کرنا کیونکہ یہ دونوں جھوٹے شخص ہیں۔

عاصم بیان کرتے ہیں کہ ہم نو جوانی میں ابو عبد الرحمن
سلمیٰ کے پاس جایا کرتے تھے انہوں نے ہمیں نصیحت
کی کہ ابوالاحوص کے سوا اور کسی شخص سے حدیث نہ سننا اور
خاص طور پر شقیق سے احتراز کرنا۔ یہ شخص خارجی تھا۔
(بر غلاف شقیق ابو ذر کے کیونکہ وہ ثقہ راوی ہیں، سعید)

جریر بیان کرتے ہیں کہ میری جابر بن یزید جعفی سے
الاناتہ سولی میں نے اس کی روایت کو نہیں لکھا
کیونکہ وہ رجعت کا عقیدہ باطل رکھتا تھا۔

الْقُرْآنَ فِي سِتِّينَ فَقَالَ الْخُرْتُ الْقُرْآنَ هَيِّنٌ
وَالْوَحْيُ أَشَدُّ -

۴۶ - وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا
أَحْمَدُ يَحْيَى ابْنُ يُونُسَ قَالَ نَا زَايِدٌ عَنْ
الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ الْخُرْتَ قَالَ تَعَلَّمْتُ
الْقُرْآنَ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ وَالْوَحْيُ فِي سِتِّينَ أَوْ
قَالَ الْوَحْيُ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ وَالْقُرْآنَ فِي سِتِّينَ -

۴۷ - وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ حَدَّثَنِي
أَحْمَدُ وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ قَالَ نَا زَايِدٌ عَنْ مَنْصُورٍ
وَمُغِيرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ الْخُرْتَ أَكْثَمَ -

۴۸ - وَحَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ
عَنْ حَمْرَةَ الزِّيَّاتِ قَالَ سَمِعْتُ مَرْثَةَ النُّعْمَانِ ابْنِ
مِنْ الْخُرْتَ شَيْئًا فَقَالَ لَهُ أَفَعَدَّ بِالْبَابِ
قَالَ فَدَخَلَ مَرْثَةً وَأَخَذَ سَيْفَهُ وَقَالَ وَأَخْشَى
الْخُرْتَ بِالْشَيْءِ فَذَهَبَ -

۴۹ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ
حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَحْيَى ابْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ
نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ابْنِ عُيُونٍ قَالَ قَالَ لَنَا إِبْرَاهِيمُ
إِيَّاكُمْ وَالْمُغِيرَةَ بْنُ سَعِيدٍ وَآبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ
فَاتَّهَمَا كَذِبًا -

۵۰ - وَحَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا
حَمَّادُ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ قَالَ نَا عَاصِمٌ قَالَ لَنَا نَاقِي ابْنُ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ الشُّكْبِيُّ وَنَحْنُ غِلْمَةٌ أَيْقَاعُ وَكَانَ
يَقُولُ لَنَا لَا تَجَالِسُوا الْقُصَّاصَ غَيْرَ أَبِي الْأَحْوَصِ
وَإِيَّاكُمْ وَشَقِيقًا قَالَ وَكَانَ شَقِيقٌ هَذَا ابْنُ
رَأَى الْخَوَارِجَ وَكَانَ بِأَيْمَنِ وَآبِلٍ -

۵۱ - حَدَّثَنَا أَبُو عَسَاةَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الزَّوَارِ
قَالَ سَمِعْتُ جَرِيرًا يَقُولُ لَقِيتُ جَابِرَ بْنَ يَزِيدَ
الْجُعْفِيَّ فَلَمْ أَكُتُبْ عَنْهُ كَانَ يُؤْمِنُ بِالْوَجْعَةِ -

۵۲۔ وَحَدَّثَنَا حَسَنُ الْخَلَوَائِي قَالَ تَابِعِيُّ بْنُ
أَدَمَ قَالَ تَابِعُ بْنُ كَعْبٍ قَالَ تَابِعُ بْنُ كَعْبٍ قَالَ تَابِعُ بْنُ كَعْبٍ
يُحَدِّثُ مَا أَخَذَ.

۵۳۔ وَحَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ قَالَ تَابِعُ
الْحَمِيدِيُّ قَالَ تَابِعُ بْنُ كَعْبٍ قَالَ تَابِعُ بْنُ كَعْبٍ
يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ تَابِعُ بْنُ كَعْبٍ
أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ فِي حَدِيثِهِ وَكَرَّكَ بَعْضُ
النَّاسِ يَقِيلُ لَهُ وَمَا أَظْهَرَ قَالَ لَا يُعَانِ بِالْوَجْهِ

مسمر بیان کرتے ہیں کہ ہم جابر بن یزید سے اس
کی بدعتیگیوں کے ظہور سے پہلے اس کی بیان کردہ احادیث
روایت کرتے تھے۔

سفیان بیان کرتے ہیں کہ جب تک جابر نے اپنے
باطل عقائد کا اظہار نہیں کیا تھا لوگ اس سے روایت کرتے
تھے لیکن جب اس کی بدعتیگی کا ظہور ہو گئی تو وہ مسمر بن الحکم
ہو گیا اور بعض حضرات نے اس سے روایت ترک کر دی۔ سفیان
سے پوچھا گیا کہ جابر نے کس بدعتیگی کا اظہار کیا تھا سفیان
نے جواب دیا "رجعت" کا۔

نوٹ:- روافض کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی ابراہیم میں ہیں ان کی اولاد میں سے ایک امام برحق پیدا ہو گا اور جب
حضرت علی امام وقت کے خلاف خروج میں اس کی مدد کے لیے اولاد علی کو پکاریں گے تو سب لوگ اس کی مدد کو پہنچیں گے۔
۵۴۔ وَحَدَّثَنَا حَسَنُ الْخَلَوَائِي قَالَ تَابِعُ بْنُ كَعْبٍ
يُحَدِّثُ الْحَقَّاقِي قَالَ تَابِعُ بْنُ كَعْبٍ قَالَ تَابِعُ بْنُ كَعْبٍ
الْحَجَرِ أَحْمَرُ بْنُ مَلِكٍ يَقُولُ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ
يَقُولُ يُعْنَدِي سَمْعُونُ أَلْفَ حَدِيثٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهَا.

۵۵۔ وَحَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ شَائِبٍ قَالَ تَابِعُ بْنُ كَعْبٍ
بْنُ يُونُسَ قَالَ سَمِعْتُ زُهَيْرًا يَقُولُ قَالَ جَابِرُ
أَوْ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ إِنَّ عِنْدِي لَعَمِيْنُ أَلْفَ
حَدِيثٍ مَا حَلَلْتُ مِنْهَا بَشْيَءٌ قَالَ ثُمَّ حَدَّثَ
يَوْمًا بَعْدَ يَوْمٍ فَقَالَ هَذَا مِنْ الْخَمْسِينَ
أَلْفًا.

۵۶۔ وَحَدَّثَنَا إِسْرَاهِيلُ بْنُ خَالِدٍ الْيَشْكُرِيُّ
قَالَ سَمِعْتُ أَبَا التَّوَلِيدِ يَقُولُ سَمِعْتُ سَلَامَ بْنَ
أَبِي مُطَيْعٍ يَقُولُ سَمِعْتُ جَابِرَ الْجَعْفَرِيَّ يَقُولُ
عِنْدِي خَمْسُونَ أَلْفَ حَدِيثٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۵۷۔ وَحَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ قَالَ تَابِعُ
الْحَمِيدِيُّ قَالَ تَابِعُ بْنُ كَعْبٍ قَالَ تَابِعُ بْنُ كَعْبٍ

نہر بیان کرتے ہیں کہ میں نے جابر جعفی سے
میرے پاس پچاس ہزار ایسی احادیث ہیں جن سے میں
نے ابھی تک کوئی بیان نہیں کیا، پھر ایک دن اس نے
ایک حدیث بیان کی اور کہا کہ یہ ان پچاس ہزار احادیث
میں سے ہے۔

سلام بن ابی مطیع کہتے ہیں کہ میں نے جابر جعفی سے
سنا کہ میرے پاس پچاس ہزار احادیث ہیں جو سب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔

سفیان بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے جابر
سے قسم کھائی کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر جو صحیحی ظن اس
سے

۵۸۔ وَحَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ قَالَ تَابِعُ
الْحَمِيدِيُّ قَالَ تَابِعُ بْنُ كَعْبٍ قَالَ تَابِعُ بْنُ كَعْبٍ

سَأَلَ جَابِرًا عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ
حَتَّى يَأْتِيَ زُنَ لِي أَيْ أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي وَهُوَ خَيْرُ
الْحَاكِمِينَ قَالَ فَقَالَ جَابِرٌ كَتَبْتَنِي مَعَ تَأْوِيلِ
هَذِهِ قَالَ سَفِيَانٌ وَكَذَبَ فَقُلْنَا وَمَا
أَدَا بِهَذَا فَقَالَ إِنَّ الرَّاغِبَةَ تَقُولُ إِنَّ
عَلَيْنَا فِي السَّحَابِ فَلَا تَخْرُجُ مَعَهُ مَنْ يَخْرُجُ
مِنْ وَلَدِهِ حَتَّى يَتَأَدَّى مَتَادٍ مِنَ السَّمَاءِ
يُرِيدُكَ عَلَيْنَا أَرَأَيْتَ تَأْدِي أَخْرَجُوا مَعَ فُلَانٍ
يَقُولُ جَابِرٌ كَذَا تَأْوِيلُ هَذِهِ وَكَذَبَ
كَانَتْ فِي اخْتِلَافٍ يُوسُفَ -

الارض حتى ياتن لي ابي او يحكم الله و هو خير الحاكمين -
(ترجمہ: یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں سے
سب سے بڑے بھائی نے مصر میں بنیامین پر چوری کا
الزام لگنے کے بعد کہا) "میں یہاں سے اس وقت تک
نہیں باؤں گا یہاں تک کہ میرے والد اجازت دیں یا اللہ
تعالیٰ حکم فرمائے اور وہ سب سے بہتر حاکم ہے۔"
(۸:۱۲)۔ جابر نے کہا اس آیت کی تفسیر ایسی ظاہر نہیں ہوئی۔
سفیان نے کہا اس نے تھیوت بولا لوگوں نے سفیان سے
پوچھا جابر کی کیا مراد تھی سفیان نے کہا شاید یہ کہتے ہیں کہ حضرت
علی باوریں میں ہیں اور ان کی اولاد میں سے امام برحق اس
وقت کسی امام وقت کے خلاف جنگ کے لیے نہیں نکلے گا
جب تک حضرت علی باوریں سے نہیں پکاریں گے کہ جاؤ
اس کی حمایت میں جنگ کرو۔ سفیان نے کہا جابر جھوٹا ہے
یہ آیت حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے متعلق

سفیان بیان کرتے ہیں کہ میں نے جابر سے میں
ہزار ایسی احادیث سنی ہیں جن میں سے میں کسی کا ذکر ہائوں نہیں
سمجھتا خواہ اس کے بعض کچھ کتابی مال رہا مائے ابوسان
محمد بن عمر و رازی بیان کرتے ہیں کہ میں نے جبریر بن عبد الحمید
سے پوچھا کیا آپ عمارت بن حصیر سے ملے ہیں انھوں
نے کہا ہاں وہ ایک بڑا شخص ہے زیادہ تر خاموش رہتا
ہے لیکن بڑھیا سے بڑی فاحش بات پر فٹ جاتا ہے۔

حامد بن زید بیان کرتے ہیں کہ ایوب نے ایک
شخص کے بارے میں کہا کہ وہ سچا نہیں ہے اور دوسرے
کے بارے میں کہا کہ وہ تحریر میں زیادہ کر دیتا ہے۔

ایوب نے ذکر کیا کہ میرا ایک ہمسایہ ہے اور وہ

۵۸۔ وَحَدَّثَنَا سَكْمَةُ قَالَ قَالَ الْحَمِيدِيُّ
قَالَ تَأْسَفِينَ قَالَ مِمَّ حَتَّى جَابِرٌ أَيْ حَدَّثَنَا
يَنْحَوُّ مِنْ تِلْكَ ثَلَاثِينَ أَلْفَ حَوِيْثٍ مَا اسْتَحْجَلُ
أَنْ أَذْكَرَ مِنْهَا شَيْئًا وَرَأَى لِي كَذَا وَكَذَا أَوْ
سَمِعْتُ أَبَا عَسَّانَ مُحَدِّثًا عَنْ عَمْرِو الرَّاغِبِيِّ
قَالَ سَأَلْتُ جَبْرِ بْنَ عَبْدِ الْحَمِيدِ فَقُلْتُ
الْخَرِيفُ بْنُ حَصِيْرَةَ يَقِيْنُكَ قَالَ تَعْمَلُ كَيْفَ طَوِيْلُ
الشُّكُوْبِ يَصِرُّ عَلَى أَمْرٍ عَظِيْمٍ -

۵۹۔ حَدَّثَنَا ثَنِيٍّ أَحْمَدُ بْنُ إِسْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ
قَالَ حَدَّثَنَا ثَنِيٌّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ قَهْمٍ عَنْ حَمَّادِ
بْنِ مَرْيَدٍ قَالَ وَذَكَرَ أَيُّوبُ رَجُلًا يَوْمًا فَقَالَ لَمْ
يَكُنْ بِمُسْتَقِيمٍ اللِّسَانِ وَذَكَرَ آخَرَ فَقَالَ هُوَ
يَزِيدُ فِي الرَّفْعِ -

۶۰۔ حَدَّثَنَا ثَنِيٌّ حَمَّادُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ تَأْ

بڑی خوبوں والا ہے تاہم اگر وہ دو کچھروں کے بائے
میں بھی شہادت دے تو میں اس کی شہادت کو ہائز نہیں
سمجھوں گا۔

معمم کہتے ہیں کہ میں نے عبدالکریم کے علاوہ الیرب
کو اور کسی شخص کا عیب بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا اس
کے بائے میں انھوں نے کہا وہ غیر ثقہ ہے اس نے مجھ سے
حضرت لکرمہ کی ایک حدیث سنی اور یہ کہتا پھرنا ہے کہ میں
نے براہ راست یہ حدیث لکرمہ سے سنی ہے۔

ممام بیان کرتے ہیں کہ ابو داؤد نام کا ایک نابینا
شخص ہم سے کہنے لگا کہ اس نے براہین غازیہ اور
زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے احادیث سنی ہیں۔ ہم نے
حضرت قتادہ سے اس کی تحقیق کی قتادہ نے کہا کہ یہ جھوٹا ہے
یہ شخص طاعون جارت کے زمانہ میں لوگوں سے بھیک مانگتا
پھرنا تھا اور اس نے ان سے سماع حدیث نہیں کیا۔

نویس: امام نووی فرماتے ہیں طاعون جارت سے یا شمسہ میں واقع ہوا تھا۔

ممام بیان کرتے ہیں کہ نابینا ابو داؤد حضرت قتادہ کے
پاس گیا جب وہ چلا گیا تو لوگوں نے حضرت قتادہ سے
کہا اس شخص کا دعویٰ ہے کہ وہ احادیث بدری صحابہ سے
بلا ہے، قتادہ نے کہا یہ شخص طاعون جارت سے
پہلے بھیک مانگتا تھا اس کو فن حدیث سے کوئی لگاؤ
تھا اور یہ اس میں گفتگو کرتا تھا۔ ہذا کی قسم حدیث پاک
کے علاوہ حسن بصری اور سعید بن مسیب جیسے لوگوں نے بھی
کسی بدری صحابی سے براہ راست روایت نہیں کی۔

رقبہ بیان کرتے ہیں کہ ابو جہر ناشی، حق اور محبت
آمیز کلام کو حدیث بنا ڈالتے تھے اور کہہ دیتے تھے کہ
یہ حضور کی احادیث ہیں حالانکہ فی الواقع وہ باتیں حضور کی احادیث
نہ ہوتی تھیں۔

سُكَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَأْتِيَنَا دُبُونُ زَيْدٍ قَالَ
قَالَ أَيُّوبُ بْنُ أَبِي جَدْرَةَ أَتُحَدِّثُكَ مِنْ قَضَائِهِ
لَوْ شِئْتُ عَلَى تَمَرَاتَيْنِ مَا رَأَيْتُ شَهَادَتَهُ جَائِزَةً
۶۱ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَحَبَّابُ بْنُ
السَّاعِي قَالَ لَأَنَا عِنْدَ الزُّهْرِيِّ قَالَ كَانَ مَعَهُ قَارِئٌ
أَيُّوبُ اغْتَابَ أَحَدًا أَقْبَرُ الْأَعْمَةِ الْأَكْبَرُ يُعْنِي أَبَا أُمَيَّةَ
قَالَ زَكَرَا فَقَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ كَانَ غَيْرَ ثِقَةٍ لَقَدْ سَأَلَنِي
عَنْ حَدِيثٍ يَرْوَاهُ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرُو مَسَّ

۶۲ - حَدَّثَنِي الْعَصَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنِي
عَمَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَأْتِيَنَا قَوْمٌ قَالُوا قَدِمَ عَلَيْنَا
أَبُو دَاوُدَ الْأَعْمَى فَجَعَلَ يَقُولُ لَنَا الْبَرَاءُ وَ
نَنَا زَيْدُ بْنُ أَرْقَمٍ هَذَا كَرْنَا ذَلِكَ لِقَتَادَةَ
فَقَالَ كَذَبَ مَا سَمِعَ مِنْهُمْ إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ
سَائِلًا يَتَكَلَّفُ النَّاسَ زَمَنَ طَاعُونِ الْجَارِيَةِ

نویس: امام نووی فرماتے ہیں طاعون جارت سے یا شمسہ میں واقع ہوا تھا۔
۶۳ - وَحَدَّثَنِي حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَوَاتِيُّ
قَالَ قَاتِلُ بْنُ قَارِظٍ قَالَ أَتَانَا هَذَا قَوْمٌ
وَجَعَلَ أَبُو دَاوُدَ الْأَعْمَى عَلَى قَتَادَةَ قَدِمْنَا قَامَ
قَالُوا إِن هَذَا أَيْزَعُ أَمَّا كَيْفَ ثَمَانِيَةِ عَمْرُو مَسَّ
فَقَالَ قَتَادَةُ هَذَا كَانَ سَائِلًا قَبْلَ الْجَارِيَةِ
لَا يَغْرِضُ لِشَيْءٍ مِنْ هَذَا وَلَا يَتَكَلَّمُ فِيهِ فَمَا لِلَّهِ مَا
حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ بَدْرِ بْنِ مَسْعُودٍ وَلَا حَدَّثَنَا
سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ بَدْرِ بْنِ مَسْعُودٍ إِلَّا عَنْ
سَعِيدِ بْنِ مَالِكٍ

۶۴ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَأْتِيَنَا
جَعْفَرُ بْنُ رَقَبَةَ أَنَّ أَبَا جَعْفَرٍ الْهَاشِمِيَّ الْمَدَنِيَّ
كَانَ يَصْنَعُ أَحَادِيثَ كَلَامَ حَقٍّ وَكَيْسَتْ مِنْ
أَحَادِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ
يُرْوِيهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نہیں لگائے جائیں گے۔ ابوب نے کہا جھوٹ کہتا ہے
میں نے عمرو حسن بصری سے سنا ہے کہ جو شخص نیبذی کر دیکھو
ہو جائے اسے کوڑے لگائیں جائیں گے۔

سلام بن ابی مطیع کہتے ہیں کہ ابوب کو یہ خبر پہنچی کہ بنی عمرو
کے پاس روایت حدیث کے لیے ملنا ہوں ایک دن وہ
مجھ سے ملے اور کہنے لگے کہ یہ بتاؤ تمہیں جس شخص کے
دین کا اعتبار نہیں ہے اس کی روایت پر اعتماد کیسے کر
سکتے ہو۔

ابرونی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عمرو بن عبید سے
اس وقت احادیث کا سماع کیا تھا جب اس نے حدیثیں
وضع (لکھنی) کرنی شروع نہیں کیں تھیں۔

مساذ غبرہ ہی بیان کرتے ہیں کہ میں نے شعبہ کو کھاکہ
ابو شیبہ قاضی واسطہ کے پاس سے میں آپ کی کیا رائے ہے
شعبہ نے مجھے جواب میں کھاکہ کہ ابو شیبہ کی کوئی روایت نہ
لکھنا اور میرے اس خط کو پھاڑ دینا۔

عفان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حماد بن سلمہ کے
سامنے وہ حدیث سنا لی جس کو صالح مرقی نے ثابت سے
روایت کیا ہے حماد نے کہا صالح مرقی جھوٹا ہے اور
میں نے مہام کے سامنے صالح مرقی کی حدیث بیان کی تو
مہام نے بھی کہا کہ صالح مرقی جھوٹا ہے۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ مجھ سے شعبہ نے کہا کہ جریر بن
حازم سے جا کر کہو کہ حسن بن عمارہ کی کوئی روایت بیان
کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے ابوداؤد
کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ سے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے شعبہ
نے کہا حسن نے حکم کی روایت سے ہمیں ایسی احادیث
بیان کی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے میں نے شعبہ سے
پوچھا ایسی کون سی روایت ہے انھوں نے کہا میں نے
حکم سے پوچھا تھا کیا شہداء اُحد پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
نار پڑھی تھی اس نے جواب دیا نہیں پڑھی تھی لیکن حسن بن عمارہ

الْحَسَنُ قَالَ لَا يُجْلَدُ الشَّكْرَانُ مِنَ النَّبِيِّ
فَقَالَ كَذَبَ الرَّكْبَا سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ يُجْلَدُ
الشَّكْرَانُ مِنَ النَّبِيِّ۔

۴۹۔ وَحَدَّثَنِي حَجَّاجٌ قَالَ نَأْسِكُنُ بَنِي
حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَامَ بْنَ أَبِي مُطَيْعٍ يَقُولُ بَكَرَ
أَبُو بَآئِ أَرَقِي عَمْرُو وَاقْبَلْ عَلَيَّ يَوْمَافَقَالَ
أَرَأَيْتَ رَجُلًا لَا تَأْمَنُهُ عَلَى دِينِهِ كَيْفَ تَأْمَنُهُ
عَلَى الْحَدِيثِ۔

۵۰۔ وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ قَالَ سَأَلْنَا
الْحُسَيْنَ بْنَ سَالِمٍ قَالَ نَأْسِكُنُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا مُوسَى
يَقُولُ نَأْمَنُ بَنِي عُيَيْبٍ قَبْلَ أَنْ يُحْدِثَ۔

۵۱۔ حَدَّثَنِي عُثَيْبُ بْنُ مَعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ
قَالَ نَأْمَنُ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى شُعْبَةَ أَسْأَلُكَ عَنْ أَبِي
شُعْبَةَ قَاضِيَةِ الْوَسْطِ مَكَتَبُكَ لَمْ تَكْتُبْ عَنْهُ
شَيْئًا وَمَرَّقِي كِتَابِي۔

۵۲۔ وَحَدَّثَنَا الْخُلَوَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَفَانَ
قَالَ حَدَّثَنِي حَمَادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ صَالِحِ الْمُرِّي
يَحْدِثُ عَنْ ثَابِتٍ فَقَالَ كَذَبٌ وَحَدَّثَنِي هَمَّامُ
عَنْ صَالِحِ الْمُرِّي يَحْدِثُ فَقَالَ كَذَبٌ۔

۵۳۔ وَحَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ عَمِلَانَ قَالَ سَأَلْنَا
أَبُو دَاؤُدَ قَالَ قَالَ لِي شُعْبَةُ إِنِّي جَرِيرُ بْنُ
حَارِثٍ قَتَلَ لَمْ لَا يَجِلُّ لَكَفَرَن تَرْوِي عَنْ
الْحَسَنِ بْنِ عُمَارَةَ فَإِنَّهُ يَكُوبُ قَالَ أَبُو دَاؤُدَ
قُلْتُ بِشُعْبَةَ وَكَيْفَ ذَاكَ فَقَالَ سَمِعْتُ الْحَكَمَ
بِأُشْيَاءَ لَمْ أَجِدْ لَهَا أَصْلًا قَالَ قُلْتُ لَمْ يَأْتِ
شَيْءٌ قَالَ قُلْتُ لِحَكَمٍ أَصْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَتْلِ الْحَبِ فَقَالَ لَمْ يُفْصَلْ
عَلَيْهِمْ فَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ عَنْ الْحَكَمِ

نے حکم سے روایت کیا اور مقسم از ابن عباس کی سند سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدار احمد کی ناز پرچی اور پھر ان کو دین کر دیا، اس کے علاوہ میں نے حکم سے ولد النزال کی ناز جنازہ پڑھنے کے بارے میں پوچھا حکم نے کہا ہاں ایسے لوگوں کی ناز جنازہ پڑھی جائے گی میں نے پوچھا آپ یہ حدیث کس سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا حسن بصری سے لیکن حسن بن عمار نے یہ حدیث حکم سے یحییٰ بن جزار از حضرت علی روایت کی، (یہی پہلی حدیث کی اصل عبارت میں اور دوسری کی سند میں غلطی کی ہے)۔

یزید بن ہرون نے زیاد بن میمون کے پاس سے کہا کہ میں قسم کھا چکا ہوں کہ اس سے کوئی حدیث روایت کروں گا اور خالد بن محمد سے کیونکہ ایک بار میں نے زیاد بن میمون سے ایک حدیث پر بھی تزیاد نے بحر مزی کی روایت سے وہ حدیث بیان کی، دوبارہ ملاقات پر اس سے وہی بات پوچھی تو اس نے ترقی کی روایت سے بیان کی، سہ بارہ ملاقات پر اس سے ہی حدیث پوچھی تو دوسری حدیث حسن کی روایت سے بیان کی، ابن ہرون، زیاد اور خالد دونوں کو جھوٹا کہتے تھے۔ طوافی کہتے ہیں کہ عبد الصمد کے سامنے زیاد بن میمون کا ذکر ہوا تو انھوں نے بھی اسے جھوٹا قرار دیا۔

محمود بن عیلام روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو داؤد طلاس سے پوچھا کہ آپ عباد بن منصور کی روایت بکثرت بیان کیا کرتے تھے کیا آپ نے ان سے طر فرغش عورت کی وہ حدیث نہیں سنی جو نصر بن شہیل نے ہم سے بیان کی تھی، ابو داؤد نے جواب دیا خاموش رہو! ایک دفعہ میں اور عبد الرحمن بن مہدی، زیاد بن میمون سے ملے تھے اور ان سے پوچھا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو تم احادیث روایت کرتے ہو وہ کہاں تک

عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَيْهِمْ وَدَقَّنَهُمْ قُلْتُ لِيُحْكِمَ مَا تَقُولُ فِي آوَادِ الزُّبَا قَالَ يُصَلِّي عَلَيْهِمْ قُلْتُ مِنْ حَدِيثٍ مَنْ يُرْوَى قَالَ يُرْوَى عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ فَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ عَمَّارٍ ثَنَا الْحَكَمُ عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَارِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ -

۴۴۔ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْخَلَوَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ هَارُونَ وَذَكَرَ يَزِيدُ بْنُ مَيْمُونٍ فَقَالَ حَدَّثْتُ أَنْ لَا أُرْوَى عَنْهُ شَيْئًا وَلَا عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدُودٍ وَ قَالَ لَقَيْتُ زِيَادَ بْنَ مَيْمُونٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ حَدِيثٍ وَحَدَّثَنِي بِهِ عَنْ بَكْرِ الْأُمْدَنِيِّ ثُمَّ عُدْتُ إِلَيْهِ وَحَدَّثَنِي بِهِ عَنْ مُوَرِّقٍ ثُمَّ عُدْتُ إِلَيْهِ وَحَدَّثَنِي بِهِ عَنِ الْحَسَنِ وَكَانَ يَنْسِبُهُمَا إِلَى الْكَذِبِ قَالَ الْخَلَوَانِيُّ سَمِعْتُ عَبْدَ الصَّمَدِ وَذَكَرْتُ يَزِيدَ بْنَ مَيْمُونٍ فَتَنَسَّبَ إِلَيَّ الْكَذِبَ -

۴۵۔ وَحَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ عِيْلَانَ قَالَ قُلْتُ لِيَزِيدُ دَاوُدَ الرِّطَابِيِّ قَدْ أَكْثَرْتُ عَنْ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُورٍ فَتَمَّا لَكَ لَمْ تَسْمَعْ مِنْهُ حَدِيثَ الْخَطَّارَةِ الَّتِي رَوَى لَنَا النَّضْرُ بْنُ شَمِيلٍ فَقَالَ لِي أَسْكَتُ قَنَا لَقَيْتُ يَزِيدَ بْنَ مَيْمُونٍ وَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ مَهْدِيٍّ فَسَأَلْتَا قُلْنَا لَمْ نَرِ الْاِحَادِيثَ الَّتِي تَرَوْنَهَا عَنْ أَنَسٍ فَقَالَ أَرَأَيْتُمَا رَجُلًا يُذْنِبُ فَيَتُوبُ أَلَيْسَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِ قَالَ

قُلْنَا نَعَمْ قَالَ مَا سَمِعْتُ مِنْ أَنَسٍ مِنْ ذَا
قَلِيلٍ وَلَا كَثِيرٍ إِنْ كَانَ لَا يَعْظُمُ النَّاسُ
وَأَنْتُمَا لَا تَعْلَمَانِ إِنِّي لَمَّا لَقِيتُ النَّسَّ قَالَ أَبُو
دَاوُدَ فَبَلَّغْنَا بَعْدَ أَنْ يَزِيدَ قَاتِلِنَا هَ أَتَا
وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ فَقَالَ أَكْثُوبٌ ثُمَّ كَانَ بَعْدَ يَحْيَى
فَتَوَلَّيْنَا هـ

صحیح ہیں، زیادہ سے جواب دیا اگر کوئی شخص گناہ کرے اور
پھر اس پر توبہ کرے تو کیا تم دونوں کے خیال میں اللہ تعالیٰ
اس کی توبہ نہیں قبول کرے گا ہم نے کہا کیوں نہیں ایسا
نے کہا میں نے حضرت انس سے کسی قسم کی کوئی حدیث روایت
نہیں کی، ہر چند کہ عام لوگوں کو اس بات کا پتا نہیں تاہم تم
دونوں تو رہائے ہو کہ میں نے نہ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ
سے ملاقات کی ہے اور نہ ان کا زمانہ پایا ہے۔ ابو داؤد
نے کہا کچھ عرصہ کے بعد میں پھر معلوم ہوا کہ زیادہ سے پھر
حضرت انس کی روایات بیان کرنی شروع کر دی ہیں،
میں اور عبدالرحمن دوبارہ اس کے پاس گئے، اس نے
پھر توبہ کر لی لیکن پھر توبہ توڑ دی اور حضرت انس کی روایات
بیان کرنے لگا۔ بالآخر ہم نے اسے چھوڑ دیا۔

عبدالقدوس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے مدح کو "عرض" بنانے سے منع فرمایا ہے
ان سے اس حدیث کا مطلب پوچھا گیا تو انھوں نے کہا
ہوا داخل ہونے کے لیے دیوار میں کوئی روشن دان نہ بنایا
جائے ورنہ اس نے یہ حدیث صحیح بیان نہیں کی اصل لفظ عرض
ہے جس کا معنی ہے نشانہ اور حدیث کا مطلب یہ ہے
کہ نشانہ کی مشق کرنے کے لیے کسی جاندار کو توجہ مشق نہ
بنایا جائے۔ سعید بن مسعود، امام مسلم فرماتے ہیں کہ عبید اللہ بن
عمر قراری کہتے تھے کہ حماد بن زید نے مہدی بن ہلال کے
پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ
تمہیں چشمہ تمہاری طرف سے نکلا ہے انھوں نے
اشارات میں کہا ہاں اسے ابواسامیل۔

ابو عوانہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جس سے
بھی حسن کی روایت سنی میں اس کو لے کر فوراً ابان بن ابی
عباس کے پاس گیا اور ابان نے اسی وقت وہ حدیث
پڑھ کر مجھے سنا دی۔

علی بن مسہر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو حمزہ ثمالی

۴۶۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ الْخَلَوَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ
شَبَابَةَ قَالَ كَانَ عَبْدُ الْقَدِّسِ يُحَدِّثُنَا يَقُولُ
سُوَيْدُ بْنُ غَفَلَةَ قَالَ شَبَابَةُ وَسَمِعْتُ عَبْدَ
الْقَدِّسِ يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنْ يَتَّخِذَ الرَّوْحَ عَرْضًا قَالَ فَقِيلَ لَهُ
أَيُّ شَيْءٍ هَذَا قَالَ يَعْنِي يَتَّخِذُ كَوْكَبًا فِي خَاطِطِ
لَيْتِ خُلِّ عَلَيْهِ الرَّوْحُ وَسَمِعْتُ عُبَيْدَةَ اللَّهِ بْنِ
عَمْرِ الْقَوَارِيرِيِّ يَقُولُ سَمِعْتُ حَمَّادَ بْنَ زَيْدٍ
يَقُولُ لِرَجُلٍ بَعْدَ مَا جَلَسَ فَهَدَى بَنُ هَلَالٍ
يَا أَيُّهَا مَا هَذِهِ الْعَيْنُ الْمَالِحَةُ الَّتِي تَبْعَثُ
فَبَلَّغَكُمْ قَالَ كَعْبٌ يَا أَيُّهَا اسْمِعِينِ۔

۴۷۔ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْخَلَوَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ
عَفَّانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَوَانَةَ قَالَ مَا بَلَغَنِي عَنْ
الْحَسَنِ حَدِيثٌ إِلَّا أَتَيْتُ بِهِ أَبَانَ بْنَ أَبِي عَتِيكٍ
فَقَرَأَهُ عَلَيَّ۔

۴۸۔ وَحَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَحْنُ

نے ابان بن ابی عیاش نے تقریباً ایک ہزار احادیث کا سماع کیا پھر جب میری حمزہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایان سے سنی ہوئی اس وقت سنا میں میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف پانچ چھ حدیثوں کی تصدیق کی۔

کریم بن عدی بیان کرتے ہیں کہ ابو اسحاق قزاسی نے مجھ سے کہا "بقیہ" اگر غیر معروف حضرات کی روایات بھی بیان کریں تو وہ بھی کھلینا اور اسماعیل بن عیاش کی بیان کردہ کسی روایت کو نہ کھنا خواہ معروف حضرات سے بیان کرے یا غیر معروف حضرات سے۔

ابن مبارک نے کہا "بقیہ" معتبر شخص سے کاش وہ راویوں کے ناموں کو ان کی کثرتوں کے ساتھ اور ان کی کثرتوں کو ان کے ناموں سے نہ تبدیل کر دیتا۔ ایک عرصہ تک وہ ہم کو ابو سعید و عاصی کی روایت بیان کرتا رہا بعد میں چھان بین سے معلوم ہوا کہ وہ عبد اللہ بن قیس سے ہے۔ عبد الرزاق کہتے ہیں کہ میں نے ابن مبارک کو عبد اللہ بن قیس کے سوا کسی شخص کو جھڑپا کرتے ہوئے نہیں سنا۔

عبد اللہ بن عبد الرحمن دلمی بیان کرتے ہیں کہ ابو نعیم نے کہا کہ ان کے سامنے مطی بن عرفان نے کہا کہ ابو اسحاق نے بیان کیا کہ ہم سے سامع عبد اللہ بن سعید جنگ صفین کے میدان سے آئے تھے۔ ابو نعیم نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تمہارے خیال میں وہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو گئے تھے۔

عرفان بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ ہم اسماعیل بن علیہ کی مجلس میں تھے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے روایت بیان کی میں نے کہا وہ غیر معتبر شخص ہے وہ شخص کہتے دیکھ کہ تم نے اس کی فہیت کی ہے یہ سن کر اسماعیل نے

عَلَيْ بْنِ مُسْهِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَا وَحَسَنَ بْنَ الرَّيَّانِ مِنْ أَبَانَ بْنِ أَبِي عِيَّاشٍ قَالُوا مِنْ أَلْفِ حَدِيثٍ قَالَ عَلِيُّ فَلَقِيْتُ حَمَزَةً فَأَخْبَرَ فِي أَنَّهُ تَرَاىَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ فَعَرَضَ عَلَيْهِ مَا سَمِعَ مِنْ أَبَانَ فَخَرَفَتْ مِنْهَا إِلَّا ثَلَاثِينَ يَسِيرًا خَمْسَةً أَوْ سَبْعَةً۔

۷۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ أَنَا ذَكَرْتُ ابْنَ عَبْدِ قَدِي قَالَ قَالَ لِي أَبُو إِسْحَاقَ الْقَزَاسِيُّ أَكْتُبُ عَنْ بَقِيَّةٍ مَا رَوَى عَنْ غَيْرِ الْمَعْرُوفِينَ وَكَأَنَّكَ تُكْتُبُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عِيَّاشٍ مَا رَوَى عَنْ الْمَعْرُوفِينَ وَكَأَنَّكَ عَنْ غَيْرِهِمْ۔

۸۰۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ سَمِعْتُ بَعْضَ أَصْحَابِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ لِي نَعَمْ الرَّجُلُ بَقِيَّةٌ كَوْنًا أَلَّا يَكُنِيَ إِلَّا سَامِعًا وَكَانَ الْكُنَى كَانَ ذَهْرًا أَوْ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْوُحَاظِيُّ فَتَنَظَّرْنَا فَإِذَا هُوَ عَبْدُ اللَّهِ الْقُدُّوسِ۔

۸۱۔ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّزَّاقِ يَقُولُ مَا رَأَيْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ يَفْصَحُ بِقَوْلِهِ كَذَا ابْنُ الْأَعْبَدِ الْقُدُّوسِ فَإِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ لَهُ كَذَا ابْنُ۔

۸۲۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَانَ نَعِيمًا وَذَكَرَ الْمَعْلِيُّ بْنُ عِزِّدَانَ فَقَالَ قَالَ لَهُ هَذَا أَبُو وَائِلٍ قَالَ تَحَرَّجَ عَلَيْنَا ابْنُ مَسْعُودٍ بِصِقْلَيْنِ فَقَالَ أَبُو نَعِيمٍ أَتَرَا لَا بَعَثَ بَعْدَ الْمَوْتِ۔

۸۳۔ وَحَدَّثَنَا عَنْ عَبْدِ رَبِّ بْنِ عَلِيٍّ وَحَسَنِ بْنِ الْحُلَوَانِيِّ كِلَاهُمَا عَنْ عَقَّانِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَلِيَّةٍ وَحَدَّثَنَا رَجُلٌ عَنْ رَجُلٍ فَقَالَ إِنَّ هَذَا الْيَسَّ يَنْتَبِئُ

میری تائید میں کہا انہوں نے طبیعت نہیں بلکہ فن روایت میں اس کا مقام متعین کیا ہے۔

بشر بن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام مالک بن انس سے محمد بن عبدالرحمان کے ہاں سے میں پرچھا جو سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں فرمایا وہ غیر ثقہ ہے پھر میں نے ان سے ابراہیم بن ابی ذئب کے ہاں سے میں پرچھا، فرمایا وہ بھی غیر ثقہ ہے، پھر شعبہ کے ہاں سے میں پرچھا جس سے ابن ابی ذئب روایت کرتا ہے فرمایا وہ بھی غیر ثقہ ہے پھر میں نے قوامہ کے آواز کو وہ غلام صاحب کے متعلق پرچھا فرمایا وہ بھی غیر ثقہ ہے۔

پھر میں نے حرام بن عثمان کے ہاں سے میں پرچھا فرمایا غیر ثقہ ہے، ان پانچوں کے ہاں سے میں امام مالک کے عدم ثقاہت کی تصریح کر دی پھر میں نے ایک شخص کے ہاں سے میں پرچھا جس کا نام مجھے بھول گیا آپ نے فرمایا کیا تم نے اس کا نام میری کتابوں میں دیکھا ہے میں نے کہا نہیں، فرمایا اگر وہ ثقہ راوی ہوتا تو تم اس کا نام میری کتابوں میں ضرور دیکھتے۔

حاجہ بیان کرتے ہیں کہ ابن ابی ذئب نے ہم سے شریک بن سعد روایت بیان کی مگر شریک بن سعد نے ہم سے کہے۔

ابراہیم بن ابی حاتم نے کہا کہ عبداللہ بن مبارک فرما کرتے تھے اگر مجھے اختیار دیا جاتا کہ پہلے بنی جنت میں داخل ہوں یا پہلے عبداللہ بن عمر سے ملاقات کر لوں تو میں اس سے ملاقات کرنے کو پسند کرتا اور جنت میں اس کے بعد جانا لیکن جب میں نے اس کی تحقیق کی تو وہ مجھے اذیت کی میسگنی سے بھی بدتر معلوم ہوا۔

مرید بن ابی امیہ کہا کرتے تھے کہ میرے بھائی سے احادیث روایت نہ کیا کرو۔ (یعنی یحییٰ بن امیہ)۔

قَالَ فَقَالَ الرَّجُلُ اُعْتَبَرْتَهُ قَالَ اِسْمَاعِيلُ مَا اُعْتَابَهُ وَلَيْكُنْهُ حَكَمًا اَنَّهُ لَيْسَ بِثِقَةٍ -

۸۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ الدَّارِمِيُّ قَالَ سَمِعْتُ اِبْنَ عُمَرَ قَالَ سَأَلْتُ مَالِكَ بْنَ اَنَسٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الَّذِي يَدْرِي عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَسَأَلْتُ مَالِكَ بْنَ اَنَسٍ عَنْ اَبِي الْحُوَيْرِثِ فَقَالَ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَسَأَلْتُهُ عَنْ شُعْبَةَ الَّذِي يَدْرِي عَنْهُ اَبْنُ اَبِي ذَيْبٍ فَقَالَ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَسَأَلْتُ عَنْ صَالِحِ مَوْلَى الثَّوَالِيقِ فَقَالَ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَسَأَلْتُ عَنْ حَرَامِ بْنِ عُثْمَانَ فَقَالَ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَسَأَلْتُ مَالِكًا عَنْ هُوَ لَا اَمْرِ الْخُمْسَةِ فَقَالَ لَيْسُوا بِثِقَةٍ فِي حَدِيثِهِمْ وَسَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ اَخَرٍ نَسِيتُ اسْمَهُ فَقَالَ هَذِهِ اَيَّتُهُ فِي كَتَبِي قُلْتُ لَا قَالَ لَوْ كَانَ ثِقَةً لَرَأَيْتُهُ فِي كَتَبِي -

۸۵۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ الدَّارِمِيُّ قَالَ سَمِعْتُ اِبْنَ عُمَرَ قَالَ سَأَلْتُ مَالِكَ بْنَ اَنَسٍ عَنْ شُرَيْكِ بْنِ سَعْدٍ وَكَانَ مُشَقًّا -

۸۶۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَهْرَازٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مَخْنٍ الطَّالِقَانِي يَقُولُ سَمِعْتُ اَبَا الْمُبَارَكِ يَقُولُ لَوْ خَيَّرْتُ بَيْنَ اَنْ ادْخُلَ الْجَنَّةَ وَبَيْنَ اَنْ اَلْفَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدٍ لَخَيَّرْتُ اَنْ اَلْفَاكَ ثُمَّ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَلَمَّا دَأَيْتُهُ كَانَتْ بَعْرَةً اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْهُ -

۸۷۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ الدَّارِمِيُّ قَالَ سَمِعْتُ اِبْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مَخْنٍ الطَّالِقَانِي يَقُولُ سَمِعْتُ اَبَا الْمُبَارَكِ يَقُولُ لَوْ خَيَّرْتُ بَيْنَ اَنْ ادْخُلَ الْجَنَّةَ وَبَيْنَ اَنْ اَلْفَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدٍ لَخَيَّرْتُ اَنْ اَلْفَاكَ ثُمَّ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَلَمَّا دَأَيْتُهُ كَانَتْ بَعْرَةً اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْهُ -

عبد اللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ بن ابیہ کذا
نقا۔

عابد بن زید کہتے ہیں کہ ایوب کے سامنے فرقہ کا
ذکر کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ فرقہ روایت حدیث کا اہل
نہیں ہے۔

یحییٰ بن سید القطان کے سامنے محمد بن عبد اللہ بن
عمریشی کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے محمد بن عبد اللہ کو ضعیف
قرار دیا۔ یحییٰ سے کسی نے پرچھا کیا محمد بن عبد اللہ مقرب
بن مطاع سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ انہوں نے کہا
ہاں، پھر کہا میرے خیال میں تو کوئی شخص بھی محمد بن عبد اللہ
کی روایات بیان نہ کرے گا۔

بشر بن حکم کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سید قطان نے حکیم
بن جبیر اور عبد الامل کو ضعیف قرار دیا اور یحییٰ بن موسیٰ کو
بھی ضعیف قرار دیا بلکہ اس کے بائیس میں تریہ بھی فرمایا
کہ اس کی روایات ہوا کی مثل ہیں اور موسیٰ بن دھقان اور
عیسیٰ بن ابی عیسیٰ مدنی کو بھی ضعیف کہا حسن بن عیسیٰ کہتے
ہیں کہ محمد سے ابن مبارک نے فرمایا تھا کہ جس وقت تم
حجیر کے پاس جاؤ تو ان کا تمام علم کھ لینا مگر تین شخصوں
کی بیان کردہ روایات نہ کھنا، عہدہ بن معتب، سری بن
اسامیل اور محمد بن سالم۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ہم نے گذشتہ صفحات میں
ضعیف راویوں کی جو تفصیل ذکر کی ہے اور ان کی بیان
کردہ احادیث کے جو عجیب اور نقائص ذکر کیے ہیں وہ
صاحب فراست شخص کے لیے کافی ہیں اگر ہم اس سلسلہ
میں تمام تفصیل ذکر کرتے اور ماہرین اسرار رجال اور
ناقدین فن حدیث نے جو ضعیف، مجروح، مطلق اور

۸۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ
قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ الدَّارِمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْخِي
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو
قَالَ كَانَ يَحْيَى بْنُ أَبِي الْيَسَّةِ كَذَّابًا۔

۸۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا
سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ
ذَكَرَ فَرْقَةُ عِنْدَ أَيُّوبَ فَقَالَ إِنَّ فَرْقَةَ الْيَسَّ
صَاحِبَ حَدِيثٍ۔

۹۰۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بَشِيرٍ الْعَبْدِيُّ
قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانَ وَذَكَرَ عِنْدَهُ
مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو اللَّيْثِيُّ فَضَعَّفَهُ جَدًّا
فَقِيلَ لِيَحْيَى أَضَعَّفَ مِنْ يَحْفَظُ بْنُ عَطَاءٍ قَالَ
لَعَنَهُ ثُمَّ قَالَ مَا كُنْتُ أَرَى أَنَّ أَحَدًا يَزِيدُنِي عَنْ
مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدٍ بْنِ عَمْرٍو۔

۹۱۔ حَدَّثَنَا بَشِيرُ بْنُ الْحَكِيمِ قَالَ سَمِعْتُ
يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانَ ضَعَّفَ حَكِيمُ بْنُ جُبَيْرٍ
وَعَبْدُ الْأَعْلَى وَضَعَّفَ يَحْيَى بْنُ مُوسَى بْنِ دِينَارٍ قَالَ
حَدَّثَنَا رِثِمٌ وَضَعَّفَ مُوسَى بْنُ دَهْقَانَ وَرِثِمُ بْنُ
أَبِي عِيْسَى الْمَدَنِيُّ وَضَعَّفَ الْحَسَنُ بْنُ عِيْسَى
يَقُولُ قَالَ لِي ابْنُ الْمُبَارَكِ إِذَا هَمَمْتَ عَلَى جَوْرِ
كَأَنَّكَ تَعْلَمُ كُلَّ الْأَحْوَالِ فَتَكْتَلِبُ مَا تَكْتَلِبُ عَنْهُ
حَدَّثَنَا عُثَيْبُ بْنُ مَعْتَبٍ وَالشَّرِيفُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ وَ
مُحَمَّدُ بْنُ سَالِمٍ۔

قَالَ مُسْلِمٌ وَأَشْبَاهُ مَا ذَكَرْنَا مِنْ كَلَامِ
أَهْلِ الْعِلْمِ فِي مَحْفَظِي رَوَاةِ الْحَدِيثِ وَأَخْبَارِهِمْ
عَنْ مَعَايِيهِمْ كَثِيرٌ يُطَوَّلُ أَنْ تَكْتُبَ بِذِكْرِ عَلَى
إِسْتِخْصَائِهِمْ فِي مَا ذَكَرْنَا كِتَابِيَةً يَمْنُ كَقَوْلِهِمْ وَحَقَّقَ
مَذْهَبَ الْقَوْمِ فِيمَا قَالُوا مِنْ ذَلِكَ وَبَلَّغُوا وَإِلَهُمَا
الزُّمُورَ أَنْفُسَهُمُ الْكُشْفَ عَنْ مَعَارِبِ رَوَاةِ الْحَدِيثِ

وَقَالَ قُلِي الْأَخْبَارَ وَآخِذُوا بِذَلِكَ جِئْتُمْ سُبُلًا
لِسَاعِيَةٍ مِنْ عَظِيمِ الْخَطَرِ إِذَا الْأَخْبَارُ فِي أَمْرِ
الَّذِينَ انْتَهَى تَأْتِي بِتَحْدِيدٍ أَوْ تَحْرِيمٍ أَوْ أَمْرٍ
أَوْ تَنْهَى أَوْ تَرْغِيبٍ أَوْ تَرْهِيْبٍ فَإِنْ كَانَ
الْقَاوِمُ لَهَا لَيْسَ بِمُخْبِرٍ لِلْقَصْدِ وَالْإِمَانَةِ
فَهُوَ أَقْدَمُ عَلَى الرِّوَايَةِ عَنْهُ مَنْ قَدْ عَرَفَهُ
وَلَوْ يُبَيِّنُ مَا فِيهِ يَخْبِرُ قَوْمًا جَاهِلٌ مَعْرِفَتَهُ
كَانَ أَيْسَرًا يَفْعَلُ ذَلِكَ عَمَّا شَاءَ الْعَوَامُ الْمُسْلِمُونَ
إِذَا لَا يُبَيِّنُ مَنْ عَلَى بَعْضٍ مِنْ سَمِيعِ ذَلِكَ الْأَخْبَارِ
أَنْ يَسْتَعْمِلَهَا أَوْ يَسْتَحِيلَ بَعْضُهَا وَتَعْلَمُهَا
أَوْ أَكْثَرُهَا أَكَادِيبٌ لَا أَصْلَ لَهَا مَعَ أَنَّ
الْأَخْبَارَ الصَّحَاحَ مِنْ رِوَايَةِ الْعُقَلَاءِ وَ
أَهْلِ الْفَنَاءِ أَكْثَرُ مِنْ أَنْ يُضْطَرَّ إِلَى
تَعْقِلِ مَنْ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَلَا مُقْنَعٍ وَلَا أَحْسِبُ
كَثِيرًا أَقْنَعُ يُعَيِّرُ مِنَ النَّاسِ عَلَى مَا
وَصَفْنَا مِنْ هَذِهِ الْأَحَادِيثِ الضَّعَافِ
وَالْأَسَانِيدِ الْمَجْهُولَةِ وَتَفْتَهُ بِرِوَايَتِهَا
بَعْدَ مَعْرِفَتِهِ بِمَا فِيهَا مِنَ الْوَهْلِ وَالضَّعْفِ
إِلَّا أَنْ الْإِذَى يَحْمِلُهُ عَلَى رِوَايَتِهَا وَالْإِعْتَادُ
بِهَا إِنْ أَدَّى التَّكْثِيرُ بِذَلِكَ عِنْدَ الْعَوَامِ وَإِنْ
يُقَالُ مَا أَكْثَرُ مَا جَمَعَهُ هَذَا مِنَ الْبَحْثِ
أَلْفَ مِنْ أَلْفٍ وَمِنْ ذَهَبَ فِي الْعِلْمِ هَذَا
الْعَذَابُ وَسَدَّ هَذَا الطَّرِيقُ فَلَا يُصِيبُ
لَهُ فِيهِ وَكَانَ يَأْنٍ يُسَمَّى جَاهِلًا أَوْ لِي مِنْ أَنْ
يُنْسَبَ إِلَى الْعِلْمِ

غیر ثقہ راویوں کے احوال بیان کیے ہیں ان تمام کا ذکر کر چیتے
تو گفتگو بہت طویل ہو جاتی۔

باقی رہا یہ امر کہ راویوں کے محبوب بیان کرنا کیا کیفیت
اور مسلمان کی پردہ دہی ہے جب اس سلسلہ میں علماء مدینہ
سے فزری طلب کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ راویوں کے احوال
بیان کرنا ضروری ہے کیونکہ دین کے اکثر مسائل جو حلال و
حرام، امر و نہی اور فضیلت اور عورت سے متعلق ہیں وہ سب
احادیث پر موقوف ہیں۔ اب اگر کسی حدیث کا کوئی راوی خود
صادق اور امانت دار نہ ہو اور وہ حدیث کو روایت کئے
اور بعد اسے اس راوی کی عدم ثقافت کے باوجود اس کی
روایت کو بیان کر دیں اور اصل راوی کے احوال پر کوئی
تقصید اور تبصرہ نہ کریں تو یہ ظالم مسلمین کے ساتھ خیانت
ہے کیونکہ ان احادیث میں سے بہت سی احادیث موضوع
اور من گھڑت ہوں گی اور عوام کی اکثریت راویوں کے احوال
سے ناواقفیت کی بناء پر ان احادیث کے مطابق عمل
کرے گی اور اس کا گناہ اس شخص پر ہوگا جس نے حدیث
بیان کر دی اور اس کے راوی کے احوال پر کوئی تبصرہ نہیں
کیا۔ جب کہ احادیث صحیحہ من کو معتبر اور ثقہ راویوں نے
بیان کیا ہے اس قدر کثرت سے موجود ہیں کہ ان اہل
روایات کی مطلقاً ضرورت نہیں ہے اس تحقیق کے بعد
ہمارا خیال یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی کتاب میں مجہول غریبہ،
غیر معتبر راویوں کی احادیث بیان نہیں کرے گا خصوصاً جب
کہ وہ سند حدیث کی کیفیت پر مطلع ہو ہو اس شخص کے
جو لوگوں کے دماغوں میں یہ بات بھانا چاہتا ہو کہ وہ
احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ پیش کر سکتا ہے اور اس
مقصد کو حاصل کرنے کے لیے وہ باطل اور موضوع —
اسانید کے ساتھ بھی احادیث پیش کر دے گا تاکہ جب
لوگوں کے سامنے احادیث کا ایک ضخیم مجموعہ پیش ہو تو لوگ
اس کی وسعت و کثرت اور ثروت بینی پر راویوں کی جو شخص

ایسے طریقہ کو اختیار کرے گا اہل علم کے نزدیک اس کی کوئی وقعت نہیں ہوگی اور وہ شخص عالم کہلانے کے بجائے مبالغہ کہلانے کا زیادہ مستحق ہوگا۔

باب

بَابُ حَقِّ الْإِحْتِجَاجِ بِالْحَدِيثِ الْمَعْنِيِّ
إِذَا امْتَنَ لِقَاءُ الْمَعْنِيِّينَ وَلَمْ يَكُنْ
فِيهِمْ مَدَلِّسٌ

حدیث معنی کی حجیت پر دلائل

نورط: حدیث منعن اس حدیث کہتے ہیں کہ عمر بن عمر کا لفظ آگے جیسے عن علقمہ عن عبد اللہ بن مسعود عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث منعن کے بارے میں علی بن مدینی اور امام بخاری کا کہنا یہ ہے کہ یہ حدیث اس وقت مقبول ہوگی جب راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو جیسے علقمہ کی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت ہے اس کے برخلاف امام مسلم اور دوسرے محدثین یہ کہتے ہیں کہ اگر راوی، مروی عنہ کا، جامع ہو بھیجی بھی اس کی روایت مقبول ہوگی خواہ ان کی آپس میں ملاقات ثابت ہو یا نہ ہو مگر ذیل باب میں امام مسلم نے اپنے اس مسلک کی حجیت پر دلائل قائم کیے ہیں

وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ مُتَحِلِّي الْحَدِيثِ مِنْ
أَهْلِ عَقْبِنَا فِي تَضْحِيحِ الْأَمَانَةِ وَتَقْسِيمِهَا
بِقَوْلِ كَوْثَرِ بْنِ عَمْرٍاءَ عَنْ جَدِّهِ وَذِكْرِ كَسَادٍ
مَنْعًا لَكُنْ رَأْيًا مَيِّتًا وَمَذْهَبًا ضَلِيلًا إِذَا الْغَوَاضُ
عَنِ الْقَوْلِ الْمَطْرُوحِ أُخْرَى لَا مَانِعَ وَارْتِجَالِ
فِي كَوْنِهَا ثَلَاثَةٌ وَاحِدٌ أَنْ لَا يَكُونَ فِيكَ تَنَبُّهُهَا
لِلْجَهْلِ عَلَيْهِ غَيْرَ أَنَّهَا تَخَوُّنُ مَنْ شَرُّهُ
الْعَرَايِبُ وَافْتِرَاءُ الْجَهْلِيَّةِ بِمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ
وَإِسْرَاعِهَا إِلَى الْعِتْقِ وَخَطَاؤِ السُّعْطِينِ وَ
الْأَقْرَالِ الشَّاقِطَةِ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ وَآيَةُ الْكُشْفِ
عَنْ كَسَادٍ قَوْلِهِ وَرَدَ مَقَالَتِهِ بِقَدْرِ مَا يَلْبِقُ
بِهَا مِنَ الرَّدِّ أَجَدُّ عَلَى الدَّانِمِ وَآخِرُ مَذْهَبِ
لِلْعَاقِبَةِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَرَعَى الْقَائِلُ
الَّذِي افْتَتَحَ الْكَلَامَ عَلَى الْحِكَايَةِ عَنْ قَوْلِهِ

ہمارے بعض معاصر محدثین نے سیدہ ریش کی محنت اور فساد کے بارے میں ایک ایسی غلط شرط قائم کی ہے جس کا اگر ہم کو ذکر نہ کرتے تو یہی زیادہ مناسب تھا کیونکہ جو قول باطل اور مردود و مراس کا ذکر نہ کرنا ہی زیادہ بہتر ہے تاہم ہم نے خیال کیا کہ اگر اس نامہ قول کو ذکر کر کے اس کا رد نہ کیا جائے تو ممکن ہے کہ کوئی ناواقف شخص اس باطل قول کو صحیح سمجھ لے کیونکہ ناواقف لوگ نیا نیا باتوں کے زیادہ دلدلہ اور عجیب و غریب شرائط کے زیادہ شید ہوتے ہیں لہذا اب ہم ان معاصرین کی اس باطل شرط کو ذکر کر کے اس کا فساد، بطلان اور غلطیاں ذکر کریں گے تاکہ عام لوگ غلط فہمی سے محفوظ رہیں۔

ان بعض معاصرین کا خیال ہے کہ جس حدیث کی سند
فلاں عن فلاں (فلاں فلاں سے روایت کہتا ہے) ہو
اور ہم کہ یہ بھی معلوم ہو کہ چونکہ یہ دونوں جمع ہیں اس

وَالْإِخْبَارُ عَنْ سُوءٍ رَوَيْتِهِ أَنَّ كُلَّ إِسْنَادٍ
يَحْدِثُ بِهِ فَيُفَرِّدُ عَنْ فُلَانٍ وَقَدْ أَحَاطَ
الْعِلْمُ بِأَنَّهُمَا قَدْ كَانَا فِي عَصْرِ وَاحِدٍ وَجَازٍ
أَنْ يَكُونَ الْحَدِيثُ الَّذِي رَوَى الرَّاوي عَنِ
عَمَّنْ رَوَى عَنْهُ قَدْ سَمِعَهُ مِنْهُ وَشَافَهُ
بِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا تَعْلَمُ لَهُ مِنْهُ سَمَاعًا وَكُونًا
فِي شَيْءٍ مِنَ الرِّوَايَاتِ أَنَّهُمَا التَّحْقِيقُ قَطُّ أَوْ
تَشَافَهُمَا بِحَدِيثٍ أَنَّ الْحُجَّةَ لَا تَقُومُ عِنْدَهُ بِكُلِّ
تَعْبِيرٍ جَاءَ هَذَا الْمُجِبِّ حَتَّى يَكُونَ عِنْدَهُ الْعِلْمُ
بِأَنَّهُمَا قَدْ اجْتَمَعَا مِنْ دَهْرٍ هِمَا مَرَّةً فَصَاعِدًا
أَوْ تَشَافَهُمَا بِالْحَدِيثِ بَيْنَهُمَا أَوْ تَرَدَّ عَيْنُهُ بَيَانُ
اجْتِمَاعِهِمَا أَوْ قِلَّةِ قِيَمِهِمَا مَرَّةً مِنْ دَهْرٍ هِمَا قَمَاتٍ
قَوْفُهُمَا فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ عِلْمُ ذَلِكَ وَلَمْ تَأْتِ
رِوَايَةٌ تُخْبِرُ أَنَّ هَذَا الرَّاوي عَنْ صَاحِبِهِ قَدْ
لَقِيَ مَرَّةً وَسَمِعَهُ مِنْهُ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ فِي تَقْلِيدِهِ
الْخَبَرُ عَمَّنْ رَوَى عَنْهُ عِلْمُ ذَلِكَ وَالْأَمْرُ
كَمَا وَصَفْنَا الْحُجَّةَ وَكَانَ الْخَبَرُ عِنْدَهُ مَوْثُوقًا حَتَّى
يَرَوِيهِ سَمَاعُهُ مِنْهُ بِشَيْءٍ مِنَ الْحَدِيثِ قَدْ أَوْ
كَثُرَ فِي رِوَايَتِهِ مِثْلُ مَا وَصَفْنَا هَذَا الْقَوْلُ
يَرْحَمُكَ اللَّهُ فِي الطَّعْنِ فِي الْأَسَانِيدِ قَوْلُ
مُحَمَّدٍ مُسْتَحَدَّثٌ غَيْرُ مُسْتَهْدِفٍ صَاحِبُهُ الْبَيِّنُ
وَلَا مَسَاعِدَ لَهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَيْهِ وَذَلِكَ
أَنَّ الْقَوْلَ الْخَائِفَ السَّقْفَ عَلَيْهِ بَيِّنٌ أَهْلُ الْعِلْمِ
بِالْإِخْبَارِ وَالرِّوَايَاتِ قَدِيمًا وَحَدِيثًا أَنَّ كُلَّ رَجُلٍ
يَنْقُذُ رَوَايَ عَنْ مِثْلِهِ حَدِيثًا وَجَازًا مُفِيدًا لَهُ
لِقَادُكَ وَالسَّمَاعُ مِنْهُ لَكُمْ فِيهِمَا جَمِيعًا كَانَ فِي
عَصْرِ وَاحِدٍ قُلَانِ لَمْ يَأْتِ فِي عَصْرِ قَطُّ أَنَّهُمَا
اجْتَمَعَا وَلَا تَشَافَهُمَا يَكْلَامُ قَالَ رِوَايَتُهُ ثَابِتَةً
وَالْحُجَّةُ بِهَا لَا مَسَاعِدَ إِلَّا أَنْ تَكُونَ هُنَاكَ وَلَا تَكُونَ

لیے ممکن ہے کہ راوی نے مروی حدیث سے ملاقات کی ہو اور
اس سے اس حدیث کا سماع کیا ہو البتہ ہمارے پاس کوئی
دلیل یا روایت نہ ہو جس سے قطعی طور پر یہ ثابت ہو کہ ان
دونوں نے ایک دوسرے سے ملاقات کی ہے اور ایک
نے دوسرے سے بالمشافہ حدیث سنی ہے تو
ایسی حدیث ان لوگوں کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے
ان کے نزدیک اس قسم کی جرحی حدیث ہوگی وہ اس وقت
تک قابل اعتبار نہیں ہوگی جب تک انہیں اس بات کا
یقین نہ ہو جائے کہ وہ زندگی میں کم از کم ایک بار آپس میں
ملے ہیں یا ان میں سے ایک شخص نے دوسرے سے بالمشافہ
حدیث سنی ہے یا کوئی ایسی روایت ہو جس سے یہ ثابت
ہو کہ یہ دونوں زندگی میں کم از کم ایک بار ملے ہیں اور اگر
ان کو نہ تو کسی دلیل سے ان کی ملاقات کا یقین ہو نہ کسی روایت
سے ان کی ملاقات اور سماع ثابت ہو تو ان کے نزدیک
اس روایت کا قبول کرنا اس وقت تک موقوف رہے گا
جب تک کہ کسی روایت سے ان کی ملاقات اور سماع ثابت
نہ ہو جائے خواہ ایسی روایات قلیل ہوں یا کثیر۔

ان معاصرین کی یہ شرط بالکل نئی اور اختراعی ہے
بیشرو علماء حدیث میں سے کسی شخص نے یہ شرط مانتہ نہیں
کی اور نہ موجودہ اہل علم میں سے کسی شخص نے اس شرط کی
موافقت کی ہے۔ کیونکہ موجودہ اور سابقین تمام علماء حدیث
اسباب فن اور اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب
ایک ثقہ اور عادل شخص اپنے ایسے معاصر ثقہ اور عادل
شخص سے کوئی حدیث روایت کرے جس سے اس کی
ملاقات اور سماع ممکن ہو تو اس کی یہ روایت قابل قبول
اور محبت ہے خواہ ہمارے پاس ان کی باہمی ملاقات
اور بالمشافہ حدیث سننے پر نہ کوئی دلیل ہو اور نہ کسی اور
روایت سے یہ چیز ثابت ہو البتہ اگر کسی دلیل یا روایت
سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہو جائے کہ ان دونوں کی

آپس میں ملاقات نہیں ہوئی ہے یا ملاقات تو ہوئی ہے لیکن انہوں نے ایک دوسرے سے گفتگو نہیں کی تھی ایسی شکل میں یقیناً یہ روایت غیر معتبر ہوگی اور جب تک یہ ثابت نہ ہو اور صرف ابہام ہو تو یہ روایت یقیناً مقبول ہوگی۔

ہم ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ یہ رقم بھی تسلیم کرتے ہو کہ ایک ثقہ راوی کی دوسرے ثقہ راوی سے روایت جنت ہوتی ہے اور اس کے مستثنیٰ پر عمل لازم ہوتا ہے اب تم نے اس میں ایک مزید شرط کا اضافہ کر دیا کہ ان دونوں کی ملاقات بھی ضروری ہے اب یہ بتاؤ کہ یہ نئی شرط فن حدیث کے علماء سابقین اور اسلاف نے بھی عامہ کی تھی یا صرف تم نے کسی دلیل کی بناء پر یہ نئی اختراعی اور من گھڑت شرط عامہ کی ہے۔ پہلی صورت تو یقیناً باطل ہے کیونکہ اسلاف سے ایسی کوئی شرط منقول نہیں ہے اور دوسری صورت بھی باطل ہے کیونکہ اس شرط کے امتداد پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ اپنی اختراعی شرط کے ثبوت میں یہ کہیں کہ ہم نے نسانہ حال اور ماضی میں بہت سے ایسے راویان حدیث دیکھے ہیں جنہیں دوسرے سے روایت کرتے ہیں حالانکہ ان راویوں نے نہ ایک دوسرے کو دیکھا ہوتا ہے اور نہ کوئی حدیث سنی ہوتی ہے اس قسم کی حدیث مرسل کہلاتی ہے اور جمہور اہل علم کے نزدیک حدیث مرسل مقبول نہیں ہوتی۔ اس لیے ہم نے سند حدیث میں راوی کے سماع کی شرط عامہ کر دی ہے اب اگر ہمیں کسی قرینہ یا دلیل یا کسی حجت اور روایت سے یہ معلوم ہو جائے کہ راوی نے مروی عنہ سے حدیث سنی ہے تو اس کی کل روایات مقبول ہوں گی اور اگر ہم کسی قرینہ یا روایت سے سماع کا ثبوت نہ مل سکا تو ہمارے نزدیک یہ حدیث موقوف ہوگی کیونکہ اس حدیث کے نقل کرنے کا احتمال موجود ہے۔

بَيِّنَةٌ إِنَّ هَذَا الرَّاَوِي لَمْ يَلِقَ مَنْ رَاَوَى عَنْهُ أَوْ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ شَيْئًا قَامًا وَلَا أَمْرًا مَبْنِيَّةٌ عَلَى الْإِمْكَانِ الَّذِي قَسَرْنَا قَالُوا وَآيَةً عَلَى السَّمَاعِ أَبَدًا حَتَّى يَكُونَ الدَّلَالَةُ الَّتِي يَبْتَنَّى قِيْقَالُ لِيُخْرِجَ هَذَا الْقَوْلَ الَّذِي وَصَفْنَا مَقَالَتَهُ وَلِلدَّابِّ عَنْهُ قَدْ أُعْطِيَ فِي جُمْلَةِ قَوْلِكَ أَنَّ خَبَرَ الْوَاحِدِ الثَّقَةِ عَنِ الْوَاحِدِ الثَّقَةِ حُجَّةٌ يَلْزَمُ بِهِ الْعَمَلُ ثُمَّ ادَّخَلْتَ فِيهِ الشَّرْطَ بَعْدَ فَقُلْتَ حَتَّى يَدُلَّ أَتَاهُمَا قَدْ كَانَا الثَّقَيَا مَرَّةً فَصَاعِدًا أَوْ سَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا فَهَلْ تَجِدُ هَذَا الشَّرْطَ الَّذِي اشْتَرَطْتَهُ عَنْ أَحَدٍ يَلْزَمُ قَوْلُهُ وَلَا فَهَلْكَ دَلِيلًا عَلَى مَا زَعَمْتَ فَإِنِ ادَّخَلْتَ قَوْلَ أَحَدٍ مِنْ عَدَمَاءِ السَّلَفِ يَمَّا زَعَمَ مِنْ إِدْخَالِ الشَّرْطِ فِي تَمَثُّبِ الْخَبَرِ طَوَّلَ يَمَّا وَلَوْ تَجِدَ طَوَّلًا لَا عَيْزُهُ إِلَى إِبْجَادِهِ سَبِيلًا وَإِنْ هُوَ ادَّخَلِيَ نِسْمًا زَعَمَ دَلِيلًا يُحْتَجُّ بِهِ قِيلَ لَهُ وَمَا ذَلِكَ الدَّلِيلُ حَتَّى قَالَ قُلْتُ لَا قِي وَجَدْتُ رَوَاةَ الْأَخْبَارِ قَدِيمًا وَحَدِيثًا يَزُوِي أَحَدُهُمْ عَنِ الْآخَرِ الْحَدِيثُ وَلَوْ يُعَايَنُهُ وَلَا سَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا قَطُّ فَلَمَّا دَارَ بِهِمْ اسْتَبْجَادُوا رَوَايَةَ الْحَدِيثِ بَيْنَهُمْ هَكَذَا أَعْلَى الْإِذْ سَالٍ مِنْ غَيْرِ سَمَاعٍ وَالْمُرْسَلُ مِنَ الرَوَايَاتِ فِي أَصْلِ قَوْلِنَا وَقَوْلِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْمُسْمَاةِ وَكَيْفَ يَحْتَجُّ بِهَا وَحُجَّتُ لِمَا وَصَفْتُ مِنَ الْعِلْمَةِ إِلَى الْبَحْثِ عَنْ سَمَاعِ الرَّاَوِي كُلِّ خَبَرٍ عَنْ رَوَايَةٍ فَإِذَا كَانَ هَبْنَتْ عَلَى سَمَاعِهِ مِنْهُ لَا ذِي شَيْءٍ كَبْتُ عَنْهُ بِذَلِكَ جَمِيعًا مَا يَزُوِي عَنْهُ بَعْدَ فَإِنْ عَرَبَ عَرَبِيٍّ مَعْرِفَةً ذَلِكَ أَوْ قَعَّتْ الْخَبَرَ لَمْ يَكُنْ عِنْدِي مَوْضِعُ حُجَّةٍ لَا مِمَّا كَانَ الْإِذْ سَالٍ فِيهِ قِيْقَالُ لَهُ كَانَ كَانَتْ الْعِلْمَةُ فِي تَضَعِيفِكَ الْخَبَرَ

وَتَرَكْتُ الْإِسْتِجَابَةَ بِمِ امْكُنُ الْإِدْرَسَالِ فِيهِ
لَزِمَكَ أَنْ لَا تُثْبِتَ إِسْنَادًا مَعْنَعَنَا حَتَّى تَدْرِي
فِيهِ الْيَتِمَاءَ مِنْ أَوَّلِهِ إِلَى آخِرِهِ وَذَلِكَ أَنَّ
الْحَدِيثَ الْوَارِدَ عَلَيْنَا بِإِسْنَادِهِ هَشَامُ بْنُ عَمْرٍو
عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَبِيضَيْنِ لَعَلَّهُ أَنَّ هَشَامًا
قَدْ سَمِعَ مِنْ أَبِيهِ وَأَنَّ أَبَاكَ قَدْ سَمِعَ مِنْ عَائِشَةَ
كَمَا نَعْلَمُ أَنَّ عَائِشَةَ قَدْ سَمِعَتْ مِنَ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يَجُوزُ إِذَا الْكَرِهُوا
هَشَامُ فِي رِوَايَةِ يَزِيدٍ وَعَنْ أَبِيهِ سَمِعَتْ وَ
أَخْبَرَتْ فِي أَنْ يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَبِيهِ فِي ذَلِكَ
الْيَوْمِ أَيْبَةُ الْإِنْسَانِ أَخْبَرَهُ بِمَا عَنْ أَبِيهِ وَكَانَ
يَسْمَعُهَا هَرَمٌ مِنْ أَبِيهِ لَمَّا أَحَبَّ أَنْ يَرُدَّ رِوَايَتَهُ
مُسْلِمًا وَلَا يَسْتَدِلُّهَا إِلَى مَنْ سَمِعَهُ مِنْهُ وَكَانَ
يُمْكِنُ ذَلِكَ فِي هَشَامٍ عَنْ أَبِيهِ فَهَلْوَ أَيْضًا
مُمْكِنٌ فِي أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ وَكَذَلِكَ كُلُّ رِوَايَةٍ
لِخَدِيثٍ كَيْسَ فِيهِ ذِكْرُ سَمَاعٍ بَعْضُهُمْ مِنْ
بَعْضٍ وَإِنْ كَانَ قَدْ عُرِفَتْ فِي الْجُمْلَةِ إِنَّ كُلَّ
وَاحِدٍ مِنْهُمْ قَدْ سَمِعَ مِنْ صَاحِبِهِ بِسَمَاعٍ
كَثِيرٍ وَجَاوِزٍ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ أَنْ يَكُونَ
فِي بَعْضِ الْيَوْمِ أَيْبَةً فَتَسْمَعُ مِنْ عَمْرٍو وَكَانَ
يَحْضُرُ أَحَادِيثَهُ ثُمَّ يَرْسِلُهُ عَنْهُ أَحْيَانًا وَلَا
يَسْمَعُ مِنْ سَمِعَ مِنْهُ وَيَسْتَلْطِفُ أَحْيَانًا لِيَسْمَعُ
الرَّجُلُ الَّذِي حَمَلَ عَنْهُ الْحَدِيثَ وَيَتَوَكَّلُ
الْإِدْرَسَالُ وَمَا قُلْنَا مِنْ هَذَا مَوْجُودٌ
فِي الْحَدِيثِ مُسْتَفِيدٌ مِنْ فِعْلِ ثَبَاتِ
الْمُحَدِّثِينَ وَاسْتِثْنَاءِ أَهْلِ الْعِلْمِ وَتَدْرُكُهُ
مِنْ دَوَائِبِهِمْ عَلَى الْجِهَةِ الَّتِي ذَكَرْنَا
عَنْ ذَلِكَ أَيْسَرُ عَلَى أَكْثَرِ مِثَالِ
شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى كَيْفَ ذَلِكَ أَنَّ آيَةَ

ان لوگوں کی یہ دلیل اس لیے غلط ہے کہ ان کے پاس
ہم سے قاعدہ کی بناء پر یہ لازم آتا ہے کہ حدیث مسنن (یعنی
جن حدیث کی سند میں ہو کہ فلاں شخص نے فلاں سے
روایت کیا) اس وقت تک مقبول نہ ہو جب تک کہ یہ ثابت
نہ ہو جائے کہ سند میں مذکور ہر راوی نے اپنے مروی عنہ
سے سماع بھی کیا ہے قرین کو ایک حدیث اس سند سے
مروی ہوئی ہے از ہشام بن عروہ از والد عروہ (یعنی عروہ)
از عائشہ اور ہم کو یقیناً معلوم ہے کہ ہشام نے اپنے والد
سے اور ان کے والد یعنی عروہ نے حضرت عائشہ سے سماع کیا ہے جیسا
کہ ہم کو یہ بھی قطعی طور پر معلوم ہے کہ حضرت عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم سے سماع کیا ہے اور بالاتفاق مقبول ہے کہ میں تہا تہا تہا کے ہوا
پر لازم آئے گا کہ یہ غیر مقبول ہو کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ہشام
میں شخص کو یہ حدیث بیان کریں اس شخص سے یہ نہ کہیں کہ
یہ حدیث میں نے اپنے والد عروہ سے سنی ہے (یعنی
سمعت یا خبرنی کا صغیر استعمال نہ کریں) اور یہ بھی ممکن ہے
کہ وہ حدیث ہشام نے براہ راست اپنے والد سے سنی
ہو بلکہ ان دونوں کے درمیان کوئی تیسرا شخص واسطہ ہو جس
کا ذکر ہشام نے نہ کیا ہو اور براہ راست اپنے والد سے
حدیث روایت کر دی ہو اس طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ہشام
کے والد عروہ نے براہ راست حضرت عائشہ سے حدیث
سنی ہو اور ان دونوں کے درمیان کوئی تیسرا شخص ہو جس
کا ذکر عروہ نے نہ کیا ہو اور براہ راست حضرت عائشہ سے
روایت کر دی ہو خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ حدیث جس کا راوی
مروی عنہ سے حدیث سننے کی تصریح نہ کرے اس میں
یہ ممکن ہے کہ راوی نے مروی عنہ سے براہ راست
حدیث نہ سنی ہو اور درمیانی شخص کا ذکر نہ کر کے براہ راست
مروی عنہ سے روایت کر دی ہو۔

ہر چند کہ ہمیں یہ معلوم ہو کہ فلاں راوی کا فلاں مروی
عنہ سے حدیث میں سماع ثابت ہے لیکن جب تک اس

السَّخَّيْنِيَّانِ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَكَبَيْعُ بْنُ قُبَيْبٍ
وَجَمَاعَةٌ غَيْرُهُمْ رَوَوْا عَنْ هِشَامِ
بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ كُنْتُ
أَطِيبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لِحَبْلِهِ وَلِحُزْمِهِ يَا طَيْبُ مَا أَجَدَ فَرَوَى
هَذَا فِي الرَّوَايَةِ يَعْنِيهَا الْكَبَيْتُ بْنُ سَعْدٍ
وَدَاوُدُ الْعَقْلِيُّ وَحَمِيدُ بْنُ الْأَسْوَدِ
وَهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ وَأَبُو سَامَةَ عَنْ هِشَامِ
قَالَ أَخْبَرَنِي عَنْ عُمَرَ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ
عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

خاص حدیث میں جس کو وہ بیان کر رہا ہے اپنے مرفوعہ سے
سماع کی تصریح و ذکر سے اس حدیث میں مرسل ہونے کا احتمال
موجود ہے۔ لہذا انتہائی قاعدہ کے مطابق یہ تمام احادیث
غیر مقبول ہونی چاہئیں۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص نے اپنے
شیخ سے متعدد احادیث سنی ہوتی ہیں لیکن کبھی تو وہ سند میں
اپنے شیخ سے روایت کا ذکر کرتا ہے اور کبھی شیخ الشیخ
سے روایت کا ذکر کرتا ہے اور شیخ کا درمیان میں ذکر
نہیں کرتا۔ ہم نے جو سند بیان کرنے کا یہ طریقہ ذکر کیا ہے
یہ تقابل علم اور اللہ محدثین کے نزدیک مشہور معروف ہے
مثلاً ابوب سختیانی ابن مبارک، وکیع، ابن نمیر اور ان کے
علاوہ محدثین کی ایک کثیر جماعت نے سند مذکور ذیل
کے ساتھ ایک حدیث روایت کی ہے: از ہشام بن عروہ
از والدہ عروہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے اور کھولنے دونوں
مواقع پر حضور کو دو خوشبو لگایا کرتی تھیں جو میرے پاس
بہتر سے بہتر موجود ہوتی۔ لیکن اسی حدیث کو میثاق بن سعد
داؤد، عطاء، حمید بن اسود، و حبيب بن خالد اور ابوالاسامہ
نے ہشام سے اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ہشام
بیان کرتے ہیں کہ مجھے عثمان بن عروہ نے حدیث بیان کی
ہے از عروہ از عائشہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

نوٹ: امام مسلم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ دراصل ہشام نے یہ حدیث اپنے بھائی عثمان سے سنی تھی لیکن پہلی بیان کردہ
سند میں اس کا ذکر نہیں اور دوسری میں اس کا ذکر کر دیا ہے۔

دوسری مثال یہ ہے کہ از ہشام از والدہ از عائشہ:
وہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حالت اعتکاف میں اپنا
سر میرے قریب کر دیتے اور میں آپ کے سر پر اس
میں لکھی کرتی مالا لکھ میں اس وقت حالت حیض (ایام ماہواری)
میں ہوتی تھی۔ اور بعینہ اسی روایت کو مالک بن انس نے
اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ از جریر از عروہ،

وَرَوَى هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ
عَائِشَةَ كَانَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَكَفَتْ يُدْنِي إِلَيَّ مَأْسَةً
فَأُزَجِّلُهُ، وَأَنَا حَائِضٌ فَتَرَوَاهَا
يَعْنِيهَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ
عُرْوَةَ عَنْ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

از عمرہ از عائشہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

نوٹ :- امام مسلم کا مقصد یہ ہے کہ یہ حدیث عروہ نے براہ راست حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنی بلکہ عروہ کے واسطے سے سنی تھی لیکن پہلی سند میں عروہ کے واسطے کا ذکر نہیں کیا اور دوسری میں اس کا ذکر کر دیا ہے۔

وَرَوَى الزُّهْرِيُّ وَصَالِحُ بْنُ أَبِي حَسَّانٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ كَانَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقِيلُ فَهُوَ صَائِعٌ فَقَالَ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ فِي هَذَا الْخَبَرِ فِي الْقَبِيلَةِ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَبَرِ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ يَقِيلُهَا وَهُوَ صَائِعٌ۔

میسری مثال یہ ہے کہ زہری اور صالح بن ابی حسان از ابو سلمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں انھیں بوسہ دیتے تھے اور یحییٰ بن ابی کثیر نے اس حدیث کو اس سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ابو سلمہ نے ان کو یہ حدیث بیان کر کے کہا کہ مجھے یہ حدیث عمر بن عبدالعزیز نے بیان کی ان کو عروہ نے بیان کی اور ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں روزے کی حالت میں بوسہ دیا کرتے تھے۔

نوٹ :- امام مسلم کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث ابو سلمہ نے عمر بن عبدالعزیز اور عروہ کے واسطے سے سنی تھی لیکن جب زہری اور صالح بن ابی حسان کو یہ حدیث بیان کی تو ان واسطوں کا ذکر نہیں کیا۔

وَمَا وَى ابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُهُ عَنْ سَعْدِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَلْطَمْنَا دَسُونُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَوْمِ الْخَيْلِ وَكُنَّا نَأْكُلُ لِحَوْمِ الْخَيْلِ الْأَهْلِيَّةِ قَرَوَاءَ حَتَّى دُبُّنَ زَيْدٍ عَنْ عَائِشَةَ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

چوتھی مثال یہ ہے کہ عمر دین دینار حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گھوڑوں کا گوشت کھلایا اور پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کر دیا اور اسی حدیث کو حماد بن زید نے عروہ سے انھوں نے محمد بن علی سے انھوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

نوٹ :- امام مسلم کا مقصد یہ ہے کہ عمر دین دینار کی سند میں محمد بن علی بھی ہیں۔ لیکن پہلی سند میں انھوں نے اس کا ذکر نہیں کیا۔

وَهَذَا اللَّحْمُ فِي الرِّوَايَاتِ كَثِيرٌ يَكْثُرُ تَعْدَادُهُ وَفِينَا ذَكَرْنَا مِنْهَا كَقَائِمَةِ بَدَوِي الْقَهْقَرِ فَإِذَا كَانَتِ الْعِلَّةُ عِنْدَ مَنْ وَصَلْنَا قَوْلَهُ مِنْ قَبْلِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ وَكَوْهِنِهِمْ إِذَا الْهَيْكَلُ الْوَاوِي قَدْ سَمِعَ مِثْقَ دَوَى عَنْهُ هَيْئًا لِمَا كَانَ الْإِدْمَالُ فِينِهِ لِيَوْمِهِ قَوْلُهُ الْخَبَرُ جَابِرٍ فِي قِيَادِ قَوْلِهِ بِرَدِّهِ

اس قسم کی روایات کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن متعلّق شخص کے لیے اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے یہ چند مثالیں بھی کافی ہیں کہ جن لوگوں کے نزدیک حدیث کے غیر معتبر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کسی حدیث کی سند میں مذکور راویوں میں سے کسی ایک کا دوسرے سے سماع معلوم نہ ہو کیونکہ ممکن ہے کہ وہ حدیث مسلسل ہو ان لوگوں پر لازم

مَنْ يَعْلَمُ أَنَّهُ قَدْ سَمِعَ مِنْ رَاوِيٍّ عَنْهُ إِلَّا فِي
نَفْسِ الْخَبَرِ الَّذِي فِيهِ ذِكْرُ السَّمَاعِ بِمَا
بَيَّنَّا مِنْ قَبْلُ عَنِ الْأَيْمَةِ الَّذِينَ تَقَلُّوا
الْإِسْبَارَ أَنَّهُ كَانَتْ لَهُمْ قَارَاتٌ يُوسِلُونَ
فِيهَا الْحَدِيثَ أَرْسَالًا وَلَا يَدُكَّرُونَ مَنْ
سَمِعُوهُ مِنْهُ وَتَارَاتٌ يَنْشُطُونَ فِيهَا وَ
يُسْتَدُونَ الْعَبْرَ عَلَى هَيْئَةٍ مَا سَمِعُوا
فِي خَيْرٍ وَلَا بِالْقُرْءِ وَلَا يَفِيرُ إِنْ تَوَلَّوْا وَ
بِالضُّعْفِ يَفِيرُ إِنْ صَعِدُوا كَمَا شَرَحْنَا
ذَلِكَ عَلَيْهِ.

اُسے لگا کہ وہ ایسی تمام روایات کو رد کر دیں جن میں راوی
کی مروی حدیث سے سماع کی تصریح نہ ہو۔ حالانکہ جیسا کہ ہم ابھی
ان شواہد سے واضح کر چکے ہیں کہ کبھی تراجم حدیث کی
سند میں سے بعض راویوں کے ذکر کو چھوڑ دیتے ہیں اور
حدیث کو ہر طور پر مسل بیان کرتے ہیں اور کبھی ان کا دل چاہتا
ہے تو حدیث کی مکمل سند اسی طرح بیان کر دیتے ہیں جس
طرح انہوں نے اپنے شیخ سے سنی ہوتی ہے۔ اور اگر
کسی سند نے انہوں نے کم واسطوں سے یعنی شیخ کی
موجودگی میں شیخ یا شیخ سے روایت حدیث کی ہو یا زیادہ
واسطوں سے روایت کی ہو یا اس طور کہ شیخ یا شیخ سے
روایت کی ہو تو اس تمام تفصیل کا ذکر کر دیتے ہیں۔ یہی
صورت اصطلاح حدیث میں صعود اور درود یعنی نزول کہلاتی
ہے۔ سیدی جیسا کہ ہم ابھی شواہد سے واضح کر چکے
ہیں۔

وَمَا عَلِمْنَا أَحَدًا مِنْ أَيْمَةِ النَّسَبِ
مِمَّنْ لَيْسَتْ تَعْمِلُ الْأَخْبَارَ وَبَيَّنَّا صَرْحَةً
الْأَسَانِيدِ وَسَقَمَهَا مِثْلَ أَيُّوبَ الشَّخِيقِيَّ وَ
ابْنِ عَوْنٍ وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَشُعْبَةَ بْنِ الْحَجَّابِ
وَيَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانِ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ
مَهْدِيٍّ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ
فَلْتَشْرَوْا عَنْ مَوْضِعِ التَّيَمُّنِ فِي الْأَسَانِيدِ
كَمَا أَذَعَاكَ التَّذْوِي وَصَفْنَا حَوْلَهُ مِنْ قَبْلُ
وَرَأَيْنَاكَ كَانَتْ تَقْفُ مَنْ تَقْفُ مِنْهُمْ سَمَاعًا
وَرَأَى الْحَدِيثَ مِمَّنْ رَوَى عَنْهُمْ إِذَا كَانَ

مستندین میں سے ائمہ حدیث مثلاً ایوب سختیانی،
ابن عون، مالک بن انس، شعب بن حجاج، یحییٰ بن سعید قطانی
عبدالرحمن بن مہدی اور بعد کے تمام محدثین کا طریقہ یہ تھا
کہ وہ جو حدیث بیان کرتے اس کی سند کی خوب پچان بن
کرتے لیکن ہمارے علم میں ان میں سے کسی محدث نے بھی
حدیث کے قبول کرنے کے لیے راوی کے مروی حدیث
سے سماع کی تائید نہیں لگائی جس طرح ان لوگوں نے یہ باطل
شرط عائد کی ہے۔ البتہ جو راوی تلمیذین نے یہ مشہور
ہو اس کے بارے میں محدثین یہ تحقیق فرمادے تھے ہیں کہ
وہ جس شیخ کی طرف روایت کی نسبت کر رہا ہے فی الواقع اس

سلہ۔۔۔ نہیں کا معنی ہے شہرہ پیدا کرنا فن حدیث کی اصطلاح میں تلمیذ اس فن کو کہتے ہیں کہ راوی نے اپنے جس شیخ سے حدیث سنی ہو وہ ابھی
شہرت نہ رکھتا ہو مثلاً متہم بالکذب ہو اس لیے وہ اپنی روایت کو مقبول بنانے کے لیے اپنے شیخ کے شیخ کی طرف حدیث کی نسبت کر دیتا ہے جس کی
ابھی شہرت ہوتی ہے تاکہ لوگوں کو اس سے شہرہ ہو کہ راوی نے اس شیخ سے براہ راست حدیث سنی ہے۔ حالانکہ اس نے اس سے وہ
حدیث نہیں سنی ہوتی ایسے راوی کو تلمیذ اور اس کی حدیث کو تلمیذ کہتے ہیں۔ سیدی

الرَّاهِیُّ رَمَتْهُ عُرْفٌ بِالنَّذْرِ لَيْسَ فِي الْحَدِيثِ
وَشَرِّهِمْ قِيَمَتُهُ يَبْحَثُونَ عَنْ سَمَاعٍ
فِي رِوَايَتِهِ وَيَتَفَقَّهُونَ ذَلِكَ وَمِنْهُ كَيْفَ
يَنْفَرُ عَنْهُمْ عِلَّةُ الشَّذِّ لَيْسَ قَدْ ابْتَدَعَ
ذَلِكَ مِنْ غَيْرِ مَدَّ لَيْسَ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي
زَعَمَ مَنْ حَكَيْتَا قَوْلَهُ قَدْ سَمِعْنَا ذَلِكَ
عَنْ أَحَدٍ مِمَّنْ سَمِعْنَا وَلَمْ نَسْمَعْ مِنَ الْأُمَمِ

شخص سے اس نے حدیث سنی ہے یا اس کی طرف سے ایسا
نسبت کر دی ہے اور اصل میں کسی اور شخص سے حدیث
سنی ہے۔ تاکہ حدیث کی مکمل تحقیق ہو جائے اور اگر ایسا
راوی نے سند میں تدلیس کی ہو تو اس سند کا عیب ظاہر ہو
جائے لیکن جس شخص پر تدلیس کی نسبت نہ ہو اس کی سند اور
روایت کے بارے میں اس قسم کی تحقیق نہیں کیا کرنے کہ
راوی نے مروی سند سے سماع کیا ہے یا نہیں۔ حدیث
کو قبول کرنے کے لیے ان لوگوں نے جو یہ باطل شرط
عائد کیا ہے اس کا ذکر ہم نے فی حدیث کے کسی امام سے
نہیں سنا خواہ وہ ائمہ حدیث ہوں جن کا ذکر ہم پہلے کر
چکے ہیں یا ان کے علاوہ۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ عبد اللہ بن یزید انصاری
کم سن صحابی ہیں وہ حضرت حذیفہ اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ
سے حدیث روایت کرتے ہیں اس کے باوجود وہ
اپنی کسی روایت میں ان سے سماع کا ذکر نہیں کرتے اور
نہ ہی کسی روایت سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن
یزید نے ان دونوں صحابیوں سے ملاقات کی ہو اور اہل علم
میں سے کسی شخص نے بھی عبد اللہ بن یزید کی روایت پر اس
وجہ سے اعتراض نہیں کیا کہ ان کی حذیفہ اور ابو مسعود
سے ملاقات اور سماع ثابت نہیں ہے اس وجہ سے ان
کی روایات ضعیف اور غیر معتبر ہیں اس کے برخلاف ہمارے
علم میں جس قدر اہل علم ہیں وہ سب ان کی سند کو قوی ترین
اسانید میں سے شمار کرتے ہیں ان کی روایات سے نقل
کرتے ہیں اور ان کے مقتضی پر عمل کرتے ہیں۔ حالانکہ
ان لوگوں (امام بخاری اور علی بن مینہ) کے مختصرہ تمامہ
کے مطابق یہ تمام روایات ضعیف اور غیر معتبر ہیں۔ اگر ہم
ان تمام احادیث کا شمار کرنا شروع کریں جن کو تمام اہل علم
نے صحیح قرار دیا ہے اور وہ ان لوگوں کی مرعوم شرط پر روایت
نہیں کرتے تو اس کے لیے ایک منہج کتاب کا کام ہوگی۔

فِي ذَلِكَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيَّ وَقَدْ
رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوَى
عَنْ حَذِيفَةَ وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ وَ
عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَدِيثًا يُسْنِدُهُ إِلَى النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ فِي رِوَايَتِهِ عَنْهُمَا ذِكْرُ
السَّمَاعِ مِنْهُمَا وَلَا حِفْظًا فِي شَيْءٍ مِنَ الرِّوَايَاتِ
أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ كُنَّا قَدْ حَدَّثْنَاهُ وَأَبَا مَسْعُودٍ
بَعْدَ يَتِ قَدْ وَلَا وَحَدَّثَنَا وَكَرَّرُوا رِوَايَتَهُمَا فِي
رِوَايَةِ بَعْضِنَاهَا وَلَمْ نَسْمَعْ عَنْ أَحَدٍ مِّنْ أَهْلِ
الْعِلْمِ مِمَّنْ مَضَى وَلَا مِمَّنْ أَذْرَكْنَا اللَّهُ طَلْعَ
فِي هَذَيْنِ الْخَبَرَيْنِ الَّذِينَ رَوَاهُمَا عَبْدُ اللَّهِ
ابْنُ تَرِيذٍ عَنْ حَذِيفَةَ وَأَبِي مَسْعُودٍ بِضَعْفٍ
فِيهِمَا بَلْ هُمَا وَمَا أَشْبَهَهُمَا عِنْدَ مَنْ لَا قِيَمَةَ مِنْ
أَهْلِ الْعِلْمِ بِأَلْحَدِيثِ مِنْ صَحَّاحِ الْأَسَانِيدِ وَقَوِيَّتِهَا
يَرْتَفَعُ اسْتِعْمَالُ مَا نَقَلَ بِهَا وَالْإِحْتِجَاجُ بِهَا أَنَّ
مِنْ سَكَنٍ وَأَشْأَارَ وَهِيَ فِي رُغْمِ مَنْ حَكَيْتَا قَوْلَهُ
مِنْ قَبْلِ وَاهِيَةٍ مُّهِمَّةٍ حَتَّى يُصِيبَ سَمَاعُ
الرَّاهِیُّ عَنْ دَوَى وَكُوْذُوبًا كَعِدَا الْأَخْبَارِ

الْبَيْتِ حَاخَ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِمَّنْ يَتَّبِعُونَ
هَذَا الْقَائِلَ وَنُحْصِيهَا لَعَجَزْنَا عَنْ تَقْصِيصِ
ذِكْرِهَا وَأَخْصَايَهَا كُلُّهَا وَلَكِنَّا أَحْبَبْنَا أَنْ نَنْصِبَ
مِنْهَا عَدَدًا يَكُونُ سِمَةً لِمَا سَكَنَّا عَنْهُ مِنْهَا -

وَهَذَا أَبُو عُثْمَانَ التَّهْمَنِيُّ وَأَبُو رَافِعٍ
الضَّائِعُ وَهُمَا مِمَّنْ أَدْرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ وَصَحْبَا أَصْحَابِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَدْرِيِّينَ هَلُمَّ
جَزَاءً وَتَقْلًا عَنْهُمْ الْأَخْبَارُ حَتَّى تَرْتَلَا إِلَى مَحَلِّ أَبِي
هَرِيرَةَ وَأَبِي عُمَرَ وَذَوَيْهِمَا قَدْ اسْتَدَّ كُلُّ وَاحِدٍ
مِنْهُمَا عَنْ أَبِي بَنْ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ حَدِيثًا وَلَمْ نَسْمَعْ فِي رِوَايَةٍ يَعْينُهُمَا أَنَّهُمَا
عَاينَا أُبَيًّا أَوْ سَمِعَهُ مِنْهُ شَيْئًا -

وَاسْتَدَّ أَبُو عُمَرَ وَالشَّيْبَانِيُّ وَهُوَ مِمَّنْ
أَدْرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ وَكَانَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا وَأَبُو مَعْبُدٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَخْبَرَةَ
كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ وَالْأَنْصَارِيِّ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثَيْنِ -

وَاسْتَدَّ عُثَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ أُمِّ سَكَمَةَ
ذَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا
وَعُثَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ وَلَدٌ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

وَاسْتَدَّ قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ وَقَدْ أَدْرَكَ
زَمَنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَبِي
مَسْعُودٍ وَالْأَنْصَارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَحْكَامٍ -

وَاسْتَدَّ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى وَقَدْ
حَفِظَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَصَحْبِ عَلِيٍّ عَنِ
أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جس کا یہ مقدمہ متکل نہیں ہے اس کے باوجود ہم یہ چاہتے
ہیں کہ بطور نمونہ کے ایسی مستفق علیہ اہادیث کی چند مثالیں
پیش کریں جو تمام اہل علم کے نزدیک صحیح ہیں لیکن ان لوگوں
کی شرط کے مطابق وہ ضعیف اور غیر مستبر قرار پاتی ہیں۔

ابو عثمان تہمی اور ابو رافع صالح ہیں انھوں
نے جاہلیت کا زمانہ پایا اور صحابہ کرام میں سے بہت سے
بدری صحابہ کی مجلس میں رہے اور ان سے احادیث
روایت کیں حتیٰ کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن
عمر سے بھی احادیث روایت کیں اور انھوں نے حضرت
ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی وساطت سے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم سے بھی احادیث روایت کی ہیں حالانکہ کسی روایت
سے ہمیں اس بات کا ثبوت نہیں مل سکا کہ انھوں نے
ابی بن کعب سے سماع کیا ہو یا ان سے ملاقات کی ہو۔

دوسری مثال ابو عمرو شیبانی کی ہے۔ انھوں نے
جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے پائے اور ابو مسعود
بن سخبرہ ان دونوں میں سے ہر شخص نے حضرت ابو مسعود
انصاری رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم سے دو حدیثیں روایت کی ہیں۔

تیسری مثال یہ ہے کہ عبید بن عمیر نے جو زمانہ
رسالت میں پیدا ہوئے تھے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ
رضی اللہ عنہا کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
ایک حدیث روایت کی ہے۔

چوتھی مثال یہ ہے کہ قیس بن ابی حازم نے جنھوں
نے زمانہ رسالت پایا، ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے
واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین حدیثیں نقل
کی ہیں۔

پانچویں مثال یہ ہے کہ عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ جنھوں
نے عمر بن الخطاب اور حضرت علی کا زمانہ پایا۔ حضرت انس
بن مالک کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک

حَدِيثًا.

وَأَسَدٌ رُبْعِيُّ بْنُ حِزَابٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ
بُحَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حَدِيثَيْنِ وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا وَقَدْ سَمِعَ رُبْعِيُّ بْنُ حِزَابٍ
عَنْ أَبِي طَالِبٍ وَرَوَى عَنْهُ.

حدیث روایت کی ہے۔

چھٹی مثال یہ ہے کہ ربیع بن حراش نے عمران بن حصین
رضی اللہ عنہ کے واسطے سے دو حدیثیں روایت کی ہیں اور ابو بکر
رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
ایک حدیث روایت کی ہے اور ربیع نے حضرت علی رضی
اللہ عنہ سے سماع بھی کیا ہے اور ان سے احادیث روایت
کی ہیں۔

وَأَسَدٌ تَائِفُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِي
شَرِيحٍ الْخُزَاعِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حَدِيثًا.

ساتویں مثال یہ ہے کہ تائف بن جبیر بن مطعم نے ابو شریح
خزاعی کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک
حدیث روایت کی ہے۔

وَأَسَدٌ الثَّعْمَانِيُّ بْنُ أَبِي عِيَّاشٍ عَنْ أَبِي
سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ ثَلَاثَةَ أَحَادِيثَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

آٹھویں مثال یہ ہے کہ ثعمان بن ابی عیاش نے
ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم سے تین احادیث روایت کی ہیں۔

وَأَسَدٌ عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ الْكَلْبِيُّ عَنْ عَمْرِو
النَّادِرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا.

نہیں مثال یہ ہے کہ عطاء بن یزید کلبی نے حضرت
عمرو بن نادیر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

وَأَسَدٌ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَّادٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ
خَدِيجٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حَدِيثًا.

دسویں مثال یہ ہے کہ سلیمان بن یسار نے حضرت
رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

وَأَسَدٌ حَمِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُمَيْرِيُّ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ _____ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَادِيثَ.

گیارہویں مثال یہ ہے کہ حمید بن عبد الرحمن حمیری
نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے کئی
احادیث روایت کی ہیں۔

فَكَلُّهُ هُوَ لَا إِثْرَ لِتَابِعِينَ الَّذِينَ تَصَدَّقُوا
رَوَايَتَهُمُ عَنِ الصَّحَابَةِ الَّذِينَ سَمِعْنَا هَهُمُ لَمْ يُحْفَظْ
عَنْهُمْ سَمَاعٌ عَلِمْنَا مِنْهُمْ فِي رَوَايَتِهِمْ بَعْضُهُمْ

مذکورہ الصدد بطور میں ہم نے جس قدر تابعین کی
صحابہ کرام سے روایات کا ذکر کیا ہے اور ان کے نام بھی
بتلائے ہیں ان میں سے کسی تابعی کے بارے میں ہمیں

امام نووی فرماتے ہیں کہ ربیع بن حراش متوفی ۱۱۱ھ اور ان کے بھائی مدق بن عظیم تابعی تھے مائتوں نے ساری عمر محروم نہیں ہوا اور تم کھائی
کہ ہم اس وقت تک نہیں نہیں گئے کہ جب تک ہمیں اپنی مائت کا علم نہ ہو جائے، موت کے بعد جیسے ہی ان کو غسل دینے کے لیے لایا گیا انھوں
نے مسکراتہ شروع کر دیا اور ان کے بھائی مسعود نے موت کے بعد لوگوں کے گفتگو کی۔ (شرح مسلم للنووی ج ۱ ص ۱۰۰)

وَلَا أَتَمُّ لِقَاءَهُمْ فِي تَقْصِيرِ حُبِّهِمْ وَرَهَى كَسَائِدُهُ
عِنْدَ ذَوِي الْمَعْرِفَةِ بِالْأَخْبَارِ وَالْزَوَايَاتِ مِنْ
صَحَابِ الْأَسْرَانِ وَلَا تَعْلَمُهُمْ وَهَلُوا مِنْهَا شَيْئًا
قَلِيلًا وَلَا تَتَمَسَّوْا فِيهَا سَمَاعَ بَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ
إِذَا السَّمَاعُ بِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ مُمَكِّنٌ قِنْ صَاحِبٍ
غَيْرُ مُسْتَنَكِرٍ يَكُونُ مِنْهُمْ جَمِيعًا كَأَن فِي الْعَصْرِ
الَّذِي اتَّفَقُوا فِيهِ وَكَأَن هَذَا الْقَوْلُ الَّذِي
أَخَذَتْهُ النَّاسُ الَّذِي حَكَمْنَا فِي تَوْهَبِ بْنِ
الْحَدِيثِ بِالْعِلَّةِ الَّتِي وَصَفَ أَقْلٌ مِنْ أَنْ
يُعْزَرَ عَلَيْهِ وَيُثَارَ ذِكْرُهُ إِذْ كَانَ قَوْلًا
مُحَدَّثًا وَكَلَامًا خَلَقًا لَمْ يَقْلَهُ أَحَدٌ مِنْ
أَهْلِ الْعِلْمِ سَلَفَ وَيَسْتَنْكِرُهُ مِنْ بَعْدِهِمْ
تَخَلَّفَ فَلَا حَاجَةَ بِنَا فِي رَدِّهِ بِأَكْثَرِ مِمَّا كَرِهْنَا
إِذْ كَانَ قَدَرُ الْمَقَالَةِ وَكَأَيْلُهَا الْقُدْرَةُ الَّتِي
وَصَفْنَا وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى دَفْعِ مَا خَالَفَ
مَذْهَبَ الْعُلَمَاءِ وَعَلَيْهِ التَّكْلَافُ -

یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ انہوں نے ان صحابہ کرام سے سماع کیا
ہے جن کی روایات بیان کی ہیں اور نہ ہی کسی روایت سے
یہ ثابت ہو سکا کہ ان تابعین کی ان صحابہ کرام سے ملاقات
ہوئی ہے۔ اور یہ اسانید جن کا ہم نے بطور بالاین ذکر کیا
ہے وہ اسانید ہیں جن کو صحیح اسانید قرار دیا گیا ہے اور
ہمارے علم میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے جس نے ان اسانید
کو ضعیف قرار دیا ہو اور وہی ہمارے علم میں کوئی ایسا
شخص ہے جس نے اسانید میں اس بات کی چھان پھٹک
کرنے کی کوشش کی ہو کہ آیا جو تابعین جن صحابہ کرام سے
روایت کر رہے ہیں انہوں نے ان صحابہ سے ملادیت
سکا بھی یقین یا نہیں کیونکہ تابعین میں سے ہر تابعی کا
صحابہ کرام سے حدیث سنا ممکن تھا یہ لوگ ایک دوسرے
کے معاصرین اور ہم زمانہ تھے اور جن لوگوں نے اپنی
اختراعی اور باطل شرط کے پیش نظر احادیث صحیحہ کو
ضعیف قرار دیا ہے ان کی شرط اس قابل نہیں ہے
کہ اس کی طرف زیادہ انتہا کیا جائے، کیونکہ یہ بعد
کے لوگوں کا نیا قول اور باطل شرط ہے۔ متقدمین اہل
علم اور اسلاف میں سے کسی محدث نے یہ بات نہیں کہی
اور بعد والے لوگوں نے بھی اس شرط کو رد کر دیا ہے
اور جب اہل علم میں سے اسلاف اور معاصرین نے اس
شرط کو رد کر دیا تو اس سے بڑھ کر اس باطل شرط کو
رد کرنے کے لیے اور کیا دلیل پیش کی جا سکتی ہے۔
کیونکہ اب اس شرط اور شرط عائکہ کرنے والے دونوں
کی قدر و منزلت سب پر واضح ہو گئی۔ جو لوگ اہل علم کے
خلاف کسی مسلک کو اختراع کرتے ہیں ان کا رد کرنے کے
لیے ہم اللہ تعالیٰ سے ہی مدد کے طالب ہیں اور اس کی مدد
پر بھروسہ کرتے ہیں۔

تمام حمد و ثناء کا اللہ تعالیٰ ہی مستحق ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمتیں سیدنا
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اور صحابہ و بارگ و سلم ہی کے نمایاں نشان ہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَحْدَهُ لَا وَصْلَى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَلِّ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

کتاب الایمان

ایمان کے لغوی معنی کی تفصیل اور تحقیق

علامہ راجب الصغیرانی کہتے ہیں:

ایمان اَمَن سے ماخوذ ہے اور اَمِن کا معنی ہے نفس کا مطمئن ہونا،

اور خوف کا نازل ہونا، اَمِن، امانت اور امان اصل میں مصادر ہیں، امان انسان کی حالت امن کو کہتے ہیں، انسان کے پاس جو چیز حفاظت کے لیے رکھی جائے اس کو امانت کہتے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنَكُمْ (النفال: ۲۷)
اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو۔
اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

أَنَا عَرْضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَالْجِبَالِ (احزاب: ۷۲)
بے شک ہم نے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر
اپنی امانت پیش کی۔

اور قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا (آل عمران: ۹۷)
یعنی وہ دوزخ سے بے خوف ہو گیا، یا وہ دنیا کی مصیبتوں سے بے خوف ہو گیا، اس کا معنی ہے کہ حرم میں اس سے
تعماس لیا جائے گا نہ اس کو قتل کیا جائے گا۔

ایمان کا استعمال کبھی اس شریعت کو ماننے کے لیے کیا جاتا ہے جس کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک
وسلم اللہ کے پاس سے لے کر آئے، اس استعمال کے مطابق قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

ان الذين آمنوا والذين هادوا والذين نصروا
والصّٰبِیْنَ (بقرہ: ۶۲)
بے شک اسلام قبول کرنے والے، یہودی،
عیسائی اور ستارہ پرست۔

ایمان کے ساتھ ہر اس شخص کو متصف کیا جاتا ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں داخل ہو دو اُن کا ایک
وہ اللہ تعالیٰ کا اللہ آپ کی نبوت کا اقرار کرتا ہو۔

اور کبھی ایمان کا استعمال برسیل مدح کیا جاتا ہے اور اس سے مراد وہ ہیں کا بہ طور تصدیق حق کو ماننا اور قبول کرنا ہے اور

سے بھی تصدیق کرے تو وہ مؤمن ہے اور جو صرف زبانی اقرار کرے اور دل سے تصدیق نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کی دہائی ہوئی امانت کو ادا نہیں کر رہا، وہ منافق ہے اور جس کا یہ زعم ہے کہ تصدیق بالقلب کے بغیر صرف زبان سے اظہار کرنا ایمان ہے وہ منافق ہو گا یا جاہل (علامہ زبیدی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ کبھی صرف زبانی اقرار پر بھی ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ -

یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ (زبان سے) ایمان لائے پھر انھوں نے (دل کا) کفر (ظاہر) کیا تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی۔

(منافقون: ۳)

اور اس آیت میں بھی زبانی اظہار پر ایمان کا اطلاق ہے۔

ان الذین آمنوا ثم کفروا ثم آمنوا ثم کفروا
بے شک جو لوگ زبان سے ایمان لائے پھر دل سے کافر ہوئے، پھر زبان سے ایمان لائے، پھر کافر ہوئے پھر وہ کفر میں اندر بڑھ گئے۔

(نساء: ۱۳۷)

مراجع نے کہا ہے کبھی ایمان کا اطلاق اظہار شریعت پر کیا جاتا ہے اور کبھی شریعت کے قبول کرنے پر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر آئے ہیں اس پر اعتقاد رکھنے اور دل سے اس کی تصدیق کرنے پر ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے امام مہذب نے کہا ہے کہ ایمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کا نام ہے اور کبھی بطور مدح حق کی تصدیق کرنے اور ماننے کو ایمان کہتے ہیں، ایمان تصدیق، اقرار اور عمل سے متحقق ہوتا ہے اور ان میں سے ہر ایک پر الگ الگ بھی ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے، مومن اللہ تعالیٰ کی صفات ہے جس کا معنی ہے مخلوق کو ظلم سے امن دینے والا، یا اپنے اولیاء کو عذاب سے امن میں رکھنے والا، مندرجہ نے ابراہیم اس سے روایت کیا ہے کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ امتوں سے اپنے رسولوں کی تبلیغ کے متعلق سوال کرے گا اور وہ امتیں انبیاء کی تکذیب کریں گی اور اللہ تعالیٰ کے مسلمان بندے انبیاء کی تصدیق کریں گے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لایا جائے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی تصدیق کریں گے اور اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کی تصدیق کرے گا اور اسی تصدیق کی وجہ سے اللہ کا نام مومن ہے، ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرتا ہے اور وہ اس اعتبار سے مومن ہے، ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں کو عذاب سے امان میں رکھے گا اس وجہ سے وہ مومن ہے، یہ غلام ابن اثیر کا قول ہے۔

ایمان کے شرعی معنی کی تفصیل اور تحقیق | علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: ایمان کے شرعی معنی میں اہل قبلہ کے چار قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ ایمان قلب کا فعل ہے اور اس میں پھر دو نظریے ہیں، محققین، امام اشعری، قاضی عبد الجبار، استاذ ابواسمعیٰ اسفرائینی، حسین بن فضل اور دیگر ائمہ کا یہ مسلک ہے کہ ایمان صرف تصدیق بالقلب کا نام ہے، یعنی ہر وہ چیز جس کے متعلق بدرہمہ ظلم

ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اللہ کے پاس سے لائے ہیں اس کی تصدیق کرنا ایمان ہے۔ دوسرا نظریہ جہم بن صفوان کا ہے کہ ایمان فقط دل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا نام ہے اور زبان سے اقرار کرنا اس کے لیے شرط یا رکن نہیں ہے حتیٰ کہ جس شخص کو دل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت جو حوالہ وہ زبان سے اقرار نہ کرے اور اسی حال پر مر جائے وہ بھی مومن کامل ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایمان زبان سے اقرار کا نام ہے، اس میں بھی دو نظریے ہیں، عیلام بن مسلم و مشقی اور فضل رقاشی کا یہ نظریہ ہے کہ ایمان زبان سے اقرار کا نام ہے لیکن اس کی شرط معرفت بالقلب ہے، اور کلامیہ کا قول یہ ہے کہ فقط زبان سے اقرار کرنا ایمان ہے، ان کا زعم یہ ہے کہ منافق یہ ظاہر مومن ہے اور باطن کافر ہے، وہ ایمان منافق مومنوں کے حکم میں ہے اور آخرت میں کافروں کے حکم میں ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ایمان اقرار باللسان اور معرفت بالقلب کا مجموعہ ہے اس قول میں بھی متعدد نظریات ہیں:

(۱)۔ امام ابو حنیفہ، عاتقہ الفقہاء اور بعض متکلمین کے نزدیک ایمان اقرار باللسان اور معرفت بالقلب کا مجموعہ ہے۔

(۲)۔ بشر المریسی اور ابو الحسن اشعری کا نظریہ ہے کہ ایمان زبان اور دل دونوں سے تصدیق کرنے کا نام ہے۔

(۳)۔ زبان سے اقرار اور دل کے اخلاص کا نام ایمان ہے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول پر معرفت بالقلب کا کیا معنی ہے؟ اس کی دو تفسیریں ہیں:

(۱)۔ معرفت بالقلب سے مراد اعتقاد جائز ہے عام اذہن کہ وہ اعتقاد تقلید سے حاصل ہو یا استدلال سے، اکثر علماء نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے، اور یہی زیادہ صحیح ہے، اسی لیے وہ کہتے ہیں کہ مقلد کا ایمان صحیح ہے۔

(۲)۔ معرفت بالقلب سے مراد وہ اعتقاد ہے جو دل سے حاصل ہو، اس تفسیر کے مطابق مقلد کا ایمان صحیح نہیں ہے۔ اس قول کے قائلین میں یہ اختلاف بھی ہے کہ اقرار باللسان ایمان کا جز ہے یا ایمان کی شرط ہے، امام ابو حنیفہ، امام ابو منصور ماتریدی کا مذہب اور امام ابو الحسن اشعری کا ایک قول یہ ہے کہ اقرار باللسان ایمان کی شرط ہے حتیٰ کہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تمام چیزوں کی تصدیق کی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن ہو گا، خواہ اس نے زبان سے اقرار نہ کیا ہو، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ اقرار ایمان کی جز ہے مگر یہ اصلی جز نہیں ہے، نہ اند جز ہے حتیٰ کہ حالت اکراہ میں اقرار صادق ہو جاتا ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ ایمان تصدیق، اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ہے، یہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد امام اوزاعی اور محدثین کا قول ہے، معتزلہ، خوارج اور زید یہ کا بھی یہی قول ہے، محدثین کے اس قول میں تین نظریات ہیں:

(۱)۔ عبد اللہ بن سعید کا قول یہ ہے کہ معرفت ایمان کامل ہے اور یہ اصل ہے، پھر ہر طاعت الگ الگ ایمان ہے اور محمود اور دل سے انکار کرنا کفر ہے، پھر اس کی ہر معصیت الگ الگ کفر ہے اور بغیر معرفت کے کوئی طاعت ایمان نہیں ہے اور بغیر انکار کے کوئی معصیت کفر نہیں ہے۔

(۲)۔ فرائض اور فرائض تمام عبادات کے مجموعہ کا نام ایمان ہے جس نے کسی ایک فرض کو ترک کیا اس کا ایمان ناقص ہو گیا اور جس نے نفل کو ترک کیا اس کے ایمان میں کمی نہیں ہوئی۔

(۳)۔ ایمان فرائض کے مجموعہ کا نام ہے نہ کہ فرائض کا۔

معتزلہ کے بھی اس قول میں متعدد نظریات ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱) - واصل بن عطاء، ابو البزلی اور قاضی عبد البہار کا مسلک یہ ہے کہ ایمان تمام عبادات کے مجموعہ کا نام ہے خواہ وہ واجب ہوں یا مستحب۔

(۲) - ابو بکر جلیانی اور ابوالشام کا یہ مسلک ہے کہ ایمان فقط عبادات واجبہ کا نام ہے نہ کہ مستحبہ کا۔

(۳) - نظام معتزلی کا مذہب یہ ہے کہ ہر وہ کام جس پر وعید ہے اس کے ترک کا نام ایمان ہے۔

خوارج کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کے تمام احکام کی اطاعت اور تمام مباحی سے اجتناب خواہ صنائر ہوں یا کبار، اس کے مجموعہ کا نام ایمان ہے، ان کا مذہب معتزلہ اور سلف صابکین کے قریب ہے، مگر ان مذاہب میں یہ فرق ہے کہ معصیت کبیرہ کے ارتکاب سے معتزلہ کے نزدیک انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا، اور خوارج کے نزدیک ارتکاب معصیت سے انسان فاسق ہو جاتا ہے ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ سلف اور سلف کے نزدیک ارتکاب معصیت سے انسان فاسق ہو جاتا ہے ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

نفس ایمان اور ایمان کامل کا بیان

امام شافعی سے منقول ہے کہ ایمان تصدیق، اقرار اور عمل کا نام ہے جس کی تصدیق میں عمل، مورد منافق ہے جس کے اقرار میں عمل، کافر ہے اور جس کے عمل میں عمل، مورد فاسق ہے۔ وہ دوزخ کے دائمی عذاب سے نجات پالے گا، اور جنت میں داخل ہو جائے گا، امام رازی نے کہا اس مسلک پر یہ ترقی اشکال ہے کہ جب اعمال ایمان کی جز ہیں اور جز کی نفی سے کل کی نفی ہو جاتی ہے تو بے عمل شخص مومن کیسے ہو گا؟ اور وہ کیسے دوزخ سے خارج اور جنت میں داخل ہو گا؟ اس اشکال کا یہ جواب ہے کہ شارع کے کلام میں ایمان کبھی اصل ایمان کے معنی میں ہوتا ہے اور اصل ایمان میں اعمال کا اعتبار نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الایمان ان تؤمن بالله وملائکته و

بلائہ ورسوله وتؤمن بالبعث والاسلامان

تعبد الله ولا تشرك به وتقیم الصلوة و

تؤتی الزکوۃ المفروضة وتصوم رمضان۔

(صحیح مسلم)

ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس سے ملاقات پر، اس کے رسولوں پر اور مرنے کے بعد اٹھنے پر ایمان لاؤ، اور اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور نماز قائم کرو اور فرض زکوۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔

اور کبھی شارع کے کلام میں ایمان، ایمان کامل کے معنی میں ہوتا ہے جس میں اعمال داخل ہوتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد عبد القیس سے فرمایا:

اتحدون ما الایمان بالله وحده قالوا

الله ورسوله اعلو قال شہادة ان لا اله الا الله

کیا تم جانتے ہو کہ اللہ وحدہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ انھوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے آپ

وان عمدا رسول الله واقام الصلوة وايتاء
الزکوۃ وصيام رمضان وان تعطوا من المغنم
الخمس۔ (صحیح مسلم)

نے فرمایا: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت
کامستحق نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، زکوۃ
ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت سے
فقس ادا کرنا۔

پہلی حدیث میں ایمان اصل ایمان یا نفس ایمان کے معنی میں ہے اور اس دوسری حدیث میں ایمان، ایمان کامل کے معنی
میں ہے، اور جن احادیث میں اعمال کی نفی سے ایمان کی نفی کی گئی ہے ان میں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے اور جن احادیث
میں عمل کی نفی کے باوجود ایمان کا اطلاق کیا گیا ہے اور جنت کی بشارت دی گئی ہے ان میں ایمان سے مراد نفس ایمان ہے۔
اس کی مثال یہ ہے:

لا یزنی الزانی حین یزنی وهو مؤمن۔
(صحیح مسلم)

جس وقت زانی زنا کرتا ہے اس وقت وہ مومن
نہیں ہوتا۔

اس حدیث میں ایمان کامل کی نفی ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:
ما من عبد قال لا اله الا الله ثم مات
على ذلك الا دخل الجنة قلت ان زنی وان
سرق قال وان مانی وان سرق۔
(صحیح مسلم)

سبب شخص نے بھی لا الہ الا اللہ کہا پھر اسی پر مر گیا وہ
جنت میں داخل ہو جائے گا، میں نے کہا عموماً اس نے
زنا کیا ہو اور چوری کی ہو آپ نے فرمایا عموماً اس نے
زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔

اس حدیث میں نفس ایمان مراد ہے۔
خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اختلافات نقلی ہیں کیونکہ اس کا رجوع ایمان کی تفسیر کی طرف ہے اور ایمان کا کون
سامع منقول شرعی ہے اور کون سامع منقول مجاز ہے اس میں اختلاف ہے، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس ایمان
کی وجہ سے روزے میں داخل سے نجات ملتی ہے وہ ایمان کامل ہے اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور جس ایمان کی وجہ سے روزے کے غلو
سے نجات ملتی ہے وہ نفس ایمان ہے، اس میں اہل سنت کا اتفاق ہے اور خوارج اور معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے۔
حاصل بحث یہ ہے کہ سلف اور امام شافعی نے جو اعمال کو ایمان کی جہت کہا ہے اس ایمان سے ان کی مراد ایمان
کامل ہے نہ کہ نفس ایمان یا اصل ایمان مراد ہے اور جب وہ کسی بے عمل یا بد عمل شخص پر مومن کا اطلاق کرتے ہیں تو اس
سے ان کی مراد نفس ایمان ہوتی ہے نہ کہ ایمان کامل، وہ کہتے ہیں کہ اس شخص میں ہر چند کہ ایمان کامل نہیں ہے لیکن وہ
نفس ایمان کی وجہ سے نجات پا جائے گا۔

مومن ہونے کے لیے فقط جاننا کافی نہیں ہے بلکہ ماننا ضروری ہے | علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:
ایمان کی تعریف میں جو تصدیق

بالقلب معتبر ہے اس سے مراد علم، معرفت اور جاننا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرنا اور
نہی ملے اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کرنا اور آپ کو خبر صادق ماننا ہے، کیونکہ بعض کفار بھی حضرت محمد صلی
اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو مانتے تھے لیکن وہ مومن نہیں تھے، قصداً مجید میں ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا بِالْكِتَابِ يَعْرِفُونَهُ كَمَا
يَعْرِفُونَ ابْنَ أَخِيهِمْ

(بقرہ: ۱۳۶) ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حکایت کی ہے، انھوں نے فرعون سے فرمایا:
قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا أَنْزَلَ هَؤُلَاءِ إِلَّا رَبِّ
الْعَالَمَاتِ وَالْأَرْضِ بَصَائِرُ وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا فِرْعَوْنُ
مَثْبُورًا

(ہی اسراعیل: ۱۰۲)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا کفار اور فرعون کو علم
نہ تھا اس کے باوجود وہ کافر تھے اور وہ مومن نہیں تھے، نیز اس سے واضح ہوا کہ ایمان کے تحقق کے لیے صرف جانتا
کافی نہیں ہے ماننا ضروری ہے، یعنی اپنے قصد اور اختیار سے خبر کی طرف صدق کو منسوب کرے اور اسے اس
کی دی ہوئی خبروں میں صادق قرار دے۔

ایمان کی حقیقت میں فقط تصدیق کے معتبر ہونے پر اِن مجید سے استشہاد

ذکر کیا تھا کہ محققین کا مذہب یہ ہے کہ ایمان کی حقیقت فقط تصدیق بالقلب ہے اس پر محققین نے حسب ذیل دلائل
پیش کیے ہیں: قرآن مجید میں ہے:

وَأَنْتَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ

فرمایا:

(مجادلہ: ۲۲)

قَالُوا آمَنَّا بِمَا حُورِّهَ وَلَمْ تَحْمِلْ قُلُوبَهُمْ

(مائیدہ: ۴۱)

انھوں نے اپنے منہ سے کہا ہم ایمان لائے

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تَوْمِنُوا

وَلَكِنْ قَوْلُوا اسْلِمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ

فِي قُلُوبِكُمْ

(حجرات: ۱۳)

ہیں، حالانکہ ان کے دل مومن نہیں۔

دیہات کے لوگوں نے کہا ہم ایمان لائے، آپ

فرمائیں تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو ہم نے اطاعت کی۔

ہے، اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں

ہوا۔

۱۱۔ علامہ عبدالرحمن محمود بن احمد بن سنانی ۵۵۵ھ، طبعة القاری ج ۱ ص ۱۰۵-۱۰۴، ملحق بطبوعہ دارالطباعة المنيرية مصر ۱۳۴۴ھ

ان آیات میں ایمان کا محل قلب کو قرار دیا ہے اور قلب میں تصدیق ہوتی ہے، اقرار کا محل زبان اور اعمال کا تعلق باقی اعضاء سے ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایمان صرف تصدیق بالقلب کا نام ہے۔

ایمان کی حقیقت میں فقط اقرار کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد صرف اقرار باللسان پر قرآن مجید کی یہ آیت دلیل ہے:

ومن الناس من يقول انا با الله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين۔ (بقرہ: ۸۰)
بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان سے آئے، حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔
زبان سے اقرار کے باوجود ان لوگوں کو اس لیے مومن نہیں قرار دیا گیا کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کی تصدیق نہیں کی تھی، نیز قرآن مجید میں ہے:

اذا جاءك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنافقين لكذابون۔
جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً ضرور آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق ضرور جھوٹے ہیں۔ (منافقون: ۱)

ایمان کی حقیقت میں اعمال کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں، اس پر قرآن مجید کی حسب ذیل آیات دلیل ہیں:

ان الذين آمنوا وعملوا الصالحات كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا۔ (سجدة: ۱۸)
اس آیت میں اعمال کا ایمان پر عطف کیا گیا ہے اور عطف میں اصل تنایہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ اعمال ایمان کا غیر ہیں اور ایمان میں داخل نہیں ہیں، اور قرآن مجید میں ایسی بہت آیات ہیں۔
من عمل صالحًا من ذكرا وانثى وهو مؤمن فلنجزيته حيوٰة طيبة۔
جس نے نیک عمل کیے خواہ مرد ہو یا عورت بہ شریکہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے۔ (نحل: ۹۷)

اس آیت میں اعمال کو مشروط اور ایمان کو مشروط قرار دیا ہے اور مشروط شرط سے خارج ہوتا ہے اس سے واضح ہو گیا کہ اعمال ایمان سے خارج ہیں، اور اسی پہ یہ آیات ہیں:

ومن يعمل من الصالحات من ذكرا وانثى وهو مؤمن فاولئك يدخلون الجنة (نساء: ۱۲)
اور جس نے نیک کام کیے خواہ مرد ہو یا عورت بہ شریکہ وہ مومن ہو تو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔
ومن يعمل من الصالحات وهو مؤمن فلا يخف
اور جس نے نیک کام کیے بہ شریکہ وہ مومن ہو

ظُلُمًا وَلَا هُمْضًا - (طہ: ۱۱۲)

وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ

أَنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ - (انفال: ۱۰)

تو اس کو ظلم کا خوف ہو گا نہ کسی نقصان کا۔

اور اپنے باہمی معاملات درست رکھو اور اللہ

اور اس کے رسول کا حکم مانو، یہ بشرطیکہ تم مومن ہو۔

قرآن مجید میں مرکب کبیر پر بھی مومن کا اطلاق کیا گیا ہے اگر نیک اعمال ایمان کی جڑ ہوتے تو معصیت کبیر کرنے والے پر مومن کا اطلاق نہ کیا جاتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ

فِي الْقَتْلِ - (بقرہ: ۱۷۸)

اے ایمان والو! تم پر ان کا بدلہ لیا گیا ہے

جن کو ناحق قتل کیا گیا ہے۔

قصاص قاتل پر فرض کیا جاتا ہے اور اس آیت میں قاتل پر مومن کا اطلاق کیا گیا ہے، اور قاتل کو ناکہ کبیر ہے۔

وَأَنْ تَأْتُوا الْقِتْلَانَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَقْتَتُوا

فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا - (حجرات: ۹)

اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کریں

تو ان میں صلح کرو۔

جب دو جماعتیں قتال کریں گی تو ان میں سے ایک حق پر اور دوسری باطل پر ہوگی اور اس آیت میں دونوں جماعتوں پر مومنوں کا اطلاق کیا گیا ہے۔

وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا يَا الْمُؤْمِنُونَ - (نور: ۳۱)

اے مومن! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو۔

توبہ معصیت پر واجب ہوتی ہے۔ اس آیت میں مومنین کو توبہ کا حکم دیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ معصیت ایمان کے منافی نہیں ہے اور اسی نسخ پر یہ آیت ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا - (تہیم: ۸)

اے ایمان والو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرو۔

اور ثلاثہ اور محدثین اور مجاہدان

جو یہ کہتے ہیں کہ اعمال ایمان میں

داخل ہیں اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے وہ قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کرتے ہیں:

وَأِذَا ثَلَيْتَ عَلَيْهِمْ آيَاتَهُ زَادَتْهُ إِيمَانًا -

(انفال: ۲)

اور جب ان پر اللہ کی آیات پڑھی جائیں تو وہ ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیں۔

اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان میں سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے

کس کے ایمان کو زیادہ کر دیا سو جو ایمان والے میں تو

اس سورت نے ان کے ایمان کو زیادہ کر دیا ہے اور وہ

خوش ہوتے ہیں۔

لوگوں نے ان سے کہا بے شک لوگوں نے

(تم سے مقابلہ کے لیے بڑے لشکر) جمع کر لیے ہیں سو

تم ان سے ڈرو، تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا۔

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ

جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا -

(ال عمران: ۱۶۳)

ولمّا د المؤمنون الأحزاب قالوا هذا ما
وعدها الله ورسوله وصدق الله ورسوله وما
زادهم الا ایماناً وتسليماً -
(احزاب: ۲۲)

والذین اٰهتدوا زادهم هدی -
(محمد: ۱۷)

انهم فقیة امنوا برہم وزدنہم ہدی
(کہف: ۱۳)

ويزيد الله الذین اٰهتدوا ہدی -
(مریم: ۷۶)

وما جعلنا عدتہم الا فتنة للذین
کفرو الیستیقن الذین اوتوا الکتاب ویزداد
الذین امنوا ایماناً -
(مدثر: ۳۱)

هو الذی اقرزل السکينة فی قلوب المؤمنین
لینزدادوا ایماناً مع ایمانہم -
(فتح: ۴)

اور جب مسلمانوں نے (کافروں کے) شکر دیکھے
(تو) کہنے لگے یہ وہ ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول
نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے
سچ فرمایا تھا، اور اس سے ان کا ایمان اور اسلام اور
زیادہ ہی ہوا۔

اور جن لوگوں نے ہدایت کو قبول کیا اللہ نے ان
کی ہدایت کو اور زیادہ کر دیا۔

بے شک کچھ جان اپنے رب پر ایمان لائے
اور ہم نے ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا۔

اور جن لوگوں نے ہدایت پائی، اللہ ان کی ہدایت
کو زیادہ کر دیتا ہے۔

اور ہم نے (دوزخ کے) فرشتوں کی تعداد صرف
اس لیے مقرر کی ہے کہ کافروں کی آزمائش ہو، اہل کتاب
یقین کر لیں اور ایمان والوں کا ایمان اور زیادہ ہو
جائے۔

وہی ذات ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں
میں سکون نازل فرمایا تاکہ ان کے ایمان میں اور ایمان
کی زیادتی ہو۔

ایمان میں کمی اور زیادتی کے ثبوت پر احادیث سے استنباط
داخل ہیں اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے، انہوں نے کثرت احادیث سے استدلال کیا ہے، جن میں سے
بعض احادیث یہ ہیں:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ و
سلم قال الایمان بضع وستون شعبۃ والحیاء
شعبۃ من الایمان -

عن عبد اللہ بن عمرو عن النبی صلی اللہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کے ساٹھ اور
کچھ حصے ہیں، اور احیاء بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔
حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے

عليه وسلم قال المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده والمهاجر من هجر ما نهى الله عنه ر.ه

عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال امرت ان اقاتل الناس حتى يشهدوا ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله و يقسموا الصلوة ويؤتوا الزكوة فان اذوا فعلوا ذلك عصموا مني دماءهم واموالهم الا بحق الاسلام وحسابهم على الله ي.ه

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اندرون ما الايمان بالله وحده قالوا الله ورسوله اعلم قال شهدا دة ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله و اقام الصلوة و ايتاء الزكوة وصيام رمضان وان تعطوا من المغنم الخمس ي.ه

ان احادیث میں ایمان کے متعدد اجزاء بیان کیے گئے ہیں اور جو شخص ان میں سے کسی چیز پر عمل ترک کرے گا اس کا ایمان اس شخص سے کم ہوگا جو ان تمام اجزاء پر عمل کرے گا

ایمان میں کمی اور زیادتی کے دلائل کا جواب

مذکورہ اعداد آیات اور احادیث سے اللہ ثلاثہ اور محمدین نے اس پر استدلال کیا ہے کہ اعمال ایمان کا جز ہیں اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے اگر اعمال کم ہوں گے تو ایمان کم ہوگا اور اگر اعمال زیادہ ہوں گے تو ایمان زیادہ ہوگا۔ ان تمام آیات اور احادیث کا جواب یہ ہے کہ یہ بیان کامل پر محمول ہیں اور ایمان کامل میں اعمال داخل ہیں اور نقصان یا ان میں اعمال داخل نہیں ہیں اور وہ یہاں بالاتفاق مراد نہیں ہیں۔ امام رازی نے کہا یہ بحث لفظی ہے کیونکہ اگر ایمان سے مراد نقص تصدیق ہو تو وہ کمی اور زیادتی کو قبول کرتا اور اگر اس سے مراد عبادات ہوں تو وہ کمی اور زیادتی کو قبول کرتا ہے، پھر امام نے کہا عبادات تصدیق کی تکمیل کرتی ہیں اور جن دلائل کا یہ تقاضا ہے کہ ایمان کی کمی اور زیادتی کو قبول نہیں کرتا۔ ان سے مراد اہل ایمان اور نفس ایمان ہے اور جن

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۶، مطبوعہ دار المسند اصحیہ طبع کراچی ۱۳۸۱ھ

۲۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۸

۳۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰

دلائل کا یہ تقاضا ہے کہ ایمان کی اور زیادتی کو قبول کرتا ہے۔ ان سے مراد ایمان کامل ہے جس میں اعمال داخل ہیں۔ بعض متاخرین نے یہ کہا ہے کہ حق یہ ہے کہ ایمان کی اور زیادتی کو قبول کرتا ہے، خواہ ایمان تصدیق اور اعمال کا مجموعہ ہو یا فقط تصدیق کا نام ہو کیونکہ تصدیق بالقلب وہ اعتقاد جازم ہے جو قوت اور ضعف کو قبول کرتا ہے، کیونکہ جس شخص کو ہم قریب سے دیکھتے ہیں اس کی ہمیں اس سے زیادہ تصدیق ہوتی ہے جس کو ہم دُور سے دیکھتے ہیں۔

بعض محققین نے یہ کہا کہ حق یہ ہے کہ تصدیق دوسروں سے کم اور زیادتی کو قبول کرتی ہے، پہلی وجہ تو یہ ہے کہ تصدیق کیفیت نفسانیہ ہے، جیسے غرضی، غم اور غصہ وغیرہ کیفیات نفسانیہ ہیں اور ان میں قوت، ضعف اور کم اور زیادتی ہوتی ہے، اسی طرح تصدیق میں بھی کم اور زیادتی ہوتی ہے، اور اگر ایسا نہ ہو تو لازم آئے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام افراد امت کا ایمان برابر ہو اور یہ اجماعاً باطل ہے اور دوسری وجہ ہے تصدیق تفصیلی، کیونکہ انسان کو جس جس چیز کے متعلق علم ہوتا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کئے کر گئے ہیں، اس کا ایمان اس کے ساتھ متعلق ہوتا جائیگا اور ایمان زیادہ ہوتا جائے گا۔

بعض علماء نے اس کی تفصیل میں یہ کہا ہے کہ پہلے انسان اجالی طور پر تمام شریعت پر ایمان لاتا ہے، پھر جیسے جیسے اس کو احکام شریعی کی تفصیل کا علم ہوتا جاتا ہے وہ ان سب پر ایمان لاتا جاتا ہے اور یوں اس کا ایمان زیادہ ہوتا ہے، اور بعض محققین نے یہ کہا ہے کہ زیادہ غور و فکر کرنے سے اور کثرت دلائل سے ایمان زیادہ ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ صدیقین اور علماء راسخین کا ایمان دوسروں کی بہ نسبت زیادہ قوی ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ تشکیک اور مخالطہ آفرینی سے ان کا ایمان مستزلزل نہیں ہوتا۔

ایمان کی تعریف میں معتزلہ کے دلائل کے جوابات | معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ مصیبت کے ارتکاب سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے لیکن کفر میں

داخل نہیں ہوتا اور ان کے نزدیک اس کو دائماً دوزخ میں عذاب ہوتا ہے۔ وہ قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کرتے ہیں:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءُ ۙ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا۔
(نساء: ۹۳)

جو شخص کسی مومن کو عداً قتل کرے تو وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا اور اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے۔

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے قتل کے ارتکاب پر دوزخ کے دائمی عذاب کی وعید سنائی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے، اس دلیل کے حسب ذیل جوابات ہیں:

۱۱۔ یہ آیت ایک شخص مقیس بن ضبابہ کنانی کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اسلام کے بعد مرتد ہو گیا اور اس نے جو فہر کے

ایک مسلمان شخص کو قتل کر دیا تھا۔ (روح المعانی ج ۵ ص ۱۱۵)

(۲)۔ یہ آیت عام مخصوص عند بعض ہے، یعنی اگر کسی کافر نے مسلمان کو قتل کر دیا تو اس کی سزا دوزخ میں دائمی عذاب، اللہ کا غضب، اس کی لعنت اور عذاب عظیم ہے۔

(۳)۔ جب مشتق پر حکم لگایا جاتے تو اس کا مبداء اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے، یعنی جس نے کسی مومن کو قتل کیا اور قتل کی علت مومن کا ایمان تھی، اور اس نے اس کے مسلمان اور مومن ہونے کے سبب سے اس کو قتل کیا اور جو اس وجہ سے کسی مومن کو قتل کرے گا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی سزا دائمی عذاب ہی ہے۔

(۴)۔ اگر کسی مسلمان نے مومن کو قتل کیا ہے تو وہ بھی دائمی عذاب کا مستحق ہے، لیکن اشتقاقی اس کو معاف فرما کر اس کی سزا کم کر دے گا یا بالکل ساقط کر دے گا۔

(۵)۔ مستنداً کا معنی ہے مستحکم یعنی جس شخص نے حلال سچ کر کسی مسلمان کو قتل کیا، اس کی سزا دائمی عذاب ہے کیونکہ حرام کو حلال سمجھنے سے وہ کافر ہو جائے گا۔

(۶)۔ غلہ سے زیادہ کٹا ہوا ہے، یعنی وہ زیادہ عرصہ تک جہنم میں رہے گا۔

(۷)۔ یہ آیت انشاء بخیر پر محمول ہے، یعنی زجر و توبیخ اور ڈرانے کے لیے اس طرح فرمایا ہے۔

(۸)۔ اس آیت کے بعد ایک قید مذکور ہے، یعنی اگر میں اس قاتل کو ممانہ نہ کروں تو اس کو دائمی عذاب دیا جائے گا اسی کو خلق و بعد کے جواز سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

شرح صحیح مسلم جلد سابع کے آخر میں ہم نے اس آیت کی زیادہ تفصیل اور تحقیق کی ہے۔

معتزلہ کی دوسری دلیل یہ آیت ہے:

جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی تمام حدود سے تجاوز کرے، اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

ومن یضل الله ورسوله ویترک حدودہ یدخلہ النار خالدا فیہا ولہ عذاب مہین۔

(نساء: ۱۳۱)

اس آیت سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اس شخص کو دائمی عذاب کی وعید سنائی گئی ہے جو جمیع حدود سے تجاوز کرے اور جمیع حدود میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت بھی داخل ہے اور جو اس حد سے تجاوز کرے گا، وہ کافر ہو جائے گا۔ اور دائمی عذاب کا مستحق ہوگا۔

پہلی آیت سے استدلال کے جواب میں جو جوابات دیے گئے ہیں وہ بھی اس آیت کے جواب میں جاری ہو جائیں گے۔ معتزلہ کی تیسری دلیل یہ آیت ہے:

کیوں نہیں، جس نے بڑائی کی، اور اس کو اس کے گناہوں نے گیر لیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

بلی من کسب سیئۃ واحاطت بہ غیبتہ فاؤلشک اصحاب النار ہم فیہا خلدون۔

(بقرہ: ۸۱)

اس آیت سے استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱)۔ یہ آیت یہودیوں کے رد میں نازل ہوئی ہے جہیہ کہتے تھے کہ ہم کو صرف چند روز دوزخ کا عذاب ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے تعلق فرمایا وہ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(۲)۔ اس آیت میں احاطہ سے یہ مراد ہے کہ برائی اس کے ظاہر اور باطن کا مکمل احاطہ کرے، حتیٰ کہ اس کے دل میں تصدیق رہے زبان پر اقرار رہے، تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا اور اس کو جہنم میں دائمی عذاب ہوگا۔ اس آیت سے استدلال کے جواب میں پہلی آیت کے جوابات بھی جاری ہوں گے۔

ان تینوں آیات سے استدلال کے جواب میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ آیات، ان آیات سے معارض ہیں جن میں مومنین کو جنت میں دائمی ثواب کی بشارت دی گئی ہے اور رفع تضام کے لیے یہ کہا جائے گا کہ آیات وحید میں خلود بمعنی مکث طویل ہے۔ دائمی ثواب کی بشارت کی بعض آیات یہ ہیں:

وعد اللہ المؤمنین والمؤمنات جنت تجری من تحتها الأنهار خالدين فیہا و مسکن طیبہ فی جنت عدن۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور دائمی رہائش کے باطن میں پاکیزہ رہائش گاہوں کا وعدہ فرمایا ہے۔

(توبہ ۷۲)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے ان کے لیے فردوس کے باغات کی وہابی ہے، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، ان سے اپنی جگہ بدنام نہ چاہیں گے۔

ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات كانت لہم جنت الفردوس نزلا خالدين فیہا لا یبغون عنہا حولا۔

(کہف: ۱۰۸-۱۰۷)

اس طرح کی اور بہت سی آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو جنت میں دوام کی بشارت دی ہے اور اگر صاحب کبیرہ مومنین کو دائمی عذاب دیا جائے تو ان آیات میں تضام لازم آئے گا اس لیے تضام دور کرنے کے لیے یہ کہا جائے گا کہ جن آیات میں صاحب کبیرہ کو دائمی عذاب کی وعید سنائی گئی ہے وہ انشاء و تحریف پر محمول ہیں، تاکہ ان آیات میں تطبیق ہو، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تضام دور کرنے کی یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ جن آیات میں مومنین کو دائمی ثواب کی بشارت دی گئی ہے ان کو انشاء و تحریف پر محمول کر دیا جائے اور جن آیات میں صاحب کبیرہ کو دائمی عذاب کی وعید سنائی گئی ہے ان کو اپنے ظاہر پر برقرار رکھا جائے اس طرح تطبیق بھی ہو جائے گی اور معتزلہ کا مذہب بھی ثابت رہے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے اور کریم جب انعام کا وعدہ کرے تو اس کے خلاف نہیں کرتا اور حب سزا کی وعید سنا کر تو معاف کر دیتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق یہی ہے کہ وعدہ کی آیات کو پورا کرے اور گنہ گاروں کو معاف کرے وعید کی آیات کا بظاہر خلاف کرے۔ ہماری تقریر کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے:

امام مسلم رعایت کرتے ہیں:

عن عثمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات وهو یعلم انہ لا الہ الا اللہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس حال میں مرا کہ

سے خارج ہو جاتا ہے اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

ایمان کی تعریف میں خوارج کے دلائل کے جوابات | خوارج کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص نے گناہ کا ارتکاب کیا وہ کافر ہے خواہ وہ گناہ صغیرہ

ہو یا کبیرہ، ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک هم الکافرۃن۔ (مائتہ: ۴۳)

اور جو اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق حکم نہ کرے تو وہی لوگ کافر ہیں۔

اس دلیل کے جوابات حسب ذیل ہیں:

(۱)۔ اس آیت میں حکم ذکر کرنے سے مراد تصدیق نہ کرنا ہے، یعنی جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کی تصدیق نہ کرے وہ کافر ہے۔

(۲)۔ جہ طور استہانت اور توہین اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق حکم نہ کرے وہ کافر ہے۔

(۳)۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے کسی حکم پر عمل نہ کرے، حتیٰ کہ اس پر ایمان بھی نہ لائے وہ بلاشبہ کافر ہے۔

(۴)۔ یہ آیت یہود کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ہمارا اللہ سے مراد تو بات ہے، اور سیاق کا تقاضا یہ ہے کہ جس شخص نے توہرات کے حکم کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہیں کی اور زانیہ کو رجم کرنے سے انکار کیا وہ کافر ہے۔

خوارج نے حسب ذیل احادیث سے بھی استدلال کیا ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لیس من رجل ادعی لغير ابيه وهو یعلمہ الا کفر ومن ادعی ما لیس له فلیس منا ولیتبوء مقعدہ من النار ومن دعا رجلاً بالكفر او قاتل عدا اللہ و لیس کذلک الاحارہ علیہ۔ ۱۰

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، جس شخص نے علم کے باوجود کسی غیر کی طرف اپنا نسب منسوب کیا وہ کافر ہو جائے گا، اور جس شخص نے غیر کے مال کا ڈکائی کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے، اور وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنائے اور جس شخص نے کسی دوسرے شخص کو کافر یا دشمن قتل کہا جب کہ وہ ایسا نہ ہو تو وہ کافر اس کی طرف لوٹ آئیگا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان اور شرک اور کفر کے درمیان نماز کے ترک کا فرق ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول بین الرجل و بین الشرک و الکفر تولد الصلوۃ۔ ۱۱

۱۰۔ امام مسلم بن حجاج قشیر متنی ۲۶۱، صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۵، مطبوعہ نور محمد صحیح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

۱۱۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۱، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۱، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۱، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۱

(۱)۔ ان اعاویث میں معصیت کے ارتکاب پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہے، اور ان کے چند جملیات ہیں:
جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے نماز کو ترک کرے، یا اپنا نسب غیر کی طرف جائز سمجھ کر منسوب کرے
وہ کافر ہے۔

(۲)۔ جو شخص بطور استہانت معصیت کا ارتکاب کرے۔

(۳)۔ ان اعاویث میں کفر سے مراد کفران نعمت ہے، وہ کفر نہیں ہے جو ایمان کے مقابلہ میں ہے۔

(۴)۔ مرتکب معصیت کو بطور تفلیط اور تہدید کافر کہا گیا ہے۔

(۵)۔ ایسا شخص کفر کے قریب ہے۔

غلام اہل سنت جو یہ کہتے ہیں کہ مرمن کی معصیت صغیرہ ہو یا کبیرہ وہ معصیت کی وجہ سے ایمان سے خارج ہوتا ہے، نہ کفر میں داخل ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے شرک کے سوا ہر معصیت لائق معافی ہے۔

ان الله لا يعجز ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء۔
بے شک اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہیں فرماتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور جو اس سے کم ہو اس کو معاف کر دیتا ہے جس کے لیے چاہے۔
(نساء: ۱۱۶)

اس آیت کی تائید اس حدیث میں ہے، امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن النس بن مالك ان نبي الله صلى الله عليه وسلم ومعاذ بن جبل رديفه على الرحلى فقال يا معاذ قال لبيك يا رسول الله وسعديك قال يا معاذ قال لبيك يا رسول الله وسعديك قال يا معاذ قال لبيك يا رسول الله وسعديك قال ما من عبد يشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله الا حرم الله على النار قال يا رسول الله افلا اخبر بها فيستبشروا فقال اذن يتكلموا فتاخير بها معاذ عند موته تاثيرا۔
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک کجاوے میں تشریف فرما تھے اور حضرت معاذ بن جبل ان کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا اے معاذ! انہوں نے کہا لبيك يا رسول الله! میں حاضر ہوں، آپ نے فرمایا: اے معاذ! انہوں نے کہا لبيك يا رسول الله! میں حاضر ہوں! آپ نے فرمایا اے معاذ! انہوں نے کہا لبيك يا رسول الله! میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: غرض جس بھی یہ گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ حرام کر دے گا، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں نرگہ کو اس کی خبر نہ دوں جس سے وہ خوش ہوں؟ آپ نے فرمایا پھر نرگہ اسی پر اعتماد کر لیں گے! پھر حضرت معاذ نے دیکھ کر چھپانے کے گناہ سے بچنے کے لیے موت سے

پہلے اس کی خبر دے دی۔

ایمان کی تعریف میں مرجئہ کے دلائل کے جوابات | مرجئہ کا یہ نظریہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد مصیبت سے کوئی ضرر نہیں ہوتا اور ہر مومن بغیر عذاب کے جنت میں جائے گا، خواہ اس نے کتنے ہی گناہ کیے ہوں، ان کی دلیل یہ ہے کہ دوزخ میں دخول ذلت کا موجب ہے، اور مومن کو اللہ تعالیٰ ذلیل نہیں کرے گا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مومن کو دوزخ میں داخل نہیں کرے گا، دوزخ میں دخول ذلت کا موجب ہے، اس پر دلیل یہ آیت ہے:

مَبْنَأَنَّكَ مِن تَدْخُلَ النَّارَ فَنَقْدُ أَخْرِجْتَهُ . اے ہمارے رب! تو نے جس کو دوزخ میں ڈال دیا

تو توڑنے اس کو ضرور رسوا کر دیا۔ (آل عمران: ۱۹۳)

اور مومن کو اللہ تعالیٰ رسوا نہیں کرے گا، اس پر دلیل یہ آیت ہے:

يَوْمَ لَا يَخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا

جس دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو رسوا کرے گا دان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے۔

(تخوید: ۸)

اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ مطلقاً دوزخ میں داخل ہونا ذلت اور رسوائی کا سبب نہیں ہے، بلکہ طمعی دخول ذلت کا سبب ہے اور گناہ گار مومنوں کا دوزخ میں عارضی دخول ہوگا اور وہ بھی تطہیر کے لیے ہوگا تاکہ وہ جنت میں جانے کے اہل ہو جائیں، ان کے لیے دوزخ میں دخول ذلت اس وقت ہوتا جب ان کو معاف نہ کیا جاتا اور دوزخ سے نکال نہ جاتا اور جس آیت میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو رسوا نہیں کرے گا، وہاں یہ قید ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا، مطلقاً مومنوں کے لیے یہ نہیں فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لانے والے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں تو دوزخ کے عذاب سے بالکل محفوظ رہنے کی فرید حضرات صحابہ کرام کے لیے ہے عام مسلمانوں کے لیے نہیں ہے۔

عام مسلمانوں کو مصیبت سے مقرر ہوگا، اس پر دلیل قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ ۚ قَالَوا لَمْ نَكُ مِنَ

المصلين ۚ وَلَمْ نَكُ نَطْعُ الْمُسْكِينِ ۚ

(مائدہ: ۴۳-۴۴)

ہم ناز پرٹھنے والوں میں سے نہ تھے اور مسکین کو کھانا کھلاتے تھے۔

ہر طعن دینے والے اور غیبت کرنے والے کے لیے تباہی ہے، جس نے مال جمع کیا اور اس کو گن گن کر رکھا، وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال (دنیا میں) اسے

ہمیشہ (زندہ) رکھے گا، مگر نہیں! وہ ضرور چور چور کر دینے والی میں پھینک دیا جائے گا! اور آپ کیا

بکھے، چور چور کرینے والی کیا چیز ہے؟ یہ اللہ کی

آگ ہے، بھڑکائی ہوئی جو دلوں پر چڑھ جائے گی

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۚ الَّذِي جَمَعَ مَالًا

وَعَدَدَهُ ۚ يَحْسِبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۚ كَلَّا

لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۚ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ۚ

نَارُ اللَّهِ الْمَوْقُودَةُ ۚ الَّتِي تَطْلُعُ عَلَىٰ أَفَئِدَةٍ ۚ

أَنفِمْ عَلَيْهِمْ مَوْجِدَةً ۚ فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ ۚ

(سورۃ الہمزہ)

بے شک وہ ان پر (ہر طرف سے) بند کی ہوئی ہوگی
(بھروسے کے لئے شعلوں کے) لیے بے ستونوں میں۔

نیز حضرت عمرو بن جذب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب بیان فرمایا:
ایک رات حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آئے اور ہر ایک میں مختلف لوگوں پر
عذاب ہوتا ہوا دکھایا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل نے کہا: آپ
نے جس شخص کے جبریل کو چیرا جاتے ہوئے دیکھا یہ
جوڑا شخص تھا یہ جوڑا بولتا اور اس کا جھوٹ ساری
دنیا میں پھیل جاتا، اس کو قیامت تک یونہی عذاب
دیا جاتا رہے گا، اور آپ نے جس شخص کے سر کو
پتھر سے کڑھا جاتے ہوئے دیکھا یہ وہ شخص تھا جس
کو قرآن کا علم دیا گیا، یہ رات کو اس سے اعراض کر کے
سو جاتا تھا اور دن کو اس پر عمل نہیں کرتا تھا، اس کے
ساتھ قیامت تک یونہی ہوتا رہے گا، اور آپ نے
آگ کے تنور میں جن لوگوں کو جلتے ہوئے دیکھا یہ زنا کار
تھے اور آپ نے عون کے دریا میں جن لوگوں کو دیکھا
یہ مود غر تھے۔

قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ بعض گنہگار مسلمانوں کو قبر میں اور آخرت میں عذاب
ہوگا، اس لیے مرجعہ کا یہ قول صحیح نہیں ہے کہ ایمان لانے کے بعد اعمال کی کوئی ضرورت نہیں اور کسی مسلمان کو کسی قسم
کا عذاب نہیں ہوگا خواہ وہ عمل کرے یا نہ کرے۔

ایمان کی تعریف میں اہل قبلہ کے مذاہب کا خلاصہ | ایمان کی تعریف میں ہم نے اہل قبلہ کے جو مذاہب
تفصیلی دلائل کے ساتھ بیان کیے ہیں ان کا خلاصہ

یہ ہے:

- (۱)۔ جمہور متکلمین اور محققین کے نزدیک صرف تصدیق بالقلب کا نام ایمان ہے۔
- (۲)۔ امام ابوحنیفہ و ماتریدی کا مذہب ہے کہ ایمان تصدیق بالقلب کا نام ہے اور اقرا جبرائیل و حکام مسلمین کے لیے
شرط ہے۔

(۳)۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایمان کے دو جز ہیں، اقرار اور تصدیق، لیکن اکراہ کے وقت اقرار ساقط ہو سکتا ہے۔

(۴)۔ اثر غلامہ اور محدثین کے نزدیک ایمان کے تین جز ہیں، تصدیق، اقرار اور اعمال صالحہ، لیکن اعمال کے ترک کرنے سے انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور کفر میں داخل ہو جاتا ہے، بلکہ قاصد ہو جاتا ہے۔

(۵)۔ معتزلہ میں سے واصل بن عطاء، ابو الہذیل اور قاضی عبد الجبار کا یہ نظریہ ہے کہ تصدیق، اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ایمان ہے اور اعمال میں واجب اور مستحب سب داخل ہیں اور عمل کے ترک کرنے سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا۔ عمل کی نفی سے وہ ایمان سے خارج ہو گیا اور تکذیب نہ کرنے کی وجہ سے کفر میں داخل نہیں ہوا۔

(۶)۔ ابو علی جہانی معتزلی اور ابو ہاشم معتزلی کا یہ مسلک ہے کہ فقط اعمال واجبہ کا نام ایمان ہے، باقی تفصیل حسب سابق ہے۔

(۷)۔ نظام معتزلی کا مذہب ہے جس کام پر دیر ہے اس کے ترک کرنے کا نام ایمان ہے۔

(۸)۔ غارج کا مذہب ہے تصدیق، اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ایمان ہے اور انسان معصیت کے ارتکاب سے کافر ہو جاتا ہے عوام معصیت صغیرہ ہو یا کبیرہ۔

(۹)۔ کلامیہ کا یہ قول ہے کہ فقط ایمان سے اقرار کرنا ایمان ہے۔

(۱۰)۔ غیلان بن مسلم دمشقی اور فضل قاشی کا یہ نظریہ ہے کہ اقرار پر شرط معرفت کا نام ایمان ہے۔

(۱۱)۔ جہم بن صفوان کا یہ نظریہ ہے کہ فقط معرفت بالقلب کا نام ایمان ہے۔

(۱۲)۔ مرجئہ کے نزدیک ایمان صرف تصدیق کا نام ہے اور اعمال کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

علامہ بدر الدین یعنی مکتھے ہیں:

آیا اسلام اور ایمان متغایر ہیں یا متحد ایک بحث یہ ہے کہ آیا اسلام اور ایمان متغایر ہیں یا متحد ہیں؟

ہم کہتے ہیں کہ لغت میں اسلام کا معنی ہے انقیاد (اطاعت) اور اذعان (اعتقاد) اور تقسیم کرنا، اور اسلام کا شرعی معنی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مان کر اللہ کی اطاعت کرنا، کلمہ شہادت پڑھنا، واجبات پر عمل کرنا اور منوعات کو ترک کرنا کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ مفروضہ ادا کرو، اور رمضان کے روزے رکھو، اور اسلام کا اطلاق دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کیا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں دین بیرونی، دین نصرانیت، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان الدین عند اللہ الاسلام (ال عمران، ۱۹)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ذاق طعم الاسلام من رضى بالله ربا و
بالاسلام ديناً
جس شخص نے اللہ کو رب مان لیا، اور اسلام کو دین
مان لیا، اس نے اسلام کا ذائقہ چکھ لیا۔

پھر اس میں ملار کا اختلاف ہے، محققین کا مذہب یہ ہے کہ ایمان اور اسلام متفاثر ہیں اور یہی صحیح ہے، اور بعض محدثین، متکلمین اور جمہور معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان اور اسلام شرعاً متزاوت ہیں، علامہ خطابی نے کہا ایمان اور اسلام مطلقاً مختلف یا متفاثر نہیں ہیں، کیونکہ مسلم بعض اوقات مسلم ہوتا ہے، اور بعض اوقات مسلم نہیں ہوتا، (یعنی بعض اوقات اسلام کے احکام کی پیروی کرتا ہے اور بعض اوقات نہیں کرتا) اور مومن ہر وقت مومن ہوتا ہے، (یعنی ہر وقت انقیاد باطن کرتا ہے) لہذا ہر مسلم مومن ہوتا ہے اور ہر مومن مسلم نہیں ہوتا۔

ایمان کی اصل تصدیق ہے اور اسلام کی اصل استسلام اور انقیاد (اطاعت) ہے بسا اوقات انسان ظاہر میں اطاعت گزار ہوتا ہے اور باطن میں اطاعت گزار نہیں ہوتا اور کبھی باطن میں صادق ہوتا ہے اور ظاہر میں اطاعت گزار نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں کہ اس کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام اور ایمان میں عموم، خصوص مطلق کی نسبت ہے، جیسا کہ بعض فضلاء نے اس کی تفسیر صحیح کی ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ ان میں عموم، خصوص من وجہ کی نسبت ہے، کیونکہ کبھی ایمان بغیر اسلام کے ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص کسی بیباک کی چوٹی پر اپنی عقل سے اللہ کی معرفت حاصل کرے اور کسی نبی کی دعوت پہنچنے سے پہلے اللہ کی وجہ، اس کی وحدت اور اس کی تمام صفات کی تصدیق کرے اسی طرح کوئی شخص تمام حدود و یات دین پر ایمان لے آئے اور اقرار اور عمل کرنے سے پہلے اپنا ملک مرچلے تو یہ مومن ہے اور مسلم نہیں ہے، کیونکہ اس نے باطنی اطاعت کی اور ظاہری اطاعت نہیں کی، اور منافقین ظاہری اطاعت کرتے تھے اور باطنی اطاعت نہیں کرتے تھے قرآن مسلم تھے مومن نہیں تھے اور صحابہ کرام، تابعین اور بعد کے مسلمان مومن بھی ہیں اور مسلم بھی ہیں، لہذا ایمان اور اسلام میں ایک مادہ اجتماعی اور دو مادے انفرادی ہیں۔ لہ علامہ عینی کا ایمان اور اسلام کو متفاثر قرار دینا صحیح نہیں ہے تحقیق یہ ہے کہ ایمان اور اسلام مفہوماً متفاثر اور مصداقاً متحد ہیں۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

ایمان اور اسلام واحد ہیں، کیونکہ اسلام غرض اور انقیاد ہے، یعنی احکام کو قبول کرنا اور ماننا، اور یہی ایمان کی حقیقت ہے، اور اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے:

فَاخْرُجْنَا مِنْ كَايَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ -

(ذاریات ۲۶ - ۲۷)

اگر اسلام ایمان کا غیر ہو تو اس آیت میں مومنین سے مسلمین کا استثناء صحیح نہیں ہو گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ شریعت میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ فلاں شخص مومن ہے اور مسلم نہیں ہے یا مسلم ہے اور مومن نہیں ہے، ایمان اور اسلام کے اتحاد سے ہماری یہی مراد ہے (یعنی ان دونوں کا مصداق واحد ہے عوامہ مفہوم متفاثر ہو) اور مشائخ کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایمان اور اسلام کو مصداق کے لحاظ سے واحد اور مفہوم کے لحاظ سے

سے منہاں مانتے ہیں، جیسا کہ کفار یہ میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہوئی خبروں اس کے ادا اور نواہی کی تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے اور انقیاد اور حضور (اطاعت) کا نام اسلام ہے، اور جب تک انسان اللہ تعالیٰ کے ادا اور نواہی کی تصدیق نہیں کرے گا، انقیاد مستحق نہیں ہوگا، اس لیے ایمان اسلام سے مصداق کے لحاظ سے الگ نہیں ہوتا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

قَالَتِ الْاَهْوَابُ اَمْنًا قُلُوبُهُ تَوَمَّنُوْا وَلٰكِنْ

قُولُوْا اَسْلَمْنَا۔ (حجرات ۱۳) دیکھائیوں نے کہا ہم ایمان لائے آپ فرمائی تم ایمان نہیں لائے، ہاں یہ کہو کہ ہم اسلام لائے (طبیعی ہوئے ہیں)۔

اس آیت میں ایمان کے بغیر اسلام کے تحقق کی تصریح ہے، ہم اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ شریعت میں جو اسلام مستتر ہے وہ ایمان کے بغیر تحقق نہیں ہوتا، اور اس آیت میں اسلام کا شرعی معنی مراد نہیں ہے بلکہ لغوی معنی مراد ہے یعنی تم ظاہری اطاعت کر رہے ہو باطنی اطاعت نہیں کر رہے، جیسے کوئی شخص بغیر تصدیق کے کلمہ شہادت پڑھ لے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

الاسلام ان تشہدان لا الہ الا اللہ وان
محمد رسول اللہ وتقیم الصلوٰۃ وتؤتی
الزکوٰۃ وتصوم رمضان وتحج البیت
ان استطعت الیہ سبیلاً۔

اسلام یہ ہے کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی
عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ
وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو اور
زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور اگر تم کو
استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔

(بخاری و مسلم)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اسلام اعمال کا نام ہے نہ کہ تصدیق قلبی کا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں اسلام سے مراد اسلام کے ثمرات اور اس کی علامات ہیں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیید عبد القیس کے دندے سے فرمایا:

اتدرون ما الایمان باللہ وحدہ قالوا
اللہ ورسولہ اعلم قال شہادۃ ان لا الہ
الا اللہ وان محمد رسول اللہ وافتاء
الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصیام رمضان
وان تعطوا من المغنم الخمس۔

(بخاری)

کیا تم جانتے ہو کہ فقط اللہ پر ایمان لانے کا
کیا معنی ہے؟ انھوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول
کو زیادہ علم ہے، آپ نے فرمایا: یہ گواہی دینا کہ اللہ
کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور (حضرت) محمد
صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا
اور زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور
مال غنیمت میں سے خمس ادا کرنا۔

اس حدیث میں بھی ایمان سے مراد ایمان کی علامات اور اس کے ثمرات ہیں اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الایمان بضم و سبعون شعبة اعلاھا قول
لا اله الا الله وادناھا اعطاة الاذی عن
الطریق - (بخاری و مسلم)

ایمان کے متر اور کچھ حصے ہیں، سب سے اعلیٰ
درجہ لا اله الا الله کہنا ہے۔ اور ادنیٰ درجہ راستہ سے
تکلیف وہ چیز کو ہٹانا ہے۔

اس حدیث میں بھی ایمان سے مراد ایمان کی علامات اور اس کے ثمرات ہیں۔ نیز علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

حشویہ اور بعض معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان اور اسلام میں تقابیر ہے کیونکہ ایمان کا معنی ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سمجھنا اور اسلام کا معنی ہے تسلیم کرنا اور اطاعت کرنا۔ اور تصدیق کا متعلق ہے
خبر دینا اور اسلام کا متعلق ہے اوامر اور نواہی کو تسلیم کرنا ان کی ایک دلیل تو سورہ حجرات کی آیت نمبر ۱۷ ہے جس کا جواب
ہم ذکر کر چکے ہیں اور دوسری دلیل یہ ہے:

ان المسلمین والمسلمت والمؤمنین و

المؤمنات - (احزاب ۳۵)

اس آیت میں ایمان کا اسلام پر عطف کیا گیا ہے اور عطف تقاضا کرتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ
عطف کے لیے تقاضا بالمفہوم کافی ہے اور ہم یہی کہتے ہیں کہ ایمان اور اسلام مفہوماً متفاضل اور مصادقاً متحد
ہیں۔ اور تحقیق یہ ہے کہ اسلام اور ایمان دونوں کا مرجع انوعان اور قبول ہے اور تصدیق کا تعلق جس طرح خبر
دینے سے ہے اسی طرح اس کا تعلق اوامر اور نواہی سے بھی ہے بایں طور کہ تمام اوامر اور نواہی حق ہیں۔
علامہ تفتازانی نے ایمان اور اسلام کے اتحاد پر اس سے استدلال کیا ہے کہ قرآن مجید میں ایمان کی جگہ
اسلام اور اسلام کی جگہ ایمان کا استعمال کیا ہے:

یستون علیک ان اسلموا قل لا تعنوا
علی اسلامکم بل الله یمن علیکم ان ھداکم
للایمان - (حجرات ۱۷)

یہ لوگ آپ پر اپنے اسلام لانے کا احسان جتاتے
ہیں، آپ فرمائیں مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو بلکہ
یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان
کا ہدایت دی۔

سیاق کلام میں اسلام کا ذکر تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے آخر میں اسلام کی جگہ ایمان کا ذکر کیا اس سے معلوم
ہوا کہ اسلام اور ایمان واحد ہیں۔

ان تسمع الامن یؤمن بایتنا فھم
مسلمون - (نمل، ۸۱)

آپ صرت ان ہی کو سناتے ہیں جو ہمارے آیت
پر ایمان لاتے ہیں تو وہی مسلمان ہیں۔

یا یہ الذین آمنوا اتقوا الله حق تقاتہ
ولا تموتن الا و انتم مسلمون - (بقرہ ۱۰۲)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، جس طرح
اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور تم کو صرف حالت

لے۔ علامہ سعد الدین مسعود بن تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد مشفقہ ص ۹۶-۹۴، مطبوعہ نور محمد راجح المطابع کراچی

اسلام میں ہی مرت آئے۔

ان آیات میں اسلام کی جگہ ایمان کا اور ایمان کی جگہ اسلام کا اطلاق کیا گیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام واحد ہیں ان آیات کے علاوہ اور بھی بہت آیات ہیں: ۱۔
علامہ ابن ہمام کہتے ہیں:

قد اتفق اهل الحق وهو فريقا الاشاعة
والخفية على انه لا ايمان بلا اسلام وعكسه ۲۔
اس عبارت کی شرح میں علامہ کمال بن ابی شریف لکھتے ہیں:
ایں حق یعنی اشاعہ اور خفیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ
ایمان اسلام کے بغیر اور اسلام ایمان کے بغیر معتبر نہیں ہے۔
ای لا اسلام یعتبر بحدوث ايمان فلا
ینفک احدهما عن الآخر ۳۔
علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

واما ان الاسلام هو الايمان فلان الايمان
لو كان غير الاسلام لما قبل من یتغیه لقوله تعلق
ومن یتغم غیر الاسلام دینا فلن یقبل
منہ ۴۔
علامہ مشکوٰۃ کے ان دلائل اور تصریحات سے واضح ہو گیا کہ ایمان اور اسلام واحد ہیں یہ مفہوم متضاد نہیں اور معتلاً
مختد ہیں، اور جنہوں نے ان میں تضاد کا قول کیا ہے، ان کا قول صحیح نہیں ہے۔
علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

مومن اور مسلمان کی تعریف

الایمان فی الشرع هو التصديق بما جاء به من
عند الله تعالى ای تصدیق النبی بالقلب فی جمیع
ما علم بالضرورة ما جاء به من عند الله تعالى
اجمالاً فانه كاف فی الخروج عن عهده ۵۔
شرعیہ میں ایمان کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی
الله علیہ وسلم اللہ کے پاس سے جو کچھ (احکام اور خبریں)
لے کر آئے ہیں ان سب کی تصدیق کی جائے، یعنی جن
چیزوں کے متعلق بدامنت کے ساتھ یہ اجمالاً معلوم ہو کہ
آپ ان کو اللہ کے پاس سے لے کر آئے ہیں ان کو

- ۱۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح مقامہ ج ۲ ص ۲۶۱۔ ۲۶۰، مطبوعہ دارالمعارف النعمانیہ ۱۴۰۱ھ
- ۲۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، مسائرہ مع المسامرہ ج ۲ ص ۳۱۰، مطبوعہ دارالمعارف الاسلامیہ مکہ مکرمہ
- ۳۔ علامہ کمال بن ابی شریف متوفی ۹۰۵ھ، مسامرہ ج ۲ ص ۳۱۱۔ ۳۱۰،
- ۴۔ میر سید شریف الدین محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، شرح مواقف ص ۴۰، مطبوعہ مطبعہ منشی نواکشور لکھنؤ
- ۵۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح مقامہ ص ۹۰، مطبوعہ فور محمد اصح المطابع کراچی

دل سے مان لینا مومن ہونے کے لیے کافی ہے۔
 مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ انسان پہلے اویان باطلہ سے برأت کا اظہار کرے، پھر اللہ تعالیٰ کی رضا و
 اس کی ذات اور تمام صفات پر ایمان لائے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی اور آخری رسول ہونے پر ایمان لائے
 قرآن مجید پر اور تمام سابقہ آسمانی کتابوں پر ایمان لائے، تمام نبیوں پر، تمام فرشتوں پر، تقدیر پر، قیامت پر مرنے
 کے بعد اٹھنے پر اور جزا اور سزا پر ایمان لائے، دن اور رات میں پانچ وقت کی نماز میں پڑھنے، رمضان کے روزے
 رکھنے، نصاب کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنے اور بشرط استطاعت حج کرنے کا اقرار کرے، جھوٹ، قتل، زنا، پاکدامن
 کو ہمت لگانے، شراب نوشی، چوری، ڈاکہ اور دیگر تمام محرمات سے مجتنب رہنے کا اقرار کرے۔ اور اجمالاً یہ
 مانے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے جو خبریں لے کر آئے ہیں وہ سب سچ ہیں اور آپ جو احکام لے کر آئے
 ہیں وہ سب برحق ہیں، جن کاموں کا آپ نے حکم دیا ہے ان پر وہ عمل کرے گا اور جن کاموں سے آپ نے منع
 فرمایا ہے ان سے اجتناب کرے گا، اس عہد کو ماننے اور اس کی تصدیق کرے سے انسان مسلمان ہو جاتا ہے۔
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے جو کچھ لے کر آئے اس کی تفصیل قرآن مجید اور آپ کی احادیث میں ہے، ہم
 آپ کی احادیث کے ایک مجموعہ صحیح مسلم کی شرح رکھ رہے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق اور استطاعت دی تو ان شاء اللہ
 قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھیں گے تاکہ اسلام کو ہم تفصیل طور پر خود جانیں اور سمجھیں اور جو کچھ ہم نے سمجھا ہے وہ لوگوں کو
 بھی سمجھا سکیں، اللہ العالمین ہمیں اس شرح میں صراطِ مستقیم پر قائم رکھ اور غلطی اور ذل سے محفوظ رکھ، نفس کے شر
 سے بچا اور حق و صواب سمجھنے اور بیان کرنے کی توفیق عطا فرما! اذنتقول وبالله التوفیق وبہ الاستعانة
 یلیق۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ایمان کا بیان

امام ابو الحسن مسلم بن الحجاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مدد سے ابتداء کرتے ہیں اور اسی کو کافی سمجھتے ہیں اور ہماری توفیق صرف اللہ عزوجل کی مدد سے ہے۔ امام مسلم اپنی مکمل سند کے ساتھ یحییٰ بن یسر سے روایت کرتے ہیں کہ یحییٰ نے بیان کیا کہ جس شخص نے صبح سے پہلے تقدیر کا انکار کیا وہ مسجد جہنمی نام کا ایک شخص تھا جو بصرہ میں رہتا تھا۔ یحییٰ بن یسر کہتے ہیں کہ میں اور حمید بن عبد الرحمن حبیری حج یا عمرہ کی غرض سے گئے اور ہم نے آپس میں کہا کاش ہماری ملاقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی صحابی سے ہو جائے اور ہم ان سے تقدیر کے بارے میں مطرعات حاصل کریں۔ اتفاقاً ہماری ملاقات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس وقت ہوئی جس وقت وہ مسجد کے اندر موجود تھے، میں اور میرے ساتھی ہم دونوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اپنے ملحقہ میں سے لیا، ایک نے دائیں جانب سے اور دوسرے نے بائیں جانب سے۔ میرا خیال تھا کہ میرا ساتھی مجھے بات کرنے کا موقع دے گا، لہذا میں نے کہا اے ابو عبد اللہ! ہم اسے ہمارے ہاں کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوئے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں اور طہنی کشیں کرتے ہیں (راوی نے ان کی طہنی کشیلت بیان کی) اور ان کا اعتقاد یہ ہے کہ تقدیر کو لے چیز نہیں ہے اور جب کچھ بھی دنیا میں و ترویج پذیر ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ الْقَشِيرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ اللَّهُ يُتَدَرَّى وَرَأْيَا لَا تُسْكَفَى وَ مَا تَوْفِيقَنَا إِلَّا بِاللَّهِ جَلَّ جَلَالُهُ۔
۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ كَهْمَسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَسَرَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ وَهَذَا حَدِيثُهُ حَدَّثَنَا أَبُو حَدَّثَنَا كَهْمَسٌ عَنْ ابْنِ بُرَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَسَرَ قَالَ كَانَ أَوَّلَ مَنْ قَاتَلَ فِي الْقَدِيرِ بِأَلْبَصَرٍ مَعْبِدُ الْجَهَنِيِّ فَأُتِلَقْتُ أَنَا وَحَمِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحَبِيرِيُّ حَاجَتَيْنِ أَوْ مُعْتَمِرَيْنِ فَقُلْنَا لَوْ لَحِيقْنَا أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَا عَنْهُمَا يَقُولُ هُوَ لَا فِي الْقَدِيرِ فَتَوَقَّيْنَا لَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ دَاخِلَ الْمَسْجِدِ فَأَكْتَسَفَتْنَا أَنَا وَصَاحِبِي أَحَدًا عَنْ يَمِينِهِ وَالْآخَرُ عَنْ شِمَالِهِ فَظَنَنْتُ أَنَّ صَاحِبِي سَيَكِلُ الْكَلَامَ إِلَيَّ فَقُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّهُ قَدْ كَلَّمَ قَبْلَنَا نَاسٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ وَ يَتَقَرَّوْنَ الْعِلْمَ وَ ذَكَرُوا مِنْ شَأْنِهِمْ وَ إِنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّ اللَّهَ قَدْ رَدَّ الْأَمْرَ

أَلَفْتُ فَقَالَ إِذَا لَقِيتَ أُولَئِكَ فَأُخِيرْهُمَا فِي
بَيْتِي مَا مَنَعَهُمَا وَأَسْأَلُهُمْ بَوْمَ أَمُومِي وَالَّذِي
يَخْلِفُ بِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ كَذَلِكَ أَنْ يَأْخُذَ بِهِ
مِثْلُ أَحَدٍ ذَهَبًا فَتُفَقَّهَ مَا قِيلَ اللَّهُ
مِنْ حَتَّى يُثْمِرَ مِنَ الْقَدْرِ ثُمَّ قَالَ حَدَّثَنِي
أَبِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ
عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ
بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا
يُذِي عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا
أَحَدٌ حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَأَمْسَدَ وَكَبَّيْنَا إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ
عَلَى فَخْذَيْهِمَا وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي
عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ
أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ
اللَّهِ وَتَقِیمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ
تَصُومَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنْ
اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا قَالَ صَدَقْتَ
قَالَ تَعِیْبُنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ
قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ قَالَ أَنْ
تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ
خَيْرِهِ وَشَرِّهِ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَأَخْبِرْنِي
عَنِ الْإِحْسَانِ قَالَ أَنْ تُعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ
تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ
قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْمُسَاوَةِ قَالَ
مَا أَسْأَلُ عَنْهَا بَأْسَكَ مِنَ السَّائِلِ
قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَةٍ بِهَا قَالَ

کے علم سابق کے بغیر ابتداء ظہور میں آتا ہے حضرت علیؓ
بن عمرؓ نے فرمایا جب تم ان لوگوں سے ملو
تو ان سے کہنا کہ میں ان سے راضی ہوں اور وہ مجھ
سے اور عبد اللہ بن عمرؓ علیہ السلام کہتا ہے کہ اگر ان لوگوں میں
سے کوئی شخص ائمہ یا بڑا متنا سونا بھی خیرات کر دے
تو اللہ تعالیٰ اس کے اس میں کراں وقت تک قبول نہیں کریگا
جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے پھر حضرت
عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا میرے والد حضرت عمرؓ کا خطاب
نے فرمایا ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں بیٹھے ہوئے تھے، اچانک ایک شخص آیا جس کا ہاتھ
اتھالی سفید اور بال گہرے سیاہ تھے۔ اس شخص کی حالت
سے آثار سفر ظاہر نہیں ہوتے تھے، اللہ ہم میں سے
ہر شخص کے لیے وہ اجنبی تھا وہ اگر حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے سامنے دو زانو بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے گھٹنوں
کو حضور کے گھٹنوں کے ساتھ ٹکایا اور اپنی ہتھیلیاں اپنی
زانوں پر رکھ لیں یعنی حضور کے سامنے اس طرح بیٹھا
جیسے شاگرد اپنے استاد کے سامنے باادب بیٹھتا ہے
اور کہنے لگا یا محمد (اے محمدؐ) مجھ کو اسلام کے بارے
میں بتلائیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم
اللہ کی توحید اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے
کی گواہی دو نماز پڑھو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان شریف
کے روزے رکھو اور اگر توفیق ہو تو حج کرو، اس اجنبی
نے کہا آپ نے سچ فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں
تعجب ہوا کہ شخص پوچھتا ہے اور بعد میں اس کی
تعمیق بھی کرتا ہے، اس شخص نے حضور سے کہا مجھے
ایمان کے بارے میں بتلائیے، حضور نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ
اس کے فرشتوں، اس کے صحیفوں، اس کے رسولوں،
تیا ممت اور ہر خیر و شر کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے وابستہ
مانو، اس شخص نے کہا آپ نے سچ فرمایا ہے، اب مجھ (مترجم)

أَنْ تَلِدَ الْأُمَمَةَ بِرَبِّهَا وَأَنْ تَرَى الْعُمَّالَةَ
الْعُمَّالَةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ النَّسَاءِ يَتَطَاوَلُونَ
فِي الْمُسْنِيَانِ قَالَتْ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَيْثَ ثَبُتَ
مَلِيًّا ثُمَّ قَالَتْ لِي يَا عُمَرُ أَتَدْرِي
مِنْ السَّائِلِ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ
أَعَلَيْكُمْ قَالَتْ خَاتَمُ حَيْرِينَ أَتَاكُمْ
يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ .

احسان کے بارے میں بتلائیے۔ سنو نے فرمایا تم اللہ
تعالیٰ کی عبادت اس حال میں کرو گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ
رہے ہو اور اگر تم اس مال کو نہ پا سکو تو اللہ تعالیٰ تو تم کو
یقیناً دیکھ رہا ہے، اس نے کہا مجھے قیامت کے بارے
میں بتلائیے، آپ نے فرمایا اس کے بارے میں جواب بیٹے
والا سوال کرنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔
اس شخص نے کہا پھر مجھے قیامت کی علامتیں بتلائیے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بانہیوں سے ان
کے آقا پیدا ہوں، اور جب تم دیکھو کہ برہنہ تن، برہنہ پیر
تنگ دست چرواہے بڑی بڑی عمارتیں بنانے لگیں۔
حضرت عمرؓ نے کہا پھر وہ شخص چلا گیا، حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں
فقیر بڑی دیر تک بیٹھا رہا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اسے عمرؓ کی باتم جانتے ہو یہ شخص کون تھا میں نے
عمرؓ کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جبرائیل تھا جو تمہیں دین سکھانے
کے لیے پہلے سے پاس آیا تھا۔

یحییٰ بن یمر کہتے ہیں کہ جب معبد نے تقدیر کا انکار
کیا تو ہم کو اس مسئلہ میں تردد ہوا۔ اتفاق سے میں اور
حمید بن عبد الرحمن حمیریؓ کے لیے گئے، امام مسلم
فرماتے ہیں اس کے بعد یحییٰ بن یمر نے بعض لفظی فرق
کے ساتھ وہی حدیث بیان کی ہے جگہ جگہ پر ہے اور اس
میں کچھ زیادتی اور کمی ہے۔

یحییٰ بن یمر اور حمید بن عبد الرحمن بیان کرنے
میں کہ ہماری ملاقات حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
سے ہوئی۔ ہم نے ان سے حکمین تقدیر کا سارا ماجرا
ذکر کیا اس کے بعد انہوں نے وہی تمام قصہ اور حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی مگر اس روایت کے بعض

۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَأَبُو
كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالُوا حَدَّثَنَا
حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مَطَرِ النَّوَّاسِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ قَالَ لَمَّا تَكَلَّمُ
مَعْبِدٌ بِمَا تَكَلَّمُ بِهِ فِي شَأْنِ الْقَدْرِ أُنْكَرْنَا
ذَلِكَ قَالَتْ فَحَجَجْتُ أَنَا وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ الْعُمَيْرِيُّ حُجَّةً وَسَأَلُوا الْحَدِيثَ بِبَعْضِ
حَدِيثِ كَهْمَسٍ قَوَّاسٍ وَفِيهِ بَعْضُ وَكَاذَةٍ وَتَقْصَانِ آخَرِينَ .

۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا
بْنُ الْقَطَّانِ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَفِيَّاتٍ حَدَّثَنَا
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ وَحُمَيْدِ
بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَا لَقَيْنَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ
فَدَلَّ كُذُّوا الْقَدْرَ وَمَا يَقُولُونَ فِيهِ قَاتِلَتُ

الفاظ میں کمی بیشی ہے۔

سیحی بن یحیر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی حدیث کو بیان کرنے میں جو تفصیل سے گذر چکی ہے۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس صحابہ میں بیٹھے، مجھے سے تھے، ناگوار ایک شخص آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ایمان کی کیا تعریف ہے آپ نے فرمایا یہ کہ تم اللہ تعالیٰ اس کے تمام فرشتوں اس کی تمام کتابوں اس سے ملاقات کرنے اس کے تمام صلوٰں اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو مان لو اس نے کہا یا رسول اللہ! اسلام کی کیا تعریف ہے؟ آپ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، فرض نماز ادا کرو، فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے روکو، اس نے کہا یا رسول اللہ! احسان کی تعریف کیجئے، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی اس حال میں عبادت کرو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو، اور اگر اس کیفیت کو نہ پاسکو تو وہ تو تم کو ہر حال دیکھ رہا ہے، اس نے کہا یا رسول اللہ! قیامت کب واقع ہوگی؟ آپ نے فرمایا اس بارے میں جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ جانتے والا نہیں ہے لیکن میں تم کو قیامت کی نشانیاں بتانا ہوں جب برہمنہ تین، برہمنہ چار، لوگوں کے سردار بن جائیں تو یہ قیامت کی علامت ہے، اور جب چھروا ہے بڑی بڑی عمارتیں بنائیں گیں تو یہ قیامت کی علامت ہے، اور یہ علم ان پانچ چیزوں میں سے ہے، بن کر اللہ تعالیٰ کے سوا رباتِ خود کوئی نہیں جانتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الْحَدِيثُ لَمْ يَخْرُجْ بِهِمْ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيهِ شَيْءٌ مِنْ رِيَاسَةِ دَاوُدَ وَقَدْ لَقِصَ مِنْهُ شَيْئًا.

۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبَّابٍ بْنُ الْخَازِمِ حَدَّثَنَا أَبُو نُؤَيْسٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَفْصٍ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْقَرٍ عَنْ أَبِي عُمَرَ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَوْصِ حَدِيثِهِمْ.

۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ ابْنِ عُكَيْمٍ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَا إِدْرِيسَ عَنْ أَبِي حَفْصَانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَارِدًا الْفَتَاسِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِيْتَانُ فَسَأَلَ أَنْ تُقَرِّبَ لِي يَأْتِيكَ وَمَتَلَيْكِي وَكُتَيْبٌ وَبَعَاثٌ وَرُسَيْمٌ وَتَوَمُّنٌ يَا بَعْثُ الْآخِرِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِسْلَامُ فَقَالَ الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُعْطِيَ الزَّكَاةَ وَتُؤَدَّى الذُّكُورَ الْمَعْرُوضَةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِحْسَانُ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَتَأْتِيكَ إِنْ لَمْ تَرَاهُ فَيَأْتِيكَ يَوْمَ الْآخِرَةِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْمُسْتَوْفَى عَلَيْهَا يَا أَعْلَمُ مِنَ السَّائِلِ وَلَكِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا وَكَلَّتِ الْأُمَّةُ رَأْسَهَا فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا كَانَتِ الْعُرَاةُ الْخُفَّاءُ رُءُوسُ النَّاسِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا تَطَاوَلَ رِجَالُ الْبُهْهِ فِي الْبُنْيَانِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُ إِلَّا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ كُنِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عَلِيمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ
الْعَنَقَاتِ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي
نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ عِنْدَ وَمَاتَ تَدْرِي نَفْسٌ
يَأْتِي أَرْضِي تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ قَالَ
ثُمَّ أَذْبَرَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوا عَلَى الرَّجُلِ فَاتَّخَذُوا
لِيَرُدُّوهُ فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا اجْبُرِيْلُ جَاءَ
لِيُعَلِّمَ النَّاسَ دِينَهُمْ -

۶۔ حَلَّ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا
مُحَمَّدُ بْنُ يَشْرِحَ حَدَّثَنَا أَبُو حَتَّىانَ الشَّيْمِيُّ بِهَذَا
الْإِسْنَادِ وَمَعْلَهُ قِيَادَانِ فِي رِدَائِهِ إِذَا وَلَدَتِ الْأُمُّ
بَعْلَهَا يَعْنِي الشَّرَامِيَّ -

۷۔ حَلَّ ثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ
عَنْ عَمْرٍاءَ وَهَرَابِ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي ذَرَّةَ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَانَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلَوْنِي
فَهَابُوا أَنْ يُسْأَلُوهُ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ كَجَلَسَ
عِنْدَ رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِسْلَامُ
قَالَ لَا تَشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا وَتَقِيمَ الصَّلَاةَ
وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ قَالَ
صَدَقْتَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِيمَانُ قَالَ أَنْ تُؤْمِنَ
بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَتُؤْمِنَ
بِالْبَعْثِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ كُلِّهِ قَالَ
صَدَقْتَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِحْسَانُ
قَالَ أَنْ تَخْشَى اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنَّكَ
إِنْ لَا تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ
صَدَقْتَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى تَقُومُ
السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ

نے اس آیت کو تلاوت فرمایا: (ترجمہ:) قیامت کا علم اللہ تعالیٰ
ہی کے پاس ہے وہی بارش برساتا ہے وہی جانتا ہے
کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ
وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کہاں
فوت ہوگا بے شک اللہ تعالیٰ جانتے والا خبر دینے والا ہے۔
پھر وہ شخص واپس چلا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اس کو واپس بلاؤ صحابہ بلائے گئے تو انھیں کچھ
نظر نہ آیا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا یہ جبریل
تھے جو لوگوں کو ان کے دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک فرق کے
ساتھ یہ روایت منقول ہے، فرق یہ ہے کہ اس میں
باندی سے اس کا مالک پیدا ہوگا کی جگہ یہ ہے کہ حب
باندی سے اس کا شوہر پیدا ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا: مجھ سے سوال
کیا کرو لیکن صحابہ سوال کرنے سے جھکتے تھے، حضرت ابو ہریرہ
کہتے ہیں، پھر ایک دن ایک شخص آیا اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں دو زانو ہو کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا یا
رسول اللہ! اسلام کی تعریف کیجئے، آپ نے فرمایا اللہ
تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز پڑھو، زکوٰۃ ادا
کرو، رمضان کے روزے رکھو، اس شخص نے کہا آپ
نے سچ فرمایا پھر کہا یا رسول اللہ ایمان کی تعریف کیجئے آپ
نے فرمایا اللہ تعالیٰ، اس کے تمام فرشتوں، اس کی تمام
کتابوں، اس سے ملاقات، اس کے تمام رسولوں مرنے
کے بعد دوبارہ اٹھنے اور تمام اُمم کے تقدیر سے
وابستہ ہونے پر ایمان لاؤ، اس نے کہا آپ نے سچ
فرمایا پھر کہا یا رسول اللہ احسان کی تعریف کیجئے، فرمایا تم
اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جیسے اس کو دیکھ رہے ہو
اور اگر یہ نہ کر سکو تو وہ ہر حال میں تم کو دیکھ رہا ہے اس

مِنَ السَّائِلِ وَ سَأَلَهُ عَنْ أَشْرَاطِهَا
إِذَا مَرَّ آيَتُ السَّمَرَةِ تَنَادَتْ بَيْنَهُمَا قَدَالَةٌ
مِّنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا مَرَّ آيَتُ الْحُفَاةِ
الْحُرَاةُ الصُّمَّةُ الْبُكْمَةُ مَلُوكُ الْأَرْضِ قَدَالَةٌ
مِّنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا دَأْبَتْ رِعَاءُ الْبُفْهِ
يَنْطَفِئُونَ فِي الْبُئْيَانِ قَدَالَةٌ مِّنْ أَشْرَاطِهَا
فِي تَحْمِيسٍ مِّنَ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ
شَهِدَ قَرْنُ الْأَيَّةِ أَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ
وَيُنَزَّلُ الْغَيْثَ وَيَخْلُقُ مَا فِي الْأَرْحَامِ
وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْتُمُ عِنْدَ
وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ يَأْتِي أَرْضٍ تَمُوتُ
إِلَى الْخَيْرِ الشُّورَةُ فَسَالَ ثُمَّ قَامَ الرَّجُلُ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رُدُّوهُ عَلَيَّ فَسَالَ ثَمَسٌ فَلَمْ يَجِدْهُ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَلَّمْ هَذَا أَجْبِرْ يُلْ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمَّا
أَنْ تَعْلَمُوا إِذَا السَّمَاءُ تَنَالُوا -

شخص نے کہا آپ نے سچ فرمایا پھر کہا یا رسول اللہ !
قیامت کب واقع ہوگی؟ آپ نے فرمایا اس بارے
میں جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ
نہیں جانتا۔ لیکن میں تم کو قیامت کی علامات بتاتا ہوں،
جب تم دیکھو کہ باندیوں سے ان کے آقا پیدا ہوں تو
یہ قیامت کی علامت ہے جب تم دیکھو کہ برہمن تو
برہمن پاپہرے گونگے ملاؤں کے سردار بن جائیں تو
یہ قیامت کی علامت ہے اور جب تم دیکھو کہ چوپایہ
عظیم الشان علامات بنانے لگے ہیں تو یہ قیامت کی
علامت ہے اور وقوع قیامت کا علم اس غیب سے
مستقل ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا نہایت خود کوئی نہیں
جانتا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت
فرمائی: (ترجمہ) قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے
وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ ماں کے
پیٹ میں کیا ہے، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا
کرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کہاں فوت
ہوگا۔ (سورۃ کے آخر تک)۔

پھر وہ شخص چلا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا اس کو بلاؤ، اس کو روک دو، اگیا، صحابہ کرام نے نہ پایا
اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خبریں
تھے انہوں نے چاہا کہ تم یہ باتیں جان کر یقین نہ تم نے ان
کے بارے میں سوال نہیں کیا تھا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تمام علماء اور صالحین کے لیے رضی اللہ عنہ کہتے اور لکھتے کا جواز

اس کتاب کے مرتب نے لکھا: امام ابو احسین مسلم بن الحجاج القشیری رضی اللہ عنہ نے کہا: امام مسلم کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ یہ دعائیہ جملہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تمام علماء ربانین اور صلحاء اور متقین کے نام کے ساتھ یہ دعائیہ جملہ استعمال کیا جاسکتا ہے، البتہ ہر آدمی اور ہر قوم کے لیے ان تعظیمی کلمات کو استعمال نہیں کرنا چاہیے، اس کی دلیل قرآن مجید کی ان آیات میں ہے: رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ۔ (البینہ: ۸) اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور یہ رضامندی ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

نیز قرآن کریم میں ہے:

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ
وَالْأَنْصَارُ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُمْ
(توبہ: ۱۰)

مہاجرین اور انصار میں سے (نیکی میں) سبقت کرنے والے، سب سے پہلے ایمان لانے والے اور جو مسلمان ان کی اتباع بالاحسان کریں ان سب سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔

پہلی آیت میں رضی اللہ عنہ کی بشارت، اللہ سے ہر ڈرنے والے مسلمان کے لیے ہے جس کو عرف میں متقی کہا جاتا ہے اور دوسری آیت میں یہ بشارت مہاجرین اور انصار صحابہ کی اتباع بالاحسان کرنے والوں کے لیے ہے، قیامت تک جو مسلمان صحابہ کرام کی حسن و خوبی کے ساتھ اتباع اور پیروی کریں گے اور ان کا حسن و خوبی کے ساتھ ذکر کریں گے ان کو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی بشارت شامل ہوگی۔ علامہ فردوسی فرماتے ہیں:

يَرْضَى وَيُتْرَحَّمُ عَلَى سَائِرِ الْعُلَمَاءِ
الْأَخْيَارِ وَيَكْتَبُ كُلُّ هَذَا لَهُ

تمام علماء دین اور صالحین کے لیے رضی اللہ عنہ اور رحمہ اللہ کہنا اور لکھنا چاہیے۔

وفي بعض الكتب اذا كتب اسم الله تعالى اتبع بالتعظيم بنحو عز وجل و كذا يحفظ على كتب الصلوة والسلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا يسأم من تكراره وان لم يكن في الاصل ويصلى بلسانه ايضا وكذا الرضى والرحم على الصحابة والعلماء ويكره الاقتصاد على الصلوة دون السلام وبالعكس وفي حاشية مسكين عدم كراهة الافراد قول لعل المنفية التحريمية والمثبتة التثنية فيحصل التوفيق ويكره الرمز بالصلوة والترضى بالكتابة بل يكتب ذلك كله بكماله وفي بعض المواضع عن التثنية من كتب عليه السلام بالهمنة والميم يكفر لانه تخفيف وتخفيف الابداء كفر بلا شك ولعله ان صح النقل فهو مقيد بقصد كراهة الافاظا هـ انه ليس بكفر وكون لا تهر الكفر كفر بعد تسليم كونه مذهباً مختاراً محله اذا كان اللزوم بينا نعم الاحتياط في الاحتراز والشبهة هـ

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ جب اللہ کا نام لکھا جائے تو تعظیم سے قرآن مجید لکھا جائے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھا جائے اور بار بار لکھنے سے اکثر مرث نہ کی جائے، غلہ اہل کتاب میں صلوٰۃ و سلام نہ لکھا ہو، اور زبان سے بھی صلوٰۃ و سلام کہے، اسی طرح صحابہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھے اور علماء کے نام کے ساتھ رحمہ اللہ لکھے، صلوٰۃ و سلام میں سے کسی ایک پر اقتضار کر کے دوسرے کو نہ لکھنا مکروہ ہے، مسکین نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ اقتضار مکروہ نہیں ہے لیکن ان کی مراد یہ ہے کہ مکروہ تحریمی نہیں ہے، اور جنہوں نے مکروہ کہا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اور صلی اللہ علیہ وسلم اور رضی اللہ عنہ کو تخفیف کر کے لکھنا مکروہ تحریمی ہے، بلکہ ان کو پورا پورا اور مکمل لکھنا چاہیے، ثنائی تا ثنائی کے بعض مقامات میں لکھا ہے کہ جس نے علیہ السلام کو تخفیف کر کے ہم لکھا وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ یہ تخفیف ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تخفیف بلاشبہ کفر ہے، اور اگر یہ نقل صحیح ہو تو اس میں یہ قید ہے کہ جو شخص انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تخفیف کے قصد سے علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تخفیف کر کے ہم لکھے تو وہ کافر ہو جائے گا، ورنہ یہ ظاہر یہ کفر نہیں ہے اور لازم کفر کا کفر ہونا اگر تسلیم کر لیا جائے تو وہ لازم بین پر محمول ہے، ان کفر کے شبہ سے احتراز کرنا، اور احتیاط کرنا لازم ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی یا آپ کی صفت کے ساتھ پورا صلوٰۃ و سلام لکھنا واجب ہے، اور صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا مکروہ تحریمی ہے، بلکہ بعض فقہاء نے اس کو کفر کہا ہے، اس لیے اس سے احتیاط لازم ہے، ہم نے اس پر زیادہ تفصیلی گفتگو اس لیے کی ہے کہ اس دور میں عام اردو میں لکھنے والے معصین اس آگت میں مبتلا

ہیں۔ واللہ الموفق!

قضاء و قدر کے لغوی معنی کی تحقیق | حدیث نمبر ایک میں مذکور ہے: جس شخص نے سب سے پہلے تقدیر کا انکار کیا وہ سید جہنمی نام کا ایک شخص تھا جو بصرہ میں رہتا تھا۔

قضاء کے معنی ہیں حکم، اللہ تعالیٰ کی قضاء یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم، اور قدر کے معنی ہیں اندازہ، اللہ تعالیٰ کی قدر یعنی کسی چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ کا پیشگی اندازہ جو اللہ تعالیٰ کے علم ازل سے عبارت ہے اور اس کے اندازے میں لطف، اور اس کے علم میں تغیر اور تبدل محال ہے۔
علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

القدر القضاء الموفق يقال قدر الله
كذا اتقديرا، واذا وافق الشيء الشيء
قلت جاء قدره ابن سيدة القدر والقدر
القضاء والحكم وهو ما يقدر الله عز وجل
من القضاء ويحكم به من الامور

نیز علامہ ابن منظور لکھتے ہیں:

والتقدير على وجوه من المعاني: احدهما
التروية والتفكير في تسوية امر وتهيئة والثاني
تقديره بعلامات يقطع عليها، والثالث ان تنوي
امرا بقدرتك تقول: قدرت امركا او كذا اي نويت
وعقدت عليه ويقال قدرت لامركا او قدر له
واقدر قدرا اذا نظرت فيه ودبرته وقالسته
ومنه قول عائشة رضوان الله عليها فاقدروا القدر
الجارية الحديث السنن اي قدروا وقاييسوا
وانظروا وافكروا فيه، شمر يقال قدسات
اي هيأت وقدرت اي اطلقت وقدرت اي
ملكتم وقدرت اي وقتت، قال ابو عبيد
اقدربذرا على بينتنا اي ابصرا واعرف قدرك
(الي قولہ) وقدره اي ضيقه، قال الفراء في قوله

قدر کا معنی ہے جس قضا کی توفیق دی گئی، کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز کو مقدر کر دیا، اور جب ایک چیز کسی چیز کے موافق ہو تو ہم کہتے ہیں اس کی تقدیر ہو گئی، ابن سیدہ نے کہا قدر اللہ قدر کا معنی ہے: قضاء اور حکم، یہ وہ چیز ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور ان کا اندازہ کیا ہے

تقدیر کے کئی معانی ہیں۔ (۱) کسی چیز کو بنانے میں غور و فکر کرنا، (۲) ایک چیز کو نشانیوں سے دوسری چیز کے مطابق کرنا، (۳) کسی چیز کی نیت کرنا، (۴) کسی چیز کا عزم یا مجزم کرنا، (۵) کسی چیز کے متعلق غور و فکر کرنا، قیاس اللہ اندازہ کرنا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایک کم سن لڑکی کے متعلق قدر (اندازہ) کرو، غم نے کہا تقدیر کے معنی ہیں بنانا، طاقت رکھنا۔ مالک ہمناء کسی چیز کا وقت مقرر کرنا، ابو عبیدہ نے کہا اس کا معنی ہے کسی چیز کا مرتبہ۔ نیز تقدیر کا معنی ہے نیک کرنا، قرآن مجید میں ہے، حضرت یونس علیہ السلام جب لاپٹی قوم سے ناراض ہو کر اللہ تعالیٰ سے اجازت لیے بغیر، چلے گئے ترابوں نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر تلے گئے ہیں کریں گے، اس آیت میں قدر، تنگی کے معنی میں ہے اور

عز وجل وذا النون اذ ذهب مغاضباً فظن ان لن نقدر عليه من العقوبة ما قد رآنا بما من اعتقد ان يونس عليه السلام ظن ان لن يقدر الله عليه فهو كافر لان من ظن ذلك غير مؤمن ويونس عليه السلام رسول لا يجوز ذلك الظن عليه (الى قوله) فاما يكون قوله ان لن نقدر عليه من القدرة فلا يجوز لان من ظن هذا كفر^۱ علامہ زبیدی کہتے ہیں:

جس نے اس کو قدرت کے معنی میں یا یعنی حضرت یونس علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر قدرت نہیں پائیں گے وہ کافر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق قادر نہ ہونے کا گمان کرنا کفر ہے، اور حضرت یونس علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں اور ان کا اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ گمان کرنا ممکن نہیں ہے، لہذا اس آیت میں تقدیر کے لفظ کو قدرت کے معنی میں لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق قادر نہ ہونے کا گمان کرنا کفر ہے۔

علامہ ابن عربی نے لیث سے نقل کیا ہے کہ تقدیر کا معنی ہے، القضاء اور الحکم، اس کا معنی ہے، اللہ تعالیٰ جو قضاء مقدر کرتا ہے اور جن چیزوں کا حکم دیتا ہے، نیز قدر کا معنی ہے کسی چیز کا مبلغ کو پہنچنا، مثلاً مقدار اور قدر کا معنی ہے، طاقت، اور ممکنہ تقدیر کو قدر یہ کہتے ہیں، اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ انسانوں میں سے کون ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا، اللہ تعالیٰ نے اپنے اس علم سابق کو ثبت کر دیا اور لکھ دیا، اسی کو تقدیر کہتے ہیں، تقدیر کا معنی تنگی بھی ہے، حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق جو قرآن مجید میں فظن ان لن نقدر عليه (انبیاء ۸۷) اس کا معنی ہے انہوں نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر ہرگز تنگی نہیں کریں گے، اس آیت میں تقدیر کو قدرت سے تعبیر کرنا کفر ہے۔^۲

قضاء و قدر کے اصطلاحی معنی کی تحقیق | علامہ تفت زان قضاء کا معنی کہتے ہیں:

هو عبارة عن الفعل مع زيادة الاحكام^۳ علامہ خیال کہتے ہیں:

قضاء کی فعل کے ساتھ تعبیر کرنے کی تائید اس آیت میں ہے: (ترجمہ) تراخین مکمل سات آسمان بنا دیا رحمہم السجدة ۱۲) لہذا قضاء صفات فعلیہ میں سے ہے، اور شرح المواقف میں ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے اشیاء کا جیسی وہ ہیں، ارادہ کیا تھا اس

یؤیدہ قوله تعالى فقضاءهن سبع سموات فهو من الصفات الفعلية وفي شرح المواقف ان قضاء الله تعالى هو امر ادته الا ان لية بالاشياء على ما هي عليه فيما لا يزال فهو من الصفات

۱۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور ازرقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۵ ص ۷۷۔ ۷۸، مطبوعہ نشر ادب الحوزة قم، ایران ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۷۸۲۔ ۷۸۱، مطبوعہ المطبعة الخيرية مصر، ۱۳۰۹ھ

۳۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفت زان متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۷۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۷ھ

معتزلہ اور جبر یہ کے نظریہ کا بطلان اور افعال کے خلق اور کسب کا بیان علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

اپنے افعال کا خود خالق ہے، اور اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ . تمہیں اور تمہارے سب کاموں کو اللہ تعالیٰ نے ہی

(الصفحت: ۹۶)

پیدا کیا ہے۔

معتزلہ کی دلیل یہ ہے کہ ہم از خود چلنے والے اور وعشہ والے کی حرکت میں بدلتے فرق دیکھتے ہیں کہ پہلی حرکت اختیاری اور دوسری اضطراری ہے، نیز اگر انسان کے افعال کا اللہ تعالیٰ خالق ہو تو انسان کو مکلف کرنا اس کے اپنے کاموں پر مباح اور ثواب اور جہنم کی مذمت اور ان پر عذاب دینا باطل ہو جائے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ الزام جبر کی طرف متوجہ ہو گا جو انسان کے کسب اور اختیار کی بالکل نفی کرتے ہیں، اور ہم بہر حال کسب اور اختیار کے خالق ہیں، جیسا کہ ہم معتزلیہ اس کی تحقیق کریں گے۔

انسان کے افعال اختیاری ہوتے ہیں وہ اگر نیک کام کرے تو اس کو ثواب ملتا ہے اور اگر بُرے کام کرے تو اس کو عذاب ملتا ہے، اس کے برخلاف جبر یہ، یہ کہتے ہیں کہ بندہ بالکل اختیار نہیں ہوتا اور اس کی حرکات و سکنات کی حرکت کی طرح ہیں اسے ان پر بالکل قدرت نہیں ہوتی، اور نہ اس کا کوئی قصد اور اختیار ہوتا ہے، اور یہ باطل ہے کیونکہ ہم کسی چیز کو قوت کے ساتھ پکڑنے اور وعشہ کی حرکت میں بدلتے فرق کرتے ہیں کہ پہلی حرکت اختیاری ہے اور دوسری اضطراری ہے، اور اگر بندے کا بالکل کوئی فعل نہ ہوتا تو اس کو مکلف کرنا صحیح نہیں ہوتا اور نہ اس کے افعال پر ثواب اور عذاب کا استحقاق مرتب ہوتا اور انسان کی طرف اس کے افعال کی نسبت صحیح نہ ہوتی، حالانکہ قرآن مجید کی نص صریح قطعاً اس کی نفی کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ

اعین جزاء بما كانوا يعملون .

(سجہ ۱۷: ۱۷)

أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ

جنت المآویٰ نزلًا بما كانوا يعملون .

(سجہ ۱۷: ۱۹)

تو کسی کو (وہ) آنکھوں کی شدت کے معلوم نہیں، جو ان کے لیے پرشیدہ رکھی گئی ہے (یہ) انعام ہے ان (نیک) کاموں کے بدلہ میں جو وہ کرتے تھے۔ بہر حال جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کے لیے رہنے کے باغات ہیں، یہ مہمانی ہے ان (نیک) کاموں کے بدلہ میں جو وہ کرتے تھے۔

انہیں وہی بدلہ ملے گا جو دیکھی وہ عمل کرتے تھے۔

هَلْ يَجْزُونَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ .

(اعراف: ۱۴)

انہم رجس و ما ذلہم جہنم جزاء بما

بے شک وہ (مناقی) ناپاک ہیں، اور ان ٹھکانا

کا ذوا یکسیون۔ (توبہ: ۹۵)

بھنم ہے یہ اس کسب کی سزا ہے جو وہ کرتے تھے۔
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بندہ کے غافل بال اختیار ہونے کا صرف یہ معنی ہے کہ وہ قصد اور ارادہ کے ساتھ اپنے افعال کا موجب ہو، اور تم پہلے یہ کہہ چکے ہو کہ بندہ کے افعال کا اللہ تعالیٰ موجب ہے اور قصد واحد و مستقل قدرتوں کے تحت داخل نہیں ہو سکتا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات دلیل سے ثابت ہو چکی ہے کہ خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ بھی بلا حجت سے معلوم ہے کہ بعض افعال میں بندہ کا دخل ہوتا ہے اور بعض میں نہیں ہوتا مثلاً کسی چیز کو قوت سے پکڑنے میں اس کا دخل ہے اور عرش کی حرکت میں اس کا دخل نہیں ہے اس لیے یہ کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور بندہ کا سب سے اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ بندہ کا اپنی قدرت اور ارادہ کو صرف کرنا کسب ہے اور بندہ کے ارادہ کے بعد اس پر دخل پیدا کرنا خلق ہے، اور دخل کے ساتھ بندہ کی قوت بہ حیثیت کسب متعلق ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت بہ حیثیت خلق متعلق ہے۔

علامہ ترمذی لکھتے ہیں:

تقدیر کے متعلق اہل سنت اور اہل بدعت کے نظریات

ثابت ہے اور تقدیر کا معنی یہ ہے کہ اول میں اللہ سبحانہ نے اشیاء کو مقدر کیا (ان کا اندازہ کیا) اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ جان لیا کہ یہ اشیاء ان اوقات میں اس طرح واقع ہوں گی جن کا اللہ سبحانہ کو علم ہے تو یہ اشیاء ان اوقات میں ان صفات کے مطابق واقع ہوتی ہیں جن کا اللہ سبحانہ کو ازل میں علم تھا۔ تقدیر یہ منکر ہے (تقدیر) نے ان کا انکار کیا اور ان کا یہ زعم تھا کہ اللہ سبحانہ نے ان اشیاء کو پہلے مقدر نہیں کیا، اور نہ پہلے اللہ تعالیٰ کو ان کا علم تھا، ان اشیاء کے واقع ہونے کے بعد اللہ سبحانہ کو ان کا علم ہوتا ہے، اس فرقہ کو تقدیر یہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ فرقہ تقدیر کا انکار کرتا ہے، متکلیفین نے کہا کہ یہ فرقہ اب ختم ہو چکا ہے اور اب اہل قبلہ میں سے کسی کا یہ مذہب نہیں ہے، البتہ بعد میں تقدیر ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو تقدیر کے مستند ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ خیر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور عرش اس کے غیر کی جانب سے ہے، اہل حق تمام امور کو اللہ تعالیٰ کی طرف مغضوب کرتے ہیں اور تقدیر اور تمام افعال کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور تقدیر یہ افعال کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں، امام اکبرین نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تقدیر اس امت کے مجوس ہیں! آپ نے یہ تشبیہ اس لیے دی ہے کہ مجوس دو خطا مانتے ہیں یزدان خالق خیر اور اہرمین خالق شر اسی طرح تقدیر بھی خیر کا خالق اللہ تعالیٰ کو اور شر کا خالق اپنے آپ کو قرار دیتے ہیں، یہ امام اکبرین اور امام ابن قتیبہ کا کلام ہے۔ امام اکبرین نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اس کو امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ بہت لوگوں کا یہ گمان ہے کہ تقضا اور قدر کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنے علم اور اپنے حکم کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کر دیا ہے حالانکہ اس طرح معاملہ نہیں ہے، تقدیر کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازل سے پہلے ہی یہ خبر دے دی ہے کہ بندہ اپنے اختیار اور ارادہ سے کیا

کام کرے گا اور کیا کام نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے خیر اور شر میں سے کیا کیا پیدا کیا ہے لے
قرآن مجید میں ہے:

وکل شیء فعلوہ فی الزبرہ وکل صغیر
وکیبر مستطیر۔ (قمر: ۵۳-۵۲)

اور انھوں نے جو کچھ کیا وہ سب فرشتوں میں موجود ہے اور ہر چھوٹا اور بڑا کام لکھا ہوا ہے۔
اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ جو کچھ فرشتوں میں موجود تھا انھوں نے وہی کیا بلکہ جو کچھ انھوں نے کیا ہے وہ پہلے سے
موجود تھا اور ہر چھوٹا اور بڑا کام لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، یعنی علم معلوم کے تابع ہے، معلوم علم کے تابع نہیں ہے،
علامہ قرطبی ماکلی لکھتے ہیں:

یعنی ان سے پہلی امتوں نے جو کچھ اچھے اور برے کام کیے تھے وہ سب لکھے ہوئے تھے، اس آیت میں
قرآن مجید کی اس آیت کا بیان ہے:

انا کل شیء خلقناہ بقدر۔
بے شک ہم نے ہر چیز (ایک خاص) انداز سے
بنائی ہے۔ (قمر: ۲۹)

اور زبر سے مراد لوح محفوظ ہے، یعنی انسانوں نے جو کچھ اپنے قصد اور اختیار سے کیا ہے وہ سب
پہلے سے لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، ایک قول یہ ہے کہ کائنات میں ان کے کاموں کو اعمال نامے میں
لکھ کر محفوظ کیا ہوا ہے اور انسان کا ہر گناہ چھوٹا ہو یا بڑا وہ اس کے کرنے سے پہلے لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے
اور یہی اللہ تعالیٰ کا علم سابق اور علم ازل ہے اور اسی کو تقدیر کہتے ہیں۔ لے
نیز علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے اشیاء کو مقدر کیا، یعنی چیزوں کو پیدا کرنے سے
پہلے وہ ان کی مقادیر، ان کے احوال اور ان کے زوال کو جانتا تھا، پھر اس نے ان چیزوں کو اپنے علم سابق
کے مطابق پیدا کیا، لہذا عالم سفلی ہو یا علوی اس میں جو چیز بھی صادر ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے علم، اس کی قدرت
اور اس کے ارادہ سے صادر ہوتی ہے اس میں غلوں کا کوئی دخل نہیں ہوتا، البتہ مخلوق کا ایک قسم کا کسب ہوتا ہے
اور ان کی طرف افعال کی نسبت اور اضافت ہوتی ہے اور یہ کسب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت اس کی تیسیر، اس
کی توفیق اور اس کے ہدایت سے ہوتا ہے اور فاعل حق اللہ سبحانہ ہے، اس کے برعکس تقدیر نے یہ کہا کہ اعمال ہم پیدا کرتے ہیں اور ان کی
قدرت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت
میں نجران کا وفد آیا اور اس نے کہا اعلیٰ ہمارے قبضہ میں ہے اور اعلیٰ ہمارے قبضہ میں ہے تو یہ آیت نازل ہوئی
بے شک ہم نے ہر چیز (ایک خاص) انداز سے
بنائی ہے۔ (قمر: ۲۹)

انھوں نے کہا: یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے گناہ لکھ دیا جاتا ہے، پھر ہمیں اس پر عذاب دیا جاتا

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۴۸ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۷، مطبوعہ دار المعرفۃ، کراچی، ۱۴۰۵ھ
۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد ماکلی قرطبی متوفی ۷۴۸ھ، الکامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۱۴۹، مطبوعہ انتشارات حضرت ویران، ۱۳۸۴ھ

ہے، آپ نے فرمایا تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے جھگڑو گے۔

امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ البرازیر سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی تقدیر کا انکار کرنے والے اس امت کے عجوس ہیں۔
 وہ اگر بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو، وہ اگر مر جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ، اور اگر ان سے ملاقات ہو تو ان کو سلام نہ کرو، نیز امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں دو گروہ ایسے ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے، مرنے والے اور تقدیر اور امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ تقدیر یہ کہتے ہیں کہ خیر اور شر ہمارے قبضہ میں ہے، ان کے لیے میری شفاعت سے کوئی حصہ نہیں ہے، میں ان سے ہول نہ دمجھو سے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر پر ایمان لانا حکم اور ظلم کو رد کر دینا ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حکم لکھا کہ فرمایا: اگر کوئی شخص احد یا ث کے برابر سونا خدا کی راہ میں خیرات کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس وقت تک قبول نہیں فرمائے گا جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے، نیز حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا منکرین تقدیر سے کہہ دو کہ میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو اس کائنات کے پیدا کرنے سے پہلے اس کا علم تھا اللہ تعالیٰ کے اسی علم سابق کو تقدیر کہتے ہیں، بلا تشبیہ و تمثیل جس طرح ایک انجینئر ڈیم بنانے سے پہلے اس کی تمام تفصیلات پر غور کرتا ہے اس میں استعمال ہونے والے میٹریل اور اس کی صلاحیت کا جائزہ لیتا ہے اور ڈیم بنانے سے پہلے اس کا ایک تفصیلی نقشہ تیار کرتا ہے پھر اس کو بنانے سے پہلے اس کے میٹریل کی استعداد اور اس کی کارکردگی کی عمر کا اندازہ کر کے پیش گوئی کرتا ہے کہ مثلاً یہ ڈیم سو سال تک کارآمد رہ سکتا ہے۔ لیکن انجینئر کا علم چونکہ ناقص ہوتا ہے اس لیے اس کا اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ کا علم کامل اور صحیح ہے اس لیے اس کے اندازہ میں کسی غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا کیا اور اسے اس کائنات کی تمام حقیقتوں کا پیدا کرنے سے پہلے علم تھا کہ بعد میں پیدا ہونے والی یہ تمام مخلوق کس رنج پر کام کرے گی، کتنا عرصہ کام کرے گی اور اس کے لیے جو کاموں میں سے کتنے کام قابل ستائش ہوں گے اور کتنے لائق مذمت اللہ تعالیٰ کے اسی انہی علم کا نام تقدیر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تقدیر کے متعلق قرآن مجید کی آیات

ان الله بالغ امره فقد جعل الله لكل شئ قدراً۔
 بے شک اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کرنے والا ہے، تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک

(طلاق: ۳)

نحن قدرنا ببيتكم الموت (لواقعه: ۶۰)
وما تحمل من انثى ولا تضع
يعلمه وما يعبر من معبر ولا ينقص من
عمره الا في كتاب - (فاطر: ۱۱)
ما اصاب من مصيبة في الارض
ولا في انفسكم الا في كتب من قبل ان
نبوها ان ذلك على الله يسير لكيلا
تأمروا على ما فاتكم ولا تفرحوا بما
اتاكم والله لا يحب كل مختال فخور

(حدید: ۲۲-۲۳)

قل لن يصيبنا الا ما كتب الله لنا
هو مولنا وعلى الله فليترك المؤمنون -
(توبه: ۵۱)

يقولون لو كان لنا من الامر شيء ما
قتلنا ههنا قل لو كنتم في بيوتكم
لبرض الذين كتب عليهم القتل الى
مضاجعهم (ال عمران: ۱۵۴)
ولكل امه اجل فاذ جاء اجلهم
لا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون

(اعراف: ۳۳)

این ما تکتوا یدرککم الموت ولو
کنتم فی بروج مشیدۃ وان تصیہم
حسنۃ یقولوا ہذا من عند اللہ و
ان تصیہم سیئۃ یقولوا ہذا من عندک
قل کل من عند اللہ فمال هؤلاء القوم

ایمانہ مقرر کیا ہے۔

ہم نے ہی تمہارے درمیان موت کو مقرر فرمایا۔
اللہ کے علم سے ہی ہر مادہ حادثہ ہوتی ہے اور
وضع حمل کرتی ہے، اور جس قدر شخص کو عمر دی جاتی ہے
یا اس کی عمر کم کی جاتی ہے، وہ سب روح محفوظ ہے۔
زمین میں یا آسمان کے فضوں میں تم کو جو بھی مصیبت
پہنچتی ہے، اس سے پہلے کہ ہم اس مصیبت کو پیدا
کریں وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے، بے شک یہ
اللہ پر محبت ہی آسان ہے، یہ اس لیے ہے کہ اگر
کوئی چیز تمہارے احوال سے جاتی رہے تو تم اس پر
الوسوسہ نہ کرو، اور جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے اس
پر اترا یا نہ کرو، اور اللہ کسی انسان کے والے منکر کو
پسند نہیں کرتا۔

آپ فرمادیجئے، ہمیں وہی (مصیبت) پہنچی ہے
جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے، وہی ہمارا مالک
ہے اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا
چاہیے۔

مناقی کہتے ہیں اگر ہماری بات مان لی جاتی تو
ہم یہاں قتل نہ کیے جاتے، آپ کہیے اگر تم اپنے گھروں
میں بھی ہوتے تو جن کے لیے یہاں مرنا مقدر ہو چکا تھا وہ
از خود قتل کر اپنے مقتول میں چلے آتے۔

اور ہر قوم کی ایک میعاد ہے، اور جب ان کی میعاد
آجائے گی تو وہ ایک پل (ساعت) مؤخر ہو سکیں گے
نہ مقدم۔

تم جہاں کہیں بھی ہو گے تم کو موت آپکڑے گی
خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو اور اگر انہیں کچھ بھلائی
پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے
اور اگر انہیں کچھ برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں (اسے
رسول) یہ آپ کی طرف سے ہے، آپ فرمادیجئے!

لا یکا دون یفقہون حدیثاً۔

(نساء: ۷۸)

کہ سب اللہ کی طرف سے ہے اس قوم کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ کسی بات کو سمجھنے کے قریب بھی نہیں آتے۔

مسئلہ تقدیر میں ایک قوم نے فکر کیا اور یہ کہا کہ انسان مجبور محض ہے، اس کو کسی

انسان کے لیے آزاد مٹی عمل اور کسب اور اختیار کا بیان

چیز کا اختیار نہیں ہے، یہ نظر یہ بھی باطل ہے، یہ درست ہے کہ انسان کے عمل اور ارادہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک نوع کا اختیار دیا ہے خلق اللہ کی جانب سے ہے اور کسب بندہ کی جانب سے ہے اگر انسان کا سب اور محتار نہ ہوتا، تو انبیاء علیہم السلام کو نبی کی تبلیغ کے لیے مبعوث فرمانا، انسان کو احکام کا مکلف کرنا، اور اس کو اس کے اعمال پر جزا اور سزا دینا بے معنی اور عبث ہوتا، اور اللہ تعالیٰ کا کوئی کام عبث نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے خمیر اور شر و دل کو پیدا کیا ہے، شر کی طرف ترغیب کے لیے شیطان کو پیدا کیا اور خیر کی طرف رہنمائی کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور انسان کو عقل و شعور دے کر یہ اختیار دیا کہ وہ ان میں جس راستے کو چاہے اختیار کرے، پھر وہ جس کام کو اختیار کرے اللہ تعالیٰ اس کی قوت اس میں پیدا کر دیتا ہے اور وہ کام اس کے لیے آسان کر دیتا ہے، خواہ نیکی ہو یا بدی اور اسی اختیار کے اعتبار سے وہ جزا اور سزا کا مستحق قرار پاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انسان کے کسب اور اختیار کے متعلق قرآن مجید کی آیات

المد جعل له عینین ۝ ولساناً ۝
شفتین ۝ وهدینہ التجدین ۝ فلا اقتحم
العقبۃ ۝

(بلد: ۱۱-۸)

ان سعیکم لشیء ۝ فاما من اعطی
واقفی ۝ وصدق بالحسنی ۝ فسنیسرہ
للیسرۃ ۝ واما من بغل واستغنی ۝
وكدب بالحسنی ۝ فسنیسرہ للعسرۃ ۝
(اللیل: ۱۰-۳)

کیا ہم نے انسان کی دو آنکھیں نہیں بنائیں، اور (اس کی) زبان اور دو ہونٹ (نہیں بنائے)، اور ہم نے اسے (نیکی اور بدی کے) دونوں واضح راستے دکھائے، تو وہ (عمل کی) دشواری گھاٹی میں سے کیوں نہیں گذرا!۔ بلاشبہ تمہاری کوششیں مختلف نوع کی ہیں، تمہیں نے (راہ حق میں) دیا اور اللہ سے ڈرا، اور اچھی بات کو سچ مانا، تو مغربی ہم اس کے لیے سہولت کا راستہ آسان کر دیں گے، اور جس نے (راہ حق میں) بغل کیا اور بے پروا رہا اور نیک بات کو جھٹلایا تو ہم بہت جلد اس کے لیے دشواری کا راستہ مہیا کر دیں گے۔

اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوشش کی، ہم ان کو ضرور اپنی راہیں دکھائیں گے۔

انسان کو وہی اجر ملے گا جس کی وہ سعی کرتا ہے، اور عنقریب اس کی سعی دیکھی جائے گی، پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

والذین جاہدوا فینا لنھدینھم
سبلنا۔ (عنکبوت: ۶۹)

وان لیس للانسان الا ما سعی ۝ وان
سعیہ سون یرئی ۝ ثم یجزیہ الجزاء
الاولی ۝ (نجم: ۳۹-۳۸)

فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره • ومن
يعمل مثقال ذرة شرا يره • (الزلزال: ۷-۸)

تو جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اس کی جزا دیکھے گا
اور جس نے ذرہ برابر برائی کی وہ اس کی سزا دیکھے گا۔

انسان کا امور سماویہ میں مجبور اور احکام شرعیہ میں مختار ہونا

یا امور تکوینیہ میں مجبور ہے اور احکام شرعیہ میں مختار ہے، مثلاً موت اور حیات، صحت اور مرض، حادث اور مصائب، ارتقا کی
سنگی اور دیگر سادی اور تکوینی امور میں انسان مجبور ہے، اور ایمان اور کفر، نیک عمل اور بد عمل کرنے میں انسان مختار ہے اور ان
کے اعتبار سے انسان جزاء اور سزا کا مستحق ہوتا ہے، ہم نے تقدیر کے ثبوت میں جو قرآن مجید سے آیات پیش کی تھیں،
ان کا تعلق آسمانی اور تکوینی امور سے تھا جن میں انسان مجبور ہے اور احکام شرعیہ میں انسان مختار ہے، اس کے ثبوت میں قرآن
مجید کی یہ آیات ہیں:

فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر
(کہف: ۲۹)

تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

من عمل صالحا فلنفسه ومن اساء فعليه
وما ربك بظلام للعبيد •
(الحجرات: ۴۰)

جس نے نیک کام کیا تو اپنے نفع کے لیے اور
جس نے برا کام کیا تو اپنے ضرر کے لیے اور آپ کا رب
بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت •
(بقرہ: ۲۸۶)

نفس سے جو نیک کام (کیا تو اس کا فائدہ اسی کے
لیے ہے، اور اس سے جو برا کام (کیا تو اس کا ضرر اسی کے
اسی کے اوپر ہے

بعض کفار کے دلوں پر مہر لگا دینا ان کے اختیار کے منافی نہیں ہے

مہر لگا دینا ہے، پھر اگر وہ ایمان نہ لائیں تو اس میں ان کا کیا قصور ہے؟ کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

ختم الله على قلوبهم وعلى سمعهم •
(بقرہ: ۷۰)

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر ثبت
کر دی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کافروں نے اپنے قصد اور اختیار سے بہت سخت جرم کیے اور اللہ تعالیٰ کے نبی کی
ایسی شدید گستاخی کہ جو ناقابل ساقی تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ طور سزا ان کے دلوں پر مہر لگا دی کہ اب ان کے لیے ایمان لانا
نہیں ہی نہیں ہے، قرآن مجید میں ہے:

فما نقصهم ميتاتهم وكفرهم
بآيت الله وقتلهم الانبياء بغير حق و
قولهم قلوبنا غلفت • بل همه الله عليها
بکفرهم • فلا يؤمنون الا قليلا •

پھر ان کی مہر لگائی کے باعث، اور اس وجہ سے
کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور انبیاء کو ناحق
قتل کیا اور انھوں نے کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں،
(غلاف نہیں ہیں) بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے

(نساء: ۱۵۵)

ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو وہ ایمان نہیں لائیں گے
مگر حق پر ہے۔

اتخذوا ایمانہم حجة فصدوا عن
سبيل الله انهم ساء ما كانوا يعملون
ذلك بانهم امنوا ثم كفروا فطبع على
قلوبهم فهم لا يفقهون

(منافقون: ۲-۳)

اذا تتلى عليه آيتنا قال اسأطير الاولين
كلابي وان على قلوبهم ما كانوا يكسبون

(تطه: ۱۳-۱۴)

منافقوں نے اپنی قسموں کو حوالہ بنا لیا، پھر لوگوں
کو اللہ کی راہ سے روکا، بے شک وہ بہت ہی بُرے
کام کر رہے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ (نہ ان سے)
ایمان لائے پھر انہوں نے (وہ کام) کفر (نہ ان سے)
کے دلوں پر مہر لگا دی گئی سو وہ (کچھ) نہیں سمجھتے۔

جب اس پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں،
کہتا ہے (یہ)، پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں! ہرگز
نہیں! بلکہ ان کے کاموں نے ان کے دلوں پر رنگ چڑھا دیا ہے۔

تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث
معلق بدلتی رہتی ہے اور تقدیر مبرم اٹل اور محکم ہے اس میں تبدیلی محال ہے کیونکہ تقدیر مبرم اللہ تعالیٰ کے علم ازل
سے عبارت ہے اور اللہ تعالیٰ عظیم میں تبدیلی جہل کو مستلزم ہے نہ اس کا علم بدل سکتا ہے نہ تقدیر مبرم بدل سکتی ہے، تقدیر معلق
یہ ہے کہ شئ روح محض میں لکھا ہوا ہے کہ فلاں شخص شقی ہے یا سچے ہے، یا فلاں کی عمر اتنی ہے پھر اگر وہ کوئی نیک کام
کرے یا کوئی نیک شخص اس کے حق میں دعا کرے تو اس کی شقاوت، سعادت سے بدل جاتی ہے یا اس کی عمر بڑھ
جاتی ہے اور اگر وہ نیک کام نہ کرے یا کوئی نیک شخص اس کے حق میں دعا نہ کرے تو وہ بدستور شقی رہتا ہے اور اس
کی عمر اتنی ہی رہتی ہے اس کو عمر اور اثبات سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے علم ازل میں یہ مقرر ہوتا ہے کہ وہ
بالآخر شقی ہوگا یا نہیں ہوگا اور اس کی عمر بڑھے گی یا نہیں اور یہی تقدیر مبرم ہے اس کو ام الكتاب سے بھی تعبیر کرتے ہیں
مفسرین نے اس آیت سے تقدیر معلق اور تقدیر مبرم کا استنباط کیا ہے:

يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ مَا يُعِدُّ
ام الكتاب۔

(رعد: ۳۹)

اس آیت میں محو اور اثبات سے مراد قضاء و معلق ہے اور ام الكتاب سے مراد قضاء مبرم ہے۔

قضاء معلق کا ذکر ان احادیث میں ہے:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن سلمان قال قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم لا يرد القضاء الا الدعاء ولا
يزيد في العمر الا البر هذا حديث حسن

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر کو صرف دعا ٹال سکتی
ہے اور عمر صرف نیکی سے زیادہ ہوتی ہے نہ یہ حدیث حسن

الجنة حتى ما يكون بينه وبينها غير ذراع
فليسبق عليه الكتاب فيعمل بعمل اهل
الغار فيدخلها له
میں داخل ہو جاتا ہے، اور کوئی شخص جنتیوں کے سے
عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان
صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر اس پر تقدیر غالب
آتی ہے اور وہ روز عیوں کے عمل کرتا ہے اور وہ
میں داخل ہو جاتا ہے۔

تقدیر مبہم اور تقدیر معلق کے متعلق مفسرین کی آراء | قضاء معلق اور قضاء مبہم کے متعلق مفسرین کی تصریحات
حسب ذیل ہیں:

امام لاری مدحوا اللہ ما يشاء وينبئہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ جو کچھ ہونا ہے اس کے متعلق قلم خشک ہو چکا ہے تو پھر
روح میں کسی چیز کے مٹانے اور اس کو ثابت رکھنے کا کیا مطلب ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس محو اور اثبات
کے متعلق بھی قلم خشک ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ کے علم ازل اور اس کی قضاء میں یہ پہلے سے تھا کہ کس چیز کو مٹانا ہے
اور کس چیز کو باقی رکھنا ہے، اور اس آیت میں ام الكتاب سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔ لہ
علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضاء میں کوئی تبدیلی نہیں ہے اور یہ محو اور اثبات قضاء میں پہلے سے تھا
اور جو کچھ قضاء میں مقرر ہو چکا ہے وہ حتیٰ طور پر واقع ہونا ہے، حضرت ابن عباس سے ام الكتاب کے متعلق سوال
کیا گیا تو انھوں نے کہا اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔ لہ
علامہ آوسی لکھتے ہیں:

بعض افاضل نے تقدیر کے مسئلہ میں یہ لکھا ہے کہ ہر چیز میں تغیر اور تبدل ممکن ہے حتیٰ کہ قضاء ازل میں بھی
تغیر اور تبدل ممکن ہے، ان کے بعض دلائل یہ ہیں:

حدیث صحیح میں ہے نہی صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت میں دعا کی:
ترے جو قضا کی ہے اس کے شر سے مجھے
وقتی شرما قضیت۔
محفوظ رکھ۔

اس دعا میں قضا ازل کے شر سے محفوظ رہنے کی طلب ہے اور اگر قضا ازل میں تغیر ممکن نہ ہوتا تو اس کے
محفوظ رہنے کی طلب صحیح نہیں تھی، نیز جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کے لیے نہ آنے کا اندر بیان کیا تو فرمایا:
مجھے یہ غم نہ ہے کہ تراویح تم پر فرض کر دی جائیگی
خشیت ان تعرض علیکم فتعجزوا

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۔ امام غزالی الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

۳۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، اسجام الاحکام القرآن ج ۹ ص ۳۳۲-۳۳۳، مطبوعہ انتشارا ناشر خیر و اہل، ۱۳۸۷ھ

عنہما۔

اور تم اس کے پڑھنے سے عاجز ہو جاؤ گے!

کیونکہ اگر قضاء اولیٰ میں اس کا فرض ہونا تھا تو یہ ہر حال میں فرض ہوتا اور اگر قضاء سابق میں اس کی فرضیت نہیں تھی تو اگر آپ تراویح پڑھتے رہتے تب بھی اس کا فرض ہونا محال تھا، اس لیے آپ کو تراویح کی فرضیت کا جو حدیث تھا وہ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب قضاء سابق میں تغیر ممکن ہو، نیز شب معراج آپ کو معلوم ہو چکا تھا کہ صرف پانچ نمازیں فرض ہوں گی اور ان کے علاوہ نماز فرض نہیں ہوگی، اس کے باوجود آپ کو یہ حدیث تھا کہ تراویح فرض نہ ہو جائے اور یہ حدیث جمعی صحیح ہو سکتا ہے جب قضاء سابق میں تغیر ممکن ہو، نیز جب سخت آندھی آتی تو آپ کو یہ خوف ہوتا کہ کہیں قیامت نہ آگئی ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی تھی کہ قیامت آنے سے پہلے مہدی کا ظہور ہوگا، یا جرج نا جرج اور دابة الارض کا خروج ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، اور سورج مغرب سے طلوع ہوگا، اور ان املا مشعل کے ظہور سے پہلے آپ کو قیامت کے آنے کا خوف دامن گیر ہونا اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب آپ کے نزدیک قضاء سابق میں تغیر ممکن ہو، اسی طرح جن صحابہ کو آپ نے جنت کی بشارت دے دی تھی، وہ بھی دوزخ سے بہت فاصلے تھے، حتیٰ کہ بعض یہ کہتے تھے کہ "کاش میری ماں نے مجھ کو جہنم بھجوا دیا" حضرت عمر یہ فرماتے تھے کہ اگر یہ اعلان کر دیا جائے کہ ایک شخص کے سوا سب جنت میں چلے جائیں گے تو مجھے یہ گمان ہوگا کہ وہ ایک میں ہوں، اور جب بخیر صادق ان کے جنتی ہونے کی خبر دے چکے ہیں تو ان کے گمان کی صرف یہ وجہ ہے کہ قضاء میں تغیر ممکن ہے، نیز اگر قضا میں تغیر ممکن نہ ہو تو پھر دعا مانگنا لغو اور عبث ہوگا، کیونکہ اگر وہ کام ہوتا ہے تو دعا کرے یا نہ کرے وہ کام ہو جائے گا اور اگر نہیں ہوتا تو دعا بے فائدہ ہے اور اس کام کو طلب کرنا محال کو طلب کرنا ہے، حالانکہ دعا کرنے کا حکم ہے، اور اس کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کہ محض بوقت کے اظہار اور اللہ کی طرف احتیاج کو بیان کرنے کے لیے دعا کی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ادعوا فی استنجاب لکم۔
تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

نیز امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

لا ینفع الحد من القدر ولكن الله
تعالیٰ یمحو بالذعاء ما یشاء من القدر۔
تقدیر سے ڈرنے سے فائدہ نہیں ہوگا لیکن
اللہ تعالیٰ دعا کے سبب جو چاہتا ہے تقدیر سے
مٹا دیتا ہے۔

امام ابن مردودہ اور امام ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت (یرفع اللہ ما یشاء) کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا قرن عینک بتفسیرها ولا قرن
عین امتی بعدی بتفسیرها الصدقة علی
وجہها وبوالوالدین واصطناع المعروف
محول الشقاء سعادة ویزید فی العمر ویقی
مصارع السوء۔

میں اس آیت کی تفسیر کر کے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی
کر دوں گا اور میرے بعد میری امت کی آنکھیں تم ٹھنڈی
کرنا، صحیح طریقہ سے صدقہ کرنا، ماں باپ سے حسن
سلوک کرنا اور نیکی کے کام کرنا، شقاوت کو سعادت
سے بدل دیتا ہے، عمر زیادہ کرتا ہے اور ناگہانی آفتوں
سے محفوظ رکھتا ہے۔

اس حدیث کا معنی اسی وقت درست ہوگا جب قضاء میں تغیر ممکن ہو، اور تقدیر میں تغیر اور تبدیل کے متعلق اس قدر زیادہ احادیث اور آثار ہیں جو شمار سے باہر ہیں، لیکن اس کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ قضاء میں تغیر اور تبدیل کے متعلق جس قدر احادیث اور آثار ہیں ان سب کا رجوع قضاء مطلق کی طرف ہے اور قضاء میں تغیر اور تبدیل کے بعد جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے معلوم ہے اور وہی تقدیر مبرم ہے اور وہی اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں تغیر اور تبدیل ممکن نہیں ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کا جہل لازم آئے گا تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً۔ لہذا تقدیر مبرم اور تقدیر مطلق کے متعلق محدثین کی آراء حسب ذیل ہیں:

علامہ نووی کہتے ہیں:

بعض احادیث میں جو بیک اعمال کی وجہ سے رزق اور عمر میں زیادتی کا ذکر ہے، یہ فرشتوں اور روح محفوظ کے اعتبار سے ہے، مثلاً فرشتوں کے لیے یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی عمر ساٹھ سال ہے، البتہ اگر اس نے صلہ رحمی کی تو اس کی عمر چالیس سال زیادہ کر دی جائے گی، اور اللہ سبحانہ کو علم ہوتا ہے کہ واقع میں اس کی عمر کتنی ہوگی، اور قرآن مجید کی آیت یدعوا اللہ ما یشاء ویشیت سے بھی مراد ہے، لہذا اللہ تعالیٰ کے علم ازل اور تقدیر مبرم کے اعتبار سے اس کی عمر میں کوئی زیادتی نہیں ہے بلکہ زیادتی محال ہے اور مخلوق پر جو روح محفوظ سے ظاہر کیا جاتا ہے اس کے اعتبار سے زیادتی ہے اور یہی حدیث میں مراد ہے۔ لہذا حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

جو چیز اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں ہے اس میں کوئی تغیر اور تبدیل نہیں ہوتا، اور جو چیز مخلوق کے علم میں ہے اس کے اعتبار سے تغیر اور تبدیل جائز ہے، اس علم کا تعلق کما کا تعبیر اور دیگر ان فرشتوں سے ہوتا ہے جو انسانوں کے ساتھ مولا ہوتے ہیں، اور اسی علم میں عموماً اور اثبات واقع ہوتا ہے، مثلاً علم کا زیادہ اور کم ہونا اور جو چیز اللہ کے علم میں ہے اس میں کوئی عموماً اور اثبات نہیں ہے اور حقیقی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ لہذا حافظ بدرالدین عینی حنفی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں:

حافظ ابو موسیٰ مدینی اپنی سند کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے آج رات ایک عجیب خواب دیکھا میری امت میں سے ایک شخص کے پاس ملک الموت علیہ السلام روح قبض کرنے کے لیے آیا تو اس کے پاس اس کے باپ کی بیٹی آئی اور اس نے ملک الموت کو واپس کر دیا۔ انہوں نے کہا یہ حدیث بہت حسن ہے۔ نیز انہوں نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے ابن آدم! اپنے رب سے

۱۔ علامہ ابوالفضل سید محمد آلوسی حنفی ۱۴۰۰ھ، روح المعانی ج ۱۳، ص ۱۷۱-۱۷۰، مطبوعہ دار لیاہ التراث العربی بیروت

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲، ص ۳۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۳۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱، ص ۴۸۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ

مرد اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے اور اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے، اس سے تیری عمر میں اضافہ ہوگا، تیری آسانیاں (مزید) آسان ہوں گی، تیری مشکلات دور ہوں گی اور تیرا رزق آسان ہوگا، اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صلہ رحمی عمر کو زیادہ کرتی ہے، اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عمر میں زیادتی صرف ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے سے ہوتی ہے اور رزق میں زیادتی صرف صلہ رحمی سے ہوتی ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق پوچھا:

يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ - اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے

ثابت رکھتا ہے۔

آپ نے فرمایا: صحیح طریقہ سے مدتہ دینا، ماں باپ سے حسن سلوک کرنا، نیک کام کرنا، اور صلہ رحمی کرنا، بری تقدیر کو اچھی تقدیر سے بدل دیتا ہے عمر زیادہ کرتا ہے اور ناگہانی آفات سے محفوظ رکھتا ہے۔ بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جس شخص نے ان میں سے ایک نیکی بھی کر لی، اللہ تعالیٰ اس کو تینوں دے عطا کرتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک انسان صلہ رحمی کرتا رہتا ہے اور اس کی (مقرر کردہ) عمر میں سے صرف تین دن باقی ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں تیس سال زیادہ کر دیتا ہے، اور ایک آدمی قطع رحمی (رشتہ داروں سے تعلق منقطع) کرتا رہتا ہے اور ابھی اس کی (مقرر کردہ) عمر میں تیس سال باقی ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی عمر کم کر دیتا ہے، حتیٰ کہ اس کی عمر میں صرف تین دن باقی رہ جاتے ہیں پھر کہا یہ حدیث حسن غریب ہے اور انھوں نے داؤد بن علی سے روایت کیا کہ قورات میں لکھا ہے کہ صلہ رحمی حسن اخلاق اور رشتہ داروں سے نیکی کرنا، گھروں کو آباد رکھتا ہے، مال میں اضافہ کرتا ہے اور عمر زیادہ کرتا ہے، خواہ لوگ کافر ہوں، پھر کہا یہ حدیث حسن غریب ہے اور حضرت ابوسعید خدری نے اس حدیث کو قورات سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ (یہ تمام احادیث حافظ ابوالکلام مدنی نے الترغیب والترہیب میں اپنی اسانید کے ساتھ روایت کی ہیں۔)

اگر یہ احقر اصرار کیا جائے کہ رزق اور عمر تقدیر میں مقدار مقرر ہو چکا ہے پھر اس میں یہ کمی اور زیادتی کس طرح مستحسن ہوگی؟ علامہ ابو الفرج نے اس کے پانچ جواب دیے ہیں جو حسب ذیل ہیں:-
۱۔ رزق میں زیادتی سے مراد رزق کی وسعت اور عمر میں زیادتی سے مراد محنت بدن ہے کیونکہ غنی کو حیات اور فقر کو موت کہا جاتا ہے۔

(۲)۔ انسان کی زندگی سو سال کچھ گئی، اور اس کی نیکی کی زندگی کے اسی سال لکھے گئے اور جب اس نے صلہ رحمی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نیکی میں بیس سال بڑھا دیے۔ یہ دونوں جواب علامہ ابن قتیبہ نے دیے ہیں۔

(۳)۔ عمر میں یہ زیادتی بھی ازل میں مقرر تھی، لیکن اس اضافہ کو بطور انعام کے صلہ رحمی پر موقوف کیا گیا تھا گویا، یوں لکھا گیا تھا کہ تیرے پچاس سال زندہ رہے گا اور اگر اس نے صلہ رحمی کی تو ساٹھ سال زندہ رہے گا۔

(۴)۔ یہ زیادتی لوح محفوظ میں لکھی گئی ہے (یعنی لوح میں پچاس سال لکھا تھا کہ ساٹھ سال لکھ دیا گیا) اور اللہ تعالیٰ کا علم لوح محفوظ کے مناسبت سے ہوتا ہے، سو اللہ تعالیٰ کو جو انسان کی عمر کی انتہا معلوم ہے، اس میں کوئی تغیر نہیں ہے اور

روح محفوظ میں رکھی ہوئی عمر کو کبھی شاکہ بڑھا دیا جاتا ہے اور کبھی اس کو برقرار رکھا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو انجام کار اس کی عمر کا جو علم ہے وہ حتمی اور قطعی ہے، اس میں کوئی کمی بیشی اور تغیر اور تبدل نہیں ہے، اگر یہ اشکال ہو کہ جب انسان کی حتمی عمر میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی تو روح محفوظ میں رکھی ہوئی عمر میں کمی اور بیشی کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ معاملات ظواہر پر مبنی ہیں اور معلوم باطن (اللہ تعالیٰ کا انہی علم) ممکن ہے اس پر کوئی حکم معلق نہیں ہے پس یہ جائز ہے کہ روح محفوظ کے نکلنے گئے میں زیادتی اور کمی اور محو اور اثبات ہوتا کہ یہ کمی بیشی شارع علیہ السلام کی ترجمانی سے انسانوں تک پہنچے اور اس سے ماں باپ کے ساتھ نیکی کی فضیلت اور سعادت اور ماں باپ کی نافرمانی کی مذمت اور نخوست کا علم ہوا اور یہ بھی جائز ہے کہ اس زیادتی اور کمی کا ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ تعلق ہو اور انہیں انسان کی عمر کو برقرار رکھنے اور اس میں تبدیلی کرنے کا حکم دیا جائے اور حتمی اور قطعی حکم پر ملائکہ علیہم السلام کو اطلاع نہ ہو۔

(۵)۔ عمر میں زیادتی سے مراد عمر میں برکت، نیک کاموں کی توفیق دینا اور کم عمر میں اپنی ان مہمات اور مقاصد کو انجام تک پہنچانا ہے جن کو دوسرے زیادہ عمر میں بہ مشکل پہنچا سکتے ہیں، اور قاضی عیاض نے یہ کہا اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کی موت کے بعد اس کا ذکر خیر لوگوں کی زبانوں پر جاری رہے گا اگر یا کہ وہ مرا نہیں زندہ ہے اور حکیم ترمذی نے کہا اس سے مراد برزخ میں کم عرصہ کا قیام ہے۔

تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق متکلمین کی آراء جن احادیث میں نیکی سے عمر میں اضافہ کا ذکر ہے، ان کے متعلق علامہ تفت زانی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ اگر انسان نے مثلاً یہ نیکی نہیں کی تو اس کی عمر چالیس سال ہوگی، لیکن اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ انسان وہ نیکی کرے گا اور اس کی عمر ستر سال ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ کے علم کی بناء پر اس اضافہ کی نسبت اس نیکی کی طرف کر دی گئی۔

علامہ شمس الدین خیالی لکھتے ہیں:

بلکہ صحیح جواب یہ ہے کہ یہ تمام احادیث اخبار احاد ہیں اور جن آیات قطعیہ سے تقدیر مبرم ثابت ہے یہ ان سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتیں یا پھر عمر میں اضافہ سے مراد خیر اور برکت میں اضافہ ہے۔

علامہ عبد العزیز بن ہارون اس بحث میں لکھتے ہیں:

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ عبادت سے عمر زیادہ ہو جاتی ہے اور دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح سبب مقدر ہے اسی طرح سبب بھی مقدر ہے اور یہ جواب مشکوٰۃ نبوت سے مستفاد ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا دم اور دعا تقدیر کو بدل دیتی ہیں، تو آپ نے فرمایا دم اور دعا کو بھی اللہ نے مقدر کیا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

۱۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ الفاریح ج ۱۱ ص ۱۸۲-۱۸۱، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر ۱۳۲۸ھ

۲۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفت زانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۷۳، مطبوعہ مطبعہ مجتہبی دہلی

۳۔ علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی متوفی ۸۷۰ھ، حاشیۃ النجالی ص ۱۱۳، مطبوعہ مطبعہ یوسفی لکھنؤ

یَدْحُوا اللّٰهَ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ مَا يَشَاءُ ۚ وَعِنْدَهُ ۱۵ اَمْرٌ
 (۳۹:۱۵) اَلْكِتَابُ ۔
 اور بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس دو کتابیں ہیں، ایک کتاب المحو والاثبات ہے، جس میں تغیر اور تبدل ہوتا ہے اور ایک نام الکتاب ہے جس میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہوتا۔
 نیز علامہ پرہاروی لکھتے ہیں:

مسند تقدیر میں لوگوں کی بعض خرافات ہیں، ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ قضاء کی دو قسمیں ہیں ایک مبرم ہے جس میں تغیر نہیں ہوتا اور ایک قضاء معلق ہے جس میں وعاد اور وداع سے تغیر ہوتا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ کل قضاء مبرم ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کا حکم جہل سے منقلب ہو جائے گا۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک۔

اپنی خرافات میں سے بعض شارحین بیضاوی کا یہ قول ہے کہ قضاء مبرم میں بھی تغیر ہوتا ہے کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک بچہ کے قرآن مجید پڑھنے سے جتنی مذاپ اٹھ جاتا ہے اور تم کو معلوم ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، اسی طرح بعض صوفیاء کا یہ قول ہے کہ قضاء مبرم میں مرثیہ شیخ عبدالقادر حیدرانی قدس سرہ العزیزہ تعریف کرتے ہیں، اور انہی خرافات میں سے یہ قول ہے کہ بعض مشائخ سے دعا کا سوال کیا گیا، انہوں نے کہا قضاء الہی میں اس کے غلات مقرر ہو چکا ہے، پھر انہوں نے دعا کی اور ان کی دعا قبول ہو گئی، اس قسم کے تمام اقوال باطل ہیں۔
 میں کہتا ہوں کہ جن مشائخ اور اکابر صوفیہ کی عبادت میں یہ مذکور ہے کہ ان کی دعا سے قضاء مبرم ٹل جاتی ہے اس کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ اس سے مراد مبرم اضافی ہے، حقیقی مبرم نہیں ہے، مبرم اضافی سے یہ مراد ہے کہ حقیقت میں قضاء معلق ہے لیکن ان سے کم درجہ کے مشائخ کی وعاد سے وہ قضاء جہیں ٹل سکتی تھی، اس لیے ان کے اعتبار سے وہ مبرم تھی، اور جو قضاء حقیقہ مبرم ہو وہ اٹل ہے اس کو کوئی نہیں ٹال سکتا، اور وہی اللہ تعالیٰ کا علم ازیل ہے، باقی علامہ پرہاروی کا قضاء معلق کو خرافات میں شمار کرنا صحیح نہیں ہے۔

تقدیر کا موضوع بہت وسعت کو چاہتا ہے، ہم نے یہاں مختصر گفتگو کی ہے، تقدیر کے بعض پہلوؤں پر ہم نے ایک مفصل مقالہ لکھا ہے، جو مقالات سعیدی میں شامل ہے، اور اس کے بعض دوسرے پہلوؤں پر ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں بحث کی ہے، جو حضرات اس موضوع کو تفصیل سے پڑھنا چاہیں وہ ان مقامات کا بھی مطالعہ کریں۔

کفار اور بدعتیہ لوگوں سے تعلقات رکھنے کی تحقیق | اس حدیث میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تم ان لوگوں (منکرین تقدیر) سے ملو تو ان سے کہنا کہ میں ان سے لاتعلقی ہوں، اور وہ مجھ سے اور عبداللہ بن عمر خلیفہ کہتا ہے کہ اگر ان لوگوں میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کر دے، تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کو، اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار اور بدعتیہ لوگوں میں میل جول اور دوستی رکھنا حرام ہے، البتہ محبت اور دلی تعلق کے بغیر ان سے محض معاملہ اور کاروبار کرنا جائز ہے، کفار اور بدعتیہ لوگوں سے محبت اور دوستی کی ممانعت قرآن مجید کی آیات سے ثابت ہے۔

کفار اور بدعتیہ لوگوں سے محبت رکھنے اور دوستی کرنے کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمُدَّةِ وَتَدْكُرُوا بَيْنَهُمْ جَوَارِبَ كَذِبٍ ۚ

(ممتحنہ: ۱)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَنسَوْنَ مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَبْشُرُ الْكَافِرُ مِنَ اصِّحَابِ الْقُبُورِ ۚ

(ممتحنہ: ۱۳۱)

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ

(مجادلہ: ۲۲)

لَا يَتَّخِذُ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ ۚ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً ۚ وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ ۚ وَاللَّهُ الْمَصِيرُ ۚ

(آل عمران: ۲۸۱)

وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۖ

(ہود: ۱۱۳)

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو درست نہ بناؤ، تم ان کو دوستی کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ انھوں نے اس حق کا انکار کیا ہے جو تمہارے پاس آیا ہے۔

اے ایمان والو! ایسے لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ نے غضب فرمایا ہے، شک و آخرت سے مایوس ہو چکے، جیسے کفار قبر والوں سے مایوس ہو چکے ہیں۔

اے محراب! جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، آپ انہیں اس حال پر نہ پائیں گے کہ وہ ان لوگوں سے محبت کریں جو اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھتے ہوں، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے قریبی رشتہ دار!

ایمان والے مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں، اور جو ایسا کرے، اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں، البتہ اگر تم ان سے جان بچانا چاہو، تو دوستی کے اظہار میں حسرت نہیں، اور اللہ تمہیں اپنے (غضب) سے ڈلاتا ہے، اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کی طرف مائل نہ ہو ورنہ تمہیں دردِ رخ کی آگ پہنچے گی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْمُرُكُمْ بِحَسَنَاتٍ (ال عمران ۱۱۸)
 وَاذْأُرِيتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرَضَ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ
 وَأَمَا يُبْصِرُكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدَ بَعْدَ الذِّكْوَى
 مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ

(انعام ۶۸)

اِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتَ اللَّهِ يَكْفِرُ بِهَا وَيَسْتَهْزِئُ
 بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ
 غَيْرِهِ رَضُوا أَنْ كَرِهُوا إِذَا مَثَلَهُمْ

(نساء ۱۳)

اے ایمان والو! غیروں کو اپنا راز دار نہ بنائی
 وہ تمہاری تباہی میں کمی نہیں کریں گے۔
 اور اے مخاطب! جب قرآن لوگوں کو پہنچے
 جو ہماری آیتوں میں کج بحثی کرتے ہیں قرآن سے منہ پھیر
 لے، حتیٰ کہ وہ کسی اور بات میں بحث کرنے لگیں، اور
 اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد فکرم کرنے
 والی قوم کے ساتھ نہ بیٹھ۔

جب تم سلو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے
 اور ان کا استہزاء کیا جا رہا ہے قرآن کے ساتھ نہ بیٹھو
 حتیٰ کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں (روند)
 بلاشبہ اس وقت تم (بھی) انہی کی مثل ہو جاؤ گے۔

آخر الذکر وہ آیتوں سے معلوم ہوا کہ کفار اور بدعتیہ لوگوں کے پاس اس وقت بیٹھنا منع ہے جب وہ دین
 اسلام کے خلاف باتیں کر رہے ہوں، ان کی تحسین میں مطلقاً بیٹھنا منع نہیں ہے، البتہ کفار اور بدعتیہ لوگوں
 سے محبت اور دوستی رکھنا مطلقاً حرام اور منوع ہے، جیسا کہ باقی ذکر کردہ آیات سے واضح ہو گیا۔

کفار اور بدعتیہ لوگوں سے محبت رکھنے اور دوستی کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور اُشار

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ سَيَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي أَتَّاسُ
 يَحْدُثُونَ كَذِبًا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاءُكُمْ
 فَيَأْتِيَاكُمْ وَيَأْهَدُ لَكُمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے
 آخر میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو تمہارے ساتھ ایسی
 حدیثیں بیان کریں گے جن کو تم نے سنا ہو گا نہ تمہارے
 باپ دادا نے، تم ان سے دور رہنا وہ تم سے دور
 رہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَالُونَ
 كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنْ الْأَحَادِيثِ بَمَا لَمْ تَسْمَعُوا
 أَنْتُمْ وَلَا آبَاءُكُمْ فَيَأْتِيَاكُمْ وَيَأْهَدُ لَكُمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمان میں
 دجال اور کذاب ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں
 لائیں گے جن کو تم نے سنا ہو گا نہ تمہارے باپ دادا

کرتے ہیں۔

رضین بن عطار بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت یوشع بن نون کی طرف وحی کی کہ میں تمہاری قوم میں سے ایک لاکھ چالیس ہزار نیکیوں کا رول کر اور ساتھ ہزار بدکاروں کو ہلاک کرنے والا ہوں! حضرت یوشع نے عرض کیا اے میرے رب! تو بدکاروں کو تو ہلاک فرمائے گا، نیکیوں کا رول کو کیوں ہلاک فرمائے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بدکاروں کے پاس جاتے تھے، ان کے ساتھ کھاتے اور پیتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ سے ان پر غضب ناک نہیں ہوتے تھے۔

عن الوضی بن عطاء قال اوحی اللہ عزوجل الی یوشع بن نون اوفی ہلک من قومک مائۃ الف واربعمین الفاً من خیارہم وستین الفاً من شرارہم قال: یا رب تہلک شرارہم فہذا بال خیارہم؟ قال: انہم یدخلون علی الاشوار فیؤاکلو نہم ویشارہم فہم ولا یغضبون غضبی۔

کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر قرآن مجید سے استدلال

کفار، مشرکین اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ دوستی اور محبت رکھنا تو مطلقاً حرام اور ممنوع ہے، البتہ غیر حربی کافروں اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنا اور معاشرتی معاملات قائم رکھنا جائز ہے اور مریدین کے ساتھ ہر قسم کا معاملہ کرنا، ناجائز اور حرام ہے۔ غیر حربی کافروں اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ نیکی صلہ رحمی اور معاشرتی معاملات کے جواز پر قرآن مجید کی یہ آیت دلیل ہے:

اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ بدل اور نیکی کرنے سے نہیں روکتا، جنہوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والا ہے۔ پسند فرماتا ہے۔

لاینبہکم اللہ عن الذین لہو یکاً تلو کھ فی الدین ولہو ینخرجو کھ من دیا وکھ ان تہو وکھ وتقسطوا الیہم ان اللہ یحب المتقین۔ (ممتحنہ: ۸۰)

کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر احادیث سے استدلال

۱۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲، ص ۵۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۱ھ

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

قال ابو هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم
هاجرا براهيم ساركا فدخل قرية فيها ملك او
جبار فقال اعطوها اجر واهديت للنبي صلى
الله عليه وسلم ثقاتا فيها سم وقال ابو حميد
واهدى ملك ايلة للنبي صلى الله عليه وسلم
بغلة بيضاء فكساها بردا وكتب له
ببحرهم .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
حضرت سارہ کے ساتھ ہجرت کیا وہ ایک بستی میں گئے جس میں
ایک ظالم بادشاہ تھا، اس ظالم بادشاہ نے ہا حضرت
سارہ کو باجہرہ ہدیہ میں دے دیا اور نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کو ایک بہرہ کی طرف سے ایک زہر آلود
بکری دی گئی، اور ایلہ کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کو ایک سفید فخر ہدیہ کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس بادشاہ کو ایک چھاندہ پہنائی اور اس کے لیے اس
ملاقات کی حکومت منگوادی۔

عن انس ان اكيدر دومة اهدى الى
النبي صلى الله عليه وسلم

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اکیدہ
دومہ (تبوک کے قریب ایک بستی کا عیسائی سردار)
نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ بھیجا۔

صحیح مسلم میں ہے اس نے آپ کو ایک ریشم کپڑا ہدیہ کیا تھا۔
نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمن بن ابی بكر قال كتبا مع
النبي صلى الله عليه وسلم ثلثين ومائة
فقال النبي صلى الله عليه وسلم هل مع احد
منكم طعام فاذا مع الرجل صاع من طعام
او نحوه ففجع ثم جاء رجل مشرك مشعان
طويل بغتم يسوقها فقال النبي صلى الله عليه
وسلم بيعا امر عطية او قال امر هبة قال لا بل
بيع فاشترى منه شاة .

حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان
کرتے ہیں ہم ایک سو تیس تھانے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا
تم میں سے کسی ایک شخص کے پاس طعام ہے؟ اس
وقت کسی ایک شخص کے پاس ایک صاع یا اس کے
قریب طعام تھا اس کو گوندھا گیا، پھر ایک دوزخ مند مشرک
آدمی آیا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے وہ بکریاں
ہٹکاتا ہوا لایا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ
بکریاں بیچو گے یا مریدہ کر دو گے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۶، مطبوعہ دار محمد امجد المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۔ " " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۶

۳۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹۲، مطبوعہ دار محمد امجد المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

۴۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۶، مطبوعہ دار محمد امجد المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

و رجالہ ثقات بل

روایت کی ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء شافعیہ کا نقطہ یہ
امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

نیز بحث آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو مشرکین کے ساتھ نیکی کرنے سے منع نہیں کرتا، البتہ تم کو ان
لوگوں کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع فرماتا ہے، اور یہ مشرکین کی شدت عداوت کے باوجود ان پر رحمت ہے۔ اہل
تائیل نے کہا یہ آیت مشرکین اور مرتدین کے درمیان نیکی کے جواز پر دلالت کرتی ہے، اگرچہ مشرکین کے ساتھ دوستی
اور ملاقات منقطع ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے ساتھ صلہ رحمی کرنے اور نیکی کرنے کو پسندیدہ
قرار دیا ہے، مقاتل نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کے ساتھ کیے ہوئے عہد پر سے کرو اور عدل و انصاف
کرو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

المعمر بن عقیبہ نے بخاری میں عبد الرحمن بن کعب بن مالک سے روایت کیا ہے کہ عامر بن مالک مشرک نے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہدیہ دیا تو آپ نے فرمایا میں مشرکین کا ہدیہ قبول نہیں کرتا، اور امام ابو داؤد اور امام ترمذی
نے روایت کیا ہے کہ عیاض بن حماد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اونٹنی ہدیہ کی، آپ نے اس سے پوچھا تم مسلمان ہو چکے
ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا مجھے مشرکین کا ہدیہ قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے۔
امام بخاری نے مشرکین سے ہدیہ قبول کرنے کے باب میں متعدد احادیث روایت کی ہیں جن میں یہ تصریح ہے
کہ آپ نے مشرکین سے ہدیہ قبول کیا ہے، اور اس سے امام بخاری کا ارادہ یہ ہے کہ مشرک کا ہدیہ مسترد کرنے
کے سلسلہ میں جو احادیث مروی ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔

علامہ طبری نے ان احادیث میں تطبیق دی ہے کہ جس نے خصوصیت سے آپ کو ہدیہ دیا وہ آپ نے مسترد
کر دیا اور جس نے عام مسلمانوں کے لیے ہدیہ دیا اس کو آپ نے قبول فرمایا، یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ صحیح بخاری
میں ایسی احادیث بھی ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ خصوصیت کے ساتھ آپ کو ہدیہ دیا گیا، اور آپ نے اس کو قبول فرمایا،
بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ جس نے محبت اور دوستی کے اظہار کے لیے ہدیہ دیا اس کو آپ نے مسترد کر دیا،
اور جس کے اسلام کی آپ کو توقع تھی اس کو آپ نے قبول کر لیا، یہ پہلے جواب سے قوی ہے، ایک قول یہ ہے کہ
اہل کتاب کے ہدیے آپ نے قبول کر لیے، اور بت پرستوں کے ہدیے رد کر دیے، ایک قول یہ ہے کہ مشرکین
سے ہدیہ قبول کرنا آپ کی خصوصیت ہے اور امراد کے لیے منقطع ہے، بعض نے کہا حماقت کی احادیث قبول کرنے
کی احادیث سے منسوخ ہیں، بعض نے اس کے برعکس کہا، یہ دونوں جواب ضعیف ہیں کیونکہ نسخ احتمال سے ثابت

۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۰ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۵۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

۲۔ امام غفر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۳۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۸ھ

کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء احناف کا نظریہ:

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں: اکثر مفسرین کا یہ مختار ہے کہ یہ آیت ان کافروں کے متعلق نازل ہوئی ہے، جو صلہ رحمی کے مستحق ہیں اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ ذمیوں پر حد تک کرنا جائز ہے اور اگر کسی باپ ذمی ہو تو اس کا نفقہ واجب ہے، اور اگر اس کا باپ حربی ہو تو پھر اس کا نفقہ دینا واجب نہیں ہے، کیونکہ اس کو قتل کرنا واجب ہے، علامہ عزمی عبد السلام نے فتاویٰ گبری کے باب ایسر میں لکھا ہے کہ کافر کے لیے قیام نہ کیا جائے، کیونکہ ہم کو ان کی امانت کا حکم دیا گیا ہے ہاں اگر کافر سے کسی بڑے نقصان کا اندیشہ ہو تو پھر اس کے لیے قیام جائز ہے۔ ۱۷

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

ويجوز ان يوصي المسلم للكافر والكافر للمسلم فالاول لقوله تعالى لا ينهأكم الله عن الذين لهيقات لوكهم في الدين الآية والثاني لانهم بعهد الذمة ساءوا المسلمين في المعاملات ولهذا اجاز التبوع من الجانبين في الحيوة فكذا بعد السمات وفي الجامع الصغير الوصية لاهل الحرب باطلا لقوله تعالى انما ينهأكم الله عن الذين قاتلوكم في الدين ۱۸

مسلمان کا کافر کے لیے وصیت کرنا جائز ہے اور کافر کا مسلمان کے لیے وصیت کرنا جائز ہے، اول الذکر کے حوالہ کی یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ عدل اور نیکی کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی، اور ثانی الذکر کے حوالہ کی یہ دلیل ہے کہ جب کافروں سے ذمہ دہیزہ کا معاہدہ ہو گیا تو وہ معاملات میں مسلمانوں کے مساوی ہو گئے، اس لیے دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ نیکی اور احسان کرنا جائز ہے اور جب زندگی میں جائز ہے تو موت کے بعد بھی جائز ہے، جامع صغیر میں ہے کہ حربی کافروں کے لیے وصیت کرنا باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے منع کرتا ہے جو دین میں تم سے جنگ کرتے ہیں۔

پاکستان کی اسلامی حکومت نے اپنے آئین کے ذریعہ تمام شہریوں کی جان و مال کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، اس لیے پاکستان میں رہنے والے تمام کافر غیر حربی ہیں اور ذمیوں کے حکم میں ہیں، اسی لیے پاکستان میں رہنے والے تمام کافر یا بدعتیہ لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا اور دیگر معاشرتی معاملات استوار کرنا جائز ہے، البتہ ان کے ساتھ محبت اور دوستی

۱۷۔ علامہ شہاب الدین سیاحی آلوسی متذنی ۱۲۰۷ھ روح المعانی ج ۲۸ ص ۷۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۱۸۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی یحییٰ مرغینانی متذنی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۶۵، مطبوعہ مکتبہ مشرکت علمیہ لبنان

کے تعلقات قائم کرنا جائز نہیں ہے، اور مرتدین کے ساتھ کسی قسم کا کوئی معاملہ کرنا جائز نہیں ہے، اور یہ واضح رہے کہ مرتدین کی اولاد کا فرہوقی ہے مرتد نہیں ہوتی، مثلاً غلام احمد قادیانی کی ولادت پر جنہوں نے الیہما اللہ اسلام کو ترک کر کے قادیانیت کو اختیار کیا وہ مرتد ہیں، لیکن ان کی اولاد جو اجزاء قادیانیت پر ہے وہ مرتد نہیں کا فر ہے ورنہ دنیا میں کوئی کافر نہیں، مگر گامصب مرتد ہوں گے، کیونکہ جس قدر کفار ہیں وہ کسی نہ کسی مرتد کی اولاد ہیں۔

نداء یا محمد کا جواز اور بحث و نظر | اس حدیث میں ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے بیان کیا کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک ایک ایسا شخص آیا جس کا لباس انتہائی سفید اور بال گہرے سیاہ تھے۔ یہ آنے والے شخص حضرت جبرائیل تھے جو پیکر انسانی میں آئے تھے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرشتے جس شکل میں چاہیں متشکل ہو سکتے ہیں، فرشتوں کی حقیقت اور انسان اور فرشتہ میں باعتبار حقیقت کون افضل ہے، ان تمام امور پر ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابعہ میں مفصل بحث کی ہے۔

اس آئے والے نے کہا یا محمد محمد کو اسلام کے تعلق بتلائے۔ اس حدیث میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا اور خطاب کیا ہے بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ فرشتوں کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا اور خطاب کرنا جائز ہے اور آپ کی امت کے لیے ناجائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام لے کر آپ کو بلانا امت پر حرام کر دیا ہے، اس لیے یا محمد کہنا جائز ہے، البتہ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ کہنا چاہیے، ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ آلِهَةٍ وَلَوْ بَيْنَهُمْ ذُرِّيَّتُكُمْ

بعضکم بعضنا۔ (نور: ۲۲)

تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

انہیں کا استدلال اس وقت صحیح ہوگا جب دعا کا معنی بلانا اور پکارنا ہو اور دعا کی طرف اضافت اضافت الی المفعول ہو، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نہ بلاؤ، جیسے ایک دوسرے کو بلائے ہو، اور اس آیت میں زیادہ ظاہر اور ظہور قرآن مجید کے قریب — یہ ترکیب ہے کہ یہ اضافت الی الفاعل ہے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلائے کو ایسا نہ قرار دو، جیسے تم ایک دوسرے کو بلائے ہو یا دعا کا معنی اللہ سے دعا کرنا ہے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض و کمرہ اور اپنے خلاف آپ کو دعا کو اپنی دعاؤں کی طرح نہ قرار دو، کیونکہ آپ کی دعا حقاً قبول ہوتی ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

اس آیت میں کئی ترکیبیں ہیں:

(۱)۔ مبرور اور فعال نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جو حکم دیتے ہیں اور تم کو بلائے ہیں، اس سے تم آپس میں بلائے کی طرح نہ قرار دو، کیونکہ آپ کا حکم و مقرر اور لازم ہے، اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس آیت کے بعد یہ ارشاد ہے:

جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ

فَلْيَحْذَرُوا الَّذِيْنَ يَخْلُفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اِنَّ

علامہ قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

او قصد به المعنى الوصفى دون المعنى
العلمى . ۱۵

جب حضرت جبرائیل نے آپ کو یا محمد کہا تو اس سے
لفظ محمد کے وصفی معنی کا ارادہ کیا اور علمی (نام کے) معنی
کا ارادہ نہیں کیا۔

شیخ مشیر احمد عثمانی نے بھی علامہ قاری کے حوالے سے اس جواب کا ذکر کیا ہے۔ ۱۶
(ج) لفظ محمد سے آپ کا علم اور نام ہی مقصود ہو، لیکن آپ کو بلانا مقصود نہ ہو صرف اظہار محبت اور فراق و
شوق سے محض آپ کے نام کا غور و نگاہ مقصود ہو، جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

امام مسلم حضرت ہار بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں اس میں ہے:

فصعد الرجال والنساء فوق البيوت
وتفرق الغلمان والخدم في الطريق
ينادون يا محمد يا رسول الله يا محمد يا
رسول الله ۱۷

و جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف
لائے تو مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے
اور بچے اور خدام راستوں میں پھیل گئے اور وہ
غیر سے لگا رہے تھے یا محمد، یا رسول اللہ، یا محمد
یا رسول اللہ۔

حافظ ابن کثیر، حضرت البرکہ صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے احوال میں لکھتے ہیں:

وكان شعارهم يومئذ يا محمد الا ۱۸

اس زمانہ میں مسلمانوں کا شعار یا محمد کہنا
تھا۔

حافظ ابن اثیر نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ ۱۹
(د) لفظ یا محمد کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا اور آپ کو یاد کرنا مقصود ہو پھر بھی یا محمد کہنا جائز
ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمن بن سعد قال :
حدثت رجلا ابن عمر فقال له رجل :
اذكر احب الناس اليك فقال يا
محمد ۲۰

عبد الرحمن بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن
عمر کا پیروں ہو گیا، ایک شخص نے کہا اسی کو یاد کرو، جو
تم کو سب سے زیادہ محبوب ہو حضرت ابن عمر نے کہا
یا محمد۔

۱۵۔ علامہ ابن کثیر متوفی ۷۱۴ھ، مرقاۃ ج ۱ ص ۵۱، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، دمشق، ۱۳۹۰ھ

۱۶۔ شیخ مشیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ مدینہ پریس بنگلور

۱۷۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۱۸۔ حافظ ہار الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۳۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

۱۹۔ علامہ البرکہ ابن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۷۴۳ھ، الکامل فی التآریخ ج ۲ ص ۲۴۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۳۸۰ھ

۲۰۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۲۵، مطبوعہ المطبعۃ الاثریہ لاہور

یا محمد کہنے کے جواز پر سب سے واضح اور صریح دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی اس میں یہ الفاظ ہیں:

اللھم افرغ کفہ و اخرجہ الیک
یا محمد نبی الرحمة یا محمد افرغ کفہ
بلک الی ربی فی حاجتی ہذہ لتقتنی اللھم
فشفعہ فی رسلہ

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری
طرف محمد نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلے سے
متوجہ ہوتا ہوں، یا محمد! میں آپ کے وسیلے سے اپنی
اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ
یہ حاجت پوری ہو، اے اللہ! حضور کی شفاعت کو میرے
حق میں قبول فرما۔

حافظ ابن تیمیہ نے اس حدیث کو جامع ترمذی، سنن نسائی اور مستدرک حبیث کے حوالوں سے نقل کیا ہے اور
اس میں یا محمد کے الفاظ ہیں۔

غیر مقلدین کے مشہور عالم شیخ عبدالرحمن مبارک پوری نے اس حدیث کو امام ابن ماجہ، امام ابن خزمیہ، امام حاکم
اور امام طبرانی کے حوالوں سے نقل کیا ہے اور اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور اس میں یا محمد کے الفاظ ہیں۔

امام ابو یعلیٰ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یقول الذی نفس ابی
القاسم بیدہ لیزلن عیسیٰ بن مریم اماماً
مقسطاً و حکماً عدلاً فلیکسرن الصلیب
ولیقتلن الخنزیر، ولیصلحن ذات
البین ولیذهبن الشحنا ولیعوضن
علیہ المال فلا یقیلہ ثم لئن قام علی
قبری فقتال یا محمد لا جبتہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے
سنا ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں ابوالقاسم کی
جان ہے عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے، وہ نصف
امام اور عادل حاکم ہوں گے، وہ صلیب کو توڑ دیں گے،
خنزیر ایکڑ قتل کریں گے، دوگوں کی صلح کرائیں گے، بقیض کو
دور کریں گے، ان پر مال پیش کیا جانے لگا وہ اس کو
قبول نہیں کریں گے، پھر یہ خدا اگر وہ میری قبر پر کھڑے
ہوں گے یا محمد کہیں نہیں تریں ان کو ضرور جواب دوں گا۔

اس حدیث کا حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ذکر کیا ہے، اور اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر
میں حیات پر استدلال کیا ہے۔

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت کتب کراچی

۲۔ شیخ تقی الدین ابوالکاس احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، مجموعہ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۶۷، مطبوعہ سعودی عرب

۳۔ شیخ عبدالرحمن مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ، تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۳۸۲، مطبوعہ نشر السنۃ عمان

۴۔ حافظ احمد بن علی مثنی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابی یعلیٰ ج ۶ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار المامون تراش بیروت، ۱۴۰۴ھ

۵۔ حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، المطالب العالیہ ج ۲ ص ۳۴۹، ۲۵۰، مطبوعہ مکتبہ

اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ”یا محمد“ کے ساتھ ندا اور خطاب کرنا
 اعلیٰ حضرت امام احمد رضا
 فاضل بریلوی مدس
 سرہ الخیرین تفسیر فرماتے ہیں:

بیہقی، امام علقمہ و امام اسود اور ابن نعیم، امام حسن بصری و امام سعید بن جبیر سے تفسیر کریمہ مذکورہ میں راوی
 لا فتور لایا محمد و لکن قولوا یا رسول اللہ یا نبی اللہ ”یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا محمد کہو یا نبی اللہ
 یا رسول اللہ کہو“ اسی طرح امام قتادہ تمیز انس بن مالک سے روایت کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع میں ولہذا علماء
 تصریح فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے اور واقعی محل انصاف ہے
 جسے اس کا مالک و مولیٰ تبارک و تعالیٰ نام لے کر نہ پکارتے غلام کی کیا مجال کہ راہ ادب سے تجاوز کرے۔ ملے
 ہو سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بل مجاہد نے قرآن مجید میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ
 وسلم کو نام لے کر نہیں پکارا، مگر نہ اعاذیہ قدسیہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بجز ”یا محمد“ کے ساتھ خطاب کیا ہے
 اور نہ مکالمہ ہے۔ اور ہمارے نزدیک احادیث بھی حجت ہیں۔

امام بخاری حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے معراج کی ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں اس میں
 ہے:

فقال الجبار یا محمد قال لبیک و
 سعدیک قال انہ لا یبدل القول لدی کما
 فرضت علیک فی ام الکتاب فکل حسنة
 بعشر امثالها ففی خمسین فی ام الکتاب و
 فی خمس علیک ۛ
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا محمد آپ نے کہا میں
 حاضر ہوں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے قول میں تبدیلی
 نہیں ہوتی، میں نے جس طرح آپ پر ام الکتاب میں
 (نمازیں) فرض کی ہیں، تو ہر نیکی دس گنی ہے، لہذا ام الکتاب
 میں پچاس نمازیں ہیں اور آپ پر پانچ نمازیں فرض ہیں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا محمد آپ نے کہا میں
 حاضر ہوں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے قول میں تبدیلی
 نہیں ہوتی، میں نے جس طرح آپ پر ام الکتاب میں
 (نمازیں) فرض کی ہیں، تو ہر نیکی دس گنی ہے، لہذا ام الکتاب
 میں پچاس نمازیں ہیں اور آپ پر پانچ نمازیں فرض ہیں
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا محمد آپ نے کہا میں
 حاضر ہوں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے قول میں تبدیلی
 نہیں ہوتی، میں نے جس طرح آپ پر ام الکتاب میں
 (نمازیں) فرض کی ہیں، تو ہر نیکی دس گنی ہے، لہذا ام الکتاب
 میں پچاس نمازیں ہیں اور آپ پر پانچ نمازیں فرض ہیں

۱۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، تنقیح الیقین ص ۲۶، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور، ۱۳۰۱ھ

۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۳۔ امام مسلم بن حجاج تفسیر متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

فاذا رايتہ وقعت ساجدا فیدعنی
 ما شاء الله ان یدعنی ثم یقول ارفع محمد
 وقل تسمع واشفع تشفع وسل تعطہ ۛ

پھر میں دیکھوں گا کہ میں سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر
 جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دیگا،
 پھر فرمائے گا یا محمد! کیسے آپ کی بات سنی جائے گی اور شفاعت
 کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور مانگیے آپ
 کو دیا جائے گا۔

اس حدیث میں نخری قواعد کے مطابق یا معذون ہے۔
 امام ابو عوانہ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں اس میں ہے،
 فیقول اللہ یا محمد ارفع رأسک
 وقل تسمع واشفع تشفع ۛ

اللہ تعالیٰ فرمائے گا یا محمد! اپنا سر اٹھا لے،
 کیسے آپ کی بات سنی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ
 کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

امام ابو یعلیٰ حضرت انس بن مالک سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں اس میں ہے،
 فیدعنی ما شاء الله ثم قال لی
 ارفع رأسک یا محمد قل تسمع واشفع
 تشفع وسل تعطہ ۛ

پھر اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے
 دے گا، پھر مجھ سے فرمائے گا: یا محمد! اپنا سر اٹھا لے
 کیسے آپ کی بات سنی جائے گی اور شفاعت کیجئے،
 آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور مانگیے آپ کو
 دیا جائے گا۔

امام ابو یعلیٰ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 قال: ما نلت استغفر الی ربی ولیشفعنی
 حتی اقول: رب شفعبنی فیمن قال لا
 الہ الا اللہ، قال فیقول: لیست ہذہ
 لک یا محمد انما ہی لی اما وعزتی
 وحلمی ورحمتی لا ادع فی الناکر احدا
 او قال عبدا قال: لا الہ الا اللہ ۛ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے رب کی
 طرف مسلسل شفاعت کرتا رہوں گا اور میری شفاعت
 قبول کی جاتی رہے گی، حتیٰ کہ میں کہوں گا اے میرے
 رب مجھوں نے لا الہ الا اللہ کہا ہے ان کے لیے
 میری شفاعت قبول فرما، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یا محمد! ان
 کی مغفرت کرنا تمہارا منصب نہیں ہے، ان کی راہ راہ
 راست (مغفرت کرنا صرف میری خصوصیت ہے،

- ۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۰۸، مطبوعہ دار محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ
- ۲۔ امام ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق اسفرائینی متوفی ۳۱۶ھ، مسند ابو عوانہ ج ۱ ص ۱۷۷، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ
- ۳۔ حافظ احمد بن علی المشنی القسیمی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ الموصلی ج ۳ ص ۲۶۹، مطبوعہ دار الامون تراث بیروت ۱۴۰۴ھ
- ۴۔ حافظ احمد بن علی المشنی القسیمی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ الموصلی ج ۳ ص ۸۸، مطبوعہ دار الامون تراث بیروت ۱۴۰۴ھ

مجھے اپنی عزت اپنے علم اور اپنی رحمت کی قسم میں فسخ
میں کسی ایسے شخص کو نہیں رہنے دوں گا جس نے
لا الہ الا اللہ کہا ہو۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن الحسن ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اتخذ عسیباً یسکت بہ الناس فادحی اللہ
الیہ یا محمد لا تکسر قرءون امثلك فنادی
العسیب معہ بعد رسلہ

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایک شاخ رکھی جس سے لوگوں کو خاموش
کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی یا محمد!
اپنی امت کے مردوں کو نہ توڑیں، اس کے بعد آپ
کے پاس وہ شاخ نہیں دکھی گئی۔

علامہ علی نقی ہندی نرسی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
عن الروح الامین جبرائیل عن اللہ عزوجل
قال یا محمد اکثر من صدائکم المعروف
فانہا تفتی مصارع السوء الحدیث رسلہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ جبرائیل علیہ السلام بیان
کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: یا محمد! بہ کثرت
نیک کام کیا کریں، کیونکہ یکیاں ناگہانی آفات سے
بچاتی ہیں۔

امام بخاری نے کہا اس حدیث کی سند میں ایک راوی نصر بن باب ہے جس پر لوگ جھوٹ کی تہمت لگاتے
ہیں، یعنی یہ حدیث ضعیف ہے، لیکن فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے۔
امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عیاض بن حماد المجاشعی ان
نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ذات یوم
فی خطبۃ الا ان ربی اوان مابقی امری ان
اعلمکم ما جعلتم علمنی یوم هذا
فن کر الحدیث قال فقال یا محمد
انما بعثتک لا بتلیک وابتلی بک و
اتولت علیک کتاباً لا یفسد السماء

عیاض بن حماد مجاشعی بیان کرتے ہیں کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن دوران خطبہ فرمایا:
سنو میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ جو چیزیں
تم کو نہیں معلوم وہ تم کو بتلاؤں جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھے
آج علم دیا ہے، پھر فرمایا یا محمد! میں نے تم کو امتحان
میں ڈالنے کے لیے مبعوث کیا ہے اور میں تمہاری
وجہ سے (بھی) امتحان لوں گا، اور میں نے تم پر

۱۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۱۸۵، مطبوعہ مطبعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ
۲۔ علامہ علی نقی بن حزام الیل ہندی بریل پوری متوفی ۷۷۵ھ، کنز العمال ج ۶ ص ۵۹، مطبوعہ منوستان الرسالہ پٹنہ ۱۳۵۵ھ

تقرأ آياتهما ويقطآن الحديث

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن شوبان رضي الله عنه ان نبی الله صلی الله علیه وسلم قال ان الله عز وجل نزوی لی الارض حتی رايت مشارقها ومغاربها واعطانی الكنزین الاحمر والابيض فان ملکت امتی سیبله ما زدی لی منها وانی سالت ربی عز وجل ان لا یسلط علیهم بسنة عامه وان لا یسلط علیهم عدوان من غیرهم فیہلکهم وان لا یلبسهم شیعا ویدینق بعضهم بآس بعض فقال یا محمد اذا اعطیت عطاء فلا مرد له انی اعطیتک لا تمکن ان لا یهلکوا بسنة عامه وان لا یسلط علیهم عدوان من غیرهم فیلبسهم شیعا ولوا جت مع علیهم من اقطاها الحديث

ایسی کتاب نازل کی ہے جس کو پانی نہیں دھو سکتا تم اس کو سینہ اور بیداری میں پڑھتے ہو اس حدیث۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عز وجل نے میرے لیے تمام روئے زمین کو سمیٹ دیا ہے حتیٰ کہ میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا، اور مجھے سرخ اور سفید دو خزانے دیے ہیں، پس میری امت کی حکومت اس جگہ تک پہنچے گی جو مجھے دکھائی گئی، اور میں نے اپنے رب عز وجل سے یہ سوال کیا ہے کہ وہ میری امت کو عام قحط میں مبتلا نہ کرے اور ان کے اوپر کوئی ایسا دشمن مسلط نہ کرے جو ان کو ہلاک کر دے اور ان کو مختلف ٹکڑوں میں تقسیم نہ کرے کہ وہ ایک دوسرے سے لڑتے رہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد! جب میں کوئی چیز دیتا ہوں تو اس کو کوئی داپس لینے والا نہیں ہے، میں نے آپ کی امت کے لیے یہ دُعا قبول کر لی ہے کہ وہ عام قحط سے ہلاک نہیں ہوں گے اور میں ان پر کوئی دشمن جو ان کا غیہ نہ مسلط نہیں کر دوں گا جو ان سب کو ہلاک کر دے، خواہ وہ تمام روئے زمین سے جمع ہوں۔ الحدیث۔

علامہ زبیدی، امام ابونعیم اور امام ابن عساکر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن علی عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لی جبرائیل قال الله عز وجل یا محمد من امن بی ولہ میث من بالقدرا خیرہ وشرہ فلیلتس رباً غیری۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت جبرائیل نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا محمد! جو شخص مجھ پر ایمان لایا ہو اور اچھی اور بُری تقدیر پر ایمان نہ لایا ہو وہ میرے علاوہ کوئی اور رب تلاش کرے۔

۱۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۰، مطبوعہ نشر السنۃ لبنان

۲۔ " " " " سنن کبریٰ ج ۹ ص ۸۱

۳۔ علامہ سید محمد بن محمد راضی حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، استیعاف السادة المتقین ج ۹ ص ۵۱، مطبوعہ مطبعہ معینہ مصر ۱۳۱۱ھ

یہ ہیں امارت قدسیہ میں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو با محمد کے ساتھ نداء اور خطاب کیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو با محمد کے ساتھ نداء اور خطاب کرنا امام بخاری

معراج میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یا محمد واللہ قدر اودت بنی اسرائیل یا محمد واللہ قدر اودت بنی اسرائیل اس سے کم نمازوں میں تجربہ کیا ہے، وہ کم نہ ہو گئے اور اللہ نے ان نمازوں کو ترک کر دیا۔

علامہ علی متقی، امام ابن قیم اور امام ابن النجار کے حوالوں سے حدیث معراج میں بیان کرتے ہیں: فقال ابراهيم يا محمد مر امتك فليكنوا من غراس الجنة فان ارضها واسعة وتربة طيبة فقال محمد لا ابراهيم وما غراس الجنة فقال ابراهيم لا حول ولا قوة الا باللہ يٰلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا یا محمد اپنی امت کو حکم دیں کہ جنت کے درختوں میں اضافہ کریں، کیونکہ اس کی زمین وسیع ہے اور اس کی مٹی پاکیزہ ہے، حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمایا اجرت کے درخت کیا چیز ہیں؟ حضرت ابراہیم نے فرمایا: لا حول ولا قوة الا باللہ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی، امام البریلی کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ کی روایت ذکر کرتے ہیں: ولئن قام علي قبري فقال: يا محمد لا جيبته۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر کھڑے ہو کر ندا کریں یا محمد تو میں اس کا جواب دوں گا۔

امام البریلی کی وہ روایت یہ ہے:

عن ابی ہریرۃ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول والذی نفس ابی القاسم بید لا یترک عیسیٰ ابن مریم اماماً مقسطاً وحکماً عدلاً فلیکسرن الصلیب ولیقتلن المختیر ولیصلحن ذات البین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں ابو القاسم کی جان ہے حضرت عیسیٰ ابن مریم ضرور نازل ہوں گے وہ انصاف کرنے والے امام اور عدل کرنے والے حاکم ہوں گے وہ ضرور صلیب کو توڑیں گے اور مختار کو قتل کریں گے اور بے رحم کو صلح کریں گے۔

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۱، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۔ علامہ علی متقی بن حاتم الدین ہندی بریلوی پوری متوفی ۹۰۵ھ، کنز العمال ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبۃ الریاسة بیروت، ۱۴۰۵ھ

۳۔ حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، المطالب العالیہ ج ۳ ص ۲۳۹، ۲۴۰، مطبوعہ مکتبہ

ولید هب الشحاء ولیرضن علیہ المال
فلا یقبلہ شح لئن قام علی قبری فقل
یا محمد لا حیۃ لہ

کریں گے اور لڑنے والوں میں صلح کر لیں گے اور نفع کو دور کریں گے
ان پر مال ضرور پیش کیا جائے گا اور وہ اس کو قبول نہیں
کریں گے، پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر کہیں "یا محمد"
تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔

ہم نے ہمیں مستند احادیث بیان کی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" کے ساتھ ندا
کی ہے، اور پانچ احادیث بیان کی ہیں جن میں انبیاء علیہم السلام نے آپ کو یا محمد کے ساتھ ندا کی ہے اور صحابہ کرام
اور عام مسلمانوں کے یا محمد کے ساتھ ندا کے حوالے ہم نے پہلے بیان کر دیے ہیں۔ اب ہم خود اعلیٰ حضرت احمد رضا
رحمہ اللہ کی کتاب مذکور کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یا محمد کے ساتھ ندا کی ہے:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

ابن عربیہ اپنی تفسیر میں حضرت البرہہ رضی اللہ عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فرماتے ہیں:

ما حلف اللہ بحیوۃ احد قط الا بحیوۃ
محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال تعالیٰ لعمرك
انہم لفی سکوۃم یعمہون وحیا نک یا محمد۔

اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی کی زندگی کی قسم یا وہ نہ فرمائی،
سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ آیہ لعمرك میں فرمایا مجھے
تیری جان کی قسم اسے محمد۔

اس کتاب کے صفحہ ۲۶ پر اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا کرنا
حرام ہے جسے اس کا مالک و مولیٰ تبارک و تعالیٰ نام لے کر نہ پکارتے غلام کی کیا مجال کہ راہ ادب سے تجاوز کرے
اور صفحہ ۲۸ پر یہ روایت استدلال میں پیش کی ہے جس میں مذکور ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یا محمد کے ساتھ ندا کی ہے۔
ہم اس تنازع اور تخاصس سے منظر نظر کرتے ہوئے صرف یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ احادیث اور آثار کی روشنی میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے، اور یہ تمام ادب اور احترام کے خلاف نہیں ہے، اگر علماء
کرنا ادب اور احترام کے خلاف ہوتا تو یا اللہ کہنا بھی حرام ہوتا، ندا کا معنی ہے منادی کو اپنی طرف متوجہ کرنا، ہم یا محمد کہہ کر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں، ادب کے خلاف یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نام سے
پکار کر بلا یا جائے جیسے زید، عمرو کو نام لے کر بلاتے ہیں اور ایک تفسیر کے مطابق اس کی قرآن مجید میں ممانعت ہے
نیز "محمد" آپ کا نام بھی ہے اور آپ کی صفت بھی سو اگر اس لفظ سے آپ کی صفت کا تشدد کر کے ندا کی جائے تو کوئی
اشکال ہی نہیں ہے اور کبھی ندا کسی کو یاد کرنے کے لیے بھی کی جاتی ہے لہذا یا محمد اگر بہ طہر ذکر کہا جائے یا اظہار
مسترت کے لیے نودہ لگاتے ہوئے یا محمد کہا جائے تو یہ بھی جائز ہے اور صحابہ کرام نے جو یا محمد کے ساتھ ندا کی ہے
وہ اسی معنی پر محمول ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے جو یا محمد کہا تھا وہ سورہ قمر کی آیت لا تجعلوا دعاء الرسول الخ
(۷۳) سے منسوخ ہو گیا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یا محمد کہنے میں بے ادبی تھی تو کیا اس آیت کے نازل ہونے سے

۱۔ حافظ اصبحی مل المشی انتہی متوفی ۳۰۰ھ، مستند البریلوی المصطفیٰ ج ۶ ص ۱۰۱، مطبوعہ دارالماہون تراث بیروت، ۱۳۰۴ھ

۲۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، تخیل الیقین ص ۶۸، مطبوعہ جامعہ ایشیہ کینیڈا لاہور

پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی امیاء و بادشاہت تھی؛ جب کہ اس آیت کے دخول کے بعد بکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی محمد کرام اور تابعین عظام یا محمد کے ساتھ نہ کرتے رہے ہیں، اس مسئلہ پر مزید دلائل اور سیر حاصل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع کے فروع اور آخر میں کی ہے اس بحث کو دیکھ لیا جائے۔ میں نے اس مسئلہ میں زیادہ تفصیل اور تحقیق اس لیے کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ نہ کرنے کو مسلمان عظام سمجھنے سے باز رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، محابہ کرام، تابعین عظام، سلف صالحین اور اختیار امت کی اتباع کے واسطے کو اتھارے نہ چھوڑیں۔ واخود عوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام۔

— علیٰ سیدنا محمد و خاتم النبیین و علیٰ آلہ و اصحابہ و ازواجہ اجمعین

ارکان اسلام میں جہاد کو ذکر نہ کرنے کی وجہ | اس سیرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارکان اسلام میں توحید و رسالت کی گواہی، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کا ذکر فرمایا، اس پر یہ اشکال ہے کہ آپ نے ارکان اسلام میں جہاد کا ذکر نہیں فرمایا، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے ان ارکان کا بیان فرمایا ہے جو ہر حال میں فرض مین ہیں اور جہاد بعض احوال میں فرض مین ہے اور بعض احوال میں فرض کفایہ ہے، تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کو فرض کفایہ ہے اور جب تک کہ کسی مسلمان ملک کی سرحدوں پر حملہ کریں تو اس ملک کی سرحدوں کی حفاظت کے لیے ہر اس مسلمان پر جہاد کو فرض مین ہے جس کو مسلمانوں کا امیر جہاد کے لیے بلائے۔

اس کے بعد حضرت جبرائیل نے ایمان کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کے صحیفوں، اس کے رسولوں، قیامت اور غیر و شر کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے وابستہ مانو۔ اسلام اور ایمان کا لفظی اور اصطلاحی معنی امدان کے باہمی مفہوموں میں فرق کی تفصیل اور تحقیق ہم کتاب الایمان کے شروع میں بیان کر چکے ہیں۔

اس حدیث میں ہے: حضرت جبرائیل نے کہا مجھے (مرتبہ) احسان کے متعلق بتائیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس حال میں کرو گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس حال کو نہ پاسکو تو اللہ تعالیٰ تو تم کو دیکھ رہا ہے۔

مرتبہ احسان کی تفصیل اور تحقیق | علامہ نووی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احسان کے دو مرتبے بیان کیے ہیں ان دونوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر بالفرض کوئی شخص اس بات پر قادر ہو کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو اور اس کو دیکھ رہا ہو تو وہ عبادت کو پورے کمال کے ساتھ انجام دے گا اور اس کے ظاہری ارکان و آداب اور باطنی خصوصیات و شتووع میں سے کسی چیز میں کمی نہیں کرے گا، اور انتہائی احسن اور اکمل طریقہ سے عبادت کو انجام دے گا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ ہے کہ ہر حال میں عبادت اس طرح کرو کہ گویا کہ تم خدا کے سامنے کھڑے ہو یا خدا تم کو دیکھ رہا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بیان فرمایا ہے کہ احسان کے پہلے مرتبہ کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کے دل پر معرفت الہیہ کا اس قدر غلبہ ہو کہ وہ مشاہدہ حق میں اس طرح مغموم ہو جائے گویا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ وہ معرفت الہیہ کے اس مقام پر نہ آئے کہ وہ ہر وقت یہ بات حاضر ہے کہ اللہ تعالیٰ

اس کو دیکھ رہا ہے، اعلیٰ قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احسان کا پہلا مرتبہ عارف کے احوال اور اس کی واردات قلبیہ کی طرف اشارہ ہے یعنی سالک پر ایسا حال طاری ہو جائے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور احسان کے دوسرے مرتبہ میں عابد کے علم کی طرف اشارہ ہے یعنی جس وقت کوئی مسلمان عبادت کرے تو اس علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اور جب کسی مزدور کو یہ علم ہو کہ مالک اس کو کام کرتے ہوئے دیکھ رہا ہے تو وہ کام میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا۔ پس عابد بھی علم کی اسی کیفیت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔

احسان کا پہلا مرتبہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس حال میں کرے کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ یہ کاملین کا حصہ ہے، کیونکہ ان لوگوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ نعمت ملنے کے وقت ان کی نظر نعمت پر نہیں منعم کی طرف ہوتی ہے، اس طرح مصیبت کے حال میں ان کی توجہ مصیبت پر نہیں ہوتی اور نہ اس کے اثرات یعنی رنج و ملال ان کی طبیعت پر مرتب ہوتے ہیں بلکہ ان کی نظر مصیبت ڈالنے والے کی طرف ہوتی ہے اور جن لوگوں کا یہ حال ہو وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی معرفت میں مستغرق رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ امام اعظم ابو حنیفہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے اچانک چھت سے سائب گر پڑا تمام لوگ مسجد سے نازیں توڑ کر بھاگ گئے لیکن امام اعظم کو چٹا بھی نہ ہلا۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی طرح عروہ بن مسعود کے جسم کے کسی عضو میں زخم تھا لوگ اس عضو کو کاٹنا چاہتے تھے۔ نماز کی حالت میں ان کا عضو کاٹ دیا گیا۔ اور ان کو اس کا مطلق احساس نہیں ہوا۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔ ایک مرتبہ امام بخاری نماز پڑھ رہے تھے، نماز کے بعد انھوں نے قبض کا دامن اٹھایا اور ایک شاگرد سے کہا ذرا دیکھنا میری قبض کے نیچے کیا ہے شاگرد نے دیکھا قبض کے نیچے زہرور (بھڑ) تھی جس نے ان کے بدن پر سولہ ٹمک لگائے تھے جس کی وجہ سے ان کا جسم جگہ جگہ سے سوچ گیا تھا، شاگرد نے پوچھا جب زہرور نے پہلی مرتبہ کاٹنا تو آپ نے اس وقت نماز کیوں نہیں توڑ دی، فرمایا میں قرآن کریم کی جس آیت کی تلاوت کر رہا تھا اس کے ذوق میں اتنا مدہموش تھا کہ اس تکلیف کی طرف متوجہ ہی نہ ہو سکا۔ (رہدی الساری ج ۲ ص ۲۵۳، مطبوعہ مصر)۔ بہر حال یہ نفوس قدسیہ مشاہدہ جمال ذات اور معرفت میں اس قدر منہمک اور مستغرق ہوتے ہیں کہ نماز کی حالت میں دنیا کی کسی بات یا جسمانی تکلیف کی طرف ان کی توجہ نہیں ہوتی، بھلا جب مخلوق کے حسن و جمال میں محویت کا یہ عالم تھا کہ مصر کی عورتوں نے جلوہ یوسف دیکھنے کے بعد لیموں کی جگہ اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں تو جن نفوس قدسیہ کے سامنے تجلیات خالق بے حجاب ہوتی ہوں انھیں اپنا یا اپنے گرد و پیش کا کب احساس ہو سکتا ہے۔

اور احسان کا دوسرا مرتبہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عبادت کرنے والا یہ یقین رکھے کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے یہ متوسطین حضرات کا مرتبہ ہے جن کی صفت یہ ہے کہ اگر مشاہدہ ذات اور معرفت حق کے اس مرتبہ کو نہیں پاسکے تو کم از کم خلوص و خشوع اور اخلاص اور لہجیت کا یہ مرتبہ تو اتنا ہوتا ہے کہ انہیں جانے دیتے کہ عین عبادت کے عالم میں یہ ذہن میں رکھیں کہ خود مبدود ہماری طرف دیکھ رہا ہے۔

اعلیٰ قاری فرماتے ہیں کہ عابدین کے یہ اعتبار ایمان کے تین مراتب ہیں، ایک وہ شخص ہے جو غلاب کے حروف اور ثواب کی طلب سے اطاعت کرتا ہے اس کا ایمان علم الیقین کے مرتبہ میں ہے اور اس کی اطاعت کو

عبادت کہتے ہیں دوسرا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل اطاعت کے شوق سے کرتا ہے اس کا ایمان عین الیقین کے مرتبہ میں ہے اور اس کی اطاعت کو عبودیت کہتے ہیں تیسرا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت محض اس نیت سے کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ بجاور بندہ کا یہی کام ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کی اطاعت کرے اس شخص کا ایمان حق الیقین کے مرتبہ میں ہے اور اس کی اطاعت کو عبودہ کہتے ہیں اور احسان کے پہلے مرتبہ سے مراد اصحاب حق الیقین ہیں اور احسان کے دوسرے مرتبہ سے مراد اصحاب عین الیقین ہیں رہے ہم لوگ تو وہ ایمان کے تیسرے درجہ میں آتے ہیں جن کا ایمان علم الیقین کے درجہ کا ہے اور جن کی اطاعت عبادت سے آگے نہیں بڑھتی، ہم وہ لوگ ہیں جو مرتبہ احسان کی دونوں قسموں سے ماری ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری اصلاح فرمائے اور ہمیں مرتبہ احسان سے حظ وافر عطا فرمائے (آمین)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم خمسہ حاصل ہونے کے متعلق علماء اسلام کی تصریحات اس
میں ہے سائل نے کہا مجھے قیامت کے متعلق بتائیے! آپ نے فرمایا: اس کے متعلق جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔

قیامت کب واقع ہوگی، بارش کب ہوگی، ماں کے پیٹ میں کیا ہے، انسان کل کیا کرے گا اور کون شخص کس جگہ مرے گا، یہ وہ امور خمسہ ہیں جن کا ذاتی علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، بحث اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا فرمایا ہے یا نہیں، بعض علماء سنّت نے نیک نیتی کے ساتھ یہ کہا یہ علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں اور اس نے مخلوق میں سے کسی کو ان پانچ چیزوں پر مطلع نہیں فرمایا، اور اکثر اہل اسلام نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو عموماً اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصاً ان پانچ چیزوں کے علوم میں سے بھی حظ وافر عطا فرمایا ہے۔ اب ہم ذیل میں ان علماء اسلام کی عبارات پیش کر رہے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان علوم کے عطا کیے جانے کی تصریح کی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

قال القزطبي ضمن ادعى علمه شي منها غير
مسند الى رسول الله صلى الله عليه وسلم
كان كاذبا في دعواه - له

علامہ قرطبی نے کہا جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت کے بغیر ان پانچ چیزوں کے جاننے کا دعویٰ کرے وہ اس دعویٰ میں جھوٹا

علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ احمد قسطلانی، ملا علی قاری اور شیخ عثمانی نے بھی اپنی شروح میں علامہ قرطبی

۱۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، حدة القاری ج ۱ ص ۲۹۰، مطبوعہ امانة المطبعة الميرية مصر ۱۳۴۸ھ

۲۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۱۲۴، مطبوعہ دار النشر للکتب الاسلامیہ لاہور ۱۳۰۱ھ

۳۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۳۸، مطبوعہ مطبعة مبینة مصر ۱۳۰۶ھ

۴۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، ہرقات ج ۱ ص ۶۵، مطبوعہ مکتبہ اداویہ ملتان ۱۳۹۰ھ

۵۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح المہم ج ۱ ص ۱۷۲، مطبوعہ مکتبہ السجاز کراچی

کی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قال بعضهم ليس في الآية دليل على ان الله لم يطلع نبية على حقيقة الروح بل يحتمل ان يكون اطلعه ولم يأمره ان يطلعهم وقد قالوا في علم الساعة نحو هذا والله اعلم به

بعض علماء نے کہا ہے کہ (سورہ بنی اسرائیل کی) آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا، بلکہ اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع کیا، اور آپ کو اس کی اطلاع دینے کا حکم نہ دیا ہو، قیامت کے علم کے شکیں بھی علمائے اسی طرح کہا ہے۔ واللہ اعلم۔

علامہ احمد قسطلانی نے بھی یہ عبارت نقل کی ہے۔

علامہ درقانی الموابیہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

(وقد قالوا في علم الساعة) وباقى الخمس المذكورة في آية ان الله عند علم الساعة (نحو هذا) يعنى انه علمها ثم امر بكتمتها

علم قیامت اور باقی ان پانچ چیزوں کے متعلق جن کا سورہ لقمان کی آخری آیت میں ذکر ہے علماء نے یہی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا فرمایا اور آپ کو انہیں مخفی رکھنے کا حکم دیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

ذهب بعضهم الى انه صلى الله عليه وسلم اوتي علم الخمس ايضا وعلم وقت الساعة والروح وانه امر بكتمت ذلك

اور بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے علم کا بھی علم دیا گیا ہے اور وقوع قیامت کا اور روح کا بھی علم دیا گیا ہے اور آپ کو ان کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

علامہ صاوی مالکی لکھتے ہیں:

قال العلماء الحق انه لو يخرج نبينا من

علماء کرام نے فرمایا کہ حق بات یہ ہے کہ رسول

۱۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۴۰۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

۲۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری ج ۴ ص ۴۰۳، مطبوعہ مطبعہ مبینہ مصر ۱۳۰۶ھ

۳۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، الموابیہ اللدنیہ مع الزرقانی ج ۱ ص ۲۶۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۲ھ

۴۔ علامہ محمد عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح الموابیہ اللدنیہ ج ۱ ص ۲۶۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۲ھ

۵۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، المختصر الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۵، مطبوعہ مکتبہ فوریہ رضویہ فیصل آباد

۶۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور ص ۱۳۳، مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر

الدنيا حتى اطلعه الله على تلك الغس ولكن
امره بكتهماء له

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے اس وقت تک
وفات نہیں پائی جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو
ان پانچ چیزوں کے علوم پر مطلع نہیں فرمایا لیکن آپ
کو ان علوم کے مخفی رکھنے کا حکم فرمایا۔

اور علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

لقد قبض رسول الله صلى الله عليه و
سلم حتى علم كل شيء يمكن العلم به ربه

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت
تک وفات نہیں پائی جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے
آپ کو ہر اس چیز کا علم نہیں دے دیا جس کا
علم دینا ممکن تھا۔

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

ويجوز ان يكون الله تعالى قد اطلع
حبيب عليه الصلوة والسلام على وقت قيامها
على وجه كامل لكن لا على وجه يحاكي
علمه تعالى به الا انه سبحانه او يجب
عليه صلى الله تعالى عليه وسلم كونه
لحكمة ويكون ذلك من خواصه عليه
الصلوة والسلام وليس عندى ما يفيد الجزم
بذلك ربه

اور یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے
حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وقوع وقت قیامت پر
مکمل اطلاع دی ہو مگر اس طریقہ پر نہیں کہ اس سے علم
الہی کا اشتباہ ہو الایہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کی وجہ
سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا اخفا واجب
کر دیا ہو اور یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص
میں سے ہو لیکن مجھے اس پر کوئی قطعی دلیل حاصل نہیں
ہوئی۔

امام رازی لکھتے ہیں:

عالم الغيب فلا يظهر على غيبه المخصوص
وهو قيام القيامة احدثا ثم قال بعده لكن
من ارتضى من رسول ربه

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے مخصوص غیب
یعنی قیامت قائم ہونے کے وقت پر کسی کو مطلع نہیں
فرماتا البتہ ان کو مطلع فرماتا ہے جن سے وہ راضی ہوتا
ہے اور وہ اللہ کے رسول ہیں۔

۱۔ علامہ احمد صاوی مالکی، تفسیر صاوی ج ۳ ص ۲۱۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ مصر

۲۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۱۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت

۳۔ علامہ ابراہیم بن محمد آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۱ ص ۲۱۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت

۴۔ امام غزالی محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۳۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

علامہ علاؤ الدین خازن نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔ ۱۔
علامہ تفت زانی لکھتے ہیں:

والجواب ان الغیب لہذا لیس للعلوم
بل مطلق او معین ہو وقت وقوع القیمة
بقریۃ السیاق ولا یبعد ان یطلع علیہ
بعض الرسل من الملائکة و الرسل البشر۔ ۲۔

اور جواب یہ ہے کہ یہاں غیب عموم کے لیے
نہیں ہے بلکہ مطلق ہے یا اس سے غیب خاص مراد
ہے یعنی وقت وقوع قیامت اور آیات کے سلسلہ
رابطہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور یہ بات مستقبل نہیں
ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض رسولوں کو وقت وقوع قیامت پر
مطلع فرمائے خواہ وہ نسل ملائکہ ہوں یا نسل بشر۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

و حق آنست کہ در آیت ویلے نیست بر آنکہ حق تعالیٰ
مطلع نگر و اینکہ است جمیع خود را صلے اللہ علیہ وسلم برہست
روح بلکہ احتمال دارد کہ مطلع گردانیدہ باشد و امر نکر و ادراک
مطلع نگر و امر این قوم را و بعضی از علماء در علم ساعت نیز
ہیں معنی گفتہ اندالی ان قال وے گوید بندہ مسکین خدائے
شود و سلم و الیقین و چگونہ جزات کند مومن عارف کہ نفی مسلم
بر حقیقت روح مید مرسلین و امام العارفین صلے اللہ علیہ وسلم
کند و دادہ است و در حق سبحانہ علم ذات و صفات خود و
فتح کردہ بروے فتح مبین از علوم اولین و آخرین روح
انسانی چہ باشد کہ در جنب حقیقت جامعہ مدی قطرہ البیت
از دریائے از بیضائے قائم و باللہ الترفیق۔ ۳۔

حق یہ ہے کہ کس کے کس کی آیت میں اس بات پر کوئی
دلیل نہیں ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ
وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا بلکہ باق ہے کہ مطلع
کیا ہو اور لوگوں کو بتلانے کا حکم آپ کو نہ دیا ہو۔ اور بعض
علامہ نے علم قیامت کے بارے میں بھی یہی قول کیا ہے
اور بندہ مسکین (راشد اس کو نور علم اور یقین کے ساتھ غافل
فرمائے) یہ کہتا ہے کہ کوئی مومن عارف حضور صلے اللہ
علیہ وسلم سے روح کے علم کی یکے نفی کر سکتا ہے۔
وہ جو سید مرسلین اور امام العارفین ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے
اپنی ذات اور صفات کا اعلم عطا فرمایا ہے اور تمام اولین
اور آخرین کے علوم آپ کو عطا کیے ہیں ان کے سامنے
روح کے علم کی کیا حیثیت ہے۔ آپ کے علم کے سمندر
کے سامنے روح کے علم کی ایک قطرہ سے زیادہ کیا
حقیقت ہے۔

سید عبد العزیز وبلغ عارف کامل فرماتے ہیں:

و کیف یخفی امر الخمس علیہ صلی اللہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ان پانچ چیزوں

۱۔ علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۴۵۰ھ، تفسیر خازن ج ۴ ص ۳۱۹، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت

۲۔ علامہ سعد الدین مسعود بن محمد تفت زانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد ج ۲ ص ۲۰۵، مطبوعہ دار المعارف الشامیہ ۱۴۰۱ھ

۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۰، مطبوعہ مکتبہ ندویہ رضویہ سکھر

علیہ وسلم والواحد من اهل التصرف من امة الشریفة لا یمکنه التصرف الا بمعرفته هذه الخمس - ۱
 کا علم کیسے معنی ہو گا، حالانکہ آپ کی امت شریفیہ میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحب تصرف نہیں ہو سکتا جب کہ اس کو ان پانچ چیزوں کی معرفت نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی ذات میں علوم خمسہ کے انحصار کی خصوصیت کا سبب | سورہ لقمان کی اس آخری آیت میں یہ فرمایا گیا ہے:

ان الله عنده علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما في الارحام وما تدرى نفس ما ذا تكسب غداً وما تدرى نفس بماوى ارض تموت ان الله علیم خبیر۔
 (لقمان: ۳۴)
 بے شک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم، اور وہی بارش نازل کرتا ہے، اور وہی جانتا ہے جو رگوں میں ہے، اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کسے گا، اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا، بے شک اللہ ہی جاننے والا، اور جسے چاہے خبر دینے والا ہے۔

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان پانچ چیزوں کا ذاتی علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ہر چیز کا ذاتی علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، پھر ان پانچ چیزوں کی تخصیص کیا وجہ ہے، اس کے دو جواب ہیں، ایک یہ کہ مشرکین ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے اس لیے بتایا گیا کہ ان چیزوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ مشرکین کا اعتقاد یہ تھا کہ ان کے کاہنوں اور نجومیوں کو ان کا علم ہے اس لیے بتایا گیا کہ ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔
 علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

اس آیت میں ان پانچ چیزوں کا شمار کیا گیا ہے، حالانکہ تمام مغیبات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے رسالت ہے کہ دیہاتیوں میں سے حارث بن عزیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے قیامت کے وقت کے متعلق سوال کیا، اور یہ کہ ہماری زمین خشک ہے میں نے اس میں بیج ڈالنے ہیں، بارش کب ہوگی؟ اور میری عورت حاملہ ہے، اس کے پیٹ میں مذکر ہے یا مؤنث، اور مجھے گذشتہ کل کا تو علم ہے لیکن آئندہ کل میں کیا کروں گا؟ اور مجھے یہ علم تو ہے کہ میں کس جگہ پیدا ہوا، لیکن میں کہاں مروں گا؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

نیز اہل جاہلیت نجومیوں کے پاس جا کر سوال کرتے تھے اور ان کا یہ زعم تھا کہ نجومیوں کو ان چیزوں کا علم ہوتا ہے اور اگر کاہن غیب کی کوئی خبر دے اور کوئی شخص اس کی تصدیق کرے تو یہ کفر ہے، یہی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کاہن کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی تو اس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل شدہ دین کا کفر کیا۔

اور یہ جو بعض روایت میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور ادیاء کرام غیب کی خبریں دیتے ہیں تو ان کا یہ خبر دینا، وحی، الہام اور کشف کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم دینے سے ہوتا ہے، لہذا ان پانچ چیزوں کے علم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ ان غیب پر انبیاء، ادیاء اور ملائکہ کے سوا اور کوئی مطلع نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

عَالَمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا
إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ۔ (جن ۲۴: ۶۵)

واللہ، غیب باری نے والا ہے تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا مگر جن کو اس نے پسند فرمایا جو اس کے (رسول) رسول ہیں۔

اور بعض غیب وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی فرات کے ساتھ خاص کر دیا، جن کی اطلاع کسی مقرب فرشتے کو ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے:

عِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يُعْلِمُهَا إِلَّا هُوَ۔ (انعام ۵۹)

اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، اس کے سوا (بذات خود) انہیں کوئی نہیں جانتا۔

قیامت کا علم بھی انہی امور میں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت کے علم کو مخفی رکھا، لیکن صاحب شرع کی زبان سے اس کی علامتوں کو ظاہر فرمادیا، مثلاً خروج و جبال، نزول عیسیٰ اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، اسی طرح بعض ادیاء نے الہام صحیح سے بارش ہونے کی خبر دی اور یہ بھی بتایا کہ مال کے پیٹ میں کیا ہے، اسی طرح ابوالعزم اصفہانی شیرازی بیمار ہو گئے انہوں نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ سے طرطوس میں موت کی دعا کی ہے اگر بالفرض میں شیرازی نہ رہتا تو مجھے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دینا، (یعنی ان کو یقین تھا کہ ان کی موت طرطوس میں آئے گی) وہ تندرست ہو گئے اور بعد میں طرطوس میں ان کی وفات ہوئی، اور میرے شیخ نے بیس سال پہلے اپنی موت کا وقت بتا دیا تھا، اور وہ اپنے بتائے ہوئے وقت پر ہی فوت ہوئے۔ لے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیامت کی علامات کو بیان فرمانے اور سن بیان نہ فرمانے کا سبب

اس حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی علامتیں بتلائی، جب باندیوں نے ان کے آقا پیدا ہوں، اور جب تم دیکھو کہ برہنہ تن، برہنہ پا، تنگ دست چرواہے بڑی بڑی ٹھاریں بنا لگیں۔

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت وقوع قیامت کا علم تھا لیکن اس علم کو عام لوگوں سے مخفی رکھا

مقصود تھا، اس لیے سائل نے جب وقت وقوع قیامت کے بارے میں استفسار کیا تو حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ میں وقت قیامت کو نہیں جانتا بلکہ یہ فرما کر بات مثال دی کہ اس بات کے بارے میں میں سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

باندیوں سے آقا پیدا ہونے کے شرارمین نے بہت سے مطالب بیان کیے ہیں لیکن زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ قرب قیامت میں اولاد اپنی ماں کی نافرمانی کرے گی، اس سے توہین آمیز سلوک کرے گی اھ ماں پر اپنا حکم چلائے گی اور اولاد کے سامنے مائیں یوں معلوم ہوں گی جیسے آقاؤں کے سامنے ان کی باندیاں ہوں۔

قیامت کی علامتوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں صرف دو علامتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک باندیوں سے آقا کا پیدا ہونا، دوسری چرواہوں کا امیر و کبیر ہو جانا، دیگر احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بھی متعدد علامتیں بیان فرمائی ہیں مثلاً "یا جوج ماجوج اور دابة الارض کا خروج اور حضرت عیسیٰ اور مہدی کا ظہور، عورتوں کا عریاں لباس پہننا، نابل لوگوں کا منصب امارت پر فائز ہونا، ان کے علاوہ حضور نے ہینہ اور تاریخ بھی بتلائی مگر محرم کا ہینہ اور دس تا بیس ہنگاموں میں بتلایا کہ جمعہ کا دن ہوگا صرف سن نہیں بتلایا، کیونکہ اگر سن بھی بتلا دیتے تو آج ایک سچہ بھی حساب لگا کر جان لیتا کہ قیامت آنے میں کتنے سال رہ گئے ہیں حالانکہ قرآن کریم میں ہے:

لَا تَأْتِيكُمُ الْبَغْثَةُ (احزاب: ۱۸۰) تم پر قیامت اچانک ہی آئے گی۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقوع قیامت کا سن بھی بتلا دیتے تو قیامت کا آنا اچانک نہ رہتا اور قرآن مجید ہوا جاتا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے کتبہ نہیں معذوق بن کر آئے ہیں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی تصدیق کے لیے سن نہیں بتلایا اور اپنا علم ظاہر کرنے کے لیے آپ نے عام علامتوں سے لے کر دن اور تاریخ تک سب کچھ بتلا دیا۔

جامع ترمذی اور سنن ابوداؤد کی روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تین دن بعد بتلایا کہ وہ اجنبی شخص حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور حضرت ابوہریرہ کی روایت میں جس کا ذکر امام مسلم اسی باب کی پانچویں اور چھٹی حدیث میں کریں گے، مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اجنبی شخص کے ہاتھ ہی فرمایا اس کو واپس بلاؤ، صحابہ کرام فوراً مجلس سے اٹھ کر گئے لیکن انہیں وہاں کچھ نظر نہ آیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتلایا کہ وہ آنے والا شخص جبرائیل تھا، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کو جو تین دن بعد معلوم ہوا، اس کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے ہوں گے اور پھر تین دن بعد ان کو حضور سے پرچھنے پر معلوم ہوا ہوگا کہ وہ شخص جبرائیل تھے۔ لے

❦

نمازوں کا بیان جو ارکان اسلام میں سے ایک کن میں

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اہل نجد سے ایک شخص حاضر ہوا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے ہم اس آواز کی گنگناہٹ سن سہے تھے اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے حتیٰ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا تب معلوم ہوا کہ وہ پوچھ رہا ہے کہ اسلام کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھنا اس شخص نے پوچھا کیا ان کے علاوہ اور کوئی نماز بھی فرض ہے، آپ نے فرمایا نہیں البتہ نقلی نمازیں پڑھ سکتے ہو، اور عارہ رمضان کے روزے، اس شخص نے پوچھا کیا اللہ کے علاوہ اور روزے بھی فرض ہیں آپ نے فرمایا نہیں البتہ نقلی روزے رکھ سکتے ہو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا ذکر کیا، اس نے پوچھا کیا اس کے علاوہ اور کوئی صدقہ بھی فرض ہے آپ نے فرمایا نہیں البتہ تم نقلی صدقہ کر سکتے ہو حضرت طلحہ بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص واپس چلا گیا اور جلتے ہوئے کہہ رہا تھا یہ خدا میں ان احکام میں نیا دقتی کروں گا اور نہ کسی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ سچا ہے تو کامیاب ہو گیا۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ اسکا حدیث کو حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کیا اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ اخیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے باپ کی قسم اگر یہ شخص سچا ہے تو کامیاب ہو گیا یا فرمایا اس کے باپ کی قسم اگر یہ شخص سچا ہے تو جنت میں داخل ہو گیا۔

بَابُ بَيَانِ الصَّلَاةِ الَّتِي هِيَ أَحَدُ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ

۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ بْنُ جَبْرِ عَنْ طَرِيفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ التَّقِيفِيِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيْمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ أَبِي سَهْلٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ سَعْدَ بْنَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ يَقُولُ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ تَأْتِيهِ الرِّبَايِسُ كَسَمْعٍ دَوِيٍّ صَوْتِهِ وَلَا تَفْقَهُ مَا يَقُولُ حَتَّى دَخَلَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَاذَاهُ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَى غَيْرِهَا فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطُوعٌ وَصِيَامٌ تَهْرِمُ مَقْتَانِ فَقَالَ هَلْ عَلَى غَيْرِهَا فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطُوعٌ وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكَاةَ فَقَالَ هَلْ عَلَى غَيْرِهَا قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطُوعٌ قَالَ قَادِرَ الرَّجُلِ وَهُوَ يَقُولُ وَاللَّهِ لَا أَرِيدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْفَعُ مِنْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَمْ إِذَا صَدَقَ -

۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَيْدٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي سَهْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ تَحْوِيْدِيَّةً مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَمْ إِذَا صَدَقَ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَابْيَضَ لَانْ صَدَقَ -

نفل عبادات کو پورا کرنے کے وجوب پر فقہاء اخلاف کے دلائل | حدیث نمبر ۸ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دن اور رات میں پانچ نمازیں (فرض) ہیں، اس شخص نے پوچھا کیا ان کے علاوہ اور کوئی نماز بھی فرض ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تم نفل نمازیں پڑھو۔
علاوہ نودی نکھتے ہیں:

ہم اسے اصحاب شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ جملہ استثناء منقطع ہے، اور اس کا معنی یہ ہے لیکن تھا کہ لیے نفل پڑھنا مستحب ہے، بعض علماء نے اس کو استثناء متصل قرار دیا اور اس سے یہ استدلال کیا کہ جس آدمی نے نفل روزہ یا نفل نماز شروع کی، اس پر اس کو پورا کرنا واجب ہے، اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ نفل شروع کرنے کے بعد اس کو پورا کرنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔
فقہاء اخلاف یہ کہتے ہیں کہ نفل عبادات مثلاً نماز یا روزے کو شروع کرنے کے بعد پورا کرنا واجب ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی نے نفل شروع کر کے اس کو توڑ دیا اور بعد میں اس کو قضاء نہیں کیا تو اس کا وہ عمل باطل ہو جائے گا، اور قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ (محمد: ۳۳)

اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔
اس لیے نفل نماز اور نفل روزے کو توڑنے کے بعد اس کی قضاء کرنا واجب ہے، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نفل روزہ توڑنے پر اس کی قضاء کرنے کا حکم دیا ہے۔
امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور حضرت حفصہ (نفلی) روزے سے تھیں، ہمارے پاس ایسا کھانا آیا جسے کھانے کو ہمارا دل چاہتا تھا، ہم نے اس سے کچھ کھایا، آپ نے فرمایا: اس کے بدلے دوسرا روزہ قضاء کرنا۔

عن عائشة قالت كنت انا وحفصة صائمتين فعرض لنا طعام اشتھيناه فاكلنا منه قال اقضيا يوماً آخر مكانه۔
ترجمہ: میں نے کہا کہ میں اور حفصہ روزے سے تھیں، ہمارے پاس ایسا کھانا آیا جسے کھانے کو ہمارا دل چاہتا تھا، ہم نے اس سے کچھ کھایا، آپ نے فرمایا: اس کے بدلے دوسرا روزہ قضاء کرنا۔

اس حدیث کو امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔
قرآن مجید کی آیت کریمہ اور ان مستند احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ نفل نماز اور روزے کو توڑنے کے بعد اس کی قضاء کرنا واجب ہے اور اس معاملہ میں فقہاء اخلاف کثرہم اللہ کا مذہب بھی قرآن اور حدیث

- ۱۔ علاء الدینی بن شرف ترمذی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳، مطبوعہ نور محمد امجدی المطابع کراچی، ۱۴۵۵ھ
- ۲۔ امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۴۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد کراچی، ۱۳۹۸ھ
- ۳۔ امام مالک بن انس متوفی ۲۴۱ھ، مؤطا امام مالک ص ۲۴۸، مطبوعہ مطبع مجتبیٰ پاکستان، لاہور
- ۴۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۳، ۲۶۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۱۴۱۲ھ
 ۱۴۱۲ھ
 اس حدیث میں ہے وہ شخص واپس چلا گیا اور جاتے ہوئے یہ
 نے کی توجیہ کہہ رہا تھا یہ خدا میں ان احکام میں زیادتی کروں گا نہ کہی، رسول
 فرمایا اگر یہ شخص سچا ہے تو کامیاب ہو گیا۔

حاضر تھے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کامیابی کی جو بشارت دی ہے وہ اس شخص کے اس قول کی
 وجہ سے ہے "میں ان احکام میں کوئی زیادتی کروں گا اور نہ کہی" اگر اس پر یہ اشکال ہو کہ اگر کسی شخص نے نفی
 عبادات زیادہ کیں تو کیا وہ کامیاب نہیں ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ جب صرف فرض اور واجب کی ادائیگی سے
 فلاح حاصل ہو جائے گی تو ان کے ساتھ مستحبات ادا کرنے سے بہ طریقہ اولیٰ فلاح حاصل ہوگی۔
 اگر یہ اعتراض ہو کہ اس شخص نے یہ کیوں کہا کہ میں ان عبادات پر کوئی اضافہ نہیں کروں گا، حالانکہ اس حدیث
 میں تمام واجبات کا ذکر ہے نہ تمام منہیات کا اور مستحبات کا، اس کا جواب یہ ہے کہ صحیح بخاری کی روایت
 میں زیادہ وضاحت ہے، اس میں مذکور ہے اس شخص نے کہا: یا خدا، اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو کچھ فرض کیا ہے
 اس میں میں کوئی اضافہ کروں گا نہ کہی، باقی رہے فوافل تو ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث فوافل کی مشروعیت سے پہلے
 کی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فرض میں اضافہ کرنے سے اس کی مراد یہ ہو کہ مثلاً وہ ظہر کے فرض چار رکعت
 ہی پڑھے گا، پانچ رکعت نہیں پڑھے گا یا اس کی مراد یہ ہو کہ وہ دن رات میں پانچ فرض نمازیں پڑھے گا، چھ
 فرض نہیں پڑھے گا، اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی شخص صرف فرائض اور واجبات ادا کرے اور سنن اور
 فوافل اور مستحبات کو ترک کر دے تب بھی اس کو نفس فلاح اور نجات حاصل ہو جائے گی، اگرچہ فلاح کامل کے
 لیے سنن اور فوافل کو ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ بعض روایات میں حج کا ذکر نہیں ہے، بعض میں روزے کا اور
 بعض میں صلہ رحمی کا، اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ بعض راویوں سے بعض چیزوں کا ذکر چھوٹ گیا، ورنہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام فرائض اور واجبات بیان فرما دیے تھے۔ ۱۵

عنبر اللہ کی قسم کھانے کا شرعی حکم | حدیث نمبر ۹ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
 اس کے باپ کی قسم! اگر یہ شخص سچا ہے تو کامیاب ہو گیا!
 علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے قسم
 کھانی ہے وہ صرف اللہ کی قسم کھائے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہارے باپ دادا کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے،
 اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا "اس کے باپ کی قسم" یہ اہل عرب کے کلام اور ان کے
 عروت اور عادت کے مطابق ہے کہ وہ قسم کا ارادہ کیے بغیر اس قسم کے کلمات کہتے تھے اور آپ کا منع فرمانا قصہ
 اور ارادہ سے غیر اللہ کی قسم کھانے پر محمول ہے یا جب کوئی شخص کسی آدمی کی تعظیم کو اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے ساتھ مشابہ کر

میز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله ابن يزيد ان النبي صلى الله عليه وسلم قال من نام عن وقرة فليصل اذا اصبحت - ۱۰

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وقرہ کی نال پرٹھے بغیر سو جائے تو جب صبح ہو وقرہ پڑھ لے۔

رمضان کے روزوں اور زکوٰۃ کے علاوہ دیگر روزوں اور صدقات کے فرض نہ ہونے کی تحقیق

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عاشوراء کا روزہ واجب نہیں ہے، نہ رمضان کے علاوہ اور کوئی روزہ واجب ہے، اور یہ اجماعی امر ہے، اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے عاشوراء کا روزہ واجب تھا یا فرض، امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں، اظہر قول یہ ہے کہ عاشوراء کا روزہ واجب نہیں تھا، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب تھا، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مسلمان صاحب نصاب ہو اس کے مال میں زکوٰۃ کے سوا اور کوئی حق واجب نہیں ہے۔ ۱۰

تضار رمضان، کفارہ ظہار، کفارہ قتل اور کفارہ قسم کے روزے بھی فرض ہیں، تضار رمضان کا روزہ توڑنے سے کفارے کے روزے بھی فرض ہیں، احرام میں منکوعہ کام کرنے سے بھی روزے فرض ہیں، اور نذر کے روزے واجب ہیں، مالی صدقات میں روزہ کا فدیہ واجب ہے اور صاحب نصاب پر قربانی کرنا واجب ہے، اور اگر کسی صدقہ کی ہمدردانہ قیاس کو پورا کرنا واجب ہے، اس لیے علامہ نووی کا علی الاطلاق یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ رمضان کے روزوں کے علاوہ اور کوئی روزہ واجب ہے نہ زکوٰۃ کے سوا اور کوئی مال صدقہ واجب ہے۔

ارکان اسلام سے متعلق سوال

بَابُ السُّؤَالِ عَنْ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے سے روک دیا گیا، اس لیے ہماری خواہش ہوتی کہ کوئی مجھ سے وہ بات آئے اور حضور سے سوالات کرے اور ہم حضور

۱۰۔ حَدَّثَنَا ثَعْلَبَةُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي النَّضْرِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قُلْنَا إِنَّ نَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

۱۰۔ امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ، جامع ترمذی ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد، المطابع کراچی، ۱۳۵۵ھ
۱۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۶۷ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۰، مطبوعہ نور محمد، المطابع کراچی، ۱۳۵۵ھ

وَسَلَّمَ عَنْ نَبِيِّ فِيكَانَ يُعْجِبُنَا أَنْ يَجِيءَ الرَّحْلُ
 مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ الْعَاقِلُ فَيَسْأَلُهُ وَيُخْبِرُ سَمْعَهُ
 وَتَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ
 أَقْبَانَا رَسُولُكَ فَزَعَمْنَا أَقَالَ تَزْعُمُ أَنَّ
 اللَّهَ أَمَرَ سَلَكَ قَالَ صَدَقَ قَالَ فَدَعَى خَلْقَ
 السَّمَاءِ قَالَ اللَّهُ قَالَ فَدَعَى خَلْقَ الْأَرْضِ
 قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قَالَ فَدَعَى خَلْقَ الْجِبَالِ
 وَجَعَلَ فِيهَا مَا جَعَلَ قَالَ اللَّهُ قَالَ فَيَا لَيْدِي
 خَلَقَ السَّمَاءَ وَخَلَقَ الْأَرْضَ وَكُتِبَ هَذَا
 الْجِبَالِ اللَّهُ أَمَرَ سَلَكَ قَالَ تَعَمَّرَ قَالَ وَتَزْعُمُ
 أَنَّ رَسُولُكَ أَنْ عَلَيْنَا خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِنَا
 وَلَيْدِي قَالَ صَدَقَ قَالَ فَيَا لَيْدِي أَمَرَ سَلَكَ اللَّهُ
 أَمَرَ لَكَ بِهَذَا أَقَالَ تَعَمَّرَ قَالَ وَتَزْعُمُ رَسُولُكَ
 أَنْ عَلَيْنَا زَكَاةً فِي أُمُوتِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ
 فَيَا لَيْدِي أَمَرَ سَلَكَ اللَّهُ أَمَرَ لَكَ بِهَذَا أَقَالَ تَعَمَّرَ
 قَالَ وَتَزْعُمُ رَسُولُكَ أَنْ عَلَيْنَا صَوْمَ شَهْرِ
 رَمَضَانَ فِي سَعَتِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ فَيَا لَيْدِي
 أَمَرَ سَلَكَ اللَّهُ أَمَرَ لَكَ بِهَذَا أَقَالَ تَعَمَّرَ قَالَ وَ
 تَعَمَّرَ رَسُولُكَ أَنْ عَلَيْنَا حَجَّ الْبَيْتِ مِنْ
 اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا قَالَ صَدَقَ قَالَ ثُمَّ دَنَى
 قَالَ فَيَا لَيْدِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَأَنْ يَدْعُو عَلَيْكَ
 وَلَا أَنْقَضَ مِنْهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ لَيْدِي صَدَقَ لَيْدِي خَلَقَ الْجَنَّةَ

کے جوابات سنیں ایک دن ایک دیہاتی آیا اور کہنے لگا
 کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا قاصد کتاب
 پاس آیا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول
 بنا کر بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے،
 اس نے پوچھا آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا
 اللہ تعالیٰ نے۔ اس نے پوچھا زمین کو کس نے پیدا
 کیا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ اس نے پوچھا
 زمین پر پہاڑوں کو کس نے نصب کیا اور باقی چیزیں زمین
 میں کس نے پیدا کیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔
 اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آسمان
 کو پیدا کیا، جس نے زمین کو پیدا کیا اور پہاڑوں کو اس
 میں نصب کیا، اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کو رسول بنایا
 ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، اس نے کہا آپ کا قاصد کہتا
 ہے کہ ہم پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض
 ہیں، آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے اس نے
 کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول بنایا
 ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان نمازوں کا حکم دیا
 ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، اس نے کہا آپ کا قاصد کہتا
 ہے کہ ہم پر ہمارے اموال میں زکوٰۃ بھی فرض ہے آپ
 نے فرمایا اس نے سچ کہا اس نے پوچھا قسم ہے اس
 ذات کی جس نے آپ کو رسول بنایا کیا اللہ تعالیٰ نے
 آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں،
 اس نے کہا آپ کا قاصد کہتا ہے ہم پر سال میں ایک
 بار ماہ رمضان کے روزے فرض ہیں آپ نے فرمایا
 اس نے سچ کہا اس نے کہا میں آپ کو اس ذات کی
 قسم دیتا ہوں جس نے آپ کو رسول بنایا ہے کیا آپ کو
 اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیا ہے آپ نے فرمایا
 ہاں اس نے کہا آپ کا قاصد کہتا ہے کہ ہم میں سے
 جو شخص حج کرنے کی طاقت رکھتا ہو اس پر حج فرض ہے

آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا، حضرت انس کہتے ہیں کہ وہ دیہاتی چلا گیا اور جاتے وقت کہہ رکھا کہ تم سے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے نہ میں ان احکام میں اپنی طرف سے کچھ زیادتی کموں گا اور نہ کسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ سچا ہے تو عمر ورجعت میں داخل ہوگا۔

امام مسلم ایک اسناد کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرآن کریم میں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنے سے روک دیا گیا تھا اور باقی حدیث حسب سابق بیان کی۔

۱۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ هَاشِمٍ الْعَيْدِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ أَنَسٌ كُنَّا يَهْتَمُّونَ فِي الْقُرْآنِ أَنْ نَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ وَنَسَاقَ الْحَدِيثِ بِمِثْلِهِ۔

اس باب کی حدیث نمبر ۱۱ میں ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کو منع کرنے کی وجوہات
سے سوال کرنے سے روک دیا گیا تھا۔

قرآن مجید کی اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے سے روک دیا گیا ہے:
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءٍ
ان تبدلوا بغيركم۔ (ما تدرک ۱۰۱)
ما تدرک ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو بارگاہ نبوت کے آداب بتائے ہیں کہ آپ سے غیر متعلق اور بے فائدہ چیزوں کے متعلق سوالات مت کرو، اور ان کی تحقیق کے واسطے نہ ہو، کیونکہ اگر تم پر وہ امور ظاہر کر دیے گئے تو بعض اوقات وہ تم پر گراں گزریں گے، امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آپ سے بجز سوالات کے گئے تو آپ نے منبر پر رونق افروز ہو کر فرمایا ”تم آج مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کرو گے میں تم کو اس کی خبر دوں گا، یہ سن کر صحابہ خوف زدہ ہو گئے اور ہر شخص اپنے کپڑے میں منہ چھپا کر رونے لگا، پھر ایک شخص اٹھا جس کے نسب میں طعن کیا جاتا تھا، اس نے پوچھا: اے اللہ کے نبی! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارا باپ حذافہ ہے! پھر حضرت عمر کھڑے ہو کر عرض کرتے گئے: ہم اللہ کو رب مان کر رہے ہیں، اور دین اسلام پر رہے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر رہے ہیں۔ نیز امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے وہاں عاتکہ آپ کا چہرہ عرصہ سے مریض تھا، جب آپ منبر پر بیٹھ گئے تو ایک شخص نے سوال کیا میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا دوزخ میں! اس

کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استہزاء سوال کرتے تھے کوئی کہتا تھا میرا باپ کون ہے؟ کوئی کہتا تھا میری ارمی کہاں گئی؟ میری ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجْرُ الْبَيْتِ مِنْ اسْتِطَاعَةٍ
الِیْہِ مَبِیْلًا۔ (آل عمران: ۹۷)

تو صحابہ کرام نے کہا: یا رسول اللہ کیا ہر سال میں حج ہے؟ آپ خاموش رہے، انہوں نے پھر کہا: کیا ہر سال میں حج ہے؟ آپ پھر خاموش رہے، انہوں نے پھر کہا: کیا ہر سال میں حج ہے؟ تب آپ نے فرمایا نہیں! اور اگر میں ان کہہ دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور اگر یہ ہر سال فرض ہو جاتا تو تم اس کو ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: اسے ایمان والو! ایسی چیزوں کے متعلق سوال مت کرو جو اگر تم کو بتا دی جائیں تو تم کو ناگوار نہ ہوں گی۔ اس حدیث میں ہے: آپ کا قاصد کہتا ہے کہ ہم انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کی تحقیق پر ہر سال میں ایک بار ماہ رمضان کے روزے

فرض ہیں، آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا۔

اس حدیث میں روزوں کا ذکر کیا گیا ہے، ہمارے زمانہ میں انجیکشن ایک نازہ ایجاو ہے، انجیکشن دوا کا بھی لگایا جاتا ہے اور گلوکوز کی صورت میں غذا کا بھی انجیکشن لگایا جاتا ہے، اکثر علما کی رائے یہ ہے کہ خواہ کسی قسم کا انجیکشن لگایا جائے، وہ دوا کا انجیکشن ہو، جسمانی طاقت کا، یا جنسی طاقت کا، یا گلوکوز کی ڈرپ لگائی جائے یا کسی دوا کی ڈرپ لگائی جائے، کسی طریقہ سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ ان کے نزدیک جب تک دوا یا غذا جوت عمدہ یا جوت دماغ میں نہ پہنچے (ان کا کہنا ہے کہ دماغ اور عمدہ کے درمیان ایک منفذ (نالی) ہے جس کے ذریعہ دماغ سے عمدہ میں نکلیا جوتا مستقل ہوتا ہے) روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اس مسئلہ میں ہماری رائے یہ ہے کہ دوا یا گلوکوز کا انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ غذا ہضم کے مراحل طے کرنے کے بعد گلوکوز بن جاتی ہے، اور اسی سے ہمارے جسم کو توانائی حاصل ہوتی ہے لہذا اگر جب منہ سے دوا یا غذا گلوکوز بن کر ہمارے جسم میں پہنچ جائے اور اس سے روزہ ٹوٹ جائے تو اگر براہ راست گلوکوز انجیکشن یا ڈرپ کے ذریعہ ہمارے جسم میں پہنچا دیا جائے تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائیگا اسی طرح جب منہ سے دوا کھائی جائے تو وہ ہضم کے بعد ہمارے خون میں شامل ہو جاتی ہے اور اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو اگر انجیکشن کے ذریعہ وہ دوا براہ راست خون میں پہنچا دی جائے تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ انجیکشن کے ذریعہ دوا خون میں پہنچانے سے بھی وہی فائدہ زیادہ سرعت اور زیادہ اثر انگیزی سے

حاصل ہوتا ہے، لہذا انجیکشن سے بہ طریق اولیٰ روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اگر کوئی روزہ دار شخص روزے کی حالت میں کسی اچانک تکلیف یا بیماری کا شکار ہو جائے تو اس کے لیے اسلام میں روزہ توڑنے کی رخصت ہے بلکہ اس حالت میں اس پر روزہ توڑنا واجب ہے، کیونکہ اس کے پاس یہ جسم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور وہ اس جسم کو کسی طور سے بھی نقصان پہنچانے کا مجاز نہیں ہے، لہذا ڈاکٹر اس کے لیے انجیکشن لگانا تجویز کرے یا منہ سے کھانے کی دوا، اس پر لازم ہے کہ وہ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق علاج کرے اور اس صورت میں تندرست ہونے کے بعد اس پر اس روزے کی عفت قضاء لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا، ان تمام امور پر ہم آگے چل کر تفصیل سے شرعی دلائل بیان کریں گے۔

اس سلسلہ میں ہم پہلے روزے کا لغوی اور شرعی معنی بیان کریں گے، پھر روزے کے مفہومات بیان کریں گے (وہ امور جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے) پھر عقل، مشاہدہ اور تجربہ کی روش سے بہ استدلال کریں گے کہ انجیکشن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، پھر احادیث صحیحہ سے استشہاد کریں گے اور اس کے بعد فقہاء کے ذکر کردہ جزیئوں سے اس پر استدلال کریں گے، پھر جو منہ اور دماغ کی قید اور منافذ اعضاء کی مشروط پر گفتگو کریں گے، پھر انجیکشن لگوانے سے روزہ نہ توڑنے کی دلیل کا تجزیہ کریں گے، اور اخیر میں یہ بیان کریں گے کہ اگر کسی روزہ دار کو روزے کی حالت میں اچانک کوئی تکلیف یا بیماری لاحق ہو جائے تو اس پر اس کا علاج کب کرنے کے لیے روزہ توڑ دینا واجب ہے، خواہ اس علاج میں منہ سے کھانے والی دوا کھانی پڑے یا انجیکشن لگواتا پڑے اور اس کا روزہ نہ توڑنا کوئی تقویٰ یا پیرمیزگاری نہیں ہے بلکہ شدید گناہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ مبارک اور آپ کے احکام کی محنت خلاف درزی ہے، اور اس قدر کی بنا پر روزہ توڑنے سے اس پر کفارہ لازم نہیں ہوگا بلکہ تندرست ہونے کے بعد صرف قضاء لازم ہوگی۔

روزہ کے لغوی اور شرعی معنی | علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

کھانے پینے، جماع اور کلام کے ترک کرنے کا نام روزہ ہے۔

الصوم ترك الطعام والشراب والنكاح والكلام له عالمگیری میں ہے:

روزہ کا شرعی معنی یہ ہے کہ جو شخص روزہ رکھنے کا اہل ہو وہ طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک عبادت کی نیت سے، کھانے پینے اور جماع کو ترک کر دے۔

اما تفسيره فهو عبارة عن ترك الاكل والشرب والجماع من الصبح الى غروب الشمس بنية التقرب من الاله كذا في الكافي له

۱۔ علامہ جلال الدین محمد بن محمد بن منظور افریقی متوفی ۱۱، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰

علامہ حنفی حنفی نے لکھا ہے کہ روزہ کی اہلیت کے لیے مسلمان اور حیض و نفاس سے پاک ہونا ضروری ہے عقل، بلوغ اور صحت روزے کی اہلیت کے لیے شرط نہیں ہیں، کیونکہ بچہ، مجنون اور بیمار کا روزہ بھی صحیح ہے۔ بعض چیزوں سے روزہ توڑنے پر صرف نفا لازم ہے اور بعض چیزوں سے روزہ توڑنے پر نفا اور کفارہ دونوں لازم ہیں، اس سلسلہ میں قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز صرۃ اور معنی دونوں طرح مفسد ہو مثلاً منہ کے لیے یہ جسم میں دیا یا غذا پینا، یا کسی عورت سے جماع کرنا اس سے نفا اور کفارہ دونوں لازم ہیں، اور جو چیز صرف صرۃ مفسد ہو مستثنیٰ ہو، مثلاً کاغذ، مٹی، کنگر، لہے کا ٹکڑا یا پلاسٹک کا ٹکڑا کھالینا اس سے صرف نفا لازم ہے کفارہ نہیں ہے، اور جو چیز صرف معنی مفسد ہو صرۃ مفسد نہ ہو مثلاً کان میں تیل یا دوا ڈالنا کیونکہ اس سے اصلاح بدن حاصل ہوتی ہے یا استنجا یا سید کرنا کیونکہ اس سے معنی شہوت پوری ہو جاتی ہے، اس سے بھی صرف نفا کی نفا لازم ہے کفارہ لازم نہیں ہے۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

روزہ توڑنے کے ساتھ دو حکم متعلق ہوتے ہیں، ایک نفا کا وجوب اور دوسرا کفارہ کا وجوب۔ روزہ توڑنے سے نفا تو مطلقاً واجب ہے، خواہ صرۃ اور معنی روزہ توڑے، یا صرف صرۃ یا صرف معنی، عام ازیں کہ عمدہ روزہ توڑے یا خطا، عذر کی وجہ سے روزہ توڑے یا بغیر عذر کے، کیونکہ نفا کسی فرت شدہ چیز کی تلافی کے لیے واجب ہوتا ہے، اس وجہ سے نفا کے لیے صرف روزہ کا فرت ہونا کافی ہے، اور روزہ کا فرت ہونا اس کو مطلقاً توڑنے سے مائل ہو جائے گا، اور کفارہ کا وجوب روزے کے مخصوص طریقہ سے توڑنے پر ہوگا اور وہ افطار کامل سے ہوگا، یعنی کھانا یا پینا یا جماع کرنا صرۃ اور معنی دونوں طرح سے ہو اور عمدہ اور بلا عذر، مگر اس میں روزہ توڑنے کی رخصت کا کوئی عذر (سفر یا مرض) ہو نہ اس کا شبہ ہو، صرۃ اور معنی مفسد ہونے سے ہماری مراد یہ ہے کہ منہ کے

فاما صوم رمضان فيتعلق بالفساد وحكمان احدهما وجوب القضاء والثاني وجوب الكفارة اما وجوب القضاء فانه يثبت بمطلق الافساد سواء كان صرۃ ومعنى او صرۃ لا معنى او معنى لا صرۃ وسواء كان عمدا او خطا وسواء كان بعذر او بغير عذر لان القضاء يجب جبر للفاث فيستدعى فوات الصوم لا غير الفوات يحصل بمطلق الافساد فتفتر الحاجة الى الجبر بالقضاء ليقوم مقام الفات فيجب جبر الفوات معنى واما وجوب الكفارة فيتعلق بالفساد منصوص وهو الافطار الكامل بوجود الاكل او الشرب والجماع صرۃ ومعنى متعمدا من غير عذر مبيح ولا مخصص ولا شبهة الاباحة ونعني بصرۃ الاكل والشرب ومعناهما اتصال ما يقصد به التغذية والتداوى الى جوفه من الفه لان به يحصل

قضاء شهوة البطن على سبيل الكمال ونفى
بصورة الجماع ومعتاكا ايلاج الفرج في القبل
لان كمال قضاء شهوة الفرج لا يحصل الا به
ولا خلاف في وجوب الكفارة على الرجل
بالجماع ۛ

راستے پر پیٹ میں اس چیز کو پہنچانا جس سے دوا یا
غذا کا قصد کیا جاتا ہو، کیونکہ اس سے مکمل طور پر پیٹ
کی خواہش پوری ہو جاتی ہے اور صورت اور معنی جماع
سے مراد یہ ہے کہ مرد اپنے آکر کو عورت کے اندام
نہانی میں داخل کرے، کیونکہ اسی سے فرج کی شہوت
کا تقاضا مکمل طور پر پورا ہوتا ہے اور اس پر کفارہ
کے واجب ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے (مرد
اور عورت دونوں پر کفارہ واجب ہے)

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

ولو اقطر في اذنيه الماء او دخلهما
لا يفسد صومه لان عدم المعنى والصوم
بتخلات ما اذا ادخل الدهن ۛ

اگر روزہ دار نے اپنے کان میں پانی ٹپکایا یا پانی
خود چلا گیا تو اس کا روزہ نہیں فاسد ہو گا، کیونکہ یہ
صورت مفسد نہیں ہے (کیونکہ منہ سے نہیں پیا) اور
بہ معنی مفسد ہے (کیونکہ پانی کے چند قطرہوں سے
اصلاح بدن نہیں ہوتی) اس کے برخلاف کان میں
تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

علامہ بدر الدین حنفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

يعنى افطر اذا ادخل في اذنيه الدهن
لوجود صلاح البدن ۛ

یعنی روزہ دار اگر کان میں تیل ڈالے تو اس
سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ اس سے صلاح
(منفعت) بدن حاصل ہوتی ہے۔

نیز علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

ومن ابتلع الحصة او الحديد افطر
لوجود صوم الفطر ولا كفارة عليه
لعدم المعنى ۛ

جس شخص نے سوے یا کھکھ کا ٹکڑا انگلیاں
کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ یہ عمل صورت مفسد ہے
اور اس پر کفارہ نہیں ہے، کیونکہ یہ عمل معنی مفسد نہیں
ہے، (کیونکہ یہ چیزیں دوا یا غذا نہیں ہیں)

ۛ۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کا ساتی حنفی متون ۵۸۶ھ، ہائیک الصنائع ج ۲ ص ۹۸-۹۹، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید، ایڈیشن ۲۰۰۰

ۛ۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متون ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۲۰۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

ۛ۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متون ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۲ ص ۱۳۳۹، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

ۛ۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متون ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۱۹۹، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

ولو انزل فیما دون الفرج فعلیہ القضاء
ولا کفارة علیہ لقصور فی الجماع لوجودہ
معنی ولا صوماۃ لہ
اگر کسی شخص نے عورت کے اندام نہانی کے بغیر
اپنی منی خارج کی، تو اس پر روزے کی قضا نہ کرنا کفارہ نہیں
ہے، کیونکہ یہ ناقص جماع ہے، منی جماع ہے اور
صومۃ نہیں ہے

انجیکشن سے روزہ ٹوٹنے پر عقل اور شاہدہ سے استدلال | اہم مد کے ذریعہ اناج کمزوریوں
پھلوں، لحمیات اور چکنائی پر
مشتمل جن غذا کھاتے ہیں اس میں مختلف حیاتین (VITAMINS) اور معدنی نمکیات (MINERALS) ہوتے
ہیں۔ وٹامنز کے ذریعہ غذا مکمل طور پر مضہم ہوتی ہے اور جزو بدن بنتی ہے، اس لیے انسان کی نشو و نما اور
جسمانی ساخت کا خوب صورتی اور بقاد کے لیے وٹامنز ایک اہم رول ادا کرتے ہیں، اسی طرح معدنی نمکیات
بھی انسان کی صحت اور بقاد کے لیے بہت ضروری ہیں، خون کی کمی دور کرنے کے لیے فولاد (Iron) کی ضرورت
ہوتی ہے، ہڈیوں اور اعصاب کی کمزوری دور کرنے کے لیے اور فولاد و جسم میں جذب کرنے کے لیے
کیلشیم کی ضرورت ہوتی ہے اور بلڈ پریشر کو متوازن رکھنے کے لیے سوڈیم کی ایک خاص مقدار کی ضرورت
ہوتی ہے۔

پال۔ جے۔ فرائیڈمین۔ ایم۔ ڈی (Paul Jay Friedman . M.D) لکھتے ہیں:

(۱)۔ وٹامن۔ اے (V.A) قوت بینائی میں مدد دیتا ہے اور جلد کی خوبصورتی برقرار رکھتا ہے۔
(۲)۔ وٹامن۔ بی۔ کمپلکس (V.B. Complex) جسم کی نشو و نما کے لیے بے حد ضروری ہے، اس کی کمی
سے اعصابی اجلدی اور ہضم کا نظام صحیح طور پر کام نہیں کر پاتا، نیز اس کی کمی سے خون کی کمی (ANEMIA)
ہو جاتی ہے۔

(۳)۔ وٹامن۔ سی۔ (ASCORBIC ACID) جسم میں فولاد کو جذب کرنے میں معاون ہے، اس کی کمی سے
سریشوں کی بیماری ہو جاتی ہے۔

(۴)۔ وٹامن۔ ڈی۔ (V.D) جسم میں کیلشیم کو جذب کرنے میں معاون ہے۔

۱۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۰۰، مطبوعہ ریچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ

۲۔ پال۔ جے۔ فرائیڈمین۔ ایم۔ ڈی۔ بائیو کیمسٹری ص ۵۶، مطبوعہ میوزی لینڈ، بار سوم

۳۔ " " " " بائیو کیمسٹری ص ۵۲-۴۶، " " " "

۴۔ " " " " بائیو کیمسٹری ص ۵۵، " " " "

۵۔ " " " " بائیو کیمسٹری ص ۵۸-۵۷، " " " "

خلاصہ یہ ہے کہ انجیکشن کے ذریعہ جسم میں دوا یا غذا (گلوکوز) داخل کی جاتی ہے خواہ وہ انجیکشن رگ میں لگایا جائے یا مسند میں لگایا جائے اور اس سے انسان کے بدن کو صلاح اور منفعت حاصل ہوتی ہے اور ہر وہ چیز جس کے دخول سے انسان کے بدن کو صلاح یا منفعت حاصل ہو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، البتہ انجیکشن یا ڈرپ کے ذریعہ دوا یا گلوکوز کے دخول سے روزہ دار پر صرف تضاد لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا، قدیم فقہاء کے زمانہ میں میڈیکل سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی اور ان کے زمانہ میں انجیکشن یا ڈرپ کے ذریعہ انسان کے جسم میں دوا یا گلوکوز پہنچانے کا کوئی مقصد نہیں تھا، ان کے زمانہ میں صرف منہ یا ناک کے ذریعہ جسم میں دوا یا غذا پہنچائی جاسکتی تھی، اس لیے انھوں نے صرف اسی معروف طریقہ سے جسم میں دوا یا غذا پہنچانے کو روزہ ٹوٹنے کا سبب قرار دیا ہے، اور دوا یا غذا کے جوفِ معدہ میں پہنچنے کی قید انھوں نے اپنے اجتہاد سے اس لیے لگائی تھی کہ سبب تک نفایا دوا معدہ کے عمل ہضم سے گذر کر خون میں نہ پہنچ جائے اس وقت تک اس سے منفعت اور صلاح حاصل نہیں ہوتی، اور جب یہ دوا یا غذا (گلوکوز) معدہ کی وساطت کے بغیر انجیکشن کے ذریعہ براہ راست خون میں پہنچ جائے تو پھر بہ طریقِ اولیٰ روزہ ٹوٹ جائے گا۔

روزے میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے پر احادیث اور آثار سے استدلال | یہ بات بھی ملحوظ

رہنی چاہیے کہ نفایا دوا کے لیے جوفِ معدہ یا جوفِ دماغ میں پہنچنے کی قید فقہاء کے اپنے اجتہاد سے لگائی ہے احادیث اور آثار میں بیکسی قید کے مطلقاً حکم ہے کہ الفطر مما دخل "کسی چیز کے داخل ہونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے" نام ازیں کہ وہ چیز جسم کے کسی حصہ میں بھی داخل ہو ماسوا جسم کے ان حصوں کے جن کا شاع علیہ السلام نے خود استثناء کر دیا ہے مثلاً آنکھ میں سرسروانے کی اجازت دی ہے

یا مساک کر سنے، کلی کر سنے، ناک میں پانی ڈالنے کی اجازت ہے، ان حصوں اور ان چیزوں کے سوا جسم کے جس حصہ میں کسی طریقہ سے بھی دوا یا غذا پہنچائی گئی تو ان احادیث اور آثار کے مطابق روزہ ٹوٹ جائے گا وہ احادیث اور آثار یہ ہیں:

مانظروا الہیثمی بیان کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: اے عائشہ! کیا روٹی کا کوئی ٹکڑا ہے؟ میں آپ کے پاس روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر آئی، آپ نے اسے منہ پر رکھ کر فرمایا: اے عائشہ! بتاؤ اس سے کوئی چیز برے پریشانی میں گئی؟ یہی سوال روزہ دار کے بوسہ دینے کا ہے، روزہ صرف کسی چیز کے داخل ہونے سے

عن عائشہ قالت دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا عائشة هل من كسرة فأتيت به بقرص فوضه على فيه وقال يا عائشة هل دخل بطني منه شيء كذا لك قبلة الصائم إنما الإفطار مما دخل وليس مما خرج رواه أبو يعلى

۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۴ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۶۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

(۵)۔ وٹامن۔ ای (V. E) جسم میں چربی کے امضام میں معاون ہے، اس کی کمی سے خون میں سرخ خلیے ٹوٹنے لگتے ہیں، اعصابی کمزوری ہوتی ہے اور مادہ تولید میں کمی ہوتی ہے۔ لہ

۶۔ وٹامن۔ کے (V. K) اس کی کمی سے خون میں جسے کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے۔ لہ

یہ تمام وٹامنز اور معدنی نمکیات مختلف سبزیوں، پھلوں، چکنائی اور گھیات میں ہوتے ہیں، بعض اوقات غذا مکمل طور پر پختہ نہیں ہوتی جس کی وجہ سے یہ وٹامنز جسم میں بالکل تیار ہی نہیں ہوتے یا پھر بہت کم مقدار میں ہوتے ہیں، اور ان کی کمی کی وجہ سے انسان مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، قدیم زمانہ میں اس مسئلہ کا کوئی حل نہیں تھا، لیکن اب کیمیائی طریقہ سے ان تمام وٹامنز اور معدنی نمکیات کو تیار کر لیا گیا ہے اور جس شخص کو ان وٹامنز یا معدنی نمکیات کی ضرورت ہو اس کی روزمرہ کی غذا میں یہ کیمیائی وٹامنز اور معدنی نمکیات اضافی طریقہ شامل کیے جاتے ہیں اور اگر اس کے معدہ کی کارکردگی بہت کم ہو یا اس کے جسم کو ان کی فوری ضرورت ہو تو یہ وٹامنز اور معدنی نمکیات انجیکشن اور ڈرپ کے ذریعہ اس کے خون میں داخل کر دیے جاتے ہیں۔

یہی حال منہ سے کھانے والی دواؤں کا ہے، جب کسی مرض کے نقائص سے دوا کا فوری اثر مطلوب ہو اور انسان کا معدہ بہت کم زور ہو اور نظام ہضم بہت خراب ہو اور منہ کے ذریعہ دوا کھا کر اور معدہ کے عمل ہضم سے گزرنے کے بعد اس دوا کے خون میں شامل ہونے اور بیماری کے خلاف مؤثر ہونے تک یا تو مرض خطرناک حد تک بڑھ جاتا ہے یا مریض مر جاتا ہے، انجیکشن کی ایجاد سے پہلے اس مسئلہ کا کوئی حل نہیں تھا، لیکن اب مرض کی شدت اور فوری علاج کے حوالے سے منہ سے کھانے والی دوا کے طریقہ کار کو ترک کر کے انجیکشن کے ذریعہ وہ دوا براہ راست خون میں پہنچا دی جاتی ہے۔

یہی حال غذا کا ہے ہم جو کچھ بھی غذا کھاتے ہیں وہ ہضم کے مراحل سے گزرنے کے بعد آل کار گلو کو زہن جاتی ہے تو اگر انجیکشن یا ڈرپ کے ذریعہ خود گلو کو زہن براہ راست جسم میں پہنچا دیا جائے تو گلو کو زہن کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے، یہ درست ہے کہ گلو کو زہن عام معتاد اور معروف غذا نہیں ہے، لیکن یہ کسی نہ کسی درجہ میں غذا کا قبول ضرور ہے، جب کسی انسان کے پتہ کا آپریشن کرنا ہو یا کوئی اور پیٹ کا بڑا آپریشن کرنا ہو تو اس کے معدہ کو خالی کر لیا جاتا ہے، اور بعض اوقات دس پندرہ دن تک اس کا آپریشن نہیں ہوتا، اس عرصہ میں اس کا معدہ غذا سے خالی رکھا جاتا ہے اور صرف گلو کو زہن ڈرپ کے ذریعہ اس کو غذا ملتی ہے۔

ڈاکٹر رچرڈ۔ اے۔ ہاروی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (RICHARD A. HARVEY, PH.D.) کہتے ہیں:
This is equivalent to 3.74 kcal/g (ایک گرام گلو کو زہن سے ۳.۷۴ کیلو ریز (حرارت) حاصل ہوتی ہیں۔
of glucose. ۳

۱۔ پال۔ جے۔ فرائیڈمین۔ ایم۔ ڈی۔ بائیو کیمسٹری ص ۵۸، مطبوعہ نوزی لینڈ، بارسوم

۲۔ " " " " بائیو کیمسٹری ص ۵۹

۳۔ RICHARD A. HARVEY, PH.D. LIPPINCOTT'S PAGE 96 - London / New York

علیٰ ہذا القیاس جب انجیکشن یا ڈرپ کے ذریعہ کسی روزہ دار کے جسم میں دوا یا گلوکوز پہنچایا جائے گا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اس پر اس روزہ کی صرف قضاء لازم ہوگی۔

اور عمداً منہ بھر کر ٹے کرنے کے متعلق علامہ المرغینانی لکھتے ہیں: فان استقأ عمداً ملأ فيه فعلیه القضاء لعامدینا والقیاس متروک به ولا کفارة لعدم الصورة۔

اگر کسی شخص نے عمداً منہ بھر کر ٹے کی تو اس پر قضاء ہے، اس کی وجہ وہ حدیث ہے جس کو ہم روایت کر چکے ہیں اور اس حدیث کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا جائیگا اور چونکہ یہ عمل صورتہً مضطر نہیں ہے اس لیے اس پر کفارہ نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ متحدہ دوا ساغید صحیحہ سے یہ حدیث وارد ہے کہ کسی چیز کے داخل ہونے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور جوف معدہ یا جوف دماغ تک پہنچنے کی قید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں لگائی، یہ قید فقہاء نے اپنے اجتہاد سے لگائی تھی کیونکہ دوا یا گلوکوز کے خون میں شامل ہونے کا انحصار صرف معدہ کے ٹل ہضم پر تھا، اور اب چونکہ انجیکشن اور ڈرپ کے ذریعہ دوا اور گلوکوز معدہ کے ٹل کی وساطت کے بغیر بہ رگ رگسیت خون میں داخل کیا جاسکتا ہے اس لیے اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا، البتہ اس سے صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ انجیکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ان کے نزدیک کسی بھی انجیکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، خواہ جسمانی طاقت کا انجیکشن، جس جیسی طاقت کا انجیکشن ہو، دوا کا انجیکشن ہو، گلوکوز کی ڈرپ ہو یا دوا کی، کسی چیز سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اب دیکھیے اللہ تعالیٰ نے تو روزے میں کھانا پینا بند کر کے انسان کو بھوک اور پیاس میں مبتلا کر دیا ہے اور اس کی حیوانی طاقت کو کم کیا ہے، اب ایک شخص روزہ رکھ کر گلوکوز کی ڈرپ لگا کر قوت تازگی اور توانائی کو روزے میں بحال رکھ رہا ہے تو کیا یہ شخص اللہ تعالیٰ نے کئے ہوئے شرعی نظام کو ناکام کرنے کی سعی نہیں کر رہا؟

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله فقال عبد الله كتمانع النبي صلى الله عليه وسلم شباً بالاجحد شيئاً فقال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم يا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوج فإنه أغض للبصر وأحسن للمفرج ومن لم يستطع فعليه بالصوم

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جوانی میں تھے، اور ہمارے پاس بالکل مال نہیں تھا، ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جوانو! تم میں سے جو شخص شادی کرنے کی وسعت رکھتا ہو وہ شادی کرے، کیونکہ اس سے نظر بھی سہی رہتی ہے

فَانَهُ لَمْ يَجَاءْ لَهُ

اور آدمی پاک دامن رہتا ہے اور جو شادی کرنے کی
دست نہ رکھتا ہر روز سے رکھے، کیونکہ روزہ اس
کی جنسی طاقت کم کرے گا۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ روزوں سے جنسی طاقت کم ہوتی ہے، اب فرض کیجئے ایک شخص روزہ رکھتا
ہے اور روزوں میں جنسی طاقت کے انجیکشن لگاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائش ہوئی بات
غلط ہوگئی، میں نے روزے رکھے اور میری جنسی طاقت میں کمی نہیں ہوئی۔ یہ نہایت قوی اشکال ہے اور اس کا صحیح
جواب اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب یہ مان لیا جائے کہ انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس شخص سے
کہا جائے کہ تم نے روزے رکھے ہی نہیں، کیونکہ انجیکشن لگوانے سے تمہارا روزہ جاتا رہا۔ اس لیے اگر زبانِ ست
کی تصدیق کرنی ہے تو یہ ماننا ہوگا کہ انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

روزے میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹے پر فقہی جزئیات سے استدلال | ہمارے تعلیم فقہاء
اور ائمہ مجتہدین نے اگر انجیکشن لگوانے کو روزہ ٹوٹنے کا سبب قرار نہیں دیا تو وہ اس میں معذور تھے، کیونکہ ان کے زمانہ میں انجیکشن ایجاد
نہیں ہوا تھا تاہم ان کے بیان کردہ بعض اصولوں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ روزے میں انجیکشن لگوانے سے روزہ
ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ ہمارے فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ کھانا، پینا، صورتہ ہو یا معنی اس سے روزہ ٹوٹ جاتا
ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انجیکشن کے ذریعہ معنی دوا یا گلوکوز حاصل ہوتا ہے۔
ملک العلماء علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

لان انتقاض الشيء عند خوات ركنه امر
ضروري و ذلك بالاكل والشرب والجماع سواء
كان صورة ومعنى او صورة لا معنى او معنى
لا صورة الخ

کسی چیز کے رکن کے فوت ہو جانے سے اس
چیز کا ٹوٹ جانا ایسی امر ہے اور یہ (یعنی روزہ ٹوٹنا)
کھانے اور پینے اور جماع سے ہوتا ہے، خواہ یہ
صورتہ اور معنی ہو یا صرف صورتہ ہو معنی نہ ہو یا صرف معنی
ہو صورتہ نہ ہو۔

میز فقہاء کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ جب منہ کے علاوہ کسی اور عضو سے کوئی چیز بسم میں داخل ہو تو اس
سے روزہ اس وقت ٹوٹے گا جب اس سے اصلاح بدن حاصل ہو، کیونکہ فقہاء کے نزدیک کان میں پانی پانے
سے روزہ نہیں ٹوٹتا اصل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ پانی سے اصلاح بدن حاصل نہیں ہوتی اور
نیل سے حاصل ہوتی ہے۔
علامہ الریفی ثانی لکھتے ہیں:

۱۔ الام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۵۸، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

۲۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، دلائل الصنائع ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سید احمد گیلانی کراچی ۱۳۰۰ھ

ولو اقطر فی اذنیہ الماء ودخلہما لا
یفسد صومہ لانعدام المعنی والصورة بخلاف
ما اذا دخلہ الدہن ۱۰

اگر روزہ دار نے اپنے کانوں میں پانی پڑھایا یا
خود پانی چلا گیا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ صحت
مفطر ہے (منہ سے کھانا پینا) اور نہ سنٹی (صلاح بدن)
اس کے برضات کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ
جائے گا۔

علامہ بدر الدین یعنی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:
یعنی افطر اذا دخل فی اذنیہ الدہن
لوجود صلاح البدن ۱۰

یعنی روزہ دار اگر کان میں تیل ڈالے تو اس کے
روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس سے صلاح بدن حاصل
ہو جاتی ہے۔

حدید طبعی تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ کان کے پردہ میں کوئی مصلح نہیں ہے اور کان کا مدہ یا داغ
کی طرف کوئی منفذ نہیں ہے، اور جب کان میں تیل یا دوا ڈالی جائے تو وہ مدہ یا داغ کی طرف نہیں پہنچتی، اس کے باوجود
تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ کان میں تیل یا دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور یہ جزئیۃ بعینہ انجکشن سے
روزہ ٹوٹنے پر دلیل ہے کہ جب انجکشن کے ذریعہ جسم میں دوا یا گلوکوز پہنچا دیا جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ
جائے گا، خواہ وہ دوا مدہ یا داغ تک نہ پہنچے۔

نیز ہم سے فقہاء نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پیٹ پر آدہ تامل رگڑے اور اس کو انزال
ہو جائے یا اس کو برہہ دے یا اس کو آغوش میں لے اور اس کو انزال ہو جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن
اس پر کفارہ نہیں ہے صرف قضاء ہے، کیونکہ اس کا یہ فعل مسنی جماع ہے، اس لیے کہ اس فعل سے قضا شہوت
ہو جاتی ہے (اگرچہ یہ فعل صورتہ جماع نہیں ہے) اس لیے اس پر کفارہ نہیں ہے، اسی اصول کے مطابق ہم کہتے
ہیں کہ انجکشن لگوانے سے خون میں دوا یا غذا پہنچ جاتی ہے اور منہ کے ذریعہ مدہ میں دوا یا غذا پہنچانے سے بھی یہی
مقصود ہوتا ہے کہ خون میں دوا یا گلوکوز پہنچے اس لیے دوا یا غذا کھانے کا مقصد انجکشن لگوانے سے بدرجہ اتم پیدا
ہو جاتا ہے اس لیے انجکشن لگوانے سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن چونکہ یہ صرف مسنی مفطر ہے صورتہ مفطر
نہیں ہے اس لیے اس میں بھی صرف قضاء ہے کفارہ نہیں ہے، ہم نے فقہاء کے بیان کردہ جس مسئلہ پر
قیاس کیا ہے اس کی عبارت یہ ہے:
لا ادر کاسا فی یکتہ ہیں:

ولو جامعہ امراۃ فیما دون الفرج فانزل
ادباشرھا او قبلھا او لمسھا بشهوة فانزل
اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے فرج کے ماسا
میں جماع کیا اور اس کو انزال ہو گیا، یا اس کو لپٹایا یا اس

۱۰۔ علامہ علی بن ابی بکر المرینی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۲۰۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی
۱۱۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۸۵ھ، بنیہ ج ۲ ص ۱۳۳۹، مطبوعہ ملک اینڈ سنز فیصل آباد

یفسد صومه وعلیه القضاء ولا کفارة
علیه وکذا اذا فعل ذلك فانزلت المرأة
لوجود الجماع من حیث المعنی وهو
قضاء الشهوة بفعله وهو الممس به

کو برسر وی یا اس کو شہوت سے چھوڑا اور اس کو انزال ہو
گیا تو اس پر قضاء ہے اور کفارہ نہیں ہے، اسی طرح
اس صورت میں اگر طہرت کو انزال ہو گیا تو اس پر بھی
قضاء ہے اور کفارہ نہیں ہے کیونکہ یہ من حیث المعنی
جاء سے کیونکہ اس کے چھوڑنے سے اس کی شہوت
پر رسی ہو گئی اور یہی جماع کا مقصد ہے۔

مناقدہ اصلیہ کے اشکال کا جواب

باقی رہا یہ اشکال کہ ہمارے فقہاء نے معنی کھانا پینا اس کو قرار دیا
ہے کہ انسان کے جسم میں منافذ اصلیہ مثلاً منہ، ناک، کان اور
دُبر سے کوئی چیز اس کے جوف معدہ یا جوف دماغ میں پہنچ جاتے اور اگر کسی مصنوعی سوراخ سے کوئی دوا یا غذا
معدہ اور دماغ کے سوا جیم کے کسی حصہ میں پہنچ جاتے تو یہ ان کے نزدیک معنی کھانا پینا نہیں ہے اور نہ اس
سے ان کے نزدیک روزہ ٹوٹتا ہے۔

اس کا اولاً جواب تو یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر کسی مصنوعی سوراخ سے بھی جوف معدہ یا جوف
دماغ میں دوا پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ جسم میں دوا یا غذا پہنچنے کے لیے
منفذ اصلی ضروری اور شرط ہے۔
علامہ کا ساقی لکھتے ہیں:

واما ما وصل الى الجوف والى الدماغ
عن غير المخارق الاصلية بان دأوى الجائفة
والآمة فان داواها بدوا عیاً بس لا یفسد
لان له یصل الى الجوف ولا الى الدماغ ولو
علم انه وصل یفسد فی قول ابی حنیفة وان
داواها بدوا عیاً وطب یفسد عند ابی حنیفة
وعند هما لا یفسد هماً اعتبر المخارق
الاصلية لان الوصول الى الجوف من المخارق
الاصلية متیقن به ومن غیرها مشکوک
فیه فلا تحکم بالفساد مع الشك ولا ابی حنیفة
ان الدواء اذا كان رطباً فالظاهر هو الوصول
لوجود المنفذ الى الجوف فیبتی الحكم

جو چیز پیٹ یا دماغ میں منفذ اصلی کے بغیر
(مصنوعی سوراخ کرتے سے) پہنچے بایں طہ کہ پیٹ
یا دماغ کے زخم پر دوائی لگائی جائے، تو اگر خشک دوا
لگائی گئی ہے تو روزہ ناسد نہیں ہوگا، کیونکہ وہ پیٹ
تک پہنچی ہے نہ دماغ تک، اور اگر یہ یقین ہو جائے
کہ وہ دوا پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی ہے تو امام ابو حنیفہ
کے قول کے مطابق روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر
تو دوا لگائی ہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ حال
روزہ ٹوٹ جائے گا اور صاحبین کے نزدیک روزہ
نہیں ٹوٹے گا، صاحبین منافذ اصلیہ کا اعتبار کرتے
ہیں کیونکہ منافذ اصلیہ سے پیٹ تک پہنچنا یقینی ہے
اور غیر منافذ اصلیہ سے پیٹ تک پہنچنا مشکوک ہے،

علی الظاہر

اس لیے شک کے ساتھ روزے کے فساد کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اور امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ جو روزہ ترک ہے اس کا پیٹ تک پہنچنا ظاہر ہے کیونکہ زخم کی وجہ سے پیٹ تک منفذ ہے اس لیے ظاہر حال کے اعتبار سے حکم لگا دیا جائے گا۔

علامہ کاسانی کی اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ روزہ ٹوٹنے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ دوا یا گلوکز کو منفذ اصلی سے جسم میں پہنچایا جائے بلکہ اگر کسی مصنوعی سوراخ کے ذریعہ بھی دوا یا گلوکز جسم میں پہنچ جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ فقہاء کے نزدیک دوا یا غذا کا مطلقاً جسم میں پہنچنا مقصد صوم نہیں ہے بلکہ روزہ ٹوٹنے کے لیے دوا یا غذا کا جوفِ معدہ یا جوفِ دماغ میں پہنچنا ضروری ہے، تو اس کے متقد جواب ہیں: (۱)۔ کان میں تیل یا دوا ڈالنے سے فقہاء کے نزدیک روزہ ٹوٹ جاتا ہے، حالانکہ اب یہ بات تحقیق سے ثابت ہو چکی ہے کہ کان کے پردے میں کوئی ایسا سوراخ یا منفذ نہیں ہے جس سے تیل یا دوا معدہ یا دماغ تک پہنچ جائے۔ اول الذکر فقہی جزئیہ سے معلوم ہوا کہ فساد صوم میں دوا یا غذا جسم میں پہنچانے کے لیے منفذ اصلی ضروری نہیں ہے اور ثانی الذکر فقہی جزئیہ سے معلوم ہوا کہ فساد صوم کے لیے دوا یا غذا کا معدہ یا دماغ تک پہنچنا ضروری نہیں ہے، صرف اصلاح بدن ضروری ہے اور ان دونوں چیزوں سے یہ معلوم ہوا کہ انجیکشن کے ذریعہ دوا یا گلوکز جسم میں پہنچا دیا جائے خواہ وہ معدہ یا دماغ تک نہ پہنچے تب بھی اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(ب)۔ فقہاء نے دوا یا غذا کے معدہ میں پہنچنے کی شرط اس لیے لگائی تھی کہ جب تک معدہ کے عمل مضبوط کام چل رہا ہے تو اس وقت تک غذا گلوکز بن کر خون میں شامل نہیں ہوتی، اور نہ ہی دوا خون میں شامل ہوتی ہے اسی چیز کو فقہاء وصول کامل سے تعبیر کرتے ہیں، اور اس زمانہ میں میڈیکل سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی، اور انجیکشن کا طریقہ دریافت نہیں ہوا تھا جس سے معدہ کی وساطت کے بغیر دوا یا گلوکز کو براہ راست خون میں پہنچا دیا جائے، اگر قدیم فقہاء کے زمانہ میں انجیکشن کے ذریعہ دوا یا گلوکز کو خون میں پہنچانے کا طریقہ دریافت ہو گیا ہوتا تو وہ یقیناً اس سے روزہ ٹوٹنے کا حکم لگا دیتے۔

(ج)۔ انسانی جسم اور اس کے تمام اعضاء احسان کی ساخت اور ان کے باہمی ارتباط کے بارے میں قدیم زمانہ میں اتنی معلومات نہیں ہوئیں تھیں، اب تو پوسٹ مارٹم کے ذریعہ انسانی جسم کے ایک ایک عضو اور ایک ایک رگ و ریشہ کے متعلق صحیح معلومات ہتیا ہو گئی ہیں جو مشاہدہ اور مطالعہ پر مبنی ہیں اور انسانی جسم کی ساخت کے متعلق قدیم فقہاء کے بعض نظریات کا فطرتاً ہونا واضح ہو گیا ہے اس لیے روزے کے جو احکام انسان کے بدن کی تشریک کے متعلق ہیں ان کو اب بھی قدیم فقہاء کی آراء کے مطابق قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

علامہ ابوبکر بن سعد کا سانی متوفی، ۵۸ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۳، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

اس کی تفصیل ہم بیان کر رہے ہیں:

انسانی بدن کی تشریح کے مطابق قدیم فقہاء کی بعض آراء کا غلط ہونا | قدیم زمانہ میں فقہاء نے جو کچھ
کہا وہ ان کے ظن اور تخمین پر
یعنی تھا وہ ان کے محض قیاس اور انداز سے تھے (اور وہ اس میں معذور تھے) اور موجودہ علم اور تحقیق سے
ان کی کئی باتیں غلط ثابت ہو گئی ہیں، اس لیے اب علم اور تحقیق سے حقائق سامنے آنے کے باوجود اسی پرانی نگہ
کو پیٹے جانا کوئی دانش مند کی بات نہیں ہے۔ مثلاً قدیم فقہاء نے کہا کہ دماغ اور معدہ کے درمیان ایک منفذ
ہے اور دماغ سے چیز معدہ میں پہنچ جاتی ہے۔
علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

اما اذا وصل الى الجوف فلا شك فيه
لوجود الاكل من حيث الصورة وكذا
اذا وصل الى الدماغ لانه له منفذ الى
الجوف فكان بمنزلة زاوية من زوايا
الجوف له
جب دوا یا غذا پیٹ میں پہنچ جائے تو فساد
موم میں کوئی شک نہیں کیونکہ صورتہ انطاری پایا گیا،
اسی طرح جب کوئی چیز دماغ میں پہنچ جائے (تو فساد
فاسد ہوگا) کیونکہ دماغ کا پیٹ کی طرح منفذ ہے
اور دماغ پیٹ کے زاویوں (گوشتوں، گروں) میں سے
ایک زاویہ (گوشت، گروں) ہے۔

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

وفي التحقيق ان بين الجوفين منفذا
اصليا فاما وصل الى جوف الراس يصل
الى جوف البطن كذا في النهاية والبدائع
تحقیق یہ ہے کہ جوف دماغ اور جوف معدہ کے
درمیان منفذ اصلی (ذاتی) ہے تو چیز جوف دماغ
میں پہنچتی ہے وہ پیٹ کے جوف میں پہنچ جاتی ہے
اسی طرح نہایہ اور بدائع میں لکھا ہے۔

یہ بات تازہ ترین علم اور تحقیق کے خلاف ہے دماغ اور پیٹ کے درمیان کوئی منفذ نہیں ہے اور نہ دماغ
پیٹ کا زاویہ ہے۔

اسی طرح قدیم فقہاء نے یہ کہا ہے کہ کان اور پیٹ کے درمیان منفذ ہے اور کان سے کوئی چیز ذالی
جائے تو وہ پیٹ میں پہنچ جاتی ہے، اسی طرح کان اور دماغ میں منفذ ہے اور کان میں پانی ڈالنے سے دماغ میں
چلا جاتا ہے۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

اذا خاض الماء فدخل اذنه لا يفسد
جب کسی شخص نے پانی میں غوطہ لگایا اور پانی اس

۱۔ علامہ ابن حجر بن عسود کا سانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۳، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید ایڈیشن کراچی ۱۴۰۰ھ

۲۔ علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۷۹۷ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۹، مطبوعہ مطبعہ مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ

صومه وان صب الماء فيها اختلفوا فيه و
الصحيح هو الفساد لانه موصل الى الجوف
بفعله۔ ۱۰

کے کان میں داخل ہو گیا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر
اس نے خود کان میں پانی ڈالا تو اس میں اختلاف ہے
اور صحیح یہ ہے کہ روزہ فاسد ہو جائے گا، کیونکہ وہ اپنے
نفل سے پانی کو پیٹ تک پہنچا رہا ہے۔

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

فلو دخل الماء في الفسل انفه او اذنه ووصل
الدماع لاشيء عليه۔
اور یہ بات بھی تازہ ترین علم اور تحقیق کے خلاف ہے، کان میں ایک پردہ ہے اور اس میں کوئی سوراخ نہیں
ہے، نہ کوئی منفذ ہے، ہر چیز کان میں ڈالی جائے وہ کان ہی میں رہتی ہے، کان سے پیٹ میں جاتی ہے،
نہ دماغ میں پہنچتی ہے۔

اسی طرح امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف میں یہ اختلاف ہے کہ پیشاب کی نالی اور پیٹ کے درمیان کوئی
منفذ ہے یا نہیں۔ ۹۔

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

وقع عند ابي يوسف ان بينه وبين
الجوف منفذاً ولهذا يخرج منه البول و
وقع عند ابي حنيفة رحمه الله ان المثانة
بينهما حائل والبول يتوضح منه۔ ۱۰
امام ابو یوسف کے نزدیک مثانہ اور پیٹ کے
درمیان ایک منفذ (نالی) ہے، اسی لیے مثانہ سے
پیشاب خارج ہوتا ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ
کے نزدیک پیشاب کی نالی اور پیٹ کے درمیان مثانہ
حائل ہے جس سے پیشاب مترشح ہو کر پیشاب کی نالی
سے خارج ہوتا ہے۔

امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے اس اختلاف سے یہ معلوم ہو گیا کہ تشریح الابدان کے متعلق فقہاء کا
علم صرف ظن، تخمین، قیاس اور انداز سے پر مبنی تھا، انھوں نے اعضا بدن کا مشاہدہ نہیں کیا تھا، اس لیے ان
امور میں صحیح فیصلہ صحیح مسلمات کی بنیاد پر ہی کیا جاسکتا ہے۔

علامہ خوارزمی لکھتے ہیں:

وهذا ليس من باب الفقه اى فقه الشريعة
بل يرجع الى معرفة فقه الطب۔ ۱۰
اس چیز کا نقلی شریعت کی فقہ سے نہیں ہے،
بلکہ طب کی فقہ سے ہے۔

- ۱۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھڑک
- ۲۔ علامہ زین الدین ابن نجیم مطہری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۹، مطبوعہ مطبوعہ علیہ مصر، ۱۳۱۱ھ
- ۳۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۱۲۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی
- ۴۔ علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ علی الہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھڑک

کیونکہ پیٹ سے مشابہ کی طرف پیشاب کا منتقل ہونا کسی نقیبہ کے اجتہاد پر موقوف نہیں ہے اور یہ واقعہ میں ایک طریقہ ہے، اور اس کی معرفت علم طب کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ روزہ ٹوٹنے کے لیے دوا یا غذا کے جوت معدہ یا جوف دماغ میں پہنچنے کی شرط، قرآن مجید اور حدیث شریف میں مذکور نہیں ہے، یہ شرط قدیم فقہاء نے صرف اپنے اجتہاد سے لگائی ہے، اور اس شرط کا تعلق انسان کے اعضاء اور تشریحات بدن سے ہے، اور تشریحات بدن کے متعلق صحیح علم حاصل کرنے کے فرائض اس قدر میں پتھر نہیں تھے، اس لیے اس سلسلہ میں ان کا اس وقت کا اجتہاد غیر معتبر اور غیر مستند ہے، نیز ہمارے نزدیک اس کی ترجیح یہ ہے کہ چونکہ معدہ کے عمل منہم کے بعد ہی دوا غن میں شالی ہوتی ہے اور معدہ میں منعم ہونے کے بعد ہی غذا گلوکز بن کر خون میں داخل ہوتی ہے، اس لیے قدیم فقہاء نے معدہ میں پہنچنے کی قید لگائی اور اب جب کہ دوا یا گلوکز کو معدہ کی وساطت کے بغیر انجیکشن کے ذریعہ براہ راست خون میں پہنچایا جاتا ہے تو اس سے بہ طریق اولیٰ روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس سے اس روزہ کی صرف قضاء لازم ہوگی اور فقہ قدیم فقہاء کے زمانہ میں انجیکشن ایجاد ہو گیا، موتا تروہ بھی یہی حکم دیتے، کیونکہ شریعت کی نشاۃ اور اس کا صحیح انداز اور معرفت خدا ہمارے بہ نسبت ان میں بہت زیادہ تھا۔

انجیکشن سے روزہ نہ ٹوٹنے کی دلیل کا تجزیہ | انجیکشن سے روزہ نہ ٹوٹنے پر بعض علماء نے یہ دلیل قائم کی ہے کہ پھر شہد کی مکھی، یا بھڑکے

ڈنک مارنے یا کسی بھی دھریلے کیڑے کے کاٹنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، حالانکہ ان تمام جانوروں کے کاٹنے سے جسم کے اندر ہم بلا مادہ اس انداز سے داخل ہوتا ہے جس انداز سے انجیکشن لگانے سے داخل ہوتا ہے۔ اس پر یہ بھی تیا س کیا جاسکتا ہے کہ انجیکشن بھی مفید موم نہیں ہے۔

یہ دلیل حسب ذیل وجوہ سے صحیح نہیں ہے :-

(۱)۔ شہد کی مکھی، بھڑکے یا کسی بھی دھریلے جانور کے ڈنک سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا اور اس سے احتراز کرنا انسان کے لیے ممکن نہیں ہے اور جس سے احتراز کرنا ممکن نہ ہو اس کو موم بلوی سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

علامہ کا سانی لکھتے ہیں :

ولو دخل الذباب حلقه لم يفطر
لانه لا يمكنه الاحتراز عنه - لہ

اگر روزہ دار کے حلق میں مکھی چلی جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ اس سے احتراز کرنا ممکن نہیں ہے۔

عالم گیری میں ہے :

وما ليس بمقصود بالاكل ولا يمكن
جس کا کھانا مقصود نہ ہو اور جس سے احتراز

اس کے برخلاف بھڑ یا کسی بھی نہ ہر بیلے کیرے کے کاٹنے سے یہ طور انجیکشن جو ہر علامہ جسم میں داخل ہوتا ہے اس سے اصلاح بدن حاصل نہیں ہوتی بلکہ اضرار بدن ہوتا ہے۔
خلاصہ یہ ہے کہ بھڑ وغیرہ کے ڈنک لگانے اور دوا یا طاقت کے انجیکشن لگانے میں تین وجہ سے فرق ہے، بھڑ وغیرہ کا کاٹنا علم اور ارادہ کے بغیر ہوتا ہے، اس سے اعتزاز ممکن نہیں اور اس میں اضرار بدن ہے، اور دوا یا طاقت کے انجیکشن علم اور ارادہ سے لگائے جاتے ہیں، ان سے اعتزاز ممکن ہے اور اس میں بدن کی اصلاح اور تقویت ہے، اس لیے بھڑ وغیرہ کے ڈنک لگانے پر انجیکشن کو تیا س کرنا درست نہیں ہے۔

آیا روزه دار میں انجیکشن لگوائے یا نہیں؟ اس چیز کی وضاحت کے بعد کہ انجیکشن یا ڈنک لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی روزہ دار میں انجیکشن کو اجابک روزے میں کوئی تکلیف لاحق ہو جائے اور ڈاکٹر اس کے لیے منہ سے کھانے کی دوا یا انجیکشن تجویز کرے تو اس کو ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق فری علاج کرنا چاہیے، اور علاج نہ کرے کہ بیماری کو برقرار رکھنا یا بیماری بڑھانا کوئی تقویٰ اور پرہیز گاری نہیں ہے بلکہ گناہ ہے کیونکہ ہم جسم کے مالک نہیں ہیں اور اس کو ضائع کرنے کا ہمیں اختیار ہے نہ اجازت، اس لیے روزہ میں لاحق ہونے والے مرض کا علاج کرنا لازم ہے اور اس روزے کی صحت قضاء لازم ہوگی، کفارہ نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اصل حکم رخصت بھی مشروع فرمایا ہے، اور عذر کے وقت رخصت بھی مشروع فرمائی ہے کیونکہ اسلام دین فطرت اور دین یسوع ہے، اور جس طرح بلا عذر اصل حکم پر عمل نہ کرنا گناہ ہے، اسی طرح عذر کے وقت رخصت پر عمل نہ کرنا بھی گناہ ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ لیے اللہ کی ان دمی موتی رخصتوں پر عمل کرنا واجب ہے جو اس نے تم کو دی ہیں۔

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدیکو برخصة اللہ الذی رخص لکم۔

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ کی دی ہوئی نعمت کو قبول نہیں کیا اس کو عوفات کے پہاڑوں جتنا گناہ ہو گا۔

صلی اللہ علیہ وسلم من لم یقبل رخصۃ اللہ کان علیہ من الاثم مثل جبال عرفۃ۔

نیز امام احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنی دی ہوئی نعمتوں پر عمل کو اسی طرح پسند کرتا ہے جس طرح اپنی نافرمانی کو ناپسند کرتا ہے۔

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یحب ان توفی رخصۃ کما یکرہ ان توفی معصیتہ۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ روزہ ہوئے، آپ نے روزہ رکھ لیا جب آپ کراٹھ انیم پر پہنچے تو آپ نے پانی کا پالہ منگوا کر اسے اوپر اٹھایا سوئی کہ لوگوں نے اسے دیکھ لیا، پھر آپ نے وہ پانی پی لیا، آپ کو بتایا گیا کہ بعض لوگ اپنے منہ سے پر برد قرار ہیں، آپ نے فرمایا وہ نافرمان ہیں! وہ نافرمان ہیں!!

عن جابر بن عبد اللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج عام الفتح الی مکة فی رمضان فصام حتی بلغ کراع الغمیم فصام الناس ثم دعا بقدر من ماء فرفعه حتی نظر الناس الیہ ثم شرب فقیل له بعد ذلک ان بعض الناس قد صام فقال اولئک العصاة اولئک العصاة۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سفر میں روزہ رکھنا اس وقت گناہ ہے جب سفر میں روزہ رکھنے سے ضرر ہو۔

هذا محمول علی من تضرب بالاصوم۔

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

جو شخص رمضان میں بیمار ہو اور روزہ پر پورا

ومن کان مریضاً فی رمضان فخاف

۱۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۷۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲۔ " " مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۸

۳۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۴۔ علامہ بیہقی بن شرف نووی متوفی ۶۷۰ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۵۶، " " " " " "

ان صام اذا داء مرضه افطر وقضى (الی قولہ)
لان زیادة المرض وامتدادہ قد تفنی
الی الهلاک فیجب الاحتراز عنہ۔^۱

رہنما مرض میں اضافہ کا سبب ہو تو روزہ افطار کر لے
اور اس روزے کی قضاء کرے، کیونکہ مرض کا بڑھنا
اوقاتِ ہلاکت کا سبب ہوتا ہے، اس لیے اس
سے احتراز کرنا واجب ہے۔

ان احادیث اور عبارات فقہار سے یہ معلوم ہوا کہ جب مریض کے لیے روزہ پر بقرار رہنا مرض میں اضافہ اور
درجہ اور تکلیف میں شدت کا سبب ہو تو اب روزہ کو ترک کرنا واجب ہے اور روزے کو برقرار رکھنا گناہ ہے،
اس لیے ایک معقول اور مخلص مریض کو یہ بتائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ متقی نہیں ہوا
آپ نے سفر میں ضرر کی وجہ سے روزہ افطار کر لیا تھا۔ اس لیے تم بھی افطار کرو، اللہ کی وحی ہوئی نہ نصرت
پر عمل کرو، اور یہ کہ رخصت پر عمل کرنا کارِ ثواب ہے اور عمل نہ کرنا گناہ ہے، اسلام دینِ فطرت اور دینِ یسر
ہے اس نے ہر مشکل کا حل رکھا ہے اور انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کیا، اس لیے ضرورت مند
مریض روزے میں انجیکشن ضرور لگوائے، بلکہ کھانے کی دوا بھی کھائے اور اس ایک روزہ کی قضا کرے۔ اور
یہ اس سے کہیں آسان ہے کہ انجیکشن لگا کر بدن کی اصلاح بھی حاصل کرے، اور اپنے نفس کو یہ فریب دے کہ
وہ بدستور روزہ دار ہے اور روزے کی قضا سے جان بچاتا ہے۔

انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا اثر اختلافِ اربعہ کبیر جیل تنزل اللہ | جو علماء اس بات
کے قائل ہیں کہ

انجیکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ان کے اور ہمارے اختلاف کا اثر یہ ہے کہ اگر کسی بیمار آدمی نے روزے
میں انجیکشن لگوا لیا تو ان کے نزدیک اس روزے کی قضا لازم نہیں ہے اور ہمارے نزدیک اس روزے کی قضا لازم
ہے، اب دیکھیے شرعی تقاضے کو پورا کرے، عینِ مہمدا اور احتیاط کے اعتبار سے کون سا نظریہ زیادہ صحیح ہے
آیا اس روزہ کی قضا کرنا یا قضا نہ کرنا، اگر بالفرض دوسروں کی رائے درست ہوئی اور پھر بھی اس روزے کی قضا کر
لی گئی تو آخرت میں اس شخص کو ایک زائد روزہ رکھنے کا ثواب مل جائے گا، اور اگر واقع میں ہماری رائے درست
ہوئی اور روزہ دار نے روزے میں انجیکشن لگوا کر اس روزہ کی قضا نہ کی تو اس سے اس روزے کا مواخذہ ہوگا
اور اگر اس نے اس روزہ کی قضا کر لی تو وہ بار عبادت سے بری الذمہ ہوگا، اس لیے ہر تقدیر پر بخود ہی نلاج ہمارے
اسی نظریہ کے مطابق عمل کرنے پر موقوف ہے اور انجیکشن لگوا کر روزہ کی قضا نہ کرنے والا آخری مواخذہ کے
خطرہ سے بہر حال دوچار رہے گا۔

روزے میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کے سلسلہ میں حرف آخر | الفتاویٰ الاسلامیہ (ج ۱)
ص ۸۹، ج ۵ ص ۹۵،

مطبوعہ مصر) یسئلونک فی الدین والحدیة (ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ بیروت)۔ الفتاویٰ الاسلامیہ وادلتہ (ج ۲ ص ۲۵۸،

مطلوبہ ہر روز (اور ثانی فوراً ج ۲ ص ۱۲۳-۱۲۴ مطبوعہ لاہور) میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ روزے میں انجیکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور دلیل یہ قائم کی ہے کہ ہمارے فقہاء کے نزدیک منافذِ اصلیہ کے علاوہ کسی اور سوراخ سے معدہ اور دماغ کے علاوہ جسم کے کسی حصہ میں دوا یا غذا پہنچ جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا قدیم فقہاء کے مراد میں گلوکوز کے خون میں شامل ہونے یا حیاتیات اور معدنیات یا دوا کے خون میں شامل ہونے کا معرود اور عام طریقہ صرف معدہ کا مثل ہضم تھا اس لیے انہوں نے غذا یا دوا کے لیے معدہ میں پہنچنے کی تید لگائی اگر ان کے زمانہ میں کیمیائی طریقوں سے معدہ کی وساطت کے بغیر براہِ راست گلوکوز کے خون میں شامل ہونے یا حیاتیات اور ادویات کے براہِ راست خون میں شامل ہونے کا معرود اور عام طریقہ ہوتا تو وہ اس سے روزہ ٹوٹنے کا حکم بطریقِ اولیٰ لگاتے، اس کی نظیر یہ ہے کہ پہلے صرف ہموکائی وساطت سے سامع تک آواز پہنچانے کا ذریعہ تھا، اور جب لاڈل اسپیکر ایجاد ہوا تو بجلی کی وساطت سے دُور تک آواز پہنچانے کا ذریعہ بن گیا، اس لیے متقدمین فقہاء کی تصانیف میں لاڈل اسپیکر پر نماز پڑھانے اور پڑھنے کا ذکر نہیں ہے، لیکن مؤخرین نے اس کو اشتراکِ علت کی وجہ سے جائز قرار دیا، اسی طرح پہلے نظر کی عینک لگا کر قرآن مجید پڑھنے کا تصور نہیں تھا، ورنہ بین سے چاند دیکھنے کا تصور نہیں تھا، لیکن جب یہ آلات ایجاد ہو گئے تو اشتراکِ علت کی بناء پر احکام شرعیہ میں ان سے استفادہ کیا جائے گا، قدیم فقہاء کے زمانہ میں اونٹوں اور بیل گاڑیوں پر سفر کیا جاتا تھا، اور اسی کے لحاظ سے مسافتِ قصر کے شرعی احکام مرتب ہوتے تھے، اب ریل اور موٹائی جہاز سے مسافتِ قصر کے احکام مرتب ہوتے ہیں، کیونکہ مسافتِ قصر کی علت ان تمام سواریوں میں مشترک ہے اسی طرح معدہ میں غذا یا دوا جانے کے بعد کھانے پینے کا مقصد تب پورا ہوتا ہے جب گلوکوز اور دوا خون میں شامل ہو جائے اور یہ مقصد انجیکشن کے ذریعہ بدستور پورا ہوتا ہے اور جب مقصد دونوں میں مشترک ہے تو دونوں سے روزہ ٹوٹ جائے گا البتہ روزے میں انجیکشن لگوانے سے صرف روزہ کی قضاء لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا، میں نے کافی غور و فکر کرنے کے بعد یہ مسئلہ اسی طرح سمجھا ہے، اگر یہ حق و صواب ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جانب سے ہے ورنہ میری فکر کی غلطی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں، وَاخُودَعُوا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةَ وَالسَّلَامَ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ قَائِدِ الْمُرْسَلِينَ اَكْرَمِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَعَلٰی اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَاَصْحَابِهِ الْكَامِلِيْنَ وَاَزْوَاجِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَوْلِيَائِهِ وَاَمْتِهِ وَاَعْلَمَاءِ مِلَّتِهِ وَاَمْتِهِ اَجْمَعِيْنَ۔

بَابُ بَيَانِ الْاِيْمَانِ الَّذِي يَدْخُلُ
بِهِ الْجَنَّةُ وَاَنَّ مَنْ تَمَسَّكَ بِمَا اَمُرُ
بِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ

ایمان کے جس وجہ کی وجہ سے جنت کے
دخول کا استحقاق ہے اور جس نے احکام
پر عمل کیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

۱۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ

حَدَّثَنَا إِبْنُ حَدَّادٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا
 مُوسَى بْنُ طَلْحَةَ حَدَّثَنَا كَيْسُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ أَنَّ أَعْرَابِيًّا
 عَرَفَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَهَرَفَ فِي سَفَرٍ فَاتَّخَذَ يَعْطَاهُ مَا قَتَلَ مِنْ أَيْدِي مَاوِيَةٍ
 ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْ يَا مُحَمَّدًا أَخْبِرْنِي
 بِمَا يَقْرَبُنِي مِنَ الْجَنَّةِ وَمَا يَبْعِدُنِي مِنْ
 النَّارِ قَالَ فَكَلِمَتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 ثُمَّ نَظَرَنِي أَصْحَابِي ثُمَّ قَالَ لَقَدْ وَفَّقَ أَوْلَقًا
 هَدَى قَالَ كَيْفَ قُلْتَ قَالَ فَاغَادِقْ قَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ
 بِهِ شَيْئًا وَتَقِيهِمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتُحِلُّ
 الرِّجْمَ دَعَا الْمُنَاقِقَةَ -

١٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ
ابْنُ يَشِيرٍ قَالَا حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا
مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ
وَأَبُوهُ عُثْمَانُ أَنَّهُمَا سَمِعَا مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ
يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ هَذَا الْحَدِيثِ .

١٣. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو
الْأَخْوَصِ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ مُوسَى
بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ
أَعْمَلُهُ يُدْرِيَنِي مِنَ الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ
قَالَ تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ
الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصِلُ ذَا رَحِمِكَ فَلَمَّا
أَدْبَرَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ
تَمَسَّكَ بِمَا أَمَرْتُ بِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ
أَبِي شَيْبَةَ إِنَّ تَمَسَّكَ بِهِ -

یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تشریف لے جا رہے تھے، اچانک ایک دیہاتی آیا اور آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ کر کہنے لگا یا رسول اللہ! چیر تیلایے جو مجھ کو جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سن کر رُک گئے اور اپنے اصحاب کی طرف دیکھ کر فرمایا اس شخص کو اس سوال کی من جانب اللہ توفیق ملی ہے، اس کے بعد آپ نے اس شخص کی طرف منسوب ہو کر فرمایا تم نے کیا کہا تھا، اس شخص نے اپنا سوال دہرایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اور صلہ رحم کرو۔ (ابن ابی شیبہ کی نکیل چھوڑ دو۔)

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر فرمائی ہے۔

حضرت ابوالیوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھ کو جنت سے قریب اور جہنم سے دور کر دے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اپنے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرو۔ جب وہ شخص چلا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگراس شخص نے ان باتوں پر عمل کیا تو جنت میں جائے گا۔

۱۵۔ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَقَ حَدَّثَنَا عَقَّانُ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ حَكَّانٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَلَنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتَقِيهِمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا آتِيَنَّكَ عَلَى هَذَا شَيْئًا أَبَدًا وَلَا أَنْتَ مِنْهُمْ فَلَمَّا وَلِيَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّكَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ مجھے ایسا عمل بتائیے جس کو اختیار کرنے سے میں جنت میں چلا جاؤں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، فرض نماز ادا کرو، فرض زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، دیہاتی نے کہا تم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں ان احکام میں نہ کچھ زیادتی کروں گا اور نہ کمی جب وہ شخص چلا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی جنتی کے دیکھنے سے خوش ہوتا ہے وہ اس شخص کو دیکھ لے۔

۱۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَآبُو كَرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كَرَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الثُّعْمَانُ بْنُ كَوْثَلٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِذَا صَلَّيْتُ الْمَكْتُوبَةَ وَحَرَّمْتُ الْحَوَامَ فَاحْتَلَمْتُ الْحَلَالَ أَدْخُلُ الْجَنَّةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پاس ثمان بن قوئل آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ مجھے یہ بتلائیے کہ اگر میں فرض نمازیں پڑھتا رہوں، حرام سے بچتا رہوں اور حلال کام کرتا رہوں تو کیا میں جنت میں چلا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا ہاں۔

۱۷۔ وَحَدَّثَنِي جَبَّارُ بْنُ الشَّاعِرِ وَالْقَاسِمُ بْنُ زَكْرِيَّا قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَوْسَى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَابْنِ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ الثُّعْمَانُ بْنُ كَوْثَلٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ بِمِثْلِهِ وَتَادِفِيهِ وَلَمْ آيِدْ عَلَى ذَلِكَ شَيْئًا۔

امام مسلم ایک اور سند سے ساتھ حضرت جابر کی یہی روایت ذکر کرتے ہیں اس میں یہ اضافہ ہے کہ ثمان بن قوئل نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان احکام پر کچھ زیادتی نہ کروں گا۔

۱۸۔ وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَيْبٍ حَدَّثَنَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا، نماز پڑھنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور حج کرنا، ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر سے کہا حج اور رمضان کے روزے؟ فرمایا نہیں رمضان کے روزے اور حج میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سنا ہے۔

۱۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ لُثَيْمٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا جَعْفَرٍ يُعْنِي سُلَيْمَانَ بْنَ عَمْرٍاءَ الْأَحْمَرِيَّ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسَةٍ عَلَى أَنْ يُؤَخَّذَ اللَّهُ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَصِيَامُ رَمَضَانَ وَالْحَجَّ فَفَقَالَ رَجُلٌ الْحَجَّ وَصِيَامُ رَمَضَانَ قَالَ لَكُمْ صِيَامُ رَمَضَانَ وَالْحَجَّ هَكَذَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس کے سوا سب کی عبادت کا انکار کرنا نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

۲۰۔ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عُمَرَ بْنِ زَكْرِيَّا حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ عُبَيْدَةَ الشَّكْبِيُّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ عَلَى أَنْ يُعْبَدَ اللَّهُ وَيُكْفَرَ بِمَا دُونَهُ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَالْحَجَّ الْبَيْتِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہونے کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

۲۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَحَجَّ الْبَيْتِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے سوال کیا آپ جہاد کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے،

۲۲۔ وَحَدَّثَنِي ابْنُ لُثَيْمٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا حَنْظَلَةُ قَالَ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ بْنَ خَالِدٍ يُحَدِّثُ طَاوُسًا أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعُبَيْدِ اللَّهِ

ابن عمرَ اَلَا تَقْرَأُ مَا قَالَا اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ
اَللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اِلَّهَ لَا
یُبْنِیْ عَلٰی تَحَنُّسٍ مِّثْلَهَا وَیَقُوْلُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَلَا فَاَرْضَ الصَّلٰوةِ وَارِثًا وَالدُّکُوْۤهَ وَصِیَّامَ رَوْحَانَ
وَحَیْجَ الْبَیْتِ -

آپ فرماتے تھے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے
انظر تعالیٰ کی توحید کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا
کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا
حج کرنا۔

الفاظ حدیث میں رد و بدل کرنے کی ممانعت

رمضان کے روزے کو فرض ہوئے ہیں اور
حج کو فرض ہوا۔

حدیث نمبر ۱۹ میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسلام کی پانچ بنیادیں بیان کرتے ہوئے
رمضان کے روزے اور حج کا ذکر کیا اور جب ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر سے کہا حج اور رمضان
کے روزے تو فرمایا نہیں رمضان کے روزے اور حج میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح
سنا ہے، اور حدیث نمبر ۲۱ میں حضرت عبداللہ بن عمر نے عود ان پانچ چیزوں کے بیان میں پہلے حج اور پھر رمضان
کے روزوں کا ذکر کیا۔

علامہ نووی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

علامہ کا اس کی توجیہ میں اختلاف ہے کہ حضرت ابن عمر نے حج کو رمضان سے مقدم کرنے پر کیوں اصرار
کیا جب کہ حضرت ابن عمر سے بھی اسی ترتیب سے روایت ہے، مبادوہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو مرتبہ یہ حدیث سنی، ایک بار آپ نے رمضان کو حج پر مقدم فرمایا اور دوسری بار حج کو
رمضان پر، اور اسی طرح حضرت ابن عمر نے ان دو حدیثوں کو دو مختلف وقتوں میں روایت کیا، اور جب اس شخص نے
اس حدیث کو دہرایا اور حج کا ذکر مقدم کیا تو حضرت ابن عمر نے فرمایا تم بغیر علم کے اس روایت کی ترتیب نہ بدلو اور
اس پر اعتراض نہ کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے، اور اس میں دوسری روایت
کی نفی نہیں ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت حضرت ابن عمر کو دوسری روایت یاد نہ رہی ہو، مگر
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو اس شخص کو فرمایا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح حدیث سنی ہو اسی طرح
روایت کرنا چاہیے۔ اس میں تردید نہ کرنا اور حدیث کے الفاظ کی ترتیب بدلنا جائز نہیں ہے۔

بَابُ الْاَمْرِ بِالْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ تَعَالٰی وَرَسُوْلِهِ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّاعِ الدِّیْنِ وَاللَّعْنَةُ
اِلَیْهِ وَالسُّوَالُ عَنْهُ وَحِفْظُهُ وَتَبْلِیْغُهُ مَنْ
لَّمْ یَبْلُغْهُ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان
لانے احکام شریعت پر عمل کرنے ان کو یاد رکھنے اور
ان کی دعوت دینے اور تبلیغ کرنے کا حکم

۲۳ - حَدَّثَنَا عَلْقَمَةُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے

یہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عبد القیس کاوند حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ مضر کے کفار شامل ہیں اور ہم صرف حضرت دوسے سپہیوں میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں لہذا آپ ہمیں کسی ایسی چیز کا حکم دیجئے جس پر ہم خود بھی عمل کریں اور اپنے قبیلہ کے لوگوں کو بھی اس پر عمل کرنے کی دعوت دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں، اور چار چیزوں سے روکتا ہوں، اللہ پر ایمان لانا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر کی اور فرمایا اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، مالی نفقت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا، اور میں تم کو خشک کھد کے برتن، سبز گھڑے، لکڑی کے برتن اور اس برتن کے استعمال سے منع کرتا ہوں جس پر رومن قار (طل) ملا ہوا ہو خلف بن ہشام نے اپنی روایت میں یہ اضافہ بھی کیا کہ جب آپ نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر فرمایا تو اپنی انگلی سے اشارہ فرمایا۔

ابرجو بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے لوگوں کے درمیان ترجمان کیا کرتا تھا، ایک دفعہ ایک عورت آئی اور اس نے حضرت ابن عباس سے گھر سے میں بنائے ہوئے تہیز کے بارے میں سوال کیا، حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عبد القیس کاوند حاضر ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کون لوگ ہیں ان لوگوں نے کہا یہ میرا آپ نے فرمایا ان لوگوں کو خوش آمدید جو یہ لوگ یہاں شرمندہ اور نادوم نہیں ہوں گے، ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہم لوگ آپ کی خدمت میں بہت دور سے آئے ہیں۔ حضور ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ

کُفْرٍ عَنْ أَبِي جَهْمَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَنَا أَخْبَرَنَا عِيَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي جَهْمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ وَحْدَهُ عَبْدُ الْقَيْسِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا هَذِهِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا وَقَدْ خَالَاتِ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفْرًا مُضَرَّ وَلَا تَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي شَهْرِ الْحَدَامِ فَذُرْنَا يَا مُدْرِعَ مِلِّهِمْ وَذَرُّهُمْ إِلَى اللَّهِ مَنْ ذَرَأَهُمْ قَالَ أَمْزَكُهُمْ بِأَنْبَاءٍ وَأَنْهَاكُمُ عَنْ أَرْبَعٍ أَلَيْسَ بَالِ اللَّهِ جَهْمٌ فَتَسْرَهَا لَهُمْ فَقَالَ شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامُ الطَّلَاقِ وَإِيمَاءُ الزَّكَاةِ وَأَنْ تُؤَدَّ الْخُمُسُ مَا غَنِمْتُمْ وَأَنْهَاكُمُ عَنِ الرَّبَاءِ وَالْحَنْثَمِ وَالتَّقْيِيرِ الْمُتَقَيَّرِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهَا قَائِلَتُهُمْ شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَعَقْدُ رَاِحِدَةٍ

۲۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَحُصَيْنُ بْنُ الْمُسْتَنَى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَالْعَظَامِيُّ مِثْقَابُ بْنُ خَالٍ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَنْدَرُ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ الْأَخْوَانِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَهْمَةَ قَالَ كُنْتُ أُتْرَجُّ بَيْنَ يَدَيِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَبَيْنَ النَّاسِ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ تَسْأَلُهُ عَنْ تَيْبِذِ الْجَحْرِ فَقَالَ إِنَّ وَحْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ أَتَوَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَفْدِ أَوْ مِنَ الْقَوْمِ قَالُوا بَيْعَةٌ قَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَوَافٍ وَلَا لَهْ أَلَى قَسَائِ

مضر کے کفار مائل ہیں اس لیے ہم حریت واسطے میمنوں کے
 غلامہ اور کسی میمنہ میں آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو
 سکتے لہذا آپ ہمیں کرنا فیصلہ کن بات بتا دیجئے جس کی
 تبلیغ ہم اپنے قبیلہ کے لوگوں کو بھی کریں اور ہم جنت
 میں داخل ہو جائیں، حضرت ابن عباس نے کہا رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں چار باتوں کا حکم دیا اور
 چار سے روکا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو
 حد کے واسطے واحد پر ایمان لانے کا حکم دیا اور فرمایا کیا تمہیں
 خدا سے واحد پر ایمان لانے کا مطلب معلوم ہے ؟
 انھوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ قریب
 واسطے ہیں، آپ نے فرمایا اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ
 تعالیٰ کے سوا اور کوئی عبارت کا مستحق نہیں اور یہ کہ محمد اللہ
 کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے
 روزے رکھنا اور مال غنیمت سے پانچواں حصہ
 ادا کرنا، اور ان کو شک کلمہ سے بنائے ہوئے
 برتن، سبز گھڑے اور روغن قارطے ہوئے برتن
 کے استعمال سے روکا، شعبہ نے لکڑی کے برتن کا
 بھی ذکر کیا، حضور نے فرمایا ان باتوں کو خود بھی یاد رکھو
 اور اپنے قبیلہ کے لوگوں تک پہنچا دو، ابو بکر بن ابی
 شعبہ نے اپنی روایت میں لکڑی کے برتن کا ذکر نہیں
 کیا۔

اہم مسلم اسی حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ
 بیان کر کے یہ اضافہ کر کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو اس نبی سے منع کرتا ہوں
 جو کلمہ اور لکڑی کے برتن میں اور سبز گھڑے اور
 روغن قارطے ہوئے برتن میں بنایا جاتا ہے، اور معاذ
 نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد عبد القیس کے سردار
 سے کہا تم میں دو شخص ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند

فَعَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ نَأْتِيكَ مِنْ شَعْبٍ بَعِيدٍ
 وَأَنْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الْخَيْلُ مِنْ كَعْبَاءِ
 مُضَرَ وَإِنَّا لَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِي شَهْرِ
 الْحَرَامِ فَفَرَضْنَا بِأَمْرِ قُصَيْلٍ كُخَيْرِيَهُ مِنْ
 دَرَاءِ فَأَوَدْنَا نَحْلُ بِرِجْلِ الْجَنَّةِ قَالَ فَأَمَرَ هُوَ
 عَنْ أَرْبَعٍ وَنَهَا هُوَ عَنْ أَرْبَعٍ قَالَ فَأَمَرَهُمْ
 بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَقَالَ هَلْ تَذَرُونَ
 مَا الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَحْدَهُ فَكَتَلُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ
 أَعْلَمُ قَالَ شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ
 مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ
 الزَّكَاةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَأَنْ تُؤَدَّ الْأَخْمُسُ
 مِنَ الْمَغْنَمِ وَنَهَا هُوَ عَنِ الدُّبَاةِ وَالْحَنَمِ
 وَالْمَرْقَتِ قَالَ شُعْبَةُ وَرُبَّمَا قَالَ التَّغْيِيرِ
 قَالَ وَرُبَّمَا قَالَ الْمُتَغْيِيرِ قَالَ احْفَظُوهُ وَ
 أَخْبِرُوا بِهِ مِنْ دَرَاءِ كَعْبٍ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ بْنُ
 أَبِي شَيْبَةَ فِي رِوَايَتِهِمْ مَنْ دَرَاءِ كَعْبٍ وَكَيْسٍ
 فِي رِوَايَتِهِ الْمُتَغْيِيرِ

۲۵۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا
 أَبِي حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهَنَمِيُّ قَالَ
 أَكَا أَيْ قَالَ جَمِيعًا حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ
 أَبِي جَمْرَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ تَخْرِجُ حَدِيثِ
 شُعْبَةَ وَقَالَ إِنَّهَا كَعْبٌ عَمَّا يُكْبَدُ فِي الدُّبَاةِ
 وَالتَّغْيِيرِ وَالْحَنَمِ وَالْمَرْقَتِ وَرِوَايَتُهُ مُعَاذٍ
 فِي حَدِيثِهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ وَقَالَ رَسُولُ

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِذَا شَهِرَ النَّبِیَّ
عَبْدُ الْقَیْسِ اِنَّ فِیْكَ لَخَصْلَتَیْنِ لِحُبِّهِمَا
اللّٰهُ الْجَلْمُ وَالْاَنَاةُ۔

۲۶۔ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ اَبِیْ ثَوْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ
عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِیدُ بْنُ اَبِیْ عَرُوبَةَ عَنْ
قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْ لَغِيَ الرَّحْمَةَ الَّذِیْنَ
قَدْ مَوَّأَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
مِنْ عَبْدِ الْقَیْسِ قَالَ سَعِیدٌ وَذَكَرَ قَتَادَةُ اَبَا
نَصْرَةَ عَنْ اَبِیْ سَعِیدٍ الْخُدْرِیِّ فِيْ حَدِیْثِهِ
هَذَا اَنَّ اَنَا سَأَلْتُ عَنْ عَبْدِ الْقَیْسِ قَدْ مَوَّأَ عَلٰی
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا بِاَنَّ
رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْفَاحًا مِّنْ نِّمَیْقَةٍ وَبَیِّنَاتٍ
بَیِّنَاتٍ كُفَّاءٌ مُّضَرَّ وَلَا تَقْدِرُ عَلَیْكَ اِلَّا فِی
اَشْهُمُ الْحُرْمِ فَهَرْنَا بِأَمْرِنَا مُرَبِّهِ مِنْ قَدْرَتِنَا
وَوَدَّ خُلُوبُ بِهِنَّ الْجَنَّةَ اِذَا رَحْنُ أَحَدُنَا بِهِنَّ فَقَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَمْرُكُمْ
بِأَمْرِیْ وَآخَرُكُمْ عَنْ أَمْرِیْ أَعْبُدُوا اللّٰهَ
وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَیْئًا وَاقِمْوُا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ
وَصُومُوا رَمَضَانَ وَاعْطُوا الْخُمْسَ مِمَّنْ
الْعَنَاقِیْمِ وَآخَرُكُمْ عَنْ أَمْرِیْ عَنِ الدُّبَاةِ
وَالْحَنَظِمِ وَالْمَرْقَمِ وَالْقَفْرِیِّ قَالُوا یَا نَبِیَّ
اللّٰهِ مَا عَلِمْنَا بِكَ بِالْقَفْرِیِّ قَالَتْ بَلٰی جَذَاعٌ
تَنْقَرُوْنَ فَتَقْدِرُ تَوْنٌ فِیْهِ مِنَ الْقَطِیْعَاءِ
قَالَ سَعِیدٌ أَوْ قَالَ مِنَ الشَّمْرِ ثُمَّ تَصْبِرُونَ
فِیْهِ مِنَ الْمَاءِ حَتّٰی اِذَا سَكَنَ عَلَیْكَ شَرِبْتُمُوْهُ
حَتّٰی اِنْ أَحَدُكُمْ أَوْ لَانَ أَحَدٌ هُوَ لَیْضَرُّ
ابْنَ عَمِّهِ بِالسَّیْفِ قَالَ وَفِی الْقَوْمِ رَجُلٌ
أَصَابَتْهُ جَرَّاحَةٌ كَذٰلِكَ قَالَ وَكُنْتُ أَخْبَاهَا
حَبَابَةً مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

فرمان ہے: سمجھو اور بردبار رہو۔

قائدہ کہتے ہیں میں نے اس شخص سے حدیث
سُنی ہے جس نے اس وفد سے ملاقات کی تھی جو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ سعید
بن ابی عروبہ کہتے ہیں کہ قائدہ نے بیان کیا کہ انھوں نے
ابو نصرہ کے واسطے سے حضرت ابو سعید خدری سے
روایت بیان کی کہ عبد القیس کے کچھ لوگ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض
کیا کہ یا رسول اللہ! ہم قبیلہ رومیہ سے ہیں اور ہمارے
اور آپ کے درمیان قبیلہ مضر کے کفار شامل ہیں اس لیے
حرمات مانے مہینوں کے علاوہ اور کسی مہینہ میں ہمارے
ہمارے لیے ممکن نہیں ہے لہذا آپ ہم کو ایسا حکم
دیکھئے جو ہم اپنے قبیلہ تک پہنچائیں اور ہم خود بھی اس
پر عمل کر کے جنت میں داخل ہوں رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا
ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں، اللہ تعالیٰ
کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک مت بناؤ، نماز
قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو
مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرو اور چار چیزوں
سے تم کو روکتا ہوں، ان کا استعمال مت کرو اور خشک
کھدوں سے نہ ملے ہوئے برتن، سبز گھٹنے لکڑی
کے برتن اور روغن قار ملے ہوئے برتن۔ ان لوگوں
نے عرض کیا حضور آپ کو معلوم ہے لکڑی کا برتن کیسا
ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں
نہیں اتم لکڑی کو کھوکھلا کر کے اس میں گجریں جھگڑیتے
ہو، (راوی کو شک ہے گجریں فرمایا یا چھوڑ دے)
اور جب اس کا کچا پانی جو شش کھا کر ٹھہر جاتا ہے تو پھر

قُلْتُ قَدِيمٌ كَثُرْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فِي
 أُسْقِيَةِ الْأَدَمِ الَّتِي يَلَدَتْ عَلَى أَفْوَاهِهَا كَقَالُوا
 يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنْ أَرَضْنَا كَيْتُورَةَ الْجُرَذَانِ وَلَا
 تَبْقَى بِهَا أُسْقِيَةُ الْأَدَمِ فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ أَكَلْتُمَا الْجُرَذَانِ وَإِنْ
 أَكَلْتُمَا الْجُرَذَانِ قَدْ أَكَلْتُمَا الْجُرَذَانِ قَالَ
 فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَشْجِرُ
 عَبْدُ الْقَيْسِ إِنْ فِيلَكَ لَخَصَصْتُ لِيِنْ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ
 الْحِلْمُ وَالْإِنْسَانُ -

تم اس کو پیتے ہو جس کے فم کا یہ اثر متاہے) بیان ملک کہ تم
 میں سے ایک شخص اپنے چھاراد کو تلوار سے قتل کر
 ڈالا ہے۔ دند میں سے ایک شخص تھا جس کو اسنی وجہ
 سے زخم لگا تھا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم سے شرم کی وجہ سے اپنا زخم چھپا ہوا تھا اس
 نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر ہم کس قسم کے
 برتنوں میں پیا کریں، آپ نے فرمایا چمڑے کی ان ٹکڑوں
 میں پیو جن کے منہ بندھے ہوئے ہوں۔ اہل دفعہ
 نے عرض کیا یا نبی اللہ! ہمارے علاقہ میں چمڑے بکڑے
 ہیں وہاں چمڑے کے ٹکیزہ وغیرہ نہیں رہ سکتے، یہ
 سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان ہی
 برتنوں میں پیو اگرچہ چمڑے کاٹ ڈالیں، اگرچہ چمڑے
 کاٹ ڈالیں، اگرچہ چمڑے کاٹ ڈالیں، پھر رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد القیس کے سردار سے
 فرمایا تمہارے اندر دو ایسی نعلتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ
 پسند فرماتا ہے: سمجھو اور بردہ باری۔

المسلم نے قنادہ کی اسی حدیث کو ایک اور سند
 کے ساتھ بیان کیا جس میں کچھ لفظی تغیر ہے کھجوروں
 کو پانی میں ڈالنے کے لیے قنادہ لون کی جگہ تدریج
 کا لفظ ہے اور اس میں سلوی سید کا یہ قول بھی نہیں کہ
 "اس کو خشک ہے کہ حضور نے کھجوروں کا ذکر کیا تھا
 یا پھر ابدل کا!"

۲۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ
 قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ
 قَنَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ قَاهِبَةَ لَقِيَ ذَلِكَ الْوَقْدَ
 وَذَكَرَ أَبَا تَضَرَّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ
 وَفَدَ عَبْدُ الْقَيْسِ لَنَا فَدُمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْدِي حَمْدًا لِيِنْ عَلَيْهِ
 غَيْرَ أَنْ فِيلَهُ وَقَدْ يَقُونَ فِينَهُ مِنَ الْقَطِيعَةِ
 وَالشُّبْرَةِ وَالْمَاءِ وَلَمْ يَقُلْ قَالَ سَعِيدُ بْنُ قَنَادَةَ
 مِنَ الشُّبْرَةِ -

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
 ہیں کہ جب وفد عبد القیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کا خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ
 ہمیں آپ پر خدا کرے کس قسم کے برتنوں میں پینا

۲۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ الْبَصْرِيُّ
 حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ وَحْدَنِيِّ
 مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
 أَحْمَدَ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو قُرَّةَ عَنْ

أَنْ أَبَا نَضْرَةَ أَخْبَرَهُ وَحَسَنًا أَخْبَرَهُمَا أَنَّ أَبَا
سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ وَفْدًا عَبْدَ الْقَيْسِ
لَمَّا آتَوْا نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا يَا
نَبِيَّ اللَّهِ جَعَلْنَا اللَّهَ فِيكَ مَاذَا يَصْلُحُ لَنَا
مِنَ الْأَشْرِيَةِ فَقَالَ لَا تَشْرَبُوا فِي النَّبِيِّ
قَالُوا يَا نَبِيَّ اللَّهِ جَعَلْنَا اللَّهَ فِيكَ أَوْ تَذَرِي
مَا التَّيْبَعُونَ قَالَ نَعَمْ لِحَدِّثِمْ مَقَرَّ وَسُطَّةً وَلَدًا فِي
الدُّبَاءِ وَلَدًا فِي الْحَنْمَةِ وَعَلَيْكُمْ بِالْمُرُكَا -

ہمارے لیے جائز ہے، آپ نے فرمایا کٹھی کے برتنوں میں
مست پیا کرو۔ اہل وفد نے عرض کیا یا نبی اللہ! اللہ تعالیٰ ہمیں
آپ پر خدا کرے آپ کو معلوم ہے کٹھی کا برتن کیسا ہوتا
ہے؟ آپ نے فرمایا ان کٹھی کو اندر سے کھو دیتے ہیں
پھر فرمایا کہ دسے برتن کو استعمال کرو جو سبز گھڑے کو ان کی
بجائے چڑھے کہ ان ٹھکوں سے بیا کر دین کا منہ بندھا
ہوا ہے۔

حرمت والے مہینوں میں جہاد کرنے کی تحقیق | حدیث نمبر ۲۳ میں ہے: وفد عبد القیس نے کہا ہم صرف
حرمت والے مہینوں میں آپ کی خدمت میں آسکتے ہیں۔

علامہ یحییٰ بن شریف لردی شافعی کہتے ہیں:

حرمت والے مہینے چار ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی تصریح ہے، اور وہ یہ ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ،
محرم اور رجب، تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ یہ حرمت والے مہینے ہیں۔
علامہ آرمی حنفی لکھتے ہیں:

اہل عرب میں حضرت ابراہیم کے وقت سے یہ قاعدہ چلا آ رہا تھا کہ انھوں نے ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم کے مہینے
حج کے لیے خاص کر لیے تھے اور رجب کا مہینہ عمر کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ ان چار مہینوں میں جنگ، نقل اور سفارت
عمری ممنوع تھی تاکہ لڑائیں گنہگاروں سے بیت اللہ تک جائیں اور حج یا عمرہ کر کے اپنے اپنے گھروں کو واپس آ سکیں، اس بنا پر ان مہینوں کو حرمت والے مہینوں کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔
وفد عبد القیس کا مطلب بھی یہ تھا کہ چونکہ ان کی سفر کے کافروں سے آویزش رہتی ہے اس لیے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلامتی کے ساتھ حاضر ہونے کے لیے حرمت والے مہینوں کا وقت ہی مناسب تھا جب
کافر بھی جنگ سے اپنے ہاتھ روک لیتے تھے۔
ان حرمت والے مہینوں میں مسلمانوں کو کفار سے ابتداءً جنگ کرنے سے روک دیا گیا تھا جیسا کہ اس آیت
سے ظاہر ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ
وَلَا الشَّهْرِ الْحَرَامِ - (مائتہ ۲۰)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی بے حرمتی
نہ کرو اور نہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کرو۔
اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ کیا ان مہینوں میں اب بھی کفار سے جہاد کرنا جائز ہے؟ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف
ہے تاہم میں علماء کا مسلک یہ ہے کہ یہ حکم ابھی باقی ہے اور مسلمان ان مہینوں میں کفار پر حملہ آور نہیں ہو سکتے الا یہ کہ ان

مہینوں میں کفار مسلماؤں پر حملہ کریں اور ان سے مدافعت میں جنگ کی جائے۔ اور تائید میں سے دوسرے جنگ حضرت سید بن مسیب فرماتے ہیں کہ یہ حکم اب باقی نہیں ہے، کیونکہ اسلام کی سرحدیں اب سرزمین عرب تک محدود نہیں رہیں بلکہ مشرق و مغرب میں پھیل چکی ہیں اور سرزمین عرب کے علاوہ دوسرے علاقوں میں جہاد کرنے کے لیے ان مہینوں کی حرمت مانع نہیں ہے کیونکہ جس وجہ سے ان مہینوں میں جنگ و جدال سے منع کیا تھا وہ دوسرے عرب علاقوں میں نہیں پائی جاتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبیدہ بن حصین غزالی کو محرم ۹ء میں بنو تمیم پر حملہ کے لیے بھیجا اور سند صحیح سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس محرم کو طائف کا محاصرہ کیا۔ اور محرم حرمت والے مہینوں میں سے ہے نیز علامہ اسکوئی نے بیان کیا ہے کہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کے جائز ہر اطلاق ہو چکا ہے عنزان باب کی مطابقت حدیث شریف کے اسی جملہ سے ہے جس میں ذہد عبد القیس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ حضور ان کو احکام بیان فرمائیں تاکہ وہ ان احکام کی اپنے قبیلہ میں تبلیغ کریں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زائد رسالت میں امارت میں کیا کرنے اور انھیں دوسروں تک پہنچانے کا سدا ج تھا اور یہ حقیقت حدیث کی دلیل ہے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خبر واحد حجت نہ ہوتی ہے۔

ایک اشکال کا جواب پانچ چیزیں فرمائیں (۱) ایمان (۲) توحید (۳) گواہی (۴) نماز (۵) زکوٰۃ (۶) مال غنیمت کا پانچواں حصہ اور اگر نماز اس سوال کے کئی جواب دیے گئے ہیں جن میں سے زیادہ معقول جواب یہ ہے کہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ اور کتنا کوئی علیحدہ حکم نہیں ہے بلکہ زکوٰۃ ہی کا ایک حصہ ہے۔

چار قسم کے برتنوں کے استعمال کی ممانعت کی وضاحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار قسم کے برتنوں میں نمینہ بنا کر پیئے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ پہلے ان برتنوں میں شراب بنائی جاتی تھی اس میں اختلاف ہے کہ یہ حکم اب بھی باقی ہے یا منسوخ ہو گیا، جمہور کے رائے یہ ہے کہ یہ حکم اب منسوخ ہو چکا ہے کیونکہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم کو مشیکروں میں نمینہ بنانے سے منع کیا تھا اب ہر برتن میں نمینہ بنا سکتے ہو لیکن اس کو نشہ آور نہ بنانا۔ اس کے برخلاف صحابہ میں حضرت عمر اور حضرت ابن عباس اور ائمہ میں سے امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک حرمت کا یہ حکم اب بھی باقی ہے۔

نمینہ کا معنی انگور، جڑ یا کھجوروں کو اتنی دیر تک پانی میں رکھا جائے کہ اس میں کچھ مٹھاس پیدا ہو جائے یا ان چیزوں کو پانی میں ڈال کر معمولی جوش دیا جائے تو اس سے نمینہ بن جاتا ہے اس کا پنا جانا ہے صحابہ کرام بالعموم نمینہ جیتے تھے لیکن اگر ان چیزوں کو پانی میں زیادہ دیر رکھا جائے حتیٰ کہ پانی گاڑھا ہو کہ جگ جھوڑنے لگے تو پھر یہ نشہ آور ہو جاتا ہے اور یہ خراب خالص ہے اس کا پنا حرام ہے اور یہ ناپاک ہے خمر اور دیگر نشہ آور شرابوں کی کی قرعین اور ان کے احکام شرح صحیح مسلم جلد رابع اور جلد ساؤس میں ملاحظہ فرمائیں۔

فت : حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ وفد عبدالقیس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رجب سہمہ میں حاضر ہوا تھا۔

توحید و رسالت کی گواہی اور احکام شرعیہ کی دعوت دینا

حضرت مسافر بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کا حاکم بنا کر بھیجا اور فرمایا تم بحق اہل کتاب کے پاس جا رہے ہو تو پہلے ان کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت کی شہادت دینے کی دعوت دینا جب وہ اس کو مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں جب وہ ان کو تسلیم کر لیں تو ان کو بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ بھی فرض کی ہے جو ان کے دولت مند لوگوں سے لے کر ان کے فقراء میں تقسیم کی جائے گی جب وہ اس کو قبول کر لیں تو تم زکوٰۃ میں ان کا بہترین مال ہرگز دینا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا، کیونکہ مظلوم کی بددعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

امام مسلم ایک اور سند سے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسافر بن جبل کو مین کا حاکم بنا کر بھیجا اور وہی آیات بیان کیں جو پہلی حدیث میں گذر چکی ہیں۔

بَابُ الدُّعَاءِ إِلَى الشَّهَادَتَيْنِ وَ شَرَايِعِ الْإِسْلَامِ

۲۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ أَبُو كُرَيْبٌ وَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ زَكْرِيَّا عَنْ ابْنِ إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِي عَنْ أَبِي مَعْبُدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ رُبَّمَا قَالَ وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ مُعَاذًا قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اقْلُبْ سَائِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَأَذْغِبْهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَنَِّّي رَسُولُ اللَّهِ كَانُوا هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمَهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْسَ لَهُ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمَهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تَتَوَخَّاهُ مِنَ غَنِيَائِهِمْ قَلَّتْ فِي فَقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَيَّاكَ ذَكَرْنَا أَمْوَالَهُمْ وَ أَثَرِ دَعْوَةِ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ

۳۰۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ الشَّرِيفُ حَدَّثَنَا زَكْرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ وَ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو قَحْصِمٍ عَنْ زَكْرِيَّا بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِي عَنْ أَبِي مَعْبُدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا بِمِثْلِ حَدِيثِ وَكِيعٍ

۱۔ حافظ البراء الغلاء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۴۱ھ، ص ۱۵۱، البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۱۳۔ حَدَّثَنَا أُمِّيَّةُ بْنُ يَسْطَامٍ الْقَيْشِيُّ حَدَّثَنَا
يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ
عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمِّيَّةَ عَنْ يَعْقِبَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ صَبِيحٍ عَنْ أَبِي مُعْبِدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ
مُعَاذَ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ إِنَّكَ تَقْدِرُ عَلَى قَوْمٍ أَهْلٍ
كِتَابٍ فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْكَ عِبَادَةَ
اللَّهِ فَإِذَا عَرَفُوا اللَّهَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدَرَضَ
عَلَيْهِمْ خُمُسَ مَلَكَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَ
كَيْلَتَهُمْ فَإِذَا فَعَلُوا فَأْخِذْهُمُ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ
وَجَلِيلٌ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ ذِكْرَهُ لَتُؤْخَذَ مِنْ
أَمْوَالِهِمْ قَرْوَةٌ عَلَى قَرْوَةٍ لِيُؤْخَذَ مِنْ
بَقَا نَحْذَرُ مِنْهُمْ وَتَوَقَّ كَرَائِبَهُمْ أَمْوَالِهِمْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل
کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا تم اپنی کتاب کے پاس جاؤ گے
سب سے پہلے انھیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دینا،
جب وہ اس کو قبول کر لیں تو ان کو بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے
ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں جب وہ
اس حکم کی تعمیل کر لیں تو انھیں بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر
زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے اموال سے لے کر انھیں کے
لغز میں تقسیم کر دی جائے گی، جب وہ اس کو مان لیں
تو ان سے زکوٰۃ لینا لیکن ان کے بہترین مال سے تسخیر نہ
کرنا۔

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:
۱۔ خبر واحد کو قبول کرنا صحیح ہے اور اس کے مقتضی پر

باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل

- (۱) عمل کرنا واجب ہے۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذکر واجب نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو اپنی وفات سے بہت کم عرصہ پہلے یمن بھیجا تھا اور اس حدیث میں صرف دن اور رات میں پانچ نمازوں کی نصیحت کا ذکر ہے، علامہ نووی کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ ذکر فرض نہیں ہے واجب ہے اور اس کے وجوب پر دلیل ہم باب ۱۱ میں بیان کر چکے ہیں۔
- (۲) سنت یہ ہے کہ کفار سے جہاد کرنے سے پہلے انھیں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کی دعوت دی جائے۔
- (۳) جب تک کوئی شخص کفر شہادت نہ پڑھے اس پر اسلام کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔
- (۴) دن اور رات میں پانچ نمازوں کا پڑھنا فرض ہے۔
- (۵) ظلم بہت شدید حرام ہے اور امام پر لازم ہے کہ وہ اپنے حکام کو نصیحت کرے، ان کو اللہ سے ڈرائے اور شدت کے ساتھ ظلم کرنے سے روکے اور ظلم پر سختی کے عذاب کو بیان کرے۔
- (۶) زکوٰۃ وصول کرنے کے طے عالمین پر زکوٰۃ دینے والوں کے بہترین مال کو لینا حرام ہے، اسی طرح زکوٰۃ دینے والے پر خراب مال دینا حرام ہے بلکہ متوسط مال دینا اور لینا چاہیے۔
- (۷) کافر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اسی طرح غنی (مالک نصاب) کو زکوٰۃ دینا بھی جائز نہیں ہے۔

(۹)۔ علامہ خطابی مالکی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ ایک شہر کی زکوٰۃ کو دوسرے شہر والوں پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے اغنیاء سے مال لے کر ان کے فقراء میں تقسیم کر دیا جائے۔ لیکن یہ استدلال ضعیف ہے، کیونکہ ان کے فقراء کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے فقراء میں مال تقسیم کر دیا جائے، اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس شہر کے فقراء میں مال تقسیم کر دیا جائے، اور جب دونوں احتمال ہیں تو استدلال صحیح نہیں ہے۔

(۱۰)۔ بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ کفار نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی فرضیت اور قتل اور زنا کی حرمت ایسے احکام شرعیہ فرعیہ کے مخاطب نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے ان کو اللہ کی توحید اور میری رسالت کی گواہی دینے کی دعوت دینا سواگتہ وہ اس کو مان لیں تو ان کو بتلانا کہ اللہ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائیں تو ان پر پانچ نمازیں پڑھنا واجب نہیں ہے، یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ ان کو یہ بتلایا جائے کہ دنیا میں ان سے نماز پڑھنے اور دیگر احکام شرعیہ پر عمل کرنے کا مطالبہ ہے، اور دنیا میں یہ مطالبہ اسلام قبول کرنے کے بعد ہی ہوگا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ احکام شرعیہ کے مخاطب نہ ہوں تاکہ ان احکام پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے آخرت میں ان پر عذاب زیادہ کیا جائے، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دینے میں اہمیت کے اعتبار سے تدریج کو اختیار فرمایا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ آپ نے فرمایا پہلے ان کو نماز کی دعوت دو جب اس کو مان لیں تو ان کو یہ بتاؤ کہ ان پر زکوٰۃ بھی فرض ہے اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے کہ انسان صرف فرضیت نماز کا مخاطب ہے اور زکوٰۃ کا مخاطب نہیں ہے۔

آیا کفار احکام شرعیہ فرعیہ کے مخاطب ہیں یا نہیں؟ علامہ نووی نے کہا ہے کہ محققین اور اکثرین کا قول یہ ہے کہ کفار تمام احکام شرعیہ فرعیہ کے مخاطب ہیں، عام ازیں کہ وہ احکام مامورات ہوں یا منہیات، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ احکام فرعیہ کے مطلقاً مخاطب نہیں ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ مامورات کے مخاطب ہیں اور منہیات کے مخاطب نہیں ہیں۔ یہ

قرآن مجید میں ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (بقرہ ۲۱)

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا اس امید سے کہ تم کو تقویٰ ملے

تافضی بیضاوی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں اگرچہ کفار کو عبادت کرنے کا حکم دیا ہے لیکن حکم کفار کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ عبادت کرنے کا حکم، عبادت کی ابتدا کرنے اور عبادت میں زیادتی اور دوام کرنے میں مشترک ہے، پس کفار سے مطلوب یہ ہے

کہ وہ اللہ پر ایمان لاکر عبادت کو شروع کریں کیونکہ عبادت کی صحت ایمان لانے پر موقوف ہے اور جب کسی چیز کو واجب کیا جائے تو اس کا مقدمہ اور موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہے اور جس طرح کسی شخص کا بے وفاء ہونا اس پر نفاق کے وجوب کے معنی نہیں، اسی طرح کسی شخص کا کفر اس پر عبادت کے وجوب پر معنی نہیں ہے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ ایمان لاکر عبادت کو شروع کرے، اور اگر متبعین کے مطلوب یہ ہے کہ وہ عبادت کرنے پر ثابت قدم رہیں اور اس عبادت میں اور کیا دینی کریں۔ ۱۷

علامہ محمد بن ابی الدین قزوینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یا ایہا الناس میں تین فرقوں سے خطاب کر کے ان کو عبادت کرنے کا حکم دیا ہے۔ (۱) مومن مخلص (رب کا فرط ظاہر راجح) منافق مداحین، کا فر ظاہر کو جو عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اس سے مطلوب یہ ہے کہ پہلے تعین بالقلب اور انکسار باللسان کریں اور پھر عبادت کریں کیونکہ عبادت کی شرط ایمان ہے اور کسی کام کا حکم اس کام کی شرط کے حکم کو بھی مستلزم ہوتا ہے جیسے بے وفاء مسلمان کو نفاق کا حکم نفاق سے پہلے وفاء کے حکم کو مستلزم ہوتا ہے اور مسلمان کو عبادت کے حکم سے مطلوب یہ ہے کہ وہ عبادت پر برقرار رہے اور زیادہ عبادت کرے اور منافق کو عبادت کے حکم سے مطلوب یہ ہے کہ وہ دُرعی ایمان میں اخلاص سے کام لے۔ لفظ عبادت ان تینوں معانی میں مشترک ہے اگرچہ اکثر ائمہ جو کہ ائمہ حنفیہ کے نزدیک لفظ مشترک سے یک وقت متعدد معانی کا ارادہ کرنا جائز نہیں سمجھتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ائمہ حنفیہ کے نزدیک بھی اشتراک معنوی جائز ہے یعنی لفظ مشترک سے ایک عام معنی مراد لیا جائے اور تمام مختلف معانی اس کے افراد بن جائیں، سو یہاں مراد ہے عبادت کو عام الٰہی کی شرائط عبادت کے بعد اجتہاد عبادت کر دیا عبادت میں برقرار رہو، یا عبادت میں اخلاص لاؤ۔ ۱۸

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی سمجھتے ہیں:

یہ اس بحث کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل اصول فقہ میں بیان کی گئی ہے کہ آیا کفار احکام فرعیہ کے مخاطب ہیں یا نہیں، علامہ ابن ہمام نے "تحریر" میں لکھا ہے کہ محل نزاع یہ ہے کہ جن احکام کے لیے ایمان شرط ہے کیا بغیر ایمان کے ان احکام کا مکلف کرنا صحیح ہے یا نہیں، مشائخ سمرقند نے یہ کہا ہے کہ جن احکام کے لیے ایمان شرط ہے بغیر ایمان کے ان کا مکلف کرنا صحیح نہیں ہے، ایمان تمام عبادات میں اعظم اور تمام طاعات میں اصل ہے، لہذا اس سے کم درجہ کی طاعات میں ایمان کو شرط اور بابتہ قرار دے کر اس کا مکلف نہیں کیا جائے گا اور مشائخ سمرقند کے علاوہ باقی تمام مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ احکام فرعیہ کا مکلف کرنا صحیح ہے اور ان کا اختلاف اس میں ہے کہ حق اعتقاد اور حق امارتوں اعتبار سے ایمان کا مکلف کرنا صحیح ہے یا احکام فرعیہ کا صرف اعتقاد کے اعتبار سے مکلف کیا جائے گا۔ فقہاء احناف میں سے اہل عراق کا اور فقہاء شافعیہ کا یہ نظر یہ ہے کہ کفار کو احکام فرعیہ کے اعتقاد اور ان کے ادا کرنے دونوں کا مکلف کیا جائے گا، ان کے نزدیک کفار کو احکام فرعیہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے بھی گناہ ہو گا اور فقہاء بخارا کا نظریہ یہ ہے کہ انھیں صرف احکام فرعیہ پر اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ سے گناہ ہو گا، امام

۱۷۔ تاجی ابو الحسین عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ۸۵۷ھ، الزرارہ الترمذی علی بابہ فی الحنفی ج ۲ ص ۸۰، مطبوعہ دار صادر بیروت۔

۱۸۔ علامہ محمد بن ابی الدین محمد بن مصطفیٰ قزوینی متوفی ۹۵۱ھ، حاشیہ شیخ زاد علی البیضاوی ص ۱۰۹-۱۰۸، مطبوعہ مکتبۃ الریفیہ دہلی۔

ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے ان میں سے کسی چیز کی تصریح نہیں کی ہے، البتہ امام محمد کے قول میں فقہاء شافعیہ کے مختار پر دلالت ہے اور سداً جمیع کی اس آیت سے بھی یہ ظاہر اسی کی تاویب ہے :-

وَدِيلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ ۝ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ
وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَاذِبُونَ (حُم السَّجْدَةِ: ۷۶-۷۷) دیتے اور وہ بھی آخرت کے منکر ہیں۔

البتہ اس پر اتفاق ہے کہ کفار عذاب اور معاملات کے مخاطب ہیں۔

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

کفار بھی عبادت کرنے کے حکم میں داخل ہیں اور ان کو جس طرح احکام فرعیہ پر اعتقاد رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح ان کو ادا کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے، اور کسی چیز کا حکم اس کے مقدمہ اور موقوف علیہ کا بھی حکم ہوتا ہے، اور یہ کہنا باطل ہے کہ ایمان عبادات کی اصل ہے، اگر احکام فرعیہ کے سبب سے ایمان واجب ہوا تو جو اصل تھا وہ بالنتیجہ موحاشے گا، کیونکہ یہ تب ہوتا جب ایمان اصالۃً اور استقلالاً واجب نہ ہوتا، اور تعجب ہے کہ مشائخ سمرقند پر یہ نکتہ کیسے مخفی رہا، فقہاء عراق اور فقہاء دمشق فقیر کے مذہب پر یہ آیات دلیل ہیں:

وَدِيلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ ۝ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ

(حُم السَّجْدَةِ: ۷۶-۷۷)

دیتے۔

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ ۝ قَالُوا لَوْلَا ذَٰلِكَ مِنَ الْمَصْلُومِينَ ۝ وَلَوْلَا ذَٰلِكَ لَفُتِحَتْ أَسْوَاقُ الْمَصْلُومِينَ ۝
(مَدَّثَر: ۴۳-۴۴) (جنتی مجرموں سے پوچھیں گے) تمہیں کون سی چیز دوزخ میں لے گئی، وہ کہیں گے ہم غلام پرستہ کرنے والوں میں سے نہ تھے اور ہم مسکین کو کھانا نہ کھلاتے تھے۔

فقہاء بخارا کا مذہب یہ ہے کہ کفار احکام فرعیہ پر صرف اعتقاد رکھنے کے مکلف ہیں، اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ میں کسی جانب تصریح نہیں کی، لیکن امام محمد کے کلام میں اس پر دلالت ہے، امام اعظم نے اس لیے تصریح نہیں کی کہ دنیا میں اس اختلاف کا کوئی اثر نہیں، کیونکہ جب وہ کافر ہیں تو ان کا احکام فرعیہ پر عمل کرنا محال ہے اور ایمان لانے کے بعد ان سے ان احکام کی تضاد کا مطالبہ نہیں ہو گا، اس اختلاف کا اثر صرف آخرت میں ہو گا، جن کے نزدیک وہ احکام فرعیہ کے مخاطب ہیں ان کے نزدیک آخرت میں کفار کو ان احکام پر اعتقاد نہ رکھنے اور عمل نہ کرنے دونوں وجہوں سے عذاب ہو گا، اور جن کے نزدیک وہ احکام فرعیہ کے مخاطب نہیں ہیں، صرف ان پر اعتقاد رکھنے کے مخاطب ہیں ان کے نزدیک کفار کو آخرت میں احکام فرعیہ پر صرف اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ سے عذاب ہو گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ وَجَاهِلُوكُمُ حَتَّى يَخْرُجُوا مِنْكُمْ أَوْ يُهْلِكُوا ۚ وَلَوْلَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ لَنَفَكْتُمُوهُمْ يَوْمَ الْقِيَامِ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

۱۔ علامہ احمد شہاب الدین حنفی حنفی، متوفی ۱۰۲۹ھ، منهاج القاضی ج ۲ ص ۷، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۳ھ

۲۔ علامہ سید محمد آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱ ص ۸۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۳۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَقِيلِ بْنِ الرَّهَوِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُقَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ بَعْدَهُ كَفَرَ مَنْ كَفَرَ بِأَعْرَابٍ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا بِي بِكَوْكِيفٍ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَدْ عَصِمَ مِنْ مَالِهِ وَنَفْسِهِ الْكَافِيَةَ فِي حَسَابِهِ عَلَى اللَّهِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَاللَّهِ لَا فَيَأْتِلَنْ مَنْ قَرَأَ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَالزُّكُوتَ فَإِنَّ الزُّكُوتَ حَقُّ الْمَالِ وَاللَّهُ لَوْ مَتَّعَنِي عِقَالًا كَانُوا يُؤْذُونَنِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَا تَلْتَمِهُمُ عَلَى مَنْعِهِمْ كَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَوْلَ اللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُ اللَّهُ فَكُشْرُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال ہو گیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے اور عرب کے بعض قبائل مزید ہو گئے اور حضرت ابو بکر نے مائیں زکوٰۃ کے خلاف جنگ کا ارادہ کیا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر سے عرض کیا آپ ان لوگوں سے کس طرح جنگ کر سکتے ہیں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے مجھے اسی وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہہ لیں اور لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد میری طرف سے ان کی جان و مال محفوظ ہے البتہ جس شخص نے احکام اسلامیہ کی خلاف ورزی کی اس سے مواخذہ ہوگا۔ اور اس کے باطن کا حال اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے حضرت ابو بکر نے اس کے جواب میں فرمایا بہ خدا میں اس شخص سے ضرور جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں ذرا سرے گا، کیونکہ مال زکوٰۃ میں اللہ کا حق ہے۔ بہ خدا اگر یہ لوگ رسی کے اس ٹکڑے کو دیئے سے بھی انکار کریں جس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیا کرتے تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ بہ خدا میں نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں حضرت ابو بکر کا سینہ کھول دیا ہے، اور مجھے بھی یقین ہو گیا کہ صحیح بات یہی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ پڑھ لیں، اور لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد میری طرف سے ان کی جان اور مال محفوظ ہے اور اس کے باطن کا حال اللہ کے سپرد ہے، البتہ اگر کسی شخص نے اسلامی احکام کی خلاف ورزی کی تو اس سے مواخذہ ہوگا۔

۳۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ وَحَرَمَلَةُ ابْنُ يَحْيَى وَأَحْمَدُ بْنُ عِلَاسٍ قَالَ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ أَبِي شَهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَنْ قَالَ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِعِزَّةِ
رَحْمَتِهِ عَلَى اللَّهِ -

۳۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْقُشَيْرِيُّ أَخْبَرَنَا
عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّارُودِيَّ عَنِ الْعَلَاءِ وَحَدَّثَنَا
حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ سُلَاطِمٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ
بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا دُرُومٌ عَنِ الْعَلَاءِ وَبْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
ابْنُ يَعْقُوبَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ
النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيُؤْمِنُوا
بِي وَبِهَيْبَتِي فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي
وَمَالَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحَسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ -

۳۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو ثَعْلَبَةَ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُلَيْمَانَ
عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ
أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ -

۳۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو ثَعْلَبَةَ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
وَكَيْعٌ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا
عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ قَالَ أَجْمَعًا حَدَّثَنَا
سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ
النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَإِذَا فَعَلُوا
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمُوا مِنِّي وَمَالَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ
إِلَّا بِحَقِّهَا وَحَسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ ثُمَّ قَرَأَ اسْمًا
أَنْتَ مُدْرِكٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصِطِرٍ -

۳۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو ثَعْلَبَةَ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ قَالَ أَجْمَعًا حَدَّثَنَا
سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ
النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَإِذَا فَعَلُوا
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمُوا مِنِّي وَمَالَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ
إِلَّا بِحَقِّهَا وَحَسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ ثُمَّ قَرَأَ اسْمًا
أَنْتَ مُدْرِكٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصِطِرٍ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس وقت تک لوگوں
سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الہ
الا اللہ کہہ لیں اور میری رسالت کا اقرار نہ کریں اس کے بعد میری
طرف سے ان کی جان اور مال محفوظ ہے اور ان کے
باطن کا حال اللہ کے سپرد ہے، البتہ اسلامی احکام کی خلاف
ورزی پر ان سے مواخذہ ہوگا۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے حضرت ابو ہریرہ
کی یہ روایت بیان کی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس وقت تک
لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک
وہ لا الہ الا اللہ نہ کہہ لیں اور لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد میری طرف سے
ان کی جان اور مال محفوظ ہے، البتہ اسلامی احکام
کی خلاف ورزی پر ان سے مواخذہ ہوگا اور ان کے
باطن کا حال اللہ کے سپرد ہے پھر آپ نے ایک
آیت تلاوت فرمائی (جس کا ترجمہ یہ ہے) آپ حضرات کو
کو نصیحت کرنے والے ہیں ان پر جبر کرنے والے
نہیں ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس
وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے

جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی نہ دیں اور نہ زکوٰۃ کو ادا نہ کریں اس کے بعد میری طرف سے ان کی جائیداد اور اموال محفوظ ہیں البتہ اسلامی احکام کی خلاف ورزی پر ان سے مواخذہ ہوگا اور ان کے باطن کا حال اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

ابو مالک کے والد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کلمہ پڑھا اور تمام باطل خداؤں کا انکار کیا اس کی جان اور مال محترم اور محفوظ ہے اور اس کے باطن کا حال اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

ابن عمر عن ابيہ عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکما اقاتل الناس حتی يشهدوا ان لا اله الا الله و ان محمداً رسول الله و یقیموا الصلوة و یؤتوا الزکوۃ فاما فعلوا عصفوا منی و ما کفو و اعموا لہم الا بحقیقہا و حسا بھم علی اللہ۔
۳۸۔ وحدثنا سفيان بن سعيد بن مسروق عن ابي عمر قال حدثنا امرؤان یحییان ان عذیر بن اری قال قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من قال لا اله الا الله و کفر ما یعبد من دین الله حرره ماله و دمه و حسابه علی اللہ۔

۳۹۔ وحدثنا ابو بکر بن اری شیبہ حدثنا ابو خالد الاحمد و حدثنا قتيبة بن سعيد بن حبيب حدثنا يزيد بن هارون قال حدثنا عن ابي مالك عن ابيہ انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من و حد الله ثم ذکر بمثلہ۔

حدیث نمبر ۳۲ میں ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور حضرت ابوبکر

حضرت ابوبکر کے عہد میں مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کا بیان

رضی اللہ عنہ خلیفہ ہو گئے اور عرب کے بعض قبائل کافر ہو گئے۔

علامہ یحییٰ بن شریف فہمی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ خطاب نے کہا ہے کہ مرتدین عرب کی دو قسمیں تھیں، ایک وہ لوگ تھے جو دین اسلام سے بالکل مبرا ہو کر اپنے پہلے کفر کی طرف لوٹ گئے تھے، اسی کے متعلق حضرت ابوبکرؓ نے یہ کہا ہے کہ عرب کے بعض قبائل کافر ہو گئے تھے، ان لوگوں میں دو گروہ تھے، ایک جو حنفیہ میں سے مسلمان کذاب کے پیروکار تھے جنہوں نے اس کے دعوای نبوت کی تصدیق کی، اسی طرح مین کے لوگ اسودوسی کے ساتھی اور اس کے پیروکار تھے، یہ لوگ ہمارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے مطلقاً منکر تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سب سے قتال کیا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یامہ میں ہلاک کر دیا اور عتسی کو صنعا میں ہلاک کر دیا، ان کی جمعیت ٹوٹ گئی اور اکثر لوگ مارے گئے، دوسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جنہوں نے شریعت کا مطلقاً انکار کیا، نفاق، زکوٰۃ

اور دیگر احکام شرعیہ کو ترک کر دیا اور زمانہ باہلیت کے پچھلے طریقہ کی طرف لوٹ گئے، اس وقت روئے زمین پر صرف تین مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا جا رہا تھا مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد عبد النقیس جو بحرین میں قریہ جوشا میں تھی۔ مرتدین عرب کی دوسری قسم وہ تھی جنہوں نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا تھا، انہوں نے مالک کی فریضت کا اقرار کیا اور زکوٰۃ کی فریضت اور امام کو زکوٰۃ ادا کرنے کے وجہ کا انکار کیا، یہ لوگ درحقیقت باغی تھے، اس زمانہ میں ان لوگوں کو باغی نہیں کہا گیا تھا اور ان کو مرتدین کی سلک میں منسلک کر دیا گیا تھا کیونکہ باغیوں کی اصطلاح حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دور میں شروع ہوئی تھی، ان میں سے بعض لوگ زکوٰۃ دینا چاہتے تھے، مگر ان کے سرور نے انہیں روک دیا یہ بنو یزید کے لوگ تھے، انہوں نے اپنے صدقات جمع کر کے حضرت ابوبکر کو دینا چاہا، لیکن مالک بن نویر نے ان کو منع کر دیا اور ان کے صدقات کو انہی میں تقسیم کر دیا، انہی لوگوں کے معاملہ میں حضرت عمر کو شبہ لاحق ہوا تھا اور حضرت عمر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما میں اختلاف ہوا اور بحث ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے استدلال کیا: مجھے اس وقت تک لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہہ لیں اور جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا اس نے اپنی جان اور مال کو محفوظ کر لیا، حضرت عمر نے اس حدیث کی ظاہری عبارت سے استدلال کیا تھا اور اس کے معانی اور شرائط پر غور نہیں کیا تھا حضرت ابوبکر نے فرمایا زکوٰۃ مال کا حق ہے اور کلمہ پڑھنے والے کی جان اور مال اس وقت محفوظ رہے گی جب وہ ان کے تقاضوں کو پورا کرے گا اور تمام احکام شرعیہ کو تسلیم کرے گا، کیا جس شخص نے نماز کا انکار کیا اس سے قتال واجب نہیں؟ اسی طرح زکوٰۃ کا انکار کرنے والے سے بھی قتال واجب ہے، حضرت عمر نے حدیث کی ظاہر عبارت سے استدلال کیا تھا اور حضرت ابوبکر نے قیاس سے استدلال کیا تھا، انہوں نے زکوٰۃ کو نماز پر قیاس کیا تھا۔

مناہین زکوٰۃ میں سے بعض مرتدین تھے جنہوں نے زکوٰۃ کی فریضت کا انکار کر دیا تھا | **مناہین زکوٰۃ کا مشبہ** اور بعض اصل دین پر قائم تھے، زکوٰۃ کی فریضت ملتے تھے، لیکن امام کو زکوٰۃ دینے سے انکار کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ زکوٰۃ وصول کرنا صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی ان کا استدلال اس آیت کریمہ سے تھا:

ان کے مالوں سے زکوٰۃ لیجیے جس کے ورثہ
خذ من اموالہم صدقۃ تطہرہم ویزکیم
بہا وصل علیہم ط ان صلواتک سکت لہم۔
آپ انہیں پاک اور بابرکت کر دیں اور ان کے لیے دعا
کیجیے، بے شک آپ کی دعا ان کے لیے باعث تسکین
(توبہ: ۱۰۳)

یہ لوگ دراصل باغی تھے، **مناہین زکوٰۃ کو مرتدین میں شمار کرنے کی توجیہ اور ان کے مشبہ کا جواب** لیکن ان کو بھی اس قدر میں مزید کہا گیا، اس کی وجہ یا توبہ تھی کہ دین کے بعض احکام پر عمل نہ کرنے اور اس پر اصرار کرنے میں یہ مرتدین کے ساتھ تھے یا ان پر مزید کا اطلاق لازمی سمجھی کے اعتبار سے کیا گیا، کیونکہ یہ امانیگی زکوٰۃ کے طریقہ سابقہ سے چھوٹے تھے، اور اس اعتبار سے یہ بھی مرتد تھے، باقی رہا ان کا یہ کہنا کہ زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم بھی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا،

یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید کے خطابات کئی قسم کے ہیں اور، خطاب عام (ہم) وہ خطاب جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہو اور دوسرا اس میں شریک نہ ہو، (یعنی وہ آیت جس میں خطاب آپ کو ہے اور امت بھی اس میں آپ کے ساتھ شریک ہے، وہ آیت جس میں خطاب آپ کو ہے اور مراد آپ کا غیر ہے، ان کی مثالیں حسب ذیل ہیں)

قرآن مجید کے خطاب کرنے کی اقسام | خطاب عام کی مثال یہ ہے:

یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام (بقرہ: ۱۸۳)

اسے ایمان والو! تم پر دوسرے فرض کیے گئے ہیں۔

یا ایہا الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوا۔ (بقرہ: ۲۸۲)

اسے ایمان والو! جب تم ایک مدت مقررہ تک قرض کا معاملہ کرو تو اس کو لکھ لو۔

اور جو خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہو اور اس خطاب میں آپ کی امت شریک نہ ہو، اس کی یہ مثال ہے:

ومن اللیل فتہجد بہ نافلة لك۔ (بنو اسرائیل: ۷۹)

رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نوافل پڑھیں جو خاص آپ کے لیے زیادہ ہے۔

وامراة مؤمنة ان وہیت نفسها للنبی ان اراد النبی ان یستکھها خالصة لك من دون المؤمنین۔ (احزاب: ۵۰)

اور مسلمان عورت اگر بڑا ہر اپنے آپ کو نبی کے لیے دہیہ کر دے سو اگر بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں (تو یہ جائز ہے) یہ حکم آپ کے ساتھ مخصوص ہے بغیر دوسرے مسلمانوں کے۔

جو خطاب آپ کے ساتھ مخصوص ہو اس میں اس قسم کی خصوصیت کی علامات ضروری ہیں جیسی مذکورہ الصدیات میں ہیں اور جس آیت میں خطاب آپ کو ہو اور آپ کی امت بھی اس حکم میں شریک ہو اس کی مثال یہ ہے:

اقم الصلوة لعلک الشمس الی عسق اللیل۔ (بنو اسرائیل: ۷۸)

آپ نماز قائم کریں سورج ڈھلنے کے وقت (ظہر) رات کی تاریکی تک (مغرب اور عشاء)

فاذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشیطن الرجیم۔ (نحل: ۹۸)

جب آپ قرآن مجید پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کریں۔

ہر چند کہ ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے، لیکن اس کا حکم آپ، اور آپ کی امت دونوں کو شامل ہے، اسی طرح خذ من اموالہم صدقات میں بھی خطاب اگرچہ آپ کو ہے لیکن اس کے حکم میں آپ اور آپ کی امت دونوں شامل ہیں، کیونکہ اس آیت میں آپ کے ساتھ اس حکم کی خصوصیت کی کوئی علامت نہیں ہے، اور جب یہ حکم دونوں کو شامل ہے تو آپ کو خطاب کرنے کی کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ آپ احکام شریعہ کے داعی ہیں اور آیات قرآن کے معانی اور مراد بیان کرنے والے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے بعض مواقع پر صریح آپ کو خطاب کیا اور بعض مواقع پر پہلے آپ کو خطاب کیا اور پھر آپ کی امت کو خطاب کیا، تاکہ اس حکم پر عمل کرنے میں امت آپ کے عمل سے راہنمائی حاصل کرے، اس نکتے پر مسنون مجید کی یہ آیت ہے:

یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن
اسے بھی اجب تم لوگ اپنی عورتوں کو طلاق دو تو
ان کی مدت کے وقت (سے پہلے طہر میں) انہیں طلاق
لعدتھن۔

(طلاق: ۱)

اور کبھی آیت میں خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوتا ہے اور اس سے مراد آپ کا غیر ہوتا ہے، اس کی مثال
یہ ہے:

فان كنت في شك مما انزلنا اليك
فاسئل الذين يقرءون الكتاب من قبلك۔
تو رہا (فرض) اگر آپ کو اس کلام میں شک ہو جو ہم
نے آپ پر نازل کیا ہے، تو آپ ان لوگوں سے پوچھ لیں،
جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں۔
(یونس: ۹۴)

یہ ممکن نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کے اللہ کے کلام ہونے میں شک ہو، اس لیے لامحالہ
اس خطاب میں آپ سے مراد آپ کا غیر ہے۔

لین اشركت لیحبطن عملك ولتكون
من الخاسرين۔ (زمر: ۶۵)
اگر رہا (فرض) آپ نے شرک کیا تو آپ کے سب
عمل منسوخ ہو جائیں گے اور ضرور آپ نقصان اٹھانے
والوں میں سے ہوں گے۔

ولین اتبعوا هواهم من بعد ما
جاءك من العلم انک اذا لمن الظالمین۔
اور اگر رہا (فرض) علم آنے کے بعد آپ نے
ان (کافروں) کی پیروی کی تو بے شک اس وقت ضرور
آپ ظلم کرنے والوں میں سے ہوں گے۔
(بقرہ: ۱۴۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرک کرنا اور کافروں کی اتباع کرنا دونوں امر محال ہیں اس لیے لامحالہ ان
آیات میں اگرچہ خطاب آپ کو ہے لیکن مراد آپ کے غیر ہیں۔

اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ کسی آیت میں آپ کو خطاب ہونے (مثلاً خذ من اموالہم صدقات)
سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حکم آپ کے ساتھ مخصوص ہو، بلکہ یہ بھی لازم نہیں ہے کہ اس خطاب سے آپ ہی کی ذات
مقدسہ مراد ہو کیونکہ بعض اوقات اس خطاب سے آپ کا غیر مراد ہوتا ہے، اور بعض اوقات اس خطاب میں امت
بھی شریک ہوتی ہے وہ حکم آپ کے ساتھ اس وقت مخصوص ہوتا ہے جب کہ اس کی خصوصیت پر قرآن اور
علامات ہوں جیسے ہم اس کی مثال بیان کر چکے ہیں، اس لیے مسلمانوں کے اموال سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم
قیامت تک کے تمام ائمہ مسلمین کو ہے اور ائمہ اور عاملین زکوٰۃ کے لیے مستحب ہے کہ وہ صدقہ دینے والے
کے لیے حصول برکت کی دعا کریں اور اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھیں کہ وہ ان کی دعا قبول فرمادے گا۔

ضروریات دین کا انکار کھڑا ہے | اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جن لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا ان کو تم نے باغی قرار دیا ہے تو

اگر آپ کوئی گروہ زکوٰۃ کی فرضیت اور امام کو ادائیگی کا انکار کر دے تو آیا اس کو باغی قرار دیا جائے گا یا ترمذی؟ اس
کا جواب یہ ہے کہ جس شخص نے اب زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کیا وہ اجماع مسلمین سے کافر ہے، اس زمانہ کے

لوگوں میں اذہاب کے لوگوں میں فرق ہے، وہ لوگ نزولِ شریعت کے زمانہ کے قریب تھے جب احکام منسوخ ہوتے رہتے تھے، نیز وہ لوگ منہ سے اسلام میں داخل ہوئے تھے، ان کو احکام اسلام کا پورا پورا علم نہیں تھا اس لیے وہ لوگ ان شبہات کی وجہ سے معذور تھے، لیکن اب دین اسلام کی مکمل اشاعت ہو چکی ہے، اور ہر خاص و عام کو زکوٰۃ کی فرضیت قطعیہ کا علم ہو چکا ہے، اس میں عالم اور جاہل کا کوئی فرق نہیں ہے، اس لیے اب جس شخص نے زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کیا اس نے اپنے کسی عذر کی گنجائش نہیں ہے اور اس کو لامحالہ کا فرقہ قرار دیا جائے گا، اسی طرح پانچ نمازیں، رمضان کے روزے، حج، غسل، جہالت کی فرضیت، زنا، شراب، قتل اور محارم سے نکاح کی حرمت وغیرہ، یہ امور ضروریاتِ دین میں سے ہیں اور ان کے دین ہونے پر تمام امت کا اجماع ہے اور ان کا علم شائع ہو چکا ہے، لہذا جس شخص نے ان میں سے کسی کا بھی انکار کیا وہ کافر ہو جائے گا۔

حدیث مذکور کی تفصیل میں دیگر احادیث | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو جس طرح نقل کیا ہے اس میں کافی عبارات اور حدیث کے الفاظ محدث ہیں اور ان الفاظ کے ذکر ہونے کی وجہ سے حضرت عمر کو یہ شبہ لاحق ہوا، ورنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں تمام الفاظ حدیث موجود ہیں جس کی وجہ سے کوئی شبہ نہیں ہوتا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دے دیں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں، اور جب وہ یہ کہیں گے، تو وہ اپنی جالوں اور مالوں کو مجھ سے محفوظ کر لیں گے، البتہ جو اسلام کا حق ہو گا وہ دیا جائے گا اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور وہ حملے قبلہ کی طرف نہ کریں اور ہمارا نہ بیچہ کھائیں اور ہماری نماز پڑھیں، جب وہ ایسا کہیں گے تو ان کا خون امدان کا مال ہم پر حرام ہے، مال جان اور مال کا حق ان سے وصول کیا جائے گا اور ان کے لیے وہی حقوق اور فرائض ہوں گے جو مسلمان کے حقوق اور فرائض ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی پوری روایت مستحضر نہیں تھی اور نہ حضرت عمر کے اس اشکال کا جواب اسی حدیث میں صراحتاً موجود ہے، اور حضرت ابوبکر کو بھی تیاس سے استدلال کرنے کی ضرورت نہ پڑتی کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے جو زکوٰۃ نہیں دے گا اس سے جنگ کی جائے گی۔

باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ دیگر مسائل | اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

- (۱)۔ اس حدیث میں جن سے قتال کا حکم ہے وہ کفار اور مشرکین ہیں۔
- (۲)۔ "جان اور مال کا حق وصول کیا جائے گا" اس سے مراد یہ ہے کہ اگر اس نے اسلام لانے کے بعد کسی کا ظلم ہوا تھا، کاشا تو اس کے بدلہ میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، اگر کسی کو قتل کیا تو بدلہ میں قتل کر دیا جائے گا اور مال کے بدلہ میں مال وصول کیا جائے گا۔

(۳)۔ ”ان کا حساب اللہ پر ہے“ اس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے اگر کسی کا حق لاریا اور اس کا پنا نہیں چلا تو اس کا حساب اللہ پر ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص نے اسلام کو ظاہر کیا اور دل میں کفر رکھا تو اس کا اسلام قبول کیا جائے گا اور اس کا حساب اللہ پر ہے، اکثر علماء کا بھی قول ہے اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ زندقہ کی توبہ قبول نہیں ہوتی، امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے، صحیح یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول ہوگی۔

(۴)۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا ”اگر کسی شخص نے وہ عقائد نہیں دیے جس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دیتا تھا تو میں اس سے قتال کروں گا“ اس حدیث میں مقال کا کیا معنی ہے؟ بعض علما نے کہا مقال سے مراد سالانہ زکوٰۃ ہے، بعض علماء نے کہا اوفٹ کے لگنے کی رسی مراد ہے یعنی اگر زکوٰۃ میں ایک اونٹ دینا ہے تو اس کے لگنے کی رسی بھی دینی ہوگی، بعض علماء نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص رسیوں کی تجارت کرتا ہو تو زکوٰۃ کے حساب سے جو رسی نکلے وہ دینی ہوگی، بعض علماء نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ اگر ایک رسی کے ٹکڑے کے برابر بھی زکوٰۃ نکلتی ہو تو دینا ہوگی۔

(۵)۔ حضرت عمر نے عکث کے بعد حضرت ابو بکر کے قول کی طرف رجوع کر لیا یہ ان کی اہمیت کی علامت ہے۔

(۶)۔ اس حدیث میں ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اس سے قتال نہیں کیا جائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص دین اسلام پر ایمان لے آئے اور کلمہ پڑھ لے تو یہ اس کے مسلمان ہونے کے لیے کافی ہے اور اس پر مشککین کے دلائل کو جاننا ضروری نہیں ہے۔

(۷)۔ اس حدیث میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شجاعت پر دلیل ہے کیونکہ وہ کفار اور مرتدین کے خلاف جنگ کرنے میں ثابت قدم رہے، انھوں نے مدینہ منورہ سے باہر دشمنان اسلام سے بھی جنگ کی اور مدینہ منورہ کے اندر جو داخلی فتنے اٹھے ان کا بھی جرات سے مقابلہ کیا، اس حدیث میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علم پر بھی دلیل ہے انھوں نے وقت نظر اور صحیح فکر و فراست سے وہ مسائل مستنبط کیے جن میں کما کو ان پر بہت سی باتیں ہیں اسی وجہ سے اہل حق کا اجماع ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب سے افضل ہیں۔

(۸)۔ اس حدیث میں اہل علم کے مباحث اور حق کی طرف رجوع کرنے کا بیان ہے۔

(۹)۔ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ احکام اسلام جاری کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ زبان سے کلمہ پڑھا جائے۔

(۱۰)۔ اس حدیث میں جہاد کے درجہ کا بیان ہے۔

(۱۱)۔ جو شخص کلمہ پڑھے اس کی جان اور مال محفوظ ہے۔

(۱۲)۔ احکام شرعیہ انسان کے ظاہر حال کے مطابق جاری ہوتے ہیں اور دل کے حال کا اللہ مالک ہے۔

(۱۳)۔ اس حدیث میں تیاکس سے استدلال کرنے اور اس پر عمل کرنے کا بیان ہے۔

(۱۴)۔ نماز، زکوٰۃ اور دیگر احکام شرعیہ میں سے اگر کوئی شخص کسی حکم پر معذور یا سائل کرنے سے بھی انکار کرے تو اس سے جہاد کرنا واجب ہے، کیونکہ حضرت ابو بکر نے فرمایا اگر یہ زکوٰۃ میں سے ایک بکری کا بچہ یا رسی کا ٹکڑا بھی نہ

وہیں تو یہ ان سے جہاد کروں گا۔

(۱۵) اس حدیث میں معلوم سے استدلال کرنے کا بیان ہے، کیونکہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا زکوٰۃ مال کا حق ہے۔
(۱۶) باغیوں سے قتال کرنا واجب ہے۔

(۱۷) پیش آئے مسائل میں علامہ کو غور و فکر کرنا اور بحث مباحثہ کرنا چاہیے اور حق واضح ہونے کے بعد اپنے ساتھی کی بات مان لینا چاہیے۔

(۱۸) مسائل فرعیہ میں جب مجتہدین کا اختلاف ہو تو ایک دوسرے کو غلط نہیں کہنا چاہیے، کیونکہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے یہ نہیں کہا تم غلط کہتے ہو۔

(۱۹) اگر مجتہدین میں سے ایک کا بھی اختلاف ہو تو اجماع منعقد نہیں ہوگا۔

(۲۰) اس حدیث میں لا الہ الا اللہ پڑھنے پر ترک قتال کا بیان ہے، اس سے مراد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا کہہ ہے اور یہاں جز کا اطلاق کل پر کیا گیا ہے، یا اس لیے کہ لا الہ الا اللہ پورے کلمہ طیبہ کا حکم دنام ہے، جیسے کہتے ہیں الحمد للہ پڑھو، یعنی سورہ فاتحہ پڑھو، یہ واضح رہے کہ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کی مفصل روایات میں پورے کلمہ طیبہ کا ذکر ہے، یہ اختصار صرف حضرت ابو ہریرہؓ نے کیا ہے۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى صَحَّةِ إِسْلَامٍ مَنْ حَصَرَهُ
الْمَوْتُ مَا لَمْ يَشْرَعْ فِي الذَّرْعِ وَهُوَ الْغَرَعَةُ
وَلَمْ يَجَازِ إِلَّا سِتْفَارٍ لِلْمُشْرِكِينَ وَالْأَدْلِيلُ
عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى الشِّرْكِ فَهُوَ مِنْ
أَصْحَابِ الْجَحِيمِ وَلَا يُنْقَذُ عَنْ ذَلِكَ شَيْءٌ
مِنَ الْوَسَائِلِ .

موت کے وقت غرغره موت سے پہلے
ایمان لانے کی صحت، مشرکین کے لیے
استغفار کا منسوخ ہونا اور اس پر دلیل کہ شرک
پر مرنے والا جہنمی ہے

۴۰۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التَّيْمَنِيُّ
أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ
بْنُ أَبِي نَبْهَانَ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ
عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ
جَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ
عِنْدَهُ أَبَا جَهْلٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ ابْنِ
الْعَفْرَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سعید بن مسیب کے والد رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آپؐ پہنچا تو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف
لے گئے، اس وقت ابوطالب کے پاس ابو جہل اور
عبد اللہ بن ابی اُمیہ بھی موجود تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا: اے چچا ایک بار لا الہ الا اللہ کہو تو میں
تمہارے حق میں اسلام کی گواہی دوں گا۔ ابو جہل اور

۱۔ علامہ کنجی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۳۰-۳۸، ملخصاً و مرفحاً، مطبوعہ دار محمد اصح المطابع کراچی ۱۴۲۵ھ

يَا عَزَّوَجَلَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا
عِنْدَ اللَّهِ فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي
أُمَيَّةٍ يَا أَبَا طَالِبٍ أَنْتَ رَغِبَ عَنْ قَوْلِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ
فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيُعِيدُ لَهُ تِلْكَ الْمَقَالَةَ حَتَّى قَالَ
أَبُو طَالِبٍ أَخَذَ مَا كَلَّمَهُهُ هُوَ عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ
الْمُطَّلِبِ وَأَبَى أَنْ يَقُولَ إِلَّا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ اللَّهُ
لَا تُسْتَغْفَرُ لَكَ مَا لَدَا أَنَّهُ عَنْكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ
عَزَّوَجَلَّ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ
يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى
مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهَا أَعْتَابُ الْبَحِيحِيَّةِ
وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ فِي أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ
أَخْبَتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ
بِالْمُهْتَدِينَ -

۴۱- وَحَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ
عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرُ
بْنُ حَفْصَةَ عَنْ حَسَنِ الْعُلَوَائِيِّ عَنْ عَبْدِ بْنِ حُمَيْدٍ قَالَ
حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حَفْصَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ
قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ كَلَّمَ هُمَا عَنِ الرَّهْزِيِّ
بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ عَنِ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ صَالِحٍ
إِنْ تَهَيَّأَ عِنْدَ قَوْلِهِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ وَلَهُ
يَذْكُرُ الْآيَتَيْنِ وَقَالَ فِي حَدِيثِهِمْ وَيَعْقُوبُ
بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ وَفِي حَدِيثٍ مَعْنَى مَكَانَ هَذِهِ
الْمَقَالَةِ إِهْدِ قَلْمَ يَدِ الْإِيمَانِ -

۴۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍاءَ وَابْنُ أَبِي عَمْرٍاءَ
قَالَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ عَنْ يَزِيدَ وَهُوَ ابْنُ
كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

عبد اللہ بن ابی اسحق کہنے لگے اے ابو طالب کیا تم اپنے باپ
عبد المطلب کی ملت کو چھوڑ رہے ہو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم مسلسل ابو طالب کو کلمہ پڑھنے کی تلقین کرتے
رہے، پھر حال ابو طالب نے جو آخری الفاظ کہے وہ یہ تھے
میں اپنے باپ عبد المطلب کی ملت پر ہوں اور لا الہ الا اللہ
کہنے سے انکار کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
برجائیں اس وقت تک تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرتا
رہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ اس سے لوگ نہ دے،
اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) نبی
اور مسلمانوں کے لیے مشرکین کی مغفرت کی دعا کرنا ہمارا نہیں
معاذ وہ ان کے رشتہ دار کیوں نہ ہوں جب کہ ان کا نبی
ہونا معلوم ہو چکا ہو۔ اور ابو طالب کے بارے میں یہ
آیت بھی نازل فرمائی: (ترجمہ) ہر وہ شخص جس کو آپ چاہیں آپ
اس میں ہدایت دے سکتے ہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ جس
کے حق میں چاہتا ہے ہدایت پیدا فرما دیتا ہے اور وہ
ہدایت ہائے والوں سے بخوبی واقف ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہی حدیث روایت
کی مگر اس میں ان دو آیتوں کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا (ابو طالب) کی موت
کے وقت فرمایا آپ لا الہ الا اللہ پڑھ لیں میں قیامت کے

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَيْتِهِمْ عِنْدَ الْمَوْتِ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ ذَلِكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ قَالُوا قَالَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ الْآيَةَ -

۴۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ الْأَشَجِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَيْتِهِمْ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ ذَلِكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ قَالَ قَوْلًا أَنْ تُعَيِّرَنِي قُلُوبُكُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا حَمَلَكَ عَلَى ذَلِكَ الْجُرْعُورُ فَكَرَرْتُ بِهَا عَيْنِيكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى إِلَيْكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنْ اللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ -

دن آپ کے اسلام کی گواہی دوں گا لیکن ابطال نے نے انکار کر دیا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، اُنک لا تھدی من احببت -

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا (ابوطالب) سے فرمایا آپ کلمہ پڑھ لیجیے میں قیامت کے دن آپ کے اسلام کی گواہی دوں گا، ابطال نے کہا اگر مجھے قریش کی ان باتوں سے فارغ ہوتا کہ ابطال موت سے ڈر کر مسلمان ہو گیا، تو میں کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھیں کھلادی کرتا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، اُنک لا تھدی من احببت ولكن الله يهدي من يشاء -

غمرہ موت کے وقت ایمان نامقبول ہونے پر دلیل اور ابطال کے ایمان نہ لانے کی بحث

حدیث نمبر ۴۰ میں ہے جب ابطال کی وفات کا وقت قریب آیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو دعوت اسلام دی۔

غمرہ موت اس وقت کہتے ہیں جب انسان کے بدن سے روح نکالی جاتی ہے، جب انسان آخری معاذ کو دیکھ لیتا ہے، اس وقت ایمان لانا مقبول نہیں ہوتا، قرآن مجید میں ہے:

وَلَيْسَ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كَافِرٌ -

انسان لوگوں کی توبہ (مقبول) نہیں جو (سلسلہ) گناہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے تو کہے میں نے اب توبہ کی، اور نہ ان کی (توبہ مقبول ہے) جو کفر پر مرتے ہیں۔

(نساء ۱۸۱)

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابطال کو دعوت اسلام دی تھی تو اس پر یہ وقت ابھی نہیں آیا تھا کیونکہ ابطال نے اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار قریش سے کافی باتیں کی تھیں۔

ابطال کی وفات ہجرت سے تین سال پہلے مکہ میں ہوئی، ابن فارس نے کہا ہے کہ جس وقت ابطال کی وفات ہوئی اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۴۹ سال آٹھ ماہ گیارہ دن تھی، ابطال کی وفات کے تین دن بعد حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی۔

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۴۷ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ دار محمد صالح السطیج کراچی، ۱۴۰۵ھ

علامہ دشتستانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

جب ابوطالب پر موت کی علامات ظاہر ہونے لگیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس گئے اور ابوطالب کو اسلام کی دعوت دی، علامہ خطابی نے کہا: ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محل میں تھے کہ آپ کے والد فوت ہو گئے پھر آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کی کفالت کی، اور جب وہ فوت ہو گئے تو آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی کفالت کی، ابوطالب آپ سے محبت کرتے تھے اور آپ کی حفاظت کرتے تھے اور قریش میں سے جو لوگ آپ کو ایذا پہنچانے کی کوشش کرتے ان سے مدافعت کرتے تھے، قریش نے یہ مطالبہ کیا کہ وہ آپ کو ان کے حوالے کر دیں، مگر ابوطالب نے انکار کر دیا، پھر قریش اور کفار مکہ نے یہ قسم کھائی کہ وہ بنو ہاشم کا بائیکاٹ کریں گے، ان سے خرید و فروخت کا کوئی معاملہ کریں گے نہ نکاح کریں گے پھر شعب ابی طالب میں ابوطالب اور بنو ہاشم تین سال تک محنت تنگی میں مصروف رہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس اعلان کے صحیحہ کو ختم کر دیا۔

اس باب کی احادیث میں یہ تصریح ہے کہ ابوطالب کا خاتمہ شرک پر ہوا۔ امیل نے کہا ہے کہ میں نے مسعودی کی بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ ابوطالب کی موت ایمان پر ہوئی لیکن یہ قرآن مجید کی ان آیات اور احادیث کی وجہ سے صحیح نہیں ہے جو اس باب میں مذکور ہیں، اور بعض سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ عباس نے کہا میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا جس کا آپ نے حکم دیا، اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نہیں سنا، اور عباس اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، اس لیے ان کی شہادت معتبر نہیں ہے، یہ شیعہ کی روایت ہے، امام بیہقی نے کہا اس کی سند منقطع ہے، نیز صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ اسلام اپنے کے بعد حضرت عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوطالب کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ مخزنِ نیک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے آخری طبقہ میں ہوتا (روایات النبی ج ۲ ص ۲۲۶)۔ سیسی غفرلہ اگر یہ کہا جائے کہ ابوطالب دل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مصدق تھا تو کیا اس وجہ سے اس کو مومن کہا جائے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے ایمان کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے۔

ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور ان کی تفسیر میں تذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات

حدیث نمبر ۴۰ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت سے کچھ وقت پہلے ابوطالب کو اسلام قبول کرنے کی تلقین کی لیکن ابوطالب نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھائی تمہارا بیٹا اس وقت تک معصوم نہ رہا کہ تمہاری موت ہو جائے، اس لیے یہ آیت نازل ہوئی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا

بیروت

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلف دشتستانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال الکمال المسلم ج ۱ ص ۱۱۱۔ (مطبوعہ: مطبعہ دار الکتب العلمیہ)

للمشركين ولو كانوا اولي قربى من بعد ما
تبين لهم انهم اصحاب الجحيم -
مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کریں، عوام وہ ان کے
قربابت دار ہوں، جب ان پر ظاہر ہو چکا کہ وہ مذمت
میں۔

(توبہ: ۱۱۳)

علامہ انور کسی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں،

صحیح یہ ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے مطلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ امام احمد، امام ابن ابی شیبہ، امام بخاری،
امام مسلم، امام نسائی، امام ابن جریر، امام ابن منذر اور امام بیہقی نے مسیب بن حزن سے روایت کیا ہے کہ جب ابو طالب
کی وفات کا وقت آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے، اس وقت اس کے پاس، ابو جہل اور
عبداللہ بن ابی امیہ بیٹھے ہوئے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے چچا! لا الہ الا اللہ کہو، میں اللہ
کے نزدیک اس کلمہ سے محبت پکڑوں گا، ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا، اسے ابو طالب اکیلا تم عبداللہ
کی ملت سے اعتراض کر رہے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر لا الہ الا اللہ پیش کرتے رہے، اور ابو جہل
اور عبداللہ اس کو اس کلمہ کے خلاف بھڑکاتے رہے، آخر میں ابو طالب نے کہا کہ وہ عبداللہ کی ملت پر ہے
اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تمہارے لیے اس وقت تک
مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہ کیا جائے، اس لیے یہ آیت نازل ہوئی۔

حسین بن فضل نے یہ کہا ہے کہ ابو طالب کی موت، ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی ہے، اور یہ سورت مدینہ
میں آخر میں نازل ہوئی ہے، اس لیے اس حدیث کو اس آیت کا شان نزول قرار دینا مستبعد ہے، علامہ ابن کثیر
نے کہا یہ استبعاد خود مستبعد ہے، یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کی موت کے بعد اس کے
لیے مسلسل استغفار کرتے رہے ہوں، حتیٰ کہ مدینہ منورہ میں یہ آیت نازل ہو گئی کیونکہ کفار کے ساتھ سختی کرنے
کی آیات مدینہ منورہ میں ہی نازل ہوئی ہیں، اس تناوئل کی بناء پر حدیث کا معنی یہ ہو گا، اس لیے اللہ نے یہ آیت نازل
کی، یہ معنی نہیں ہو گا، اس کے بعد یہ آیت نازل کی اور فائزول میں خاصیت کے لیے ہو گی نہ کہ تعقیب کے
لیے، اکثر علماء نے اس تو جیہ کو پسند کیا ہے اور یہ ہے بھی عمدہ توجیہ۔ لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ
امام ابن سعد اور امام ابن عساکر نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ ابو طالب کی موت کے بعد کئی دن تک نبی صلی
اللہ علیہ وسلم اس کے لیے استغفار کرتے رہے، حتیٰ کہ جبرائیل اس آیت کو لے کر نازل ہوئے۔ اس کا جواب
یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ سورہ توبہ کی یہ آیت مکہ میں پہلے نازل
ہوئی ہو اور باقی آیات بعد میں مدینہ میں نازل ہوئی ہوں اور اس سورت کو یہ اعتبار غالب کے مدنی کہا جاتا ہو، بڑا
یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ ابو طالب کفر پر مبرا اور یہی اہل سنت و جماعت کا معروف مذہب ہے۔

امام ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے
جس میں یہ ہے کہ ابو طالب کے مرض الموت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ اے چچا آپ لا الہ الا اللہ
کہیں تاکہ قیامت کے دن آپ کے لیے میری شفاعت جائز ہو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ اصرار ترغیب
دی، ابو طالب نے کہا بھدا! اسے بھتیجے اگر مجھے یہ حدیث نہ ہوتا کہ میرے بعد قریش تم پر اور تمہارے باپ کی اولاد پر

ملا مت کریں گے اور قریش یہ کہیں گے کہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا تو میں یہ کلمہ پڑھ لیتا اور میں موت پہنچا خوشی کے لیے یہ کلمہ پڑھتا، جب ابوطالب پر موت کا وقت قریب آیا تو عباس نے اس کی طرف دیکھا تو اس کے ہونٹ ہل رہے تھے، انھوں نے کان لگا کر سنا اور حضور سے کہا اسے مجھے بتاؤ تم نے اسے جس کلمہ کو پڑھنے کے لیے کہا تھا اس نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نہیں سنا درسیۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۴، البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۱۲۳ اس روایت سے اور ابوطالب کے جو اشرار حضور کی طرح میں شہید ہیں، ان سے علماء شیعہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ ابوطالب مر رہا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ ان اشرار کی مذمت قطع ہے، علاوہ انہیں ان اشرار میں ابوطالب کے ایمان لانے کی تصریح نہیں ہے، یہی یہ روایت تو یہ شیعہ کی روایت ہے اس سے استدلال صحیح نہیں ہے علاوہ انہیں اس روایت میں بھی یہ ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے نہیں سنا، باقی ابوطالب نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور نصرت کی تو وہ دین اسلام کی محبت میں نہیں کی بلکہ نسب اور قرابت کی محبت کی وجہ سے کی، اور اعتبار دینی محبت کا ہے نسبی محبت کا نہیں ہے، علاوہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید اصرار کے بعد بھی ابوطالب نے ایمان نہ لاکر آپ کو سخت اذیت بھی تو پہنچائی ہے، تاہم ابوطالب کے کفر کے باوجود اس کی اس طرح مذمت نہ کی جائے جس طرح ابوہل اور دیگر کفار کی مذمت کی جاتی ہے۔

امام رازی شافعی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے لیے استغفار کی مانگت میں نازل ہوئی ہے، کیونکہ وہ مشرک تھا۔

حافظ ابن کثیر مبنی نے اس آیت کی تفسیر میں امارت کے حوالے سے ابوطالب کے ایمان نہ لانے کو بیان کیا ہے۔

علامہ قرطبی مالکی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔

- ۱۔ علامہ سید محمد آکری حنفی متوفی ۱۴۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۱ ص ۳۳-۳۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
- ۲۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر طبری متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ
- ۳۔ حافظ ابوالفضل عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۴۲ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۶، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ
- ۴۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۷۸ھ، نکاح الاحکام القرآن ج ۸ ص ۲۴۳-۲۴۲، مطبوعہ انتشارات ناصر دایران، ۱۳۸۴ھ
- ۵۔ امام بیہقی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کی سند منقطع ہے، اور حضرت عباسؓ جو اس حدیث کے راوی ہیں اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، اور مسلمان ہونے کے بعد انھوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوطالب کی عاقبت کے متعلق سوال کیا کہ آپ نے ابوطالب کو کیا نفع پہنچایا! وہ آپ کی ملافت کرتا تھا! آپ نے فرمایا ہاں! وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے اور آگ میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے آخری طبقہ میں ہوتا، اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے، اور وہ ضعیف روایت اس صحیح حدیث سے تصادم کی قوت نہیں رکھتی۔

(ردائل النہیۃ ج ۲ ص ۲۲۲-۲۲۳)

بیز قرآن مجید میں ہے:

انک لا تعبدی من احببت ولكن الله

یهدی من یشاء

(قصص: ۵۶)

بے شک آپ جسے چاہیں اس کو ہدایت یافتہ
نہیں کرتے، لیکن اللہ جسے چاہے اس کو ہدایت
یافتہ کرتا ہے۔ (آپ بظاہر ہدایت دیتے ہیں،
حقیقتہً ہدایت نہیں دیتے، حقیقتہً ہدایت اللہ تعالیٰ
دیتا ہے، یعنی ہدایت کو پیدا کرتا ہے۔)

حافظ ابن کثیر منیل نے بھی اس آیت کی تفسیر میں بحرہف احادیث کے حوالوں سے ابوطالب کا ایمان نہ لانا بیان

کیا ہے۔ ۱۔

علامہ قرطبی مالکی نے بھی یہی لکھا ہے۔ ۲۔

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

بظاہر اس آیت کی ابوطالب کے کفر پر دلالت نہیں ہے۔ نہ جاج نے کہا مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ
آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ ابوطالب نے اپنی موت کے وقت کہا: اے مومنین! میں نے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو، اور ان کی تصدیق کرو، تم ہدایت اور فلاح پاؤ گے، رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چچا آپ ان کو تو نصیحت کر رہے ہیں خود اس نصیحت پر عمل کیوں نہیں کرتے،
ابوطالب نے کہا تم کیا چاہتے ہو؟ آپ نے فرمایا آج آپ کا دنیا میں آخری دن ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ لا الہ
الا اللہ کہیں تاکہ میں اللہ کے سامنے آپ کے ایمان کی گواہی دوں! ابوطالب نے کہا اے بھتیجے میں جانتا ہوں
کہ تم صادق ہو لیکن میں اس بات کو مان پسند کرتا ہوں کہ یہ کہا جائے کہ ابوطالب موت سے ڈر گیا، اگر یہ بات نہ ہوتی
تو میں یہ کہہ پڑھ کر تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا، کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ تم بہت نصیحت کرتے ہو، اور بہت غم کھاتے
ہو، لیکن میں عنقریب عبدالمطلب، ہاشم اور عبدمناف کی قوت پر جان دوں گا۔ ۳۔

علامہ آلوسی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابن ابی حاتم، امام ابن مردودہ، اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی
اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ابوطالب پر موت آنے لگی، تو اس کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے
گئے اور فرمایا: اے چچا! لا الہ الا اللہ کہیے، میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے آپ کے حق میں گواہی دوں گا،
ابوطالب نے کہا اگر مجھے قریش کی علامت کا حد نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا
ہے تو میں تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

۱۔ حافظ ابو القادری محمد بن عبد الدین ابن کثیر منیل متوفی ۷۴۲ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۲۹۳-۲۹۰، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۴۲۸ھ، الکجاس لاحکام القرآن ج ۱۳ ص ۲۹۹، مطبوعہ امتنا لانا خسر دایران، ۱۳۸۴ھ

۳۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

انک لا تقہدی من احببت ولكن الله
یہدی من یشاء۔
بے شک آپ جسے چاہیں اس کو ہدایت یافتہ نہیں کر سکتے
لیکن اللہ جسے چاہے اس کو ہدایت یافتہ کرتا ہے۔

امام بخاری، امام مسلم، امام احمد، امام نسائی، اور دیگر ائمہ حدیث نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یہ
آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب سے اسلام لانے کے لیے شدید
اصرار کیا، امام ابن مردودہ نے بھی اس روایت کو حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے (علامہ نووی شافعی نے لکھا
ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱)۔

ابو طالب کے اسلام کا مسئلہ مختلف قیہ ہے، اور یہ کہنا کہ تمام مسلمانوں کا، یا تمام مفسرین کا اس پر اجماع
ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، صحیح نہیں ہے، کیونکہ علماء مشیعہ اور ان کے اکثر مفسرین کا یہ نظریہ
ہے کہ ابو طالب اسلام لے آئے تھے، اور ان کا دعویٰ ہے کہ ائمہ اہل بیت کا بھی اس پر اجماع ہے، اور ابو طالب
کے اکثر قصائد اس پر شاہد ہیں، اور جن کا یہ دعویٰ ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے متعلق
نازل ہوئی ہے، وہ علماء رشیدہ کے اختلاف اور ان کی روایات کا اعتبار نہیں کرتے تاہم ابو طالب کے اسلام نہ
لانے کے قول کے باوجود ابو طالب کو مجرب انہیں کہنا چاہیے اور نہ اس کے حق میں یا وہ کوئی کمافی چاہیے، کیونکہ اس
سے علویین کو ایذا پہنچتی ہے اور یہ بعید نہیں ہے کہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایذا پہنچے۔ ۱۵
قرآن مجید میں ہے:

وہم ینہون عنہ وینثون عنہ۔
اور وہ لوگوں کو (انہیں ایذا پہنچانے سے)

روکتے ہیں اور خود (ان سے) دور رہتے ہیں۔
(انعام: ۲۶)

علامہ قرطبی مابکی نے اس آیت سے ابو طالب کا ایمان نہ لانا ثابت کیا ہے اور قرآن اور حدیث سے
بکثرت دلائل پیش کیے ہیں۔ ۱۶

حافظ ابن کثیر حبلی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں ابو طالب کا ایمان نہ لانا بیان کیا ہے۔ ۱۷

اور امام رازی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں: بعض علماء نے کہا کہ کفار و کفریہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے
اور آپ کی رسالت کا اقرار کرنے سے روکتے ہیں اور خود بھی آپ سے دور رہتے ہیں اور عطا اور متقابل نے
یہ کہا کہ یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ ابو طالب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے
سے قریش کو منع کرتا تھا اور خود بھی آپ سے دور رہتا تھا، اور آپ کے دین کی اتباع انہیں کرتا تھا لیکن قول
اقل حق کے زیادہ مشابہ ہے۔ ۱۸

۱۵۔ علامہ سیوطی حنفی متوفی ۸۵۰ھ، روح البانی ج ۲، ص ۱۱، ۱۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۳۸۴ھ
۱۶۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی متوفی ۶۷۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۲، ص ۴۰۸-۴۰۵، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، مدینہ
۱۷۔ حافظ حماد الدین ابن کثیر حبلی متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۳، ص ۱۱، مطبوعہ دار اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ
۱۸۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۷۶۲ھ، تفسیر کبیر ج ۲، ص ۲۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

علامہ سید اوزی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ، امام ابن حمید، امام ابن جریر اور امام ابن المنذر وغیرہم نے مجاہد سے اس آیت کی تفسیر نقل کی ہے کہ کفار لوگوں کو قرآن سننے سے روکتے ہیں اور خود بھی قرآن سے دور بھاگتے ہیں، اور امام ابن جریر، امام ابن منذر، امام ابی حاتم، امام ابن مردودہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ کفار لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے روکتے ہیں اور خود بھی آپ سے دور رہتے ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ابو طالب اور ان کے اتباع کے متعلق نازل ہوئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے سے لوگوں کو روکتے ہیں، اور اس کے باوجود خود آپ سے دور رہتے ہیں اور آپ پر ایمان نہیں لاتے۔

اس روایت کی بناء پر بعض علماء نے اس آیت سے ابو طالب کے ایمان نہ لانے پر استدلال کیا ہے، لیکن امام ربیع نے اس تفسیر کو رد کر دیا ہے کیونکہ تمام آیات متقدمہ مشرکین کی مذمت میں ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا رسانی سے روکنا مذموم نہیں ہے۔

امام ربیع کے اعتراض کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مذمت آپ کو ایذا رسانی سے منع کرنے کی نہیں ہے بلکہ مذمت اس بات کی ہے کہ خود ایمان نہیں لاتے اور ایمان لانے سے دور بھاگتے ہیں، جیسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی جو رسول کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور خود نیکی نہیں کرتے۔

اتأمرون الناس بالبر وتنهون أنفسكم
وانتم تقولون الكتاب افلا تعقلون
آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو، اور اپنے
کیا تم عقل نہیں رکھتے؟

اس آیت میں بھی نیکی کا حکم دینے کی مذمت نہیں کی گئی بلکہ نیکی کا حکم دینے کے باوجود نیکی پر عمل نہ کرنے کی مذمت کی گئی ہے، اسی طرح زیر بحث آیت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے کی ممانعت کی مذمت نہیں کی گئی بلکہ مذمت اس بات کی ہے کہ آپ کو ایذا رسانی سے منع کرنے کے باوجود یہ لوگ آپ پر ایمان نہیں لاتے اور آپ سے دور بھاگتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ سورہ توبہ، سورہ قصص اور سورہ انفام کی الٰہی آیتوں میں ابو طالب کے ایمان نہ لانے کو بیان کیا گیا ہے اور یہی اہل سنت و جماعت کا مسلک ہے، البتہ جب کوئی مسئلہ پوچھے تو صرف اتنا کہنا چاہیے کہ ابو طالب کا ایمان قرآن اور حدیث سے ثابت نہیں ہے، اور یہی اہل سنت و جماعت کا مختار ہے، بلا ضرورت اور بلا وجہ ابو طالب کو کافر کہنے کی رٹ لگانا چاہیے اور نہ دیگر کفار تفسیر کی طرح ابو طالب کو کافر کہنا چاہیے کیوں کہ بہر حال ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش آپ کی حفاظت اور آپ کی ممانعت کی ہے اور نبی قرابت اور ابو طالب کی خدمات کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب سے بہت محبت تھی، آپ آخر وقت تک ابو طالب کو مسلمان کرنے کا کوشش فرماتے رہے لیکن تقدیر کا کھاپورا ہو کر رہتا ہے، اب ہم ابو طالب کے

ایمان نہ لانے کے متعلق احادیث بیان کر رہے ہیں:

ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق احادیث | امام بخاری روایت کرتے ہیں:

نا سید بن المسیب عن ابیہ انہ انجبرۃ
انہ لما حضرت اباطالب الوفاۃ جاءہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوجدہ عندہ اباجہل
بن ہشام وعبد اللہ بن ابی امیہ بن المغیرۃ
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لا بی طالب ای عم قل لا الہ الا اللہ کلمۃ
الشہد لک بہا عند اللہ فقال ابو جہل و
عبد اللہ بن ابی امیہ یا اباطالب اترغب
عن ملۃ عبد المطلب فلیریزل رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعرضہا علیہ
ویعود ان بتلك المقالة حتی قال ابوطالب
اخرما کلہم بہ ہو علی ملۃ عبد المطلب
وابی ان یقول لا الہ الا اللہ فقال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اما واللہ لاستغفرن
لک ما لہ ما عہ فأنزل اللہ فیہ ما کان
للبنی الایۃ . ۱۰

سید بن مسیب اپنے والد رضی اللہ عنہ سے
روایت کرتے ہیں کہ جب ابوطالب کو موت آنے
لگی تو اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف
لے گئے، آپ نے وہاں ابو جہل بن ہشام اور عبد اللہ بن ابی
امیہ کو بیٹھے ہوئے دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ابوطالب سے کہا: اے چچا! کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھیے
میں قیامت کے دن اس کلمہ آپ کے لیے شہادتوں کا گواہ بن جائے گا، ابو جہل
اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا: اے ابوطالب کیا تم عبد المطلب
کی ملت سے انحراف کر رہے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم مسلسل ابوطالب پر کلمہ پیش کرتے رہے
اور وہ دلائل اپنی بات دہراتے رہے حتیٰ کہ ابوطالب
نے آخر میں یہ کہا کہ وہ عبد المطلب کی ملت پر رہے،
اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا، رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ خدا! میں آپ کے لیے اس
وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے
اس سے روک نہ دیا جائے اس وجہ سے اللہ
تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: وہی اور مومنین کے
لیے یہ حائل نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں۔

اس حدیث کو امام مسلم، امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔

- ۱۰۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۸ - ۵۴۹، مطبوعہ دار محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
- ۱۱۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰، مطبوعہ دار محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۴۵ھ
- ۱۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند امام احمد ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ دار محمد اصح المطابع کراچی
- ۱۳۔ حضرت عبد المطلب عہد فترت میں تھے، یہ اصولی تعلیم سے ثابت ہے، تاہنا بعض روایات صحیحہ سے حضرت عبد المطلب
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں تمام آباد کا موجد اور مومنین ہونا ثابت ہے، شرح صحیح مسلم جلد
ثانی میں ہم نے اس پر دلائل پیش کیے ہیں اس لیے ابوطالب کا اپنے دین کو حضرت عبد المطلب کی ملت قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

بیزیرہ حدیث مسند احمد اور دلائل النبوة میں بھی موجود ہے۔
بیزیرہ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعنہ قل لآلہ الا اللہ اشہد لك بہا یوم القیامۃ قال لولا ان تعیری قریش یقولون انما حملہ علی ذلک الجزع لا قدرت بہا عندك فانزل اللہ تعالیٰ انك لا تہدی من احببت ولكن اللہ یمہدی من یشاء ۛ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے فرمایا لا الہ الا اللہ پڑھیں، میں قیامت کے دن آپ کے حق میں اس کی گواہی دوں گا، ابو طالب نے کہا اگر مجھے قریش کے مار دلائے گا عورت نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ یہ بے مہر کی وجہ سے مسلمان ہو گیا، تو میں کلمہ پڑھ کر تمہاری آکھ ٹھنڈی کر دیتا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک آپ جس کو چاہیں ہدایت یافتہ نہیں کرتے لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت یافتہ کرتا ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حدثنا العباس بن عبد المطلب قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ما اغنیبت عن عملك فانه كان یحوطك ویغضب لك قال ہونی ضحضا من نار ولولا انا لكان فی الدرك الاسفل من النار ۛ

حضرت عباس بن عبد المطلب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ نے اپنے چچا سے کس مذاب کو دہرایا، وہ آپ کی طرف سے بدعت کرتے تھے، آپ کی خاطر غضب ناک ہوتے تھے، آپ نے فرمایا: وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے، اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ آگ کے آخری طبقہ میں ہوتا۔

- ۱۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۲۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۴۳-۳۴۲، مطبوعہ دار المکتب العلمیہ بیروت
- ۳۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ نور محمد اربع المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۴۔ امام ابو یوسف محمد بن یوسف ترمذی متوفی ۲۶۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۵۹، مطبوعہ نور محمد اربع المطابع کراچی
- ۵۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۱-۴۴۲، ج ۵ ص ۳۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۶۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۸، مطبوعہ نور محمد اربع المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اس حدیث کو امام مسلم، امام احمد، امام ابو یوسف اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔
میز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری أنه سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ذکر عندہ عمہ فقال لعلہ تنفعہ شفا عتی یوم القیامة فیجعل فی ضوضاح من النار یبلغ کعبیہ یغلی منہ دماغہ رحمہ
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے گھنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ابو طالب کا ذکر کیا گیا، آپ نے فرمایا قیامت کے دن میری شفاعت سے اس کو نفع پہنچے گا، اس کو خوشی سی آگ میں ڈالا جائے گا جو اس کے منہ میں گھس جائے گی، جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

اس حدیث کو امام مسلم، امام احمد اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔
امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اھون اھل النار عذاباً یو طالب وھو منتعل بنعلین یغلی منھما دماغہ رحمہ
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے کم دوزخ کا عذاب ابو طالب کو ہوگا اس کو آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جن سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

اس حدیث کو امام احمد اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

- ۱۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۲، ج ۳ ص ۱۵۵-۱۵۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۳۔ حافظ احمد بن علی الشیخ التیمی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابویوسف ج ۲ ص ۳۹۹-۴۰۰، مطبوعہ دار الامون تراث بیروت، ۱۴۰۴ھ
- ۴۔ حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۴۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
- ۵۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
- ۶۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۷۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۵-۱۵۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۸۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۴۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
- ۹۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۱۰۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۱۱۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۴۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

عن علی رضی اللہ عنہ انہ اقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان اباطالب مات فقال له النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذهب فوارا فقال ان مات مشرکا فقال اذهب فوارا فلما واریتہ رجعت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی اغتسل بـ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ابو طالب فوت ہو گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جا کر اس کو دفن کر دو، میں نے عرض کیا وہ مشرک ہونے کی حالت میں فوت ہوا ہے، آپ نے فرمایا: جا کر اس کو دفن کر دو، جب میں دفن کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آیا تو آپ نے فرمایا غسل کر لو۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن الشعبي قال لما مات ابوطالب جاء علی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان عمک الشیخ الکافر قد مات الحدیث۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ جب ابو طالب فوت ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر کہا آپ کا بوڑھا چچا جو کافر تھا وہ فوت ہو گیا۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس فی قول اللہ عز وجل: (وهم ينهون عنه ويننفون عنه) قال نزلت فی ابی طالب کان ینہی المشرکین ان یؤذوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتباعد عما جاء به۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا قرآن مجید کی آیت: ”اور وہ لوگوں کو راہنیں ایذا پہنچانے سے منع کرتے ہیں اور خود ان سے دور رہتے ہیں“ ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی تھی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے سے مشرکین کو منع کرتا تھا، اور آپ کے لائے ہوئے دین سے دور رہتا تھا۔

ابو طالب کے ایمان نہ لانے کی بحث میں مصنف کا موقف | قرآن مجید کی اول الذکر آیات اور ثانی الذکر احادیث صحیحہ

- ۱۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۱، ۱۳۰، ۱۳۳، ۱۳۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۲۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل البیۃ ج ۲ ص ۳۴۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
- ۳۔ امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، مصنف ج ۳ ص ۳۴۸، مطبوعہ دار الفکر کراچی، ۱۴۰۶ھ
- ۴۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل البیۃ ج ۲ ص ۳۴۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کی روشنی میں مذہبِ ابراہیم کے معرفت علماء و فقہاء و مفسرین اور جمہور اہل سنت کا یہ موقف ہے کہ ابو طالب کا ایمان ثابت نہیں ہے، ہم نے علم اُن تمام تصریحات کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ ہم اس لیے یہ کہنا خوشگوار موضوع نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی خواہش تھی کہ ابو طالب ایمان لے آئے، لیکن تقدیر کا کچھ پورا ہو کر سارا یہ بہت نازک مقام ہے، جو لوگ اس مسئلہ میں شدت کرتے ہیں اور ابو طالب کی ابراہیم اور ارجل کی طرح مذمت کرتے ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل آزاری کے خطرہ میں ہیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کی دل آزاری سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، ہم اس بحث میں صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ابو طالب کا ایمان ثابت نہیں ہے اور یہ چیز ہم پر بھی اتنی ہی گراں اور باعثِ رنج ہے جتنی اہل بیت کے لیے ہے، اس سے زیادہ ہم اس بحث میں کچھ لکھنا چاہتے ہیں اور نہ اس مسئلہ کی باریکیوں میں الجھنا چاہتے ہیں، بعض علماء اہل سنت نے ابو طالب کے ایمان کو ثابت کیا ہے، ہر چند کہ یہ رائے تحقیق اور جمہور کے موقف کے خلاف ہے، لیکن ان کی نیت محبتِ اہل بیت ہے، اس لیے ان پر طعن نہیں کرنا چاہیے۔

باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنة

جس شخص کا توحید پر خاتمہ ہوا وہ جنت میں قطعی طور پر داخل ہوگا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس ایمان پر مرے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

۴۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَكَثِيرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُكَيْمٍ عَنْ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنِي الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ إِلَهُ الْوَحْدَةِ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

ابن مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت عثمان کی یہی روایت بیان کی ہے۔

۴۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدِّسِيُّ حَدَّثَنَا يَشْرُبُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَدَّادُ عَنْ الْوَلِيدِ عَنْ يَشْرِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ قَالَ سَمِعْتُ حُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلَهُ سَوَاءً۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر

۴۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ النَّظَرِ بْنِ أَبِي النَّظَرِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو النَّظَرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا

عُبَيْدُ اللَّهِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِفْعُولٍ عَنْ
 طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
 قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسِيرٍ
 قَالَ فَتَنَفَّذْتُ أَرْوَادَ الْقَوْمِ قَالَ حَتَّى هَكَذَا بَدَّخِرَ
 بَعْضُ حِمَارِئِهِمْ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
 لَوْ جَمَعْتُ مَا بَقِيَ مِنْ أَرْوَادِ الْقَوْمِ قَدْ سَوَّيْتُ
 اللَّهُ عَلَيْهِمَا قَالَ فَفَعَلَ قَالَ فَجَاءَ ذُو الْبُرَّةِ
 بِبُيْرَةٍ وَذُو الْقَمِيرِ بِتَمْرٍ قَالَ وَكَانَ مُبْجَاهِدًا
 وَكَانَ الْغَوَاةُ يَسْتَوِيهِمْ قُلْتُ وَمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ
 يَا لَشَايِ قَالَ كَانُوا يَمُصُّونَهُ وَيَشْرَبُونَ عَلَيْهِ
 السَّاءُ قَالَ قَدْ عَا عَلَيْهِمَا قَالَ حَتَّى مَلَأَ الْقَوْمُ
 أَرْوَادَهُمْ قَالَ فَقَالَ عِنْدَ ذَلِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا
 إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ لَا يَلْقَى اللَّهُ عَزَّ
 وَجَلَّ بِهَمَا عَبْدًا غَيْرَ شَالٍ فِيهِمَا إِلَّا دَخَلَ
 الْجَنَّةَ -

۴۷۰ - وَحَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ شَرِّمَانَ وَأَبُو كُرَيْبٍ
 مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَجَعْفَرُ بْنُ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ
 أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ
 أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَوْ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ
 الْأَعْمَشَ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ غَزْوَةِ تَبُوكَ أَصَابَ
 النَّاسَ مَجَاعَةٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ لَمَّا فَتَنَتْ
 لَنَا قَدْ حَرَدْنَا نَوَاحِصَنَا فَكُلْنَا وَادَّاهَنَا فَقَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْعَلُوا قَالَ
 فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ فَعَلْتُ
 قُلَّ الظَّمَرُ وَلَكِنْ أَذْغَلُهُ بِقُضُلِ أَرْوَادِهِمْ
 ثُمَّ أَدْعُرُ اللَّهُ لَهُمْ عَلَيْهِمَا نَبْرَكَةً تَعْلَى اللَّهُ

(غزوہ تبوک) میں جا رہے تھے کہ زارہ ختم ہو گیا رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا کہ بعض اونٹ ذبح کر دیے
 جائیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کاش
 آپ لوگوں کے بچے کچھ کھائے کو جمع کر کے اس پر برکت
 کن و ما فرمائیں! حضور نے ایسا ہی کیا پھر جس شخص کے
 پاس گندم تھا وہ گندم لے آیا اور جس کے پاس کھجوریں
 تھیں وہ کھجوریں لے آیا۔ مجاہد نے کہا اور جس کے
 پاس گٹھلیاں تھیں وہ گٹھلیاں لے آیا۔ راوی نے کہا
 میں نے مجاہد سے پوچھا کہ گٹھلیوں کا وہ لوگ کیا کرتے
 تھے! مجاہد نے کہا ان کو چوس کر پانی پی لیتے تھے،
 حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے ان تمام چیزوں کو اکٹھا کر کے و ما فرمایا جس
 کی برکت سے وہ کھانا اس قدر زیادہ ہو گیا کہ تمام لوگوں
 نے اپنے برتنوں کو بھر لیا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے
 سوا کوئی شہادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول
 ہوں جو شخص ترجید و رسالت پر ایمان کی حالت میں اللہ
 تعالیٰ سے ملاقات کرے گا وہ جنتی ہو گا۔

حضرت ابو ہریرہ یا حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ
 عنہما نے بیان فرمایا کہ غزوہ تبوک کے سفر میں لوگوں
 کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی، صحابہ کرام نے عرض کیا یا
 رسول اللہ! اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم پانی لانے
 والے اونٹوں کو ذبح کر کے کھالیں اور چربی کا تیل
 بنالیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت سے
 دی، اتنے میں حضرت عمر آگئے اور عرض کیا یا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ نے ایسا کیا تو سواریاں کم ہو
 جائیں گی، البتہ آپ لوگوں کا بچا ہوا کھانا منگوا لیجئے اور
 اس پر برکت کی دعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے
 کہ وہ برکت عطا فرمائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اور ایک چمڑے کا دسترخوان بچھا دیا۔
پھر لوگوں کا بچا ہوا کھانا منگوا یا کوئی شخص اپنی اچھیلی میں
جوار اور کرنی کھجوریں اور کرنی روٹی کے ٹکڑے لیے
چلا آ رہا تھا۔ یہ سب چیزیں مل کر بہت عورتوں میں مقدر میں
جمع ہوئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت
کی دعا فرمائی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ سب اپنے اپنے برتنوں میں کھانا بھر لیں۔ چنانچہ
تمام لوگوں نے اپنے اپنے برتن بھر لیے یہاں تک کہ لشکر
کے تمام برتن بھر گئے اور سب نے مل کر کھانا کھا لیا اور
سیر ہو گئے اور کھانا پھر بھی بچ گیا، رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا! میں گواہی دیتا ہوں کہ
اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ میں اللہ
تعالیٰ کا رسول ہوں اور جو شخص جس اس کلمہ پر یقین کے
ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا۔ وہ شخص جنتی ہوگا۔
حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص
کلمہ شہادت پڑھے اور اس بات کی گواہی دے کہ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے، اس کی بندی
مریم کے بیٹے ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جس کو اس نے
حضرت مریم کی طرف اتار کیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ
روح ہیں، اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے۔
تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے آٹھ دروازوں میں سے
جس دو دروازے سے وہ چاہے گا اس کو جنت میں
داخل کر دے گا۔

امام مسلم نے یہی حدیث ایک اور سند سے بھی ذکر
کی ہے جس کے اخیر میں یہ ہے کہ اس کے اصل جیسے
بھی رسول اللہ تعالیٰ نے اسے جنت میں داخل کرو دیکھا
اور اس روایت میں آٹھ دروازوں میں سے جس سے چاہے

أَنْ يَجْعَلَ فِي ذَلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَدُّ قَالَ فَقَدْ عَابَ بِنُطْعٍ قَبَسَ
ثُمَّ دَعَا بِنُطْعٍ أَرَادَ وَهُوَ قَالَ فَجَاءَ الرَّجُلُ
يَجْعَلُ بِكَفِّ ذُرَّةٍ فَقَالَ وَجَعَلَ يَجْعَلُ النَّحْوُ
بِكَفِّ ذُرَّةٍ قَالَ وَيَجْعَلُ الْأَخْرَجُ بِكَسْرَةٍ حَتَّى
اجْتَمَعَ عَلَى النُّطْعِ مِنْ ذَلِكَ ثَنِيٌّ قَبَسَ قَالَ
فَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَا لِبَرَكَةٍ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ خُذُوا فِي أَوْعِيَتِكُمْ
فَقَالَ فَاخْذُوا فِي أَوْعِيَتِكُمْ عَلَى مَا تَرْضَوْنَ
فِي الْعُسْكَرِ وَعَاءٌ إِلَّا مَكْنُوزَةٌ قَالَ قَالَ فَامْلُؤُوا
حَتَّى شَبَعُوا وَفَضَلْتُ فَضْلَكُمْ لَقَدْ قَالَ لَقَدْ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْهَدُ أَنْ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَآتَى رَسُولُ اللَّهِ لَا يَلْقَى اللَّهُ
بِهِمَا قَبْلَ غَيْرِ شَأْنٍ فَيُحْبَبُ عَنِ الْجَنَّةِ.

۴۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَرْدٍ
يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنِ ابْنِ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي
عُمَيْرُ بْنُ هَارِثٍ قَالَ حَدَّثَنِي جُنَادُ بْنُ أَبِي
أُمَيَّةٍ حَدَّثَنَا عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ
وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللَّهِ
وَابْنُ مَرْيَمَ وَكَلِمَتُهُ أَلْفًا هَآءًا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحُهُ
مِنْهُ وَأَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَأَنَّ النَّارَ حَقٌّ أَدْخَلَهُ
اللَّهُ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ الشَّائِيَةً.

۴۹۔ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ
حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ
عَنْ عُمَيْرِ بْنِ هَارِثٍ فِي هَذَا إِلَّا مُنَادٍ بِعِثْلِهِ غَيْرُ
أَنَّهُ قَالَ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنْ

عَمِلَ وَلَوْ يَدُكُومِنْ آتَى أَبْوَابَ الْجَنَّةِ الْغَمَامِ
لَشَاءَ۔

۵۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ
عَنِ ابْنِ عَجَلَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى ابْنِ
حَبَّانَ عَنِ ابْنِ مُعْمَرٍ عَنِ الصَّغْبَانِيِّ عَنْ
عَبَّادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ أَنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ
وَهُوَ فِي التَّوْبِ فَكَيْفَ فَقَالَ لِي مَهْلًا لَوْ تَبَكَّيْتُ
فَوَاللَّهِ لَبِيتُ اسْتَشْهِدْتُكَ لَأَشْهَدَنَّ لَكَ وَ
لَبِيتُ شَقِيقَتُكَ لَأَشْفَعَنَّ لَكَ وَلَبِيتُ اسْتَنْطَعْتُ
لَأَنْفَعَنَّكَ ثُمَّ قَالَ وَاللَّهِ مَا مِنْ حَدِيثٍ سَمِعْتُهُ
مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَكَرْفِيهِ
عَنْهُ إِلَّا حَدَّثْتُكُمْ بِهِ إِلَّا حَدِيثًا وَاحِدًا أَوْ سَوَافٍ
أَحَدٌ تَكُونُ الْيَوْمَ وَقَدْ أَحْبَبْتُ بِنَفْسِي سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ
شَهِدَ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ
اللَّهِ حَذَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ النَّارَ۔

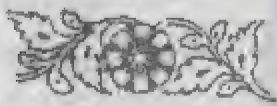
منا بھی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبادہ بن مسعود
کی عبادت کے لیے گیا۔ حضرت عبادہ نزع کی حالت میں
تھے میں انہیں دیکھ کر رونے لگا انہوں نے فرمایا کہ
کیوں ہوا بہ خدا اگر مجھے گواہ بنایا گیا تو میں تمہارے
حق میں گواہی دوں گا، اور اگر مجھے شفیع بنایا گیا تو میں
تمہارے حق میں شفاعت کروں گا، اور اگر مجھے قدرت
ہوئی تو تم کو ضرور نفع پہنچا دوں گا، اس کے بعد فرمایا
میں نے ایک حدیث کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے سنی ہوئی تمام احادیث تم کو سنا دیں اور وہ
حدیث بھی آج تم کو سنا دیتا ہوں، کیونکہ میرا آخری
وقت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی
دی، اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ حرام کر دے گا۔

۵۱۔ حَدَّثَنَا هَذَّابُ بْنُ هَذَا ابْنُ عَالِدٍ الْأَدَدِيُّ
حَدَّثَنَا هَذَا حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ
مَالِكٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كُنْتُ رَدَفَ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ إِلَّا
مَوْخَرَةٌ الرَّحْلِ فَقَالَ يَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ قُلْتُ
لَبَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ ثُمَّ سَأَلَ
سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَيْكَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ ثُمَّ سَأَلَ سَاعَةً ثُمَّ
قَالَ يَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
وَسَعْدَيْكَ قَالَ هَلْ تَذَرُنِي مَا حَقَّقَ اللَّهُ عَلَيَّ
الْعِبَادَةَ قَالَ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنْ
حَقَّقَ اللَّهُ عَلَيَّ الْعِبَادَةَ أَنْ يَعْبُدُ ذَاكَ لَا يُشْرِكُ كُفَرًا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
ایک سفر میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری
پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ میرے اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کجاوے کی درمیانی
لکڑی حائل تھی، اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا بےیک
یا رسول اللہ! کچھ دُور چلنے کے بعد پھر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ بن جبل! میں نے
عرض کیا بےیک یا رسول اللہ! پھر کچھ دُور چلنے کے بعد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ بن
جبل! میں نے عرض کیا میں آپ کی فرمانبرداری کے لیے
تیار ہوں آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو بندوں پر اللہ

یَوْمَ شَهِدْنَا لَكَ سَاعَةً لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ يَا مَعْزُودُ بْنُ
جَبَلٍ قُلْتُ كَيْفَ يَكُونُ اللَّهُ وَسَعْدُ يَكُنْ
قَالَ هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ إِذَا
فَعَلُوا ذَلِكَ قُلْتُ اللَّهُ وَمَا سُؤْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ
أَنْ لَا يُعْبَدَ بِهِمْ

تعالیٰ کا کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا
رسول ہی خوب جانتے والا ہے آپ نے فرمایا بندوں
پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں
اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ اس کے بعد حضورؐ کو
دیر تک سوچ کرنے رہے پھر فرمایا اسے معاذ بن جبل
میں نے عرض کیا لیکن میں آپ کے احکام کی اطاعت
کے لیے حاضر ہوں، یا رسول اللہ! فرمایا تمہیں معلوم ہے
جب بندے یہ احکام بجالائیں تو ان کا اللہ تعالیٰ پر
کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول
ہی خوب جانتے ہیں، فرمایا بندوں کا اللہ تعالیٰ پر حق
یہ ہے کہ اللہ انہیں طلب نہ دے



۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو
الْأَحْوِسِ سَلَا مَرْبُؤُ سَكِيمٍ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ
حَمْرِ بْنِ مَرْثُودٍ عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كُنْتُ
رَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى
يَحْيَى بْنِ قَالٍ لَمْ عَقِيرٌ قَالَ فَقَالَ يَا مَعْزُودُ أَتَدْرِي
مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ
قَالَ قُلْتُ اللَّهُ وَمَا سُؤْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنْ حَقُّ
اللَّهُ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يُعْبَدَ لَهُ وَلَا يُشْرَكَ بِهِ
شَيْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ
لَا يُشْرِكُ بِهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَلَا
أَبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ لَا أَبَشِّرُ هَذَا قَبْلَ هَذَا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں میں عظیم نامی دوا گرشش پر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے سامنے سوار تھا حضورؐ نے فرمایا اے
معاذ کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر اور بندوں
کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور
اس کا رسول ہی خوب جانتے والا ہے، فرمایا اللہ
تعالیٰ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں
اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں اور اللہ تعالیٰ پر بندوں
کا حق یہ ہے کہ وہ ان کو عذاب نہ دے، جنہوں نے
کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرایا، حضرت معاذ کہتے ہیں
میں نے عرض کیا حضورؐ میں لوگوں کو یہ خوش خبری نہ سناؤں
فرمایا انہیں در نہ وہ اسی پر توکل کر کے بیٹھ جائیں گے۔
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے

۵۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ

قَالَ ابْنُ الْأَعْمَشِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ وَالْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ أَنَّهُمَا سَمِعَا الْأَسْوَدَ بْنَ هِلَالٍ يُحَدِّثُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاذُ أَتَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ قَالَ اللَّهُ وَمَا سَأَلُوا أَهْلَكُمْ قَالَ أَنْ يَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْءٌ قَالَ أَتَدْرِي مَا حَقُّهُ عَلَيْهِ إِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ قُلْتُ اللَّهُ وَمَا سَأَلُوا أَهْلَكُمْ قَالَ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ

یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عباد کیا تم جانتے ہو اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ قرار دیں۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ جب بندے یہ احکام بجالائیں تو ان کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے والا ہے۔ فرمایا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے اس میں یہ تغیر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل کو بلایا اور پھر یہ مکالمہ ہوا۔

۵۴۔ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي حُصَيْنٍ عَنْ الْأَسْوَدِ بْنِ هِلَالٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاذًا يَقُولُ دَعَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجَبْتُهُ فَقَالَ هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى النَّاسِ يَخْبُو خَيْرُهُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور ہم اسے ساتھ دیگر صحابہ کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی بیٹھے ہوئے تھے، اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر چلے گئے اور کافی دیر تک تشریف نہ لائے تو ہمیں محو فہم ہوا کہ کہیں خدا انھیں اسے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو، اس خیال سے ہم سب کھڑے ہو گئے سب سے پہلے میں گھبرا کر آپ کی تلاش میں نکلا اور انصار بھی سب اسے باغ تک پہنچ گئے، میں باغ کے چاروں طرف گھومتا رہا لیکن مجھے اندر جانے کے لیے کوئی دروازہ نہ ملا۔ اتفاقاً ایک نالہ دکھائی دیا

۵۵۔ حَدَّثَنَا ثَعْلَبَةُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا حَرْبٌ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ الْحَنَظَلِيُّ حَدَّثَنَا عِكْرَمَةُ بْنُ عَمْرٍاءَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا قُعُودًا حَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فِي نَفَرٍ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ أَظْهُرِنَا بَاطِلًا عَلَيْنَا وَخَشِينَا أَنْ يُقْطَعَ دُونَنَا وَفِرْعَانَا فَقُمْنَا فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَرَغَ فَخَرَجْتُ أَبْتَغِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى آتَيْتُ حَائِطًا لِلْأَنْصَارِ لَيْسَ التَّجَارِقُ فَنَارَتْ بِهِ هَلْ أَحَدٌ لَهُ يَأْتِي أَلْفَهُمْ أَحَدٌ فَإِذَا أَرَبِيْعٌ تَدْخُلُ فِي جَوْفِ حَائِطٍ مِنْ بَيْنِ

خَارِجَةً ذَٰلِ الرَّيْبِ الْعَدُوِّ فَاحْتَفَزَتْ كَمَا
يُحْتَفِزُ الْعُكْلُ فَذَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبَاهُ يُرَى فَقُلْتُ نَعَمْ
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا شَأْنُكَ قَالَ قُلْتُ
كُنْتُ بَيْنَ أَطْهَرِنَا فَقُمْتُ فَأَبْطَأْتُ عَلَيْكَ
فَعَيْشِيْنَا أَنْ يَقْطَعَهُ دُونَنَا فَفَزِعْنَا فَكُنْتُ
أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَاتَيْتُ هَذِهِ الْحَايِطَ فَاحْتَفَزْتُ
كَمَا يَحْتَفِزُ الْعُكْلُ وَهُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَرَأَيْتُ
قَالَ يَا أَبَاهُ يُرَى وَأَعْطَانِي نَعْلِيهِ فَقَالَ
إِذَا هَبْ يَنْعَلِي هَاتَيْنِ فَمَنْ لَقِيتُ مِنْ دُونِ
هَذِهِ الْحَايِطِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَقِيمًا
بِهِمَا قَلْبُهُ كَبِيرُهُ يَا بَنِيَّ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ
لَقِيتُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ مَا هَاتَانِ
النَّعْلَانِ يَا أَبَاهُ يُرَى قُلْتُ هَاتَيْنِ نَعْلَا
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِي
بِهِمَا مَنْ لَقِيتُ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
مُطْمَئِنِّيًا لِيهَا قَلْبُهُ بِمَشُورَةٍ بِالْجَنَّةِ قَالَ
فَضْرَبَ عُمَرُ بِيَدِهِ بَيْنَ قَدَائِي وَفَخَرَرْتُ
لِإِسْتِي فَقَالَ ارْجِعْ يَا أَبَاهُ يُرَى فَارْجَعْتُ
إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَأَجْهَشْتُ بُكَاءً وَرَأَيْتُ عُمَرَ قَائِمًا هُوَ
عَلَى آخِرِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكَ يَا أَبَاهُ يُرَى قُلْتُ
لَقِيتُ عُمَرَ فَأَخْبَرْتُهُ بِأَلَا ذِي بَعَثَنِي
بِهِ فَضْرَبَ بَيْنَ قَدَائِي وَفَخَرَرْتُ
لِإِسْتِي فَقَالَ ارْجِعْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عُمَرُ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا
فَعَلْتَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَا أَبَاهُ أَنْتَ وَارْتَمَى
أَبْعَثْتُ أَبَاهُ يُرَى يَنْعَلِيكَ مَنْ لَقِيَ يَشْهَدُ

جو باہر کے کنوئیں سے باغ کے اندر کی طرف جا رہا تھا
میں لومڑی کی طرح گھسٹ کر اس نالہ کے راستہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا، رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ابوہریرہ! میں نے عرض کیا جی یا رسول
اللہ! حضور نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے عرض
کیا یا رسول اللہ! آپ ہمارے درمیان تشریف فرما
تھے۔ پھر آپ اچانک اٹھ کر تشریف لے گئے آپ
کی واپسی میں دیر ہو گئی، اس وجہ سے ہمیں خوف
داس گیر ہوا کہ کہیں دشمن آپ کو تنہا دیکھ کر پریشان
نہ کریں، ہم سب گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور سب
سے پہلے میں آپ کی تلاش میں نکلا۔ پس میں اس
باغ تک پہنچا اور لومڑی کی طرح گھسٹ کر باغ کے اندر
آ گیا، باقی صحابہ میرے پیچھے آ رہے ہیں، رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نعلیں مبارک مجھے
عطا فرمائیں اور فرمایا اسے ابوہریرہ! میری یہ دونوں
جوتیاں ہے کہ مجھے باؤ اور باغ کے باہر جو شخص
تم کو کلمہ طیبہ کی دلی یقین سے شہادت دیتا ہو اسے
اس کو جنت کی بشارت دے دو۔ حضرت ابوہریرہ
کہتے ہیں کہ باغ کے باہر سب سے پہلے میری
طاقت حضرت عمر سے ہوئی، انھوں نے پوچھا
اسے ابوہریرہ یہ جوتیاں کیسی ہیں؟ میں نے کہا یہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیاں ہیں جو حضور
نے مجھے اس لیے دی ہیں کہ جو شخص مجھے یقین
کے ساتھ کلمہ طیبہ کی گواہی دیتا ہو اسے اس کو جنت
کی بشارت دے دوں۔ یہ سن کر حضرت عمر نے میرے
سینہ پر ایک تھپڑ مارا جس کی وجہ سے میں ہٹھوڑے
بل گر پڑا، پھر حضرت عمر نے مجھ سے کہا یا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس جاؤ! پس
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر

أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَقِيمًا بِهَا قَلْبُهُ بَشَرًا
بِالْجَنَّةِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ فَإِنِّي
أَخْشَى أَنْ يَتَّكِلَ النَّاسُ فَخَلِيلُهُمْ يَعْمَلُونَ
قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ فَخَلِيلُهُ -

روئے لگا ساتھ ہی حضرت عمرؓ بھی پہنچ گئے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے پرچھا اے ابو ہریرہ کیا ہوا؟
میں نے عرض کیا سب سے پہلے میری ملاقات حضرت
عمرؓ سے ہوئی میں نے ان کو آپ کا پیغام پہنچایا انھوں
نے میرے سینہ پر تھپڑ مار کر مجھے پیٹھ کے بل گرا
دیا اور کہا واپس چلے جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت عمرؓ سے پرچھا تم نے ایسا کیوں کیا حضرت
عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا دانتی آپ نے ابو ہریرہ
کو اپنی جرتیاں دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص اسے
یقین قلب کے ساتھ کلمہ طیبہ کی گواہی دیتا ہو اسے
اس کو یہ جنت کی بشارت دے دے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حضرت عمرؓ نے عرض
کیا حضور ایسا نہ کریں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ
پھر کلمہ پر ہی بھروسہ کر کے پیٹھ جانیں گے ان کو عمل
کرنے دیجیئے آپ نے فرمایا اچھا پھر انہیں ملل
کرنے دو۔

۵۶۔ حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا
مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ
حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ تَرَدُّفُهُ
عَلَى الرَّحْلِ فَقَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ
لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا
مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ
قَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا حَرَّمَهُ
اللَّهُ عَلَى النَّارِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا يَتَّكِلُونَ
أَخْبَرُ بِهَا فَيَسْتَبْشِرُوا قَالَ إِذَا يَتَّكِلُونَ
فَأَخْبَرُ بِهَا مُعَاذُ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأْتِيهِمَا -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم ایک سواری پر سوار تھے اور
حضرت معاذ بن جبل آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے
تھے حضور نے فرمایا یا معاذ! حضرت معاذ نے کہا
لبیک یا رسول اللہ! آپ نے پھر فرمایا یا معاذ! حضرت
معاذ نے کہا لبیک یا رسول اللہ! آپ کے پھر فرمایا
معاذ! حضرت معاذ بن جبل نے کہا لبیک یا رسول اللہ!
آپ نے فرمایا جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ
اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ
کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اللہ تعالیٰ
اس شخص کو دوزخ پر حرام کر دے گا۔ حضرت معاذ نے
عرض کیا کہ حضور! میں لوگوں کو یہ خوش خبری نہ سنا دوں۔
آپ نے فرمایا پھر لوگ اس پر اعتماد کر کے پیٹھ

جائیں گے، پھر حضرت معاذ نے موت کے وقت گناہ سے بچنے کے لیے یہ حدیث بیان کر دی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے عمرو بن ربیع نے کہا کہ مدینہ میں میری ملاقات عتبہ بن ابی لہب رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے کہا میں نے آپ کی روایت کردہ ایک حدیث سنی ہے وہ مجھے براہ راست سنائیے، حضرت عتبہ بن ابی لہب نے کہا میری آنکھوں میں کچھ تکلیف واقع ہو گئی تھی اس لیے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ حضور میری تناسخ ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لا کر کس بجہ ناز و پرشویا لیں تاکہ میں اس بجہ کرنا پڑھنے کے لیے متین کروں، حضرت عتبہ بن ابی لہب نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ کے ساتھ میرے گھر تشریف لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول ہو گئے اور صحابہ آپس میں باتیں کرنے لگے، دوران گفتگو مالک بن خثعم کا بھی ذکر کیا گیا، لوگوں نے اسے مغرور اور تکبر کہا اور یہ عوامش ظاہر کی کہ حضور اس کے حق میں اہل اکت کی دعا فرمائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر ان سے پوچھا کہ کیا مالک بن خثعم اس بات کی گواہی نہیں دیتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، صحابہ نے کہا وہ نہ بانی تو کہتا ہے لیکن دل سے نہیں کہتا، آپ نے فرمایا جو شخص بھی اس بات کی گواہی دے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، وہ دوزخ میں داخل ہو گا نہ دوزخ اسے کھائے گی، حضرت انس کہتے ہیں کہ یہ حدیث مجھے بہت اچھی معلوم ہوئی، میں نے اپنے بیٹے سے کہا اس کو تم کو لے کر تمہارے لئے اس حدیث کو لکھو لیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے عتبہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ نابینا ہو گئے

۵۷۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخٍ حَدَّثَنَا سُكَيْتَانُ يَعْْنِيَانِ ابْنَ الْمُغِيرَةِ قَالَا حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَعْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ عَنْ عَتَبَةَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَلَقَيْتُ عَتَبَةَ فَقُلْتُ حَدِيثُكَ بَلَغَنِي عَنْكَ قَالَ أَصَابَنِي فِي بَصَرِي بَعْضُ الشَّيْءِ فَبَعَثْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أُحِبُّ أَنْ تَأْتِيَنِي نُصَلِّيَ فِي مَنْزِلِي فَأَتَيْتُهُ فَاصْطَلَى قَالَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ شَاءَ اللَّهُ مِنْ أَصْحَابِهِ فَدَخَلَ وَهُوَ يُصَلِّي فِي مَنْزِلِي وَأَصْحَابُهُ يَتَخَذُونَ بَيْنَهُمْ شَرْهَ اسْتَدُّوا عَظْمَ ذَلِكَ وَكَبَرُوا إِلَى مَالِكِ ابْنِ خُثَيْمٍ قَالَ وَدُّوا أَنَّهُ دَعَا عَلَيْهِ فَهَلَكَ وَدُّوا أَنَّهُ أَصَابَهُ شَيْءٌ فَقَطَعَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ وَقَالَ أَنَسٌ يَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ قَالُوا لَا تَقُولُ ذَلِكَ وَمَا هُوَ فِي قَلْبِهِ قَالَ لَا يَشْهَدُ أَحَدٌ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ فَيَدْخُلُ النَّارَ أَوْ تَطْعَمُهُ قَالَ أَنَسٌ فَأَعْجَبَنِي هَذَا الْحَدِيثُ فَقُلْتُ لِابْنِ الْكُتَيْبَةِ فَكَتَبَهُ۔

۵۸۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي بَكْرٍ بْنُ كَافِرٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا بِهِ حَدَّثَنَا حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَالِكٍ أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَقَالُ
فَنُحَظُّ لِي مَسْجِدًا فَجَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَهُ قَوْمُهُ فَتَقَبَّلَتْ وَجَلَّ
مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ مَالِكُ بْنُ الدَّخْلِيِّ ثُمَّ ذَكَرْنَا خَوْ
حَدِيثَ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ

تھے اس وجہ سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی بخدمت میں پیغام بھیجا کہ میرے مکان پر تشریف
لا کر نماز پڑھنے کے لیے ایک جگہ متعین کر دیجئے،
جب حضور تشریف لائے تو حضرت عثمان بن مالک کے
خامدان کے لوگ آئے، لیکن مالک بن وحیثم نہیں آئے،
باقی حدیث حسب سابق ہے۔

آیات تکب کبیرہ کی بغیر عذاب کے نجات ہو سکتی ہے یا نہیں | حدیث نمبر ۴۴ میں ہے جو شخص توحید
پر مرادہ جنت میں داخل ہوگا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نورسی کہتے ہیں:

اہل سنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص بھی توحید و رسالت کے عقیدہ پر فرت ہو اور ہر حال میں
جنت میں داخل ہوگا، اگر وہ گناہوں سے بالکل محفوظ تھا مثلاً نایاب بچہ، وہ شخص جو بدعت کی ابتداء سے بچون تھا اور
اسی جنون پر فرت ہوا، جس شخص نے تمام گناہوں سے توبہ کر لی اور بعد میں کوئی گناہ نہیں کیا، اور وہ شخص جس نے
اللہ تعالیٰ کی توفیق سے زندگی میں کوئی گناہ نہیں کیا، یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور دوزخ میں بالکل داخل
نہیں ہوں گے، البتہ ان کا حق جہنم کو عبور کرنے کے لیے جہنم سے گزر ہوگا اور اس میں بھی اختلاف ہے
کہ وہ جہنم سے گزریں گے یا جہنم کے اوپر رکھے ہوئے پل صراط سے گزریں گے، اور صحیح قول یہ ہے کہ ان کا
پل صراط ہے ہی گزر ہوگا، اللہ تعالیٰ، ہمیں دوزخ اور تمام ضرر دینے والی چیزوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔
اور جس شخص نے گناہ کبیرہ کیے ہوں اور توبہ کیے ہیں مگر گناہوں، وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہے وہ چاہے تو اس کو
معاف کر دے اور اس کو ابتداء جنت میں داخل کر دے اور اگر وہ چاہے تو اس کے گناہوں کے حساب
سے اس کو عذاب دے اور پھر جنت میں داخل کر دے، لہذا جو شخص بھی عقیدہ توحید پر فرت ہو، اس کو دوزخ
میں دائمی عذاب نہیں ہوگا، خواہ اس نے گناہ کبیرہ کیے ہوں، جس طرح وہ شخص ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا
جس کا کفر پر خاتمہ ہوا ہو، خواہ اس نے کتنی ہی نیکیاں کی ہوں، یہ اس مسئلہ میں اہل حق کے موقف کا مختصر بیان
ہے، اور قرآن و سنت اور اجماع سے اس موقف پر بکثرت دلائل قائم ہیں، اور اس موقف پر مخصوص متواترہ
قائم ہیں جن سے علم قطعی حاصل ہوتا ہے اور احادیث سے بھی اس کی تائید اور تقویت ہوتی ہے اور جو
حدیث بظاہر اس موقف کے خلاف ہو اس کی تاویل اور توجیہ کرنا واجب ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جو مسلمان گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے، اس کے متعلق اختلاف ہے، مرجحہ
فہی کہا کہ ایمان کے بد معصیت سے کوئی ضرر نہیں ہوتا، خواجہ نے کہا کہ معصیت کے ارتکاب سے مسلمان
کافر ہو جاتا ہے، معتزلہ نے کہا کہ معصیت کبیرہ سے اس کو دوزخ میں دائمی عذاب ہوگا، اور اس پر مومن کا اطلاق ہوگا
نہ کافر کا، اور وہ قاسمی ہے، اشاعرہ نے کہا بلکہ وہ مومن ہے اور اگر اس کی مغفرت نہ ہو اور اس کو عذاب ہو تو پھر حال
اس کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا اور اس باب کی حدیثیں خواجہ اور معتزلہ پر حجت ہیں، مرجحہ

اس باب کی احادیث سے استدلال کر سکتے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ ترکیب کبیروہ کی مغفرت کر دی جائے گی اس لیے وہ جنت میں جائے گا، یا اپنے گناہوں کی سزا پانے کے بعد جنت میں جائے گا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا یہ تاویل کرنا اس لیے ضروری ہے کہ بعض احادیث میں گناہوں پر سزا دینے کا بیان ہے اگر ان احادیث میں تاویل نہ کی جائے تو پھر احادیث میں تضاد لازم آئے گا۔

کلہ گو کے لیے جنت کی بشارت کا حکم دینا پھر اس حکم کو منسوخ کرنے کی وجہ اور دیگر مسائل

حدیث نمبر ۵۵ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری درمیان بیٹھے ہوئے تھے، پھر آپ اٹھ کر چلے گئے اور واپس آنے میں دیر ہو گئی، حضرت ابوہریرہ آپ کو تلاش کرتے ہوئے بنو نجار کے باغ میں پہنچے آپ نے کلہ پڑھنے والے کو جنت کی بشارت دینے کا حکم دیا، پھر حضرت عمر کے مشورہ سے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔

اس حدیث سے مستنبط ہونے والے مسائل حسب ذیل ہیں:

- (۱) - عالم کو اپنے اصحاب اور عام سامعین کے ساتھ بیٹھنا چاہیے تاکہ ان کو اپنے علم سے فائدہ پہنچائے۔
- (۲) - صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و رجہ تعظیم اور آپ سے محبت کرتے تھے اور اگر آپ کو فائدہ دیر ہو جاتی تو مشکوک ہو جاتے۔

(۳) - بنو نجار کے باغ کے چاروں طرف چار دیواری تھی، اور سب دروازے بند تھے، اس کے باوجود حضرت ابوہریرہ کو یقین تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں موجود ہیں، اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مشام نبوت اور خوشبوئے رسالت سے آشنا تھے۔ انھیں باغ کے اندر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو آرہی تھی، اس لیے انھوں نے جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں موجود ہیں، نیز باغ میں جس قسم کے پھول یا پھل ہوں ان پھولوں اور پھلوں کی خوشبو دور دور تک پھیلتی ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو اس باغ کے پھولوں کی خوشبو پر غالب تھی اور باغ کے پھولوں کی خوشبو مغلوب تھی۔

- (۴) - جب انسان کو یہ معلوم ہو کہ ملک کو اس کے آنے سے اعتراض نہیں ہوگا تو ملک کی اجازت کے بغیر بھی اس کی ملک میں داخل ہونا جائز ہے۔

کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس باغ میں بغیر اجازت کے داخل ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا، اور یہ اجازت صرف کسی کے گھر جانے کے ساتھ فاصل نہیں ہے، بلکہ اس کی چیزوں کو استعمال کرنے، اس کے طعام کو کھانے، اس کے طعام کو اٹھا کر اپنے گھر لے جانے، اس کی سواری پر سوار ہونے اور اس

قسم کے دیگر تصرفات کو بھی شامل ہے، جو رسول اللہ ﷺ کے نزدیک یہی صحیح مذہب ہے، البتہ نذر معروف سے زیادہ کھانا اور اشعار کے باننا جائز نہیں ہے، اور اس کی اصل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

لَيْسَ عَلَى الْإِنْسَانِ حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْأَنْعَامِ حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْمَرْيُومِ حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْإِنْسِ كَهَانٍ تَاكُلُوا مِنْ بَيْوتِكُمْ وَأَبْوَابِكُمْ وَأَبْوَابِ بَيْوتِكُمْ وَأَبْوَابِ بَيْوتِ عَمَتِكُمْ وَأَبْوَابِ بَيْوتِ خَلَتِكُمْ وَأَمَّا مَلَائِكَتُكُمْ مَفَاتِحُ أَوْصَادِكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا أَوْ

اندر سے پر کچھ تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی مضائقہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی روک اور نہ تھاری جانوں پر رک کوئی رکاوٹ کہ کھاؤ اپنے (اور اپنی اولاد کے) گھروں سے یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا جس جگہ کی گنجائش تہلے قبضہ میں ہوں یا اپنے دوست کے گھر سے تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔

(النور: ۲۱)

۵۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال کو جو اپنی انیلین دے کر بھیجا اس سے معلوم ہوا کہ جب اللہ تم کی طرف کسی کراپنا پیغام دے کر بھیجے تو ایسی علامت دے کر بھیجے جس کو وہ پہچانتے ہوں تاکہ وہ مطمئن ہوں۔

۶۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس ایمان کی وجہ سے انسان دوزخ کے دائمی مذاب سے محفوظ رہتا ہے اس کا زبان سے اظہار کرنا ضروری ہے۔

۷۔ حضرت عمر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو تھپڑ مارا جس سے وہ گر گئے اور بعد میں پھر رسول اللہ ﷺ سے پرچھا واقعی آپ نے ابو ہریرہ کو اپنی انیلین دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص بھی یقین سے لا الہ الا اللہ کی گواہی دے اس کو جنت کی بشارت دے دو! اس سے حضرت عمر کا مقصد رسول اللہ ﷺ سے امتزاع کرنا یا آپ کے حکم کو مسترد کرنا نہ تھا، کیونکہ اس پیغام سے رسول اللہ ﷺ کا مقصد صرف امت کی ولداری اور ان کو بشارت دینا تھا، حضرت عمر کی یہ رائے تھی کہ اس بشارت کو مخفی رکھنا بہتر ہے تاکہ لوگ صرف کلمہ پڑھ لینے پر ہی تکیہ نہ کر لیں اور اعمال سے غافل ہو جائیں، اور جب حضرت عمر نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ رائے پیش کی تو آپ نے اس کو صحیح قرار دیا۔ اس حدیث میں اکابر کا اصغر کی رائے سے موافقت کرنے کا بیان ہے۔

۸۔ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ اگر اصغر کی رائے میں کوئی مصلحت ہو تو اکابر کو ان کی رائے کی طرف رجوع کر لینا چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کا بیان | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو جو یہ حکم دیا تھا کہ وہ کلمہ شہادت پڑھنے والی کو نجات

کا عام بشارت دے دی اور پھر آپ نے اس سے منع فرما دیا تو وہ اس پر مبنی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد مستغیر ہو گیا تھا اور محققین کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے بلکہ واقع ہے اور آپ کو تمام مجتہدین پر یہ زرقیت حاصل ہے کہ آپ اجتہاد میں خطا پر برقرار نہیں رہتے، اور جو علماء آپ کے اجتہاد کی نقل کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ امور دینیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے بغیر کچھ نہیں فرماتے، اسی کے طور پر بھی یہ ہو سکتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ سے گفتگو فرما رہے ہوں اس وقت آپ پر وحی نازل ہوئی ہو جس کی وجہ سے آپ نے اپنے سابق قول کو منسوخ کر دیا ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد میں تفصیل مشہور ہے، دنیاوی امور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے جواز اور وقوع پر تمام علماء کا اتفاق ہے، اور احکام دینیہ میں اکثر علماء کا یہ نظریہ ہے کہ آپ کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے، کیونکہ جب دوسروں کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے تو آپ کے لیے بہ طریق اولیٰ اجتہاد جائز ہوگا، اور بعض علماء نے کہا آپ کے لیے اجتہاد جائز نہیں ہے کیونکہ آپ کو وحی کے ذریعہ یقینی حکم حاصل کرنے پر قدرت ہے۔ بعض علماء نے کہا جنگی معاملات میں اجتہاد کرنا جائز ہے اور باقی معاملات میں جائز نہیں ہے، اور بعض علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا، پھر جب وہ علماء جن کے نزدیک آپ کا اجتہاد کرنا جائز ہے، ان میں یہ اختلاف ہے کہ اجتہاد واقع ہے یا نہیں، ان میں سے اکثر نے کہا کہ آپ نے اجتہاد کیا ہے اور دوسروں نے کہا آپ نے اجتہاد نہیں کیا، اور بعض نے توقف کیا، پھر وہ اکثر علماء جنہوں نے کہا آپ کا اجتہاد جائز ہے اور آپ نے اجتہاد کیا ہے، ان کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ کی اجتہاد میں خطا جائز ہے یا نہیں، محققین نے کہا آپ کی اجتہاد میں خطا جائز نہیں ہے اور اکثر علماء نے یہ کہا کہ آپ کی اجتہاد میں خطا جائز ہے لیکن آپ اس پر برقرار نہیں رہتے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے متعلق پوری تفصیل ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث میں بیان کر دی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود حضرت معاذ نے حدیث نجات کیوں بیان کی؟

حدیث نمبر ۵۶ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **مَنْ شَهِدَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَانْجَنَى عَبْدًا وَرَسُولَهُ** کی شہادت دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام کر دیتا ہے، حضرت معاذ نے پوچھا میں لوگوں کو اس کی بشارت دے دوں؟ آپ نے فرمایا پھر لوگ ناشی پر اعتماد کر لیں گے! پھر حضرت معاذ نے گناہ سے بچنے کے لیے

موت سے پہلے یہ حدیث بیان کر دی۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

حضرت معاذ علم کی حفاظت کرتے تھے اور ان کو یہ قدر تھا کہ ان کی موت سے یہ علم رخصت ہو جائے گا اور ان کا شمار علم کے چھپانے والوں میں ہوگا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی احادیث کی تبلیغ کا حکم دیا ہے اس پر ان سے عمل نہیں ہو سکے گا، اس لیے انھوں نے امتیاط پر عمل کیا، اور موت سے پہلے یہ حدیث بیان کر دی، اور ان کا یہ خیال تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کو بیان کرنے سے تحریک منع نہیں فرمایا، یا ان کا خیال تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کو عام لوگوں کے سامنے بیان کرنے سے منع فرمایا تھا، کیونکہ ہو سکتا تھا جن لوگوں کی فہم و فراست کم ہو وہ اس حدیث کو سن کر غلط فہمی میں مبتلا ہوں اور صرف کلمہ پڑھ لینے کو ہی نجات کے لیے کافی سمجھیں اور اعمال کو ترک کر دیں، اس لیے حضرت معاذ نے موت سے پہلے خواص اور اہل علم کو اس حدیث کی اطلاع دے دی۔

حضرت عتبان بن مالک انصاری کی روایت سے استنباط شدہ مسائل | حدیث نمبر ۵ میں ہے:

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نابینا ہو گئے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ آپ میرے گھر تشریف لا کر کسی جگہ نماز پڑھیں تاکہ میں اس کو مصیبتی بنا لوں!

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

- ۱۔ جب کوئی شخص مسجد میں جانے سے منذور ہو تو گھر کی کسی جگہ کو نماز کے لیے مخصوص کر دینا مستحب ہے۔
- ۲۔ نوافل کی جماعت جائز ہے۔
- ۳۔ رئیس کا اپنے ماننے والوں کے گھر جانا جائز ہے۔
- ۴۔ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن خلق اور تواضع کا بیان ہے۔
- ۵۔ نابینا شخص کی امامت جائز ہے۔
- ۶۔ بارش، اندھیرے یا جان کے خوف کے عذر کی وجہ سے جماعت سے نماز پڑھنے کو ترک کرنا جائز ہے۔
- ۷۔ کسی شخص کا اپنی بیماری یا اور کسی مصیبت کی خبر دینا، شکایت ہے نہ صبر کے خلاف ہے۔
- ۸۔ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ مہمان گھر والوں کو نماز کی امامت کرا سکتا ہے، بعض علماء نے کہا کہ صاحب خانہ مہمان کی بہ نسبت امامت کرانے کا زیادہ حقدار ہے، اور بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ صاحب خانہ کی اجازت سے مہمان جماعت کرا سکتا ہے، امام مالک نے کہا ہے کہ صاحب خانہ کے لیے مستحب یہ ہے کہ جب اس سے افضل شخص اس کے گھر آئے تو اس کو نماز کے لیے مقدم کرے اور اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ صاحب خانہ کی اجازت سے مہمان کا نماز پڑھانا جائز ہے۔

- ۹۔ مکان میں جس جگہ کو مسجد بنالیا جائے وہ مالک مکان کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتی، اس کے برخلاف محلہ میں جو مسجد بنائی جائے وہ بندے والے کی ملکیت سے خارج ہو جاتی ہے۔
- ۱۰۔ نیک لوگوں کے نماز پڑھنے اور غافل لوگوں کے سجدہ کرنے کی جگہ سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔
- ۱۱۔ جب کسی نیک شخص کو کوئی آدمی اس سے تبرک حاصل کرنے کے لیے بلائے تو اس کو جانا چاہیے، بشرطیکہ اس سے تکبر پیدا نہ ہو۔
- ۱۲۔ جب کہیں جانے کا وعدہ کیا جائے تو اس کو پورا کرے۔
- ۱۳۔ دن میں نوافل کی جماعت جائز ہے۔
- ۱۴۔ علماء کی ضیافت کر کے ان کی تعلیم کرنا چاہیے۔
- ۱۵۔ امام کو فساد اور منافقوں پر متنبہ کرنا جائز ہے۔
- ۱۶۔ اگر لوگ کسی شخص پر فسق کی تہمت لگائیں اور وہ قاسم نہ ہو تو امام پر لازم ہے کہ اس کی بابت بیان کرے۔
- ۱۷۔ اگر کوئی شخص بیزہد کے جماعت میں شریک نہ ہو تو وہ بدگمانی کے محل میں ہے۔
- ۱۸۔ دن کے نوافل دو، دو کے پڑھنے چاہئیں۔
- ۱۹۔ اگر کسی شخص کو دعوت دی ہو پھر بھی اس کو میزبان کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرنی چاہیے۔
- ۲۰۔ جب کوئی نیک شخص کسی کے گھر جائے تو اہل محلہ کو بھی اس کی زیارت اور اس سے استفادہ کے لیے جانا چاہیے۔
- ۲۱۔ جو شخص توجید پر مرے اس کو دوزخ میں دائمی عذاب نہیں ہوگا۔
- ۲۲۔ بعض صحابہ نے حضرت مالک بن وحشم کے متعلق یہ گمان کیا تھا کہ وہ دل سے کلمہ نہیں پڑھتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا رد کیا اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر کے مطابق پڑھتے ہیں۔
- ۲۳۔ اس حدیث کے آخر میں ہے حضرت انس نے اپنے بیٹے سے کہا اس حدیث کو سمجھ لو، اس میں احادیث کے لکھنے کا ثبوت ہے۔ اور جس حدیث میں حدیث کو لکھنے کی ممانعت ہے وہ ابتداء امر پر محمول ہے، اس کی تفصیل شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ہے۔
- ۲۴۔ اس حدیث میں ہے پہلے آپ نے نماز پڑھائی اور پھر کھانا کھایا، کیونکہ حضرت عثمان نے آپ کو نماز پڑھنے کے لیے بلایا تھا، اور حضرت اسم سلیم کی حدیث میں ہے پہلے آپ نے کھانا کھایا پھر آپ نے نماز پڑھائی، کیونکہ انھوں نے آپ کو کھانا کھانے کے لیے بلایا تھا، خلاصہ یہ ہے کہ دونوں جگہ آپ نے تقاضائے حال کے لحاظ سے ترتیب رکھی۔
- ۲۵۔ اگر نماز بیٹھے ہوئے لوگوں کی باتیں نماز میں نہ لے تو اس سے غار کے خشوع میں فرق نہیں آتا کیونکہ حضور نے صحابہ کی باتیں سنیں اور ان پر نصیرہ فرمایا:
- نوٹ: یہ حدیث صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں زیادہ تفصیل سے آئی ہے اور یہ فرائد اس حدیث کی تمام روایات کے اعتبار سے ہیں۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبًّا
وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ رَسُولًا فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَإِنْ ارْتَكَبَ الْمُعَاصِيَ
الْكَبَائِرَ

۵۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ أَبِي عُمَرَ الْبُخَارِيُّ
وَيَشْرِبُ بْنُ الْعَقِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزُ بْنُ هُذَ
الْبُنِ مَحْمُودُ النَّدَا وَرُوِيَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْقَادِ
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ
أَعْيَاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذَا قَطْعِ الْإِيمَانِ
مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کو رب، اسلام کو دین اور
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہو
وہ مومن ہے خواہ وہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب
کے

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بیان
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جو شخص اللہ تعالیٰ کو رب، اسلام کو دین، اور محمد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مان کر راضی ہو گیا اس
نے ایمان کا ناقصہ چھو لیا۔

فت: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس شخص نے اللہ کے سوا اور کسی چیز کو اپنا مطلوب نہیں بنایا، اسلام کے
سوا اور کسی طریقہ کو نہیں اپنایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی کی شریعت کو نہیں اپنایا، اس کے ظاہر
اور باطن میں اسلام سرایت کر جائے گا۔

بَابُ بَيَانِ عَدَدِ شُعَبِ الْإِيمَانِ وَأَفْضَلِهَا
وَأَدْنَاهَا وَفِصْلَةُ الْحَيَاءِ وَكُونِهِ مِنَ
الْإِيمَانِ

۶۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ بْنُ
مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا
سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ
أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً وَالْحَيَاءُ
شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی ستر (۷۰)
سے زیادہ شائیں ہیں اور حیا بھی ایمان کی ایک
شاخ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کا شریا ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں جن میں سب سے افضل شاخ کلمہ طیبہ کا اعتقاد ہے اور سب سے ادنیٰ شاخ راستہ میں سے کسی تکلیف دہ چیز کو دور کر دینا ہے اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص اپنے بھائی کو حیا د کرنے سے منع کر رہا ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔

اہم مسلم نے ایک اور سند سے اسی حدیث کو روایت کیا جس میں یہ بیان ہے کہ حیا سے روکنے والا شخص ایک انصاری صحابی تھا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیا سے بھلائی ہی حاصل ہوتی ہے یہ سن کر بشیر بن کعب نے کہا کہ حکمت کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ حیا سے وقار اور اطمینان حاصل ہوتا ہے، حضرت عمران نے اس کے جواب میں کہا میں تم کو حدیث رسول سنارہا ہوں اور تم اس کے مقابلہ میں اپنی کتابوں کی باتیں پیش کر رہے ہو۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضرت عمران بن حصین کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ہم میں بشیر بن کعب بھی موجود تھے، حضرت عمران نے ایک حدیث

۶۱۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سَهِيلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ وَثِيلٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى مِنَ النَّفْسِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ۔

۶۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرُو النَّاقِذُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَعْظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ۔

۶۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الزُّرَّارِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرُ بْنُ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ مَرَّ بِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ يَعْظُ أَخَاهُ۔

۶۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الشَّوَارِبِ يَحْدِثُ أَنَّ سَمِعَ يَمْرَأَانَ بْنَ حُفَيمٍ يَحْدِثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَيَاءُ رَدِيَانِي فِي الرَّجُلِ فَقَالَ بَشِيرُ بْنُ كَعْبٍ إِنَّهُ مَكْتُوبٌ فِي الْحِكْمَةِ أَنَّ مِنْهُ وَقَارًا وَمِنْهُ مَكِينَةٌ فَقَالَ عِمْرَانُ أَحَدُ ذَلِكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَحْيُ عَنْ مُحْوَلَةٍ۔

۶۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ فِي مَحَدِّثَنَا حَقَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اسْتَحْقَاقٍ وَهُوَ ابْنُ سُرَيْدٍ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ حَدَّثَنَا قَالَ كُنَّا عِنْدَ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ فِي رَهْطٍ مِنَّا وَفِيهَا بَشِيرُ بْنُ كَعْبٍ فَحَدَّثَنَا

عَمْرًا أَنْ يَوْمَئِذٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْحَيَاءُ عَمَلٌ كُلُّهُ قَالَ أَوْ قَالَ الْحَيَاءُ كُلُّهُ عَمَلٌ فَقَالَ بَشِيرُ بْنُ كَعْبٍ إِذَا لَمْ يَجِدْ فِي بَعْضِ الْكُتُبِ أَوْ الْحِكْمَةِ أَنَّ مِنْهُ سَكِينَةٌ وَوَقَاتٌ إِلَيْهِ تَعَالَى دَمِنَهُ ضَعُفٌ قَالَ فَغَضِبَ عُمَرَانُ حَتَّى احْمَرَّتَا عَيْنَاهُ وَ قَالَ لَا آءَا فِي أَحَدٍ ذَلِكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَتُعَارِضُ فِيهِ قَالَ فَأَعَادَ عُمَرَانُ الْحَدِيثَ قَالَ كَمَا لَمْ نَقُولْ إِنَّهُ يُمْكَايَا أَبَا نُجَيْدٍ إِنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ.

بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیہ پوری کی پوری خیر ہے یا آپ نے فرمایا جیہ مکمل خیر ہے، بشیر بن کعب نے کہا ہم نے بعض کتابوں میں یہ پڑھا ہے کہ بعض دفعہ جیہ سے وقار اور اطمینان حاصل ہوتا ہے اور بعض دفعہ اس سے کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر ان کی آنکھیں غصہ سے سرخ ہو گئیں اور فرماتے گئے میں تم کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سناتا ہوں اور تم اس کے خلاف باتیں کہتے ہو۔ یہ کہہ کر حضرت عمر ان نے دوبارہ یہی حدیث بیان کی اور ہم ان کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے کہنے لگے اسے ابو نجید! بشیر ہم ہی میں سے ہیں اور انھوں نے یہ بات کسی بڑی نیت سے نہیں کہی۔ امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ یہی روایت بعینہ اسی طرح ذکر کی ہے۔

۶۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ حَدَّثَنَا أَبُو نَعْمَانَ الْقَدَوِيُّ قَالَ سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ الرَّبِيعِ الْقَدَوِيَّ يَقُولُ عَنْ عُمَرَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَحْوِ حَدِيثُ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ.



علامہ یحییٰ بن بشر
فروغی لکھتے ہیں:

ایمان کی شاخوں کی تعداد میں مختلف روایات میں راجح روایت کا بیان

امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

ہے کہ ایمان کی ستر اور کچھ شاخیں ہیں اور امام بخاری نے بعض آسانید سے ساتھ اور کچھ شاعروں کی حدیث روایت کی ہے اور اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ کون سی روایت رائج ہے، قاضی عیاض نے کہا ستر شاعروں والی روایت صحیح ہے، امام بیہقی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے، اور بعض علماء نے ساتھ شاعروں والی روایت کو ترجیح دی ہے، پھر ان ساتھ شاعروں کی تعین میں بھی تفصیل ہے، امام ابو عبد اللہ عینی شافعی نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے، اور اسی کی فکر کی ایک کتاب امام بیہقی نے لکھی ہے جس کا نام انھوں نے شعب الایمان رکھا ہے۔ نہ یہ کتاب پہلے نایاب تھی، اب الحمد للہ بیروت میں چھپ گئی ہے اور ہمیں دستیاب بھی ہے۔ اس موضوع پر اور بھی کتابیں ہیں، سعیدی مقرر لہ!

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

ایمان کی شاعروں کی تفصیل اور تعین ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں، ان کی تفصیل اور تعین میں بہت کچھ کہا گیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ایمان کی اصل تین چیزیں ہیں، تصدیق بالقلب، اقرار باللسان اور عمل بالارکان، تصدیق کے لحاظ سے ایمان کی اکتیس شاخیں ہیں، اقرار کے لحاظ سے سات اور عمل کے لحاظ سے چالیس شاخیں ہیں اور یہ کل اٹھتر شاخیں ہیں۔ تصدیق بالقلب کے لحاظ سے ایمان کی شاخیں:

- (۱) اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور وحدانیت پر ایمان لانا بائیں طور کہ اس کی کوئی مثل نہیں ہے (۲)
- اللہ تعالیٰ کے ماسواہر چیز کے حادث ہونے پر ایمان لانا (۳) فرشتوں پر ایمان لانا (۴) اللہ کی تمام کتابوں پر ایمان لانا (۵) اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں پر ایمان لانا (۶) ہر خیر اور ہر شر کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے ساتھ وابستہ ماننا۔ (۷) قیامت پر ایمان لانا، اس میں قبر کے سوال اور عذاب، مرنے کے بعد اٹھنا، حساب میزان اور پل صراط پر ایمان لانا داخل ہے۔ (۸) جنت کے وعدہ اور اس کے دوام پر ایمان لانا (۹) دوزخ کی وعید، اس کے عذاب اور اس کے غیر فانی ہونے پر ایمان لانا۔ (۱۰) اللہ تعالیٰ کی محبت پر ایمان لانا۔ (۱۱) اللہ کے بی محبت اور اللہ کے لیے بغض مثلاً مہاجرین اور انصار تمام صحابہ سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل سے محبت کرنا اور کافروں سے بغض رکھنا (۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا، آپ پر درود پڑھنا اور آپ کی سنتوں کی اتباع کرنا (۱۳) اخلاص، اس میں زیادہ اور نفاق کو ترک کرنا داخل ہے۔ (۱۴) قربہ کرنا اور نادوم ہونا۔ (۱۵) خدا سے ڈرنا (۱۶) خدا سے امید رکھنا۔ (۱۷) ناامیدی کو ترک کرنا (۱۸) شک کرنا (۱۹) عہد پورا کرنا (۲۰) صبر کرنا (۲۱) تواضع کرنا اور بڑوں کی تعظیم کرنا۔ (۲۲) رحمت کرنا اور چھوٹوں پر شفقت کرنا (۲۳) تفضل و قدر پر راضی رہنا (۲۴) توکل کرنا (۲۵) تکبر کو ترک کرنا، اس میں خود مہرانی اور خود پسندی کو ترک کرنا بھی داخل ہے (۲۶) حسد کو ترک کرنا (۲۷) کینہ اور بغض کو ترک کرنا (۲۸) غیظ و غضب کو ترک کرنا (۲۹) دھوکا دہی کو ترک کرنا، بدگمانی اور مکروہ فریب کو ترک کرنا بھی اس میں داخل ہے (۳۰) دنیا یعنی مال اور جاہ کی محبت کو ترک کرنا (۳۱) جفا کرنا، یعنی خوں خدا سے

گناہوں اور بری باتوں کو ترک کرنا۔

اقرار باللسان کے لحاظ سے ایمان کی شاخیں

(۱)۔ توحید و رسالت کا اقرار کرنا (۲)۔ قرآن کی تلاوت کرنا (۳)۔ علم دین حاصل کرنا (۴)۔ علم دین پڑھانا۔
(۵)۔ دعا کرتا رہنا، ذکر کرنا، اس میں استغفار کرنا بھی داخل ہے (۶)۔ فضول باتوں سے اجتناب کرنا۔
عمل بالارکان یعنی بزرگ کے اعمال کے اعتبار سے ایمان کی شاخیں:
(۱)۔ پاکیزگی حاصل کرنا، یعنی بدن، پیرٹے اور ہیکل کو پاک کرنا، اس میں وضو اور غسل جنابت اور حیض و نفاس کے انقطاع کے بعد غسل کرنا داخل ہے۔ (۲)۔ نمانہ پڑھنا، اس میں فرائض، نوافل اور قضاء نمازوں کا پڑھنا داخل ہے (۳)۔ زکوٰۃ ادا کرنا، اس میں مدتہ فطر، اور دیگر صدقات داخل ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرنا اور کھانا کھلانا بھی اس میں داخل ہے۔ (۴)۔ روزہ رکھنا خواہ فرض ہو یا نفل (۵)۔ حج اور عمرہ کرنا (۶)۔ اعتکاف کرنا اور لیلة القدر کو تلاش کرنا (۷)۔ دین کو بچانے کے لیے جنگل کی طرف بھاگنا اور دارالکفر سے ہجرت کرنا (۸)۔ نذر پوری کرنا (۹)۔ قسم پوری کرنا (۱۰)۔ کفارہ ادا کرنا (۱۱)۔ شہرگاہ کی حفاظت کرنا خواہ نماز کی حالت ہو یا غیر حالت نماز (۱۲)۔ قربانی کرنا (۱۳)۔ نماز جنازہ پڑھنا (۱۴)۔ قرض ادا کرنا (۱۵)۔ معاملات میں صدق اور اخلاص سے کام لینا اور ریا سے احتراز کرنا (۱۶)۔ سچی گواہی دینا اور گواہی چھپانے سے احتراز کرنا (۱۷)۔ نکاح کے عہد پر پاکیزگی حاصل کرنا (۱۸)۔ اہل و عیال اور خدام کے حقوق ادا کرنا (۱۹)۔ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا اور ان کی نافرمانی سے اجتناب کرنا (۲۰)۔ اولاد کی تعلیم و تربیت کرنا (۲۱)۔ رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا (۲۲)۔ مالک کی اطاعت کرنا (۲۳)۔ لوگوں کے درمیان صلح کرنا اور خارجوں اور باغیوں سے جنگ کرنا (۲۴)۔ عدل سے حکومت کرنا۔ (۲۵)۔ جماعت کی پیروی کرنا (۲۶)۔ حکام کی اطاعت کرنا (۲۷)۔ نیکی میں تعاون کرنا (۲۸)۔ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا (۲۹)۔ حدود قائم کرنا (۳۰)۔ جہاد کرنا اور سرحدوں کی حفاظت کرنا (۳۱)۔ قرض کو وقت پر ادا کرنا (۳۲)۔ پڑوسی کے حقوق ادا کرنا (۳۳)۔ حسن معاشرت سے کام لینا (۳۴)۔ مال کو صحیح طریقہ سے خرچ کرنا اور بخل اور امران سے اجتناب کرنا (۳۵)۔ سلام کا جواب دینا (۳۶)۔ چھینک کا جواب دینا۔ (۳۷)۔ لوگوں کو اپنے ضرر سے محفوظ رکھنا (۳۸)۔ لہو و لعل سے اجتناب کرنا۔ (۳۹)۔ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا۔
ایمان کی یہ اٹھہر شاخیں ہیں۔ لے

اس حدیث میں ہے حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

حیا کا لغوی اور اصطلاحی معنی

بعض روایات میں ہے حیا جزو ایمان ہے، بعض روایات میں ہے حیا سے صرف حیر حاصل ہوتی ہے بعض میں ہے حیا پوری کی پوری خیر ہے۔

امام واحدی نے کہا اہل سنت کے نزدیک حیا، حیات سے ماخوذ ہے، کیونکہ حیات کے سبب سے علم حاصل ہوتا ہے اور جب انسان کو عیب گننے کے کاموں کا علم ہو تو وہ ان سے احتراز کرتا ہے اور یہی حیا ہے، لہذا حیا، حیات اور حس کی قوت اور لطیف سے حاصل ہوتی ہے، اسٹاذ ابراہیم قشیری نے سید جنید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انسان جب اللہ تعالیٰ کی رمی ہوئی نعمتوں کو اور اپنی تقصیر کو دیکھتا ہے تو اس سے جو حالت پیدا ہوتی ہے وہ حیا ہے۔ قاضی عیاض اور دیگر شراح نے بیان کیا ہے کہ حیا انسان کی ایک جبلت اور فطری صفت ہے جو اس کے اختیار میں نہیں ہے اس کے باوجود حیا کو ایمان کا جزو قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات انسان اور دیگر نیک کاموں کی طرح حیا کا بھی اکتساب کرتا ہے اور اس کو اپنے قصد اور اختیار سے حاصل کرتا ہے، حیا انسان کا وہ وصف ہے جو اس کو نیک کاموں پر براہیگختہ کرتا ہے اور بڑے کاموں سے روکتا ہے، اس اعتبار سے حیا ایمان کا جزو ہے، بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ بعض اوقات انسان نشئت حیا کی وجہ سے کسی شخص کے سامنے حق بات کہہ نہیں سکتا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیتا ہے اور بعض اوقات حیا کی وجہ سے انسان بعض حقوق کی ادائیگی نہیں کر پاتا، پھر حیا پوری کی پوری خیر کس طرح ہوگی؟ علامہ ابو عمر دین الصلاح نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ یہ وصف حیا نہیں ہے جس کی وجہ سے انسان حق بات نہ کہہ سکے اور حق کام نہ کر سکے بلکہ یہ عجز، کم ہمتی اور بزدلی ہے، اس کو عرف میں مجازاً حیا کہتے ہیں، حقیقت میں یہ حیا نہیں ہے، حیا کی تعریف یہ ہے:

الحیاء خلق یبعت علی ترک القبیح وینم عن التقصیر فی حق ذی الحق۔
حیا وہ وصف ہے جو بڑے کام کے ترک پر براہیگختہ کرتا ہے اور مقدار کے حق کی ادائیگی میں تقصیر سے منع کرتا ہے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

حیا کا شرعی معنی

سب سے زیادہ جس سے حیا کرنی چاہیے وہ اللہ تعالیٰ ہے، اور اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو وہ کام کرتے ہوئے نہ دیکھے جس کام سے اللہ تعالیٰ نے تم کو منع کیا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اس طرح اللہ تعالیٰ کی مبادرت کو دیکھو یا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھ پاؤ، تو یہ یقین رکھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے" اور امام حرمدی نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے کہ جنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے حیا کرو جو حیا کرنے کا حق ہے، صحابہ کرام نے کہا: الحمد للہ ہم حیا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا یہ حیا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کرنا جو حیا کا حق ہے، وہ یہ ہے کہ سر اور اس کے نیچے کے اعضاء اور بیٹ اور اس کے نیچے والے اعضاء کی (از تکاب معصیت سے) حفاظت کرو، اور موت کو اور جسم کے بوسیدہ ہونے کو یاد رکھو، سو جس نے ایسا کر لیا اس نے اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کی جو حیا کرنے کا حق ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ تمام شاعروں میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حیا کا ان خصوصیت کے ساتھ کیوں ذکر فرمایا: اس کا جواب یہ ہے کہ حیا تمام شاعروں کو شامل ہے، کیونکہ گناہ اور بے حیائی کے کام کرنے سے دنیا اور آخرت میں رسوائی ہوتی ہے اور حیا طر آدمی رسوائی سے ڈرتا ہے اس لیے وہ گناہوں سے باز رہے گا انتقام احکام شرعیہ پر عمل کرے گا، علامہ طیبی نے کہا کہ حیا کو خصوصیت سے الگ ذکر کرنے کی یہ وجہ ہے کہ یہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخوں میں سے ایک شاخ ہے کیا انسان نے اس کو مکمل طور پر حاصل کر لیا ہے! اس پر تیس کر کے سوچے کہ ایمان کی تمام شاخوں کو حاصل کرنا کس قدر مشکل ہے!

نیز علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

ان الحیاء تغیر وانکسار عند خوف ما یعاب او یذم۔
کسی کام کے ارتکاب کے وقت مذمت اور ملامت کے خوف سے انسان کی طبیعت کا متغیر ہونا حیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے جب یہ لفظ استعمال ہوتا اس سے مراد صرف ترک کرنا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے: ان اللہ حی کو یحییٰ لیستحی اذا رفع الیہ العبد یدہ ان یردہما صفرا حتی یضرب فیہما خیرا۔
اللہ تعالیٰ حیا دار کریم ہے، جب بندہ اس کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے تو وہ ان کو غالی لٹا لے سے حیا فرماتا ہے، حتیٰ کہ ان ہاتھوں میں خیر رکھ دیتا ہے۔

اس حدیث میں حیا کا معنی ترک کرنا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید اور دیگر احادیث میں جہاں اللہ تعالیٰ کے لیے حیا کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کا معنی ترک کرنا ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی ہے، حیا ایمان کی جڑ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایمان خدا جہاں ہے اور مرکب ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حیا ایمان کا مکمل کی جڑ ہے اور وہ خدا جہاں ہے۔

اسلام کے جامع اوصاف

بَابُ جَامِعِ اَوْصَافِ الْاِسْلَامِ

حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی رحمہ اللہ نے بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اسلام کے متعلق مجھے کوئی ایسا ارشاد فرمائیے کہ پھر میں آپ کے بعد کسی اور سے سوال نہ کروں، ابو اسامہ کی روایت میں ہے، میں آپ کے غیر سے سوال نہ کروں، آپ نے فرمایا: کہو میں اللہ پر ایمان لایا پھر اسی پر مستقیم ہوں۔

۶۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابُو كُرَيْبٌ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ وَحَدَّثَنَا ثَعْلَبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَاسْتَحَقُّ بْنُ اِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ جَرِيرٍ ۚ وَحَدَّثَنَا ابُو كُرَيْبٌ حَدَّثَنَا ابُو اسَامَةَ كُلُّهُمُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ سُقَيَانَ ابْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قُلْ لِي الْاِسْلَامُ قَوْلًا لَا اَسْأَلُ عَنْهُ احَدًا بَعْدَكَ وَفِي حَدِيثٍ اُخَرٍ اسَامَةَ غَيْرَكَ قَالَ قُلْ اَمْسَلْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْتُ۔

۱۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، مدقہ القاری ص ۱۱۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنيرة بمصر ۱۳۴۸ھ

استقامت کا بیان

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع کلمات میں سے ہے اور یہ حدیث قرآن مجید کا اس آیت کے مطابق ہے:

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا
تتوبون علیہم اللہ المملکۃ الا تخافون ولا تحزنون
وابتعدوا بالجنة الی الی کنتم توعدون۔
(حجۃ السجدہ: ۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ پورے قرآن میں جو آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے زیادہ دشوار اور شاق تھی وہ یہ تھی:

فاستقم کما امرت۔
(ہود: ۱۱۲)

اس لیے جب صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ پر بڑھاپے کے آثار بہت جلد نمودار ہو گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ کو سورہ ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا، استاد ابوالقاسم قرطبی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ استقامت وہ درجہ ہے جس سے تمام امور کمال ہوتے ہیں، کیونکہ تمام نیکیاں اسی سے حاصل ہوتی ہیں، اور جو شخص استقامت پر نہ ہو اس کی جدوجہد ضائع اور بے کار جاتی ہے، ایک قول یہ ہے کہ اکابر کے سوا استقامت کی کوئی طاقت نہیں رکھتا، کیونکہ استقامت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے معمولات اور رسم و رواج کو ترک کر کے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق کرے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: استقامت پر نہ ہو اور تم اس کا ہرگز احاطہ نہیں کر سکو گے، علامہ واسطی نے کہا استقامت وہ ملک ہے جس کا وجہ سے نیکیوں میں حسن پیدا ہوتا ہے اور جس کے نہ ہونے کی وجہ سے نیکیاں قبیح ہو جاتی ہیں۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے: یا رسول اللہ! آپ کو میرے متعلق کس چیز کا زیادہ خوف ہے؟ آپ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا: اس کا۔

”جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر مضبوطی سے قائم رہے“ اس کی تفسیر میں میں نے لکھا تھا: یعنی اس اقرار کے بعد اس سے انحراف نہیں کیا اور زندگی بھر اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کی اطاعت کا التزام کرتے رہے اور کسی آن اور کسی لفظ میں اس کی یاد سے غافل اور اس کی اطاعت سے باہر نہیں رہے، کڑے سے کڑے امتحان اور مشکل سے مشکل مرحلہ میں حرص و ہوس کی آندھیوں میں اور خوف و خطر کے طوفانوں میں، مملکت، جلالت، سفر و حضر، موقع اور ہر جگہ پر اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا اور اس کے حکم کی تعمیل کے مقابلہ میں کسی چیز کو خاطر میں نہ لانا

یہی استقامت ہے اور یہ بہت بڑا مرتبہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا حکم دیا گیا، فاستقم کما امرت۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: سورہ ہود سے مجھے بڑھا کر دیا۔ یہ مرتبہ کا ملین کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ ہم کو اس مرتبہ سے حظ وافر عطا فرمائے آمین۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے وصیت کیجئے! آپ نے فرمایا کہ میرا رب اللہ ہے پھر اس پر مستقیم رہو! حضرت علی نے کہا میرا رب اللہ ہے اور صرف اللہ کی مدد سے مجھے توفیق ہے، میں نے صرف اسی پر توکل کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: اے ابوالحسن! تم کو یہ علم مبارک ہو، یہ حدیث توحید الہی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو شامل ہے، جب بندہ نے یہ کہا میرا رب اللہ ہے تو یہ توحید کو ماننا ہے اور جب اس پر وہ مستقیم ہو گیا تو یہ تمام طاعات کو شامل ہے، کیونکہ استقامت کا مطلب ہے، اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو ماننا اور اس پر عمل کرنا اور ہر اس چیز سے اجتناب کرنا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے، اس میں قلب اور بدن کے تمام اعمال آگئے، کیونکہ اگر غور اسی بھی اور ناہمواری ہو تو استقامت محقق نہیں ہوگی، اسی لیے صوفیہ نے کہا ہے کہ ہزار کمالاتوں سے استقامت بہتر امام رازی نے کہا ہے کہ استقامت بہت مشکل چیز ہے کیونکہ یہ تمام عقائد صحیحہ اور اعمال حسد کو شامل ہے باس طور کہ تمام باطل عقائد سے اجتناب کرے اور تمام بڑے سے اخلاق سے احتراز کرے اور ہر معاملہ میں افراط اور تفریط سے بچے اور طریق متوسط پر گامزن رہے۔

امام غزالی نے کہا ہے کہ دنیا میں استقامت پر قائم رہنا سخت مشکل ہے یہ اسی طرح مشکل ہے جس طرح پل صراط سے گذرنا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔

استقامت اعوجاج (ڈیڑھا ہونا) کی ضد ہے اور یہ اعمال کی استقامت اور قلب کی استقامت دونوں کو شامل ہے، اعمال کی استقامت یہ ہے کہ اعمال متوسط ہوں، سنت سے متجاوز نہ ہوں، اعلاص سے خارج نہ ہوں، ان میں ریا ہو نہ کسی سے عرض کی طلب ہو اور نہ کوئی غرض ہو، اور قلب کی استقامت یہ ہے کہ وہ صحیح چیز پر ثابت ہو اور اس کو سیر فی اللہ کے بعد سیر فی اللہ کا مرتبہ حاصل ہو، سیر فی اللہ کا مطلب ہے صفات الہیہ کا مشاہدہ کرنا، اور سیر فی اللہ کا مطلب ہے صفات الہیہ سے منقطع ہونا، فاستقم کا امرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سیر فی اللہ میں استقامت کا حکم دیا گیا تھا۔

بعض عارفین نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تم توحید سے واقف ہو جاؤ اور جلال ذات کا مشاہدہ کرو تو ہر حال میں حق کے تابع رہو اور مقام رضا کی بلندی کو چھوڑ کر نفس اور خواہش کی پستی میں نہ گردو، امام غزالی نے کہا استقامت کی اہمیت کی وجہ سے ہر روز پانچ نمازوں میں استقامت کو طلب کرنے کی دعا کا حکم دیا ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے استقامت کی اور حسن خاتمہ کی دعا کرتے ہیں۔ (راہنہ)

علامہ اکوسی لکھتے ہیں:

کفر، فسق، جہل، بدعت اور غرہا ہش نفس کے جہنم کی پشت پر بندے اور اللہ سبحانہ کے درمیان ایک پل بچھا ہوا ہے اور یہ علم، عمل، عقل اور حال کے اعتبار سے شریعت پر استقامت کا پل ہے اور آخرت میں یہی پل نار جہنم کی پشت پر رکھ دیا جائے گا، شریعت پر استقامت کا پل بھی بال سے زیادہ باریک اور تنگ سے زیادہ تیز ہے جو دنیا میں اس پل سے آسانی سے گزر گیا وہ آخرت میں پل صراط سے بھی آسانی سے گزر جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دنیا میں شریعت پر استقامت نصیب فرمائے اور آخرت میں پل صراط سے آسانی اور سہولت سے گذار دے۔ (سہ راہین)

احکام اسلام میں سے بعض کی بعض فضیلت

بَابُ بَيَانِ تَفَاضُلِ الْإِسْلَامِ وَأَيُّ أَمُورِهِ أَفْضَلُ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اسلام کا کون سا حکم بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کو کھانا کھلانا اور مسلمان کو سلام کرنا، غلہ و شخص تنہا رہانا، بیچنا اور یا اجنبی۔

۶۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ۚ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ذُمَيْرٍ بْنُ الْمُبَارِجِ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْعَبِيدِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْإِسْلَامُ خَيْرٌ قَالَ يُطِيعُ الطَّعَامَ وَتَقَرُّ السَّلَامُ عَلَى مَنْ عَرَفْتَهُ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ ۚ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا مسلمان بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

۶۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الظَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ سَرْجٍ الْمِصْرِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْعَبِيدِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ عُمَرَ وَابْنَ الْعَاصِ يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْإِسْلَامُ خَيْرٌ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدَيْهِ ۚ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کامل) مسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

۷۰۔ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْخَلَوَاتِيِّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَاصِمٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ أَبِي عَاصِمٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الزُّبَيْرِ يَقُولُ: سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْإِسْلَامُ خَيْرٌ مِنَ سَلَامَةِ الْمُسْلِمِينَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدَيْهِ ۚ

۴۱- وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَمَرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي حَاضِرًا لَنَا أَبُو بَرْدَةَ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ اللَّهِ ابْنِ أَبِي بَرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ تَسْلِيمِهِ دِيْدٌ ۵-

حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ اسلام کا کون سا عمل افضل ہے ؟ فرمایا مسلمان کے جس عمل کے سبب سے اس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

۴۲- وَحَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِدْرِهَيْمَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُوَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو سَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ أَفْضَلُ فَكَرَّمَهُ اللَّهُ

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو موسی سے یہ روایت ذکر کی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کون سا مسلمان افضل ہے۔

افضل اعمال کے اعتبار سے احادیث میں تعارض کا جواب

کھانا اور ہر مسلمان کو سلام کرنا ہے ، اور حدیث نمبر ۶۹ میں ہے سب سے افضل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

ان حدیثوں پر یہ تعارض ہے کہ افضل عمل تو ایک ہی ہو سکتا ہے اور یہاں ایک حدیث میں لوگوں کو کھانا کھانا افضل عمل بتلایا ہے اور دوسری حدیث میں زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کو افضل عمل فرمایا ہے ، اس کا جواب یہ ہے کہ حصول منفعت کے اعتبار سے لوگوں کو کھانا کھانا افضل عمل ہے اور دفع ضرر کے اعتبار سے زبان اور ہاتھ سے لوگوں کو محفوظ رکھنا افضل عمل ہے ، یا یہ جواب سائلین اور حاضرین کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہے ، جس موقع پر حاضرین میں کھانا کھانے اور سلام کرنے کی کمی تھی وہاں اس کو افضل عمل فرمایا اور جس موقع پر حاضرین میں ایذا رسانی سے احتراز میں کمی تھی وہاں اس کو افضل عمل فرمایا۔ زبان کا ذکر اس لیے مقدم کیا ہے کہ زبان کا ضرر ہاتھ سے زیادہ ہوتا ہے اور حاضر و غائب سب کو شامل ہوتا ہے۔

بَابُ خِصَالٍ مَنِ اتَّصَفَ بِهِنَّ وَجَدَ حِلَاوَةَ الْإِيمَانِ

ان خصائل کا بیان جن کے ساتھ متصف ہونے سے ایمان کی حلاوت حاصل ہوتی ہے۔

۴۳- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ أَبِي عُمَرَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ بِجَمِيعٍ عَنِ الشَّافِعِيِّ قَالَ إِنْ أَتَى عَمْرًا حَتَّى تَعْبُدَ الْوَهَّابَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں تین محصلتیں ہوں گی ، وہ ایمان کی سطح پر پہنچے گا۔
۱۔ اللہ اور اس کا رسول اس کو باقی تمام چیزوں

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَلَكَّتْ مَنْ كُنَّ فِيهِ
وَجَدَ بِهِمْ حَلَاوَةً الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ
أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سَوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْغُرَّةَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا
بِلَّهِ وَأَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ
مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقَذَّ فِي الْمَنَافِرِ .

۴۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ
قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَلَكَّتْ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ
طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ يُحِبُّ النَّسَاءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا
بِلَّهِ وَمَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا
سَوَاهُمَا وَأَنْ يُثَلِّقَ فِي الْمَنَافِرِ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ
يُزْجِرَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ .

۴۵۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ بِأَنْبَاءِ النَّصْرَةِ
ابْنُ شَيْبَةَ أَنْبَأَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْخَوِ
حَدِيثُهُمْ غَيْرَ آتَمًا كَانَ مِنْ أَنْ يُزْجِرَ فَيُؤَدِّيًا
أَوْ تَضَرَّانِيًا .

سے زیادہ محبوب ہوں جس شخص سے بھی اس محبت
ہم وہ محض اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہو (۳) کفر سے
نجات پانے کے بعد دوبارہ کفر میں لوٹنے کو اس
طرح ناپسند کرتا ہو جیسے آگ میں پھینکے جانے
کو ناپسند کرتا ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں
تین محبتیں ہوں وہ ایمان کا مزہ پائے گا۔ (۱) جس
شخص سے محبت کرے محض اللہ کے لیے کرے
(۲) اللہ اور اس کا رسول اس کو سب سے زیادہ
محبوب ہوں (۳) کفر سے نجات پانے کے بعد دوبارہ
کفر میں لوٹنا اس کو آگ میں ڈالنے جیسے سے زیادہ
نا پسند ہو۔

امم سلم نے ایک اور سند سے بھی یہ روایت
ذکر کی ہے جس میں یہ تغیر ہے دوبارہ یہودی یا
نصرانی ہو جانے سے آگ میں ڈالے جانے کو زیادہ
بہتر سمجھے۔

علامہ یحییٰ بن شرف کو وہی لکھتے ہیں:

حلاوت ایمان کا معنی

ایمان کی حلاوت کا معنی یہ ہے کہ انسان کو عبادت کرنے اور اللہ تعالیٰ
اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کی خاطر مشقت برداشت کرنے میں لذت حاصل ہو، اللہ تعالیٰ
کی اطاعت، بھلا کر اور اس کی مخالفت کو ترک کر کے، اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو دنیا اور دنیا والوں
کی محبت پر ترجیح دے، قاضی عیاضی نے کہا ہے کہ انسان کے دل میں اللہ کی محبت اور کفر سے نفرت اسی
وقت مستحق ہوگی، جب اس کا ایمان قوی ہوگا، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے میں اس کو شرح صدر ہوگا
اور اس کا نفس مطمئن ہوگا اور یہ ایمان اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جائے گا اس وقت انسان کو ایمان
کی حلاوت محسوس ہوگی۔

اللہ اور اس کے رسول کے سب سے زیادہ محبوب ہونے کی وجہ سے بعض علما نے یہ کہا ہے
کہ اللہ سے محبت کا مطلب

یہ ہے کہ اللہ کی رضا پر اس کا دل راضی ہو، انسان اسی چیز کو پسند کرے جو اللہ کو پسند ہو اور جو چیز اللہ کو

نا پسند ہو وہ اس کو ناپسند ہو، بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ انسان اس چیز سے محبت کرتا ہے جس سے اس کے حواس کو لذت حاصل ہوتی ہے، مثلاً حسین و جمیل صورتیں، اچھی آوازیں، مزے دار کھانے، اور کبھی ان چیزوں سے محبت کرتا ہے جن سے اس کی عقل کو لذت حاصل ہوتی ہو، مثلاً علم و حکمت کی باتیں، تقریعی اور طہارت، علماء اور متقی لوگ، اور کبھی وہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو اس کے ساتھ حسن سلوک کرے اور اس سے شر اور ضرر کو دور کرے، محبت کے یہ تمام اسباب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں، جو اس کی محبت کا سبب آپ کا سب سے زیادہ حسن و جمال ہے، عقل کی محبت کا سبب آپ کا سب سے زیادہ علم اور آپ کا سب سے زیادہ زہد و تقویٰ ہے اور اگر حسن سلوک اور دفع شر کی وجہ سے محبت ہو تو آپ محسن انسانیت ہیں آپ نے حراط مستقیم اور دوام نعیم کی ہدایت دی ہے اور جہنم کے مذاب سے بچایا ہے اور ان تمام محاکم اور فضائل کا مبداء اللہ عز و جل کی ذات ہے، اس لیے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہونی چاہیے۔ ۱۷

بَابُ وَجُوبِ مَحَبَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُ مِنَ الْآهْلِ وَالْوَلَدِ وَالتَّائِسِ أَجْمَعِينَ وَاطِّلاقِ عَدَمِ الْإِيْمَانِ عَلَى مَنْ لَمْ يُحِبَّهُ هَذِهِ الْمَحَبَّةُ

اپنے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا وجوب

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے اہل اس کے مال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

۷۶۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ أَبِي مُثَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ يَكْلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ مِنْ عَبْدٍ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الْوَارِثِ الرَّجُلُ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَالتَّائِسِ أَجْمَعِينَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی اولاد، اس کے والد اور تمام

۷۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يَحْدِثُ عَنْ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ

أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ وَوَلَدِ أُمِّهِ
النَّاسِ أَجْمَعِينَ۔
لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا وجوب

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ
وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا
وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا
أَحَبُّ إِلَيْكُمْ مِنْ آلِهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ
فَتَرْبِصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ۔
”آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے ماں باپ، اولاد،
بھائی، بیویاں، دیگر رشتہ دار، کیا ہوا مال اور
تجارت جس میں نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے
پسندیدہ مکان تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی
راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو اللہ تعالیٰ
کے حکم کا انتظار کرو اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت
نہیں دیتا۔“ (توبہ: ۲۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ مکلف کرنے کی توجیہ | ایک سوال یہ ہے کہ محبت
اور غیر اختیاری چیز کا انسان مکلف نہیں ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا مکلف کہنا کس طرح صحیح
ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ محبت کی دو قسمیں ہیں: ”ایک ”محبت طبعی“ اور دوسری ”محبت عقلی“ محبت طبعی غیر اختیاری
ہوتی ہے جیسے ماں باپ، اولاد اور مال و دولت کی محبت، اور ”محبت عقلی“ اختیاری ہوتی ہے، محبت عقلی سے
مراد یہ ہے کہ عقل محبوب چیز کو دوسری چیزوں پر ترجیح دے اور یہ انسان کے اختیار میں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے اسی قسم کی محبت کہنا فرض ہے، یعنی ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی ذات، اپنے ماں باپ، دیگر
اقرباء اور مال و دولت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر قربان کر دے، جیسا کہ جنگ بدر میں حضرت ابو بکر
رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے، اور حضرت ابو حذافہ بن عتبہ نے اپنے باپ کے غلام مبارزت کی اور حضرت عمر
رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں کو قتل کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر صحابہ کرام اپنے وطن، اقرباء، مکانوں
اور مال و دولت کو چھوڑ کر بے ہمدانی کی حالت میں ہجرت کر کے مدینہ آ گئے بغیر وہ جو تک کے موقع پر حضرت ابو بکر
نے سارا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا کر رکھ دیا اور حبیبیہ آیت نازل ہوئی:

وَلَوْ أَنَا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنْ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ۔ (نساء: ۶۶)
تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرما کر کہا حضور اگر حکم دی تو میں ابھی اپنی گردن کاٹ دوں۔

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ ایمان کامل کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت فرض ہے، لیکن تحقیق یہ
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مطلقاً فرض ہے جس شخص میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مطلقاً
نہ ہو وہ مطلقاً مومن نہ ہوگا اور جس شخص میں کمال محبت نہ ہو وہ مومن کامل نہیں ہوگا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہونے کی وجوہات | ۱) انسان حسن و جمال سے محبت کرتا ہے اور
اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات میں

غور کیجئے! اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے علم کو تقوٰیٰ فرما رہا ہے تو خبر کے علم کو وہ عظیم فرما دے، اس کی دستوں اور عظمتوں کا کون اندازہ کر سکتا ہے!

(۳)۔ بعض لوگ داود و شمس اور جبر و سخا سے محبت کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر سخا و کما کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولا تبسطها کل البسط۔

اور نہ آپ اپنے ہاتھ کو پوری طرح کھول دیں!

(بنو اسرائیل: ۲۹)

(۴)۔ انسان زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت سے محبت کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر عبادت کی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يا ايها العزيم قهر الليل اكا قليلا۔

اے چادر پیمنے والے (محبوب) اے رات کو نماز میں تقوٰیٰ اقام کیا کریں۔

(مزمل: ۱-۲)

(۵)۔ انسان اس شخص سے محبت کرتا ہے جو نرم دل اور رحم کرنے والا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ نرم دل اور رحیم تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لا انقرضوا من حولك۔

تو اللہ کی کیسی (بے پایاں) رحمت سے آپ ان (مسلمانوں) کے لیے نرم دل ہوئے، اور اگر آپ تند خوا اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور آپ کے گرد و پیش سے ہٹ جاتے۔

(آل عمران: ۱۵۹)

لقد جاءك رسول من انفسك عزيز عليه ما عنك حريص عليك بما تضمنه من رءوف رحيم۔

بیشک تمہارے پاس تم میں سے ایک عظمت والے رسول تشریف لائے، ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا سخت گراں ہے، وہ تمہاری بھلائی بہت چاہنے والے ہیں اور مومنوں پر بہت شفیع اور رحیم ہیں۔

(توبہ: ۱۲۸)

(۶)۔ انسان اس سے محبت کرتا ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور بد خلق سے متنفر ہو تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سب سے اچھے تھے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وانك لعلی خلق عظیم۔

اور بلاشبہ آپ عظیم خلق پر نافر ہیں۔

(قلہ: ۳)

(۷)۔ انسان کو جس سے علم اور ادب حاصل ہو اس سے محبت کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کو تعلیم دیتے تھے اور ان کا تزکیہ کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم بلاتشبه اللہ تعالیٰ نے مومنین پر بہت بڑا احسان

رسولاً من انفسهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم
ويعلمهم الكتاب والحكمة ق وان كانوا من
قبل لفي ضلل مبين -

(ال عمران ۱۶۳)

هو الذي بعث في الامم رسولاً منهم يتلوا
عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب و
الحكمة ق وان كانوا من قبل لفي ضلل مبين
واخوان منهم لما يلحقوا بهم وهو العزيز
الحكيم -

(جمعہ ۳۱-۲)

كما ارسلنا فيكم رسولاً منكم يتلوا عليكم
آيتنا ويزكيكم ويعلمكم الكتاب والحكمة و
يعلمكم ما لم تكونوا تعلمون -

(بقرہ ۱۲۹)

کیا جب ان میں انھی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا،
جو ان پر اس کی آیتیں تلاوت کرتا ہے انہیں پاک
کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے
اور بے شک وہ اس سے پہلے موزر کھلی گمراہی میں
تھے۔

وہی ہے جس نے ان پر وہ لوگوں میں انھی
میں سے ایک عظیم رسول بھیجا، وہ ان پر اس کی آیتیں
تلاوت کرتے ہیں، انہیں پاک کرتے ہیں، اور انہیں
کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور بے شک
وہ لوگ پہلے کھلی گمراہی میں تھے، اور ان میں سے
دوسروں کو بھی کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور
پاک کرتے ہیں، جو ان میں ان (پہلے لوگوں) سے نہیں
ملے، اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

جس طرح ہم نے تم میں ایک عظیم رسول بھیجا جو
تم پر ہماری آیات تلاوت کرتے ہیں اور تمہیں پاک
کرتے ہیں اور تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے
ہیں، اور تم کو ان تمام چیزوں کی تعلیم دیتے ہیں جن کو
پہلے تم نہیں جانتے تھے۔

۱۸) انسان اس سے محبت کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کو دنیا میں کسی مصیبت اور عذاب سے نجات ملے اور
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آسمانی عذاب بھیجنے کا سلسلہ بند کر دیا۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم -
(الغالب ۳۳)

۱۹) جس کی وجہ سے دنیا کی مصیبت سے نجات ملے جب انسان اس سے محبت کرتا ہے تو اس سے محبت
کرنا زیادہ لائق ہے جس کی وجہ سے اس کو آخرت کی مصیبت اور عذاب سے نجات ملے اور آخرت میں
جب مصیبت الہی سے تمام انبیاء اور رسل خون زدہ ہوں گے، جب کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا سب
نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے اس وقت صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کام آئیں گے اور اللہ تعالیٰ سے
شفاعت کر کے لوگوں کو مصیبت سے چھڑائیں گے اور جنت میں داخل کریں گے۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يجيء الله الناس يوم القيامة فيقولون لو استشفعنا على ربنا حتى يوبخنا من مكاننا فيأتون آدم فيقولون انت الذي خلقك الله بيدك ونفخ فيك من روحه وامر الملائكة فسجدوا لك فاستشفعنا عند ربنا فيقول لست هناكم ويزدكم خطيئته ايتوا نوحا اول رسول بعثه الله فيأتونه فيقول لست هناكم ويزدكم خطيئته ايتوا ابراهيم الذي اتخذا الله خليلا فيأتونه فيقول لست هناكم فيزدكم خطيئته ايتوا موسى الذي كلمه الله فيأتونه فيقول لست هناكم فيزدكم خطيئته ايتوا عيسى فيأتونه فيقول لست هناكم ايتوا محمدا صلى الله عليه وسلم فقد غفرت له ما تقدم من ذنبه وما تأخر فيأتوني فاستأذن علي ربى فاذا رأيته وقعت ساجدا فيبدعني ما شاء الله ثم يقال لي ادع راسك فسل تعطه وقل تسلم واستمعوا ثم شفيع فارفع راسي فأحمد ربى ثم حميد يعلم متى ثم استشفع فيحمد لي حدا ثم ادخر جهنم من النار فاخرجهم الجنة ثم اعود فأقع ساجدا مثله في الثالثة او الرابعة حتى ما بقى في النار الا من حبسه القرآن وكان قتادة يقول عند هذا اي وجب عليه الخلود -

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو جج فرمائے گا، لوگ کہیں گے کہ کاش ہم اپنے رب کے حضور کسی کی شفاعت طلب کریں جو ہم کو اس جگہ سے راحت دلائے، پھر وہ حضرت آدم کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے اور آپ میں اپنی پسندیدہ اور بھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آپ کو سجدہ کریں، آپ ہمارے رب کے حضور شفاعت کیجئے۔ حضرت آدم کہیں گے میں تمہارا کام نہیں کر سکتا اور اپنی (اجتہادی) خطا یاد کریں گے، تم فوج کے پاس جاؤ، وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے شریعت کے ساتھ بھیجا، لوگ ان کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے میں تمہارا کام نہیں کر سکتا اور اپنی (اجتہادی) خطا یاد کریں گے، تم ابراہیم کے پاس جاؤ جن کو اللہ نے اپنا خلیل بنایا تھا، لوگ ان کے پاس جائیں گے، وہ بھی کہیں گے میں تمہارا کام نہیں کر سکتا اور اپنی (اجتہادی) خطا یاد کریں گے، تم موسیٰ کے پاس جاؤ جن سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوا، لوگ ان کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے میں تمہارا کام نہیں کر سکتا اور اپنی (اجتہادی) خطا یاد کریں گے، تم عیسیٰ کے پاس جاؤ، وہ ان کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے میں تمہارا کام نہیں کر سکتا، تم (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، جن کی انکی اور کھیل سب رظا ہری یا اجتہادی خطائیں معاف کر دی گئیں ہیں پھر لوگ میرے پاس آئیں گے میں اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کروں گا، میں سجدہ میں گر جاؤں گا پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دے گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا اپنا سراٹھاؤ اور حکومت کو دیا جائے گا، پھر میں تمہاری بات سنی جائے گی شفاعت کرو قبول کی جائے گی، پھر میں

اپنا منہ اٹھاؤں گا پھر میں اپنے رب کی ان کلمات کے ساتھ
حمد کروں گا جو وہ مجھے تعلیم دینگا پھر میں شفاعت کروں گا پھر میرے
لیکے حد مقرر کی جائیگی میں اس حد کے مطابق لوگوں کو جہنم سے نکال کر
جنت میں داخل کروں گا پھر میں دوبارہ سجدہ کروں گا پھر میری بارگاہ حق پر
فرمایا، حتیٰ کہ جہنم میں صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جن کا جہنم
سے نکلنا از روئے کسر آن منع ہے، یعنی جن لوگوں
کے لیے جہنم میں غلوط ہے، (اور یہ کفار ہیں)۔

اللہ اکبر! وہ عجیب منظر ہو گا، لوگ میرا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کرتے ہی کیسا انقلاب
آگیا وہ حملے تھے تہاں جو کسی کے منانے مان نہیں رہا تھا، کسی سے راضی نہیں ہو رہا تھا وہ اب مصطفیٰ علیہ السلام کو راضی کر
رہا ہے!۔

(۱۱۰)۔ انسان اس سے محبت کرتا ہے جو اس پر احسان کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نوع انسانیت
پر عموماً اور مسلمانوں پر خصوصاً احسان کیے ہیں ان کو کون شمار کر سکتا ہے! لوگ بے تحاشاً جہنم کی طرف بھاگ
رہے تھے آپ ان کو پکڑ پکڑ کر جہنم سے جنت کی طرف لائے، پتھر کھا کر، لگائیاں سن کر ان جفاکیشوں کو دائمی
نعمتوں کی طرف بلائے رہے، دنیا میں نیکی کے ساتھ جینے اور حق کی راہ میں مرنے کا چلن سکھاتے رہے۔
جن کی تعلیم و تربیت نے کایا پلٹ دی، اربت پرستوں کو بت شکن، رہزموں کو راہنما اور عسکریاں شکاروں کو
رضاک تدسیاں بنا دیا!

تو اگر تم جمال سے محبت کرتے ہو تو ان جیسا کوئی جمیل نہیں اور اگر کمال سے محبت کرتے ہو تو ان جیسا
کسی میں کمال نہیں، وہ ایسے باکمال ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سلسلہ تخلیق نبوت کو ان پر ختم کر دیا، اور اگر احسان کرنے
والے سے محبت کرتے ہو تو وہ محسن اعظم ہیں دنیا کی نعمت ہو یا آخرت کی نعمت، ہر نعمت ان کے فیض
اور ان کے وسیلہ سے ملتی ہے تو ایسے منعم اور محسن سے ایسے حسین و جمیل اور صاحب کمال سے جتنی
محبت کی جائے وہ کم ہے اور حق یہ ہے کہ ان کو اپنے آپ سے زیادہ چاہا جائے، بلکہ اپنے ماں باپ
اور اولاد سے اہتمام لوگوں سے زیادہ چاہا جائے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور محبت کے چند مظاہر
قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے بہت زیادہ محبت کرنے والے لوگ میرے
بعد ہوں گے ان کی یہ تمنا ہوگی کہ کاش ان کے تمام اہل اور مال کو لے لیا جائے اور اس کے بعد ان کو میری زیارت
حاصل ہو جائے۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۹)

امام ابن مساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اگر میرے باپ ابو قحافہ کی بجائے ابو طالب ایسا نہ لے آتے تو اس سے میری آنکھوں کو زیادہ ٹھنڈ کر۔ (پہنچتی کیونکہ ابو طالب کا اسلام لانا آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھا۔)

امام بیہقی اور امام بزار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کا اسلام لانا میرے نزدیک (میرے باپ) خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب ہے، کیونکہ آپ کا اسلام لانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا۔ ان حدیثوں میں یہ بیان ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی محبت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ترجیح دی۔ (نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۵۳)

امام ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں لکھا ہے اور امام بیہقی نے اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص سے سنا روایت کیا ہے کہ انصار کی ایک خاتون کا باپ، بھائی اور شوہر جنگ احد میں شہید ہو گئے، یہ تینوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ احد میں گئے تھے، اس نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ کا شکر ہے جس طرح تمہاری تنہائی آپ خیریت سے ہیں، اس نے کہا مجھے دکھاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں سنا کہ میں آپ کو دیکھ لوں! جب اس نے آپ کی زیارت کی تو کہنے لگی، آپ کو سلامت دیکھنے کے بعد ہر مصیبت آسان ہے (اور اب مجھے کسی چیز کی پروا نہیں ہے۔)

امام بیہقی نے عروہ سے روایت کیا ہے کہ جب اہل مکہ حضرت زید بن حوشہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر جانے لگے تو ابوسفیان نے کہا اسے ابو زید! میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں یہ تاؤ کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ اس وقت ہم اسے پاس نہ لے سکیں؟ جبکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتے اور تمہارے سبب ان کی گردن ماری جاتی؟ حضرت زید نے کہا خدا کی قسم مجھے تو یہ بھی گوارہ نہیں ہے کہ میں اپنے اہل میں منافقت سے ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیڑ میں کاٹنا چھو جائے، ابوسفیان نے کہا خدا کی قسم! میں نے کسی شخص کو کسی سے اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اور امام بخاری روایت کرتے ہیں: صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ نے کنکھوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس نے کہا خدا کی قسم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی غم کرتے تو صحابہ میں سے کوئی نہ کوئی آپ کے لعاب کو اپنے ہاتھوں پر لے لیتا اور اس کو اپنے چہرے اور جسم پر ملتا، اور جب آپ انھیں کسی چیز کا حکم دیتے تو اس پر عمل کرنے کے لیے سب جھپٹ پڑتے، اور جب آپ غم کرتے تو آپ کے جسم سے لگ کر گرنے والے پانی کو لینے کے لیے

وہ ٹوٹ پڑتے اور یوں لگتا تھا اس پانی کو حاصل کرنے کے لیے وہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے، جب آپ گفتگو کرتے تو وہ سب خاموش ہو جاتے اور تعظیم کی وجہ سے آپ کی طرف نظر نہیں اٹھاتے تھے جب عودہ اپنے ساتھیوں (کفار مکہ) کی طرف لوٹا تو اس نے کہا خدا کی قسم میں بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں، میں قیصر کسریٰ اور نجاشی کے ہاں گیا، میں خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کے درباریوں کو اس بادشاہ کی اس قدر تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا جس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعظیم کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ۱۰

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامات | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی بہت سی علامتیں ہیں، ہم یہاں پر ان میں سے کئی

علامتوں کا بیان کر رہے ہیں:

اطاعت رسول | جس شخص سے محبت ہوتی ہے انسان اس کی اطاعت اور اتباع کرتا ہے، سورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت یہ ہے کہ آپ کے احکام پر عمل کیا جائے اور آپ کے نقش قدم پر چلا جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا أَمَّاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوا وَمَا نَهَكُمُ عَنْهُ فَأَنْتَهُوا - (حشر: ۱۰)

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ - (آل عمران: ۳۱)

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ - (آل عمران: ۳۲)

اور رسول تمہیں جو حکم دیں، اس کو لیں اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جائیں۔

آپ فرمادیکھئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

آپ فرمادیکھئے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر وہ روگردانی کریں تو بے شک اللہ کا فضل کو پسند نہیں فرماتا۔

اس لیے آپ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے احکام پر عمل کیا جائے اور جن کاموں سے آپ نے منع کیا ہے ان سے اجتناب کیا جائے، خواہ تکلیف ہو یا راحت، خوشی ہو یا رنج، ہر حال میں آپ کے افعال کی اتباع اور آپ کی سنتوں کی اقتداء کی جائے اور اپنے نفس کی خواہشوں اور تقاضوں پر آپ کی سنت کو ترجیح دی جائے۔

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں:

من احب سنتی فقد احبنی ینہ

میں نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔

الم تزدی روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بنی ان قدرت ان تصبح و تمسی لیس فی قلبک غش لاحد فافعل ثم قال لی یا بنی و ذلک من سنتی و من احب سنتی فقد احبانی و من احبانی کان معی فی الجنة ینہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بیٹے اگر تم اس پر قادر ہو کہ اس حال میں صبح اور شام کرو کہ تمہارے دل میں کسی کے غش نہ ہو تو اسے ایسا کرو، پھر فرمایا: اے بیٹے یہ میری سنت ہے جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

تفاسی میں نے اس حدیث کا ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے جس نے میری سنت سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا ینہ، (اس روایت کی اصل امام ابن عساکر کی روایت ہے)

مخلاص یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت اور اتباع کرتا ہے اس کو آپ سے کامل محبت ہے اور جس کی اطاعت اور اتباع میں کمی ہے اس کی محبت میں کمی ہے لیکن وہ محبت سے خالی نہیں ہے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔

الم بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب ان رجلاً علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اسمہ عبد اللہ و کان یلقب حماراً و کان یضربک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد جلدہ فی الشراب فآقی بہ یوماً فامر بہ فجلد فقال رجل من القوم اللہم العنہ ما اکثر ما یؤقی بہ فقال النبی

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عبد اللہ نام کا ایک شخص تھا، اس کو حمار کا لقب دیا گیا تھا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شراب نوشی پر کڑے لگائے تھے، اس کو ایک دن پھیر لایا گیا اور آپ نے اس کو کڑے مارنے کا حکم دیا۔ لوگوں میں سے ایک

۱۔ حافظ ابوالقاسم علی بن حسین المعروف بابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ، تہذیب تاریخ دمشق ج ۳ ص ۱۴۵، مطبوعہ بیروت

۲۔ امام ابویوسف محمد بن یونس ترمذی متوفی ۲۵۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت کتب کراچی

۳۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۲ھ، شفاء ج ۲ ص ۲۰، مطبوعہ عبدالقزاق اکبر می ملان

صلی اللہ علیہ وسلم لا تلعنوا فواثله ما علمت انه یحب اللہ ورسولہ ۔

شخص نے کہا اسے اللہ اس پر لعنت کر، اس کو کتنی دفعہ کوڑے لگائے گئے ہیں، یہی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو لعنت نہ کرو، یہ خدا تم کو نہیں معلوم! یہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

اتباع رسول کی حلاوت | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی چاشنی اور آپ کی اتباع کی حلاوت یہ ہے کہ آپ کی مطلقاً اتباع کی جائے، خواہ کسی کام کی حکمت مقل میں آئے یا نہ آئے اور کسی فعل کا فائدہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے جو کام آپ نے کیا، اس کام کو صرف اس نیت سے کیا جائے کہ چونکہ آپ نے یہ کام کیلئے اس لیے ہم کر رہے ہیں۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن زید بن اسلم عن ابیہ قال رايت عمر بن الخطاب قبل الحجد قال لولا انی رايت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلک ما قبلتک ۔

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن الخطاب نے جب اسود کو بوسہ دیا اور کہا اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے بوسہ دیا ہے تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن امیۃ بن عبد اللہ بن خالد انہ قال لعبد اللہ بن عمرو انما نجد صلوۃ الحضر و صلوۃ الخوف فی القرآن ولا نجد صلوۃ السفر فتال له عبد اللہ ان اللہ بعث الینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا نعلم شیئاً فانما نفعل ما الینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یفعل ۔

امیہ بن عبد اللہ بن خالد کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ وطن میں اور حالت جنگ میں نماز پڑھنے کا طریقہ قرآن میں مذکور ہے لیکن سفر میں نماز پڑھنے کا طریقہ (یعنی قصر کرنا) ہمیں قرآن میں نہیں ملا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف مبعوث کیا۔ ہمیں کسی چیز کا علم نہیں، ہم وہی کرتے ہیں جو ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے دیکھا ہے۔

علامہ مخفاجی مسند بزار اور مسند احمد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۲، مطبوعہ دار محمد اصبیح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۔ " " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۸

۳۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۱ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۷، مطبوعہ دار محمد کازمہ مستطابرت کتب کراچی

عن عبد الله بن عمرو يدبرنا قته في
مكان فاستل فقال لا ادرى الا في ما ايت
رسوا الله صلى الله عليه وسلم يفعلته
ففعلة له

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک مقام پر
اوٹنی پر سوار ہو کر دائرہ بنا رہے تھے (یعنی گول چکر
لگا رہے تھے) ان سے پوچھا گیا اس طرح گول
چکر لگانے کی کیا حکمت ہے؟ انہوں نے کہا
مجھے کچھ پتا نہیں، میں نے اس مقام پر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو چکر لگاتے دیکھا تھا سو میں
اسی طرح چکر لگا رہا ہوں۔!

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبيد بن جريح انه قال لعبد
الله بن عمرو يا ابا عبد الرحمن رايتك
تصنع امر بعل امر احدا من
اصحابك يصنعها قال وما هي يا
ابن جريح قال رايتك لا تمس
من الاذكان الا اليمينين ورايتك
تلبس النعال السبئية ورايتك تصبغ
بالصفرة ورايتك اذا كنت بمكة اهل
الناس اذا راوا الهلال ولم تهل انت
حتى كان يوم التروية قال عبد الله اما
الاذكان فاني لمارسول الله صلى الله عليه
وسلم يمس الا اليمينين واما النعال السبئية
فاني رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم
يلبس النعال التي ليس فيها شعرة يتوضا
فيها فان احب ان البسها واما الصفرة
فاني رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم
يصبغ بها فاني احب ان اصبغ بها
واما الالهلال فاني لمارسول
الله صلى الله عليه وسلم يهل

عبيد بن جریج کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت
عبد اللہ بن عمر سے پوچھا اے ابو عبد الرحمن میں
نے آپ کو چار ایسے کام کرتے دیکھا ہے جو آپ
کے اصحاب میں سے اور کوئی نہیں کرتا، حضرت ابن عمر
نے پوچھا وہ کیا کام ہیں؟ انہوں نے کہا میں نے دیکھا
ہے کہ آپ کعبہ کے چار کونوں میں سے صرف دو کونوں
کو مس کرتے ہیں (جس پر اسود اور رکن یمنی) اور
میں نے آپ کو بغیر باؤں کے کمال کی جوتی پہننے ہوئے
دیکھا ہے اور میں نے آپ کو زرد رنگ کا خضاب
لگاتے ہوئے دیکھا ہے اور میں نے دیکھا آپ
مکہ میں صفے لوگوں نے چاند دیکھتے ہی احرام باندھ
لیا اور آپ نے یوم ترویہ (آٹھ ذی الحجہ) سے پہلے
احرام نہیں باندھا، حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا:
ارکان کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو صرف دو کونوں (جس پر اسود اور رکن یمنی)
کو مس کرتے ہوئے دیکھا ہے اور یہی بغیر باؤں کے کمال
کی جوتی ترمیں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اس چمڑے کی جوتی پہنتے تھے جس میں بال نہیں
ہوتے تھے، اور اسی میں وضو کرتے تھے ترمیں

حتی تنبعث به راحلته۔ لے

بھی ایسے چمڑے کی جوتی پہننا پسند کرتا ہوں اور رہا
در درنگ کا غضاب قراس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو در درنگ کا غضاب
لگاتے ہوئے دیکھا ہے تو مجھے بھی در درنگ کا
غضاب لگانے سے محبت ہے اور رہا آخر خود کچھ
کو احرام باندھنا تو میں نے آپ کو اسی دن احرام باندھتے
ہوئے دیکھا ہے جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر
رہا نہ ہوتی۔

ولے قراس حدیث میں مذکور چاروں امور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ابتداء رسول پر ولایت کرتے
ہیں، لیکن خصوصیت کے ساتھ پہلا امر قابل غور ہے کیونکہ کعبہ کے چاروں گوشوں نے عقلی اعتبار سے تنظیم کیے جانے
میں مساوی ہیں اور رکن یثربی داسے کوڑوں کی عقلاً کوئی وجہ ترجیح نہیں ہے لیکن حضرت ابن عمر نے چونکہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ارکان یثربیہ ہی کو مس کرتے ہوئے دیکھا تھا اسی لیے وہ صرف انہی کو مس کرتے تھے۔
اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام عمرہ حدیبیہ کرنے گئے تو کفار مکہ نے
صحابہ کرام کو دیکھ کر کہا یثرب کے سب سے بڑے ان کو کوزہ کر دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر صحابہ
سے فرمایا کہ وہ طواف میں رمل کریں، یعنی پہلوانوں کی طرح اکڑ اکڑ کر طواف کریں تاکہ کفار مکہ کو پتہ چلے کہ یہ کمزور نہیں
توانا ہیں، لیکن جب مکہ فتح ہو گیا اور تمام سرزمین عرب میں اسلام پھیل گیا تو اب عقلاً طواف میں رمل کی کوئی وجہ نہیں رہتی
لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف میں رمل کیا تھا اس لیے صحابہ رسول بعد میں بھی طواف میں رمل
کرتے رہے اور آج تک اس پر عمل ہو رہا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن زید بن اسلم عن ابيه ان عمر
بن الخطاب قال للركن اما والله اني
لا علم انك حجة لا تضرو ولا تنفع ولو
لا في رواية رسول الله صلى الله عليه
وسلم استلمك ما استلمتك فاستلمه
ثم قال وما لنا وللرمل انما كنا
ما يناب به المشركين وقد اهلكهم
الله ثم قال شيء صنع رسول الله

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے
ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے عمر اسود کو مخاطب ہو کر
کہا: خدا کی قسم مجھے یقیناً علم ہے کہ تو محض ایک
پتھر ہے نفع دیتا ہے نہ نقصان! اور اگر میں نے
یہ نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مجھے بوسہ دیا ہے تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا، پھر حضرت
عمر نے عمر اسود کو بوسہ دیا، پھر فرمایا: اب ہمیں رمل کرنے
کی کیا ضرورت ہے! ہم تو مشرکین کو (اسی وقت) دکھانے

صلی اللہ علیہ وسلم فلا نحی ان
نتوکل علیہ

کے لیے رمل کرتے تھے، اور اب اللہ تعالیٰ نے مشرکین
کو عزم کر دیا ہے، پھر فرمایا: رمل وہ کام ہے جس کو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اور جس کام
کو آپ نے کیا ہو ہم اس کو ترک کرنا ناپسند کرتے ہیں۔

ہم نے بعض احادیث بیان کی ہیں ورنہ احادیث اور آثار میں ایسی بہت مثالیں ہیں کہ صحابہ کرام رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہر اس کام کو کرتے تھے جس کو آپ نے کیا ہو خواہ اس کام کی کوئی حکمت اور عقلی
توجیہ ہو یا نہ ہو اور اسی میں اتباع رسول کا عکاس ہے اور یہی آپ کی محبت کی علامت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے عیب ہونا
محبت کی دوسری علامت یہ ہے کہ جس شخص کو
کسی سے محبت ہوگی ہے وہ اپنے محبوب کا کوئی

عیب دیکھ سکتا ہے نہ اس کا عیب سن سکتا ہے:

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی الدرداء عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قال حبک الشیء یعدی و
یصم۔ ۲

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شے
کی محبت تم کو اس کا عیب دیکھنے سے، اندھا
کر دیتی ہے، اور (اس کا عیب سننے سے)
بہرا کر دیتی ہے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے: ۳

ایک مرتبہ کسی مجلس میں ایک شخص کے شیخ طریقت کا ذکر ہو رہا تھا، ان کی خوشحالی و خوشحالی، کسی نے کہا
بیر صاحب کمال بزرگ ہیں لیکن ان کی ڈاڑھی چھوٹ ہے، اس شخص نے کہا نہیں نہیں، ان کی ڈاڑھی پوری ہے
یہ ہماری نظروں کا نقص ہے کہ ان کی ڈاڑھی پوری نظر نہیں آتی، ہماری نظر میں کسی ہے، ان کی ڈاڑھی میں
کوئی کمی نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر فی الواقع محبوب میں کوئی عیب ہو تو محب کو وہ عیب نظر نہیں آتا، اور نہ وہ اس
عیب کا ذکر سن سکتا ہے۔ فرما اس کا رد کر دے گا تو جس ذات کریم کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہی ہے عیب ہو جو
شخص اس میں عیب نکالے یا کوئی شخص ان کا عیب نکالے اور وہ سن کر خاموش رہے اور عیب نکالنے
والے کا رد نہ کرے وہ ان کا محب نہیں ہو سکتا۔

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۸، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

۲۔ امام ابو داؤد سلیمان بن الشیخ متوفی ۲۵۷ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۳۳، مطبوعہ محبتیاتی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

۳۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۴، ج ۶ ص ۴۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے عیب ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو محمدؐ فرمایا ہے اور محمدؐ کا معنی ہے جس کی حمد اور تہلیل کی گئی ہو جس کو سراہا گیا ہو، اور جس میں عیب ہو اس کی مذمت کی جاتی ہے حمد نہیں کی جاتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مطلقاً محمدؐ فرمایا ہے، اگر آپ میں کسی وجہ سے بھی کوئی عیب ہوتا تو آپ مطلقاً محمدؐ نہ ہوتے۔

ایک مرتبہ ایک علمی مجلس میں، میں نے یہ دلیل بیان کی تو ایک عالم نے یہ اعتراض کیا کہ احتیاج الی غیر عیب ہے یا حسن، اگر یہ عیب ہے تو آپ میں عیب ثابت ہو گیا اور اگر یہ حسن ہے تو تمام محاسن کا جامع اللہ تعالیٰ ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کو بھی غیر کا محتاج ہونا چاہیے، میں نے کہا تازہ پڑھنا، روزہ رکھنا اور حج مکہ نا یہ افعال قبیح ہیں یا حسن ہیں، اگر یہ قبیح ہوں تو لادم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا لائق مذمت ہو، اور اگر یہ حسن ہوں تو آپ کی دلیل کے اعتبار سے چاہیے کہ پھر اللہ تعالیٰ بھی ناز پر ہے، روزہ رکھے، حج کرے اور کسی کی عبادت کرے کیونکہ وہ تمام محاسن کا جامع ہے، اور اس کا حل یہ ہے کہ یہ افعال حسن لذاتہ اور قبیح لغیرہ ہیں، بندہ کے اعتبار سے یہ افعال حسن ہیں کیونکہ بندہ کا حسن یہ ہے کہ وہ مولیٰ کی عبادت کرے اور اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے قبیح ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ باتر نہیں کہ وہ کسی کی عبادت کرے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے ہیں اور بندہ کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کا محتاج ہو، اور اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے غیر کا محتاج ہونا قبیح ہے اور اس کی نشان کے لائق نہیں ہے، لہذا احتیاج الی غیر حسن لذاتہ اور قبیح لغیرہ ہے، بندہ کے اعتبار سے حسن ہے اور اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے قبیح ہے، لہذا یہ واضح ہو گیا کہ نبی کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی اعتبار سے کوئی عیب نہیں ہے اور آپ کا محمدؐ ہونا آپ کے بے عیب ہونے پر دلیل ہے، اور جو شخص آپ میں عیب نکالے وہ سب کچھ ہو سکتا ہے آپ کا محب نہیں ہو سکتا، یہ نکتہ کفار کہہ کر بھی معلوم تھا اس لیے وہ آپ کو محمدؐ کہہ کر برا نہیں کہتے تھے، کیونکہ محب تو برا ہو ہی نہیں سکتا اس لیے انھوں نے آپ کا نام اپنے طور پر مذقم رکھ دیا اور اب وہ محمدؐ کی بجائے مذقم کی بولائی کرتے تھے، اور یوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی مذمت سے بری کر دیا۔!

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا تعجبون کیف یصرف اللہ عتی شتم قرائش و لعنہم یشتمون مذمماً و یلعنون مذمماً و انما محمدؐ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم کو تعجب نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے قریش کے سب و شتم کو مجھ سے کیسے دور کر دیا وہ مذقم کو برا کہتے ہیں اور مذقم کو لعنت کرتے ہیں اور میں محمدؐ ہوں۔

دوسری چیز یہ ہے کہ محب محبوب کے متعلق کوئی عیب سن نہیں سکتا اگر کوئی عیب بیان کرے تو محب فوراً اس کا رد کرتا ہے، ولید بن مغیرہ نے آپ کو مجنون کہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیات نازل کیں :-

لَا وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ مَا
انت بنعمة ربك بمجنون ۝ و
ان لك لاجرا غير ممنون ۝ وانك
لعلی خلق عظیم ۝ فستبصر و
یبصرون ۝ بایکھ المفتون ۝ ان
ربك هو اعلم بمن ضل عن
سبيله ۝ وهو اعلم بالمهتدين ۝
فلاتطع المكذبین ۝ و ذوالو
تدهن فیدهنون ۝ و لاتطع
كلا حلاف مهین ۝ هما ذمشاء
بنمیه ۝ متاع للخیر معتد
اشیم ۝ عتل بعد ذك ذبیہ ۝

(قلم: ۱-۱۳)

ترجمہ: قسم قلم کی اور اس کی جملہ فرشتے) سمجھتے ہیں! (اے محبوب) آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں، اور یقیناً آپ کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر و ثواب ہے، اور بے شک آپ بہت عظیم خلق پر فائز ہیں، اور عنقریب آپ دیکھیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون مجنون تھا، بے شک آپ کا رب ہی اس کو خوب جانتا ہے جملہ سے بھٹکا ہوا ہے، اور وہ ہرگز یافتہ لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے، تو آپ کفر بین کی بات سے متاثر نہ ہوں، انھوں نے یہی چاہا کہ آپ ان سے (بے جا) نرمی کریں تو وہ بھی آپ کے ساتھ نرمی کریں، اور آپ کسی ایسے شخص کی بات سے متاثر نہ ہوں جو بہت قسمیں کھانے والا انتہائی ذلیل ہے، بڑا طعنون، بہت چلتا پھرتا چنل خور، نیکی سے منع کرنے والا، حد سے بڑھنے والا، سمجھ گمنان گار، نہایت بدخوا، اور اس کے علاوہ دلدل احکام ہے۔

اسی طرح جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا وصال ہو گیا تو عاص بن وائل نے آپ کو ابر (مقطوع النسل) کہا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

اذا عطیناك الكوثره فصل لربك
وانحره ان شانك هو الابطر
(کوثر: ۱-۳)

ترجمہ: (اے محبوب) بے شک ہم نے آپ کو غیر کثیر عطا فرمایا، تو آپ اپنے رب کے لیے ناز پڑھیں اور قربان کریں، بے شک آپ کا دشمن ہی رہ خیر سے محروم اور (مقطوع النسل) ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ محبت کی علامت یہ ہے کہ محب محبوب میں کوئی عیب دیکھ سکتا ہے اور نہ اس کے متعلق کوئی عیب سن سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ کثرت ذکر کرنا بہ کثرت ذکر کرتے ہیں۔

علامہ علی حنفی ہندی امام بیہ کی مستند الفرووس کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من أحب شيئاً أكثر ذكره لله

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جس چیز سے محبت کرتا ہے اس کا بہ کثرت ذکر کرتا ہے

علامہ زبیدی نے بھی اس حدیث کا امام دہلوی کی مسند الفروغ اور امام ابو نعیم اصفہانی کی حلیۃ الاولیاء کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔
اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہے اور اس نے قرآن مجید میں آپ کا بہ کثرت ذکر کیا ہے اور فرمایا:

ان الله و ملائکته یصلون علی النبی - (احزاب: ۵۶)
اللہ اور اس کے ساتھی فرشتے اس نبی پر صلوٰۃ پڑھتے رہتے ہیں (جو وہ بھیجتے رہتے)

یہ جملہ اسمیہ ہے اور اس کی خبر فعل مضارع ہے اور اس اتم کا جملہ دوام تجدیدی پر دلالت کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے ساتھی فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ ہمیشہ صلوٰۃ پڑھتے رہتے ہیں فرشتے اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے رحمت طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت نازل کرتا رہتا ہے۔
نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

و رفعتنا لک ذکراً - (انشاء: ۳۱)
اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔
دنیا میں کسی نہ کسی جگہ ہر وقت آفتاب غروب ہو رہا ہے اور جہاں آفتاب غروب ہو رہا ہے دامن اذان میں اللہ تعالیٰ محمداً رسول اللہ پڑھا جا رہا ہے، اسی طرح دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ طلوع فجر کا وقت ہے اور فجر کی اذان ہو رہی ہے اور یہ آواز بلند آپ کا نام پڑھا جا رہا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ہر لمحہ روئے زمین آپ کا ذکر بلند ہو رہا ہے اور قیامت تک آپ کا ذکر یہی بلند ہوتا رہے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہ کثرت صلوٰۃ و سلام پڑھنا، محافل میلاد اور مجالس تیر منقذ کرنا اور آپ کی عظمت اور شان پر مشتمل نعتیں پڑھنا یہ تمام امر آپ کی محبت کی علامت ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے خوش ہونا
محبت کی چوتھی علامت یہ ہے کہ محبوب تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پڑھی جا رہی ہو اور آپ کے فضائل و کمالات بیان کیے جا رہے ہوں تو جن چہروں پر خوشی اور مسرت کے آثار ہوں، جو چہرے بھول کی طرح کھل جائیں جو لگ آپ کی تعریف میں کر و جد میں آئے لیکن اور مسرت سے نرے لگائیں وہ آپ کے محب ہیں اور جن لوگوں کے چہرے آپ کے فضائل

۱۔ علامہ علی متقی بن حاتم الدین ہندی متوفی ۹۱۵ھ اکثر العمال ج ۱ ص ۲۲۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۵ھ
۲۔ علامہ سید محمد رفیع حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحان السادة المتقين ج ۵ ص ۱۲۰ ج ۶ ص ۲۲۱ مطبوعہ مطبعہ

دکالات میں کمر بٹھا جائیں، جو لوگ آپ کے محاسن و محاسن سن کر غیظ و غضب میں آجائیں، جو لوگ آپ کا ذکر کرنے اور آپ پر سلام پھینکنے سے روکیں اور منع کریں وہ آپ کے محب نہیں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے میں غلو سے احتراز کرنا | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے اور

آپ کی نعمت میں یہ ادب ملحوظ رہنا چاہیے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے برابر بیان کیا جائے نہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے بڑھایا جائے مثلاً یوں نہ کہا جائے: خدا کا ذکر کر مٹ جائے گا اور مصطفیٰ کا ذکر جاری رہے گا یا خدا کی دی ہوئی آنکھ میں روشنی نہیں ملتی جتنی مصطفیٰ کی دی ہوئی آنکھ میں روشنی ملتی، اس طرح یہ شر بھی غلط ہے: خدا جس کو پڑے چھڑائے محمد۔ محمد کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا۔

یہ شر بھی غلط ہے:

بجارت تہ تھے جو دنیا میں انی مبدہ کی ہنسی ہر دم۔ وہ محشر میں انی انا اللہ کہہ کے نکلیں گے۔

بعض واعظین کلمہ میں اللہ کے ذکر کے مقدم ہونے کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے لا الہ الا اللہ کہنے

سے زبان پاک ہو جائے، پھر محمد رسول اللہ پڑھا جائے۔

بعض واعظین جو شغل خطابت میں یا نعرہ لگانے اور داد عاقل کرنے کے شوق میں اقسام کی باتیں کہہ جاتے ہیں ان سب سے احتراز لازم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی مخلوق اور اس کے بندے ہیں، خدا ہیں نہ خدا سے بڑھ کر ہیں، نہ اس میں آپ کی کوئی فضیلت ہے نہ آپ ایسی تشریف سے خوش ہوتے ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہیں اور یہ آپ کی بہت بڑی فضیلت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کرنا | محبت کی پانچویں علامت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کرنے وقت آپ کی تعظیم و توقیر کرنا، اور آپ

کا اسم مبارک سننے پر اظہار خضوع اور خشوع کرنا آپ سے محبت کی علامت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ:

ابو ابراہیم یحییٰ فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جب اس کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو وہ ادب اور احترام سے اپنے بدن کو جنبش نہ دے اور خود پر اس طرح، ہیبت جلال طاری کرے گویا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہے، حضرت ابوایوب سختیانی کے سامنے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو اس قدر روئے کہ لوگوں کو ان کے حال پر رحم آجاتا، جعفر بن محمد کثیر المزاج اور منہس کچھ شخص تھے مگر جب ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو ان کا رنگ نرسد پر چھاتا، یامر بن عبد اللہ بن ربیع رضی اللہ عنہم کے سامنے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو رونے لگتے حتیٰ کہ ان کی آنکھوں کے آنسو پانی نہ رہتے، لہری ہٹے با اخلاق اور مجلسی آدمی تھے لیکن جب ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو اس طرح گم سم ہو جاتے کہ گویا وہ کسی کو

مہلتے ہیں نہ کوئی ان کو جانتا ہے، عبدالرحمان بن ہدی کے سامنے جب حدیث پڑھی باقی لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم دیتے اور کہتے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ
صَوْتِ النَّبِيِّ - (حجرات ۱۲۱) اسے ایمان والو! اس نبی کی آواز پر اپنی آواز
اور نہ کرو۔

وہ کہتے تھے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے دوران خاموش رہنا ضروری ہے اس طرح
آپ کی حدیث سننے کے وقت بھی خاموش رہنا ضروری ہے کیونکہ حدیث بھی آپ کا کلام ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا محبت کی چھٹی علامت یہ ہے کہ محبوب کا
اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان آپ کا نام سے یا اس کے
سامنے آپ کا نام لیا جائے تو وہ آپ پر صلوٰۃ وسلام (رود و شریف) پڑھے۔
علامہ ابن قیم جوزی کہتے ہیں:

امام ابو جعفر طحاوی اور علامہ ابو عبد اللہ عیسیٰ کامسک یہ ہے کہ جب بھی کوئی شخص آپ کا ذکر کرے تو اس
پر آپ کے ذکر کے ساتھ رود شریف پڑھنا فرض ہے اور نہیں پڑھے گا تو گنہگار ہوگا، ان کے دلائل یہ ہیں
امام ترمذی نے سند حسن اور امام مالک نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص بخیر ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے
مجھ پر رود نہیں پڑھا۔

امام نسائی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص بخیر ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر رود نہیں پڑھا۔
نیز انہوں نے کہا کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا یا اس کے سامنے آپ کا ذکر کیا گیا اور اس
نے آپ پر رود نہیں پڑھا اس نے آپ سے بے وفائی کی اور کسی مسلمان کے لیے آپ سے بے وفائی کرنا
جائز نہیں ہے، کیونکہ امام عبدالرزاق نے قنادہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا:

من الجفاء ان اذکر عند الرجل فلا
يصلني على صلى الله عليه وسلم -
بے وفائیوں میں سے یہ ہے کہ کسی شخص کے
سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر رود نہ
پڑھے، صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث صحیح میں ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اپنی اولاد، مال باپ اور
تمام لوگوں سے زیادہ آپ سے محبت نہ کرے، اس لیے مؤمن کے نزدیک آپ کا سب سے زیادہ محبوب ہونا

فرمیں ہے اور اس کو یہ لازم ہے کہ وہ آپ کی تنظیم و توقیر کرے، اور تعظیم و توقیر کو یہ لازم ہے کہ جب آپ کا ذکر کرے یا آپ کا ذکر سنے تو آپ پر درود و شریفین پڑھے اور جہوں علماء کے نزدیک یہ مستحب ہے ان کے
نیز علامہ ابن قیم جو زیہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

ابو بکر محمد بن عمر نے کہا کہ میں ابو بکر بن مجاہد کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اچانک شبلی آگئے تو ابو بکر بن مجاہد ان کے لیے کھڑے ہوئے اور ان سے معاف کیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، میں نے کہا یا سیدی اہتمام بغداد کے لوگ تو شبلی کو دیوانہ کہتے ہیں اور آپ نے اس کی اس قدر تعظیم کی! انھوں نے کہا میں نے اس کے ساتھ وہی کیا ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے ساتھ کرتے ہوئے دیکھا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ایک دن خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، شبلی آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے کھڑے ہو گئے اور اس کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ شبلی کی اس قدر عزت افزائی کو رہے ہیں! آپ نے فرمایا یہ شخص ہر ناز کے بعد یہ آیت پڑھتا ہے:

لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز
عليه ما عندكم خفيص عليكم بالموثنين
دعوت رحيم -

بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایک عظیم
رسول تشریف لائے، ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا
سخت گراں ہے، وہ تمہاری بھلائی بہت چاہتے تھے
میں اور مومنوں پر نہایت رحیم اور بے حد مہربان ہیں۔

(توبہ: ۱۲۸)

اس آیت کے بدترین بار محمد پر درود پڑھتا ہے اور کہتا ہے صلی اللہ علیہ وسلم یا محمد، پھر جب میرے پاس شبلی آئے تو میں نے ان سے پوچھا آپ ہر ناز کے بعد کیا پڑھتے ہیں تو انھوں نے اسی طرح بیان کیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شوق ہونا

محبت کی ساتویں علامت محبوب سے ملاقات کا
شوق ہے، ہر طالب اور محب اپنے مطلوب

اور محبوب سے ملاقات کا متمنی ہوتا ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت یہ ہے
کہ مسلمان کے دل میں آپ کی زیارت اور آپ سے ملاقات کا شوق ہو۔
اہم مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم قال من اشد
امتی الی حبائنا من یکونون
بعدی یود احدا ہم لوسا فی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت
میں مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے
لوگ میرے بعد ہوں گے، ان میں سے کسی ایک شخص
فیصل آباد

۱۔ علامہ شمس الدین محمد بن ابوبکر المعروف بابن القیم الجوزیہ مترقی اہل حدیث، جلد الاذہام، ص ۲۲۹-۲۳۰، مختصراً مطبوعہ مکتبہ نوریہ
۲۔ جلد الاذہام، ص ۲۵۸

بأهله وماله۔ ۱۰

کی یہ تناہوگی کہ کاشش اس کے تمام اہل اور مال کے بدلہ میں اس کو میری زیارت ہو جائے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے ۱۰
امام دہلی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من حج البيت ولم يزدني فقد جفائي۔ ۱۱

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس نے مجھ سے بے وفا کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبوں سے محبت کرنا
اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اہل بیت اور ازواج مطہرات سے بھی محبت ہو۔
امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن مغفل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الله الله في اصحابي لا تتخذوهم غرضا بعدى فمن احبهم فبحبي احبهم ومن ابغضهم فببغضي ابغضهم ومن اذاهم فقد اذاني ومن اذاني فقد اذى الله ومن اذى الله يوشك ان يأخذك هذه احاديث غريب لا نعرفه الا من هذا الوجه۔ ۱۲

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو میرے بعد انھیں اعتراضات کا نشانہ نہ بنانا جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا جس نے انھیں اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھ کو اذیت پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی زنا راض کیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پکڑ لے یہ حدیث غریب ہے حضرت برادر بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے

عن البواء بن عازب انه سمع النبي

۱۰۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۱۱۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۶/۱۵۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

۱۲۔ حافظ شیرازی بن شہر دار دہلی متوفی ۵۰۹ھ، فردوس الاخبار ج ۲ ص ۷۱، مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت

۱۳۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۴۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

الأخريو ادون من حاد الله ورسوله
ولو كان آباءهم وأبناءهم وأخوانهم
أو عشيرتهم

(مجادلہ: ۲۲)

حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ (عبداللہ بن ابی) کے خلاف اس وقت تلوار کھینچ لی تھی جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک گستاخانہ کلمہ کہا اور اس وقت تک تلوار میان میں نہیں رکھی جب تک کہ اس نے اس گستاخانہ کلمہ کو واپس نہیں لے لیا۔

علامہ سید محمود آؤسی لکھتے ہیں:

غزوہ بنو عبدالمصطلق میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول نے ایک گستاخانہ کلمہ کہا جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے:

يقولون لين رجعتا الى المدينة
ليخرجن الاعز منها الاذل

(منافقون: ۸)

(وہ منافقین کہتے ہیں کہ اگر اب ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے تو ہمارے وہاں سے عزت والا دولت والے کو نکال دے گا۔)

مشہد و اسانید سے روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ مخلص صحابی تھے ان کو جب یہ علم ہوا کہ عبداللہ بن ابی نے یہ گستاخانہ کلمہ کہا ہے تو انھوں نے مدینہ کے قریب پہنچ کر اپنے باپ پر تلوار سونپ لی، اور کہا خدا کی قسم میں اس تلوار کو اس وقت تک میان میں نہیں ڈالوں گا جب تک تم یہ نہیں کہو گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عزت والے اور میں ذلت والا ہوں اور جب تک عبداللہ بن ابی نے یہ نہیں کہا انھوں نے اس کو نہیں چھوڑا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ انھوں نے اپنے باپ عبداللہ بن ابی کو مدینہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور کہا جب تک تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت حاصل نہیں کرو گے میں تم کو مدینہ جانے نہیں دوں گا، تاکہ تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ آج عزت والا کون ہے اور ذلت والا کون ہے حتیٰ کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کی، تب حضرت عبداللہ بن ابی نے اس کو مدینہ میں داخل ہونے دیا۔

امام بخاری، امام مسلم اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ جب عبداللہ بن ابی نے یہ گستاخانہ کلمہ کہا تو حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑا دوں! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوڑو، لوگ یہ نہ کہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں۔

حافظ ابوالکریم ابن عبدالبر انکی لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کعب بن اشرف

ایک یہودی تاجر تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذا پہنچاتا تھا اور عربوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر بھڑکاتا تھا جب وہ قتل کر دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو یہودی تم لوگوں کے اہل گئے اس کو قتل کر دو، تو حضرت حمید بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابن سنیہ نام کے ایک یہودی تاجر کو قتل کر دیا، حضرت حمید کے بڑے بھائی سوہیل بن مسود اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے جب حضرت حمید نے اس کو قتل کر دیا تو چھوٹے حضرت حمید کو مارنے لگے اور کہنے لگے اسے تم خدا با تم بنے اس کو قتل کر دیا خدا کی قسم! اس کے مال کی چربی تو ابھی تک تمہارے پیٹ میں موجود ہے! حضرت حمید نے ان سے کہا خدا کا قسم! میں ذات نے مجھے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا یہ تو الگ رملہ اگر وہ مجھے نہیں قتل کرنے کا حکم دیتے تو میں ہتھاری گردن بھی تن سے جدا کر دیتا! حواریہ نے کہا: کیا واقعی اگر وہ میرے قتل کرنے کا حکم دیتے تو تم مجھے قتل کر دیتے؟ حضرت حمید نے کہا: ہاں خدا کی قسم اگر وہ مجھے نہیں قتل کرنے کا حکم دیتے تو میں تم کو قتل کر دیتا، حواریہ نے کہا: خدا کی قسم یہ دین تمہارے رگ و پے میں سرایت کر چکا ہے اور یہ بڑے تعجب کی بات ہے! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور دین اسلام کی اس اطاعت کے جذبے سے متاثر ہو کر حواریہ نے بھی اسلام قبول کر لیا! رضی اللہ عنہما۔ ۱۷

علامہ قاری لکھتے ہیں:

جنگ بدر میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص کو قتل کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے کئی رشتہ داروں کو قتل کر دیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو مقابلہ کے لیے لڑکارا۔ ۱۸

تقاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں: **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات محبت میں حروف آخر**

اللہ سے محبت کی علامت قرآن سے محبت کرنا ہے اور قرآن مجید سے محبت کی علامت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت آپ کی سنت سے محبت کرنا ہے اور سنت سے محبت کی علامت آخرت سے محبت کرنا ہے اور آخرت سے محبت کی علامت دنیا سے بغض رکھنا ہے اور دنیا سے بغض رکھنے کی علامت یہ ہے کہ قدر ضرورت کے علاوہ دنیا کے مال کو ذخیرہ نہ کیا جائے۔ اور حضرت ابن مسعود نے کہا جو شخص قرآن مجید سے محبت رکھتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامتوں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی امت پر شفقت کی جائے

دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

۱۔ حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ دار الاستیعاب علی ہامش الاصاب ج ۳ ص ۵۰۰۔ ۲۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۲ھ شرح الشفا ج ۲ ص ۳۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت

اور اس کی غیر خواہی کی جائے، اس کے لیے بھلائیوں کے حصول کی کوشش کی جائے اور اس سے بڑائیوں کو دور کرنے کی سعی کی جائے، جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر شفقت اور مہربانی فرماتے تھے نیز آپ کی محبت کی علامتوں سے یہ بھی ہے کہ دنیا سے بے رغبتی کی جائے اور آخرت کو ترجیح دی جائے اور مالی دولت کے مقابلہ میں فقر کو اختیار کیا جائے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹروں کا فرشتہ آیا اور کہا اگر آپ چاہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے لیے سونے کا پہاڑ بنا دے تو آپ نے انکار کر دیا، ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ کو بیکہ شمشک کی گھٹی کہ مکہ کی وادی کو سونے کا بنا دیا جائے تو آپ نے فرمایا نہیں، اسے رب! میں ایک دن سیر ہو کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا، جب میں بھوکا ہوں گا تو تجھ سے فریاد کروں گا اور جب سیر ہو کر کھاؤں گا تو تیرا شکر ادا کروں گا۔ شرح الشفا علی تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے فرمایا اتم میں سے جو شخص مجھ سے محبت کرے گا اس کی طرف فقر ایسی تیزی اور سرعت کے ساتھ آئے گا جیسے تیزی کے ساتھ وادی کی اور وادی جانب سے پانی نیچے کی طرف آتا ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں آپ سے محبت کرتا ہوں آپ نے فرمایا سوچو اتم کیا کہہ رہے ہو اس نے تین بار کہا میں آپ سے محبت کرتا ہوں آپ نے فرمایا تو پھر فقر کی تیزی کو دیکھ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بیان میں بہت دماغ سوزی اور محنت کی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی دس وجوہات اور آپ سے محبت کی دس علامتیں بیان کی ہیں، اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور میری اس کوشش کو میرے لیے خوشہ آخرت کر دے اور میرے اوپر قارئین کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل محبت پیدا کر دے، اور دنیا اور آخرت میں میری سب کی زیارت اور شفاعت سے بہرہ مند فرمائے، دنیا اور آخرت کے ہر رنج، بلا اور عذاب سے محفوظ اور مامون رکھے اور آخرت کی ہر نعمت، جنت الفردوس اور اپنا دیدار عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین جہاد جمیع رحمۃ اللعالمین وانصر دعوتنا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین وعلیٰ آل الطیبین الطاہرین واصحابہ الراشدین المہدیین وازواجہ الطاہرات امہات المؤمنین وعلیٰ اولیاء امتہ وعلماہ ملتہ من المحدثین والمفسرین والفقہاء والمجتہدین اجمعین۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مِنْ خَصَالِ
الْإِيمَانِ أَنْ يُحِبَّ لِرَحِيهِ الْمُسْلِمِ مَا
يُحِبُّ لِنَفْسِهِ مِنَ الْخَيْرِ۔
ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ جو اچھی چیز اپنے
لیے پسند کرے وہی اپنے مسلمان بھائی کے
لیے بھی پسند کرے

لے۔ تاضی عیاض بن موسیٰ الکی اندلسی متوفی ۵۴۲ھ، شفا ج ۲ ص ۲۲، مطبوعہ عبد القواب اکیہ می ملتان

۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ
قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ
سَمِعْتُ قَتَادَةَ يَقُولُ حَدَّثَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ أَوْ كَالِ
لِجَارِهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا
جب تک کہ اپنے بھائی یا پڑوسی کے لیے ایسی چیز
پسند نہ کرے جس کو خود اپنے لیے پسند کرتا ہو۔

۷۹۔ وَحَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى
بْنُ سَعِيدٍ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ الْمُعَلِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ
أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ
عَبْدٌ حَتَّى يُحِبَّ لِجَارِهِ أَوْ كَالِ لِيَأَخِيهِ مَا
يُحِبُّ لِنَفْسِهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس
ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے
کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک
اپنے پڑوسی یا بھائی کے لیے اس چیز کو پسند نہ کرے
جسے وہ خود اپنے لیے پسند کرتا ہو۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث کا صحیح یہ ہے کہ اس وقت تک ایمان کامل حاصل نہیں ہوگا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے بھی اسی
چیز کو پسند نہ کرے جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے، اور اس چیز سے مراد عبادات ہیں یا اشیاء مباحہ، اور جس
شخص کا ایمان کامل ہوگا وہ اپنے بھائی کے لیے بھی اسی نعمت کو پسند کرے گا جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

جو چیز لائق استفادہ اور قابل استعمال نہ ہے اس کا دوسرے مسلمانوں کو دینا جائز نہیں اور جو
چیز پسندیدہ نہ ہو لیکن قابل استعمال ہو اس کا دینا جائز ہے۔

بعض دفعہ ایک چیز کسی کے مزاج کے موافق اور دوسرے کے مخالف ہوتی ہے مثلاً ذیابیطس کے مریض
کے لیے میٹھی چیز اور بلند فشار دم کے مریض کے لیے میٹھن اور کلسر سول کی زیادتی اور یرقان کے مریض کے لیے
چکنائی اور گوشت منع ہیں، ایسی اشیاء اس حدیث کے عموم میں داخل نہیں ہیں، نیز بعض اشیاء فی نفسہا مفید
ہوتی ہیں لیکن اگر بعض اہل ثروت ان کو اپنے لحاظ سے لائق استعمال نہ سمجھیں اور وہ چیز اپنے نوکروں کو دے دیں،
اور وہ چیزیں ان کے حق میں مفید ہوں تو وہ بھی اس حکم میں داخل نہیں ہیں، علاوہ انہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
عنہا فرماتی ہیں:

امروا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے

ان نزل الناس منازلهم ۱۰
کہ ہر شخص سے اس کی حیثیت اور رتبہ کے لحاظ سے
سلوک کر دے۔

مثلاً اگر کسی شخص کے ہاں امیر و مہاجر مہمان ہو تو اس کی مہمان نوازی اس کے رتبہ کے لحاظ سے کی جائے گی۔
اگر ایک عام مزدور مہمان ہو تو اس کی مہمان نوازی اس کی حیثیت سے کی جائے گی، اسی طرح رشتہ داروں کے لیے بہت
وجہ و وسعتوں کے ساتھ تعلقات کی ترتیب کے لحاظ سے بھی سلوک میں حسب مراتب فرق ہو گا۔
اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز فی نفسہ اپنی اقداریت کو کھو چکی ہو جیسے پھل گل ستر جائیں یا جو کھا نا خراب
ہو چکا ہو تو وہ کسی کو نہ دیا جائے۔ یا کوئی چیز ہے تو عمدہ لیکن جس شخص کو دی جائے گی اس کے رتبہ کے
اعتبار سے وہ مناسب نہیں ہے جبکہ دینے والا اس کا رتبہ مہاجر ہو یا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص
اپنے لیے جس کام کو ناپسند کرتا ہو اس کا حکم دوسرے کو نہ دے لیکن یہاں بھی جانہیں کے درمیان مساوات عمل
کی تہیہ ملحوظ ہوگی۔

پڑوسی کو تکلیف پہنچانے کی ممانعت

بَابُ تَحْرِيمِ اِيْذَاءِ الْجَارِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی
ایذارسانی سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو وہ جنت
میں نہیں جائے گا۔

۸۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ اَيُّوبَ وَ قُتَيْبَةُ
بْنُ سَعِيدٍ وَ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ اَسْمَاعِيلَ
بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ اَيُّوبَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ
قَالَ اَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ
اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ
لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَأْتِيَنَّ جَارَهُ تَبَوُّعًا ۱۱

پڑوسی کے حقوق کا بیان
جو شخص اس حکم شرعی کو جانتا ہو اور اس کو معمولی اور غیر اہم سمجھ کر پڑوسی کو تکلیف
دے یا اس حکم شرعی کی مخالفت یا توہین کرنے کے لیے پڑوسی کو تکلیف دے
وہ شخص کافر ہو جائے گا اور مطلقاً جنت میں نہیں جائے گا اور جس شخص کی نیت یہ نہ ہو بلکہ غفلت یا غلبہ معصیت
سے مغلوب ہو کر پڑوسی کو ستائے گا اور اس کی تلافی کے بغیر رہے تو وہ اولاً جنت میں نہیں جائے گا،
بعد میں سزا بھگت کر بفضل الہی چلا جائے گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اس کی مغفرت ہو
جائے گی۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ پڑوسی کے حقوق میں سے یہ ہے کہ اس کو ابتداءً سلام کہہ دے اور اس سے
زیادہ دیر گشت گو نہ کرے، اس کے خانگی معاملات کی تفتیش نہ کرے۔ بیماری میں اس کی عیادت کرے۔
مصلحت میں اظہار ہمدردی اور موت میں اس کی تعزیت کرے۔ اور تمیز و تخیل میں شریک ہو، خوشی کے موقع

پر اس کو مبارک باد دے اور اس کی خوشیوں میں شریک ہو، اس کے عیوب معلوم کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اس کے گھر میں نظر نہ ڈالے اور اگر اس کے گھر کا اندرون منظر دکھائی دیتا ہو تو اس کو چھپانے کی کوشش کرے۔ اس کی غیر موجودگی میں اس کے گھر والوں کا خیال رکھے، اور اس کی خواتین سے گفتگو کرنی پڑے تو نظر نیچا رکھے، اس کے بچوں سے پیار کرے اور دین اور دنیا کی بھلائی سے جو باتیں اس کے بچے نہ جانتے ہوں ان کو بتلائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر پڑوسی تم سے مدد طلب کرے تو مدد کرو، اگر قرض مانگے تو قرض دو۔ فقر اور مرض میں اس کی عیادت کرو۔ مرنے تو جنازہ میں شریک ہو، خوشی میں مبارکباد دو، اس کی اجازت کے بغیر اس کے مکان کے سامنے اتنا درخت نہ بناؤ جس سے اس کی ہوا تک جائے۔ ریابے پر دگی ہو، سعیدی اس کو ایذا رمت پہنچاؤ، اگر پھل خریدو تو اس کو ہدیہ دو اگر نہ دے سکو تو اپنے گھر میں چھپے سے پھل لے جاؤ تاکہ اس کے بچوں کو پتا نہ چلے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سالن پکاؤ تو اس میں شور بہ زیادہ کر دیا کرو تاکہ بوقت ضرورت پڑوسی کو دے سکو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پڑوسن اپنی پڑوسن کے تحفہ کو حقیر نہ سمجھے خواہ وہ اس کے پاس بکری کا ایک گھر ہی کیوں نہ بھیجے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے باغ میں کوئی شریک یا اس کا پڑوسی ہو وہ اس کو باغ خریدنے کی پیشکش کیے بغیر نہ فروخت کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر پڑوسی تمہارا دیوار میں اپنا ٹھہیر رکھتا چاہے تو اس کو منع نہ کرو، حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پڑوسی کے بارے میں اس قدر احکامات دیے ہیں کہ ہمیں خون تھا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ہماری اموال میں وارث نہ بنا دیں۔

نیز امام غزالی نے فرمایا پڑوسی تین قسم کے ہیں اول وہ جو پڑوسی بھی ہو اور رشتہ دار بھی، اس کا حق سب سے زیادہ ہے، دوسری قسم عام مسلمان پڑوسی ہے، اس کا حق دوسرے درجہ پر ہے، اور اس تفصیل میں تمام احکام اسی سے منقول ہیں۔ اول تمیز پڑوسی غیر مسلم شخص سے اور جو احکام مسلمانوں کے ساتھ خاص نہیں ہیں، ان تمام احکام اور حقوق کا غیر مسلم پڑوسی بھی مستحق ہے۔

بابُ الْحَثِّ عَلَى إِكْرَامِ الْجَارِ وَالضَّيْفِ
پڑوسی اور مہمان کی تکریم کرنا اور نیکی کی بات
وَلَزُومِ الصَّمْتِ إِلَّا عَنِ الْخَيْرِ وَكَوْنِ
کے سوا خاموش رہنا علاماتِ ایمان سے
ذَلِكَ كُلُّهُ مِنَ الْإِيمَانِ۔

۱۔ امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۱۲ - ۲۱۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

٨١ - حَدَّثَنَا حَزْمَةُ بْنُ عِجْلٍ أَيْبَانُ بْنُ
وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ عَيْنِ بْنِ شَهَابٍ
عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ
نَعِيمًا أَوْ لَيْسَ بِمَعْنَى وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
فَلْيَكْرِمْ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَصِلْ
إِلَى وَالِدَيْهِ حَقَّ بَلَدِهِمَا وَحَقَّ بَلَدِهِمَا وَحَقَّ بَلَدِهِمَا

٨٢ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو
الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَفْجُرُ
وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَكْذِبُ
صَفِيهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لَسْتُ كَاتِبٌ

٨٣- وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا
عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا رَأَيْتُ ابْنَ حُصَيْنٍ يُدْرِكُهُ
قَالَ قَلْبُ حُصَيْنٍ إِلَى جَارِهِ -

٨٣- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَحَبِيبُ اللَّهِ
بْنُ مُبَيْرِجٍ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ قَالَ ابْنُ
كُثَيْبٍ حَدَّثَنَا سَعْدِيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعْدٍ كَاتِبِ
بَنِي بَجْدٍ يَرْيَعِيدُ عَنْ أَبِي شَرِيحٍ الْعَدَنِيِّ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ
يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُحْسِنْ إِلَى جَارِهِ
وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ
صَتِيفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لَسْتُ كَاتِبٌ -

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پروردگار کو تکلیف نہ پہنچائے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ یا تو اچھی بات کہے یا نااموش رہے۔

انامِ مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت
بلوہریہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی جس میں
یہ الفاظ ہیں کہ وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک
کرے۔

حضرت ابو شریح خواجی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ پر قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ یا اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

انفلیت سکوت کے مواقع

ہر چند کہ سکوت بہتر ہے لیکن مطلقاً باتیں کرنا مباح ہے، بشرطیکہ وہ غیبت، غیبت، غیبت، یا پلوسی اور دیگر ممنوع اور حرام باتیں نہ ہوں، اور بعض دفعہ سکوت حرام ہوتا ہے جبکہ خاموشی سے کسی کو نقصان پہنچنا یقینی ہو، یا کوئی کلمہ حق کو چھپا رہا ہو۔
خلاصہ یہ ہے کہ اظہار حق، یا کسی کو یقینی ضرر سے بچانے کے لیے بولنا واجب ہے اور وعظ و نصیحت اور حکیمانہ باتوں کے لیے بولنا مستحب ہے اور غام دنیاوی باتیں کرنا مباح ہے لیکن اس کے مقابلہ میں سکوت افضل ہے۔

مہمان کے حقوق اور میزبانی کے آداب

امام غزالی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہمان کو ناپسند نہ کرو، جو شخص مہمان کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس شخص کو ناپسند کرتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ رہن رکھ کر اس کی غیافت کی، امام غزالی فرماتے ہیں کہ مہمانوں کی غیافت سے اشریت اور فخر کا ارادہ نہ کرے بلکہ مہمان کو خوش کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اپنانے کا ارادہ کرے۔
امام عبد الوہاب شرعاً فرماتے ہیں کہ جب کوئی مہمان تمہارے پاس آئے تو اس کی غیافت کے وقت تمہارے دل میں یہ خیال نہیں آنا چاہیے کہ وہ اس دعوت کے عوض میں کہیں کوئی چیز دے گا یا تم اس سے کوئی دینی مطلب حاصل کرو گے، ورنہ اس دعوت سے اخلاص کی دولت نصیب ہوگی نہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت حاصل ہوگی۔ اصل طریقہ یہ ہے کہ مہمان کے ساتھ خود کھانا، کھانا چاہیے۔
امام غزالی فرماتے ہیں کہ اگر ایک دو دن کے بعد مہمان رخصت ہونے کا ارادہ ظاہر کرے کہ میزبان کو چاہیے کہ وہ مہمان کو تنہا کھانا کھانے کا موقع دے ممکن ہے کہ میزبان کا ساتھ کھانا کھانا اس پر گراں گزرتا ہو۔

امام شرعانی لکھتے ہیں کہ حضرت سیدی علی خواص فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اس وقت تک کامل نہیں ہوتا، جب تک کہ وہ اپنے پاس آنے والے ہر مہمان کی تعظیم و تکریم نہ کرے اور یہ خیال نہ کرے کہ یہ لوگ اس کے پاس اللہ تعالیٰ نے بھیجے ہیں ان کے آنے سے خواہش ہو اور سنت نبوی کے مطابق ان سے حسن سلوک اور ان کی خاطر تواضع کرے۔

یہ انہوں نے فرمایا اگر کسی دوسرے شیخ، استاد یا کسی دوسرے صاحب منصب کے مریدین تلامذہ اور متعلقین کسی شخص کے ہاں مہمان بن کر جائیں تو ان کے سامنے ان کے ممدوح کی شان میں کوئی کلمہ تفتیح نہ کہے اور نہ ان لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرے، اجماع کے ممدوحین سے منقطع ہونے سبب ہو بلکہ جس قدر ممکن، ہر ان کے سامنے ان کے ممدوحین کی وہودیاں بیان کرے جو دراصل ان میں موجود ہوں۔

۱۔ امام عبد الوہاب شرعانی المتوفی ۹۷۳ھ، لواقع الارار القدسیہ ص ۴۴۶-۴۴۵، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی دارالحدادہ، بصرہ ۱۳۱۳ھ

بَابُ بَيَانِ كَوْنِ النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ
مِنَ الْإِيمَانِ وَأَنَّ الْإِيمَانَ يَزِيدُ
وَيَنْقُصُ

۸۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
وَكَيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ ۚ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ
الْمُنْكَثَرِيِّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ
بِكَلَابَةَ عَنْ قَلْبِسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ
شِهَابٍ ۖ وَهَذَا حَدِيثٌ آخٍ بِكَرْفَالِ أَكُلٍ
مَنْ يُبَدِّلُ بِالْخُطْبَةِ يَوْمَ الْيَوْمِ الْقَبْلِ الصَّلَاةِ
مُرَدَّانُ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ الصَّلَاةُ قَبْلَ
الْخُطْبَةِ فَقَالَ قَدْ شَرَكْتَ مَا هَذَا لَكَ قَالَ أَبُو
سَعِيدٍ أَمَا هَذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْكَ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ
رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ
يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ
وَذَلِكَ أَطْعَمَ الْإِيمَانَ -

۸۶ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ
حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ
إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ
الْحُدْرِيِّ وَعَنْ قَلْبِسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ
ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فِي قِصَّةِ
مُرَدَّانَ وَحَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ شُعْبَةَ وَسُفْيَانَ -

۸۷ - حَدَّثَنَا ابْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ
النَّضَرِ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاللَّفْظُ لِعَبْدِ بْنِ
حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ
حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ الْحَارِثِ
عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

بُرَّاقِی سے روکنا ایمان کی علامت ہے ،
اور ایمان میں زیادتی اور کمی ہوتی ہے ۔

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ عید کے دن نماز سے پہلے جس شخص نے سب
سے پہلے خطبہ دینا شروع کیا وہ مروان تھا۔ ایک
شخص نے مروان کو ٹوکا اور کہا کہ نماز خطبہ سے پہلے
ہوتی ہے، مروان نے جواب دیا کہ وہ دستور اب
مستروک ہو چکا ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے
کہا اس شخص پر شریعت کا جو حق تھا وہ اس نے ادا کر
دیا۔ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ
ارشاد سنا ہے کہ تم میں سے جو شخص خلاف شریعت
کام دیکھے تو اس نے اس کی اصلاح کرے
اور اگر طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے اس کا رد کرے
اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے اس
کو برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین حصہ ہے۔
امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی

ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
نے مجھ سے پہلے جس امت میں ابھی جو نبی بھیجا اس
نبی کے لیے اس کی امت میں سے کچھ مددگار اور
صحابہ مومنین تھے جو اپنے نبی کے طریقہ پر کاربند

بْنِ الْمُسَوِّرِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللَّهُ فِي أُمَّةٍ
قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّةٍ حَوَارِيُّونَ وَآفَاقُ
يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ ثُمَّ أَتَتْهَا
تَخْلُفٌ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لَا
يَفْعَلُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ
بَيِّدَهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ يَقْلِبُهُ
فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَكَأَيُّ رَأْيٍ ذَلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ
حَبَّةٌ خَرْدَلٍ قَالَ أَبُو رَافِعٍ فَحَدَّثْتُ بِهِ
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ فَانْكَرَهُ عَلَيَّ فَقَدْ أَمَّ ابْنُ
مَسْعُودٍ قَتْلَ يَقْتَدِ أَفَاسْتَبَعْنِي إِلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ
ابْنُ عُمَرَ يَعُودُ أَفَاسْتَبَعْنِي إِلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ
سَأَلْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ فَقَدْ تَنَبَّأَ
كَمَا حَدَّثْتُهُ ابْنُ عُمَرَ قَالَ صَالِحٌ فَتَدْرُكُ حَدِيثَ
يَتَخَوُّ ذَلِكَ عَنْ أَبِي رَافِعٍ -

۸۸ - وَحَدَّثَ تَلْحِيظُهُ أَبُو بَكْرٍ بْنُ إِسْمَاعِيلَ
أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ
بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَارِثُ بْنُ الدُّسَيْبِ
الْحَظْلِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَكَمِ
عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْمُسَوِّرِ بْنِ مَخْرَمَةَ
عَنْ أَبِي رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَكَانَ لَهُ
حَوَارِيُّونَ يَهْتَدُونَ بِهَدْيِهِ وَتَسْتَعِينُونَ بِسُنَّتِهِ
بِمِثْلِ حَدِيثِ صَالِحٍ وَلَمْ يَذْكُرْ قُدُّوسُ ابْنُ
مَسْعُودٍ قَاجِيَتَاءَ ابْنِ عُمَرَ مَعَهُ -

رہتے، پھر ان صحابہ کے بعد کچھ نالائق لوگ پیدا ہوئے
جنہوں نے اپنے فعل کے خلاف قول اور قول کے
خلاف فعل کیا لہذا جس شخص نے انہوں سے ان
کے خلاف جہاد کیا وہ بھی مومن ہے اور جس نے
دل سے ان کے خلاف جہاد کیا وہ بھی مومن ہے
اور اس کے بعد رافعی کے دائرہ برابر بھی ایمان کا گنا
درجہ نہیں ہے، اب رافعی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت
عبداللہ بن عمر کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو انہوں
نے اس کو نہیں مانا اتفاق سے اس وقت حضرت
عبداللہ بن مسعود بھی آپ کے تھے اور مدینہ کی ایک
واحدی قنات میں شہرے ہوئے تھے۔ حضرت
عبداللہ بن عمر ان کی عیادت کے لیے گئے اور مجھے
بھی ساتھ لے گئے، جب ہم سب وہاں جمع ہوئے
تو میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے اس حدیث
کے بارے میں پوچھا انہوں نے وہ حدیث پھر اسی
طرح سنائی جس طرح میں حضرت عبداللہ بن عمر کو سنا چکا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے کچھ حواری (مددگار) ہوتے تھے جو
اس نبی کے طریقہ پر کار بند رہتے تھے، باقی لوگ
اس سے پہلے حدیث کی طرح ہے مگر اس میں حضرت
عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمر کی ملاقات کا
ذکر نہیں ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نوری لکھتے
ہیں :

خطبہ کو نماز عید پر مقدم کرنے کا پس منظر اور پیش منظر

مروان نے خطبہ کو عید کی نماز پر اس لیے مقدم کیا تھا کہ لوگ عید کی نماز پڑھ کر چلے جاتے تھے اور اس کا خطبہ سننے کے لیے کوئی نہیں بیٹھتا تھا، اور جو طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ پہلے عید کی نماز پڑھی جائے اور اس کے بعد خطبہ پڑھا جائے اور نواسیہ کے بعض خلفاء کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں ہے، تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے اور اسی پر اجماع ہے اور جب مروان نے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا تو اس کو ٹوکا گیا، اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا اس شخص پر جو فرض تھا وہ اس نے ادا کر دیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص کسی بڑے کام کو دیکھے وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے بدے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھے تو اپنی زبان سے ٹرکے اور اگر اس کی استطاعت بھی نہ رکھے تو اس کو اپنے دل سے بڑا جائے۔ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ مروان سے پہلے اس بدعت کا کسی نے ارتکاب نہیں کیا تھا، اور قاضی عیاض وغیرہ نے جو یہ لکھا ہے کہ اس سے پہلے حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت معاویہ نے بھی خطبہ کو نماز پر مقدم کیا تھا وہ صحیح نہیں ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ حضرت ابوسعید نے خود مروان کو کیوں نہیں ٹوکا، اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوسعید بعد میں آئے ہوں جس وقت وہ شخص ٹوک چکا تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوسعید کو اپنی جان پر خطرہ ہو اس لیے انھوں نے خود نہ ٹوکا ہو۔ صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی باب صلوۃ العید میں یہ روایت ہے کہ جب نماز سے پہلے مروان خطبہ پڑھنے کے لیے منبر کی طرف جا رہا تھا تو حضرت ابوسعید نے مروان کا ہاتھ پکڑ کر کہینچا اور کہا پہلے نماز پڑھو، اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ دو واقعات ہیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تفصیل اور تحقیق | برائی سے روکنا اور نیکی کا حکم دینا فرض کفایہ ہے، جب بعض لوگ اس فرض کو ادا کر لیں تو باقیوں سے اس کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے، اور جب تمام لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیں تو سب گنہگار ہوں گے، اور جس جگہ کوئی اور شخص برائی سے روکنے والا نہ ہو اور وہاں صرف ایک عالم ہو تو اس پر برائی سے روکنا فرض عین ہے۔ مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی کو، اپنی اولاد کو یا اپنے نوکر کو کوئی بڑا کام کرتے دیکھے یا کسی نیکی میں تقصیر کرتا ہوا پائے تو اس کے لیے نہی عن المنکر فرض ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ شخص خود کمال ہو تمام احکام شرعیہ پر عامل اور تمام محرمات شرعیہ سے مجتنب ہو اور نہ ہی یہ حکام کے ساتھ خاص ہے اور نہ ہی علماء کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو احکام ظاہر اور مشہور ہیں مثلاً نماز، روزہ کی فرضیت، جھوٹ، قتل، زنا اور چوری وغیرہ کی حرمت ان کا علم ہر مسلمان کر ہے اور ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ مثلاً نماز نہ پڑھنے اور جھوٹ بولنے پر ٹوکے اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے، اور جو احکام شرعیہ غامض اور دینی ہیں یا جن کا تعلق اجتہاد سے ہے، عام لوگوں کا ان میں دخل نہیں ہے اور نہ وہ اس میں الکار کر سکتے ہیں (مثلاً

روزہ میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں، ٹیلی فون پر نکاح ہوتا ہے یا نہیں، اعضاء اور قرینہ کی بیوند کاری، انتقال خون وغیرہ جو مسئلہ اجتہادی اور مختلف فیہ ہو، مثلاً کسی مجتہد کے نزدیک جائز اور کسی کے نزدیک ناجائز ہو اور عمل کرنے والا کسی مفتی کے فتویٰ کے مطابق عمل کر رہا ہو تو اس کو گناہ نہیں ہو گا خواہ وہ دوسرے مجتہد کے نزدیک ناجائز ہی کیوں نہ ہو، ایسی صورت میں بھی عالم کو چاہیے کہ اس کو شک نہ کہ وہ ایسی صورت پر عمل کرے جس میں کسی مجتہد کا اختلاف نہ ہو، مثلاً بیمار روزہ دار، اگر روزہ میں انجیکشن لگواتا ہے تو اس روزہ کی قضا کرے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اور تم میں سے ایک گروہ ایسے لوگوں کا ہونا چاہیے جو بعدائی کی طرف بلائیں، نیکی کا حکم دیں اور بُرائی سے روکیں۔

ان سب امتوں میں جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں تم بہترین امت ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے روکتے ہو۔

اے میرے بیٹے نازق قائم رکھ، اور نیکی کا حکم دے اور بُرائی سے روک۔

اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں جنگ کریں تو ان میں صلح کر دو، پھر اگر ان میں سے ایک جماعت دوسری پر زیادتی کرے تو اس جماعت سے جنگ کر دو جو زیادتی کرے، حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔

جو اسرائیل سے جنھوں نے کفر کیا، وہ داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر لعنت کیے گئے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے نافرمانی کی، اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے، وہ ایک دوسرے کو ان بڑے کاموں سے نہیں روکتے تھے جو انھوں نے کیے تھے۔ یقیناً وہ بہت ہی بُرے کام کرتے تھے۔

حضرت ابو بکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

ان آیات کا تقاضا یہ ہے کہ امر بالمعروف اور

ولتکن منکھامة يدعون الى الخير و يامرون بالمعروف وينهون عن المنکر۔

(آل عمران ۱۰۴)

کنتم خیرامة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر۔

(آل عمران ۱۱۰)

یٰٰبنی اقم الصلوة و امر بالمعروف و انہ عن المنکر۔

(لقمان ۱۷)

وان طائفتان من المؤمنین اختلفتا فاصلا حیٰ بینہما فان بغت احدہما علی الاخری فقاتلوا الٰتی تبغی حتی تفتی الی امر اللہ۔ (حجرات ۹۱)

لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسیٰ بن مریم ذلک بما عصوا و کانوا یعتدون و کانوا لا یتقون عن منکر ففعلوا لبئس ما کانوا یفعلون (مائتہ ۱۵، ۱۶، ۱۷)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق احادیث

نبی عن المنکر واجب ہے، اور اس کے کئی مراتب ہیں، پہلا مرتبہ یہ ہے کہ اگر ملاقات ہو تو بُرائی کو ہاتھ سے روکنے اور اگر بُرائی کو ہاتھ سے روکنے میں اس کی جان کا خطرہ ہو تو زبان سے بُرائی کا انکار کرے، اور اگر زبان سے بُرائی کو روکنے میں بھی جان کا خطرہ ہو تو دل سے اس بُرائی کا انکار کرے، اس باب کی احادیث میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ سیدی غفرلہ اور حضرت عبداللہ بن جریر بن جہل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جس نوم میں کثرت سے گناہ کیا جائے اور ان کو گناہ سے روکا نہ جائے تو اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل کرتا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنو اسرائیل پر جو پہلا نقصان داخل ہوا وہ یہ تھا کہ ایک شخص کسی شخص سے ملاقات کر کے کہتا اس شخص بالآخر اسے ڈرو اور اس کام کو چھوڑ دو، کیونکہ یہ کام تمہارے لیے جائز نہیں ہے، پھر گ دن جب اس سے ملتا تو اس کو منع نہ کرتا، اس کے ساتھ کھانا پیتا اور اٹھتا بیٹھتا، جب انہوں نے اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ایک دوسرے کے موافق کر دیے، اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کی زبانوں سے ان پر سنت بھیجی، پھر فرمایا خدا کی قسم تم ضرور نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے روکنا اور ظلم کرنے والوں کے ہاتھ پکڑ لینا اور تم اس کو حق کی طرف موڑ دینا، اور اس کو حق پر مجبور کرنا، اہم ابو داؤد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص کسی بُرائی سے روکے تو پھر بُرے کام کرنے والے کے ساتھ بیٹھ نہ کھائے اور نہ پیے۔

مکن حالات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرنا جائز ہے | قرآن مجید میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا تَضُرُّوهُ
 مِنْ ضَلٍّ إِذَا هْتَدَيْتُمْ - (مائیدہ ۱۰۵)
 اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔
 حضرت ابو بکر نے ایک خطبہ میں اس آیت کو تلاوت کر کے فرمایا تم اس آیت کا غلط مطلب لیتے ہو، ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ کسی ظلم کرنے والے کو دیکھیں اور اس کے احمقوں کو نہ کہیں، تو قریب ہے اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل فرمائے، ابو امیہ شیبانی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ابو شیبہ خشنی سے اس آیت کے متعلق پوچھا انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا تم نیکی کا حکم دیتے رہو اور بُرائی سے روکتے رہو حتیٰ کہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جارہی ہے اور غلامی کی پیروی کی جارہی ہے، دنیا کو ترجیح دی جارہی ہے اور ہر شخص اپنی بات پر اترارہا ہے، اس وقت تم صرف اپنی جان کی فکر کرو اور غلام کو چھوڑ دو، کیونکہ تمہارے بعد صبر کے ایام ہیں، ان ایام میں صبر کرنا انگڑے پکڑنے کے مترادف ہے اس وقت میں ایک ٹل کرنے والے کو پچاس ٹل کرنے والوں کو بھروسہ

یہ حدیث اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے دو حال ہیں، ایک حال وہ ہے جس میں بُرائی کو بدلتا اور اس کو مٹانا ممکن ہو، اس حال میں ہر شخص کے لیے بُرائی کو اپنے احمقوں سے مٹانا ممکن ہے اس پر اس بُرائی کو مٹانا فرض ہے، اور اس کی کئی صورتیں ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ وہ بُرائی کو تلواریں سے مٹائے مثلاً ایک شخص اس کو یا کسی شخص کو قتل کرنے کا قصد کرے، یا اس کا مال لوٹنے کا قصد کرے، یا اس کی بیوی سے

زنا کرنے کا قصد کرے، اور اس کو یقین ہو کہ زبانی منع کرنے سے وہ باز نہیں آئے گا یا بغیر اختیار کے اس سے جنگ کی (مثلاً) تھپڑ یا مکتہ مارا، تب بھی باز نہیں آئے گا تب اس پر لازم ہے کہ اس کو قتل کر دے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "تم میں سے جو شخص بُرائی دیکھے اس کو اپنے ہاتھ سے مٹائے" اور جو شخص بُرائی کو رابطے اگلا ل کو قتل کیے بغیر اس بُرائی کو مٹانا ممکن نہ ہو تو اس کو قتل کرنا اس پر فرض ہے، اور اگر اس کو ظن غالب ہو کہ بغیر اختیار کے بھی اس بُرائی کو مٹانا ممکن ہے (مثلاً تھپڑ اور مکتے مارنے سے) تو پھر اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر اس کو یہ گمان ہو کہ اب اگر اس کو بغیر اختیار کے مارا یا زبان سے منع کیا تو یہ باز آجائے گا لیکن بعد میں اتنی سزا سے باز نہیں آئے گا اور اس کو قتل کیے بغیر یہ بُرائی نہیں مٹ سکتی گی تو پھر اس کو قتل کرنا لازم ہے۔ ایک آدمی کے لیے ملحق قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا جائز نہیں ہے، البتہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی جان یا مال یا عزت پر حملہ آور ہو تو وہ اپنی یا دوسرے مسلمان کی جان یا مال اور عزت بچانے کے لیے مزاحمت کرے اور اگر اس مزاحمت کے دوران وہ حملہ آور اس کے ہاتھوں مارا جائے تو اس سے شرعاً کوئی مؤاخذہ نہیں ہے۔ (سیدہی غفرلہ)۔

ابن رستم نے امام محمد سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے کسی کا سامان چھین لیا تو تھپڑ سے لیے اس کو قتل کرنا جائز ہے حتیٰ کہ تم اس کا سامان چھڑاؤ، اور اس آدمی کو واپس کر دو، اسی طرح امام ابو حنیفہ نے فرمایا جو چور مکانوں میں نقب لگا رہا ہو تھپڑ سے لیے اس کو قتل کرنا جائز ہے، اور جو آدمی تھپڑا طعن توڑنا چاہتا ہو (مذاہمت میں) تھپڑا اس کو قتل کرنا جائز ہے، بشرطیکہ تم ایسی جگہ پر ہو جہاں لوگ تمہاری مدد کو نہ پہنچیں، اور ہم نے جو یہ ذکر کیا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبَغَىٰ حَتَّىٰ تَفِيَّ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ (حجرات: ۹)

اسی طرح حدیث میں ہے: "تم میں سے جو شخص کسی بُرائی کو دیکھے وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے مٹائے" اس لیے جب کوئی شخص کسی بُرائی کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے مٹائے خواہ بُرائی کرنے والے کو قتل کرنا پڑے اور اگر وہ زبان سے منع کرنے سے باز آجائے تو اس کو زبان سے منع کرے، یہ حکم ہر اس بُرائی کے لیے ہے جو علی الاطلاق جاری ہو اور اس پر اصرار کیا جارہا ہو مثلاً کوئی شخص مجتہد اور جبری ٹیکس وصول کرے اور جب ہاتھ سے بُرائی کو مٹانا اور زبان سے منع کرنا دونوں میں اس کی جان کو خطرہ ہو تو اس کے لیے سکوت جائز ہے اور اس وقت اس پر لازم ہے کہ اس بُرائی سے امدان بُرائی کرنے والوں سے الگ ہو جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

عَلَيْكَ الْغَنَاءُ لِلَّذِينَ احْبَبُوا (نساء: ۱۱)

مگر اہم کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: جب تک تمہاری بات کو قبول کیا جائے تم نیکی کا حکم دو اور بُرائی سے روکو، اور جب تمہاری بات کو قبول نہ کیا جائے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو، اسی طرح حضرت ابو عبدہ عسفی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیکی کا حکم دیتے رہو اور بُرائی سے روکتے

رہو حتی کہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جا رہی ہے، خواہش کی پیروی کی جا رہی ہے، دنیا کو ترجیح دی جا رہی ہے اور ہر شخص اپنی بات سے پرترار ہے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو اور لوگوں کی فکر کرنا چھوڑ دو، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب لوگ امر بالمعروف اور نہی المنکر کو قبول نہ کریں اور اپنی خواہشات اور آراء کی پیروی کریں تو پھر تمہارے لیے ان کو چھوڑنے کا گنجائش سے اور تم اپنی فکر کرو اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو، اور جب لوگوں کا یہ حال ہو تو پھر آپ نے برائی پر توجہ کرنے کو ترک کرنا مباح کر دیا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے خود نیک ہونا ضروری نہیں ہے۔ علامہ ابوبکر رازی فرماتے ہیں قرآن مجید اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ہم نے یہ واضح کر دیا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی المنکر فرض کفایہ ہے اور جب بعض لوگ اس فرض کو ادا کر لیں تو پھر یہ بالکلوں سے عاقل ہو جاتا ہے، اور اس فرض کی ادائیگی میں نیک اور بد کا کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی شخص کسی ایک فرض کو ترک کر دے تو اس کی وجہ سے باقی فرائض اس سے ساقط نہیں ہوتے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی شخص نماز فریضہ سے تو اس سے روزہ اور دیگر عبادات کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی، اسی طرح جو شخص تمام نیکیاں نہ کرے اور کسی برائی سے نہ بچے تو اس سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی، حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صحابہ کی ایک جماعت حاضر ہوئی، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ اگر ہم تمام نیکیوں پر عمل کر لیں حتیٰ کہ کوئی نیکی باقی نہ بچے مگر ہم نے اس پر عمل کر لیا ہو اور تمام برائیوں سے بچیں حتیٰ کہ کوئی برائی نہ بچے مگر ہم اس سے رک چکے ہوں تو کیا اس وقت ہم سے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرنے کی اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا نیکیوں کا حکم دو، خواہ تم نے تمام نیکیوں پر عمل نہ کیا ہو اور برائی سے رکھو خواہ تم برائی سے نہ رکھتے ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی کو باقی تمام فرائض کی ادائیگی کے مساوی قرار دیا ہے، جس طرح بعض واجبات میں تقصیر کے باوجود دیگر فرائض کا ادا کرنا ساقط نہیں ہوتا، اسی طرح بعض واجبات میں تقصیر کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرائض ساقط نہیں ہوتا۔

مستحیاریوں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فتنہ کہنے کا بطلان علامہ امت میں سے صرف ایک جاہل قوم نے یہ کہا ہے کہ باقی جماعت سے قتال کیا جائے اور مستحیاریوں کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کیا جائے، انھوں نے کہا جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مستحیاریاں اٹھانے کی ضرورت پڑے تو یہ فتنہ ہے، حالانکہ قرآن مجید میں ہے:

فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبَغَىٰ حَتَّىٰ تَقَىٰ إِلَىٰ اٰمٍ ۝
 کہو حتیٰ کہ وہ اللہ کے امر کی طرف لوٹ آئے۔

ان لوگوں نے یہ کہا کہ سلطان کے ظلم اور جور پر انکار نہ کیا جائے، البتہ سلطان کا غیر اگر برائی کرے تو اس کو قتل سے منع کیا جائے اور بغیر مقتیار کے مقتل سے منع کیا جائے یہ لوگ باقرین امت ہیں، امام ابو داؤد

اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
 سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ ظالم سلطان یا ظالم امیر کے سامنے کلمہ حق کہا جائے۔ اور حضرت ابن عباس رضی
 اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب ہیں اور وہ شخص جس نے
 ظالم حاکم کے سامنے کلمہ حق ہو کر اس کو نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا اور اس کی پاداش میں اس کو قتل کر دیا گیا یہ
 کسی شخص سے محبت کی وجہ سے **امر بالمعروف کو ترک نہ کیا جائے** | کسی شخص سے دوستی نہ

اور نبی عن المنکر کو ترک نہیں کرنا چاہیے، نہ کسی شخص کے نزدیک قدم نہز لیتا بڑھانے اور اس سے کوئی فائدہ
 طلب کرنے کے لیے مدافعت نہ کرے جہاں بھی اور دنیاوی مفاد کے لیے نبی عن المنکر کو ترک کرنا کرنی چاہیے
 کیونکہ کسی شخص سے دوستی اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے ساتھ خیر خواہی کی جائے اور اس کو خیر خواہی یہ
 ہے کہ اس کو آخرت کی نجات کی ہدایت دی جائے اور اس کو آخرت کے عذاب سے بچایا جائے اور کسی انسان
 کا سچا دوست وہی ہے جو اس کے لیے آخرت کی بھلائی کی سعی کرے، اور اگر وہ فرائض اور عبادات کی ادائیگی
 میں تقصیر کرے تو اسے ان فرائض کی ادائیگی کا حکم دے اور اگر وہ کسی برائی کا ارتکاب کرے تو اس کو مجاہد
 سے روکے۔

امر بالمعروف میں ملائمت کو اختیار کیا جائے۔ | امر بالمعروف اور نبی عن المنکر میں نرمی اور ملائمت کو
 کر اختیار کرنا چاہیے تاکہ وہ مؤثر ہو، امام شافعی رحمہ اللہ
 نے فرمایا جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو تنہائی میں نصیحت کی اس نے خیر خواہی کی، اور جس نے کسی شخص کو گروں
 کے سامنے نصیحت کی اور ملائمت کی اس نے اس کو شرمندہ اور رسوا کیا۔

اگر کسی برائی کو اپنے اہل خانہ سے ملنے سے کی ملکی قوانین کو اپنے اہل خانہ میں لینا لازم نہیں آتا تو اس برائی کو
 اپنے اہل خانہ سے مٹا جائے ورنہ زبان سے اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے، اور اگر اس پر بھی فائدہ نہ ہو
 تو پھر اس برائی کو دل سے ناپسند کرے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکام اور ارباب اقتدار پر لازم ہے کہ وہ برائی کو اپنے اہل خانہ سے مٹائیں، مثلاً قاتل
 کو قصاص میں قتل کریں اور چور کا ہاتھ کاٹیں، زانی کو گوشے لگا دیں یا رجم کریں اسی طرح دیگر حدود الہیہ جاری کریں
 اور علماء پر لازم ہے کہ وہ زبان سے برائی کی مذمت کریں اور امر بالمعروف اور نبی عن المنکر کا فریضہ انجام دیں،
 اور عوام کو چاہیے کہ وہ ہر برائی کو دل سے بربانیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ جس شخص کے سامنے ظلم اور زیادتی ہو تو اس
 کو حسب مقتدرہ مٹانے کی کوشش کرے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے توہین میں بیان کیا ہے۔

خلوت کا معنی | اس حدیث میں سے انبیاء کے حواریوں کے بعد خلوت گئے، جو ان کاموں کا حکم دیتے تھے جو خود
 نہیں کرتے تھے اور وہ کام کرتے تھے جن کو وہ کہتے نہیں تھے۔

علامہ نووی خلوت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
خلوت خلعت کے معنی ہے اور خلعت بعد میں آنے والے بڑے لوگوں کو کہتے ہیں اور خلعت بعد میں آنے والے اچھے لوگوں کو کہتے ہیں
علامہ ابن منظور نے بیان کیا ہے کہ خلعت کی جمع اخلاص اور خلعت کی جمع خلوت آتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ ۖ تَقَاسُمُوا لَهُ ۖ فَمَا بِهِ
وَمُجَحِّدًا أَهْلَ الْيَمَنِ فِيهِ

اے ایمان کی ایمان میں ایک دوسرے پر

نفیلت اور اہل یمن کی ایمان میں ترجیح

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا سنو ایمان اس طرف ہے اور اختلاف اور سنگدلی (مدینہ کی شرقی جانب) رعبہ اور حضرموت جو بکثرت اونٹ پالتے ہیں اور اونٹوں کی دھڑکیں کے پیچھے ہانکتے ہوئے جاتے ہیں اس جگہ شیطان کے درمینگ نکلیں گے۔

۸۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَرٍّ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو اسْمَاعِيلَ ۚ وَحَدَّثَنَا أَبُو شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو ذَرٍّ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ ۚ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَبِيحٍ الْحَارِثِيُّ ۚ وَاللَّفْظُ لَنَا مَعْمَرٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ سَمِعْتُ قَيْسًا يَذُرُّ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ أَشَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِخْلَبِ يَمَنِ الْيَمَنِ فَقَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ هَهُنَا وَإِنَّ الْقِسْرَةَ وَغَلِظَ الْقُلُوبُ فِي الْقَدِيدِ يَدْرُ أَصْرُلُ أَذْنَابِ الْإِبِلِ حَيْثُ يَطْلَعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ فِي رُبْعَةٍ وَمَعْمَرٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل یمن آئے ہیں ان کے دل سب سے زیادہ نرم ہیں اور نفعت اور حکمت دونوں میں ہیں۔

۹۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الزَّيْنِيعِ الرَّهَرَانِيُّ ۚ أَنبَأَنَا سَعْدُ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَجَاءِ أَهْلِ الْيَمَنِ هُوَ أَرْقَى أَفْعَدَ الْإِبِلِ يَمَانُ وَالْأَفْعَدُ يَمَانُ ۚ وَالْجَلْدُ يَمَانُ ۚ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا کہ اس کے بھی اسی طرح روایت منقول ہے۔

۹۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو آدِي عَدِي ۚ وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ سَعَفَ الْأَزْدِيُّ ۚ يَكْلَاهُمَا عَيْنُ ابْنِ سَوَّيْنٍ عَنْ مُعْتَمِدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۱ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۵۶، مطبوعہ دار محمد امجد المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
۲۔ علامہ جمال الدین محمد بن کرم ابن منظور الرافعی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۹ ص ۸۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۷۵ھ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ -
 ۹۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَمْرِو بْنِ النَّاجِدِ وَحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ
 قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَمْرِو بْنِ النَّاجِدِ وَهُوَ ابْنُ إِدْرِيسَ بْنِ سَعْدٍ
 حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ سَالِحٍ عَنِ الْأَشْجَرِ عَنْ أَبِي
 هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
 وَسَلَّمَ أَتَاكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ أَضْعَفُ قُلُوبًا وَأَرْفَعُ
 أَنْفًا أَفَقِيهِ يَمَانٍ الْعِلْمَةُ يَمَانِيَّةٌ
 ۹۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى
 قَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْزَجِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
 أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأْسُ
 الْكُفْرِ نَعْوَا الْمَشْرِيقِ وَالْمَغْرِبِ وَالْخِيَلَاءُ فِي أَهْلِ
 الْغَيْلِ وَالْيَدِيلِ الْقَدَّادِينَ أَهْلُ الْوَبْرِ وَالشَّكِينَةِ
 فِي أَهْلِ الْقَتَمِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس
 اہل یمن آئے ہیں ان کے دل سب سے زیادہ نرم
 ہیں اور فقہ اور حکمت میں ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کفر کا گڑھ
 (بدینہ کے) مشرق میں ہے اور فخر اور غرور، گھوڑے
 اور اونٹ رکھنے والوں میں ہے، اور تواضع اللہ جنم
 بکریاں چرانے والوں میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان
 ہے اور کفر (بدینہ کے) مشرق میں ہے اور غازی
 بکریاں چرانے والوں میں اور غرور گھوڑے اور اونٹ
 رکھنے والوں میں ہے۔

۹۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَبَشٍ وَفَيْبَةُ بْنُ
 حُجْرٍ عَنْ إسماعيل بن جعفر قال قال ابن أبي
 حاتم قال إسماعيل بن جعفر قال أخبرني العلاء عن
 أبيه عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله
 عليه وآله وسلم قال إلهيمان يمان والكم
 قبل المشرك والشيكنة في أهل القنم والغمر
 والوباء في القدادين أهل الغيل والوبر
 ۹۵ - وَحَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ
 وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ
 أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَاهُ هُرَيْرَةَ
 قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 يَقُولُ الْفَخْرُ وَالْخِيَلَاءُ فِي الْقَدَّادِينَ أَهْلُ
 الْوَبْرِ وَالشَّكِينَةِ فِي أَهْلِ الْقَتَمِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غرور اور
 تکبر، اونٹ اور گھوڑے رکھنے والوں میں اور غازی
 بکریاں چرانے والوں میں ہے۔

۹۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
 أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ شُعْبَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ بِطَرَا

امام مسلم نے نہری سے ایسی ہی ایک سند
 بیان کر کے فرمایا کہ اس سند کے ساتھ روایت میں

الْإِسْتِثْنَاءُ وَرَأَى الْإِيمَانُ يَمَانٌ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَّةٌ ۝
یہ اضافہ بھی ہے ایمان اور حکمت یعنی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل یمن آئے ہیں ان کے دل سب سے زیادہ نرم ہیں، ایمان اور حکمت یعنی ہیں، عاجزی بکریاں چلانے والوں میں ہے اور مردانہ رکھنے والوں میں ہے حرکت مشرق کی جانب رہتے ہیں۔

۹۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ عَنْ شُعَيْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَاهُ مَرَّةً قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ جَاءَ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمَ أَرْقَى أَفْئِدَةً وَأَصْنَعُ قُلُوبًا الْإِيمَانُ يَمَانٌ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَّةٌ وَالشَّكِيَّةُ فِي أَهْلِ النَّعَمِ وَالْفَقْرَةُ الْفُحْشَاءُ فِي الْفَقْدَانِ أَهْلُ الْوَبَرِ قَبْلَ مَطْلِعِ الشَّمْسِ ۝

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبیلے پاس اہل یمن آئے ہیں ان کے دل سب سے زیادہ نرم ہیں، ایمان اور حکمت یعنی ہیں، اور کفر کا گڑھ زمین کے مشرق میں ہے۔

۹۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مَرْثَدَةَ بْنُ أَبِي الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُ أَهْلِ الْيَمَنِ هُمَا الْيَمَنُ قُلُوبًا وَأَرْقَى أَفْئِدَةً الْإِيمَانُ يَمَانٌ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَّةٌ رَأْسُ الْكُفْرِ قَبْلَ الْمَشْرِقِ ۝

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اس میں آخری جملہ نہیں ہے۔

۹۹۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْتِثْنَاءِ وَلَهُ تَذَكُّرٌ رَأْسُ الْكُفْرِ قَبْلَ الْمَشْرِقِ ۝
۱۰۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ ۝ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَكْرَمٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ حَدَّادٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى ابْنِ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْتِثْنَاءِ مِثْلَ حَدِيثِ جَرِيرٍ وَرَأَى الْفَقْرَةُ وَالْخِيَلُ فِي الْأَتْحَابِ الْإِذِلُّ وَالشَّكِيَّةُ وَالْوَقْرُ فِي الْأَتْحَابِ الشَّاءِ ۝

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور بتلایا کہ اس سند کے ساتھ روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں غرور اور تکبر اونٹ رکھنے والوں میں اور عاجزی اور وقار بکریاں رکھنے والوں میں ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ثقافت اور سنگ و دل زمین کے مشرق میں ہے۔ اور ایمان اہل عجم میں ہے۔

۱۰۱۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِسْرَافِيلَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ الْحَارِثِ الْأَعْمَشِيُّ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ سَمِعَهُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ

يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُغْلَظُ الْفُلُوكُ وَالْجَفَاءُ فِي الْعَشِيِّ وَالْإِيمَانُ
فِي أَهْلِ الْحَبَايَةِ.

یمن کی طرف ایمان کی نسبت کرنے کی توجہ میں اس طرف ہے۔
حدیث نمبر ۸۹ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے یمن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: سوائے ایمان

اور اس حدیث کی حسب ذیل توجہات ہیں: ۱۔
علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
بعض علماء نے اس حدیث کو ظاہر پر محمول نہیں کیا، کیونکہ ایمان کا مبدلہ تو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ہے

(۱)۔ یمن سے مراد مکہ ہے کیونکہ مکہ تہام سے ہے اور تہامہ امتیاز یمن سے ہے۔
(۲)۔ یمن سے مراد مکہ اور مدینہ ہے کیونکہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبوک میں تھے اس وقت آپ
نے یہ ارشاد فرمایا تھا، اس وقت مکہ اور مدینہ آپ کے اور یمن کے درمیان میں تھا تو آپ نے
یمن کی جانب اشارہ کر کے فرمایا ایمان اس طرف ہے اور اس سے آپ کی مراد مکہ اور مدینہ تھی،
جیسے کعبہ کے ان دو کونوں کو ارکانِ یمانیہ کہتے ہیں جو یمن کی جانب ہیں۔
(۳)۔ اہل یمن سے مراد انصار ہیں، کیونکہ وہ اصل میں یمن کے رہنے والے تھے اور چونکہ انھوں نے
آپ کی نصرت کی تھی، اس لیے آپ نے ایمان کو ان کی طرف منسوب کیا۔
بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور یمن کی طرف ایمان کی نسبت کہنے
سے یہ لازم نہیں آتا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ایمان نہ ہو، اور یمن والوں سے مراد وہ لوگ
ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یمن میں رہتے تھے، قیامت تک کے لوگ مراد نہیں ہیں
اور آپ نے والوں میں سے گلدی کی وجہ سے جو بہ کثرت اور پالتے ہیں۔

علامہ ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اونٹوں کا ذکر اونٹوں کی خصوصیت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس سے مراد مال کی کثرت ہے کیونکہ
لوگوں کو حقیر جاننے اور کچھ کرنے کا سبب مال کی کثرت ہے، اور اونٹوں کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ اس
زمانہ میں عرب میں مال کی کثرت کی علامت اونٹوں کی کثرت تھی۔ ۱۔

۱۔ علامہ بیہقی بن شرف نووی متوفی ۶۷۲ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن حلقہ و شتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال الکمال المعجم ج ۱ ص ۱۵۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

شیطان کے دو سینگوں سے کیا مراد ہے؟ نیز اس حدیث میں ہے کہ (مدینہ کے مشرق

علامہ ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مشرق سے مراد مدینہ کا مشرق ہے اور وہ نجد ہے اسی طرح بمصر کے مشرق میں بھی نجد ہی ہے، نیز اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ: اے اللہ! ہمارے یمن اور شام میں برکت دے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے نجد میں؟ تیسری بار آپ نے فرمایا: اے اللہ! اور طاعون ہوگا، اور شیطان کا سینگ وہیں سے نکلے گا، ایک اور حدیث میں ہے اے اللہ! مصر کو سختی سے سچل دے، اور مصر بھی نجد میں ہے۔ یہ صوبہ نجد میں ایک مقام ہے عینہ اسی جگہ مسیلہ کذاب پیدا ہوا اور اسی جگہ محمد بن عبدالوہاب نجدی پیدا ہوا، اور ان کی وجہ سے لوگوں کے عقائد متزلزل ہوئے، اور بہت فتنے ظاہر ہوئے۔ ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں شیطان کے جو دو سینگوں کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد یہی دو شخص ہوں۔

حدیث نمبر ۹۰ میں ہے: ایان اور حکمت یہی ہے۔

فقہ اور حکمت کی تعریفات

علامہ ابی مالکی نے جو حدیث نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں ایان یا نی ہے، فقہ یا نی ہے اور حکمت یا نی ہے، نور محمد جامع المطالب کے نسخہ میں فقہ کا لفظ نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ جو علامہ نوری کی شرح ہے اس میں فقہ کا لفظ ہے۔

علامہ ابی مالکی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

فقہ کا لغوی معنی فہم اور اصطلاحی معنی ہے: احکام شرعیہ فرعیہ جو دلائل تفصیلیہ سے حاصل کیے گئے ہوں، امام ابوحنیفہ کے فقہ کی تشریح کی: نفس کا اپنے نفع اور ضرر کو جان لینا، اور یہاں فقہ سے مراد دین کی فہم اور حکمت کا لغوی معنی ہے: جو چیز جہل سے منع کرے، ابن درید نے کہا ہر وہ علم جو حسن اور کمال کی طرف پہنچائے اور نقص اور قبیح سے مانع ہو وہ حکمت ہے۔

بَابُ بَيَانِ أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا
الْمُؤْمِنُونَ وَأَنَّ حَبَّةَ الْمُؤْمِنِينَ بَرَّ الْأَيْمَانِ
وَأَنَّ اقْتِنَاءَ السَّلَامِ سَبَبٌ لِحَصُولِهَا
۱۰۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا

جنت میں صرف مومنین داخل ہوں گے مومنین
سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے اور
زیادہ سلام کرنا محبت کا سبب ہے
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی متوفی ۴۴۸ھ، اکمال الکمال المعجم ص ۱۵۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۔ اکمال الکمال المعجم ص ۱۶۰

أَبُو مُعَاوِيَةَ وَذَكْوَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي
صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ
حَتَّى تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا أُولَئِكَ أَدْلُكُمْ عَلَى
شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ أَكْمَلْتُمُوا السَّلَامَ
بَيْنَكُمْ

۱۰۳۔ وَحَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي
جَرِيرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَلَسَكُمْ وَالَّذِينَ فِي تَفْسِي بَيْنِي لَا تَدْخُلُونَ
الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا بِمَنْحِلِ حَدِيثِ أَبِي
مُعَاوِيَةَ وَذَكْوَانِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک ایمان
نہیں لاؤ جنت میں داخل نہیں ہو گے اور تم اس وقت
تک مومن نہ کہلے، نہیں ہو گے جب تک آپس میں
محبت نہ کریں گے کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ
جس پر عمل کر کے تم ایک دوسرے سے محبت کرنے
لگو؟ ایک دوسرے کو بہ کثرت سلام کیا کرو۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان فرمائی، اور کہا
یہ حدیث اس سند کے ساتھ کچھ تغیر کے ساتھ منقول
ہے اس میں یوں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا تم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت
میں میری جان ہے، جب تک ایمان نہیں لاؤ گے
جنت میں داخل نہیں ہو گے، بغیر حدیث اسی طرح

مسلمانوں کے درمیان حسن معاشرت کا بیان

وہ افعال جن کی وجہ سے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان
سے محبت ہو سکتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے متعدد احادیث میں بیان فرمائی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ملاقات کے وقت سلام کرنے میں پہل
کرنا اگر وہ سلام کرے تو اس کے سلام کا جواب دینا، چھینک آنے پر جب وہ الحمد للہ کہے تو یہ جھک کر کہنا،
بیمار ہو تو اس کی عیادت کرنا، اور اس کے بال بچوں کی خبر گیری کرنا، اور مدد کرنا، موت پر اس کے جنازہ میں شریک
ہونا، موت کے بعد اس کے حق میں مغفرت کا دعا کرنا اگر کوئی مسلمان قسم کھائے تو قسم پوری کرنے میں اس کی مدد کرنا
ہر حال میں اس کی خیر خواہی چاہنا، اس کی غیر حاضری میں اس کے گھر کی حفاظت کرنا، آپس میں اگر ناجا پاتی ہو جائے تو تین
دن سے زیادہ سلام و کلام نہ چھوڑنا، کسی زیادتی پر انتقام لینے کی بجائے معاف کر دینا، جو مسلمان کسی دینی یا دنیاوی
معاہدہ کا علم نہ رکھتا ہو اس کو وہ علم سکھانا، چھوڑوں پر شفقت اور بڑوں کا تعظیم کرنا، اپنی ذات سے کسی مسلمان کو ضرر اور
تکلیف نہ پہنچنے دینا، ہر مسلمان سے عاجزی اور انکساری سے پیش آنا۔ ہر مسلمان سے سکراتے ہوئے خوشگوار
حال میں ملنا، سچ بولے، وعدہ وفا کرے، امانت ادا کرے، اپنے لیے جو پسند کرے وہی اپنے مسلمان بھائی
کے لیے پسند کرے، اگر وہ مسلمان آپس میں ناراض ہوں تو ان کی صلح کرادے، کسی مسلمان کی غیبت کرے نہ چنل کھائے
نہ اس پر افتراء باندھے، نہ اس کے بارے میں بدگمانی کرے، نہ اس کے شخصی احوال کی کھوج میں لگا رہے۔ اگر کسی مسلمان کے
عیب پر مطلع ہو جائے تو اس کی پردہ پرکھ کر سے، بیماری، تنگ دستی یا کسی بھی ضرورت کے موقع پر اس کی مدد
کرے، مسلمان سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ کسی مسلمان کو دشوار کام کے لیے نہ کہے بلکہ دشوار کاموں میں اس کی
مدد کرے، اس سلسلہ میں اپنی جان اور مال سے دریغ نہ کرے، مال سے خدمت کرنے کے تین مراقب ہیں۔

اول یہ کہ ایک مسلمان کو اپنے نوکر کے مرتبہ میں رکھے، اور اس کی ضرورت کے وقت اس کے سوال سے پہلے اپنا بچا ہوا مال اس کو دے دے اور یہ اوقاف و دہبہ ہے، دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس کو اپنی ذات کے مرتبہ میں رکھے اور اس کی ضرورت کو اپنی ضرورت سمجھے اور اسے مال کو اس میں شریک رکھے، تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھے، اور اپنے آپ پر اس کو ترجیح دے۔ اس طرح ایجنات سے بھی ان میں بہت سے اس کی مذکور ہے۔

دین خیر خواہی ہے

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین خیر خواہی کا نام ہے، جس نے عرض کیا حضور کس کی خیر خواہی کریں، آپ نے فرمایا، اللہ کی، کتاب اللہ کی، رسول اللہ کی، اللہ مسلمانوں کی اور غلام مسلمانوں کی۔

بَابُ بَيَانِ أَنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ

۱۰۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَدَاةٍ التَّمِيمِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قُلْتُ لِسُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ وَاحِدٍ قَتَادَةَ عَنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِيكَ قَالَ وَرَجَوْتُ أَنْ يَسْقِطَ عَنِّي رَجُلًا قَالَ فَقَالَ مَبْعُوثٌ مِنَ الَّذِينَ سَمِعَهُ مِنْهُ إِنْ كَانَ صَدِيقًا لَهُ يَا لَشَامِ ثُمَّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسِيدٍ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلَّهِ وَلِلْكَتَابِ وَلِلرَّسُولِ وَلِلْإِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَلَى قَتَادَةَ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کیا اور فرمایا اس سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۱۰۵۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ التَّمِيمِيِّ ابْنِ أَبِي حَالٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي يَزِيدٍ الْكَلْبِيِّ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

۱۰۶۔ وَحَدَّثَنِي أُمِّيَّةُ بْنُ بَسْطَامٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا زَوْدٌ وَهُوَ أَبُو جَعْفَرٍ الشَّامِيُّ حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ عَبْدِ وَاحِدٍ عَنْ مَبْعُوثٍ مِنَ الَّذِينَ سَمِعَهُ مِنْهُ إِنْ كَانَ صَدِيقًا لَهُ يَا لَشَامِ ثُمَّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسِيدٍ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلَّهِ وَلِلْكَتَابِ وَلِلرَّسُولِ وَلِلْإِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَلَى قَتَادَةَ

امام مسلم نے تیسری سند بیان کی اور فرمایا اس سند کے ساتھ بھی حضرت تمیم داری سے یہ حدیث مروی ہے۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی ہے۔

۱۰۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو سَامَةَ عَنْ اشْجَانِ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَلْبَسٍ عَنْ جَدِّهِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنَّصْرِ بِكُلِّ مُسْلِمٍ

۱۰۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ سَمِعَ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّصْرِ بِكُلِّ مَسْلُوعٍ.

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

۱۰۹۔ حَدَّثَنَا سُورِيُّ بْنُ يُوُسَافَ وَيَعْقُوبُ بْنُ الدَّوْرَقِيِّ قَالَا حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ سَيِّدِ بْنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فَلَقِّنَنِي فِيمَا اسْتَطَعْتُ وَالنَّصْرَ بِكُلِّ مَسْلُوعٍ.

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کاموں کے کرنے کی بیعت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم دل سے سنا، ہر حکم پر عمل کرنا، مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ان تمام چیزوں پر بقدر استطاعت عمل کرنے کی تلقین فرمائی۔

اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی کی تفصیل | اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی کا مطلب ہے

اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی تمام صفات پر ایمان لانا اس کے تمام احکامات پر عمل کرنا اور حقیقت یہ اپنے آپ سے خیر خواہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی خیر خواہی سے مستغنی ہے اور کما باندہ سے خیر خواہی کا مطلب ہے کہ اس پر ایمان لائے، اس کی تعظیم کرے اس کی تلاوت کرے، اس کی آیات میں تدبر کرے اور اس کے مقتضی پر عمل کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر خواہی کا مطلب ہے آپ کی نبوت پر ایمان لائے آپ کی وحی ہونی خبروں کی تصدیق اور آپ کے دیے ہوئے احکام پر عمل کرے، آپ کی تعظیم و توقیر کرے، آپ کے دوستوں سے محبت اور آپ کے دشمنوں سے عداوت رکھے، ائمہ مسلمین سے مراد اگر حکام ہیں تو اس کا مطلب ہے بیعت میں ان کی اطاعت کرے، ان کے خلاف بغاوت نہ کرے اور اگر مجتہدین یا اصحاب فقاہی علماء دین ہیں تو مطلب یہ ہے کہ ان کی تقلید کرے اور ان کے فتوؤں پر عمل کرے اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ دنیا و مافیہا ان کے خیر کی طرف رہنمائی کرے، ان کی مصیبت اور تکلیف کو دور کرے۔ ان کے پیوہ کی پردہ پریشی کرے، ان کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کرے اور ان کو فائدہ پہنچائے۔

بَابُ بَيَانِ نَقْصَانِ الْإِيمَانِ بِالْمَعَاصِي وَتَقْيِهِ عَنِ الْمُنْكَرِ بِالْمَعْصِيَةِ عَلَى إِمْرَادٍ نَفِي كَمَالِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص ایمان کی حالت میں زنا نہیں کرتا، نہ کوئی شخص ایمان کی حالت میں چوری کرتا ہے اور نہ کوئی شخص ایمان کی حالت میں شراب پیتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس میں یہ اضافہ بھی کرتے تھے کہ نہ کوئی شخص حالت ایمان میں کسی عمدہ چیز کو برسرعام لوگوں کے سامنے لٹاتا ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے کہا اس سند کے ساتھ روایت میں لوٹی ہوئی چیز کی عمدگی کا ذکر نہیں ہے، اور ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس روایت میں سرے سے لوٹ کا تذکرہ ہی نہیں ہے۔

امام مسلم ایک اور سند بیان کر کے فرماتے ہیں: اس روایت میں لوٹ کا ذکر ہے مگر لوٹی ہوئی چیز کے عمدہ ہونے کا بیان نہیں ہے۔

۱۱۰۔ حَدَّثَنِي حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ أَمَّا قَابِ بْنَ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ أَبِي شَهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَسَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولَانِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ قَالَ أَبُو شَهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يَحَدِّثُ هَذَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ثُمَّ يَقُولُ وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَدْحَقُ مَعَهُمْ وَلَا يَنْتَسِبُ لَهُمْ ذَاتَ شَرَفٍ يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ حِينَ يَنْتَسِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔

۱۱۱۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ ابْنُ اللَّيْثِ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُثَيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شَهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنُ الْكَوَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِي دَاقَتَصَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَاهُ يَذْكُرُ مَعْرُودَ الْكُفْرَةِ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَاتَ شَرَفٍ قَالَ وَقَالَ ابْنُ شَهَابٍ حَدَّثَنِي سَعِيدُ ابْنِ الْمُسَيَّبِ قَابِ سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِخَلِّ جَدِّ أَبِي بَكْرٍ هَذَا الرَّوْثُ الْكُفْرَةِ۔

۱۱۲۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مَهْرَانَ الرَّائِي قَالَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْثَرُ ابْنُ عَمْرِو بْنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي

سَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَجَّارِ
بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالسَّلَامُ بِمِثْلِ حَدِيثِ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ
أَبِي بَكْرٍ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَذَكَرَ
الْثَّعْلَبِيُّ وَكَثَرُ بَعَثَ ذَاتَ شَرَفٍ -

۱۱۳ - وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَدِيٍّ الْهَلَوَانِيُّ قَالَ
حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي رَاهِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هَذَا الْعَرِينِيُّ
بْنُ الْمُطَّلِبِ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سَلِيمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ
يَسَافِرٍ عَنِ مَيْمُونَةَ وَحُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

۱۱۴ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا
عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي النَّدَّارِ أَوْ رُوِيَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

۱۱۵ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ
الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ
هُوَ لَا يَسْمَلُ حَدِيثَ الزُّهْرِيِّ غَيْرَ أَنَّ الْعَلَاءَ
وَصَفْوَانَ بَنَ سَلِيمٍ لَيْسَ فِي حَدِيثِهِمَا بَرَكَةٌ
النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارُهُمْ وَفِي حَدِيثِ هَمَّامٍ
بَرَكَةٌ إِلَيْهِ الْمُؤْمِنُونَ أَعْيَنُهُمْ فِيهَا وَهُوَ
حِينَ يَنْتَهَبُهَا وَهُوَ مُرْمٍ وَهُوَ لَا يَغْلُ
أَحَدُكُمْ حِينَ يَغْلُ وَهُوَ مُؤْمٍ فَاتَّكَمُ
وَأَيُّكُمْ كُفَّ -

۱۱۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَابِتُ
أَبُو عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلِيمٍ عَنْ ذَكْوَانَ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَ
سَلَّمَ قَالَ لَا يَزِي فِي الزَّائِقِ حِينَ يَزِي وَهُوَ مُؤْمٍ
وَلَا يَسْرِقُ الشَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمٍ -

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی ہے یہ روایت
بھی حضرت ابو ہریرہ پر ختم ہوئی۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی ہے یہ روایت
بھی حضرت ابو ہریرہ پر ختم ہوئی ہے (بظاہر مقصد یہ
ہے کہ یہ روایت ان دو سندوں سے بھی ثابت ہے)

امام مسلم ایک سند بیان کر کے فرماتے ہیں
صفوان کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ وہ شخص لوگوں
کے سامنے لوٹے اور جہام کی روایت میں ہے کہ
لوگوں کے سامنے لوٹے اور یہ اضافہ بھی ہے کہ
کوئی شخص حالت ایمان میں کسی کے مال میں خیانت
نہیں کرنا لہذا تم ان تمام کاموں سے احتراز کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص حالت
ایمان میں زنا نہیں کرتا اور نہ کوئی شخص حالت ایمان
میں چوری کرتا ہے اور نہ کوئی شخص حالت ایمان
میں شراب پیتا ہے لیکن ان افعال کے باوجود

توبہ کی گنجائش رہتی ہے۔

وَلَا يَشْرِبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ
بِالشُّرْبَةِ مَعْرُوضَةً بَعْدَ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا
اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۱۱۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ حَدَّثَنَا
عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ
عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَا يَنْفِي
الرَّائِي حِينَ يَذْفِي نَجَسًا كَرِيهًا حَدِيثٌ مُشْتَبَعٌ

حدیث الباب کی تشریح | اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان حرام افعال کے ارتکاب کے وقت شخص
قطعاً مومن نہیں ہوتا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان حرام افعال کے ارتکاب کے
وقت اس میں نور ایمان نہیں ہوتا یا اس میں ایمان کامل نہیں ہوتا، البتہ اگر کوئی شخص ان افعال کو حلال سمجھ کر کمرے تو وہ
کافر ہو جائے گا، اور اس میں بالکل ایمان نہیں رہے گا یا اگر ان کاموں کو معمولی سمجھے یا حرمت شریعی کی توہین کرتے
ہوئے یہ کام کرے تب بھی وہ الیا فوالہ کافر ہو جائے گا لیکن یہ نیت مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے۔
قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ حدیث قدیم قسم کے مختاروں کو شامل ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ تمام افعال
شہرہ امیہ کو شامل ہے، چوری و دیا میں رخصت اور حرام کی حرص کو شامل ہے، شراب پینا ان تمام کاموں کو شامل ہے۔
جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرتے ہیں اور لوٹ مار، حقوق العباد کی رعایت نہ کرنے کی تمام صورتوں کو شامل ہے۔

منافق کی صفات کا بیان

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُصَالِ الْمُنَافِقِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص
میں چار عادتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا، اور جس شخص
میں ان چار عادتوں میں سے کوئی ایک عادت ہوگی اس
میں اتفاق کی ایک عادت ہوگی، جب تک کہ وہ اس
عادت کو نہ چھوڑ دے۔ ایک یہ کہ جب بات کرے تو
جھوٹ بولے، دوسری یہ کہ جب کوئی عہد کرے
تو اس کی نکلان دے دے، تیسری یہ کہ جب کوئی
وعدہ کرے تو اس کو پورا نہ کرے اور چوتھی یہ کہ جب
کسی سے جھگڑا ہو تو بدکلامی کرے۔ امام مسلم فرماتے ہیں
کہ سفیان کی سند کے ساتھ جو روایت ہے اس میں یوں
ہے کہ جس شخص میں ان میں سے کوئی عادت ہوگی اس میں
نفاق کی عادت ہوگی۔

۱۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ وَحَدَّثَنَا أَبُو مُنِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو
قَالَنَا الْأَعْمَشُ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ
كَأُورِيهِ قَالَ نَاسُ سَفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ مُرَّةٍ عَنْ قُسَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ كَانَ مِنْ
أَرْبَعٍ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَتْ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ
كَانَتْ فِيهِ خُلَّةٌ قَسَمْتُهَا كَانَ فِيهِ خُلَّةٌ
مَنْ نَفَاقَ حَتَّى يَدَّ عَقْبًا إِذَا
حَدَّثَ كَذِبًا وَإِذَا عَاهَدَ عَدَا وَإِذَا وَعَدَ
أَخْلَفَ وَإِذَا حَاكَمَهُ وَجَرَ غَيْرَ ذَلِكَ فِي حَدِيثِ
سَفْيَانَ قَرَأَنَ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ قَسَمْتُهَا
كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ وَمَنْ نَفَاقَ

۱۱۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَفَتِيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَالْفُطَيْحِيُّ قَالَ سَمِعْتُ كُنَّا إِسْمَاعِيلَ بْنَ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَهْلٍ تَابِعُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ أَبِي عَمْرِو عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ آيَةُ الْمُنَافِقِ كَذِبٌ إِذَا حَدَّثَكَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا أَتَى خَانَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور اگر اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

۱۲۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَةَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَفْعُوْبَ مَوْلَى الْحَرَوِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَلَمَاتِ الْمُنَافِقِ ثَلَاثَةٌ إِذَا حَدَّثَكَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا أَتَى خَانَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور اگر اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

۱۲۱۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعُتْبِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ قَيْسٍ أَبُو زَكِيَّةٍ قَالَ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يُحَدِّثُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا کہ اس سند کے ساتھ روایت میں یہ اضافہ ہے منافق کی تین نشانیاں ہیں اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو، روزہ رکھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو۔

۱۲۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو نَصْرٍ الْقَتَارِيُّ وَعَبْدُ اللَّهِ عَلَى ابْنُ حَنَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ كُنَّا إِسْمَاعِيلَ بْنَ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَعْبَثُ بِشَيْءٍ يَخِيءُ ابْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ وَكَذَلِكَ وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی جو ابو ہریرہ پر ختم ہوئی ہے اس میں بھی یہ اضافہ ہے اگرچہ وہ نماز پڑھے، روزہ رکھے اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

میں جن صفتوں میں منافق کی علامتوں کے انحصار کی وجہ سے منافق کی علامتوں کو تین میں منحصر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ثواب اور عذاب کا ہر تین چیزوں پر ہے، نیت، قول اور فعل، اور منافق میں یہ تینوں چیزیں فاسد ہیں، نیت کا فساد اس میں ہے کہ جب منافق وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے، کیونکہ وعدہ کی خلاف ورزی اس وقت قابل مذمت ہے جب وعدہ کرتے ہی دل میں اس کے خلاف کرنے کی نیت کر لے، لیکن عیب وعدہ کرنے ہی اس کے بدلے کرنے کا عزم ہو، پھر کوئی مانع پیش آجائے یا کسی اور سبب سے اس کی رائے بدل جائے تو یہ

صفت نفاق نہیں ہے، کیونکہ طہرائی کی رسالت میں اس طرح ہے:

اذا دعدو دھو وحدث نفسه انه يخذل۔۔۔ وعدہ کرتے وقت اس کے دل میں یہ تھا کہ وہ اس کے خلاف کرے گا۔
 علماء نے بیان کیا ہے کہ جب کوئی انسان وعدہ کرے تو مستحب یہ ہے کہ اس کو پورا کرے۔ اور وعدہ کو پورا نہ کرنا مکروہ تہذیبی ہے، اور مستحب یہ ہے کہ جب وعدہ کرے تو اس کے ساتھ "ان شاء اللہ" کہہ لے تاکہ وعدہ پورا نہ کرنے کی صورت میں صورتہ کذب کا ترکیب نہ ہو اور جب کسی شخص کو سزا دینے کی دھمکی دی ہو، اور دھمکی پورا کرنے میں کوئی خرابی نہ ہو تو اس دھمکی کو پورا نہ کرنا افضل ہے اور قول کا نفاذ یہ ہے کہ جب منافق بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور فعل کا نفاذ یہ ہے کہ منافق کہے پاس جب امانت رکھوائی جاتی ہے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ منافق کی نیت قول اور فعل میں نفاذ ہوتا ہے۔

ان تین خصلتوں کے منافقوں کی علامت ہونے کی وجہ | جن تین چیزوں کو اس حدیث میں منافق کی علامتیں

قرار دیا ہے یہ، با اذونات اس مسلمان میں بھی پائی جاتی ہیں جو دل اور زبان سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتا ہے، حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا نہ نفاق کا، اس وجہ سے علماء نے اس حدیث کی حسب ذیل توجیہات کی ہیں۔

(۱)۔ یہ تین خصلتیں نفاق کی خصلتیں ہیں اور جس شخص میں تین خصلتیں ہوں گی وہ منافق کے مشابہ ہوگا، اور ان کے اوصاف سے متصف ہوگا، کیونکہ نفاق باطن کے خلاف ظاہر کرنے کو کہتے ہیں اور ان تین خصلتوں میں باطن کے خلاف اظہار ہوتا ہے۔

(۲)۔ جس شخص میں اکثر و بیشتر یہ خصلتیں پائی جائیں وہ منافق ہوگا اور جس شخص میں کبھی خصلتیں پائی جائیں وہ منافق نہیں ہوگا۔

(۳)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خصلتوں کو ہمیشہ کرنے اور عادت بنانے سے ڈرانے کے لیے یہ فرمایا ہے کہ یہ منافق کی علامات ہیں، جس طرح حدیث میں ہے:

التاجر فاجر و اک خروصنا فقی امتی۔۔۔ تاجر جھوٹ بولنے والا ہے اور میری امت قدر آؤ گا۔
 کے اکثر قاری منافق ہیں۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمام تاجر جھوٹ بولتے ہیں اور اکثر قاری دکھاوے کے لیے قرآن مجید پڑھتے ہیں، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تنذیراً یہ ارشاد فرمایا ہے

(۴)۔ نفاق کی دو قسمیں ہیں نفاق اعتقاد کی یعنی انسان کے دل میں کفر ہو اور زبان سے ایمان کا اظہار کرے، اور نفاق عملی یعنی خلوت میں ارکان دین کی حفاظت نہ کرے اور لوگوں کے سامنے ارکان دین پابندی سے ادا کرے، یہ کم درجہ کا نفاق ہے۔ اور اس حدیث میں اس قسم کا نفاق مراد ہے۔

(۵)۔ یہ حدیث ایک خاص منافق کے متعلق ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ آپ صراحتہ یہ نہیں فرماتے تھے کہ فلاں شخص منافق ہے بلکہ اشارہ اور کنایہ سے فرماتے تھے، اسی طرح یہاں بھی اس منافق کا ذکر اس میں پائی جلد نے والی علامتوں کے ساتھ فرمایا۔

۱۷۔ اس سے مراد عہد رسالت کے وہ منافقین ہیں کہ جب وہ یہ کہتے کہ ہم ایمان لائے تو جھوٹ بولتے ان کے پاس دین امانت رکھا جاتا تو وہ اس میں خیانت کرتے اور دین کی نفرت کا وعدہ کرتے اور اس کے خلاف رہے۔ سید بن جبیر کو اس حدیث میں اشکال ہوا، انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کے متعلق پوچھا، انھوں نے کہا ہم کو بھی اس حدیث میں اشکال ہوا تھا جب ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا اس حدیث سے کیا تعلق ہے، میں نے اس حدیث میں منافقین کی نشانیاں بیان کی ہیں میں نے جو یہ کہا ہے کہ جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اس سے مراد یہ ہے:

اذا جاءك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله و الله يعلم انك لرسوله و الله يشهد ان المنافقين لكاذبون۔

رمانا فقیہین ۱۱

آپ نے فرمایا: بتاؤ کیا تم اس طرح ہو؟ ہم نے کہا نہیں! فرمایا پھر کوئی حرج نہیں تم اس سے بری ہو اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ جب وہ وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے تو اس سے مراد یہ ہے:

و منهم من عهد الله لئن اتنا من فضله لنصدقن ولنكونن من الصالحين فلهما اتهم من فضله بنحو ايه وتولوا وهم معرضون فاعقبهم نفاقا في قلوبهم الى يوم يذوقونه بما اخلتوا الله ما وعدوا وبما كانوا يكذبون۔

(توبہ ۱۷۵ تا ۱۷۷)

اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے، اور ہم ضرور نیکو کاروں میں سے ہو جائیں گے، تو جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دے دیا تو وہ اس میں بخل کرنے لگے اور روگردانی کرتے ہوئے پلٹ گئے تو اس کے نتیجہ میں اللہ نے ان سے روز ملاقات تک ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا، کیونکہ انھوں نے اللہ سے اپنے وعدہ میں خلافت ورزی کی اور اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

آپ نے فرمایا بتاؤ کیا تم اس طرح ہو؟ ہم نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں تم اس سے بری ہو اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے، اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی اس امانت میں خیانت ہے:

انا عرضنا الامانة على السموات والارض والجبال فابين ان يعجزن عنها و الله اعلم

مہ زجاج نے کہا یہ منہا کا معنی ہے یہ سب انھیں اس قدر بوجہ اس ۱۷۵ تاج المومنین ج ۱ ص ۲۸۸

تفسیر طبرک میں بھی اسی طرح ہے اور اس حدیث سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے اس آیت کے ترجمہ میں اکثر علماء نے غور نہیں کیا۔

منہا وحملہا الانسان ان کان ظالمًا ۵
کرنے سے ڈرے، اور انسان نے اس امانت

میں خیانت کی، بے شک وہ بہت ظالم اور بڑا جبار تھا۔

(احزاب: ۷۲)

ہر انسان کے پاس اس کا دین بہ طور امانت رکھا گیا ہے مسلمان پڑھ اور ظالم غفل جانتا ہے، ناز پڑھتا ہے، اور روزہ رکھتا ہے، اور منافق صرف لوگوں کے سامنے احکام شریعہ کی اطاعت کرتا ہے، آپ نے فرمایا کیا تم لوگ اس طرح ہو، ہم نے عرض کیا نہیں! آپ نے فرمایا پھر تم اس سے بری ہو۔

۸۱۔ حضرت خلیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ منافق صرف عہد رسالت میں تھے، اب صرف اسلام ہے یا کفر ہے اور جو شخص دل میں کفر رکھے اور ظاہر اسلام کرے، وہ بظاہر مسلمان ہے اور حقیقت میں کافر ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں جو علامتیں بیان کی گئی ہیں وہ عہد رسالت کے منافقین کے ساتھ مخصوص ہیں۔

(۹)۔ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جس شخص میں یہ صفات ہوں وہ منافقین کی صفات کے ساتھ مشابہ ہے۔

(۱۰)۔ اس حدیث میں نفاق کلمی مراد ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خلیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا: کیا تمہارے علم میں میرے اندر کوئی نفاق ہے؟

(۱۱)۔ النفاق من الف لام اگر جنس کا ہو تو پھر اس سے حقیقت نفاق مراد نہیں ہے، بلکہ بہ طور تشبہ اور تشبیہ منافق کا اطلاق ہے، اور اگر اس میں الف لام عہد کا ہو تو کوئی خاص منافق مراد ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے منافقین مراد ہیں۔

بعض روایات میں منافق کی چار علامات بیان کی گئی ہیں لیکن یہ روایات اس حدیث کے معارض نہیں ہیں، کیونکہ نفاق کی متعدد علامات تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی موقع پر تین علامتیں بیان فرمائی اور کسی موقع پر چار، اور صبر نہیں فرمایا۔ لے

مسلمان کو کافر کہنے والے کا حکم

بَابُ بَيَانِ حَالِ إِيْمَانٍ مَّنْ قَالَ لَا يُخِيَهُ

الْمُسْلِمُ يَا كَافِرُ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب

کوئی شخص اپنے (دینی) بھائی کو کافر کہتا ہے

تو دونوں میں سے کسی ایک شخص کی طرف کفر ضرور دیتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص

نے اپنے کسی (دینی) بھائی سے کہا اے کافر تو

۱۲۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ

ابْنُ دَاوُدَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ

ابْنُ شَيْبَةَ عَنْ قَافِرِ بْنِ أَبِي عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَفَرَ الرَّجُلُ أَكْثَرَ مَرَّاتٍ بِمَا أَحَدُهُمَا

۱۲۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَيَحْيَى

بْنُ أَيُّوبَ وَفَتَّيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا

عَنْ إسماعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا

لے۔ علامہ عبد الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ عمدة القاری ص ۲۲۲-۲۲۱، مؤلفاً و موطأ مطبوعہ دار الفکر الطبعة الثانیة ۱۳۳۸ھ

إِنَّمَا مِثْلُ بَنِي جَعْفَرٍ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ
ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّمَا امْرِيٌّ قَالَ رَضِيخَةُ يَا كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهَا
إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَإِلَّا مَا جَعَلْتَ عَلَيْهِ -

۱۲۵- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ
الْقُدُّوسِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا حُسَيْنُ
الْمَعْلُوكِيُّ عَنْ ابْنِ بَرِيدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ أَنَّ أَبَا
الْأَسودِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيْسَ مِنْ تَجَلُّدِ أَهْلِ
لِغَيْرِ بَيْتِهِ وَهُوَ يَحْكُمُهُ إِلَّا كُفْرًا وَمِنْ أَهْلِ مَا لَيْسَ
لَهُ فَلَئْسَ مِنَّا وَلَيْسَ بِنَا مَقْعَدُكَ مِنَ النَّارِ وَمَنْ
دَعَا رَجُلًا بِالْكَفْرِ أَوْ قَالَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَلَيْسَ
كَذَلِكَ إِلَّا عَادَ عَلَيْهِ -

کفر دونوں میں سے ایک کی طرف ضرور لوٹے گا اگر
وہ شخص واقعی کافر ہو گیا تھا تو ٹھیک ہے ورنہ کفر
کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے علم
کے باوجود اپنے نسب کے خلاف کسی اور سے
نسب قائم کیا اس نے کفر کیا اور جس شخص نے
دوسرے کی چیز پر دعویٰ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے
وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے، اور جس نے کسی شخص کو کافر
یا دشمن خدا کہہ کر پکارا حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے تو یہ کفر
اس کی طرف لوٹ آئے گا

مسلمان کو کافر کہنے والے کی تکفیر کی توجہیات

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
بعض علماء نے اس حدیث کو مشکل احادیث میں

شمار کیا ہے کیونکہ اس حدیث کا ظاہر معنی مراد نہیں ہے، اس لیے اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ قتل، زنا اور
اسی طرح دوسرے کبیرہ گناہوں کی وجہ سے مسلمان کی تکفیر نہیں کی جاتی، اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے مسلمان
بھائی کو "اے کافر" کہے دے تو اس کا یہ اعتقاد نہ ہو کہ دین اسلام باطل ہے تو اس کی تکفیر نہیں کی
جائے گی اس وجہ سے اس حدیث کی حسب ذیل توجہیات کی گئی ہیں:

- (۱) جو شخص جائز اور حلال سمجھے کہ کسی مسلمان کو اسے کافر کہے وہ کافر ہو جائے گا۔
- (۲) جو شخص مسلمانوں کو بہ کثرت کافر کہے گا اس کی شامت سے وہ خود مال کار کافر ہو جائے گا۔
- (۳) جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہہ رہا ہے وہ درحقیقت خود کو کافر کہہ رہا ہے کیونکہ جس کو کافر کہہ رہا
ہے اس کے مقابلہ میں اسی کی مثل ہی اور وہ اسی کی طرح مسلمان ہے۔
- (۴) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے گا تو اس کی تکفیر کا گناہ اس کی طرف لوٹے گا۔
- (۵) اگر کسی شخص نے مسلمان کو بطور سب و شتم کافر کہا تو یہ گناہ کبیرہ ہے اور اگر مسلمان کو اس کے اسلامی عقائد
کی وجہ سے کافر کہا تو پھر یہ کفر اس کی طرف لوٹ جائے گا۔

(۶) قاضی عیاض نے امام مالک بن انس سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث خوارج پر معمول ہے جو مسلمانوں کی تکفیر
کرتے تھے، لیکن تحقیق یہ ہے کہ باقی اہل بدعت کی طرح خوارج کی بھی تکفیر نہیں کی جاتی۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

مبتدیین اہل قبلہ کی تکفیر کے متعلق متکلمین کا نظریہ

متکلمین کا ایک قول ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور ان کا دوسرا قول ہے کہ قرآن مجید کو مخلوق کہنا، روایت باری تعالیٰ کو محال کہنا، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو سب کرنا یا لعنت کرنا کفر ہے، ان دونوں قولوں میں تطبیق مشکل ہے۔

والجہد بین قولہم لا یکفر احد من اهل القبلة وقولہم یکفر من قال بخلق القرآن واستحالة الرویة اوسب الشیخین اولعنہما وامثال ذلك مشکل لہ

علامہ عبدالعزیز پرماروی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس اشکال کے تین جواب دیے گئے ہیں:

(۱) - تکفیر نہ کرنا شیخ اشعری اور ان کے موافق متکلمین کا مذہب ہے، ملتقی (منفقی) میں امام اعظم سے بھی یہی مذہب مروی ہے، اور تکفیر کرنا فقہاء کا مذہب ہے لہذا دونوں قولوں کے قائل الگ الگ ہیں۔
(۲) - کتاب و سنت کے دلائل قطعیہ اور اجماع سلف کی اس پر دلالت ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور روایت باری واقع ہے، اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو شرف عظیم حاصل ہے، سو جو شخص ان امور کا انکار کرے اس کو اہل قبلہ میں سے شمار نہیں کیا جائے گا۔

(۳) - جن علماء نے تکفیر کی ہے وہ تہدید اور تقلید پر محمول ہے اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے۔
فاضل سیاح کوئی اس بحث میں لکھتے ہیں:

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ ذکر اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی شیخ اشعری نے بیان کیا ہے اور اکثر فقہاء نے اس کی موافقت کی ہے، ملتقی (منفقی) میں امام ابوحنیفہ سے بھی یہی مروی ہے، اور دوسرے فقہاء نے اس قاعدہ کی موافقت نہیں کی اور انھوں نے کہا کہ ہم شیعوں اور معتزلوں کی تکفیر کرتے ہیں چرکہ دونوں قولوں کا قائل ایک نہیں ہے، اس لیے ان میں تطبیق کی ضرورت نہیں ہے۔

علامہ ابن ہمام اس بحث میں لکھتے ہیں:

واعلم ان الحکمہ بکفر من ذکرنا من اهل الادھواء مع ما ثبت عن ابی حنیفۃ والشافعی جان لور کہ ہم نے جو اہل اہواء (مثلاً حضرت ابوبکر کی امامت کے منکر اور ان سب کرنے والے)

۱۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۱۲۲، مطبوعہ فور محمد اصبح المطابع کراچی

۲۔ مولانا عبدالعزیز پرماروی، نبراس ص ۵۷۲، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ۱۳۹۷ھ

۳۔ مولانا عبدالکلیم سیاح کوئی متوفی ۱۰۶۷ھ، حاشیہ علیہ حکیم علی انجالی ص ۳۴۳، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

رحمہما اللہ من عدم تکفیر اہل القبیلۃ من
المبتدعۃ کلہم عملہ ان ذلک المعتقد
نفسہ کفر قال قائل بہ قائل بماہر کفر وان
لہ یکفر بناء علی کون قولہ ذلک عن استفراغ
دفعہ مجتہدا فی طلب الحق لکن جز مہم
ببطلان الصلاۃ خلفہ لا یصح هذا الجمع
اللہم الا ان یراد بعدم الجواز خلیفہ عدم
الحل ای عدم حل ان یفعل وهو لا ینافی
الصحة والا فہو مشکوک واللہ سبحانہ
اعلم۔ لہ

پر کفر کا حکم لگایا ہے، حالانکہ امام ابو حنیفہ اور امام
شافعی رحمہما اللہ سے یہ ثابت ہے کہ مبتدعین اہل
قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی سوائے تکفیر کا عمل یہ ہے
کہ فی نفسہ یہ مستحقات کفر ہیں اور جو ان کا قول کرے گا
وہ کفر کا قول کرے گا، ہر چند کہ اس کی تکفیر نہیں کی
جائے گی، کیونکہ اس قول کے قائل نے حق کو طلب
کرنے کے لیے حق الوسیع اجتہاد کر کے یہ قول کیا
ہے، لیکن ان کی اقتداء میں نماز کے بطلان کا قول
کرنا اس تطبیق کی تفصیح نہیں کرتا اسے اللہ! البتہ ان
کی اقتداء میں نماز کے بطلان کے قول کو اس پر محمول
کیا جائے، کہ ان کی اقتداء نہیں کرنی چاہیے اور یہ
چیز صحت نماز کے منافی نہیں ہے، اور اگر یہ ترجیح
نہ کی جائے تو پھر اہل قبلہ کی عدم تکفیر کے قاعدہ سے
یقیناً اشکال واقع ہو گا، واللہ اعلم بالصواب۔

علامہ علی قاری اس بحث میں لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ نے اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے پر تفصیل سے کلام کیا ہے خواہ وہ اہل معصیت، جوں یا اہل
بدعت اور امام عظیم کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو سب کرنا کفر نہیں ہے، چنانچہ
ابوشکور سالمی نے امتہ میں اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے، کیونکہ اس تکفیر کا منی ثابت نہیں ہے، مسلمان کو
سب کرنا فسق ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے اور اس لحاظ سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور دوسرے مسلمان
مساوی ہیں بلکہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ کسی شخص نے حضرت ابوبکر اور عمر کو قتل کر دیا بلکہ حضرت عثمان اور حضرت
علی کو بھی قتل کر دیا تب بھی وہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک اسلام سے خارج نہیں ہو گا اور یہ مسلم ہے
کہ سب کرنا قتل کرنے سے کم درجہ کا گناہ ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص حلال کچھ کر قتل یا سب کرے تو وہ لامحالہ کافر
ہو گا، (الی قول) شرح عقائد میں ہے ”صحابہ کو سب کرنا اور ان پر طعن کرنا اگر اولہ قطعہ کے مخالف ہو تو
کفر ہے جیسے حضرت عائشہ پر بیتان لگانا، درندہ بدعت اور فسق ہے، اس عبارت میں یہ تصریح ہے
کہ متکلمین کے نزدیک حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو سب کرنا کفر نہیں ہے۔ لہ
نیز علامہ علی قاری لکھتے ہیں:

۱۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھڑ
۲۔ ملا علی بن سلطان محمد قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح فقہ اکبر ص ۴۲۔ ۴۱، مطبوعہ مطبعہ اہل باب واولادہ مصر، ۱۳۴۵ھ

ولا یحقی انه یمکن ان یقال فی دفع
الاشکال ان جزمهم ببطلان الصلاة
خلفهم احتیاطاً لا یتلزم جزمهم
یکفرهم۔

(الی قولہ) وان المراد بعدم تکفیر احد
من اهل القبلة عند اهل السنة انه لا
یکفر ما لم یوجد شیء من امارات الکفر
وعلاماته ولم یصدر عنه شیء من
موجباته۔

(الی قولہ) واختلفوا ایضاً هل یکفر
المخالف للحق بذلك الاعتقاد والقول
به علی وجه الاعتماد ام لا وذهب الاشعری
واکثر اصحابہ الی انه لیس بکافر، وبہ
یشعر ما قاله الشافعی رحمہ اللہ، لا ارد
شهادة اهل الاهواء الا الخطأ بینه
لاستحلالهم الکذب و فی المنتقی
عن ابی حنیفة رحمہ اللہ لم نکفر احداً
من اهل القبلة وعلیہ اکثر الفقهاء و
من اصحابنا من قال ینکفر المخالفین
وقال قد ماہ المعتزلة ینکفر القائل
بالصفات القدیمة و یخلق الاعمال وقال
الاستاذ ابو اسحاق نکفر من ینکفرنا ومن
لا فلا واختار الرازی ان لا ینکفر احد من
اهل القبلة وقد اجیب عن الاشکال
بان عدم التکفیر مذهب المتکلمین
والتکفیر مذهب الفقهاء فلا یتحد
القائل بالحقیقیین فلا یحد ویراد
سلح فیجوز ان یکون للتغلیظ فی رد
ما ذهب الیه المخالفون والاول لاحترام

یہ بات مخفی نہ ہے کہ اس اشکال کو دور کرنے کے
لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ روافض وغیرہ کی اقتدار میں نماز
کے باطل ہونے کا حکم احتیاطاً ہے، اور یہ ان کے
کفر کو مستلزم نہیں ہے۔

متکلمین نے جو یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ اہل سنت
کے نزدیک اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائیگی
یہ اس وقت ہے کہ جب ان میں کفر کی کوئی علامت نہ
پائی گئی ہو اور ان سے کوئی چیز موجب کفر صادر ہوئی
نہ ہو۔

اس میں اختلاف ہے کہ جو شخص اعتقاد و حق کا مخالفت
ہو اور اس کا اعتقاد سے قائل ہو آیا اس کی تکفیر کی
جائے گی یا نہیں؟ امام اشعری اور ان کے اکثر اصحاب
کا مذہب یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہے، امام شافعی کا
یہ قول بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ: میں خطایہ کے
علاوہ باقی اہل ہواد کی شہادت کو مسترد نہیں کرتا اور خطایہ
کی شہادت اس لیے مسترد کرتا ہوں کہ وہ تجوٹ کو
حلال قرار دیتے ہیں، منتقی میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ
سے یہ منقول ہے کہ ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں
کرتے، اکثر فقہار کا بھی مختار ہے اور ہم سے بعض
اصحاب نے مخالفین کی تکفیر کی ہے اور قدیم معتزلہ
ان کی تکفیر کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی صفات کو قدیم
مانتے تھے، اور استاذ ابو اسحاق نے کہا جو ہماری
تکفیر کرے گا ہم اس کی تکفیر کریں گے، اور جو ہماری
تکفیر نہیں کرے گا ہم اس کی تکفیر نہیں کریں گے، امام رازی
کا مختار یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر کی
جائے، اور اس اشکال کا یہ جواب بھی ہے کہ روافض
وغیرہ کی تکفیر نہ کرنا متکلمین کا مذہب ہے اور تکفیر
کرنا فقہار کا مذہب ہے، سران دو متنافی قرون
کا قائل ایک نہیں ہے، اور اگر قائل ایک ہو تو تکفیر

شان اهل القبلة فانهم في الجملة
معنا موافقون۔ لہ

مخالفین کے رد کی وجہ سے تفلیط پر محمول ہے اور
تکفیر نہ کرنا ان کے اہل قبلہ ہونے کے احترام کی وجہ
سے ہے، کیونکہ یہ لوگ بعض امور میں بہر حال ہمارے
موافق ہیں۔

حدیث نمبر ۱۲۵ میں ہے: جس نے غیر کے مال پر دعویٰ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے، اس کی تشریح یہ ہے
غیر کے مال پر دعویٰ کرنے کا حکم [جس نے غیر کے مال پر جلال سمجھ کر دعویٰ کیا تو ہم میں سے نہیں ہے
ملاں نہیں سمجھا تو مطلب یہ ہے وہ ہمارے طریقہ صحیح میں نہیں ہے یعنی حصال محمودہ کا حامل نہیں ہے یا وہ ہماری
ایہی عادتیں رکھنے والا نہیں ہے۔

بَابُ بَيَانِ حَالِ إِيْمَانٍ مَنْ رَغِبَ
عَنْ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ

جو شخص علم کے باوجود اپنے باپ کے نسب
سے انکار کرے اس کے ایمان کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے آپ کے نسب
کے نسب کا انکار نہ کرو، جس شخص نے اپنے
باپ کے نسب سے انکار کیا وہ کافر ہو گیا۔

۱۲۶۔ حَدَّثَنِي هُرَيْرٌ بْنُ سَعِيدٍ الْأَدَلِيُّ حَدَّثَنَا
ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَبْدِ جَعْفَرٍ ابْنُ رِبْعَةَ
عَنْ يَزِيدَ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يُرْوَى يَقُولُ إِنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا
تُرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيهِ
فَقَدْ كَفَرَ۔

۱۲۷۔ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْوَلَدِ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ
بْنُ يَسْرِ قَالَ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ رَجَا
أَدْعِي نِيَايَا لَقِيتُ أَبَا بَكْرَةَ فَقُلْتُ لَهُ مَا هَذَا الَّذِي
صَنَعْتُمْ إِنِّي سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ
سَمِعْتُ أَدْنَى مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
وَهُوَ يَقُولُ مَنْ أَدْعَى آبَا فِي الْإِسْلَامِ غَيْرَ أَبِيهِ
يَعْلَمُ أَنَّ غَيْرَ أَبِيهِ فَإِنَّ جَنَّةَ عَلَيْهِ حَرَامٌ فَقَالَ
أَبُو بَكْرَةَ وَأَنَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

حضرت ابو عثمان بیان کرتے ہیں کہ جب زیاد کے بھائی
ہونے کا دعویٰ کیا گیا تو میں نے ابو بکر سے ملاقات کی (زیاد ان کا
ماں بھائی تھا) اور ان سے کہا یہ تم نے کیا کیا میں نے کہا میں نے
حضرت سعد بن ابوقحاص رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے
کہ میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان نے اپنا نسب اپنے باپ
کے علاوہ کسی اور شخص سے منسوب کیا اس پر جنت
حرام ہے، حضرت ابو بکر نے کہا میں نے بھی رسول اللہ

عَلَيْهِ قَالِهِ وَسَلَّمْ۔

۱۲۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ قَالَا
يَحْيَى بْنُ زَكِيَّآءُ بْنُ أَبِي نَازٍ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ
عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عُثْمَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ
كَتَبْتُهَا يَقُولُ مِمَّ مَعَهُ أَذُنَايَ وَوَعَا لَا قَلْبِي أَنَّ
مُحَمَّدًا أَصْلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ يَقُولُ مِمَّنْ أَذُنَايَ
إِلَى غَيْرِهَا يَنْبَغِي وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِي بَكْرٍ فَتَالَجَنَّةُ
عَلَيْهِ خَدَامٌ۔

صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سننا ہے۔
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
میں نے خود اپنے کانوں سے سنا اور میں نے
دل میں یاد رکھی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جس شخص نے اپنا باپ کسی اور شخص کو بنایا
حالانکہ وہ جانتا تھا کہ یہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس
پر جنت حرام ہے۔

استحقاق زیاد کا بیان | زیاد حضرت ابو بکر کے ماں جاسے بھائی تھے ان کی والدہ زمانہ جاہلیت میں حاد
بن کلدہ حبیب کی زندگی تھیں ان کا نام میتہ تھا اسی کے پاس میتہ کے بطن سے ابو بکر
پیدا ہوئے، پھر حادث نے میتہ کی شادی اپنے ایک آزاد کردہ غلام سے کر دی، ابرسفیان اپنے کسی کام سے طاقت
لگے ہوئے تھے انہوں نے میتہ سے اس طرح کا نکاح کیا جس طرح کے نکاح زمانہ جاہلیت میں رائج تھے اور اس
مباشرت کی، اسکا مباشرت کے نتیجہ میں زیاد پیدا ہوئے اور میتہ نے زیاد کو ابرسفیان سے منسوب کیا، خود ابرسفیان
نے بھی اس نسب کا اقرار کر لیا تھا مگر حقیقہ طویل ہے۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور زیاد نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تو زیاد نے
مصلحت بن عبیدہ شیبانی کو مقرر کیا کہ وہ حضرت معاویہ کو ابرسفیان کے پاس سے میں بتائیں اور حضرت معاویہ کی رائے بھی
تھی کہ زیاد کو اپنے نسب کے ساتھ لاحق کر کے انہیں اپنی طرف مائل کریں، چنانچہ انہوں نے ایسے گواہ طلب
کیے جو اس بات سے واقف ہوں کہ زیادہ کا نسب ابرسفیان سے لاحق ہو چکا ہے، چنانچہ بصرہ کے باشندوں
میں سے کچھ لوگوں نے اس بات کی گواہی دی کہ لیکن اکثر شیعان علی کو یہ بات ناگوار تھی حتیٰ کہ ان کے بھائی ابو بکر
بھی اس استحقاق کو ناپسند کرتے تھے۔ لہ

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کا استحقاق اس لیے کیا تھا کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح کی بہت سی قسمیں تھیں
ان سب قسموں کو توڑ کر کرنے کی ضرورت نہیں، واللہ ان میں سے ایک قسم یہ تھی کہ کسی عورت سے بہت سے لوگ
مباشرت کرتے تھے پھر جب وہ حاملہ ہو کر بچہ جنمی تو اس بچہ کو جس کی طرف چاہتی منسوب کر دیتی سودہ اس شخص کا بیٹا
قرار پاتا۔ اسلام نے نکاح کے اس طریقہ کو حرام قرار دیا لیکن نکاح کے جاہل طریقوں میں سے جس طریقہ سے
بھی گئی بچہ کسی باپ کی طرف منسوب ہوا، اسلام کے بعد بھی اس کو اسی نسب پر برقرار رکھا گیا اور ثبوت نسب کے
معاملہ میں کوئی تفریق نہیں کی گئی۔ لہ

۱۔ علامہ عبدالرحمن بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۷۸، مطبوعہ مکتبۃ الاطلس بیروت ۱۳۹۰ھ

۲۔ علامہ ابن اثیر شیبانی متوفی ۷۲۳ھ، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۱۷۷، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۱۴۰۰ھ

ما فظ ابن محمد مستطانی کہتے ہیں:

حضرت معاویہؓ نے صحیحہ میں زیادہ کو اپنے نسب کے ساتھ لاحق کیا اور اس بات کی زیادہ اسناد صحیحہ مازنی مالک بن ربیعہ سہلی اور منذر بن زبیر رضی اللہ عنہم نے شہادت دی تھی، مرانی نے اس واقعہ کو اپنی مختلف سندوں سے روایت کیا ہے اور گرامہوں میں مندرجہ ذیل ناموں کا اضافہ کیا:

جویرہ بنت ابی سفیان، مسور بن قوامہ البابی، ابن ابی نصر الشقفی، زید بن نفیل الازدی، شیبہ بن الحلقم المازنی، بنو عمر و بن شیبان کا ایک شخص اور بنو مصطلق کا ایک شخص، ان سب نے ابوسفیان کے بارے میں گواہی دی کہ زیادہ ان کا بیٹا ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مضبوط بات یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس استحقاق کو تسلیم کیا۔ آپ نے زیادہ کے نام خط میں لکھا:

عن عائشہ ام المؤمنین الی زیادہ بن ابی سفیان

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ابوسفیان کے بیٹے زیادہ کے نام۔

صحابہ کرام میں سے جن بعض حضرات کو اس نسب کو قبول کرنے میں تامل تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ ابوسفیان نے اس نسب کا اقرار برابر عام نہیں کیا تھا بلکہ خفیہ طور سے دس گواہوں کے سامنے بیان کیا، جن میں بعض صحابہ کرام بھی شامل ہیں، لیکن جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک دس گواہوں سے یہ نسب ثابت ہو گیا اور ام المؤمنین نے اس کی تصدیق کر دی تو وہ اس معاملہ میں بالکل پاک دامن ہیں، جو لوگ اس معاملہ میں حضرت امیر معاویہ پر طعن کرتے ہیں انہیں خوف خدا کرنا چاہیے۔

يَا أَيُّهَا بَيَّانُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ

اس کا بیان کہ مسلمان کو مجرا کہنا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو مجرا کہنا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔ انہی کہتا ہے کہ میں نے ابو وائل سے پوچھا کیا تم نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے خود سنا ہے کہ وہ اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت

۱۲۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ وَالزَّيَّانُ وَعَوْنُ بْنُ سَلَامٍ قَالَا لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِثْقَلٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ كُنَّا سَفِيَّانَ ح حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِثْقَلٍ قَالَ نَامَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَاشِعَةُ كُلُّهُمْ عَنْ ثُرَيْبٍ عَنْ أَبِي ذَابِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

۱۔ ما فظ ابن محمد مستطانی متوفی ۸۵۲ھ، الامامہ ج ۱ ص ۵۸۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ
۲۔ غلام بردان عبدالقادر متوفی ۱۹۲۷ھ، تہذیب تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۴۱۱، مطبوعہ بیروت

کرتے ہیں ابوہریرہؓ نے کہا اے

اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَسَلَّمَ سَبَابَ الْمُسْلِمِ ضَرْفٌ وَ
قَتَالَهُ كُفْرٌ قَالَتْ بَيْدَا قَعْلَتْ لِأَبِي دَاوُدَ
أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ يَزِيدُ عَنْ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ نَعَمْ وَكُنْتُ
فِي حَدِيثِ شُعْبَةَ قَوْلُ بَيْدَا لِيَدِي دَاوُدَ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے یہ فرمایا
اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۱۳۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَمْدَانُ
مُتَقِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَنْصُورٍ
وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُمْنٍ قَالَ نَافِعَانُ قَالَ نَافِعَةُ
عَنِ الْأَعْمَشِ بْنِ كِلَابٍ عَنْ أَبِي دَاوُدَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمُتْلَمٍ

حدیث نمبر ۱۲۹ میں ہے: مسلمان کو بڑا کہنا فسق ہے۔

فسق کا بیان

فسق کا لغوی معنی خروج یعنی نکلنا ہے اور اصطلاح شرع میں فاسق اس شخص کو کہتے ہیں جو
گناہ کبیرہ کو کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باہر نکل آئے، گناہ کبیرہ فرض کے ترک اور حرام کے ارتکاب کو کہتے
ہیں۔ فسق کے تین مراتب ہیں:

(۱)۔ تغابی: گناہ کبیرہ کو بڑا جانتے ہوئے کبھی کبھی شامت نفس سے گناہ کرے۔

(۲)۔ انہماک: گناہ کبیرہ میں لذت محسوس کرے اور اس کا عادی ہو جائے۔

(۳)۔ جہود: گناہ کو صحیح اور بہتر سمجھنے لگے اور اس کو صحیح سمجھ کر کرے، جب انسان فسق کے اس مرتبہ
پر پہنچ جاتا ہے تو گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اگر وہ گناہ حرام قطعی ہو تو اسلام سے غاصب ہو کر کافر ہو
جائے گا ورنہ گمراہی میں تو کوئی شیعہ نہیں ہے، العیاذ باللہ!

مسلمان کو ناحق گول دینا حرام ہے اسی طرح مسلمان کو ناحق قتل کرنا حرام ہے۔

مسلمان سے قتال پر کفر کے اطلاق کی توجیہ | اس حدیث میں ہے کہ مسلمانوں سے جنگ کرنا

حدیث شریف میں جو اس کو کفر سے تعبیر کیا ہے یہ اس صورت پر محمول ہے جب کوئی شخص مسلمان کے
قتل کو حلال سمجھ کر اس کو قتل کرے، یا مطلب یہ ہے کہ یہ کافروں کا فعل ہے یا یہ کہ ناحق لڑائی قاتل کا کفر تک
پہنچا دیتی ہے، یا کفر بمعنی کفرانِ نعمت ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی بنا کر جو انعام کیا
تھا یہ اس کی ناشکری کرتا ہے۔



بَابُ بَيَانِ مَعْنَى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا
يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

۱۳۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ
بْنُ مَيْمُونٍ وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ
عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَاذٍ وَالْقَاسِمُ
لَهُ قَالَ نَأَى أَبِي قَالَ نَأَى شُعْبَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ
سَمِعَ أَبَا ذَرٍّ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَنْ مَجْدٍ عَنْ جَرِيرٍ أَنَّهُ
قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حُجَّةِ
الْوَدَاعِ اسْتَنْصَيْتِ النَّاسَ ثُمَّ قَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي
كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

۱۳۲۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَاذٍ قَالَ نَأَى
أَبِي قَالَ نَأَى شُعْبَةَ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ
أُمِّ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ
۱۳۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ بَكْرِ
بْنُ خَلَّادٌ وَابْنُ أَبِي هَالٍ قَالَ نَأَى مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَأَى
مُحَمَّدُ بْنُ قَاقِدٍ عَنْ تَرِيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا ذَرٍّ يَحْدِثُ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي حُجَّةِ الْوَدَاعِ وَيُحْكَمُ أَوْ قَالَ يَنْكَمُ
لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ
بَعْضٍ

۱۳۴۔ وَحَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ
أَنَّ أَبَا ذَرٍّ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ شُعْبَةَ عَنْ قَاقِدٍ

اس حدیث کا بیان کہ میرے بعد ایک دوسرے
کی گردنیں مار کر کافر نہ ہو جانا ۱۱۔

حضرت جو برہہ اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ
الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مجھ سے فرمایا لوگوں کو خاموش کر دو پھر فرمایا میرے بعد
ایک دوسرے کو قتل کر کے کافر نہ ہو جانا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس
سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع
کے خطبہ میں فرمایا سنو! میرے بعد ایک دوسرے کو
قتل کر کے کافر نہ ہو جانا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس
سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

ایک دوسرے کے قتل پر کفر کے اطلاق کی توضیحات
۱۔ حدیث نمبر ۱۳۱ میں ہے: میرے بعد ایک
دوسرے کو قتل کر کے کافر نہ ہو جانا۔
۲۔ اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ مسلمان کو قتل کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے لیکن یہ کفر نہیں ہے اور اس حدیث

- میں مسلمان کے قتل پر کفر کا اطلاق کیا ہے، علماء اسلام نے اس اطلاق کی متعدد حیات بیان کی ہیں۔
- (۱) جو شخص جائز اور حلال سمجھ کر مسلمان کو قتل کرے وہ کافر ہے۔
 - (۲) مسلمان کو قتل کرنا کفرانِ نسبت ہے، یعنی کفرِ ایمان کے مقابلہ میں انہیں شک کے مقابلہ میں ہے۔
 - (۳) مسلمان کو قتل کرنے کی شامت بسا اوقات کفر تک پہنچا دیتی ہے۔
 - (۴) مسلمان کو قتل کرنا کفر کے مشابہ ہے کیونکہ یہ کافروں کا فعل ہے۔
 - (۵) کفر نہ کرو اور ہمیشہ مسلمان رہو تا کہ تمہیں کفر کی وجہ سے قتل نہ کر دیا جائے۔
 - (۶) کافر کا ایک معنی ہے متکفر بالاسلاح، یعنی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ایک دوسرے سے جنگ نہ کرنا۔
 - (۷) ایک دوسرے پر ربلادجہ (کفر کے فتوے نہ لگاؤ تا کہ اس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کو قتل کر دیتے)

بَابُ إِطْلَاقِ اسْمِ الْكُفْرِ عَلَى الطَّعْنِ فِي النَّسَبِ وَالتَّيَاحَةِ

نسب میں طعن کرنے اور نوحہ کرنے پر کفر کا اطلاق

- ۱۳۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو تَوَكُّلٍ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَيْدٍ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو مُحَمَّدٍ بْنُ عُبَيْدٍ كُتِبَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْثَانِ فِي النَّاسِ هُمَا يَمُومُ الْكُفْرَ الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالتَّيَاحَةُ عَلَى النَّمِيَّتِ
- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں دو مصلحتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے کفر میں مبتلا رہیں، کسی کے نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا۔

تعزیر اور ماتم کے جواز پر علماء شیوخ کے دلائل اور ان کی تاریخ عہد بہ عہد

الفہم عربی میں اس کا مادہ و معنی ہے اور مجرور و عزیزی یعنی عز آرم مصیبت پر صبر کرنا، تعزیر (تفعلت) مزید مستند، تملقین صبر کرنا، تسلی وینا، پڑھا دینا۔

قرآن مجید میں اس مادے کا استعمال بعض کے نزدیک سورۃ المعارج، آیت ۳۴ میں ہے: عَنْ الیَمِینِ وَعَنْ الشَّمَالِ عَذِیْبٌ (از عزیزی فعل ماضی؛ شکیبائی کی) نکتہ وحدیث میں اس لفظ کا استعمال ابواب ذیل میں ملتا ہے: عبادات، جنازہ، آداب تملقین صبر و تسلی۔ فارسی ادب و تاریخ میں لفظ "تعزیرت" و "ارشان میت" سے انظارِ اخص و انظارِ بھر و می کے لیے مستعمل ہوا ہے۔ منظوی مولانا روم و قفنیہ گیب، ۱۳۴: ۵، شعر

شمارہ ۲۱۰۲ میں ہے:

سر سید چون نامہ دای تعزیر
پڑھما صی متن آن باعاشیہ۔

اُردو میں تعزیہ کے معنی ہیں امام حسین علیہ السلام کی تربت، ضرب، عمارت، روضہ کی تشبیہ جسے سونے چاندی، لکڑی، بانس، کپڑے، کانڈ وغیرہ سے بناتے ہیں۔ یہ تشبیہ غم، سوگ اور علامت محرم کے طور پر کبھی جلوس کی شکل میں لے کر نکلتے ہیں، کبھی گھروں، امام باڑوں یا ان کثادہ و منحصر چوتروں پر رکھتے ہیں جنہیں امام صاحب کا چرک کہا جاتا ہے۔

حیدر آباد دکن میں تعزیہ تابوت اور ماتم و سینہ زنی کو کہتے ہیں۔ تعزیہ کرنا = ماتم کرنا؛ تعزیہ دار = ماتم دار سینہ زنی کرنے والا، وہ شخص جس کے گھر میں تعزیہ رکھا جاتا ہو اور مجلس ہوتی ہو، محبت حسین، تشبیہ دار۔ تعزیہ اپنی بناوٹ اور ساخت کے لحاظ سے صنوت کا اچھا نمونہ ہوتا ہے اور تعزیہ بنانے والے اس کی شکل و صورت میں علاقائی خصوصیات اور کاریگری کے نمونے پیش کرتے ہیں، چنانچہ بعض تعزیہ سال سال دو سال تک بنتے رہتے ہیں، ان کے نام بھی الگ الگ ہیں مثلاً:

(۱) ضرب و اور اس کی قسمیں: ان میں متاثرین ضرب و وہ ہے جو عمارت روضہ امام حسین علیہ السلام کی ہونے پر تشبیہ ہو۔ ایسی ضرب کبھی نظام دکن، والی رامپور، صاحب محمود آباد اور کراچی کے بعض عزاخانوں میں ہیں۔ ایک مومی ضرب حسین آباد لکھنؤ میں بنا ہی زمانے سے بنتی چلی آتی ہے۔

(۲) بنگلہ: یہ تعزیہ محمل ناقہ یا عمارتی شکل سے مشابہت رکھتا ہے اور عموماً لکھنؤ میں یا سناٹا لکھنؤ میں بنتا ہے شاید یہ نقشہ اس محل یا محل یا پانی پور کا ہوتا ہو جس میں تبرکات رکھ کر شاہانہ بل لال قلعے سے مسجد جامع لے جاتے تھے۔

(۳) صوہی تعزیہ: بانس کی تیلیوں پر ضرب یا بنگلہ یا کسی اور شکل کا ڈھانچا بنا کر اس پر موم چڑھایا اور گمال فن کا مٹا ہر کیا جاتا ہے۔

(۴) جو کے تعزیہ: ڈھانچے پر مٹی کی ایک ہلکی تہ جما کر گہروں یا جو کے دانے ترتیب سے چپکا دیتے ہیں، جن میں عاشور یا اربعین تک اکھوٹے نکل آتے ہیں اور سارا تعزیہ ایک رنگ ہو جاتا ہے اس تعزیہ پر اشنائے جلوس میں مسلسل پانی چھڑکتے جاتے ہیں۔

تعزیہ کے اجزائے ترکیبی یہ ہیں: تخت، حظیرہ، تربت، غلم (ضرب میں گزری)، پاکستان، کشمیر، نیپال، ہندوستان، افریقہ میں عموماً ضرب اور تعزیہ کا بیان کردہ فرق ملحوظ نہیں رکھا جاتا، لیکن موزوں خصوصیت نسبت کی بنا پر ہندوستانی اور ایرانی نقطہ نظر سے تشبیہوں، بعض سکیوں اور بہت سے ہندوؤں میں بھی یکساں قابل احترام ہیں۔ لکھنؤ وغیرہ میں "تخت" کے اوپر اور حظیرہ کے درمیان دو تربتیں یا قبروں کی شبیہیں بھی ہوتی ہیں۔ سبز حضرت امام حسن علیہ السلام اور سرخ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ تعزیہ کسی ایسی عمارتی کی نقل ہے جس میں بعض منزل یا دوسرے سلاطین تربتیں رکھ کر جلوس کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہوں گے۔

تعزیہ عموماً ۲۹ ذی الحجۃ سے ۹ محرم تک آراستہ کر کے ایک خاص اور معتین مقام پر رکھے جاتے ہیں جسے مختلف علاقوں میں مختلف ناموں سے مہم کیا جاتا ہے، مثلاً عزاخانہ، تعزیہ خانہ، امام باڑہ، عاشور خانہ، امام خانہ، چوترہ، چرک امام صاحب۔ جہاں تعزیہ رکھا جاتا ہے وہاں مجلس ماتم، سوز خوانی، مرثیہ خوانی، روضہ خوانی

واقعہ خروانی، شامی اور مجلس و غلط منقذہ موتی ہے اور واعظ قرآنی حقائق و بیان خصوصیات اسلام کے بعد فضائل اہل بیت، مصائب اور واقعات کربلا پر تقریر ختم کرتے ہیں، پھر بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر نوحہ خروانی و سینہ زنی یا ماتم بھی کرتا ہے اہل سنت شہادت نامہ اور سند و کربلا کھنڈیا دوسے پرستے ہیں۔
اس سلسلے میں تقریر داری کے لیے حسب ذیل واقعات سے استناد کیا جاتا ہے۔

(۱)۔ جناب احمد (۳۱ھ) میں جب حضرت حمزہ بن عبد المطلب اور دوسرے صحابہ شہید ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہیدوں پر رونے والوں کی آوازیں سن کر فرمایا "لیکن حمزہ پر رونے والا کوئی نہیں" یہ سن کر سعد بن معاذ و اسید بن خنیس نے بنی عبدالاشقیل کی نمائندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں بھیج دیں، جنہوں نے جناب حمزہ پر ماتم کیا (طبری طبع لا یثبت ۳: ۱۴۲۵: ابن سعد، کتاب الطبقات الکبیر لا یثبت ص ۳۱)۔

(۲)۔ ایسے واقعات سے مثلاً ابن عباس کا قصہ کہ خواب میں سر بر ہنہ دیکھنا اس طرح کہ آپ کے ہاتھ میں شیشی ہے جس میں نمون ہے یا آنحضرت کی وفات کے بعد بریدہ بن الحنصیب کا (جو حضرت اسامہ دہلی جہم میں صاحب زادہ تھے) کو امداد کو دروازہ مبارک پر نصب کرنا جو کتب ذیلی میں مواضع مذکورہ پر درج ہیں:
(الف) مشکوٰۃ، طبع دہلی ۱۶۱۹/۳۲ ص ۵۴، باب مناقب اہل البیت؛ (ب) وہی کتاب، ص ۵۴۰، امام احمد بن حنبل؛ مسند، طبع تہذیب مصر، ۱: ۲۴۲ ص ۹، ترمذی کھنڈ ۲۱۸۸۴ ص ۶۲۳؛ بیامع المروۃ، بمبئی، باب ۱۶۰ ص ۲۶۵، (ج) بحال الانوار، طبع ایران ۱۴۰۰ھ ص ۱۶۹ (باب اخبار الشہداء انبیاء و نبیہا بالمشہادۃ)؛ ابن الاثیر الکامل، طبع سوم، ۱۳۵۶ھ، ۳: ۳۰۳، مقتل ابن نما، ص ۶؛ (د) ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغۃ مصر، ۱: ۵۳۱۔

(۳)۔ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد مدینے میں جناب ام البنین مادر جناب عباس بن علی جنت البقیع کے قبرستان میں تشریف لے جاتی تھیں اور اپنے چار بیٹوں کو جو شہداء تھے کربلا میں شامل تھے، ذکر کر کے انتہائی غم و سوز سے رو یا کرتی تھیں۔ لوگ جمع ہو جاتے تھے اور بعض سن سن کر روتے رہتے تھے (مقائق الطالبین، مصر ۱۹۴۹ء ص ۸۵)۔

(۴)۔ امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق، امام علی رضا اور دوسرے ائمہ محترم کا چاند دیکھ کر عزاداری و سوگاری کرتے تھے (بحال الانوار، ۱۱: ۲۶۸؛ ابالی صدوق، م ۳۸۱/۶۹۹۱)۔

(۵)۔ ابوالاسود دہلی (م ۶۹ھ) سیدمان بن قتہ، کسیت، ابو دھبل (الکجی)، فرزدق، دھبل وغیرہ نے اجتماع میں مرثیہ پڑھے اور اہل بیت نے انھیں صلے دیے اور ان کے مرثیوں کو سن کر گریہ فرمایا (مواضع محرقہ، ص ۱۱۵، تاریخ الشیعہ، طبع نجف، ص ۳۲)۔

عزادری اور اظہار غم حسین پہلی اور دوسری صدی ہجری تک یونہی جاری رہے لیکن تیسری اور چوتھی صدی ہجری تک متعدد دوقول پر واقعات کربلا عام اجتماعات میں رقت انگیز و جوش آفرین طریقوں سے بیان ہوئے، چنانچہ شیعہ اور غیر شیعہ اس حد تک متاثر ہوئے کہ سادات حسنی کے خورج مختار اور اسلام فرامانی کی عادت میں اس ناظر کا اظہار کیا۔

۳۵۲ھ/۶۹۳ء میں بغداد و دیلمیوں کا مکمل تسلط تھا۔ اس سال روز عاشورہ بغداد میں بازار کھلا بند کر دیے گئے اور مردوں سے کہا گیا کہ خود کسی نیزہ عزیزی کا جلوس عزائم کو لگایا جائے۔ فرض سرکاری طور پر غم منایا گیا (ابن اثیر کامل، بدیل حوادث ۳۵۲ھ/ابن کثیر، تاریخ، مصر ۱۱: ۲۴۳ وغیرہ)۔ ۳۵۶ھ/۷۰۷ء میں عزیز باغناظمی نے مصر میں یوشم حسین منایا (فرجی، انقلاب سے پہلے مشہد اس احمین مصر میں اکابر علی و عوام حتی کہ خود شاہ فاروقی جلوس کے ساتھ منبر چادر مزار پر چڑھانے جاتے اور غم مناتے تھے۔ راجہ تپن حسین و زیری: مصر کا محرم، اس عہد کے لگ بھگ نور میں آل شمس عقیدت مندان اہل بیت میں شامل (فرشتہ: تاریخ، کھنؤ ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۲ء/۵۷۱۱۱۱) اور سندھ کے مسلمان اسماعیل مذہب سے وابستہ ہو چکے تھے، بلکہ بہت سے سادات ہجرت کر کے یہاں آ گئے تھے۔ دیلم و عراق میں شیعہ پھیل گئے تھے۔ اس لیے ان علاقوں میں عزاداری ہونے لگی اور یہ مراسم اتنے عام ہو گئے کہ اب میں اس کے استقامت و تشبیہات استعمال ہونے لگے (مشہدی رومی، تالیف قبل از ۶۰۷ھ/طبع، مجلس ۴: ۱۳۱) نیز حیریری (م ۵۱۶ھ) مقامہ: اوجید الدین: مقامات حمیدی (تالیف ۵۵۱ھ) مقامہ: حیرہ: احمین، اس شہرت و عوامیت کے باعث ان مراسم میں مقامی خصوصیات اور نقل و قومی روایات داخل ہوتے گئے۔ بدایونی کے بقول ہمایوں کے عہد میں ایک ایرانی شاعر دار و بند نے تعزیت کے مضمون پر مشتمل "نقش" نامی نثر یا م عاشورہ اسرار میں پڑھے جاتے ہیں (مستغنی، التواریخ، مکتبہ ۱۸۶۸ء/۱۲۶۸ھ)۔ اکبر کے عہد میں بھی یہ سلسلہ باقی رہا، چنانچہ اگر سے کے قلعے سے اب تک ایک تعزیرہ برآمد ہوتا ہے جسے عہد اکبری سے منسوب کرتے اور منغل تعزیرہ کہتے ہیں۔

(کہا جاتا ہے) کہ جہانگیر کے عہد میں سید محین الدین موسوی اجمیری کا اعزاز خانہ وجود میں آیا، چنانچہ یہ عزادانہ مع دقت نامہ اگر مہو میں اب تک موجود ہے (عزاداری کی تاریخ)۔ مانگیر کے عہد میں تعزیرہ اور جلوس تعزیرہ کا رواج تھا۔ مانگیر میں نے مہو میں تعزیرہ میں شیعہ زندگی کو ممنوع قرار دیا۔ شاید اس کے بعد ان جلوسوں میں بانکس نبوٹ کا رواج ہوا جو بعض غیر شیعہ تعزیوں کے ساتھ اب بھی ہوتا ہے (عبد الواحد فرنگی، محلی، ازالہ ادغام عزاداری کی تاریخ، ص ۳۵)۔

اس کے بعد شاہان دہلی مراسم عزائم اس حد تک اہتمام کرنے لگے کہ ساتویں محرم سے دسویں تک باقاعدہ مندریں اور نیابتیں، ہشتی اور فقیر و قیدی بننے کی رسمیں ادا ہونے لگی تھیں (ریزم آخر لاہور ۱۹۴۵ء/۱۹۶۱ء ص ۵۶) بعد ازاں علم حیدری و شوکت حیدری لکھنؤ ۱۲۷۰ھ/عزاداری کی تاریخ، ص ۳۳۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے میرا مقالہ بہادر شاہ ظفر کی عزاداری، طبع اسد، لاہور محرم ۱۳۷۸ھ)۔

دکنی ریاستیں عموماً شیعہ تھیں اس لیے یہاں عزاداری نے بہت فروغ پایا، مجلس اتم، جلوس تعزیرہ امام باڑے قائم ہونے محرم میں سوگ منایا گیا (ابراہیم زیری: تاریخ، بیجا پور، ص ۳۳۳-۳۳۴) نصیر الدین اشمی: دکن میں اردو باب سوم، ص ۲۳۳، تاریخ، بیجا پور، محی الدین نور: سلطان قطب شاہ شیعہ جہانگیر کے محرم نمے) قطب شاہ غواصی، نعتی و غیرہ کے مراۃ (لیورپ میں دکنی مخطوطات، طبع حیدرآباد) بھی ابتدائی عہد کی یادگار ہیں حیدرآباد دکن اور راجستھان کی ریاستوں (خصوصاً جے پور) کے متعلق دیکھیے تحفۃ العالم (تصفین ۱۲۱۶ھ/۱۸۰۱ء)، حیدرآباد ۱۲۹۲ھ، ص ۳۵۹۔ تیرھویں صدی ہجری/اٹھارھویں صدی میلادی تک تمام ملک میں

تعزیرہ داری عام ہو چکی تھی۔ اور عہد میں عزاداری کا فروغ اور تعزیرہ کا رواج بظاہر عہد آصف الدولہ (م ۱۲۱۳ھ/۱۷۹۹ء) سے ہوا (رنگ، تحفۃ العالم، ص ۳۴۸ و ۳۵۹)، لیکن ہر راج میں سید سالار مسعود غازی کے مزار کا تعزیرہ، سیتا پور میں "بادون ڈنڈوں کا تعزیرہ"، پانچویں اور ساتویں صدی ہجری سے منسوب ہیں (محمد اکبر سیتا پوری: سیتا پور کی عزاداری، دہلی، محرم ۱۹۵۲ء/۱۹۵۲ء)۔

آصف الدولہ نواب وزیر اودھو نے شجاع الدولہ کے بعد ۱۱۸۹ھ/۱۷۷۵ء میں فیض آباد چھوڑ کر لاہور بظاہر آگئے۔ RANKIN نے ترجمہ بدایونی، مکتبہ ۱۸۹۸ء/۱۹۳۴ء میں اس کا ترجمہ ASSEMBLIES یعنی مجالس کیا ہے۔

اور کھنڈ کو دارالحکومت بنایا۔ فیض آباد اور دہلی کے امراء، روٹیا اور شہزادے بھی یہاں آباد ہو گئے ہر ایک دہلی و فیض آباد میں تفریہ دار تھا، لیکن آصف الدولہ حاکم مملکت ہونے کے باوجود عزاداری میں بہت زیادہ منہمک تھے، وہ جہاں تفریہ دیکھتے سواری سے اترتے اور تفریہ دار کو انعام دیتے تھے۔ ۱۱۹۹ھ/ ۱۷۸۴ء میں انھوں نے اپنا امام ہارہ بنوایا اس کے ساتھ ساتھ شہزادگان دہلی اور دوسرے امراء نے بھی عزاداری تیار کیے، یوں کھنڈ تفریہ داری کا مرکز بن گیا، غازی الدین حیدر و نصیر الدین حیدر کے عہد میں مزید ترقیاں ہوئیں، متعدد قیمتی ضربیں یورپ سے فرمائش کر کے بنوائی گئیں اور فنی مہارتوں کے اظہار و تکلفات کا آغاز ہوا۔ عہد آصفی میں سرخ و بوری تفریہ پہلی مرتبہ یورپ سے تیار ہو کر آئے، سونے چاندی کی ضربیں بنیں۔ امراء عوام نے ہند میں پیدا کیں اور ہندو کھائے جن میں سے شاہ نجف حسین آباد کے عزاداروں میں سے چاندی کی ضربیوں کے علاوہ موی ضربی حیدر آباد سے زیادہ مدت میں تعمیر ہو کر شاہی جلیوں کے ساتھ برآمد ہوتی ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ ہندو ریاستوں اور ہندو آبادیوں میں لوگ باقاعدہ تفریہ داری کرتے تھے۔ سرٹامس

براؤٹن (Letter written in a Mahratta camp during The years 1809-1892) نے اپنے خط عدد ۷ میں مرہٹوں اور محمد لطیف نے (See Thomas Broughton) تاریخ لاہور (انگریزی، طبع ہمدان آباد) میں سکھوں کے عہد کی عزاداری اور مہاراجہ شیر سنگھ کے تفریہ کا ذکر کیا ہے، محمد لطیف نے ص ۲۵۱ پر مہاراجہ شیر سنگھ کے تفریہ اور ذوالجناح کی تصویر بھی دی ہے، نیز دیکھئے ماہ مار ماہ فر، استقلال نمبر ۱۹۵۳ء ص ۵۰ (عزاداری کی تاریخ ص ۲۳)۔

شعبہ ریاستیں تو خیر مذہبی فرض سمجھتی تھیں، سنی نوابین بھی ثواب کی نیت سے تفریہ رکھتے، امام ہاشم بنواتے اور وقف کرتے تھے، جن میں نظام دکن خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان کے محل میں اب بھی تفریہ و تفریہ خانہ موجود ہے، غیر مسلم ریاستوں میں اندور، دھولپور، دیبند، کپور تھلہ کے علاوہ مہاراجہ گویا ر اور مہاراجہ جے پور کے تفریہ مشہور ہیں۔

ان ریاستوں میں تفریہ داری کے لیے سرکاری اوقات ہیں (مجلہ العرب، بمبئی، شمارہ محرم ۱۳۶۰ھ)؛ عزاداری کی تاریخ، ص ۲۱)۔

ایران میں تفریہ کا رواج نہیں، ان شعبہ یا تیشیل دلچ ہے عراق میں علم اور ذوالجناح برآمد ہوتے ہیں، اور اس جلیوں کو ”موکب“ کہتے ہیں۔ کشمیر، نیمپال اور افریقہ میں تفریہ داری ہوتی ہے اور بڑی حد تک وہی انداز ملحوظ رکھا جاتا ہے جو پاکستان میں دلچ ہے۔

پاک و ہند میں تفریہ کا عام رواج ہے۔ جلیوں تفریہ جس میں تفریہ دار کی مقامی روایتیں پیش نظر رکھی جاتی ہیں، مثلاً کھنڈ، رام پور، جے پور وغیرہ میں تفریہ کا جلیوں کیوں نکلتا ہے جیسے ان کے گھر سے کسی معزز مرنے والے کا جنازہ نکلتے، یعنی جلیوں میں ماہی مراتب، انھنی، اونٹ، گھوڑے، فرجی بابے، ماتمی جھنڈیاں، بادروی سپاہی برقدار، عصا بردار، پھر ماتہ دار و تفریہ دار سر برہنہ، ماتمی لباس پہنے، سروں پر خاک پڑی، سینوں پر ماتھ اور آنکھوں پر رس مال رکھے، اشک انشان آہستہ آہستہ جلتے ہیں ان کے پیچھے ایک تعجب یہ آواز دہرتا ہے؛

سواری ہے شہ کرب و بلا کی
سواری ہے ہمارے بادشا کی

یا اس مضمون کو قطعے کی شکل میں بلند آواز سے پڑھنا، کوچ کا نقارہ بجاتا، غور و تا اور مجھ کو رلاتا جاتا ہے۔
بعض جلوں میں ماتمی بابے بجتے ہیں، ماتمی دستے سینہ زنی، قلع زنی اور زنجیر زنی بھی کرتے ہیں، ایک دو جلوس بالکل
عامرش بھی رہتے ہیں۔ راجہ، نواب، شہزادے عام شرکاء کی طرح ادب سے پایادہ شریک جلوس ہوتے
تھے۔ اس وقت ملازمین پر سے آداب و رعاسم شاہی ساقط ہوتے تھے۔

عام تعزیوں کے اٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ تعزیہ دار تعزیہ مریا کا ہندھوں پر رکھے خاموشی سے کہتا
جاتے ہیں، یا ماتمی دستے یا سوز خوان بھی ساتھ تابوت، زنا بجا یا گہوارہ علی الصغر کی نقیبیں لیے، آنسو بہاتے
سبز زنی کرتے جاتے ہیں اور کربلا یا قبرستان پہنچ کر قابلِ دفن تعزیوں کو دفن کر دیتے ہیں ورنہ انہیں باقی
تبرکات کے ساتھ محفوظ کر کے واپس لے آتے ہیں۔

تعزیہ داری کا سلسلہ ۲۸-۲۹ ذی الحجۃ سے ۸ ربیع الاول تک جاری رہتا ہے۔ پاکستان، کشمیر،
نیپال اور افریقہ میں عموماً ۱۰ محرم اور ذی شہادت امام حسین (ک) تعزیہ دفن کر دیے جاتے ہیں، لیکن ہندوستان
کے بعض مقامات پر خصوصاً کھنڈویں، یہ سلسلہ ۸ ربیع الاول اور ذی شہادت امام حسن عسکری (ک) کو ختم ہوتا ہے اور
”چٹپ تعزیہ“ (کیونکہ اس کے جلوس میں مکمل خاموشی رہتی ہے) آخری تعزیہ سمجھا جاتا ہے۔ اب پاکستان
کے متعدد مقامات پر اسی طرح کے جلوس نکلتے گئے ہیں۔

تعزیہ روضہ امام حسین (ک) نسبت سے اور ایک محترم علامت ہونے کے باعث اہل تشیع کے نزدیک
فلان خانہ کعبہ اور محلِ مصری کی طرح محترم سمجھا جاتا ہے مگر وہ اس عقیدت، روایت اور تاریخی حیثیت سے بہت
اہم سمجھنے کے باوجود غم نہ تھا اس کی پرستش کو حرام سمجھتے ہیں۔

ماتم کے متعلق ہم نے شیخ مرتضیٰ حسین فاضل کا مکمل مقالہ درج کر دیا ہے، لیکن اس طویل مضمون میں ماتم کے
ثبوت کے متعلق تاریخ طبری اور طبقات ابن سعد کے حوالے سے صرف ایک حدیث بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لیکن جزو پر رونے والیاں نہیں ہیں“ پھر بنو عبدالاشمل کی عورتیں حضرت حمزہ پر
روئیں اور حضور نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ اس کے علاوہ جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ سب بعد کے تاریخی واقعات ہیں۔
اس باب کی حدیث میں میت پر فوج کرنے کو کفر قرار دیا گیا ہے، اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ حلال سمجھ کر
میت پر فوج کرنا کفر ہے اور اگر اس کام کو بڑا سمجھ کر کیا جائے تو یہ حرام ہے۔ اسی طرح اپنے سینہ اور چہرے
پر طمانچے لگانا، بال لڑچٹا، کپڑے پھاڑنا، اسے لٹے کرنا اور چیخنا چلانا اور وہ تمام کام کہ ناجو شیعوں کے ہاں
ماتم حسین کے عنوان سے کیے جاتے ہیں، یہ سب کام حرام ہیں۔

ہم وجہ ماتم کی حرمت اور ممانعت پر پہلے قرآن مجید سے استدلال کریں گے، پھر حدیث میں کریں گے، پھر کتب شیعہ سے استدلال
کریں گے اور آخر میں علماء شیعہ کے دلائل کا جواب ذکر کریں گے فقہول دیالہ التوفیق وہ الاستیعاضہ زیلعی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مروءۃ ماقم کی حرمت پر قرآن مجید سے استدلال

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ وَلَا تَقْرُلُوا الْيَتَامَىٰ يَتِيمَتِي ۖ يَكْتُلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَالَهُمْ ۖ بَلْ أَحْيَاكُمْ وَلَكِنَّ لَاتَشْعُرُونَ ۝ وَلَنَسْلُبَنَّهُمْ نَفْسَهُمْ ۖ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۖ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۖ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝

(بقرہ: ۱۵۴-۱۵۳)

اسے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں شعور (احساس) نہیں اور ہم ضرور تم کو کچھ خوف، الجھوک اور تمہارے مال، جان اور بچھڑوں کی کمی سے آزمائیں گے اور ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیں گے جن کو جب کوئی مصیبت پہنچے تر وہ کہتے ہیں بیشک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور بے شک ہم اس کی طرف لوٹنے والے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی طرف سے بہ کثرت صلوات اور رحمت (نازل ہوتی ہیں) اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

اسے ایمان والو! صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَاصْبِرُوا

(آل عمران: ۲۰۰)

ان آیات میں مصیبت کے وقت صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور صرف انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کی اجازت ہے، اور مصیبت کے وقت آواز سے رونا اور چلانا، بال، نوچنا، بالوں میں خاک ڈالنا، کپڑا پھاڑنا، لمٹے واسٹے کرنا اور منہ، سینہ اور زانو پر طمانچے مارنا، یہ تمام کام صبر کے متافی ہیں اور اس کی ضد ہیں اور جب کسی چیز کو فرض قرار دیا جائے تو اس کی ضد حرام ہو جاتی ہے، ان آیات سے صبر کرنا فرض ہوا اور ماقم کرنا حرام کی ضد ہے وہ حرام ہو گیا۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۖ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۖ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۚ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ۚ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ۚ

(معارف: ۲۳-۱۹)

بے شک انسان کم حوصلہ (بے صبر) پیدا کیا گیا ہے جب اس پر مصیبت آتی ہے تو جزع فزع (بے صبری کا اظہار) کرتا ہے، اور جب اس کو نعمت ملے تو اس کو روک کر رکھنے لگتا ہے۔ مگر وہ لوگ جنہوں پر ہم ہمیشگی کرتے ہیں۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ کسی مصیبت آنے پر بے صبری کا اظہار کرنا مسلمان نمازی کا کام نہیں ہے اس سے واضح ہوا کہ مصیبت کے وقت بے صبری کرنا حرام ہے اور مروءۃ ماقم بے صبری کا اظہار ہے، اس لیے

مردہ نام حرام ہے۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ -

(نحل ۱۲۷)

شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ آپ شہداء احمد پر غم نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت ثواب عطا کیا ہے۔

وَقِيلَ الْمَرَادُ لَا تَحْزَنْ عَلَى قَتْلِ أَحَدٍ لِمَا عَظَاهُ اللَّهُ مِنَ الْخَيْرِ لَهُ

شیخ فضل بن حسن طبرسی لکھتے ہیں:

ایک قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ آپ جنگ احمد کے شہداء پر غم نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ثواب اللہ درجات کی طرف منتقل کر دیا ہے۔

وَقِيلَ مَعْنَاهُ وَلَا تَحْزَنْ عَلَى قَتْلِ أَحَدٍ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ نَقَلَ لَهُ إِلَى ثَوَابِهِ وَكَرَامَتِهِ - ۱۷

شیخ فتح اللہ کاشانی نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ جن کو احد میں شہید کیا گیا ان کے جسم کے اعضاء کو کاٹا کیا گیا، اور دیگر صحابہ جن کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو شہید کیا گیا، ان کے متعلق آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ صبر کریں اور ان کے بارے میں غم نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت درجات عطا کیے ہیں، اسی طرح شہداء نے کہ بلا جن کو ظلماً قتل کیا گیا، ان کے متعلق بھی صبر کرنا لازم ہے، ان پر ماتم کیا جائے نہ ان کا غم منایا جائے کیونکہ ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہت ثواب عطا کیا ہے اور بڑے بڑے درجات دیے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

زَمِنَ مِنْ كَرَفٍ مَصِيبَةٍ يَنْجِيهِمْ مِنْ نَهَارِ جَاوِلٍ
مِنْ مَرَدٍّ أَيْكَ كِتَابٍ فِي رُكْحَى هَرَمِيٍّ، اِسْ
سے پہلے کہ ہم اس (مصیبت) کو پیدا کریں، بے شک
یہ اللہ پر بہت ہی آسان ہے یہ اس لیے کہ کوئی چیز

مَا أَصَابَ مِنْ مَصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي
الْفَسْكِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا إِنَّ
ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ لَكِنَّا لَا نَسْأَلُكَ
مَّا فَاتَكَ وَلَا تَقْرَحُوا بِمَا الْخُكُوفُ -

۱۷۔ شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی مترقی ۵۴۲، تفسیر تبیان ج ۱ ص ۴۲۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۱۸۔ شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی مترقی ۵۴۸، تفسیر مجمع البیان ج ۶ ص ۲۰۶، مطبوعہ انتشارات فاضلہ خرم و ایران ۱۴۱۱ھ

۱۹۔ شیخ فتح اللہ کاشانی مترقی ۴۷۷، تفسیر المنہج الصاو قین ج ۵ ص ۲۳۸، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران

(الحدید ۲۲۰)

تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے تو اس کا رنج نہ کیا کرو
اور جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے اس پر اترایا نہ کرو۔

میز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاَنْتَ لَبِکْهُ غَدَاً بَعْدَ لَکِیْلًا تَحْزَنُوْا
عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا مَا اَصَابَکُمْ۔

(ال عمران ۱۵۳)

تو (اللہ نے) تمہیں غم پر غم دیا کہ جو مال غنیمت
لہا ہے ہاتھ سے چلا گیا اور جو مصیبت (تمہیں پہنچی
ہے) تم اس پر غمگین نہ ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی نعمت کے چھین جانے اور کسی مصیبت کے پیش آنے سے غمگین نہ ہونا چاہیے۔
کسی غم کی اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں:

(فَاَنْتَ لَبِکْهُ غَدَاً بَعْدَ لَکِیْلًا) فَاَمَّا الْغَدَاُ الْاَوَّلُ
فَالْیَوْمَیْمَةُ وَالْقَتْلُ وَاَمَّا الْغَدَاُ الْاٰخِرُ فَاَمْرَانِ
خَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ عَلَیْہِ سَلَامٌ یَقُوْلُ (لَکِیْلًا تَحْزَنُوْا
عَلٰی مَا فَاتَکُمْ) مِنَ الْغَنِیْمَةِ وَلَا مَا
اَصَابَکُمْ، یعنی قتلِ اخوانہم۔

(تمہیں ایک غم کے بعد دوسرا غم دیا) پہلا غم
جنگِ اُحمد میں مسلمانوں کی شکست اور مسلمانوں کا
قتل تھا اور دوسرا غم یہ کہ خالد بن ولید (جو ابھی اسلام
نہیں لائے تھے) نے خالی دستہ سے مسلمانوں پر
حملہ کر دیا، اُن کا کہ جو تمہارے ہاتھ سے چلا گیا اس پر
غم نہ کرو (یعنی مال غنیمت کے چلے جانے سے
اور نہ تم پر مصیبت کے پہنچنے سے) یعنی تمہارے
مسلمان بھائیوں کے قتل ہونے سے۔

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ کسی مصیبت کے آنے پر غم کرنا اور غم منانا اور سوگ کا اظہار کرنا اللہ تعالیٰ
کے حکم کی مرتکب خلافِ رزئی ہے اور مصیبت آنے پر غم نہ کرنا اور صبر کرنا فرض ہے اور ماتم کرنا اور
غم کی بجائیں قائم کرنا حرام ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

مَرْجُبٌ بِمَاتَمٍ کِی حَرَمَتْ پَرَا حَادِیْثٌ سَے اسْتِدْلَالُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مَرْجُبٌ بِمَاتَمٍ
مارے اگر بیان چاک کرے اور زمانہ جاہلیت کی طرح
بیخبر دیکار کرے وہ عمار سے دین پر نہیں ہے۔

عن عبد اللہ قال قال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم لیس منا من لطم الخدود و شق
الجیوب و دعا بد عوی الجاہلیۃ۔

۱۔ شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی متوفی ۱۳۷۴ھ، تفسیر قمی ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ مرسدہ دار الکتبۃ و النشر قم ایران ۱۴۰۲ھ

۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۲-۱۴۳، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

شیعاً و نہافاً عن النیاحۃ۔ لہ کے ساتھ بالکل شرک نہ کریں۔ اور ہم کو فوج کرنے سے منع فرمایا۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد و امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ تہ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ام عطیۃ قالت اخذنا علینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند البیعة ان لا ننوح — حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کرتے وقت ہم سے یہ عہد لیا کہ ہم فوج نہیں کریں گی۔

اس حدیث کو امام مسلم، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناحۃ والمستمعة — حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کرنے والی اور سننے والی عورت پر لعنت فرمائی۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

مترجمہ ماتم کی عزمت پر علماء شیعہ کی تفاسیر سے استدلال | قرآن مجید میں ہے:

یا ایہا النبی اذا جاءک المؤمنات یتبایعنک علی ان لا یشرکن بآئکھ شیعاً ولا یرحمن ولا یرزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یرزنین — اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں، وہ آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گی، نہ چوری

- ۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۶۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۲۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
- ۳۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۸۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۴۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
- ۵۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۶۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
- ۷۔ امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۸۹، ج ۲ ص ۱۶۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
- ۸۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۷، ج ۵ ص ۸۵-۸۴، ج ۶ ص ۴۰۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۹۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
- ۱۰۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۶۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

بہتان یفتیرینہ بین ایدیہن وارجلہن
ولا یعصیتک فی معروف فبایعہن واستغفر
لہن اللہ ان اللہ غفور رحیم۔

(مستحکمہ : ۱۲)

کریں گی، نہ بدکاری کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی،
کوئی خود ساختہ اور چھوٹا بہتان گھڑ کر لائیں گی،
اور نہ کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی، تو ان کو
بیعت کر لیا کریں، اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے
استغفار کریں، اے شکر اللہ بہت بخشنے والا ہے
رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں شیخ علی بن ابراہیم قسمی لکھتے ہیں:

فقامت ام حکیم بنت الحارث بن عبدالمطلب
المطلب فقالت یا رسول اللہ ما هذا المعروف
الذی امرنا اللہ بہ ان لا نعصیک فیہ ؟
فقال ان لا تخمشن وجہا ولا تلمطن خدًا
ولا تلتفن شعرا ولا تمزقن جیبًا ولا
تسردن ثوبًا ولا تدعون بالویل والثبور
ولا تعصمین عند قبر فبایعہن رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ہذا
الشروط۔

حضرت ام حکیم بنت الحارث بن عبدالمطلب
نے کھڑی ہو کر کہا: یا رسول اللہ! وہ کون سی نیکی ہے
جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم
اس میں آپ کی نافرمانی نہ کریں؟ آپ نے فرمایا اپنے
چہروں پر خراشیں نہ ڈالو، اپنے رخساروں پر تھپڑ نہ
مارو، اپنے بال نہ زچو، اپنے گریبان نہ پھاڑو، کپڑے
کپڑے نہ پھینکو، ہاتھ نہ مڑ گیا، نہ
چلاؤ اور قبر کے پاس نہ بیٹھو، پھر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے ان شروط پر ان کو بیعت کر لیا۔

شیخ محمد بن حسن طوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قال زید بن اسلم: ایما شرط الایعصینہ
فیہ ان لا یلمطن ولا یشتقن جیبًا ولا
یدعون بالویل والثبور کفعل اهل الجاہلیۃ
وقال ابن عباس فیما شرط ان لا یعصینہ
فیہ النوح۔

زید بن اسلم نے کہا جس چیز میں نافرمانی نہ کرنے
کی شرط ہے وہ یہ ہے کہ ٹھانچے نہ ماریں، اگر بیان نہ
پھاڑیں، ہاتھ نہ مڑ گیا، ہاتھ نہ مڑ گیا نہ پکاریں،
جیسے زمانہ جاہلیت کے افعال ہیں۔ حضرت ابن عباس
نے کہا جس چیز میں نافرمانی نہ کرنے کی شرط تھی وہ یہ
ہے کہ نوح نہ کریں۔

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی لکھتے ہیں:

قیل عنی بالمعروف النہی عن النوح
وتمزق الثیاب وجز الشعر وشق الجیب

ایک قول یہ ہے کہ نیکی سے مراد یہ ہے کہ
نوح نہ کریں، کپڑے نہ پھاڑیں، بال نہ زچیں، گریبان

۱۴۰۴ھ

۱۔ شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم قسمی متوفی ۳۰۷ھ تفسیر قمی ج ۲ ص ۶۶۲ مطبوعہ مکتبۃ دارالکتبۃ والنشر قم۔ ایران الطبع الثالث
۲۔ شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۲۰ھ تفسیر تبیان ج ۱ ص ۵۸۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

وخمش الوجه والدعاء بالویل یلے

نہ پھاڑیں، چہرے پر خراشیں نہ ڈالیں اور ہائے موت نہ پکاریں۔

شیخ فتح اللہ کا ثانی کہتے ہیں:

مفسر ان در تہذیب تغیر معروف در این مقام
ظلال کردہ اندرانی قولہ ابن زید برا نیست کہ نوحہ
نکنند و جابر نہ درند و موسیٰ نکنند و روسیٰ نخواستند
و ہر نتراشند و سیطہ نباشند و شمر نخوانند الخ

مفسرین کا معروف کی تفسیر میں اختلاف ہے،
ابن زید کی روایت یہ ہے کہ نوحہ نہ کریں، کپڑے
نہ پھاڑیں، بال نہ فوجیں، چہرہ نہ توڑیں، بال نہ کاٹیں
زبان درازی نہ کریں، شمر نہ پڑھیں۔

علماء شیعہ کے نزدیک قرآن مجید کے
بعد سب سے معتبر، مستند اور صحیح

مروجہ باتم کی حرمت پر پنج ابلاغت سے استدلال

کتاب پنج ابلاغت ہے اس میں لکھا ہے:

حضرت علی نے فرمایا:

وقال عليه السلام ينزل الصبر على

قدار المصيبة ومن ضرب يده على فخذه

عند مصيبتة حبط عمله -

(ملفوظ نمبر ۱۳۲)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: صبر بہ قدر
مصیبت نازل کیا جاتا ہے، جس شخص نے مصیبت
کے وقت اپنا ہاتھ اپنے زانو پر مارا اس کا عمل
ضائع کر دیا جاتا ہے۔

شیخ ابن میثم بحرانی اسی ملفوظ کی شرح میں کہتے ہیں:

ومن قصر في الاستعداد لحصول هذه

الفضيلة وانكسرت منه دمه والجدع حبط

اجره وهو ثوابه على الصبر وكفى عن الجزع

بما يلزمه في العادة من ضرب اليدين

على الفخذين وقيل بل يحبط ثوابه

السابق لان مشقة الجزع يستلزم كراهية

قضاء الله وسخطه وعدم الالتفات الى

ما وعد به من ثواب الصابرين وهو معد

لمحو الحسنات من لوح النفس وسقوط

جس شخص نے صبر کو حاصل کرنے کی صلاحیت
میں کمی کی اور اس کی ضد یعنی بے صبری کو اختیار کیا
تو اس کو صبر کرنے کا ثواب نہیں ملے گا، بے صبری
کو زانوؤں پر ہاتھ مارنے سے تعبیر فرمایا، کیونکہ
انسان کی عادت ہے کہ وہ بے صبری کے وقت
اپنے زانوؤں پر ہاتھ مارتا ہے اور ایک قول یہ
ہے کہ بلکہ بے صبری کا اظہار کرنے سے اس کا
پہلا ثواب بھی ضائع ہو جاتا ہے، کیونکہ زیادہ بے
صبری کا اظہار کرنا، اللہ تعالیٰ کی قضا کو ناپسند کرنے

۱۔ شیخ ابوالفضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۲۰ھ، تفسیر مجمع البیان ج ۹ ص ۴۱۴، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ایران

۲۔ شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ، منہج العادقین ج ۹ ص ۲۵۸، مطبوعہ نجیابان ناصر خسرو، ایران

۳۔ پنج ابلاغت مع فارسی ترجمہ، ص ۱۲۳۹، مطبوعہ انتشارات زرین، ایران

ما یلزمها من ثواب الآخر ۱۰

اور اس پر ناراض ہونے کو مستلزم ہے اور اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں سے جس ثواب کا وعدہ کیا ہے اس کا طرہ انتفاع نہ کرنے کو مستلزم ہے اور وہ نیکیوں کے ملنے اور ان پر آخری ثواب کے ملنے کو مستلزم ہے۔

(ابن میثم کی ترتیب اور تعداد کے اعتبار سے یہ ملفوظ نمبر ۱۳۱ ہے۔)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ومن أصبح يشكو مصيبة نزلت به
فقد أصبح يشكو ما به ۱۱

(ملفوظ ۲۱۳)

شیخ ابن میثم اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

شكوى المصيبة ويلزمها الشكوى من
الله لان الله تعالى هو المبتلى بها ۱۲

جس شخص پر کوئی مصیبت نازل ہوئی اور اس نے اس کی شکایت کی، اس نے اپنے رب کی شکایت کی۔

مصیبت کی شکایت کرنا اللہ تعالیٰ کی شکایت کرنے کو مستلزم ہے، کیونکہ اس مصیبت میں مبتلا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

شیخ ابو جعفر کلینی روایت کرتے ہیں:

مروءة تم کی حرمت پر علماء شیعہ کی احادیث سے استدلال

ابو جعفر علیہ السلام کہتے ہیں میں نے پوچھا: جزع (بے صبری) کیا ہے؟ فرمایا: سب سے زیادہ بے صبری یہ ہے کہ آدمی پھلاٹے اٹھے وہ مر گیا، اور سینہ اور چہرے پر تھپڑ مارے اور پیشانی سے بال نیچے اور جس شخص نے نوہ کیا اس نے صبر ترک کیا اور اس کے خلاف طریقہ کو اپنایا اور جس نے صبر کیا اور امان اللہ وانألیہ ما اجعون، رضعا، اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے کام پر راضی رہا اس کا اللہ تعالیٰ کے نعمہ اجر ثابت ہو گیا اور جس نے اس کے خلاف کیا اس کی تقدیر تو پوری ہو گئی اور وہ مذموم

عن ابی جعفر علیہ السلام قال: قلت له ما الجزع قال: اشتد الجزع الصراخ بالويل والعويل ولطم الوجه والصدر وجز الشعر من النواصي ومن اقام الراحة فقد ترك الصبر واخذ في غير طريقة ومن صبر واسترجع وحمد الله عن وجل فقد رضى بما صنع الله فوقع اجره على الله ومن لم يفعل ذلك جرى عليه القضاء وهو ذميم واحبط الله تعالى اجره ۱۳

۱۰۔ شیخ نکاح، ابن میثم بن علی بن میثم البحرانی متوفی ۲۷۹ھ، شرح نہج البلاغہ ج ۵ ص ۳۲۰-۳۱۹، مطبوعہ مکتبۃ النصار اربل،

۱۱۔ نہج البلاغہ (معارف ترجمہ) ص ۱۲۵، مطبوعہ انتشارات زرین ایران

۱۲۔ شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی متوفی ۲۷۹ھ، شرح نہج البلاغہ ج ۵ ص ۳۵۷، مطبوعہ مکتبۃ النصار ایران ۱۳۸۷ھ

۱۳۔ شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، القواعد ص ۳ ج ۲ ص ۲۲۳-۲۲۲، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ تہران ۱۳۹۱ھ

ہو گا اور اللہ تعالیٰ اس کا اجر ضائع کر دے گا۔
 علی اکبر غفاری نے اس حدیث کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ حسین صلوات اللہ علیہ پر ماتم کرنا اس حدیث سے مستثنیٰ ہے۔
 علی اکبر غفاری کا یہ دعویٰ مردود ہے کیونکہ اس حدیث میں کوئی استثناء نہیں ہے، نہ قرآن مجید اور نہ ہیج البلاغہ میں کوئی استثناء ہے نہ دیگر احادیث شیعہ میں کوئی استثناء ہے نیز علی اکبر غفاری نے اسی حاشیہ میں قرآن مجید کے حوالے سے لکھا ہے کہ ماتم کرنا صبر کامل کے معنی میں ہے اس سے ماتم کے جواز کی نفی نہیں ہوتی علی اکبر کی یہ ترجیح بھی باطل ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ماتم کرنے سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور اعمال صرف کفر سے ضائع ہوتے ہیں نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ماتم کرنا اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ناراض ہونا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تقدیر پر ناراض ہو اس کے کفر میں کیا شبہ ہو سکتا ہے اس پر مزید گفتگو ان شاء اللہ ہم اس بحث کے آخر میں کریں گے۔

نیز شیخ ابو جعفر کلینی روایت کرتے ہیں:

ابو عبد اللہ علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مصیبت کے وقت مسلمان کا اپنے ہاتھ کو اپنے زانو پر مارنا اس کے اجر کو ضائع کرتا ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرب المسلم یدہ علی فخذہ عند المصیبة احباط لاجرہ۔

ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا مسلمان کریمت پر چلنا نہیں چاہیے اور نہ کپڑے پھاڑنا چاہیے۔
 ابو الحسن اول علیہ السلام نے فرمایا: مصیبت کے وقت کسی شخص کا اپنے زانو پر ہاتھ مارنا اس کے اجر کو ضائع کرنا ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: لا ینبغی الصیاح علی المیت ولا شق الثیاب۔
 عن ابی الحسن الاول علیہ السلام قال: قال: ضرب الرجل یدہ علی فخذہ عند المصیبة احباط لاجرہ۔

ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا میت پر چلنا نہیں چاہیے، لیکن لوگ اس مسئلہ کو نہیں جانتے اور صبر کرنے میں خیر ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: لا یصلح الصیاح علی المیت ولا ینبغی ولكن الناس لا یعرفونہ والصبر خیر۔

۱۔	شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ الفردوس من الکافی ج ۳ ص ۲۲۳	مطبوعہ دارالاسلامیہ تہران ۱۳۹۱ھ
۲۔	" " " " الفردوس من الکافی ج ۳ ص ۲۲۴	" " " " " " " "
۳۔	" " " " الفردوس من الکافی ج ۳ ص ۲۲۵	" " " " " " " "
۴۔	" " " " الفردوس من الکافی ج ۳ ص ۲۲۵	" " " " " " " "
۵۔	" " " " الفردوس من الکافی ج ۳ ص ۲۲۶	" " " " " " " "

ابو جعفر محمد بن علی قمی روایت کرتے ہیں:

وقال عليه السلام ان البلاء والصبر يستبقان الى المؤمن فيأتيه البلاء وهو صبور وان البلاء يستبقان الى الكافر فيأتيه البلاء وهو جزوع . ۱۰

صادق علیہ السلام نے فرمایا مصیبت اور صبر میں کی طرف سبقت کرتے ہیں جو اس پر مصیبت آتی ہے تو وہ صابر ہوتا ہے اور مصیبت اور بے صبری کافر کی طرف سبقت کرتے ہیں اس پر مصیبت آتی ہے وہاں عابکہ وہ بے صبری کر رہا ہوتا ہے۔

مروءت کی حرمت پر ملا باقر مجلسی کی نقل کردہ روایات سے استدلال

امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک روز میں احمد فاطمہ علیہما السلام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے احمد آں حضرت بہت رو رہے تھے میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں! آپ کے اس رونے کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا اسے علی! جس رات مجھے آسمان پر سے گئے میں نے اپنی امت کی چند عورتوں کو شدید عذاب میں مبتلا دیکھا اور میرا رونا انہی کی وجہ سے ہے پھر آپ نے ان عورتوں کے بیان میں فرمایا: جو عورت کہتے کہ صودت میں تھی اور اس کی دیر پاخانے کی جگہ میں آگ ڈال رہے تھے وہ چلانے والی، نوحہ راقم کرنے والی اور حسد کرنے والی تھی۔

روایت کردہ است از امام محمد تقی (ع) کہ امیر المؤمنین (ع) فرمود روزے میں فاطمہ (ع) بخد مت حضرت رسول (ص) رفیقہ و آنحضرت بسیار میگرفت عرض کردم پدر و مادر من فدا شدی تو باد یا رسول اللہ چه چیز سبب گریہ تو شده است؟ فرمود یا علی شبی کہ مرا با آسمان بردند زنی چند از امت خود را در عذاب شدید دیدم و گریہ من برائے ایشانست (الی قولہ) آنکہ بصورت سنگ بود و آتش در پیش من کردند و خوانندہ و نوحہ کنندہ و حسود بودہ۔ ۱۱

نیز ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

امام حکیم نخست ہمارے بن ہشام کہ زن ہکمدہ پسر ابو جہل بود گفت یا رسول اللہ آں کہ نام معروفست کہ خدا گفته است ما مصیبت تو در آں نکینم حضرت فرمود و

عکرمہ بن ابو جہل کی زوجہ ام حکیم بنت حارث بن ہشام نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون سی لڑکی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ کہا ہے کہ ہم اس میں

۱۰۔ شیخ ابو جعفر محمد بن علی قمی متوفی ۳۸۱ھ، من لایحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۱۱۳، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ایران

۱۱۔ ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب ج ۲ ص ۲۹۳-۲۹۲، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران

آپ کی نافرمانی نہ کریں، حضرت نے فرمایا مصیبت میں اپنے چہرے پر ٹھانچے نہ مارو، چہرے کو نہ جھپیلو، اپنے بال نہ جوڑو اپنے گریبان کو چاک نہ کرو، اپنے کپڑوں کو سیاہ نہ کرو، داویلا (ہلے) نہ مڑ گیا، نہ کروپس ان شرطوں پر آپ نے ان عورتوں سے بیعت کر لے لی۔

مصیبت پہاٹ پانچہ بر روئے خود مزید و روئے خود را خنجر اشید و مومے خود را نکند و گریبان خود را چاک نکند و جامہ خود را سیاہ نکند و داویلا نکند پس برای شرطها حضرت با ایشان بیعت کرد۔

ابن ابی بکر مجلس کھتے ہیں:

ابن ابی بکر نے سند معتبر کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں چار بڑی باتیں ہمیشہ قیامت تک رہیں گی۔

ابن ابی بکر نے سند معتبر امام جعفر صادق (ع) روایت کردہ است کہ حضرت رسول (ص) فرمود چار خصلت ہمیشہ در امت من خواهد بود تا روز قیامت۔

پہلی: اپنے حب میں غرق نہ ہو، دوسری نسب میں طعن نہ کرنا، تیسری: بارشس آنے کا سبب ستاروں کو جانتا اور علم نجوم پر اعتقاد رکھنا، چوتھی: نوحہ (راقم) کرنا اور اگر نوحہ کرنے والا مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو جب اس کو قیامت کے روز اٹھایا جائے گا تو اس کو گھٹے ہوئے تانبے کا — اور غار شس کا لباس پہنایا جائے گا۔

اول: غرق کردن بحب ہائے خود، دوم طعن کردن نسبتا، سوم آمدن باران را از اوضاع کواکب و انجمن و اعتقاد بعلوم نجوم و داشتن چارم نوحہ کردن و بدستیکہ اگر نوحہ کنندہ توبہ نکند پیش از مردنش چون روز قیامت مبعوث شود جامہ از مس گداختہ و جامہ از حرب بجا آوردند۔

ابا بکر مجلسی کھتے ہیں:

فسات بن ابراہیم نے سند معتبر کے ساتھ حضرت عمار انصاری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری مہم میں حضرت فاطمہ علیہا السلام سے چند نصیحت کے کلمات کے بعد فرمایا: اے فاطمہ جان تو کہ پیغمبر کے لیے گریبان پہناؤ تا نہیں چاہیے، اور چہرہ نہیں چھینا چاہیے اور

فسات بن ابراہیم سند معتبر از عمار انصاری روایت کردہ است کہ رسول خدا (ص) در مہم آخر خود با حضرت فاطمہ (ع) گفت (الی قولہ) و بیاں اسے ناظر کہ برائے پیغمبر گریبان نے باید درید و درونے باید خراشید و داویلا نے باید گفت و لیکن بگناہیہ پدر تو و در وقت ابراہیم فرزند خود گفت کہ چشمان سے گریند و دل

مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران

جلد اول

حیات القلوب ج ۲ ص ۴۰

حیات القلوب ج ۲ ص ۴۰

حیات القلوب ج ۲ ص ۴۰

حیات القلوب ج ۲ ص ۴۰

بدر سے آید رہے

داوید انہیں کہنا چاہیے، لیکن وہ کہو جو تہا سے والد نے اپنے فرزند ابراہیم کی وفات کے موقع پر کہا تھا کہ آنکھیں رو رہی ہیں اور دل میں درد ہے۔

نیز ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ابن بابویہ بسند معتبر از امام محمد باقر (ع) روایت کردہ است کہ حضرت رسول (ص) در هنگام وفات خود بحضرت فاطمہ (ع) فرمود ای فاطمہ چون میرے روتے خود را برائے من بخراش و گیسوئے خود را پریشان کن و دایا مگو و روح گراں را مطلب۔ ۲

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت حضرت فاطمہ علیہا السلام سے فرمایا اے فاطمہ جب میں دنیا پا جاؤں تو میرے لیے اپنے چہرے کو نہ پھیلانا، اپنے بالوں کو نہ بکھیرنا اور داوید ابراہیم سے موت نہ کہنا اور روح را تم کو نہ واپس بلانا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے اہل بیت کو جو صبر و ضبط کی وصیت کی اس کے بیان میں ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں: جب مخالفین کے لشکر میں شور بلند ہوا تو جناب امام حسین کی بہن زینب حضرت امام حسین کے پاس آئیں دیکھا کہ امام حسین سوئے ہوئے ہیں اکہا سے بھائی کیا ظالموں کا یہ شور آپ نہیں سن رہے؟ حضرت نے سر اٹھا کر فرمایا: اے بہن میں نے ابھی خواب میں اپنے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد حضرت علی مرتضیٰ اور اپنی والدہ حضرت فاطمہ زہرا اور اپنے بھائی حضرت حسن مجتبیٰ کو دیکھا وہ سب میرے پاس آئے اور کہا اے حسین اتم بہت جلد چلے پاس آ رہے ہو، جب حضرت زینب نے یہ خبر وحشت اثر سنی تو انھوں نے اپنے منہ پر طباخے مارے اور بلند آواز سے واویلا کہنا شروع کر دیا، حضرت نے فرمایا اے میری محترم بہن ویل اور عذاب تم

چون خروش لشکر مخالفان بلند شد زینب خاتون خواہر جناب امام حسین علیہ السلام بخند مت آن حضرت آمد دید کہ آن امام مظلوم سر بر زانوی الدردہ گذاشتہ بخواب رفته است گفت ای برادر این صدای اہل جہد و جفا را نشنیدی؟ حضرت سر برداشت و فرمود کہ اے خواہر درایت بخواب دیدم جہم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و پدرم علی مرتضیٰ و مادرم فاطمہ زہرا و برادر حسن مجتبیٰ را کہ بنزدین آمدند و گفتند ای حسین تو در این زودی بنزد ما نخواہی آمد چون زینب خاتون این خبر و وحشت اثر داشتید طباخچہ بر روی خود زد و فریاد و ویلاہ بلند کرد حضرت فرمود کہ ای خواہر گر اہی ویل و عذاب بر اسی تو نیست بر اسی دشمنان تست صبر کن و بزودی دشمنان را بر ما شاد مگردان ۳

۱۔ ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب ج ۲ ص ۶۸۷، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران

۲۔ حیات القلوب ج ۲ ص ۶۸۷

۳۔ جلال الدین علی بن ج ۲ ص ۵۴۹

پر نہیں ہے، تمہارے دشمنوں پر ہے تم جبر کو اور
اس قدر جلد ہمارے دشمنوں کو ہم پر خوش گذرو۔

نیز ماباقر مجلسی لکھتے ہیں:

و فرمود کہ اے خواہر با جان برابر حلم و بردباری پیشہ
خود کن و شیطان را بر خود تسلط مدہ و بر تقاضای
حق تعالی صبر کن و فرمود کہ اگر می گذاشتند مرا با اشتراک
خود را بمسکله نمی افکندم زینب خاتون گفت این بیشتر
دل مارا مجروح می گرداند کہ راه چارہ از تو منقطع گردیدہ
و بغیر دست شربت ناگوار مرک را مینوشی و مارا غریب
و بیکیس زنہا در میان اہل نفاق و شقاق می گذاری
پس دستہای خود را بلند کرد و گنگوہ خود را خواشید
و مقہم را از سر کشید و گریبان طاقت چاک کرد
و بے ہوش افتاد آن امام غریب برخواست و
آب بر روی خواہر گرامی خود یا شہید چون بہوش
باز آمد گفت اے خواہر نیک اختر از خدا بہ ترس و
تقضای حق تعالی را غنی شو و بدانکہ ہمہ اہل زمین شربت
ناگوار مرک را می پوشند و اہل آسمان باقی نمی مانند و بجز
ذات متفکس حق تعالی ہمہ چیز در معرض زوال و فساد است
او ہمہ را می میراند و بعد از مردن مبعوث می گرداند
و او منفرد است در بقا و ہلا در و ماورین شہید
شدند و ہمہ ازین بہتر بودند و حضرت رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم کہ اشرف مخلوق بودند در دنیا نماند و بسیاری
باقی رحلت فرمود و بسیاری از این مواظظ پسندیدہ
برای آن نور دیدہ بیان فرمود پس وصیت فرمود کہ اے
خواہر گرامی ترا سو گند میدہم کہ چون من از تیغ اہل جفا
بعالم بقا رحلت نمایم گریبان چاک نکنید و رو
منہ را شہید و اویلاہ نگویید۔

حضرت امام حسین نے حضرت زینب سے
فرمایا: اے میری بہن میری جان کے برابر حلم اور
بردباری کو اختیار کریں اور اپنے اور شیطان
کو قبضہ نہ دیں، اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر صبر کریں اور
فرمایا اگر یہ لوگ مجھ کو آرام سے رہنے دیتے تو میں
ہلاکت کو اختیار نہ کرتا، حضرت زینب نے کہا اس بات
سے تو ہمارا دل زیادہ زخمی ہوتا ہے کہ آپ کے لیے
اب کوئی چارہ کار نہیں ہے اور مجھ کی وجہ سے ناپسندیدہ
مرگ کا شربت پی رہے ہیں، اور ہم کو مٹا لین اور
منافقین کے درمیان بے یار و مددگار تنہا مسافرت
میں چھوڑ کر جاسے ہیں، حضرت زینب نے ہاتھ بلند
کر کے رخسار چھینا شروع کیا اور وہ پتھر پتھر سے مار
دیا، اگر بیان چاک کیا اور بے ہوش ہو گئیں، امام نے
اپنی بہن پر پانی چھڑکا اور ان کو ہوش میں لائے اور
جب وہ ہوش میں آ گئیں تو فرمایا: اے بہن خدا سے
ڈرو، اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہو اور یہ جان
لو کہ تمام زمین والوں نے ایک دن مرنا ہے اور
آسمان والے بھی باقی نہیں رہیں گے، سوا اللہ تعالیٰ
کے ہر چیز کو فنا ہے وہ سب کو مارے گا اور مارے
کے بعد چہ زندہ کرے گا وہ باقی رہنے میں منحصر ہے
یہ بھائی اور ماں جو مجھ سے بہتر تھے وہ شہید ہو گئے اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام مخلوق سے افضل
تھے وہ بھی دنیا میں نہ رہے، اور دار البقاہ کی طرف
رحلت فرما گئے، اور اپنی بہن کو بہت نصیحتیں کیں اور

بصبر و شکیبائی اس فرمودہ و بوعده شریات غیر تنہا ہی
الہی تسکین داد و فرمود کہ چادر بر سر گیرید و آمادہ
لشکر مصیبت و بلا گمہ دید و بدانید کہ حق تعالیٰ
حافظ و حامی شماست و شما از مشراعدل نجات میدہد و
ما قبت شمارا بخیر میگرداند و دشمنان شمارا با نواع
بلا و مبتلائی سازد و شمارا بروضہ امن بلا و در دنیا
و عقبی با نواع نعمتہا و کرامتہا ہی نوازد و زمینہار کہ
دست از شکیبائی بر مدارید و کلام ناخوشی بر
زبان میادید کہ موجب نقص ثواب شما گردد۔

اور ضبط کا حکم فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے غیر تنہا ہی اجر
و ثواب کے ساتھ تسلی دیا، اور فرمایا کہ اپنے سر پر
چادر رکھو، اور رنج و مصیبت کے لشکر کے لیے
تیار ہو جاؤ، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حامی اور حافظ
ہے وہ تم کو دشمنوں کے شر سے نجات دے گا اور
تمہاری آختہ را چھی کرے گا اور تمہارے دشمنوں کو
مختلف بلاؤں میں مبتلا کرے گا، اور تم کو دنیا کی ان
مصیبتوں اور بلاؤں کے بوجھن آختہ میں عزت اور
احسان و نوازے گا، خیر و اربعہ کا دامن نہ چھوڑنا اور
بے صبری کا کلام زبان پر نہ لانا اس سے تمہارے
اجر و ثواب میں کمی ہوگی!

صبر و ضبط کے متعلق امام حسین علیہ السلام کی یہ آخری نصیحت تھی جو اتم کی حرمت کے لیے نص قطعی ہے،
اس کے بعد آپ دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے رضی اللہ عنہ وارضاه۔

نوح کے جواز پر علماء شیعہ کے دلائل کے جوابات

علامہ رشید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے سامنے حضرت حمزہ پر نوحہ

کیا گیا اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔
امام محمد بن سعد کہتے ہیں:

وبکت الانصار علی قتلی ہم قسم
ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال
لکن حمزہ لا بد اکی له فجاء نساء الانصار
الی باب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فبکیں علی حمزہ فذعالھن رسول اللہ علی
اللہ علیہ وسلم و امرھن بالانصار اف
فھن الی الیوم اذا مات المیت من الانصار
بدأ النساء فیکین علی حمزہ ثم بکیں
علی میتھن۔

انصار کی خواتین اپنے مقتولوں (شہداء احد)
پر رو رہی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
سنا تو فرمایا لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں، پھر
انصار کی خواتین — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے دروازہ پر آئیں، اور حضرت حمزہ پر رونے لگیں،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی اور
فرمایا واپس جائیں، سو آج تک ان کا یہ معمول ہے کہ
جب انصار میں سے کوئی شخص مرتا ہے تو ان کی خواتین
پہلے حضرت حمزہ پر روتی ہیں، پھر اپنی میت پر روتی ہیں۔

۱۔ ملا باقر مجلسی مترجم، ج ۱۱، جلد ۱، بیروت، ۱۳۸۸ھ، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران، ۱۳۹۸ھ
۲۔ امام محمد بن سعد مترجم، ج ۲، الطبقات الکبریٰ، ج ۲، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

اس روایت کے حسب ذیل جوابات ہیں:

- (۱)۔ امام محمد بن سعد نے اس روایت کو بلا سند ذکر کیا ہے اور جو روایت بلا سند مذکور ہو وہ حجت نہیں ہے۔
 (۲)۔ اس روایت میں صرف رونے کا ذکر ہے، اور یہ مروجہ ماتم کو مستلزم نہیں ہے مروجہ ماتم میں بلند آواز سے گریہ کرنا، سینہ پیٹنا، بال بکھیرنا اور گریبان چاک کرنا شامل ہیں، ان چیزوں کا اس روایت میں ذکر نہیں ہے۔
 (۳)۔ یہ ابتدائی واقعہ ہے جب فوج رونے سے منع نہیں کیا گیا تھا جیسا کہ ہم منقرب بیان کریں گے۔
 امام طبری کہتے ہیں:

عن أنس بن مالك قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: (التي قوله) ومن دود الانصار من بني عبد الاشمل و بني ظفر فسمع البكاء والمراثي و قتلهم فذرفت عينا رسول الله صلى الله عليه و سلم فبكى ثم قال لكن حمزة لا بواكي له فلما رجع سعد بن معاذ و اسيد بن حضير الى دار بني عبد الاشمل امر النساء ههنا يتخرمن ثم يذهبن فيبكين على عبد رسول الله صلى الله عليه و سلم

نور مسلمہ کے بعض بڑھوں سے روایت ہے کہ انصار کے گھروں میں بنو عبد الاشمل اور بنو ظفر کے گھر کے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گئے، آپ نے ان کے مقتولوں پر رونے اور فریاد کرنے کی آوازیں سنیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، آپ نے رو کر فرمایا لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں، عجب حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر، بنو عبد الاشمل کے گھر گئے تو انھوں نے خود توں کو حکم دیا کہ وہ تیار ہو کر جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تم مکرم پر روئیں۔

اس روایت کے بھی حسب ذیل جوابات ہیں:

- (۱)۔ یہ واقعہ نور مسلمہ کے بعض بڑھوں سے مروی ہے، جن کا نام نہیں بیان کیا گیا، سو یہ مجہول روایت ہے اور مجہول روایت حجت نہیں ہوتی۔
 (۲)۔ اس مجہول روایت میں بھی صرف رونے کا ذکر ہے، اس میں سینہ زنی، بال بکھیرنے اور گریبان چاک کرنے کا ذکر نہیں ہے، لہذا یہ مجہول روایت بھی مروجہ ماتم کو مستلزم نہیں ہے۔
 (۳)۔ یہ ابتدائی واقعہ ہے اس وقت فوج رونے سے منع نہیں کیا گیا تھا، اس کے بعد منع کر دیا گیا۔
 اس بات پر دلیل کہ یہ ابتدائی واقعہ ہے یہ حدیث ہے:
 امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه و سلم مد بنساء عبد الاشمل يبكين ههنا هن يوم احد فقال رسول الله صلى الله عليه و سلم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو عبد الاشمل کی خواتین کے پاس سے گزرتے جو جنگ احد کے شہدار پر رو

اللہ علیہ وسلم لکن حمزة لا یواکی له فجاء
نساء الانصار یمیکن حمزة فاستیقظ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال
ویحھن ما انقلبن بعد مدھن
فلینقلبن ولا یمیکن علی ہالک
بعد الیوم ۔

رہی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن
حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں، پھر انصار کی خواتین آئیں
اور حضرت حمزہ پر رونے لگیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بیدار ہوئے آپ نے فرمایا ان پر افسوس
ہے ابھی تک واپس نہیں گئیں، ان سے کہو کہ واپس
جائیں اور آج کے بعد کسی مرنے والے پر گریہ
نہ کریں۔ (آواز سے نہ روئیں)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے ۔

امام حاکم نیشاپوری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم
کی شرط کے مطابق صحیح ہے ۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس بحث میں لکھتے ہیں :

امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ بعض صورتوں میں نوحہ کرنا حرام نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے حضرت جابرؓ کی بھوپھی کو نوحہ کرنے سے منع نہیں فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ نوحہ کرنا اس وقت حرام ہے
جب دشمنوں پر طمانچہ مارے جائیں اور گریبان چاک کیا جائے لیکن یہ قول مردود ہے کیونکہ اس واقعہ کے
بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے سے منع فرمادیا کیونکہ یہ اُحد کا واقعہ ہے، آپ نے اُحد میں فرمایا تھا
کہ حمزہ کے لیے رونے والیاں نہیں ہیں لیکن پھر آپ نے اس سے منع فرمایا اور اس پر وعید بیان کی، امام
ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم عبداللہؓ کی عورتوں کے پاس سے گزرتے جو جنگ اُحد کے شہداء پر رورہی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا لیکن حمزہ کے لیے رونے والیاں نہیں ہیں، پھر انصار کی عورتیں حضرت حمزہ پر روئیں، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور فرمایا: ان پر افسوس ہے یہ ابھی تک گئی نہیں، ان سے کہو جائیں اور اُحد
کسی مرنے والے پر نہ روئیں ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی اس طرح لکھا ہے ۔
شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں :

۱۔ امام محمد بن زید ابن ماجہ متوفی ۲۴۲ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد سدا کا خانہ تجارت کتب کراچی

۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۸۲، ۹۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

۳۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، مستدرک ج ۱ ص ۳۸۱، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

۴۔ علامہ بدرالدین محمد بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۲، مطبوعہ دارۃ الطباعة المینریہ مصر ۱۳۴۸ھ

۵۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۱۶۱، مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ بیروت ۱۴۱۰ھ

ظاہر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد "لیکن حمزہ کے لیے رونے والیاں نہیں ہیں" اس سے حضرت حمزہ کی مصیبت پر افسوس کرنا مقصود ہے کہ وہ ایسی مسافرت اور غربت کی حالت میں شہید ہوئے کہ ان پر کوئی رونے والا بھی نہیں تھا، انصار جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی اور خوشنودی حاصل کرنے میں سبقت کرتے تھے، انھوں نے اس سے یہ سمجھا کہ آپ کا مقصود یہ ہے کہ حضرت حمزہ پر عاتقین گریہ کریں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کی اطاعت اور رضا جوئی کو دیکھ لیا تو آپ نے اس سے منع کر دیا تاکہ اس گریہ سے فوجہ رباتم کا راستہ نہ نکل آئے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت فوجہ کرنا مباح تھا اس واقعہ کے بعد آپ نے فوجہ کرنے کو منسوخ کر دیا۔

پتھر پٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا قرآن مجید سے استدلال اور اس کا جواب !

قصداً مجید میں ہے:

فرشتوں نے ابراہیم کو ایک ذی علم بیٹے (اسحاق) کی ولادت کی بشارت دی، تو ان کی بیوی فریاد کرتی ہوئی آئیں پھر تعجب سے اپنے منہ پر ہاتھ مارا اور کہا بوڑھی بائجھ (کے) ٹکڑا ہو گا۔

وَبَشِّرُوا بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ۚ فَاقْبَلَتْ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمَةٌ

(ذاریات: ۲۹-۲۸)

نیز قرآن مجید میں ہے:

اور ابراہیم کی بیوی (سارہ) کھڑی تھیں وہ منہ پریشی تو ہم نے ان کو اسحاق کی خوش خبری سنائی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی، سارہ نے کہا اسے افسوس! میں میں بچہ جنوں کی حالانکہ میں بوڑھی عورت اور بدیر میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں، بے شک یہ عجیب بات ہے فرشتوں نے کہا کیا تم اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ ابراہیم کے گھر والوں نے اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں۔ بے شک وہی ہے تعریف کیا ہوا، بندگی والا۔

وَأَمْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحَكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِأَسْحَقَ وَمِنْ وِجَاءٍ أُخَرٍ يُعْقِبُهَا ۖ قَالَتْ يَٰأَيُّ يُولَدِي ۚ وَاللَّوْنَا عَجُوزٌ وَهَذَا بَعْلِي شَيْخًا طَّانٍ هَذَا الشَّيْءُ عَجِيبٌ ۚ قَالُوا اتَّقِ جِبِينَ مِنْ أَمْرَاللَّهِ رَحِمَتِ اللّٰهُ دُبُرَكَاتِهِ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ۖ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ۚ (هود: ۷۱-۷۳)

علماء شیعہ کہتے ہیں کہ سورہ ذاریات کی آیت میں حضرت سارہ کے منہ پٹنے کا بیان ہے اور سورہ ہود کی آیت میں یاد دہانی اسے افسوس کہنے کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ اسے افسوس کہہ کر منہ پٹنا جائز ہے۔ اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ آیتیں مروجہ ماقم کی اصل نہیں ہیں کیونکہ ماقم، افسوس اور کسی مصیبت پر کیا جاتا ہے اور یہ افسوس کا موقع نہیں خوشی کا موقع تھا کیونکہ فرشتوں نے حضرت سارہ کو ذی علم بیٹے کی ولادت کی بشارت دی

تھی، یہی وجہ ہے کہ حضرت سارہ اس وقت ہنس رہی تھیں، باقی ان کا چہرہ پر ہاتھ مارنا حیا کی وجہ سے چہرہ چھپانے کے لیے تھا کیونکہ جس عورت کے ان پہلی بار ولادت ہوئی ہو اس کے سامنے ولادت کا تذکرہ چھڑ جائے تو اس کو حیا آتی ہے یا انھوں نے تعجب کی بنا پر مانتے پر ہاتھ مارا اور ان کا یاد دہلیتی کہنا بھی مصیبت پر ہٹے ہوئے کہنا نہیں تھا، بلکہ انھوں نے اظہار تعجب کے لیے یہ لکھ کہا۔
شیخ تمی کہتے ہیں:

(فصحت وجہا) ای غطۃ بما بشرھا
جبدا ثیل۔ ۱۰
حضرت سارہ کے چہرے پر ہاتھ مارنے کا
مطلب یہ ہے کہ انھوں نے (حیا سے) انھوں
سے چہرہ کو چھپایا۔

شیخ ابو جعفر طوسی کہتے ہیں:

ضربت وجهها تعجباً۔ ۱۱

حضرت سارہ نے تعجب سے اپنے چہرہ
پر ہاتھ مارا۔

شیخ طبری کہتے ہیں:

جمعت اصابعها فضربت جبینہا تعجباً
عن المقاتل والکلبی ۱۲

یعنی حضرت سارہ نے تعجب سے انگلیوں
کو جمع کر کے اپنی پیشانی پر مارا، یہ مقاتل اور کلبی
کا قول ہے۔

علامہ فتح اللہ کاشانی کہتے ہیں:

مقاتل و کلبی گفتند کہ انکشتہا را جمع کرد و
برہر دو جبین خود زد و این عادت زنان است
در وقتی کہ تعجب کنند و گردند کہ در این
حال کہ این مشرودہ ششید، حیض در عورت
و بکھرت حیا د لطیانچہ بر روی عورت

مقاتل اور کلبی نے کہا ہے کہ حضرت سارہ نے
اپنی انگلیوں کو جمع کیا اور ان کو اپنی پیشانی پر مارا اور
یہ عورتوں کی عادت ہے کہ وہ تعجب کے وقت
ایسا کرتی ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت سارہ نے
جس وقت یہ خوش خبری سنی ان کا حیض جاری ہو گیا اور
انھوں نے شرم کی وجہ سے اپنے منہ پر طمانچہ مارا۔

غلامیہ ہے کہ شہید علامہ کی تفسیر کے مطابق حضرت سارہ نے ولادت کی بشارت سن کر حیا سے
اپنا چہرہ لہتوں سے چھپایا یا عورتوں کی عادت کے مطابق تعجب سے اپنے چہرے پر ہاتھ مارا یا اس

۱۔ شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی متوفی ۱۳۷۰ھ، تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۳، مطبوعہ مکتبۃ النشر قم ایران ۱۴۰۱ھ

۲۔ شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۷۰ھ، تفسیر تبیان ج ۹ ص ۸۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۳۔ شیخ ابوالفضل بن حسن طبری متوفی ۵۲۸ھ، تفسیر مجمع البیان ج ۹ ص ۳۸، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۴۱ھ

۴۔ شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۱۰۹۷ھ، منہج الصادقین ج ۹ ص ۳۳، مطبوعہ معیادان ناصر خسرو ایران

وقت ان کا حیف ہمارا ہو گیا تھا تو شرم کی وجہ سے انھوں نے اپنے چہرے پر ہاتھ مارا، بہر حال کسی صورت میں بھی حضرت سارہ کا اپنے چہرے پر ہاتھ مارنا کسی مصیبت پر غم اور افسوس کے اظہار کے لیے نہیں تھا سچی گردن کا یہ فعل مرد جو ماتم کی اصل بن سکے۔ ماتم موت کی خبر سن کر کیا جاتا ہے بچہ کی ولادت کی خبر سن کر ماتم نہیں کیا جاتا۔
زناؤ پیٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا صحیح بخاری سے استدلال اور اس کا جواب | امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
 ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طرقہ
 وفاطمہ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 لیلة فقال الاتصلیان فقلت یا رسول اللہ
 انفسنا بید اللہ فالما شاء ان یبعثنا بعثنا
 فانصرف حین قلت ذلک ولم یرجع
 الی شیئاً ثم سمعته وهو مول یضرب
 فخذک وهو یقول وکان الانسان اکثر
 شیء جدلاً۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو جگایا اور فرمایا کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے، میں نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے دونوں اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ جب ہم کو اٹھانا چاہتا ہے ہم اٹھ جاتے ہیں، سو جب میں نے یہ کہا تو آپ واپس چلے گئے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا، پھر میں نے آپ سے سنا در آں حالیکہ آپ واپس جا رہے تھے اور اپنے زناؤ پر ہاتھ مار رہے تھے اور فرما رہے تھے انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے۔

علماء شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کے اس جواب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا اور آپ نے انھوں سے اپنے زناؤ پر ہاتھ مارا، اس سے زناؤ بیہوش اور مصیبت کے وقت ماتم کرنا ثابت ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مصیبت اور موت کے وقت قرآن مجید، بیعت البلاء، احادیث اہل سنت اور احادیث اہل شیعہ میں صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور صرف انا اللہ وانا الیہ راجعون کہنے کی اجازت دی ہے اور بے صبری کا اظہار کرنے اور زناؤ پیٹنے یا سید زنی کرنے یا منہ پر طمانچہ مارنے کو حرام کر دیا ہے، اس حدیث میں موت یا مصیبت کے وقت آپ نے زناؤ پر ہاتھ نہیں مارا بلکہ حضرت علی کے اس جرسہ جواب پر تعجب سے زناؤ پر ہاتھ مارا یا اس جواب کو ناپسند کرتے ہوئے انھوں سے زناؤ پر ہاتھ مارا، یہ کوئی موت یا مصیبت کا وقت نہیں تھا سچی کہ زناؤ پر ہاتھ مارنا بے صبری کا اظہار قرار دیا جائے اور اس کو مرد جو ماتم کی اصل قرار دیا جائے اور جب کہ بیعت البلاء میں حضرت علی کا یہ ارشاد صراحتہ موجود ہے:

۔ جس شخص نے مصیبت کے وقت اپنے زناؤ

وضرب یدک علی فخذک عند مصیبتہ

حبط عملہ - ۱۰

پر ہمارا تو اس کا عمل ضائع کر دیا جائے گا۔
 تو پھر صحیح بخاری کی اس حدیث سے ماتم کا جواز کیونکر کشید کیا جائے گا جس میں مصیبت کے وقت زانو پر
 ہاتھ مارنے کا ذکر نہیں ہے اور اگر بالفرض اس حدیث میں موت یا مصیبت کے وقت زانو پیٹنے کا اور بے مبری
 کے اظہار کا ذکر ہوتا تو ہم قرآن مجید کی ان بہ کثرت آیات اور دیگر احادیث صحیحہ وافرہ کے مقابلہ میں اس حدیث کو
 ترک کر دیتے بن میں مبر کرنے کو فرض اور بے مبری کے اظہار کو حرام قرار دیا ہے، جب کہ شیعہ حضرات کے
 نزدیک اسے ابلاغ صحیح بخاری سے زیادہ معتبر ہے تو وہ اسے ابلاغ پر عمل کریں اور صحیح بخاری سے تعرض نہ
 کریں۔

سینہ پیلنے کے جواز پر علماء شیعہ کا مؤطا امام مالک سے استدلال اور اس کا جواب | امام مالک
 روایت کرتے ہیں:

سعيد بن مسيب (تابعی) بیان کرتے ہیں کہ ایک
 اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
 ہوا وہاں جا بیکہ وہ اپنے سینہ پر قمیض مار رہا تھا اللہ
 اپنے بال فروغ رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ وہ ہلاک ہو گیا،
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا
 ہوا؟ اس نے کہا میں نے رمضان کا روزہ رکھا ہوا
 تھا اور میں نے اپنی بیوی سے جماع کر لیا، رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا تم
 ایک غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ
 نے پوچھا کیا تم ایک اونٹ صدقہ کر سکتے ہو؟ اس
 نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا پھر چھو، اسی اشارہ میں رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کھجوروں کا ٹوکرا
 آیا، آپ نے فرمایا تم اس کو صدقہ کر دو، اس نے کہا
 یا رسول اللہ! مجھ سے زیادہ تو کوئی ضرورت مند
 نہیں ہے، آپ نے فرمایا ان کو کھالو، اور تم نے
 جو روزہ توڑا اس کے بدلہ میں ایک روزہ رکھ لینا۔

عن عطاء بن عبد الله الخواري عن
 سعيد بن المسيب انه قال جاء اعرابي الى
 رسول الله صلى الله عليه وسلم يضرب فخرا
 وينتف شعرة ويقول هلك الا بعد فقال
 له رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن
 ذلك قال اصببت اهلي وانا صائم في رمضان
 فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم
 هل تستطيع ان تعتق رقبة قال لا قال
 فهل تستطيع ان تهدي بدنة قال لا قال
 فاجلس فأتى رسول الله صلى الله عليه
 وسلم بعرق من تمر فقال خذ هذا فتصدق
 به فقال ما احدا حوز مني يا رسول الله
 فقال كل وصم يوما مكان ما اصببت به

۱۰۔ نیج البلاغہ (مع فارسی ترجمہ) ص ۱۲۳۹، مطبوعہ انتشارات زبیرین ایران

۱۱۔ امام مالک بن انس امجدی متوفی ۱۷۹ھ، مؤطا امام مالک ص ۲۳۸، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان، لاہور

اس حدیث میں اسی اعرابی کے بال نوچنے اور سینہ زنی کرنے کا ذکر ہے اور یہی ماتم ہے۔
اس استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱)۔ ماتم کے حرام ہونے پر قرآن مجید کی آیت ”اصبروا“ صبر کرو سے استدلال کیا گیا ہے اور ماتم کرنا صبر کا ضد ہے اور کسی شئی کا امر کرنا اس کی ضد کی حرمت کو مستلزم ہوتا ہے، لہذا از روئے قرآن ماتم حرام ہوا اور مؤطا امام مالک کی یہ روایت قرآن مجید سے متضاد ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔
(۲)۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دیگر کتب صحاح میں بھی یہ واقعہ سند صحیح سے مذکور ہے، لیکن ان میں اس اعرابی کے بال نوچنے اور سینہ پر تھپڑ مارنے کا ذکر نہیں ہے، اور امام مالک نے اس اضافہ کا سند منقطع سے نوکر کیا ہے، کیونکہ اس حدیث کو بیان کرنے والے سعید بن مسیب ہیں اور یہ تابع ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا اور نہ ہی وہ اس واقعہ کے وقت موجود تھے، لہذا احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں یہ منقطع روایت غیر معتبر ہے۔

(۳)۔ احادیث صحیحہ میں بال نوچنے اور تھپڑ مارنے سے منع کیلئے ہے، اور اس منقطع روایت سے اس کی اباحت معلوم ہوتی ہے اور جب تحریم اور اباحت میں تضاد ہو تو تحریم کو اباحت پر ترجیح دی جاتی ہے۔

(۴)۔ اس منقطع روایت سے تو یہ ثابت ہوا کہ جس نے نریادتی کی اور ظلم کیا اس نے بد میں پھنسا ہے اور افسوس سے سینہ زنی کی اور بال نوچے اگر یہی روایت مروی ماتم کی اصل ہو تو لازم آئے گا کہ کہ بلا میں امام حسین اور ان کے رفقاء کو ظنی شہید کرنے والے یہی شیطان علی تھے اور بعد میں انہیں اور پھنساوے سے نسل بد نسل اپنے بال نوچتے ہیں اور سینہ زنی کرتے ہیں کہ ماتم سے ہم نے یہ ظلم کیوں کیا! نیز جلال الدین علی بن ابی طالب باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ حبیب حضرت ام کلثوم نے قاتلین حسین اہل کوفہ کو ان کے ظلم پر لعنت ملاحت کی تو انہوں نے غم اور افسوس سے داویلاہ کیا، اپنے منہ پر طمانچے مارے، ہاتھوں پر خاک ڈالی اور زبردست ماتم کیا (جلال الدین ج ۲ ص ۵۹۲ - ۵۹۵ طبع تہران) سو یہ ماتم کرنے والے انہی کی نسل ہیں۔

زانہ، رخسار اور سینہ پیٹتے اور بالوں میں خاک ڈالنے کے جواز پر علماء شیعہ کا کتب سیرت اور تباہی کے استدلال اور اس کا جواب

مؤمن کا شفیق کہتے ہیں: ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ در روایت آنست کہ طلاقش داد و چوں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ عنہ این معنی معلوم کرد خاک بر سر ریخت

و ثمان بر آورد۔^۱ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

و از غرائب روایات است کہ در معارج النبوة آورده کہ آواز شیطان بقتل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ندائے کرد مدینہ رسید در خانہاں مدینہ نیز شنیدند و فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا چوں این آواز شنید دست بر سر زنان از خانہ بیرون دوید و میگفت و ہم زنان ہا ششیمہ می نایدند یعنی یہ غیر مستند روایت ہے، اور اس کی سند مذکور نہیں ہے، شیخ دہلوی نے اس کو معارج النبوة سے نقل کیا ہے اور اس میں رطب و یابس موجود ہے، یہ حوالہ ہم پر حجت نہیں ہے۔

امام محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں:

عن عبادة بن الزبیر قال سمعت عائشة تقول مات رسول الله صلى الله عليه وسلم بين سحري ونحري وفي دوراي و لما ظلم فيه احد ائمن سقمي و جدا ائسي ان رسول الله قبض و هو في حجري ثم وضعت راسه على وسادة و قمت القدام مع النساء و اضرب وجهي بلكه

علامہ ابن اثیر ہمزری لکھتے ہیں:

واقامت عائشة عليه النوح فيها هن عن البكاء عند فابين ان ينتهين فقال لعشام بن الوليد ادخل فاحدج الى ابنة

۱۔ الامین اسحاق محمد قزاقی المعروف بلامکین، متوفی ۹۵۲ھ معارج النبوة رکن ۲ ص ۹۴ مطبوعہ مطبعہ فنی فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۳۹۲ھ۔
۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ معارج النبوة ج ۲ ص ۱۱۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔
۳۔ امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ تاریخ الامم والملوک ج ۲ ص ۴۲۱، مطبوعہ مکتبہ المستنصریہ، لاہور، ۱۳۹۲ھ۔

ابی قحافة اخذ ابی بکر فقاتل عائشة لهشام
حين سمعت ذلك من عمر ابی اخرج عليك
بيتي فقال عمر لهشام ادخل فقد اذنت
لك فدخل هشام فاخرج اليه ام فروة
بنت ابی قحافة فعلاها بالدرّة ضربات
فتفرق النوح حين سمعت ذلك له

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں:

واما بقية اهله ونسائه فان عمر بن
سعد وكل بهم من يحرسهم ويكلمهم
ثم اركبهم على الرواحل في الهراذج،
فلما مروا بمكان المعوكة وما والاحسين
واصحابه مطروحين هنالك بكته النساء
وصرخن وندبتن يذب اخاهما الحسين
واهلها فقاتل وهي تبكي:

يا محمد اء يا محمد اء صلى عليك
الله وملك السماء هذا حسين بالحر اء
مزمحل بالدماء مقطوع الاعضاء يا محمد اء
وبناك سبائا وذريتك مقتلة، تسقى
عليها الصبا قال فابكت والله كل عدو
وصديق -

قال قرّة بن قيس لما مروت النسوة
بالقتلى صحن ولطمن خدودهن به

نہ ہشام سے کہا جاؤ حضرت ابو بکر کی بہن کو میرے
پاس لاؤ، جب حضرت عائشہ نے سنا تو فرمایا میں
ہشام کو اپنے گھر آنے کی اجازت نہیں دیتی، حضرت
عمر نے ہشام سے کہا جاؤ میں تم کو اجازت دیتا ہوں
ہشام گئے اور حضرت ابو بکر کی بہن ام فروہ کو بلا گئے
حضرت عمر نے ان کو کچھ در سے لگائے، جب نوم
کرنے والیوں نے یہ سنا تو وہ بھاگ گئیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تائفہ میں سے
باقی ماندہ لوگ اور عورتیں کو عمر بن سعد نے محاذوں
کے ساتھ روانہ کیا اور ان کو ادنیٰ کیوں پر کجاویں میں سوا کر لیا۔
جب یہ لوگ جنگ کی جگہ سے گزرے اور حضرت
حسین اور ان کے اصحاب کی لاشوں کو دیکھا پڑا
موادیکھا تو غور میں رہنے اور چلائے گئیں، حضرت
حسین کی بہن زینب نے اپنے بھائی اور اپنے
اہل پر گریہ کیا اور کہا:

اے محمد اے محمد! اللہ اور آسمان
کے فرشتے آپ پر صلوٰۃ پڑھیں، یہ حسین میدان میں
پڑا ہے، خون میں تھرا ہوا ہے، اس کے اعضاء
پارہ پارہ ہیں، اے محمد! آپ کی بیٹیاں قیدی
ہیں اور آپ کی اولاد کو قتل کر دیا گیا ہے، ان پر
غوا چل رہی ہے، زینب کے اس فوض نے
بہ خدا دوست اور دشمن سب کو گرا دیا۔

قرہ بن قیس نے کہا جب عورتیں لاشوں کے
پاس سے گزریں تو وہ پکلائیں اور انھوں نے اپنے
رخساروں پر طمانچے مارے۔

۱۲۰ھ

۱۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی اکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۴۳۰ھ، الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۲۸۸ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت
۲۔ حافظ عبدالدین ابن کثیر متوفی ۷۴۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۱۳۳ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت، الطبعة الثانیہ ۱۳۹۲ھ

تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں یہ واقعات بلا سند مذکور ہیں اور بعض کی اسناد درج ہیں لیکن وہ غایت درجہ کی ضعیف ہیں اور بعض اسناد میں شیعہ راوی ہیں، مثلاً البدایہ والنہایہ میں حافظ ابن کثیر نے کربلا کے واقعات اور محنت سے روایت کیے ہیں اور وہ پکا شیعہ تھا۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں:

واكثر من رواية ابي مختلف لوط بن يحيى وقد كان شيعياً وهو ضعيف الحديث عند الائمة يله
اکثر کر بلا کے واقعات ابو مختلف لوط بن یحییٰ سے مروی ہیں اور وہ شیعہ تھا اور وہ احمر کے نزدیک ضعیف ہے اور جب قرآن مجید کی بہ کثرت آیات اہل سنت اور اہل تشیع کی بہ کثرت احادیث، حضرت علی اور حضرت حسین کے متعدد ارشادات سے بلا استثناء مصیبت پر صبر کرنا لازم اور ماتم کرنا حرام کر دیا گیا ہے تو ان نصوص قطعیہ کے مقابلہ میں یہ بے سند تاریخی واقعات قطعاً باطل اور مردود ہیں، احکام کی حکمت اور حرمت کتاب و سنت سے استفادہ ہوتی ہے تاریخی واقعات سے نہیں ہوتی۔

قرآن مجید، احادیث اہل سنت و اہل تشیع، بیچ البدایہ والنہایہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مرتبہ ارشادات میں جو صبر کرنے کو لازم اور ماتم کرنے کو حرام کیا گیا ہے اس کے جواب میں شیعہ علماء یہ کہتے ہیں کہ امام حسین پر ماتم کرنا اس حرمت اور حماقت سے مستثنیٰ ہے۔
عن ابي عبد الله عليه السلام قال كل
الجزع والبكاء مكر ولا سوى الجزع والبكاء
على الحسين (بحار الانوار من الامالی شیخ مفید)

یہ قول بالکل اصول کے خلاف اور باطل ہے کیونکہ جس کلام میں کوئی حکم ہو اسی کلام کے استثناء کا اعتبار کیا جاتا ہے، جس کتاب میں کوئی قاعدہ کلیہ بیان کیا جاتا ہے اس قاعدہ کا استثناء بھی اسی جگہ بیان کیا جاتا ہے، اگر روئے پیشئے، غم منانے اور ماتم کرنے سے امام حسین کا ماتم کرنا مستثنیٰ ہوتا تو قرآن تعالیٰ نے جہاں صبر کا عمومی حکم دیا ہے وہاں امام حسین کا استثناء فرما دیتا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں مصیبت اور مریت پر رونے پیشئے سے منع فرمایا ہے وہاں آپ امام حسین پر رونے پیشئے کو مستثنیٰ فرما دیتے، جیسے آپ نے جنہی آدمی کو مسجد میں داخل ہونے سے منع فرمایا لیکن حضرت علی کا استثناء فرمایا یا آپ نے آل محمد کو ترک کر دیا ہے مستثنیٰ فرمایا یا آپ نے ہر شخص کو پارشادیوں کی اجازت دی لیکن حیات فاطمہ میں حضرت علی کو اس حکم سے مستثنیٰ فرمایا، ہر معاملہ میں دو گواہوں کو لازم قرار دیا لیکن حضرت خنظلہ بن ثابت انصاری کو اس حکم سے مستثنیٰ فرمایا۔ اگر رونے پیشئے کی ممانعت سے کوئی فرد مستثنیٰ ہوتا تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس استثناء کو بیان کرتے جس طرح آپ نے دوسرے احکام میں استثناء بیان فرماتے ہیں اور اگر یہ استثناء تھا تو آپ نے نہیں بیان فرمایا تو لازم آئے گا کہ آپ نے شریعت کی مکمل تبلیغ نہیں کی اور ایمان خدا آپ کے ادھر سے

کام کو امام جعفر صادق نے اگر مکمل کیا، اس لیے یہ روایت بالکل جھوٹی اور باطل ہے۔ نیز احکام کی حلت اور حرمت بیان کرنا اور احکام شرعیہ میں کسی کو مستثنیٰ کرنا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ہے امام جعفر صادق کا کام نہیں ہے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ پر ماتم کرنا کیسے جائز یا مستثنیٰ ہو گا جبکہ امام حسین خود فرماتے ہیں:

پس وصیت فرمود اسے خواہ گرامی تر اسوگند
میدھم کہ چوں من از تیغ اہل جنابم بقا رحلت نسیم
گر بیان چاک مکنید و روح را شید و دوا دیلا
مگر بید - مے

اگر بالفرض امام جعفر صادق کی یہ روایت صحیح بھی، موقتاً تو امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں امام جعفر کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

ماتم کی ابتداء کرنے والے قاتلین حسین تھے۔

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ام کلثوم و محتر و دیگر حضرت سیدۃ النساء صلا
بگر یہ بلند کردار ہودج محترم ہوا کہ و حاضر افرا
کہ امی اہل کوفہ بلا بحال شما و ناخوش باد و دیہای
شما بچہ سبب برادر م حسین را خواندید یاری
اونکر دید و اورا بقتل آوردید و اموال اورا
غارت کردید و پردیگان محرم ہمای اورا
امیر کردید و امی بر شما و لعنت بر دیہای شما
مگر نمیدانید کہ چکارہ کردید و چہ گناہان و اذکار
بر پشت خود بار کردید و چہ خونہای محترم ریختید
و چہ و محتران محترم مکرم را نالان کردید و مال حب
جماعت را بغارت بردید و کشتید بہترین خلق
را بند از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم و
رحم از دلہای شما کندہ شدہ بود بد رستی کہ
گردہ دوستان خدا ہمیشہ غالبند و اطوان و
یاران مشیطان ریان کار اند، پس شمری
چند در مرثیہ سید شہد گفت اہل کوفہ خروش

پھر حضرت سیدۃ النساء کی دوسری صاحبزادی
حضرت ام کلثوم نے بلند آواز سے گریہ کیا اور
اونٹ کے پالان سے حاضرین اہل کوفہ کو ندا
کی، اور کہا کہ تمہارا حال اور مال بڑا ہوا، تم نے
کس وجہ سے میرے بھائی حسین کو بلا ہا اور ان
کی مدد نہیں کی، ان کو قتل کیا اور ان کا مال لوٹ لیا،
اور ان کے پردہ داران اہل خانہ کو قید کیا، تم پر
اور تمہارے چہروں پر لعنت ہو، تم نہیں جانتے کہ
تم نے کیا کام کیا ہے اور کتنے گناہوں کا بوجھ
اچھا پیٹھ پر اٹھایا ہے اور کیسے محرم خونوں کو
بھلایا ہے اور کتنی محترم صاحبزادیوں کو کھلایا ہے،
اور کس جماعت کا مال تم نے لوٹا ہے،
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے
افضل مخلوق کو قتل کیا ہے، تمہارے دونوں
رحم نکال دیا گیا ہے اور بے شک اللہ کے دوست
ہمیشہ غالب رہتے ہیں اور شیطان کے مددگار

خمسے میں رہتے ہیں پھر سید الشہداء کے
مختلف چند اشعار مرثیہ پڑھے، پھر اہل کفر میں
واویلاہ و احسرتاہ کا شعر بلند ہوا اور نالہ و
فریاد کا غلغلہ ہوا اور انھوں نے اتنا زبردست
نوحہ کیا جس کی آواز آسمان تک پہنچتی تھی، ان کی
خورتوں نے اپنے سروں پر بالوں کو بکھیرا اپنی
سروں پر خاک ڈالی اپنے چہروں پر طمانچے مار مار
کر رخساروں کو چھیدا وہ واویلاہ و اشہولہ کہتی
تھیں اور اس زور کا ماتم کرتی تھیں کہ چشم فلک نے
اس سے پہلے اتنا زبردست ماتم نہ دیکھا تھا۔
تب حضرت امام زین العابدین نے لوگوں کی طرف
اشارہ کیا کہ خاموش ہوجائیں۔

ماتم کے سلسلہ میں میں نے کافی طویل بحث کی ہے، قرآن مجید اور احادیث سے ماتم کی حرمت کو
بیان کیا ہے، پھر علامہ رشید کی تفاسیر اور احادیث سے ماتم کی حرمت کو بیان کیا ہے، اور حضرت علی اور
حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ارشادات سے ماتم کی حرمت کو واضح کیا ہے۔ پنج السبلاہ اور متاخرین
میں سے ملا باقر مجلسی کی تصانیف سے ماتم کی حرمت پر دلائل پیش کیے ہیں، پھر علامہ رشید کے دلائل
کا رد کیا ہے اور ماتم حسین کے استثناء کا مکمل استیصال کیا ہے، میں نے کتب رشید کا مطالعہ کر
کے ان کے تمام قوی اعتراضات کے مسکت جوابات دیے ہیں۔ اس بحث کا اگر انصاف اور خوف خدا
سے مطالعہ کیا جائے تو ان شاور اللہ ماتم اور عزاداری کرنے والوں کے تمام شبہات دور ہوجائیں گے
اور وہ راہ راست پر آجائیں گے، اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور اس تحریر کو مرائقین کے
بے استقامت مخالفین کے لیے رشد و ہدایت اور میرے لیے نجات کا سبب بنائے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت
والیہ اذیب وأخو دعوا فان الحمد لله رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم
النبیین افضل الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین شفیعتا یوم الدین وعلی اصحابہ الکاملین
الراشدین وعلی الما طیبین الطاہرین وعلی ازواجہ امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلی
ملتہ من المحدثین والمفسرین والائمة المجتہدین والعلماء الراغبین اجمعین

بھاگے ہوئے غلام پر کافر کا اطلاق

بَابُ تَسْمِیَةِ الْعَبْدِ الرَّبِّیِّ کَافِرًا

حضرت خزیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

۱۳۶۔ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ

۱۳۹۸ھ

ت۔ مد باقر مجلسی متوفی ۱۱۸۰ھ، جلاء المیزان ج ۲ ص ۵۹۶۔ ۵۹۵، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تھران

كَانَ إِسْمَاعِيلُ يَبْعِي ابْنَ عَلِيَّةَ عَنْ مَنُصُّورٍ ابْنِ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَدِّهِ رَأَيْتُهُ سَمِعَهُ يَقُولُ
أَيُّمَا عَبْدٍ أَبَى مِنْ مَوْلَايِهِ فَقَدْ كَفَرَ حَتَّى
يَرْجِعَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ مَنُصُّورٌ قَدْ وَابِلُهُ دُرُوبِي
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَلَكِنِّي
أَكْرَهُ أَنْ يُرَوَى عَنِّي هَذَا بِالْبَصْرَةِ .

۱۳۷۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَاحِقُصُ
ابْنُ غِيَّانٍ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَدِّهِ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
أَيُّمَا عَبْدٍ أَبَى فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الدِّمَةُ .

۱۳۸۱ - حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ أَبِي خَبْلٍ أَخْبَرَنَا جَدُّهُ
عَنْ مَعْنُوذَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ كَانَ جَدُّي يُقِي
عَبْدَ اللَّهِ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَبَى الْعَبْدُ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَواتُ .

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غلام اپنے
آقا کے پاس سے بھاگے گا وہ کافر ہو جائے گا ،
جب تک کہ وہ اپنے آقا کے پاس واپس نہ آجائے
راوی منصور نے کہا یہ خدا ! یہ حدیث رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے لیکن میں اس بات کو
نا پسند کرتا ہوں کہ یہ حدیث مجھ سے بصرہ میں روایت کیا گیا
حضرت جریر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غلام اپنے آقا
سے بھاگ جائے وہ اللہ اور اس کے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت سے نکل گیا ۔

حضرت جریر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب
غلام اپنے آقا سے بھاگ کر چلا جاتا ہے تو اس
کا نماز قبول نہیں ہوتی ۔

جن احادیث سے بد مذہب استدلال کرتے ہیں ان کو چھپانے کی بجائے ان کا

جواب دینا چاہیے ۔

اس زمانہ میں بصرہ میں خوارج کی اکثریت تھی اور خوارج کا عقیدہ یہ تھا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہوتا
ہے اور اس حدیث سے بظاہر مسلک خوارج کی تائید ہوتی ہے ، کیونکہ غلام کا آقا سے بھاگنا گناہ
کبیرہ ہے ، اور اس حدیث میں اس گناہ کی تفسیر کفر سے کی گئی ہے ، اور یہی خوارج کا مسلک ہے ، اس لیے
منصور بصرہ میں اس حدیث کو بیان کرنا نا پسند کرتے تھے لیکن ان کا یہ خیال صحیح نہیں تھا ، کیونکہ چاہیے یہ کہ
حدیث بیان کر کے اس کا جواب دیا جائے ۔ باقی رہا جو اب تو اس قسم کی احادیث پہلے بھی گذر چکی ہیں ۔ اور
ان کی تشریح میں کئی جوابات بھی ذکر کیے جا چکے ہیں ۔ جن میں سے چند یہ ہیں :
غلام کا آقا سے بھاگنا یہ فعل کافروں کا ہے ۔ یعنی کفار سے مشابہ ہے یا مال کا یہ فعل کفر تک پہنچا
دیتا ہے یا کفر سے کفر ان نعمت مراد ہے ، وغیرہ وغیرہ ۔

بَابُ بَيَانِ كُفْرٍ مَنْ قَالَ مُطَرَّنًا
بِالنَّشْوَةِ
جو شخص یہ کہے کہ ستاروں کے سبب
سے بارش ہوئی ہے اس کے کفر کا بیان

۱۳۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ سَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ عَالِيٍّ الْجُمَيْي قَالَ صَلَّى بِمَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ صَلَاتُ الصُّبْحِ بِالْحَدِّ يُمَيِّتُهُ فِي إِشْرَاسَتِهِ كَأَنَّهُ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَذُكُّونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَشْكُرُوهُ قَالَ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنِينَ وَكَافِرَاتٍ مِمَّنْ قَالَ مُطَرِّقُ بْنُ أَبِي نَافِلٍ اللَّهُ وَمُشْتَبِهٌ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ فِي كَافِلٍ بِالْكَوْكِبِ قَامَتْ مِمَّنْ قَالَ مُطَرِّقُ بْنُ أَبِي نَافِلٍ كَذَلِكَ أَذْكَبُ كَافِرِينَ مُؤْمِنِينَ بِالْكَوْكِبِ.

حضرت زید بن خالد جمعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی، اسی وقت رات کی بارش کا اثر باقی تھا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ حاضرین کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا، صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندوں میں سے بعض کی صبح ایمان پر اور بعض کی صبح کفر پر ہوئی ہے جس شخص نے کہا ہم پر خدا کے فضل و کرم سے بارش ہوئی اس نے مجھ پر ایمان کیا اور ستاروں کا کفر کیا جس نے کہا فلاں ستاروں کی تاثیر سے بارش ہوئی اس نے میرا کفر کیا اور ستاروں پر ایمان رکھا۔

۱۴۰۔ حَدَّثَنَا حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى وَعَمْرُو بْنُ سَوَادٍ الْعَامِدِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَ الْمُرَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ وَكَانَ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْنَا وَهَبٌ قَالَ أَحَبُّهُ فِي يُونُسَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَةَ أَنَّ أَبَاهُ يُوسُفَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْكُفَرَاءُ قَامُوا رَابِعَهُ قَالَ مَا أَنْعَمْتَ عَلَى عِبَادِي مِنْ نِعْمَةٍ إِلَّا أَصْبَحَ فَرِيقٌ بِهَا كَافِرِينَ يَقُولُونَ الْكُفَرُ وَالْكَفَرُ أَكْبَرُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا، اس نے فرمایا میں اپنے بندوں کو جب کوئی نعمت دیتا ہوں تو ان میں سے ایک گروہ اس کی ناشکری کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ نعمت مجھ کو فلاں ستارے یا ستاروں سے مل رہی ہے۔

۱۴۱۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ وَهَبٍ أَنَّ يُونُسَ وَهَبُ أَخْبَرَنَا عَنْ يُونُسَ أَنَّ أَبَا يُونُسَ قَوْلِي أَبِي هُرَيْرَةَ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ آسمان سے جو برکت بھی نازل کرتا ہے انسانوں میں سے ایک گروہ اس کی ناشکری کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بارش نازل فرماتا ہے اور وہ گروہ کہتا ہے کہ فلاں

ستارہ نے بارش برسانی۔

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مَا
أَقُولُ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ بَرَكَتِهِ إِنْ أَحْبَبْتُمْ قُرَيْشًا
مِنَ النَّاسِ بِهَا كَافِرِينَ يُتْرَكُ اللَّهُ الْغَيْثَ
فَيَقُولُونَ أَكُوكِبٌ كَذَا أَوْ كَذَا أَوْ فِي حَدِيثٍ
الْمَوَادِّي يَكُوكِبٌ كَذَا أَوْ كَذَا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بارش ہوتی تھی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کو بعض لوگوں نے شکر کیا اور بعض نے ناشکری۔ شکر گزاروں نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور ناشکروں نے کہا یہ نلال فلان ستاروں کا اثر ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: فَلَا اقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ۔ (یعنی ستاروں کے گرنے کی جگہ کی قسم کھاتا ہوں) پھر اس آیت کو پڑھتے رہا یہاں تک کہ وہ جعلیوں سے فکدہ انکھ تکزہ بون۔ (تکذہ بون)۔ تک پڑھا رتم جھوٹ اور باطل کو اپنا رزق بناتے ہو۔

۱۲۲۔ وَحَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ
الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا النَّصْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا
عِكْرَمَةُ وَهُوَ ابْنُ عَتَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو نُمَيْرٍ مَيْلُ
قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ مَطَرُ النَّاسِ عَلَى
عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْبَحَ مِنَ النَّاسِ
شَاكِرٌ وَمِنْهُمْ كَافِرٌ وَالْوَاهِي رَحْمَةُ اللَّهِ وَ
قَالَ بَعْضُهُمْ لَقَدْ صَدَقَ نَبِيُّ كَذَا أَوْ كَذَا
قَالَ فَتَرَأَتْ هَذِهِ الْآيَةَ فَلَا اقْسِمُ بِمَوَاقِعِ
النُّجُومِ حَتَّى بَلَغَ وَتَجْعَلُونَ رِمًا فَكَذَّبُوا
أَنَّهُمْ تَكْذِبُونَ۔

ستاروں کے ٹوٹنے کا قرآن مجید سے ابطال | جب کافروں نے کہا ستاروں کے سبب سے بارش

ہوتی ہے تو یہ آیات نازل ہوئیں:

تو مجھے قسم ہے ان جگہوں کی جہاں ستارے واقع ہوتے ہیں، اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے، بے شک یہ بڑی عزت والا قرآن ہے، محفوظ کتاب میں رہے، اس کو صرف پاک لوگ چھوئے ہیں، رب العالمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے تو کیا اس کلام کے ساتھ تم مداخلت کرتے ہو اور تم اپنے رزق کا شکر اس طرح ادا کرتے ہو کہ (قرآن مجید کی) تکذیب کرتے ہو اور کہتے ہو کہ ستاروں

فَلَا اقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ وَأَنَّهُ لَقَدْ جَاءَكُمْ
لَوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ أَنَّهُ لَقَرَأَنَ كَرِيمٌ فِي
كُتُبٍ مَكْنُونٍ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ
لَنَنْزِيلٍ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ • أَفَبِهَذَا الْحَدِيثِ
إِنَّهُمْ مَدَّاهُنَّ وَتَجْعَلُونَ رِمًا فَكَذَّبُوا
تَكْذِبُونَ •

(واقعہ: ۸۲-۸۵)

کے سبب سے بارشیں ہوتی ہیں

علامہ اسی ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جن کا یہ اعتقاد ہے کہ ستارے بارش برسانے میں مؤثر حقیقی ہیں وہ بلاشبہ کافر ہیں اور جن کا یہ اعتقاد ہے کہ بالکل محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتی ہے اور ستارے بالکل کے لیے میقات اور علامت ہیں وہ کافر نہیں ہیں۔

ان آیات سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ بارشیں کو صرف اللہ عزوجل نازل فرماتا ہے، وہ اس میں مستقل متصرف ہے اور اس میں اس کا کوئی اور شریک اور سہم نہیں ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ قرآن کریم جو مطلقاً حق پر مشتمل ہے اور تمہیں فوز و فلاح کی طرف ہدایت دیتا ہے تم اس کی اطاعت میں سستی اور مدد منت کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے، بلکہ شکر ادا کرنے کی بجائے اس کی تکذیب کرتے ہو اور یہ کہتے ہو کہ ستاروں نے بارشیں برساتی ہیں۔

علامہ بیہشت کہتے ہیں سات آسمانوں میں سے ہر آسمان میں ایک گردش کرنے والا ستارہ ہے جس کو وہ کوکب سیارہ کہتے ہیں۔ پہلے آسمان

کواکب سیارگان اور برج کا بیان

پر قرعہ، دوسرے پر عطارد، تیسرے پر زہرہ، چوتھے پر شمس، پانچویں پر مریخ، چھٹے پر مشتری اور ساتویں پر زحل ہے۔ انھیں آسمان پر ثابت ستارے ہیں جو حرکت نہیں کرتے اور زوال آسمان فلک اطلس ہے جس پر کوئی ستارہ نہیں ہے اور انھیں آسمان پر ستاروں کے اجتماع سے جو میثقت منقطع ہوتی ہے وہ فرائی آسمان پر اس کے شفاف ہونے کی وجہ سے مختلف شکلوں میں نظر آتی ہے۔ یہ بارہ شکلیں ہیں، حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو اور حوت، اور ان کو علامہ میثقت برج کہتے ہیں، فلک اطلس کو ان بارہ برجوں پر تقسیم کر دیا ہے اور یہ بارہ برج ان کوکب سیارہ کی منازل ہیں، مثلاً سورج کی ایک حرکت عرض ہے جو وہ فلک اطلس کے تابع ہونے کی وجہ سے کرتا ہے، یہ حرکت وہ مشرق سے مغرب کی طرف کرتا ہے، اسی حرکت سے دن اور رات کا سلسلہ جاری ہے، سورج کی دوسری حرکت ذاتی ہے، یہ مغرب سے مشرق کی طرف ہے، ایک سال میں سورج اپنی ذاتی حرکت سے ان بارہ منازل (برج) کو طے کرتا ہوا فلک اطلس کا دور مکمل کرتا ہے، سال کے بارہ مہینہ اور گرمی اور سردی کے مختلف موسم سورج کی اسی ذاتی حرکت سے ظہور میں آتے ہیں۔

علامہ بیہشت کہتے ہیں آسمان نویں آسمان آسمان وہ ہے جس کو شریعت نے گری کہا ہے اور زوال آسمان وہ جس کو شریعت نے عرض کہا ہے۔ مثلاً بعض جگہ ستاروں کے جھگٹے سے فنیہ کی شکل بن جاتی ہے اس کو برج اسد کہتے ہیں، بعض جگہ ستاروں کے اجتماع سے کیکڑے کی شکل بن جاتی ہے اس کو برج سرطان اور بعض جگہ ترازو کی شکل بن جاتی ہے اس کو برج میزان کہتے ہیں، ملل ہذا القیاس بارہ برج ہیں، ترازو مجید میں بھی برج کا ذکر ہے: والسماء خات البسورج (بروج: ۱) ”برجوں والے آسمان کی قسم“ اس آیت میں بروج سے مراد ستاروں کے سفر کی منازل ہیں۔

سورج کے علاوہ باقی سیارے بھی ان منازل کے موافق گھومتے ہوئے ایک سال میں فلک اطلس کا دور اپنی حرکت سے طے کرتے ہیں۔

ستارہ پرستوں کا نظریہ

اہل نجوم (ستارہ پرست، جو ستاروں کی تاثیر کے قائل ہیں) کہتے ہیں کہ فلک ستارہ جب فلک برج میں پہنچ جائے، تو مثلاً بارش ہوتی ہے۔ یا قحط پڑتا ہے یا دیباؤں اور سمندریوں میں طوفان آتے ہیں یا فصل پیدا ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ، اسی طرح یہ لوگ انسان کے نام اور اس کی تاریخ پیدائش سے اس کا ستارہ نکالتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اس کی پیدائش کے وقت اس کا ستارہ فلک برج میں تھا اور یہ ستارہ سورج یا نحس ہے اور پھر اس کی زندگی میں رونمائی ہونے والے تمام واقعات کا رشتہ اس ستارے کے سفر سے جوڑتے ہیں کہ جب یہ ستارہ فلک برج میں پہنچے تو مثلاً اس کو سفر میں کامیابی ہوگی، نوکری ملے گی، تجارت میں فائدہ ہوگا وغیرہ وغیرہ، یہ تمام اٹکل پیکر اور ڈھکوسلے ہیں مابھی اخبارات اور رسائل میں اس قسم کے کالم شائع ہوتے ہیں کہ ”آپ کا یہ ہفتہ کیسے گزرے گا“ اور اس ہفتہ میں واقع ہونے والے تمام واقعات کی پیش گوئی خیریں دی جاتی ہیں اور لوگوں کو غیب پر مطلع کیا جاتا ہے یہ تمام باتیں بے اصل ہیں اور زمانہ جاہلیت کی یادگار ہیں، اسلام میں ان کی کوئی اصل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا سخت رد کر دیا ہے، اور جو شخص ان باتوں کو سچ اور حق یاد کرے وہ شریعت محمدی کا انکار کرتا ہے اور اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے، اسی طرح منٹ یا نقد پر بیٹھ کر جو لوگ طوطے کے ذریعہ قسمت کا حال بتاتے ہیں یا جو ہفتگی لکیریں دیکھ کر غیب پر مطلع کرتے ہیں، ان کی بتائی ہوئی باتوں پر یقین کرنا بھی کفر ہے، اور عام طور پر یہ لوگ بالکل جاہل ہوتے ہیں، ان کو یہ پتا ہوتا ہے کہ کون سا ستارہ کس فلک میں ہوتا ہے نہ یہ پتا ہوتا ہے کہ برج کس چیز کا نام ہے، انہوں نے صرف چند ستاروں اور چند برجوں کے نام یاد کیے ہوتے ہیں اور ان کا نام لے کر اپنی ملیت یا جہالت کا رطب ڈالتے ہیں یہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

اسباب کی تاثیر کا بیان

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے اور ہر چیز کو موجود کرنے کا ایک سبب بنایا ہے، لیکن یہ اسباب مؤثر حقیقی نہیں ہیں، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان اسباب کے بغیر اس چیز کو موجود کر دے، اور اگر وہ کسی چیز کو پیدا کرنا نہ چاہے تو ان اسباب کے باوجود وہ چیز موجود نہیں ہوتی، مثلاً اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے اختلاط کو انسان کی پیدائش کا سبب بنایا لیکن اس نے عورت کے بغیر حضرت حوا کو پیدا کر دیا اور مرد کے بغیر حضرت عیسیٰ کو پیدا کر دیا اور مرد اور عورت دونوں کے بغیر حضرت آدم کو پیدا کر دیا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ مرد اور عورت انسان کی پیدائش کا سبب ہیں، مؤثر حقیقی نہیں ہیں، اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرد اور عورت کے اختلاط کے باوجود بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح دوائی علاج کا سبب ہیں لیکن کبھی دوا کو استعمال کرنے کے باوجود شفا نہیں ہوتی اور کبھی استعمال کیے بغیر شفا ہو جاتی ہے اور ایسا اس لیے ہوتا ہے لوگوں کی نظر اسباب پر نہ رہے سبب الاسباب پر رہے، اور لوگ

اسباب کو نہیں اللہ تعالیٰ کو موثر حقیقی سمجھیں، اور کسی چیز کے سبب کو حاصل کرنے کے باوجود اس کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں اور دعا استغاثہ کرنے کے باوجود اسی سے شفا و امید رکھیں سورج شخص اسباب حاصل کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ ہی کو موثر حقیقی گردانتا ہے وہ مومن ہے اور جو شخص ان اسباب کو موثر حقیقی مانتا ہے وہ کافر اور دھریہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ستاروں کی بارش برسانے میں موثر حقیقی مانتا کفر ہے اور یقینی سبب مانتا بلا دلیل ہونے کی وجہ سے باطل ہے لیکن کفر نہیں ہے البتہ کفار کے قول کے مشابہ ہونے کی بنا پر مکر وہ ہے۔ اسی طرح باقی اسباب کا حال ہے مثلاً سورج کو روشنی کے لیے موثر حقیقی مانتا کفر ہے، چونکہ اس کا روشنی کے لیے سبب یقینی ہونا دلیل سے ثابت ہے، اس لیے اس کو سبب یقینی ماننے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جس کا تاثیر پر حتمی دلیل نہ ہو اس کو اسباب ظنیہ کے طور پر مان لینے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسے مختلف دواؤں کا مختلف امراض میں موثر ہونا۔ ان کو اسباب غالب ظنیہ کے طور پر ماننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ حُبَّ الْأَنْصَارِ
وَعَلَى رِضَى اللَّهِ عَنْهُمْ مِنَ الْإِيمَانِ وَعَلَامَاتِهِ
وَبَعْضُهُمْ مِّنْ عِلْمَاتِ النَّفَاقِ

انصار اور حضرت علی سے محبت رکھنا ایمان کی اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔

۱۴۲۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ
ابْنُ قَهْوَةَ عَنْ ثَعْلَبَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّسَائِيَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَاسْكُودَايَةُ الْمَنَافِقِ بَغْضُ
الْأَنْصَارِ وَآيَةُ الْمُؤْمِنِ حُبُّ الْأَنْصَارِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نفاق کی علامات انصار سے بغض رکھنا، اور ایمان کی علامت انصار سے محبت رکھنا ہے۔

۱۴۲۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْخَارِزِيُّ حَدَّثَنَا
تَحَالِدُ بْنُ يَحْيَى الْخَارِزِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ
ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ حُبُّ الْأَنْصَارِ آيَةُ الْإِيمَانِ وَ
بَغْضُهُمْ آيَةُ النِّفَاقِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصار کی محبت ایمان کی نشانی اور ان سے بغض نفاق کی نشانی ہے۔

۱۴۲۵۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي
مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُنَادٍ
الْقَطَطِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ حَزْمٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ
بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بارے میں فرمایا کہ ان سے صرف مومن محبت کرتا ہے اور ان سے صرف منافق ہی بغض رکھتا ہے جو ان

سے محبت کرے گا اس سے اللہ تعالیٰ محبت کرے گا
اور جو ان سے بغض رکھے گا اس سے اللہ بغض
رکھے گا۔

عَلَيْهِ وَالِإِيمَانُ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْأَنْصَارِ لَا يُحِبُّهُمْ
إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُكَافِئُ مَنْ أَحَبَّهُمْ
أَحَبَّهُ اللَّهُ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللَّهُ قَالَ شُعْبَةُ
لِعَدَائِي سَمِعْتَهُ مِنْ الْأَنْصَارِ فَتَأَلَّى إِيَّائِي
حَدَّثَتْ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص
اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو گا وہ انصار
سے بغض نہیں رکھے گا۔

۱۲۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ
يَعْقُبٍ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِي عَنْ سَهْلٍ عَنْ
أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُبْغِضُ الْأَنْصَارَ مَجْلُ
يُحِبُّ مِنْ يَأْتِيهِمْ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ -

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ
تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو گا وہ انصار سے
بغض نہیں رکھے گا۔

۱۲۷ - وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي شَيْبَةَ
حَدَّثَنَا جَرِيرٌ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
حَدَّثَنَا أَبُو سَامَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي
صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُبْغِضُ الْأَنْصَارَ مَجْلُ يُؤْمِنُ
يَأْتِيهِمْ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ -

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ چیرا اور جس
نے جانداروں کو پیدا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ مجھ سے صرف
مومن محبت کرے گا اور صرف منافق مجھ سے بغض
رکھے گا۔

۱۲۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
وَكَيْعٌ وَأَبُو مَعَاذٍ عَنِ الْأَعْمَشِ وَحَدَّثَنَا
يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَالْقَاسِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ
عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عِدَائِي بْنِ قَابِطٍ عَنْ زَيْدٍ قَالَ
قَالَ عَلِيٌّ ذَا الَّذِي فَتَنَ الْحَبَّةَ وَبَوَّالِثَمَةَ إِنَّهُ
لَعَهْدُ النَّبِيِّ الْأَخْيَرِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ

وَسَلَّمَ إِلَى أَنْ لَا يُحِبَّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُنِي إِلَّا مُكَافِئُ مَنْ
الانصار سے اگر اس وجہ سے بغض ہو کہ یہ انصار رسول اللہ ہیں یعنی یہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار ہیں۔ تو یہ یقیناً کفر اور نفاق ہے اور اگر

حدیث الباب کی تشریح

کسی اور وجہ سے ناراضگی ہو جیسے بعض صحابہ کرام کے آپس میں اختلاف تھے یا جیسے حضور کے وصال کے
بعد ہاجرین اور انصار میں خلیفہ کے انتخاب میں اختلاف ہوا تو اس قسم کا اختلاف یا ناراضگی اس حکم میں شامل نہیں ہے، اسی طرح اگر
کوئی شخص حضرت علی سے اس لیے بغض رکھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہیں تو
یہ کفر ہے۔ اور اگر کوئی اور وجہ ہو جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں اختلافات

رہے تو یہ نفی کفر نہیں ہے، انصار نے دین اسلام کی نفرت کی، اور مسلمانوں کو پناہ دی، دین اسلام کی مہارت میں
 بڑھو چڑھ کر حصہ لیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی اور آپ کی خاطر جان و مال کو خرچ کیا اور آپ کی وجہ
 سے لوگوں کی دشمنی مول لی، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خاطر ہمیشہ بہا قربانیاں دیں، اور رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنے باپ اور بھائیوں کو چھوڑا، اس وجہ سے ان کو یہ مقام حاصل ہوا کہ
 ان سے محبت رکھنا ایمان کی اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔

بَابُ بَيَانِ نَقْصَانِ الْإِيمَانِ بِتَقْصِصِ
 الطَّاعَاتِ وَبَيَانِ إِطْلَاقِ لَفْظِ الْكُفْرِ عَلَى
 غَيْرِ الْكُفْرِ بِاللَّهِ تَعَالَى لَكُفْرِ النِّعَمَةِ وَالْحَقِّقِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
 ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
 خواتین! تم صدقہ کیا کرو، اور بکثرت استغفار کیا کرو
 کیونکہ میں نے تم لوگوں کو جہنم میں بکثرت دیکھا،
 ان میں سے ایک صاحب عقل خاتون نے کہا:
 یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہنم میں ہماری اکثریت
 کس سبب سے ہوگی؟ آپ نے فرمایا کیونکہ تم بکثرت
 لعنت کرتی ہو اور شہر میں کافر مانی کرتی ہو، ناقص العقل
 اور ناقص الدین ہونے کے باوجود وانا اور میرے
 شخص کے عقل کو زائل کرنے والا ہیں نے موت نہیں
 کو دیکھا ہے، اس عورت نے پوچھا یا رسول اللہ
 ہماری عقل اور ہمارے دین میں کیا کمی ہے۔ آپ
 نے فرمایا کہ عقل کی کمی یہ ہے کہ دو عورتوں کی
 شہادت ایک مرد کے برابر ہے اور دین میں کمی یہ
 ہے کہ ماہ سواری کے ایام تم غائے پڑھ سکتی ہو، نہ
 روزہ رکھ سکتی ہو۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی صلی
 اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مثل روایت کیا۔

۱۳۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ بْنُ الْمُطَاهِرِ الْمُصْرِقِيُّ
 أَخْبَرَنَا الْكَلْبِيُّ عَنْ ابْنِ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
 دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ
 تَصَدَّقْنَ وَأَكْثِرْنَ الْإِسْتِغْفَارَ فَإِنِّي رَأَيْتُكُمْ
 أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ قُنْطَرَةٌ جَزَلَةٌ
 وَمَا لَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَكْثَرُ أَهْلِ النَّارِ قَالِ
 مُكْثِرُونَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْغَيْبِ مَا دَأَبْتُ مِنْ
 نَاقِصَاتٍ عَقْلٍ وَدِينٍ أَعْلَبَ لِيذِي لُبٍّ مِنْكُمْ
 قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا نَقْصَانُ الْعَقْلِ وَالْدِينِ
 قَالَ أَمَّا نَقْصَانُ الْعَقْلِ فَهَهَا ذُو امْرَأَتَيْنِ
 تَعْدِلُ بَيْنَهُمَا ذُو رَجُلٍ فَهَذَا نَقْصَانُ الْعَقْلِ وَ
 تَمَكُّتُ النَّيَالِي مَا تَصِلُ وَتَقْطُرُ فِي رَمَضَانَ
 فَهَذَا نَقْصَانُ الدِّينِ وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ
 أَحْمَدُ بْنُ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ يَكْرِ بْنِ مُصْطَفَى بْنِ ابْنِ
 الْهَادِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَشَكَّلَهُ۔

۱۵۰- وَحَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحَلَوَانِيُّ
 وَأَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ لَأَحَدُنَا ابْنُ أَبِي مَرْثَدٍ
 أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي تَمِيمُ بْنُ

أَسْأَلُهُ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ
الْعَدَنِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ -
(۱۵) ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَفَيْيَبَةُ وَ
ابْنُ مُحَمَّدٍ الْقَوَاعِدُ ثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ
عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو وَعَنِ الْمُتَّقِيْنَ عَنْ أَبِي
هَرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
يَعْتَلِ مَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ -

حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
اس حدیث کی مثل روایت کیا جیسے حضرت ابن عمرؓ نے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

مومن کو لعنت کرنے کا حکم | اس حدیث میں ہے: زیادہ عورتیں جنم میں اس وجہ سے جائیں گی کہ وہ بکثرت
لعنت کرتی ہیں اور خداوند کی نافرمانی کرتی ہیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی کہتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مومن کو لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کی مثل ہے اور علماء کا اس پر اتفاق
ہے کہ مومن کو لعنت کرنا حرام ہے، لعنت میں لعنت کا معنی ہے ایسا، دور کرنا، اور اصطلاح شرع میں اس
کا معنی ہے اللہ کی رحمت سے دور کرنا۔ اس لیے جس کی کفر پر موت کا قطعی علم نہ ہو اس پر لعنت کرنا جائز
نہیں ہے اس لیے کسی شخص معین پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، ان جس شخص کی کفر
پر موت کا قطعی علم ہو اس پر لعنت کرنا جائز ہے، جیسے ابو جہل اور ابلیس اور وصف کے ساتھ بالعموم لعنت کرنا
جائز ہے، جیسے جہودوں پر اللہ کی لعنت ہو، ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو اور ناسقوں اور کافروں پر اللہ کی
لعنت ہو، اسی طرح ان تمام اوصاف پر لعنت کرنا جائز ہے جن اوصاف پر شریعت میں لعنت کی گئی ہے
یزید پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں اس پر ہم نے شرح صحیح مسلم کی جلد ثالث اور جلد سابع میں مکمل
بحث کی ہے۔

اس حدیث میں چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کرنے پر دوزخ کے ذاب کی وعید سنائی
ہے، اس سے معلوم ہوا کہ لعنت کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

عورت کی نصف شہادت کی تحقیق | اس حدیث میں ہے: عورت کی عقل کی کمی یہ ہے کہ دو عورتوں کی شہادت
ایک مرد کے برابر ہے۔

اس حدیث میں اس بات کی واضح تصریح ہے کہ عورت کی شہادت مرد کی شہادت کا نصف ہے اور دو عورتوں
کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری (ج ۱ ص ۱۳۱، ۱۹۷، ۲۶۱، ۳۶۳) امام مسلم، امام ترمذی، (ص ۳۷۵) امام ابو داؤد

رج ۲ ص ۲۸۷) امام ابن ماجہ (ص ۲۸۹-۲۸۸) امام حاکم نیشاپوری (رج ۲ ص ۹۰) علامہ ذہبی (رج ۲ ص ۱۹۰)، امام احمد بن حنبل (رج ۲ ص ۲۷۷) امام طرمذی (رج ۱ ص ۱۹۰) امام بیہقی (رج ۱ ص ۳۰۸) اور دیگر محدثین نے روایت کی ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے:

ان تفضل احدهما فتذکر احدهما الاخریٰ تاکہ ایک عورت بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔ (بقا ۲۸۲، ۲۸۳)

یہ حدیث چار عظیم صحابہ سے مروی ہے اور ہم نے اس کو دس اہل علم ائمہ حدیث سے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے ذکر کردہ اصول کے مطابق یہ حدیث ممکنہً متواتر ہے ورنہ اس حدیث کے مشہور ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے اور اس حدیث سے یہ ثابت ہے کہ مالی معاملات میں عورت کی شہادت مرد کی شہادت کا نصف ہوتی ہے اور اس کا انکار کرنا کھلی ہوئی گمراہی ہے۔

بعض متجدد علماء یہ کہتے ہیں کہ عورت کی شہادت کو مرد کی شہادت کا نصف قرار دینا عورت کو آدھا انسان قرار دینے کے مترادف ہے اور یہ انسانیت کی کھلی ہوئی قرین ہے۔

سب سے پہلے یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ جس معاملہ میں دو مرد پیش نہ آنے کی صورت میں ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے، یہ اختیار ہی شہادت کا معاملہ ہے یعنی یہ وہ صورت نہیں ہے کہ جب کسی ہنگامی، ناگہانی یا اضطراری واقعہ میں کسی مالی معاملہ یا کسی انسانی حق میں موقع پر موجود کسی شخص کی گواہی کو اس معاملہ یا حق کے ثبوت میں پیش کرنا ہو ایسے کسی ہنگامی اور ناگہانی واقعہ میں ایک مسلمان عورت تو الگ رہی کفار کی شہادت سے بھی وہ معاملہ یا حق ثابت ہو جائے گا، قرآن مجید کی زیر بحث جس آیت میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے اس میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ جب تم اپنے قصد اور اختیار سے اپنے کسی کاروباری معاملہ یا قرض کے لین دین پر گواہ بنانا چاہو تو اپنی پسند اور مرضی سے گواہ بناؤ۔ اور وہ دو مسلمان مرد ہیں، یا ایک مسلمان مرد اور دو مسلمان عورتیں ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ توجہ اور اختیار کی حالت میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتیں کیوں رکھی گئی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ علت میں مدعی علیہ کے خلاف گواہی دینا بہت بڑی جرات، حوصلہ اور دلیری کی بات ہے، کیونکہ جس فریق کے خلاف گواہی دی جاتی ہے، فطری طور پر وہ فریق اس گواہ کا دشمن ہو جاتا ہے اور فریق مخالف گواہ کو ڈراتا اور دھمکانا ہے اور مختلف متشککوں سے اس کو مرعوب اور متاثر کرنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ عورتیں جب گواہی دینے کے لیے آتی ہیں تو روئے گنتی ہیں یا کو سنا شروع کر دیتی ہیں یا وکیل مخالف کے اعتراضات سے گھبرا کر بے ربط اور اقل قول باتیں کرنا شروع کر دیتی ہیں۔

یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ عورتیں مردوں سے فطرتاً کمزور ہوتی ہیں اور ان میں مردوں کی بہ نسبت جرات اور حوصلہ بہت کم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو سپہ سالار جنرل اور کمانڈر نہیں بنایا جاتا، دنیا میں مرد و دے چند عورتیں پائمنٹ ہیں اور بالعموم ساری دنیا میں عورتوں کو پائمنٹ نہیں بنایا جاتا، غرض ہمت، دلیری اور شجاعت کے تمام کام مردوں کے سپرد کیے جاتے ہیں اور عورتوں کو ان کاموں سے الگ رکھا جاتا ہے۔

چونکہ فریق مخالف کے خلاف گواہی دینا بہت جرات اور حوصلہ کا کام ہے اس وجہ سے اسلام نے یہ کام اصالۃ
 اور بالذات دوسروں کے سپرد کیا ہے اور اگر کسی مقدار معاملہ کے وقت دوسرے بیٹھنے والوں تو پھر ایک مرد اور
 دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے کیونکہ عین ممکن ہے کہ عدالت میں فریق مخالف کی جرح یا اس کے خون
 سے عورت اپنی طبعی کمزوری سے گھبرا کر کچھ کا کچھ کہہ دے تو دوسری عورت اس کو صحیح بات یاد دلا دے
 اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان تفضل احداھما فتذکر احداھما
 الاخری۔ بعد ۲۸۲:۵

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں ضلال کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
 والضللال عن الشہادۃ انما ہونسیان
 جزء منها و ذکر جزء و یبقی المرء حیران
 بعد ذلک ضالا ً
 جبران ہو۔

و کلام بیان کرتے ہیں کہ پہچانے فی صد مقدمات میں جب عورت گواہی کے لیے پیش ہوتی ہے
 تو یا رو پڑتی ہے یا گھبرا کر اول فرل باتیں کرتی ہے یا کو سنا شروع کر دیتی ہے، اس کے مقابلہ میں مرد فطرۃ
 تو ہی جرات مند اور دلیر ہوتا ہے اور فریق مخالف کے دباؤ سے مرعوب اور متاثر نہیں ہوتا، اس لیے وہ
 عدالت میں حوصلہ ہائے بغیر ٹھیک ٹھیک گواہی پیش کرتا ہے۔ اسلام نے جو نظام حیات پیش کیا ہے وہ
 چونکہ فطری تقاضوں سے ہم آہنگ ہے اس وجہ سے اس نے ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی
 رکھی ہے تاکہ گواہی کے موقع پر ان دونوں عورتوں کو ایک دوسری سے طمانیت خاطر ہے اور ڈھارس
 بندھی رہے اور جب عورت بوکھلا جائے اور گھبراہٹ میں کچھ کا کچھ کہنے لگے تو دوسری عورت اس کو صحیح
 بات یاد دلا دے۔

ایک مرد کی گواہی کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی کو مقرر کرنے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ تجارتی مال
 کی پیچیدگیوں، لین دین کی باریکیوں اور قرض کی ضروری شرائط اور قیود سے عام طور پر مرد پوری طرح واقف
 ہوتے ہیں اس کے برعکس عورت چونکہ فطری اور شرعی طور پر صرف امور خانہ داری کی ماہر ہوتی ہے اور عام
 دنیاوی معاملات میں وہ براہ راست ملوث نہیں ہوتی اور نہ اس کی باریکیوں سے کما حقہ واقف ہوتی ہے
 اس وجہ سے کسی لین دین اور معاہدہ کے وقت فریق مخالف یہ چاہتا ہے کہ اس کے معاملہ پر زیادہ سے زیادہ
 تجربہ کار اور اہل شغف گواہی دے اس لیے وہ چاہتا ہے کہ اولین مرحلہ میں دو مردوں کو گواہ بنایا جائے اور اگر
 دوسرے بیٹھنے آ سکیں تو ایک مرد یا دو عورتوں کو گواہ بنا دیا جائے تاکہ اس کے معاہدہ پر زیادہ سے زیادہ بہتر گواہی
 پیش کی جاسکے اور اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے اس نے انسانی فطرت کے قریب گواہی کا یہ ضابطہ

مقرر کیا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ عورت چونکہ فطرۃً منقعل مزاج ہوتی ہے اس لیے فرائق مخالف کے رکیل کی جمع کے موافق پر اس کا اصل موقف سے پھسل جانا اور فرائق مخالف کے دلائل سے متاثر ہو جانا زیادہ ممکن ہے اس لیے اس کو اصل موقف پر قائم رکھنے کے لیے ایک اور گواہ کی ضرورت ہے تاکہ جب وہ منقعل یا متاثر ہو کر اصل موقف سے پھسلے لگے تو دوسری گواہ اس کو سنبھال سکے اور اس کو برقت اصل موقف یا دلائل کے

وہ امور جن میں صرف عورتوں کی گواہی معتبر ہے

مذکورہ الحدیث بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ مالیات کے اختیار میں معاملات میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی مشروع اور مقرر کرنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اسلام کے نزدیک عورت آدمی انسان سے زیادہ حقیر یا کم درجہ کی مخلوق ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فطرۃً منقعل مزاج ہے یا مرد کے مقابلہ میں جرات اور حوصلہ کم رکھتی ہے یا اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ وہ عاقلہ، فطرۃً گھریلو معاملات اور امور زمانہ داری میں ماہر ہوتی ہے اور مالیاتی نظام کی باریکوں اور کاروباری مذاکرات سے واقف اور ان امور کی ماہر نہیں ہوتی اس لیے ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی مشروع اور مقرر کی گئی ہے درجہ جن معاملات پر اس کی دسترس ہوتی ہے یعنی عورتوں سے متعلق معاملات ان میں تنہا ایک عورت کی گواہی مشروع اور مقرر کی گئی ہے، اگر اسلام کے نزدیک عورت آدمی انسان ہوتی یا ساقط الاعتبار ہوتی تو عورتوں کے مخصوص معاملات میں صرف ایک عورت کی گواہی کو کیوں کافی قرار دیا جاتا؟ اب ہم تاریخین کے سامنے ایسی احادیث پیش کر رہے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ عورتوں کے مخصوص معاملات میں صرف عورتوں کی گواہی کافی ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عقبۃ بن الحارث قال تزوجت امرأتاً فجاءت امرأتاً فقالت انی ارضعتکما فأتیت فذکرت لکمی صلی اللہ علیہ وسلم فقال کیف وقد قیل دعھا عنک

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی ایک اور عورت نے آکر کہا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر یہ واقعہ عرض کیا آپ نے فرمایا: تم اس عورت کو اب نکاح میں نہ لے کر رکھ سکتے ہو جبکہ یہ شہادت ہو چکی ہے اس عورت کو طلاق دے دو۔

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صرف ایک عورت نے یہ شہادت دی کہ اس نے حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ کو دودھ پلایا ہے اور صرف اسی ایک عورت کی شہادت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ بن حارث کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں، ہر چند کہ فقہاء احناف اور دیگر ائمہ کے نزدیک یہ حدیث استحباب پر معمول ہے، اور رضاعت میں صرف ایک عورت کی شہادت پر فیصلہ نہ کرنا واجب نہیں

عورت کی شہادت کو نصف شہادت قرار دینے کی حکمتیں | مذکورہ اعداد احادیث، آثار، اقوال تابعین اور ائمہ مذاہب کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ جو امور عورتوں کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں، ان میں صرف ایک عورت کی شہادت پر بھی فیصلہ کرنا جائز ہے اس لیے یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کہ مالی معاملات کی اختیاری گواہی میں چونکہ ایک مرد کی گواہی کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی رکھی گئی ہے اس لیے اسلام نے عورت کو آدھا انسان قرار دیا ہے یا اس کی گواہی کو کمتر قرار دیا ہے، اگر اسلام کے نزدیک عورت آدھا انسان ہوتی یا وہ حقیر اور ذلیل ہوتی تو ان معاملات میں صرف ایک عورت کی گواہی پر فیصلہ کا مدار کیوں رکھا جاتا؟

اگر مرد یہ اعتراض کہیں کہ بعض نسوانی معاملات میں ان کی شہادت اصلاً معتبر نہیں ہے، جبکہ ان معاملات میں عورتوں میں سے ایک عورت کی گواہی قبول کر لی جاتی ہے تو دوسروں کو اسلام نے بالکل ساقط الاعتبار کر دیا اور ان کو آدھے انسان کا درجہ بھی نہیں دیا تو کیا مردوں کا یہ اعتراض درست اور معقول ہو گا؟ نہیں بلکہ یہ بھی کہا جائے گا کہ جن دنیاوی معاملات میں مردوں کو شہادت کی اہلیت ہے وہاں مردوں کی شہادت قبول کی جاتی ہے اور جن نسوانی معاملات میں عورتیں شہادت کی اہل ہیں وہاں عورتوں کی شہادت قبول کی جاتی ہے، اسلام نے جس صنف کی شہادت کا جس جگہ اعتبار کیا ہے وہ عین حکمت اور فطرت کے مطابق ہے سبحان اللہ و بحمدہ

سبحان اللہ العظیم۔ مزید غور فرمائیے کہ اثبات زنا میں دو کے بجائے چار مردوں کی گواہی مقرر کی گئی ہے اب کیا مرد یہ کہہ سکتے ہیں کہ جناب ہماری گواہی تو آدمی کر دی گئی ہے کیونکہ باقی حدود اور معاملات میں دوسروں کی گواہی کافی ہوتی ہے اور اب زنا میں بجائے دو کے چار مردوں کی گواہی ضروری قرار دی گئی ہے تو گویا دوسروں کو ایک کے قائم مقام کیا ہے اور یہ مرد کو آدھا انسان قرار دینا ہے! اس کے جواب میں بھی یہی کہا جائے گا کہ چونکہ زنا کی سزا بہت سخت رکھی گئی ہے جس میں شادی شدہ زانی کو رجم کر دیا جاتا ہے اس لیے اس کے ثبوت کی بھی کڑی شرط رکھی ہے اور ثبوت زنا کو چار مسلمان مردوں کی گواہی پر موقوف کیا گیا ہے۔

پھر یہ چیز بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ شہادت دینا کوئی حق یا انعام نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو عورتیں کہہ سکتی تھیں کہ ہمارا حق کم کر دیا گیا ہے، عدالت میں جا کر فریق ہمتی کے خلاف گواہی دینا اور اس کی دشمنی مول لینا یہ بڑا ایک ابتلا اور مصیبت ہے، بعض اوقات شہادت دینے کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر جانا پڑتا ہے اور سفر کی صعوبتیں اٹھانی پڑتی ہیں، اسلام نے صنف نازک پر جیسے احسانات کیے ہیں کہ اس پر عاشق اور بچوں کی کفالت کا بوجھ نہیں رکھا، ایام حین میں نازکوں کا تکلف نہیں کیا، مالیت حیض حمل اور رضاعت میں روزے سے قضا کرنے کی مہلت دی ہے، اسی طرح اسلام کا عہد قرآن پر یہ بھی احسان اور انعام ہے کہ اس پر شہادت ادا کرنے کا بوجھ کم سے کم رکھا ہے حدود اور قصاص کے معاملات جن کی گواہی دینے میں زیادہ خطرہ اور مشقت ہے ان میں اس کو شہادت کا بالکل مکلف نہیں کیا اور مالی معاملات میں اس کے بوجھ کو کم کر دیا ہے، اور جو بوجھ ایک مرد پر ڈالا جاتا ہے وہ دو عورتوں پر تقسیم کر دیا، الحمد للہ علی احسانہ و انعامہ۔

اس مسئلہ کی پررمی تفصیل اور تحقیق کے لیے شرح صحیح مسلم جلد خامس کا مطالعہ فرمائیں۔
اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

حدیث الباب سے استنباط شدہ مسائل

- ۱۔ اس حدیث میں کفرانِ نعمت اور خاوند کی ناشکری پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہے۔
- ۲۔ اس حدیث میں ایمان کی کمی اور زیادتی کا بیان ہے۔
- ۳۔ امام اور علماء کا رعا یا اور عوام کو درمظن کرنا، ان کو نیکی پر برا بھلا کہنا اور گناہوں سے منع کرنا۔
- ۴۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ متکلم کو اگر عالم کی کوئی بات سمجھ نہ آئے تو وہ عالم سے سوال کرے اور وضاحت طلب کرے۔
- ۵۔ شوہر کی اطاعت اور اس کے انعام کا شکر کرنا واجب ہے۔
- ۶۔ ناشکری اور من طعن کرنا گناہ کبیرہ ہے۔
- ۷۔ صدقہ کرنے اور استغفار سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔
- ۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے کوئی چیز مخفی نہیں حتیٰ کہ آپ زمین پر گھڑے ہو کر جہنم کو دیکھ لیتے تھے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا میں نے عورتوں کو بختِ جہنم میں دیکھا۔
- ۹۔ ناشکری پر بھی کفر کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاوند کی ناشکری کو کفر سے تعبیر فرمایا ہے۔
- ۱۰۔ چونکہ ابھی تک جنت اور جہنم میں جزا اور سزا کا سلسلہ شروع نہیں ہوا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان "کہ میں نے جہنم میں عورتوں کو دیکھا" کے تین مطلب ہیں۔ اقل یہ کہ دیکھنے سے مراد علم ہوا اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جنتیوں اور جہنمیوں کا علم عطا فرمایا تھا، دوم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بئزخ میں جہنم کے نذاب میں مبتلا ہونے والوں میں بکثرت عورتیں دیکھیں سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عالم مثال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مستقبل میں ہونے والے واقعات دکھا دیے ہوں۔

نماز ترک کرنے پر کفر کا اطلاق

بَابُ بَيَانِ اِطْلَاقِ اسْمِ الْكُفْرِ عَلَى مَنْ

تَرَكَ الصَّلَاةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ابن آدم سجدہ کی آیت تلاوت کرے سجدہ کر لیتا ہے تو شیطان روتا ہوا بھاگ جاتا ہے اور کہتا ہے اے افسوس ابن آدم کو سجدہ کا حکم ہوا اور وہ

۱۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابُو كَرَيْبٌ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ فَتَسَجَّدَ أَتَى الشَّيْطَانُ يَبْكِي

سجدہ کر کے جنت کا مستحق ہو گیا اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا اور میں انکار کر کے جہنم کا مستحق ہو گیا۔

يَقُولُ يَا ذِكْرًا فِي رَدِّ آيَةِ ابْنِ كُرَيْبٍ يَأْتِيهِ
أَمْرَانِ أَحَدُهُمَا بِالشُّجُودِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَ
أَمْرُهُم بِالشُّجُودِ فَتَأَيَّدَتْ قُلُوبُ النَّارِ -

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور بتلایا کہ اس سند کے ساتھ یہ روایت اس تغیر کے ساتھ منقول ہے کہ میں نے نافرمانی کی تو میں جہنم کا مستحق ہو گیا۔

۱۵۳ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ
حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ بِطَرِيقٍ إِلَّا سَنَادَهُمْ لَهُ عَدِيْلَةُ
قَالَ فَعَصِيَتْ قُلُوبُ النَّارِ -

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے کفرانہ شرک میں نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے۔

۱۵۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَزُهَيْرُ
بْنِ أَبِي شَيْبَةَ يَكْلَاهُمَا عَنْ جَدِّهِ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا
جَدِّي عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ
جَابِرًا يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكَفْرِ
ثَلَاثُ أَصْلُوخٍ -

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان اور اس کے کفر و شرک کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے۔

۱۵۵ - حَدَّثَنَا أَبُو عَسَاةٍ الْمُسْتَعِي حَدَّثَنَا
الصَّنَّاعِيُّ عَنْ مَخْلَدِ بْنِ أَبِي جَرِيٍّ عَنْ
أَخْبَرَنِي أَبُو الرَّبِيعِ أَنَّهُ سَمِعَهُ جَابِرًا يَقُولُ
يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكَفْرِ
ثَلَاثُ أَصْلُوخٍ -

تارک نماز کو کافر قرار دینے یا قتل کرنے میں مذاہب فقہاء | حدیث نمبر ۱۵۴ میں ہے: انسان کے کفر اور شرک میں نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کر کے نماز کو ترک کر دے، اس کے کفر پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے وہ شخص ملت اسلام سے خارج ہے، الّا یہ کہ وہ نیا یا مسلمان ہوا ہو، یا مسلمانوں کے ساتھ اجتماع نہ رہا ہو کہ اس کو نماز کی فرضیت کا علم ہو جائے اور اگر وہ نماز کی فرضیت کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس نے استسقا کی وجہ سے نماز کو ترک کیا ہے جیسا کہ اکثر لوگوں کا حال ہے تو اس میں لوگوں کا اختلاف ہے، امام شافعی، امام مالک اور جمہور سلف اور خلف کا مسلک یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ماستی ہے، اس سے توبہ طلب کی جائے گی اگر اس نے توبہ کر لی تو یہاں وہ اس کو مدافعت کر دیا جائے گا جس طرح شادی شدہ نانی کو حد میں سنگسار کیا جاتا ہے لیکن اس کو توار سے قتل کیا جائے گا۔ متقدمین کی ایک جماعت کا یہ مسلک ہے کہ وہ کافر ہو گیا، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، امام احمد بن حنبل سے بھی ایک یہی روایت ہے، عبد اللہ بن المبارک اور اسحاق

بنی را ہر وہ کہ بھی یہی قول ہے اور بعض اصحاب شافعی کا بھی یہی مسلک ہے، امام ابو حنیفہ مکتوفہ کے دیگر علماء اور امام شافعی کے تلمیذ امام مرنی کا یہ مسلک ہے کہ وہ کافر نہیں ہے اور نہ اس کو قتل کیا جائے گا بلکہ اس پر توبہ کی گائی جائے گی اور اس کو اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے، اور نماز پڑھنے لگے۔
مجموع فقہاء جن کا یہ موقف ہے کہ نماز ترک کرنے سے مسلمان کافر نہیں ہوتا، ان کا استدلال اس آیت سے ہے:-

ان الله لا يقهر ان يشرك به ويخفى ما دون ذلك لمن يشاء۔
(نساء: ۴۸)
بے شک اللہ تعالیٰ اس کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم ہر اس کو بخش دیتا ہے جس کے لیے چاہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے استدلال کرتے ہیں:
من قال لا اله الا الله دخل الجنة۔
جس شخص نے لا اله الا الله کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

من مات وهو يعلم ان لا اله الا الله دخل الجنة۔
حرم الله على الناس ان يقولوا لا اله الا الله۔
جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کو لا اله الا الله کا یقین تھا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔
جو شخص نے لا اله الا الله کہا اس کو قائل نے اس کو دوزخ پر حرام کر دیا۔

جو علماء تمارک نماز کو قتل کرنے کے قائل ہیں وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:
فاذا نسلخ الاشهر الحرم فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم وخذوهم واحصروهم واقعدوا لهم كل مرصد فان تابوا واقاموا الصلوة واتوا الزكاة فخلوا سبيلهم۔ (توبہ: ۵۱)
پھر جب حرمات واسے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو، وہ ان کو پکڑو اور ان کا محاصرہ کرو، اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بھیجو، پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔
اس آیت کے مفہوم مخالف سے استدلال کیا گیا ہے، یعنی اگر وہ نماز قائم کر لیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، ورنہ ان کو قتل کر دو۔

نیز اس حدیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے:
امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا لا اله الا الله و يقيموا الصلوة و يؤتوا الزكاة فاذا فعلوا ذلك عصموا مني دما نهم و اموالهم۔
مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ کہیں لا اله الا الله اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، جب وہ ایسا کریں گے تو مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیں گے۔
اس حدیث کے بھی مفہوم مخالف سے استدلال کیا گیا ہے۔ یعنی جس شخص نے نماز نہیں پڑھی اس

کی جان اور مال محفوظ نہیں ہوں گے۔

(فقہاء احناف اس آیت اور حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس آیت اور اس حدیث میں صرف نازکے ترک پر قتل کرنے کا حکم نہیں ہے اور بحث اس میں ہے، اس آیت اور حدیث میں اس شخص کو قتل کرنے کا حکم ہے جو ایمان نہ لائے اور نماز نہ پڑھے اور زکوٰۃ ادا نہ کرے، یعنی ایمان اور عمل صالح دونوں کے مجھنے کے تارک کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ صرف نازکے تارک کو، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جن لوگوں سے زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے قتال کیا تھا وہ ادائیگی زکوٰۃ کا انکار کرتے تھے سیدنا حضرت جوامد تارک نماز کو کافر کہتے ہیں ان کی دلیل اس باب کی احادیث ہیں، یعنی بندہ اور اس کے کفر کے درمیان ناز نہ پڑھنے کا فرق ہے، اور دوسرے علماء نے اس باب کی حدیث ”بندہ اور اس کے کفر کے درمیان ناز نہ پڑھنے کا فرق ہے“ کی یہ تاویل کی ہے کہ انسان ناز نہ پڑھنے کی وجہ سے اس سزا کا مستحق ہے جو کافر کو نماز کے ترک کی وجہ سے دی جاتی ہے، یا یہ تاویل ہے کہ جو شخص نازکے ترک کو جائز اور حلال سمجھے وہ کافر ہے یا یہ کہ نماز کے ترک کی شامت انسان کو مال کا کفر کی طرف لے جاتی ہے، یا اس کا نماز نہ پڑھنا کافروں کا فعل ہے۔ امام ابو حنیفہ اور جو فقہاء نماز ترک کرنے والے کو قتل کرنے کے قائل نہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یجحد دم امرئ مسلم یشہد ان لا الہ الا اللہ وانہ رسول اللہ الاباحدی ثلاث الشیب الذان والنفس بالنفس والتارک لدینہ المفارق للجماعة۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان شخص اللہ کے ایک ہونے اور میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہو اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ تین اسباب میں سے کوئی ایک سبب نہ پایا جائے وہ شخص شادی شدہ زانی ہو، جان کا بدلہ جان ہو، وہ شخص دین اسلام کو ترک کر کے جماعت مسلمین سے الگ ہو جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو قتل کرنے کے جہتیں اسباب بتائے ہیں ان میں نماز کو ترک کرنا داخل نہیں ہے اس لیے اس حدیث کی بناء پر تارک نماز کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ نہ

باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

۱۵۶۔ وَحَدَّثَنَا مَنْصُورٌ رَوَى عَنْهُ أَنَا مِنْ أَجْلِ حَدَّثَنَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ پر ایمان لانا، پوچھا گیا، اس کے بعد کون سا عمل؟ آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، عرض کیا گیا اس کے بعد؟ فرمایا حج مقبول۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ پر ایمان لانا اولیٰ اس کی راہ میں جہاد کرنا، میں نے عرض کیا کون سا غلام آزاد کرنا سب سے افضل ہے؟ فرمایا جو اس کے مالک کے نزدیک سب سے عمدہ اور قیمتی ہو، میں نے عرض کیا اگر میں اس کی طاقت نہ رکھ سکوں؟ فرمایا کسی شخص کے کام میں اس کی مدد کرو یا کسی بے ہنر شخص کے لیے کام کرو، میں نے عرض کیا اگر میں ان میں سے کوئی عمل نہ کر سکوں؟ فرمایا لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھو یہ بھی تمہاری طرف سے صدقہ ہو گا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

ابن ابراہیم بن سعد ح وحدثني محمد بن جعفر بن زياد اخبرنا ابو ابيهم يعني ابن سعد عن ابن شهاب عن سعيد بن المسيب عن ابي هريرة قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم أي الأعمال أفضل قال الإيمان بالله قيل ثم ماذا قال الجهاد في سبيل الله قيل ثم ماذا قال حج مقبولاً.

۱۵۷- وحدثني محمد بن رافع وعبد بن حميد عن عبد الوارث اخبرنا معمر عن الزهري بهذا الإسناد مثله.

۱۵۸- حدثني أبو الزبير الزهري عن حماد بن زيد حدثنا هشام بن عروة عن حماد بن زيد عن هشام بن عروة عن أبيه عن أبي مراد عن الليثي عن أبي ذر قال قلت يا رسول الله أي الأعمال أفضل قال الإيمان بالله والجهاد في سبيل الله قال قلت أي الزكيات أفضل قال أنفسها عند أهلها وأكبرها شمتاً قال قلت فإن لم أفعل قال لغيري صانفاً أو نفعاً يدخلني قال قلت يا رسول الله أرى أن ضعفت عن بعض العمل قال تكلف شركك عن الناس وإشغامتك فترى نفسك على نفسك.

۱۵۹- وحدثني محمد بن رافع وعبد بن حميد قال عبد اخبرنا وقال محمد بن رافع حدثنا عبد الوارث اخبرنا معمر عن الزهري عن حبيب بن مولى عروة بن الزبير عن عروة بن الزبير عن أبي مراد عن أبي ذر عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال

فَتُعِينُ النَّبَايَةَ أَوْ تَصْنَعُ لَهَا خَرَقًا -

۱۶۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ الْوَلِيدِ بْنِ الْحَزْزَارِ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِيسَى عَنْ أَبِي عَمْرِو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ آخِيَ الْأَعْمَلِ أَفْضَلَ مَا قَالَ الصَّلَاةُ لَوْ قُتِلَ بِهَا قَالَ قُلْتُ قَدْ آتَى قَالَ يَا ابْنَ الْوَالِدَيْنِ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ آتَى قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قُلْتُ مَا تَرَكْتُ أَشَدَّ يُدْكَ الْأَرْجَاءُ عَلَيْهِ -

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا نماز کو اس کے وقت میں پڑھنا، میں نے پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا والدین کے ساتھ مل کر کرنا۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، حضرت عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں، میں ابھی کچھ اور بھی پوچھنا چاہتا تھا لیکن اس خیال سے مزید سوال نہیں کیے کہ کہیں کثرتِ سوالات آپ کی طبیعت پر بامعہ ہو۔

۱۶۱ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا مُرْقَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْقُرَظِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو يَعْقُوبَ مَرْعِيُّ الْوَلِيدِ بْنِ الْحَزْزَارِ عَنْ أَبِي عَمْرِو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ آخِيَ الْأَعْمَالِ أَقْرَبُ إِلَى الْجَنَّةِ قَالَ الصَّلَاةُ عَلَى مَا قِيلَ لَهَا قُلْتُ وَمَا ذَا يَا نَبِيَّ اللَّهِ قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ -

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور سے عرض کیا، یا رسول اللہ! کس عمل سے جنت کا حصول زیادہ قریب ہوگا؟ آپ نے فرمایا نمازوں کو ان کے وقت میں پڑھنا، میں نے عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔

۱۶۲ - وَحَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْقُرَظِيُّ حَدَّثَنَا آخِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْوَلِيدِ بْنِ الْحَزْزَارِ أَنَّ سَمِعَ أَبَا عَمْرِو الشَّيْبَانِيَّ قَالَ حَدَّثَنِي صَاحِبُ هَذِهِ الدَّابَّةِ وَأَمَّارٌ إِلَى دَارِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ آخِيَ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ قَالَ الصَّلَاةُ عَلَى مَا قِيلَ لَهَا قُلْتُ نَعَمْ آتَى قَالَ شَرُُّ الْوَالِدَيْنِ قُلْتُ شَرُُّ آتَى قَالَ تَمَّ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي بِهِمْ وَلَوْ اسْتَوْدَعْتُ لَرَأَيْتُ -

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا نماز کو اس کے وقت میں پڑھنا، میں نے عرض کیا اس کے بعد فرمایا والدین کے ساتھ مل کر کرنا، میں نے عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ان ہی سوالات پر اکتفا کر کے اگر میں اور پوچھتا تو حضور اور تبارک و تعالیٰ۔

۱۶۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا

جَعْفَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَكَأَدَّ
وَأَشَارَ إِلَى دَارِ عَبْدِ اللَّهِ وَمَا سَمَّاهُ كُنَّا -

۱۶۴۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
جَعْفَرُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي عَمْرٍو
الْقَتَيْبِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ أَوْ
الْعَمَلِ الصَّلَاةُ لَوْ قَرَّبَهَا قَرِيبُ الْوَالِدَيْنِ -

افضل اعمال کی احادیث میں تعارض کے جوابات

اس باب کی بعض روایات میں افضل عمل میں اللہ پر ایمان لانا، پھر جہاد و کفر اور اس کے بعد حج کرنے کا ذکر ہے اور بعض روایات میں افضل عمل وقت پر نماز پڑھنا، پھر والدین کے ساتھ نیکی کرنا اور پھر حج کرنے کا ذکر ہے اور اس سے پہلے ابواب میں سے بعض ابواب میں افضل عمل کھانا کھانا اور بہ کثرت سلام کرنا اور بعض ابواب میں کسی شخص کے ہاتھ اور زبان سے مسلمانوں کا محفوظ رہنا افضل عمل بتلایا گیا ہے۔ ان روایات میں تعارض کی وجہ سے یہ اشکال ہوا کہ حقیقت میں افضل عمل کون سا ہے۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ مختلف جوابات سوال کرنے والوں کے احوال کے اختلاف کی وجہ سے ہیں یعنی اگر کسی شخص میں مال خرچ کرنے اور لوگوں سے میل جول رکھنے کی کمی تھی تو اس کے حق میں افضل عمل کھانا کھانا اور بہ کثرت سلام کرنے کو قرار دیا، اسی طرح جہاد، حج اور والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم ہے۔ یعنی جس شخص میں جس عمل کی کمی تھی اس کے حق میں اسی عمل کو افضل قرار دیا، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ تمام اعمال افضل اعمال سے ہیں جہاں جس کو مناسب سمجھا بیان کر دیا، تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ جوابات حالات کے اعتبار سے ہیں بعض حالات میں جہاد افضل ہے، بعض حالات میں حج اور بعض میں والدین کی اطاعت۔ اور ایک جواب یہ بھی ہے کہ عقائد کے باب میں ایمان یا اللہ سب سے افضل ہے اور اعمال میں بعض حقوق اللہ ہیں اور بعض حقوق العباد۔ حقوق اللہ میں بعض صرف بدنی عبادات ہیں، بعض صرف مال اور بعض بدنی اور مالی کا مجموعہ اور حقوق العباد میں مال باپ اور عام مسلمانوں کے حقوق ہیں۔ حقوق اللہ کے اعتبار سے بدنی عبادات میں نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا سب سے افضل ہے اور مال عبادات میں زکوٰۃ سب سے افضل ہے اور مالی اور بدنی عبادات کے مجموعہ میں حج اور جہاد سب سے افضل ہیں اور حقوق العباد کے اعتبار سے والدین کے ساتھ نیکی کرنا اور عام لوگوں کو کھانا کھانا اور لوگوں سے میل جول رکھنا اور ان کو اپنے شر سے محفوظ رکھنا افضل اعمال ہیں۔

بَابُ بَيَانِ كَوْنِ الشِّرْكِ أَقْبَحَ الذُّنُوبِ

وَبَيَانِ أَعْظَمِهَا بَعْدَهُ

۱۶۵۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْتَحْجِ

سب سے بڑا گناہ شرک ہے اور اس کے بعد بڑے گناہوں کا بیان

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے

ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْتَحْيَا اَعْبَدَنَا جَرِيْرًا وَقَالَ
عُمَيْرٌ ثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنصُوْرٍ عَنْ اَبِيْ قَاتِلٍ
عَنْ عَمْرِو بْنِ شَرْحِبِيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ
سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَيُّ الدَّنِيْبِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ قَالَ اَنْ تَجْعَلَ يَدَكَ
يَدًا اَوْ هُوَ خَلَقَكَ قَالَ قُلْتُ لَمْ اَنْ ذَلِكْ
لِعَظِيْمٍ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ اَيُّ قَالَ ثُمَّ اَنْ تَقْتُلَ
وَلَكَ مَخَافَةً اَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قَالَ قُلْتُ
ثُمَّ اَيُّ قَالَ ثُمَّ اَنْ تَزُوِيَ حَلِيْلَكَ جَارَكَ -

میں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اللہ تعالیٰ
کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا
یہ کہ تم کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناؤ حالانکہ اس نے تم کو
پیدا کیا ہے، میں نے عرض کیا واقعی یہ بہت بڑا گناہ ہے اس کے
بعد کون سی چیز بڑا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا تم اپنی اولاد کو اس
خون سے قتل کرو ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گی۔ میں
نے پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے
ساتھ بدکاری کرو۔

۱۶۶۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْتَحْيَا اِبْنُ
اِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ عُثْمَانُ ثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ
الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ قَاتِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شَرْحِبِيْلٍ
قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَيُّ
الدَّنِيْبِ الْاَكْبَرُ عِنْدَ اللهِ قَالَ اَنْ تَدْعُوْهُ يَدًا اَوْ
هُوَ خَلَقَكَ قَالَ ثُمَّ اَيُّ قَالَ اَنْ تَقْتُلَ وَلَكَ
مَخَافَةً اَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ اَيُّ قَالَ اَنْ تَزُوِيَ
حَلِيْلَكَ جَارَكَ قَالَ تَزُوِيْ لَمْ تَقْصِدْ يَمَانًا وَالتَّيْمَنُ
لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللهِ اِلَّا اَحَدًا وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ
الَّتِي حَرَّمَ اللهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَ مَنْ
يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلِكْ اَنْتَ اَمَّا -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک
شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اللہ تعالیٰ
کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم
کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناؤ، حالانکہ اللہ نے تم کو پیدا فرمایا
ہے، اس شخص نے عرض کیا کہ اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا تم اپنی
اولاد کو اس خون سے قتل کرو ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گی۔
اس نے پوچھا اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی
بیوی سے بدکاری کرو، پھر حضور کے اس ارشاد کی تصدیق میں قرآن
کریم کی یہ آیات نازل ہوئیں: (ترجمہ) جو لوگ اللہ کے سوا کسی اور
کی عبادت نہیں کرتے اور نہ ناحق قتل کرتے ہیں اور نہ بدکاری کرتے
ہیں اور جو لوگ ایسے کام کریں گے وہ اپنی سزا کو پالیں گے۔

ف: اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے، اور یہ بالکل ظاہر ہے،
اس کے بعد قتل ناحق کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور ان کے بعد زنا، لواطت، مال باپ کی نافرمانی، سحر (جادو)
مسلمان پاک و امن مورتوں کو زنا کی تہمت لگانا، سود کھانا اور اس جیسے گناہ کیوں ہیں، اور ان میں سے ہر گناہ کو اکبر الکبائر کہا جاتا ہے۔

بَابُ الْكِبَائِرِ وَ اَكْبَرُهَا

معصیت کبیرہ اور اکبر الکبائر کا بیان

۱۶۷۔ حَدَّثَنَا عَمْرِو بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بَكِيدٍ
ابْنِ مُحَمَّدٍ النَّاسِجِدِيِّ قَالَ ثَنَا الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے

سَعِيدُ الْجَرِيرِيِّ قَالَ ذَكَرْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ ابْنَ أَبِي
بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا أُتْبِعُكُمْ بِأَكْبَرِ
الْكَذِبِ ثَلَاثًا إِلَّا شَرَّ الدُّيَا لِلَّهِ وَعَقُوقُ الْوَالِدَيْنِ
وَقَتْلُ الزُّوْرَاءِ وَقَوْلُ الزُّوْرَاءِ وَكَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا فَجَنَسَ
فَمَا رَأَى يُكْرَهُ مَا حَدَّثَ قُلْتُ لَيْتَ كَسَدَتْ

۱۶۸- وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْخَمَرِيُّ
قَالَ نَحْنُ وَأَبُو الْحَاسِبِ قَالَ تَلَعَبْتُ
قَالَ أَتَ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَذِبِ ثَلَاثًا
الْزُّوْرَاءِ وَاللَّهُ وَعَقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ

۱۶۹- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو
الْحَرَمِيُّ قَالَ تَلَعَبْتُ عَنْ جَدِّكَ النَّبِيِّ
قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْكَذِبُ ثَلَاثًا أَوْ سَبْعًا
الْكَذِبُ فَقَالَ الشَّرُّ لِلَّهِ وَقَتْلُ النَّفْسِ
وَعَقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَالَ لَا أُتْبِعُكُمْ بِأَكْبَرِ
الْكَذِبِ ثَلَاثًا قَوْلُ الزُّوْرَاءِ وَقَتْلُ الزُّوْرَاءِ
قُلْتُ قَالَ تَلَعَبْتُ عَنْ أَبِيهِ النَّبِيِّ

۱۷۰- حَدَّثَنِي هُرَيْرُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْبِيُّ قَالَ
نَا أَبَا هُرَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ
شَوْبَانَ بْنِ مَرْيَدٍ عَنْ أَبِي الْعَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ
اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُؤَيَّدَاتِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
وَمَا هُنَّ قَالَ السُّوْرَةُ وَاللَّهُ وَالسَّحَرُ وَقَتْلُ
النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْعَقْرِ وَأَكْلُ مَا

ہوئے تھے، اچانک آپ نے تین بار فرمایا کیا
میں تمہیں سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟ پھر
ان کے پاس سے میں فرمایا، کسی کو اللہ کا شریک بنانا
اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹ
بولنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر بیٹھے
ہوئے تھے، دفعۃً آپ سید سے ہو کر بیٹھ گئے
اور بار بار یہی کلمات دہراتے رہے حتیٰ کہ ہم نے
دل میں کہا کاش آپ کا جوش ٹھنڈا ہو جاتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ کبیرہ کے متعلق فرمایا،
کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا، والدین کی نافرمانی
کرنا، ناحق قتل کرنا اور جھوٹ بولنا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ کبیرہ کے
متعلق فرمایا، کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک
بنانا، ناحق قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، پھر فرمایا
کیا میں تم کو سب سے بڑا گناہ نہ بتلاؤں؟ فرمایا
جھوٹ بولنا یا جھوٹی گواہی دینا، حضرت انس کہتے
ہیں کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ آپ نے جھوٹی
گواہی فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات
ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو، عرض کیا گیا
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون سے سات
گناہ ہیں؟ فرمایا کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا،
جاؤ و کرنا، ناحق قتل کرنا، یتیم کا مال کھانا، سود
کھانا، جہاڑ سے بھاگنا، اور پاک دامن عورتوں پر

بدکاری کی تہمت لگانا۔

الْيَتِيمَ وَ أَكَلَ الرِّبَا وَ الشَّرَقَى يَوْمَ الرَّحْفِ
وَقَدْ ذُكِرَ الْمُحَصَّنَاتُ الْغَائِلَاتُ الْمُؤْمِنَاتُ
۱۴۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ قَالَ نَافِعُ بْنُ
عَبْدِ اللَّهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ إِسْرَاهِيلَ عَنْ هَمْدَانَ عَنْ
بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ
الْحَافِظِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أُنْكَبَ يَرُشْتُهُ الرَّجُلُ وَالدَّيْرُ
قَالَ أَيْ رَسُولُ اللَّهِ وَهَذَا يَشْرِيهِ الرَّجُلُ وَالدَّيْرُ
قَالَ نَعَمْ يَسْبُتُ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسْبُتُ أَبَاهُ
وَ يَسْبُتُ أُمَّهُ فَيَسْبُتُ أُمَّهُ
۱۴۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ
مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ هَمْدَانَ
بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ
حَارِثٍ قَالَ نَافِعُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَافِعُ
كَلَامًا عَنْ سَعِيدِ بْنِ إِسْرَاهِيلَ بِهَذَا الرَّسَاوِ مِثْلَهُ

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما
بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ماں باپ کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے صحابہ
کرام نے پوچھا یا رسول اللہ کیا کوئی شخص اپنے
ماں باپ کو گالی دے سکتا ہے۔ فرمایا ہاں ایک
شخص کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ جواب
میں اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور ایک شخص
کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ جواب میں اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔
امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے
فرمایا، اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول
ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۱ میں ہے سات ہلاک
کرنے والے گناہوں سے بچو۔

سات کبار کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سات کبیرہ گناہوں کا بیان ہے، بعض میں تین کبیرہ گناہوں کا بیان ہے، اور
بعض میں چار کا بیان ہے۔ ان کو خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ بہت مخفی معصیت
کے قبیل سے ہیں اور ان کا بہت زیادہ وقوع ہوتا ہے، ان احادیث میں ان کبار گناہوں کا ذکر نہیں کیا گیا جن
کا دوسری احادیث میں بیان کیا گیا ہے، صحیح مسلم کی دیگر احادیث میں ماں باپ کو گالی دینے اور پیشاب
کے قطروں سے احتراز نہ کرنے کو بھی کبار گناہ میں شمار کیا گیا ہے، اور صحیح مسلم کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں
جھوٹی قسم کھانے اور بیت اللہ کو حلال قرار دینے کو بھی معصیت کبیرہ میں شامل کیا گیا ہے۔

کبیرہ اور صغیرہ میں فرق

گناہ کبیرہ کی تعریف اور کبیرہ اور صغیرہ کے درمیان کیا فرق ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف
ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہر وہ کام جس سے اللہ
تعالیٰ نے منع فرمایا ہے وہ گناہ کبیرہ ہے، استاد البہاسحاق اسفرائینی شافعی اور دیگر علماء کا یہی قول ہے،
شافعی میاض مالکی نے لکھا ہے کہ محققین کا یہی مذہب ہے، اس نظریہ کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
کی عظمت اور جلال کے اعتبار سے اس کی ہر مخالفت گناہ کبیرہ ہے، اور ہر سلف اور خلف نے یہ کہا ہے

کہ معاصی کی دو قسمیں ہیں صغائر اور کبائر۔ اور حضرت ابن عباس سے بھی ایک روایت یہی ہے کہ کتاب اور سنت کے دلائل اور امت کے سلف اور خلف کا یہی قول ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بعض احکام کی مخالفت بعض دوسرے احکام کی بہ نسبت کبیرہ ہے بعض خلاف ورزیاں ایسی ہیں کہ پانچ نمازیں، رمضان کے روزے، حج، عمرہ، وضو، طہارہ اور عاشوراء کے روزے یا دیگر نیکیاں ان کا کفارہ ہو جاتی ہیں، جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے، اور بعض ایسی خلاف ورزیاں ہیں جن کا یہ نیکیاں کفارہ نہیں ہوتیں، جیسا کہ حدیث صحیحہ میں ہے کہ جب تک کوئی شخص کبیرہ کا مرتکب نہ ہو، اس میں کوئی گناہوں کا نیکیاں کفارہ ہو جاتی ہیں وہ صغیرہ ہیں اور جن گناہوں کا نیکیاں کفارہ نہیں ہوتیں وہ کبیرہ ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ صغیرہ اور کبیرہ کے ثبوت پر یہ عمدہ دلیل ہے۔

گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تفسیریں | جب یہ ثابت ہو گیا کہ گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی طرف منقسم ہوتے ہیں تو ان کی تعریفوں میں پھر اختلاف ہے، حضرت ابن عباس نے

یہ کہا ہر وہ گناہ جس کے ارتکاب پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ، غضب، لعنت یا عذاب کی خبر دی ہو وہ کبیرہ ہے، حسن بصری سے بھی یہی تعریف منقول ہے، دوسرے علماء نے یہ کہا کہ جس گناہ پر اللہ تعالیٰ نے آخرت میں دوزخ کی وعید سنائی ہو یا دنیا میں اس پر حد مقرر کی ہو وہ گناہ کبیرہ ہے، امام غزالی نے یہ کہا کہ ہر وہ گناہ جس کو انسان بغیر کسی خوف اور جھجک کے کرے وہ کبیرہ ہے، اور ہر وہ گناہ جس کو انسان ڈرتے ڈرتے کرے اور گناہ کی لذت پر اس کے عذاب کا خوف غالب رہے اور اس پر ارتکاب مصیبت کے وقت ندامت طاری رہے وہ گناہ صغیرہ ہے۔ حافظ ابو عمرو ابن صلابہ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا جس گناہ کے ارتکاب پر کتاب اور سنت میں دنیا میں حد بیان کی گئی ہو اور آخرت میں اس پر دوزخ کی وعید ہو یا لعنت ہو وہ گناہ کبیرہ ہے اور اس کا مرتکب فاسق ہے، شیخ امام ابو محمد بن عبد السلام نے بیان کیا ہے کہ دو گناہوں کے مفاسد کا تقابل کر جس گناہ کے مفاسد زیادہ ہوں وہ کبیرہ اور دوسرا صغیرہ ہے، مثلاً کسی مسلمان پاک دامن عورت کو زنا کے لیے بند کرنے یا کسی مسلمان شخص کو قتل کے لیے بند کرنے کا فساد یتیم کے مال کھانے کے فساد سے زیادہ ہے، اسی طرح کفار کو مسلمانوں کے خفیہ امور پر مطلع کرنا جس کے نتیجے میں وہ مسلمان کی جان، مال، عزت اور آبرو کو لوٹ لیں اس کا فساد اور وبال میدان جنگ میں جیتھ دیکھا کر بھاگنے سے زیادہ ہے، پھر انھوں نے کہا کہ اولیٰ یہ ہے کہ جس مصیبت کو انسان بے پرواہی کے ساتھ کرے وہ کبیرہ ہے۔

امام ابو الحسن الواعظی وغیرہ نے یہ کہا کہ صحیح یہ ہے کہ کبیرہ کی تعریف غیر معروفت ہے، بلکہ شریعت نے بعض معاصی کو کبائر کے ساتھ متصف کیا ہے اور بعض کو صغائر کے ساتھ متصف کیا ہے، اور بعض معاصی کو کبائر کے ساتھ متصف کیا ہے نہ صغائر کے ساتھ اور یہ کہا کہ صغائر و دونوں کو شامل ہیں اور اس کے بیان نہ کرنے کی حکمت یہ ہے کہ انسان تمام معاصی سے بچتا رہے کہ مبادا یہ کبائر ہوں اور اس کی نظیر یہ ہے جیسے لیلۃ القدر کو محض رکھا اور جمعہ کی سادت قبولیت کو محض رکھا، رات میں اجابت دعا کی سادت کو محض رکھا، اور اسم اعظم کو محض رکھا ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

علامہ ابن نجیم نے سماعی کے بیان میں ایک سال لکھا ہے اس میں بیان کیا ہے کہ ہرگز وہ تحریمی گناہ صغیرہ ہے اور صغیرہ پر اصرار کبیرہ ہے۔ علامہ شامی کی اس عبارت سے یہ تعریف مستفاد ہوتی ہے کہ قرآن کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب صغیرہ ہے اور صغیرہ پر اصرار اس کو کبیرہ بنا دیتا ہے، ہمارے نزدیک یہی تعریف مختار ہے۔

اصرار معصیت اور تکرار معصیت علامہ نے یہ کہا ہے کہ معصیت صغیرہ پر اصرار اس کو کبیرہ کر دیتا ہے کیونکہ حضرت عمر اور حضرت ابن عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ استغفار کے ساتھ کوئی گناہ کبیرہ نہیں ہے اور اصرار کے ساتھ کوئی گناہ صغیرہ نہیں ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ استغفار سے کبیرہ گناہ مٹ جاتا ہے اور صغیرہ پر اصرار کرنے سے وہ کبیرہ بن جاتا ہے اور شیخ ابو محمد بن عبدالسلام نے کہا کہ اصرار کی حد یہ ہے کہ وہ گناہ کی پرواہ کیے بغیر بار بار صغیرہ کا ارتکاب کرے، اور شیخ ابو عمر بن صلاح نے یہ کہا کہ اصرار اس وقت ہوگا جب وہ توبہ کی خدمت کے ساتھ متصف ہوگا مثلاً ارتکاب معصیت کے وقت اس کو دوبارہ کرنے کا عزم ہو، یا اس معصیت کو ہمیشہ کرنے کا ارادہ ہو، یا معصیت کے ارتکاب کے بعد اس پر نادم نہ ہو، اور اگر اس نے گناہ صغیرہ کیا اور اس پر نادم ہو کر توبہ کر لی اور شامت نفس سے پھر دوبارہ وہ گناہ کر لیا اور پھر نادم ہوا تو یہ تکرار معصیت ہے، اور اصرار معصیت نہیں ہے۔ گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی بحث میں ہم نے یہاں مختصر کلام کیا ہے اور شرح صحیح مسلم جلد خامس میں ہم نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اہل علم اور اہل فہم کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

شرک کی تعریف حدیث نمبر ۱۷۱۱ میں سات چیزوں کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے اور ان میں پہلے شرک اور سحر کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود ماننا یا اس کی کسی صفات کو قدیم اور مستقل بالذات ماننا یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مستحق عبادت ماننا یہ شرک ہے۔ ان کے علاوہ اور کوئی چیز شرک نہیں ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

سحر کی تعریف وہ عجیب و غریب کام جو نام مادت اور معمولات کے خلاف ہو، جس کو بعض دفعہ اقوال عجیبہ مثلاً کلمات شرکیہ اور شیطان کی تعریف سے حاصل کیا جائے اور بعض دفعہ افعال عجیبہ مثلاً ستاروں کی عبادت اور گناہوں کے ارتکاب سے حاصل کیا جائے اور بعض دفعہ عقائد عجیبہ مثلاً شیطان اور گناہوں کی عبادت سے حاصل کیا جائے۔ مہر علماء کے نزدیک جادو کرنا اور اس کے حق ہونے پر اعتقاد رکھنا کفر ہے، بعض علماء نے کہا جادو کو باطل سمجھ کر سیکھنا جائز ہے مگر یہ بھی خطرہ سے خالی نہیں ہے۔

بعض علماء نے کہا جادو سے حقیقت میں افعال ہو جاتے ہیں، اور بعض نے کہا یہ محض تخیل (ہیئت) ہے اور نظر بند ہے۔ یہی اپنی قوت مخیلہ کو دوسرے شخص کے ذہن پر اثر انداز کرنا جس سے اس کا ذہن عامل

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۴۷۲ھ، رد المحتار ج ۱، ص ۲۷۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۴۲۷ھ۔

۲۔ علامہ کبیری بن شرف ترمذی متوفی ۷۶۶ھ، شرح مسلم ج ۱، ص ۶۵، مطبوعہ نور محمد الفی المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

۳۔ علامہ سید شہاب الدین محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱، ص ۳۳۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

کے تابع ہو جائے اور عامل جو کچھ اس کے ذہن میں افتاد کرے اس کو وہی نظر آنے لگے، شبیدہ بادی یعنی اٹھک
مٹائی سے کوئی کرتب دکھانا، بادور کے علاوہ ایک چیز ہے۔

بَابُ تَحْرِيمِ الْكِبَرِ وَبَيَانِهِ

تکبر کے حرام ہونے کا بیان

۱۴۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَ مُحَمَّدُ بْنُ
بَشَّارٍ وَ ابْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى بْنِ
حَمَّادٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ
قَالَ اَنَا شُعْبَةُ عَنْ ابْنِ أَبِي نَجْدٍ عَنْ فَضِيلِ
بْنِ عَمْرٍو الْقُتَيْبِيِّ عَنْ اِبْرَاهِيمَ الْقُتَيْبِيِّ عَنْ
عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ
كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبَرٍ فَقَالَ رَجُلٌ
إِنِّ الرَّجُلَ يَحِبُّ أَنْ يَكُونَ قُوَّةً حَسَنَةً وَ نَعْلَةً
حَسَنَةً قَالَ إِنْ اللَّهُ جَبَلٌ وَ يُحِبُّ الْجِبَالَ الْكِبَرُ يَهْرَأُ النَّاسُ وَ يَهْرَأُ النَّاسُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے دل
میں رتی برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا
ایک شخص نے عرض کیا آدمی چاہتا ہے اس کے
کپڑے اچھے ہوں، اس کا جوتا عمدہ ہو، آپ نے
فرمایا اللہ تنائے قبیل ہے اور جمال سے محبت
کرتا ہے۔ تکبر اپنی انانیت کا وجہ سے حق بات
کو جھٹلانا اور دوسرے کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔

۱۴۴۔ حَدَّثَنَا مُجَابُّ بْنُ الْحَارِثِ الْقُتَيْبِيُّ
وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ يَكْلَاهُمَا عَنْ عَرَبِيِّ بْنِ مُسَيْمِرٍ
قَالَ مُجَابُّ أَنَا ابْنُ مُسَيْمِرٍ عَنِ الدَّعْمَشِيِّ عَنْ
اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا
يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ تَخْرُلُ
مِنْ إِبْرَائِيلَ وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ تَخْرُلُ مِنْ كِبَرٍ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص
کے دل میں رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہے وہ جہنم
میں نہیں جائے گا اور جس شخص کے دل میں رائی
کے دانہ برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

۱۴۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ قَالَ ابْنُ
دَاوُدَ قَالَ نَاشِعَةُ عَنْ ابْنِ أَبِي نَجْدٍ عَنْ فَضِيلِ
بْنِ عَمْرٍو عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا
يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبَرٍ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس
شخص کے دل میں رتی برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت
میں نہیں جائے گا۔

حدیث نمبر ۱۴۳ میں ہے: اللہ تعالیٰ جمیل ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف لودوی لکھتے ہیں:

اس کے معنی میں اختلاف ہے، ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم حسین انشیل ہے، اور اللہ تعالیٰ

کے اسمائے حسنی ہیں اور اس کی صفات جمال اور کمال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ جمیل کا معنی مجمل ہے یعنی جمال عطا فرمانے والا، جیسے کریم کا معنی مکرم اور سمیع کا معنی سمیع ہے، امام قشیری نے کہا جمیل کا معنی ہے جمیل، علامہ خطابی نے کہا اس کا معنی ہے وہ جمال کا مالک ہے، ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال جمیل ہیں وہ تم پر لطف اور مہربانی کرتا ہے، وہ تمہیں کم کام کا مکلف کرتا ہے، اس میں تمہاری مدد کرتا ہے اور اس کا اجر زیادہ عطا فرماتا ہے۔

جمیل کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے حدیث صحیح میں آیا ہے، لیکن یہ خبر واحد ہے، نیز ایک حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ کے لیے اسماء حسنی ہیں لیکن اس کی سند میں بحث ہے، اور مذہب مختار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر لفظ جمیل کا اطلاق جائز ہے، اور بعض علماء نے اس سے منع کیا ہے، امام اکھمین نے کہا جن اسماء اور صفات کا اطلاق شریعت میں آگیا ہے ہم ان کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق کریں گے، اور جن اسماء اور صفات کے اطلاق سے منع کیا ہے ہم ان سے منع کریں گے، اور جن اسماء اور صفات کا اطلاق ثابت ہے نہ ان سے منع کیا گیا ہے، ہم ان پر حلال یا حرام کا حکم نہیں لگائیں گے، کیونکہ احکام شرعیہ کو ان کے مآخذ شرعیہ سے حاصل کیا جاتا ہے، کیونکہ ہم سے نزدیک مذہب صحیح یہ ہے کہ درود و شریعت سے پہلے کسی چیز کے حلال یا حرام یا مباح ہونے کا حکم نہیں ہے، بعض علماء نے کہا درود و شریعت سے پہلے اشیاء مباح تھیں، بعض نے کہا کہ درود و شریعت سے پہلے ان کا حکم توقف تھا اور ان مختلف اقوال میں پہلا قول ممتاز ہے۔

اللہ تعالیٰ پر ان اسماء کے اطلاق کی بکثرت جن کا ثبوت نہیں ہے | جن اسماء اور صفات کا ثبوت نہیں ہے ان کی ممانعت ہے، علماء کی ایک جماعت نے ان کے اطلاق کو جائز قرار دیا ہے، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ جب تک کتاب اللہ و سنت متواترہ یا اجماع سے ان کا ثبوت نہ ہو، ان کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق جائز نہیں ہے، اور اگر ان کا ثبوت غیر واحد میں ہو، جیسے یہاں لفظ جمیل کا اطلاق ہے، تو اس میں بھی اختلاف ہے، علماء کی ایک جماعت نے اس کو جائز کہا ہے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کو اس لفظ سے پکارنا جائز ہے اور بعض علماء نے کہا اس کا تعلق اعتقاد کے ساتھ ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ پر اس کا اطلاق جائز نہیں ہے، قاضی عیاض نے کہا صحیح یہ ہے کہ اس کا تعلق عمل کے ساتھ ہے اور غیر واحد کے مطالبہ عمل کرنا جائز ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کو جمیل کہنا جائز ہے بلکہ (اللہ تعالیٰ پر ان اسماء کے اطلاق کی پوری تفصیل اور تحقیق شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ہے) حدیث نمبر ۱۷۳۱ میں ہے: جس کے دل میں رافی برابر بھی تکبر جنت میں متکبر کے داخل نہ ہونے کی توجیہ | ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

اس حدیث کی حسب ذیل توجیہات ہیں:

۱۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص تکبر کا وہ سے ایمان نہ لائے وہ بالکل جنت میں نہیں جائے گا۔

- ۲۔ جس وقت مومن جنت میں جائے گا تو اس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو بالکل صاف کر کے اسے جنت میں بھیجے گا۔
- ۳۔ تکبر ابتداءً جنت میں نہیں جاتے گا متواضع لوگوں کے بعد جائے گا یا تکبر کی سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔
- جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَنُزِّلْنَاهُ فِي صُورٍ مِّنْ غَلٍ ۖ
(اعراف: ۴۳)

ہم ان کے سینوں سے ہر قسم کی نخش نکال لیں گے۔

علامہ عطائی کی ذکر کردہ یہ دونوں تاویلیں بعید ہیں، کیونکہ اس حدیث میں معروف تکبر کی نفی کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو لوگوں سے بلند سمجھا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے اور انا نیت کی بناء پر حق کا انکار کیا جائے، بلکہ اس حدیث کی صحیح تاویل وہ ہے جس کو قاضی عیاض نے عکس کیا ہے کہ تکبر کو ابتداءً جنت میں نہیں داخل کیا جائے گا بلکہ تمام مومنین کے جنت میں داخل ہونے کے بعد اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا، یا متیقن کے داخل ہونے کے بعد اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا، یا جو تکبر بین بلا قریۃ تکبر پر ہی مرگئے، ان کو اس تکبر کی سزا دینے کے بعد جنت میں داخل کیا جائے گا۔

قیمتی لباس پہنا اور عمدہ کھانے کھانا تکبر نہیں ہے | اس حدیث میں یہ بھی بتلایا ہے کہ دنیاوی نعمتوں سے پہرہ اندوز ہونا، قیمتی بلبرسات پہنا، عمدہ اور لذیذ کھانے کھانا، خوش رنگ اور خوبصورت گھروں میں رہنا شرعاً ممنوع نہیں ہے اور یہ امور نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ حسن، جمال اور زیب و زینت کو پسند فرماتا ہے بشرطیکہ حد اعتدال سے تجاوز نہ ہو، آخر اللہ تعالیٰ نے یہ حسین سبزہ زار وادیاں، خوشبودار اور خوش رنگ پھولوں سے لدے ہوئے باغات، چشے اور کہسار حسین و جمیل پرندے اور حیوانات چاند سورج اور ستارے ایک سے ایک بڑھ کر حسین و جمیل مخلوق اسی لیے پیدا فرمائی ہے کہ وہ حسن و جمال کو پسند فرماتے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں اگر اللہ تعالیٰ اور نبی اللہ تعالیٰ کا اہتمام کرنا اور ولادت کو چراغاں کرنا یہ تمام امور مستحب ہیں، اسی طرح اشبہ حجاج، شب بابت اور شب قدر کے موقع پر بھی اللہ تعالیٰ کی وحی ہوئی ان نعمتوں کی خوشی میں زیب و زینت کا انتظام و انصرام کرنا مستحب امر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اظہار کے لیے عیش و عشرت کے سامان ہتیا کرنا اور اسراف اور تنہدیر کی مکمل بحث شرح صحیح مسلم جلد خامس میں ملاحظہ فرمائیں۔

❦

جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کیے بغیر مر گیا اس کے جنتی ہونے پر اور جو شرک پر مر اس کے دوزخی ہونے پر دلیل

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ
بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَأَنَّ مَنْ
مَاتَ مُشْرِكًا دَخَلَ النَّارَ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا خاتمہ شرک پر ہو وہ جہنم میں جائے گا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں کہتا ہوں کہ جس شخص کا خاتمہ ایمان پر ہو وہ جنت میں جائے گا۔

۱۴۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ لُحَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي وَرَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ وَرَكِيعٌ قَالَ دَسَّوْهُ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ لُحَيْمٍ مِمَّنْ دَسَّوْهُ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَقَوْلِ مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ أَنَا وَمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! وہ کون سی دو چیزیں ہیں جو جنت یا دوزخ کو واجب کرتی ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا خاتمہ ایمان پر ہو وہ جنت میں جائے گا اور جس شخص کا خاتمہ شرک پر ہو وہ جہنم میں جائے گا۔

۱۴۷- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَآبُو كَرَيْبٍ قَالَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سَفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَجَلَّ قَوْلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْمُؤْمِنَاتُ قَالَتْ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ اس نے کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ بنایا ہو وہ جنت میں جائے گا اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کی ہو کہ وہ کسی کو اللہ کا شریک بنا چکا ہو تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

۱۴۸- وَحَدَّثَنَا أَبُو أَيُّوبَ الْغُبَارِيُّ الْغُبَارِيُّ سَلَفَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ وَحُجْرَةُ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَا قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ نَافِعٌ عَنْ أَبِي الرَّبِيعِ قَالَ نَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ لَقِيَ اللَّهَ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَقِيَ اللَّهَ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ قَالَ أَبُو أَيُّوبَ قَالَ أَبُو الرَّبِيعِ عَنْ جَابِرٍ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور بتلایا کہ اس سند سے یہ بھی روایت اس طرح منقول ہے۔

۱۴۹- وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي

کی کوئی ضرورت ہے نہ بد اعمالیوں سے کوئی ضرر ہوتا ہے اور یہ مرجعہ کامسک ہے لیکن یہ حدیث ان کے لیے حجت نہیں بن سکتی، کیونکہ قرآن کریم کی متعدد آیات اور بہت سی احادیث سے یہ ثابت ہے کہ بد اعمالیوں پر سزا ملتی ہے، نیز قرآن کریم کی کسی ایک آیت یا اس کے کسی حصہ کو دیگر آیات و احادیث سے الگ کر کے کر کسی عقیدہ یا حکم شرعی کے اثبات کی اساس نہیں بنایا جاسکتا، تاہم قیقہ اس موضوع سے متعلق تمام آیات اور احادیث کو ہمیش نظر نہ رکھا جائے اور ان میں مندرجہ تطبیق نہ دی جائے تاکہ ہر مفسر قرآن و احادیث کا فساد اور ان کی مراد معلوم ہو جائے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ گو ہر حال جنت میں چلا جائے گا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بد اعمالیوں پر اس نے توبہ کی ہے لی ہو اور وہ قبول ہو جائے یا رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب ہو جائے اور وہ جنت میں چلا جائے یا اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے بغیر کسی کی شفاعت کے اس کو جنت میں داخل کر دے اور اگر خدا کرے یہ سب نہ ہو تو پھر وہ اپنے گناہوں کی سزا جگت کرے یا آخر جنت میں چلا جائے گا۔

اس حدیث میں صرف لا الہ الا اللہ کا ذکر کیا گیا ہے حالانکہ مسلمان جو نے کہے یہ توحید و رسالت دونوں پر ایمان لانا ضروری ہے اس کا جواب پہنچ دیا جا چکا ہے کہ لا الہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ ہے اور یہ کہ لا الہ الا اللہ کلمہ طیبہ کا علم (ایمان) بن چکا ہے جیسے احمد شریف اس سورۃ فاتحہ کے لیے اور نقل ہوا اللہ احد سورۃ اخلاص کے لیے علم میں علاوہ اربعین قرآن اور حدیث کے دیگر دلائل سے ثابت ہے کہ فقط ایمان باللہ کافی نہیں، ایمان بالرسالت بھی نجات کے لیے ضروری ہے۔

نیز کلمہ گوے مراد وہ شخص ہے جو کلمہ پڑھنے کے ساتھ کوئی کفریہ عقیدہ نہ رکھے، مثلاً اگر کوئی شخص کلمہ پڑھتا ہے اور اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مستقل یا غیر مستقل نبی کی بعثت کے امکان کو مانتا ہے یا قرآن مجید میں تحریف کا اعتقاد کرتا ہے تو اس کے کلمہ پڑھنے کا کوئی اعتبار نہ ہوگا جیسا کہ بعد رسالت میں منافقین کے کلمہ پڑھنے کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا تھا۔

بِأَنفُسِهِمْ قَتَلَ الْكَافِرِينَ إِذْ قَالُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

۱۸۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ وَاللَّفْظُ لِمُتَّقٍ رَبِّ أَحَبُّنَا
الَّذِي عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ
عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ ابْنِ الْمِقْدَادِ
أَبْنِ الْأَسْوَدِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ
لَقِيتُ رَجُلًا مِنْ أَكْفَارِ قَوْمِكَ فَطَرَبَ بِأَحَدِي
يَدِي بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا قَوْلًا ذَمِيحِي بِقُلُوبِ جَرَّةٍ
فَقَالَ أَسَلَمْتُ إِلَيْهِ أَوْ قَتَلَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَعْدَ
أَنْ قَاتَلَهَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تیلائیے کہ اگر کسی کافر سے میرا مقابلہ ہو اور وہ میرا ہاتھ کاٹ ڈالے اور پھر جب وہ میرے حملہ کی زد میں آئے تو ایک دزدت کی پناہ میں آکر کہے میں اللہ کے لیے مسلمان ہو گیا تو میں اس شخص کو اس کے کلمہ پر چھنے کے بدلے قتل کر سکتا ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کو قتل نہیں کر سکتے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے میرا ہاتھ کاٹنے کے بدلے کلمہ

لَا تَقْتُلْهُ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ قَدْ
قُتِلَ بِكَ قَالَ ذِيكَ بَعْدَ أَنْ قُطِعَ عَنْهَا
أَفَّا قُتِلَ لَهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ يَمْنُزُ بِنِكَ
قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ وَإِنَّكَ يَمْنُزُ لَيْحَ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَةً
الَّتِي قَالَ -

۱۸۳- وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ
حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَّهُ سَمِعَ
حَرْوَةَ بِنْتَ إِسْحَاقَ بْنَ مُوسَى الْأَنْصَارِيَّ حَدَّثَنَا الزُّبَيْدُ
بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ - وَحَدَّثَنَا الْحُمَيْدُ بْنُ رَافِعٍ
حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ جُرَيْجٍ جَمِيعًا
عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَمَا الْأَوْزَاعِيُّ وَالْإِسْنَادُ
جُرَيْجٍ فِي حَدِيثِهِ مَا قَالَ أَسْلَمْتُ يَوْمَ كَذَا قَالَ الْكَلْبِيُّ وَ
أَمَّا مَعْرُوفٌ فَقَالَ حَدَّثَنَا هَرَبٌ - وَحَدَّثَنَا الْإِسْنَادُ إِلَّا اللَّهَ -

۱۸۴- وَحَدَّثَنَا ابْنُ حُرْمَلَةَ بْنُ يَحْيَى أَخُو بَرْنِي
ابْنٌ وَهَبٌ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ عَمْرِو بْنِ شِهَابٍ
قَالَ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ عَنْ الْجَنْدِيِّ
أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ ابْنَ عَبْدِ بْنِ الْحُبَابِ أَخْبَرَهُ أَنَّ
الْمُنَادِيَ إِذَا بَنَى عَمْرٍاءَ ابْنِ الْأَسْوَدِ الْكَلْبِيِّ وَكَانَ
حَدِيثًا لِبَنِي زُهْرَةَ وَكَانَ مِمَّنْ لَمْ يَهْدِ بَدْرًا مَعَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ ثُمَّ دَخَلَ بَيْتِي حَدَّثَنِي الْكَلْبِيُّ

۱۸۵- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَاسْتَحَقَّ
ابْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي مَذْأُونَةَ كِلَاهُمَا
عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ عَنْ أَسَامَةَ ابْنِ
مَرْيَدٍ وَهَذَا حَدِيثُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ بَعَثَنَا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ
وَصَبَّحْنَا الْخُرُوفَاتِ مِنْ جَهَنَّةِ قَادِزَ رَكْبَتٍ رَجُلًا

پڑھتا ہے تو کیا اب میں اس کو قتل نہیں کر سکتا؟ آپ
نے فرمایا تم اس کو قتل نہیں کر سکتے، اگر تم نے اس
کو قتل کر دیا تو وہ اس درجہ پر ہوگا جس پر تم اس کو
قتل کرنے سے پہلے تھے، اور تم اس درجہ پر
ہو گے جس درجہ پر وہ کلمہ پڑھنے سے پہلے تھا
امام مسلم نے اس حدیث کی مختلف اسانید بیان
کیں اور بتلایا کہ ان اسانید کے ساتھ بھی یہ روایت
معمول تغیر سے منقول ہے۔ مثلاً ایک روایت میں
یہ ہے کہ جب میں نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ
کیا تو اس نے کہا لا الہ الا اللہ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے ساتھ بیان
کیا اور کہا اس سند کے ساتھ یہ روایت اسی طرح منقول
ہے کہ حضرت مقداد بن اسود نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میرا کسی کافر
سے مقابلہ ہو.... باقی حدیث حسب سابق ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک
شکر کے ساتھ روانہ کیا، ہم علی الصبح قبیلہ جہینہ کی
بستیوں میں پہنچ گئے۔ میں نے ایک آدمی پر حملہ
کیا اس نے کہا لا الہ الا اللہ لیکن میں نے اس کو
قتل کر دیا پھر مجھے اس قتل کے بارے میں کچھ تردد
ہوا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس

قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَذَظَمْتَهُ فَوَقَّعَ فِي نَفْسِي
مِنْ ذَلِكَ فَذَكَرْتُ لِلَّذِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَقَالَ لَوْلَا إِلَّا اللَّهُ وَقَدْ لَنَ قَالَ قُلْتُ يَا
رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا قَالَهَا خَوْفًا مِنَ السَّلَاحِ
قَالَ أَفَلَا شَقِيقَتْ عَنْ قَلْبِي حَتَّى تَذَكَّرَ أَقَالَهَا
أَمْ لَا فَمَا نَالَ يُكْرِمُهَا عَلَيَّ حَتَّى تَسْتَكْبِرُ
أَوْ أَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ قَالَ فَقَالَ سَعْدُ وَآلَتَا
وَاللَّهِ لَا أَقْتُلُ مُسْلِمًا حَتَّى يَقْتُلَهُ ذُو الْبَطْنَيْنِ
يَعْنِي أُسَامَةَ قَالَ سَجَلُ الْوَيْدِ اللَّهُ قَاتِلُهُمْ
حَتَّى لَا تَكُونَ فِئْتَةً وَيَكُونُ الدِّينُ سَكَلَةً
يُذَوِّقُكَ سَعْدُ قَدْ قَاتَلْتَ حَتَّى لَا تَكُونَ فِئْتَةً
وَأَنْتَ وَآلَتَا بِكَ تَرِيدُونَ أَنْ تُقَاتِلُوا حَتَّى
تَكُونَ فِئْتَةً

— واقعہ کا ذکر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کیا اس شخص کے کلمہ پڑھنے کے باوجود تم نے
اس کو قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس
نے اپنی جان کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس کا دل چیر
کر بھول نہیں دیکھا؟ جس سے تم کو پتا چل جائے کہ اس نے
دل سے کلمہ پڑھا تھا یا نہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بار بار یہی کلمات دہراتے رہے حتیٰ کہ میں نے
تناں کا کاشش میں اسی وقت اسلام لایا ہوتا۔ تاکہ اس
شخص کے قتل کا گناہ میرے نامہ اعمال میں نہ لکھا جائے
یہ حدیث میں کہ سعد نے کہا خدا کی قسم میں کسی مسلمان
سے جنگ نہیں کروں گا، حتیٰ کہ حضرت اسامہ اس سے
جنگ نہ کریں۔ یہ سن کر ایک شخص نے کہا کیا اللہ
تعالیٰ نے قرآن کریم میں نہیں فرمایا، کافروں سے
اس وقت تک جنگ کرو جب تک کہ فتنہ مٹ
نہ جائے اور اللہ کا دین پھیل جائے؟ سعد نے
جواب دیا ہم فتنہ مٹانے کے لیے جنگ کر چکے
ہیں اور تم اور تمہارے ساتھی فتنہ پھیلانے کے
لیے جنگ کر رہے ہو۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں
جہاد کے لیے حرقہ کی طرف روانہ کیا جو قبیلہ جہینہ کی
ایک شاخ ہے ہم صبح وہاں پہنچ گئے اور ان کو شکست
دے دی میں نے اور ایک انصاری نے مل کر اس
قبیلہ کے ایک شخص کو گھیر لیا جب وہ ہمارے حملہ کا زور میں
آگیا تو اس نے کہا لا الہ الا اللہ، انصاری تو کلمہ سن کر
اٹک ہو گیا لیکن میں نے نیزہ مار مار کر اس کو ہلاک کر ڈالا
جب ہم واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
بھی اس واقعہ کی خبر ہو چکی تھی،

۱۸۶۔ وَحَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّقَقِيُّ
حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ حَدَّثَنَا أَبُو ظَبْيَانَ
قَالَ سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ بْنِ حَارِثَةَ يُحَدِّثُ
قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
إِلَى الْحُرَقِيَّةِ مِنْ جَهَنَّةِ كَصَبْحَتِ الْعُتُومَ قَهْرًا مَنَاهُ
قَالَ وَكَيْفَ أَتَانَا وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَجَلَّ عَيْنُهُمْ
فَدَمًا غَشِيَنَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ وَكَمْ
عَدُوَّ الْأَنْصَارِيِّ وَطَعْنَتْ بِرُمِيٍّ حَتَّى قَتَلْتُهُ
قَالَ قَدْ مَاتَ مِنْ بَنِي لَهْ ذِيكَ الَّذِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
قَالَهُ وَسَلَّمَ فَكَانَ لِي يَا أُسَامَةُ أَقْتَلُكَ بَعْدَكَ مَا

قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
إِنَّمَا كَانَتْ مُتَعَدِّدًا فَقَالَ قُلْتُ أَكْثَرُ لَمْ يَكُنْ
قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
عَلَى حَقٍّ كَمَنْعِيَّتِ إِيَّيْكَ لَمْ أَكُنْ أَسْأَلُكَ
قَبْلَ ذَلِكَ الْيَوْمِ

۱۸۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ حِزَامٍ
حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ
سَمِعْتُ أَبَا يُعْبَدَةَ أَنَّ خَالِدَ الْأَشْجَعِ ابْنَ أَخِي
صَفْوَانَ بْنَ مُخَرَّبٍ حَدَّثَهُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُخَرَّبٍ
أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ جُذَيْبَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيَّ
بَعَثَ إِلَى عُسَيْسِ بْنِ سَلَامَةَ رَمَنَ فِئْتِ الْإِسْ
لَامِ يَرْفَعُ أَجْمَعًا لِيُفَرِّقَ بَيْنَ إِخْوَانِهِ
حَتَّى أَهْلَ قَوْمِهِ فَبَعَثَ رَسُولًا إِلَيْهِمْ فَلَمَّا
أَجَاءَهُمْ أَجَاءَهُ جُذَيْبٌ وَعَلَيْهِ بُرُوشٌ أَصْفَرُ
فَقَالَ قَوْمُهُ لَوْ أَبَا كَذِبًا تَحْدِثُونَ بِهِ حَتَّى
تَارَ الْحَيَاتُ فَدَنَّا دَارَ الْحَدِيثِ إِلَيْهِ حَتَّى
الْبُرُوشُ عَنْ رَأْسِهِ فَقَالَ إِيَّيْكَ كُفٌّ وَلَا
أُرِيدُ إِلَّا أَنْ أُخْبِرَكُمْ عَنْ قَبِيحٍ كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَمَنْ بَعَثَ بَعَثًا
مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى قَوْمٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَإِنَّمَا
الْتَقَوْا فَكَانَ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِذَا هَمَّ
أَنْ يَقْصِدَ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَصَدَّ
فَقَتَلَهُ فَإِنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَصَدَّ
عَقْلَتَهُ قَالَ وَكُنَّا نَحْدِثُ أَنَّ أَسَامَةَ بْنَ
مُرَيْدٍ قَتَلَهُ وَغَرَّ إِلَيْهِ السَّيْفَ قَالَ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ فَقَتَلَهُ وَجَاءَ الْبَشِيرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ وَآخَبَهُ كَمَا حَقَّ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تم نے
کلمہ پڑھنے کے باوجود اس کو قتل کر ڈالا؟ میں نے
عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے جان بچانے کے لیے
کلمہ پڑھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر
فرمایا: تم نے کلمہ پڑھنے کے باوجود اس کو قتل کر ڈالا؟
حضور بار بار یہ کلمات دہرا رہے تھے، اور میں سوچ
رہا تھا کاش میں آج سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا!
صفر ابن بن محرز بیان کرتے ہیں کہ حضرت جندب بن عبد اللہ
بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی
اللہ عنہما کے قتل کے زمانہ میں عسس بن سلامہ کے
پاس پیغام بھیجا کہ تم اپنے ساتھیوں کو جمع کرو، میں ان کے
ساتھ ایک حدیث بیان کروں گا۔ عسس نے
قاعدہ بھیج کر سب کو جمع کر لیا، جب یہ سب لوگ
جمع ہو گئے تو حضرت جندب زبردستی پہنچے
ہوئے تشریف لائے اور لوگوں سے فرمایا تم لوگ
اپنی اپنی باتوں میں مشغول رہو، جب لوگ اپنی باتیں
ختم کر کے حضرت جندب کی طرف متوجہ ہوئے تو
حضرت جندب نے سر سے ٹوپی اتار کر فرمایا: میں تمہارے
پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان
کرنے آیا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مسلمانوں کی ایک فوج مشرکین سے جہاد کے لیے روانہ
فرمائی، مسلمانوں اور مشرکوں کا مقابلہ ہوا، ایک شخص
مشرکین میں سے اتنا دلیر تھا کہ جس مسلمان کو مارنا
چاہتا تھا مار ڈالتا تھا۔ حضرت اسامہ بن زید اس کی
گھات میں تھے جس وقت وہ ان کی تلوار کی زد میں آ
گیا تو اس نے کلمہ پڑھتے ہوئے کہا لا الہ الا اللہ
لیکن اس باوجود حضرت اسامہ بن زید نے اس شخص
کو قتل کر دیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث
میں فتح کی خوشخبری پہنچی تو بتانے والے نے اس

شخص کو قتل کیے جانے کا واقعہ بھی بیان کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ کو بلا کر رویت کیا کہ تم نے اس کو کیوں قتل کیا؟ حضرت اسامہ نے کہا یا رسول اللہ! اس نے مسلمانوں کو قتل کیا تھا، اور چند صحابہ کا نام لے کر بتلایا کہ فلاں فلاں کو اس نے قتل کیا ہے، میں نے اس پر حملہ کیا لیکن جب اس نے تلوار دھجی تو فوراً کہا لا الہ الا اللہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اس کو قتل کر دیا؟ حضرت اسامہ نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کا کلمہ آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟ اسامہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے استغفار کیجئے۔ آپ نے پھر فرمایا جب قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کا کلمہ آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بار بار یہی کلمات دہراتے رہو، جب قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کا کلمہ آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟

أَخْبَرَنَا خَبِيرُ الرَّجُلِ كَيْفَ صَنَعَ فَلَمَّا عَاثَ فَسَّالَهُ فَقَالَ لَمْ تَقْتُلْتَهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْجَعَهُ فِي الْمُسْلِمِينَ فَقَتَلَ فُلَانًا وَفُلَانًا وَمَسَحَى لَهُ كَفْرًا وَقَالَ حَمَلْتُ عَلَيْكَ فَلَمَّا رَأَى الشَّيْءَ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَقْتُلْتَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَغْفِرُ لِي قَالَ فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ قَالَ فَجَعَلَ لَا يَزِيدُ عَلَيَّ أَنْ يَقُولَ كَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

ایک مسلمان شخص کو قتل کرنے کے باوجود حضرت اسامہ پر قصاص، دیت اور کفارہ فرض نہ کرنے کی وجہ

حدیث نمبر ۱۸۵ میں ہے: حضرت اسامہ نے ایک شخص پر حملہ کیا اس نے لا الہ الا اللہ پڑھ دیا، حضرت اسامہ نے خیال کیا اس شخص نے جان کے خون سے کلمہ پڑھا ہے، اور اس کو قتل کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے اس پر افسوس کیا اور فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا؟

مسند یحییٰ بن شریف نووی لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پر قصاص واجب کیا، نہ دیت اور نہ کفارہ، بعض علماء نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس صورت میں یہ سب چیزیں ساقط ہو جاتی ہیں، لیکن

اس صورت میں کفارہ بہر حال واجب ہے: کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا لَّا خَطَاةَ
وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ
وَدِيَّةٌ مَّسْلُومَةٍ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِنْ إِيَّانَ يُصَدَّقُونَ فَإِنْ
كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ
رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ
بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدْيَةٌ مَّسْلُومَةٍ إِلَىٰ
أَهْلِهَا وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَّا
يَجِدْ فَصِيَامٌ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةٌ
مِّنَ اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا

(نساء ۹۲)

اور کسی مسلمان کے لیے مسلمان کو قتل کرنا جائز
نہیں ہے، الّا یہ کہ اس نے خطا (نادانستہ) قتل کیا
ہو، اور جس شخص نے کسی مسلمان کو بلا قصد قتل کر دیا تو
اس پر ایک مسلمان (غلام یا باندی) کو آزاد کرنا ہے
اور اس کی دیت (غلل بہا) اس کے وارثوں کو ادا
کرنا ہے، الّا یہ کہ وہ اس کو صاف کر دیں، پھر اگر
وہ شخص اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور
وہ مقتول شخص مسلمان ہو تو (صرف) ایک مسلمان (غلام)
کو آزاد کرنا ہے اور اگر وہ (مقتول شخص) اس قوم سے ہو جس سے
تمہارا معاہدہ ہے تو اس کے وارثوں کو دیت ادا
کرنا ہے، اور ایک مسلمان (غلام) کو آزاد کرنا ہے
تو جو شخص (غلام یا باندی کو) نہ پاسے تو اس پر دو ماہ
کے لگاتار روزے رکھنا لازم ہیں، یہ اللہ کی طرف
سے توبہ ہے، اور اللہ بہت جانتے والا بڑی
حکمت والا ہے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے قصاص اس شبہ کی وجہ سے ساقط کر دیا گیا کہ انھوں نے اس شخص کو
کافر گمان کیا تھا، اور انھوں نے یہ گمان کیا کہ اس حال میں کلمہ توحید کا اظہار اس کو مسلمان نہیں کرتا، اور دیت کے
وجوب میں امام شافعی کے دو قول ہیں، اور ان میں سے ہر قول کو بعض علماء نے اختیار کیا ہے، راجح یہ کہ اس حدیث میں
کفار کا ذکر نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ کفارہ علی الفور واجب نہیں ہوتا، بلکہ تاخیر سے واجب ہوتا ہے، اور
اصولیین کے مذہب کے مطابق بیان کو ضرورت کے وقت تک مؤخر کرنا جائز ہے۔ اور جس قول کے مطابق دیت
واجب ہوتی ہے قریہ احتمال ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اس وقت غریب تھے اس لیے ان کی عمر شمالی تک
دیت مؤخر کر دی گئی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا؟
اس حدیث میں فقہ اور اصول کے اس مشہور قاعدہ پر دلیل ہے کہ احکام میں ظاہر پر عمل کیا جاتا ہے اور باطن
کا سامنا اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ
فَلَيْسَ مِنَّا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد جو شخص
ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے
نہیں ہے۔

۱۸۸۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَحُمَيْدُ
بْنُ مُشَيْقٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا
أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو سَامَةَ
وَأَبْنُ نُمَيْرٍ كُلُّهُمَا عَنْ تَائِفٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنَا
يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ
عَنْ تَائِفٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ فَلَيْسَ
مِنَّا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ جو شخص ہمارے خلاف تلوار اٹھائے گا وہ ہم
میں سے نہیں ہے۔

۱۸۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ
نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُصْعَبٌ وَهُوَ ابْنُ الْمُعَدَّاءِ
قَالَ حَدَّثَنَا عِكْرَمَةُ بْنُ عَمَارٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ
سَكَنَةَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَلَاحَ عَلَيْنَا السَّيْفَ فَلَيْسَ مِنَّا۔

حضرت مسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم
پر تلوار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

۱۹۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَبْدُ اللَّهِ
بْنُ بَزَادٍ الْأَشْعَرِيُّ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا
أَسَامَةُ عَنْ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي بَرْدَةَ عَنْ أَبِي
مُرْثَدَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ
مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم پر ہتھیار
اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

و: اہل سنت و جماعت کے نزدیک تائید یہ ہے کہ جس شخص نے مسلمانوں پر ناحق اور بغیر کسی تاویل کے
ہتھیار اٹھایا اور اس کام کو جائز اور حلال نہیں سمجھا وہ گناہگار ہے اور جس شخص نے اس کو جائز اور حلال سمجھا وہ کافر
ہے، اور یہی اس حدیث کا محمل ہے، یا اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ ایسا شخص ہمارے سیرت کاملہ اور ہمارے

پسندیدہ طریقہ یہ نہیں ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ مِنْ غَشْنَا فَلَيسَ مِنَّا

١٩١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ يَعْقُوبَ
وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَائِي عَنْ جَدِّهِ مُحَمَّدٍ ابْنِ
الْأَخْوَصِ مُحَمَّدُ بْنُ حَبِيبَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَارِثٍ
يُحْيَى عَنْ سَمِيعِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا وَمَنْ
عَشِنَا فَلَيْسَ مِنَّا .

١٩٢ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى صُبْرَةٍ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا فَذَلَّتْ أَصَابُهُ بَلَدًا فَقَالَ مَا هَذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ فَقَالَ أَصَابَنِي الْعَمَاءُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ قُلِي يَرَاهُ النَّاسُ مِنْ غَشٍّ فَلَيْسَ بِيَدِي

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد جس نے ہم کو دھوکا
 دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے
 حضرت ابو جریج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم پر
 ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور نہ وہ
 جس نے ہم کو دھوکا دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غلہ فروخت کر کے واپس کے پاس سے گزرے آپ نے اپنا ملحقہ غلہ کے اندر ڈالا تو ملحقہ میں کچھ تری محسوس ہونے لگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ تری کیسی ہے ؟ غلہ کے مالک نے عرض کیا یا رسول اللہ ! اس پر بارش ہو گئی تھی ، آپ نے فرمایا تم نے اس بھیگے ہوئے غلہ کو ادبہ کیوں نہ رکھا تھا کہ تم اس کو دیکھو جیسے ؟ جس شخص نے دھوکا دیا وہ مجھ سے نہیں ہے ۔

فت: اس باب کی احادیث کی بھی وہی تاویل ہے جو اس سے پہلے بیان ہو چکی ہے۔

يَا أَيُّهَا تَحْرِيبُ ضَرْبِ الْخُدَّادِ وَشَقِ
الْجُيُوبِ وَالذُّعَاءِ بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ

١٩٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو
مُعَاوِيَةَ وَحَدَّثَنَا أَبُو مَرْزُوقٍ عَنْ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكَيْفٌ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
أَبِي جَمِيعٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُرَّةٍ

منہ پر تھپڑ مارنے، اگر زبان چاک کرنے اور زمانہ جاہلیت کی پیروی و پیکار کا بیان حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص منہ پیٹے اور گریبان چاک کرے یا ایام جاہلیت کی طرح پیچھے و پیکار کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
عَنْ قَالٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ لَيْسَ بِمَقَامٍ ضَرَبَ الْخُذُودَ أَوْ شَقَّ
الْجُيُوبَ أَوْ دَعَا يَدَ عَدُوِّ الْجَاهِلِيَّةِ هَذَا أَحَدٌ يَنْ
يُخَيَّرُ وَأَمَّا ابْنُ مُثَنَّى قَالَ يُكْرِهُ قَالٍ وَشَقَّ وَدَعَا
بِقَبْرِ الْيَمِّ -

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور بتلایا کہ
اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول

۱۹۴ - وَحَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ ابْنِ إِسْرَافِيلَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ
حُشْرَمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عُمَيْرُ بْنُ أَبِي مُوسَى جَمِيعًا عَنْ
الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ وَشَقَّ وَدَعَا -

۱۹۵ - وَحَدَّثَنَا الْعَلَمِيُّ بْنُ مَوْسَى الْقَنْطَرِيُّ
حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَزْرَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ
بُرَيْدَةَ الْبُخَارِيِّ عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ عُثَيْمٍ عَنْ حَدَّثَنَا
قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي بُرَيْدَةَ الْبُخَارِيُّ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ
وَجَعَلَ وَجَعًا فَعُشِيَ عَلَيْهِ دَرَأُ فِي جُحْرٍ أَمْرًا
قَالَ أَهْلُهُ فَصَاحَبَ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِهِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ
أَنْ يُكْرِدَ عَلَيْهَا شَيْئًا فَكَلَّمَ أَهْلَهُ فَقَالَ أَنَا بَرِيءٌ
مِمَّا بَرِئَ مِنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَإِنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِئَ مِنْ
الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالْمُتَالِقَةِ -

۱۹۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَاسْتَحْيَى بْنُ
مَنْصُورٍ قَالَ أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُوْدَانَ أَخْبَرَنَا أَبُو
عُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَخْرَةَ يَقُولُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ

بُرَيْدَةَ وَابْنِ بُرَيْدَةَ الْبُخَارِيِّ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنِي
عَلِيُّ بْنُ مُوسَى قَاتِلُ بَلَدٍ امْرَأَةً أَمَّ عَبْدَ اللَّهِ
نَصِيْبُ بَرِيَّةٍ قَالَ لَمْ أَهَاقُ فَقَالَ أَلَمْ تَعْلَمْ
دَكَانَ يَحْدِثُهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَنَا بَرِيءٌ مِمَّنْ حَلَقَ وَشَقَّ

حضرت ابو بردہ بن البوسنی بیان کرتے ہیں کہ
حضرت ابو موسیٰ اشعری سخت بیمار ہو گئے جس کی وجہ
سے آپ پر غشی طاری ہو گئی اس وقت آپ کا سر گھر
والوں میں سے کسی عورت کی گود میں تھا انہی میں سے
کوئی عورت بیچ بیچ کر رونے لگی غشی کی وجہ سے
حضرت ابو موسیٰ اشعری ————— اسی کو کچھ نہ کہہ سکے
جب بخوشی میں آئے تو فرمایا جن کاموں سے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیزار تھے ان سے میں بیزار
ہوں، رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرما کرنے والے، رسول نے
والے اور گریبان پہاڑ نے والے عورتوں سے بیزار تھے
عبدالرحمن بن یزید اور ابو بردہ دونوں بیان کرتے
ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ پر غشی طاری ہو گئی ان کی بیوی چلا
پلا کر رونے لگیں جب حضرت ابو موسیٰ اشعری

رضی اللہ عنہ کو بخوش آیا تو انھوں نے فرمایا کیا تمہیں معلوم
نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں
ہر اس عورت سے بیزار ہوں جو سر منڈائے، نوہ
کوسے اور کپڑے پہاڑ سے۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَاكٌ .

٢٠٠ - وَحَدَّثَنَا أَبُو يَكُوفُ بْنُ أَبِي هُبَيْرَةَ حَدَّثَنَا
أَبُو مُعَاوِيَةَ وَكَانَ عَنْ الْأَعْمَشِ - وَحَدَّثَنَا
مُتَجَابُّ بْنُ الْحَارِثِ الْقِمَمِيُّ وَاللَّفْظُ لِمَا حَدَّثَنَا
عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ
هَمَامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ كُنَّا يَجْلِسُ سَاعَهُ حَدِيثَهُ
فِي الْمَسْجِدِ فَجَاءَ رَجُلٌ حَتَّى جَلَسَ إِلَيْنَا
فَقِيلَ لِحَدِيثِهِ إِنْ هَذَا يَرْكُضُ إِلَى الشَّيْطَانِ
أَمَّا أَفْعَالُ فَقَالَ حَدِيثُهُ إِرَادَةُ أَنْ تُسْمِعَهُ مَهْمُ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا
يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَاثٌ -

ہمام بن حارث بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں
حضرت حذیفہ کے پاس بیٹھ ہوئے تھے اس میں ایک شخص اہم
ہمسے پاس بیٹھ گیا لوگوں نے حضرت حذیفہ سے کہا یہ شخص
لوگوں کی باتیں ماکم تک پہنچا دیتا ہے۔ حضرت حذیفہ
نے اس کو سنانے کے لیے لوگوں سے فرمایا میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جنت
جنت میں نہیں جائے گا۔

پچھلی کی تعریف | قرآن مجید میں ہے:

فیل لكل هنزۃ لمزۃ - (ھمزہ ۸)

چٹائی کی تعریف یہ ہے:

نقل كلام الناس بعضهم الى بعض على
جهة الفساد بينهم -
علامہ یحییٰ بن شریف نورانی لکھتے ہیں :

ہر چٹھوے اور قطعہ زن کے لیے تیار ہے۔

آپس میں فساد ڈالنے کے لیے بعض کی
میتیں بعض دوسروں تک پہنچانا۔

امام ابو حامد غزالی اجیار العلوم راج ۳ ص ۱۵۲ میں فرماتے ہیں چلی اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص کسی شخص سے جا کر یہ کہے کہ فلاں شخص تمہارے متعلق یہ کہہ رہا تھا اور وہ ایسی بات پہنچاؤ جس کا ظاہر کرنا ناپسند اور ناگوار ہو اور عام ازیں کہ یہ اظہار صراحت کیا جائے یا اشارۃً اور کنایتاً، سرچشمنی کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کا ملازمت اخذ کیا جائے اور جس چیز کا اظہار کوئی شخص ناپسند کرتا ہے اس کا اظہار کیا جائے اور بتایا جائے کہ فلاں شخص فلاں کے متعلق یہ ناپسندیدہ اور ناگوار بات کہہ رہا تھا۔

چنگلی ستنے والے پرچھو امور لازم ہیں

- (۱۲)۔ چٹلی کرنے والے کو چٹلی کرنے سے منع کرے، اس کے سامنے چٹلی کی تباحث بیان کرے اور اس کو نصیحت کرے۔
- (۱۳)۔ اس سے بغض رکھے، کیونکہ چٹلی کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ بغض رکھے اس سے بغض رکھنا چاہیے۔
- (۱۴)۔ چٹلی کی وجہ سے اپنے مسلمان بھائی سے بغض نہ رکھے۔
- (۱۵)۔ اس شخص کی چٹلی کی وجہ سے اس میں معاملہ کی تحقیق اور تجسس کرنے کا داعیہ نہیں ہونا چاہیے۔
- (۱۶)۔ اس چٹلی کو آگے نہ بھیلے، مثلاً یہ نہ کہے کہ فلاں، فلاں کے متعلق یہ کہہ رہا تھا ورنہ وہ خود بھی چٹخوڑ ہو جائے گا۔

دفع فساد کے لیے کسی کی بات پہنچانے کا جواز | امام غزالی نے چٹلی کے متعلق یہ جو کچھ بیان کیا ہے یہ اس وقت ہے جب اس میں کوئی مصلحت شرعیہ نہ ہو اور اگر کوئی بات کسی تک پہنچانے میں کوئی مصلحت شرعیہ ہو تو پھر اس بات کا پہنچانا ممنوع نہیں ہے، مثلاً کسی شخص کو یہ بتائے کہ فلاں شخص تمہاری بے عزتی کرنے والا ہے، یا وہ تمہاری بیوی کی عزت پر حملہ کرنے والا ہے، یا وہ تمہارا مال لوٹ کر لے جانے والا ہے، یا اس قسم کی شرانگیز باتوں کو امام احکم، تک پہنچانے یا کسی صاحب منصب تک یہ بات پہنچانے کہ فلاں شخص ایسا کام کر رہا ہے یا ایسا منصوبہ بنا رہا ہے جس سے فساد برپا ہو گا اور مخرب کاری ہوگی اور صاحب منصب پر لازم ہے کہ اس معاملہ کی تحقیق اور چھان بین کرے اور فتنوں کا سد باب کرے اور اس قسم کے اور اس جیسے امور حرام نہیں ہیں، بلکہ فتنہ کی نوعیت کی اعتبار سے بعض صورتوں میں فتنہ کی خبر دینا واجب اور بعض صورتوں میں مستحب ہے۔

حکومت نے جو جاموسی نظام قائم کیا ہے وہ بھی اسی صورت پر محمول ہے، کیونکہ چٹلی اس وقت ہوتی ہے جب فساد ڈالنے کے لیے کسی کی بات کسی کو پہنچائی جائے اور ان صورتوں میں فساد روک کرنے کے لیے کوئی بات پہنچائی جاتی ہے، اس کی پوری تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں بیان کر دی ہے۔

بَابُ بَيَانِ غَلْظِ تَحْرِيمِ اِسْبَالِ الْاِذَا رِوَالْمَنْ
بِالْعَطِيَّةِ وَتَنْفِيهِ السَّلْعَةِ بِالْحَلْفِ وَبَيَانِ الثَّلَاثَةِ
الَّذِينَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يَنْظُرُ
اِلَيْهِمْ وَلَا يَزِدُّهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ
۲۰۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدٌ

لباس ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والوں،
احسان جتکانے والوں اور جھوٹی قسم کھا کر سودا
نیچنے والوں سے اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے کا بیان

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

مُتَنِّي وَإِبْنُ بَشَّارٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ
عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مَدْرِكَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ
عَنْ تَحْرِثَةَ بْنِ الْحَرِثِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ لَا
يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا
يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ قَالَ فَقَرَأَ هَذَا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ
مَرَّاتٍ قَالَ أَبُو ذَرٍّ خَابُوا وَخَسِرُوا مَنْ هُمْ
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الْمُسِيءُ وَالْمُفْسِدُ وَالْمُكَذِّبُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا کہ تین شخص
ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کلام فرمایا
کہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا نہ ان کو گناہوں سے
پاک کرے گا۔ اور انہیں دردناک عذاب دے گا حضرت
ابو ذر نے عرض کیا حضور یہ لوگ تو سخت نقصان اور
خسارے میں رہیں گے یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا (مفسرین)
بچے کھانا کھانے والا، احسان جتنا کرنے والا، اور
اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھا کر مال و راحت کرنے والا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں سے قیامت
کے دن اللہ تعالیٰ بات نہیں کرے گا، ایک وہ شخص جو
ہر نیکی کا احسان جتنا کرے۔ دوسرا وہ جو جھوٹی قسم کھا کر
سامان فتنہ کرتا ہے اور تیسرا وہ شخص جو اپنے کمرے پر
کر گھنوں کے بچے کھاتا ہے۔

۲۰۲. وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَةَ وَالْبَاهِلِيُّ
حَدَّثَنَا بَيْهَقِيُّ وَهُوَ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ
حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْأَعْمَشِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُسَبَّرٍ
عَنْ حَرِثَةَ بْنِ الْحَرِثِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ لَا يَكَلِّمُهُمُ
اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ الْمَتَّانُ الَّذِي لَا يُعْطِي مَتْنًا
إِلَّا مَنَّهُ وَالْمُنْفِقُ سِدْقُهُ بِالْحَلْفِ الْفَاجِرِ وَالْمُسِيلُ إِذَا مَنَّا

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس
سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے، لیکن اس
میں یہ الفاظ زاد ہیں کہ تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ
بات نہیں کرے گا نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا
اور نہ انہیں گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کے
لیے دردناک عذاب ہے۔

۲۰۳. وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَةَ أَخْبَرَنَا
مُحَمَّدُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا
سُلَيْمَانُ بْنُ هَاشِمٍ الْإِسْطَوِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو كَيْسٍ أَنَّ اللَّهَ
وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يَزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن
اللہ تعالیٰ تین شخصوں سے بات نہیں کرے گا اور نہ انہیں
گناہوں سے پاک کرے گا، ایک اور روایت میں اس طرح
ہے کہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور ان کے لیے
دردناک عذاب ہے ایک بوڑھا عازانی دوسرا جھوٹا عالم
تیسرا مسرور فقیر۔

۲۰۴. وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
وَكَيْفٌ وَابْنُ مَعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي حَارِثٍ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لَا يَكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ
الْقِيَمَةِ وَلَا يَزَكِّيهِمْ قَالَ أَبُو مَعَاوِيَةَ وَلَا
يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ شَيْخُ تَرَاثُومٍ
مَلِكٌ كَذَّابٌ وَكَافِرٌ مُسْتَكْبِرٌ

۲۰۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كَرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهَذَا حَدِيثٌ أَبِي بَكْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَلَامَةً لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يَزْكِيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ رَجُلٌ عَلَى قَضَلٍ مَاءٍ بِالْفَلَاحِ يَمْنَعُهُ مِنْ ابْنِ السَّبِيلِ وَرَجُلٌ بَاتٍ رَجُلًا يَسْلُقُهُ بَعْدَ الْعَصْرِ وَحَلَفَ لَهُ بِاللَّهِ لَا يَحْدُثُ هَذَا وَكَذَلِكَ أَفْضَلُ قَدًّا وَهُوَ عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ وَرَجُلٌ بَاتٍ رَجُلًا مَاءً لَا يَبِيعُهُ إِلَّا لِدُنْيَا فَإِنَّ آعْطَاهُ مِنْهَا قُلِي وَلَنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا لَحَرِيفٌ -

۲۰۶۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ غَمْرٍو وَالْأَشْعَثِيُّ أَخْبَرَنَا هَبْشَةُ عَنْ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَمِثْلَهُ مُتَّفَقٌ أَنْ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ وَرَجُلٌ سَأَوْهُ رَجُلًا يَسْلُقُهُ -

۲۰۷۔ وَحَدَّثَنَا عُثْمَرُ بْنُ الْقَافِلِ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَرَأَيْتُمْ مَرُوءَةً قَالَتْ كَلَامٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ رَجُلٌ حَلَفَ عَلَى كَيْفَيْنِ بَعْدَ صَلَوةِ الْعَصْرِ عَلَى مَالٍ مُسْلِمٍ فَأَقْتَطَعَهُ وَبَاتٍ فِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ وَحَدِيثِ الْأَعْمَشِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات کرے گا نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ انھیں گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کو دردناک عذاب دے گا، ایک وہ شخص جس کے پاس جنگل میں ضرورت سے زیادہ پانی ہو پھر اس کے باوجود کسی مسافر کو پانی نہ دے، دوسرا وہ شخص جس نے عصر کے بعد کوئی چیز فروخت کی اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ اس نے یہ مال اتنے میں خریدا ہے اور اگر میں ایسا نہ تھا تو اسے اس شخص جو دنیا کا مال کی خاطر کسی حاکم سے بیعت کرے اگر مال مل جائے تو اس کی اطاعت کرے اور نہ ملے تو نہ کرے۔ امام مسلم نے ایک اور سند ذکر کی اور بتلایا کہ اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے مگر اس میں قیمت بتانے کا ذکر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بات کرے گا اور نہ ان کی جانب نظر رحمت کرے گا اور نہ ان کو دردناک عذاب ہوگا ایک وہ شخص ہے جس نے عصر کے بعد قسم کھا کر کسی مسلمان کا مال مار لیا۔ بقیہ حدیث سابق حدیث کی طرح ہے۔

حدیث نمبر ۲۰۱ میں شخصوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والے پر عذاب کی وعید

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: اس حدیث کا مکمل یہ ہے کہ جو شخص تکبر کی نیت سے کپڑے ٹخنوں سے نیچے لٹکائے، جیسا کہ ایک حدیث میں تفصیل سے بیان ہے "جس شخص نے تکبر سے کپڑا ٹخنوں کے نیچے لٹکایا، اللہ تعالیٰ اس پر نظر فرماتا نہیں فرمائے گا، اس حدیث میں ٹخنوں سے کپڑا لٹکانے والوں کے عموم سے ان کو مستثنیٰ کر لیا

ہے جو تکبر کی وجہ سے شخصوں سے نیچے کھڑا نہیں ہو سکتا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس میں رخصت دی تھی اور فرمایا تھا، تم تکبر کی نیت سے کھڑا نہیں ہو سکتے، اس رخصت اور تکبر کی قید سے یہ معلوم ہوا کہ مذاب کی یہ وعید صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو تکبر سے کپڑوں کو شخصوں کے نیچے لٹکاتے ہیں، یہ حکم تمیز اور تہذیب دونوں کو نام ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تہذیب تمیز اور عامہ ان میں سے جس کو بھی کسی شخص نے تکبر سے لٹکایا، اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن نظر رحمت نہیں فرمائے گا، اس حدیث کو امام ابو داؤد، امام نسائی، اور امام ابن ماجہ نے اسناد حسن سے روایت کیا ہے۔
 ر شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ہم نے اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے۔

بوسے زانی، جھوٹے حاکم اور تکبر فقیر کے زیادہ مغرض ہونے کی وجہ سے: حدیث نمبر ۲۰۴ میں ہے:

اور تکبر فقیر پر اللہ تعالیٰ رحمت نہیں فرمائے گا۔

قاضی عیاض نے کہا اس شخص کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر شخص نے معصیت مذکورہ کا التزام کیا حالانکہ وہ معصیت اس کے حال سے بہت بعید ہے اور اس کی ضرورت نہیں ہے اور اس کے لیے اس معصیت کے محرکات بھی نہیں ہیں، ہر چند کہ کوئی شخص بھی از کتاب معصیت میں معذور نہیں ہے لیکن جب ان معاصی کی حاجت نہ ہو نہ عادت ان کے وعائی اور محرکات ہوں تو پھر ان کا ان معاصی کا ارتکاب کرنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ عداوت ان معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں اور اپنے آپ پر اللہ تعالیٰ کے حق کو بہت معمولی خیال کرتے ہیں، کیونکہ بوسے آدمی کی طویل زمانہ گزر جانے اور متعدد تجربات کے حصول کی وجہ سے عقل کامل ہو جاتی ہے اور اس میں جلع کے اسباب اور عورتوں کی شہوت کم ہو جاتی ہے اور بچی شہوت کو پورا کرنے کے اس کے پاس حلال ذلت محدود ہوتے ہیں تو پھر اس کا نہ کرنا بہت بعید ہوتا ہے کیونکہ نہ اس کا محرک اور نہ اس کا عذر ہوتا ہے۔

اسی طرح امام اور حاکم سے اس کی رعیت ڈرتی ہے اور اس کو مابینت کرنے اور جھوٹ بوسنے کا خائف نہیں ہوتی، کیونکہ وہ شخص مابینت کرتا ہے یا جھوٹ بولتا ہے جس کو کسی چیز پر گرفت اور مواخذہ کا خوف ہو اور جب حاکم گرفت اور مواخذہ سے بے پروا ہو جاتا ہے تو پھر اس کا جھوٹ بولنا زیادہ قبیح ہے، اسی طرح فقیر کا تکبر کرنا بہت قبیح ہے کیونکہ تکبر کا سبب اپنے ہم ضرور پر فائق ہونا، دنیا کی کثرت اور لوگوں کا اس کی طرف محتاج ہونا ہے تو جس شخص کے مال و دولت نہ ہو اور وہ خود دوسروں کا دست نگر اور محتاج ہو تو اس کا تکبر کرنا بہت قبیح ہے اس لیے بوسے زانی، جھوٹے حاکم اور تکبر فقیر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے زیادہ دور ہوتے ہیں۔ لہ

بَابُ بَيَانِ غِلْظِ تَحْرِيجِ قَتْلِ الْإِنْسَانِ خود کشی کرنے کی شدید ممانعت اور اس کا

مذاب

نَفْسَهُ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُدَّ بِهَا
فِي النَّارِ وَإِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ

۲۰۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ مَعِينٍ
الْأَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي
صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدٍ
وَحَدِيدٍ تَمُوتُ فِي يَدَيْهِ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ
جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ شَرِبَ
سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَوَجَّأُ فِي سَائِرِ
جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ تَرَدَّى مِنْ حَبْلٍ
فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَرَدَّى فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا

۲۰۹۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا
جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَمَّارِيُّ حَدَّثَنَا
خَالِدُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ الْخَارِثِ حَدَّثَنَا هُجَيْبٌ عَنْ هَذَا
الرِّسَالَةِ عَنْ مُحَمَّدٍ وَفِي رِوَايَةٍ شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ
قَالَ سَمِعْتُ ذَكَرًا

۲۱۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ
ابْنُ سَلَامٍ بْنُ أَبِي سَلَامٍ الدِّمَشْقِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ
أَبِي كَثِيرٍ أَنَّ أَبَا قِلَابَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ ثَابِتَ بْنَ
الطَّحْتَاقِ أَخْبَرَهُ أَنَّ بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلَى
يَمِينٍ بِمِلَّةٍ غَيْرِ إِسْلَامٍ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ
وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُدَّ بِهَا بِكَ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ وَكَيْسٌ عَلَى رَجُلٍ تَدْرُ فِي شَيْءٍ لَا يُنْبِئُكَ

۲۱۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَسَاةٍ الْمُسَمِّيُّ حَدَّثَنَا
مُعَاوَةُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص
کسی ہتھیار سے خودکشی کرے تو جہنم میں وہ ہتھیار
اس شخص کے ہاتھ میں ہوگا اور اس ہتھیار سے جہنم
میں وہ شخص خود کو ہمیشہ زخمی کرتا رہے گا، اور جو شخص
زہر سے خودکشی کرے گا، وہ جہنم میں ہمیشہ زہم کھاتا
رہے گا اور جو شخص پہاڑ سے گر کر خودکشی کرے گا،
وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ گرتا رہے گا۔

امام مسلم نے عین اور اسناد بیان کیس اور بتلایا
کہ ان سندوں سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت ثابت بن قحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
دعوت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی۔ اس موقع
پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص
نے اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب سے ہو جانے
کی جھوٹی قسم کھائی تو وہ ایسا ہی ہو جائے گا، اور جس
شخص نے کسی چیز سے خودکشی کی تو قیامت کے دن
اسی چیز سے مذاب دیا جائے گا۔ اور اگر کسی نے
غیر ملکہ چیز کی نذر مافی تو اس کا پوچھ کرنا لازم نہیں ہے۔
حضرت ثابت بن قحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس چیز

کا کوئی شخص مالک نہ ہو اس کی نذر پوری کرنا لازم نہیں
اور مسلمان پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کے برابر
ہے جو شخص جس چیز سے خودکشی کرے گا، قیامت
کے دن اسے اس چیز سے عذاب دیا جائے گا اور
جو شخص مال بڑھانے کے لیے جھوٹا دعویٰ کرے گا
اللہ تعالیٰ اس کے مال میں اور کمی کر دے گا یہی حال
اس شخص کا ہوگا جو حاکم کے سامنے جھوٹی قسم کھائے گا۔
حضرت ثنابت بن عثاک انصاری رضی اللہ عنہ بیان
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جس شخص نے اسلام کو چھوڑ کر کسی اور مذہب کی جھوٹی
قسم کھائی اس کا اس دین میں شمار ہوگا، اور جو شخص جس
چیز سے خودکشی کرے گا، اللہ تعالیٰ جہنم میں اس کو اسی
چیز سے عذاب کرے گا، اور بعض روایات میں یوں
ہے کہ جس شخص نے اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کی
جھوٹی قسم کھائی تو اس کا اسی دین سے شمار ہوگا اور
جس شخص نے خود کو کسی چیز سے فزع کیا تو قیامت
کے دن اسے اسی چیز سے فزع کیا جائے گا۔

ابن ابی کثیر قال حدثنی أبو قلابة عن ثنابت
ابن الضحاك عن النبي صلى الله عليه وآله
سئل قال ليس على رجل كذب في نفسه
ولعن المؤمن قتل نفسه ومن قتل نفسه بشيء
في الدنيا عذب به يوم القيامة ومن ادعى
دعوى كاذبة نكح كثر بها لم يزد له الله إلا
قلبة ومن حلف على يمين صبر فاحرق

۲۱۲۔ حدثنا اسحق بن ابراهيم عن اسحق
ابن منصور وعبد الوارث بن عبيد الصمد كلهم
عن عبيد الصمد بن عبد الوارث عن شعبة عن
أيوب عن أبي قلابة عن ثابت بن الضحاك
الأصاوي ح وحدثنا محمد بن رافع عن
عبد الرزاق عن الثوري عن خالد بن حذاء
عن أبي قلابة عن ثابت بن الضحاك الأنصاري
قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
من حلف بيمينه سيوى الإسلام كاذباً فمتممة
فهو كما قال ومن قتل نفسه بشيء عذبه
الله في نار جهنم وهذا حديث سفيان و
أما شعبة فحديثه أن رسول الله صلى الله
عليه وآله وسلم قال من حلف بيمينه سيوى
الإسلام كاذباً فهو كما قال ومن ذبح نفسه
بشيء ذبحه يوم القيامة

۲۱۳۔ وحدثنا محمد بن رافع وعبد بن
عبيد جميعاً عن عبد الرزاق قال ابن رافع
حدثنا عبد الرزاق أخبرنا معمر عن الثوري
عن ابن المسيب عن أبي هريرة قال قال رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم قال من حلف بيمينه
كاذباً لم يجز له أن يبايعكم هذا من
أهل الشام فحدثنا الحسن بن الحسن بن أبي

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ حنین
میں تھے، ہم لوگوں میں ایک شخص تھا جس کا مسلمانوں
میں شمار ہوتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس کے پاس سے فرمایا یہ جہنمی ہے جب جنگ
شروع ہوئی تو وہ شخص بڑی بہادری سے لڑا اور
زخمی ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض

فَتَا لَا شَدِيدُ يُدَا قَا صَابَتْهُ بِجَرَا حَةً قَبِيلَ يَارَسُولَ
 إِلَهِ الرَّجُلِ الَّذِي قُلْتُ لَنَا إِنْفَارُ نُهُ مِنْ أَهْلِ
 النَّارِ فَإِنَّهُ قَاتَلَ الْيَوْمَ فِتَا لَا شَدِيدُ يَدَا وَقَدْ
 مَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 إِلَى النَّارِ فَكَاهَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَرْتَابَ
 قَبِيلُهُمَا هُمَا عَلَى ذَلِكَ إِذْ قِيلَ فَإِنَّهُ لَوْ بَعِثَ
 وَلِيكُنْ بِهِ جَرَا حًا شَدِيدُ يَدَا قَدْ قَاتَا كَانَ مِنَ اللَّيْلِ
 لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الْجِدَارِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَانْخَبَرَ
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ فَقَالَ
 اللَّهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ وَرَسُولَهُ قَدْ
 أَمَرَ بِكَ لَا فَنَادَى فِي النَّاسِ إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ
 إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَرَأَى اللَّهُ يُؤَيِّدُ هَذَا الدِّينَ
 يَا لِلرَّجُلِ الْفَاجِرِ .

کیا گیا یا رسول اللہ! جس شخص کے بارے میں آپ نے
 فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے وہ آج بہت بہادری سے
 لڑا اور آپ وہ مڑ چکا ہے، آپ نے فرمایا وہ دوزخ
 میں گیا، بعض صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 فرمان کی تہ تک نہ پہنچ سکے، اتنے میں کسی شخص نے
 اگر عرض کیا یا رسول اللہ وہ شخص ابھی مرا نہیں تھا لیکن
 بہت زخمی تھا، رات کے آخری حصہ میں وہ زخم کی تکلیف
 برداشت نہ کر سکا اور اس نے خودکشی کر لی، رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا
 اللہ اکبر! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا
 رسول ہوں، پھر آپ نے حضرت بلال کو بلوا کر لوگوں
 میں اعلان کروایا کہ جنت میں صرف مسلمان جائیں گے اور اللہ
 تعالیٰ اس دین کو فاسقوں کے ذریعہ بھی تقویت
 دیتا رہتا ہے۔

۲۱۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا
 يَحْيَى بْنُ وَهَّابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِي عَنْ يَحْيَى بْنِ
 الْعَرَبِ عَنْ أَبِي حَارِثٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ الشَّاعِرِ
 أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ التَّقَى
 هُوَ قَاتِلُ الْمُشْرِكِينَ قَاتِلُوا قَاتِلًا رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَسْكَرِهِ
 وَمَا لَ الْخُرُودَ إِلَى عَسْكَرِهِمْ فِي أَصْحَابِ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا
 لَا يَدْعُو بِهَذَا شَأْنًا وَلَا قَاتِلًا وَلَا إِلَّا اتَّبَعَهَا
 يَصْبِرُ بِهَا بِسَبِيحٍ فَقَالُوا أَمَا أَجْرُهُ وَمَا الْيَوْمَ
 أَحَدًا كَمَا أَجْرُهُ فَلَا رُفْقًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَمَّا رَأَيْتُمْ مِنْ أَهْلِ
 النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ أَنَا صَاحِبُهُ
 أَبَدًا قَالَ فَنُفِّرْهُ مَعَهُ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهُ
 وَلَا إِذَا سُرِعَ اسْرِعَ مَعَهُ قَالَ فَجَرَّحَ الرَّجُلُ

حضرت سہل بن سعد سعدی رضی اللہ عنہ بیان
 کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار
 میں مقابلہ ہوا اور نبوت زبردست کشت و خون
 تک پہنچی یہاں تک کہ حضور اور کفار اپنے اپنے
 لشکروں کی طرف لوٹ گئے، رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص تھا وہ جس پر
 بھی حملہ کرتا اسے مارے بغیر نہ چھوڑتا، صحابہ
 کرام نے اس شخص کے بارے میں کہا آج اس
 جیسا جہاد کسی نے نہیں کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا لیکن وہ شخص جہنمی ہے۔ صحابہ میں
 سے ایک شخص نے کہا میں اس شخص کی انگریزی کر دینگا
 (تاکہ معلوم ہو کہ وہ شخص کس نسل کے سبب جہنمی ہوتا
 ہے) پس وہ صحابہ اس شخص کے ساتھ لگے
 حتیٰ کہ وہ کہیں ٹھہر جاتا تو وہ بھی ٹھہرتا اور اگر وہ دوڑتا
 تو وہ بھی دوڑتے، بالآخر وہ شخص سخت زخمی ہو گیا،

جُرْحًا شَدِيدًا اِذَا اسْتَوْجِلَ الْمَوْتَ قَوْصَةً نَصَلَ
سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَدُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ شَقَّ
تَحَامِلَ عَلَى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَخَرَجَ الرَّجُلُ
إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ قَالَ وَمَا
كَذَا قَالَ الرَّجُلُ الَّذِي ذَكَرْتُ إِنْهَا أَنَّهُ مِنْ
أَهْلِ النَّارِ فَأَعْطَاهُ النَّاسُ ذَلِكَ فَقُلْتُ أَنَا
لَكُمْ بِهِ فَخَرَجْتُ فِي طَلَبِهِ حَتَّى جِئْتُ جُزْءًا
شَدِيدًا اِذَا اسْتَوْجِلَ الْمَوْتَ قَوْصَةً نَصَلَ
سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَدُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ شَقَّ
تَحَامِلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ إِنَّ الرَّجُلَ
لَيَعْمَلُ عَمَلًا أَهْلُ الْجَنَّةِ فِيهِمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ
وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ
عَمَلًا أَهْلُ النَّارِ فِيهِمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ
مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ -

اور اس نے زخم کا تکلیف کی تاب نہ لا کر تلوار کی نوک اپنے
سینہ پر رکھی اور تلوار پر زور دے کر خودکشی کر
لی۔ وہ صحابی اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا میں گواہی
دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے
کہا جس شخص کے ہار سے میں آپ نے فرمایا تھا
کہ وہ جہنمی ہے اور لوگ اس خبر سے حیران ہوئے
تھے اسی وقت میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں ان
لوگوں کی حیرانی دور کر دوں گا، چنانچہ میں اس کا پچھا
کرنا شروع کیا جب وہ شخص بہت زخمی ہو گیا، تو اس
نے تلوار کا دستہ زمین پر رکھ کر اس کی نوک اپنے
سینہ پر رکھی اور اس طرح تلوار اپنے سینہ میں گھس کر اس
نے خودکشی کر لی، آپ نے فرمایا بعض شخص ایسے کام
کرتے ہیں جن کی وجہ سے لوگ ان کو جنتی سمجھتے
ہیں اور وہ جہنمی ہوتے ہیں، اور بعض شخص ایسے
کام کرتے ہیں جن کی وجہ سے لوگ ان کو جہنمی سمجھتے
ہیں اور وہ جنتی ہوتے ہیں۔

حضرت حسن بیان کرتے ہیں کہ پچھلی امتوں
میں سے کسی شخص کے ایک پھوڑا نکلا، جب اس
میں سیرادہ تکلیف محسوس ہونے لگی تو اس نے
اپنے ترکیش میں سے ایک تیر نکال کر اس سے
پھوڑے کو چیر ڈالا جس سے خون بہنے لگا اور
لوگ نہ سکا جس کی وجہ سے وہ مر گیا، فقہاروں نے
اسے فرمایا میں نے اس پر جنت حرام کر دی، حضرت حسن
نے اپنے ہاتھ سے مسجد کی طرف اشارہ کر کے کہا
خدا کی قسم مجھ سے اس مسجد میں حضرت جندب نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان
کی ہے۔

۳۱۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ حَقِّ بْنِ
الْوَبَّائِي وَهُوَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زُبَيْرٍ
حَدَّثَنَا شَيْبَانُ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ إِنَّ
رَجُلًا مَعْنَى كَانَ قَبْلَكُمْ فَخَرَجْتُ بِهِ فَزَحَا
فَلَمَّا أَذْفُهُ انْتَوَى سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهِمْ فَكَاها
فَلَمَّا بَرَفَا الدَّمُ حَتَّى مَاتَ قَالَ مَا بَكُمُ قَدْ
خَرَّمْتُ عَلَيْكَ الْجَنَّةَ ثُمَّ مَدَّ يَدَهُ إِلَى الْمَسْجِدِ
فَقَالَ إِي وَ اللَّهِ لَهَذَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ عَنْ
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
فِي هَذَا الْمَسْجِدِ -

حسن کہتے ہیں کہ حضرت جندب بن عبد اللہ
بجلی نے اس مسجد میں ہم سے حدیث بیان کی،
جس سے ہم کوئی لفظ نہیں بھولے اور نہ ہمیں حدیث
ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر
جھوٹ باندھا تھا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلی امت
میں ایک شخص تھا، جس کے پھوڑا نکلا۔۔۔۔۔ بقیہ
حدیث حسب سابق ہے۔

۲۱۴- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْقَمَدِيُّ
حَقَّ لَنَا وَهَبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ
الْحَسَنَ يَقُولُ حَدَّثَنَا جُنْدَبُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيُّ
فِي هَذَا الْمَسْجِدِ فَمَدَّ نَيْبَنَا وَمَا تَخْشَى أَنْ يَكُونَ
كَذِبَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
سَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ خَوَجَ بِرَجُلٍ فَيَمُنْ كَانَ قَبْلَكَ خَوَجًا
فَذَكَرْ خَوَجًا۔

خود کشی پر دائمی عذاب کی وعید کی ترجمہ | اس باب کی احادیث میں ہے: جو شخص جس چیز سے خود کشی
کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں اس چیز سے ہمیشہ
عذاب دیتا رہے گا۔

علامہ یحییٰ بن شریف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خود کشی کرنا گناہ کبیرہ ہے، اور گناہ کبیرہ کفر نہیں ہے
اور اس کے ارتکاب سے انسان دائمی عذاب کا مستحق نہیں ہوتا، پھر خود کشی کرنے والا جہنم کے عذاب
میں ہمیشہ ہمیشہ کس وجہ سے رہے گا؟ اس اعتراض کے درجواب میں:
(۱)۔ جس شخص نے خود کشی کا فعل حلال سمجھ کر کیا حالانکہ اس کو خود کشی کے حرام ہونے کا علم تھا وہ کافر ہو
جائے گا اور کافر کے لیے دائمی عذاب ہے اور یہ حدیث اسی صورت پر محمول ہے۔

(۲)۔ اس حدیث میں مخلوق سے مراد مدت طویل ہے، یعنی وہ شخص طویل مدت تک عذاب میں مبتلا رہے گا۔
تقاضی عیاض مانگی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مقتول کو جس آلہ سے قتل کیا جائے،
نقص میں قاتل کو اسی آلہ سے قتل کرنا پڑے، علامہ نووی نے کہا یہ استدلال ضعیف ہے، وجہ
ضعف یہ ہے کہ اس حدیث میں انہوں نے عذاب کی کیفیت بیان کی گئی ہے، اس پر نووی احکام
کو قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

غیر ملت اسلام کی قسم کھانے کی تفصیل | حدیث نمبر ۲۱۰ میں ہے جس شخص نے کسی ملت سے ہر
کی جھوٹی قسم کھائی تو وہ اس ملت سے بوجھ جائے گا۔
علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جھوٹی قسم کی جو قید لگائی ہے وہ قید احترازی نہیں ہے، اور اگر اس نے غیر ملت
اسلام کی سچی قسم بھی کھائی تو اس کا یہی حکم ہے۔
مثلاً کس شخص نے کہا اگر اس نے فلاں کام کیا تو وہ یہودی یا نصرانی ہے، تو اگر اس نے یہودیت
یا نصرانیت کو سچ اور حق جان کر ان کی تعظیم کی وجہ سے ایسا کہا تو وہ کافر ہے، اور اگر اس نے یہودیت

قَرِيقًا غَمَمْنَا السَّمَاءَ وَالْطَّعَامَ وَالْخِيَابَ شَحَرًا
 أَنْطَقْنَا إِلَى الْوَادِي قَوْمَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهُ لَهُ قَهْبَةٌ لَهُ رَجُلٌ مَقْنُ
 جَدِّهِ يُدْعَى عَلَى رِقَاعَةِ ابْنِ رَيْدٍ مِنْ ابْنِي الطُّيَيْبِ
 فَلَمَّا تَرَلْنَا الْوَادِي قَامَ عَبْدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِحُلٍّ مَحْكَةٍ قَرْمِي بِسِيمٍ
 فَكَانَ فِيهِ حَقُّهُ فَقُلْنَا هَيْبَتُكَ لَكَ الشَّهَادَةُ
 يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
 وَسَلَّمَ كَلَامًا وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ الشَّكْلَةَ
 لَتَلْتَهَبُ عَلَيْهِ نَارًا أَحَدَهَا مِنْ الْكَتَائِبِ يَوْمَ
 تَمَيَّزَ لَمْ تُصْبِحْهَا الْمَقَاسِمُ قَالَ فَفَزِعَ الْمَقَامُ
 فَجَاءَ رَجُلٌ بِشِرَاكِ أَوْ شِرَاكِينِ فَقَالَ يَا
 رَسُولَ اللَّهِ أَصَبْتُ هَذَا الْيَوْمَ نَحِيرَ فَقَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ شِرَاكِ مِنْ قَارِئٍ
 شِرَاكِانِ مِنْ تَارِئٍ

جب ہم اس وادی میں اترے تو اس غلام نے رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامان کھولنا شروع کر دیا، اسی
 دوران اچانک کہیں سے ایک تیر آکر اسے لگا
 جس سے اس کا انتقال ہو گیا، ہم نے عرض کیا یا
 رسول اللہ! اسے شہادت مبارک ہو، رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرگز نہیں، قسم ہے اس
 ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ
 وسلم کی جان ہے جو چاروں نے نعیر کے مال نفیت
 میں سے لی تھی، وہ اس کے حصہ کی نہ تھی۔ وہی چادر
 بصورت شعلہ اس کے اوپر چل رہی ہے۔ یہ سن کر
 سب خوفزدہ ہو گئے، ایک شخص چڑھے کے ایک
 دو تسمے لے کر آیا، اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میں نے
 جنگ نعیر کے دن پایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا یہ تسمے بھی آگ کے ہیں۔

اس باب کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل متنبطہ ہوتے ہیں۔
 (۱) مال نفیت میں سے کچھ چھپانا حرام ہے۔

- (۲) مال نفیت کی چوری میں قیل اور نعیر کا کوئی فرق نہیں ہے۔
- (۳) اگر مال نفیت میں سے چوری کرنے والا قتل کر دیا جائے تو اس کو شہید نہیں کہا جائے گا۔
- (۴) جو شخص کفر پر مارا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔
- (۵) قسم کے مطالبہ کے بغیر بھی قسم کھانا جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قسم اس ذات کی جس
 کے قبضہ میں محمد کی جان ہے۔“
- (۶) مال نفیت میں سے جو چیز چرائی جائے اس کا واپس کرنا واجب ہے، اور اگر وہ واپس کرے تو اس کو
 قبول کیا جائے گا۔
- (۷) مال نفیت سے چوری کرنے والے کے سامان کو جلا یا نہیں جلائے گا، اور جس حدیث میں یہ ہے کہ جو
 شخص چوری کرے اس کے سامان کو جلا دو اور اس کو مار دو، اس حدیث کو حافظ ابن عبد البر وغیرہ نے
 ضعیف کہا ہے اور امام طحاوی نے کہا یہ حدیث منسوخ ہو گئی یا اس وقت کا حکم تھا جب عقوبات مالیہ
 شروع تھیں۔ لہ

لے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۲ھ، شرح مسلم ج ۲، ۴۴، مطبوعہ دار محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بِالدَّلِيلِ عَلَى أَنْ قَاتِلَ نَفْسِهِ لَا يَكْفُرُ

۲۱۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَفَرَسْتُ
بْنُ إِسْرَاهِيلَ جَمِيعًا عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا
سُلَيْمَانُ بْنُ خَرِّبَ عَنْ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ حَجَّاجٍ
الطَّوَّافِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ الطَّفِيلِ
بْنِ عَمْرِو بْنِ وَاسِلٍ جَاءَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ لَكَ فِي
حِصْنِ حِصِينٍ وَنَمْعَةٍ قَالَ حِصْنٌ كَانَ يَدُورُ
فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَتَأْتِي ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِيَذِي ذَخَرًا لِلَّهِ يُلْذَنُ نَصَارَ فَكَلَّمَا
هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى
الْمَدِينَةِ هَاجَرَ إِلَيْهِ الطَّفِيلُ بْنُ عَمْرِو بْنِ هَاجَرَ
مَعَهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ فَاجْتَرَا الْمَدِينَةَ
فَمَرَّ مِنْ وَجَدَهُ فَأَخَذَ مَشَاقِصَ لَهُ فَفَقَطَعَهَا بِهَا
بِرَاحِمَهُ فَشَجَعَتْ يَدَهُ حَتَّى مَاتَ فَتَرَاهُ
الطَّفِيلُ بْنُ عَمْرِو بْنِ مَنَامٍ قَرَاهُ وَهَيْئَتُهُ
حَسَنَةً وَرَأَاهُ مُعَظِيًا قَدِيرٌ فَقَالَ لَهُ مَا صَنَعْتَ
بِكَ مَا بَكَ فَقَالَ عَمَّرَ لِي بِهِ جَدِّي إِلَى نَبِيِّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ مَا لِي
أَرَاكَ مُعَظِيًا قَدِيرًا قَالَ قِيلَ لِي لَنْ تَهْلِكَ
مِنْكَ مَا أَفْسَدْتَ فَقَضَّيْتُهَا الطَّفِيلُ عَلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
اللَّهُمَّ وَلِيَّكَ فَاغْفِرْ -

خودکشی کے کفر نہ ہونے کی دلیل

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت
طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو کسی مضبوط قلعة اور حفاظت
کے مقام کا ضرورت ہے؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے
ہیں کہ حضرت طفیل کے پاس زمانہ جاہلیت میں قبیلہ دوس
کا ایک قلعة تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار
کر دیا کیونکہ یہ مساوات اللہ تعالیٰ نے انہما کے لیے مقرر
کر دی تھی ابھر مال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت
کر کے مدینہ تشریف لے آئے تو حضرت طفیل بن عمرو
بھی اپنی قوم کے ایک شخص کے ساتھ ہجرت کر کے
مدینہ آ گئے، حضرت طفیل کا ساتھی بیمار ہو گیا اور جب
بیماری اس کی قوت برواشت سے باہر ہو گئی تو اسی
نے ایک بے تیر کے چم سے اپنی انگلیوں کے جوڑ
کاٹ ڈالے جس کی وجہ سے اس کے دونوں ہاتھوں
سے خون بہنے لگا، اور اسی سبب سے اس کا انتقال
ہو گیا۔ حضرت طفیل نے اسے خواب میں اچھی حالت
میں دیکھا لیکن اس نے اپنے دونوں ہاتھ پیٹے ہوئے
تھے، حضرت طفیل نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے
ساتھ کیا حال کیا اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے کل
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے کے سبب
سے بخش دیا، حضرت طفیل نے پوچھا تمہاری انگلیوں
پیٹے ہوئے ہو؟ اس نے کہا مجھ سے یہ کہا گیا ہے
کہ جس چیز کو تم نے خود بگاڑا ہے ہم اسے درست
نہیں کر سکتے، حضرت طفیل نے یہ خواب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، خواب میں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ اس کے ہاتھوں

کو بھی بخش دے۔

اس باب کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل | اس حدیث سے حسب ذیل احکام شرعیہ مستنبط ہوتے ہیں:

(۱)۔ جس شخص نے خودکشی یا اور کسی معصیت کبیرہ کا ارتکاب کیا اور توبہ کیے بغیر مر گیا تو وہ کافر نہیں ہے اور نہ اس کا جہنمی ہونا قائل ہے، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے، اس حدیث سے ان احادیث کی شرح ہو جاتی ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ خودکشی کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اور یہ متعین ہو جاتا ہے کہ ان احادیث میں ایسا شخص مراد ہے جو جائز اور حلال سمجھ کر خودکشی کرے۔

(۲)۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ گناہ کے ارتکاب سے آخرت میں سزا ملتی ہے کیونکہ اس شخص کے ہاتھ پہلے درست نہیں ہوئے تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھوں کے لیے دعا کی، اس میں مر جہ کا ذکر ہے۔

(۳)۔ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ انسان اپنے جسم کے اعضاء کا مالک نہیں ہے، وہ ان کو کاٹ نہیں سکتا، کیونکہ جس شخص نے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے اس کو غلاب ہوا، اور جب انسان اپنے جسم کے اعضاء کو کاٹ نہیں سکتا تو اپنے جسم کا ایک گروہ نکلو کر زندگی میں کسی کو دے دینا یا مرنے کے بعد نکھار نکھانے کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے، اور اعضاء کی بیوند کاری شرعاً جائز نہیں ہے۔ البتہ کسی بیمار ضرورت مند کو خون دینا جائز ہے، ان دونوں سکون کی نوعیت میں کیا فرق ہے، بیوند کاری کے جوڑین کے دلائل اور ان کے جوابات کیا ہیں؟ اس تمام تفصیل کے لیے شرح صحیح مسلم جلد ثانی کا مطالعہ فرمائیں۔

بَابُ فِي الرِّيحِ الَّتِي تَكُونُ فِي قُرْبِ الْقِيَامَةِ

قرب قیامت میں ہوا کا ان لوگوں کو اٹھالینا

جن کے دلوں میں تھوڑا سا بھی ایمان ہو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یمن کی طرف سے ایک ہوا پلائے گا جو ریشم سے زیادہ نرم ہوگی اور جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اس شخص کو روح کو وہ ہوا قبض کرنے لگی۔

تَقْبِضُ مِنْ فِي قَلْبِهِ شَيْءٌ مِنَ الْإِيمَانِ

۲۲۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَدُوَةَ الصَّنِيعِيُّ حَدَّثَنَا

عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَأَبُو عَلْقَمَةَ الْفَرَزَجِيُّ قَالَا

حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَانَ

عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ

رِيحًا مِنَ الْيَمَنِ آتِينَ مِنَ الْحَبَرِ وَلَا تَدَعُ

أَحَدًا فِي قَلْبِهِ قَالَ أَبُو عَلْقَمَةَ مِثْقَالُ حَبَّةٍ وَقَالَ

عَبْدُ الْعَزِيزِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنَ الْإِيمَانِ إِلَّا قَبِضَتْ

ن: اس حدیث میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہوا کو یمن سے بھیجے گا، اور امام مسلم نے احادیث و جال کے آخر میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہوا کو شام سے بھیجے گا، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ ہوا

کہ وہ دفعہ نماز میں ہوں، ایک شام سے چلے اور دوسری میں سے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان نمازوں کا سب اور ایک اقلیم ہو پھر بعد میں منتشر ہو کر دوسری اقلیم میں پہنچ جائیں۔ واللہ اعلم۔

بَابُ الْحَيْثُ عَلَى الْمُبَادَرَةِ بِالْأَعْمَالِ
قَبْلَ تَظَاهَرِ الْفِتَنِ

٢٢١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَ
ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ
أَيُّوبُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَدَاءُ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فَنُتِمَّا
كَتْمِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا
وَيُؤْمِنُ كَافِرًا أَوْ يُؤْمِنُ مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ
كَافِرًا أَيْبُورٌ دُونَهُ يَفْرَحُونَ مِنَ الدُّنْيَا -

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان نفلوں
کے مانع ہونے سے پہلے نیک اعمال کہ جو جو
اندھیری رات کی طرح چھا جائیں گے ایک شخص صبح
مومن ہو گا اور شام کو کافر یا شام کو مومن ہو گا اور صبح کو
کافر اور مومن سی دنیاوی منفعت کے عوض اپنے متاع الایان
فروخت کر ڈالے گا۔

ف: اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس وقت کے آنے سے پہلے نیک اعمال کو لیے جا میں جو ب نیک
اعمال کا کنا مشکل ہو جائے گا اور مسلسل اور پے در پے نفعی نوازا ہوں گے جیسے اندھیری رات میں پے
در پے اندھیرے ہوتے ہیں، ان نفعوں میں سے ایک نفع یہ ہو گا کہ انسان صبح کو مزین ہو گا اور شام کو کافر
ہو جائے گا اور یہ بہت بڑا نفع ہے کہ ایک دن میں انسان کے اندر اتنا بڑا انقلاب آجائے۔

بَابُ مَخَافَةِ الْمُؤْمِنِ أَنْ يَحْبِطَ عَمَلُهُ

٢٢٢ - حَدَّثَنَا أَبُو يَزِيدُ بْنُ أَبِي قُسَيْبَةَ حَدَّثَنَا
الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ
ثَابِتِ الثَّمَنِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ
نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا
تَوْفَعُوا أَصْحَابَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ إِلَىٰ آخِرِ
الْآيَةِ بَجَلَسَ ثَابِتٌ فِي بَيْتِهِ وَقَالَ أَنَا مِنْ
أَهْلِ النَّبَارِ وَاجْتَبَسَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ يَا أَبَا عَمْرٍو وَمَا
بِكَ أَنْ تَأْتِيَ أَهْلَكَ فَقَالَ سَعْدُ إِنَّهُ لَيَجَارِي

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت کہ یہ نازل ہوئی: (ترجمہ) اے ایمان والو! اپنی آواز کو بھی کی آواز پر بلند نہ کرو کہیں تمہارے اعمال متاثر ہو جائیں اور تم کو تپا بھی نہ چلے۔ اس آیت کو سننے کے بعد حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ میں جنہی ہوں، جب چند دن تک وہ بارگاہ رسالت میں حاضر نہ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ سے پوچھا اے ابو عمر، ثابت کا کیا حال ہے؟ کیا بیمار ہو گئے؟ حضرت سعد نے عرض کیا وہ

رَمَا عَيْنَتْ لَهَا يَشْكُو قَالَتْ قَاتَا لَسَعْدٌ كَذَا
لَهُ قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ قَابِئٌ أَنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ
أَنِّي مِنْ أَرْفَعِكُمْ صَوْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ
قَدْ كَرَّ ذَلِكَ سَعْدٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ بَلْ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ -

۲۲۲ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ
بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا قَابِئٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ
كَانَ قَابِئُ بْنُ قَيْسٍ بَنَ كَثْمَانَ تَعِطِيَتِ الْأَنْصَارُ
فَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ بَنَ مُحَمَّدٌ حَدِيثَ حَتَّى وَكَلَّيْنِ
فِي حَدِيثِهِمْ ذَكَرَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ -

۲۲۳ - وَحَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا
الْأَرْبَعِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ
عَنْ قَابِئِ بْنِ أَنَسٍ بَنَ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ يَا أَيُّهَا
الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ
النَّبِيِّ وَلَكِنْ يُدْكَرُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فِي الْحَدِيثِ -

۲۲۵ - وَحَدَّثَنَا هُرَيْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَسَدِيُّ
حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ كُرَيْبٍ
عَنْ قَابِئِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ
فَاتَمَقَّ الْحَدِيثُ وَلَكِنْ يُدْكَرُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ وَ
زَادَ قَالَ فَكَثُرَ تَرَاهُ يَمِشِي بَيْنَ أَكْطَرِ النَّاسِ
مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ -

میرے پڑوسی ہیں اگر بیمار ہوتے تو مجھے معلوم ہوتا،
اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت ثابت
رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں بتلایا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق پوچھ رہے تھے،
حضرت ثابت نے جواب دیا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے
اور تم عرب جانتے ہو کہ میری آواز تم سب سے زیادہ
بلند ہے لہذا میں جنہی ہوں، حضرت سعد نے اس
بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ
نے فرمایا انہیں وہ جنتی لوگوں میں سے ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ حضرت ثابت بن قیس انصاری کے خطیب تھے
اور جب یہ آیت نازل ہوئی بقیہ حدیث
حسب سابق ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ) اے ایمان
والو! اپنی آوازیں کو نبی کی آواز پر اور سچا مت کرو۔
..... اس روایت میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ
عنہ کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی نیز فرماتے
ہیں کہ ہم حضرت ثابت بن قیس کو اپنے پاس دیکھ
کر یہ سمجھتے تھے کہ ہم سے درمیان ایک جنتی آدمی
رہتا ہے۔

حدیث الباب کی تشریح | علامہ یحییٰ بن شرف نوروی لکھتے ہیں:
اس حدیث میں حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے کہ جب یہ
آیت نازل ہوئی:

لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ - (مجموعات: ۲) اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو۔

حضرت ثابت اور انہی آواز سے باتیں کرتے تھے، وہ انصار کے خطیب تھے، اسی وجہ سے دوسروں کی نسبت ان کو زیادہ خوف ہوا، اس حدیث میں حضرت ثابت بن قیس کی عظیم منقبت ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت دی ہے کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اسٹافا قوم کے رئیس اور عالم کو چاہیے کہ وہ اپنے اصحاب کی جستجو رکھے اور جوان میں سے فاتب ہو جائے اس کی تفتیش کرے۔ لے

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنتیوں اور روزخوین کا علم تھا اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے انہی آواز سے بولنا مطلقاً ممنوع نہیں ہے، بلکہ اس طرح بولنا منع ہے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبیاں ظاہر ہوتی رہے۔ لے

بَابُ هَلْ يُؤَاخَذُ بِأَعْمَالِ الْجَاهِلِيَّةِ

کیا اعمال جاہلیت پر مواخذہ ہوگا؟

۲۲۶۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي خَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَدُّهُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا أَخَذْنَا بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ كَأَلْهِنَ آخَسَنَ مِنْكُمْ فِي الْإِسْلَامِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمِنْ أَسَاءَةٍ أَخَذَ بِهَا عَمَلٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قُلْتُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بعض صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا ایام جاہلیت کے کیے ہوئے اعمال کا بھی ہم سے مواخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا تم میں سے جس نے اسلام لانے کے بعد نیک اعمال کیے اس سے ایام جاہلیت کے برے اعمال پر مواخذہ نہیں ہوگا، اور جو شخص اسلام قبول کرنے کے بعد بد اعمال میں مشغول رہا، اس سے جاہلیت اور اسلام ہر دو زمانے کا بد اعمالیوں پر مواخذہ ہوگا۔

۲۲۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَكَذَلِكَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالثَّلَاطِي حَدَّثَنَا وَكَذَلِكَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا أَخَذْنَا بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمِنْ أَسَاءَةٍ أَخَذَ بِهَا عَمَلٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَالْأَخِيرُ

۲۲۸۔ حَدَّثَنَا مُسْجَبُ بْنُ الْعَارِثِ الْقُمَيْمِيُّ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مُسَيْدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم سے ایام جاہلیت کے بد اعمال کا بھی مواخذہ ہوگا؟ فرمایا جس نے اسلام قبول کرنے کے بعد نیک اعمال کیے اس سے زمانہ جاہلیت کے برے کاموں پر مواخذہ نہیں ہوگا اور جس نے زمانہ اسلام میں کوئی بُرا کام کیا اس سے اگلے اور پچھلے کاموں پر مواخذہ ہوگا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے بتلایا کہ ائمہ سے اس سند کے ساتھ یہ روایت اسی طرح

مُشْكَةً۔

منقول ہے۔

اسلام لانے کے بعد زمانہ جاہلیت کی بد اعمالیوں پر مواخذہ کا جواب علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص مسلمان ہو گیا اس کے زمانہ کفر کے تمام گناہ مطلقاً معاف کر دیے جاتے ہیں، خواہ اس نے اسلام قبول کرنے کے بعد نیک عمل کیے ہوں یا نہیں۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص سے فرمایا: اَمَا عَلِمْتَ يَا عَمْرُو انَّ الْاِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا

مٹا دیتا ہے!

كَانَ قَبْلَهُ - (صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۶)

اور اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، اور اس حدیث میں یہ ہے کہ جس نے اسلام کے بعد نیک اعمال کیے اس سے مواخذہ نہیں ہوگا اور جس نے بُرے کام کیے اس سے مواخذہ ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں جو یہ مذکور ہے کہ جس نے اسلام لانے کے بعد بُرے کام کیے اس سے یہ مراد ہے جو شخص دل سے اسلام میں داخل نہیں ہوا بلکہ وہ صرف بظاہر اطاعت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی دیتا ہے لیکن وہ دل سے اسلام کو نہیں مانتا تو یہ شخص منافق ہے اور مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ اپنے کفر پر باقی ہے، تو اس ظاہری اسلام سے پہلے اس نے زمانہ جاہلیت میں جو بُرے کام کیے تھے اُن سے ان پر بھی مواخذہ ہوگا اور اس ظاہری اسلام کے بعد جو اس نے بُرے کام کیے ہیں ان سے بھی مواخذہ ہوگا، کیونکہ یہ شخص اپنے کفر پر مستقر اور برقرار ہے، اور جو شخص ظاہر اور باطن سے مسلمان ہو گیا اس سے زمانہ جاہلیت کے بُرے کاموں پر مواخذہ نہیں ہوگا۔

بَابُ كَوْنِ الْاِسْلَامِ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهُ وَ كَذَّالْحَيَّةُ وَالْهَجْرَةُ

اسلام حج اور عمرت پہلے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔

ابن شماسہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مرض موت میں مبتلا تھے، ہم لوگ ان کی میادت کے لیے گئے، حضرت عمرو بن العاص کافی دیر تک روتے رہے اور اپنا چہرہ دیوار کی طرف پھیر لیا۔ ان کے بیٹے نے کہا ابا جان! آپ کیوں روتے ہیں؟ کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں چیز کی بشارت نہیں دی؟ حضرت عمرو بن العاص اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ہمارے نزدیک سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ کی قناعت

۲۲۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَدَنِيُّ أَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ وَاسْمُهُ بْنُ مَعْنٍ كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي عَامِرٍ وَكَانَ كُفْلًا بِنِ الْمُنَنَّى حَدَّثَنَا الْعَدَنِيُّ يَحْيَى ابْنُ عَامِرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا حَيْدَرَةُ بْنُ شَرِّ بْنِ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ حَبِيبٍ عَنْ ابْنِ شَسَّاسَةَ الْقَهْرَبِيِّ قَالَ خَصَرْنَا عَمْرًا وَبَنِي الْعَاصِ وَهُوَ فِي سِيَاقَةِ التَّوْبَةِ يَبْكِي كَثِيرًا وَحَدَّثَنَا إِلَى الْجِدَارِ وَجَعَلَ ابْنُهُ يَقُولُ لَهُ مَا يَبْكِيكَ يَا أَبَتَاهُ أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکذا أما بشرک
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکذا اقال
 فاقبل يوحى فقال ان افضل ما نعى شهداء
 ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله ابي
 قد كنت على اطلاق ثلاث لقد رايتني وما
 احدا أشد بغضا لرسول الله صلي الله عليه وآله
 وسلم مني ولا أحب الي من ان اكون في
 استمكت مني فقتلته فلو مت على تلك
 الحال لكنت من اهل النار قلنا جعل الله
 عز وجل الاسلام في قلبي أثبت النبي صلي
 الله عليه وآله وسلم فقلت بسط يمينك
 فلا بايعك بسط يمينك قال فقبضت
 يدي قال ما لك يا عمر و قال قلت اردت
 ان اشترط قال كشرط ما ذا قلت ان
 يخلص لي قال اما علمت ان الاسلام يهدم
 ما كان قبلك و ان الهجرة تهدم ما كان
 قبلها و ان الحيرة يهدم ما كان قبلك

وما كان احدا

أحب الي من رسول الله صلي الله عليه وآله
 اليه وسلم ولا أجل في عيني منه ما كنت
 أظن ان أملا عيني منه إجمالا و لو
 سئلت ان أصبه ما أعطت لاني لو اكن
 أملا عيني منه و لو مت على تلك الحال
 لرجوت ان اكون من اهل الجنة ثم
 وليت اني اذرى ما حالي فيها فاذا
 أنا مت ولا تصحبي قال نعم و لانا و فاذا
 قد نموني فمشوا على الخراب شئنا شئ
 أقيموا حول قبري قد ما كنتم جؤفوا

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا ہے۔ اور
 مجھ پر تین دفعہ گذرے ہیں، ایک وقت وہ تجاہد مجھے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی چیز سے ملوث
 نہیں تھی اور میں ہر وقت اس فکر میں رہتا تھا کہ کسی طرح
 (ایمان باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دوں۔
 اگر میں اس وقت مرنے کا یقیناً جہنمی ہوتا۔ دوسرا دفعہ
 وہ تجاہد اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی نصیحت
 پیدا کی، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
 ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اپنا ہتھ بڑھائیے میں
 آپ کے ہتھ پر اسلام کی بیعت کرتا ہوں۔ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہتھ آگے بڑھایا تو
 میں نے اپنا ہتھ پکڑ لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا: عمر کیا بات ہے؟ — میں نے
 عرض کیا میں کچھ شرط طے کرنا چاہتا ہوں، رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دل چاہے شرط لگاؤ۔ میں
 نے عرض کیا میری شرط یہ ہے کہ میرے سابقہ گناہ صاف ہو
 جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر و! کیا تم نہیں
 جانتے کہ اسلام پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت
 تمام پچھلے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج تمام پچھلے گناہوں
 کو مٹا دیتا ہے۔ اس وقت مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں تھا اور میری آنکھوں میں
 آپ سے زیادہ کوئی شخصیت محبوب نہ تھی، اگر کوئی شخص
 مجھ سے کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد بیان
 کرو تو میں آپ کا عہد بیان نہیں کر سکتا، کیونکہ میں آپ کو
 سمجھ بھڑک کر دیکھ نہیں سکا، اگر میں اس وقت فوت ہو جاتا
 تو مجھے اُمید ہے کہ میں جنتی ہوتا، پھر اس کے بعد مجھے
 کچھ دوسرے داریاں سوچ دی گئیں، میں نہیں جانتا کہ ان
 کے بارے میں میرا کیا انجام ہوگا، اب میرے مرنے
 کے بعد میرے جنازہ کے ساتھ کوئی ماتم کرنے والی

وَيُقَسِّمُ لَهُمَا فَاتِحَتِي اسْمَايْنِ بِكَوَدِ الْظَّر
مَا كَا اَمَّا اِجْعَلِيَهُمْ رُسُلًا مَرَاتِي -

ہلئے نہ آگ لے جائی ہائے اور حبیب مجھے دفن کر چکو
تو میری قبر پر مٹی ڈال کر میری قبر کے گرد اتنی دیر بٹھریا
جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اسی کا گوشت تقسیم کیا
جانتا ہے تاکہ تمہارے قرب سے مجھے انس حاصل ہو
اور میں دیکھوں کہ میں اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب
دیتا ہوں۔

۲۳۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَفْصٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ
عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ بْنِ دِينَارٍ قَالَ لَقِيتُ بَنِي إِسْرَافِيلَ
عَلَى بَنَاتِ الْجَنَّةِ وَهُوَ ابْنُ مُحْتَدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ
قَالَ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ مَسْلُومٍ أَنَّ سَمْعَةَ بْنَ
بَنِي جَبْرِ يُحَدِّثُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أَنَسًا
مِنْ أَهْلِ الشَّرَاءِ قَتَلُوا قَاتِلَهُمْ وَتَنَزَّاهُ
فَأَكْفَرُوا فَكَلَّمَهُمُ اللَّهُ فَقَالُوا لَنْ نَقُولَ وَتَدْعُو
إِلَيْهِ لِحَسْرَةٍ لَوْ كُنَّا نَحْبِبُهُمْ أَنْ لِمَا عَمِلْنَا
كُفَّارَةً فَنَقُولُ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ
إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ
إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ
يَنَلِكْ أَشْأَمًا مَّا وَتَنَزَّلُ يَا عِبَادِ الَّذِينَ أَسْرَفُوا
عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ - الْآيَةُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ مشرکین میں سے بعض لوگ قتل اور دنا کے گناہوں
میں بہ کثرت مرتکب تھے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے آپ جس میں
کی ہم کو دعوت دیتے ہیں وہ بہترین دین ہے، اگر
آپ ہمیں یہ بتلائی کہ اسلام لانے سے ہمارے گناہوں
کا کفارہ ہو جائے گا تو ہم اسلام قبول کر لیں اس موقع پر
یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا
کسی اور کی عبادت نہیں کرتے نہ ناحق قتل کرتے ہیں
اور نہ دنا کرتے ہیں اور جن لوگوں نے یہ کام کیے ان
کو دردناک عذاب ہوگا، دوسری آیت یہ نازل ہوئی:
(ترجمہ) اے میرے بندو! جو گناہ کر کے اپنے
اوپر ظلم کر چکے ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت
ہو، اللہ تعالیٰ تمہارے تمام گناہوں کو معاف کر دے گا۔

حدیث نمبر ۲۲۹ میں حضرت عمرو بن ماسر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی
کے تین دور بیان کیے اور موت کے بعد توجہ نہ کرنے اور آگ
لے جانے کی وصیت کی اور دفن کے بعد قبر پر اتنی دیر بٹھرنے کے لیے کہا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس
کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔

علامہ یحییٰ بن مرفوع زوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث میں اسلام، ہجرت اور حج کے عظیم مرتبہ کا بیان ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک سے انسان کے
سالقہ تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، نیز اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جو شخص مرے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ
حسن ظن رکھے اور نگرانِ مجید کی ان آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث کو یاد کرے، جن میں اللہ تعالیٰ

کے معذور و درگزر کا بیان ہے، اور اپنے نیک اعمال کو یاد کرے، تاکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن قائم ہو سکے، یہ امر بالاتفاق مستحب ہے۔ حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھ بھر کر نہیں دیکھ سکتا تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر تعظیم اور توقیر کرتے تھے، حضرت عمر بن العاص نے اپنے جنازہ کے ساتھ نوکر کرنے والی کو بھیجنے سے منع کیا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرنے والے پر نوکر کرنے سے منع فرمایا ہے، اور آگ بھیجنے سے بھی منع کیا کیونکہ اس کی بھی حدیث میں ممانعت ہے اور یہ زمانہ جاہلیت کا شمار ہے، نیز یہ پوشوگوئی کی وجہ سے مکروہ ہے۔ حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا میری قبر کے پاس اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے، حتیٰ کہ میں تنہا سے ساتھ مانوس ہو جاؤں، اور میں یہ بھی دیکھ لوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں، اس میں فتنہ قبر کا ثبوت ہے، اور فرشتوں کے سوال کا ذکر ہے اور یہی اہل حق کا مذہب ہے اور وہ جن کے بعد کچھ دیر قبر کے پاس بیٹھنا مستحب ہے اور قبر کے پاس جو گفتگو کی جائے اس کو قبر والا سنتا ہے۔

بَابُ بَيَانِ حُكْمِ عَمَلِ الْكَافِرِ إِذَا اسَلَّمَ
اسلام لانے کے بعد کافر کے اعمال سابقہ کا حکم

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے یہ بتلائیے کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں جو نیک کام کیے ہیں آیا مجھے ان نیکیوں پر اجر ملے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمانہ جاہلیت میں جن نیکیوں کی تم نے عادت ڈالی تھی وہ عادت اسلام میں بھی باقی رہے گی۔

۲۳۱۔ حَدَّثَنِي حَزْرَمَلِيُّ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ حَكِيمَةَ ابْنَ حِزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ أُمُورًا أَكُنْتُ أَفْعَلُهَا فِيهَا فِي النَّجَاهِ هَلْ لِي فِيهَا مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَكُنْتُ عَلَى مَا أَسْلَمْتُ مِنْ تَحِيٍّ وَالْمَحَبَّةِ التَّحَبُّدِ

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بتلائیے کہ میں نے زمانہ کفر میں جو صدقہ اور خیر کیا، فلاں فلاں کرنا دیکھا، اور سب سے دوسروں سے حسن سلوک کیا، آیا مجھے ان نیک کاموں پر آخرت میں اجر ملے گا؟

۲۳۲۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَوَعِيدُ بْنُ حَمِيدٍ قَالَ الْحُلَوَانِيُّ نَاوُ قَالَ عِنْدَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ وَهْبٍ ابْنُ إِسْرَاهِيلَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَافِعُ عَنْ صَالِحِ بْنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ حَكِيمَةَ ابْنَ حِزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

سہ۔ علامہ مجلسی بن مشرف لکھتے ہیں سن ۶۷۲ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۷۶، مطبوعہ دار محمد صالح المنجد کراچی، ۱۴۲۵ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سابقہ نیکیوں سے
ہی تم کو اسلام لانے کی توفیق ہوئی ہے۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَيْ رَسُولَ اللَّهِ الْآيَةُ
أَمْوَرًا كُنْتُ أَفْعَلْتُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ
أَوْ عِنَا قَةً أَوْ مِلَّةٍ رَجَعْتُ بِهَا أَجْرُكَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَسْأَلْتُ عَلَى مَا أَسْأَلْتُ مِنْ غَيْرِ

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان نیکیوں کے
بارے میں پوچھا جو میں نے زمانہ جاہلیت میں کی تھیں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان نیکیوں کی برکت کی
وجہ سے ہی تم اسلام لانے ہو، میں نے کہا قسم بخدا
میں ان نیک کاموں کو اسلام لانے کے بعد بھی کرتا ہوں گا۔

۲۳۳ - وَحَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ
حُمَيْدٍ كَذَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرُ
عَنِ الرَّهْزِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ ۛ وَحَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ
اِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ
عُمَرَ وَهُوَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ قُلْتُ يَا
رَسُولَ اللَّهِ أَشْيَاءُ كُنْتُ أَفْعَلُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ
هَشَامُ بَعْضُي كُنْتُ أَتَبَرَّأُ هَامَهَا فَقَالَ رَسُولُ

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ حکیم بن حزام نے زمانہ کفر میں سو غلام آزاد کیے اور
سواڑٹ نکالت کیے، پھر اسلام لانے کے بعد دوبارہ
سو غلام آزاد کیے اور سواڑٹ فی سبیل اللہ صدقہ کیے
... بالآخر حدیث حسب سابق ہے۔

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَسْأَلْتُ عَلَى مَا
أَسْأَلْتُ لَكَ مِنَ التَّحِيرِ فَقُلْتُ قَوْلَهُ لَا أَدْرِي شَيْئًا
صَنَعْتُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِلَّا فَعَلْتُ فِي الْإِسْلَامِ وَقَدْ
۲۳۴ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ قَالَ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُمَرَ وَهُوَ عَنْ أَبِيهِ
أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ أَعْتَقَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِائَةَ
رَقَبَةٍ وَحَمَلَ عَلَى مِائَةِ بَعِيرٍ ثُمَّ أَعْتَقَ فِي
الْإِسْلَامِ مِائَةَ رَقَبَةٍ وَحَمَلَ عَلَى مِائَةِ بَعِيرٍ
ثُمَّ أَيْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَرَّ
لَنَحْوِ حَدِيثِهِمْ

قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے
ثابت ہے کہ زمانہ کفر میں کی

کافر کی نیکیوں پر اجر ملتا ہے نہ عذاب میں تخفیف ہوتی ہے

ہوتی نیکیاں اکارت موباتی ہیں، اور ان پر آخرت میں کوئی اجر نہیں ملتا ان کی وجہ سے عذاب میں کوئی تخفیف
ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

کفار ہماری پاس جو بھی اعمال لے کر آئیں گے
ہم ان کو (دفعنا میں) بکھرے غبار کے درے بنادیں
جس نے ایمان (لانے) سے انکار کیا اس کا عمل ضائع

وقد منا الى ما عملوا من عمل فجعلنا هباءً
منثوراً۔ (فرقان ۲۳)۔
من يكفر بالادمان فقد حبط عمله۔

أَخْبَرَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ
نَا ابْنُ إِدْرِيسَ كُلُّهُ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ
وَقَالَ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ حَدَّثَ ثَيْنِيَّةٌ أَوْلَا
ابْنِ عَنَ ابْنِ تَوَلِّبٍ عَنِ الْأَعْمَشِ ثُمَّ مِيعَةُ مِنْهُ
ظلم کا معنی ہے :

حدیث الباب کی تشریح

وضع الشيء في غير محله -

اور کئی مستحب اور اولیٰ کام کے خلاف بھی کیا جائے مثلاً مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پیر داخل کرے
یا مسجد سے خارج ہوتے وقت پہلے دریاں پیر نکالے تو یہ بھی ظلم ہے ترجمہ یہ آیت نازل ہوئی :
الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ أَجْرٌ وَهُمْ مُهْتَدُونَ
(انعام: ۸۲)
کے ظلم کے ساتھ نہیں ملا یا ان ہی کے لیے بے خوبی
ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

تب صحابہ کرام پر یہ آیت شاق گذری، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتدایا کہ کیاں ظلم اپنے اطلاق اور عموم
پر محمول نہیں ہے بلکہ اس سے مراد متعبد ہے یعنی شرک۔ کیر کو ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو غیر محل میں رکھنا اور سب
سے بڑا ظلم یہ ہے کہ عبادت کو غیر محل میں رکھا جائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کی جائے۔

حدیث نفس اور خواطر سے درگزر کرنے اور نیکی
اور بدی کے ”حم“ کے حکم کا بیان

بَابُ بَيَانِ تَجَاوُزِ اللَّهِ تَعَالَى عَنْ حَدِيثِ
النَّفْسِ وَالْخَوَاطِرِ بِالْقَلْبِ إِذَا لَمْ تَسْتَفِزْ
بَيَانُ أَنَّ سُجْدَةَ تَعَالَى لَمْ يَكِلْفُ إِلَّا مَا يُطَاقُ
وَبَيَانُ حُكْمِ الْهَمِّ بِالْحَسَنَةِ وَالسَّيِّئَةِ
۲۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْقُرَظِيُّ وَ
أُمَيَّةُ بْنُ بَسْطَامٍ الْعَيْشِيُّ وَاللَّفْظُ لِأُمَيَّةَ قَالَ نَا
يَزِيدُ بْنُ كُرَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَوْجٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ
عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا أُنْزِلَتْ
عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
بَلَدُهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ دَانَ تَبَدُّدُ مَا فِي
أَنْفُسِكُمْ أَوْ تَحْقُوقُهُ بِحَاسِبِكُمْ بِهِ اللَّهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ
يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
جب یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ) ”آسمانوں اور زمینوں
میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور جو کچھ
تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو چھپاؤ یا ظاہر کرو اور اللہ
تعالیٰ اس کا حساب لے گا اور جس کو چاہے گا بخش دے گا
اور جسے چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ تعالیٰ
ہر چیز پر قادر ہے“ تو صحابہ کرام پریشان ہو گئے،
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

فَاسْتَشَدَّ ذَلِكَ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ —
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ فَأَقْوَارُ مَرْوَةَ
 اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَذْكُرُوا عَلَى
 الزُّكُوفِ فَقَالُوا أَيْ رَسُولُ اللَّهِ يُلْقِنَا مِنَ الْكَمَالِ
 مَا نُوْثِقُ الْقُدْرَةَ وَالْيَصِيَامَ وَالْجِهَادَ وَالصَّدَقَةَ
 وَقَدْ أُتِينَتْ عَلَيْكَ هَذِهِ الدِّينَةُ وَلَا يُطِيقُهَا قَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَيْدِيكُمْ
 أَلَمْ تَقُولُوا لَمَّا قَالَ أَهْلُ الْبَيْتِ بَيْنَ مَنْ قَبْلَكُمْ
 سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا بَلْ قُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا
 عُمْرُ ذَلِكَ مَا بَيْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ قَالُوا سَمِعْنَا
 وَأَطَعْنَا عُمْرُ ذَلِكَ مَا بَيْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ
 فَذَمَّاهُمْ أَشْرَاهَا الْقَوْمُ وَذَكَرَتْ بِهَا أَلْسِنَتُهُمْ
 أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي أَقْرَبِهَا مِنَ الرُّسُولِ
 بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْهِ مِنْ تَرْتِيبٍ قَالُوا وَمَنْ يُؤْتِي كُلَّ
 أَمْرٍ بِأَمْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَكْفِيهِ وَكُنِيَ قَدْ سَلِمَ
 لَا تَفَرَّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا
 سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا عُمْرُ ذَلِكَ مَا بَيْنَا وَإِلَيْكَ
 الْمَصِيرُ فَذَمَّاهُمْ فَعَلُوا ذَلِكَ كَسَعَهَا اللَّهُ
 فَأَنْزَلَ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا
 لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ
 رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَثَلًا لِمَنْ خَلَا مِنْ قَبْلِنَا
 قَالَ نَعَمْ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إَصْرًا كَمَا
 حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا
 قَالَ نَعَمْ رَبَّنَا وَلَا تَجْعَلْنَا مَثَلًا لِمَنْ خَلَا مِنْ قَبْلِنَا
 لَنَا بِكَ قَالَ نَعَمْ وَأَعِزَّنَا عَلَى الْكَافِرِينَ
 وَأَرْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى
 الْبَاقِينَ الْكَافِرِينَ قَالَ نَعَمْ

ہوئے اور زنازادوں پر تو کر کے بیٹھ گئے اور عرض کیا
 یا رسول اللہ ہمیں ان کاموں کا مکلف کیا گیا جسے ہماری
 طاقت میں تھی، جیسے ناز، لڑنے، جہاد اور صدقہ
 اور آپ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے جس میں مذکور
 حکم کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا کیا تم پچھلی امتوں کی طرح یہ کہنا چاہتے
 ہو، ہم نے اللہ تعالیٰ کے احکام سنے اور نافرمانی کی
 بلکہ تم کہو! "اے اللہ ہم نے تیرا حکم سنا اور اس
 کی اطاعت کی اسے رب ہمیں بخش دے ہم نے
 تیری ہی طرف لوٹ کر جاننا ہے" یہ سن کر صحابہ کرام
 رضی اللہ عنہم کہنے لگے ہم نے سنا اور اطاعت کی
 اسے رب ہمیں بخش دے ہم نے تیری ہی طرف
 لوٹ کر جاننا ہے، جب صحابہ کرام یہ کہہ چکے تو اللہ
 تعالیٰ یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) "رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم اور مومنین ان چیزوں پر ایمان لائے
 جو ان کے رب کی طرف سے نازل ہوئیں اور سب
 اللہ تعالیٰ اس کے تمام فرشتوں، اس کی تمام کتابوں
 اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لائے، اور انھوں
 نے کہا ہم ان میں سے کسی رسول پر ایمان لائے ہیں
 فرق نہیں کرتے، اور انھوں نے کہا ہم نے سنا اور
 اطاعت کی، اے ہمارے رب ہمیں معاف فرما ہم نے
 تیری ہی طرف لوٹ کر جاننا ہے، جب صحابہ کرام نے
 اللہ کے احکام کو مان لیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے پچھلی آیت
 کے حکم کو منسوخ کر کے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ)
 "اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف
 نہیں کرتا۔ ہر شخص کے ایک عمل اس کو نفع دیں گے
 اور بدعمل اس کے لیے نقصان دہ ہوں گے۔ اے
 ہمارے رب! ہماری بھول یا غلطی پر ہم سے مواخذہ
 نہ کرنا" (اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا) اے ہمارے

رب ہمیں ایسے سخت احکام کا مکلف نہ کرنا جن احکام کا پچھلی امتوں کو مکلف کیا تھا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا) "اے ہمارے رب ہم کو ہماری طاقت سے زیادہ احکام کا مکلف نہ کرنا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا) ہمیں معاف فرما، بخش دے، ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مالک ہے ہماری کفارت کے خلاف مدد فرما (اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو چھپا کر یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ اس سب کا حساب لے گا" تو صحابہ کے دلوں میں ایسا خوف پیدا ہوا جو اس سے پہلے نہیں پیدا ہوا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا یوں کہو "ہم نے سنا، اطاعت کی اور مان لیا، پس اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کو راسخ کر دیا اور یہ آیت نازل فرمائی: اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا، ہر شخص کو اس کے نیک اعمال پر ثواب ملے گا اور بد اعمال پر عذاب ہوگا اسے اس سے رب اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا ہو جائے تو اس پر مہربانی نہ فرمائے" (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایسا کر دیا) اسے ہمارے رب اور ہم کو ایسے سخت احکام نہ دینا جیسے تو نے پہلی امتوں کو دیے تھے (اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے ایسا کر دیا) "اے اللہ ہمارے گناہ معاف فرما، ہمیں بخش دے، ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مالک ہے" (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ایسا کر دیا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت سے حدیث نفس کو معاف کر دیا۔

۲۳۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ كُثَيْبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالَ إِسْمَعِيلُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْأَخْرَاجُ حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ إِدْمَ بْنِ سُلَيْمَانَ مَوْلَى كَهْلِدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ حَدَّثَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ قَرَأْتُ تَبْدُؤًا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْذَرُ يَحْشَسُكُمْ بِهِ اللَّهُ قَالَ دَخَلَ قُلُوبَهُمْ مِنْهَا شَيْءٌ لَمْ يَدْخُلْ قُلُوبَهُمْ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَسَلَّمْنَا قَالَ فَالْتَمَعْنَا اللَّهُ تَعَالَى الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِهِمْ فَانْزَلَ اللَّهُ كَمَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِعْلًا وَنُحُوتًا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَدَهَا مَا اكْتَسَبَتْ مَرَّتًا لَا شَيْءَ أَخَذْنَا إِنْ تَسَيُّتْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا قَالُوا قَدْ فَعَلْتُ مَرَّتًا وَلَا نُحْمِلُ عَلَيْهَا إِثْمًا أَكْمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا قَالَ قَدْ فَعَلْتُ وَاعْفُ عَنَّا أَعْظُرْنَا لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا قَالَ قَدْ فَعَلْتُ۔

۲۳۹۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَفُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْعَنْبَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِسَعِيدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ دُرَّةَ

جب تک وہ اس کے مطابق کلام یا عمل نہ کریں۔

بْنِ أَوْفَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ رَأْفَتِي مَا حَدَّثْتُ بِهِ النَّفْسَ مَا لَمْ يَتَكَلَّمْ أَوْ يَعْمَلْ بِهِ - ۲۳۰ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے "حدیث نفس" کو حسان قرار دیا جب تک کہ وہ اس کا قول یا اس پر عمل نہ کریں۔

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ حَرْبِ بْنِ أَبِي يَسْرٍ عَنْ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَافِلٌ بَنُو مُسْهِرٍ وَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ حَرْبِ بْنِ أَبِي مُثَنَّى وَابْنِ أَبِي بَرْقٍ قَالَ أَحَدُهُمَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ كُتِبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ تَجَاوَزَ لَأَفْوَى عَمَّا حَدَّثْتُ بِهِ النَّفْسَ مَا لَمْ يَتَكَلَّمْ أَوْ يَعْمَلْ بِهِ - ۲۳۱ -

اہم سلم نے ایک اور سند ذکر کر کے بیان فرمایا کہ اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَافِلٌ بَنُو مُسْهِرٍ وَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ حَرْبِ بْنِ أَبِي يَسْرٍ عَنْ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ أَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ شَرِيفِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ جَمِيعَةٍ عَنْ قَتَادَةَ وَابْنِ أَبِي شَيْبَةَ - ۲۳۲ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دفترِ حق میں (سے) فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ کسی گناہ کا "ہم" کرتا ہے تو اس کو اس کے نامہ اعمال میں مست نکلوا کر دے اس پر عمل کرے تو ایک گناہ کھردور اور اگر وہ نیکی کا "ہم" کرے اور اس نیکی کو نہ کرے تو اس کی ایک نیکی کھردور اور اگر اس کے مطابق عمل کرے تو دس نیکیاں کھردور۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَ اسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَ ابْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ اسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَ قَالَ الْإِسْقَرَانِ عَنْ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ الْأَعْرَابِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا هَمَّ عَبْدِي بِسَيِّئَةٍ فَلَا تَكْتُبُوهَا عَلَيْهِ فَإِنْ عَمِلَهَا فَلَا تَكْتُبُوهَا سَيِّئَةً فَلَا إِهْمَ بِحَسَنَةٍ فَلَا تَكْتُبُوهَا فَإِنْ كَتَبُوهَا سَيِّئَةً فَلَا إِهْمَ بِحَسَنَةٍ فَلَا تَكْتُبُوهَا فَإِنْ كَتَبُوهَا عَشْرًا - ۲۳۳ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب میرا بندہ کسی نیکی کا "ہم" کرتا ہے اور اس پر

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَ عُثَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَ ابْنُ حَبْرٍ قَالُوا إِنَّا إِسْمَاعِيلُ وَ هُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْأَعْلَاءِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

هُرَيْرَةُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا هَمَّ عَبْدِي بِعَمَلٍ حَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبْتُهَا لَهَا حَسَنَةً فَإِنْ عَمِلَهَا كَتَبْتُهَا حَسْرَتَانِ إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ ضَعِيفٌ فَلَمَّا هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَهَا أَكْتُبُهَا عَلَيْهِ فَإِنْ عَمِلَهَا كَتَبْتُهَا سَيِّئَةً وَاحِدَةً -

۲۴۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعَمَّا عَنْ هَمَامِ بْنِ مُثَنَّى قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَرَّ أَحَادِيثُ مِنْهَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا هَمَّ عَبْدِي بِأَنْ يَعْمَلَ حَسَنَةً فَإِنَّا أَكْتُبُهَا لَهُ مَا لَمْ يَعْمَلْ فَإِذَا عَمِلَهَا فَإِنَّا أَكْتُبُهَا حَسَنَةً يَعْشُرُ أَثَرِهَا فَإِذَا تَعَدَّتْ بِأَنْ يَعْمَلَ سَيِّئَةً فَإِنَّا أَعْفِضُهَا لَهُ مَا لَمْ يَعْمَلْهَا فَإِذَا عَمِلَهَا فَإِنَّا أَكْتُبُهَا لَهُ بِمِثْلِهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ رَبِّ ذَلِكَ عَبْدٌ لَا يُرِيدُ أَنْ يَعْمَلَ سَيِّئَةً وَهُوَ أَبْصَرُ فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ إِنْ عَمِلَهَا فَإِنَّا أَكْتُبُهَا لَهُ بِمِثْلِهَا وَإِنْ تَرَكَهَا فَإِنَّا أَكْتُبُهَا لَهُ حَسَنَةً إِنَّمَا تَرَكَهَا مِنْ جَرَّائِي وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ يَعْشُرُ أَثَرِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ ضَعِيفٌ وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِمِثْلِهَا

عمل نہیں کرتا تو میں اس کی ایک نیکی لکھ دیتا ہوں اور اگر وہ اس کے مطابق عمل کرتا ہے تو میں اس کی دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں لکھ دیتا ہوں اور جب وہ گناہ کا "ہم" کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو اس کو نہیں لکھتا اور اگر اس پر عمل کرے تو ایک گناہ لکھ دیتا ہوں۔

ہم آج منبر کہتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات کا تذکرہ کر رہے تھے، ان میں سے ایک روایت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب میرا بندہ کسی نیکی کے لیے "عزیت نفس" کرتا ہو تو جب تک وہ اس نیکی کو نہیں کرتا میں اس کی ایک نیکی لکھتا ہوں اور جب وہ اس نیکی کو کر لیتا ہے تو میں اس کی دس نیکیاں لکھ دیتا ہوں اور جب وہ کسی گناہ کے لیے عذرت نفس کرتا ہے تو جب تک وہ اس پر عمل نہ کرے میں بخش دیتا ہوں اور جب وہ گناہ کر لیتا ہے تو میں اس کا ایک گناہ لکھ دیتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے کہتے ہیں کہ اے رب! میرا بندہ گناہ کا ارادہ رکھتا ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ کو اس بات کا خوب علم ہوتا ہے) اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے اقطار کرو اگر وہ گناہ کرے تو ایک گناہ لکھ دو۔ اور اگر گناہ نہ کرے تو اس کے بدلہ میں ایک نیکی لکھ دو کیونکہ اس نے گناہ کو صرف میرے خوف کی وجہ سے چھوڑا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص صدق دل سے اسلام قبول کرتا ہے تو اس کی ایک نیکی کو دس سے لے کر سات سو تک لکھا جاتا ہے اور اس کا گناہ صرف ایک ہی لکھا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے واصل ہو جاتا ہے۔

حَتَّى يَلْقَى اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ -

۲۴۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو
عَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي سَيْرِينَ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ
فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَتْ لَهَا حَسَنَةٌ وَمَنْ هَمَّ
بِحَسَنَةٍ فَعَمِلَهَا كَتَبَتْ لَهَا إِلَى سَبْعِينَ مِائَةً
ضِعْفٍ وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَعَمِلَهَا لَمْ
تُكْتَبْ وَإِنْ عَمِلَهَا كَتَبَتْ -

۲۴۶ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ ذَرْدَةَ قَالَ نَا
عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الْجَعْفَرِ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ نَا أَبُو
رَجَاءٍ الْأَعْطَارِيُّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَنْ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِيهَا يَذْوِي عَنْ
تَوَاتُرِهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ رَأَى اللَّهُ تَعَالَى كَتَبَ الْحَسَنَاتِ
وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَّ ذَلِكَ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ
فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً
فَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ
عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِينَ مِائَةً ضِعْفٍ إِلَى
أَصْعَافٍ كَثِيرَةٍ وَإِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَعَمِلَهَا
يَعْمَلُهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً
وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ سَبْعِينَ مِائَةً ضِعْفٍ -

۲۴۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا جَعْفَرُ
ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْجَعْفَرِ أَبِي عُثْمَانَ فِي هَذَا
الرُّسْنَاءِ يَمْغُفُ حَدِيثُ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَتَرَا
أَوْ مَحَاهَا اللَّهُ وَلَكِنَّكَ عَلَى اللَّهِ إِكْرَامًا
هَٰذَا -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے
نیکی کا "ہم" کیا اور نیکی نہیں کی تو اس کی ایک نیکی لکھ دی
جاتی ہے اور جس نے نیکی کا "ہم" کیا اور نیکی نہ کی تو
اس کے لیے سات سو نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں، اور جس
نے گناہ کا "ہم" کیا اور اس پر عمل نہیں کیا اس کا گناہ
نہیں لکھا جاتا اور اگر وہ گناہ کرے تو ایک گناہ لکھ
دیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ
تعالیٰ نیکیوں اور گناہوں کو لکھ لیتا ہے۔ پھر ان کی
تفصیل بیان فرمائی کہ جو شخص نیکی کا "ہم" کرے اور
اس پر عمل نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک کامل نیکی لکھ
لیتا ہے، اور اگر وہ اس نیکی کو کرے تو وہ اس کی ایک
نیکی دس سے سات سو تک بلکہ اس سے
بھی کئی گناہ زائد لکھ دیتا ہے اور اگر وہ گناہ کا "ہم"
کرے اور گناہ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے
ایک کامل نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر گناہ کرے تو
اللہ تعالیٰ صرف ایک گناہ لکھتا ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ یہ
روایت ذکر کی ہے جس میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
اس گناہ کو بھی مٹا دے گا اور عذاب میں وہی شخص
مبتلا ہو گا جو دیر دیر سے گناہ کرتا ہو۔

ہم اور عزم کی تسلیفیں اور ان کا شرعی حکم | حدیث نمبر ۲۴۴ میں ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب میرا بندہ
 تک نہیں لکھا جاتا جب تک کہ وہ اس کا ارتکاب نہ کرے اور اگر کسی کا "ہم" (ارادہ) کرتا ہے تو اس کا وہ گناہ اس وقت
 تو اس کی ایک نیکی بکھ دی جاتی ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نوروی لکھتے ہیں:

امام مازری نے کہا تاحضی ابو بکر بن الطیب کا مذہب یہ ہے کہ جس نے دل سے معصیت کا عزم کیا وہ
 اپنے اعتقاد اور عزم میں گنہگار ہوگا، اور اگر اس نے معصیت کا عزم نہیں کیا وہ معصیت صرف اس کے ذہن میں
 آئی اور اس کا ذہن میں استقرار نہیں ہوا تو یہ "ہم" ہے اور ہم اور عزم میں فرق کیا جاتا ہے اگر کسی کام میں
 راجح جانب کرنے کی ہو اور مرجوح سا خیال نہ کرنے کا ہو تو یہ "ہم" ہے اور اگر کام نہ کرنے کی مرجوح جانب
 بھی ختم ہو جائے اور اس کام کو کرنے کا سو فی صد ارادہ ہو جائے خواہ قطع ہو یا نقصان تو اس کو عزم کہتے ہیں
 بہت سے فقہاء اور محدثین نے اس قاعدہ کی مخالفت کی ہے اور ظاہر حدیث پر عمل کیا ہے۔

تاحضی علیا مل نے کہا کہ عامۃ السلف، فقہاء اور محدثین کا وہی مذہب ہے جوتا حضی ابو بکر کا مذہب ہے
 کیونکہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ دل کے عمل پر بھی مواخذہ ہوتا ہے لیکن انھوں نے کہا ہے کہ اگر بڑی
 کا عزم کرے تو ایک بڑی نیکی جاتی ہے اور اگر بڑی کا "ہم" کرے تو بڑی نیکی نہیں لکھی جاتی کیونکہ "ہم" کے
 بعد عمل نہیں کیا جاتا اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ عمل نہ کرنے کی وجہ خوف الہی ہو لیکن نفس امارا اور عزم معصیت ہے
 اس لیے عزم کے بعد ایک معصیت لکھ دی جاتی ہے اور اگر عزم کے بعد اس پر عمل کر لیا تو دوسری معصیت لکھ لی
 جائے گی اور اگر اس نے عزم معصیت کے بعد خدا کے خوف سے اس معصیت کو ترک کر دیا تو ایک نیکی لکھ دی جائیگی
 معصیت کے "ہم" کے بعد معصیت نہیں لکھی جاتی کیونکہ "ہم" میں نفس اپنے آپ کو اس معصیت پر آمادہ
 نہیں کرتا نہ اس کا عقد عزم اور نیت کرتا ہے، مشکلیں نے اس میں بحث کی ہے کہ جب وہ اس معصیت کو خوف
 خدا کے علاوہ کسی اور وجہ سے ترک کرے، مثلاً لوگوں کے خوف کی وجہ سے ترک کرے تو اس کی نیکی لکھی جائے گی
 یا نہیں، بعض علماء نے کہا اب اس کی نیکی نہیں لکھی جائے گی لیکن یہ قول ضعیف ہے۔
 قرآن مجید کے بعض قطع اور احادیث صریحہ سے یہ ثابت ہے کہ معصیت کے عزم اور گناہ کی نیت سے
 مواخذہ ہوتا ہے خواہ اس پر عمل کیا جائے یا نہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

ان الذین یحبون ان تنشیع الفاحشۃ فی
 الذین أصروا لہم عذاب الیم فی الدنیا والآخرۃ۔
 (نور: ۱۹)
 بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں
 میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت
 میں دردناک عذاب ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نوروی سنہ ۶۷۱ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۷۱-۷۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

اس آیت میں صرف دل کے عمل پر عذاب کی وعید ہے۔

یا ایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم۔ (حجرات: ۱۲)

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔

اس آیت میں بدگمانی کو گناہ قرار دیا ہے اور وہ دل اور ذہن کا فعل ہے۔

ولا تعدوا عقدة النکاح۔ (بقرہ: ۲۳۵)

اور عدت کے دوران اس سے عقد نکاح کا عزم نہ کرو۔

اس آیت میں عزم سے منع کیا گیا ہے اور عزم دل کا فعل ہے اور عدت میں کسی عورت سے نکاح کا عزم کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی بکرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

علیہ وسلم اذا التقى المسلمان بسيفهما فالقاتل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان

والمقتول في التارقات يا رسول اللہ هذا القاتل

تکواروں سے مقابلہ کرتے ہیں، تو قاتل اور مقتول دونوں

فما بال المقتول قال انه كان حريصاً على قتل

دورخیز ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ قاتل تو

صاحبه۔ لہ

ہوا، مقتول کا کیا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا وہ بھی اپنے

مقابل کے قتل پر جریں تھا۔

اس حدیث سے بھی یہ واضح ہوا کہ جس طرح مسلمان کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے اسی طرح مسلمان کو قتل کرنے کا عزم کرنا بھی گناہ ہے۔

قرآن مجید اور حدیث شریفین کی تفسیحات کے علاوہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حد کرنا، مسلمانوں کو حقیر

ماننا اور ان سے کینہ اور بغض رکھنا حرام ہے، اور یہ تمام دل کے افعال ہیں، ان دلائل سے یہ واضح ہو گیا کہ معصیت کا عزم بھی معصیت ہے خواہ اس عزم کے بعد معصیت کا ارتکاب کرے یا نہ کرے، البتہ معصیت کا ”ہم“

معصیت نہیں ہے۔ ”ہم“ اور ”عزم“ کا مزید وضاحت کے لیے یہ جانشا چاہیے کہ ذہن میں وارد ہونے والے امور کی پانچ قسمیں ہیں:

علامہ اسعد صاوی مابکی لکھتے ہیں:

۱۔ لم جس۔ اچانک کسی چیز کا خیال آئے۔

۲۔ خاطر کسی چیز کا بار خیال آئے۔

۳۔ حدیث نفس۔ جس چیز کا خیال آئے ذہن اس کی طرف راغب ہو اور اس کے حصول کے لیے منصوبہ بنائے۔

۴۔ ”ہتم“۔ غالب جانب اس چیز کو حاصل کرنے کی ہوا اور مغلوب سا خیال ہو کہ اس کو حاصل نہ کیا جائے، کیونکہ جو
سکتا ہے اس سے غرر ہو۔

۵۔ عزم۔ مغلوب جانب بھی زائل ہو جائے اور اس چیز کے حصول کا پختہ ارادہ ہو، وہ اپنے نفس کو اس کے حصول پر
آمانہ کر لے اور اس کی نیت کر لے۔

اگر کسی شخص کے ذہن میں خیال آئے تو حاجی، خاطر، حدیث نفس اور ہتم کے مرتبہ میں اس سے مواخذہ نہیں
ہوتا البتہ اگر گناہ کا عزم کر لے تو وہ مستحق مواخذہ ہے، خواہ اس کے بعد گناہ کا نفل نہ کرے۔^۱
اس کی تفصیل یہ ہے کہ کسی انسان کا کوئی دشمن ہو اور ایک دن اس کے ذہن میں اچانک اس کو قتل کرنے
کا خیال آئے تو یہ حاجی ہے، اور اگر بار بار اس کو قتل کرنے کا خیال آئے تو یہ خاطر ہے اور جب اس کا ذہن
اس کے قتل کی طرف راغب ہو اور وہ اس کے قتل کا منصوبہ بنائے کہ اس کو مثلاً پستول سے قتل کرے گا اور فلاں
جگہ سے پستول کو حاصل کرے گا تو یہ حدیث نفس ہے، اور جب وہ اس کو قتل کر لے گا ارادہ کرے اور غالب
جانب اس کو قتل کرنے کی ہو لیکن مغلوب سا یہ خیال ہو کہ وہ کہیں پکڑا نہ جائے اس لیے نہ قتل کرے تو بہتر ہے تو یہ
ہتم ہے اور جب یہ مغلوب جانب بھی زائل ہو جائے اور وہ یہ طے کر لے کہ اس کو قتل کرنا ہے خواہ وہ پکڑا کیوں
نہ جائے اور اس کے بدلہ میں قتل کیوں نہ کر دیا جائے اور اس کو قتل کرنے کی نیت — کرے تو یہ عزم ہے
پہلے چار مرتبوں پر اس سے مواخذہ نہیں ہوگا لیکن جب وہ قتل کر لے گا تو اس عزم پر مواخذہ ہوگا
خواہ اس نے قتل نہ کیا ہو، مثلاً ”وہ شخص اس کو قتل کرنے گیا لیکن جب وہ اس کے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنی
طبعی موت سے ابھی ابھی مر رہا ہے، اب ہر چند کہ اس نے قتل نہیں کیا لیکن اس نے بہر حال اس کو قتل کرنے کی نیت
کر لی تھی اس لیے اس نیت کی وجہ سے اس کی گرفت ہوگی۔

حاجی، خاطر اور حدیث نفس کے مرتبہ میں معصیت پہلی امتوں پر بھی معاف تھی اور اس امت پر بھی معاف ہے،
لیکن پچھلی امتوں کا ”ہتم“ پر مواخذہ ہوتا تھا اس امت پر ”ہتم“ معاف ہے البتہ اگر معصیت کا عزم کر لیا جائے
تو اس امت پر بھی مواخذہ ہوگا۔

معصیت کی حدیث نفس مذکور ہے اور یہی کی حدیث نفس جائز بلکہ مستحسن ہے خواہ حالت ناز ہو۔
امام بخاری بیان کرتے ہیں:

قال عمادانی لاجہز جیشی وانا فی الصلوۃ^۲
حضرت عمر نے کہا میں نماز کی حالت میں لشکر کی
صفیں مرتب کرتا رہتا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دینی امور کے متعلق نماز میں سوچ و بچار اور غور و فکر کرنا جائز ہے۔

دس سے لے کر سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ اجر عطا فرمانے کی تحقیق^۳ اسی حدیث میں ہے
جب بندہ یہی کرتا

۱۔ علامہ احمد سادوی مالکی، تفسیر السادوی ج ۱ ص ۹۱، مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ مصر

۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۳، مطبوعہ دار محمد صالح المطالعہ کراچی ۱۳۸۱ھ

ہے تو میں اس کے لیے دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں لکھ دیتا ہوں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جزاء اور سزا کے جو مراتب بیان فرمائے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ من جاء بالحسنة فله عشر مثا لها ومن جاء بالسيئة فلا يجزي الا مثلهما۔
جو شخص ایک نیکی کرے اس کے لیے دس گنا اجر ہے اور جو ایک گناہ کرے تو اس کے لیے ایک گناہ ہی

(انعام ۱۶۰)

۲۔ مثل الذين ينفقون اموالهم في سبيل الله كمثل حبة انبئت سبع سنابل في كل سنبلة مائة حبة۔
جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ سات خوشے اگائے اور ہر خوشے میں ایک سو دانے ہوں (یعنی اس کے

(بقرہ ۲۶۱)

۳۔ انما يوفي الصابرون اجرهم بغير حساب۔
صبر کرنے والوں کو پورا اجر بغير حساب کے ہی دیا جائے گا۔

(زمرہ ۱۰)

اجر کے ان مراتب میں اس طرح تطبیق دی جاسکتی ہے کہ عبادات بدینہ میں دس گنا اجر ملتا ہے۔ عبادات مالیہ میں سات سو گنا اجر ملتا ہے اور ضبط نفس اور صبر پر لاکھوں گنا اجر ملتا ہے۔ دوسری ترجیح یہ ہے کہ اجر کے یہ مراتب نیچے کو نکلنے والے کے صدق اور خلوص نیت کے مراتب کے اعتبار سے ہیں جس شخص میں بتنا زیادہ خلوص ہو گا اس کو اتنا زیادہ اجر ملے گا۔ تیسری ترجیح یہ ہے کہ بعض لوگ عبادات اور صدقہ و خیرات حساب سے کرتے ہیں یعنی جتنا ان کے ذمہ لازم ہو اتنا ہی صدقہ کرتے ہیں اور بعض لوگ بے حساب عبادات اور صدقہ خیرات کرتے ہیں جو لوگ حساب سے عبادت کرتے ہیں ان کو حساب سے اجر دے گا اور جو بے حساب عبادت کریں گے ان کو بے حساب اجر دے گا، چوتھی ترجیح یہ ہے کہ اجر کے یہ مراتب کرنے والے کی حیثیت کے اعتبار سے ہیں، مثلاً کسی ارب پتی سے کوئی شخص ایک روٹی کا سوال کرے، اور وہ اس کو ایک روٹی دے دے تو یہ ایک نیکی ہے اور اس کو اس کا دس گنا اجر ملے گا لیکن جس شخص کی کل کاشات صرف ایک روٹی ہی ہو اور اس سے کوئی روٹی کا سوال کرے اور وہ اس کو روٹی دے دے تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ پہلے شخص کے مقابلہ میں اس نے اربوں روٹیوں کی دولت گنا دی ہو اس لیے اللہ تعالیٰ اس کو بے حساب اجر عطا فرمائے گا اور اصل بات یہ ہے کہ اجر بعض اللہ کے فضل سے ملتا ہے وہ مالک ہے جس کو جتنا چاہے عطا فرمائے۔ صبر پر بے حساب اجر عطا فرمانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اپنی مرضی اور خوشی سے صبر کی راہ میں دنیا آسان ہے، اور کسی حادثہ سے جو جان یا مال میں نقصان ہو جاتا ہے، جس میں انسان کی مرضی کا دخل نہیں ہوتا اس پر شکایت نہ کرنا اور صبر کرنا مشکل ہے، اس لیے اس کا اجر بھی بے حساب رکھا ہے۔

قرآن کریم اور حدیث شریفین میں بتلایا گیا ہے کہ گناہ کرنے والے کو ایک گناہ کرنے کی ایک سزا ملتی ہے حالانکہ اذواجِ مطہرات کے بارے میں قرآن کریم میں فرمایا:

من يأت منكناً بفا حشة مبينة يضاعف لها

تم میں سے جس نے کھلی بے حیائی کا کام کیا اس

العذاب ضعفين - (احزاب: ۳۰) کہ دوسرا عذاب دیا جائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عام حکم یہی ہے لیکن خواص اس حکم سے مستثنیٰ ہیں؛
جس کا رتبہ ہے سوا اس کو سوا مشکل ہے

ازواج مطہرات کا مرتبہ زیادہ ہے اس وجہ سے ان کے لیے مواخذہ کی مقدار بھی زیادہ رکھی ہے۔ حضرت
آدم علیہ السلام سے محض بھول کی بنا پر مجاسد فرمایا، حضرت یونس علیہ السلام کی صرف اجتہادی خطا کی بنا پر ان کو مچھلی
کے پیٹ میں مقید فرمایا اور غلام کے مقابلہ میں آزاد کی دوگنی حد مقرر کی، اور باطل کے مقابلہ میں عالم سزا کا زیادہ
مستثنیٰ ہے۔

بَابُ بَيَانِ الْوَسْوَسةِ فِي الْإِيمَانِ وَ مَا يَقُولُهُ مَنْ وَجَدَهَا

ایمان میں دوسوسہ کا بیان اور دوسوسہ کے وقت
کیا کہنا چاہیے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ بعض صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
عارض ہوئے اور عرض کرتے گئے کہ ہمارے دلوں
میں بعض ایسے خیالات آتے ہیں جن کا بیان کرنا بھی
ہم گناہ سمجھتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
واقعی ایسے خیالات آتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا
جی ہاں! فرمایا یہ تو دین ایمان ہے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان
کی اور فرمایا کہ اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی
طرح منقول ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسوسہ کے متعلق فرمایا
کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ محض ایمان ہے۔

۲۴۸ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا
جَعْفَرُ بْنُ سَهْبِيلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
قَالَ جَاءَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ فَسَأَلُوهُ إِنْ تَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا مَا نَتَعَالَمُ
أَحَدُنَا أَنْ يَعْلَمَهُمْ قَالَ أَوْ كَذَّابٌ وَجَدْتُمْ لَهُ
قَالُوا نَعَمْ قَالَ ذَلِكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ -

۲۴۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو
أَرْفَى عِدِّي عَنْ شُعْبَةَ سر وَحَدَّثَنِي مُسْتَدْبِرُ
عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ عَنْ أَبِي رَزَافٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ الرَّحْمَنِ
قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلَدِ أَبُو عَمْرٍاءُ بْنُ زُرَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا
عَنْ الْأَشْعَثِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْوَحْيِ -

۲۵۰ - حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَعْقُوبَ الْقَنْدَرِ
قَالَ تَنِيَّ عَلِيُّ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُسَيْنِ
عَنْ مُعَاوِيَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ
عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ عَنِ الْوَسْوَسةِ فَقَالَ تِلْكَ
مَخْصَصُ الْإِيمَانِ -

۲۵۱۔ حَدَّثَنَا هُرَيْرُ بْنُ مَرْثَدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُونَ حَتَّى يَقَالَ هَذَا خَلَقَ اللَّهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ أَمْنْتُ بِاللهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ ایک دوسرے سے سوالات کرتے رہیں گے حتیٰ کہ یہ کہا جائے گا کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے جس شخص کو اس بارے میں کوئی تردید ہو وہ یوں کہے کہ میں اللہ پر ایمان لایا ہوں۔

۲۵۲۔ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنِّي فِي الشَّيْطَانِ أَحَدُ كُفَرٍ فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ مَنْ خَلَقَ الْأَرْضَ فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ كُفَرًا كَرِيمًا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کے پاس اگر شیطان کہتا ہے کہ آسمان کو کس نے پیدا کیا، زمین کو کس نے پیدا کیا، وہ شخص کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے، بقیہ حدیث حسب سابق ہے لیکن اس میں "اور اس کے رسول پر" کا اضافہ ہے۔

۲۵۳۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ يَعْقُوبَ قَالَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شَهَابٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ أَبَاهُ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا فِي الشَّيْطَانِ أَحَدُ كُفَرٍ فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ كَذَا وَكَذَا حَتَّى يَقُولَ لَهُ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ يَا ذَا بَلَدٍ ذَلِكَ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللهِ وَلْيَنْتَقِرْ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی شخص کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلان فلان چیز کو کس نے پیدا کیا، حتیٰ کہ کہتا ہے تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا۔ جب کسی شخص کو ایسا تردد لاحق ہو تو وہ شیطان کے شر سے بھاگے۔

۲۵۴۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَتْمٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ شُعَيْبٍ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عَقِيلُ بْنُ حَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شَهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ أَبَاهُ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا فِي الْعَبْدِ الشَّيْطَانِ فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ كَذَا وَكَذَا ابْنُ أَبِي حَتْمٍ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے فلان فلان چیز کو کس نے پیدا کیا۔ بقیہ حدیث مثل سابق ہے۔

۲۵۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي عَدْنَانَ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَسْتَلُونَكَ عَنِ الْعِلْمِ حَتَّى يَقُولُوا هَذَا اللَّهُ خَلَقَنَا فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ قَالَ وَهَذَا جَدُّ بَيْدَا رَجُلٍ فَقَالَ صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ قَدْ سَأَلَنِي الثَّمَانِ وَهَذَا الثَّالِثُ أَوْ قَالَ سَأَلَنِي وَاحِدٌ وَهَذَا الثَّانِي -

۲۵۶۔ وَحَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ هُرَيْرٍ عَنْ حُرَيْبٍ وَيَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي عَدْنَانَ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَسْتَلُونَكَ عَنِ الْعِلْمِ حَتَّى يَقُولُوا هَذَا اللَّهُ خَلَقَنَا فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ قَالَ وَهَذَا جَدُّ بَيْدَا رَجُلٍ فَقَالَ صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ قَدْ سَأَلَنِي الثَّمَانِ وَهَذَا الثَّالِثُ أَوْ قَالَ سَأَلَنِي وَاحِدٌ وَهَذَا الثَّانِي -

۲۵۷۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي عَدْنَانَ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَسْتَلُونَكَ عَنِ الْعِلْمِ حَتَّى يَقُولُوا هَذَا اللَّهُ خَلَقَنَا فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ قَالَ وَهَذَا جَدُّ بَيْدَا رَجُلٍ فَقَالَ صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ قَدْ سَأَلَنِي الثَّمَانِ وَهَذَا الثَّالِثُ أَوْ قَالَ سَأَلَنِي وَاحِدٌ وَهَذَا الثَّانِي -

۲۵۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَسْتَلُونَكَ عَنِ الْعِلْمِ حَتَّى يَقُولُوا هَذَا اللَّهُ خَلَقَنَا فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ قَالَ وَهَذَا جَدُّ بَيْدَا رَجُلٍ فَقَالَ صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ قَدْ سَأَلَنِي الثَّمَانِ وَهَذَا الثَّالِثُ أَوْ قَالَ سَأَلَنِي وَاحِدٌ وَهَذَا الثَّانِي -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ تم سے علمی بحثیں کرتے ہیں گے یہاں تک کہ کہیں گے ہم کو اللہ نے پیدا کیا ہے تو پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے اس وقت حضرت ابو ہریرہ کسی شخص کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، پھر کہنے لگے اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا، مجھ سے دو شخص بھی سوال کر چکے ہیں، اور یہ تیسرا ہے یا کہا مجھ سے ایک شخص یہ سوال کر چکا ہے اور یہ دوسرا ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ یہی روایت مرقفہ کر رکھی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ تم سے سوالات کرتے رہیں گے کہ اللہ تو ہے لیکن اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ میں مسجد میں بیٹھ رہتا تھا، اسی دوران کچھ دیہاتی آئے اور کہنے لگے اے ابو ہریرہ! اللہ تو ہے لیکن اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ یہ سن کر حضرت ابو ہریرہ نے مٹی بھر کر ان کی طرف کٹھکریاں پھینکیں اور کہا چلو یہاں سے اٹھو، میرے آٹا نے سچ فرمایا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ تم سے

ہر چیز کے بارے میں سوالات کریں گے یہاں تک کہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ تو اللہ کس نے پیدا کیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: تمہاری امت ہر چیز کے بارے میں پوچھتی رہے گی کہ یہ کیا ہے؟ یہ کیا ہے؟ حتیٰ کہ کہے گی کہ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے تو اللہ کس نے پیدا کیا ہے؟

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ روایت ذکر کی ہے مگر اس میں تمہاری امت کے الفاظ نہیں ہیں۔

بِئْسَ الْأَوَّلُ قَالَ سِعْتٌ أَبَاهُ مُرْسِدًا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى يَقُولُوا اللَّهُ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَكَمَنْ خَلَقَ.

۲۵۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو بْنِ زَادَةَ الْحَضْرَمِيُّ قَالَ سَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ قُسَيْبٍ عَنْ مُحْكَمِ بْنِ قُلَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا يَزَالُونَ يَقُولُونَ مَا كَذَّابًا مَا كَذَّابًا يَقُولُوا هَذَا اللَّهُ خَلَقَ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ تَعَالَى.

۲۶۰۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَأَلَنَا جَرِيرٌ وَحَدَّثَنَا أَبُو جَرِيرٍ بْنُ أَبِي قَيْبَةَ قَالَ سَأَلَ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ عَنِ الرَّبِّ عَزَّ وَجَلَّ كَيْلَا هُمَا عَنِ الْخَلْقِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ لَمْ يَذْكُرْ قَالَ قَالَ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ أُمَّتَكَ.

شیطان و وسوسوں کی دو قسمیں | حدیث نمبر ۲۵۳ میں ہے جب انسان کے ذہن میں یہ دوسرا کسے کہ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے اور اپنی توجہ اس دوسرے سے ہٹائے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نرویی کہتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا کہ ظاہر حدیث سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان وسوسوں کو دفع کرنے کے لیے ان سے اعراض کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ اس دوسرے کو بغیر کسی دلیل کے رد کر دیا جائے۔ علامہ مازری نے کہا بعض وسوسے ذہن میں استقرار نہیں پاتے، ان کو دفع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان سے اعراض کر دیا جائے اور یہ حدیث اسی صورت پر محمول ہے اور جو امور اس طرح ظاہری ہوں اور کسی دلیل پر مبنی نہ ہوں ان کو اسی طرح مسترد کر دینا چاہیے اور جو خواہش کسی دلیل اور غیب پر مبنی ہوں اور ذہن میں مستقر ہو جائیں ان کو بغیر دلیل کے مسترد نہیں کیا جاسکتا اس لیے ان کو طور و فکر سے باطل کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل اور شیطان کے شبہ کا ابطال | اللہ تعالیٰ شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رکھے، حقیقت یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی حقائق اور اس کی وحدانیت کو بغیر کسی دلیل کے بدلتے مانتے ہیں، صرف

قرآن مجید کا وجود اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان، اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے ثبوت کے لیے کافی ہے، تاہم شیطان کے دوسرے کے ابطال کے لیے عرض ہے کہ شیطان کا یہ کہنا کہ فلاں فلاں چیز کو اللہ نے پیدا کیا تو پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے، اس قاعدہ پر مبنی ہے کہ ہر چیز اور ہر شے کا کوئی خالق ہونا چاہیے اور یہ قطعاً باطل ہے کیونکہ اس صورت میں یہ لازم آئے گا کہ موجودات کا سلسلہ کہیں ختم نہ ہو اور ہر چیز سے پہلے ایک چیز ہو اور موجود سے پہلے ایک موجود ہو اور یہ قطعاً باطل ہے اس لیے کسی نہ کسی موجود کو آخری موجود ماننا ہو گا جو سب سے پہلے ہو اور اس سے پہلے کوئی نہ ہو، اس کا ہونا ضروری ہو اور نہ ہونا محال ہو، وہی سب کا خالق ہے اور اس کا کوئی خالق نہیں ہے اسی موجود کو ہم اللہ اور رب العالمین سے تعبیر کرتے ہیں۔ نیز یہاں اس بات کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ ایک چیز سے خلاق عقل ہونا مثلاً ایک چیز ایک وقت سیاہ بنی ہو اور سفید بھی ہو جس کو اجتماعِ متضادین کہتے ہیں اور ایک ہے مادہ عقل ہونا، یعنی جو چیز عقل کی پہنچ اور گرفت سے باہر ہو اس کائنات کے ہزاروں امرا ایسے ہیں جن تک صدیوں پہلے عقل کی پہنچ نہیں تھی اور آج ان کو عقل نے پایا ہے اور اسی طرح اب بھی لاتعداد امرا اور خلائق ایسے ہیں جن تک عقل نہیں پہنچ سکی، لیکن ان کا انکار نہیں کیا جاسکتا، اس تمہید کے بعد واضح ہو گیا کہ ایسی حقیقت جو سب سے پہلے ہو اور اور اس سے پہلے کوئی نہ ہو جو سب کی خالق ہو اور اس کا خالق کوئی نہ ہو، ہو سکتا ہے کہ مادہ عقل ہو لیکن خلاق عقل ہرگز نہیں ہے اس لیے اس کا انکار ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔ اور اقرار اس لیے ضروری ہے کہ اس نظام کائنات کو بنانے اور چلانے کا اس کے سوا کوئی سچا و مدیدار نہیں ہے، جن فرشتوں، نبیوں، اولیوں، ذریعوں، میزوں، عناصر اور کواکب کو لوگوں نے خدا مانا اور ان کی عبادت کی ان میں سے کسی نے خدا کی دعویٰ نہیں کیا، اور قیامت کے دن یہ سب اس دعویٰ سے ہلاکت کا اظہار کریں گے اور جن انسانوں نے از خود خدا کی دعویٰ کیا وہ لوگوں کے سامنے پہلے ہو گئے اور لوگوں کے سامنے مر گئے اور ان کا نام و نشان مٹ گیا، اور یوں ان کی خدا کی باطل ہو گئی، الغرض اس کائنات کو بنانے، چلانے اور نیک کرنے کا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی سچا و مدیدار نہیں ہے، اسی لیے وہی سچا خدا ہے اور اسی کو ماننا ضروری ہے۔

جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارنے پر
دوزخ کی وعید

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جھوٹی
قسم کھا کر کسی مسلمان کے حق پر قبضہ کرے اللہ تعالیٰ
اس پر جہنم واجب اور رحمت حرام کر دیتا ہے۔ ایک

بَابُ دَعْوِیِّ مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ مُسْلِمٍ
بِیَمِیْنٍ فَا جَزَاءُهَا النَّارُ

۲۶۱۔ حَدَّثَنَا یَحْيَى بْنُ آدِیْتُوبَ وَ قُتَيْبَةُ بْنُ
سَعِيدٍ وَ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِیْعًا عَنْ اِسْمَاعِیلَ بْنِ
جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ آدِیْتُوبَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیلُ بْنُ جَعْفَرٍ
قَالَ اَنَا اَنْعَلْتُ لَهُ وَ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَوَکِی

شخص کے عرض کیا یا رسول! اگرچہ وہ سہول چیز ہی کیوں نہ ہو، آپ نے فرمایا اگرچہ وہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ ہی کیوں نہ ہو۔

الْحَدَّثَ عَنْ مُعْبِدِ بْنِ كَعْبٍ التَّمِيمِيِّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ ابْنِ كَعْبٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَقْنَطَهُ حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِسَمِيْنٍ فَقَدْ أَوْحَبَ اللَّهُ لَهُ النَّارَ وَهَرَمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ وَ إِنْ كَانَ شَيْئًا تَسِيْدًا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ دَارُ الْقَضِيْبَاتِ مِنَ آتَالِيهِ.

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۲۴۲- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ جَمِيعًا عَنْ أَبِي سَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ سَمِعَ أَخَا هَاشِمٍ عَنِ ابْنِ كَعْبٍ يُحَدِّثُ أَنَّ أَبَا أُمَامَةَ الْخَدْرِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان کا حق مارنے کے لیے جھوٹی قسم کھائی، قیامت کے دن جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریگا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا، اسی دوران حضرت اشعث بن قیس اُمی اور پوچھا کہ ابو عبدالرحمن (عبداللہ بن مسعود) نے کیا بیان کیا ہے، لوگوں نے وہ حدیث سنائی، حضرت اشعث بن قیس نے کہا ابو عبدالرحمن نے سچ کہا یہ حکم میرے ہی بارے میں نازل ہوا تھا۔ ایک شخص کی شرکت میں میں میں میری زمین تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس شخص کے ساتھ میرا اس زمین کے بارے میں اختلاف ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی گواہ ہے، میں نے عرض کیا نہیں، آپ نے فرمایا پھر اس شخص کی قسم پر فیصلہ ہوگا، میں نے عرض کیا حضور! وہ تو جھوٹی قسم کھا اے گا، آپ نے فرمایا جو شخص کسی

۲۴۳- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَكَثِيرٌ وَحَدَّثَنَا ابْنُ شُعْبَةَ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَكَثِيرٌ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ ابْنِ كَعْبٍ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ ابْنِ كَعْبٍ قَالَ أَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي قَالِي عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ صَبْرٍ يَفْقِطُهُ بِهَا مَالٌ امْرِئٍ مُسْلِمٍ هَرَفِيْمًا فَاجْرَأَ لِي إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضَبَانِ كَانَ قَدْ حَلَّ الْأَشْعَثُ ابْنُ قَيْسٍ فَقَالَ مَا يَحْدِثُكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ لَوْ أَكْذَابًا قَالَ صَدَقَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ فِي ذَلِكَ كَأَنَّهُ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ أَرْضٍ يَأْتِيْنِ وَخَاصَمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ لَكَ بَيْنَتُهُ فَقُلْتُ لَا قَالَ فَيَسِيْنُهُ قُلْتُ لَا ذَنْ يَحْلِفُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْلَمَ عِنْدَ ذَلِكَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ صَبْرٍ

يَقْتَضِيَنَّ بِهَا مَالٌ أَمْ رِيَّةٌ مُسْلِمٍ هُوَ فِيهَا كَاجِرٌ
لَقِيَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانٌ فَتَزَلَّتْ
إِنَّ الَّذِينَ يَشْكُرُونَ يَعْهَدُونَ لِلَّهِ وَآيَاتِهِ
ثَمَنًا قَلِيلًا إِلَىٰ آخِرِ الْأَيَّامِ -

مسلمان کا مال کھانے کی خاطر جھوٹی قسم کھانے کا قیامت
کے دن جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو
اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا اس موقع پر یہ آیت نازل
ہوئی (ترجمہ) جو لوگ اللہ کے عہد اور اس کی قسموں کے بدلے میں سناں قلیل
لیتے ہیں ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں (آخر آیت
تک پڑھیں)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص
کسی مسلمان کا ناحق مال حاصل کرنے کے لیے جھوٹی
قسم کھائے گا وہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ
سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض
ہوگا۔ باقی حدیث حسب سابق ہے لیکن اس میں من
کی جگہ کوئیں کے جھگڑے کا ذکر ہے۔

۲۶۴- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَمِعْتُ
جَبْرِ بْنَ مَنصُورٍ عَنْ أَبِي دَاوُدَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ
قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلَىٰ يَمِينٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَا كَا
هُوَ فِيهَا كَاجِرٌ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانٌ
ثُمَّ دَكَرْتُ فَوَحْدَيْتِ الْأَعْمَشَ غَيْدًا ثَمَّ قَالَ
كَانَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ خُصُومَةٌ فِي بَيْتٍ
فَاخْتَصَمْنَا إِلَىٰ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمْ فَقَالَ شَاهِدَا كَذِبِيْنِ -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص
کسی مسلمان کا ناحق مال لینے کے لیے جھوٹی قسم
کھائے گا جب قیامت کے دن وہ شخص اللہ
تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس
سے ناراض ہوگا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس کے مطابق قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی :
(ترجمہ) ”جو لوگ اللہ کے عہد اور اس کی قسموں کے بدلے میں سناں
قلیل لیتے ہیں ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں (آخر
آیت تک پڑھیں)

۲۶۵- وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ النَّيَّيْ قَالَ سَمِعْتُ
سُفْيَانَ عَنْ جَامِعِ بْنِ أَبِي مَالِكٍ وَعَبْدِ الْمَلِكِ
ابْنِ أَغْبِيْنٍ سَمِعَا شَرِيْقَ بْنَ سَلَمَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ
ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ حَلَفَ عَلَىٰ مَالٍ
أَمْ رِيَّةٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقِّهِ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ
غَضْبَانٌ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِصْرًا مِمَّا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ
عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ الَّذِينَ يَشْكُرُونَ يَعْهَدُونَ لِلَّهِ وَآيَاتِهِ
ثَمَنًا قَلِيلًا إِلَىٰ آخِرِ الْأَيَّامِ -

حضرت داؤد بن جبر رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
دو شخص حاضر ہوئے، ایک مقام حضرت مروت سے
اور دوسرا کندہ سے، جبر میں نے کہا یا رسول اللہ
اس شخص نے میرے باپ کی طرف سے لی ہوئی

۲۶۶- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابُو بَكْرِ
ابْنُ أَبِي ثَيْبَةَ وَهَذَا وَبْنُ الشَّيْبَانِيِّ وَابُو عَاصِمٍ
الْحَمَظِيُّ وَالْفُطَيْمِيُّ لِقَيْتِيْنِ قَالُوا سَمِعْنَا ابْنَ الْأَحْوَصِ
عَنْ سِمَاكِ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ
جَاءَ رَجُلٌ مِنْ خَصْمَةِ مَوْتٍ وَرَجُلٌ مِنْ كِنْدَةَ

زمین کو مجھ سے چھین لیا، کندی نے کہا وہ میری زمین ہے اور میرے تصرف میں ہے میں اس میں زراعت کرتا ہوں اس شخص کا اس میں کوئی حق نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرمی سے پوچھا تمہارے پاس گواہ ہیں، انھوں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا پھر اس شخص کی قسم پر فیصلہ ہو گا، حضرمی نے کہا یا رسول اللہ! یہ قبر ٹا ہے، جھوٹ پر قسم اٹھا لے گا، یہ کسی چیز سے پرہیز نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا تمہارے لیے اس کے علاوہ اللہ کوئی صورت نہیں ہے۔ جب کندی قسم کھانے کے لیے مقرر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس شخص نے اس کا مال کھانے کے لیے اقم کھا تو اللہ سے جب ملاقات کرے گا وہ اس سے ناراض ہو گا۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مقالتے میں دو شخص ایک زمین کے بارے میں لڑتے ہوئے آئے، ایک شخص نے کہا جس کا نام امراء العقیس بن عابس کندی تھا کہ یا رسول اللہ! زائد جاہلیت میں اس شخص نے میری زمین چھین لی تھی اس کا حرلیہ ربیعہ بن عبدان تھا، آپ نے فرمایا تمہارے پاس گواہ ہیں؟ اس نے کہا میرے گواہ نہیں ہیں آپ نے فرمایا پھر یہ قسم کھا کے گا؟ اس نے کہا پھر یہ میری زمین کے بارے میں فرمایا تمہارا قسم کے سوا اور کوئی حق نہیں، جب اس کا حرلیہ قسم کھانے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ظلم سے کسی کی زمین چھین لے وہ جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو گا، امام مسلم نے کہا اس کی روایت میں اس کا نام ربیعہ بن عبدان ہے۔

إِلَى الَّذِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْخَصْمُ يَ رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ هَذَا أَقْدَعُ عَلَيَّ عَلَى أَرْضِي لِي كَانَتْ لِي فِي فَقَالَ أَلَيْدِي هِيَ أَرْضِي فِي يَدِي أَرْضُهَا لَيْسَ لَكَ فِيهَا حَقٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِلْخَصْمِ يَ أَلَيْدِي كَالِ لَكَ كَالِ لَكَ كَالِ لَكَ يَمِينُهُ قَالَ يَ رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الرَّجُلَ قَاجِرٌ مَا يَبَالِي عَلَى مَا حَلَفَ عَلَيْهِ وَلَيْسَ يَتَوَضَّعُ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ لَيْسَ لَكَ مِنْهُ إِلَّا ذَلِكَ فَانْظُرْ لِيْخْلِفَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَذْبَرَا مَا لَيْتُنِ حَلَفَ عَلَى مَا لِي لِيَا كَلَّةَ ظُلْمًا لِيْلَفِيَنَّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ -

۲۶۷ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ أَبِي التَّوَلِيدِ قَالَ زُهَيْرُ بْنُ كَاهَنِيٍّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ تَأْتِي عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ دَاوُدَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُجْرٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ رَجُلَانِ يَخْتَصِمَانِ فِي أَرْضٍ فَقَالَ أَحَدُهُمَا إِنَّ هَذَا الَّذِي عَلَى أَرْضِي يَ رَسُولَ اللَّهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَهُوَ مُرُفَا الْقَيْسِ بْنُ عَابِسٍ الْكِنْدِيُّ وَخَصْمُهُ رَبِيعَةُ ابْنُ رَيْدَةَ قَالَ بَيْنَهُمَا قَالَ كَيْسُ بْنُ بَيْنَةَ فَقَالَ يَمِينُهُ قَالَ إِذَا أَذْهَبَ بِمَا قَالَ كَيْسُ لَكَ إِلَّا وَاللَّهِ كَانَ فَكَلَّمَا قَامَ لِيْخْلِفَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَقْسَطَةِ أَرْضَنَا ظُلْمًا لِيَّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَلَيْهِ عَظِيمٌ قَالَ اسْحَقُ بْنُ إِسْرَافِيلَ وَرَبِيعَةُ بْنُ رَيْدَةَ أَنَّ -

ماطن میں قضا نافذ نہ ہونے پر ائمہ ثلاثہ کا حدیث الباب سے استدلال | حدیث نمبر ۲۶۱
جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کے حق پر قبضہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کو واجب اور جنت کو حرام کر دیتا ہے۔
علامہ سیبکی بن شریف زودی کہتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کے حق پر قبضہ کا ذکر فرمایا ہے مال پر قبضہ کا ذکر نہیں فرمایا،
اس میں یہ نکتہ ہے کہ یہ حکم اس صورت کو بھی شامل جس میں مسلمان کا مال نہ ہو لیکن حق ہو مثلاً مردانگی کھال چونکہ خمس
ہے اس لیے مال نہیں ہے لیکن اس سے نفع اٹھایا جاسکتا ہے اس لیے وہ مسلمان کا حق ہے، اسی طرح اڑواچ
میں باریوں کی تقسیم مال نہیں ہے لیکن مسلمان کا حق ہے، لہذا جو شخص جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کے اس حق
کو مارنا چاہے گا وہ بھی اس وعید میں داخل ہوگا۔

ایک سوال یہ ہے کہ مسلمان کا حق مارنا گناہ کبیرہ ہے تو اس کبیرہ کے ارتکاب سے جنت کیونکر حرام ہو گیا؟
اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص نے حلال سمجھ کر جھوٹی قسم کھائی اور مسلمان کا حق مارا وہ کافر ہو گیا اس پر جنت حرام
ہو گئی، دوسرا جواب یہ ہے کہ جھوٹی قسم کھانے والا اس سزا کا مستحق ہے اور ممکن ہے اس کو معاف کر دیا
جائے، یا اس پر ابتداء جنت میں دخول حرام ہوگا اور بعد میں داخل ہو جائے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ”جس شخص نے مسلمان کا حق مار لیا اس پر جہنم واجب ہے۔“
اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ زہمی کا حق مارنا حرام ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شدید وعید کہ جب وہ اللہ تعالیٰ
سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا، یہ اس شخص کے پاس سے ہے جو مسلمان کا حق مارے، علم
ذہنی تو یہ ہے کہ اس کا حق مارنا بھی حرام ہے لیکن اس پر اتنی شدید وعید نہیں ہے۔ یہ جواب ان علماء کے مذہب
پر ہے جو مفہوم مخالفت کا اعتبار کرتے ہیں اور جو مفہوم مخالفت کا اعتبار نہیں کرتے ان پر اعتراض وارد نہیں ہوتا
قاضی عیاض نے کہا اس حدیث میں مسلمان کا ذکر اس لیے خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے کہ احکام شرعیہ کے عام
مخاطبین اور عاقلین مسلمان ہیں اور زہمی مخاطب نہیں ہیں البتہ معاملات میں ان کو مسلمانوں کے حکم میں رکھا گیا ہے۔
نیز یہ سزا اس شخص کے لیے ہے جس نے کسی مسلمان کا حق مارا اور بغیر توبہ کے نہ گیا لیکن جو شخص اپنے
فل پر نادم ہو، اس نے توبہ کی، اور حق دار کو اس کا حق واپس کر دیا یا اس سے معاف کر لیا اور دوبارہ ایسا نہ
کرنے کا پختہ عزم کر لیا اس سے یہ گناہ اور سزا ساقط ہو جاتی ہے۔

اس حدیث میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور عہد فقہاء کے اس نظریہ پر دلیل ہے کہ حاکم کے فیصلہ
کے کسی شخص کے لیے وہ چیز مباح نہیں ہوتی جس کا وہ مالک نہ ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب
تہا سے پاس گواہ نہیں ہیں تو اس شخص کی قسم پر فیصلہ ہوگا، اس کے باوجود قسم کھانے والے کے لیے فرمایا اگر
اس نے جھوٹی قسم کھا کر ناحق مال یا تواتر تقاتلے اس سے ناراض ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ حاکم کے فیصلہ سے
اس کے لیے وہ چیز مباح نہیں ہوتی، اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک جب تک فیصلہ کرے تو وہ چیز اس کے لیے ہلال ہو جاتی ہے۔

سطح - علامہ سیبکی بن شریف زودی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۸۱، مطبوعہ دار محمد صالح المنطاعی، ۱۳۸۵ھ

ائمہ ثلاثہ کے استدلال کا جواب اور امام اعظم کی دلیل | امام ابوحنیفہ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدالت میں ایک شخص نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا، اور اس کے ثبوت میں دو گواہ پیش کر دیے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان نکاح کا فیصلہ کر دیا اور نہر دیا، یہاں تک کہ وہ نکاح کر دیا، حضرت علیؑ کا یہ اثر حدیث مرفوعہ کے حکم میں ہے اور اس باب کی احادیث اہلک سرسہ پر محمول ہیں یعنی جب کوئی شخص ملکیت کا سبب بتائے بغیر کسی چیز پر ملکیت کا دعویٰ کر دے تو پھر تشاؤ باطناً نافذ نہیں ہوگی، امام ابوحنیفہ کے نزدیک مقود اور منوع میں تشاؤ ظاہراً اور باطناً نافذ ہو جاتا ہے بشرطیکہ قاضی کو گواہوں کے جھوٹے ہونے کا علم نہ ہو، اس مسئلہ میں مذاہب فقہاء اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کے دلائل اور فقہ حنفی کی ترجیح کی مکمل اور باحوالہ بحث شرح صحیح مسلم جلد خامس میں ملاحظہ فرمائیں۔

غیر کا مال ناحق چھینے والے کا خون مباح ہے اور اگر وہ اس لڑائی کے دوران قتل ہو جاتے تو دوزخی ہے اور اگر صاحب حق قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ قَصَدَ اخْتِطَالَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ حَقٍّ كَانَ الْقَاصِدُ مُهْدِرَ الدَّامِ فِي حَقِّهِ وَإِنْ قُتِلَ كَانَ فِي الْقَارِ وَأَنْ مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یہ فرمائیے کہ اگر کوئی شخص اگر میرا مال چھیننا چاہے تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا اس کو موت دے، اس نے کہا اگر وہ لڑنا شروع کر دے آپ نے فرمایا تم اپنے دفاع میں لڑو، اس نے پوچھا اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ آپ نے فرمایا تم شہید ہو گئے، اس نے پوچھا اگر میں اس کو قتل کر دوں؟ فرمایا وہ جہنمی ہو گا۔

۲۶۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَعْلَى قَالَ سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ يَعْقُبٍ ابْنَ مَعْلُودٍ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ عَنِ أَعْلَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَلَمَّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ جَاءَ رَجُلٌ يُرِيدُ اخْتِطَالَ مَالِي قَالَ فَلَا تُعْطِمْ مَالَكَ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قَاتَلَنِي قَالَ قَاتِلْهُ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلَنِي قَالَ فَاتَّ شَهِيدٌ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلْتَهُ قَالَ فَهُوَ فِي النَّارِ۔

عمر بن عبد الرحمن کے غلام ثابت بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عتبہ بن سفیانؓ میں اختلاف ہوا اور وہ دونوں لڑنے کے لیے تیار ہو گئے تو خالد بن ابی العاص اسی وقت ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس گئے اور انھیں لڑائی سے روکا۔

۲۶۹۔ حَدَّثَنَا ابْنُ الْحَسَنِ بْنُ عَلِيٍّ الْعُلَاقِيُّ وَاسْحَقُ بْنُ مَعْمُودٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَالْقَاضِي مُتْقَارِبُهُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَا وَقَالَ الْأَحْزَابُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ الْأَحْزَابِيُّ أَنَّ تَابِتًا مَوْلَى عُمَرَ وَبْنِ

حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا تمہیں نہیں معلوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنا مال بچانے میں مارا جائے وہ شہید ہے۔

عَبْدُ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ لَمَّا كَانَ بَيْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو وَبَيْنَ عَنَسَةَ بَنِي إِسْفِيَانَ مَا كَانَ كَيْدَهُمْ إِلَى الْقِتَالِ فَكَرِبَ خَالِدُ بْنُ الْعَاصِ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو وَتَوَعَّظَهُ خَالِدٌ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَتَلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ. ۲۷۰. وَحَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ حَاتِمِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ: نَامَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ أَنَّ الشَّوْكَلِيَّ قَالَ: كَانَ أَبُو عَاصِمٍ وَكَلَاهُمَا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهَذَا إِذَا سَأَلَ مِثْلَهُ.

امام مسلم نے ایک اور سند ذکر کے بیان کیا کہ اس سنہ کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حدیث نمبر ۲۶۸ میں ہے جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا گیا وہ شہید ہے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

شہید کی وجہ تسمیہ

اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ یہ زندہ ہوتا ہے کیونکہ اس کی روح اس وقت جنت میں شاہد (حاضر) ہو جاتی ہے اس کے برعکس دوسرے مسلمانوں کی رو میں قیامت سے پہلے جنت میں حاضر نہیں ہوں گی، ابن الانباری نے کہا اللہ تعالیٰ اور فرشتے اس کے لیے جنت کی گواہی دیتے ہیں اور شہید مشہورہ کے معنی میں ہے، ایک قتل یہ ہے کہ اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ جیسے ہی اس کی روح نکلتی ہے وہ اپنے ثواب اور عزت و کرامت پر شاہد (حاضر) ہوتا ہے، ایک قتل یہ ہے کہ رحمت کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور اس کی مدح کو نکال لیتے ہیں، ایک قتل یہ ہے کہ اس کا نیکی پر خاتمہ اس کے ایمان کی شہادت دیتا ہے، ایک قتل یہ ہے کہ اس کا خون اس کی شہادت کی گواہی دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے زخموں اور خون کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

شہید کی تین قسمیں ہیں:

فقہاء شافعیہ کے نزدیک شہید کی اقسام اور احکام (۱) جو شخص اسلام کی سر بندی کے لیے کفار کے خلاف لڑتا ہوا میدان جنگ میں مارا جائے، وہ دنیاوی احکام اور آخری احکام میں شہید ہے اس کو غسل دیا جائے گا اس کی ناز جنازہ پڑھی جائے گی۔

(۲) جو شخص اجر کے لحاظ سے شہید ہو وہ دنیاوی احکام میں شہید نہیں ہے، مثلاً جو پیٹ کی بیماری میں ہلاک ہوا، جو طاعون میں ہلاک ہوا، جو دیوار یا چھت کے نیچے آکر مرے، یا جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا گیا اور اس طرح کے دوسرے لوگ جن پر احادیث میں شہید کا اطلاق کیا گیا ہے، ان کو غسل بھی دیا جائے گا اور ان کی ناز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور آخرت میں ان کو شہداء کا ثواب ملے گا، البتہ پہلی قسم کے شہداء سے ثواب کم ہوگا۔

(۳) جس شخص نے مال غنیمت میں خیانت کی احادیث میں اس کو شہید کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ دنیاوی احکام

میں شہید ہے یعنی اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی ناز جنازہ پڑھی جائے گی اور انہروی حکم کے لحاظ سے یہ شہید نہیں ہے
یعنی اس کو شہادت کا اجر نہیں ملے گا۔ ۱۷

فقہاء احناف کے نزدیک شہید کے احکام | شہید کے جو احکام علامہ نورانی نے بیان کیے ہیں وہ امام شافعی کا مذہب ہے، امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے:

علامہ ابوالحسن الرضائی مکتبے ہیں:
جس شخص کو مشرکین قتل کر دیں یا جو میدان جنگ سے زخمی اٹھایا جائے (پھر مر جائے) یا جس کو مسلمان غلام قتل کر دیں اور اس قتل کی وجہ سے دیت واجب نہ ہو وہ شہید ہے اس کو غسل دیا جائے گا اور اس کی ناز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کو غسل نہیں دیا جائے گا کیونکہ وہ شہداء ائمہ کے حکم میں ہے اور امام فاسی اور امام احمد نے اتفاق کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کذنبوں اور غروں پر کپڑا ڈال دو اور ان کو غسل نہ دو، اس سند میں امام شافعی نے ناز جنازہ میں ہماری مخالفت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ شہادت سے ان کے گناہ مٹا دیے گئے اس لیے وہ ناز جنازہ سے مستثنیٰ ہیں، ہم کہتے ہیں کہ میت پر ناز جنازہ پڑھنا اس کی تعظیم کے لیے ہے اور شہید تعظیم کے لیے زیادہ لائق ہے اور جو گناہوں سے پاک ہو وہ دعا سے مستثنیٰ نہیں ہوتا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور بچہ کیونکہ آپ اور بچہ دونوں گناہوں سے پاک ہیں اور دونوں کی ناز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ ۱۸

عن عقبۃ بن عامر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدرج یوماً فصلی علی اہل احد صلاتہ علی المیت ۱۹
حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور آپ نے شہداء ائمہ پر اس طرح ناز جنازہ پڑھی جس طرح میت پر ناز پڑھی جاتی ہے۔

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے جو روایت ہے کہ آپ نے شہداء ائمہ ان کے غروں میں دفن کرنے کا حکم دیا، ان کو غسل دیا گیا نہ ناز جنازہ پڑھی گئی، یہ روایت ہمارے خلاف نہیں ہے، کیونکہ یہ ثابت ہے کہ آپ نے ان کی ناز جنازہ پڑھی ہے اس لیے یا تو یہ حدیث ناسخ سے اور ناز نہ پڑھنا منسوخ ہے، یا مبنیٰ یہ ہے کہ شہداء پر فوراً ناز جنازہ پڑھنا واجب نہیں ہے، دفن کے بعد بھی ان کی ناز جنازہ پڑھنا جائز ہے شہداء کی اقسام اور مکمل تعداد کا بیان امام ربیع کے حوالہ بات کے ساتھ ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں بیان کیا ہے اور اس سلسلہ میں احادیث کے حوالوں سے شہداء کی بینا لیس اقسام بیان کی ہیں، اس سے پہلے کسی نے شہداء کی اس تعداد اقسام کی تحقیق نہیں کی، یہ بحث ہمارے تفصیلات میں سے ہے۔

۱۷۔ عن ابی یحییٰ بن شرف نورانی شافعی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۸۱، مطبوعہ دار محمد اربع المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۱۸۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر الرضائی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۱۶۳، ملخصاً، مطبوعہ اسلامی کمیٹی کراچی

۱۹۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۹، مطبوعہ دار محمد اربع المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

بَابُ اسْتِحْقَاقِ الْوَالِيِ الْغَاشِ لِرَعِيَّتِهِ السَّامِ

۲۷۱۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ سَأَلَ أَبُو الْأَشْهَبِ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ عَادَ عَبْدُ عَزِيدَ اللَّهِ ابْنُ زِيَادٍ مَعْقِلَ بْنَ يَسَّادٍ السَّرَفِيَّ فِي مَوْضِعٍ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَقَالَ مَعْقِلٌ إِنِّي مُخَدِّثُكَ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَوَعِلْتُ أَنْ لِي حَبَاةٌ مَا حَدَّثْتُكَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللَّهُ رَعِيَّةً يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٍ لِرَعِيَّتِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.

۲۷۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَّارٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زِيَادٍ عَلَى مَعْقِلِ بْنِ يَسَّادٍ وَهُوَ جَعْفَرٌ فَسَأَلَهُ فَقَالَ إِنِّي مُخَدِّثُكَ حَدِيثًا لَمْ أَكُنْ حَاضِرًا لَمَّا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَسْتَرْعِي اللَّهُ عَبْدًا رَعِيَّةً يَمُوتُ حِينَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٍ لَهَا إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ قَالَ أَلَا كُنْتَ حَدَّثْتَنِي بِهَذَا قَبْلَ الْيَوْمِ قَالَ مَا حَدَّثْتُكَ أَوْ لَمْ أَكُنْ لِاحِدٍ تَك.

۲۷۳۔ وَحَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَكْرِيَّاءَ قَالَ كُنَّا حُسَيْنُ بْنُ يَحْيَى الْجُعْفِيُّ عَنْ مَرَّادٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ قَالَ الْحَسَنُ كُنَّا عِنْدَ مَعْقِلِ بْنِ يَسَّادٍ نَعُودُهُ فَجَاءَهُ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ زِيَادٍ فَقَالَ لَهُ مَعْقِلٌ إِنِّي مُخَدِّثُكَ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمَعْنَى حَدِيثِهِمَا.

رعایا کے ساتھ خیانت کرنے والے حاکم کے لیے دوزخ کی وعید

عبید اللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے مرض الموت میں ان کی عیادت کے لیے آیا تو حضرت معقل نے فرمایا میں تم کو ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جس سے تم میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور اگر مجھے یہ خیال ہوتا کہ میں ابھی کچھ عرصہ اور زندہ رہوں گا تو میں تم کو یہ حدیث دے سنا تا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کا حاکم بنایا ہو اور وہ ان کے حقوق میں خیانت کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا۔

عبید اللہ بن زیاد مرض الموت میں حضرت معقل بن زیاد کی عیادت کے لیے آیا اور ان کا حال پوچھا حضرت معقل نے کہا میں تم کو ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جس میں نے تم سے پہلے بیان نہیں کی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ لوگوں کا حاکم بنائے اور وہ ان کے حقوق میں خیانت کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا۔ عبید اللہ بن زیاد نے کہا تم نے آج سے پہلے یہ حدیث کیوں نہ بیان کی؟ حضرت معقل نے کہا میں اس وقت سے پہلے اس حدیث کو بیان کرنا نہیں چاہتا تھا۔

عبید اللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے آیا حضرت معقل نے کہا میں تم کو ایک حدیث سناتا ہوں جسے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے، بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

۲۴۴۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ بْنُ مَثْنَى وَطِيقَةُ بْنُ يَزِيدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا قَالَ الْأَخْزَانِ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي التَّيْدِجِ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ نَبِيَّاءَ عَادَ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ فِي مَرَضِهِ فَقَالَ لَمَّا مَعْقِلٌ إِنِّي مَعِدَتُكَ بِحَدِيثٍ كَوَّلَا أَنِّي فِي الْقُبُورِ لَأُحَدِّثُكَ بِهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ أُمَّيْرٍ يُلَاحِظُ أَمْرَ النَّاسِ لِمِنْ كُوَّلَا يَجْهَدُ لَهُمْ وَيَنْصُرُهُمْ إِلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْبَحْثَةُ۔

عبداللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے آیا تو حضرت معقل نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے جس کو میں نے اب تک بیان نہیں کیا اور اگر موت کا خیال نہ ہوتا تو اب بھی بیان نہ کرتا، وہ حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمانوں کا حاکم بنایا جائے اور وہ ان کی بہتری اور غیر خواہی کے لیے کوشش نہ کرے وہ ان کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گا۔

صحیح کے آیام میں حضرت معقل نے حدیث کیوں نہیں بیان کی؟ علامہ یحییٰ بن شرف نے فرمایا تھے ہیں: اس حدیث میں ہے: جو حاکم لوگوں کے حقوق میں خیانت کرے، اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا، اس حدیث پر یہ سوال مڑتا ہے کہ خیانت کتنا گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کی وجہ سے جنت حرام نہیں ہوتی، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ وعید اس شخص کے متعلق ہے جو جائز اور حلال سمجھ کر خیانت کرے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث تنذیر پر معمول سے اور مسلمانوں کے حقوق میں خیانت کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان پر احکام شریعت کو نافذ نہ کرے، یا حدود نافذ نہ کرے، ان کے مددگاروں کی حمایت نہ کرے، ان کے دشمنوں سے جنگ نہ کرے یا عادل حکمرانوں کی سیرت پر عمل نہ کرے۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن زیاد سے یہ کہا تھا کہ اگر مجھے کچھ عرصہ اور زندگی کی امید ہوتی تو تم کو یہ حدیث نہ سناتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو یہ یقین تھا کہ اس کو بھی نصیحت اسی طرح فائدہ نہیں دے گی جس سے پہلے اس کو نصیحت نے فائدہ نہیں دیا، یا ان کو یہ خدشہ تھا کہ اگر انھوں نے اپنی زندگی میں یہ حدیث بیان کی تو وہ کوئی فتنہ برپا کرے گا، اور چونکہ علم کا چھپانا گناہ ہے، اس لیے موت سے پہلے انھوں نے اس حدیث کو بیان کر دیا۔

۲۴۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ تَابَ رَفَعُ الْأَمَانَةِ وَالْإِيمَانِ مِنْ بَعْضِ الْقُلُوبِ وَعَمَرُ بْنُ الْفَتَنِ عَلَى الْقُلُوبِ۔
بعض دلوں سے ایمان اور امانت کا اٹھ جانا اور دلوں پر فتنہ کا طاری ہونا
حضرت حذیفہ بن بیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے

أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكَيْعٌ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ
قَالَ كُنَّا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ
بْنِ وَهَبٍ عَنْ حَدِيثِهِ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثُ يَشِينُ فَذَرَأَتْ
أَحَدَهُمَا وَأَنَا أَنْتَ ظُهُرُ الْأَخَرِ حَدَّثَنَا آدَمُ
الْأَمَانِيُّ كَرَلَتْ فِي جَدِّهِ قُلُوبُ الرِّجَالِ
ثُمَّ نَزَلَ الْقَمَرُ أَنْ كَعَلِمُوا مِنَ الْقُدَابِ
وَعَلِمُوا مِنَ السُّنَّةِ لَحَقَّ حَدَّثَنَا عَنْ رَفِيعِ
الْأَمَانِيِّ قَالَ يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتَقْبِضُ
الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ فَيُظَلُّ أَفْرَهَا مِثْلُ الْوَكْبِ
ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتَقْبِضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ
فَيُظَلُّ أَفْرَهَا مِثْلُ الْمَجْلِ كَجَمْدٍ وَخَرَجَتْ
عَلَى رَجُلِكَ فَتَقْبِضُ ذَمَّاهُ مُذَبِّبَةً لَيْسَ
فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ أَخَذَ حَصَى فَدَخَلَ بِهَا عَلَى
رَجُلِهِ فَيَضِيقُ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ لَرِيكَادٍ
أَحَدًا يُشَوِّدِي الْأَمَانَةَ حَتَّى يُقَالَ إِيَّاهُ فِي
بَيْتِ مُلْكٍ رَجُلًا أَمِينًا حَتَّى يُقَالَ لِلرَّجُلِ
مَا أَجَلُكَ مَا أَظَرُّكَ مَا أَغْلَقَكَ وَمَتَى فِي
قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ خَرَجَ مِنْ إِيْمَانِهِ وَكَتَبَ
أَنَّى عَلَى رَمَانٍ وَمَا أَبَالِي أَيْكُمْ بَابِعْتُ
لَيْسَ كَانَ مُسْلِمًا لَيْزَةً عَلَى وَبَيْنَهُ وَكَوْنُ
كَانَ تَصَرُّافًا أَوْ يَشُوذِيًا لَيْزَةً عَلَى
سَاعِيَةٍ وَأَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ رُبَا يَوْمٍ مِنْكُمْ
إِلَّا فُلَانًا وَفُلَانًا

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دو حدیثیں بیان کی
تھیں ایک تو پوری برکتی ہے اور دوسری کا میں انتظار کر رہا ہوں
آپ کے فرمایا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتاری پھر قرآن
نازل ہوا اور لوگوں نے قرآن اور حدیث کا علم حاصل کیا پھر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت اٹھ جانے کی حدیثیں گویا بیان کی اور فرمایا
ایک شخص تھوڑی دیر سوئے گا، اور امانت اس کے دل سے نکل جائے گی
اور پھٹے رنگ کی طرح اس کا نشان رہ جائے گا پھر وہ شخص تھوڑی
دیر سوئے گا اور امانت اس کے دل سے نکل جائے گی۔
اور چھانے کی طرح اس کا اثر رہ جائے گا جس طرح
بیر کے نیچے انگارہ آنے سے ابلہ پڑ جاتا ہے،
اور اس کے اندر کچھ نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے ایک کھڑکی
کھلی کہ اس کو اپنے پیر پر لٹکھا دیا اور فرمایا پھر لوگ
خرید و فروخت کریں گے اور ان میں سے کوئی امانت
اور دیانت داری سے کام نہیں لے گا۔ حتیٰ کہ لوگ
کہیں گے کہ فلاں قبیلہ میں ایک دیانت دار شخص ہوا کرتا
تھا اور یہ کہ فلاں شخص کس قدر بیدار و بیدار، خوش مزاج
اور زبردست ہے، لیکن اس کے دل میں ایمان کا ایک
ذرہ بھی نہیں ہے اس کے بعد حضرت مذہب نے فرمایا
ایک وہ وقت تھا جب میں ہر شخص سے پیر کس کھٹکے
اور مذہب کے خرید و فروخت کر لیتا تھا اور سوچتا تھا کہ
یہ شخص اگر مسلمان ہے تو اس کا دین اس کو حیانت سے
روکے گا، اور اگر وہ یہودی یا نصرانی ہے تو ماکم کے
خون سے حیانت نہیں کرے گا لیکن اس زمانے میں
میں فلاں فلاں شخص کے علاوہ خرید و فروخت میں اور
کسی پر اعتماد نہیں کرتا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس
سند کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

۲۷۶۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ ثَمِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ وَكَيْعٍ ح
عَدَنًا أَخْبَنِي ابْنِ إِسْمَاعِيلَ قَالَ أَخْبَرَنَا عِيسَى ابْنُ يُونُسَ جَمِيعًا
عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْحَدِيثِ وَشُكَّ

۲۷۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ لُمَيْزٍ
قَالَ كُنَّا أَبُو خَالِدٍ يَعْزِي سُلَيْمَانَ بْنَ حَبَّانَ
عَنْ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ عَنْ رُبَيْعٍ عَنْ حَدِيفَةَ
قَالَ كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ أَيُّكُمْ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ الْفَيْتَنَ فَقَالَ
قَوْمٌ تَحْتَنُ سَمِعْنَا فَقَالَ لَعَلَّكُمْ تَقْنُؤُونَ وَتُثَنِّ
الرَّجُلَ فِي أَهْلِهِ وَوَالِدِهِ وَجَارِهِ وَتَالُوا أَجَلَ
قَالَ يَذْكُرُ كُفْرَهُ هَذَا الصَّلَاةُ وَالْقِيَامَةُ وَالصَّلَاةُ
الْقَصْدُ قَتْلُ دَوْلِكُنْ أَيُّكُمْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ الْكُفْرَ الْمُنْجِرَ مَوْبِ
الْبَحْرِ قَالَ حَدِيفَةُ فَاسْكُتِ الْقَوْمُ فَقُلْتُ
أَنَا قَالَ أَتَيْتَ بِهِ أَبُو ذَرٍّ قَالَ حَدِيفَةُ
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَ
سَلَّمَ يَقُولُ تَقْنُؤُ عَلَى الْفَيْتَنِ عَلَى الْفُلُوبِ
كَالْحَصِيرِ عَوْدًا عَوْدًا فَإِي قَلْبِ الشُّرْبِهَا
تَكُنْتَ فِيهِ تَكُنْتَ مَسْودًا وَآي قَلْبِ الْكُفْرِهَا
تَكُنْتَ فِيهِ تَكُنْتَ بَيْضًا وَحَتَّى تَصِيرَ عَلَى
قَلْبَيْنِ عَلَى أَيْضِ مِثْلِ الصَّفَا فَتَذْ تَضُدُّهَا
فَتُثَنِّ مَا دَامَتِ الْقُلُوبُ وَالْأَرْضُ وَالْأَنْفُ
أَسْوَدَ مُزْبَدًا كَالْكُفْرِ مَبْعُوثًا لَا يَعْرِفُ
مَعْرُوفًا وَلَا يَنْكُرُ مُنْكَرًا إِلَّا أَشْرَبَ عَرَى
هَوَاهُ قَالَ حَدِيفَةُ وَحَدَّثْتُ عَنْ بَيْتِكَ
وَبَيْنَهَا بَابًا مَعْلَقًا يُؤَشِّكُ أَنْ يُكْسَرَ قَالَ
عُمَرُ كَسَرًا أَدَابًا لَكَ فَكَلِمَاتُ فُتِحَ لَعَلَّ
كَانَ يُعَادُ قُلْتُ لَا بَدْلُ يُكْسَرُ وَحَدَّثْتُ أَنَّ
ذَلِكَ الْبَابَ رَجُلٌ يَقْتُلُ أَوْ يَمُوتُ حَيًّا
لَيْسَ يَأْتِي لِيَلِيطُ قَالَ أَبُو خَالِدٍ
فَقُلْتُ لِسَعْدِ يَا أَبَا مَالِكٍ مَا أَسْوَدَ
مُزْبَدًا قَالَ شِدَّةُ الْبَيَاضِ فِي

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے
حضرت عمر نے ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا تم میں سے
کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتنوں
کا ذکر سنا ہے، بعض لوگوں نے کہا ہم نے سنا ہے
حضرت عمر نے فرمایا تم نے شاید فتنوں سے وہ فتنے
مرا دیے ہوں جو کسی شخص کو اس کے اہل و عیال مال
اور پڑوس میں دشمنی دیتے ہیں، انہوں نے اثبات
میں جواب دیا، حضرت عمر نے فرمایا ان فتنوں کا کفارہ
تو نماز روزہ اور زکوٰۃ سے ادا ہوتا ہے لیکن تم
میں سے کسی نے ان فتنوں کے بارے میں سنا
ہے جو دنیا کی طرح اڑ کر آئیں گے، حضرت حذیفہ
کہتے ہیں کہ جب سب لوگ خاموش ہو گئے تو میں نے
کہا کہ میں نے ان فتنوں کا ذکر سنا ہے، حضرت عمر نے
فرمایا اللہ تمہارے باپ پر رحمت کرے جس کو اللہ تعالیٰ
نے تم جیسا بیٹا عطا کیا تم نے سزا دینا ہو گا، حضرت حذیفہ
نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کے
دلوں پر اس طرح بے دریغ تھو مارو ہوں گے جس
طرح چٹائی کے تھکے ایک دوسرے سے بیوستہ ہوتے
ہیں اور جو دل ان فتنوں میں سے کسی ایک فتنہ کو قبول
کرے گا اس میں ایک سیاہ نقطہ پڑ جائے گا اور جو
دل اس کو قبول نہیں کرے گا اس میں ایک سفید نشان
پڑ جائے گا، بہر حال اس دور میں دو قسم کے دل ہوں گے
ایک سفید جس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکے گی جب
تک زمین و آسمان قائم رہیں گے، اور ایک سیاہ جو
اوندھے سر کے کی طرح ہو گا نیکی پر عمل کرے گا نہ
جہان کا انکار کرے گا، صرف اپنی خواہشات پر عمل
کرے گا، حضرت حذیفہ نے حضرت عمر سے کہا لیکن
آپ کے اور ان فتنوں کے درمیان ایک مفصل روزہ

سَوَادٍ قَالَ قُلْتُ نَمَّا الْكُرْمُ مُجَبَّحِيًّا قَالَ
مَنْكُوسًا -

ہے جو مقرب توڑ دیا جائے گا، حضرت عمر نے کہا توڑ
دیا جائے گا، تھارا باپ نہ رہے اگر وہ دروازہ کھول
دیا جاتا تو پھر بند ہو سکتا تھا، حضرت حذیفہ نے کہا نہیں
وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا، اور اس دروازہ سے مراد
ایک شخص ہے جس کو قتل کر دیا جائے گا اور یہ سیدھی
اور صاف بات ہے، کوئی بھارت نہیں ہے، البغداد
نے کہا میں نے سعد سے کہا اے ابومالک! "اسو
مراد" کا کیا معنی ہے، انھوں نے کہا سیاہ چیز میں سخت
سفید سی، میں نے کہا "کوڑ بھٹی" کا کیا معنی ہے؟ انھوں
نے کہا اوندھا لوٹا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جب حضرت عمر رضی
اللہ عنہ کی مجلس سے اٹھ کر آئے تو کہنے لگے کہ کل بن
حبیب امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا
ہوا تھا تو انھوں نے فرمایا تم میں سے کسی شخص نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوے کے بارے
میں کوئی حدیث سنی ہے۔ بقیہ حدیث حسب سابق
ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر نے ہم سے پوچھا کہ تم میں
سے کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
فتوے کے بارے میں کوئی حدیث سنی ہے حضرت
حذیفہ نے کہا میں نے سنی ہے، بقیہ حدیث حسب
سابق ہے۔

۶۰۸ - وَحَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا مُرَّةُ ابْنُ
الْفَرَّائِ بِإِسْنَادٍ ثَابِتٍ أَبُو مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ رَبِيعٍ
قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَحْدَةُ يَوْمَئِذٍ مِنْ عِنْدِ عُمَرَ جَسَسَ يُحَدِّثُنَا
فَقَالَ لَنَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ أَمْرٌ لَنَا جَسَسْتُ
إِلَيْهِ سَأَلَ أَمْعَابَةَ أَيْكُمُ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتَنِ وَمَا فِي
الْحَدِيثِ يَمِثِلُ حَدِيثِ أَبِي هَالِدٍ وَلَهُ يَنْكُرُ
تَفْسِيرَ أَبِي مَالِكٍ يَقُولُ مَرْبَاةً الْمُجَبَّحِيًّا -

۶۰۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَعَمْرُو بْنُ
عَلِيٍّ وَعُقَيْبَةُ بْنُ مَكْرَمٍ الْعَيْثِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ
بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَلِيمَةَ ابْنِ الْحَبِيبِ عَنْ تَعْيِيزِ بْنِ
أَبِي هِنْدٍ عَنْ رَبِيعِ بْنِ جَدَّاشٍ عَنْ حَدَّثِ يَوْمَئِذٍ أَنَّ
عُمَرَ قَالَ مَنْ يُحَدِّثُنَا أَوْ قَالَ أَيْكُمُ يَحْدِثُنَا
وَرَفِيقُهُ حَدَّثَ يَوْمَئِذٍ مَا قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتَنِ قَالَ
حَدَّثَ يَوْمَئِذٍ أَنَا وَمَا فِي الْحَدِيثِ كَتَبَ حَدِيثِ أَبِي
مَالِكٍ عَنْ رَبِيعٍ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ وَقَالَ
حَدَّثَ يَوْمَئِذٍ حَدَّثَ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ بِالْأَعْلَى لَيْطٍ وَقَالَ
يَعْنِي أَنَّهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ -

عبادات کے کفارہ ہونے کا بیان | حدیث نمبر ۲۷۷ میں ہے: کسی شخص کو اس کے اہل و عیال، مال اور پیشوں میں جو فتنے لاحق ہوتے ہیں ان کا ناز، روزہ اور زکوٰۃ سے کفارہ

ادا ہو جاتا ہے:

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان الحسنات یذهبن السيئات

بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

ہمارے زمانہ کے بعض علماء نے کہا کہ ناز اور وضو سے گناہ کبیرہ اور صغیرہ دونوں مٹ جاتے ہیں، انہوں اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے استدلال کیا ہے، اور مناجاتی کی اس روایت سے استدلال کیا ہے: جب کوئی شخص وضو کرتا ہے تو اس کے منہ سے گناہ نکل جاتے ہیں۔ ابو عمرو نے کہا یہ جہالت ہے اور مرحبہ کی روایت ہے، اس قسم کی احادیث کو کس طرح عموم پر محمول کیا جاسکتا ہے جبکہ قرآن مجید میں اس طرح کی آیات بہ کثرت ہیں: یا ایہا الذین آمنوا اتوبوا الی اللہ توبۃ نصوحاً۔ (تحریر: ۸۱) غائص توبہ کر لو۔

اگر وضو کرنا، ناز پڑھنا اور دیگر نیکیوں کو بجالانا گناہوں کے مٹانے کے لیے کافی ہو تا تو توبہ کی ضرورت نہ ہوتی، اسی طرح روزے، صدقہ و خیرات اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بحث ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ جب گناہ کبیرہ سے اجتناب کیا جائے تو عبادات صغائر کے لیے کفارہ ہو جاتی ہیں۔

حضرت حذیفہ کی حدیث کے بھارت نہ ہونے کا بیان | اس حدیث میں ہے: حضرت حذیفہ نے کہا یہ سیدھی اور صاف

بات ہے کوئی بھارت نہیں ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ کا مطلب یہ تھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور سچی حدیث ہے، اس میں اجتہاد اور رائے کا دخل نہیں ہے، اور اس سے غرض یہ تھی کہ دروازہ حضرت عمرؓ میں اور ان کو قتل کر دیا جائے گا اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت حذیفہ کو علم تھا کہ حضرت عمرؓ کو قتل کر دیا جائے گا لیکن انہوں نے یہ ناپسند کیا کہ حضرت عمرؓ سے یہ کہا جائے کہ آپ کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ حضرت عمرؓ کو علم تھا کہ اس دروازے سے مراد وہ خود ہیں اس لیے انہوں نے ایسی عبارت پیش کی جس سے غرض بھی حاصل ہو اور صراحتہ حضرت عمرؓ کے قتل کا ذکر بھی نہ ہو، غلام حذیب ہے کہ قتلوں اور اسلام کے درمیان حضرت عمرؓ ایک دروازہ تھے تو جب تک حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ زندہ رہیں گے فتنے نہیں آسکتے اور جب حضرت عمرؓ فوت ہو جائیں گے تو اسلام میں فتنے درپیش آئیں گے۔

ب:

اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور انتہا میں بھی اجنبی ہو جائے گا اور دو مسجدوں میں گھس جائے گا۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور آخر میں بھی پہلے کی طرح اجنبی ہوگا اسوا جنہوں کو یہ فرید مبارک ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور آخر میں بھی پہلے کی طرح اجنبی ہوگا اور اخیر دور میں اسلام مسجد نبوی اور کعبۃ اللہ میں چلا جائے گا جیسے سانپ اپنے سوراخ میں چلا جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان اس طرح بھٹ کر مدینہ میں چلا جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں چلا جاتا ہے۔

بَابُ بَيَانِ أَنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا وَأَنَّ لَهُ يَارْمُ بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ
۲۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ قَابُوسٍ أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ مَرْزُوقَانَ الْقُضَائِي قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّادٍ مَنَا مَرْزُوقَانُ عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَدَأَ الْإِسْلَامُ مَرَّةً يَبَا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ غَرِيبًا فَطَوَّافٌ لِلْغُرَبَاءِ

۲۸۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَالْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ الْأَعْمَرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا شَيْبَانَةُ بْنُ مَسْوَدٍ قَالَ قَالَ عَاصِمٌ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ الْأَعْمَرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّادٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ وَهُوَ يَارْمُ بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ كَمَا تَارَمُ الْحَيَّةُ فِي جُحْرِهَا

۲۸۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ كُنَّا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ نُمَيْرٍ وَآبُو سَامَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ كُنَّا أَيْ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ عُمَرَ عَنْ عَمِّ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْإِسْلَامَ لَيَأْتِي إِلَى الْمَدِينَةِ كَمَا تَأْتِي الرَّحِيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا

اول آخر میں اسلام کے اجنبی ہونے سے کیا مراد ہے؟

غریب کا لغوی معنی اجنبی ہے اسی مناسبت سے عربی میں مسافر کو غریب کہتے ہیں۔ علامہ نووی نے اس حدیث میں غریب سے مہاجرین مراد لیے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ہجرت کے بعد کا دور اسلام کے پھیلنے پھرنے کا زمانہ تھا۔ اسلام کی ابتداء کا زمانہ نہیں تھا۔ اسی طرح قرب حیات و وفات کے مسلمانوں کو مہاجرین قرار دینا بھی مناسب نہیں ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا مطلب یہ ہو کہ جب اسلام کی ابتداء ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب کے سامنے

توحید کا پیغام پیش کیا تو اس مشرکانہ فضا میں یہ ایک غیر مانوس اور اجنبی نعرہ تھا اور اہل اسلام بھی اس مشرکانہ ماحول میں اپنے منفرد عقائد کی وجہ سے اجنبی سمجھتے جاتے تھے اور یہی حال قرب قیامت میں ہو گا جب لوگ مادیت اور لادینی کے غلط فہم میں غرق ہو چکے ہوں گے اس وقت ایک آدمی شخص جس اسلامی تعلیمات میں مڑھلا ہوا ہو گا وہ اس دور کے لوگوں کے لیے قطعاً غیر مانوس اور اجنبی ہو گا چنانچہ اس کی ایک جھلک اب بھی عسوس کی جاتی ہے جو لوگ مغربی تمدن اور ثقافت اپنا چکے ہیں ان کے دل اسلامی روایات غیر مانوس اور اجنبی ہیں۔

اس حدیث میں اسلام اور ایمان کو سانپ کے ساتھ تشبیہ دی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اخیر دور میں مسلمان اس قدر تربادہ بے راہ روی اور نفس پرستی کا شکار ہو چکے ہوں گے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا انہیں سانپ کے زہر کی طرح و مہشت ناک معلوم ہو گا۔ یا جس طرح سانپ کو دیکھ کر لوگ پتھر مار تے ہیں اور اسے بھگاتے ہیں حتیٰ کہ وہ اپنے بل میں چلا جاتا ہے اسی طرح آخری زمانہ میں ہر طرف سے لوگ اسلام پر طعن کریں گے، اسلامی روایات اور اقدار کا خلاق اثر مٹا جائے گا، اسلامی احکام پر پختہ کیا کسی جائیں گی جس کی وجہ سے بالآخر اسلام اپنے مرکز یعنی حرمین کرمین کی طرف لوٹ جائیگا، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر طرف سے سخت کر مسلمان مکہ اور مدینہ میں چلے جائیں گے۔

بَابُ ذَهَابِ الْإِيمَانِ إِحْرَازِ الزَّمَانِ

٢٨٣ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ
حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا قَابُوسُ بْنُ أَبِي
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَكُونُوا السَّاعِدُ
حَتَّى لَا يُقَالَ فِي الْأَرْضِ اللَّهُ اللَّهُ -

٢٨٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حَبِيبٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ
أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ قَابِطٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُوا السَّاعَةَ عَلَى
أَحَدٍ يَقُولُ اللَّهُ اللَّهُ -

بِأَجْوَابِ الْإِسْتِسْرَارِ بِالْإِيمَانِ لِلْخَائِفِ

٢٨٥ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ مُحَمَّدَانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَ أَبُو كُرَيْبٍ وَ الْقَاسِمُ بْنُ كُرَيْبٍ كَانُوا إِعْدَدَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حَدِيفَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَحْضُوا لِي كَبْ بِلَفْظِ السَّلَامِ وَكَانَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ تَفْعَلُ عِنْدَكَ وَنَحْنُ

اخیر زمانہ میں ایمان کا رخصت ہو جانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک زمین پر اللہ کا آواز آتی رہے گی قیامت قائم نہیں ہوگی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کسی ایسے شخص پر قیامت قائم نہیں ہوگی جو اللہ اللہ کرنے والا ہو۔

خوفزدہ شخص کے لیے ایمان مخفی رکھنے کا جواز

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شمار کرو کس قدر مسلمان ہو چکے ہیں، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو دشمن کا خوف ہے، والا انکو ہماری تعداد چھ سات سو ہے۔ فرمایا تم نہیں جانتے شاید تم کسی آزمائش میں مبتلا ہو جاؤ۔ حضرت خدیجہ کہتے ہیں کہ پھر ہم آزمائش میں مبتلا ہو گئے تھی کہ تم میں

و قلبہ مطمئن بالإیمان ولكن من شره بالكفر
صد ما فعلیہم غضب من الله و لہم
عذاب عظیمہ

(نحل: ۱۰۶)

ساتھ کفر کیا اس پر اللہ کا غضب ہے اور اس کے لیے
بڑا عذاب ہے (مگر جس پر جبر کیا گیا اور اس کا دل ایمان
کے ساتھ مطمئن ہے (اس پر کوئی مواخذہ نہیں) ان
جس نے کفر کے لیے اپنا سینہ کھول دیا تو ان لوگوں پر
اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب

ہے۔

جب کوئی شخص کسی مسلمان کو اظہار کفر پر مجبور کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے رخصت ہے کہ وہ
جان بچائے اسے لیے تقیہ کرے اور اظہار کفر کرے، اور دل میں اپنے ایمان پر قائم رہے، لیکن اس صورت
میں تقیہ کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ تقیہ کو ترک کرنا افضل ہے، ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جس شخص کو کفر پر
مجبور کیا گیا اور اس نے کفر نہیں کیا سچی کو اس کو قتل کر دیا گیا تو وہ اس شخص سے افضل ہے جس نے جان بچانے
کے لیے تقیہ کیا اور اظہار کفر کیا۔

مشہدین نے حضرت زبیب بن عدی کو گرفتار کر لیا، انھوں نے تقیہ نہیں کیا حتیٰ کہ ان کو شہید کر دیا گیا، اور
مسلمانوں کے نزدیک وہ حضرت عمار بن یاسر سے افضل تھے جنھوں نے یہ طور تقیہ اظہار کفر کیا، پھر انھوں نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا، آپ نے پوچھا (تقیہ کے وقت) تم نے اپنے دل کو کس طرح
پایا تھا، انھوں نے کہا میرا دل ایمان سے مطمئن تھا، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ پھر مجبور کریں تو پھر تقیہ کر لینا،
اور یہ رخصت تھی۔

روایت ہے کہ سید کذاب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابہ کو پکڑ لیا، اور ان میں سے ایک سے
پوچھا کیا تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! پھر پوچھا کیا تم میرے
رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! تو اس نے اس صحابی کو چھوڑ دیا، پھر دوسرے کو بلا کر کہا کیا تم
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! سید نے پھر پوچھا کیا تم میرے
رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو؟ اس صحابی نے کہا میرے کان بہرے ہیں! یہ مکالمہ تین بار ہوا پھر سید نے
اس صحابی کا سر تن سے جدا کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: یہ مقتول
تو یہ اپنے سنی اور یقین پر گامزن رہا اور اس نے فیصلت کو پایا، سو اس کو مبارک ہو، اور یہ دوسرا تو اس نے
اللہ کی رخصت پر عمل کیا سو اس کو ملامت نہیں ہے، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ تقیہ پر عمل کرنا رخصت ہے
اور افضل تقیہ کو ترک کرنا ہے۔

ہمارے اصحاب نے کہا ہر وہ کام جس میں دین کی سرفرازی اور مصلحت ہو اس کام کو جوأت سے کر کے
قتل ہو جانا تقیہ کی رخصت پر عمل کرنے سے بہتر ہے کیونکہ ہم نہیں دیکھتے کہ جو شخص اپنی جان پر کھیل کر دشمن سے
جہاد کرے اور شہید ہو جائے وہ اس شخص سے افضل ہے جو اپنی جان بچا کر لے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے قتل کے
بعد شہداء کے احوال بیان فرمائے ہیں، ان کو زندہ اور مردہ قرار دیا، اسی طرح دین کے اظہار کے لیے جان کو

خریج کرنا اور کفر کا اظہار نہ کرنا تقیہ کر کے جان بچا لینے سے افضل ہے۔

تقیہ کی تعریف اس کی اقسام اور اس کے شرعی احکام علامہ سید محمد والوی الان تنقوا منہم تقیہ

اس آیت میں تقیہ کی مشروعیت پر دلیل ہے، تقیہ کی تعریف یہ ہے، جان، عزت اور مال کو دشمنوں کے شر سے بچانا اور دشمن دو قسم کے ہیں ایک وہ جن کی دشمنی دین کے اختلاف کی وجہ سے ہو، جیسے کافر اور مسلمان دوسرے وہ جن کی دشمنی اغراض دنیوی کی وجہ سے ہو، مثلاً مال، شناع، ملک اور امارت کی وجہ سے عدوت ہو، اس وجہ سے تقیہ کی بھی دو قسمیں ہر گز نہیں۔

تقیہ کی پہلی قسم جو دین کے اختلاف کی وجہ سے عدوت پر مبنی ہو اس کا حکم شرعی یہ ہے کہ ہر وہ مومن جو کسی ایسی جگہ پر ہو جہاں مخالفین کے غلبہ کی وجہ سے اس کے لیے دین کا اظہار کرنا ممکن نہ ہو اس پر اس جگہ سے ایسی جگہ ہجرت کرنا واجب ہے جہاں وہ دین کا اظہار کر سکے اور اس کے لیے یہ بالکل جائز نہیں، اسے کہ وہ دینی دشمنوں کی سرزمین میں رہے اور اپنے ضعف کا غدر ظاہر کر کے اپنے دین کو چھپائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی زمین بہت وسیع ہے اگر ہجرت نہ کرنے میں ان کا کوئی قدر شرعی ہو مثلاً وہ نوک، بچے، عورتیں اور نابینا ہوں یا قید میں ہوں یا ان سے مخالفین نے یہ کہا ہو کہ اگر تم نے ہجرت کی تو ہم تم کو قتل کر دیں گے یا تمہاری اولاد یا تمہارے ماں باپ کو قتل کر دیں گے، خواہ ان کی گزشتہ اڑا دیں یا ان کو قید میں رکھ کر بھڑکا مار دیں اور اس بات کا ظن غالب ہو کہ وہ اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنائیں گے، اس صورت میں ان کے لیے کافروں کی سرزمین میں رہنا جائز ہے اور یہ قدر ضرورت تقیہ کے ان کی موافقت کرنا جائز ہے اور ان پر واجب ہے کہ وہ اس علاقہ سے نکلنے کا جلد تلاش کریں اور اپنے دین کی حفاظت کے لیے وہاں سے نکل بھاگیں اور اگر مخالفین کسی منفعت کو سلب کرنے کی دھمکی دیں یا ایسی مشقت میں ڈالنے کی دھمکی دیں جس کا برداشت کرنا ممکن ہو مثلاً قید میں ڈال دیں اور قید میں کھانا دیں یا ان کو ماریں لیکن وہ ایسی ضرب نہ ہو جس سے انسان مر جائے تو پھر تقیہ کرنا اور دین میں ان کی موافقت کرنا جائز نہیں ہے اور جس صورت میں تقیہ جائز ہے اس صورت میں بھی ان کی موافقت کی نصحت ہے اور عزیمت یہ ہے کہ وہ اس صورت میں بھی تقیہ نہ کرے اور اپنے دین کا اظہار کرے اور اگر کسی کو دین کے اظہار کے جرم میں مار ڈالا جائے تو وہ شہید ہے۔

جب کوئی مسلمان کفار کے علاقہ میں ہو اور اس کو دین کے اظہار کے سبب اپنی جان، مال اور عزت کا خطرہ ہو تو اس پر اس علاقہ سے ہجرت کرنا واجب ہے اور تقیہ کرنا اور کفار کی موافقت کرنا جائز نہیں ہے اس پر دلیل یہ ہے: قرآن مجید میں ہے:

ان الذین توفیقہم اللہ لیکونوا علی انفسہم قالوا فیہم کتھ قالوا ما کنا مستضعفین ان الذین توفیقہم اللہ لیکونوا علی انفسہم قالوا فیہم کتھ قالوا ما کنا مستضعفین

فِي الْأَرْضِ قَالُوا لَوْ أَنَّكَ تَرَىٰ الْأَرْضَ وَالسَّمَاءَ
فَتْهُمَا جُودًا فِيهِمَا فَخَالَتْكَ مَا وَاهِمٌ جَهَنَّمُ
وَسَاءَتْ مَصِيرًا إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ
وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانَ لَا يَمْسُطُ عَلَيْهِمْ حِيلَةٌ وَلَا
يَهْتَدُونَ سَبِيلًا فَذَلِكُنَّ عَسَىٰ اللَّهُ أَنْ
يَعْفُو عَنْهُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَفُورًا

(نساء: ۹۹-۹۷)

تھے، فرشتے (ان سے) کہتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟
وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں بے بس تھے! فرشتے کہتے
ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاؤ؟
یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بڑا ٹھکانا ہے
مگر وہ لوگ جو واقعی بے بس اور مجبور ہیں جو مذمتیں
اور نیکی جو نکلنے کا کوئی حیلہ نہ پائیں اور نہ راستے
سے واقف ہوں تو قریب ہے کہ اللہ ان سے درگزر
فرمائے اور اللہ بہت معاف فرمانے والا ہے۔
بخشش والا ہے۔

ہجر اور اکراہ کی صورت میں جان بچانے کے لیے تقیہ پر عمل کرنا نصحت اور تقیہ کو ترک کرنا عزیمت ہے
اس پر دلیل یہ حدیث ہے:
حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ سیدہ کذاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اصحاب کو گرفتار کر لیا
ان میں سے ایک سے پوچھا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اس نے کہا: ہاں!
پھر دوسرا پوچھا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس نے کہا: ہاں! تو اس کو رہا کر دیا، پھر دوسرے کو پوچھا:
کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا: ہاں، پھر دوسرا پوچھا: کیا تم یہ گواہی دیتے
ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا: ہاں، اور تین بار سوال کے جواب میں یہی کہا، سیدہ نے اس کا سترق
سے جدا کر دیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا جو شخص قتل ہوا اور اپنے صدق اور
یقین پر کھڑا رہا اس نے فیصلت کو حاصل کیا اس کو مبارک ہو، دوسرے نے نصحت پر عمل کیا اس پر اس کو طاعت
نہیں ہے۔

تقیہ کی دوسری قسم یعنی جب مال، متاع اور امارت کی وجہ سے لوگوں سے عداوت ہو تو اس میں علماء کا اختلاف
ہے کہ اس صورت میں آیا، ہجرت واجب ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے کہا اس صورت میں بھی ہجرت واجب ہے کیونکہ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تَقْلِقُوا بَايِدَ يَكْرِهِي إِلَى التَّهْلُكَةِ - (بقرہ: ۱۹۵)

اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ مال کو ضائع کرنے کی بھی شریعت میں ممانعت ہے۔

اور بعض علماء نے یہ کہا کہ کسی دنیاوی مصلحت کی وجہ سے، ہجرت واجب نہیں ہوتی، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ
جب اپنی جان یا اپنے شتر داروں کی جان کا یا اپنی امارت کی عزت کا خطرہ ہو تو حق یہ ہے، ہجرت واجب ہوتی ہے
لیکن یہ عداوت اور قرب الہی نہیں ہے جس کی وجہ سے ثواب حاصل ہو، کیونکہ اس، ہجرت کا موجب محض دنیاوی مصلحت
کی وجہ سے ہے، دین کی حفاظت کی وجہ سے نہیں ہے اور ہر واجب پر ثواب نہیں ملتا، کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ
ہر واجب عبادت نہیں ہوتا بلکہ بہت سے واجبات پر ثواب نہیں ملتا، جیسے سخت بھوک کے وقت کچھ کھانا واجب

ہے اور اس پر ثواب نہیں ہے، اسی طرح بیماری میں جن چیزوں کے کھانے سے ضرر کا یقین ہو یا اس پر ظن غالب ہو ان سے احتراز کرنا واجب ہے اور صحت کی حالت میں مضر صحت اور نہ ہر بل اشیاء کو کھانے سے احتراز کرنا واجب ہے۔ یہ ہجرت بھی اسی قسم کی ہے یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی شکل نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور ثواب آخرت کو مستکرم نہیں ہے (مستغنی کے نزدیک اس میں بھی ثواب ہے کیونکہ جان اور عزت کو بچانا بھی شرعی حکم پر عمل ہے)۔

مدارات کی تحقیق | بعض علماء نے یہ کہا کہ کافروں، فاسقوں اور ظالموں سے مدارات (ررم رقیہ اور نرم گفتاری) اور طاعت کرنا، ان سے میٹھی باتیں کرنا، ان سے ہنسنے مسکراتے اور خوشی سے ملنا بھی تقیہ کی ایک قسم ہے تاکہ انسان ان کی اذیت رسائی، بدزبانی اور ان کے لعنتوں بے عزتی سے محفوظ رہے اور یہ کفار سے دوستی، محبت اور موالات کے حکم میں نہیں ہے جس سے منع کیا گیا ہے بلکہ یہ ایک جائز کام اور سنت ہے۔

امام دہلوی نے بھی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس طرح مجھے نزال القرآن کرنے کا حکم دیا ہے اسی طرح مجھے لوگوں سے مدارات کرنے کا بھی حکم دیا ہے، ایک روایت میں ہے مجھے مدارات کے ساتھ مبعوث کیا ہے اور جامع میں ہے غنقریب تہلہ سے پاس غضب ناک سوار آئیں گے تم ان کے ساتھ خوش دلی سے پیش آنا اور ان کو مر حبا کہنا، اور امام ابن ابی الدنیاء نے روایت کیا ہے کہ اللہ پر ایمان لانے کے بعد عقل کی بندھی یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ مدارات کی جائے، اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ عقل کی بندھی مدارات ہے، امام طبرانی نے روایت کیا ہے کہ لوگوں سے مدارات کرنا صدقہ ہے، امام ابن عدی اور امام ابن عساکر نے روایت کیا جس شخص نے مدارات کے ساتھ نرمی گزاری اس کی موت شہادت ہوگی، اپنے مالوں سے اپنی عزتوں کی حفاظت کرنا اور تم میں سے ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی زبان سے اپنے دین کی حفاظت کرے، امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اجازت طلب کی، اس وقت میں بھی حضور کے پاس تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اپنی قوم کا بڑا آدمی ہے، پھر آپ نے اس کو اجازت دے دی، اور اس سے بہت نرم گفتگو کی جب وہ پہلا گیا تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ نے اس کے متعلق فرمایا جو فرمایا تھا، پھر آپ نے اس کے ساتھ ملاقات سے بات کی، آپ نے فرمایا: اسے عائشہ! لوگوں میں سب سے بڑا شخص وہ ہے جس کی بدگلامی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۰۵) اور امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم لوگوں سے ہنس کر ملتے ہیں اور ہمارے دل ان پر لعنت کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۰۵) ان کے علاوہ اور بہت احادیث ہیں، البتہ اتنی مدارات نہیں کرنی چاہیے جس سے دینی حیثیت نہ رہے اور کسی برائی کا ارتکاب ہو اور ان کے متعلق بدگمانی کی جائے۔

تقیہ کے متعلق خوارج کا نظریہ | تقیہ اور مدارات کی اس تحقیق کے بعد یہ جاننا چاہیے کہ خوارج اور شیعہ کے تقیہ کے متعلق دو منہضات و نظریات ہیں، خوارج تو کہتے ہیں کہ کسی حال میں تقیہ کرنا جائز نہیں ہے، اور وہ دین کے مقابلہ میں جان، مال اور عزت کسی چیز کی حفاظت کی رعایت نہیں کرتے، اس نظریہ کے مطابق ان کے بہت عجیب اقوال ہیں، مثلاً وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہو اور چہرہ اس کی بہت قیمتی چیز

لے جا رہا ہو تو وہ نماز قطع نہ کرے بلکہ اس پر نماز قطع کرنا حرام ہے، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت بریدہؓ کی رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے ہیں کہ وہ حالت نماز میں گھوڑے کی حفاظت کر رہے تھے کہ وہ انہیں بچا نہ جاتے، تفتیح کے مسئلہ میں ان کے مال بہت تقریباً ہے۔

تفتیح کے متعلق شیعہ کا نقطہ نظر یہ | شیعہ علماء کی تفتیح میں بہت مختلف اور مضطرب عبارات ہیں، بعض علماء نے یہ کہا کہ ضرورت کے وقت تمام اقوال میں تفتیح کرنا جائز ہے اور بعض اقوال کسی مصلحت کی وجہ سے تفتیح واجب، مہتا ہے اور ایسے کسی فعل میں تفتیح کرنا جائز نہیں جس سے مومن کا قتل ہو یا اس کے قتل کیے جانے کا ظن غالب ہو۔ مفید ہے کہا کبھی تفتیح کرنا واجب ہوتا ہے اور کسی وقت میں تفتیح کرنا افضل ہوتا ہے اور کسی وقت میں تفتیح کرنا افضل ہوتا ہے۔ اگرچہ طوسی نے کہا ظاہر الروایات میں یہ ہے کہ جب جان کا خطرہ ہو تو تفتیح کرنا واجب ہے اور بعض علماء نے یہ کہا کہ مال کے خطرہ کے وقت بھی تفتیح کرنا واجب ہے، اور عزت کی حفاظت کے لیے تفتیح کرنا مستحسن ہے، حتیٰ کہ سنت یہ ہے کہ جب شیعہ اہل سنت کے ساتھ جمع ہوں تو غار، روزہ، اور باقی دینی کمورات اہل سنت کے مطابق کریں، انھوں نے بعض ائمہ اہل بیت سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے کسی سختی کی اقتدار میں تفتیح کرنا نہ چھی، اس نے گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں نماز پڑھی، اور بعد میں اس نماز کے اعادہ میں ان کے مختلف اقوال ہیں کسی ایک سختی سے مذہب شیعہ کو بچانے کے لیے تفتیح کی افیصلت میں ان کا اختلاف ہے، بعض نے کہا جائز ہے، بعض نے کہا معمولی سے خوف یا معمولی سے لالچ کی بناء پر تفتیح کفر کو ظاہر کرنا واجب ہے، علیٰ شیعہ کے نزدیک تفتیح دین کی عظیم اصل ہے، حتیٰ کہ انھوں نے انبیاء علیہم السلام کی طرف بھی تفتیح منسوب کیا ہے، ان کی تفتیح سے اہم غرض خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت کو باطل کرنا ہے، اللہ ان سے پناہ میں رکھے۔

تفتیح کے بطلان پر نقلی اور عقلی دلائل | کتب شیعہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد ائمہ کا تفتیح زمین پر صحیح ترین کتاب ہے اس میں لکھا ہے: حضرت علیؓ نے فرمایا: ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں تم کو صدق سے نقصان اور کذب سے نفع ہو وہاں تم کذب پر صدق کو ترجیح دو، کہاں حضرت علیؓ کا یہ ارشاد اور کہاں ان کا۔۔۔ "ان اکرمکم عند اللہ اتقا کہ" کی یہ تفسیر کرنا "اللہ کے نزدیک مکرم وہ ہے جو زیادہ تفتیح کرے" اور اسی ہیج البلاغہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم اگر میرا دشمنوں سے مقابلہ ہو وہاں حایکہ میں اکیلے ہوں اور ان کی تعداد سے تمام زمین بھری ہو تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہوگی، نہ گھبراہٹ ہوگی، کیونکہ جس گمراہی میں وہ مبتلا ہیں اور اس کے مقابلہ میں میں جس ہدایت پر ہوں اس پر مجھے بصیرت ہے اور مجھے اپنے رب پر یقین ہے اور مجھے اللہ سے ملاقات اور حسن ثواب کی امید ہے، حضرت علیؓ کے اس ارشاد میں یہ دلالت ہے کہ حضرت امیر اکیلے ہوں اور دشمن بہت ہوں تب بھی وہ نہیں ڈرتے تو یہ کیسے منظور ہو سکتا ہے کہ تفتیح نہ کرنا ہے دینی ہجو نیز عیاشی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رخصت کیا اور عورتوں پر مسج کے مسجد میں داخل ہوا، حضرت علیؓ نے

اور اس کی گدی پر ضرب لگا کر فرمایا افسوس! تو بے خونماز پڑھ رہا ہے! اس نے کہا مجھے عمر نے کہا تھا، حضرت علی اس کا اٹھ کر حضرت عمر کے پاس لے گئے اور آواز بلند فرمایا: دیکھو یہ تمہارے متعلق کیا کہہ رہا ہے؟ حضرت عمر نے کہا اے اس کو میں نے مزدوں پر مسج کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس روایت میں یہ ذکر ہے کہ حضرت علی نے حضرت عمر سے بہ آواز بلند گفتگو کی اور تقیہ نہیں کیا۔

تقیہ کے بطلان پر واضح دلیل یہ ہے کہ تقیہ خوف کی وجہ سے کیا جاتا ہے اور خوف دو قسم کا ہے ایک جان کی ہلاکت کا اور دوسرا تکلیف، اذیت، مشقت بدنی اور سب و شتم کا، اول الذکر یعنی جان کا خوف حضرات ائمہ میں دو وجہوں سے منتقلی ہے، پہلی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک ائمہ کی طبعی موت ان کے اختیار سے واقع ہوتی ہے جیسا کہ کلیبی نے کافی میں اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے اور اس مسئلہ کے لیے ایک باب منقذ کیا ہے اور اس پر تمام امامیہ کا اجماع بیان کیا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک تمام ائمہ کو ماکان و مایکون کا علم ہوتا ہے پس ان کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مدت حیات کتنی ہے اور موت کی کیا کیفیت ہے اور کس وقت میں موت واقع ہوگی وہ تمام تفصیل اور کیفیات پر مطلع ہوتے ہیں، لہذا موت کے وقت سے پہلے ان کو موت سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے اور نہ تقیہ کرنا چاہیے۔ ثانی الذکر خوف کی وجہ سے بدن کی تکلیف اور اذیت اور سب و شتم اور بے عزتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان ائمہ کو برداشت کرنا اور ان پر صبر کرنا ہمیشہ سے مایکین کا طریقہ رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں ہمیشہ مشقتوں کو برداشت کرتے رہے ہیں اور بسا اوقات انھوں نے جابر سلطانوں سے مقابلہ کیا اور اپنے جبریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کی نصرت کے لیے حضرات اہل بیت کا اذیتوں اور مصیبتوں کو برداشت کرنا اور تکلیفوں پر صبر کرنا دوسرے صلحاء و امت کی بہ نسبت انھیں زیادہ دلائل ہے، پھر ان تکلیفوں اور مصیبتوں سے بچنے کے لیے تقیہ کرنے اور باطل کی موافقت کرنے کی کیا حاجت ہے!

نیز اگر تقیہ واجب ہوتا تو حضرت علیؑ ابتداً تقیہ کر لیتے اور حضرت ابو بکرؓ سے بیعت کرنے میں چھ ماہ تک توقف نہ کرتے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ تقیہ یزید کی بیعت کر لیتے اور اپنے رفقاء سمیت کربلا میں شہید نہ ہوتے کیا حضرت علیؑ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو یہ علم نہیں تھا کہ جان کی حفاظت کے لیے تقیہ کرنا واجب ہے اور کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ امام الائمہ تبارک و تعالیٰ واجب تھے! علامہ شیعہ نے انبیاء علیہم السلام کی طرف جو تقیہ کی نسبت کی ہے اس کے بطلان کے لیے قرآن مجید کی آیات کافی ہیں!

جو لوگ اللہ کے پیامات پہنچاتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔

اسے رسول! جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے آنا لگیا ہے اس کو پہنچا دیجئے اور اگر آپ نے (ایسا) نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ

الذین یبلغون رسالت اللہ ویخشونه ولا یخشون احدا الا اللہ وکفی باللہ حسیبا۔

(احزاب، ۳۹)

یا ایہا الرسول بلغ ما أنزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس۔

(مائید ۵، ۶)

آپ کو لوگوں (کے شر اور ضرر) سے بچائے گا۔

اس کے علاوہ اور بھی قرآن مجید میں بہت سی آیات ہیں جو تقیہ کے بطلان پر دلالت کرتی ہیں۔ ۱۔

تقیہ کے متعلق ائمہ شیعہ کی روایات

عن ابی حمزہ الاعرجی قال: قال لی ابو عبد اللہ علیہ السلام: یا ابا عمر ان تسعة اعتقاد لدین فی التقیة ولادین لمن لا تقیة له و التقیة فی کل شیء الا فی النبیز والمسع علی الخفین ۱۔

ابو عمر اعرجی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابو عبد اللہ علیہ السلام نے کہا اسے ابو عمر دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ ہے، جس نے تقیہ نہیں کیا اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں، اور ہر چیز میں تقیہ ہے سوائے نبیؐ اور موزوں پر مسح کے۔

عن ابی بصیر قال: قال ابو عبد اللہ علیہ السلام التقیة من دین اللہ قلت من دین اللہ قال: ای واللہ من دین اللہ ولقد قال یوسف: ایتھا العیر انکم لاسارقون واللہ ما کانوا سارقوا شیئا ولقد قال ابراهیم فی سقیہ اللہ ما کان سقیما۔ ۲۔

ابو بصیر بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے بیان کیا کہ تقیہ اللہ کے دین سے ہے میں نے کہا اللہ کے دین سے ہے؟ کہا ہاں خدا کی قسم اللہ کے دین سے ہے؟ بے شک حضرت یوسف نے کہا اے قافلہ والو تم چور ہو، مالا نکہ خدا کی قسم انھوں نے چوری نہیں کی تھی، اور حضرت ابراہیم نے کہا میں بیمار ہوں خدا کی قسم وہ بالکل بیمار نہ تھے۔

۳۔ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قافلہ والوں سے فرمایا تھا تم چور ہو بلکہ کسی نادبی نے کہا تھا، قرآن مجید میں ہے:

ثم اذن مؤذن ایتھا العیر انکم لاسارقون۔ (یوسف: ۷۰)

پھر پکارنے والے نے پکارا اسے قافلہ والو بے شک تم چور ہو۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرمانا فی سقیہم صحیح تھا کیونکہ قوم کی بت پرستی کی وجہ سے وہ ملول اور آزر وہ تھے جس کو انھوں نے بیمار ہی سے تعمیر فرمایا۔ صحیح یہ ہے کہ کسی نبیؐ نے تقیہ نہیں کیا۔

عن حبیب بن بشر قال ابو عبد اللہ علیہ السلام سمعت ابی یقول: لا واللہ ما علی وجہ الارض فتی و احب الی من التقیة، یا حبیب انه من کانت له تقیة دفعہ اللہ، یا حبیب من له

حبیب بن بشر بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے کہا میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا ہے: خدا کی قسم میرے نزدیک تمام روئے زمین پر تقیہ سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے اسے حبیب!

۱۔ علامہ محمد اکرمی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳ ص ۱۲۵-۱۲۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلبی متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۱۷، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران

۳۔ الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۱۷

و شیخ مذکور بعد از نقل اس کلام در رسالہ مذکورہ فرمود
تقیہ واجبست و رفع آن جائز نیست تا بظہور قائم
آل محمد پس نہ کہ قبل از ظہور آن حضرت ترک کند
از دین خدا و دین امامیہ خارج باشد و با خدا و رسول
و ائمہ مخالفت کردہ و صادق علیہ السلام را ذکر نہ
"ان اکرمکم عند اللہ اتقاکہ" پر سید نہ
فرمود "ای اعدائکم و اعدائکم بالتقیہ" یعنی گداہی
ترین شما نزد خدا کسیست کہ عالم و اعلیٰ باشد بتقیہ
(الی قولہ)

و نیز فرمودہ کہ بظاہر با مردم مخالطہ کنید و بہ باطن
مخالفت نمائید و فرمود کہ "الایمان مع المؤمن شریک و مع
المنافق فی دمارہ عبادۃ"
ریا با مؤمن شرکست و با منافق در خانہ او عبادت و
امیر المؤمنین علیہ السلام فرمودہ کہ "من صلی خلفہم فی
الصف الاول فکانما صلی مع رسول اللہ فی الصف الاول"
ہر کہ نماز گذارد در صف اول با اہل خلافت پیچمان اشک
در صف اول با رسول خدا نماز کردہ و نیز فرمود کہ
عود و اموضاہم و اشہدوا جنتہم و صلوا فی
مساجدہم عبادت مرئوسی اہل خلافت کنید و بر خاندان
ایشان حاضر شوید و نماز گذارید در مساجد ایشان
(الی قولہ)

و سیرت سایر ائمہ علیہم السلام در ہمدخلک بنی امیہ
و بنی عباس تقیہ بودہ، پس چگونہ واجب نمودہ
باشد و چون حق سبحانہ مؤمنان را رخصت داد
در کتمان حق و مساعدت کافران و مواسات نمودن
با مخالفان جہت رفع مغزرت ایشان در عقب آن
بیان نمود کہ اگر کسی این معنی را کار بندد بہ جہت
خوف نہد بلکہ از روی اعتقاد و رغبت قلبی با اہل
کفر و خلافت موافقت و مساعدت نماید عقوبت

ہے اس کا گناہ نماز ترک کرنے کے برابر ہے اور
شیخ مذکور نے اسی رسالہ میں اس کے بعد لکھا کہ تقیہ
واجب ہے اور حبیب تک امام مہدی کا ظہور نہیں
ہوگا تقیہ کا مرتفع ہونا جائز نہیں ہے، پس ہر شخص
امام مہدی کے ظہور سے پہلے تقیہ کو ترک کرے گا وہ
اللہ کے دین اور امامیہ کے دین سے خارج ہو جائیگا
اور خدا، رسول اور ائمہ کی مخالفت کا مرتکب ہوگا،
اور امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق پوچھا
گیا: "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکہ" انہوں نے
کہا اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے
زیادہ مکرم وہ شخص ہے جس کو سب سے زیادہ تقیہ
کا علم ہو اور جس کا سب سے زیادہ تقیہ پر عمل ہو
نیز فرمایا کہ بظاہر ہر لوگوں سے مل جل کر رہو اور باطن
میں ان کی مخالفت کرو اور فرمایا کہ مؤمن کے ساتھ ریا
کرنا شرک ہے اور منافق کے ساتھ اس کے گھر
میں ریا کرنا عبادت ہے، اور امیر المؤمنین علیہ السلام
نے فرمایا کہ جس نے مخالفین (اہل سنت) کے ساتھ صف
اول میں نماز پڑھی اس نے گویا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ صف اول میں نماز پڑھی، نیز فرمایا
مخالفین کے پیادوں کی عبادت کرو اور ان کے
جنازوں میں حاضر ہو اور ان کی مسجدوں میں نماز پڑھو
ظالمین بنو امیہ اور بنو عباس کے عہد میں تمام ائمہ
علیہ السلام کی سیرت یہ تھی کہ وہ تقیہ پر تھے، پس تقیہ
کیونکر واجب نہیں ہوگا؟ اور حبیب اللہ سبحانہ نے
مؤمنوں کو حق چھپانے اور کافروں کی موافقت اور
مخالفین کے ساتھ دوستی رکھنے کا حکم دیا تاکہ ان کا ضرر
دور ہو، ہاں اگر کوئی شخص خوف اور غرور کی بجائے
کافروں کے ساتھ دلی رغبت کے ساتھ موافقت کرے
تو وہ دائمی عذاب میں گرفتار ہوگا۔

اہل گمراہ گرد رہے۔

کتب شیعہ سے تقیہ کا بطلان | علماء شیعہ کے نزدیک نہج البلاغۃ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبات اور زمین پر قرآن مجید کے بعد صحیح ترین کتاب ہے، اس کتاب میں حضرت

علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ورج ہے:

ایہا المؤمنون! انہ من رای عداوات
یعمل بہ ومنکرا یدعی الیہ فادکرہ بقلبہ
فقد سلم ونبی ومن انکر بلسانہ فقد
اجروہ واقفل من صاحبہ ومن انکرہ
بالسیف لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا وکلمۃ
الظالمین ہی السفلی فذلک الذی اصاب
سبیل الہدی وقام علی الطریق، ونور
فی قلبہ الیقین ۴

(ملفوظ: ۳۵۶)

اے مومنو! جس شخص نے کسی کو گناہ اور بُرائی کر
ہونے دیکھا اور اس نے اس کو دل سے بُرا جانا وہ
سلامت رہا اور بری ہو گیا اور جس نے زبان سے
اس بُرائی کا انکار کیا اس کو اجملے گا اور وہ پہلے
سے افضل ہے، اور جس نے اس بُرائی کا تلوار سے
انکار کیا، تاکہ اللہ تعالیٰ کا دین سر بلند ہو اور ظالموں
کی روش سرنگوں ہو، سو یہ وہ شخص ہے جس نے ہدایت
کا راستہ پایا اور صحیح راستہ پر مستقیم ہے اور اس نے اپنے
دل میں یقین کو روشن کر لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس ارشاد میں یہ فرمایا ہے کہ ہدایت اور سلامتی اس میں ہے کہ بُرائی کے ساتھ
موافقت نہ کی جائے بلکہ زبان اور تلوار کے ساتھ بُرائی کا انکار کیا جائے اور یہ چیز تقیہ کے خلاف ہے،
کیونکہ تقیہ میں بُرائی اور گناہ کے ساتھ موافقت ہے۔
نیز حضرت علی فرماتے ہیں:

فمنہم المنکر المنکر بیدۃ ولسانہ وقلبہ
فذلک المستکمل لخصال الخیر ومنہم المنکر بلسانہ
وقلبہ والتارک بیدۃ فذلک متمسک
بخصلتین من خصال الخیر ومضیع لخصلہ
ومنہم المنکر بقلبہ والتارک بیدۃ ولسانہ
فذلک الذی ضیع اشرف الخصلتین من
الثلاث وتمسک بواحدۃ۔ ۵

(ملفوظ: ۳۵۸)

جس شخص نے اپنے ہاتھ، زبان اور دل سے
بُرائی کا انکار کیا وہ تمام اچھی خصلتوں کو جمع کرنے
والا ہے اور جس نے زبان اور دل سے انکار کیا
اور ہاتھ سے انکار نہیں اس میں نیکی کی صرف دو
خصلتیں ہیں اور ایک نیک خصلت اس نے ترک
کر دی، اور جس نے بُرائی کو صرف دل سے بُرا جانا
اور زبان اور ہاتھ سے انکار نہیں کیا، اس نے صرف
ایک نیک خصلت کو اختیار کیا اور دو نیک خصلتیں ترک
کر دیں۔

۴۔ شیخ فخر اللہ کاشانی متون، ۹، ۱، منہج الصادقین ص ۲۷-۲۸، ۲۰۶-۲۰۷، مطبوعہ نیا بان ناصر خسرو ایران

۵۔ نہج البلاغۃ ص ۱۲۸۱، مطبوعہ انتشارات زرین ایران

۶۔ نہج البلاغۃ ص ۱۱۲۸۱، " "

ہم کہتے ہیں کہ حضرت علی نے تقیہ نہیں کیا اور انھوں نے خیر کی تمام حصال کو حاصل کر لیا اور ان کا ایمان پہلے درجہ کا ہے اور شیعہ کہتے ہیں کہ انھوں نے تقیہ کیا یعنی انھوں نے خیر کی دو صلتوں کو منائع کر دیا اور ان کا ایمان تیسرے درجہ کا ہے، اب تو رکھتے کہ حضرت علی کے محب ہم ہیں یا شیعہ؟
نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

دَقَالِي عَلَيْهِ السَّلَامُ، عَلَامَةُ الْإِيْمَانِ أَنْ تَوَدَّ
الْصَّدِّقَ حَيْثُ يَضُرُّكَ عَلَى الْكَذِبِ حَيْثُ يَنْفَعُكَ
..... الخ
حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ایمان کی علامت یہ ہے کہ جس کا پیچ بولنے سے تم کو نقصان ہو اور جھوٹ بولنے سے فائدہ ہو وہاں تم سچ کو جھوٹ پر ترجیح دو۔ (مطبوعہ ۱۳۸۱ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد نے تقیہ کی جڑ کاٹ دی ہے۔
علیہ شیعہ نے اپنی سند و کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کو مارنے پر قادر تھے اور وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے بہ آواز بلند گفتگو کرتے تھے ان پر غضب ناک ہوتے تھے اور اگر فی الواقع ایسا ہی ہے تو پھر یہ کہنا غلط ہے کہ وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو کافر جانتے تھے اور ان کی اقتداء میں تقیہ نمازیں پڑھتے تھے۔

ابا بکر مجلسی لکھتے ہیں:

والبوکر عمر را طلبید و گفت دیدی علی امروز با ما چه کرد اگر یک مجلس دیگر چنین معارضہ با ما کند کار ما بدتر میزند در این چه منہ پیر بخاطر تو میرسد عمر گفت رأی آنست کہ امر کنیم بر قتل او ابو بکر گفت این کار از کی می آید عمر گفت خالد بن ولید پس خالد را طلبیدند و گفتند میخواستیم ترا بر امر عظیمی بداریم گفت بر هر چه میخواستی بدارید اگر چه بر قتل علی علیہ السلام باشد گفتند ما نیز ہمین را میخواهیم خالد گفت در چه وقت اودا بکشم ابو بکر گفت در وقت نماز در مسجد حاضر شو در پہلوی او بایست چون من سلام نماز را بگویم بر خیز و گردش را بزن گفت چنین باشد اسما بنت بنت عمیس کہ در آنوقت زن ابو بکر بود و سابقاً زن جعفر طیار و از شیعیان حیدر کرار بود این سخنان را شنید

ابو بکر نے عمر کو طلب کیا اور کہا دیکھا آج علی نے ہمارے ساتھ کیا کیا ہے؟ اگر ایک مجلس میں ایک بار اور ہمارے ساتھ اس طرح معارضہ کیا تو ہمارے کام تمام ہو جائے گا اس معاملہ میں اب تمہارے دل میں کیا تدبیر ہے، عمر نے کہا راستہ یہ ہے کہ ہم علی کو قتل کر دیں ابو بکر نے کہا یہ کام کون کرے گا؟ عمر نے کہا خالد بن ولید پھر خالد بن ولید کو بلایا، اور کہا ہم نے تم کو ایک عظیم کام کے لیے بلایا ہے، اس نے کہا جو کام تم کہو میں کروں گا خواہ علی کے قتل کے لیے کیوں نہ کہوں، انھوں نے کہا ہم بھی جی چاہتے ہیں، خالد نے کہا اس کو کس وقت قتل کر دوں، ابو بکر نے کہا جس وقت وہ نماز میں ہوں تم ان کے پہلو میں کھڑے ہونا اور جب میں سلام پھیروں تو ان کا گردن تار دینا، اس نے کہا اسی

وتموانست سخن را اعلامیہ حضرت برساند بجاریہ عود
گفت برومانہ علی علیہ السلام وفاطرم و سلام مرا بایشان
برسان و در گذار این آیه را بخوان کہ مؤمن آل فرعون
بہ موسیٰ پیغام کرد ان الملائکۃ یأمرون بک لیقتلک
فاخرج افی لک من المناصبین۔ یعنی ایشان
قوم فرعون مشورت میکنند در باب تو کہ ترا بکشند پس
بیرون رو بدرستی کہ من از برای تو از غیر خاتم و اسماء گفتم
اگر منتظر نشو نہ پس مگر بخوان پس جاریہ آمد و
سلام رسانید و برگشت و این آیه را بخوان حضرت
امیر فرمود کہ فاترتمرا سلام برسان و بگو خدا فی گذارد
ازادہ ایشان بہ عمل آید و بروایتی دیگر فرمود کہ اگر
ایشان مرا بکشند ہانا کسان و قاسطان و مارقان کہ
جنگ غلابہ کردہ

طرح ہوگا، اسماء بنت عقیس جو ابوبکر کی زودہ خنیں اور
اس سے پہلے جعفر طیار کی زودہ خنیں اور شعیبان جیدہ
کو از سرے خنیں انھوں نے یہ گفتگو سن لی، ان سے
لیے یہ ممکن نہ تھا کہ از عود بجا کہ حضرت کو خبر دیتیں انھوں
نے اپنی بانہی کو بھیجا اور کہا علی علیہ السلام اور فاطمہ
علیہا السلام کے گھر جاؤ اور ان کو میرا سلام کہو اور یہ
آیت پڑھو: ان الملائکۃ یأمرون بک لیقتلک فاخرج
افی لک من المناصبین "ایک جماعت تنہا سے
قتل کا مشورہ کر رہی ہے تم نکل جاؤ، میں تم کو نصیحت
کرنے والی ہوں سے ہوں، اس آیت کو بار بار
پڑھنا، حضرت امیر نے فرمایا فاترین کو میرا سلام کہو اور
کہنا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ارادہ کو پورہ نہیں ہونے دیتا
ایک روایت میں ہے کہ اگر انھوں نے مجھے قتل کر
دیا تو ناسین، قاسطین اور مارقین کے ساتھ کون
جنگ کرے گا۔

پس حضرت امیر علیہ السلام برخواست و جہیای
نماز شد و بہ مسجد آمد و پشت سر ابوبکر ایستاد از
برای تقیہ و غار خود را بہنہائی بہ عمل آورد و غار لعین
شمشیر ہستہ و در پہلویش ایستاد چون ابوبکر بہ تشہد
شست از آن ارادہ پیشیان شد و از فتنہ ترسید
و شدت سلطت و شجاعت اس حضرت را می
دانست و پیوستہ فکر می کرد و تشہد را تکمیل
میخواند و اندر سلام نہ گفت تا آنکہ گمان کرد ہر مردم کہ اور نماز
سہو کردہ است پس ملتفت شد پس علیہ السلام گفت ای خالد کہن
آنچہ ترایان امر کردہ بودم و بروایتی سہ مرتبہ ایں سخنان را گفت
و بعد از آن سلام نماز را داد حضرت گفت ای خالد چہ بود آنچہ تو را
امر بان کردہ بود گفت مرا امر کردہ بود کہ گردن
بزنم حضرت فرمود آیا میکردی گفت آری بہ خدا سوگند
کہ اگر پیش از تسلیم مرا نہی نمی کرد ہر آید تو را می

حضرت امیر اسٹھے اور تیار ہو کر مسجد میں گئے اور
تقیہ کے سبب ابوبکر کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور اپنی
نماز تنہائی میں پڑھتے رہے، اور خالد لعین تلوار بلند
آپ کے پہلو میں کھڑا تھا، جب ابوبکر تشہد میں بیٹھا تو
اپنے ارادہ میں پیشیان ہوا اور فتنہ سے ڈرا، وہ حضرت
کو زبردست تشہدات کو جانتا تھا، وہ یہی سوچتا رہا
اور بار بار تشہد پڑھتا رہا اور نماز کا سلام نہیں پھیرا،
حتیٰ کہ لوگوں نے گمان کیا کہ اس کو سہو ہو گیا، پھر خالد
کی طرف مڑ کر کہا وہ کام نہ کرنا جس کا میں نے تم کو حکم دیا تھا،
کہ ایک ہیئت میں ہے کہ یہ میں یاد کیا اس کے بعد نماز کا سلام پھیرا، نماز کے
سلام کے بعد حضرت خالد سے پوچھا تم کو اس نے کیا
کہا تھا؟ اس نے کہا اس نے مجھے تنہا سے قتل کا حکم
دیا تھا، فرمایا کیا تم قتل کر دیتے؟ اس نے کہا ہاں خدا
کی قسم اگر وہ سلام پھیرنے سے پہلے مجھے نہ کرتا

کشتہ میں حضرت ابراہیمؑ گرفت و بلند کرد و زمین زد
 عمر گفت بہ خدا قسم کہ میکشتمش پس مردم جمع شدند
 و ابراہیمؑ صاحب قبر قسم دادند حضرت دست از
 آن بپوشیدند و بواشت او بگریبان عمر بدگر چسبید و گفت
 ای پسر صہاک اگر نہ وصیت رسول خدا و تقدیر الہی
 بود ہر آئینہ میدانستی کہ کدام یک از ما و تو کم یا در
 تریلم و داخل خاخود شد۔
 تو میں تم کو قتل کر دیتا! حضرت نے خالد کو کپڑہ کرادپیر
 اٹھایا اور زمین پر دے مارا، عمر نے کہا خدا کی قسم یہ
 اس کو قتل کر دے گا پس تمام لوگ جمع ہو گئے اور
 حضرت کو صاحب قبر کی قسم دی اور حضرت کے ہاتھ
 سے اس بپوشید کر چھڑایا، وہ عمر بدگر کے گریبان سے
 پیٹ گیا اور حضرت نے کہا اے صہاک کے بیٹے
 اگر رسول خدا کی وصیت اور تقدیر الہی آٹھ سے د آتی
 تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ کتنے لوگ ہمارے اور
 تمہارے مددگار ہیں، پھر آپ گھر چلے گئے۔

- اس روایت سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے:
- ۱۔ حضرت علیؑ کو معلوم تھا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو قتل نہیں کر سکیں گے، اور جب حضرت علیؑ کو اپنی جان کا خطرہ نہیں تھا تو پھر تقیہ کرنے کی بھی کوئی وجہ نہیں تھی کیونکہ تھی اس وقت کیا جاتا ہے جب جان کی ہلاکت کا خطرہ ہو۔
 - ۲۔ حضرت علیؑ اس قدر جری اور بے باک تھے کہ تمام مخالفین کی موجودگی میں حضرت خالد بن ولیدؓ کو اٹھا کر زمین پر دے مارا اور جو شخص مخالفین کے سامنے اس قدر جرأت کا مظاہرہ کرے وہ ان سے ڈر کر تقیہ نہیں کر سکتا۔
 - ۳۔ تمام اہل مسجد مل کر بھی حضرت خالدؓ کو حضرت علیؑ سے نہیں چھڑا سکتے تھے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر ان کو حضرت علیؑ سے چھڑایا اور جو شخص انفا تری اور ولیدؓ کو وہ ڈر کر اور دب کر تقیہ کریں کرے گا!
 - ۴۔ حضرت علیؑ نے حضرت عمرؓ سے کہا اگر رسول خدا کی وصیت اور تقدیر الہی آٹھ سے د آتی تو تم کو معلوم ہو جاتا کہ کتنے لوگ تمہارے مددگار ہیں اور کتنے ہمارے، اس کلام سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ نے جو بات کہنی ہو وہ بڑا کہتے تھے، مخالفین سے ممانعت کرتے تھے نہ تقیہ کرتے تھے۔

بَابُ تَأْلِيفِ قَلْبٍ مَنْ يَخَافُ عَلَى إِيْمَانِهِ
 لَضَعْفِهِ وَالتَّهْيِ عَنِ الْقَطْعِ بِالْإِيْمَانِ
 مِنْ غَيْرِ دَلِيلٍ قَاطِعٍ
 جس شخص کے ایمان کے ضعف کا خطرہ ہو اس کی
 تالیف قلب اور بغیر دلیل کے کسی کو قطعی
 مومن کہنے کی ممانعت

۲۸۶۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ
الزُّهْرِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَسَمًا
فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعْطَى فُلَانًا كَيْفَهُ مُؤْمِنٌ
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَوْ مُسْلِمٌ
أَقُولُهَا ثَلَاثًا وَيُرَدُّ هَا عَلَيْكَ ثَلَاثًا أَوْ مُسْلِمٌ
ثُمَّ قَالَ إِنْ لَمْ يُعْطِ الرَّجُلُ وَعَيْدُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ
مِنْهُ مَخَافَةً أَنْ يَكُفِّرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي
الْبَاقِرِ۔

۲۸۷۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ
ابْنَ إِسْرَافِيلَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي نَجِيٍّ عَنْ أَبِيهِ
قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ وَكَثَرَتْ
عَنْ أَبِيهِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ أَعْطَى رَهْطًا وَسَعْدًا جَالِسٌ فِيهِمْ قَالَ سَمِعْتُ
فَتَرَكْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
مِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُعْطِ وَهُوَ عَجَبُهُمْ إِلَيَّ فَقُلْتُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَنَوَّالُهُ إِلَيَّ
لَا أَمَّا أَوْ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَوْ مُسْلِمًا قَالَ فَسَكَتُ
قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ
اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَنَوَّالُهُ إِلَيَّ لَمْ أَمَّا أَوْ مُؤْمِنًا
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَوْ
مُسْلِمًا قَالَ فَسَكَتُ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا عَلِمْتُ
مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَنَوَّالُهُ
إِلَيَّ لَمْ أَمَّا أَوْ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَوْ مُسْلِمًا إِنْ لَمْ يُعْطِ الرَّجُلُ
وَعَيْدُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةً أَنْ يَكُفِّرَ فِي الْبَاقِرِ
عَلَى وَجْهِهِ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال تقسیم فرمایا
میں نے عرض کیا فلاں شخص کو دے دیجئے وہ بھی مؤمن
ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا مسلمان
ہے، میں نے اس شخص کی تین بار سفارش کی اور رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برابر یہی فرمایا یا مسلمان ہے؟
پھر آپ نے وضاحت بیان فرمائی کہ میں کسی شخص کو کوئی چیز
اس خوف سے دے دیتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس
شخص کو اور نہ سے دوزخ میں نہ ڈال دے حالانکہ
دوسرا شخص مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال لوگوں
میں تقسیم کیا اور ان میں سے ایک ایسے شخص کو چھوڑ دیا
جو مجھے ان سب کی نسبت زیادہ محبوب تھا میں نے
عرض کیا یا رسول اللہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے فلاں
شخص کو نہیں عطا فرمایا قسم بخدا میں اس کو مؤمن سمجھتا
ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا مسلمان؟
حضرت سعد کہتے ہیں میں کچھ دیر خاموش رہا پھر مجھ سے
صبر نہ ہو سکا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ
نے فلاں شخص کو عطا نہیں فرمایا، قسم بخدا میرے خیال
میں وہ مؤمن ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
یا مسلمان ہے؟ حضرت سعد کہتے ہیں میں کچھ دیر خاموش
رہا پھر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور میں نے عرض کیا یا
رسول اللہ! آپ فلاں شخص کو عطا نہیں فرماتے، قسم بخدا
میں اس کو مؤمن سمجھتا ہوں، آپ نے فرمایا یا مسلمان؟
پھر آپ نے وضاحت فرمائی کہ میں ایک شخص کو کوئی چیز
اس خوف سے دے دیتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس شخص
کو اور نہ سے جہنم میں نہ ڈال دے، حالانکہ دوسرا
شخص مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

۲۸۸۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَوَاتِيُّ وَ
عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا نَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ
ابْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا ابْنُ عَنَّا صَالِحٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ
قَالَ أَخْبَرَنِي عَمَّا مَوْحِبٌ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ سَعْدٍ أَنَّ
قَالَ أَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رَهْطًا أَنَا جَالِسٌ فَيُرْفَعُ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ
أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ وَكَأَنَّهُ فَقَعْتُ إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَأَدْرَتْهُ
فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ هَذَا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں میں مال
تقسیم فرمایا میں بھی انھیں لوگوں میں شامل تھا، بقیہ حدیث حسب
سابق ہے البتہ اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو کر چپکے
سے سفارش کی۔

۲۸۹۔ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْخَلَوَاتِيُّ قَالَ نَا يَعْقُوبُ
قَالَ نَا ابْنُ عَنَّا صَالِحٌ عَنْ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ
سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ سَعْدٍ يُحَدِّثُ هَذَا الْحَدِيثَ
فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَصَرَّبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ بَيْنَ عُنْتِي وَكَتَيْفِي فَقَدْ
قَالَ آتَاكَ أَيْ سَعْدُ ابْنُ عَمِّي لَعَلِّي الرَّجُلُ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس
سند کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے لیکن
اس میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے میرے اسرار پر میری گردن اور مونڈھے کے
درمیان ہاتھ مار کر فرمایا اے سعد! کیوں بحث کرتے
ہو، پھر حسب سابق نہ دینے کا عند بیان فرمایا۔

حدیث الباب کی تشریح

اس حدیث میں سفارش کرنے کا ثبوت ہے اور یہ کہ کسی معقول عذر کی بناء پر
سفارش کو قبول نہ کرنا جائز ہے۔

حضرت سعد کے مومن کہنے پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "یا مسلمان" فرمایا اس کی وجہ یہ ہے ایاں
دل کی کیفیات کا نام ہے جو از قبیل غیب ہیں اور اسلام اور ایمان ظاہری کہہ سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر
کوئی شخص غیب کو نہیں جانتا، اس لیے کسی شخص کے ظاہر کو دیکھ کر اسے مسلمان ہی کہنا چاہیے نہ کہ مومن۔ یہ لغوی
مفہوم کے اعتبار سے فرق ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے نہ دینے کا عند یہ تھا کہ جن لوگوں کو آپ دے رہے تھے وہ نے
نئے اسلام لائے تھے، آپ تالیف قلب کی خاطر انھیں عطا فرما رہے تھے، اور جس شخص کو نہیں دیا وہ قدیم الکلام
تھا، اگر حضور اس کو دیتے اور انھیں نہ دیتے تو چونکہ یہ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، اس لیے ممکن تھا کہ
یہ لوگ گمان کرتے کہ حضور اپنے ساتھیوں کو دیتے ہیں اور ہمیں نہیں دیتے اور جو شخص حضور کے بارے میں
یہ بدگمانی کرتا وہ جہنمی ہو جاتا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں عطا فرما کر ان کو جہنمی ہونے سے
بچا لیا، اور جو پہلے مسلمان تھے ان کو حضور کچھ دیں یا نہ دیں وہ ہر حال میں حضور کے نیک خواہ غلام اور
شیدائی تھے ان کی طرف سے کچھ خطرہ نہ تھا اس لیے ان کو عطا نہیں فرمایا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن کو حضور نے عطا فرمایا ان پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم تھا اور

جن کو نہیں عطا فرمایا ان پر بھی سرکار کا کرم تھا، کیونکہ ان کو سرکار نے اپنا سمجھا، خلاصہ یہ ہے کہ سرکار کا دینا بھی کرم ہے اور نہ دینا بھی کرم ہے۔

باب زیادة طمانينة القلب بتظاهرها الادلة

دلائل کی زیادتی سے ایمان کا قوی ہونا

۲۹۰۔ حَدَّثَنِي حُزَيْمَةُ بْنُ حَبِيٍّ قَالَ قَالَ أَنَا بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ ابْنِ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ أَحَقُّ بِالْمَلَكَةِ مِنْ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ رَبِّ ارْزُقْنِي كَيْفَ يُؤْتِي الْمَوْتَى قَالَ أَوْ لَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ وَكُفَّ اللَّهُ لَوْحًا لَقَدْ كَانَ يَأْتِيهِ إِلَى رُكُوبٍ شَدِيدٍ وَلَوْ كَيْسَتْ فِي السَّجَنِ طَوْلًا لَكُنْتُ يُوسُفَ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جگہ موتے تو ہم اس سوال ”اے رب! مجھے دکھلا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا“ کرنے کے زیادہ مستحق ہوتے جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم کو اس بات پر یقین نہیں ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کیوں نہیں؟ لیکن میں چاہتا ہوں کہ مجھے زیادہ اطمینان ہو جائے اور اللہ تعالیٰ حضور کو علیہ السلام پر رحم فرمائے، وہ ایک مضبوط ستون (قبیلہ) کی پناہ حاصل کرنا چاہتے تھے اور اگر میں قید خانہ میں اتنا عرصہ رہتا جتنا عرصہ حضرت یوسف علیہ السلام رہے تو میں بلانے والے کے بلانے پر فوراً چلا جاتا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے، البتہ اس میں ”لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي“ والی آیت کو آگے تک بڑھایا گیا ہے۔

۲۹۱۔ وَحَدَّثَنِي بِهَذَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الطَّيْمِيِّ قَالَ كُنَّا جُزْئِيَةً عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَآبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَفِي حَدِيثِ مَالِكٍ وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ ثُمَّ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ حَتَّى جَاذَهَا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا بعض نقلی تفسیر کے ساتھ اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

۲۹۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ كَرِءَ آيَةَ مَالِكٍ بِإِسْنَادِهِ قَالَ ثُمَّ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ حَتَّى أَجْعَزَهَا۔

مردوں کو زندہ کر کے دکھانے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی ترجمہ | حدیث نمبر ۲۹۱ میں ہے اگر

ہم حضرت ابراہیم کی جگہ ہوتے تو ہم اس سوال کے ذریعہ اسے رب مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا شک کے زیادہ مستحق ہوتے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم کے جویہ سوال کیا تھا؟ اسے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ اس کی توجیہ میں علامہ کے مختلف اقوال ہیں، زیادہ عمدہ توجیہ علامہ ابو ابراہیم زنی صاحب شافعی کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شک کرنا محال ہے کیونکہ مردوں کے زندہ کیے جانے میں اگر انبیاء علیہم السلام کو شک ہو سکتا ہے تو ابراہیم علیہ السلام کی بہ نسبت میں شک کرنے کا زیادہ حقدار ہوں اور تم کو معلوم ہے کہ مجھے اس میں شک نہیں ہے تو جان لو ابراہیم علیہ السلام نے بھی شک نہیں کیا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر کیا تاکہ بعض فاسد فہموں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق شک کا قلم نہ ہو، باقی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قاضیاً اور اباً ترجیح دی ہے، یا آپ نے یہ کلام اس وقت فرمایا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ آپ تمام اولاد آدم کے سردار ہیں، صاحب القہر ہونے پر بیان کیا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو تم شک گمان کر رہے ہو، اگر وہ شک ہوتا تو ہم شک کرنے کے زیادہ لائق تھے، وہ شک نہیں ہے بلکہ وہ یقین میں زیادتی کی طلب ہے۔

درا یہ امر کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے یہ سوال کیوں کیا تھا اس کی حسب ذیل وجوہات ہیں:

- ۱۔ پہلے حضرت ابراہیم کو دلیل سے یہ معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ فرمائے گا اب انھوں نے اپنے اطمینان قلب کے لیے یہ چاہا کہ ان کو اس کا مشاہدہ کرا دیا جائے، کیونکہ دلیل سے جو علم حاصل ہوتا ہے، اس میں شبہات واقع ہو سکتے ہیں اور جس چیز کا معائنہ اور مشاہدہ ہو جاتے وہ پوری اور قطعی ہوتا ہے۔
- ۲۔ حضرت ابراہیم نے یہ چاہا کہ وہ یہ معلوم کر لیں کہ اللہ کی بارگاہ میں ان کا کیا مرتبہ ہے، آیا اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرما کر ان کو یہ مشاہدہ کرائے گا یا نہیں؟ اور اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا اولیٰ حسن اس کا معنی یہ ہے کہ کیا تم کو اس بات کی تصدیق نہیں ہے کہ میرے نزدیک تمہارا عظیم مرتبہ ہے اور میں نے تم کو اپنا خلیل بنایا ہے۔

- ۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سوال اپنے علم میں ترقی کے لیے کیا تھا تاکہ ان کو علم الیقین کے بعد علم الیقین کا مرتبہ حاصل ہو جائے، اسل بن عبد اللہ شری نے کہا حضرت ابراہیم نے یہ سوال کیا کہ ان پر موجودات کو کشف کر دیا جائے تاکہ ان کا اندر یقین اور زیادہ ہو۔

- ۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشرکین کے سامنے اللہ تعالیٰ کے مردوں کو زندہ کرنے پر دلیل قائم کی تھی اس لیے انھوں نے چاہا کہ وہ اس معاملہ کا خود مشاہدہ اور معائنہ کر لیں۔

۵۔ امام ابو الحسن واحدی نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوال کر لے کے سبب میں اختلاف ہے اکثر علامہ نے یہ کہا ہے کہ حضرت ابراہیم نے ساحل سمندر پر ایک مردہ دیکھا جس کو درندے پزندے اور سمندری جانور کھا رہے تھے، تو حضرت ابراہیم یہ سوچنے لگے کہ مردے کے یہ متفرق اجزاء جو مختلف

جانوروں کے۔۔۔ پیٹوں میں جا کر مضہم ہو گئے، ان کو اللہ تعالیٰ کیسے اکٹھا کرے گا، پھر ان کو اس کا شوق دامن گیر ہوا کہ وہ دیکھیں اللہ تعالیٰ کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے، انھیں اس میں شک نہیں تھا لیکن انھوں نے اس کے مشاہدہ کو محبوب جاننا، جیسے ہمیں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جنت پر ایمان ہے، اس کے باوجود ہم اللہ تعالیٰ کے دیدار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور جنت کے مشاہدہ کو محبوب رکھتے ہیں اور ان کے دیدار اور زیارت کی دعائیں کرتے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کے مضبوط ستون کی پناہ چاہنے کی توجیہ | نیز اس حدیث میں ہے:
اللہ تعالیٰ حضرت لوط پر رحم فرمائے وہ ایک مضبوط ستون (قبیلہ) کی پناہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے مہانوں کے متعلق خوف ہوا اور ان کا حمایتی قبیلہ نہیں تھا جو ان کو ظالموں سے چھڑا لیتا، اس لیے ان کو اپنے مہانوں کے متعلق سخت غم اور فکر لاحق ہوا، جب ان پر اس پریشانی کا غلبہ ہوا تو انھوں نے کہا کاش ان میں خود اتنی طاقت ہوتی یا ان کا کوئی حمایتی قبیلہ ہوتا جو ان کے مہانوں کو قوم کے ان غنڈوں سے محفوظ رکھتا، اس جملہ سے حضرت لوط کا مقصد اپنے مہانوں سے معذرت کرنا تھا کہ وہ اگر ان سے اس بڑائی اور مصیبت کو دور کر سکتے تو ضرور کرتے اور انھوں نے اپنے مہانوں کی تکلیف میں اور ان سے اس مصیبت کو دور کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی، حضرت لوط علیہ السلام کا یہ قول اللہ تعالیٰ کی مدد پر اعتماد کرنے سے اعراض نہیں تھا، بلکہ ان کا یہ قول مہانوں سے معذرت کے لیے تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت ان کی حمایت کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنے کی دعا کرنا بھول گئے ہوں اور مہانوں کے سامنے اپنے دلی رنج و الم کا اظہار کیا ہو۔

قید خانہ سے رہائی کا موقع ملنے کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام کے نہ جانے کی توجیہ

اور اس حدیث کے آخر میں ہے: اگر میں اتنا عرصہ قید خانہ میں رہتا جتنا عرصہ حضرت یوسف رہے تو جانے والے کی دعوت پر فوراً چلا جاتا۔
علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت یوسف کی تعریف ہے اور ان کے صبر کا بیان ہے اور بلانے والے سے مراد بادشاہ کا قاصد ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے جب بادشاہ کا قاصد آیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا واپس جاؤ اور معام کروان عورتوں کا کیا حال ہے جنھوں نے مجھ پر تہمت لگائی تھی، تو اس لمبی قید میں رہنے کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام رہائی کا موقع ملتے ہی قید خانہ سے باہر نہیں آئے، بلکہ وہیں ثابت قدم رہے اور اپنے

قید کیے جانے کے سبب کے متعلق بادشاہ سے دریافت کیا تاکہ بادشاہ اور لوگوں پر ان کی پاکدامنی ظاہر ہو جائے، اور جب بادشاہ سے ملاقات ہو تو انہیں اس جیسے کام پر تشریف مندی نہ ہو جس کی نسبت غلط طور پر ان کی طرف کراہی تھی، اس حدیث میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت ان کے راستے اور منظر کا حسن ان کا ضبط نفس اور کمال صبر بیان کیا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متکلیف جو فرمایا کہ اگر ہم اتنی مدت قید میں رہتے تو ہم بلائے پر فوراً چلے جاتے تو یہ آپ نے تواضعاً فرمایا۔
اس حدیث کی ایک تقریر تو وہ ہے جو علامہ نووی نے بیان کی ہے اور دوسری تقریر یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے بھی چلے جانا ہی اولیٰ اور رائج تھا کیونکہ ابتداء اور مصیبت کو دعوت دینا یا اس کو قائم رکھنا مناسب نہیں ہے، نیز انبیاء علیہم السلام قید خانہ سے باہر رہ کر جس آزادی کے ساتھ تبلیغ اور مدد گیمہ فرائض انجام دے سکتے ہیں وہ قید خانہ میں انجام نہیں دے سکتے، یہی حکم علماء کے لیے ہے اس لیے کسی سیاسی یا دینی تحریک میں علماء یا عام مسلمانوں کا حود کو گرفتاری کے لیے پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی رسالت کے علوم پر ایمان لانے کا وجوہ
اور آپ کی ملت سے تمام ملتوں کے منسوخ
ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو اس
قدر معجزات دیے گئے ہیں جن کو دیکھ کر انسان
ایمان لائے، اور یہ صرف میری خصوصیت ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا کلام بطور معجزہ عطا فرمایا اور
مجھے نوح ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکار
سب سے زیادہ ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات
کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے اس امت میں
کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو میری نبوت کی خبر سنے

بَابُ وَجُوبِ الْإِيمَانِ بِرِسَالَةِ نَبِيِّنَا
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَمِيعِ
النَّاسِ وَتَسْخِيرِ الْكُلِّ
بِمِلَّتِهِ

۲۹۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ
عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ أَلَكِيَاءَ
مِنْ نَبِيِّ إِلَّا قَدْ أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُ مَا أُعْطِيَ
عَلَيْهِ الْبَقَرَةُ فَإِنَّمَا كَانَ الْإِنْسَانُ أَوْ حَيًّا أَوْ حَيًّا أَوْ حَيًّا
إِنَّمَا كَانَ مِثْلُ مَا أُعْطِيَ الْبَقَرَةُ فَإِنَّمَا كَانَ مِثْلُ مَا أُعْطِيَ الْبَقَرَةُ -

۲۹۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ
عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ أَلَكِيَاءَ
مِنْ نَبِيِّ إِلَّا قَدْ أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُ مَا أُعْطِيَ
عَلَيْهِ الْبَقَرَةُ فَإِنَّمَا كَانَ الْإِنْسَانُ أَوْ حَيًّا أَوْ حَيًّا أَوْ حَيًّا
إِنَّمَا كَانَ مِثْلُ مَا أُعْطِيَ الْبَقَرَةُ فَإِنَّمَا كَانَ مِثْلُ مَا أُعْطِيَ الْبَقَرَةُ -

يَسْمَعُ فِي أَحَدٍ مِّنْ هَذِهِ الْأُمَمَةِ يَهُودِيٍّ وَكَافَرٍ
تَضَرَّأَيْتُمْ يَمُوتُ وَتَحْرِيُومِيْنَ يَأْتِيْهِ
أُرْسِلَتْ بِهِ إِلَّا كَانَتْ مِنْ أَصْحَابِ الْمَنَامِ -

خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی پھر وہ شخص مر جائے اور
ہاں کہ وہ میرے لائے ہوئے دین پر ایمان نہ لایا
ہو تو وہ شخص جہنم کے سوا اور کسی شے کا صاحب نہیں
ہوگا۔

۲۹۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ
صَالِحِ بْنِ صَالِحٍ الْهَمْدِيِّ قَالَ رَأَيْتُ
رَجُلًا مِّنْ أَهْلِ خُرَّاسَانَ سَأَلَ أَنَّهُ يُحْبِبُ فَقَالَ
يَا أَبَا عَنِيٍّ وَرَأَيْتَ قَبْلَنَا مِنْ أَهْلِ خُرَّاسَانَ يَقُولُونَ
فِي الرَّجُلِ إِذَا أَلْعَنَ أُمَّهُ شَرٌّ كَقَوْلِهِمْ مَسُو
كَأَلْوَالِيبِ بَدَنَتْهُ فَقَالَ الشَّعْبِيُّ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ
بْنُ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَدَانَا يُؤْخَرُونَ أَجْرَهُمْ
مَدَّتَيْنِ وَجُلٌّ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أَمَّا بَنِي إِسْرَءِيلَ
أَذَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَامَتِ
بِهِمُ وَابْتَحَهُ وَصَدَّقَهُ فَكَهْ أَجْدَانِ وَغَبَّ
فَمَلُوكٌ أَدْنَى حَقِّ اللَّهِ عَلَيْهِمْ وَنَحْنُ سَيِّدُهُ فَكَهْ
أَجْدَانِ وَجُلٌّ كَانَتْ لَهُمْ أَوْفَى فَقَدْ هَاقَ حَسَنُ
غِنَاهَا أَهْلًا ثُمَّ أَدْبَهَا فَاحْتَمَلَتْ أَدْبَهَا مَا سَقَطَهَا
وَكَزَّوَجَهَا فَكَهْ أَجْدَابِ ثُمَّ قَالَ الشَّعْبِيُّ لَعَنَ سَائِرَ
خُدَّ هَذَا الْعَدِيَّتِ حَبِيرِ شَيْءٍ فَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ
يُزَحَلُ فِي مَادُونِ هَذَا إِلَى الْقَدِيمَةِ -

شعبی بیان کرتے ہیں کہ ایک خراسانی سے
میری ملاقات ہوئی اس نے مجھ سے کہا اے
ملاقہ کے لوگ کہتے ہیں جو شخص بامدی کو آزاد کر کے
اس سے نکاح کرے یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی
شخص ترابی کے جانور پر سواری کرے، شعبی نے کہا
مجھ کو اب جبرہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ
عنه سے روایت کر کے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں کو دوسرا اجر ملے گا
ایک وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو پہلے اپنے
نبی پر ایمان لایا ہو، پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کا زمانہ پایا ہو اور آپ کی تصدیق بھی کی ہو اور
ایمان لا کر آپ کی اطاعت بھی کی ہو، اس کو دوسرا اجر
ملے گا، دوسرا وہ شخص جو غلام ہو اللہ تعالیٰ کی عبادت
بھی کرتا ہو اور اپنے مالک کی بھی خدمت کرتا ہو،
اس کو بھی دوسرا اجر ملے گا۔ تیسرا وہ شخص ہے جس کی
کوئی بامدی ہو وہ اس کو اچھا کھلائے پلائے اور اس
کو اچھی طرح آداب سکھائے پھر اس کو آزاد کر کے اس
سے شادی کرے تو اس کو بھی دوسرا اجر ملے گا، پھر
شعبی نے کہا جاؤ اس حدیث کو بغیر کسی عوض کے نے
جاؤ، ورنہ پہلے لوگ اس قسم کی حدیث کے حصول کے
لیے یہاں سے مدینہ تک کا سفر کیا کرتے تھے۔
امام مسلم نے در اور سندیں بیان کر کے فرمایا
کہ ان سندوں کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح بیان
کی گئی ہے۔

۲۹۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا
سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا ابْنُ
حَدَّثَنَا قُسَيْبَةُ كُلُّهُمْ عَنْ صَالِحِ بْنِ صَالِحٍ بِهَذَا

الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

معجزہ کی تعریف اور خرق عادت کے اقسام | حدیث نمبر ۲۹۳ میں ہے، ہر نبی کو اسنے معجزات دیے گئے ہیں جنہیں دیکھ کر ایک انسان اس نبی پر ایمان لاسکے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کے لیے معجزہ ضروری ہے تاکہ اس معجزہ کی وجہ سے نبی لوگوں کے سامنے اپنی حجت قائم کرسکے۔ نیز اگر نبی کے لیے معجزہ ضروری نہ ہوتا تو سچے نبی اور جھوٹے میں امتیاز کا کوئی معیار اور کوئی کسوٹی نہیں ہوتی۔

معجزہ کی تعریف میں علامہ تقی نازانی لکھتے ہیں :

هو امر يظهري بخلاف العادة على يد مدعي النبوة عند اتحادي المنكرين على وجه يعجز المنكرين عن الاتيان بمثله۔
معجزہ وہ کام ہے جو عادت کے خلاف ہو یہ اس شخص کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے جو نبوت کا مدعی ہو جب وہ منکرین کو اس کام کی مثل لانے کا چیلنج کرے اور وہ اس کی مثل لانے سے عاجز رہیں۔

کسی شخص سے ایسا فعل ظاہر ہو جو عادت عام لوگوں کی قدرت اور اختیار میں نہ ہو اس کو اصطلاح میں خرق عادت کہتے ہیں اس کی چھ قسمیں ہیں :

- ۱۔ نبوت کے اظہار سے پہلے نبی سے خرق کا ظہور ہو تو اس کو اہل اس کہتے ہیں۔
- ۲۔ نبوت کے اظہار کے بعد نبی سے خرق عادت کا ظہور ہو جو اس کی نبوت کو ثابت کرے اس کو معجزہ کہتے ہیں۔
- ۳۔ اللہ کے ولی سے خرق عادت کا ظہور ہو تو اس کو کرامت کہتے ہیں۔
- ۴۔ عام مسلمان سے اتفاقاً کسی خرق عادت کا ظہور ہو تو اس کو معونت کہتے ہیں۔
- ۵۔ کفار سے کسی ریاضت کے سبب خرق عادت کا ظہور ہو تو اس کو استدراج کہتے ہیں۔
- ۶۔ جھوٹے نبی سے خرق عادت کا ظہور ہو جو اس کے دعوی نبوت کے خلاف ہو اور اس کی تکذیب کرے اس کو اہانت کہتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر نبی کے لیے معجزہ ضروری ہوتا ہے، جھوٹے نبی کو اللہ تعالیٰ کوئی معجزہ نہیں عطا فرماتا بلکہ اہانت کر کے اس کی جھوٹی نبوت کا بھرم کھول دیتا ہے جیسے غلام احمد قادیانی نے متعدد پیشین گوئیاں کیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا کر دیا۔

اس حدیث میں ہے : یہ صرف میری خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا کلام عطا فرمایا اور مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار سب سے زیادہ ہونے کی حسب ذیل وجوہات ہیں :

- ۱۔ آپ کا معجزہ تمام انبیاء کے معجزات میں سب سے زیادہ عظیم ہے اور وہ معجزہ قرآن کریم ہے اور اس جیسا معجزہ انبیاء سابقین میں سے کسی کو نہیں دیا گیا اس لیے آپ کے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے۔

- ۲۔ قرآن مجید کے اعظم معجزات، ہونے کی یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید کا دعویٰ ہے اس کی مثل کوئی نہیں لا سکتا: (فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ (بقرہ: ۲۳۱) اور دن بردن علوم کی ترقی اور مخالفین کی کثرت کے باوجود آج تک اس کی مثل کوئی نہیں لا سکا۔
- ۳۔ قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ اس میں سے کوئی آیت کم نہیں ہو سکتی (إِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (حجرہ: ۹) اور آج تک کوئی ثابت نہیں کر سکا کہ قرآن مجید سے کوئی آیت کم ہو گئی ہو۔
- ۴۔ قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ اس میں کوئی شخص غیر قرآن کو داخل نہیں کر سکتا اور کسی آیت میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتا: (لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ وَلَهُ الْمَجْدُ الْكَبِيرُ (۲۲۵) اور آج تک کوئی ثابت نہیں کر سکا کہ قرآن مجید میں فلاں آیت یا فلاں لفظ کو برعکس دیا گیا ہو پہلے نہیں تھا۔
- ۵۔ قرآن مجید کی چھ ہزار سے زیادہ آیات ہیں اور ہر آیت تین طرح معجزہ ہے اس کی مثل نہیں، اس میں کمی نہیں ہو سکتی، اس میں اضافہ نہیں ہو سکتا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ قرآن کریم اٹھارہ ہزار سے زیادہ معجزات پر مشتمل ہے، اور اتنے معجزات کسی نبی کے نہیں ہیں۔
- ۶۔ باقی انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں منکین جادو سے شبہ پیدا کر سکتے تھے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے مقابلہ میں جادو گروں نے اپنی لائیٹوں اور سیڑیوں کو نظر بند کر کے سانپ بنا دیا لیکن قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اور دیگر وجوہ اعجاز کا کوئی معارضہ کرنے کی جرات نہیں کر سکا۔
- ۷۔ باقی انبیاء علیہم السلام کے معجزات ان کی وفات کے بعد باقی نہیں رہے۔ اور آپ کا معجزہ قرآن کریم قیامت تک باقی رہے گا، ان کے معجزات کو صرف ان کے زمانے کے لوگوں نے دیکھا اور آپ کے معجزہ قرآن کریم کو قیامت تک لوگ دیکھتے رہیں گے۔
- ۸۔ قرآن مجید میں فصاحت و بلاغت کے علاوہ جن پریش گریوں کا ذکر کیا گیا ہے لوگ ہر زمانہ میں ان کے پورے ہونے کا مشاہدہ کرتے رہے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید نے فرعون کے متعلق کہا: (يَوْمَ نَنْجِيكَ بَعْدَ نَكَرِكَ لَنْتَكُونَ مِنْ خَلْقٍ آيَةٌ۔ تاکہ تو اپنے بددلوں کے لیے عبرت کا نشان ہو۔ (یوسف: ۹۲)
- اور آج تک فرعون کا جسم اسی طرح باقی اور محفوظ ہے۔
- اسی طرح قرآن مجید نے جو غیب کی خبریں بیان کیں وہ ہر زمانہ میں صادق رہیں اور قرآن مجید نے جو سائنسی حقائق بیان کیے وہ ہر زمانہ میں علمی تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں ثابت ہوتے رہے اور قرآن مجید کی صداقت آشکارا ہوئی رہی، مثلاً قرآن مجید نے سورج، چاند اور دیگر سیاروں کی گردش کو بیان کیا اور سائنسی تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو گئی اور قرآن مجید نے کہا: (يَخْلُقُكَ فِي بَطْنٍ مِمَّنْ خَلَقَ مِنْ بَعْدِ خَلْقِ فِي ظِلْمٍ ثَلَاثَ۔ وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں ایک پیدا کے بعد دوسری چھبائش کے ساتھ تین اندھیروں میں

(۶۱۰)

تخلیق کرتا ہے۔

اور جدید میڈیکل سائنس سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ رحم کے تین پردوں میں انسان کی پیدائش ہوتی ہے۔ جن زیادہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ میرے متبعین سب سے زیادہ ہوں گے اس وقت آپ کے پیروکار قتل تھے۔ لیکن بعد میں دن بدن بہ کثرت فتوحات ہونے لگیں اور اسلام کا دائرہ وسیع ہوتا گیا حتیٰ کہ اب آپ کے پیروکار سب سے زیادہ ہیں، یہ شبہ نہ ہو کہ دنیا میں عیسائی سب سے زیادہ ہیں کیونکہ یہ حضرت عیسیٰ کے صحیح پیروکار نہیں ہیں۔

ایک حدیث کے معنی کی نحوئی ترکیب کے اعتبار سے وضاحت | حدیث نمبر ۲۹۴ کی عبارت مطلق ہے اور ظاہری عبارت سے

اس کا معنی اس طرح ہوگا۔

اس امت سے جو شخص میرے دعویٰ نبوت کو نہیں سنے گا خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی پھر وہ مر جائے اور اس دین پر ایمان نہ لائے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے مگر وہ شخص اصحابِ نار سے ہوگا۔ اور ظاہری معنی پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جس شخص نے آپ کے دعویٰ نبوت کو نہیں سنا اور وہ آپ پر ایمان نہیں لایا اس کا کیا قصور ہے اور وہ کیوں جہنمی ہوگا؟

ملاحظہ فرمائی کہ حدیث کی اس عبارت کو حل کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

لا یسمع میں لا یسیر کے معنی میں ہے اور ثم میصوت کا عطف لیسمع (ثبت) پر ہے اور ثم یوہن کا عطف یصوت پر ہے اور لیسمع سے پہلے جولا معنی لیس ہے اس کی نفی کا تعلق پورے جملہ کے ساتھ ہے اور اس ترکیب کے اعتبار سے اس حدیث کا معنی یہ ہوگا۔

کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو میری رسالت (کی خبر) سنے پھر وہ مر جائے دریاں حالیکہ وہ میرے لائے دین پر ایمان نہ لایا ہو خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی تو وہ شخص جہنم کے سوا اور کسی شے کا صاحب نہیں ہوگا۔ لے اور اس حدیث کا حاصل معنی یہ ہے:

اس امت میں سے جو شخص بھی خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی میرے دعویٰ نبوت کو سننے کے بعد میرے لائے دین پر ایمان نہ لائے پھر مر جائے تو وہ شخص جہنمی ہوگا۔

علم حدیث کے حصول کے لیے دور دراز کا سفر اختیار کرنا | حدیث نمبر ۲۹۵ میں ہے: تین شخصوں کو دگنا اجر ملے گا، ایک وہ شخص جو اپنے

کتاب میں تھا، پہلے اپنے نبی پر ایمان لایا پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ پر ایمان لایا، دوسرا وہ شخص جو غلام ہے وہ اپنے آقا کی خدمت بھی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتا ہے، تیسرا وہ شخص جس نے اپنی باندی کو اچھی طرح تعلیم دی اور پھر اس سے نکاح کر لیا۔

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان اہل کتاب کی فضیلت ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، اور یہ کہ ان کو دواجر ملیں گے، ایک اس بات پر کہ وہ اپنے نبی کی شریعت منسوخ ہونے سے پہلے اس پر ایمان لائے اور دوسرا اس لیے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

اور اس حدیث میں اس غلام کی فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرتا ہو اور اپنے مالک کے حقوق بھی ادا کرتا ہو، اور اس میں اس شخص کی فضیلت ہے جس نے ہمدی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا اور یہ صدقہ کر کے اس میں رجوع کرنا نہیں ہے بلکہ یہ ایک احسان کرنے کے بعد دوسرا احسان ہے۔

شعبی نے کہا ہم نے یہ حدیث کسی معارضہ کے بغیر تم کو دے دی ہے ورنہ اس سے کم عبارت کی حدیث کے لیے لوگ مدینہ تک کا سفر کرتے تھے، اس حدیث میں عالم کے لیے اس قسم کے قول کہنے کا جواز ہے تاکہ سامع کو حدیث کے حفظ اور ضبط پر براہیگتہ کیا جائے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سلف صالحین ایک حدیث کے حصول اور ایک مسئلہ کے علم کے لیے دوسرے دراز کے شہروں کا سفر کرتے تھے۔ لہ

اہل کتاب کو دگنا اجر ملنے کی تحقیق | اس حدیث کے پہلے جز میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اہل کتاب میں سے جو شخص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے گا اس کو دگنا اجر ملے گا۔

اس حدیث پر یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ دگنا اجر ملنے میں ان لوگوں کی کیا خصوصیت ہے جبکہ عام مسلمانوں کو ایک نیکی پر دس گنا اجر ملتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جن چیزوں پر عام مسلمانوں کو دس گنا اجر ملے گا ان عبادتوں پر ان لوگوں کو بیس گنا اجر ملے گا اسی طرح اجر و ثواب کے ہر شعبہ میں ان کا اجر و ثواب دگنا ہو گا۔ اہل علم کا اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ اہل کتاب کے مسلمان ہونے سے جو دگنا اجر ملتا ہے یہ حکم قیامت تک کے لیے عام ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ خاص تھا صحیح بات یہ ہے کہ یہ حکم عام نہیں کیونکہ قرآن کریم میں ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا هُمُ الْكَتَّابُ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ۝ وَإِذَا بَلَغَ الْإِيمَانُ أَهْلَ الْحَقِّ مِنْ رَبَّنَا أَكُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ۝ وَإِلَيْكَ يُدْعَوْنَ أَجْرُهُمْ مَرَّتَيْنِ ۝

(قصص: ۵۵-۵۳)

جن لوگوں کو ہم نے نزولِ قرآن سے پہلے کتاب دی وہ قرآن پر بھی ایمان لائے ہیں اور جب ان پر اس قرآن کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں یہ آیات حق ہیں جو ہمارے رب نے نازل کی ہیں ہم اس سے پہلے ہی ان کو مانتے تھے یہ وہ لوگ ہیں جن کو دگنا اجر دیا جائے گا۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ دگنے اجر کی نوبت ان اہل کتاب کے لیے ہے جو ظہور اسلام سے پہلے اسلام کے منتظر تھے اور ظاہر ہے یہ لوگ زمانہ رسالت میں ہی مقبور ہو سکتے ہیں۔

خواتین کو تعلیم دینا امام مسلم نے یہ روایت شعبی کی سند کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، اور اس میں یہ ہے کہ جس شخص نے باندی کو اچھی طرح کھلایا اور ادب سکھایا۔

الحديث اور امام بخاری نے بھی یہ حدیث حضرت ابو موسیٰ سے روایت کی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں: فادبها فاحسن تا ديبها وعلّمها فاحسن (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰) اور اس کو اچھی طرح تعلیم دی۔

اس حدیث میں خواتین کو علم سکھانے پر دلیل ہے، شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ہم نے خواتین کو کھانا پڑھنا سکھانے پر بہت تفصیل سے دلائل دیے ہیں اور مانعین کے تمام شکوک و شبہات دور کیے ہیں۔

حضرت عیسیٰ بن مریم کے نازل ہونے اور شریعت محمدی کے مطابق احکام جاری کرنے کا بیان

بَابُ بَيَانِ نَزُولِ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ
حَاكِمًا بِشَرِيعَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے عنقریب تم میں عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول ہوگا جو عدل و انصاف سے حکم جاری کریں گے، جلیب ٹوڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، حزیق مرقوم کریں گے اور اس قدر مال و دولت بہائیں گے کہ کوئی لینے والا نہیں ملے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے، عدل اور انصاف سے حکم جاری کریں گے، اس وقت ایک سجدہ کرنا دنیا اور مافینہا سے بہتر ہوگا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی تائید میں یہ آیت پڑھی (ترجمہ:) اہل کتاب میں سے ہر شخص حضرت عیسیٰ کی وفات سے پہلے ان کی تصدیق کرے گا۔

۲۹۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ
وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ
شِهَابٍ عَنْ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ سَمَةَ أَبَا هُرَيْرَةَ
يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَ
سَلَامُهُ الَّذِي تَفْسِي بِهٖ ۖ كَيْفَ تَشْكُرُونَ أَنْ يَنْزِلَ
فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالشَّكْرُ حَكْمًا
مُقْسِطًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ الْخِزْيَانَةَ
يَقْتُلُ الْخِزْيَانَةَ وَيُقْرِضُ النَّاسَ حَتَّى لَا يَقْبَلَ أَحَدٌ
۲۹۸- وَحَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلِيُّ بْنُ حَمَادٍ وَأَبُو
بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا سَمِعْنَا
بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ وَحْدَةَ دَنِينَ حَرَمَ مَكَّةَ بَنِي يَحْيَى أَخْبَرَنَا
ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ

عَنْ وَحْدَةَ مَنَا حَسَنُ بْنُ الْحَلَوَانِيِّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ
عَنْ يَحْيَى بْنِ إِسْرَاهِيلَ عَنْ سَعْدِ بْنِ حَدَّادٍ عَنْ ابْنِ
صَالِحٍ كُلُّهُمْ عَنْ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي

رَوَايَتُهُنَّ عَيْنُهُ إِمَّا مَا مُشْطَا وَحَكْمًا عَدْلًا وَفِي
رِغَابِهِ يَوْمُ حَكْمًا عَدْلًا وَكَفَرِيذُ كُرَامًا مَا مُشْطَا
كَمَا قَالَ الْكَيْتُ وَفِي حَدِيثِهِمْ مِنَ الزَّيَادَةِ وَحَقِّ
تَكُونُ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ كَأَحَدٍ مِنَ الدُّنْيَا
وَمَا فِيهَا ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ أَهْلُ الدُّنْيَا
يَسْتَفْتُونَ دِلَالًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيْسَ مِنْهُمْ
يَوْمَ قَبْلِ مَوْتِهِ الْآيَةُ -

۲۹۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَاكِبْتُ عَنْ
سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ مَيْمَنَةَ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ وَاللَّهُ لَيَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا
فَلْيَكْسِرَنَّ الْقَلِيلَ وَيَكْفُتَنَّ الْغَنِيْرَ وَيَقْضِيَ
الْجُذَيْمَةَ وَلَتُتَوَكَّنَ الْعِلَاصُ فَلَا يُسْعَى عَلَيْهَا
وَلَتُنْهَبَنَّ الشُّحُنَاءُ وَالشَّبَاعُ عَصُ وَالْحَاسِدُ
وَلَيَذْعَبَنَّ إِلَى الْمَالِ فَلَا يَقْبَلُهُ أَحَدٌ -

۳۰۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ حَزْمَةَ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ
وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ أَبِي شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي
نَافِعُ بْنُ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا أَنْزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فَنِيَكُمْ قَدَامَكُمْ
مِنْكُمْ -

۳۰۱ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ
أَبْنِ إِسْرَافِيلَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شِهَابٍ عَنْ عَتِيقِ
قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعُ بْنُ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ
أَنَّ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا أَنْزَلَ ابْنُ
مَرْيَمَ فَنِيَكُمْ قَدَامَكُمْ -

۳۰۲ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم بخدا عیسیٰ
بن مریم علیہ السلام کا نزول ہوگا جو عدل اور انصاف
سے حکم جاری کریں گے، صلیب ٹوڑ ڈالیں گے، خنزیر
کو قتل کریں گے، اور جزیہ منقون کر دیں گے، اونٹوں کو
کھلا چھوڑ دیا جائے گا اور ان سے کوئی شخص کام نہیں
لے گا، لوگوں کے دلوں سے کینہ، نفرت اور حسد نکل
جائے گا، انھیں مال لینے کے لیے بلا یا جائے گا اور
کوئی مال لینے نہیں آئے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہاری
کیا شان ہوگی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور
امام تم میں سے کوئی شخص ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہاری کیا
شان ہوگی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو کر تمہاری امت
فرمائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا أَبُو أَبِي ذَنْبٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ
عَنْ تَارِفِ بْنِ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ
أَمْتُكُمْ إِذَا تَوَلَّى فِيكُمْ أَبُو مُزَيْبٍ فَأَمَّا مَكَّةُ فَمِنْكُمْ
فَقُلْتُ لَا بَيْنَ أَبِي ذَنْبٍ إِلَّا وَزَاعِي حَدَّثَنَا عَنْ
الذَّهْرِيِّ عَنْ تَارِفِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ مَا مَكَّةُ
مِنْكُمْ فَأَنَّ ابْنَ أَبِي ذَنْبٍ هَكَذَا تَدْرِي مَا أَمَّا مَكَّةُ
مِنْكُمْ قُلْتُ تُخْبِرُنِي قَالَ فَأَمَّا مَكَّةُ بِكِتَابِ رَبِّكُمْ
عَنْ وَجَلَّ وَسُئِلَ كَيْفَ كُفُّوا اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
۳۰۳ - حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ شِهَابٍ عَنْ شُعْبَةَ بْنِ
عَبْدِ اللَّهِ وَحَجَّاجِ بْنِ الشَّاعِرِ قَالُوا حَدَّثَنَا حُجَّاجُ بْنُ
وَهَّابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي
أَبُو الزَّيْبِ بَرَاءَةُ سَمِعَ جَابِلَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ
سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يَقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ
ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ فَيُنْزَلُ عِيسَى
ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقُولُ آمِنُواهُمْ فَعَلَّاهُمْ صِلَ لَنَا
فَيَقُولُ لَأَنْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ أَمْرٌ تَكُونُ
اللَّهُ هَذِهِ الْأُمَّةُ -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہاری کیا
شان ہوگی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اللہ
تمہارا ایک فرد ہو کہ امامت فرمائیں گے۔ ابن ابی ذنب نے
اس کی تشریح میں یہ کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمہارے سب
کے کتاب اور تمہارے نبی کی سنت کے مطابق امامت
فرمائیں گے

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ
حق کے لیے لڑتا رہے گا اور قیامت تک حق پر قائم
رہے گا اور ثابت رہے گا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام تشریف لے آئیں گے، مسلمانوں کا امیر حضرت
عیسیٰ علیہ السلام سے کہے گا آئیے نازل پر چلیے حضرت
عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے نہیں تمہیں میں سے بعض، بعض کی
امامت کریں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول اس امت کی فضیلت ظاہر
کرنے کے لیے ہوگا۔

حدیث نمبر ۲۹۷ میں ہے مقترب تم میں عیسیٰ بن مریم کا نزول

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر دلیل

ہوگا، ملحد وہ جو یہ موقوف کریں گے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ واضح دلیل ہے :
وَأَن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ
مَوْتِهِ - (نساء : ۱۵۹)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور جو نگاہ از رو سے قرآن تمام اہل کتاب یعنی
تمام یہود و نصاریٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ان پر ایمان لا نا ضروری ہے۔ اور ابھی یہودی حضرت عیسیٰ علیہ
السلام پر ایمان نہیں لائے نہ عیسائیوں کا ان پر صحیح ایمان ہے اس لیے ضروری ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف
لائیں اور تمام یہود و نصاریٰ ان پر ایمان لا کر مسلمان ہو جائیں۔

بہتر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جزیہ موقوف کرنے سے پہلے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اگر دین اسلام کے بعض

احکام کو منسوخ کر دیں گے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جزیرہ کی مدت نزولِ مسیح تک بیان فرمائی ہے اس لیے جزیرہ کے ناسخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کے بعد جب تمام کفار اور مشرکین مسلمان ہو جائیں گے تو جزیرہ عامۃً نہ بنے گی کی کوئی وجہ نہیں ہوگی۔

بَابُ بَيَانِ الزَّمَنِ الَّذِي لَا يُقْبَلُ فِيهِ إِلَّا يَمَانُ

اس زمانہ کا بیان جس میں ایمان نہیں قبول کیا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو اس وقت تک حیا مت قائم نہیں ہوگی اور جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو وہ تمام لوگ ایمان لے آئیں گے جو اس سے پہلے ایمان نہیں لائے تھے لیکن اس دن کسی شخص کے لیے اس کا ایمان لانا سود مند نہیں ہوگا جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا، یا جس نے ایمان لا کر کوئی نیکی نہیں کی تھی۔

امام سلمہ نے چار اور سندیں بیان کر کے فرمایا
ان سندوں میں یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

٢٠٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كُرَيْبٍ وَفُتَيْبَةُ بْنُ
سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوا إِنَّا سَمِعُوكَ يُعْتَوْنَ ابْنَ
جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِيهِ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقْرَأُ السَّاعَةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ
مِنْ مَغْرِبِهَا فَإِذَا أَطْلَعَتِ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا
أَمَّنَ النَّاسُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ كَيْفَ مَيِّدًا يَنْعَمُ نَفْسًا إِيَّاهَا لَمْ
تَكُنْ أَمْنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيْمَانِهَا خَيْرًا

٢٠٥ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ
وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا ثنا ابْنُ فَضَالٍ حَدَّثَنَا وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ
ابْنِ حَرْبٍ قَالَ نَاجِيوِيَّةٌ وَكَأَنَّمَا عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقُعْقَاعِ
عَنْ أَبِي ذُرَّةٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَاجِيوِيَّةٌ
بْنُ عَلِيٍّ عَنْ مَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كُثَيْبٍ عَنْ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ ثنا
عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ نَاجِيوِيَّةٌ عَنْ هَنَاءِ بْنِ مَيْمَنَةَ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَشُدُّ
حَدِيثُ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ -

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب
تین چیزوں کا نظور ہو جائے گا تو پھر کسی شخص کے لیے
اس کا ایمان لانا فائدہ مند نہیں ہوگا، جو اس سے پہلے ایمان

٣٠٦ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَرُحَيْلُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَحَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ رُهَيْلٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُونُسَ الْأَزْهَرِيُّ جَمِيعًا

نہیں لایا تھا یا جس نے ایمان لا کر کوئی نیکی نہیں کی تھی وہ
تین چیزیں یہ ہیں) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا،
وہاں کا خروج اور واپس الارض کا ظاہر ہونا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک
دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں معلوم
ہے کہ سورج کہاں جاتا ہے، صحابہ نے عرض کیا اللہ
تعالیٰ اور اس کے رسول کو خوب علم ہے آپ نے فرمایا
کہ سورج چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ اپنے
مستقر پر پہنچ کر عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے پھر
اسی حالت میں اس وقت تک رہتا ہے یہاں تک
کہ اس سے کہا جاتا ہے بلند ہو اور جہاں سے اُسے
ہو وہیں چلے جاؤ، چنانچہ وہ لوٹ کر اپنے نکلنے کی
جگہ سے طلوع ہوتا ہے اور پھر چلتا رہتا ہے یہاں
تک کہ اپنے مستقر پر پہنچ کر عرش کے نیچے سجدہ
کرتا ہے، پھر اسی حالت میں اس وقت تک رہتا
ہے یہاں تک کہ اس سے کہا جاتا ہے بلند ہو اور
جہاں سے اُسے ہو وہیں لوٹ جاؤ، چنانچہ وہ لوٹ
کر اپنے نکلنے کی جگہ سے طلوع ہوتا ہے یہ معمول پر
جاری رہے گا اور لوگ اس میں کچھ فرق محسوس نہیں کریں گے،
یہاں تک کہ ایک دن جب سورج عرش کے نیچے سجدہ
کرے گا تو اس سے کہا جائے گا بلند ہو اور اپنے
مغرب سے طلوع ہو پھر سورج کو سورج کا مغرب سے طلوع
ہوگا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم
جانتے ہو کہ وہ کون سا دن ہوگا جس دن کسی ایسے
شخص کا ایمان قبول نہیں ہوگا جو اس سے پہلے مسلمان

عَنْ قُصَيْبِ بْنِ عَزْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يُخْبِرُ
مُعَاذَ بْنَ أَنَسٍ وَكَانَ يَقُولُ قَالَ أَمَا ابْنُ قُصَيْبٍ عَنْ
أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ إِذَا خَرَجَ
لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ أَمَنَتْ مِنْ
قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيْمَانِهَا خَيْرًا طَلُوعُ الشَّمْسِ
مِنْ مَغْرِبِهَا وَالْعَدْوَالُ وَالْأَجْبَةُ الْأَرْضِ.

۳۷۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ أَبِي
جَبْرِ عَنْ ابْنِ عُثَيْمٍ قَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ ابْنِ
عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ يَزِيدَ النَّخَعِيِّ
سَمِعَهُ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمًا أَتَدْرُونَ
أَيْنَ تَذْهَبُ هَذِهِ الشَّمْسُ قَالَوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ
أَعْلَمُ قَالَ إِنَّ هَذِهِ تَجْرِي حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى
مُسْتَقَرٍّ هَا تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَخْرُجُ سَاجِدَةً فَتَذْكُرُ
تَذْكَارَ كَذَلِكَ حَتَّى يُقَالَ لَهَا ارْجِعِي ارْجِعِي
مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ
مَطْلِعِهَا ثُمَّ تَجْرِي حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى مُسْتَقَرٍّ هَا
تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَخْرُجُ سَاجِدَةً فَتَذْكُرُ كَذَلِكَ
حَتَّى يُقَالَ لَهَا ارْجِعِي ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ
فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَطْلِعِهَا ثُمَّ تَجْرِي
لَا يَسْتَكْبِرُ الْمَآءُ مِنْهَا شَيْئًا حَتَّى تَنْتَهِيَ
إِلَى مُسْتَقَرٍّ هَا ذَلِكِ تَحْتَ الْعَرْشِ فَيُقَالُ لَهَا
ارْجِعِي ارْجِعِي طَالِعَةً مِنْ مَغْرِبِكَ فَتُصْبِحُ
طَالِعَةً مِنْ مَغْرِبِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَدْرُونَ مَتَى ذَاكَ
كَذَاكَ حِينَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ
أَمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيْمَانِهَا خَيْرًا.

نہ ہر چکا ہو، یا جس نے ایمان لا کر کوئی نیکی نہ کی ہو۔
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ
سورج کہاں جاتا ہے، بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

۳۰۸۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْحُسَيْنِ بْنُ يَمَانَ الْوُاسِطِيُّ
أَخْبَرَنَا أَخَاهُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ يُونُسَ عَنْ
إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمًا أَتَدْرُونَ
أَيُّنَ تَذْهَبُ هَذِهِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ مَعْنَى حَدِيثِ
ابْنِ عُكَيْبٍ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک
دن میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بھی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے جب سورج غروب ہو
گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر
کیا تمہیں معلوم ہے یہ سورج کہاں جاتا ہے میں نے عرض
کیا اللہ اور اس کے رسول ہی کو خوب علم ہے۔ آپ نے
فرمایا سورج جا کر مسجد کی اجازت طلب کرتا ہے اس
کو مسجد کی اجازت ملتی ہے۔ ایک بار اس سے کہا جائیگا
جہاں سے آئے ہو وہیں لوٹ جاؤ تو سورج مغرب
سے طلوع ہو گا۔ پھر آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود
کی قرأت کے مطابق یہ آیت پڑھی وَفَالَمُتَّقِرِ لَهَا۔
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر
پوچھی (ترجمہ) آفتاب اپنی قیام گاہ تک پہنچنے کے یہ
حکمت کر رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا آفتاب کا مستقر عرش کے نیچے ہے۔

۳۰۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ
كُثَيْبٍ وَالْفُطَيْلِيُّ كُثَيْبٌ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ
حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ عَنْ أَبِي
ذَرٍّ قَالَ كُنْتُ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ
قَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ هَلْ تَدْرِي أَيُّنَ تَذْهَبُ هَذِهِ الشَّمْسُ
قَالَ ثَلَاثُ أَلْفَ دَرَجَةٍ وَأَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهَا تَذْهَبُ
فَتَسْتَأْذِنُ فِي السُّجُودِ فَيُؤْذَنُ لَهَا وَكَأَنَّهَا
قَدْ قِيلَ لَهَا ادْجِئِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ قَالَ
فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا قَالَ ثُمَّ قَدْ أَفِي قِدَاعَ لَا عَبْدُ اللَّهِ
وَذَلِكَ مُسْتَقَرُّ لَهَا۔

۳۱۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجِيُّ وَاسْحَاقُ بْنُ
إِبْرَاهِيمَ قَالَ اسْحَاقُ أَخْبَرَنَا قَالَ الْأَشَجِيُّ حَدَّثَنَا
وَكَيْفُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ عَنْ
أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ جَلَّ وَعَلَا وَالشَّمْسُ
تَجُورِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا قَالَ مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ۔

حدیث نمبر ۳۰۶ میں سورج کے مغرب سے طلوع، دجال کے خروج اور قابۃ الارض کے
ظہور کے بعد کسی شخص کی نیکی قبول نہیں ہوگی۔

دجال کا بیان

قرب قیامت میں شام عراق کے درمیان دجال کا ظہور ہوگا، دجال کی صرف ایک آنکھ ہوگی اور دوسری آنکھ
کی جگہ ہوا ہوگی اس کی پیشانی پر لکھتے ہوئے تمام زمین میں پھرتے ہوئے گا، اور لوگوں کو اپنی

عدائی کی دعوت دے گا، مختلف علاقوں سے گشت کرنا، ہوا شام کے اصفہان پہنچے گا، وہاں ستر ہزار یہودی اس کی دعوت کو قبول کریں گے، اصفہان کے بعد مین جائے گا وہاں سے حرمین کا قصد کرے گا، مگر مشرق کی حقارت کی وجہ سے حرمین میں داخل نہیں ہو سکے گا پھر لوگوں کو گمراہ کرتا ہوا شام کی طرف روانہ ہوگا۔ اسی دوران دمشق میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا وہ دجال کا بیچھا کریں گے اور بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں دجال مارا جائے گا۔

دَابَّةُ الْأَرْضِ کا بیان جس وقت آفتاب مغرب سے نکلے گا اس سے پہلے مکہ میں کوہ صفا زلزلہ سے پھٹ جائے گا اور اس سے ایک عجیب شکل کا جانور نکلے گا جس کو دَابَّةُ الْأَرْضِ کہتے ہیں، یہ جانور

چہرے میں انسان سے، گردن میں اونٹ سے دم میں بیل سے، سینگوں میں بارہ سینگے سے، ہاتھوں میں بندر سے اور کانوں میں اٹھتی سے مشابہ ہوگا۔ مکہ کے بعد مین کی طرف جائے گا پھر نجد جا کر غائب ہو جائے گا پھر دوبارہ مکہ مکرمہ میں ظاہر ہوگا اس کے ایک ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور دوسرے ہاتھ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی، وہ اس قدر تیز رفتاری سے روئے زمین کا دورہ کرے گا کہ کوئی شخص اس کی دسترس سے باہر نہیں ہوگا، مسلمانوں کی پیشانی پر وہ عسلے موسوی سے ایک ٹوٹنی خط کھینچے گا جس سے ان کا چہرہ روشن ہو جائے گا اور کفار کی ناک یا گردن پر حضرت سلیمان کی انگوٹھی سے مہر لگائے گا جس سے ان کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا۔

سُورَج کے سجدہ کرنے اور سجدہ میں پڑے رہنے کی توجیہ سورج کے سجدہ کرنے کے متعلق حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی جس قدر روایات بیان کی گئی ہیں، ان سب میں یہ مذکور ہے کہ غروب کے وقت سورج عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے اور پھر اسی حالت میں پڑا رہتا ہے، اسی لئے کہ اجازت لینے کے بعد پھر واپس لوٹتا ہے اور بلند ہو کر صبح کے وقت طلوع ہوتا ہے جب کہ مشاہدہ اور عقل و صریح اس کے سراسر خلاف ہے کیونکہ سورج نہ کسی جگہ ٹھہرتا ہے نہ اٹھنے پاؤں واپس لوٹتا ہے بلکہ ہر آن اور ہر ساعت اس کا طلوع اور غروب دونوں عمل میں آ رہے ہیں۔ اور اس کا ایک اتنی میں غروب بعینہ دوسرے اتنی پر طلوع ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کیا مراد ہے؟ اس کا حقیقی علم تو اللہ اور اس کے رسول ہی کو ہے ان احادیث سے ہم جو کچھ سمجھ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غروب آفتاب کو آفتاب کے سجدے سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ ہر چیز کی عبادت اس کے حال کے مطابق ہوتی ہے، لہذا سورج جب نصف النہار کے وقت حالت استواء پر ہوتا ہے تو اس کا یہ استواء قیام سے زوال کے بعد جب سورج ڈھل جاتا ہے تو اس کا ڈھلنا رکوع سے اور جب اتنی پر غروب ہوتا ہے تو یہ سجدہ ہے اسی طرح اتنی پر سورج غروب ہوتا ہے وہ چونکہ عرش کے نیچے واقع ہے اس لیے اس کو عرش کے نیچے سجدہ کرنے سے تعبیر فرمایا۔ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کے سجدہ کرنے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا فلا تلال کذلک امانت اس کا یہ مطلب نہیں کہ رات بھر سورج سجدہ میں پڑا رہے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حالت سجدہ (یعنی غروب) ہی میں اس سے کہا جائے گا (یعنی صن حدیث جنت، جہاں سے آئے ہو وہیں لوٹ جاؤ، اور روٹنے کا مطلب اٹھنے پاؤں واپس جانا نہیں ہے۔

بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے نظام طبع کے تحت لڑتا ہے، یعنی معروف طریقہ کے مطابق جس افق سے غروب ہوا ہے اس کے مقابل دوسرے افق پر طلوع ہو پھر اپنی منازل طے کرتا ہوا اس افق پر غروب ہو کر باقی افق پر طلوع ہو جائے، اس طرح اپنا دورہ مکمل کرنے کے بعد سورج اس افق سے پھر طلوع ہوتا ہے جس سے غروب ہوا تھا، قیامت تک یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہے گا لیکن جب قیامت قائم ہوگی تو سورج جس افق سے غروب ہوا تھا اس افق پر جانب غروب سے ہی طلوع ہو جائے گا **اللہ الحمد علی ما الہم من حل اشکال هذا الحديث**

بَابُ بَدْءِ الْوَحْيِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی ابتداء کرنے کا بیان

۳۱۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَضْرَةَ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ أَنَّهُ بَنِي عَمْرٍو بْنِ مَسْرُوحٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ عَيْنٍ ابْنُ شَيْخٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُو بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ أَوَّلُ مَا بَدَأَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي الْمَنَظُورِ فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْهُ مِثْلَ خَلْقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ فَكَانَ يَحْكُمُا بِمَا رَجِئَا يَتَحَدَّثُ فِيهِ هُوَ وَالْقَعْبَاءُ النَّبِيُّ أَوْلَا مِلَّةَ الْعَدُوِّ قِيلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهِ وَيَتَرَوَّدَ لِدَلَالِكَ ثُمَّ يَرْجِعَ إِلَى خَدِيجَةَ قِيلَ قَدْ لِمَثَلِهَا حَتَّى وَجَّهَتْ الْحَقَّ وَهُوَ فِي عَارِجِهَا فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَأْ فَقَالَ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَاقْرَأْ فَقَطَّعَنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُحْدُ ثُمَّ أَمَرَ سَلَمَةَ فَقَالَ اقْرَأْ فَقَالَ هَلْ لَكَ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَاقْرَأْ فَقَطَّعَنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُحْدُ ثُمَّ أَمَرَ سَلَمَةَ فَقَالَ اقْرَأْ فَقَالَ هَلْ لَكَ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَاقْرَأْ فَقَطَّعَنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُحْدُ ثُمَّ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء کچھ خوابوں سے ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خواب دیکھتے اس کی تمہیر روشن صبح کی طرح ظاہر ہو جاتی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تنہائی کی محبت پیدا کی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں جا کر تنہائی میں عبادت کرنے لگے انہی کئی راتیں غار میں رہتے اور خور و نوش کا سامان ساتھ سے جاتے (جب کھا پینے کی چیزیں ختم ہو جاتیں) تو حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے آکر اور چیزیں لے جاتے اسی دوران غار حرا میں آپ پر اچانک وحی نازل ہوئی۔ فرشتے نے آکر آپ سے کہا ”پڑھیے“ آپ نے فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ پھر فرشتہ نے دوسرے لگے لگا کر مجھے دبایا حتیٰ کہ اس نے دبائے پر پوری قوت مرن کر دی، پھر مجھے چھوڑ کر کہا ”پڑھیے“ میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتہ دوبارہ مجھے پکڑ کر بلی گیر ہوا حتیٰ کہ مجھے پوری قوت سے دبایا، پھر مجھے چھوڑ کر کہا ”پڑھیے“ میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتہ تیسری بار مجھے پکڑ کر بلی گیر

أَتَسْبِيحُ فَقَالَ اقْدَأْ يَا سُبْحَانَكَ الَّذِي خَلَقَ
تَحْلُقُ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اقْدَأْ وَمَرْبُّكَ
الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَكَ بِأَلْفَمٍ عَلَّمَكَ الْإِنْسَانَ مَا
لَمْ يَعْلَمْ فَذَرَجَةً يَهْدِيهَا وَسُؤْلُهُ لِلَّهِ صَبَّحَ اللَّهُ
عَلَيْهِ وَالْيَمَّ وَسَكَتَ تَرْجُفٌ كَمَا إِذَا رَأَى حَتَّى
دَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ فَقَالَ تَرَى مَلَكًا فِي زَمْلُوفِي
فَرَمَلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوَغُ ثُمَّ هَوَّنَ
لِخَدِيجَةَ أَيْ خَدِيجَةَ مَا لِي وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ
فَقَالَ لَقَدْ تَحَشَيْتُ عَلَى نَفْسِي قَالَتْ لَهْ
خَدِيجَةُ كُلَّامٌ أَبْغِزَ قَوْلُ اللَّهِ لَا يُخْزِيكَ
اللَّهُ أَبَدًا ۖ وَاللَّهُ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَ
تَصْدُقُ الْحَدِيثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ
الْمَعْدُومَ وَتَغْفِرُ الضَّيْفَ وَتُدِينُ عَسَى
تَوَاتِبُ الْحَقِّ فَمَا نَطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ
حَتَّى آتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ تَوْقَلٍ بْنِ أَسَدٍ
بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى وَهُوَ ابْنُ عَمِّ خَدِيجَةَ أَخِي
أَبِيهَا وَكَانَ امْرَأً تَنْصَرَفُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَ
كَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعَرَبِيَّ وَيَكْتُبُ مِنَ
الْإِنْجِيلِ بِالْعَرَبِيَّةِ مَا سَاءَ اللَّهُ أَنْ
يَكْتُبَ سَوْكَانَ شَيْئًا كَبِيرًا قَدْ عَسَى فَقَالَ
لَهُ خَدِيجَةُ أَيْ عَمِّ اسْمُكَ مِنْ ابْنِ أَخِيكَ
كَانَ وَرَقَةُ بْنُ تَوْقَلٍ يَا ابْنَ أَخِي مَاذَا
تَرَى فَتَأْخُذُكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَأَى فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ
هَلُمَّ النِّسَاءُ مَوْسَى الْأَنْبِيَاءُ أَنْزَلَ عَلَى مُوسَى
يَا لَيْسَتَنِي فِيهَا جَدَّةٌ عَا يَا لَيْسَتَنِي أَكُونُ
حَيًّا حِينَ يُخْرِجُكَ تَوَمَّلْ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالِهِ وَسَلَّمَ أَوْ مَخْرُجِي
لَهُمْ وَمَا وَرَقَةُ نَعَمْ لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ

ہوا حتی کہ مجھے پوری قوت سے دیا یا پھر مجھے چھوڑ
کر کہا: اقدا باسم الذی خلقہ خلق الانسان من
علق واقدا وذلک اکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم
وایسے رب کے نام سے پڑھیے جو خالق ہے جس
نے انسان کو گوشت کے لٹپٹے سے پیدا کیا پڑھیے
آپ کا رب سب سے زیادہ کریم ہے جس نے قلم
سے کھنا سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ
نہیں جانتا تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس
دکا کو لے کر حضرت خدیجہ کے پاس اس حال میں پہنچے
کہ آپ پر لکھی طاری تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ”مجھے کپڑا اڑھاؤ مجھے کپڑا اڑھاؤ“
گھر والوں نے آپ کو کپڑے اڑھائے حتیٰ کہ آپ کا
خون دودھ ہو گیا پھر آپ نے حضرت خدیجہ کو تمام
واقعہ سنایا اور فرمایا اب میرے ساتھ کیا ہوگا مجھے
اپنی جان کا خطرہ ہے حضرت خدیجہ نے عرض کی
ہرگز نہیں آپ کو یہ فرید مبارک ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز
سوا نہیں کرے گا خدا گواہ ہے کہ آپ صلہ رحمی
کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے
ہیں، نادار لوگوں کو مال دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے
ہیں، اور راہ حق میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے
ہیں، پھر حضرت خدیجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے
گئیں جو زائد جاہلیت میں نبیائی مذہب پر تھے،
اور انجیل کو عربی زبان میں لکھتے تھے بہت بوشعہ
ہو چکے تھے اور بیانی جاتی رہی تھی، حضرت خدیجہ
نے ان سے کہا: اے چچا! اپنے بھتیجے کی بات
سنیے، ورقہ بن نوفل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے کہا: اے بھتیجے! آپ نے کیا دیکھا ہے، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں وحی ملنے کا تمام واقعہ سنایا

قَطَّيْنَا جَنَّتَ بِهِ إِلَّا عُوذِي وَإِنْ يُدْرِكُنِي
يَوْمَئِذٍ أَنْصُرَكِ بِمَا مَوَّعْتَنِي

درتہ نے کہا یہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ کے پاس
وحی لے کر آیا تھا، اکسٹن میں جوان ہوتا، اکسٹن میں
اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو وطن سے
نکال دے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کیا وہ مجھ کو واقعی نکال دیں گے ورنہ نے کہا ہاں!
جس شخص پر بھی آپ کی طرح وحی نازل ہوئی، اگر اس
کے دشمن ہو جائے تبھی اگر وقت نے مجھ کو مہلت
دی تو میں اس وقت آپ کی انتہائی قوی مدد کر دے گا۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء... اس کے
بعد حدیث مثل سابق ہے اور اس روایت میں یہ ہے
کہ حضرت خدیجہ نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز شرمندہ
نہیں کرے گا اور حضرت خدیجہ نے ورنہ سے کہا
اے میرے چچا زاد اپنے بھتیجے کی بات سن لیجئے۔

۳۱۲۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ
الرَّؤُوفِ قَالَ سَمِعْتُ قَالَ قَالَ الرَّهْزِيُّ وَأَخْبَرَنِي
عَنْ دَاوُدَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا بَدَأَ
بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ
الْوَحْيِ وَصَافَ الْحَدِيثُ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ قَالَ قَوْلُ اللَّهِ لَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا وَقَالَ
قَالَتْ حَدِيثُ رَجُلٍ ابْنِ عَجَّانٍ سَمِعَ مِنْ ابْنِ
أَحْمَلِكِ .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اتنے ہنسے حضرت
خدیجہ کے پاس گئے بقیہ حدیث پہلی حدیث کی طرح ہے مگر
اس کے شروع میں یہ نہیں ہے کہ وحی کی ابتداء سچے
غزالوں سے ہوئی اور نہ یہ ہے کہ خدا کی قسم اللہ آپ
کو کبھی شرمندہ نہیں کرے گا اور یہ کہ حضرت خدیجہ نے کہا
اے میرے چچا زاد اپنے بھتیجے کی بات سن لیجئے۔

۳۱۳۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ ابْنُ
الْكَثِيرِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي
عَقِيلُ بْنُ حَارِثٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ تَمَعْتُ عَنْ عُرْوَةَ
ابْنِ الزُّبَيْرِ يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَوَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَّ جَعَلَ إِلَى خَدِيجَةَ يَزْجِفُ
قَوْلًا دَاوُدَ وَأَقْتَضَى الْحَدِيثُ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ
وَمَعَهَا وَلَمْ يَذْكُرْ أَوَّلَ حَدِيثٍ مِمَّا مِنْ قَوْلِهِ
أَوَّلُ مَا بَدَأَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْوَحْيِ الرَّؤُوفُ الصَّادِقُ وَتَابَعَهُ
يُونُسَ عَلَى قَوْلِهِ قَوْلُ اللَّهِ لَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا
وَدَاوُدَ قَوْلَ خَدِيجَةَ ابْنِ عَجَّانٍ سَمِعَ مِنْ
ابْنِ أَحْمَلِكِ .

حضرت ہابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے

۳۱۴۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ وَهْبٍ

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی رک جانے کے زمانہ کا تذکرہ فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا میں عاراً تھا اچانک میں نے ایک آواز سنی میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ — جو میرے پاس حرامیں آیا تھا وہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا میں خوفزدہ ہو گیا اور گھبراہٹ پس پینچا اور میں نے کہا مجھے کپڑا اڑھاؤ، مجھے کپڑا اڑھاؤ، اہل خانہ نے مجھے کپڑے اڑھائے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ) اسے کپڑا اوڑھنے والے اٹھو اور لوگوں کو ڈراؤ اور اپنے رب کی بشارت بیان کرو، اپنے لباس کو پاک رکھو اور بتوں سے کنارہ کشی پر مستقیم رہو۔ پھر وحی مسلسل اور نگاتا نازل ہونے لگی۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت ہابر سے ایسی ہی روایت منقول ہے لیکن اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضور خوں سے گرنے لگے اور ابوسلمہ نے بتلایا کہ پلیدی سے مراد بُت ہیں۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس سند سے جس کی طرح روایت ہے لیکن اس میں یہ اضافہ ہے کہ آیات مبارکہ یا بعد اللہ شرفاً ما تدر و ربك فكبر و الجزاء فاجبر تک فرشتہ نازل سے پہلے نازل ہوئی۔

قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ قَالَ ابْنُ شَهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيَّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحَدِّثُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتَوْرَةِ الْوَحْيِ قَالَ فَإِذَا حَوِيْتُمْ فَبَيْنَا أَنَا أُمِيتُ سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَكُنْتُ دَائِسِي فَإِذَا أَسْمَلْتُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِوَارِ جَالِيسًا عَلَى كُرْسِيِّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ مِنْهُ فَرَفَا فَوَجَعْتُ فَقُلْتُ تَرْمِلُونِي تَرْمِلُونِي فَتَرَدُّنِي فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَكَعَالِي لَا يَهْمَا الْمَدُّ قَرَفًا نَزَلَ وَرَبِّكَ فَكَيْدٌ وَرَبِّيَا بَكَ فَطَهَّرَهُ الرَّجُلُ فَاهْبُجُو وَهِيَ الْأَوَّلُ كَانَ قَالَ ثُمَّ تَابَعَهُ الْوَحْيُ -

۳۱۵ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ ابْنُ الْكَلْبِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَقُولُ أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خَرْنَا الْوَحْيَ عَنِّي فَتَوْرَةٌ فَبَيْنَا أَنَا أُمِيتُ ثُمَّ ذَكَرَ بِمَثَلِ حَدِيثِ يُونُسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَجِئْتُ مِنْهُ فَفَرَفَا حَتَّى هَوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ قَالَ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ وَالرَّجُلُ الْأَوَّلُ كَانَ قَالَ ثُمَّ تَابَعَهُ الْوَحْيُ بَعْدَ وَتَابَعَهُ

۳۱۶ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ كَافِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ قَالَ أَنَا مَعَهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَعُوذُ بِكَ يُونُسَ وَكَانَ قَوْلُ اللَّهِ تَبَارَكَ وَكَعَالِي لَا يَهْمَا الْمَدُّ قَرَفًا نَزَلَ وَرَبِّكَ فَكَيْدٌ (رَبِّي) وَالرَّجُلُ فَاهْبُجُو قَبْلَ أَنْ تَعْرِضَ الصَّلَاةَ وَهِيَ الْأَوَّلُ كَانَ قَالَ فَجِئْتُ مِنْهُ كَمَا قَالَ عُقَيْلُ -

۳۱۷۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا أَبُو بَكْرِ بْنُ
 ابْنِ مُسْلِمٍ قَالَ نَا الْأَوْثَرُ إِعْنَى قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى يَقُولُ
 سَأَلْتُ أَبَا سَلَمَةَ أَيْ النَّعْرَانِي أُنْزِلَ قَبْلُ قَالَ لَا يَأْتِيهَا
 الْمَدَنِيُّ فَقُلْتُ أَوَافَقُوا فَقَالَ سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ
 أَيْ النَّعْرَانِي أُنْزِلَ قَبْلُ قَالَ لَا يَأْتِيهَا الْمَدَنِيُّ فَقُلْتُ
 أَوَافَقُوا قَالَ جَابِرُ أَخْبَرَنِي عَنْكَ مَا حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاءُوا مَاتُ بِحَدَّثِهِ
 مَهْمًا فَكَلَّمَا فَصِيحَتُ جَوَادِي تَزَلَّتْ فَاسْتَبَطْتُ
 بَطْنَ الدَّادِي فَتَوَدَّيْتُ فَتَنَظَّرْتُ أَمَّا حِي وَتَحْلِفِي عَنْ
 يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي فَكَلَّمَا أَحَدًا اللَّهُ تَزَوَّدِي
 فَتَنَظَّرْتُ فَلَمْ أَرَ أَحَدًا ثُمَّ تَزَوَّدِي فَتَنَظَّرْتُ
 دَانِي فَإِذَا هُوَ عَلَى الْحَرَشِ فِي الْهَوَاءِ يَعْنِي
 جَبْرَائِيلَ فَأَخَذَ نَبِيَّ رَجْفَةً شَدِيدَةً فَتَأَكَّدْتُ
 حَدِيثَهُ فَقُلْتُ دَنُّوْنِي فَتَدَنُّوْنِي فَصَبَّوْا
 عَلَيَّ مَاءً فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى يَأْتِيهَا الْمَدَنِيُّ فَزَرَقَهُ
 فَأَنَزَلُوهُ بِكَ فَكَيْدُ وَثِيَابِكَ فَطَلَبُوهُ

۳۱۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ
 ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ
 أَبِي كَثِيرٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ
 عَلَى عَذْرَى بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

وحی کا لغوی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

وحی کا معنی ہے: اشارہ، کتابت، مکتوب، رسالہ، الہام، کلام خفی، ہر وہ چیز جس کو تم اپنے غیر کی طرف التفاد کرو۔

وحی میں اصل یہ ہے کہ بعض لوگ بعض لوگوں سے آہستہ کلام کریں، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ ذِكْرَ الْقَوْلِ
 (شعرا طین الانس والجن) ایک دوسرے
 کو خفیہ طریقے سے طبع کی ہوئی جھوٹی بات (لوگوں کو) فریب

دینے کے لیے پہنچاتے ہیں۔ (الغمام ۱۱۲)

یہ اس لفظ کا اصل معنی ہے، پھر یہ الہام کے معنی میں مقتصر ہو گیا، بلااستحیٰ نے کہا وحی کا لغت میں اصل معنی ہے
 خفیہ طریقہ سے خبر دینا، اسی وجہ سے الہام کو وحی کہتے ہیں، اسی طرح اشارہ اور کتابت کو بھی وحی کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ

نے فرمایا ہے:

وما کان للبشر ان یکلمه الله الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیسوحی باذنه ما یشاء۔
اور کسی بشر کے لائق نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پروردگار کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے جو اس کے حکم سے وہ وحی کرے جو کچھ اللہ چاہے۔

(شونامی : ۵۱)

اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بشر کو الہام یا خواب کی صورت میں خفیہ طریقہ سے خبر دیتا ہے، یا بشر پر کتاب نازل کرتا ہے جیسے حضرت موسیٰ پر کتاب نازل کی یا قرآن نازل فرماتا ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے جیسا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل فرمایا۔ ان میں سے ہر صورت درالکلام (خبر دینے کی ہے، اگرچہ ان کے اسباب اور کلام کی نوعیت مختلف ہے۔

علامہ راجزب السنہانی نے کہا ہے کہ وحی کا لغوی معنی ہے اشارہ سرلیہ اور اصطلاح میں وحی ان کلمات الہیہ کو کہتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور اولیاء کی طرف اتنا دفرماتا ہے یہ القاد یا تو اس فرشتہ کی وساطت سے ہوتا ہے جو دکھائی دے اور اس کا کلام سنائی دے۔ جیسا کہ حضرت جبرائیل کا صورت معینہ میں وحی پہنچانا، یا بغیر ممانہ اور مشاہدہ کے کلام سنائی دے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا یا دل میں کوئی بات ڈال دی جائے، جیسا کہ حدیث میں ہے جبرائیل نے یہ بات میرے دل میں ڈالی، یا یہ القاد الہام کے ذریعہ ہو، جیسے داوحینا الی امر موسیٰ۔ (تفسیر ۱) ہم نے موسیٰ کی والدہ کی طرف وحی کی، یا یہ القاد تسخیر کے ذریعہ ہو جیسے داوحی ربک الی النحل (نحل: ۶۸) آپ کے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی، یا یہ القاد خواب کے ذریعہ ہو، جیسا کہ حدیث میں ہے نبوت منقطع ہو گئی اور بشارات باقی ہیں اور وہ مومن کے بچے حوائج ہیں۔

وحی کا شرعی معنی | ما نقل ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وشرعاً الاعلام بالشیرع وقد یطلق الوحی ویراد به الموحی وهو کلام الله المنزل علی النبی صلی الله علیہ وسلم۔

ما نقل بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

وفی اصطلاح الشریعة هو کلام الله المنزل علی فی من انبیاء۔

۱۔ علامہ سید محمد رفیع حسینی زبیدی حنفی مظاہر ۱۲۰۵ھ تا ج ۱۳۸۵ھ، مطبوعہ المطبعة الخیرہ مصر ۱۳۰۶ھ

۲۔ حافظ احمد بن علی بن عبد عسقلانی سنن ۸۵۱ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

۳۔ حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعة السیرہ مصر ۱۳۸۸ھ

المؤمن فانه ينظر بتوابع الله فالفرق بين
الابهام والفراسة انها تكشف الامور الغيبية
بواسطة تفرس آثار الصور والاشهاد
كشفها بلا واسطة . ۱۰

پرفور کے باطنی احوال کو معلوم کرتا ہے ، مومن کی فرست
سے پجودہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے ، الہام اور فرست
میں فرق یہ ہے کہ فرست میں ظاہری صورتوں اور علامات
کے ذریعہ باطن کا حال منکشف ہوتا ہے اور الہام میں
بلا واسطہ کشف ہوتا ہے ۔

نزل وحی کی صورتیں اور اقسام | علامہ بدر الدین عینی نے وحی کی حسب ذیل اقسام اور صورتیں بیان کی ہیں :
(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام قدیم کو سنا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ،
اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام قدیم سنا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں ہے ۔

- ۲۔ فرشتے کے واسطہ سے وحی کا نازل ہونا ۔
- ۳۔ دل میں کسی معنی کا انعقاد کیا جانا ۔
- ۴۔ صلصلة الجرس (گھنٹی کی آواز) کی صورت میں وحی کا نازل ہونا ۔
- ۵۔ حضرت جبرائیل کسی غیر معروف آدمی کی شکل میں آکر بات کریں ، جیسے ایک — ابراہیم کی شکل میں آئے ۔
- ۶۔ حضرت جبرائیل اپنی اصلی شکل میں آئیں جیسے حضرت جبرائیل چھ سو پڑوں کے ساتھ آئے جن سے یا قرآن
اور موقت جھڑپے تھے ۔
- ۷۔ حضرت جبرائیل کسی معروف آدمی کی شکل میں آئیں جیسے حضرت وحیہ کلبی کی شکل میں آئے ۔
- ۸۔ اللہ تعالیٰ براہ راست بیداری میں آپ سے ہم کلام ہوا ، جیسے شب معراج میں پردے کی اوٹ سے
کلام فرمایا ۔
- ۹۔ اللہ تعالیٰ آپ سے نیند میں ہم کلام ہوا ، جیسے جامع ترمذی میں حدیث مرفوع ہے ، آپ نے فرمایا میں
نے اللہ عزوجل کو بہت حسین صورت میں دیکھا ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ملا الہی کس چیز میں بحث کر رہے ہیں ؟
- ۱۰۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں کوئی واقعہ دکھایا جائے ، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں
دیکھا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں ۔
- ۱۱۔ وحی اسمرا فیل جیسا کہ مشد احمد میں ہے تین سال حضرت اسمرا فیل علیہ السلام آپ کے ساتھ موکل رہے ۔ ۱۲

خواب کی تعریف اور اقسام | حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :
انسان نیند میں جو کچھ دیکھتا ہے ، اس کو خواب کہتے ہیں ، اور قاضی البرک
بن العربی نے کہا خواب ان اوراکات کو کہتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بندہ کے قلب میں پیدا کرتا ہے ، جس طرح
بیداری میں اللہ تعالیٰ انسان کے دل میں اوراکات پیدا کرتا ہے ، خواب میں جو اوراکات ہوتے ہیں وہ دوسرے

۱۲۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ ، مرقاۃ ج اص ۲۶۲ ، مطبوعہ مکتبہ المدنیہ لبنان ، ۱۳۹۰ھ
۱۳۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ ، عمدۃ القاری ج اص ۴۰ ، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر ۱۳۴۸ھ

امور کے لیے علامات بن جاتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بعد میں پیدا فرمانے کا واسطہ کی نظیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو بارش کے لیے علامت بنایا ہے لیکن کبھی اس کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا
نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

خواب کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم رویا صادقہ، یہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے خواب ہیں جو کچھ وہ خواب میں دیکھتے ہیں اس کے موافق بیداری میں واقع ہو جاتا ہے، اور دوسری قسم ہے اضطرابات، اور اس کی تین قسمیں ہیں: (۱) خواب میں دیکھنے والے کے ساتھ شیطان مذاق کرتا ہے تاکہ خواب دیکھنے والا خوف زدہ اور غمگین ہو مثلاً وہ دیکھتا ہے کہ اس کا سر کاٹ دیا گیا ہے اور وہ اس کے پیچھے بھاگ رہا ہے، (۲) وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ فرشتے اس کو کسی حرام کام کو کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ (۳) انسان دن میں جو باتیں کرتا ہے اور اس کے دل میں جو تمنائیں واقع ہوتی ہیں وہ انہی چیزوں کو خواب میں دیکھتا ہے، یا جن چیزوں کو وہ بیداری میں نیاہ دیکھتا ہے اسی کو خواب میں دیکھتا ہے یا جو چیزیں اس کے مزاج پر غالب ہوتی ہیں وہی اس کو خواب میں نظر آتی ہیں۔ ۵۔

ابتداء نبوت میں غار حرا جانے کی حکمتیں | نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی ابتداء سب سے خوابوں سے کی گئی تھی، تاکہ فرشتے کا آپ کے پاس آنا کوئی آپا تک حادثہ نہ ہو۔ اس لیے پہلے آپ میں خصال نبوت پیدا کیے گئے، آپ کو سچے خواب دکھائے گئے، حجر اور منبر آپ کو دیکھ کر سلام عرض کرتے اور آپ کو مہی کہہ کر منی طلب کرتے، پھر اللہ تعالیٰ نے بیداری میں آپ کے پاس فرشتہ بھیجا۔ آپ کے دل میں تنہائی کی محبت پیدا کی گئی، تاکہ آپ کا دل دنیا اور اس کے تفکرات سے فارغ ہو، کیونکہ جب تک انسان کھٹن ریاضت نہ کرے وہ اپنی طبیعت سے منتقل نہیں ہوتا، اس لیے آپ کے دل میں خلوت گزینی پیدا کی گئی، تاکہ آپ لوگوں کے ساتھ میل جول سے منقطع ہوں، اور آپ کے لیے وحی کا حصول سہل اور آسان ہو، فرشتے کا آپ سے بار بار یہ کہنا ”پڑھیے“ اور اپنے سینے سے لگا کر بھیجنے کا اسی لیے تھا تاکہ آپ کو فرشتے کے ساتھ مناسبت پیدا ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غار حرا کی تنہائیوں میں بیٹھنا اسی طرح تھا جس طرح ابتداء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کی عبادت کرنے کے طریقہ پر غور و فکر کر رہے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں کئی کئی دنوں تک ٹھہرنے کے لیے اپنے ساتھ کئی کئی دفرں کا کھانا لے جاتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ استقبال کے لیے کھانے پینے کی چیزوں کا بندوبست کرنا اور اسباب کا اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔

بعثت سے پہلے آپ کی عبادت کی تحقیق | علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت (اعلان نبوت) سے پہلے

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، نفع الباری ج ۲ ص ۲۵۳ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت ۱۴۰۱ھ

۲۔ نفع الباری ج ۱۲ ص ۱۲۵۴

جہاد کے لئے تھے آیا وہ انبیاء سابقین علیہم السلام میں سے کسی کی شریعت تھی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اہل علم کے دو قول ہیں، جمہور کا قول ثانی الذکر ہے، ان کا موقف ہے کہ آپ کے دل میں معرفت الہی کا جو نور تھا، یہی تھا آپ اس کے مطابق عبادت کرتے تھے، علامہ ابن حاجب اور علامہ بیضاوی کا مختار یہ ہے کہ آپ کسی شریعت سابقہ کے مکلف تھے، جمہور نے اس کو مسترد کر دیا ہے کیونکہ اگر آپ کسی شریعت کے متبع ہوتے تو اس شریعت کے لوگ اس پر فخر کرتے، پھر جو علماء اس کے قائل ہیں کہ آپ کسی شریعت سابقہ کے متبع تھے، اس شریعت کے تعین میں ان کے آٹھ اقوال ہیں:

(۱) شریعت ابراہیمی، (۲) شریعت موسیٰ (۳) شریعت عیسیٰ (۴) شریعت نوح (۵) شریعت آدم (۶)۔ آپ بلا تعین کسی شریعت پر عمل کرتے تھے (۷) تمام شرائع آپ کی شریعت تھیں (۸) آدمی اور ابوالعالی نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

اگر جمہور کے موقف پر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

ثُمَّ اَوْحَيْنَا إِلَيْكَ اَنْ تَتَّبِعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيفًا۔
پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ دین ابراہیم کی پیروی کریں جو باطل سے الگ اور حق کی طرف مائل تھے۔ (نحل، ۱۲۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ ملت ابراہیم سے یہاں دین مراد ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو ماننے میں ان کی پیروی کریں یا مناسک حج میں ان کی پیروی مراد ہے۔ اس مسئلہ میں دوسری بحث یہ ہے کہ آپ کی عبادت کی کیا نوعیت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ غور و فکر کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ابتداء میں غور و فکر کرتے تھے، یا غار حرا کی تنہائیوں میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے تھے، حسن الوہیت کی تخلیقات کا مشاہدہ کرتے اور صفات الہیہ کے مطالعہ میں مستغرق رہتے تھے۔

اس مسئلہ میں تیسری بحث یہ ہے کہ اعلان نبوت کے بعد بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء سابقین کی شریعتوں میں سے کسی شریعت کے مکلف تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ اصولیین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اکثر علماء اصول کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے، امام لاری، علامہ آدمی اور دیگر علماء کا یہی مختار ہے، اور بعض علماء اصول نے یہ کہا ہے کہ آپ کو کتب سابقہ میں سے احکام حاصل کرنے کا حکم دیا گیا تھا، اور ہم سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعت بھی ہماری شریعت ہے، علامہ ابن حاجب کا یہی موقف ہے اور امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ نبوت کے بعد آپ شرائع سابقہ میں سے کسی شریعت کے مکلف نہیں تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ کو پہچاننے کی تحقیق | علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

۱۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متون ۸۵۵ھ، المدۃ القاری ج ۱ ص ۶۱ مطبوعہ دارۃ الطباعة المنیریہ مصر ۱۳۸۸ھ

امام ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ فرشتہ آپ کے پاس حراء میں ستر و رمضان گزیر کے دن آیا تھا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال تھی۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ جب ابتدائی فرشتہ آپ کے پاس وحی لے کر آیا تو آپ کو یہ کیسے یقین ہو گیا کہ یہ فرشتہ ہے شیطان نہیں ہے؟ علامہ علی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جس طرح نبی اپنے صدق کے ثبوت میں امت کے سامنے معجزہ پیش کرتا ہے اسی طرح جب فرشتہ نبی کے پاس وحی لے کر آتا ہے تو وہ بھی اپنے صدق کے ثبوت میں معجزہ پیش کرتا ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک صفت دی ہے جس کی وجہ سے ہم انسان اور حیوان کے درمیان امتیاز کر لیتے ہیں، اسی طرح اللہ نے نبی کو ایک اور صفت دی ہے جس سے وہ فرشتوں اور شیطان کے درمیان امتیاز کر لیتا ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

ان له صفة بها يبصر الملائكة ويشاهدهم
كما ان للبصير صفة بها يفادق الاعلى حتى
يبدرك بها المبصرات۔ ۱۷

نبی کو ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے اور ان کا مشاہدہ کرتا ہے، جس طرح بینا آدمی کو ایک ایسی صفت حاصل ہے جس سے وہ اندھوں میں ممتاز ہے اور مبصرات کا ادراک کرتا ہے۔

اس بحث کو زیادہ تفصیل سے جاننے کے لیے شرح صحیح مسلم جلد خامس ص ۱۰۸-۸۸ کا مطالعہ کریں۔

اس حدیث میں ہے: اس دوران فارحہ میں اچانک آپ پر وحی نازل ہوئی، فرشتے نے آکر آپ سے کہا اقدار ”پڑھیے“ آپ نے فرمایا ما انا بقاری ”میں پڑھنے والا نہیں ہوں یا میں کیا پڑھوں؟“

ما نقل ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

عبید بن عمیر سے مرسل روایت ہے کہ بیداری سے پہلے خواب میں آپ پر وحی نازل کی گئی تھی، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خواب دیکھنے کے فوراً بعد آپ پر اچانک وحی نازل کی گئی ہو، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ پہلے آپ خواب دیکھتے تھے، سب سے پہلے آپ نے جبرائیل کو اجاڑ دیا، اس نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جبرائیل جبرائیل آپ دہاں سے بھاگ کر لوگوں میں ملے گئے، پھر آپ نے کچھ نہیں دیکھا، پھر جب آپ لوگوں سے نکلے تو جبرائیل نے پھر آپ کو آواز دی، آپ پھر بھاگ گئے، پھر جبرائیل حراء میں آئے اور اقرا کا قصہ پیش آیا۔ (روایت تالی العلم بالصواب)۔

۱۷۔ علامہ بدر الدین محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدة القاری ج ۱ ص ۶۲، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر، ۱۳۴۸ھ

۱۸۔ امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم ج ۲ ص ۱۹۰، مطبوعہ دارالمدینة بیروت

علامہ سنوسی مالکی لکھتے ہیں:

یہ ترکیب تخصیص کے لیے ہے اور ما اذ بقا رہی کا معنی ہے "میں ایسا شخص نہیں ہوں جس کو قاری پڑھنے والا کہا جاتا ہو حتیٰ کہ اس سے قرأت طلب کی جائے" یعنی بالخصوص میں پڑھنے والا نہیں ہوں اور دوسرے بہت پڑھنے والے ہیں اور اس میں کوئی عیب نہیں کہ اس زمانہ میں اور بہت پڑھنے والے تھے جیسے و قد بن نوفل اور یہودوں کے اجل اور رہبان اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کسی شخص سے مسئلہ پر حجاجا ثے تو وہ کہے میں عالم نہیں ہوں یعنی اور لوگ بھی عالم ہیں ان سے مسئلہ پوچھ لوں گا

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

ما اذ بقا رہی میں دو احتمال ہیں، ایک یہ ہے کہ ما نافیہ ہوا اور دوسرا یہ کہ ما استفہامیہ ہو اگر ما نافیہ ہو تو اس کا معنی ہے ما احسن القدا کا "میں اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا اور اگر ما استفہامیہ ہو تو اس کا معنی ہے میں کیسے پڑھوں؟ یا میں کیا پڑھوں؟ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ما استفہامیہ کے بعد جابر زائد نہیں ہوتا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کہنا غلط ہے کیونکہ اخفش نے ما استفہامیہ کے بعد جابر زائد کر جائز قرار دیا ہے بلکہ ما کا نافیہ ہونا بعید ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ ما استفہام کے لیے ہے جیسا کہ ابوالاسود کی مغازی میں عروہ سے روایت ہے قال حیث اقدّر؟ آپ نے فرمایا میں کیسے پڑھوں؟ اور ابن اسحاق کی سیرت میں عبید بن جریج سے روایت ہے: قال ما اذا اقدّر؟ آپ نے فرمایا میں کیا پڑھوں؟ - ۲

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

آپ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اس لیے مجھ سے پڑھا نہیں جاسکتا ہو سکتا ہے کہ اپنا تک فرشتے کو دیکھنے سے آپ کو سخت دہشت اور خوف لاحق ہوا اور اس خوف کی وجہ سے آپ نے فرمایا ہوں پڑھا ہوا نہیں ہوں، اور اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ آپ نے اُمّی ہونے کی وجہ سے یہ فرمایا کیونکہ جو شخص پڑھا ہوا نہ ہو وہ دوسرے کے پڑھانے سے پڑھ سکتا ہے اور کسی کی تعلیم سے پڑھنا اُمّیت کے منافی نہیں ہے خصوصاً جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غایت درجہ کے فصیح و بلیغ تھے، ان کسی لکھی ہوئی چیز کو دیکھ کر پڑھنا اُمّیت کے منافی ہے، قاموس میں لکھا ہے کہ اُمّی اس شخص کو کہتے ہیں جو کھانا نہ جانتا ہو اور لکھی ہوئی چیز کو نہ پڑھ سکتا ہو اور بعض روایات میں ہے کہ جبرائیل جواہر سے آراستہ ایک ریشم کا صحیفہ لائے تھے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں وہ صحیفہ رکھ کر کہا پڑھیے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں تو اس نامہ اور نوشتہ میں لکھی ہوئی چیز کو کیسے پڑھوں؟ یہ معنی زیادہ مناسب اور زیادہ ظاہر ہے۔ - ۳

۱۔ علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، محکم اکمال المسلم ج ۱ ص ۲۶۹-۲۷۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، مصر

۲۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۵۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریہ مصر، ۱۳۲۸ھ

۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعة المعارف ج ۲ ص ۵۰۷-۵۰۶، مطبوعہ مطبعہ تیج کمار لکھنؤ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلی ہونے کا یہ مطلب ہے کہ آپ نے کسی دنیاوی استاذ سے پڑھنا اور لکھنا نہیں سیکھا، اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے لکھے ہوتے تو لوگ آپ کی نبوت میں شک کرتے، آپ نے قرآن مجید کے جو عالی مضامین بیان فرمائے اور گذشتہ امتوں کے جو احوال بیان فرمائے، وہ آپ کی نبوت کی دلیل قرار پائے، کیونکہ آپ نے کسی سے پڑھے بغیر وہ تمام مضامین بیان فرمائے جن کو پڑھے بغیر کوئی شخص بیان نہیں کر سکتا، اگر بالفرض آپ پڑھے لکھے ہوتے تو لوگوں کو آپ کی نبوت میں شک پڑ جاتا، وہ کہتے کہ آپ نے دوسری کتابوں میں پڑھ کر یہ امور بیان فرمائے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كُنْتُمْ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّ بِيَمِينِكُمْ إِذَا لَارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ۔ (عنکبوت: ۱۲۸)

اور (اعلان نبوت سے پہلے آپ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، اگر ایسا ہوتا، تو اس وقت باطل پرست ضرور شک میں پڑ جاتے۔

لیکن اعلان نبوت کے بعد آپ نے پڑھا بھی، اور لکھا بھی، آپ کا نہ پڑھنا، لکھنا بھی معجزہ تھا کہ پڑھے لکھے بغیر اتنے عظیم علوم بیان فرمائے اور پڑھنا لکھنا بھی معجزہ تھا کہ بغیر کسی کے سکھائے آپ نے لکھا اور پڑھا، اس کی پوری تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں بیان کر دی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھنے سے انکار کیا اور فرمایا "میں پڑھنے والا نہیں ہوں" اس کی وجہ یہ تھی کہ غلام میں آپ عبادت میں مشغول تھے، اس وقت فرشتے نے کہا پڑھیے تو آپ نے انکار کیا تاکہ آپ کی عبادت میں خلل نہ ہو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ تین بار جبرائیل نے کہا پڑھیے اور آپ نے یہی فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں، اور جب اس نے چوتھی بار کہا:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ۔ (علق: ۱)

پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

تب آپ کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ یہ بھی تو اسی ذات کا نام ہے جس کے مشاہدہ اور مطالعہ میں میں مستغرق ہوں، سو آپ نے اس آیت کو پڑھ دیا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ واضح دلیل ہے کہ سب سے پہلے جو آیت نازل ہوئی وہ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ہے، اور جو علامہ یہ کہتے ہیں کہ ہر سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ قرآن مجید کا جز نہیں ہے وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، لیکن اس دلیل کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس پرکھ سورت کے نازل ہونے کے بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوئی ہو۔ لہ

علامہ نووی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے، کیونکہ علامہ شافعیہ کا یہ موقف ہے کہ ہر سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوئی ہے اور اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ سورہ علق سے پہلے ہر حال بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل نہیں ہوئی۔

پہلی وحی نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف اور گھبراہٹ کی توجیہ | اس حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی لے کر اس حال میں گھر پہنچے کہ آپ پر کبھی طاری تھی، آپ نے فرمایا مجھے کپڑا اڑھاؤ، آپ کو کپڑے اڑھاتے گئے حتیٰ کہ آپ کا خوف دم نہ ہو گیا، پھر آپ نے ماجرنا یا اور فرمایا مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے! علامہ نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف کی وجہ یہ نہیں تھی کہ آپ کو اس کلام کے وحی الہی ہونے میں شک تھا، بلکہ یہ خوف تھا کہ اس عظیم ذمہ داری کو قبول کرنے میں کہیں آپ سے کوئی کمی نہ رہ جائے یا آپ وحی الہی کے تقاضوں کو کا حقہ پورا نہ کر سکیں۔ جب آپ کے پاس غار حرا میں فرشتہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آگیا اور آپ کو مبعوث کر دیا گیا، اب آپ کے لیے یہ شک جائز نہیں تھا کہ یہ آنے والا اللہ کا فرشتہ ہے یا نہیں، اس کی مزید وضاحت عنقریب آ رہی ہے۔

حضرت خدیجہ کے تسلی آمیز کلمات کی تشریح | اس حدیث میں ہے: حضرت خدیجہ لے کر ہرگز نہیں! آپ کو یہ نوید مبارک ہو! اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز شرمندہ نہیں کرے گا، آپ رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، نادار لوگوں کو مال دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور مدد حق میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جس چیز نے مائل بہ اسلام کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت تھی، وہ کسی خارجی مجبورہ یا عقل و دلیل کے بغیر صرف آپ کی سیرت کے اعجاز کو دیکھ کر آپ کی موت پر ایمان لے آئیں۔

علامہ نے کہا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے قول کا مطلب یہ تھا کہ آپ کو کوئی مصیبت یا آفت نہیں پہنچے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکمل اخلاق عطا فرمائے ہیں اور آپ کی سیرت بہت عمدہ ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ حسن اخلاق اور نیک صفات آفات اور مصائب سے محفوظ رہنے کا سبب ہیں، نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی مصلحت کی وجہ سے انسان کے منہ پر اس کی تریف کرنا جائز ہے اور یہ کہ اگر کوئی شخص کسی بات سے خوف زدہ ہو تو اس کے سامنے سلامتی کے اسباب بیان کرنے چاہیں اور اس کا خوف دور کرنا چاہیے اور اس حدیث میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اعابت رائے، عقل کی کھٹکی، ان کی فقاہت اور حق پر ان کی ثابت قدمی کی دلیل ہے۔

ورقہ بن نوفل کے پاس جانے کی توجیہ | اس حدیث میں ہے: حضرت محمدؐ کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، ورقہ نے تمام ماجرا سن کر

کہا یہی وہ ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی لے کر آیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ورقہ بن نوفل کے پاس جانے کی حکمت یہ تھی کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ جس شخص نے سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی وہ ایک عیسائی عالم تھا، اور عیسائیوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت حجت ہو جاتے۔

ناموس کا معنی ہے صاحب السر الخفیہ، جو شخص ایک باطن میں راز دار ہو اور جاسوس کا معنی ہے صاحب السر النشہر، جو شخص برسی باتوں میں راز دار ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس لیے ذکر کیا کہ تمام یہودی اور عیسائی ان کو نبی مانتے تھے، اس کے برخلاف حضرت عیسیٰؑ کو بعض یہودی نبی نہیں مانتے تھے یا اس لیے کہ تورات کے احکام کی عیسائی بہن پیروی کرتے تھے، یا اس لیے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہا وسلم دونوں کلیم اللہ اور کثیر المعجزات تھے۔

آیا وحی رک جانے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو بہاڑے سے گرا دینے کا ارادہ کیا تھا؟

حدیث نمبر ۳۱۴ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی رک جانے کا تذکرہ فرما رہے تھے: علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے کتاب التبیان میں یہ اضافہ کیا ہے کہ وحی کا آنا رک گیا جتنی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ٹھیکیں ہو گئے اور حر و اسیت ہم تک پہنچی ہے اس میں یہ ہے کہ آپ اس قدر غمگین ہوئے کہ آپ بار بار دوڑتے تاکہ آپ خود کو بہاڑوں کی چوٹیوں سے گرا دیں، اور جب بھی آپ کسی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے کہ خود کو اس ٹھگے سے گرا دیں تو جبرائیل آپ کے سامنے آتے اور کہتے اے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ کے رسول برحق ہیں، پھر آپ کا اضطراب ختم ہو جاتا اور آپ کا دل مطمئن ہو جاتا اور آپ ٹوٹ آتے، پھر جب وحی کا ٹکڑا طویل ہو گیا تو آپ پھر پہاڑ کی چوٹی پر چلے گئے، پھر جبرائیل آپ کے سامنے آگئے اور آپ سے اسی طرح کہا (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۴)۔

یہ حدیث مکرر بلاغات میں سے ہے (یہی یہ حدیث منقطع ہے) امام بخاری نے اس کی سند ذکر نہیں کی، اور نہ اس کے راوی کا ذکر کیا ہے، اور نہ یہ بیان کیا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور نہ یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں بحروف ہے۔ علاوہ انہی اس کا محل یہ ہے کہ یہ ابتدائی واقعہ ہے جب آپ نے جبل ثل کو نہیں دیکھا تھا جیسا کہ ابن اسحاق نے بعض سے نقل کیا ہے، یا یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب قرم کی تکذیب کرنے سے آپ دل برداشتہ ہو گئے تھے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَلَعَلَّكَ بِأَخْمِ نَفْسِكَ عَلَىٰ أَثَارِهِمْ أَلَمْ يَذُوقُوا
بِفَضْلِ الْحَدِيثِ اسفًا - (کہف ۶۱)

تو کہیں فرط غم سے ان کے پیچھے آپ جان نہ

بیٹھیں گے اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہ لائیں۔

یاد آپ کو یہ خوف ہوا کہ وحی کا رکنا کسی خاص سبب سے ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ڈرتے اور غلبہ خوف کی وجہ سے آپ نے اس اقدام کا ارادہ کیا، اور اس وقت تک شریعت میں خودکشی کی ممانعت وارد نہیں ہوئی تھی بلکہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے جو یہ بیان کیا ہے کہ یہ حدیث ہمیں پہنچی ہے، اس حدیث میں اضافہ شدہ حصہ صرف مہم کا تذکرہ ہے، عقیل اور یونس کی روایت میں یہ اضافہ نہیں ہے، اور امام بخاری نے جس طرح اس اضافہ کو ذکر کیا ہے اس سے یہ دہم ہوتا ہے کہ یہ اضافہ عقیل کی روایت میں بھی ہے۔ امام بخاری نے عمر از زہری روایت کیا ہے کہ وحی رک گئی اور آپ انگلیں ہونگے یہ حدیث آخر تک بیان کی ہے، اور میرے نزدیک یہ اضافہ صرف مہم کی روایت میں ہے، کیونکہ ابو نعیم نے اپنی مستخرج میں اس حدیث کو حافظ ابو ذر (شیخ بخاری) سے اس اضافہ کے بغیر روایت کیا ہے، اسماعیل نے بھی تفسیر کی ہے کہ یہ اضافہ صرف مہم کی روایت میں ہے، امام احمد، امام مسلم، امام اسماعیل، ابو نعیم اور دیگر محدثین نے اس حدیث کو اس اضافہ کے بغیر روایت کیا ہے اور فیما بیلخنا (وہ چیز جو ہمیں پہنچی ہے) کا قائل زہری ہے، اور اس کا نسخہ یہ ہے کہ اس قصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیث، ہمیں پہنچی ہے وہ زہری کی بلاغات میں سے ہے اور یہ حدیث موصول نہیں ہے، (یعنی مہم کا یہ اضافہ منقطع ہے) علامہ کرمانی نے کہا یہ تقریر ظاہر ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اضافہ مدرج ہو لیکن محقق پہلی تقریر ہے۔

شعبی کی مرسل روایت میں ہے کہ انقطاع وحی کی مدت دھائی سال تھی، لیکن امام ابن سعد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وحی چند ایام کے لیے منقطع ہوئی تھی۔

امام اسماعیل نے کہا ہے کہ بعض منکرین حدیث نے یہ اعتراض کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ کیسے ممکن تھا کہ آپ اپنی نبوت میں شک کرتے، حتیٰ کہ اپنے خوف کی حضرت خدا کے سے شکایت کرتے، اور درتہ بہ تہ کی طرف رجوع کرتے، اور خود کو پہاڑ کی چوٹی سے گرانے کا ارادہ کرتے تاکہ خودکشی کر لیں، جیسا کہ مہم کی روایت میں ہے، اور اگر فرشتہ کو دیکھنے کے بعد بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شک کرنا جائز ہو گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عادات جاریہ یہ ہے کہ جب وہ اپنی مخلوق تک کسی عظیم کام کو پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ پہلے اس کی بنیاد قائم کرتا ہے پھر اس کی تربیت کرتا ہے پھر اس کو تدریجاً اپنے کمال طبع تک پہنچاتا ہے، اسی وجہ سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بچے خواب دکھائے گئے، پھر آپ کے دل میں خلوت گزینی پیدا کی گئی اور آپ سے غار میں عبادت کرائی گئی، پھر جب آپ کے پاس اچانک فرشتہ آگیا تو یہ واقعہ عام عادت اور معمول کے خلاف تھا، اسی لیے بشری تقدیر سے آپ گھبراتے اور وحشت زدہ ہوتے اور اس حالت میں آپ کے لیے غور و فکر کرنا ممکن نہیں تھا کیونکہ نبی سے نبوت کے باوجود طبیعت بشری بالکل زائل نہیں ہوتی، اس لیے جو واقعہ آپ کے لیے غیر مانوس تھا اس سے آپ کا گھبرانا اور وحشت زدہ ہونا باعث تعجب نہیں ہے، حتیٰ کہ جب اس قسم کے واقعات بار بار ہوتے تو آپ مانوس ہو گئے اور آپ کی دل جمعی ہو گئی، یہی وجہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد آپ حضرت خدا کے پاس

گئے جن سے آپ مالوس تھے، اور ان کو سارا ماجرا سنایا، حضرت عبد المجہ جو آپ کے اخلاق کریمہ اور اسوۂ حسنہ سے واقف تھے، آپ کا منصب نبوت پر فائز ہونا اور اچانک اس غیر معمولی واقعہ کے پیش آنے سے آپ کا گھبراہٹ اور خوف زدہ ہونا ان کے نزدیک غیر متوقع نہیں تھا، اس لیے آپ کو مطمئن اور پرسکون رکھنے کے لیے وہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں کیونکہ وہ صادق، عارف اور کتب قدیمہ کے عالم تھے، جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سنا تو اس نے حق کا اعتراف اور یقین کر لیا۔

پھر تالیس نبوت کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ وحی کا ترک جانا تھا تا کہ وحی کا حصول تدریجاً ہو اور آپ کو اس کی مشق ہو، وحی کا ترک جانا آپ پر شاق گذرا کیونکہ ابھی تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خطاب نہیں کیا گیا تھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اس کے بندوں کی طرف نبوت کیسے گئے ہیں، اس لیے آپ غمزدہ ہوئے، پھر آپ آہستہ آہستہ منصب نبوت کی ذمہ داریوں کو اٹھانے کے عادی ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مقدر شدہ فتوحات جاری کر دیں۔

باقی رہا یہ امر کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے چوتھی سے خود کو گمراہی کا ارادہ کیا تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت نبوت کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کی آپ کو مشق نہیں تھی اور آپ کو یہ خدشہ تھا کہ نبوت کا بوجھ اٹھانے سے تمام لوگ آپ کے مخالف ہو جائیں گے۔

ہمارے نزدیک اس اشکال کا صحیح جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ اضافہ یا منقطع ہے یا مضموع ہے اور صحیح بخاری میں مذکور ہونے کے باوجود یہ اضافہ ضرور صحیح نہیں ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اور ماضی کے ارادوں سے معصوم ہونا قطعاً یقین میں سے ہے اور یہ منقطع روایت اس عقیدہ قطعاً سے مزامم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی، یہ حدیث مشکوٰۃ المصابیح میں بھی صحیح بخاری کے حاشیے سے مذکور ہے لیکن حیرت ہے کہ لائل قاری اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کی شرح کرنے سے کوئی قرض نہیں کیا اور خاموشی سے آگے گزر گئے، اسی طرح، ہمارے سامر مولانا غلام رسول رضوی نے بھی تفہیم البخاری میں اس حدیث پر کوئی کلام نہیں کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

انقطاع وحی کی مدت کا بیان

تین سال تھے، امام ابن اسحاق نے اسی پر وثوق کیا ہے، اور امام بیہقی نے یہ نقل کیا ہے کہ وحی ترک جانے کی مدت چھ ماہ تھی، اس بنا پر نبوت کی ابتداء چالیس سال مکمل ہونے کے بعد خوابوں سے ماہ ربیع الاول میں ہوئی، اور بیداری میں وحی رمضان میں واقع ہوئی، اور یہ جو کہا گیا ہے کہ انقطاع وحی کی مدت تین سال ہے، اس کا مطلب اقرب اور یا یہاں اللہ کی درمیانی مدت میں جبرائیل کا نہ آنا نہیں ہے بلکہ فقط قدس آن مجید کا نزول تاخیر ہو گیا تھا۔ پھر میں نے تاریخ امام احمد کو دیکھا تو اس میں شعبی سے یہ روایت ہے کہ چالیس سال کی عمر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت نازل ہوئی، اور ابتدائی نبوت میں تین سال آپ کے ساتھ حضرت اسرائیل رہے، اور جب تین سال گزر گئے تو پھر آپ کے

ساتھ حضرت جبرائیل رہے، پھر دس سال آپ کے اور قرآن مجید نازل ہوا، اور امام ابن ابی خلیفہ نے ایک اور سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ آپ کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا، اجتہادی تین سال آپ حضرت اسرافیل کے سپرد تھے اس کے بعد آپ حضرت جبرائیل کے سپرد کیے گئے، امام واقدی نے اس سہل روایت کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ فرشتوں میں سے صرف حضرت جبرائیل آپ کے ساتھ رہے ہیں لیکن یہ اعتراض صحیح نہیں ہے، کیونکہ ثبوت نفاثی پر مقدم ہوتی ہے، علامہ سیسی نے کہا ہے کہ وحی رک جانے کی مدت ڈھائی سال ہے اور ایک روایت میں یہ مدت چھ ماہ ہے، اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ مدت چند دن تھی۔ لے
شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وحی کو روکنے میں مکت یہ تھی کہ وحی نازل ہونے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عورت اور گھبراہٹ لاحق ہوتی تھی وہ دور ہو جائے اور وحی کے حصول کے لیے آپ کے دل میں شوق اور انتظار پیدا ہو۔ لے

اعلان نبوت سے پہلے آپ کے نبوت سے منصف ہونے کی تحقیق | سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں
نزد دل وحی کی کیفیت کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لیے پہلے یہ بات فرمیں نشین رہنی چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اچانک اس صورت حال سے آہستہ آہستہ آپ کو اس سے پہلے کبھی یہ گمان بھی نہ گذر تھا کہ آپ نبی بنائے جانے والے ہیں نہ اس کی کوئی خواہش آپ کے دل کے کسی گوشہ میں موجود تھی، نہ اس کے لیے کوئی تیاری آپ پہلے سے کر رہے تھے اور نہ اس کے لیے آپ متوقع تھے کہ ایک فرشتہ اوپر سے پیغام لے کر آئے گا، آپ خلوت میں بیٹھ کر مراقبہ اور عبادت ضرور فرماتے تھے لیکن نبی بنائے جانے کا کوئی تصور آپ کے ماضیہ خیال میں نہ تھا۔ اسی حالت میں جب یکایک غارِ حرا کی اس تنہائی میں فرشتہ آیا تو آپ کے اوپر اس پہلے عظیم اور غیر معمولی تجربہ سے دہی گھبراہٹ طاری ہوئی جو لامحالہ ایسے حالات میں ایک بشر پر طاری ہوتی چاہیے، قطع نظر اس کے کہ وہ کیسا ہی عظیم الشان بشر ہو، یہ گھبراہٹ بسیط نہیں بلکہ مرکب قسم کی تھی طرح طرح کے سوالات حضور کے ذہن میں پیدا ہو رہے تھے جنہوں نے طبع مبارک کو سخت خلجان میں مبتلا کر دیا تھا، کیا واقعی میں نبی بنایا گیا ہوں؟ کہیں مجھے کسی سخت آزمائش میں تر نہیں ڈال دیا گیا؟ یہ بار عظیم آخر میں کیسے اٹھاؤں گا؟ اس عبادت کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کے وحی لانے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی ہونے کا معاملہ یا مبعوث ہونے کا علم تو الگ رہا، سورۃ طہ کی ابتدائی پانچ آیتوں کے نازل ہونے کے بعد ہی حضور کو جبرائیل کا علم ہوا نہ وحی اور قرآن کا نہ اپنے نبی اور صاحب کتاب ہونے کا۔

سوال یہ ہے کہ جب حضور کی نبوت کی پہلی بنیاد ہی شک پر رکھی گئی تو بعد میں ہا کر کون سی ایسی نئی چیز سامنے آئی تھی جس کے سبب سے یہ شک یقین سے بدل گیا۔ جبرائیل پہلی بار وحی لے کر آیا وحی جبرائیل اخیر وقت تک

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۵۰۹، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامیہ لاہور، ۱۳۸۱ھ

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۵۰۹، مطبوعہ مطبعہ تیج کار لکھنؤ

۳۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، سیرت سرور عالم ج ۲ ص ۱۳۶، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۱۹۸۹ء

وحی لاتار با جس قسم کے کلام کو اس نے پہلی بار پیش کیا اسی قسم کا کلام اخیر وقت تک پیش کرتا رہا، کوئی نئی چیز اس نزول کا رونما نہیں ہوئی، وحی حضور تھے، وہی جبرائیل اور وہی قرآن ابچہ کیا سبب ہے کہ پہلی پانچ آیتوں کا قرآن ہونا حضور کے نزدیک مشکوک ہو اور باقی آیتوں کا قرآن ہونا یقینی ہو، پہلی مرتبہ جبرائیل کو اللہ کا فرستادہ یقین نہ کیا ہو، پھر کر لیا ہو، پہلے اپنے نبی ہونے کا یقین نہ ہو پھر کر لیا ہو۔۔۔۔۔!

پھر ایسے میں کوئی شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ جس شخص پر قرآن نازل ہوا جب اس کو ہی ابتداء میں اس کلام کے وحی الہی ہونے کا یقین نہیں تھا تو میں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہم اس کلام کو کلام خداوند قرار دے؟ کو صاحب کتاب نبی مانیں۔ یاد رکھیے اگر ایک منٹ کے لیے بھی تسلیم کر لیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے بارے میں شک ہو سکتا ہے تو تمام وحی مشکوک ہو جائے گی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، قرآن اور اسلام ان میں سے کوئی چیز بھی یقینی نہیں رہے گی۔

نزول قرآن سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی نہ تھے اور نہ ہی آپ کو نبوت کا علم تھا، اس پر استدلال کرتے ہوئے مردودی صاحب لکھتے ہیں:

وما كنت تزدري ان يدعى اليك الكتاب - (القصاص: ۶۸)
اور تم نہ جانتی کہ کتاب کو بلا لیا جائے۔

ما كنت تدري ما الكتاب دلائل الايمان - (الشورى: ۵۲)
تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہوتا ہے۔

یہ آیات اس باب میں بالکل قطعی الثبوت ہیں کہ نبوت کے منصب پر مرفوع ہونے سے پہلے آپ اس بات سے بالکل بے خبر تھے کہ آپ نبی بنائے جانے والے ہیں۔

آیات تو تمام قرآن کی قطعی الثبوت ہیں۔ غالباً سید مردودی صاحب قطعی الدلالة کہنا چاہتے تھے یعنی یہ آیات اس بات پر قطعی دلالت کرتی ہیں کہ نزول قرآن سے پہلے حضور کو نبوت کا علم نہیں تھا، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے چنانچہ پہلی آیت کریمہ وما كنت تدري ان يبعث اليك رسولا من ربك کے تفسیر میں خیر الامت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس آیت میں بظاہر خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن مراد آپ کی امت ہے، یعنی آپ کی امت کو یہ ترویج نہ تھی کہ ان کو یہ کتاب عطا کی جائے گی، حضرت ابن عباس کی یہ روایت علامہ خازن نے ذکر کی ہے، فرماتے ہیں:

قال ابن عباس الخطاب في الظاهر للنبي - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ
صلى الله عليه وسلم والعماد به اهل دينه - خطاب بظاہر حضور کو ہے اس سے مراد آپ کی امت
ہیں۔

علامہ ابوالبرکات نسفی حنفی نے بھی اس روایت کو اپنی تفسیر مدارک التنزيل میں اسی مقام پر ذکر کیا ہے۔

۱۔ سید ابوالاعلیٰ مردودی متوفی ۱۳۹۹ھ، سیرت مردود عالم ج ۲ ص ۱۰۸، مطبوعہ ادارۃ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۷۹ء

۲۔ علامہ علاء الدین علی بن محمد خازن متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۲ ص ۴۴، مطبوعہ دارالکتب العربیہ پشاور، ۱۳۸۰ھ
۳۔ علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزيل علی ما مشی الخازن ج ۳ ص ۴۴، مطبوعہ دارالکتب العربیہ، ۱۳۸۰ھ

حضرت ابن عباس کی اس روایت سے بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ یہ آیت قطعی الدلالة نہیں ہے اور اس روایت سے قطع نظر کر کے اس بات پر اصرار کیا جائے کہ یہ خطاب حضور ہی سے ہے۔ تب بھی مودودی صاحب کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔

کیونکہ مودودی صاحب نے آیت کا ایک اہم حقہ چھوڑ دیا جس سے پوری بات صاف ہو جاتی ہے، پوری آیت اس طرح ہے۔

وما كنت ترجوا ان يلقى اليك الكتاب الا
رحمة من ربك۔ (الفصل ۸۶)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سوا آپ اور کسی سبب سے
کتاب ملنے کی امید نہیں رکھتے تھے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

كانه قيل وما لقي اليك الكتاب الا رحمة من
ربك ويمكن ايضا اجاؤا على ظاهره اي وما
كنت ترجوا الا ان يوحى اليك الله برحمته فينعم عليك
بذلك اي ما كنت ترجوا الا على هذا۔

گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا کہ آپ پر کتاب
صرف اللہ کی رحمت سے نازل ہوئی ہے اور یہ بھی
ممکن ہے کہ آیت کا ظاہری معنی مراد ہو یعنی آپ کو صرف
اللہ کی رحمت سے توقع تھی کہ وہ آپ پر یہ کتاب نازل

فرمائے گا۔
پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب ملنے کی امید تھی لیکن یہ امید صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے
والبتہ تھی کیونکہ نہ تو حضرت ارون علیہ السلام کی طرح آپ کو کسی وحی سے نبوت مل نہ حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی
طرح بطور میراث نبوت حاصل ہوئی، خلاصہ یہ کہ آپ کی نبوت پر کوئی ظاہری قرینہ یا کوئی دنیاوی سبب نہ تھا صرف اور
صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ کو نبوت حاصل ہوئی۔

قرآن کریم کی جس دوسری آیت سے سید مودودی صاحب نے استدلال کیا ہے وہ یہ ہے:

ما كنت تدري ما الكتاب ولا الایمان۔ (الشوریٰ: ۵۲)

تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوئی ہے اور
نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہوتا ہے۔

سید مودودی صاحب کے کہنے کے مطابق اس آیت کو اگر ظاہری معنی پر محمول کیا جائے تو لازم آئے گا
کہ نزول قرآن سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ صاحب ایمان بھی نہ تھے، کیونکہ جب آپ کو ایمان کا
علم ہی نہ تھا تو آپ مومن کیسے ہو سکتے تھے اور یہ بارگاہ نبوت میں بے ادبی کی ایسی جسارت ہے جس سے مومن
کا دل لرز جاتا ہے۔

اہل علم نے اس آیت کو ظاہری معنی پر محمول نہیں کیا، علامہ آکوسی لکھتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء
علیہم السلام بعثت سے پہلے مومن ہوتے تھے، اور محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو جبرائیل کے وحی لانے سے پہلے قرآن کریم کا اجمالی علم حاصل تھا۔

۱۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۷۴۰ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۶۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

۲۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۵ ص ۵۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اس آیت کے علماء نے بہت سے جوابات ذکر کیے ہیں لیکن بہترین جواب یہ ہے کہ اس آیت میں طہریت کی نفی کی گئی ہے اور وہ آیت کہتے ہیں قیاس اور اندازہ سے کسی چیز کے جاننے کو اس لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہے کہ تہرول قرآن سے پہلے آپ ایمان اور کتاب کو قیاس اور اندازہ سے نہیں جانتے تھے، یعنی آپ کو جو کچھ اس بار سے میں علم تھا وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم تھا، قیاس اور اندازہ نہیں تھا، راہ یہ کہ آپ پہلے سے نبی تھے یا چالیس سال بعد نبی بنے تھے، اس بار سے میں علامہ آئوسی لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا ہوتے ہی نبوت عطا ہوئی اور حضرت یحییٰ کو دو تین سال کی عمر میں نبوت عطا فرمائی، یا یحییٰ خذ الكتاب بقوة واتيناك الحكم صبيا۔ اسے یحییٰ! پوری قوت کے ساتھ کتاب سے لو اور ہم نے انھیں یحییٰ میں ہی نبوت دی۔ تو جب حضرت یحییٰ کو کم سنی میں اور حضرت عیسیٰ کو پیدا ہوتے ہی نبوت مل سکتی ہے تو وہ کیونکر پیدائش کے وقت نبوت سے محروم ہوں گے جو اللہ کے محبوب ہیں اور جن کے صدقے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو نبوت عطا فرمائی ہے۔

اور امام ترمذی نے اپنی صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی ہے:

عن ابی ہریرۃ قال قالوا یا رسول اللہ
ما وجبت لك النبوة قال و آدم بین
الکون و الجسد۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو نبوت
کب ملی تھی، فرمایا جب آدم روح اور جسم کے درمیان
تھے۔

شیخ اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی نشر الطیب کی ابتداء میں یہ ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے وصف نبوت بلکہ ختم نبوت کا مرتبہ حاصل ہو چکا تھا، البتہ نبوت کا ظہور حضور کی جسمانی پیدائش کے چالیس سال بعد ہوا ہے۔
شیخ تھانوی لکھتے ہیں:

اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس وقت (عالم ارواح میں) سیدی غفرلہ ختم نبوت کے ثبوت کے بلکہ خود نبوت ہی کے ثبوت کے کیا معنی کیونکہ نبوت آپ کو چالیس سال کی عمر میں عطا ہوئی، اور چونکہ آپ سب انبیاء کے بعد میں مبعوث ہوئے، اس لیے ختم نبوت کا حکم کیا گیا، سو یہ وصف تو خود تاخر کو متعلق ہے، جواب یہ ہے کہ یہ تاخر مرتبہ ظہور میں ہے، مرتبہ ثبوت میں نہیں جیسے کسی کو تحصیل داری کا عہدہ آج مل جائے اور تنخواہ بھی آج ہی سے پورے ہونے لگے مگر ظہور ہوگا کسی تحصیل میں جیسے جانے کے بعد۔ ۱۲

اس بحث کے اخیر میں ہم بڑے رنج اور کرب کے ساتھ اس حدیث کی تشریح میں نبوت کے بارے

۱۔ علامہ سید محمود آئوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۵ ص ۶۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ امام ابوعلی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۱۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۳۔ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، نشر الطیب ص ۷، مطبوعہ تاج کینیڈا لمیٹڈ، کراچی

میں سید مودودی کی یہ رائے پیش کر رہے ہیں:

”پھر یوں سے بڑھ کر شوہر کی زندگی، اس کے حالات اور اس کے خیالات کو کون جان سکتا ہے اگر ان کے تجربہ میں پہلے سے یہ بات آئی ہوتی کہ میاں نبوت کے امیدوار ہیں اور ہر وقت فرشتے کا انتظار کر رہے ہیں تو ان کا جواب ہرگز وہ نہ ہوتا جو حضرت خدیجہ نے دیا۔ وہ کہتیں کہ میاں گھبرانے کیوں ہو جس بیچر کی مدتوں سے تنہا تھی وہ لگتی بطراب پیری کی دکان چمکاؤ میں بھی اندر اسے سنبھالنے کی تیاری کرتی ہوں۔“

گویا سید مودودی کے نزدیک ”نبوت“ پیری کی دکان کے مترادف ہے!! خود باللہ من تلک الخرافات۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج اور نمازوں کی فرضیت کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امیر سے پاس بلاق لایا گیا، وہ ایک بے قد اور سفید رنگ کا چمپایہ تھا، گدھے سے بٹا اور نچر سے بکم تھا۔ اس کا قدم نظر کی انتہاء پر پڑتا تھا، میں اس پر سوار ہو کر بیت المقدس تک پہنچا۔ اور جس جگہ انبیاء علیہم السلام اپنی سواریوں کو باندھتے تھے وہاں میں نے اس کو باندھ دیا، پھر میں مسجد میں داخل ہوا، اور اس میں دو رکعات پڑھ کر باہر آیا۔ جبرائیل میرے پاس ایک برتن میں شراب اور دوسرے میں دودھ لے کر آئے، میں نے دودھ لے لیا، جبرائیل نے کہا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کیا، پھر مجھے آسمان پر لے جایا گیا اور جبرائیل نے آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا، پوچھا تم کون ہو؟ کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں انھیں بلایا گیا ہے، حضور نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور میری عزت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انھوں نے مجھے مرحبا

بَاۤلْاَسْمَاءِ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ اِلَی السَّمٰوٰتِ وَفَرَضَ الصَّلٰوٰتِ ۳۱۹۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخٍ نَحْنُ اَعْمَادُہُمْ مَّكَّةَ نَاثَاۤیْلُ الْبُسْتَاۤیْنِ عَنْ اَبِیْ بِنِ مَالِکٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ قَالَ اُتِیْتُ بِاَلْبَدَاۤیْنِ وَهُوَ اَبْنُ اَبِیْ طَوِیْلٍ فَوْقَ الْهَمَارِ وَوَدَّتُ الْبَقْلَ یَصْنَعُ حَافِرًا عِنْدَ مُنْتَهٰی طَرَفِہٖ فَتَالَ فَرَكِمْتُ حَتّٰی اَکْتُتُ بَیْنَ الْمَقَدَّسِ فَتَالَ قَدْ بَطَلْتُ بِالْحَلَقَةِ الَّتِیْ یُرِیْطُ بِہَا الْاَنْبِیَاۤءُ قَالَ ثُمَّ وَخَلْتُ الْمَشِیْحَةَ فَصَلَّیْتُ فِیْہِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَاءَ فِیْ جُبُرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِاَنَاءٍ مِّنْ تَمْرِ وَاِنَا وَ مِنْ لَبِیْ فَا تَخَعَّدْتُ الْکَبِیْرَ فَتَالَ جُبُرِیْلُ اَتَخَعَّدُ الْفِطْرَةَ قَالَ ثُمَّ خَرَجَ بِنَا اِلَی السَّمَآءِ فَا سَفَعْتَنِيْ جُبُرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقِیْلَ مِّنْ اَمَّتْ قَالَ جُبُرِیْلُ قِیْلَ وَ مِّنْ مَّعَكَ فَتَالَ مُخَعَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ قِیْلَ وَ قَدْ بُعِثَ الْاَنْبِیَاۤءُ قَالَ فَعُتِیْعَ لَنَا فَاۤ اَنَا یَا دَ مَرَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ فَوَحَّی بِنِیْ وَ دَعَا لِيْ بِجُبُرِیْلَ ثُمَّ خَرَجَ بِنَا اِلَی السَّمَآءِ الْمُنَآیْبَةِ فَا سَفَعْتَنِيْ جُبُرِیْلُ عَلَیْہِ

السَّلَامُ فَقِيلَ مَنْ أَنْتَ قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ
وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْكَ قَالَ
قَدْ بُعِثَ إِلَيْكَ قَالَ فَقُتِبَ لَنَا حَيًّا ذَا
أَنَا يَا بَنِي النَّحْلَةِ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ وَ
يَحْيَى بْنُ مَرْيَمَ يَا صُلُوكَاتِ اللَّهِ وَسَلَامُهُ
عَلَيْهِمَا فَدَعَبَا فِي دَعْوَايَ بِخَيْرٍ ثُمَّ
عَرَجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الثَّلَاثَةِ فَاسْتَفْتَحَ
جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقِيلَ مَنْ أَنْتَ قَالَ
جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ
بُعِثَ إِلَيْكَ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْكَ فَقُتِبَ لَنَا
حَيًّا ذَا أَنَا بِبَيْتِ سُبَّحَانَكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ وَرَا ذَا هُوَ قَدْ أُعْطِيَ
شَطْرَ الْحُسَيْنِ قَالَ فَدَعَبَا فِي دَعْوَا
يَ بِخَيْرٍ ثُمَّ عَرَجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ
فَنَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَقِيلَ مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ
مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْكَ
قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْكَ فَقُتِبَ لَنَا حَيًّا ذَا
أَنَا يَا ذَا لَيْسَ عَلَيْكَ السَّلَامُ فَدَعَبَا
فِي دَعْوَايَ بِخَيْرٍ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
وَمَ قَعْنَا لَهُ مَحَامِدًا عِيدًا ثُمَّ عَرَجَ
بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الْخَامِسَةِ فَاسْتَفْتَحَ
جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قِيلَ مَنْ هَذَا
قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ
مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْكَ قَالَ قَدْ

کہا اور دعا دی، پھر ہمیں دوسرے آسمان پر لے جایا
گیا اور جبرائیل نے دروازہ کھٹکھٹایا، آواز آئی تم کون
ہو؟ کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا
محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟
کہا ہاں! انھیں بلایا گیا ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا
پھر ہم سے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور حضرت
عیسیٰ بن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام وہ
غالبہ زاد بھائیوں سے میری ملاقات ہوئی، ان دونوں نے
مجھے مر جاکہا اور دعا دی، پھر ہمیں چوتھے آسمان پر
لے جایا گیا، جبرائیل نے دروازہ کھٹکھٹایا، آواز آئی تم
کون ہو؟ کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟
کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا کیا انھیں بلایا گیا
ہے؟ کہا ہاں! انھیں بلایا گیا ہے، حضور نے فرمایا
پھر ہم سے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور
میری حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جن
کو اللہ تعالیٰ نے تمام حسن کا آدھا حصہ عطا فرمایا ہے
انھوں نے مجھے مر جاکہا اور دعا دی، پھر ہم کو چوتھے
آسمان پر لے جایا گیا، جبرائیل نے آسمان کا دروازہ
کھٹکھٹایا، پوچھا کون ہے؟ کہا جبرائیل! پوچھا تمہارے
ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا کیا
انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں! بلایا گیا ہے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر ہم سے لیے آسمان
کا دروازہ کھول دیا گیا، اور میری حضرت ادریس علیہ
السلام سے ملاقات ہوئی، انھوں نے مجھے مر جاکہا
اور دعا دی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس کے پاس
میں فرمایا تم نے ان کو بلند مقام عطا فرمایا ہے، پھر
ہم کو پانچویں آسمان کی طرف لے جایا گیا، جبرائیل نے
دروازہ کھٹکھٹایا، پوچھا کون ہے؟ کہا جبرائیل! پوچھا
تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا

بُعِثَ إِلَيْهِ فَقُتِرَ لَنَا ذَا آَنَا يَهْرُؤُنَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَدَحَبَ بِي وَدَعَانِي
بِخَيْرٍ ثُمَّ عَرَجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ
السَّادِسَةِ فَنَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ
السَّلَامُ قِيلَ مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيْلُ
قِيلَ مَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ
قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَقُتِرَ لَنَا ذَا آَنَا
يَهْرُؤُنِي عَلَيْهِ السَّلَامُ فَدَحَبَ بِي وَدَعَا
لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عَرَجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ
السَّابِعَةِ فَنَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَقِيلَ مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيلَ
مَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ
قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَقُتِرَ لَنَا ذَا آَنَا
يَهْرُؤُنِي عَلَيْهِ السَّلَامُ فَدَحَبَ بِنَا
ظَهَرَ إِلَى الْبَيْتِ الْمُعَمُّورِ وَإِذَا هُوَ
يَدُ خُلَّةٍ كُلُّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ
مَلَكٍ لَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ ثُمَّ ذَهَبَ بِي
إِلَى السَّمَاءِ الثَّمَانِيَةِ وَإِذَا مَا هُنا
كَأَنَ الْوَيْلُكَ وَإِذَا هُمُهَا كَالْقِدَالِ
قَالَ فَلَمَّا غَشِيَهَا مِنْ أَمْرِ اللَّهِ مَا
غَشِيَتْ تَغَيَّرَتْ فَمَا أَحَدٌ مِنْ خَلْقِ
اللَّهِ يَسْتَطِيعُ أَنْ يُلَاقَهَا مِنْ حُسْنِهَا
فَنَادَانِي إِلَى مَا أَدْنَى فَقَرَضَ عَلَيَّ
خَمْسِينَ صَلَاةً فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ
فَنَزَلْتُ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ
مَا قَرَضَ بِكَ عَلَى أَمَّتِكَ قُلْتُ خَمْسِينَ
صَلَاةً فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ قَالَ

کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں بلایا گیا ہے، حضور نے
فرمایا پھر تم سے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور
حضرت ہارون علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی، انھوں
نے مجھے مرجا کہا اور دعا دی، پھر ہم کو چھٹے آسمان پر
سے جایا گیا، جبرائیل نے دروازہ کھلویا، پوچھا کون ہے؟
کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی
اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں بلایا
گیا ہے، حضور نے فرمایا پھر تم سے لیے آسمان کا
دروازہ کھول دیا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے میری
ملاقات ہوئی، انھوں نے مجھے عرض آمدید کہا اور
دعا دی پھر ہم کو ساتویں آسمان پر سے جایا گیا۔ جبرائیل
علیہ السلام نے دروازہ کھلویا، پوچھا کون ہے؟ کہا محمد صلی
اللہ علیہ وسلم، پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں انھیں
بلایا گیا ہے پھر تم سے لیے دروازہ کھول دیا گیا،
اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی، جو
بیت المعمور سے ٹیک لگائے، موسیٰ نے فتح اللہ
اس بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے جاتے
ہیں اور جو فرشتہ ایک بار ہوا آئے، اس کو دوبارہ
موقع نہیں ملتا، پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے سدرۃ المنتهی
رہبری کا درخت پر لے گئے جس کے پتے ہاتھی کے
کان اور پھل مشکوں کے برابر تھے، اور وہ درخت
اللہ کے حکم سے اس قدر حسین بن گیا کہ کوئی شخص اس
کی عمر لھورتی بیان نہیں کر سکتا، پھر اللہ تعالیٰ نے جو چاہا
مجھ پر وحی کی اور مجھ پر ایک دن اور رات میں پچاس
نمائیں فرض کیں، جب میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو
انھوں نے کہا آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض
کیا ہے؟ میں نے کہا ہر دن رات میں پچاس نمازیں
حضرت موسیٰ نے کہا اپنے رب کے پاس جا کر تحفیف

ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَمَا سَأَلَهُ التَّخْفِيفُ
فَيَا أُمَّتَكَ لَا يُطِيقُونَ ذَلِكَ فَمَا قَدْ
تَكُونُ بَيْنَ أَسَدٍ ثَمِيلٍ وَتَحْبِرُ ثُمَّ قَالَ
فَرَجَعْتُ إِلَىٰ رَبِّي فَقُلْتُ يَا رَبِّ تَخَفْتُ
عَلَىٰ أُمَّتِي فَحَطَّ عَنِّي غَمْسًا فَرَجَعْتُ
إِلَىٰ مُوسَىٰ فَقُلْتُ حَطَّ عَنِّي غَمْسًا قَالَ
إِنَّ أُمَّتَكَ لَا يُطِيقُونَ ذَلِكَ فَمَا رَجِعْ
إِلَىٰ رَبِّكَ فَمَا سَأَلَهُ التَّخْفِيفُ قَالَ فَلَمْ
أَرْجِعْ بَيْنَ رَأْيِي وَتَبَارَكَ وَتَعَالَى
وَبَيْنَ مُوسَىٰ حَتَّىٰ قَالَ يَا مُحَمَّدُ أَهْنُ
خَمْسَ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَكَفَيْكَ لَيْلًا
صَلَاةَ عَشْرٍ فَذَلِكَ خَمْسُونَ صَلَاةً
وَمِنْ هَمٍّ بِخَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ
لَهَا خَسَنَةٌ فَيَا رَجُلًا كُتِبَتْ لَهَا عَشْرًا
وَمِنْ هَمٍّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ
تُكْتَبْ شَيْئًا فَيَا رَجُلًا كُتِبَتْ سَيِّئَةٌ
وَاحِدَةٌ قَالَ فَتَوَلَّيْتُ حَتَّىٰ انْتَهَيْتُ
إِلَىٰ مُوسَىٰ فَتَاخَبَوْنِي فَقَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ
رَبِّكَ فَمَا سَأَلَهُ التَّخْفِيفُ فَقَالَ وَسُئِلَ
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ قَدْ
رَجَعْتُ إِلَىٰ رَبِّي حَتَّىٰ اسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ -

کا سوال کیجئے! کہونکہ آپ کی امت، پچاس نمازیں نہ پڑھ
سکے گی، میں اس آزمائش میں پڑھ کر بھی اسرائیل کا تجربہ
کر چکا ہوں، میں اپنے رب کے پاس لوٹا اور کہا اے
میرے رب! میری امت پر کچھ تخفیف فرما، اللہ تعالیٰ
نے پانچ نمازیں کم کر دیں، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس
پہنچا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دی ہیں۔
حضرت موسیٰ نے کہا آپ کی امت اتنی نمازیں نہ پڑھ سکے گی
جائے جا کر تخفیف کا سوال کیجئے، رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے پاس جاتا ہوں
پانچ نمازیں کم کر دیتا اور موسیٰ علیہ السلام پھر تخفیف کے
بے مجھے اللہ تعالیٰ کے پاس بھیج دیتے، یہ سلسلہ یہی
چل رہا تھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد! دن اور
رات کی یہ پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز کا دس گنا اجر ہوگا،
پس یہ پچاس نمازیں ہو جائیں گی، اور جو شخص ایک کام
کا قصد کرے اور پھر وہ نیک کام ذکر کرے اس کے لیے
ایک نیک لکھی جائے گی اگر وہ اس نیک کو کرے تو دو نیکیاں
لکھی جائیں گی اور جو شخص بُرے کام کا قصد کرے اور وہ
بڑا کام ذکر کرے تو اس کے نامہ اعمال میں کچھ نہیں لکھا
جائے گا، اور اگر بڑا کام کرے گا تو اس کی ایک بلائی لکھی
جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر
میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور ان کو ان
احکام کی خبر دی، انھوں نے پھر کہا اپنے رب کے پاس
جا کر مزید تخفیف کا سوال کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا میں نے کہا میں نے بار بار اپنے رب
کے پاس درخواست کیا، اللہ اب مجھے جیا آتی ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے فرشتے
رمزم پر لے گئے میرا سینہ چاک کیا اور رمزم کے
پانی سے دھویا، پھر مجھے چھوڑ دیا۔

۳۲۰۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَتْمَةَ عَنْ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ
حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَتْمَةَ عَنْ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ
حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَتْمَةَ عَنْ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ
حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَتْمَةَ عَنْ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ
حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَتْمَةَ عَنْ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ
حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَتْمَةَ عَنْ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ
حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَتْمَةَ عَنْ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ
حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَتْمَةَ عَنْ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ
حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَتْمَةَ عَنْ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ
حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَتْمَةَ عَنْ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ

أَبْنَيْتُمْ فَأُظْلِمْتُمْ إِلَى الْإِلَهِ لَمْ تَقَالِ تَقْبِيْرٌ عَنْ مَسْئُورٍ
كَمْ غَسِلَ بِمَاءٍ زَهْرًا لَمْ تُرَ لَمْ تُرَ لَمْ تُرَ

۳۲۱۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ مَرْوَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيهِ
سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيهِ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ آتَاهُ
جَبْرِئِيلُ وَهُوَ يَلْعَبُ مِنَ الْعُلَمَاءِ فَتَأْخُذُ أَفْصُوْعُهُ
فَتَشُقُّ عَنْ قَلْبِهِ فَتَسْخُورُ بِهِ الْقَلْبُ فَتَسْخُورُ بِهِ
مِنْهُ عَلَيْهِ فَقَالَ هَذَا أَحْكَمُ الشَّيْطَانِ مِنْكَ شَرُّ
عَسْكَرِكَ فِي مَكْنِيَّتٍ مِنْ ذَهَبٍ بِمَاءٍ زَهْرًا لَمْ تُرَ
لَا مَاءٌ أَعَادَكَ فِي مَكْنِيَّتِهِ وَجَاءَهُ الْعِلْمَانُ
يَسْعَوْنَ إِلَى أُمَمِهِ يَعْنِي ظَنُّهُ فَقَالَ لَوْ أَنَّ مُحَمَّدًا
قَدْ دَخَلَ فَا مَسْئُورُهُ وَهُوَ مَسْئُورُهُ النَّوْبُ
قَالَ أَلَسْتُ قَدْ كُنْتُ أَرَى أَنَّ ذَلِكَ الْمَسْئُورُ
فِي صَدْرِي ۲

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ آپ
(زچہن میں) بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ آپ ایک
بجیر میل آئے اور آپ کوئی کر آپ کا سینہ چیر کر دل
نکال لیا پھر دل میں سے جما ہوا خون نکالا اور کہا یہ
شیطان کا حصہ تھا، پھر دل کو موسے کے طشت
میں رکھ کر زمزم کے پانی سے دھویا پھر اس کو جوڑ
کر اپنی جگہ پر رکھ دیا یہ منظر دیکھ کر بچے دوڑے ہوئے
حضور کی رضائی ماں (علیمہ) کے پاس گئے اور کہا
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا گیا۔ یہ سن کر
سب دوڑ کر حضور کے پاس آئے اور دیکھا تو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ متغیر تھا۔ حضرت انس کہتے
ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ
پر اس سلالی کے نشانات دیکھے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ شبہہ مراج
کا ذکر کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ وحی آنے
سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں سو
رہے تھے، اس وقت آپ کے پاس تین فرشتے
آئے۔ بقیہ حدیث حسب سابق یہ ہے لیکن بعض عبارت
میں تقدیم اور تاخیر اور کمی اور زیادتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن دراز
میں مکہ میں تھا، میرے مکان کی چھت کھولی گئی جبرئیل
علیہ السلام آئے اور انھوں نے میرا سینہ چاک

۳۲۲۔ حَدَّثَنَا هُرَيْرُ بْنُ سَوِيدٍ الْأَدَلِيُّ قَالَ كُنَّا
أَبْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَلَمَةُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيهِ
قَالَ حَدَّثَنِي شَيْبَانُ بْنُ مَرْوَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيهِ
قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُنَا عَنْ لَيْكَةِ
أَسْرَى بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
مِنْ مَسْجِدِ الْكَعْبَةِ أَتَاهُ كَلْبَةٌ فَكَلَعَتْ كَفَّهُ قَبْلَ
أَنْ يُدْخِلَ الْيَمِيْنُ وَهُوَ نَائِمٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
وَسَأَلَ الْخَدَائِكَ بِقَضِيَّتِهِ فَخَوَّضَتْ كَأَيْتِ
الْبَنَاتِ وَكَلَعَتْ مِنْهُ خَيْبًا وَأَخْرَجَتْ دَمًا وَكَفَّحَتْ
۳۲۳۔ وَحَدَّثَنِي حَزْمَةُ بْنُ عَمِّيٍّ التَّيْمِيُّ
أَخْبَرَنَا أَبُو وَهَبٍ قَالَ أَخْبَدَنِي يَزِيدُ عَنْ أَبِي
رِثْمَانَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ قَالَ كَانَ أَبُو ذَرٍّ يَحْكُو
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ

فَرَجَ سَفْقَتُ بَيْتِي وَآكَأَ يَمَكَّةَ فَتَوَزَّ جَبْرِئِلُ عَلَيْهِ
السَّلَامُ فَقَرَعَ صَدْرِي ثُمَّ غَسَلَهُ مِنْ كَأْوَ زَمْزَمَ
ثُمَّ جَاءَ يَطْلُبُ مِنِّي وَهَبَ مُمْتَلِيًا حِكْمَةً وَ
إِيمَانًا قَاتَا خُرْعَهَا فِي صَدْرِي ثُمَّ أَطْبَقَهُ ثُمَّ
أَخَذَ بِيَدِي فَعَدَّ بِي إِلَى السَّمَاءِ فَلَمَّا جِئْنَا
السَّمَاءَ الدُّنْيَا قَالَ جَبْرِئِلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
لِخَازِنِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا انْتَحِ قَالَ مَنْ هَذَا
قَالَ هَذَا جَبْرِئِلُ قَبْلُ هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ قَالَ
لَعَنَ مَعِيَ مُحْتَكِكٌ كَانَ كَأُورُ سَلِّ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ
كَأُورُ فَقَتَلَهُ قَالَ فَلَمَّا عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا
قَالَ إِذَا رَجُلٌ مَعَنَ يَمِينِي أَسْوَدَ لَوْنُهُ وَعَنَ يَسَارِيهِ
أَسْوَدَ لَوْنُهُ قَالَ فَإِذَا أَنْظَرَ قَبْلَ يَمِينِي ضَجِجَكَ
وَلَا إِذَا أَنْظَرَ قَبْلَ شِمَالِيهِ بَكِي قَالَ فَقَالَ مَرَجَعًا
يَا لَيْثِي الصَّالِحِ وَالْإِيْمَانِي الصَّالِحِ قَالَ قُلْتُ يَا
جَبْرِئِلُ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا أَدَمُ وَهَذِهِ الْأَسْوَدَةُ
عَنَ يَمِينِي وَعَنَ شِمَالِيهِ لَكَسْمُ بَيْنِهِمَا فَآهَذَا
الْيَمِينِي آهَذَا الْجَمَّةُ وَالْأَسْوَدَةُ الْيَمِينِي
شِمَالِيهِ آهَذَا الْمَنَارُ فَإِذَا أَنْظَرَ قَبْلَ يَمِينِي
ضَجِجَكَ وَلَا إِذَا أَنْظَرَ قَبْلَ شِمَالِيهِ بَكِي قَالَ
ثُمَّ عَرَّجَ بِي جَبْرِئِلُ حَتَّى أَقَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ
فَقَالَ لِي خَازِنُهَا أَتَنْتَه قَالَ فَقَالَ لَهُ الْخَازِنُ
مِثْلُ مَا قَالَ تَعَادَلَتِ السَّمَاءُ الدُّنْيَا فَقَتَحَ
قَالَ أَكُنْ بَيْنَ مَالِكٍ فَكَذَكَرْتُ أَمْرًا وَجَعَلْتُ فِي
السَّمَوَاتِ أَدَمَ وَإِدْرِيسَ وَهَيْسَةَ وَمُوسَى
وَعَبْرَاهِيمَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَالسَّلَامُ وَكَثُرَ
يُثْبِتُ كَيْفَ مَنَارِ لِهَذَا غَيْدًا ثُمَّ ذَكَرَ أَنَّهُ
فَدَّ وَجَعَلَهُ أَدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَإِبْرَاهِيمَ
فِي السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ قَالَ فَلَمَّا مَرَّ جَبْرِئِلُ وَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِأَدْرِيسَ

کیا پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا، پھر ایک سوئے
کا طشت ایمان اور حکمت سے بھر کر لائے، پھر ایمان
اور حکمت کو میرے سینہ میں رکھ کر سینہ پوڑ دیا، پھر میرا ہاتھ
پکڑ کر مجھے آسمانوں کی طرف لے گئے جب ہم پہلے
آسمان پر پہنچے تو جبرئیل علیہ السلام نے اس آسمان کے
پیرہ دار سے کہا دروازہ کھولو، اس نے پوچھا کون
ہے؟ کہا جبرئیل، پوچھا کیا آپ کے ساتھ کوئی ہے؟
کہا ہاں میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پوچھا
کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں بلایا گیا ہے، پھر اس
نے دروازہ کھول دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جب ہم آسمان دنیا کے اوپر پہنچے تو دیکھا
ایک شخص تھا جس کے دائیں بائیں بجزرت مخلوق تھی،
وہ دائیں طرف دیکھ کر ہنستے اور بائیں طرف دیکھ کر
روتے، انھوں نے مجھے دیکھ کر کہا خوش آمدید
اے صاحب بیٹے اور صاحب نبی! میں نے جبرئیل سے
کہا یہ کون ہیں؟ انھوں نے کہا یہ حضرت آدم علیہ السلام
ہیں اور ان کے دائیں بائیں جو انجم ہے یہ ان کی اولاد
ہے، دائیں جانب جنتی ہیں اور بائیں جانب جہنمی ہیں،
اسی سبب سے وہ دائیں جانب دیکھ کر ہنستے ہیں
اور بائیں جانب دیکھ کر روتے ہیں۔ پھر جبرئیل مجھے
لے کر دوسرے آسمان پر پہنچے اور دوسرے آسمان
کے پیرہ دار سے کہا دروازہ کھولو اور وہ تمام سوال
جواب ہوئے جو پہلے آسمان کے پیرہ دار سے
ہوئے تھے اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ حضرت
انس بن مالک نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی آسمانوں پر حضرت آدم، حضرت ادریس، حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ
اور ابراہیم علیہم السلام سے ملاقات ہوئی اور
یہ نہیں بتایا کہ کس آسمان پر کس نبی سے ملاقات ہوئی البتہ
یہ بتلایا کہ پہلے آسمان پر حضرت آدم سے اور چھٹے

قَالَ مَوْحِبًا يَا لَتَيْبِي الصَّالِحِ وَالْأَخِرِ الصَّالِحِ
 قَالَ ثُمَّ مَرَرْتُ مِنْ هَذَا فَقَالَ هَذَا إِذْ رَأَيْتُ
 قَالَ ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ
 مَوْحِبًا يَا لَتَيْبِي الصَّالِحِ وَالْأَخِرِ الصَّالِحِ قَالَ قُلْتُ
 مَنْ هَذَا فَقَالَ هَذَا مُوسَى قَالَ ثُمَّ مَرَرْتُ
 بِعِيسَى فَقَالَ مَوْحِبًا يَا لَتَيْبِي الصَّالِحِ وَالْأَخِرِ
 الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا عِيسَى بْنُ
 مَرْيَمَ قَالَ ثُمَّ مَرَرْتُ بِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ مَوْحِبًا
 يَا لَتَيْبِي الصَّالِحِ وَالْأَخِرِ الصَّالِحِ قَالَ قُلْتُ
 مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ أَمِنُ
 شَيْئًا بِوَآخِبِي ابْنِ حَزْمٍ ابْنِ عَبَّاسٍ
 وَآبَاحِيَةَ الْأَنْصَارِيَّةِ كَانَا يَقُولَانِ هَذَا
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ غَرَبَ
 فِي حَقِّي فَلَمَرْتُ لِمُسْتَوَى أَسْتَمِعُ فِينَا صَرِيحًا
 الْأَقْلَامِ قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَآخِسُ بْنُ مَالِكٍ
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 قَفَرَضَ اللَّهُ عَلَى أُمَّتِي خَمْسِينَ صَلَوةً
 قَالَ فَرَجَعْتُ بِذَلِكَ حَتَّى أَمُرَ بِمُوسَى فَقَالَ
 مُوسَى مَاذَا خَرَصَ رَبُّكَ عَلَيَّ أُمَّتِكَ فَتَالَ
 قُلْتُ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسِينَ صَلَوةً قَالَ لِي
 مُوسَى فَرَا جَعَلَ رَبُّكَ قِيَامَ أُمَّتِكَ لَا تُطِيقُ
 ذَلِكَ فَتَالَ فَرَجَعْتُ رَبِّي فَوَضَعَ شَفَرَهَا
 فَتَالَ فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَخَبَّرْتُهُ
 قَالَ رَاجِعْ رَبُّكَ قِيَامَ أُمَّتِكَ لَا تُطِيقُ
 ذَلِكَ فَتَالَ فَرَجَعْتُ رَبِّي فَقَالَ هِيَ خَمْسُ
 وَهِيَ خَمْسُونَ لَا يُبَدِّلُ الْقَوْلُ لَدَائِي فَتَالَ
 فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ رَاجِعْ رَبُّكَ فَقُلْتُ
 قَدْ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ فِي
 جَنَابِ اللَّهِ حَتَّى تَأْتِيَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهَى فَتَقِصَّ بِهَا

آسمان پر حضرت ابراہیم سے ملاقات ہوئی۔ اور جب حضور
 کی حضرت ادریس سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا خوش آمدید
 ہو صالح نبی اور صالح بھائی گو۔ میں نے کہا یہ کون ہیں تو کہا یہ
 ادریس ہیں آپ نے فرمایا پھر میں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام
 کے پاس سے گذر انھوں نے کہا صالح نبی اور صالح بھائی
 کو خوش آمدید ہو، آپ نے فرمایا میں نے کہا یہ کون ہے؟
 انھوں نے کہا یہ موسیٰ ہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ سے ملاقات ہوئی انھوں
 نے کہا خوش آمدید ہو صالح نبی اور صالح بھائی گو میں نے کہا یہ
 کون ہیں؟ کہا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں پھر حضرت ابراہیم سے
 ملاقات ہوئی، انھوں نے کہا خوش آمدید ہو صالح نبی اور صالح بیٹے
 گو میں نے کہا یہ کون ہیں؟ کہا یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں، ایک اور سند
 کے ساتھ حضرت ابن عباس اور ابو جہل النخعی نے بیان کیا کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معراج کرائی گئی، یہاں تک کہ
 میں مقام استوار پر پہنچا، وہاں میں نے تلووں کی آواز سنی اور انس بن
 نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری
 امت پر پچاس نمازیں فرض کیں، میں ان نمازوں کو
 سے کر لو تا تو راستہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے
 ملاقات ہوئی، انھوں نے پوچھا آپ کے رب نے
 آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا پچاس
 نمازیں، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا واپس چلیے کیوں
 کہ آپ کی امت میں ان کی طاقت نہیں ہے۔ میں اپنے
 رب کے پاس گیا، اللہ تعالیٰ نے کچھ نمازیں کم کر دیں۔
 پھر جب موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور انھیں
 بتلایا تو انھوں نے فرمایا اپنے رب کے پاس واپس
 چلیے کیوں کہ آپ کی امت میں ان کی طاقت بھی نہیں
 ہے، پھر میں اپنے رب کے پاس گیا اللہ تعالیٰ نے پانچ
 نمازیں فرض کر دیں، اور فرمایا اگر پچاس کا ملے گا میرے
 قول میں تبدیلی نہیں ہوتی، پھر جب میں حضرت موسیٰ
 کے پاس پہنچا تو انھوں نے کہا اپنے رب کے پاس

الْوَالِدَيْنِ إِذَا دَارَىٰ مَا هِيَ قَالَتْ ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ
فَإِذَا رَفِيقَا جَنَّتَا بِذَلِكَ الْوَلَدِ كَرَادَةَ الْوَرَاثَةِ
الْيَسَلُكِ -

جانیے میں نے کہا اب مجھے اپنے رب سے حیا آتی
ہے پھر جبرائیل مجھے مدرۃ المنتہی پر لے گئے جس پر
ایسے ایسے عجیب و غریب رنگ چھانے ہوئے
تھے جس کو میں قیاس سے نہیں بتا سکتا پھر مجھے جنت
میں لے جایا گیا جہاں موتوں کے گنبد تھے اور جس
کی مٹی مشک تھی -

۳۲۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو
أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي بَنِ
مَالِكٍ لَعَنَهُ قَالَ عَنْ مَالِكِ بْنِ مَسْعُودَةَ وَجَدَ
مِنْ قَتُوبِهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَسَلَّمَ بَيْنَنَا أَنْتَا عِنْدَكَ الْبَيْتُ بَيْنَ النَّاسِ وَ
الْيَقْطَانِ إِذْ سَمِعْتُ قَائِلًا يَقُولُ أَحَدُ
الْمُشَلَّاتِ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ فَأَتَيْتُ بِطَبْتٍ
مِنْ ذَهَبٍ فِيهَا مِنْ مَثَاقِيرَ مَرَمَرٍ فَشَدَّ
صَدْرِي إِلَى كَذِّهِ أَوْ كَذِّهَا قَالَ قَتَادَةُ فَقُلْتُ
يَذُو مَيْمَنِي مَا يَعْنِي قَالَ إِلَى أَثْقَلِ بَطْنِهِ
فَتَأْتِيهِمْ قَلْبِي فَيُفَسِّلُ بَيْنَهُمَا مَرَمَرًا
ثُمَّ أَعِيذُ مَكَانَهُ ثُمَّ هَرَبِي إِيْمَانًا وَفُكْرًا
ثُمَّ أَرَيْتُ بِدَاخِلَةِ أَبِيضٍ يُقَالُ لَهُ الْبُكَارُ
كَوَقِ الْجَمَامِ وَدُونَ الْبَعْلِ يَغْتَمُ لِحْظُهُ
عِنْدَ أَثْقَلِ طَرَفِهِ فَخُيِّدْتُ عَلَيْهِ بَشِيرًا
أَنْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا الْمَشَاةَ الدُّنْيَا وَ
اسْتَقْفَعْنَا جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقِيلَ
مَنْ هَذَا فَقَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ
قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قِيلَ وَهَذَا بَيْتُ النَّبِيِّ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَخُصِّصْ
لَنَا وَقَالَ مَرَحَبًا وَلَيَعْمَلَنَّ الْمَجْنُونُ حَسَاءً
قَالَ فَأَتَيْنَا عَلَى أَدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَسَاقِ
الْعَدِيدِ يَشْرِبُ قَصَبِهِ وَذَكَرَ أَشْأًا لَيْقَى فِي السَّمَاءِ

حضرت مالک بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
میں غار کعبہ میں بیٹھا اور یہاں کی حالت میں قاتلے
میں میں نے تمنا ایک شخص نے کہا یہ دو آدمیوں کے
درمیان تیسرا شخص ہے پھر وہ مجھے لے گئے، اس
کے بعد میرے پاس ایک سونے کا طشت لایا گیا
جس میں زمرم کا پانی تھا۔ میرا یہاں سے یہاں تک سینہ
چیرا گیا اور انہوں نے بتایا کہ پیٹ کے نیچے تک سینہ
چیرا گیا، پھر میرا دل نکال کر اس کو زمرم کے پانی سے
دھو کر واپس اتھا نگہ رکھ دیا گیا پھر اس کو ایمان اور
حکمت سے پھر دیا گیا میرے پاس — گدھے
سے اونچا اور فخر سے چھوٹا سفید رنگ کا ایک
مائلہ دیا گیا جس کا نام ہاق تھا جو اتنا بظہر پر قدم کھتا
تھا، مجھے اس پر سوار کر دیا گیا، پھر ہم نے چلتا شروع
کیا یہاں تک کہ ہم پہلے آسمان پر پہنچے، جبرائیل علیہ
السلام نے دروازہ کھنڈایا پرچھا گیا کہوں ہے؟
کہا جبرائیل، پرچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا
محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پرچھا گیا انہیں بلایا گیا ہے؟
کہا ہاں، حضور نے فرمایا پھر تمہارے لیے دروازہ
کھول دیا گیا اور کہا گیا کہ عرض اُدید ہو بہترین آسمان
وہاں کو حضور نے فرمایا پھر ہمارا حضرت آدم سے
طلاقات ہوئی، اس کے بعد حدیث سابق کی طرح
بیان ہے اور یہ بھی بتایا کہ دوسرے آسمان میں

الثَّانِيَةَ عَشْرَةَ وَيَعْنِي عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَفِي
الثَّلَاثَةِ يُؤَسَّفُ وَفِي الرَّابِعَةِ إِذْ رَأَى رُفُوَ الْخَافِضَةِ
كَأَنَّكَ قَالَ لَمْ أَتَطْلُقْنَا حَتَّى أُنْهَيْتَنَا إِلَى السَّمَاءِ
الشَّادِسَةِ فَاتَّيْتُ عَلَى مُؤَمِّلِي فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ
فَقَالَ مَرْحَبًا يَا أَدْنَى الطَّائِفِ فَلَمَّا جَاءَ وَدَّتْهُ ابْنِي
فَنُودِيَ مَا يُبْكِيكَ قَالَ يَا رَيْتَ هَذَا عِلْمًا
بَعَثْتُهُ بَعْدِي يَدْخُلُ مِنَ الْمَنَةِ الْجَنَّةِ أَكْثَرُ مِنَّمَا
يَدْخُلُ مِنَ أُمِّي قَالَ لَمْ أَتَطْلُقْنَا حَتَّى أُنْهَيْتَنَا
إِلَى السَّمَاءِ الشَّابِعَةِ فَاتَّيْتُ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَقَالَ
فِي الْحَدِيثِ وَحَدَّثَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَأَى أَرْبَعًا أَنَّهُمْ يَخْرُجُونَ مِنْ
أَصْلِهِمَا تَهْرَانِ ظَاهِرَانِ وَتَهْرَانِ بَاطِنَانِ
فَقُلْتُ يَا جِبْرِيلُ مَا هَذِهِ الْأَنْهَارُ قَالَ أَمَّا التَّهْرَانِ
الْبَاطِنَانِ فَتَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ
فَالْأَنْهَارُ الَّتِي فِيهَا رُفِعَ إِلَى الْبَيْتِ الْمُحَرَّمِ
فَقُلْتُ يَا جِبْرِيلُ مَا هَذِهِ الْأَنْهَارُ هَذَا الْبَيْتُ
الْمُحَرَّمُ يَدْخُلُهُ كُلُّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفًا
مَلَكًا إِذَا خَرَجُوا مِنْهُ لَمْ يَعُودُوا فِيهِ أَحَدٌ
مَا عَلَيْهِمْ لَمْ أُيْنِ بِبَيِّنَاتٍ بَيْنَ أَحَدِهِمَا أَحَدٌ
وَالْأَخَرُ لَبَنٌ فَعُوضًا عَلَى كَأَنَّكَ تَدْرُسُ اللَّبَنَ
فَقِيلَ لِي أَصَبْتَ أَصَابَ اللَّهُ بِكَ أَمَّا تَعْلَمُ
أَنْفَطَرَتْ لَمْ تَدْرُسْ عَلَى كُلِّ يَوْمٍ خَمْسُونَ
صَلَوَةً لَمْ تَدْرُسْهَا إِلَى إِخْرَاجِ أَحَدِهِ نَبِيٍّ

حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام سے ملاقات
ہوئی۔ اور تیسرے میں حضرت یوسف سے، چوتھے
میں حضرت ادریس سے اور پانچویں میں حضرت ہارون سے
اس کے بعد ہم آگے پیچھے اور چھٹے آسمان پر گئے،
اور میری حضرت موسیٰ سے ملاقات ہوئی، میں نے
ان کو سلام کیا انہوں نے کہا: خوش آمدید ہوا
نجا اور صالح بھائی کو جب میں آگے بڑھا تو وہ روتے
لگے، ادا زانی تم کیوں روتے ہو؟ انہوں نے کہا اے
میرے رب اس نوجوان کو تو نے میرے بعد مبعوث
کیا، اور میری امت کی بہ نسبت اس کی امت کے زیادہ
افراد جنت میں جائیں گے، حضور نے فرمایا ہم پھر
آگے بڑھے حتیٰ کہ ساتویں آسمان پر پہنچے اور حضرت ابراہیم
سے ملاقات ہوئی۔ اور حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ آپ نے
چار نہریں دیکھیں جن کی اصل سے چار نہریں نکلتی ہیں۔
دو ظاہری اور دو باطنی۔ باطنی نہریں تو جنت میں ہیں اور
ظاہری نہریں اور ذات ہیں، پھر میرے لیے بیت المعمور
کو بلند کیا گیا۔ میں نے جبرائیل سے کہا یہ کیا ہے تو انہوں
نے کہا یہ بیت المعمور ہے، اس میں ہر روز ستر ہزار
فرشتے داخل ہوتے ہیں، اس سے نکلنے کے بعد وہ
اس میں کبھی دوبارہ داخل نہیں ہوتے، پھر میرے
پاس دو برتن لائے گئے۔ ایک میں شراب تھی اور دوسرے
میں دودھ تھا۔ میں نے دودھ کو پسند کر لیا۔ پھر مجھ
سے کہا گیا کہ تم نے فطرت کو پالیا اور اللہ تعالیٰ نے
تمہارے سبب تمہاری امت کو فطرت عطا کی پھر مجھ پر
ہر دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ اس کے بعد
پورا واقعہ بیان کیا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے حضرت
ماک بن صوفیہ کی روایت ذکر کی کہ میرے پاس سونے

۳۲۵۔ مَحَلُّ لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا مَاذُونُ
هَشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ نَا اَكْبَرُ بْنُ

عَلَيْهِ وَالْإِلَهِ وَسَلَّمَ بِوَادِي الْأُرْمَقِ فَقَالَ آتَى
وَادِ هَذَا فَقَالُوا هَذَا وَادِي الْأُرْمَقِ كَمَا قَالُوا
أَنْظُرُوا إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ هَذَا بِطَائِفَةِ الْغَنِيَّةِ
وَكُلُّهُ جَوَارِكُ إِلَى اللَّهِ بِالشَّيْبَةِ ثُمَّ آتَى عَلَى ثَنِيَّةٍ
هَرَشِي فَقَالَ آتَى ثَنِيَّةٍ هَذِهِ قَالُوا قَدْ بَلَغْنَا هَرَشِي
قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى يُوشَعَ بْنِ نَوْنٍ عَلَى نَاقَتِهِ
حَمْرَاءَ جَعَدَةٍ عَلَيْهِ جُبَّةٌ وَمِنْ صَوْتِ حَمْرَاءَ
نَاقَتِهِ خَلْبَةٌ وَهُوَ يُكَلِّمُنِي قَالَ ابْنُ حَنْبَلٍ فِي
حَدِيثِهِمْ فَقَالَ هُشَيْمٌ يَعْنِي لَيْفًا

۳۲۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ قَالَ ابْنُ
أَبِي عَدِيٍّ عَنْ دَاوُدَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
قَالَ سَمِعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْإِلَهِ وَسَلَّمَ
بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ فَمَرُّهُمَا بِوَادِ فَقَالَ آتَى وَادِ
هَذَا فَقَالُوا وَادِي الْأُرْمَقِ قَالَ فَقَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ
إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَفَدَاكَ كَرَمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْبَأًا لَمْ يَحْفَظْهُ دَاوُدُ وَاصْنَعُوا صَبْعِي فِي أَدْنَى
لَهُ جَوَارِكُ إِلَى اللَّهِ بِالشَّيْبَةِ مَاءً مِنْ هَذَا الْوَادِ
قَالَ ثُمَّ سَمِعْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى ثَنِيَّةٍ فَقَالَ آتَى
ثَنِيَّةٍ هَذِهِ قَالُوا هَرَشِي أَوْ بَعْتُ فَقَالَ كَأَنِّي
أَنْظُرُ إِلَى يُوشَعَ بْنِ نَوْنٍ عَلَى نَاقَتِهِ حَمْرَاءَ
عَلَيْهِ جُبَّةٌ صَوْتِ حَمْرَاءَ نَاقَتِهِ خَلْبَةٌ
مَاءً مِنْ هَذَا الْوَادِ مُكَلِّبًا

۳۳۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ قَالَ ابْنُ أَبِي
عَدِيٍّ عَنْ ابْنِ عَدِيٍّ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ
ابْنِ عَبَّاسٍ فَذَكَرُوا الْقَدَّ فَقَالَ رَأَيْتُ مَكَلِّبًا

وادی ہے، لوگوں نے کہا یہ وادی ازرق ہے۔
آپ نے فرمایا گویا کہ میں حضرت موسیٰ کو بلندی سے
اترتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور وہ بلند آواز سے
اللہم لبیک کہہ رہے ہیں، پھر آپ ہرشی کی وادی پر
آئے۔ آپ نے پوچھا یہ کون سی وادی ہے؟ لوگوں
نے کہا یہ ہرشی کی وادی ہے۔ آپ نے فرمایا گویا کہ میں
یونس بن نوح علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک طاقتور
سرخ اونٹنی پر سوار ہیں جس کی نکیل کھجور کی چھال
کی ہے انھوں نے ایک اونٹنی جتے پہنا ہوا ہے اور وہ
اللہم لبیک کہہ رہے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ اور مدینہ
میں درمیان کی ایک وادی کے پاس سے گذرے
آپ نے پوچھا یہ کون سی وادی ہے۔ صحابہ نے کہا وادی
ازرق ہے، آپ نے فرمایا گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ
السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے ان کا رنگ اور
بالوں کی کیفیت بیان کی جو وادی کو یاد نہیں رہی اور
فرمایا حضرت موسیٰ نے اپنی انگلیاں کافروں میں دی
ہوئی ہیں اور وہ اللہم لبیک کی صدا میں لگاتے ہوئے
اس وادی سے گذر رہے ہیں۔ حضرت ابن عباس
نے فرمایا ہم نے پھر چلنا شروع کیا یہاں تک کہ ہم ایک
ایک اور وادی میں پہنچے آپ نے فرمایا کون سی وادی ہے صحابہ نے کہا
ہرشی یا لغت ہے آپ نے فرمایا گویا کہ میں یونس بن نوح علیہ السلام کو دیکھ رہا
ہوں جو سرخ اونٹنی پر سوار ہیں جس کی نکیل کھجور کی چھال کی ہے انھوں نے
ایک اونٹنی جتے پہنا ہوا ہے اور وہ اللہم لبیک کہتے ہوئے اس وادی
سے گذر رہے ہیں۔

مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس کے پاس بیٹھے ہوئے
تھے تو دجال کا ذکر چھڑ گیا، مجاہد نے کہا اس کا انکھوں کے درمیان
کافر لکھا ہوگا، حضرت ابن عباس نے فرمایا میں نے یہ حدیث نہیں سنی،

انہوں نے کہا اسی طرح ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ
حضرت ابراہیم علیہ السلام تمہارے پیغمبر سے مشابہ ہیں اور گویا
کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں ان کا گندمی
رنگ سے گھٹکریا لے بال ہیں، وہ سرخ اونٹ پر سوار
ہیں جس کی ٹیکل کھجور کی چھال کی ہے جب وہ وادی میں
آرتے ہیں تو اللہ ہم بیک کرتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر انبیاء پیش کیے
گئے میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا وہ قبیلہ شموہ
کے لوگوں کی طرح تھے اور میں نے حضرت عیسیٰ کو دیکھا
جن سے عروہ بن مسعود بہت زیادہ مشابہ ہیں اور میں نے
حضرت ابراہیم کو دیکھا ان سے تمہارے پیغمبر بہت مشابہ
ہیں اور میں نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا ان سے
وحیہ کلبی بہت مشابہ ہیں اور ایک روایت میں وحیہ
بن خلیفہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شنب معراج میری
حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، حضور نے
فرمایا کہ وہ قبیلہ شموہ کے لوگوں کی طرح تھے۔ وہ
پتلا جسم اور بالوں میں کٹنگھن کی ہوئی تھی اور فرمایا میری
عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، ان کا منہ سسطہ قد
اور سرخ رنگ تھا اور ایسے تروتازہ تھے گویا ابھی
ابھی حمام سے نکلے ہوں اور میں نے حضرت ابراہیم
علیہ السلام کو دیکھا اور میں ان کی اولاد میں سب سے
زیادہ ان سے مشابہ ہوں، پھر میرے پاس دو پیالے
لائے گئے ایک میں دودھ اور دوسرے میں شراب

بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَأَنَّهُ كَالْإِنِّ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَأَنَّهُ
أَسْتَوْفَى قَالَ ذَاكَ وَلَكِنَّهُ قَالَ إِنَّمَا ابْرَأَيْهِمْ فَأَنْظَرُوا
إِلَى صَاحِبِهِمْ وَإِنَّمَا مُوسَى كَرَجُلٍ أَدْمُ جَعْدًا عَلَى
جَبَلٍ أَحْمَرٍ مَغْطُومٍ بِخُلْبَةٍ كَأَنَّهُ أَنْظَرُوا إِلَيْهِ
إِذَا نَحَدَرَ فِي الْوَادِي يَلْكِي -

۳۳۱ حَكَتُنَا قَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ نَأْيْتُكَ مَرَّحَتُنَا
مُحَمَّدُ بْنُ رُمَيْحٍ أَخْبَرَنَا النَّيْتُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ
جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
قَالَ عَرِضَ عَلَيَّ الْأَنْبِيَاءُ فَإِذَا مُوسَى ضَرْبُ
مِنْ الرِّجَالِ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَمُوَةَ وَنَأْيْتُ
عَيْنِي بَنَ مَرْيَمَةَ فَإِذَا آدَمُ مِنْ نَأْيْتُ بِهِ
شَبَّاهُ عَمَّا وَهُوَ بَنَ مَسْعُودٍ وَنَأْيْتُ إِبْرَاهِيمَ فَإِذَا
أَقْرَبُ مِنْ نَأْيْتُ بِهِ شَبَّاهُ صَاحِبُكُمْ يَعْنِي
نَفْسَهُ وَنَأْيْتُ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِذَا أَقْرَبُ
مِنْ نَأْيْتُ بِهِ شَبَّاهُ وَحِيَّةٌ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ
رُمَيْحٍ وَحِيَّةٌ بَنَ خُلَيْفَةَ -

۳۳۲ - وَحَكَتُنِي مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ
حُمَيْدٍ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ كَأَنَّهُ قَالَ
عَبْدُ اللَّهِ أَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ أَنَا مَعْمَرُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ
أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ أَنَسٍ سَمِعْتُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ جِئْتُ أُسْرَى
بِي لَقِيتُ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَدَنَعَتُهُ الشَّيْءُ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا كَجُلٍّ حَسْبَتْهُ
قَالَ مُصْطَرِبٌ رَجُلُ الرِّائِسِ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ
شَمُوَةَ وَكَانَ وَنَأْيْتُ عَيْنِي عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَدَنَعَتُهُ الشَّيْءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ
فَإِذَا أَمْرُ بَعَثَ أَحْمَدُ كَأَنَّهُمَا حَدَّثَ مِنْ دِيْمَاسٍ

يَعْنِي الْحَثَامَ قَالَ وَكَأَيْتُ ابْنًا عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَأَمَّا أَتَمُّهُ وَكَأَيْتُ بِهِ قَالَ فَتَلَيْتُ يَابَنَ أَثَرِينَ
فِي أَحَدِهِمَا كَبَنٌ وَفِي الْآخَرِ حَمْرٌ قَبِيلٌ فِي حُدِّ
أَيْتُهُمَا يَشْفَتْ فَتَأْخُذُ اللَّبَنَ فَتَشْرِبُهُ كَقَالِ
هُوَ يَتِ الْفَطْرَةَ أَوْ أَصْبَتِ الْفَطْرَةَ أَمَّا إِنَّكَ لَتَرِ
أَخَذْتَ الْخَمْرَ عَوْتُ أُمَّتِكَ

۳۳۳ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى
مَالِكٍ عَنْ قَائِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ لَكُمُ
عِنْدَ الْكُفَّةِ قَرَأَيْتُمْ رَجُلًا أَوْ مَرَأَةً كَاخْسَنَ مَا أَتَتْ
رَأْيِي مِنَ الرِّجَالِ مِنْ أَدَمِ الرِّجَالِ لَكُمُ الْفَتْحُ كَاخْسَنَ مَا
أَتَتْ رَأْيِي مِنَ النِّسَاءِ فَتَجْلِسُ فِيهِ تَقْطُرُ قَاءً
مُسْكِيًا عَلَى رَجُلَيْنِ أَوْ عَلَى عَوَاتِقَ رَجُلَيْنِ يَطُوفُ
بِالْبَيْتِ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا أَقْبَلُ هَذَا الْمَسِيحُ
ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ إِذَا أَنَا بِرَجُلٍ جَعَلَ قُطْبًا أَعْوَرَ
الْعَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّهَا عَيْنٌ خَافِيَةٌ فَسَأَلْتُ مَنْ
هَذَا أَقْبَلُ هَذَا الْمَسِيحُ الدَّجَالُ

۳۳۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمَسِّيُّ ثَنَا
أَسَدُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ عِيَّاضٍ عَنْ مُوسَى وَهُوَ ابْنُ
عَقْبَةَ عَنْ قَائِمٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَكَرَّ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَا
بَيْنَ ظَهْرَيْنِ النَّبِيِّ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ
وَتَعَالَى لَيْسَ بِأَعْوَرَ وَلَا إِنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَالِ أَعْوَرَ عَيْنُهُ
الْيُمْنَى كَأَنَّهَا عَيْنٌ خَافِيَةٌ خَافِيَةٌ
قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
سَلَامٌ لَكَ الْيَلَّةُ فِي الْمَنَامِ عِنْدَ الْكُفَّةِ فَإِذَا رَجُلٌ
أَوْ مَرَأَةٌ كَاخْسَنَ مَا تَرَى مِنْ أَدَمِ الرِّجَالِ تَصْدُبُ
لَمَّةً بَيْنَ مَسْكِيَّةٍ رَجُلٍ الشَّعْرَ يَقْطُرُ رَأْسُهُ

حقی مجھ سے کہا گیا ان میں سے جو چاہے لے لو
میں نے دودھ لے کر پی لیا، فرشتہ نے مجھ سے کہا
آپ نے فطرت کو پایا، اگر آپ شراب لے لیتے تو آپ
کی امت گمراہ ہو جاتی۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
ایک رات خواب میں میں نے اپنے آپ کو کعبہ کے
پاس دیکھا، مجھے گندمی رنگ کا ایک انتہائی حسین
شخص نظر آیا جس کے بہت خوبصورت بال تھے جن میں
کنگھی کی ہوتی تھی اور وہ کانوں کی ٹوکھ اُنے تھے،
ان بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا اور وہ شخص دو آدمیوں
کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے طواف کر رہا تھا میں
لے پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا کہ یہ یسوع ابن مریم ہیں، پھر
میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کے سخت گھٹکیاں تھیں
بال تھے اور دائیں آنکھ کافی اور انگوٹھ کی طرح ابھری ہوئی
تھی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا گیا یسوع دجال ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں
کے سامنے دجال کا تذکرہ کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ کا نام
انہیں ہے اور ہاں رکھنا کہ یسوع دجال کی دائیں آنکھ کافی
اور ابھری ہوئی ہوگی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ایک رات خواب میں میں نے اپنے آپ کو
کعبہ کے پاس دیکھا۔ مجھے گندمی رنگ کے ایک انتہائی
حسین شخص نظر آئے جنہوں نے بالوں میں کنگھی کی ہوتی
تھی اور ان کے بال کندھوں سے نیچے لٹکے ہوئے تھے،
اور ان سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور
وہ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے

بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، میں نے کہا یہ کون ہیں؟ کہا سید ابن مریم ہیں، اور میں نے ان کے پیچھے ایک شخص دیکھا جس کے سخت گھٹنہ راسے بال تھے، اس کی دائیں آنکھ کافی تھقی اور وہ ابن قطن سے بہت مشابہ تھا وہ بھی دو آدمیوں کے کندھوں پر اتر گئے مرنے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا گیا یہ مسیح دجال ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے کعبہ کے پاس گندمی رنگ کا ایک شخص دیکھا جس کے بال سیدھے تھے اور ان سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، اس نے دو آدمیوں کے کندھوں پر اتر کر رکھے ہوئے تھے، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ عیسیٰ ابن مریم یا مسیح ابن مریم علیہ السلام ہیں (راوی کو یاد نہیں آہے) نے کون سا لفظ کہا تھا، پھر میں نے ان کے بعد سرخ رنگ کا ایک ایسا شخص دیکھا جس کے سخت گھٹنہ راسے بال تھے اس کی دائیں آنکھ کافی تھقی اور وہ ابن قطن سے بہت مشابہ تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ مسیح دجال ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قریش نے (میرے دعویٰ معراج کو) بھٹلایا اس وقت میں حطیم کعبہ میں کھڑا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس مجھ پر نازل کر دیا اور میں اسے دیکھ دیکھ کر کفار کو اس کی نشانیاں بتلا رہا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کعبہ کا طواف کر رہا ہوں

مَا دَرَا ضِعَا يَدَيْهِ عَلَى مَنَكِبَيْ رَجُلَيْنِ وَهُوَ بَيْنَهُمَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا فَقَالُوا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَرَأَيْتُ وَدَاءَ لَا رَجُلًا جَعْدًا قَطِطًا أَعْوَرَ مَعَيْنِ الْمَسِيحُ كَأَشْبِهِ مَنْ رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ يَا بَنِي قَطْنٍ وَارَضِعَا يَدَيْهِ عَلَى مَنَكِبَيْ رَجُلَيْنِ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا فَقَالُوا هَذَا الْمَسِيحُ الدَّجَالُ۔

۳۳۵۔ حَدَّثَنَا ابْنُ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ عِنْدَ الْكَعْبَةِ رَجُلًا أَدْمَسِيضَ الرَّأْسِ قَاضِعًا يَدَا عَلَى رَجُلَيْنِ يَسْكُبُ دَأْسَهُ أَوْ يَقْطُرُ دَأْسَهُ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا فَقَالُوا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ أَوَ الْمَسِيحُ بْنُ مَرْيَمَ عَلَيْكَ السَّلَامُ لَا يَدْرِي أَقَى ذَلِكَ قَالَ قَالَ وَدَأَيْتُ وَدَأْسًا رَجُلًا أَحْمَرَ جَعْدًا الرَّأْسِ أَعْوَرَ الْعَيْنِ الْيَمْنَى أَشْبَهُ مَنْ رَأَيْتُ يَهُ ابْنُ قَطْنٍ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا فَقَالُوا الْمَسِيحُ الدَّجَالُ۔

۳۳۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا كَذَبْتَنِي قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحَجَرِ فَعَلَى اللَّهِ لِي بَيْتُ الْمُعَذِّبِينَ فَطَفِقْتُ أُحِبُّوهُمْ عَنْ آيَاتِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ۔

۳۳۷۔ حَدَّثَنَا ابْنُ حَزْمٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ قَاتِلِ بْنِ يُوْنُسَ عَنْ يَزِيدَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْأَعْطَابِ عَنْ أَبِيهِ

قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي أَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ
فَإِذَا رَجُلٌ أَدَمَ سَبْطَ الشَّعْرَيْنِ رَجُلَيْنِ يَنْطَفِ
رَأْسُهُ مَاءً أَوْ فِيهِمَا أَوْ رَأْسُهُ مَاءٌ قُلْتُ مَنْ
هَذَا قَالَ هَذَا ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ ذَهَبَتْ أَلْفَيْتُ
فَإِذَا رَجُلٌ أَحْمَرُ جَسِيمٌ جَعَدَ الرَّاسَ أَعْوَى
الْعَيْنِ كَأَنَّ عَلَيْهِ عَيْبَةً كَأَنِّي قُلْتُ مَنْ هَذَا
قَالُوا اللَّهُ جَعَلَ أَقْرَبَ النَّاسِ شَبَهًا ابْنَ قَطَنِ

اور میں نے گندمی رنگ کے ایک شخص کو دیکھا جس کے بال سیدھے تھے اور ان سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، اس نے دو آدمیوں کے کندھوں پر اٹھ کر رکھے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا یہ ابن مریم ہیں۔ پھر میں نے سُرُخ رنگ کے ایک شخص کو دیکھا جس کا گٹھا ہوا جسم تھا۔ بال سخت گھنگریالے تھے اس کی آنکھ کافی اُور انگوڑی کی طرح اُبھری ہوئی تھی، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا یہ دجال ہے وہ ابن قطن سے بہت مشابہ ہے۔

٣٣٨ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ ثنا جَعْفَرُ بْنُ
بُرْهَانَ الْمُتَنَّقِي نَاعِبُهُ الْعَرَنِيُّ وَهُوَ ابْنُ أَبِي سَلَمَةَ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْقَضِيلِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ دَأَيْتُنِي
فِي الْعَجَبِ وَفَرَيْتُنِي تَسْأَلُنِي عَنْ مَسْرَايَ
فَمَا لَتَنِي عَنْ أَشْيَاءَ مِنْ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ
لَمْ أَتَيْتُهَا فَكُرْبُتُ كُرْبَةً مَّا كُرْبُتُ
مُكَلِّهِ قَطُّ قَالَ فَرَفَعَهُ اللَّهُ إِلَى أَنْظَرُ
إِلَيْهِ مَا يَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْبَأْتُهُمْ
بِهِ وَقَدْ سَأَلْتُنِي فِي جَمَاعَةٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ
فَيَا دَا مَوْسَى عَلَيْكَ السَّلَامُ قَاتِلُ الْيَصْلَقِ
فَيَا دَا وَجَلُّ هَرَبُ جَعْدًا كَأَنَّكَ مِنْ
رِجَالِ شَتْوَاءَةٍ وَإِدَا عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ
عَلَيْكَ السَّلَامُ قَاتِلُ الْيَصْلَقِ أَقْرَبُ النَّاسِ
بِهِ شَبَهًا عَزَّ وَجَلَّ بِنِمْسَ عَوْدِ الشَّقِيقِ وَإِذَا
إِبْرَاهِيمَ عَلَيْكَ السَّلَامُ قَاتِلُ الْيَصْلَقِ أَشْبَهُ
النَّاسِ بِمَا جِئْتُمْ بِغَيْبِ نَفْسِهِ وَكَأَنَّكَ
الْقَلَوَةُ قَاتِلُ الْيَصْلَقِ فَكَلَّمَا فَرَعْتُ مِنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حطیم کعبہ میں کھڑا تھا اور قریش مجھ سے واقعہ معراج کے بارے میں سوالات کر رہے تھے، انھوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کچھ نشانیاں پوچھیں جن کو میں نے محفوظ نہیں رکھا تھا جس کی وجہ سے میں اتنا پریشان ہوا کہ اس سے پہلے اتنا کبھی پریشان نہیں ہوا تھا، تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا۔ وہ مجھ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھتے رہے اور میں دیکھ دیکھ کر بیان کرتا رہا اور میں نے اپنے آپ کو گروہ انبیاء میں پایا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے ناز پڑھ رہے تھے اور وہ قبیلہ شلوہ کے لوگوں کی طرح گنگنہ رہے بالوں والے تھے اور پھر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کھڑے ہوئے ناز پڑھ رہے تھے اور عروہ بن مسعود ثقفی ان سے بہت مشابہ ہیں، اور پھر ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے ناز پڑھ رہے تھے اور قتبا سے پیغمبر ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہیں، پھر ناز کا وقت آیا،

الصلوة قال لي قال لي يا محمد ههنا اماليك
صاحب الثاير فسلمت عليه قال لتفتت اليه
كتبه ارفيا بالسلا مـ

۳۳۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ
أَسْمَاءَ مَتَا مَا لَكَ بُنْ وَمَوْلِي سَمِعْتُ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ
دُرَّهَيْدٍ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ
وَأَنَّهُ ظَهَرَ مُتَقَارِبَةً قَالَ أَبُو بَكْرٍ لَمَّا سَمِعْتُ
كَأَنَّكَ ابْنُ وَمَوْلِي عَنْ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ
كَلْحَةَ — عَنْ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَمَّا
أُمرِي بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
أَتَيْتُ بِهِ إِلَى مَيْدِ رَمَةِ الْمُتَتَهَى وَهِيَ فِي السَّمَاءِ
السَّادِسَةِ إِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا يُعْرَبُ بِهِ مِنَ الْأَرْضِ
فَيُقْبَضُ مِنْهَا وَإِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا يُقْبَضُ مِنْ
قَوْوَهَا فَيُقْبَضُ مِنْهَا قَالَ إِذْ يَغْشَى السَّيِّدَةَ
مَا يَغْشَى قَالَ كَوَاشٍ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ فَأَعْطَى
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا
أُعْطِيَ الصَّلَاةَ الْخَمْسَ وَأُعْطِيَ كَوَاشِيَةً مِثْلَ
الْبَقَرَةِ وَكَعْظَرٍ لِمَنْ لَمْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ مِنْ أُمَّتِهِ
شَيْئًا الْمُتَّفَحِمَاتِ

اور میں ان سب کا امام ہوا جب میں نماز سے فارغ
ہوا تو مجھے ایک کہنے والے نے کہا یہ مالک ہیں جو
جہنم کے داروغہ ہیں انھیں سلام کیجئے، میں ان کے
طرف استوجہ ہوا تو انھوں نے پہلے مجھے سلام کیا۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی
گئی تو آپ کو سدہ المقتبی پر لے جایا گیا اور سدہ
چٹھے آسمان پر ہے زمین سے اوپر جانے والی
چیزیں سدہ پر جا کر رک جاتی ہیں، پھر انھیں وصول
کیا جاتا ہے اور اوپر سے نیچے آنے والی چیزیں
اس تک آ کر رک جاتی ہیں، پھر انھیں وصول کیا جاتا
ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا سدہ کو ڈھانپ لیا جس
چیز نے بھی ڈھانپ لیا یعنی سونے کے پر والوں
نے حضرت عبداللہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو تین چیزیں دی گئیں، پانچ نمازیں، سدہ لقرو
کا آخری حصہ اور شرک کے سوا آپ کی امت کے
لیے تمام گناہوں کی معافی۔

معراج کا لغوی معنی علامہ زبیدی لکھتے ہیں :
معراج اور معراج کا معنی ہے سیر بھی، یا سیر بھی کے ذریعے سے اس مشابہ چیز
کو معراج کہتے ہیں جس کو کپڑے کہ رو جس پر چڑھتی ہیں اور معراج اس راستہ کہ کہتے ہیں جس پر فرشتے چڑھتے ہیں،
اس کا جمع معارج ہے۔

معراج کا اصطلاحی معنی علامہ تفتازانی لکھتے ہیں :
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیلہ میں اپنے جہم کے ساتھ آسمانوں تک
جانا پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جہاں تک چاہا آپ کا جانا معراج سے اور یہ حق اور احادیث مشہورہ سے
ثابت ہے، حتیٰ کہ اس کا منکر مبتدع ہے، یہ کہہ کر معراج کا انکار کرنا کہ آسمانوں میں شگاف نہیں ہو سکتا

۱۔ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی مترجم ۱۲۰۵ھ تاج العروس ج ۲ ص ۲۲، مطبوعہ المطبعة الخیرہ مصر ۱۳۰۴ھ

قدیم فلاسفہ کے اصول پر مبنی ہے، ہم یہ کہتے ہیں کہ تمام اجسام کی حقیقت واحد ہے اور جب ایک جسم میں شگن ہو سکتا ہے تو تمام اجسام میں شگن ہو سکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ تمام ممکنات پر قادر ہے۔

معراج کی تعریف میں بیداری کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ معراج منامی (نیند کا واقعہ) تھی، کیونکہ جب حضرت معاویہ سے معراج کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا یہ اچھا خواب تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جم معراج کی رات گم نہیں ہوا، اور قرآن مجید میں ہے:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَدِينَاكَ إِلَّا فِتْنَةً
لِّلنَّاسِ - (بخاری شریف ۶۰۱)

ان دلائل کا جواب یہ ہے کہ الرؤیا سے مراد خواب نہیں ہے بلکہ آنکھ سے دیکھنا مراد ہے، اور حضرت عائشہ کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا جسم روح سے الگ نہیں ہوا بلکہ آپ کا جسم روح کے ساتھ تھا اور یہ جہانی معراج تھی، کیونکہ اگر معراج کا یہ واقعہ خواب میں ہوتا یا صرف روح کی معراج ہوتی تو اس کا اس قدر شدت سے انکار نہ کیا جاتا حالانکہ کافروں نے واقعہ معراج کا بہت شدت سے انکار کیا، بلکہ بعض مسلمان اس وجہ سے مرتد ہو گئے۔ معراج کی تعریف میں آسمانوں تک کی قید اس لیے لگائی گئی تاکہ ان لوگوں کا رد ہو جو کہتے ہیں کہ بیداری میں معراج صرف بیت المقدس تک، سورتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں مسجد اقصیٰ تک کا ذکر ہے اور یہ جو کہتا ہے کہ ”جہاں تک اللہ نے چاہا“ اس میں متقدمین کے مختلف اقوال کی طرف اشارہ ہے، بعض نے کہا معراج جنت تک ہوئی، بعض نے کہا عرش تک، بعض نے کہا فوق العرش تک، بعض نے کہا طرف العالم تک، اسرارِ ازلت کو جاننا قطعی ہے، یعنی بیت الحرام سے مسجد اقصیٰ تک جانا اور معراج زمین سے آسمان تک جانا ہے، یہ احادیث مشہورہ سے ثابت ہے، اور آسمان سے جنت تک یا عرش تک یا اس سے بھی آگے تک جانا اختیار احاد سے ثابت ہے، پھر صحیح قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔

شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں علماء امت کے مذاہب | علماء پر باری دیکھتے ہیں؛
کے متعلق علماء امت کے چار قول ہیں؛

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت باری کا انکار کرتی ہیں، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ کا مشہور قول بھی یہی ہے، امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ مسروق نے حضرت عائشہ سے سوال کیا: آیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: ہاں اس قول سے میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو شخص تم سے یہ حدیث بیان کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنے رب کو دیکھا ہے اس نے جھوٹ بولا، مسروق نے کہا: پھر اس آیت کا کیا جواب ہے؟
ثعربی فتدانی: فکان قاب قوسین او پھر وہ زیادہ قریب ہو گیا، دو کمانوں کی مقدار
ادنی: (نحوہ: ۷-۸) بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

- حضرت عائشہ نے فرمایا ان آیات میں جبرائیل کا حضور سے قریب ہونا مراد ہے پہلے جبرائیل آپ کے پاس انسانی شکل میں آتا تھا اس مرتبہ وہ اپنی اصل شکل میں آپ کے پاس آیا اور اس نے افق کو بھر دیا۔
- ۲- حضرت ابن عباس کا ایک قول یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے، قاضی عیاض نے کہا حدیث میں ہے میں نے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا لیکن میرے اپنے دل سے دوسرے دیکھا ہے۔ اس حدیث کو امام ابن جریر نے روایت کیا ہے۔
- ۳- حضرت ابن عباس کا مشہور اور امام ابوالحسن اشعری کا مذہب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک یہی ملاح ہے۔ حضرت جابر سے مروی ہے کہ میں نے اپنے رب کو بالمشافہ دیکھا ہے۔
- ۴- سعید بن جبیر کی رائے یہ ہے کہ اس مسئلہ میں توقف کرنا چاہیے۔
- ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے، علامہ پیراروی نے حضرت عائشہ کی حدیث کا حوالہ دیا ہے اس کی شرح میں ہم اس کو تفصیل اور تحقیق سے بیان کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

سورہ بنی اسرائیل میں معراج کا ذکر اور اس کے فوائد اور نکات

سبحن الذی (مترجمی بعد ۵ لیلۃ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی ہو کنا حوله لندبرہ من آیتنا ۵ انه هو التمجید البصیر۔
(بنی اسرائیل: ۱۰)

وہ ہر غیب سے پاک ہے جو اپنے (خاص) بندہ کو رات کے چھوٹے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے ارد گرد ہم نے بہت برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اس (عبد خاص) کو اپنی بعض نشانیاں دکھائی دے تاکہ وہی سننے والا ہے، وہی دیکھنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج کو بیان کیا گیا ہے، سفر نامہ میں سات چیزوں کا بیان ضروری ہوتا ہے (۱) سفر کس نے کرایا (۲) سفر کس نے کیا (۳) سفر کہاں سے کیا (۴) سفر کہاں تک کیا، (۵) سفر رات میں ہوا یا دن میں؟ (۶) سفر کتنی دیر میں کیا؟ (۷) سفر کس لیے کیا؟ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غایت اعجاز کے ساتھ ان سات چیزوں کو ذکر فرمادیا۔ سفر کس نے کرایا؟ فرمایا جبرائیل نے، سفر کس نے کیا؟ فرمایا اس کے عبد خاص نے، سفر کہاں سے کیا؟ فرمایا من المسجد الحرام، مسجد حرام سے، سفر کہاں تک کیا؟ فرمایا الی المسجد الاقصیٰ،

مسجد اقصیٰ تک، سفر کس وقت ہوا؟ فرمایا اسدی راتوں رات لے گیا، سفر کتنی دیر میں ہوا؟ فرمایا سبیل رات کے ایک قلیل لمحہ میں، اور سفر کس لیے کیا فرمایا لشد یہ صحت آیتا تھا کہ ہم ان کو اپنی بعض نشانیاں دکھائیں۔ عموماً بڑے افسر سفر کریں تو ان کے ماتحت اس سفر کو بیان کرتے ہیں، ورنہ سفر کر میں تو ان کے ساتھ صحافی ہوتے ہیں جو اس سفر کو بیان کرتے ہیں، اور مالک سفر کرے تو اس کا خادم اس سفر کی حکایتیں بیان کرتا ہے اور یہاں طرفہ تماشایہ ہے کہ سفر بندے نے کیا ہے اور بیان اس کا مولیٰ کر رہا ہے۔

اسی سفر میں آپ کے ساتھ کوئی تھا نہیں، اگر صحابہ کرام میں سے کوئی آپ کے ساتھ ہوتا تو وہ اس سفر کی تمام جزئیات کو بڑے کیفیت اور وجہ کے ساتھ بیان کرتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب! آپ کے اس سفر کو میرے علاوہ اور کوئی پوری طرح نہیں جانتا، اس لیے میرے سوا اس کو اور کوئی بیان نہیں کر سکتا! اگر یہ کہا جائے کہ جبرائیل تو آپ کے ساتھ تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پورے سفر میں وہ بھی ساتھ نہیں رہے، سدرہ المنتہی پر وہ بھی ساتھ چھوڑ گئے تھے۔

بگھنا فراتر مجاہد نامد بمانیم کہ نیروے بالم نامد
اگر یک سر جوئے برتر پریم فروغ بجلی بوز و پریم

لفظ سبحان کے اسرار

رات کے ایک قلیل لمحہ میں اتنی عظیم الشان سیر کرنا کہ واپس لے آنا عادتہً محال تھا اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا کہ مخلوق کے لیے تو یہ محال ہے اگر خالق کے لیے بھی یہ محال ہو تو یہ خالق کے لیے نقص اور عیب ہو گا اور خالق سبحان ہے یعنی ہر نقص اور عیب سے پاک ہے، اس لیے بعض علماء نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے شروع میں لفظ سبحان ذکر کر کے واقعہ معراج کو ثابت کر دیا! اور بعض نے یہ کہا کہ الٰہی اسم موصول ہے اور اسم موصول کے بعد کا جملہ اس کے ماقبل کی معرفت کی دلیل ہر کتاب ہے اور اس کا ما بعد، ماقبل سے زیادہ معروف اور زیادہ مشہور ہوتا ہے، جیسے کوئی شخص کسی ملک کے صدر سے پاکستان کے سفیر کا تعارف کراتے اور کہے کہ یہ فلان بن فلان وہ ہے جو پاکستان کا سفیر ہے تو اب پاکستان چونکہ اس شخص کی بہ نسبت بہت زیادہ معروف اور مشہور ہے اور مخاطب پاکستان کو جانتا ہے تو وہ پاکستان کی دس طاقت سے اس شخص کو پہچان لے گا اور پاکستان کا سفیر ہونا اس فلاں بن فلان کی معرفت کا ذریعہ بنا، اسی سبب پر جانا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا سبحان ہے وہ جس نے اپنے عہد خاص کو معراج کرائی تو معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرانا اللہ تعالیٰ کے سبحان ہونے کی معرفت کا ذریعہ اور دلیل بنا، اللہ تعالیٰ تو ہمیشہ سے سبحان ہے اور ہمیشہ سبحان رہے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے سبحان ہونے کا ظہور تم اور معرفت کا ملکہ اس وقت ہونی موجب اللہ تعالیٰ رات کے ایک لمحہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرش سے عرش تک لے گیا اور اسی لمحہ میں پھر آپ کو عرش سے فرش پر واپس لے آیا، اس لیے یہ کہنا درست نہیں کہ اگر اس آیت کے شروع میں لفظ سبحان نہ ہوتا تو واقعہ معراج ثابت نہ ہوتا بلکہ درست یہ ہے کہ اگر واقعہ معراج نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے سبحان ہونے کا کامل ظہور نہ ہوتا!

اس سفر کے ذکر کی ابتداء سبحان سے کی اور سبحان اللہ تعالیٰ کی صفت اور اس کا ذکر ہے، اور اس سفر کے ذکر کے آخر میں فرمایا اللہ هو السميع البصير۔ ”بے شک وہ سمیع اور بصیر ہے“ اور سمیع اور بصیر بھی اللہ تعالیٰ

کی صفت اور اس کا ذکر ہے، سو اس سفر معراج کی ابتدا بھی اللہ کے ذکر سے ہوئی، اس کی انتہا بھی اللہ کے ذکر پر ہوئی اور سفر معراج سے آپ ناز کا تختہ لے کر آئے وہ بھی اللہ کا ذکر ہے۔

مادی انسانوں نے ترقی کی اور ان کی معراج یہ ہے کہ یہ چاند پر پہنچے، وہاں جا کر معلوم ہوا کہ چاند پر بھی مٹی ہے اور وہ مٹی کے ڈھیلے بہ طور سوغات وہاں سے لے کر آئے تو یہ مٹی سے چلے اور مٹی تک پہنچے اور جو لے کر آئے وہ بھی مٹی ہے، اور حضور اللہ کے ذکر سے چلے، اللہ کے ذکر تک پہنچے اور جو تختہ لے کر آئے وہ بھی اللہ کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مادی معراج میں انسان مٹی سے آگئے نہیں نکل سکتا، اور روحانی معراج میں مٹی سے بنا ہوا انسان خدا تک جا پہنچتا ہے!

در دشت جنوں کن جبرئیل زبرئیل عیسیٰ یزہاں بہ کند اور اسے بہت مراد

لفظ عبدہ کے اسرار | اس آیت میں یہ فرمایا "سبحان ہے وہ جو اپنے عبد کو راتوں رات لے گیا" ایک سوال یہ ہے کہ رسول کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ یہاں کیوں نہیں فرمایا؟ "سبحن ہے وہ جو اپنے رسول کو لے گیا" اس کا جواب یہ ہے کہ رسول وہ ہے جو اللہ کے پاس سے بندوں کی طرف آئے اور عبد وہ ہے جو بندوں کی طرف سے اللہ کے پاس جاوے، اور یہ اللہ کے پاس سے آئے کا نہیں اللہ کی طرف جانے کا موقع تھا۔ اس لیے یہاں رسول کا ذکر نہیں عبد کا ذکر مناسب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کے متعلق فرمایا:

ان الله يبدئ ويحيى مصداقاً بكلمة من

الله وسيدنا وحصونا

اسے ذکر کیا، اللہ آپ کو یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو (یعنی) کلمۃ اللہ کے مصدق ہوں گے اور مرد ہوں گے اور عورتوں سے بہت بچنے والے ہوں گے

(ال عمران: ۳۹)

حضرت یحییٰ کو سید کہا اور آپ کو عبد فرمایا اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سیادت، سلطنت اور مالکیت حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، بندے کو اگر سید یا مالک یا صاحب سلطنت کہا جائیگا تو یہ مجاز ہوگا، اور بندے کی ایسی صفت جو اس کی حقیقی صفت ہو اور اللہ کی نہ ہو وہ صرف عبدیت سے (تو اللہ تعالیٰ نے یہ جامہ کر اپنے محبوب کا ذکر حقیقی وصف کے ساتھ کر کے مجاز اور مستعار وصف لگے ساتھ نہ کر کے اور فضیلت حقیقی وصف میں ہے مجاز اور مستعار وصف میں نہیں ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ کو محض عبد نہیں فرمایا عبدہ فرمایا ہے، یعنی اس کا بندہ، عبد تو دنیا میں ہر ایک میں لیکن کامل عبد وہ ہے جس کو مالک خود کہے یہ میرا بندہ ہے، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جہاں بھی ذکر فرمایا اپنی طرف اضافت کر کے فرمایا:

اللہ ہی کے لیے سب تعریضیں ہیں جس نے اپنے بندہ پر کتاب نازل کی۔

کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں؟

الحمد لله الذي انزل على عبده الكتاب

(الکہف: ۱)

الیس الله بكاف عبدا

(ذہر: ۳۲)

فَأَوْخَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْخَىٰ - (فتح ۱۰۱)
 سوا اللہ نے اپنے بندہ کی طرف وحی کی وہ جو اس نے وحی کی۔

ان كنتما منتظرًا بآلئهِ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا
 يوم الفرقان - (الفرقان ۴۱)
 اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس (کلام) پر جو ہم نے اپنے بندہ پر فیصلہ کے دن نازل کیا ہے

اور حب اللہ اپنا ذکر فرماتا ہے تو اپنی اضافت آپ کی طرف کرتا ہے:
 وَاذْكُرْ رَابِعًا رَابِعًا لِلْمَلَائِكَةِ
 (البقرہ ۳۱۰)
 (اور یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا،

وَاذْكُرْ رَابِعًا كَثِيرًا - (الاحزاب ۴۱)
 اپنے رب کا ذکر بکثرت کیجئے

فَلَا وَرَبِّكَ - (شعراء ۶۵)
 قسم ہے آپ کے رب کی۔
 اللہ تعالیٰ نے اپنی نسبت آپ کی طرف اور آپ کی نسبت اپنی طرف کر کے ظاہر فرمایا کہ پہلے سے تم پہلے

ہو اور ہم تمہارے ہیں۔

علامہ آلوسی نے دلکلی وجہ ہو مونیہا کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے:

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک کا الگ الگ قبہ ہے، مقرر بن کا قبلہ عرش ہے، روحانی بن کا قبلہ کرسی ہے، اگر وہ زمین کا قبلہ بیت المعمور ہے، آپ سے پہلے نبیوں کا قبلہ بیت المقدس ہے اور آپ کا قبلہ کعبہ ہے اور یہ آپ کے جسم کا قبلہ ہے اور آپ کی روح کا قبلہ میری ذات ہے اور میرا قبلہ آپ کی ذات ہے۔
 قبلہ مرکز توحید اور محور التفات کو کہتے ہیں یہی آپ کی روح میری ذات کی طرف متوجہ رہتی ہے اور میں آپ کی طرف ملتفت رہتا ہوں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ جب آپ کا ذکر کرتا ہے تو اپنی طرف اضافت کرتا ہے اور حب اپنا ذکر فرماتا ہے تو آپ کی طرف اضافت فرماتا ہے۔

سفر معراج کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وصفت عبدیت کے ساتھ ذکر کرنے میں یہ بھی بتلانا مقصود تھا کہ آپ کو معراج کی یہ عظیم فضیلت یہ بلند مرتبہ اور عظیم مقام آپ کی عبدیت کی وجہ سے حاصل ہوا ہے جو شخص اللہ کے سامنے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ضرور بلند کرتا ہے اور اس میں عیسائیوں کا رتبہ ہے، انھوں نے حضرت عیسیٰ کے عبد ہونے کو باعث عار سمجھا اور انھیں خدا اور خدا کا بیٹا کہا، اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا کہ عبد ہونا باعث ننگ و عار نہیں ہے، انسان کو جو عظمتیں اور رفعتیں ملتی ہیں وہ اس کے عبد ہونے سے ملتی ہیں، نیز اس میں یہ بتلانا ہے کہ معراج کے اس عظیم الشان کمال کے حاصل ہونے کے باوجود آپ عبد ہیں، خدا نہیں ہیں، جب کہ عیسائیوں نے اس سے کم درجہ کے کمال کی وجہ سے حضرت عیسیٰ کو خدا کہہ دیا تھا اس لیے مسلمان اس کمال کی وجہ سے آپ پر الوہیت کا دھوکا نہ کھائیں۔

عبد کا اطلاق روح مع الجسد پر کیا جاتا ہے، فقط روح پر عرب کی لغت اور محاورات میں عبد کا اطلاق نہیں

کیا جانا، سو سفر معراج کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے عبد کا ذکر کر کے یہ بیان فرما دیا کہ یہ معراج جہانِ حق و حقیقی معراج نہیں تھی۔

لفظ اسری کے اسرار | اسرار کے معنی ہیں کسی شخص کو بیداری میں رات کے وقت لے جانا، اگر کسی شخص کو خواب میں کوئی کسی جگہ لے جائے تو اسی کو لغت عرب اور اس کے محاورات میں اسرار نہیں کہتے۔

علامہ قرطبی مابھی لکھتے ہیں:

اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا بدوح عبداً اور بعددہ نہ فرماتا، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مَا ذَاغَ الْبَصَرُ مَا ظَنَنِي۔ نظر ایک طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی۔

(منجھ: ۱۷۰)

سورہ نجم کی یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ بیداری کا واقعہ تھا، نیز اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی نشانی اور معجزہ نہ ہوتا، اور آپ سے حضرت امّ لانی یہ نہ کہتیں کہ آپ لوگوں سے یہ واقعہ بیان نہ کریں وہ آپ کی تکذیب کریں گے، اور نہ حضرت ابو بکر کی تصدیق کرنے میں کوئی نفیلت ہوتی، اور نہ قریش کے طعن و تشنیع اور تکذیب کی کوئی وجہ ہوتی، حالانکہ جب آپ نے معراج کی خبر دی تو قریش نے آپ کی تکذیب کی اور کئی مسلمان مرتد ہو گئے، اور اگر یہ خواب ہوتا تو اس کا انکار نہ کیا جاتا، اور عیند میں جو واقعہ ہوا اس کے لیے اسری نہیں کہا جاتا۔ لے

حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اسری" اللہ آپ کو لے گیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِهِ۔ اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کیے ہوئے

وقت پر آئے۔

(اعراف: ۱۳۳)

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي۔

اور ابراہیم نے فرمایا: بے شک میں تو

اپنے رب کی طرف جائے والا ہوں۔

(صافات: ۹۹)

حضرت موسیٰ از خود آئے، حضرت ابراہیم از خود گئے اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جانے والا تھا اور وہی لانے والا تھا اور ان دونوں صورتوں میں بڑا فرق ہے۔

معراج کے متعلق سورہ والنجم کی آیات

رُؤِشَ تَارٍ (حضرت محمد کی قسم، جب وہ

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ، ما ضل صاحبک و

۱۳۸۷ھ

لے۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی مترقی ۶۷۸ھ، الکامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۲۰۹-۲۰۸ مطبوعہ انتشارات مامونہ

غَوَىٰ ۖ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا
وَحْيٌ يُوْحٰی ۚ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ۚ ذُو
مِرَّةٍ فَاسْتَوٰی ۚ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ۚ
ثُمَّ دَنَا فَتَدَلٰی ۚ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ
اَوْ اَدْنٰی ۚ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهِ مَا اَوْحٰی ۚ
مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا دَاٰی ۚ اَفَتَسْتَدْرِیْهُ
عَلٰی مَا یُرٰی ۚ وَلَقَدْ سَاۤءَ نَزْلَةً اٰخَرٰی ۚ
عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ۚ عِنْدَهَا جَنَّةُ
الْمَآوٰی ۚ اِذْ یَغْشٰی السُّدُرَ مَا یَخْشٰی ۚ
مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۚ لَقَدْ رَاٰی
مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ۚ

(النجم ۱ تا ۱۸)

رُشِبَ معراج، عرش سے زمین پر) اترے تہاں سے
اتنا نہ کھینچی، مگر اہ ہوئے اور نہ بے راہ چلے، اور وہ
اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے، ان کا کلام صرف
وہ وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے، انھیں رائے
سخت تر توں واسے نے سکھایا بہت زبردست نے،
پھر انھوں نے رحمت محمد نے بلند یوں کا) قصد کیا۔
وہاں مالیک وہ رحمت محمد، سب سے اونچے کائنات
دائرہ امکان کے منتہی پر تھے، پھر (اللہ، حضرت محمد
سے) قریب ہوا پھر زیادہ قریب ہوا اور رحمت محمد اپنے
سب سے) دو کائنات کی مقدار نزدیک ہوئے بلکہ اس
سے (بھی) زیادہ قریب ہوئے، ترانہ نے وحی فرمائی
اپنے عبد مقدس کو جو وحی فرمائی، رحمت محمد کے) دل
نے اس کے خلاف نہ کہا جو ان کی آنکھ نے دیکھا، تو جو
انھوں نے دیکھا تھا کیا تم اس پر جھگڑتے ہو، اور
بے شک انھوں نے اسے دوسری بار ضرور سدرۃ المنتہی
کے نزدیک دیکھا، اس (سدرۃ) کے پاس جنت الماویٰ
ہے، جب سدرہ کو ڈھانپ لیا اس عظیم چیز نے جس
نے ڈھانپ لیا، نظر ایک طرف مائل ہوئی نہ حد سے
بڑھی، بے شک انھوں نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں
ضرور دیکھیں۔

والنجم میں وارث قمر ہے اس کا معنی ہے نجم کی قسم، نجم کے چار معانی ہیں۔ ۱۔ ثریا
(۲) ستارہ (۳) نباتات، سبزہ رزم، قسط اور حقت یعنی قرآن مجید کے اجزاء۔
امام رازی نے کہا نجم سے مراد حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیونکہ نجم کے چاروں معانی آپ میں بدرجہ اتم پائے
جستے ہیں۔

۱۔ اگر نجم سے مراد ثریا ہو (ثریا ان سات ستاروں کو کہتے ہیں جو ایک دوسرے کے قریب واقع ہیں ان کو
سات ستاروں کا جھمکا بھی کہتے ہیں) تو اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ثریا کی ایک واضح علامت ہے جس کی
وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز ہے اور ثریا ہر شخص پر ظاہر اور مشکف ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
بھی اپنے کائنات اور واضح معجزات کی وجہ سے دوسرے اہیاد اور رسل سے ممتاز ہیں، اس وجہ سے اللہ
تعالیٰ نے آپ کی قسم کھائی، نیز جب صبح کے وقت ثریا کا مشرق سے ظہور ہوتا ہے تو پھل پک جاتے ہیں

نے حسن بصری سے نقل کیا ہے اور حدیث صحیح میں بھی اسی معنی کا ذکر ہے۔
امام بخاری حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سراج کے متعلق ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں اسی میں ہے:

حتى جاء سدرۃ المنتهى ودنا الجبار رب العزّة فتدلى حتى كان منه قأب فوسين اودى فادى الله اليه فيما يوحى الله خمسين صلوة على امتك كل يوم وليلة - ۱

حتی کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہی پر آئے اور رب العزت جبار آپ کے قریب ہوا پھر اور قریب ہوا حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف جو وحی کرتا ہے اس نے آپ کی طرف وحی کی، اور آپ کی امت پر دن اور رات میں پچاس نازیں فرمائی گئیں۔

فاضل عیاض مالکی لکھتے ہیں:

حكي مكي وما وردى عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما هو الرب دنا من محمد فتدلى اليه اى امره وحكمه وحكى النقاش عن الحسن قال دنا من عبده محمد صلى الله عليه وسلم فتدلى فقرب منه فاراه ما شاء ان يريه من قدرته وعظمته - ۲

امام مکی اور امام ماوردی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے (معا علی قاری نے لکھا ہے کہ امام ابن جریر طبری نے بھی اس کو حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے) کہ رب العزت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہوا (یعنی آپ پر وصف قرب کی تسبیح فرمائی) اور آپ پر اپنا امر اور حکم نازل فرمایا، اور نقاش نے حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ رب العزت اپنے بندہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہوا پھر اور قریب ہوا (یعنی آپ پر زیادہ توجہ کی اور زیادہ انعام فرمایا) پھر اللہ تعالیٰ نے جو چاہا آپ کو اپنی قدرت اور عظمت سے دکھایا۔

فیض عیاض مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قرآن مجید اور احادیث میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو قرب کا اسناد کیا گیا ہے یا اس کے قریب ہونے کو بیان کیا گیا ہے، یہ مکان اور نہایت کا قرب نہیں ہے، بلکہ جیسا کہ ہم نے امام جعفر بن محمد صادق سے نقل کیا ہے کہ قرب کی کوئی حد نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے نزدیک ہونے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے عظیم مرتبہ اور مقام کو ظاہر کیا اور آپ کی معرفت کے انوار کو چمکایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے غیب اور اپنی قدرت

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری مترقی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲، مطبوعہ دار محمد امجد المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
۲۔ فاضل عیاض بن مسی مالکی مترقی ۵۴۲ھ، الشفاء ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ عبد الغلاب اکبر می ملتان

کے امراء کا مشاہدہ کر لیا، اور اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام کے نزدیک ہوا اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شہادت و جہاد کی، آپ سے زیادہ انس کا اظہار کیا اور آپ سے بہت خوش ہوا اور آپ پر بہت احسان، اکرام اور انعام فرمایا، اور اس آیت میں اس طرح تاویل کی جائے گی جیسا کہ صحاح مشہور میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں تاویل کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات کو آسمان و دنیا پر نازل ہوتا ہے، اس کی توجیہ میں کہا گیا ہے کہ ہر رات اللہ تعالیٰ کا فضل، احسان اور انعام نازل ہوتا ہے، علامہ واسطی نے کہا کہ جس نے یہ دہم کیا کہ اللہ تعالیٰ بنفسہ نزدیک ہوا اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے مسافت اور مکان کو تسلیم کیا، اور مکان اور مسافت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے لیے قرب ہے نہ بعد۔

فکان قاب قوسین کے امراء | قاب قوسین اودھنی ”وہ دو کمانوں کے برابر نزدیک ہوا اس سے بھی زیادہ“ جب اس کی تفسیر حضرت بھیر بنکھ کے بھائی اللہ تعالیٰ کی طرف لڑائی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سیدنا محمد علیہ السلام کے بہت زیادہ قریب ہے، اور اس نے آپ کو اپنی معرفت سے حظ وافر عطا کیا ہے، آپ کی دعاؤں کو قبول کیا ہے اور آپ کو بہت عظیم مرتبہ عطا کیا ہے، اور اس آیت میں اسی طرح تاویل کی جائے گی جس طرح صحیح بخاری کی اس حدیث میں تاویل کی گئی ہے ”جو شخص مجھ سے ایک بالشت قریب ہو میں اس سے ایک لٹہ قریب ہوتا ہوں“ اس کی تاویل یہ ہے کہ جو شخص بہ معرفت میرے احکام کی تعمیل کرتا ہے میں اس کو بہ سرعت جزا دیتا ہوں، اس پر احسان کرتا ہوں اور اس کو انعام دیتا ہوں، اس لیے اس آیت اور حدیث میں قرب کا معنی یہ ہے کہ میں جلد ہی اس کی امید بخولتا ہوں اور اس کی دعاؤں کو قبول کرتا ہوں۔

علا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

لیکن دونوں مقاموں میں بہت فرق ہے اور دونوں قبول میں تباہین ہے، بادشاہوں کے مرتبہ کو لوہاروں کے مقام پر قیاس نہ کیا جائے، کیونکہ مقررین کے مراتب متفاوت ہوتے ہیں اور مائیں میں سے مجبین اور مجبورین کے درجات قرب میں عظیم فرق ہوتا ہے۔

قاضی عیاض نے دلی فتویٰ اور قاب قوسین کی جو تفسیر کی ہے اس کو علامہ قرطبی نے بھی نقل کیا ہے۔

امام رازی نے بھی اس آیت کی توجیہ میں اس حدیث سے استشہاد کیا ہے کہ ”جو شخص ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے میں اس کے ایک لٹہ قریب ہوتا ہوں“ اور لکھا ہے کہ یہاں قرب سے قرب مکان مراد نہیں ہے بلکہ قرب معنوی مراد ہے۔

۱۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۲ھ، الشفا، ج ۱، ص ۱۲۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲۔ علا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ، شرح الشفا، ج ۱، ص ۱۲۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۳۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۴۶۸ھ، السامع لاحکام القرآن، ج ۱، ص ۹۰، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو دہلی

۴۔ امام فخر الدین محمد بن عبد اللہ بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر، ج ۲، ص ۳۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

مصنعت کے نزدیک مختاریہ ہے کہ دنی فتنہ دلی اور قلاب قوسین سے مراد یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام میں کمال اتصال ہے، رسول اللہ کا حکم ماننا۔ اللہ کا حکم ماننا ہے اور اللہ کا حکم ماننا رسول اللہ ﷺ کا حکم ماننا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے اور اللہ کے حکم کی خلاف ورزی رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی رعنائیں کمال اتصال ہے، ایک کو راضی کرنا دوسرے کو راضی کرنا اور ایک کو ناراض کرنا دوسرے کو ناراض کرنا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے حکم سے معاملہ کرنا اللہ تعالیٰ سے معاملہ کرنا ہے، رسول اللہ سے بیچ کرنا اللہ سے بیچ کرنا اور رسول اللہ ﷺ کے حکم سے خریدنا اللہ سے خریدنا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اللہ کی تعظیم، اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کو ایذا دینا اللہ کو ایذا دینا ہے، رسول اللہ ﷺ کا وعدہ اللہ کا وعدہ، رسول اللہ ﷺ کے وعید اللہ کے وعید، رسول اللہ ﷺ کا خبر دینا اللہ کا خبر دینا اور رسول اللہ ﷺ کا گواہی دینا اللہ کا گواہی دینا ہے۔

حضرت جبرائیل کا دو مرتبہ حضور کو اپنی اصلی صورت دکھانا شب معراج میں دیدار الہی کے خلاف نہیں ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تم نے ان آیات کی تفسیر میں جو ضمیر میں اللہ تعالیٰ کی طرف لڑائی ہیں اور یہ معنی کیا ہے کہ اللہ رسول اللہ ﷺ کے قریب ہوا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا یہ احادیث کے خلاف ہے، کیونکہ احادیث میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی ذات دکھائی اور مشرق کو بھریا، اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے یہ نہیں کہا کہ ایسا نہیں ہوا، لیکن حدیث میں یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے اس واقعہ کی حکایت کا امداد کیا ہے حتیٰ کہ اس حدیث کی مخالفت لازم آئے، ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل نے نبی ﷺ کو اپنی ذات (اصلی صورت میں) دو مرتبہ دکھائی اپنے پر پھیلائے اور جانب مشرق کو بھریا، لیکن سورہ الحج کی یہ آیت اس واقعہ کی حکایت کے لیے نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے لیے مرجب فضیلت اللہ کا قرب اور اس کا دیدار ہے نہ کہ حضرت جبرائیل کا قرب اور ان کا دیدار

جو علماء سورہ والنجم کی تفسیر میں جبرائیل کی طرف راجع کہتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بار حضرت جبرائیل کو ان کی اصل صورت میں دیکھا ان کی خدمت میں یہ معروض ہے کہ اگر سورہ والنجم کی ان آیات میں حضور کی حضرت جبرائیل سے ملاقات کا ذکر ہوتا تو یہ رسول بشر کی رسول ملک سے ملاقات کا ذکر ہوتا اور ایک بندہ کی دوسرے بندہ سے ملاقات کا ذکر ہوتا، اس ملاقات کو اس قدر اہتمام، اتنی تفصیل اور اس کی کیفیت انگیز اسلوب سے بیان کرنے کی منطقاً حاجت نہ تھی، اس ملاقات کے ذکر کے لیے صرف ایک آیت ہی کافی تھی، یہ انداز بیان صاف بتا رہا ہے کہ یہاں عبد کمال کی اپنے معبود پر حق سے ملاقات کا ذکر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت جبرائیل سے ملاقات بھی بڑے فرائد کی حامل تھی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باعث تہنات سعادت اور وجہ فضیلت اللہ عزوجل سے ملاقات اور اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، آپ کی خصوصیت اور فضیلت اس میں نہیں کہ تم دنی فتنہ لی اور فکات کتاب نورسین او ادنیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبرائیل سے قریب ہونا بیان کیا جائے، آپ کے لیے باعث تہنات موجب فضیلت یہ چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ کا آپ سے قریب ہونا بیان کیا جائے کہ اس رات اللہ تعالیٰ آپ کے اس قدر نزدیک ہوا اور آپ کو وہ قرب عطا فرمایا جو آپ کے سوا کائنات میں اور کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

شب معراج دیدار الہی کے بیان میں احادیث اور آثار | امام بخاری، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

حتى جاء ملاقة المنة حتى ودنا العجبار
رب العزة فتدلى حتى كان منه قاب قوسين
او ادنى - ۱۵

حتی کہ میدان محمد صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہی پر آئے اور جبار رب العزت آپ کے قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوا، حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار پر گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن شقيق قال قلت لابي
ذو لورایت رسول الله صلى الله عليه وسلم
لسألتك فقال عن اي شئ كنت تسأل قال
كنت اسأله هل رايته ليلة قال ابو ذر قد
سألتك فقال رايته ليلة - ۱۶

عبد اللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے کہا اگر اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو آپ سے سوال کرتا، انھوں نے کہا تم کس چیز کے متعلق سوال کرتے؟ کہا میں آپ سے یہ سوال کرتا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت ابو ذر نے کہا میں نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا میں نے دیکھا وہ نور ہی نور تھا۔

۱۵۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲، مطبوعہ نور محمد امج المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ
۱۶۔ امام ابو حسیں مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹۹، مطبوعہ نور محمد امج المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ابن عباس نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ”آنکھ نے جو دیکھا دل نے اس کی تکذیب نہیں کی“ حضرت ابن عباس نے کہا آپ نے رب کو دل کی آنکھ سے دیکھا۔

شعبی کہتے ہیں کہ میدان عرفہ میں حضرت ابن عباس کعب سے ملاقات کی اور ان سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا، کعب نے بلند آواز سے ابتداء کبر کہا حتی کہ پہاڑ گرج اٹھے، پھر حضرت ابن عباس نے فرمایا میں بنو شام ہوں ار یعنی آپ میرا سوال نہ ٹالیں، تو کعب نے کہا اللہ نے اپنے دیدار اور اپنے کلام کو سیدنا محمد اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان تقسیم کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دوسرے کلام کیا، اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دوبار دیکھا۔

عن ابن عباس قال ما كذب الفؤاد ما رأى قال رآه بقلبه ر لہ

عن الشعبي لقي ابن عباس كعبا بعرفة فسأله عن شيء فكبر حتى جاء وبته الجبال فقال ابن عباس انا بنو شام فقال كعب ان الله قسم ر و بته و كلامه بين محمد و موسى فكلم موسى مرتين و رآه محمد مرتين الحديث . ر لہ

اس کے بعد امام ترمذی نے حضرت عائشہ کے انکار روایت کو روایت کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو دیکھا۔

عن عكرمة عن ابن عباس قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رآيت ربي تبارك وتعالى ر لہ

امام ابن حبان اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بے شک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔

عن ابن عباس قال اقد رآي محمدا صلى الله عليه وسلم ر لہ

۱۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ جامع ترمذی ص ۴۷۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۲۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ جامع ترمذی ص ۴۷۱ ” ” ”

۳۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۰ - ۲۸۵ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ ۱۴۰۰ھ

۴۔ ابیر ملاؤ الدین علی بن بیان فارسی متوفی ۴۳۹ھ الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۲۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

قال عكرمة فقلت لابن عباس نظر محمد
الى ربه قال نعم جعل الكلام لموسى
والخلة لادراهم والنظر لمحمد صلى
الله عليه وسلم رواه الطبراني في الأوسط
وفيه حفص بن عمر العدائي روى ابن ابي
حاتم توثيقه عن ابي عبد الله الطبراني
وقد ضعفه النسائي وغيره سلم

وقال کو دیکھا، مکرر کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس
سے عرض کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے
رب کو دیکھا، انھوں نے فرمایا اے اللہ نے حضرت موسیٰ
کے لیے کلام کی خصوصیت رکھی حضرت ابراہیم کے لیے
خلیل ہونے کی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
لیے دیکھنے کی خصوصیت رکھی اس حدیث کو امام طبرانی
نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس میں ایک راوی حفص
بن عمر مدنی ہے، ابی حاتم نے ابو عبد اللہ طبرانی سے
اس کی توثیق نقل کی ہے اور امام نسائی وغیرہ نے اس کو
ضعیف کہا ہے۔

تقاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

شب معراج دیدار الہی کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے یا نہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا انکار کرتی
تھیں، مسروق بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اے ام المؤمنین کیا سیدنا محمد
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا تمہاری اس بات سے میرے
رونگے کھڑے ہو گئے، جو شخص بھی تم کو یہ تین باتیں بتائے اس نے جھوٹ بولا، جو شخص بھی یہ کہے کہ سیدنا محمد
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے اس نے جھوٹ بولا، پھر حضرت عائشہ نے یہ آیت پڑھی:
لا قدرکہ الابصار (انعام: ۱۰۳) آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔

پھر پوری حدیث و کرم کی علماء کی ایک جماعت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نظریہ کی قائل ہے، حضرت ابن
مسعود رضی اللہ عنہ کا مشہور قول بھی یہی ہے، اس کی مثل حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام
کو دیکھا تھا، محدثین اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا کہ دنیا میں روایت باریک بینی سے، اور حضرت ابن عباس رضی
اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، اور عطاء نے حضرت ابن عباس سے
یہ روایت کیا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا، اور امام ابوالسالیہ سے یہ روایت ہے کہ آپ نے اللہ
تعالیٰ کو اپنے دل سے دوبارہ دیکھا، اور امام ابن اسحاق سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص کو بھیجا اور یہ پوچھا کہ کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟
حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہاں! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ آپ نے
اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متعدد اسانید سے مروی ہے

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو کلام کے ساتھ مختص کیا، حضرت ابراہیم کو غلت کے ساتھ اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رویت کے ساتھ مختص کیا، حضرت ابن عباس کا دلیل یہ آیت ہے:

مَا كَذَّبَ الْفُؤَادَ مَا رَأَىٰ ۚ وَاقْتَرَادَ وَه
عَلَىٰ مَا يَرَىٰ ۚ وَاقْتَرَادَ نَزْلًا
اٰخِرًا ۚ

ان کے دل نے اس کے خلاف نہ کہا جہاں کی
آنکھ نے دیکھا، تو جو انھوں نے دیکھا تھا کیا تم اس
پر ہنگام تھے ہو؟ اور بے شک انھوں نے اسے
دوسری بار ضرور دیکھا۔

(النجمہ: ۱۳-۱۱)

امام ماوردی نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام اور اپنی رویت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تقسیم کر دیا، حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو بار اللہ تعالیٰ سے کلام کیا۔

ابوالفتح رازی اور ابوالریث سمرقندی نے کتب سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت کعب کی ملاقات ہوئی، حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہم بڑا شرم یہ کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے، یہ سن کر کعب نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا حتیٰ کہ پہاڑ گونج اٹھے اور کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی رویت اور اپنے کلام کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا ہے، حضرت موسیٰ سے اللہ نے کلام کیا، اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے قلب سے دیکھا اور شریک نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، اور سمرقندی نے محمد بن کعب قرظی اور ربیع بن انس سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے اور اس کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، اور مالک بن یحیٰی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب کو دیکھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا اظہر منیٰ شیئاً، حضرت کعب نے یہ روایت کی ہے کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے کہ حسن بصری اللہ کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، یہ حدیث مکرر سے بھی مروی ہے اور بعض متکلمین نے اس کو حضرت ابن مسعود سے بھی روایت کیا ہے، اور امام ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ مردان نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا کہ کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں!

نقاش نے روایت کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا میں حضرت ابن عباس کی حدیث کا قائل ہوں آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، امام احمد ان کلمات کو اتنی بار دہراتے کہ ان کا سانس منقطع ہو جاتا، ابو عمر نے کہا امام احمد نے فرمایا آپ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا۔

ابن عفا نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی تفسیر میں کہا کہ آپ کا سینہ رویت کے لیے کھول دیا، اور حضرت

موسیٰ کا سینہ کلام کے لیے کھول دیا۔ ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت نے کہا کہ آپ نے اللہ کو اپنی بصر اور سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور کہا کہ جس نبی کو بھی جو معجزہ دیا گیا اس سے بڑھ کر مثل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہے اور رویت سے آپ کو تمام انبیاء پر تفہیم دی گئی ہے۔ لہذا قرطبی مالکی رحمہ اللہ بافتادہ اسی کا تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے آپ کی بصر آپ کے دل میں رکھ دی حتیٰ کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھ لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو رویت کر دیا، ایک قول یہ ہے کہ آپ نے سر کی آنکھوں سے حقیقتہً دیکھا، پہلا قول حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا، یہ حضرت ابوذر اور صحابہ کی ایک جماعت کا قول ہے، دوسرا قول حضرت انس اور ایک جماعت کا ہے، نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا تم کو اس پر تعجب ہے کہ غلت حضرت ابوہریرہ کے لیے ہوا کلام حضرت موسیٰ کے لیے ہوا اور رویت حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوا نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہم، تم، اشم یہ کہتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دوبار دیکھا۔ لہذا سندس مالکی لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں چار قول ہیں حضرت عائشہ اور حضرت ابن مسعود روایت ہادی کا انکار کرتے ہیں، حضرت ابن عباس کا ایک قول یہ ہے کہ آپ نے دل کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، حضرت ابن عباس کا مشہور قول اور حضرت انس کا نظریہ یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا، امام ابوالحسن اشعری کا بھی یہی مذہب ہے، اور بعض مشائخ نے اس مسئلہ میں ترقیق کیا ہے، تابعین میں سے سعید بن جبیر کی یہ رائے ہے، ان میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور دنی فتدلی کا مناسطہ، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہوا ہے اور اس سے قرب مجازی مراد ہے۔ لہذا

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ آیا شب معراج سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا ہے یا نہیں؟ حضرت ابن عباس، متقدمین کی ایک جماعت، امام ابوالحسن اشعری اور متکلمین کے ایک طائفہ کا یہ نظریہ ہے کہ اس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا ہے، اور ان کی دلیل یہ آیت ہے:

خادعی الی عبدہ ما اودعی۔

تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی اپنے عبد خاص کو جو

(النجمہ ۱۰۱) وحی فرمائی۔

انہوں نے کہا اس آیت کا منشا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کے واسطے کے بغیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی۔ اور بعض علماء نے سماع کلام کی نفی کی ہے، میں کہتا ہوں کہ اس وقت کلام کا مستجاب نہ

۱۔ تفسیر عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۴۲۵ھ ۱۲۵ھ الشفاہ ص ۱۲۱ - ۱۱۹، مختصراً مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان ۱۳۸۴ھ
۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ مالکی قرطبی متوفی ۴۶۸ھ ۱۰۷۸ھ اسما مع الاحکام القرآن ج ۱، ص ۹۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو دہلی ۱
۳۔ علامہ محمد بن سندس مالکی متوفی ۸۹۵ھ ۴۸۵ھ ممکن احوال المعظم ج ۱، ص ۳۲۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

ہے اور اس کے یقینی ثبوت کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہے، اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام کے ساتھ مشرف ہونا واقع ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کلام کے ساتھ مشرف ہونے کے زیادہ لائق ہیں۔
تفایش نے حدیث معراج میں ثم دتی کی تفسیر میں بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرائیل مجھ سے علیحدہ ہو گئے اور آوازیں منقطع ہو گئیں، اس وقت میں نے اپنے رب کا کلام سنا: اے محمد! تمہارے دل کو مبارک ہو، قریب آؤ، قریب آؤ، امام بزار نے بیان کیا ہے کہ ایک فرشتہ نے کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر تو پردے کا اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا: میں اکبروں، میں اکبروں۔ ۱۷
علامہ ترمذی مالکی سمجھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے انھوں نے کہا ہاں! علامہ نووی نے کہا یہ اکثر علماء کا قول ہے، امام عبد الرزاق نے روایت کیا ہے کہ حسن بصری رقم لکھا کرتے تھے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، امام نسائی اور امام ماکم نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلقت حضرت ابراہیم کے لیے ہو، اور کلام حضرت موسیٰ کے لیے اور دیدار سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو، اور امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دوبار دیکھا ہے، ایک بار سر کی آنکھ سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔

جن احادیث میں یہ آیا کہ آپ نے دل سے اپنے رب کو دیکھا اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ آپ نے دل سے اللہ کو جانا اور آپ کو اللہ کا علم ہوا، کیونکہ اللہ کا علم تو آپ کو ہمیشہ سے تھا، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں رویت کو اس طرح پیدا کر دیا جس طرح وہ آنکھ میں رویت کو پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ عقل رویت آنکھ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ جس عضو میں چاہے رویت کو پیدا فرما دے اگرچہ آنکھ میں رویت کو پیدا فرمانا اس کی عادت جاریہ ہے۔

امام ابن خزمیہ نے سند قوی کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا، خلال نے کتاب السنۃ میں مروزی سے روایت کیا ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے کہا کہ حضرت عائشہ اس کا انکار کرتی ہیں کہ حضور نے اللہ کو دیکھا، آپ ان کے اس انکار کو کس دلیل سے رد کریں گے، انھوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ میں نے اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حضرت عائشہ کے قول سے اکبر اور راجح ہے اور تفایش نے امام احمد سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس کی اس حدیث کا قائل ہوں کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، امام احمد بار بار کہتے رہے آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، آپ نے اپنے

رب کو دیکھا ہے، آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے حتیٰ کہ امام احمد کا سانس رک گیا۔
شب معراج و دیدار الہی کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظر | حافظ ابن کثیر مکتبے ہیں:
 عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، مگر نہ
 کہا کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا:

لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار - (العام ۱۳۱)
 آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ سب
 آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم پر افسوس ہے یہ اس وقت ہے جب وہ اس نور کے ساتھ تھیل فرمائے
 جو اس کا نور ہے اور وہ غیر متناہی نور ہے اور بے شک آپ نے اپنے رب کو دوسرے درجہ دیکھا ہے۔ نیز امام
 ترمذی نے روایت کیا ہے کہ کعب کی حضرت ابن عباس سے میدان عرقہ میں ملاقات ہوئی، انھوں نے کسی چیز
 کے متعلق حضرت ابن عباس سے سوال کیا، پھر اتنے زور سے اللہ اکبر کہا کہ پہاڑ گونج اٹھے، حضرت ابن عباس
 نے کہا ہم جو ہر شے میں کعب نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی رویت اور اپنے کلام کو حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ
 وسلم اور حضرت موسیٰ کے درمیان تقسیم کر دیا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دوبارہ کلام فرمایا اور حضرت سیدنا محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دوبارہ دیکھا اور مصدق نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا:
 کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا تم نے ایسی بات کہی ہے
 جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے، میں نے بخوشی دیر بعد یہ آیت پڑھی:

لقد دأى من آیات ربہ الکیوی۔
 بے شک انھوں نے اپنے رب کی بڑی نشانی

فرزید دیکھی۔

(النجمہ: ۱۸)

حضرت عائشہ نے فرمایا: اس سے مراد جبرائیل ہے، جو شخص تم کو یہ خبر دے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اپنے رب کو دیکھا، یا آپ نے کسی حکم کو چھپایا یا آپ منیبات خمسہ کو مانتے تھے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت
 بڑا جھوٹ باندھا، البتہ آپ نے جبرائیل کو دیکھا تھا، اور آپ نے جبرائیل کو ان کی اصل صورت میں صرف
 دوبارہ دیکھا ہے، ایک مرتبہ صدقہ المقتدی کے پاس اور ایک مرتبہ اجیاد میں، ان کے چہرہ سویرے تھے اور انھوں
 نے افق کو بھرا دیا تھا۔

امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کیا تم کو اس پر
 تعجب ہے کہ خلیفہ حضرت ابراہیم کے لیے ہو، اور کلام حضرت موسیٰ کے لیے اور رویت سیدنا محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم کے لیے، اور صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک نور ہے میں نے اس کو جہاں

سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے میں نے نور کو دیکھا، محمد بن کعب روایت کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب کو دو مرتبہ اپنے دل سے دیکھا ہے، اور امام ابن جریر نے بعض صحابہ سے روایت کیا ہے، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے اس کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن میں نے اس کو اپنے دل سے دو بار دیکھا ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ثم دئی فتدی۔ لے حافظ ابن کثیر ان کے قائل ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھا دل کی آنکھ سے دیکھا ہے دو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نفی کو سر کی آنکھوں سے دیکھنے پر محمول کرتے ہیں اور حضرت ابن عباس کے اثبات کو دل کی آنکھ سے دیکھنے پر محمول کرتے ہیں اور چار سے نزدیک مختار یہ ہے کہ آپ نے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے اور حضرت عائشہ کے انکار کی توجیہ یہ ہے کہ وہ روایت علی وجہ الاحاطہ کی نفی کرتی ہیں۔

شب معراج دیدار الہی کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ | علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں اس بحث میں اصل چیز حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو حضرت ابن عباس کے پاس بھیجا اور ان سے اس مسئلہ میں استفسار کیا، حضرت ابن عباس نے فرمایا: حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار سے اس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، کیونکہ حضرت عائشہ نے یہ نہیں کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "میں نے اپنے رب کو نہیں دیکھا" حضرت عائشہ نے اپنے طور سے قرآن مجید سے استدلال کر کے یہ نتیجہ نکالا۔ اور جب صحابی کوئی مسئلہ بیان کرے اور دوسرا صحابی اس کی مخالفت کرے تو اس کا قول حجت نہیں ہوتا۔ اور جب صحیح روایات کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو ان روایات کو قبول کرنا واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا واقعہ ان مسائل میں سے نہیں ہے جن کو عقل سے مستفیض کیا جاسکے یا ان کو ظن سے بیان کیا جائے، یہ صرف اسی صورت پر محمول کیا جاسکتا ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو، اور کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت ابن عباس نے اپنے ظن اور قیاس سے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، علامہ معمر بن راشد نے کہا اس مسئلہ میں حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس کا اختلاف ہے اور حضرت عائشہ حضرت ابن عباس سے زیادہ عالم نہیں ہیں، حضرت ابن عباس کی روایات روایت باری کا اثبات کرتی ہیں اور حضرت عائشہ وغیرہ کی روایات روایت کی نفی کرتی ہیں اور جب مثبت اور منفی روایات میں تقارض ہو تو مثبت روایات کو منفی پر ترجیح دی جاتی ہے حاصل بحث یہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ شب معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنے سر کی آنکھوں سے اپنے رب مبارک و تعالیٰ کو دیکھا ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسی حدیث کی بناء پر روایت کا انکار نہیں کیا، اگر اس سلسلہ میں ان کے پاس کوئی حدیث ہوتی تو وہ اس کا ذکر کر سکتیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس مسئلہ کا قرآن مجید کی آیات سے استنباط کیا ہے، اس کے جواب کو ہم واضح کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تَدْرِكُهُ الْبَصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْبَصَارَ - (انعام: ۱۰۳)
 آنکھوں کا ادراک نہیں کر سکتی اور وہ سب نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ سب آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کیونکہ ادراک سے مراد اعاطہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا اعاطہ نہیں کیا جاسکتا، اور جب قرآن مجید میں اعاطہ کی نفی کی گئی ہے تو اس سے بغیر اعاطہ کے رویت کی نفی لازم نہیں آتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دوسرا استدلال اس آیت سے ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يَكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ خَلْفِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا - (شوری: ۵۱)
 اور اللہ سے کلام کرنا کسی بشر کے لائق نہیں ہے مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا اللہ کوئی فرشتہ بھیج دے۔

اس آیت سے استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

- ۱۔ اس آیت میں رویت کے وقت کلام کی نفی کی گئی ہے تو یہ جائز ہے کہ جس وقت آپ نے اللہ کا دیدار کیا ہو اس وقت اس سے کلام نہ کیا ہو۔
- ۲۔ یہ آیت عام مخصوص عنہ البعض ہے، اور اس کا مخصوص وہ دلائل ہیں جن سے رویت ثابت ہے، خلاصہ یہ ہے کہ عام قاعدہ یہی ہے لیکن سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔
- ۳۔ مشاہدہ کے وقت جس وحی کی نفی کی گئی ہے وہ بلا واسطہ وحی ہے اور ہو سکتا ہے کہ دیدار کے وقت آپ پر کسی واسطہ سے وحی کی گئی ہو۔

جہور مفسرین کا یہ مختار ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شب امراء اپنے رب سبحانہ و تعالیٰ کا دیدار کیا، پھر ان کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے دل کی آنکھوں سے دیدار کیا یا سر کی آنکھوں سے، امام ابوالحسن النوادی نے بیان کیا مفسرین نے کہا ان اعاذیث میں یہ بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کا دیدار کیا، حضرت ابن عباس، حضرت ابوذر، اور حضرت ابراہیم ختبی نے یہ کہا کہ آپ نے دل سے دیدار کیا، امام ابوالحسن نے کہا اس رائے کے مطابق آپ نے صحیح طریقہ سے اپنے رب کو دل کی آنکھوں سے دیکھا اور وہ طریقہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنکھ آپ کے دل میں رکھ دی، یا آپ کے دل میں ایک آنکھ پیدا کر دی حتیٰ کہ آپ نے اس طرح رویت صحیحہ کے ساتھ اپنے رب کو دیکھا جس طرح سر کی آنکھ سے دیکھا جاتا ہے، امام ابوالحسن نے کہا اور مفسرین کی ایک جماعت کا یہ نظر یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا یہ حضرت انس عکرمہ حسن اور ربیع کا قول ہے۔ ۱۷

۱۷۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۷۶۷ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۹۷، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کوئٹہ، ۱۳۷۵ھ

ما فظ ابن عباس عن عثمان بن عفان عن عائشة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ:

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں جس روایت کی نفی کی گئی ہے وہ روایت علی وجہ الاحاطہ ہے، نیز علامہ قرطبی نے مفہم شرح مسلم میں یہ لکھا ہے کہ الابصار جمع معروف باللام ہے اور یہ تخصیص کو قبول کرتی ہے اس لیے اس (الاتدکھ الاکلیسار الفام ۱۰۳۱) کا معنی یہ ہے کہ کفار کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں اور اس تخصیص پر یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید میں کافروں کے متعلق ہے:

كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَّحُوبُونَ -

(منافقون: ۱۵۱)

اور قرآن مجید میں مومنوں کے متعلق ہے:

وَجُودَ يَوْمَئِذٍ نَاضِرًا لِّىْ رِبِّهَا نَاطِرًا -

(قیامت: ۲۳-۲۲)

حق یہ ہے کہ بے شک وہ (کفار) اس دن وہی اپنے رب کے دیدار سے ضرور محروم ہوں گے

کتنے ہی چہرے اس دن تروتازہ ہونگے، اب رب کو دیکھتے ہوں گے۔

اور جب آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رویت جائز ہے تو دنیا میں بھی جائز ہے کیوں دونوں وقتوں میں بحیثیت امکان کوئی فرق نہیں، علامہ قرطبی کا یہ استدلال بہت عمدہ ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو عقلاً دیکھنا جائز ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ مومنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے، امام مالک نے کہا مومن دنیا میں اللہ تعالیٰ کو اس لیے نہیں دیکھ سکتے کہ دنیا میں مومن غافل ہیں اور اللہ تعالیٰ باقی ہے، اور غافل باقی کو نہیں دیکھ سکتا اور آخرت میں مومنین کو بقا عطا کی جائے گی تو پھر وہ باقی آنکھوں سے بقا کا جلوہ دیکھ لیں گے اور اس کی تائید صحیح مسلم کی اس حدیث میں ہے: "جب تک تم پر موت نہ آئے تم ہرگز اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتے، تو اگرچہ عقلاً دنیا میں رویت جائز ہے لیکن شرعاً ممکن ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رویت کے ثبوت کی دلیل یہ ہے کہ منکلم اپنے کلام کے علوم میں داخل نہیں ہوتا، لہذا یہ قاعدہ عام مخصوص عنہ البعض ہے۔"

منتقدین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، حضرت عائشہ اور حضرت ابن مسعود روایت کا انکار کرتے ہیں، حضرت ابوذر سے روایات مختلف ہیں، اور ایک جماعت سے نزدیک روایت ثابت ہے، امام عبدالمزاق روایت کرتے ہیں کہ حسن بصری قسم کھا کر کہتے تھے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے، کعب احبار، زہری، ہمر اور دوسروں نے اسی پر وثوق کیا ہے، امام ابوالحسن اشعری اور ان کے اکثر متبعین کا بھی یہی قول ہے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا یا دل کی آنکھوں سے دیکھا، اس میں امام احمد کے دو قول ہیں، بعض احادیث میں حضرت ابن عباس نے مطلقاً کہا کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھا، اور بعض روایات میں ہے آپ نے اپنے دل سے دیکھا، اور مطلق روایت کو متعبد پر عمل کرنا واجب ہے، امام نسائی نے سند صحیح کے ساتھ اور امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلیفہ حضرت ابراہیم کے لیے ہو، کلام حضرت موسیٰ کے لیے ہو اور روایت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو، اس حدیث کو امام ابن خزیمہ نے بھی روایت کیا ہے

اور امام ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کسی شخص کو حضرت ابن عباسؓ کے پاس بھیجا اور یہ پوچھا: آیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا ہاں! اور امام مسلم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے: آپ نے اپنے رب کو دو بار اپنے دل سے دیکھا، اور امام ابن مردویہ نے صراحت کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے سر کی آنکھوں سے اپنے رب کو نہیں دیکھا اپنے دل سے دیکھا ہے اور اب حضرت عائشہؓ کی نفی اور حضرت ابن عباسؓ کے اثبات کو جمع کرنا ممکن ہے یاں طور کہ حضرت عائشہؓ کی نفی کو روایت بصری پر محمول کیا جائے اور حضرت ابن عباسؓ کے اثبات کو روایت قلبی پر محمول کیا جائے اور روایت قلبی سے فقط حصول علم مراد نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا دائم علم تھا، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے قلب کو اس طرح روایت حاصل ہوئی جس طرح دوسروں کو آنکھ سے روایت حاصل ہوتی ہے۔

علامہ قرطبی نے مفہم شرح مسلم میں اس مسئلہ میں توقف کرنے کو ترجیح دی ہے۔ انھوں نے کہا اس مسئلہ میں کسی جانب بھی دلیل قطعی نہیں ہے اور دلائل متعارض ہیں اور یہ مسئلہ عملی نہیں ہے حتیٰ کہ اس میں دلائل ظنیہ کافی ہوں بلکہ یہ اعتقاد ہی مسئلہ ہے اور اس میں دلیل قطعی کی ضرورت ہے نیز انھوں نے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ نے جو یہ فرمایا کہ حضور نے اپنے رب کو دو بار دیکھا اس سے مراد یہ ہے کہ ایک بار سر کی آنکھ سے دیکھا اور ایک بار دل کی آنکھ سے دیکھا، خلال نے کتاب السنۃ میں مروی سے روایت کیا ہے کہ نبی نے امام احمد سے کہا کہ حضرت عائشہؓ اس کا انکار کرتی ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، ان کے اس قول کا کیا جواب ہو گا! امام احمد نے کہا حضرت عائشہؓ کے اس قول کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے مسترد کرنے دیا جائے گا کہ ”میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے“ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث حضرت عائشہؓ کے قول پر راجح اور مقدم ہے۔

علامہ سیوطی شافعی لکھتے ہیں:

اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے، جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ روایت کی حدیث میں ہے اور اس چیز کا اثبات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کے بغیر ممکن نہیں ہے، حضرت عائشہؓ نے جو کہا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر اس کی بنیاد نہیں رکھی، ان کا استدلال قرآن مجید کی آیات سے ہے، اور اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جس اوراک کی نفی ہے وہ اوراک علی وجہ احاطہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا اور جب قرآن مجید میں احاطہ روایت کی نفی کی گئی ہے تو اس سے بلا احاطہ روایت کی نفی لازم نہیں آتی۔

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن عبدہ مستطانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۷۰۹۔ ۷۱۰، مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ، بیروت ۱۴۰۱ھ

۲۔ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۸۱۱ھ، الدرر الجلیہ ص ۱۱۱، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۳۱۱ھ

شب معراج و بدار الہی کے متعلق علماء احناف کا نظریہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی نفی کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت باری کا اثبات کرتے ہیں، ان میں کیسے موافقت ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ روایت بصری کا انکار کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس روایت قلبی کا اثبات کرتے ہیں، امام ابن قیم نے کتاب التوجید میں بہت تفصیل سے شب معراج میں روایت باری کو ثابت کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، ایک مرتبہ سر کی آنکھوں سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھوں سے۔ لے

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ آپ نے شب امر اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے، یہ حدیث حضرت ابن عباس سے متعدد اسانید کے ساتھ مروی ہے اور یہ حدیث حضرت ابن عباس کی اس روایت کے منافی نہیں ہے کہ آپ نے اپنے رب کو دل سے دیکھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا دَأَى، مَا ذَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَعَى

آپ کی آنکھ نے جو جلوہ دیکھا دل نے اس کی تکذیب نہیں کی، آپ کی نظر ایک طرف مائل ہوئی نہ دوسری طرف۔

(النجمہ ۱۰، ۱۱)

امام حاکم، امام نسائی اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے دنیا واسطے کلام کے ساتھ حضرت موسیٰ کو خاص کر لیا اور حضرت ابراہیم کو خلیل ہونے کے ساتھ خاص کر لیا اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو روایت کے ساتھ خاص کر لیا اس سے مراد روایت بصری ہے نہ کہ روایت قلبی، کیونکہ روایت قلبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ ہر نبی کو حاصل ہے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ خلیل ہونا اور کلام ہونا بھی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں پھر کلام ہونا حضرت موسیٰ کی اور خلیل ہونا حضرت ابراہیم کی خصوصیت کیسے رہی، اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ ہمارے یہی صلی اللہ علیہ وسلم مقام اعلیٰ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہوئے اور آپ خلیل ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے محبوب بھی ہیں، لیکن حضرت موسیٰ کا کلیم ہونا اور حضرت ابراہیم کا خلیل ہونا ایک وصف مشہور تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے زمین پر ہم کلام ہوا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ عرش پر ہم کلام ہوا۔ لے

علامہ علی قاری حنفی نے بھی اختصار کے ساتھ یہی لکھا ہے۔ لے

۱۔ علامہ بدر الدین محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۶۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنيرة بمصر، ۱۳۳۸ھ

۲۔ علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی متوفی ۱۰۶۶ھ، نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۸۸-۲۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۳۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ، شرح الشفا علی ما مشی نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۸۸-۲۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

نیز ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

جمہور مفسرین کا یہ مذہب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سبحانہ کو دیکھا ہے پھر اس دیکھنے میں اختلاف ہے ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ آپ نے اپنے دل سے اللہ سبحانہ کو دیکھا ہے، انکھوں سے نہیں دیکھا، امام ابوالحسن الواحدی نے کہا ان احادیث میں یہ بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب اسرار اپنے رب سبحانہ کو دیکھا ہے، حضرت ابن عباس، حضرت ابوذر اور حضرت ابراہیم الخیم نے یہ کہا کہ آپ نے اپنے قلب سے رویت صحیحہ کے ساتھ دیکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی بصر آپ کے قلب میں رکھ دی تھی حتیٰ کہ آپ نے اسی طرح صحیح رویت کے ساتھ دیکھا جس طرح انکھوں سے دیکھتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ عمدہ قول ہے اور بہترین توجیہ ہے اس طرح متفق اقوال جمع ہو جاتے ہیں، پھر امام واحدی نے یہ کہا کہ مفسرین کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ آپ نے اپنی انکھوں کے ساتھ اللہ سبحانہ کو دیکھا، یہ حضرت انس مکرّمہ اور ربیع کا قول ہے، قاضی غیاث رحمہ اللہ نے کہا کہ متقدمین اور متاخرین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا یا نہیں، حضرت عائشہ نے اس کا انکار کیا، حضرت ابن مسعود سے بھی یہی روایت مشہور ہے اور محدثین اور متکلمین کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے اور حضرت ابن عباس سے یہ روایت ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا اور حضرت ابوذر اور کعب احبار سے بھی اسی طرح مروی ہے احسن بصری اس پر قسم کھاتے تھے، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوسریحہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے، امام احمد بن حنبل کا بھی یہی نظریہ ہے، امام ابوالحسن اشعری اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت کا بھی یہی مذہب ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ کلام کیا ہے یا نہیں؟ امام اشعری اور متکلمین کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ آپ نے اپنے رب سے کلام کیا ہے امام جعفر بن محمد، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس سے یہی منقول ہے اسی طرح ثمر دینی میں اختلاف ہے، اکثر علماء کا یہ نظریہ ہے کہ اس سے حضرت جبرائیل اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین قرب مراد ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن بصری، محمد بن کعب، جعفر بن محمد وغیرہم سے یہ مروی ہے کہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے مابین قرب مراد ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ سے قرب کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا بہت عظیم مرتبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لوازم آپ کے دل میں چمک رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ملکوت کے ان اسرار اور غیوب پر مطلع فرمایا ہے جس پر کسی کو اطلاع نہیں دی اور اللہ تعالیٰ نے اپنا عظیم فضل اور احسان آپ تک پہنچایا ہے اور قاب قوسین اور ادنیٰ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اور بے نہایت عنایت بیش از بیش آپ کو حاصل ہو گئی، آپ اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت سے متوجہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کی معرفت کو شرف استجاب عطا فرماتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث قدسی ہے: ”جو شخص مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں“ ۱۰۰

۱۰۰۔ ملا علی بن سلطان محمد اشعری متوفی ۱۰۱۲ھ، مرقات ج ۱۰، ص ۳۴۹، مطبوعہ مکتبۃ امدادیہ لبنان، ۱۳۹۰ھ

شیخ عبدالحق حنفی محدث دہلوی لکھتے ہیں:

صحابہ کا اس میں اختلاف تھا کہ آیا شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کی آنکھوں سے اللہ سبحانہ کو دیکھا ہے یا نہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی نفی کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا اثبات کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ صحابہ کرام کی جماعتیں متفق ہو گئیں، اسی طرح تابعین میں سے بھی بعض حضرت عائشہ کے نظریہ کے قائل تھے اور بعض حضرت ابن عباس کے نظریہ کے قائل تھے، اور بعض نے اس مسئلہ میں توقف کیا، لیکن جمہور علماء حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نظریہ کے قائل ہیں اور علامہ محمد بن نووی نے لکھا ہے کہ اکثر علماء عظام کا مختاریہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سبحانہ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور یہ کہ حضرت ابن عباس کا یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع پر محمول ہے اور حضرت عائشہ نے محض اپنے اجتہاد سے انکار کیا ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول متین ہے کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کے بغیر یہ بات نہیں کہہ سکتے اور نہ یہ ان کے لیے جائز ہے کیونکہ اجتہاد سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، حضرت ابن عمر نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے حضرت ابن عباس نے جواب دیا ہاں! تو حضرت ابن عمر نے اس کو تسلیم کر لیا۔

اکثر مشائخ صوفیہ کا مختاریہ ہے کہ آپ نے اپنے رب سبحانہ کو دیکھا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کمال حاصل ہوا جو مخلوق کی عقلوں سے ماوراء ہے اور معراج کی شب آپ کو جو کمال حاصل ہوا وہ تمام کمالات سے بڑھ کر تھا اور آپ کو اس شب اللہ تعالیٰ کا وہ قرب نصیب ہوا جو انسانی عقل سے ماوراء ہے۔ علامہ اسماعیل حنفی لکھتے ہیں:

بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری سے کلام کیا اور مجھے دیدار عطا کیا (الحی قلہ) اور بعض علماء نے کہا آپ نے اپنے رب کو دل سے دیکھا ہے یہ قول سنت کے خلاف ہے اور مذہب صحیح یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب محبوب اپنے رب سے انتہائی قریب ہوئے تو آپ پر حبیبیت طاری ہو گئی، تب اللہ تعالیٰ آپ سے ساتھ انتہائی لطف سے پیش آیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے وہی کہا جو حبیب حبیب سے کہتا ہے اور ان کے مابین وہی راز و نیاز ہوئے جو حبیب اور حبیب کے درمیان راز و نیاز ہوتے ہیں۔

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اختصار اللغات ج ۲ ص ۴۳۱، مطبوعہ مطبعہ صحیح کما لکھنو۔

۲۔ علامہ اسماعیل حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۹ ص ۲۲۲، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ۔

صوفیاء عظام کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہوی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اس طرح قریب جوئے جو ان کی شان کے لائق ہے اور ماز اس البصیر کی تفسیر میں یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اللہ کے جلوہ سے نہیں سٹی، آپ جنت اور اس کی تربیت کی طرف ملتفت ہوئے نہ جہنم اور اس کے شعلوں کی طرف متوجہ ہوئے بلکہ جہاں ذات کو محبت سے دیکھتے رہے اور وہ ماطنی کی تفسیر میں کہا آپ صراط مستقیم سے نہیں ہٹے، ابو حفص بہروردی نے کہا آپ کی نظر بصیرت میں کمی نہیں ہوئی اور بصر نے بصیرت سے تنجا نہ نہیں کیا، اور سہیل بن عبد اللہ تستری نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو دیکھا نہ کسی اور شے کو وہ صرف جمال ذات کو دیکھتے رہے اور صفات الہیہ کا مطالعہ کرتے رہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اور آپ ہی اپنے رب کے اس طرح قریب ہوئے جو آپ کی شان کے لائق ہے۔ ۱۷

واقعہ معراج کی تاریخ ملا علی قاری لکھتے ہیں: بہ کثرت علماء محدثین نے یہ کہا ہے کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا ہے علامہ نووی نے ذکر کیا ہے کہ متقدمین عظام، جہود محمد بن اور نقباء کا اس پر اتفاق ہے کہ واقعہ معراج بعثت کے سولہ ماہ بعد ہوا۔ علامہ سیکی نے کہا اس پر اجماع ہے کہ واقعہ معراج مکہ میں ہوا اور مختار وہ ہے جو ہمارے شیخ ابو محمد دیلمی نے کہا کہ معراج ہجرت سے ایک سال پہلے ہوئی ہے، اور سید جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ واقعہ معراج ماہ رجب کی ستائیس تاریخ کو ہوا جیسا کہ حسین شریفین میں ہی پر عمل ہوتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ معراج الربیع الاخر میں ہوئی، ایک قول یہ ہے کہ رمضان میں ہوئی، ایک قول یہ ہے کہ شوال میں ہوئی اس کے علاوہ اور بھی متعدد اقوال ہیں۔ ۱۸

علامہ نووی نے روضۃ میں لکھا ہے کہ اعلان نبوت کے دس سال بعد واقعہ معراج ہوا، اور قتادی میں ہے کہ نبوت کے پانچویں یا چھٹے سال معراج ہوئی، قاضی ملازمین عمری نے شرح ذات الشفاد میں وثوق سے لکھا ہے کہ بعثت کے بارہ سال بعد معراج ہوئی، اور ابن حنبل نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے، علامہ نووی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ معراج الربیع الاول میں ہوئی، اور شرح مسلم میں لکھا ہے کہ الربیع الاخر میں ہوئی اور روضۃ میں وثوق سے لکھا ہے کہ رجب میں ہوئی، ایک قول رمضان کا اور ایک قول شوال کا ہے اور یہ ستائیسویں شب کو واقع ہوئی، بعض نے کہا جمعہ کی شب ہوئی، بعض نے کہا ہفتہ کی شب ہوئی، علامہ دیرمی نے ابن الاثیر سے نقل کیا ہے کہ معراج پیر کی شب ہوئی۔ ۱۹

- ۱۷۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۲ ص ۴۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
- ۱۸۔ ملا علی بن سلطان محمد قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ، شرح الشفاد علی الامش نسیم الربیع ج ۲ ص ۲۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت
- ۱۹۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۱ ص ۱۵، ۱۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

واقعہ معراج کی ابتداء کی جگہ

اس میں بھی اختلاف ہے کہ معراج کس جگہ ہوئی، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حطیم کعبہ میں عید اور عیداری کے عالم میں تھے کہ آپ کے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے آپ کا یہاں سے یہاں سمکا (گلے سے نات نکا) سینہ چاک کیا، الحدیث۔

امام نسائی نے حضرت ابن عباس سے اور امام ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ام لہی سے یہ روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے بعد ان کے حضرت ام لہی فاختہ بنت ابی طالب کے گھر سوئے ہوئے تھے تو آپ کے معراج کو لانی گئی اور اسی شب آپ لوٹ آئے۔ الحدیث۔ ان روایات میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے حضرت ام لہی کے گھر سوئے پھر وہاں سے اٹھ کر آپ حطیم کعبہ میں چلے گئے اور وہاں سے سفر معراج شروع ہوا اور چونکہ ابتداء میں آپ حضرت ام لہی کے گھر تھے اور بعد میں حطیم کعبہ تشریف لے گئے، اس لیے دونوں جگہوں کی طرف معراج کی نسبت کر دی گئی، بعض روایات میں ہے کہ آپ کے گھر سے معراج ہوئی، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ام لہی سے تعلق کی بنا پر آپ نے حضرت ام لہی کے گھر کو اپنا گھر فرمایا، اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آئے گا۔

معراج کی احادیث میں تعارض کی توجیہ

روایت میں مسجد اقصیٰ جانے کا ذکر نہیں ہے، اس کا ذکر امام مسلم اور امام نسائی نے کیا ہے، کسی روایت میں شمس صمد کا ذکر نہیں ہے اور کسی میں بلاق پر سوار ہونے کا ذکر نہیں ہے، اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کا امام بخاری نے ذکر نہیں کیا، اس کا ذکر امام مسلم، امام نسائی اور دیگر محدثین نے کیا ہے، صحاح کی روایات میں برزخ کے واقعات دیکھنے کا ذکر نہیں ہے، اس کا ذکر امام بیہقی، امام ابن جریر، عاقل ابن کثیر، علامہ صلی اور دیگر محدثین نے کیا ہے، اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ معراج متعدد بار متعدد صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمایا اور ہر شخص کے سامنے آپ نے اس کی صلاحیت اور استعداد کے اعتبار سے واقعہ معراج بیان فرمایا اس وجہ سے یہ تمام روایات غیر مربوط اور باہم متعارض ہیں۔

صحیح مسلم کے متن میں ہم نے امام مسلم کی روایات ذکر کر دی ہیں، اب ہماری کوشش یہ ہے کہ ہم واقعہ معراج کو مختلف کتب حدیث سے اخذ کر کے مربوط طریقہ سے پیش کریں اور جو چیز پہلے ہے اس کو پہلے اور جو بعد میں ہے اس کو بعد میں ذکر کریں، صحاح کی روایات سے واقعہ معراج کو نقل کرنے کے بعد ہم امام بیہقی کے حوالے سے برزخ کے دیکھے ہوئے واقعات پیش کریں گے، اس کے بعد ہم ان احادیث کے اسرار اور نکات بیان کریں گے فتقول وبالله التوفیق وبہ الاستعانة یلیق۔

مجھے لے کر چلے۔ ۱۷

امام مسلم ہدایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال مرويت على موسى ليلة اسرى في عند الكعبين الاحمر وهو قائم يصلي في قبرة - ۱۷

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج کرائی گئی، میرا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کشیب احمر کے پاس سے گذر ہوا اس وقت وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

امام نسائی نے اس حدیث کو سات سندوں سے روایت کیا ہے: ۱۸

امام احمد نے اس حدیث کو چھ سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ۱۹

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ۲۰

امام ابویعلیٰ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ۲۱

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے اصحاب نے عرض کیا: آپ ہمیں شب معراج کا واقعہ بیان کیجیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے مسجد حرام میں عشاء کی نماز پڑھی، پھر پیش سو گئی، پھر ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے بیدار کیا، میں بیدار ہوا، مجھے کچھ نظر نہ آیا، پھر میں مسجد سے باہر نکلا اور غمد سے دیکھا تو مجھے حجر کے مشابہ ایک جانور نظر آیا اس کے کان اوپر اٹھے ہوئے تھے اور اس کو براق کہا جاتا ہے، اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام اس رقم کے (جانور پر سواری کرتے تھے، وہ منتہی نظر پر قدم رکھتا تھا، میں اس پر سوار ہوا، جس وقت میں اس پر سواری کر رہا تھا تو مجھے دائیں جانب سے کسی شخص نے آواز دی یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں تم مجھے دیکھو، یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں تم مجھے دیکھو، میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور میں اس کے پاس نہیں ٹھہرا، پھر مجھے بائیں جانب سے کسی نے آواز دی یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں تم مجھے دیکھو، یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں تم مجھے دیکھو، میں نے اس کو بھی جواب نہیں دیا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا، پھر

۱۷۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۹-۵۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

۱۸۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۱۹۔ امام احمد بن حنبل نسائی متوفی ۲۴۱ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۷۰-۱۷۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۲۰۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۸-۱۳۴، ج ۵ ص ۳۶۵-۲۶۲، ۵۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ

۲۱۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۸۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۲۔ حافظ احمد بن علی الشیخ التمیمی متوفی ۳۷۷ھ، مسند ابویعلیٰ ج ۲ ص ۱۴۱-۱۴۰، ۱۳۵، دار المأمون تراث بیروت ۱۴۰۴ھ

اسی میرے دوران ایک عورت انتہائی زینت سے آراستہ اپنی باپیں کھولے کھڑی تھی، اس نے بھی کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتی ہوں، مجھے دیکھو، میں نے اس کی طرف بھی التفات نہیں کیا نہ اس کے پاس ٹھہرا، حتیٰ کہ میں بیت المقدس پہنچ گیا، میں نے اس ملتے میں اپنی سواری کو باندھا جس صلیقے میں انبیاء علیہم السلام اپنی سواریاں باندھتے تھے، پھر حضرت جبرائیل (علیہ السلام) میرے پاس دو برتن لے کر آئے، ایک میں شراب تھی اور دوسرے میں دودھ، میں نے دودھ پی لیا، اور شراب کو چھوڑ دیا، حضرت جبرائیل نے کہا آپ نے فطرت کو پایا۔ میں نے کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر، حضرت جبرائیل نے پوچھا آپ نے اس راستہ میں کیا دیکھا تھا؟ میں نے کہا جب میں جا رہا تھا تو دائیں جانب سے ایک شخص نے مجھے پکار کر کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور وہ اس کے پاس ٹھہرا، حضرت جبرائیل نے کہا یہ بلا نے والا یہودی تھا اگر آپ اس کی دعوت پر لبیک کہتے اور اس کے پاس ٹھہرتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی، آپ نے فرمایا جب میں جا رہا تھا تو ایک شخص نے مجھے بائیں جانب سے آواز دی یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، جبرائیل نے کہا یہ نصاریٰ تھا، اگر آپ اس کی دعوت پر لبیک کہتے تو آپ کی امت عیسائی ہو جاتی، آپ نے فرمایا اسی میرے دوران ایک عورت انتہائی زینت سے آراستہ اپنی باپیں کھولے کھڑی تھی اس نے بھی کہا: اے محمد! میں تم سے سوال کرتی ہوں مجھے دیکھو، میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور وہ اس کے پاس ٹھہرا، جبرائیل نے کہا یہ دنیا تھی اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر اختیار کر لیتی۔

آپ نے فرمایا پھر میں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بیت المقدس میں داخل ہوئے، اور ہم میں سے ہر ایک نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر میرے پاس ایک معراج (نورانی سیڑھی) لاکھ گنگا جس پر جو آدم کی رو میں اس وقت پڑھتی ہیں جب تم دیکھتے ہو کہ بیت کی آنکھیں آسمان کی طرف کھلی ہوئی ہوں تو دو بیت حسین معراج تھی، کبھی مخلوق نے ایسی معراج نہ دیکھی ہوگی، میں اور حضرت جبرائیل اس معراج پر چڑھے، حتیٰ کہ ہماری ملاقات آسمان دنیا کے درشتے سے ہوئی اس کا نام اسماعیل تھا، اس کے ماتحت ستر ہزار فرشتے تھے اور ان میں سے ہر فرشتے کے ماتحت ایک لاکھ فرشتے تھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا يَعْلَمُ جَنُودَ مَلَكِ الْاَهْوِ - آپ کے رب کے لشکروں کو صرف وہی (اللہ تعالیٰ) جانتا ہے۔

(مصدقہ: ۳۱)

پھر حضرت جبرائیل نے آسمان کا دروازہ کھلوایا، کہا گیا: یہ کون ہے؟ کہا جبرائیل، پوچھا گیا تھا: یہ کون ہے؟ کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پوچھا گیا انہیں بلا گیا ہے؟ کہا ہاں! آپ نے فرمایا پھر میں نے حضرت آدم کو ان کی اس صورت میں دیکھا جس میں انہیں بنا یا گیا تھا، ان پر جب ان کی اولاد میں سے مومنین کی رو میں پیش کی جاتیں تو فرماتے یہ پاکیزہ روح ہے اس کو علین میں لے جاؤ اور جب ان پر ان کی اولاد میں سے کفار کی رو میں پیش کی جاتیں تو فرماتے یہ خبیث روح ہے اس کو سجین میں لے جاؤ، ابھی میں کچھ ہی چلا ہوں گا کہ میں نے دیکھا ہے کہ دسترخوان بچھے ہوئے ہیں اور ان پر نہایت نقیص بچھا ہوا گوشت

رکھا ہے، اور دوسری جانب اور محوان رکھے ہیں جن پر نہایت ہندوؤں اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو عمدہ گوشت کے تو پاس نہیں جاتے اور سڑا ہوا ہندوؤں گوشت کھا رہے ہیں، میں نے کہا: اسے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام کے پاس جاتے ہیں، پھر میں کچھ آگے چلا تو کچھ اور لوگوں کو دیکھا ان کے پیٹ کو ٹھڑیوں کی طرح ہیں ان میں سے حبیب بن کوئی اٹھا تو گر جاتا، اور کہتا اسے اللہ قیامت کو قائم نہ کرنا، ان کو فرعون بن جانور روند رہے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے تھے، میں نے کہا اسے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت میں سے سودا گرانے والے ہیں یہ قیامت کے دن اس طرح اٹھیں گے جس طرح آسیب زدہ شخص اٹھتا ہے، پھر میں کچھ آگے چلا تو ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے ان کے منہ کھول کر ان میں پتھر ڈالے جاتے پھر وہ پتھران کے نچلے دھڑ سے نکل جاتے، میں نے ان کو اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہوئے سنا، میں نے کہا اسے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو ظلمات کیوں کا مال کھاتے تھے حرامی یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے تھے اور منقریب یہ لوگ جہنم میں داخل ہوں گے، پھر میں کچھ آگے چلا تو دیکھا کچھ عورتیں اپنے سینوں کے بل نفکی، موٹی ہیں، میں نے سنا وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہی تھیں، میں نے کہا اسے جبرائیل یہ کون عورتیں ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امتوں میں سے زنا کرنے والیاں ہیں، پھر میں کچھ اور آگے چلا تو دیکھا کچھ لوگوں کے پہلوؤں سے گوشت کاٹ کاٹ کر ان کے منہ میں ڈالا جا رہا ہے اور ان سے کہا جا رہا ہے اس کو کھاؤ جیسا کہ تم (دنیا میں) اپنے بھائی کا گوشت کھاتے تھے، میں نے کہا اسے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت میں سے غیبت کرنے والے اور چٹائی کرنے والے لوگ ہیں، اس حدیث پر اس حدیث کو امام ابن جریر نے سورہ امراء کی تفسیر میں اپنی سند سے روایت کیا ہے، اور اس کو امام ابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی ابو حارون عبدی متروک ہے۔

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر نے بھی امام ابن جریر کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ ۸

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان الذی اسوی بعبدہ الاذی کی تفسیر میں فرمایا:

میرے پاس ایک عورتی لائی گئی اور اس پر مجھ کو سوار کر لیا گیا، آپ نے فرمایا اس کا قدم مٹتی بھر پر تھا آپ روانہ ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی چلے، آپ ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جو ایک دن فصل بوتی تھی اور دوسرے دن فصل کاٹ لیتی تھی اور جس قدر وہ فصل کاٹتے تھے اتنی ہی فصل بڑھ جاتی تھی آپ نے کہا اسے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والے ہیں، ان کی نیکیوں

۱۔ امام البرکۃ احمد بن حنبل بیہقی متوفی ۲۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۹۳۔ ۳۹۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
 ۲۔ حافظ علیہ الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۵۷۔ ۲۵۴، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت ۱۳۸۵ھ

کو سات سو گنا تک بڑھا دیا گیا ہے، اور تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اور چیز سے آتا ہے اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس آئے جن کے سروں کو پتھروں سے کپھا جا رہا تھا، اور جب سر کھل دیا جاتا تو وہ سر پھر درست ہو جاتا اور ان کو مہلت نہ ملتی (کہ پھر سر کھل دیا جاتا) میں نے کہا اسے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر (فرعون) ناز کے وقت جاری ہو جاتے تھے، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس گئے جن کے آگے اور پیچھے کپڑوں کی دھجیاں تھیں اور وہ جہنم کے کانٹے دار دشتِ روم کو جانوروں کی طرح چرچگ رہے تھے، اور جہنم کے پتھر اور انگارے کھا رہے تھے، میں نے کہا اسے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان پر بالکل ظلم نہیں کیا اور نہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہے، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس آئے جن کے سامنے ڈھچکبوروں میں پاکیزہ گوشت پکا ہوا رکھا تھا اور دوسری جانب سڑا ہوا خبیث گوشت رکھا ہوا تھا، وہ سڑے ہوئے خبیث گوشت کو کھا رہے تھے اور پاکیزہ گوشت کو چھوڑ رہے تھے، آپ نے کہا اسے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس ملال اور طیب یعنی بخشنے والا اور وہ اس کو چھوڑ کر رات بھر بدکار عورت کے پاس رہتے تھے، پھر آپ نے دیکھا کہ راستے میں ایک لکڑی ہے جو سر کپڑے کو پھاڑ رہی ہے اور ہر چیز کو زخمی کر رہی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَقْعَدُوا بَلْکَ صِرَاطَ تَوَعْدُونَ

اور ہر راستہ پر اس لیے نہ بیٹھو کہ مسلمانوں کو

(احزاب ۸۶)

ڈراؤ۔

آپ نے پوچھا یہ کیسا ہے؟ انھوں نے کہا یہ آپ کی امت کے ان لوگوں کی مثال ہے جو لوگوں کا راستہ روک کر بیٹھ جاتے ہیں، پھر آپ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس نے کڑیوں کا ایک گھنٹا جمع کر لیا جس کو وہ اٹھا نہیں سکتا تھا، اور وہ اس گھنٹے میں مزید کڑیاں ڈالنا چاہتا تھا، آپ نے فرمایا اسے جبرائیل یہ کیسا ہے؟ انھوں نے کہا یہ آپ کی امت ہیں سے وہ شخص ہے جس کے پاس امانتیں تھیں اور وہ ان کو ادا نہیں کر سکتا تھا، اور وہ مزید امانتیں رکھ لیتا تھا، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جن کی زبانیں اور ہونٹ آگ کے انگاروں سے کاٹے جا رہے تھے، اور جب ان کو کاٹ دیا جاتا تو پھر پہلے کی طرح ہو جاتے اور ان کو ذرا مہلت نہ ملتی، آپ نے کہا بسے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے فتنہ پرور خطیب ہیں، پھر آپ کا گدڑ ایک چھوٹے پتھر سے

۷۵۔ امام ابن حبان اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی شب میں نے کچھ لوگ دیکھے جن کے ہونٹ آگ کی تیغیوں سے کاٹے جا رہے تھے، میں نے کہا جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ آپ کی امت کے وہ خطیب ہیں جو لوگوں کو مکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے، مالا محکہ یہ کتاب کی تلاوت کرتے تھے کہ یہ غلط نہیں رکھتے (الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۲۲۳-۲۲۴، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت) حافظ ابوشامہ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے (موارد الطالبان ج ۱ ص ۲۹، طبع مکرمہ) حافظ ابو نعیم نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ (عیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۷۸)

ص ۲۲-۲۳، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۱۴۰۷ھ

ہوا جس کے سوراخ سے ایک بڑا بیل نکل رہا تھا، پھر وہ بیل اس سوراخ میں داخل ہونا چاہتا لیکن داخل نہ ہو سکتا، آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یہ وہ شخص ہے جو کوئی (بڑی بڑی) بات کہہ کر اس پر تلوم ہوتا ہے اس کو واپس لینا چاہتا ہے اور واپس نہیں لے سکتا، پھر آپ کا گزرا ایک ایسی وادی سے جہاں سے بہت خوش گوشت، گوار، ٹھنڈی اور خوشبودار ہوا آ رہی تھی جس میں مشک کی خوشبوداری تھی، اور وہاں سے آواز آ رہی تھی، آپ نے پوچھا اسے جبرائیل یہ مشک کی خوشبوداری پاکیزہ ہوا کیسی ہے اور یہ آواز کیسی ہے؟ انھوں نے کہا یہ جنت کی آواز ہے جو یہ کہہ رہی ہے کہ اے اللہ! مجھ سے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کر اور مجھے میرے اہل عطا فرما، کیونکہ میری خوشبودار، میرا ریشم، میرا سندس اور استبرق، میرے موتی، میرے مرجان، میرے مونگے، میرا سونا اور چاندی، میرے کونے اور ٹکڑے، میرا شہد ہیرا و درہ، اور میری شراب بہت زیادہ ہو گئے ہیں پس تو اپنے وعدہ کے مطابق مجھے اہل جنت عطا فرما، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے لیے ہر مسلم اور مسلمہ سے اور ہر مومن اور مومنہ سے جو مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لائیں اور اعمال صالحہ کریں اور میرے ساتھ بالکل شرک نہ کریں اور میرے سوا کسی کو شریک نہ بنائیں اور جو مجھ سے ڈریں گے میں ان کو امان دوں گا اور جو مجھ سے سوال کریں گے میں ان کو عطا کروں گا اور جو مجھے قرض دیں گے میں ان کو جزا دوں گا اور جو مجھ پر توکل کریں گے میں ان کے لیے کافی ہوں اور میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی عبارت کا مستحق نہیں میں وعدہ کے خلاف نہیں کرتا، جنت نے کہا میں راضی ہو گئی۔

پھر آپ ایک ایسی وادی پر آئے جہاں سے نہایت بری، بھیانک اور مکروہ آوازیں آ رہی تھیں، آپ نے فرمایا اسے جبرائیل یہ کیسی آوازیں ہیں، انھوں نے کہا یہ جہنم کی آواز ہے جو کہہ رہی ہے مجھے اہل دوزخ عطا کر جن کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، کیونکہ میرے طریقہ میری زنجیریں، میرے شعلے اور میری گرمی، میرا تھوڑا میرا ہوا اور پیپا اور میرے عذاب اور سزا کے اسباب بہت دافر ہو گئے ہیں، میرا گہرائی بہت زیادہ ہے، میری آگ بہت تیز ہے، مجھے وہ لوگ دے جن کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا، ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر شرک اور کافر، عیبیت اور منکر ہے ایمان مرد اور عورت تیرے لیے ہے یہ سن کر جہنم نے کہا میں راضی ہو گئی۔

آپ نے فرمایا پھر آپ روانہ ہوئے حتیٰ کہ بیت المقدس پر آئے، اور آپ نے ایک پتھر کے پاس اپنی سواری باندھی، پھر آپ بیت المقدس میں داخل ہوئے اور فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی، پھر جب آپ نے نماز پڑھ لی تو انھوں نے کہا اے جبرائیل یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے کہا یہ (سیدنا) محمد رسول اللہ ہیں اور غلام البیہیں ہیں، انھوں نے پوچھا کیا انھیں بلا گیا ہے؟ جبرائیل نے کہا ہاں، انھوں نے کہا اللہ تمہارے بھائی اور ہمارے خلیفہ کو سلامت رکھے وہ اچھے بھائی اور اچھے خلیفہ ہیں انھیں خوش آمدید ہو، پھر انبیاء علیہم السلام کی روہیں آئیں، انھوں نے اپنے رب کی شہادت کی، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

تمام توحیدیں اللہ کے لیے ہیں، جس نے ابراہیم کو خلیل بنایا اور جس نے مجھے عظیم ملک دیا اور مجھے اللہ سے ڈرنے والی امت بنایا، میری بیروی کی جاتی ہے اور مجھے آگ سے بچایا اور اس آگ کو میرے لیے

الحمد لله الذي اتخذ ابراهيم خليلا و اعطاني ملكا عظيما وجعلني امتا تاتت الله يوتوني و انقذني من النار وجعلها على بوء و سلاما۔

مُخَذَّک اور سلامتی کر دیا۔

پھر حضرت واؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے کہا:

الحمد لله الذي حولني منك وانزل
على الزبور والآن لي الحديد وسخر لي
الطير والجمال، واتاني الحكمة وفصل
الخطاب.

تمام تفریقیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے
حکومت کی نعمت دی اور مجھ پر زبور نازل کی اور میرے
کو میرے لیے نرم کر دیا اور پرندوں اور پہاڑوں کو
میرے لیے مسخر کر دیا اور مجھے حکمت دی اور فیصلہ
سنانے کا منصب دیا۔

پھر حضرت سلیمان نے اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے فرمایا:

الحمد لله الذي سخر لي الرياح والجن
والارض وسخر لي الشياطين يعملون ما
شئت من محاريب وتماثيل الآيت و
علمني منطق الطير وكل شيء واسألني
عين القطر اعطاني ملكا عظيما لا يذلني
لاحد من بعدى.

تمام تفریقیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے
لیے ہواؤں کو، جنوں اور انسوں کو مسخر کر دیا اور
میرے لیے شیاطین کو مسخر کر دیا جو عداوتیں اور محبے
بناتے تھے اور مجھے پرندوں کی بولی سکھائی اور ہر چیز
سکھائی، اور میرے لیے گچھے جوئے تانبے کا چھڑ
بہا بیاہ اور مجھے ایسا عظیم ملک دیا جو میرے بعد کسی اور
کے لیے سزاوار نہیں ہے۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے کہا:

الحمد لله الذي علمني التوراة و
الانجيل وجعلني ابرئى الاكهم والابوص
واحى الموقى بأذنه ورافعني وطهرني
من الذين كفروا واعد في واهي من
الشيطان الرجيم فلم يكن للشيطان
عليها سبيل.

تمام تفریقیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے تورات
اور انجیل کی تعلیم دی اور مجھے مادرنا و اندھوں اور
برص والوں کو شیک کرنے والا بنایا، اور میں اس کے
اذن سے مروجوں کو زندہ کرتا ہوں اور مجھے آسمان پر
اٹھایا اور مجھے کفار سے نہات دی اور مجھے اور میری
والدہ کو شیطان الرجیم سے محفوظ رکھا، اور شیطان
کا ان پر کوئی زور نہیں ہے۔

پھر حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے فرمایا:

الحمد لله الذي ارسلني رحمة
للعالمين وكافته للناس بشيرا ونذيرا
وانزل علي الفرقان فيه تبين كل شيء
وجعل امتي خيرا مة اخرجت للناس و
جعل امتي امة وسطا وجعل امتي هم

تمام تفریقیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے رحمة للعالمین بنا کر
بھیجا اور تمام لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بنایا اور مجھ پر قرآن مجید نازل
کیا جس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے اور میری امت کو تمام امتوں سے
بہتر بنایا اور میری امت کو امت وسط بنایا اور میری امت
کو اول اور آخر بنایا، اور میرا سینہ کھول دیا اور مجھ پر

الاولون وہم الاخرون وشرح صدری ووضعه عنی
وذری ورفعی ذکرہ وجعلنی فاتحاً وغایتہ۔
اور اٹار دیا اور میرا ذکر بلند کیا اور مجھے ابتدا کرنے

حضرت ابراہیم نے کھڑے ہو کر فرمایا انھی فضائی کی وجہ سے تم سب پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو
تفضیلت دی گئی ہے۔

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام بیوں کو نماز پڑھائی، امام بیہقی کی اس روایت میں اس کا
ذکر نہیں ہے، اس کو امام مسلم اندام نسائی نے روایت کیا ہے۔
امام نسائی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ثم دخلت الی بیت المقدس فجمع
لی الانبیاء علیہم السلام فقدمنی جبواثیل
میرے لیے تمام انبیاء علیہم السلام کو جمع کیا گیا پھر حضرت
جبرائیل نے مجھے ان کے آگے کھڑا کیا اور میں نے
سب انبیاء کو نماز پڑھائی۔

امام بیہقی حدیث سابق کے تسلسل میں بیان کرتے ہیں:

آپ نے فرمایا پھر تین برتن لائے گئے جن کے منہ ڈھکے ہوئے تھے، آپ کے پاس ایک برتن لایا گیا جس
میں پانی تھا، آپ سے کہا گیا کہ اس کو پیئیں، آپ نے اس میں سے غلوڑا سا پانی پی لیا، پھر ایک اور برتن پیش کیا
گیا جس میں دودھ تھا، آپ نے اس سے سیر ہو کر پیا، پھر ایک اور برتن پیش کیا گیا جس میں شراب تھی، آپ نے
نریا میں سیر ہو چکا ہوں اور اس کو پینا نہیں چاہتا، آپ سے کہا گیا کہ آپ نے ٹھیک کیا، آپ کی امت پر منقریب
شراب حرام کر دی جائے گی اور اگر آپ (بالفرض) شراب پی لیتے تو آپ کی امت میں سے بہت کم لوگ آپ کی پیروی
کرتے، اس کے بعد آپ آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ ————— الحدیث بطولہ۔ —————

اس حدیث کو امام ابن ابی جریر طبری نے سورۃ اسراء کی تفسیر میں اور امام ابن ابی حاتم نے بروایت کیا ہے، امام
حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر نے بھی امام ابن جریر کے حوالے سے روایت کیا ہے۔
اس حدیث کو حافظ البیہقی نے امام بزار کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند کے تمام راویوں
کی تشریح کی گئی ہے، اس میں ایک راوی کے اور وہ ربیع بن انس ہے۔

۱۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۱-۴۰۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۔ امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۳۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۴۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۳۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۴۔ حافظ علاء الدین ابن کثیر متوفی ۷۴۲ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۶۹-۲۷۰، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

۵۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۰۸ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۳-۷۴، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ

حافظ البیہقی نے اس حدیث کو امام بزار کی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔
(اس حدیث کا بقیہ حصہ ان شاء اللہ ہم واقعاتی ترتیب کے مطابق بعد میں ذکر کریں گے)۔
امام بخاری، مالک بن معمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر چلے یہاں تک کہ ہم آسمان دنیا پر پہنچے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھلوا دیا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ انھوں نے کہا جبرائیل ہے، پھر آسمان کے فرشتوں نے پوچھا تمہارا ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا گیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں! کہا گیا کہ انھیں خوش آمدید ہو۔ ان کا آنا بہت اچھا اور مبارک ہے دروازہ کھول دیا گیا، جب میں وہاں پہنچا تو آدم علیہ السلام ملے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ میرا آپ کے باپ آدم علیہ السلام ہیں، آپ انھیں سلام کیجئے! میں نے سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو صالح بیٹے اور صالح نبی کو۔ پھر جبرائیل علیہ السلام صیرے (مہرہ) اوپر چڑھے، یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچے، اور انھوں نے اس کا دروازہ کھلوا دیا، پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل! دریافت کیا گیا تھا ہے ہمراہ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پھر پوچھا کہ وہ بلائے گئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ اس (دوسرے آسمان کے دربان) نے کہا خوش آمدید ہو ان کا آنا بہت اچھا اور مبارک ہے۔ یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا، پھر جب میں وہاں پہنچا تو وہاں یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام ملے اور وہ دونوں آپس میں غلغلہ مچا رہے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ یحییٰ اور عیسیٰ ہیں آپ انھیں سلام کیجئے، میں نے انھیں سلام کیا، ان دونوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو صالح صاحب اور نبی صالح کو۔ پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے تیسرے آسمان پر لے گئے اور اس کا دروازہ کھلوا دیا پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل! جبرائیل سے دریافت کیا گیا تھا ہے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پھر دروازہ کھلوا دیا، پوچھا گیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں! اس کے جواب میں کہا گیا انھیں خوش آمدید ہو ان کا آنا بہت ہی اچھا اور نہایت مبارک ہے اور دروازہ کھول دیا گیا، پھر جب میں وہاں پہنچا تو یوسف علیہ السلام ملے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ یوسف ہیں انھیں سلام کیجئے، میں نے انھیں سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر انھوں نے کہا خوش آمدید ہو صالح صاحب اور نبی صالح کو۔ اسی کے بعد جبرائیل علیہ السلام مجھے چوتھے آسمان پر لے گئے اور اس کا دروازہ کھلوا دیا پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل۔ پھر دریافت کیا گیا تھا ہے ہمراہ کون ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پھر پوچھا گیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں، چوتھے آسمان کے دربان نے کہا انھیں خوش آمدید ہو ان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے اور دروازہ کھول دیا گیا، پھر جب میں وہاں پہنچا تو ادریس علیہ السلام ملے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ ادریس ہیں انھیں سلام کیجئے، میں نے انھیں سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا، اس کے بعد کہا خوش آمدید ہو صالح صاحب اور نبی صالح کو، پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے ساٹھویں دروازے پر لے کر اوپر چڑھے، یہاں تک کہ پانچویں آسمان تک پہنچے اور انھوں نے اس کا دروازہ کھلوا دیا، پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا

جبرائیل! دریافت کیا گیا تھا ہے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر چھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں، پانچویں آسمان کے دربان نے کہا انھیں خوش آمدید ہوان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے، پھر جب میں وہاں پہنچا تو دروں علیہ السلام نے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ دروں ہیں انھیں سلام کیجئے میں نے انھیں سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا، پھر کہا خوش آمدید، مراح صالح اور نبی صالح کے لیے، پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے اوپر چڑھا لے گئے، یہاں تک کہ ہم چھٹے آسمان پر پہنچے جبرائیل علیہ السلام نے اس کا دروازہ کھلوا دیا۔ پرچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل، دریافت کیا گیا تھا ہے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پرچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں۔ اس فرشتے نے کہا انھیں خوش آمدید ہوان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے۔ میں وہاں پہنچا تو مرسی علیہ السلام نے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ مرسی ہیں انھیں سلام کیجئے۔ میں نے انھیں سلام کیا انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید، مراح صالح اور نبی صالح کو۔ پھر جب میں آگے بڑھا تو وہ روئے۔ ان سے پرچھا گیا آپ کیوں روتے ہیں تو انھوں نے کہا میں اس لیے روتا ہوں کہ میرے بعد ایک مقدس لڑکا مبعوث کیا گیا جس کی امت کے لوگ میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے ساتویں آسمان پر چڑھا لے گئے اور اس کا دروازہ کھلوا دیا، پرچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل۔ پرچھا گیا تھا ہے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پرچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں۔ تو اس فرشتے نے کہا انھیں خوش آمدید ہوان کا آنا بہت اچھا اور نہایت مبارک ہے پھر جب میں وہاں پہنچا تو ابراہیم علیہ السلام نے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کے باپ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ انھیں سلام کیجئے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے انھیں سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید، مراح صالح اور نبی صالح کو، پھر میں سدرۃ المنتہی تک چڑھایا گیا تو اس درخت سدرہ کے نکل مقام ہجر کے شگول کی طرح تھے اور اس کے پتے لمبے تھے کے کافی جیسے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ سدرۃ المنتہی ہے اور وہاں چار نہریں تھیں دو پرشیدہ اور دو ظاہر۔ میں نے پرچھا اسے جبرائیل یہ نہریں کیسی ہیں؟ انھوں نے کہا ان میں جو پرشیدہ ہیں وہ تو جنت کی نہریں ہیں اور جو ظاہر ہیں وہ نیل فرات ہیں پھر بیت المعمور میرے سامنے ظاہر کیا گیا۔ اس کے بعد مجھے ایک برق غلاب کا اور ایک دودھ کا اور ایک برتن شہد کا دیا گیا۔ میں نے دودھ کو پی لیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہی فطرت دین اسلام ہے آپ اور آپ کی امت اس پر قائم رہیں گے۔

علامہ نظام الدین نیشاپوری سدرۃ المنتہی کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

سدرۃ المنتہی وہ جگہ ہے جس سے آگے فرشتے نہیں جا سکتے اور نہ کسی کو یہ علم ہے کہ سدرۃ المنتہی کے ماوراء کیا ہے۔ شہد ارک رو میں بھی یہاں تک جاتی ہیں۔

فَاَلَمَنْتَهی حَیْثُمَا مَوْضِعُهُ لَا یَتَعَدَا کَ مَلِکٍ وَکَا یَعْلَمُ مَا وَرَآہُ اَحَدٌ وَآلِیْہِ یَدْنٰہِیْ اَسْوَاحُ الشَّہَدَاءِ رَحْمَۃً

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری مشرقی ۲۵۶ ص صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۹-۵۳۸، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
۲۔ علامہ نظام الدین حسین بن محمد قسیمی نیشاپوری مشرقی ۲۸ ص، تفسیر نیشاپوری ج ۲ ص ۳۱، مطبوعہ معصطی البانی اولادہ مصر

نیز علامہ نیشاپوری لکھتے ہیں:

ان جبوا نیل تخلف عنه فی مقام : لودنوت
انملة لاحترقت ۔^۱
علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

وهو مقام جبوا نیل وكان قد بقى هناك عند
مروجه عليه السلام الى مستوى العرش وقال
لودنوت انملة لاحترقت ۔^۲

ایک مقام پر جبرائیل آپ سے پیچھے رہ گئے۔
(اللہ کہا) اگر میں ایک پور بھی قریب ہوا تو جل جاؤں گا۔

یہ مقام جبرائیل ہے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے عرش کی جانب عروج فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ
السلام وہیں رہ گئے اللہ کہا اگر میں ایک پور کے برابر
بھی قریب ہوا تو جل جاؤں گا۔

قاضی عیاض نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے:

تدلى الرفوف وفادقنى جبوا نیل
جبرائیل نے مجھے رفوف پر بٹھایا اور مجھ سے
بدا ہو گئے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

عن الحسن قال فادقنى جبوا نیل ای فی
مقام قرب العلیل وقال لودنوت انملة
لاحترقت ۔^۳

حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: رب نیل کے قرب کے مقام میں
حضرت جبرائیل مجھ سے الگ ہو گئے اور کہا اگر میں ایک
پور کے برابر بھی قریب ہوا تو جل جاؤں گا۔

علامہ عبد الوہاب شرنائلی شیخ محی الدین ابن عربی سے نقل کرتے ہیں:

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سدرۃ المنتہی کی طرف عروج کرایا گیا اس کے چل مشکوں کے برابر تھے اور اس کے
پتے انھنی کے کانوں کی طرح تھے، آپ نے اس کو دیکھا دریاں حاکم اس کو اللہ کی طرف سے نور نے ڈھانپ رکھا تھا اور
کرتی شخص اس کی کیفیت بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، کیونکہ شدت نور کی وجہ سے آنکھ اس کا ادراک نہیں کر سکتی،
آپ نے دیکھا سدرہ کی جڑ سے چار دریا نکل رہے ہیں دو دریا ظاہری تھے اور دو دریا باطنی تھے، آپ کو حضرت جبرائیل
نے بتایا کہ ظاہری دریا نیل اور فرات ہیں اور باطنی دریا جنت کی طرف جارہے ہیں، اور نیل اور فرات بھی قیامت
کے دن جنت میں چلے جائیں گے اور یہ جنت میں شہد اور دودھ کے دریا ہوں گے، شیخ ابن عربی نے کہا ان
دریائوں سے پینے والوں کو مختلف قسم کے علوم حاصل ہوتے ہیں اور بتایا کہ جو آدم کے اعمال سدرۃ المنتہی کے

۱۔ ملا نظام الدین حسین بن محمد قمی نیشاپوری متوفی ۷۷۸ھ، تفسیر نیشاپوری ج ۲، ص ۲۷، مطبوعہ مطبعۃ البیانی واولادہ مصر

۲۔ علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۰ھ، روح البیان ج ۹، ص ۲۲۴، مطبوعہ مکتبۃ سلاویہ کوئٹہ

۳۔ قاضی عیاض بن مرسی مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفا ج ۱، ص ۱۲۶، مطبوعہ عبد القواب اکیڈمی لبنان

۴۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفا علی ما مشیہ نسیم الریاض ج ۲، ص ۳۱۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

پاس رک جاتے ہیں اور یہ روحوں کی جلسے قرار ہے، اوپر جو چیزیں نیچے نازل ہوتی ہیں یہ ان کی انتہاء ہے اور اس سے کوئی چیز نیچے نہیں جاسکتی، اور جو چیزیں نیچے سے اوپر جاتی ہیں یہ ان کی بھی انتہاء ہے، نیچے سے کوئی چیز اس کے اوپر نہیں جاسکتی، اور ہمیں پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی جائے قیام ہے۔ اسی جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم براق سے اترے اور آپ کے لیے رفرف (سبز رنگ کا تخت) لایا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم رفرف پر بیٹھے اور جبرائیل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رفرف کے ساتھ نازل ہونے والے فرشتے کے سپرد کر دیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل سے آگے ساتھ چلنے کا سوال کیا تاکہ آپ کو ان کی وجہ سے انسیت نہ ہو، حضرت جبرائیل نے کہا میں اس پر قادر نہیں ہوں، اگر میں ایک قدم بھی چلا تو جل باؤں گا، ہم میں سے ہر فرشتے کے لیے ایک مرتبہ جائے قیام ہے، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ نے یہ سیر آپ کو اس لیے کرائی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی نشانیاں دکھائے، آپ اس سے غافل نہ ہوں پھر حضرت جبرائیل نے آپ کو الوداع کہا اور آپ اس فرشتے کے ساتھ روانہ ہوئے، رفرف آپ کو لے کر روانہ ہوا حتیٰ کہ آپ مقام استواء پر پہنچے جہاں آپ نے صرف اقلام (قلم چلنے) کی آواز سنی اور اقلام الراح میں اللہ تعالیٰ کے ان احکام کو لکھ رہے تھے جو اللہ اپنی مخلوق کے متعلق جاری فرماتا ہے اور عالمک جو بندوں کے اعمال لکھتے ہیں، اور ہر قلم ایک فرشتہ ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم جو کچھ عمل کرتے ہو ہم اس کو لکھ رہے ہیں، پھر آپ نور میں تیزی سے دوڑے اور جو فرشتہ آپ کے ساتھ تھا وہ آپ سے نیچے رہ گیا، جب آپ نے اپنے ساتھ کسی کو نہیں دیکھا تو آپ گھبرائے اور اس عالم نور میں آپ حیران اور پریشان تھے اور آپ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آپ کیا کریں، اب فرشتہ تھا رفرف تھا آپ کے ہر طرف نور تھا اور آپ عالم وجد میں داخل ہو گئے تھے، اس وقت آپ نے دیدار کی اجازت طلب کی تاکہ اپنے رب کے حضور خاص میں داخل ہوں تب حضرت ابوبکر کی آواز کے مشابہ ایک آواز آئی:

قفا یا محمد فان ربک یصلی۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، مٹھریے آپ

کا رب صلوٰۃ پڑھتا ہے۔

آپ اس آواز سے متعجب ہوئے اور دل میں سوچا کہ کیا میرا رب نماز پڑھ رہا ہے؟ جب آپ کے دل میں تعجب پیدا ہوا اور آپ حضرت ابوبکر کی آواز سے مانوس ہوئے تو آپ پر اس آیت کی تلاوت ہوئی:

هو الذی یصلی علیک و ملائکتہ۔ وہ جو تم پر صلوٰۃ پڑھتا ہے اور اس کے فرشتے صلوٰۃ پڑھتے ہیں۔

تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ اس سے نماز مراد نہیں بلکہ اس سے اللہ کی رحمت کا نزول مراد ہے۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حضرت مشرفیہ میں داخل ہونے کا اذن ملا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل کی جو وحی نازل کرنی تھی، اور آپ کی آنکھوں نے وہ جلوہ دیکھا جس کو آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔

امام بیہقی، حضرت ابوہریرہ کی سابق طویل حدیث کے آخر میں روایت کرتے ہیں:

اس وقت اللہ تعالیٰ آپ سے مکالمہ فرمایا مانگیئے! آپ نے عرض کیا: تو نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا اور ان کو ملک عظیم عطا فرمایا اور تو نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا، اور تو نے حضرت داؤد کو ملک عظیم عطا فرمایا اور ان کے لیے سو سے زائد پہاڑوں کو مسخر کر دیا، اور تو نے حضرت سلیمان کو ملک عظیم عطا فرمایا اور ان کے لیے پہاڑوں، جنوں، انسانوں، شیطانوں اور ہواؤں کو مسخر کر دیا، اور ان کو اتنی عظیم سلطنت دی جو ان کے بعد اور کسی کے لائق نہیں ہے اور تو نے حضرت عیسیٰ کو قرینیت اور انجیل کا علم عطا فرمایا اور انھیں مادرِ زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کے لیے شفا دینے والا بنا دیا اور وہ تیری اجازت سے مردوں کو زندہ کرتے تھے اور تو نے ان کو اور ان کی والدہ کو شیطان سے اپنی پناہ میں رکھا۔ تب آپ کے رب نے فرمایا: میں نے آپ کو اپنا خلیل بنایا اور تو رات میں نکھا ہوا ہے کہ وہ خلیل الرحمان ہیں اور تمام لوگوں کی طرف آپ کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا، اور آپ کا شرح صدر کیا، اور آپ سے بوجہ ذکر کر دیا اور آپ کے ذکر کو بلند کیا، جب بھی میرا ذکر کیا جاتا ہے اس کے ساتھ آپ کا ذکر ہوتا ہے (یعنی اذان وغیرہ میں) اور آپ کی امت تمام امتوں سے بہتر بنائی گئی اور آپ کی امت امتِ عادلہ بنائی گئی اور آپ کی امت کو اول اور آخر بنایا گیا، اور آپ کے امت کے بعض لوگوں کے دلوں میں آپ کی کتاب رکھی گئی اور ان کا کوئی خطبہ اس وقت تک درست نہیں ہوگا جب تک کہ وہ آپ کے عبد اور رسول ہونے کی گواہی نہ دیں، اور میں نے آپ کو از روئے خلق کے تمام انبیاء میں اول اور از روئے نبوت کے تمام انبیاء میں آخر بنایا اور آپ کو سبع مثانی (سورہ فاتحہ) اور سورہ بقرہ کی آیات عرش کے عزائے کے نیچے سے دی ہیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھے فضیلت دی مجھ کو رحمتِ تعلیم بنایا، تمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنایا، میرے دشمنوں کے دل میں ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب ڈال دیا، میرے لیے مالِ فینیت کو حلال کر دیا جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا، اور تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور منعم کا ذریعہ بنایا اور مجھے کلام کے فرائض، اخراجات اور جوامع عطا کیے اور مجھ پر تمام امت کو پیش کیا گیا اور اب امت کا کوئی فرد مجھ پر غصی نہیں ہے خواہ وہ تابع ہو یا متبوع، پھر مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں اور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساتریں آسمان سے اور پندرہ المنتہی پر پہنچے اور جبار رب العزت آپ کے نزدیک ہو گیا، پھر اللہ قریب ہوا حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار برابر ہو گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک ہو گیا، پھر اللہ تعالیٰ جو آپ پر وحی نازل کرتا ہے اس نے آپ پر وہ وحی نازل کی اور آپ کی امت پر وہ وحی نازل کی پچاس نمازیں فرض کر دیں، پھر آپ نے اپنے اترے حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچے، حضرت موسیٰ نے آپ کو روک لیا اور کہا یا محمد! آپ کے رب نے آپ کو کیا حکم دیا، آپ نے فرمایا اس نے مجھ کو ہر روز (دن اور رات میں) پچاس نمازیں

پڑھنے کا حکم دیا ہے، حضرت موسیٰ نے فرمایا آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی، آپ واپس جائیے تاکہ آپ کا رب آپ کی امت سے تخفیف کر دے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل کی طرف متوجہ ہوئے، مگر یا اس معاملہ میں ان سے مشورہ لیتے تھے، حضرت جبرائیل نے کہا ٹھیک ہے اگر آپ پسند کریں تو آپ پھر حضرت جبار میں پہنچے اور آپ نے اسی پہلے مقام میں پہنچ کر عرض کیا: اے رب ہمارے یہ تخفیف کر دے یہ میری امت میری امت انہی نازوں کی طاقت نہیں رکھتی، تب اللہ تعالیٰ نے دس نازیں کم کر دیں، پھر آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے، حضرت موسیٰ نے آپ کو پھر روک لیا، پھر حضرت موسیٰ آپ کو بار بار آپ کے رب کے پاس بھیجتے رہے حتیٰ کہ پانچ نازیں رہ گئیں، حضرت موسیٰ نے آپ کو پانچ نازوں پر پھر روک لیا اور کہا یا محمد اخدا کی قسم میں اپنی قوم بنو اسرائیل کا اس سے کم نازوں میں تجربہ کر چکا ہوں، وہ پانچ سے کم نازیں بھی نہ پڑھ سکے اور ان کو ترک کر دیا، آپ کی امت کے اجسام، ابدان، قلوب، آنکھیں اور کان ان سے زیادہ کمزور ہیں، آپ پھر جائیے اور اپنے رب سے تخفیف کرائیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار حضرت جبرائیل کی طرف متوجہ ہونے لگے تاکہ وہ آپ کو مشورہ دیں اور حضرت جبرائیل نے اسی کو ناپسند نہیں کیا اور آپ پانچویں بار پھر گئے اور عرض کیا اے میرے رب! میری امت کے جسم، دل، کان اور بدن کمزور ہیں آپ ہم سے تخفیف کر دیجئے۔ جبار نے فرمایا: یا محمد آپ نے فرمایا لبیک و سلامیک، اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں جس طرح لکھ دیا ہے میرے پاس قول میں تبدیل نہیں ہوتا، ہر نیکی کا دس گنا اجر ہے، پس یہ لوح محفوظ میں پچاس نازیں ہیں اور آپ پر پانچ نازیں فرض ہیں، آپ حضرت موسیٰ کی طرف فرماتے، حضرت موسیٰ نے پوچھا آپ نے کیا کیا، آپ نے فرمایا ہمارے رب نے تخفیف کر دی اور ہمارے لیے ہر نیکی کا دس گنا اجر کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم! میں بنو اسرائیل کا اس سے کم نازوں میں تجربہ کر چکا ہوں، انھوں نے اس سے کم نازوں کو بھی ترک کر دیا تھا، آپ پھر اپنے رب کے پاس جائیے اور ان نازوں میں بھی کمی کرائیے، آپ نے فرمایا اے موسیٰ! یہ خدا مجھے اب اپنے رب سے حیا آتی ہے! پھر اسی رات آپ واپس آکر مسجد حرام میں سو گئے، اور صبح بیدار ہوئے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے آخر میں بیان کرتے ہیں، معراج کی صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو ان عجائبات کی خبر دی، آپ نے فرمایا میں گزشتہ رات بیت المقدس گیا اور مجھے آسمان کی معراج کرائی گئی اور میں نے فلاں فلاں چیز دیکھی، ابو جہل بن ہشام نے کہا کیا تم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر تعجب نہیں ہوتا، ان کا دعویٰ ہے کہ یہ گزشتہ رات بیت المقدس گئے اور صبح کو یہاں ہمارے ساتھ ہیں، حالانکہ ہم میں سے ایک شخص ایک ماہ مسافت طے کر کے بیت المقدس پہنچتا ہے اور پھر ایک ماہ کی مسافت طے کر کے یہاں واپس پہنچتا ہے، کو یہ آنا اور جانا دو ماہ میں طے ہوتا ہے اور یہ ایک رات میں جا کر واپس آ گئے؟ پھر آپ نے ان کو قریش کے قافلہ کی خبر دی اور فرمایا میں نے جلتے وقت اس قافلہ کو فلاں فلاں

جگہ دیکھا ہے اور حجب میں واپس لوٹا تو میں نے اس قافلہ کو فلاں گھاٹی کے پاس دیکھا ہے، پھر آپ نے قافلہ میں جانے والے ہر شخص اور اس کے اونٹ کی خبر دی کہ وہ اونٹ اس طرح تھا اور اس پر فلاں فلاں سامان لدا ہوا تھا۔ (ابو جہل نے کہا) انھوں نے ہمیں کئی چیزوں کی خبر دی ہے، پھر مشرکین میں سے ایک شخص نے کہا مجھے بیت المقدس کی عمارت اور اس کی ہیئت اور اس کی کیفیت کا سب سے زیادہ علم ہے، اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اس کا ابھی پتا چل جائے گا، پھر اس مشرک نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے بیت المقدس کا سب سے زیادہ علم ہے، آپ مجھے اس کی عمارت، اس کی ہیئت اور پہاڑ سے اس کے قرب کے متعلق بتائیے؟ تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا، پھر جس طرح ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں آپ اس طرح دیکھ کر بیت المقدس کے متعلق بیان فرما رہے تھے، آپ نے بتایا کہ اس اس طرح اس کی عمارت ہے اور اس کی اس اس طرح ہیئت سے اور وہ پہاڑ کے اس اس طرح قریب ہے، اس نے کہا آپ نے سچ کہا، پھر وہ اپنے اصحاب کے پاس گیا اور کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ ۱۔

اس حدیث کو امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے، امام ابن ابی حاتم نے بھی اس کو روایت کیا ہے، اور حافظ ابن کثیر نے بھی اس کا امام ابن جریر کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ ۲۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں منیر اب کعبہ کے نیچے کھڑا ہو گیا اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس منکشف کر دیا، پھر میں بیت المقدس کو دیکھ کر انہیں اس کی علامات کی خبر دیتا رہا۔ ۳۔
حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

امام محمد بن اسحاق اپنی سند کے ساتھ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی، اس رات آپ میرے گھر میں سوئے ہوئے تھے، پھر اس رات میں نے آپ کو وہاں موجود نہ پایا، پھر آپ نے معراج کا پورا واقعہ بیان فرمایا اور فرمایا میرا ارادہ ہے کہ میں قریش کو بتلاؤں کہ میں نے اس رات کیا کیا دیکھا ہے، میں نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور کہا اگر آپ اپنی قوم کے پاس گئے تو وہ آپ کا انکار کریں گے اور آپ کی تکذیب کریں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دامن چھڑا کر اپنی قوم کے پاس تشریف لے گئے، آپ نے ان کے پاس جا کر ان کو واقعہ معراج کی خبر دی، جبیر بن مطعم نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر واقعی تو اس رات وہاں گئے ہو تو اس وقت ہمارے پاس نہ ہوئے، ایک شخص نے

۱۔ امام ابوبکر احمد بن حنبل بیہقی متوفی ۲۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۹۶-۳۹۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۔ حافظ دارالحدیث ابن کثیر متوفی ۷۴۳ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۵۴، مطبوعہ دارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

۳۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۴۸، مطبوعہ نوریہ اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

کہا اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ نے فلاں فلاں جگہ ہمارے اونٹوں کو دیکھا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں بخدا میں نے دیکھا ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا اور وہ اس کو ڈھونڈ رہے تھے، اس شخص نے کہا کیا آپ ہر فلاں کے اونٹوں کے پاس سے گزرتے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے ان کو فلاں فلاں جگہ دیکھا، ان کی سرخ رنگ کی اونٹنی کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی، ان کے پاس پیالے میں پانی تھا جس کو میں نے پی لیا، اس نے کہا اچھا بتائیے ان کی اونٹنیاں کتنی تھیں اور ان کے چرواہے کون کون تھے؟ آپ نے فرمایا میں نے اس وقت، ان کی گفتگو کی طرف توجہ نہیں کی تھی تو اسی وقت وہ اونٹ اور ان کے چرواہے آپ کے پاس حاضر کر دیے گئے، آپ نے اونٹوں کو گن لیا اور ان کے چرواہوں کو جان لیا، پھر آپ نے قریش سے فرمایا تم نے مجھ سے ہر فلاں کے اونٹوں کی تعداد اور ان کے چرواہوں کے متعلق پوچھا تھا، سنو ان اونٹوں کی تعداد اتنی ہے اور ان کے فلاں فلاں چرواہے ہیں، اور ان میں ابو قحافہ کے بیٹے (حضرت ابوبکر) کے بھی چرواہے ہیں، اور صحیح یہ اونٹ وادی ثقیف میں پہنچ جائیں گے، وہ لوگ صبح وادی ثقیف دیکھنے کے لیے پہنچ گئے کہ آیا آپ نے یہ فرمایا ہے یا نہیں؟ سو وہ اونٹ آگئے، ان لوگوں نے اونٹ والوں سے پوچھا کیا تمہارا کوئی اونٹ گم ہو گیا تھا، انھوں نے کہا ہاں، پھر دوسرے سے پوچھا کیا تمہاری سرخ اونٹنی کی ٹانگ ٹوٹی تھی، انھوں نے کہا ہاں پھر انھوں نے پوچھا کیا تمہارے پاس پیالہ تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا بے خدا میں نے وہ پیالہ رکھا تھا، اس سے کسی نے پانی پیا تھا نہ کسی نے اس پانی کو زمین پر گرایا تھا اور وہ پانی ختم ہو گیا تھا (حضرت ابوبکر نے کہا میں اس کی تصدیق کرتا ہوں، پھر اسی دن سے حضرت ابوبکر کا لقب صدیق ہو گیا۔ ۱۵

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (اس وقت کے آخر میں ہے) صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے سامنے واقعہ معراج سنایا، وہ لوگ حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور کہا اسے ابوبکر! تمہارے پیغمبر یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ گذشتہ رات ایک ماہ کی مسافت کا سفر کر کے واپس لوٹ آئے ہیں، اب بولو کیا کہتے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر واقعی آپ نے یہ فرمایا ہے تو سچ فرمایا ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں! اور میں تو اس سے زیادہ بعید باتوں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں، آپ آسمان سے آنے والے خبریں بیان کرتے ہیں اور میں ان کی تصدیق کرتا ہوں! مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ کے کوئی پر کیا ریل ہے؟ آپ نے فرمایا میں فلاں فلاں جگہ پر قریش کے قافلہ کے پاس سے گذرتا تھا، مجھے دیکھ کر ایک اونٹ بدک کر بھاگا اور ہلکے لگانے لگا، اور اس قافلہ میں ایک اونٹ تھا جس پر سیاہ اور سفید رنگ کی دو بلیاں لدی ہوئی تھیں وہ گھر پڑا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی، سب قافلہ واپس آیا تو انھوں نے قافلے والوں سے پوچھا تو انھوں نے اسی طرح بیان کیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا اور اسی دن سے حضرت ابوبکر کا نام صدیق پڑ گیا۔ ۱۶

۱۵۔ حافظ عبد الدین ابن کثیر متوفی ۷۴۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۶۶، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۴۰۵ھ

۱۶۔ تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۶۸

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

اسماعیل بن عبد الرحمن قرشی بیان کرتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو قافلہ کی علامتوں کی خبر دی، تو انہوں نے کہا یہ قافلہ کب آئے گا؟ آپ نے فرمایا یہ قافلہ بدھ کو آئے گا، پھر بدھ کے دن قریش جمع سے قافلہ کے انتظار میں بیٹھے رہے، حتیٰ کہ دن غروب ہوئے لگا اور قافلہ نہیں آیا تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو دن بڑھا دیا گیا اور سورج کو روک دیا گیا، اور سورج کو صورت اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے روکا گیا تھا یا حضرت یوشع بن نون کے لیے جب جمعہ کے دن انہوں نے جبارین سے جہاد کیا تھا اور ان کے فارغ ہونے سے پہلے سورج غروب ہوئے لگا تو انہوں نے دعا کی کہ سورج کو منور کر دیا جائے کیونکہ ہفتہ کے دن ان کے لیے جنگ کرنا جائز نہ تھا۔

علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

بعض روایات میں ہے کہ قافلہ بدھ کے دن نصف النہار کے وقت آگیا تھا یہ روایت اس کے خلاف ہے لیکن حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ آپ تین قافلہ کے پاس سے گزرتے تھے اور مشرکین میں سے ہر ایک نے اپنے قافلہ کے متعلق پوچھا تھا ان میں سے ایک قافلہ بدھ کی روپ کر آگیا تھا اور یہ قافلہ بدھ کا شام کو پہنچا تھا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

حافظ ابن کثیر نے دلائل النبوت میں اپنی سند کے ساتھ محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحیہ بن خلیفہ کو قیصر روم کے پاس بھیجا۔ ہر قل (شاہ روم) نے ابرسفیان مخر بن حرب کو بلایا۔ ابرسفیان اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قل کی نگاہوں میں نہ چا رہا تھا، اس نے کہا: اے بادشاہ! کیا میں تم کو ایسی بات بتاؤں جس سے ان کا جھوٹا ہونا قائم ہو یا حقیق ہو جائے؟ ہر قل نے کہا: بتاؤ وہ کیا بات ہے؟ ابرسفیان نے کہا وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ایک رات وہ ہماری زمین ارض حرم سے نکلے اور تمہاری اس مسجد مسجد اہلیا میں پہنچے اور اس رات صبح سے پہلے ہمارے پاس واپس آگئے، مسجد اہلیا کا بطریق فیہ روم کے سر کے پاس کھڑا تھا، اس نے کہا مجھے اس رات کا علم ہے، قیصر نے پوچھا تمہیں کیسے علم ہے؟ اس نے کہا میں ہر رات کو سوتے سے پہلے مسجد کے دروازے پر گیا کرتا تھا، اس رات کو میرے قافلہ کے دروازے بند کر دیے مگر میں ایک دروازہ بند نہیں کر سکا، میں نے بڑھتیوں (درکھانوں) کو بلایا انہوں نے دیکھ کر کہا اس دروازے کے اوپر وال چرکسٹ بپے بیٹھ گئی ہے، اس وقت ہم اس کو ٹھیک نہیں کر سکتے، صبح دیکھیں گے میں اس رات دونوں کو مار کھٹے چھوڑ گیا، صبح میں آیا تو دیکھا مسجد کے قریب پتھر میں سوراخ تھا اور اس میں سواری کو باندھنے کا نشان تھا، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا گزشتہ رات یہ دروازہ صرف ہی کے لیے کھلا رکھا گیا تھا اور گزشتہ رات ہماری اس مسجد میں مار مار کر مٹی گئی تھی۔

۱۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوت ج ۲ ص ۴۰۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۔ علامہ محمد عبداللہ زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المساجد العربیہ ج ۲ ص ۱۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

۳۔ حافظ عبداللہ ابن کثیر متوفی ۷۴۲ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۶۹، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

رات میں معراج کرانے کے اسرار | رات کے وقت معراج کرانے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

۱۔ رات کو خلوت، اختصا ص اور مجالس ملک کا وقت ہوتا ہے، اور یہ دن کے وقت سے افضل اور اشرف ہے، یہ وقت اجہاد سے راز و نیاز کا ہوتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد انبیاء علیہم السلام کو رات کے وقت مختلف کلمات سے نوازا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

فلما جن عبید الدلیل ما اى کو کہا۔

(انعام: ۷۶)

حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

فاسر با هلك بقطم من الدلیل۔

(حجر: ۶۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رات کے وقت سرگوشی کی:-

فقال لاهلکم شکوا انی انست نادا۔

(طہ: ۱۰۱)

جب موسیٰ نے اپنی زوجہ سے کہا ٹھہرو

بے شک میں نے آگ دیکھی ہے۔

اور حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ وہ رات کے وقت بنو اسرائیل کو مصر سے بائیں۔

تو میرے بندوں کو راتوں رات سے جاڑ یقیناً

فامر بعبادی لیلا انکو متبعون۔

(دخان: ۲۳)

مٹھا رات قاب کیا جائے گا۔

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زیادہ انعام رات کے وقت عطا فرمائے، شقی القمر کا معجزہ رات میں

ہوا، حق آپ پر رات کے وقت ایمان لائے، مدینہ کی طرف ہجرت رات میں ہوئی اور غار ثور میں بھی رات کے وقت گئے، سو معراج بھی رات میں کر لئی گئی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں رات کو دن پر مقدم فرمایا ہے:

وجعلنا اللیل والنہار آیتین (اسراء: ۱۲)

ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے۔

ومسعدو لک الدیل والنہار۔ (فعل: ۱۲)

اور رات اور دن کو تھپا سے ایسے مسخر کر دیا۔

۴۔ رات اصل سے اسی لیے مہینہ کی ابتداء رات سے ہوتی ہے اور رات کی سیاہی میں آنکھ کی روشنی تیز ہوتی ہے، اور چاند کا چہرہ مہکتا ہے۔

۵۔ ہر رات کو دن لازم ہے، لیکن ہر دن کو رات لازم نہیں ہے، کیونکہ روز محشر کے بعد رات نہیں ہوگی۔

۶۔ رات کا وقت دعا کی قبولیت، عطا اکہی اور بخشش کا وقت ہے۔

۷۔ یلۃ القدر رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے اور ہزار مہینوں میں کتنے دن اور کتنے

جمعہ ہیں۔

۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر سفر رات کو کرتے تھے، آپ نے فرمایا رات کی مسیما ہی کو لازم رکھو کیونکہ زمین رات کو لمبیٹ دی جاتی ہے۔

۹۔ دن کے وقت حضرت یحییٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا تو عیسائیوں نے ان کو خدا کا بیٹا کہہ دیا، آپ کی امت کو اس ابتلاء سے محفوظ رکھا گیا۔

۱۰۔ رات کا وقت زیادہ عبادت کرنے کا وقت ہے، آپ رات کو اس قدر قیام کرتے تھے کہ پائے مبارک میں ورم آ گیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بیا یحیا المزمحل قہ اللیل الاقلیلا
اسے چادر اوڑھنے واسے رات کو قیام کریں
(مزمحل ۱۱-۱۲)

ومن اللیل فتحجد بہ (اسراء: ۷۹)
اور رات کے کچھ وقت میں آپ تہجد پڑھیں۔

۱۱۔ چونکہ آپ رات کو زیادہ عبادت کرتے تھے تو سراج کا انعام بھی رات میں دیا گیا۔

۱۲۔ رات کے وقت معراج ہونے سے معراج کی تصدیق کرنا زیادہ اجر و ثواب کا سبب ہوا کیونکہ یہ ایمان بالعباس ہو گیا، اور اگر دن میں معراج ہوتا تو سب مشاہدہ کر لیتے اور مشرکین میں امتیاز نہ ہوتا۔ ۱۵

معراج کی ابتداء کی جگہ کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق امام بخاری نے حضرت مالک بن صعصعہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حطیم

کعبہ میں سوئے ہوئے تھے کہ یکایک آپ کے پاس فرشتہ آیا، اور قیادہ کی روایت میں ہے، میں حجر اسود

کے پاس سویا ہوا تھا کہ فرشتہ آیا ۱۵ اور امام بخاری نے مالک بن صعصعہ سے بھی روایت کیا ہے کہ میں بیت اللہ

میں سویا ہوا تھا ۱۵ اور امام محمد بن سعد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شغب

ابن طالب سے معراج کرا لیا گئی، اور امام طبرانی نے حضرت ام المانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ شغب معراج

نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں سوئے ہوئے تھے، اس رات میں نے آپ کو غائب پایا۔ ۱۵، اور

امام بخاری نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر کی

چھت کو شق کیا گیا اور فرشتہ نازل ہوا۔ ۱۵

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

۱۵۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد طبعی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۵۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

۱۵۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

۱۵۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۵۵، ۱۵۔

۱۵۔ امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۴۱۲، مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۸۸ھ

۱۵۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۰۰ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۵، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

۱۵۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضرت ام ہانی کا گھر شعب ابی طالب میں تھا، آپ ام ہانی کے گھر سے تھے۔ ان کے گھر کی چھت کو شق کیا گیا، اور آپ نے ان سے تلقین کی بناء پر ان کے گھر کو اپنا گھر فرمایا، پھر چھت سے فرشتہ اتر اور آپ کو حضرت ام ہانی کے گھر سے مسجد حرام لے گیا، وہاں جا کر آپ لیٹ گئے اور آپ کو اوندھ آگئی، پھر فرشتہ آپ کو مسجد کے دروازے پر لے گیا اور وہاں سے آپ کو براق پر سوار کر لیا، امام ابن اسحاق نے حسن بصری سے مرسل روایت بیان کی ہے کہ حضرت جبرائیل آپ کے پاس آئے، آپ کو مسجد میں لے گئے اور آپ کو براق پر سوار کر لیا، اس روایت سے بھی اس تطبیق کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت ام ہانی کے گھر کی چھت شق کر کے فرشتہ کے آنے کی وجوہات کے اسرار | حضرت ام ہانی کے گھر فرشتہ

چھت کو شق کر کے آیا تاکہ واقعہ معراج کا اچانک وقوع پذیر ہو نامزید واضح ہو، دوسری وجہ یہ ہے کہ فرشتہ نے آنے کے لیے معروف طریقہ اور معمول کے مطابق آنے کے راستہ کو ترک کر کے چھت شق کر کے خلاصہ عادت اور غیر معمولی راستہ اختیار کیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ سفر بھی غیر معمولی نوعیت کا حامل اور خلاصہ عادت سے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ چھت کو شق کیا گیا تاکہ تنبیہ ہو کہ اس سفر میں آپ کا شق صدر ہو گا اور سینہ مبارک چاک کیا جائے گا اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ فرشتہ دروازہ کی بجائے اوپر سے آیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ سفر اوپر کی جانب ہو گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے سفر معراج شروع نہ ہونے کے اسرار | معراج کی شب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر نہیں سوئے بلکہ

حضرت ام ہانی کے گھر جا کر سوئے، اس کی ایک وجہ تہیہ تھی کہ آپ کے گھر کو آپ کی مستقل سکونت کی وجہ سے دیے ہی تفصیلت حاصل تھی، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا ہو کہ حضرت ام ہانی کے گھر کو یہ تفصیلت حاصل ہو جائے کہ اس گھر سے آپ کو معراج ہوئی اور اس وجہ سے حضرت ام ہانی کا چہرہ چاہو، کیونکہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا ذکر ہو گا تو حضرت ام ہانی کا بھی ذکر ہو گا کیونکہ ان کے گھر سے سفر معراج کی ابتداء ہوئی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے آداب یہ ہیں کہ آپ کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا یا حجرہ کے پیچھے سے آپ کو آواز دینا دونوں منع ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلو بیوت النبی الا ان

یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلو بیوت النبی الا ان

یؤذن لکم۔ (احزاب: ۵۳)

یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلو بیوت النبی الا ان

یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلو بیوت النبی الا ان

یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلو بیوت النبی الا ان

یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلو بیوت النبی الا ان

یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلو بیوت النبی الا ان

یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلو بیوت النبی الا ان

یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلو بیوت النبی الا ان

یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلو بیوت النبی الا ان

یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلو بیوت النبی الا ان

یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلو بیوت النبی الا ان

یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلو بیوت النبی الا ان

یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلو بیوت النبی الا ان

(حجرات، ۵-۴) نے آتے تو ضرور ان کے لیے بہت اچھا ہوتا۔

امام مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس کا مقتضی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کے بھی رسول ہیں، اس لیے فرشتوں کے لیے بھی یہ باخبر ہیں کہ وہ بلا اجازت آپ کے گھر میں داخل ہوں یا آپ کو گھر کے باہر سے آواز دے کر پکاریں، سو اگر آپ اپنے گھر میں ہوتے تو فرشتوں کے لیے آپ کو مسجد حرام میں سے جانا دشوار ہوتا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں یہ ڈالا کہ آپ حضرت ام ہانی کے گھر جا کر سرزمین ناکہ فرشتے اپنا تک آپ کے پاس آئیں اور آپ کو مسجد حرام میں سے جانیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ کے گھر کو یہ عزت اور خصوصیت آپ کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی تو نفسہ اس گھر کے یہ آداب نہیں تھے، تو جب آپ حضرت ام ہانی کے گھر چلے گئے تو اب اس گھر کے آداب ہر گئے اور وہاں بھی بلا اجازت داخل ہونا منع ہو گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس گھر میں آپ کی مستقل سکونت ہو اس کی نسبت اور اضافت آپ کی طرف ہوتی ہے اور قرآن مجید نے اسی کے آداب اور احکام بیان کیے ہیں اور جس گھر میں آپ چند دفعوں کے لیے جائیں وہ آپ کا گھر نہیں کہلاتا اور نہ قرآن مجید نے اس کے آداب اور احکام بیان کیے ہیں۔

شق صدر کے متعلق احادیث کی تخریج اور تحقیق | آپ کا سینہ مبارک تین بار چاک کیا گیا، ایام طہریت میں، بعثت کے وقت اور معراج کے موقع پر۔

پہلی بار بچپن میں آپ کے شق صدر کے متعلق امام مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ (بچپن میں) بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ اچانک جبرائیل آئے آپ کو ٹا کا کہ آپ کا سینہ چیرا اور آپ کا دل نکال لیا، پھر دل میں سے جا ہوا خون نکالا اور کہا یہ شیطان کا حصہ تھا۔ اللہ اس حدیث کو مزید تفصیل کے ساتھ حافظہ ابونعیم نے روایت کیا ہے:-

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ پر نبوت کی ابتداء کس چیز سے ہوئی، آپ نے فرمایا جب تم نے یہ سوال کر ہی لیا ہے تو سنو میں دس سال کی عمر میں صحرا میں جا رہا تھا، اچانک میں نے اپنے سر کے اوپر دو آدمیوں کو دیکھا، ایک نے دوسرے سے کہا: کیا یہی ہیں؟ دوسرے نے کہا ہاں! انھوں نے گدائی سے پکڑ کر مجھے گرا دیا، پھر میرے پریت کو چاک کیا، جبرائیل سونے کے طشت میں پانی لا رہے تھے، اور میکائیل میرا پیٹ دھو رہے تھے پھر ایک نے دوسرے سے کہا اب ان کا سینہ چاک کرو۔ پھر میں نے دیکھا کہ میرا سینہ چاک ہو چکا تھا اور

مجھے بالکل درد نہیں ہوا، پھر کہا ان کا دل شقیہ کرد، پھر میرا دل چیرا، پھر کہا اس میں سے کینہ اور حد نکال دو، تو انھوں نے ایک جے ہوئے خون کے مشابہ چیز نکال کر پھینک دی، پھر کہا ان کے دل میں شفقت اور رحمت داخل کر دو، تب انھوں نے چاندی کی طرح کوئی چیز داخل کی، اور انھوں نے اپنے پاس سے کوئی پسلی ہموئی چیز نکالی اور وہ اس پر چھڑکی، پھر انھوں نے میرے پیڑ کے انگوٹھے کو ہلایا اور اس کے بعد انھوں نے مجھ سے کہا جاؤ، میں چلا گیا اور اس کے بعد میرے دل میں چھوٹوں پر رحمت اور بڑوں کی ترقیر سما گئی۔ ۱۷

اس حدیث کو امام محمد بن سعد، امام بیہقی، امام احمد، امام دارمی اور امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور اس حدیث کا حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ذکر کیا ہے۔

حافظ ابیہشی نے اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی کے حوالوں سے نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام احمد کی سند حسن ہے۔

امام ابن حبان نے اس حدیث کو از عبد اللہ بن جعفر از حمید سعدیہ روایت کیا ہے اس میں یہ الفاظ ہیں:

قال اثنی رجلان علیہما ثیاب بیضی
فاضجعانی ثم شقی بطنی فواللہ ما ادری
ما صنعاً۔ ۱۸

راپ نے حمید سعدیہ کو بتایا کہ میرے پاس سفید کپڑوں میں بلوس دو آدمی آئے، انھوں نے مجھے بٹا کر میرا پیٹ چاک کیا، یہ خدا مجھے پتا نہیں چلا کہ انھوں نے کیا کیا (یعنی مجھ کو بالکل درد نہیں ہوا)۔

حافظ ابیہشی نے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ ۱۹

حضرت ابو ہریرہ کی مذکور الصدر روایت کو حافظ ابیہشی نے امام طبرانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے اس

- ۱۷۔ حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصہبانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوة ج ۱ ص ۲۲۰-۲۱۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
- ۱۸۔ امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۱۲، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ۔
- ۱۹۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۱ ص ۱۳۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
- ۲۰۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۱۲۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ۔
- ۲۱۔ امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۱۰-۱۱، مطبوعہ نشر السنۃ عمان۔
- ۲۲۔ امام ابو عبد محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۶۱۶، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ۔
- ۲۳۔ حافظ حامد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۵۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ۔
- ۲۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن عبد عسقلانی متوفی ۸۵۴ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۱۳۰، مطبوعہ دار النشر للکتب اسلامیہ بیروت۔
- ۲۵۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ابیہشی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۷۲۲، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ۔
- ۲۶۔ امیر ملاؤ الدین علی بن بلان فارسی متوفی ۷۳۹ھ، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۸۴، مطبوعہ دار الکتب العربیہ ۱۴۰۰ھ۔
- ۲۷۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ابیہشی متوفی ۸۰۷ھ، موارد الفکاہ ص ۵۱۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

میں ہے:

فأقبل إلى يمشيان حتى أخذ كل واحد
منهما بعض ذي الأجدل أخذهما من أفتال
أحدهما لصاحبه أضجعه فأضجعا في بلاد
قصه ولا هصر أفتال أحدهما لصاحبه
أفلق صدره فموى أحدهما إلى صدره
فغلقهما فيما أرى بلادهم ولا وجه الحديث
رواه عبد الله ورجاله ثقات وثقهم
ابن حبان - ۱۰

و شخص میرے پاس آئے ان میں سے ہر ایک
نے مجھے بازو سے پکڑا، مجھے ان کے پکڑنے سے
کوئی درد نہیں ہوا، ان میں سے ایک نے دوسرے
سے کہا ان کو لٹاؤ انھوں نے مجھے جھکائے بغیر
لٹا دیا، پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا سینہ
چاک کر دو، پھر ان میں سے ایک نے میرا سینہ چاک
کیا، میں یہ منظر دیکھ رہا تھا، میرا خون نکلا اور مجھے
درد ہوا (الحمد للہ) اس حدیث کو امام عبد اللہ نے
روایت کیا ہے، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، اور امام
ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے۔

ہم نے بہ کثرت حوالہ جات سے یہی صلے اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں شوق صدر کا واقعہ اس لیے بیان کیا
ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا شوق صدر ہوا تھا اس وقت آپ کا خون نکلا تھا نہ آپ
کو درد ہوا تھا۔

دوسری بار آپ کا شوق صدر بعثت کے موقع پر ہوا تھا۔ امام ابو نعیم اصفہانی اپنی سند کے ساتھ روایت
کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ندرانی
کو وہ ایک ماہ غار حرا میں اعتکاف کریں گے، یہ رمضان کے مہینہ کا واقعہ ہے، ایک دفعہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نکلے تو آپ کو آواز آئی، السلام علیک آپ نے فرمایا میں نے گمان کیا کہ اچانک کوئی جتن آگیا ہے، میں دوڑتا ہوا حضرت خدیجہ
کے پاس گیا، انھوں نے مجھے پکڑا اڑھایا، اور پوچھا اسے ابن عبد اللہ! کیا بات ہے؟ میں نے کہا میں نے اسلام
علیک کی آواز سنی اور میرا خیال ہے کہ وہ جتن ہے، حضرت خدیجہ نے کہا آپ کو خوشخبری ہو، سلام تو اچھی چیز
ہے، آپ نے فرمایا میں دوبارہ نکلا تو حضرت جبرائیل صرب میں کھڑے تھے، ان کا ایک پر مشرق میں تھا اور ایک
پر مغرب میں تھا، آپ نے فرمایا میں ان سے خوفزدہ ہوا، میں دوڑتا ہوا آیا تو وہ میرے اور دروازے کے
درمیان کھڑے تھے، انھوں نے مجھ سے باتیں کیں حتیٰ کہ میں ان سے مانوس ہو گیا، انھوں نے مجھ سے پھر ملنے
کا وعدہ کیا، میں ان کے لیے گیا اور انھوں نے تاخیر کی میں نے کوشش کا ارادہ کیا تو اچانک میں نے دیکھا جبرائیل
اور میکائیل کھڑے ہیں، اور انھوں نے افق کو بھریا ہے، پھر جبرائیل نیچے اتر آئے اور میکائیل آسمان اور زمین
کے درمیان کھڑے ہے، پھر جبرائیل نے مجھے پکڑ کر گدی کے بل لٹا دیا، پھر میرے دل کو شوق کیا، پھر دل کو

۱۰ - حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیملی متوفی ۸۰۰ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۳۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۲۲ھ

باہر نکالا اور اس میں سے جو پالانگ لا پھر اس کو سونے کے طشت میں رکھ کر نغمہ کے پانی سے دھویا پھر اس کو اپنی جگہ رکھ کر جوڑ دیا اور نغمہ بند کر دیا، پھر مجھے اس طرح اٹا کیا جس طرح چمڑے کو پلٹتے ہیں، پھر میری پشت پر مہر لگائی، جس کا اثر میں نے اپنے دل میں محسوس کیا، پھر مجھ سے کہا اقسام ”پڑھیے“ میں نے اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی، اس لیے میں نے نہیں جانا کہ میں کس طرح پڑھوں، اس نے پھر کہا اقسام ”پڑھیے“ میں نے کہا میں کیا پڑھوں اس نے کہا:

اقرا باسم ربك الذي خلق - اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ہے۔ (علق ۱)

حتیٰ کہ اس نے سورہ علق کی پانچ آیتیں پڑھیں، ان آیتوں کو میں بالکل نہیں بھولا۔ (احمدیٹ) - ۱
اس حدیث کو امام ابو داؤد و طیالسی نے بھی اپنی مستند میں روایت کیا ہے، دیکھیے حدیث نمبر ۲۳۱۸، علامہ سیوطی نے اس حدیث کو امام ابن ابی الدیہ کی سند کے ساتھ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ کو کیسے یقین ہو گیا کہ آپ نبی ہیں اور آپ نے اپنی نبوت کو کیسے جانا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ سنایا۔ ۲
حافظ ابن کثیر نے بھی اس حدیث کو حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا ہے۔ ۳
حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام ابو داؤد و طیالسی کی سند کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا ذکر کیا ہے۔ ۴

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کا حافظ ابو نعیم اصفہانی، امام ابو داؤد و طیالسی اور امام بیہقی کی دلائل النبوت کے حوالے سے ذکر کیا ہے لیکن مجھے یہ حدیث امام بیہقی کی دلائل النبوت میں بسیار تلاش کے باوجود نہیں ملی، ہو سکتا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی کو دلائل النبوت کے نام سے التباس ہوا ہو، کیونکہ یہ حدیث حافظ ابو نعیم اصفہانی کی دلائل النبوت میں ہے، امام بیہقی کی دلائل النبوت میں نہیں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔
میر میری بار آپ کا شوق صدر معراج کے موقع پر ہوا تھا، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت مالک بن معصوم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں حلیم کعبہ میں بیٹھا ہوا تھا، میرے پاس ایک آنے والا فرشتہ آیا اس نے یہاں سے لے کر یہاں تک میرا سینہ چاک کر دیا، راوی کہتا ہے میں نے جاوے پر چھا اس سے آپ کی کیا مراد تھی؟ انھوں نے کہا حلقہ سے

۱۔ حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۲۰ھ، دلائل النبوة ج ۱ ص ۲۱۶-۲۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

۲۔ علامہ ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سیوطی متوفی ۵۸۰ھ، الروض الاثقی ج ۱ ص ۱۱۰، مطبوعہ مکتبۃ فاروقیہ لبنان۔

۳۔ حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۱۲۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۳ھ۔

۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت۔

۵۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۴۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت ۱۴۰۱ھ۔

علامہ سہیل لکھتے ہیں:

”هَذَا حَظُّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ“ کے اسرار

سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ نبی ہیں؟ اور آپ کو کس سبب سے اپنی نبوت پر یقین ہوا؟ آپ نے فرمایا اسے ابوذر! جس وقت میں مکہ کی وادی میں تھا میرے پاس دو فرشتے آئے، ان میں سے ایک فرشتہ زمین پر تھا اور دوسرا زمین اور آسمان کے مابین تھا، ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا کیا یہ وہی ہیں؟ دوسرے نے کہا ہاں یہ وہی ہیں، اس نے کہا ان کا ایک آدمی کے ساتھ وزن کرو اس نے میرا ایک آدمی کے ساتھ وزن کیا تو میرا وزن زیادہ تھا، اس نے کہا دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، اس نے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کیا پھر بھی میرا وزن زیادہ تھا، پھر اس نے کہا سو آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، اس نے سو آدمیوں کے ساتھ وزن کیا پھر بھی میرا وزن زیادہ تھا، پھر اس نے کہا ان کا ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، اس نے ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ وزن کیا پھر بھی میرا وزن زیادہ تھا، پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ان کا پیٹ چاک کرو، اس نے میرا پیٹ چاک کیا اس سے میرا دل نکلا، اور اس میں سے مغز شیطان (شیطان کے انگلی چھوڑنے کی جگہ) اور جیسے ہونٹے خون کو نکالا اور ان دونوں چیزوں کو پھینک دیا، پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا پیٹ اس طرح دھو جس طرح برتن دھوتے ہیں اور ان کا دل اس طرح دھو جس طرح برتن کے اندر کی چیز دھوتے ہیں، پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا پیٹ سیو، تو اس نے میرا پیٹ سیاہ اور اس نے میرے دو کندھوں کے درمیان مہر (نبوت) کو رکھ دیا جیسے کہ وہ اب ہے پھر وہ دونوں پیٹھ پھر کر چلے گئے اور میں گویا کہ ان تمام کاموں کا مشاہدہ کر رہا تھا (علامہ سہیل فرماتے ہیں) اس حدیث میں ان چیزوں کا بیان ہے جن کو پہلی حدیث میں مجملہ ذکر کیا گیا تھا، کیونکہ اس حدیث میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ فرشتہ نے مغز شیطان (شیطان کے انگلی چھوڑنے کی جگہ) اور جیسے ہونٹے خون کو نکالا، اس حدیث میں آپ نے یہ بیان فرمادیا کہ فرشتہ نے اس چیز کو تلاش کر کے نکالا جس چیز میں شیطان حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کے سوا ہر پیدا ہونے والے بچے کو چھوڑتا ہے، کیونکہ ان کی والدہ حقہ سے نبیہ دعا کی تھی:

یٰ اٰیۃ ہا بک و ذریتہما من الشیطان
 میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان رحیم کے

شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

(دال عمران: ۳۶)

الرحیم۔

اس دعا کی قبولیت کی وجہ سے شیطان حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کو پیدا ہوتے وقت چھوڑ نہیں سکا اور اس سے حضرت عیسیٰ کی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مغز کو نکال لیا گیا اور روح القدس نے برف اور ٹھنڈے سے پانی سے آپ کے دل کو دھو کر اس میں ایمان اور حکمت کو بھر دیا۔

اس حدیث سے ایک اور مسئلہ بھی معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ پہلے اس کا ظلم نہیں تھا کہ مہر نبوت آپ کی تخلیق کے وقت تھی یا آپ میں ولادت کے بعد رکھی گئی یا جس وقت آپ نبی بنائے گئے اس وقت آپ میں مہر نبوت رکھی

گئی تھی، اس حدیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ جن ایام میں آپ علیہ السلام کے ہاں تھے ان دنوں میں حضرت جبرائیل نے آپ میں مہر نبوت رکھی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شتی صدر کا واقعہ دو طرح منقول ہے، ایک یہ ہے کہ جب ایام رضا ملت میں آپ بنو سعد کے ہاں تھے اس وقت آپ کا شتی صدر ہوا، آپ کے پاس سونے کا ایک ٹشنت لایا گیا جس میں برف تھی اس کے ساتھ آپ کے قلب کو دھویا گیا، دوسری بار شتب معراج کے موقع پر آپ کے قلب کو زمر کے پانی سے دھویا گیا اور اس کو ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا۔

ہم پہلے احادیث سے باحوالہ یہ بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جب شتی صدر ہوا تو آپ کا خون نکلا نہ آپ کو درد ہوا، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت عام بشروں کی طرح نہیں ہے، کیونکہ کسی بشر کے متعلق یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا سینہ چیرا جائے اور اس کو درد ہو نہ اس کا خون نکلے، ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہماری انگلی میں پھانس بھی جھجھ جائے تو بے گل اور بے چین ہو جاتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلقوم سے ناف تک سینہ چیر دیا گیا اور آپ کو درد نہیں ہوا۔

اسی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں قلب کے محتاج نہیں ہیں کیونکہ آپ کے سینہ سے دل نکال یا گیا اور آپ کی حیات میں کوئی فرق نہیں آیا، بلکہ دیکھا جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں ہوا (کیسین) کے بھی محتاج نہیں ہیں کیونکہ موجودہ سائنسی تحقیق کے مطابق ہوا صرف دو سو میل تک ہے، اسی لیے جو سائنس دان چاند پر سفر کے لیے جاتے ہیں وہ اپنے ساتھ آکسیجن کی تھیلیاں لے جاتے ہیں، چاند پر نہ دونا کھ میل کی مسافت پر واقع ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو چاند اور سورج سے ماوراء تمام آسمانوں سے اوپر سدرہ، صریف الاقلام اور عرش سے اوپر گئے اور آپ کے ساتھ کوئی آکسیجن نہیں تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں قلب کے محتاج نہیں نہ ہوا کے محتاج ہیں، وصال کے روز سے رکھے جس میں نہ سحر ہے نہ انظار اور کئی کئی دن کھاتے پیے بغیر گزار دیے، اس سے یہ ظاہر ہوا کہ آپ کھانے پینے کے محتاج نہیں، لامکان میں پیچھے تو معلوم ہوا کہ آپ مکان کے محتاج نہیں، وقت کی گردش سے باہر نکلے تو ثابت ہوا کہ آپ وقت کے محتاج نہیں، ہر چیز اپنے وجود میں اور ہر فیض اپنی حیات میں زمان، مکان، ہوا اور کھانے پینے کے محتاج ہے اور آپ — اپنے ہونے میں ان میں سے کسی چیز کے محتاج نہیں اور حق یہ ہے کہ زمان، مکان، ہوا، غذا، بلکہ کائنات کی ہر چیز اپنے وجود میں آپ کے محتاج ہے۔

قلب اظہر کو غسل دینے کے اسرار | آپ میں تقدس اور تطہیر کا عمل دو مرتبہ کیا گیا ایک مرتبہ آپ میں تقدس کا عمل اس لیے کیا گیا تاکہ آپ کا قلب مغیر شیطان سے پاک ہو جائے اور آپ کے قلب میں توحید کے سوا اور چیز باقی نہ رہے، دوسری بار جب اللہ تعالیٰ آپ کو مضر مقتدرہ کی بلند یوں میں لے جانا چاہتا تھا تاکہ آپ پر پانچ نمازیں فرض کی جائیں اور ملائکہ کے ساتھ نمازیں پڑھیں

اور بارگاہ الوہیت میں حاضر ہوں، اس وقت آپ کے ظاہر اور باطن کو غسل دیا گیا، پہلی بار آپ کے قلب کو برف کے ساتھ دھویا گیا تاکہ آپ کے قلب کو ایمان باللہ کی تشنگی حاصل ہو اور دوسری بار آپ کے قلب کو زمزم کے پانی سے غسل دیا گیا تاکہ آپ بارگاہ الوہیت میں حاضری سے مشرف ہوں، کیونکہ ظاہری مسجد میں — حاضری کے لیے ظاہر بدن کو غسل دیا جاتا ہے تو باطنی مسجد اور بارگاہ ربوبیت میں حاضری کے لیے آپ کے قلب کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ آپ کے قلب کو زمزم کے پانی سے اسی لیے غسل دیا گیا تاکہ زمزم آپ کے قلب کے من کے ساتھ مشرف ہو کیونکہ پہلے اس پانی کو جبرائیل کے پیروں کے ساتھ نسبت تھی اور اب اس پانی کو قلب مصطفیٰ کے ساتھ نسبت ہے۔

قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھنے کے اسرار | قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھنے کی حکمتیں حسب ذیل ہیں:

- ۱۔ سونا تمام دھاتوں میں سب سے افضل دھات ہے اور قلب مصطفیٰ تمام دلوں میں سب سے افضل دل ہے اس لیے آپ کے قلب کو رکھنے کے لیے سونے کا طشت لایا گیا۔
- ۲۔ سونے کو مٹی نہیں کھاتی اور انبار کے اجسام کو بھی مٹی نہیں کھاتی اس لیے یہی صلے اللہ علیہ وسلم کے دل کو رکھنے کے لیے سونے کا طشت لایا گیا۔
- ۳۔ سونے کو زنگ نہیں لگتا اور قلب مصطفیٰ کو کسی نوع کی معصیت کا زنگ نہیں لگتا اس لیے آپ کے قلب کو رکھنے کے لیے سونے کی دھات کا طشت لایا گیا۔
- ۴۔ دماغ کو چاندی، جگر کو فولاد اور دل کو سونے کے ساتھ مناسبت ہے اس لیے آپ کا دل رکھنے کے لیے سونے کا طشت لایا گیا۔
- ۵۔ دنیا میں مسلمانوں پر چاندی اور سونے کے برتنوں کا استعمال منوع ہے، لیکن جنت میں مسلمان چاندی اور سونے کے برتن استعمال کریں گے اور جو نعمت عام مسلمانوں کو جنت میں ملے گی اللہ تعالیٰ نے وہ نعمت آپ کو دنیا میں عطا کر دی ہے، مثلاً دیدار الہی، عام مسلمانوں کو آخرت میں ہوگا، اور آپ کو دنیا میں دیدار عطا کر دیا، اسی طرح سونے کے برتنوں کا استعمال اور دل کے لیے آخرت میں ہوگا آپ کے لیے دنیا میں سونے کا طشت لایا گیا۔

۶۔ سونا آگ میں نہیں جلتا اور آپ کے قلب کو بھی دنیا میں مغفرت کی ضمانت دی گئی۔

لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ
تاکہ اللہ آپ کے لیے معاف فرما دے آپ کے
الگے اور پچھلے (بظاہر) خلافِ اول سب کام۔

۷۔ عربی میں سونے کو ذہب کہتے ہیں اور ذہب ازہب پر دلالت کرتا ہے اور ازہب کا معنی ہے زور کرنا

تو ذہب کا طشت لاکر اس پر متنبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی ظاہری اور باطنی نجاست کو آپ سے دور رکھا۔
۸۔ ازہب کا معنی ہے چانا اور چونکہ یہ ازہب الی اللہ را اللہ کے پاس جانے کا موقع تھا اس لیے ذہب کا طشت

لایا گیا۔

۹۔ علامہ سبیل نے لکھا ہے کہ قلب کو طشت میں اس لیے رکھا ہے کہ اس کی نفس تک آہات القرآن کے ساتھ عقلی مناسبت ہے۔

۱۰۔ علامہ مینی نے کہا کہ سونا تمام جواہر میں ثقیل ہے اور سونے کے طشت سے وحی کے ثقل کی طرف اشارہ کیا۔

شق صدر کے اسرار کا تقصیر | حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: آپ کے سینہ کو شق کرنا دل کو نکالنا اور اس کو نرم سے دھوکہ پھر سینہ میں رکھ کر اس کو ہسی دینا، اتنے خوارق عادیہ پر مشتمل ہے جس سے ان واقعات کو سننے والی دہشت ہو جاتا ہے تو جس پر یہ واقعات گزر رہے تھے اور جہان کا مشاہدہ کر رہا تھا اس کا کیا عالم ہو گا؟ کیونکہ عالم عادت یہ ہے کہ جس کا پیٹ چاک کر کے اس کا دل نکال دیا جائے وہ لامحالہ مر جاتا ہے اور اس کے باوجود اس عمل سے آپ کو کوئی ضرر ہوا نہ آپ کو کس قسم کا درد ہوا!

علامہ ابن ابی حمزہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر تھا کہ شق صدر کے نیز آپ کے دل میں ایمان اور حکمت کو بھر دیا جاتا لیکن اس کے باوجود آپ کا شق صدر کیا گیا تاکہ یہ ظاہر ہو کر آپ کی قربت کا کیا عالم ہے کیونکہ آپ اپنے پیٹ کے شق ہونے کا مشاہدہ کر رہے تھے اس کے باوجود آپ نے کسی قسم کے کرب اللہ بے چینی کا اظہار نہیں کیا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ بہادر ہیں اور آپ کا حال اور مقام تمام لوگوں سے نریمان بلند ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ
أَبْ كُنْظُ اللَّهِ كَيْ جَلَّوْا سَعًى
بَصَرٌ لِّمَنْ يَّسِيرَتُهُ لَيْسَ تَعْبُورَ وَنَهَىٰ

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ شق صدر اور قلب مبارک کو دھونا آپ کے ساتھ محتسب ہے یا یہ عمل دوسرے انبیاء کے لیے بھی واقع ہوا، امام طبرانی نے ہذا سرائیل کے عبارت کے قصہ میں یہ بیان کیا ہے کہ اس تابوت میں وہ طشت تھا جس میں انبیاء علیہم السلام کے قلوب کو دھویا جاتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ یہ وصف دوسرے انبیاء علیہم السلام میں بھی مشترک ہے۔

علامہ بدر الدین مینی لکھتے ہیں:

براق پر سواری کے اسرار | ایک سوال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو براق پر کیوں سوار کرایا گیا؟ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ آپ کے لیے مسافت کو پیٹ دیا جاتا، آپ کا ایک قدم نہ مگرہ میں ہوتا اور دوسرا قدم مسجد اقصیٰ میں ہوتا، اس کا جواب یہ ہے کہ مسافت کو لینا ایک ایسا وصف ہے جو اولیاء کلمہ میں بھی مشترک ہے، اس کے برعکس ایسی سواری پر سوار ہونا جو ایک جھپکتے میں مسافت کو طے کرے یہ وصف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔

۱۲۰۱ھ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ در نستی الباری ج ۲، ص ۲۰۷ مطبوعہ دار نشر المكتبة الاسلامیہ لاہور

براق کے متعلق صحیح بخاری میں ہے کہ وہ اپنا قدم منتہا ریلصہ پر رکھتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ براق زمین پر چلتا تھا، امام محمد بن سعد نے واقعی سے روایت کیا ہے کہ براق کے دو پر تھے اس سے معلوم ہوا کہ وہ زمین اور آسمان کے درمیان پرواز کرتا تھا، اور امام ابو نعیم اور امام ہزار نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب وہ کسی پہاڑ پر پہنچتا تو اس کے قدم اٹھ جاتے اور جب وہ میدان علاقہ پر پہنچتا تو اتر جاتا۔ امام نسائی اور امام ابن مردیہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء سابقین کے لیے ایک سواری کو مسخر کیا گیا تھا اس کا نام براق تھا، اور امام ترمذی کی روایت میں ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہوتے وقت براق چلنے لگا اور اچھل کود کر کے آپ کے سوار ہونے کو دشوار کیا، حضرت جبرائیل نے براق سے کہا بے خدا آج تک تجھ پر کوئی ایسا شخص سوار نہیں ہوا جو اللہ کے نزدیک ان سے زیادہ مکرم ہو تو براق شرمندہ ہو کر پسینہ پسینہ ہو گیا۔

سواری کے وقت براق کیوں چلا تھا، علامہ ابن بطال نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ حضرت عیسیٰ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان زمانہ فترت طویل ہو گیا، اور براق سواری کا عادی نہیں رہا تھا اس لیے چلنے لگا، لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ براق وحشی سے اچھل کود رہا تھا کہ آج اسے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پشت پر سوار کرانے کا موقع ملا ہے، جیسا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ رہا تھا پر جلوہ فرما ہونے تو وہ وحشی سے جھڑپ لگا کر تیزی سے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اٹھ اسکن ہو جا، تجھ پر ایک نبی ہے ایک حدیث ہے اور ایک شبید ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں) اور میں نے اپنے بعض مشائخ سے سنا ہے کہ براق آپ سے یہ وعدہ لینا چاہتا تھا کہ قیامت کے دن بھی آپ اس پر سوار ہوں گے، جب تک آپ نے یہ وعدہ نہیں کیا وہ مچلتا رہا اور جب آپ نے اس سے یہ وعدہ فرمایا تو وہ پرسکون ہو گیا اور آپ اس پر سوار ہو گئے، اور دلسوف یعطیک ربک فتوحی کی تفسیر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جنت میں چالیس ہزار براق تیار رکھے ہیں جو جنت کی چراگا ہوں میں چر رہے ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے مجھے براق پر سوار کرایا گیا اور "مشرق مصطفیٰ" میں مذکور ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے براق کی رکاب نکالی ہوئی تھی اور حضرت میکائیل نے براق کی رکاب پکڑی ہوئی تھی۔ اگر یہ سوال ہو کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہو گئے تو پھر حضرت جبرائیل کیا کر رہے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب براق روانہ ہوا تو حضرت جبرائیل براق کی پشت پر بیٹھے اور اسی طرح بیت المقدس پہنچے، لیکن حضرت حذیفہ نے یہ نہیں کہا کہ یہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اس لیے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ان کا اجتہاد ہو، اور ابن جریر وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ جبرائیل براق کے ساتھ ساتھ اس کو ہرکاتے ہوئے چلے اور جب کہ اس پر اس لیے اعتماد ہے کہ قصہ معراج صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم اور تشریف ہے اس میں کسی غیر کا دخل نہیں ہے، لیکن امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو براق پر سوار کرایا اور وہ آپ

کے ساتھ بیٹھے۔ ۱۔

قبر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کے اسرار | امام مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے سراج کرانی لگئی، میں کثیب احمر کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرا تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ۲۔

حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے گذرتے ہوئے حضرت موسیٰ کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا پھر جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو وہاں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو موجود پایا، اب اس پر انشکال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے کیسے نکل گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کا حضور سے آگے نکلنا تب لازم آتا ہے جب حضور بھی اپنی رفتار سے جاتے اور حضرت موسیٰ بھی اپنی رفتار سے جاتے اور حضرت موسیٰ حضور سے پہلے پہنچ جاتے، اور یہاں ایسا نہیں ہے کیونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم براق کی رفتار سے جا رہے تھے اور حضرت موسیٰ نبوت کی رفتار سے جا رہے تھے اور ایک براق تو کیا ہزار براق بھی ہوں تو نبوت کی رفتار کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی ایک وقت میں کئی جگہ موجود ہوتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وقت قبر میں نماز بھی پڑھ رہے تھے، مسجد اقصیٰ میں بھی تھے اور اسی وقت چھٹے آسمان پر بھی موجود تھے اس جواب کی مزید وضاحت ان شمار اشد آئندہ سطور میں ہو جائے گی!

علامہ نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے کیسے دیکھا، حالانکہ آپ نے بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی اور آپ نے انبیاء علیہم السلام کو ان کے مراتب کے مطابق مختلف آسمانوں میں دیکھا جنہوں نے آپ کو سلام کیا اور خوش آمدید کہا، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے آسمان پر چڑھنے سے پہلے کثیب احمر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں دیکھا، پھر اسی راستہ میں ان کو بیت المقدس میں دیکھا، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے آسمان پر پہنچ گئے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس وقت آپ نے انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں دیکھا اور ان کو نماز پڑھائی اسی وقت آپ نے ان کو آسمانوں پر دیکھا، یعنی انبیاء علیہم السلام ایک وقت بیت المقدس میں بھی تھے اور آسمانوں پر بھی تھے، انہوں نے آپ سے سوالات کیے اور آپ کو خوش آمدید کہا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سدرۃ المنتہی سے واپسی کے بعد آپ نے انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں نماز پڑھائی اور پھر واپسی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گذرے۔ ۳۔

علامہ دمشقانی ابی مالکی نے بھی قاضی عیاض کی اس تقریر کو نقل کیا ہے۔ ۴۔

۱۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد علی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴، ص ۲۵۲، مطبوعہ دارۃ الطباعة النیرہ مصر ۱۳۸۸ھ

۲۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲، ص ۲۶۸، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۳۔ علامہ یحییٰ بن شریح نووی متوفی ۷۴۷ھ، شرح مسلم ج ۱، ص ۱۶۶

۴۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن غفرہ دمشقی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، کمال اکمال العلم ج ۱، ص ۳۲۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

مصنف کے نزدیک قاضی عیاض کا بیان کردہ آخری احتمال مردود ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ میں یہ تصریح ہے کہ پہلے آپ نے مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کی پھر آپ نے آسمانوں پر عروج فرمایا۔ امام بیہقی لکھتے ہیں:

جن حدیث میں یہ ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا پھر دوسری حدیث میں ان کو آسمان پر دیکھنے کا ذکر ہے، ان احادیث میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف جاتے ہوئے ان کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، پھر ان کو آسمان پر دیکھا، اسی طرح جن انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں دیکھا تھا، پھر ان سب کو آسمانوں پر دیکھا، ان میں کوئی استناد نہیں ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام شہداء کی طرح بلکہ ان سے افضل اور اعلیٰ حیات کے ساتھ زندہ ہیں اس لیے ان کا مختلف اوقات میں مختلف جگہوں میں پایا جانا جائز ہے، جیسا کہ مخبر صادق نے اس کی خبر دی ہے۔ لے علامہ عبد الوہاب شترانی لکھتے ہیں:

معراج کے فوائد میں سے یہ ہے کہ ایک جسم ایک آن میں دو جگہ موجود ہو سکتا ہے، جیسا کہ پہلے آسمان پر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو حضرت آدم کی ایک اولاد میں دیکھا، اسی طرح آپ نے حضرت آدم، حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں میں دیکھا حالانکہ یہ تمام انبیاء علیہم السلام اس وقت زمین پر اپنی اپنی قبروں میں تھے کیونکہ آپ نے مطلقاً فرمایا میں نے آدم کو دیکھا، میں نے موسیٰ کو دیکھا، میں نے ابراہیم کو دیکھا، یہ نہیں فرمایا میں نے آدم کی روح کو دیکھا یا میں نے موسیٰ کی روح کو دیکھا، جب آپ آسمان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ کر آئے تو بعینہ اس وقت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے، ترجمہ شخص اس بات کا قائل نہیں ہے کہ ایک جسم ایک آن میں دو جگہ ہو سکتا ہے وہ اس حدیث پر کس طرح ایمان لائے گا، سو اگر تم مومن ہو تو مان لو، اللہ اگر عالم ہو تو اعتراض نہ کرو، اور جتنا سے لے یہ تاویل کرنا جائز نہیں ہے کہ جو زمین میں تھے وہ ان کے غیر تھے جو آسمانوں میں تھے، کیونکہ آپ نے مطلقاً فرمایا میں نے موسیٰ کو دیکھا اسی طرح جن دیگر انبیاء علیہم السلام کو دیکھا ان کے متعلق بھی اسی طرح فرمایا، آپ نے یہ فرمایا کہ میں نے موسیٰ کو دیکھا اگر آپ نے ان کے غیر کو دیکھا تھا تو العباد باللہ آپ کا ارشاد غلط ہو گا! لے شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام جیسے انبیاء میں اس کے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں اور اسی طرح بقیہ سموات میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح کا تمثل ہوا ہے یعنی غیر فیزیکی جسد سے جس کو صوفیہ جسم مثالی کہتے ہیں روح کا تعلق ہو گیا اور اس جسد میں قدر بھی اور ایک وقت میں

۱۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۸۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۔ علامہ عبد الوہاب شترانی متوفی ۹۷۳ھ، ایواقیت و البیحاہ ج ۲ ص ۴۰، مطبوعہ مطبعہ ازہریہ مصریہ مصر، ۱۳۰۵ھ

روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ممکن ہے لیکن ان کے اعتقاد سے نہیں بلکہ محض بقدرت و مشیت حق۔ اور ظاہراً یہ جسم مثالی جو دونوں جگہ نظر آیا الگ الگ شکل رکھتا تھا اسی لیے باوجود لقاء بیت المقدس کے آسمان میں نہیں پہچاند البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ آسمان پر مع الجسد ہیں ان کو وہاں دیکھنا مع الجسد ہو سکتا ہے لیکن ان کو جو بیت المقدس میں دیکھا وہ مع الجسد نہیں تھا بلکہ بالثال تھا کہ تعلق روح کا جسد مثالی کے ساتھ قبل الموت بھی بطور خرق وادوت کے ممکن ہے اور اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ بیت المقدس میں مع الجسد ہوں اور آسمان سے وہ آگئے ہوں یا دونوں جگہ مع الجسد ہوں اذلی آسمان سے بیت المقدس آگئے ہوں یا پھر یہاں سے ملان پہنچ گئے ہوں مگر غلات ظاہر ہے۔ لہٰذا شیخ اشرف علی تھانوی نے جو یہ لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اجسام اعلیہ کے ساتھ اپنی قبروں میں تھے اور اجسام مثالیہ کے ساتھ آسمانوں پر تھے اور ان کی روحوں کا دونوں اجساموں کے ساتھ تعلق تھا، یہ بالکل صحیح ہے اور ہم اسی کے قائل ہیں لیکن ان کا یہ کھنا صحیح نہیں ہے کہ یہ اجسام مثالیہ یا اجسام اعلیہ کے صورتہ منازعہ ہوتے ہیں اس لیے آپ نے آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام کو نہیں پہچانا اور حضرت جبرائیل کہ بتانا پڑا، کیونکہ اگر اجسام مثالیہ اجسام اعلیہ کے صورتہ منازعہ ہوں تو پھر ان کو اجسام مثالیہ کہنا درست نہیں ہوگا، درحقیقت اجسام مثالیہ اجسام اعلیہ کے ساتھ صورتہ منازعہ ہوتے ہیں اور دونوں میں ایک ہی روح ہر ایک وقت متصرف ہوتی ہے، جیسے ایک جسم کے متعدد اعضاء میں روح واحد ہر ایک وقت متصرف ہوتی ہے، اسی طرح اجسام متعدد میں بھی ایک روح ہر ایک وقت متصرف ہوتی ہے اور چونکہ دونوں جسموں میں روح واحد متصرف ہوتی ہے اسی لیے ان کو شخص واحد کہا جاتا ہے، اسی لیے آپ کا یہ ارشاد بھی صحیح ہے کہ میں نے شب معراج حضرت موسیٰ کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، پھر اسی شب ان کو مسجد اقصیٰ میں دیکھا اور اس شب ان کو چھٹے آسمان جاتے ہوئے اور آتے ہوئے متعدد بار دیکھا۔ باقی رمل حضرت جبرائیل کا قیام کرنا کہ یہ حضرت موسیٰ ہیں، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے ان کو نہیں پہچانا تھا بلکہ حضرت جبرائیل کا قیام کرنا اپنے فرض منصبی کو ادا کرنا تھا اور اپنی عادیانہ حیثیت کو ظاہر کرنا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کی تحقیق

مؤلفیہ کرام اور بعض علماء اسلام نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسد اعلیٰ اور معروف تشخص کے ساتھ و ناظر ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسد اعلیٰ اور معروف تشخص کے ساتھ جگہ موجود ہیں حتیٰ کہ کوئی معاملہ یہ کہے کہ جب تم کو کسی پر بیٹھے ہو تو بتاؤ کہ کسی کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا نہیں؟ اگر آپ کو کسی کے نیچے نہیں ہیں تو ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہیں اور اگر کسی کے نیچے ہیں تو ہم بڑے سے ادب اور استعناح ہو کر حضور کو کسی کے نیچے ہیں اور تم کو کسی کے اوپر بیٹھے ہو اسی کا جواب یہ ہے کہ حاضر و ناظر کا یہ معنی نہیں کہ آپ اپنے جسم اعلیٰ اور معروف تشخص کے ساتھ ہمیشہ ہر جگہ موجود ہیں، بلکہ آپ اپنے جسد اعلیٰ اور معروف تشخص کے ساتھ اپنے روحانی جلوہ فرما ہیں اور وہاں آپ کے مختلف اشغال ہیں، آپ قبر منور میں نماز پڑھتے ہیں، تجلیات الہیہ کا مشاہدہ کرتے ہیں، صفات باری کا مطالعہ کرتے ہیں، ملائکہ کے سلام کا جواب دیتے

ہیں، ان کی درخواستوں پر ترجیح فرماتے ہیں ان کے لیے دعا فرماتے ہیں اور ان کی شفاعت کرتے ہیں، آپ پر اعمال امت پیش کیے جاتے ہیں آپ نیک اعمال پر خوش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور بد اعمالیوں پر رنجیدہ ہوتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں، کائنات کا ملاحظہ فرماتے ہیں اور جب چاہتے ہیں جہاں چاہتے ہیں جسم مثال کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں، بعض اوقات کسی کی عیادت فرماتے ہیں کسی کی ناز جنازہ پڑھتے ہیں، کسی تم رکیو کی مدد کرتے ہیں، کسی کو حدیث پڑھاتے ہیں، کسی کو فقہی مسئلہ بتاتے ہیں اور کسی کو محض اپنے جمال دل نواز سے شاد کام کرتے ہیں اور اگر ایک وقت میں متعدد جگہ جانا چاہیں تو بیک وقت متعدد جگہ جسم مثالی کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر انور میں سلام کا جواب دینا | قبر انور میں سلام کا جواب دینے کے متعلق یہ حدیث ہے:

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو وہ اس حال میں سلام بھیجتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری روح میری طرف لٹائی ہوئی ہوتی ہے، حق کو میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من احد یسلم علی الابد اللہ علی راوی حتی ارد علیہ السلام۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبر انور میں درود شریف پیش کیا جانا | قبر انور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس درود شریف

پیش کیے جانے کے متعلق امام ابو داؤد:

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت ادس بن ادس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ ہے، اسی دن میں آدم کو پیدا کیا گیا، اسی دن میں ان کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن لوگ چھوڑ دیں گے سو اس دن تم مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کرو،

عن ادس بن ادس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من افضل ايامکم یوم الجمعة فیہ خلق آدم و فیہ قبض و فیہ النفخة و فیہ الصعقة فاکثروا علی من الصلوة فیہ فان صلواتکم معروضۃ علی قال قالوا یا رسول اللہ و کیف

۱۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۷۹، مطبوعہ مطبعہ مکتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ
۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

تعرفن صلواتنا علیک وقد ارمیت قال یقولون
یلیت فقال ان الله عز وجل حرم علی
الارض اجساد الانبیاء . ۱۷

کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے اصحاب نے
عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کا جسم تو (قبر میں) برسیدہ ہو
چکا ہوگا پھر ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائیگا
آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء کے
اجسام کو حرام کر دیا ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول الله صلی الله
علیہ وسلم من صلی علی عند قبری
وکل بها ملک یبلغنی وکفی بها امودنیاء
واخوتہ وکنت له شهیداً او شفیعاً . ۱۸

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص
میرے قبر پر درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس درود
کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو میرے
پاس وہ درود پہنچاتا ہے اور اس شخص کی دنیا اور
آخرت کے لیے وہ درود کافی ہے اور میں اس کی
گواہی دوں گا (یا فرمایا) میں اس کی شفاعت کروں گا۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی الله علیہ
وسلم قال من صلی علی عند قبری صحبتہ
ومن صلی علی نائماً ابغثتہ . ۱۹

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نے
میرے قبر کے پاس درود پڑھا اس کو میں خود سننا ہوں،
اور جس نے دور سے مجھ پر درود پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

حافظ ابن قیم امام طبرانی کی (معجم کبیر سے) سند بیان کر کے لکھتے ہیں:

عن ابی السرداء قال قال رسول الله
صلی الله علیہ وسلم اکثروا الصلوات علی
یوم الجمعة فانہ یوم مشہود تشہد
الملائکتہ لیس من عبد یشی علی الابلغی
صوتہ حیث کان قلنا بعد وفاتک قال
وبعد وفاتی ان الله حرم علی الارض
ان تأکل اجساد الانبیاء . ۲۰

حضرت ابو سرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے
دن مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کیونکہ اس دن فرشتے
ماور ہوتے ہیں جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس
کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو، ہم نے
عرض کیا: آپ کی وفات کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں
وفات کے بعد بھی بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاء

۱۷۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث مترقی ۲۰۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۵۰، مطبوعہ مطبعہ مجتہدین پاکستان لاہور ۱۳۰۵ھ

۱۸۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی مترقی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۳۰۱ھ

۱۹۔ شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۳۰۱ھ

۲۰۔ علامہ شمس الدین محمد بن ابوبکر المنذوف بابت القیم الخیر مترقی ۱۰۷۲ھ، ج ۱ الاہتمام ص ۶۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ فیصل آباد

کے اجسام کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔
شیخ نخافوی نے اس حدیث کی سند اور متن پر بوار اور انوار میں بحث کی ہے، ہم نے اس کا ممکن
اور مدلل جواب "ذکر بالجہر" میں لکھا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر انور میں نماز پڑھنا
قبر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے کے متعلق
حدیث۔
امام دارمی روایت کرتے ہیں:

عن سعید بن عبد العزيز قال: سألت
أيام الحرية لم يؤذن في مسجد النبي صلى الله
عليه وسلم ثلاثاً ولم يفته ولم يبرح سعيد بن المسيب
من المسجد وكان لا يعرف وقت الصلوة (۱) ولا
بهمهمة يسمعها من قبر النبي صلى الله عليه
وسلم ر.ه

سعید بن عبد العزیز بیان کرتے ہیں کہ ایام حرہ
میں تین دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اذان دی
گئی اور نہ اقامت کہی گئی، سعید بن مسیب ان دنوں
میں مسجد نبوی سے نہیں نکلے، انہیں نماز کے وقت
کا مرت اس پست آواز سے پتا چلتا تھا جس کو وہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے سنتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبر انور میں امت کے اعمال کو پیش کیا جانا
قبر میں نبی صلی
اللہ علیہ وسلم
پر اعمال امت پیش کیے جانے کے متعلق احادیث:
امام ابن جوزی لکھتے ہیں:

عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم: حياقي خير لكم ينزل علي
الرحي عن السماء فاعبركم بها يحل لكم
ما يحرم عليكم وموق خير لكم تعرض علي
اعمالكم كل خميس فمأ كان من حسن
حمدت الله عليه وما كان من ذنب
استوهب الله ذنوبكم ر.ه

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری زندگی
میں بھی تمہارے لیے خیر ہے کیونکہ مجھ پر آسمان سے
وحی اترتی ہے، اور میں تم کو حلال اور حرام کی خبر دیتا ہوں
اور میری وفات میں بھی تمہارے لیے خیر ہے، کیونکہ
ہر جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے
ہیں، ایک اعمال پر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور
جو تمہارے گناہ ہوتے ہیں ان کے لیے میں اللہ تعالیٰ
سے مغفرت کی التجار کرتا ہوں۔

۱۔ ذکر بالجہر ص ۲۲۸۔

۲۔ امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ سنن دارمی ج ۱ ص ۳۴، مطبوعہ نشر السنۃ طان
۳۔ علامہ عبد الرحمن بن علی محمد ۵۹۴ھ، الرقار باحوال المصطفیٰ ص ۸۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

حافظ البیہقی لکھتے ہیں:

عن عبد الله بن مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ان الله ملائكة سياحين يبلغون عن امتي السلام قال وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم حياتي خير لكم تحداثي وتحديثي لكم ووفاتي خير لكم تعرض علي اعمالكم فمما روايت من غير حديث الله عليه وما روايت من شواستغفرت الله لكم رواه البيهقي ورجاله رجال صالحين

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے سیاحت کرتے رہتے ہیں وہ میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں، حضرت ابن مسعود نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے تم حدیثیں بیان کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور میری وفات تمہارے لیے بہتر ہے، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں، میں تمہارا جو بیک عمل دیکھتا ہوں، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور میں جو برا عمل دیکھتا ہوں اس پر میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں، اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں علامہ احمد قسطلانی لکھتے ہیں:

اعمال امت کو ملاحظہ فرمانے کے متعلق عبارات علماء

جو شخص آپ کی قبر اللہ کے سامنے کھڑا ہو آپ کو اس کا علم ہوتا ہے اور آپ اس کا کلام اس طرح سنتے ہیں جس طرح حیات (ظاہرہ) میں سنتے تھے، کیونکہ امت کا مشاہدہ کرتے، ان کے اعمال، ان کی عیون ان کے ارادوں اور ان کے دل کے خیالات کو جانتے ہیں آپ کی حیات اور وفات، میں کوئی فرق نہیں ہے، اور یہ چیز آپ کے نزدیک بالکل ظاہر ہے۔

ويستحضر علمه بوقوفه بين يديه وسماعه لسلامه كما هو في حال حياته اذ لا فرق بين موته وحياته في مشاهدته لامتة و معرفته باحوالهم ونياتهم وعزائمهم ونحو اطرحهم وذلك عند جلوسه

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

قال المتكلمون المحققون من اصحابنا ان تبينا صلى الله عليه وسلم حي بعد وفاته

ہمارے اصحاب میں سے متکلمین اور محققین نے کہا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے

۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۰۰ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۴، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت ۱۴۰۲ھ
۲۔ علامہ احمد قسطلانی الخطیب متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدیہ مع الزرقانی ج ۸ ص ۳۵، مطبوعہ دارالعرفت بیروت

وانه یسربطاعات امت و یحزن بمعاصی
العصاة منهم ر.ه

بعد بھی زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کی عبادات سے
خوش ہوتے ہیں اور ان کے گناہوں سے غمگین
ہوتے ہیں۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی دیکھو الرسول علیکم شہیداً۔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
و با شہد رسول بر شاہ گاہ و زہرا کہ او مطلع است
بنور نبوت بر تہہ ہر متدین بدین خود کہ در کلام درجہ از
دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چہیت انجبا ہے
کہ بر ان از ترقی محبوب ماندہ است کلام است پس
او سے شناسد گناہان شمارا و درجات ایمان شمارا و
اعمال نیک و بد شمارا و اخلاق و نفاق شمارا۔ ر.ه

یعنی تہا سے رسول تہا سے او پر گواہ ہیں کیونکہ
وہ نور نبوت سے ہر دیندار کے دین پر مطلع ہیں
کہ وہ میرے دین کے کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے اور
اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کس حجاب کی وجہ سے
وہ دین میں ترقی نہ کر سکا، لہذا وہ تہا سے گناہوں
اور ایمان کے درجات اور تہا سے اچھے اور برے
اعمال اور اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:
و با چندین اختلافات و کثرت مذاہب کہ در علماء
است یک کس را درین مسئلہ خلاف نیست کہ آن
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ
مجاز و توہم تاویل ائم و باقی است و بر اعمال امت ماضی
و ناظر و مطالبان حقیقت را و متوجہان آنحضرت را
مفیض و مرئی است۔ ر.ه

علماء امت میں کثرت مذاہب و اختلافات کے
باوجود اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقتاً زندہ اور دائم و باقی
ہیں، اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں اور
طالبان حقیقت اور اپنی طرف متوجہ ہونے والوں کو
فیض پہنچاتے ہیں اور ان کی تربیت فرماتے ہیں۔

وقد ذهب جماعة من المحققین الی ان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حی بعد وفاتہ وانہ یسر
بطاعات امتہ ر.ه

محققین کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں
اور آپ اپنی امت کی عبادات سے خوش ہوتے ہیں۔

شمس الحق عظیم آبادی (غیر مقلد) نے بھی یہی لکھا ہے ۷۵

- ۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ السکادی للنفادی ج ۲ ص ۱۴۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
- ۲۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۲۹ھ، تفسیر عزیزی ج ۱ ص ۶۳۶، مطبوعہ مطبع یوسفی
- ۳۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مکتوبات علی لمش اخبار الانبیاء ص ۱۵۵، مطبوعہ ہند
- ۴۔ شیخ محمد بن علی بن محمد متوفی ۱۲۵۰ھ، میل الاوطار ج ۴ ص ۱۸۳، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ مصر
- ۵۔ شیخ شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۲۲۹ھ، عون المعبود ج ۱ ص ۴۰۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام کائنات کو ملاحظہ فرمانا | قبر النور میں تمام کائنات کو ملاحظہ کرنے کے متعلق حدیث :

حافظ ابیہی مکتھے ہیں :

عن عبدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عز وجل قد رآہ فی الدنیا فانما انظر الیہا والی ما ہو کائن فیہا الی یوم القیمة کائنما انظر الی کفی ہذا جلیبان جلاہ اللہ لتبیینہ صلی اللہ علیہ وسلم کما جلاہ للتبیین من قبلہ ما واکا الطیر فی درجہ الہ وثلثوا علی ضعف کثیر فی سعید بن مسنان الرہادی . ۱۰

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ عز وجل نے تمام دنیا کو میرے لیے مرتفع کر دیا، میں دنیا کی طرف اور جو کچھ قیامت تک دنیا میں ہونے والا ہے اس کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے میں اپنی اس ساقی کی طرف دیکھ رہا ہوں، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اسی کو اس طرح منکشف کر دیا جس طرح آپ سے پہلے نبیوں کے لیے منکشف کیا تھا اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی سعید بن مسنان بہت ضعیف ہے، اس کے باوجود اس حدیث کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔

صالحین امت کا نیند اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا | امام بخاری روایت کرتے ہیں :

عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من رآنی فی المنام فسیر فی الیقظۃ ولا یتسل الشیطان بی . ۱۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے مجھے نیند میں دیکھا وہ منقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری شکل نہیں بن سکتا۔

اس حدیث کو امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

- ۱۰۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ابیہی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۸۷، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ
- ۱۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح الطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
- ۱۲۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح الطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۱۳۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۵۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲۹، مطبوعہ مطبعہ مکتبہ پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
- ۱۴۔ امام ابوعبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۸۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
- ۱۵۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۰، ج ۵ ص ۳۰۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس امت کے ایک سے زیادہ کاملین نے آپ کی زیارت کی ہے اور آپ سے بیداری میں فیض حاصل کیا ہے، شیخ سراج الدین بن الملقن نے طبقات الادبیاء میں لکھا ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے بیان کیا ہے کہ میں نے ظہر سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے! تم خطاب کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں مجبیٰ ٹھوس ہوں، فصحاء و بندگان کے سامنے کیسے کلام کروں! آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولو، میں نے اپنا منہ کھولا، تو آپ نے اس میں سات مرتبہ لعاب دہن ڈالا، اور آپ نے فرمایا لوگوں سے کلام کرو اور انہیں حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے دین کی دعوت دو، پھر میں ظہر کی نماز پڑھ کر لوگوں کے سامنے بیٹھ گیا، میرے پاس بہت مخلوق آئی اور مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا، پھر میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الحکیم کی زیارت کی جو میرے سامنے مجلس میں کھڑے ہوئے تھے، آپ نے مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے! کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا اے میرے والد گرامی! مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا، آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولو، میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں چھ مرتبہ لعاب دہن ڈالا، میں نے کہا آپ نے سات بار مکمل کیوں نہیں کیا؟ حضرت علی نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی وجہ سے، پھر وہ مجھ سے غائب ہو گئے۔

نیز شیخ سراج الدین نے لکھا ہے کہ شیخ خلیفہ بن موسیٰ النہرملکی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند اور بیداری میں بہ کثرت زیارت کرتے تھے، اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیند اور بیداری میں اکثر افعال حاصل کیے، اور ایک بار انہوں نے ایک رات میں آپ کی ستر و مرتبہ زیارت کی، ان باریوں میں سے ایک بار میں آپ سے فرمایا اے خلیفہ! میری زیارت کے لیے بے قراری ہو کر دو کیونکہ بہت سے اولیاء میری زیارت کی حسرت میں فوت ہو گئے، اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے لطائف المؤمنین میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے شیخ ابوالعباس مرسی سے کہا: اپنے اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کیجئے، انہوں نے کہا میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی سے مصافحہ نہیں کیا، اور شیخ مرسی نے کہا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پلک جھپکنے کی مقدار بھی میری نظروں سے اوجھل ہوں تو میں اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں کرتا، اس قول کی مثل اور بہت سے اولیاء سے منقول ہے۔

بہ کثرت متقدمین اور متاخرین سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند میں زیارت کی اور اس کے بعد بیداری میں زیارت کی اور انہوں نے اس حدیث کی تصدیق کی، اور جن چیزوں کے متعلق وہ متشوش تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان چیزوں کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہ مسئلہ اس طرح بیان کیا جس سے ان کی تشویش اور پریشانی دور ہو گئی۔

علامہ سیوطی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کے سلسلہ میں تمام احادیث، آثار اور اقوال ذکر کرنے

کے بعد نکھا ہے کہ فلا صہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ اطراف ارض میں جب چاہیں، جہاں چاہیں تصرف کرتے ہیں اور تشریف لے جاتے ہیں اور عالم ملکوت میں آپ اپنی اسی ہیئت کے ساتھ ہیں جس ہیئت میں آپ وفات سے پہلے تھے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور آپ آنکھوں سے اسی طرح غائب ہیں جس طرح فرشتے غائب ہیں حالانکہ وہ اپنے اجسام کے ساتھ زندہ ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے اعزاز اور اکرام کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو ہٹا دیتا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ہیئت پر دیکھتا ہے، اس سے کوئی چیز ماننے نہیں ہے اور جسم مثالی کی تخصیص کا کوئی باعث نہیں ہے۔ علامہ سیوطی کی عبارت ختم ہوئی، علامہ سیوطی رحمہ اللہ کا تمام انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہی موقف ہے، انھوں نے کہا: انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور وفات کے بعد ان کی روحوں کو ٹٹا دی گئیں اور ان کو قبروں سے نکلنے اور تمام علوی اور سفلی ملکوت میں تصرف کرنے کی اجازت دی گئی اپنے اس موقف پر علامہ سیوطی نے بہ کثرت احادیث سے استشہاد کیا ہے۔ بعض ازاں یہ ہیں:

- ۱۔ امام ابن حبان نے اپنی تاریخ میں، امام ہرانی نے معجم کبیر میں اور امام ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہر نبی فوت ہونے کے بعد صرف چالیس دن اپنی قبر میں رہتا ہے۔
- ۲۔ امام عبدالرزاق نے سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے: کوئی نبی فوت ہونے کے بعد چالیس دن سے زیادہ قبر میں نہیں رہتا۔
- ۳۔ امام الحکیم نے نہایہ میں اور علامہ رافعی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے رب کے نزدیک اس سے زیادہ کرم ہوں کہ وہ مجھے تین دن کے بعد ہی قبر میں رکھے، امام الحکیم نے کہا یہ بھی مروی ہے کہ دو دن سے زیادہ قبر میں رکھے۔
- علامہ سیوطی کا موقف یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں نہیں ہوتے عالم ملکوت میں ہوتے ہیں جن احادیث سے علامہ سیوطی نے استدلال کیا ہے اسلام میں ہر نبی نے ان کو ممنوع قرار دیا ہے، نیز احادیث صحیحہ صریحہ سے یہ ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں ہوتے ہیں، صحیح یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور جب چاہیں جہاں چاہیں روئے زمین میں تشریف لے جاتے ہیں اور تصرف کرتے ہیں علامہ آنوسی لکھتے ہیں:

میرا ظن غالب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بصر سے اس طرح نہیں ہوتی جس طرح ہم دوسری متعارف چیزوں کو دیکھتے ہیں یہ ایک حالت برزخی اور امر وجدانی ہے اس کو کھل لکھ یہ وہی جان مکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے بہرہ مند کیا ہے، اور چونکہ یہ رویت، رویت بصری کے بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے اس لیے دیکھنے والا یہ گمان کرتا ہے کہ اس نے اپنی آنکھوں سے اس طرح دیکھا ہے جیسے وہ متعارف چیزیں دیکھتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، یہ رویت قلبی ہے جو رویت بصری سے بہت زیادہ مشابہ ہے جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتا ہے یا تو وہ آپ کی روح کو دیکھتا ہے جو صورت مرتبہ میں (یعنی انسانی پیکر میں) ظاہر ہوتی ہے، اور اس روح کا تعلق آپ کے جسم کے ساتھ قائم رہتا ہے جو آپ

کی قبر انور میں موجود ہے، جیسا کہ حضرت جبرائیل حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں یا کسی اور صورت میں آئے تھے اس کے باوجود سدرۃ المنتہی پر موجود ہوتے تھے۔ یا زیارت کرنے والے شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مثالی کو دیکھتا ہے جن کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس متعلق رہتا ہے اور جسم مثالی کے قصد سے کوئی چیز مانع نہیں رہے، یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے بہت سے اجسام مثالیہ ہوں (اور بیک وقت بہت سے لوگ آپ کی زیارت کریں) اور ان اجسام مثالیہ میں سے ہر ہر جسم کے ساتھ آپ کی روح کریم متعلق ہو اس کی نظیر یہ ہے جیسے انسان کی ایک روح اس کے بدن کے ہر عضو کے ساتھ متعلق ہوتا ہے، ہمارے اس تقریر سے شیخ ابوالعباس طنجی کے اس قول کی توجیہ ہو جاتی ہے کہ آسمان، زمین، عرش اور کہ سی حبیب جگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر آئے تھے (یعنی ہر جگہ آپ کا جسم مثالی تھا اور آپ کی روح کا اس سے تعلق تھا) اور یہ اشکال بھی حل ہو جاتا ہے کہ متعدد دیکھنے والوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک معین وقت میں مختلف مقامات پر دیکھا۔ (یعنی انھوں نے آپ کے اجسام مثالیہ دیکھے جن کے ساتھ آپ کی روح متعلق تھی)۔

پھر قبر میں انبیاء علیہم السلام کو جو حیات حاصل ہوتی ہے ہر چند کہ اس حیات پر وہ امور مرتب ہوتے ہیں جو دنیا میں مرتب ہوتے تھے مثلاً وہ نماز پڑھتے ہیں، اذان اور اقامت پڑھتے ہیں، جو سلام سنتے ہیں اس کا جواب دیتے ہیں اور اس کی شکل دوسرے امور ہیں لیکن اس حیات میں وہ تمام امور مرتب نہیں ہوتے جو دنیا کی مصروف حیات میں مرتب ہوتے ہیں اور اس حیات کو ہر شخص محسوس کر سکتا ہے نہ اس کا ادراک کر سکتا ہے، اور اگر بالفرض تمام انبیاء علیہم السلام کی قبر میں منکثات ہو جائیں تو عام لوگ قبروں میں انبیاء علیہم السلام کو اسی طرح دیکھیں گے جن طرح انی ان اجسام کو دیکھتے ہیں جن کو زمین نہیں کھاتی، ورنہ احادیث میں تناقض لازم آئے گا، کیونکہ احادیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور مسند ابویعلیٰ میں حدیث مرفوعہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کو مصر میں منتقل کیا۔ ۱۷
حافظ ابن حجر ہیتمی کی سے سوال کیا گیا کہ:

کیا اب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیداری میں ملاقات اور علم کا حاصل کرنا ممکن ہے؟ حافظ ابن حجر ہیتمی نے جواب میں لکھا:

ہاں یہ ممکن ہے اور یہ اولیاء اللہ کی کرامات میں سے ہے۔ علامہ شافعیہ میں سے امام غزالی، بازرئی، تاج سبکی، عینی، یافعی اور علامہ رافعیہ میں سے علامہ قرطبی، ابن ابی جمہرہ، اور ابو جبرہ نے اس کی تصریح کی ہے بقول ہے کہ ایک ولی اللہ کی مجلس میں ایک فقیہ آئے، پھر انھوں نے ایک حدیث بیان کی، اس ولی اللہ نے کہا یہ حدیث باطل ہے، فقیہ نے پوچھا آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ کہا تمنا ہے سر کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں یہ بات میں نے نہیں کہی، پھر اس ولی اللہ نے فقیہ کے لیے بھی کشف کر دیا اور فقیہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر لی۔ ۱۸

۱۷۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۸ - ۳۵، مختصراً، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۱۸۔ علامہ ابن حجر ہیتمی متوفی ۸۵۴ھ، فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۸۴، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

اور میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کرنا ممکن ہے جس شخص کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمائے (اس کو زیارت ہو جاتی ہے) کیونکہ منقول ہے کہ علامہ سیوطی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیس مرتبہ بیداری میں زیارت کی (علامہ عبد الوہاب شترانی نے خود علامہ سیوطی کے حوالے سے لکھا ہے کہ میں نے پچھتر مرتبہ بیداری میں زیارت کی اور بالمشافہ ملاقات کی ہے، میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۴، رائج الاثر القدسیہ ص ۱۷، سعیدی عفر لکھ) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض احادیث کے متعلق سوال کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصحیح کے بعد ان کو صحیح قرار دیا (المی قرآن) امام شترانی رحمۃ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ انھوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کی ہے اور ساتھ رفقاہ کے ساتھ آپ سے صحیح بخاری پڑھی، پھر امام شترانی نے ان میں سے ہر ایک کا نام بھی لیا، ان میں سے ایک حنفی تھا، اخیر میں شیخ کشمیری نے کہا بیداری میں آپ کی زیارت متحقق ہے اور اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔

(جس نے مجھے نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا، اس حدیث کی مزید شرح ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سادس میں بیان کر دی ہے۔)

اجسام مثالیہ کا تعدد | صوفیاء اور فقہاء جو اجزاء مثالیہ کے تعدد کے قائل ہیں اس کی اصل یہ حدیث ہے: امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت قرقہ مزیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی ہوتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟ اس نے کہا اللہ (جنتی) آپ سے اتنی محبت کرے جتنی میں اس سے محبت کرتا ہوں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیٹے کو نہیں دیکھا، آپ نے پوچھا: فلاں شخص کے بیٹے کو کیا ہوا؟ صحابہ نے عرض کیا وہ فوت ہو گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باپ سے فرمایا: کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے جس دروازہ سے بھی داخل ہو تمہارا بیٹا اس دروازہ پر پہلے سے

عن معاویہ بن قرقہ عن ابیہ ان رجلاً کان یأتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعه ابن له فقال له النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتحبہ فقال یا رسول اللہ! احببت اللہ کما احبہ ففقدت اللہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی ما فعل ابن فلان؟ قالوا یا رسول اللہ! مات فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا بیہ اما تحب ان لا تأتي بابا من ابواب الجنة الا وجدتہ یفتظرک ففتال الرجل یا رسول اللہ! الہ خاصۃ ام لکلنا؟ قال بل لکلکم۔

۱۔ شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۲ ص ۲۰۴، مطبوعہ مطبع مجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

باشد و آنحضرت اور در پرد و مکان مشاہدہ نمود لے
یہ جائز ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر بھی
موجود ہوں اور اسی وقت اپنی قبر میں بھی جسم مثالی کے
ساتھ موجود ہوں اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ
علیہ وسلم نے ان کو دونوں جگہ دیکھا ہو۔

اور حاجی امداد اللہ ماہاجر مکی لکھتے ہیں:
رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے یہ ضعیف شبہ ہے، آپ کے
علم و روحانیت کی نسبت جو دلائل ثقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے علاوہ
اس کے اللہ کی قدرت تو محل کلام نہیں۔ لے
شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

محمد بن اکفری مجذوب نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھائے اور کئی کئی
شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش مرتے تھے۔ لے
نیز شیخ تھانوی لکھتے ہیں:

امام شحرانی فرماتے ہیں کہ شیخ محمد الشریعی کی اولاد کچھ ترکہ مغرب میں مراکش کے بادشاہ کی بیٹی سے
تھی، اور کچھ اولاد بلاد روم میں تھی، اور کچھ بلاد ہند میں، اور کچھ بلاد تکرود میں تھی آپ ایک ہی وقت میں ان تمام شہروں
میں اپنے اہل و عیال کے پاس ہوا کرتے اور ان کی ضرورتیں پوری فرما دیتے، اور ہر شہر واسے یہ سمجھتے تھے کہ وہ انھی
کے پاس قیام رکھتے ہیں۔ لے
شیخ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

والانفص الناطقة الانسانية اذا كانت
قد مية قد تنسلخ عن الابدان وتذهب
متمثلة ظاهرة بصورا ابدانها او بصورا
اخري كما يتمثل جبرائيل عليه السلام ويظهر
بصورة دحية او بصورة بعض الاعراب كما
جاء في صحيح الاخبار حيث يشاء الله عن وجل
معرفة تعلق بها بالابدان الاصلية يتساقى
انسانی روح میں جب پاکیزہ ہوں تو وہ ابدان سے
الگ ہو جاتی ہیں اور اپنے بدن کی صورتوں میں یا کسی اور
صورت میں متحمل ہو کر چلی جاتی ہیں جیسے حضرت جبرائیل
علیہ السلام حضرت وحیہ کلبی کی صورت میں یا کسی اعرابی کی
صورت میں متحمل ہو کر جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے جاتے ہیں
اس کے باوجود ان کا اپنے ابدان اصلہ سے تعلق برقرار
رہتا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے اور جس طرح

- ۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، جلب القلوب ص ۱۵۳، مکتبہ نعیمیہ لاہور
- ۲۔ حاجی امداد اللہ ماہاجر مکی متوفی ۱۳۱۷ھ، فیصلہ مفت مستند ص ۷، مطبوعہ مدنی کتب خانہ لاہور
- ۳۔ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، جمال الاولیاء ص ۱۸۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور
- ۴۔ " " " " جمال الاولیاء ص ۲۰۲

معہ صد و اربع الاف مال منها کما یحکی عن بعض
الاولیاء قد است اسرارهم انهم یرون فی
وقت واحد فی عدة مواضع (الی قولہ) وانکارہ
مکابرة لا تصدرا الا من جاہل او معاند (الی قولہ)
وادعی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قد یرى فی عدة
مواضع فی وقت واحد مع کونہ فی قبرہ الشریف
یصلی وقد تکلم الکلام مستوفی فی ذلک وصح
انہ صلی اللہ علیہ وسلم رای موسی علیہ السلام
یصلی فی قبرہ عند الکشیب الاحمر و ۱۴۰ ف
السماء وجری بینہما ما جری فی امر الصلوٰۃ
المفروضة وقد رای صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
لیلۃ اسری بہ جماعۃ من الانبیاء غیر موسی
علیہ السلام فی السلوت مع ان قبورہم فی
الارض ولم یقتل احدا انہم نقتلوا منها
الیہا ۔

بعض اولیاء سے منقول ہے کہ وہ ایک وقت میں متعدد
جگہوں پر دکھائی دیتے ہیں اور ان سے افعال صادر
ہوتے ہیں، اس کا انکار کرنا جھٹ دھڑی ہے،
جو صرف کسی جاہل اور معاند سے ہی متصور ہو سکتا
ہے، اور (علامہ ابن قیم) نے دعویٰ کیا ہے کہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کی ایک وقت میں متعدد جگہ زیارت کی جاتی
ہے حالانکہ اس وقت آپ اپنی قبر اقدس میں ناز پڑھ
رہے ہوتے ہیں، اس پر تفصیلی بحث ہو چکی ہے
اور حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کشیب احمر کے پاس
ان کی قبر میں ناز پڑھنے ہوئے دیکھا اور ان کو آسمان میں بھی
دیکھا اور آپ کے اور حضرت موسیٰ کے درمیان فرض
نازوں کے معاملہ میں مکالمہ ہوا، شب معراج نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غلام و مونس سے
انبیاء کی ایک جماعت کو بھی آسمانوں پر دیکھا حالانکہ
ان کی قبریں زمین پر ہیں اور کسی نے یہ قول نہیں کیا
کہ وہ اپنی قبروں سے آسمانوں کی طرف منتقل ہو گئے

تھے۔

علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ سید اوسمی، علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ عبد الوہاب شرنانی، طاعلی قاری،
شیخ عبد الحق محدث دہلوی، حاجی امداد اللہ مہاجر کی، شیخ اشرف علی تھانوی اور شیخ شبیر احمد عثمانی کی صریح عبارات
سے یہ واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور کائنات کا ملاحظہ اور اعمال امت
کا مشاہدہ فرما رہے ہیں، اور احوال برزخ میں مشغول ہیں اور جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں حتیٰ کہ
ایک وقت میں متعدد جگہ بھی تشریف لے جاتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے سے
ہماری یہی مراد ہے۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت میں متعدد جگہ موجود ہوں تو اگر ہر جگہ آپ
بعینہ موجود ہیں تو یہ کبھر جہنمی ہے اور وہ محال ہے اور اگر دوسری جگہ پر آپ کی مثال ہے تو مثل شی غیر شی ہوتی ہے
سو اس جگہ آپ نہ ہوتے بلکہ آپ کا غیر ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ اجساد مثالیہ میں اشارہ حسیہ کے لحاظ سے بر حال

تقاریر ہے اس لیے یہ مکثر جزئی نہیں ہے اور چونکہ ان تمام اجزاء مثالیہ میں روح واحد متصرف ہے اس لیے یہ تمام آپ کا غیر نہیں ہیں۔

الحمد للہ علی اہتمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کے تمام اصولی مباحث کا میں نے باحوالہ اور با دلائل ذکر کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ میری اس تحریر کو میرے لیے قرعہ آخرت ہوا فیکل کے لیے موجب استقامت اور معاونین کے لیے سبب ہدایت بنادے۔ ما شاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

شب معراج عالم برزخ کے واقعات دکھاتے جانے کے اسرار مسجد اقصیٰ بابت ہے جو نے ریت نہیں اعلیٰ اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں عالم برزخ کے بعض واقعات کا مشاہدہ کرایا گیا، مثلاً یہ دکھایا گیا کہ بعض لوگوں کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جاتے ہیں اور آپ کو بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت کے وہ واقفین ہیں جو لوگوں کو برائیوں سے روکتے تھے اور خود نہیں رکھتے تھے، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ابھی تو امت کے ایسے واقف پیدا ہی نہیں ہوئے تھے پھر ان کے فذاب کو کس طرح دکھایا گیا؟ اس طرح زنا کار مردوں اور سود کھانے والوں کو فذاب میں مبتلا دکھایا گیا حالانکہ ابھی تو یہ لوگ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ معراج کے موقع پر جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے مشاہدات کرائے گئے تھے ان میں بعض حقیقتوں کو مثل کر کے دکھایا گیا تھا مثلاً ایک فقہ انگریزی کی تفصیل کہ ایک ذرا سے شرکاف میں سے ایک موٹا سا بیل نکلا اور پھر اس میں واپس نہ جا سکا، یا زنا کاروں کی یہ تشبیل کہ ان کے پاس تازہ نفیس گوشت موجود ہے مگر وہ اس کو چھوڑ کر بدبودار اور مٹھا ہوا گوشت کھا رہے ہیں، اسی طرح میرے اعمال کی جتنی سزائیں بھی آپ کو دکھائی گئیں وہ سب برزخ میں دیے جانے والے فذاب کی پیشگی شاکیں تھیں۔

مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کرانے کے اسرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو آپ کی تمام انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی، ہر نبی نے اپنے اپنے فضائل اور خصوصیات کو بیان کیا اور سب نے بد حجب آپ نے اپنے فضائل اور خصوصیات کو بیان کیا تو سب نے آپ کے افضل ہونے کا اعتراف کیا، پھر آپ تمام انبیاء علیہم السلام کے امام ہوئے اور سب نبیوں کو آپ کی اقتدار میں ناز پہنچنے کا شرف حاصل ہوا۔ ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں اور عرش پر بلانا تھا تو اللہ تعالیٰ آپ کو براہ راست سیدھا آسمانوں پر لے جاتا، مسجد اقصیٰ سے گھبرا کر کیوں لے گیا، اس سوال کے متعدد جوابات ہیں :-

- ۱۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج مسجد اقصیٰ نہ جاتے تو کفار پر آپ کی صداقت کی دلیل دہیانہ ہوتی کیونکہ آسمانوں کی نشانیاں کفار کی دیکھی ہوتی نہیں تھیں، وہ آپ کے دعویٰ کی تصدیق کس طرح کرتے؟ اس کے برعکس مسجد اقصیٰ کفار کی دیکھی ہوتی تھی، انھوں نے آپ سے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں پر چھپیں اور جب آپ مسجد اقصیٰ کی نشانیاں اور راستے میں ملنے والے قافلوں کے احوال بتا دیے تو آپ کے دعویٰ کے صداقت کی دلیل اور کفار پر حجت قائم ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اولئک الذین ہدی اللہ فیہد اھد اقتدا

(انعام: ۹۰)

یہ (انبیاء سابقین) وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے

ہدایت دی سو آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں۔

اور انبیاء سابقین نے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی ہے تو آپ سے بھی مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھوائی تاکہ آپ کی ذات مقدسہ میں بھی یہ وصفت متبیا ہو جائے۔

۳۔ آپ کے مرتبہ اور آپ کی شان کو ظاہر کرنا تھا کیونکہ تمام سابق نبیوں نے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی لیکن ان کو ایک نماز پر ایک نماز کا ہی اجر ملتا تھا اور آپ نے شبِ معراج مسجد اقصیٰ میں نماز کیا پڑھی اس میں نماز پڑھنے کا اجر و ثواب پچاس ہزار گنا زیادہ ہو گیا اب جو وہاں ایک نماز پڑھتا ہے اس کو پچاس ہزار گنا زیادہ اجر ملتا ہے۔

۴۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امام الانبیاء ہونا ظاہر کرنا تھا اور تمام انبیاء پر آپ کی انصافیت ظاہر کرنی تھی کہ بشریت کا انتہائی کمال رکھنے والے سب حضرات پیچھے صف بنائے، اٹھ باندھے کھڑے بٹھے اور آپ ان سب سے آگے تھے۔

۵۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ میں جائے بغیر سیدھے آسمانوں پر چلے جاتے تو آپ کی معراج تو ہو جاتی لیکن ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی معراج نہ ہوتی کیونکہ آپ کی معراج خدا تک پہنچنا ہے اور کائنات کی معراج آپ تک پہنچنا ہے، بعض تحقیقین نے لکھا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے امام ہوئے تو آپ کی بشریت کی معراج ہوئی اور جب سدرۃ المنتہی پر جبرائیل سے آگے نکل گئے تو آپ کی نورانیت کی معراج ہوئی اور جب عرشِ عظیم سے آگے نکل گئے تو آپ کی حقیقت کی معراج ہو گئی اور میں یہ کہتا ہوں کہ جب آپ نبیوں کے امام ہوئے تو نبیوں کی معراج ہوئی، آسمانوں پر پہنچے قرآسانوں کی معراج ہوئی، سدرۃ المنتہی پر پہنچے تو سدرۃ کی معراج ہوئی، عرش پر پہنچے تو عرش کی معراج ہو گئی اور جب آپ دفی فتدائی اور فکات قلاب قومین اور ادف - پر پہنچے اور تجلیات الہیہ کو بے حجاب دیکھا تو آپ کی معراج ہو گئی کیونکہ کائنات کی معراج یہ ہے کہ وہ آپ کو دیکھے اور آپ کی معراج یہ ہے کہ آپ خدا کو دیکھیں۔

۶۔ انبیاء سابقین نے عالمِ میثاق میں آپ پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا وعدہ کیا تھا، انہوں نے شبِ معراج مسجد اقصیٰ میں آپ کی اقتدار میں نماز پڑھی قرآن کا یہ وعدہ پورا ہو گیا۔ قرآن مجید میں ہے:

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم

من کتب وحکمۃ شرجاء و کد رسول مصدق

لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ ۵ قتال

عاقدا رتھوا اخذتم علی ذلکھ صری ۵

قالوا اقسمنا ۵ قتال فاشھدوا فاما معکم

من الشاہدین ۵ فمن تولی بعد ذلک

اور (اے محبوب یا دیکھئے) جب اللہ نے نبیوں

سے ان کا عہد لیا کہ میں تم کو جو کتاب اور حکمت دے

دوں، پھر تمہارے پاس وہ عظیم رسول آجائیں جو اس

(شریعت) کی تفسیق کریں جو تمہارے پاس ہے، تو تم

ضرور ضروران پر ایمان لانا اور ضرور ضروران کی نصرت

کرنا، فرمایا کیا تم نے اقرار کیا؟ اور میرے اس

آسمانوں پر جانے کے اسرار | مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کرانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم یحییٰ اور عیسیٰ، تیسرے پر حضرت یوسف، چوتھے پر حضرت ادریس، پانچویں پر حضرت ہارون، چھٹے پر حضرت موسیٰ اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

ہر آسمان پر حضرت جبرائیل نے دروازہ کھلوا یا مگر دروازہ نہیں کھلا اور جب حضرت جبرائیل نے بتایا کہ ان کے ساتھ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو آسمان کا دروازہ کھل گیا اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت و کرامت کی جس مخصوص شاہراہ سے لے جایا جا رہا تھا یہ صرف آپ کے ساتھ خاص تھی، جبرائیل نے جب اپنا نام لیا تو آسمان کا دروازہ نہیں کھلا اور جب نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم لیا تو دروازہ کھل گیا اور یہ واضح ہو گیا کہ عزت و کرامت کا کوئی دروازہ آپ کے نام کے بغیر نہیں کھتا، اسلام میں داخل ہونے کا دروازہ نام محمد سے کھتا ہے، قرب کی قبولیت انھی کے در پہ آنے سے اور ان ہی کا نام لینے سے ہوتی ہے، قبر میں اجالا اسی نام سے ہوتا ہے، شفاعت کا دروازہ بھی نام محمد سے کھلتا اور جنت کا دروازہ بھی اسی نام سے کھلتا گا۔

سدرۃ المنتہی سے آگے گزرنے کے اسرار | سدرۃ المنتہی کو منتہی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ سدرہ سے نیچے والوں کی منتہی ہے، نیچے والے اس سے اوپر نہیں جا سکتے، اور سدرہ سے اوپر والوں کی بھی منتہی ہے اور پر والے سدرہ سے نیچے نہیں

جا سکتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سدرہ سے اوپر بھی گئے اور اوپر جانے کے بعد سدرہ سے نیچے بھی آئے معلوم ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر حد سے آگے گزر گئے، عالم خلق میں ہر چیز کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک حد مقرر کی ہے وہ اس حد سے آگے نہیں جا سکتا اور صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسی مخلوق ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے کوئی حد نہیں رکھی، جس چیز کی بھی حد بنائی گئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حد سے آگے گزر گئے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہیں اور کائنات میں کوئی آپ کا مثل نہیں کیونکہ آپ سدرہ سے اوپر بھی گئے اور سدرہ سے نیچے بھی آئے اگر آپ نیچے والوں کی طرح ہوتے تو سدرہ سے اوپر نہ جا سکتے اور اگر اوپر والوں کی طرح ہوتے تو سدرہ سے نیچے نہ آ سکتے معلوم ہوا کہ سدرہ سے نیچے کوئی آپ کا مثل ہے نہ سدرہ سے اوپر کوئی آپ کا مثل ہے۔

حضرت جبرائیل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرہ سے آگے ساتھ چلتے کے لیے کہا لیکن انھوں نے کہا اگر میں ایک پورے بار بھی آگے گیا تو مل جاؤں گا، اگر جبرائیل آپ کے ساتھ سدرہ کے پار چلے جاتے تو کیا واقعی مل جاتے، اہل عرفان یہ کہتے ہیں کہ اگر حضرت جبرائیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے جاتے تو ہرگز نہ چلتے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے کپڑے اور آپ کی نعلین چل اور نہیں چلیں تو جبرائیل کیسے چل جاتے یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل آپ کے رفیق اور شریک سفر بن کر چلے تھے تو سدرہ سے نیچے رہ گئے اور نعلین آپ کے قدموں سے لپٹ کر چٹ کر چلی گئیں تو سدرہ کے پار گذر گئیں! اس موقع پر حضرت سعدی شیرازی کے یہ اشعار بہت وجد آفرین ہیں:

بد و گفت سالار بیت الحرام
چوں در دوستی غلغم یا نستی
کہ اسے حال دلی برتر خرام
منام ز صحبت چراتا نستی
بگفتا فراتر محب کہ نماند
بمانم کہ نیرفے بالم نماند
اگر یکسرے موئے بند پر م
فروغ آتجلی بسوزد پر م

قف یا محمد فان ربك یصلی | جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سدرہ سے اُگے رقرن (سبز رنگ
کو گھیرا ہٹا اور وحشت ہوئی، اللہ تعالیٰ نے آپ کی گھیرا ہٹ دور کرنے کے لیے حضرت صدیق اکبر کی آواز کے مشابہ ایک آواز پیدا کیا:
قف یا محمد فان ربك یصلی - اے محمد! اٹھریے آپ کا رب آپ پر صلوٰۃ پڑھتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن صلوٰۃ سے ناز کے سنی کی طرف متوجہ ہوا اور آپ جبران اور متعجب ہوئے کہ وہ ناز پڑھتا
ہے، تب اللہ تعالیٰ نے آپ کے تعجب کو نازل کرنے کے لیے یہ آواز سنائی:
هو الذی یصلی علیکرم و ملائکتہ۔ وہ جو تم پر صلوٰۃ پڑھتا ہے اور اس کے فرشتے تم پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں۔

تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ یہاں صلوٰۃ ناز کے سنی میں نہیں رحمت (دردوں) کے سنی میں ہے۔
اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابتداء اللہ تعالیٰ آپ کا ذہن صلوٰۃ سے رحمت کے سنی کی طرف متوجہ کر دیتا پہلے
آپ کے ذہن کو صلوٰۃ سے ناز کی طرف منتقل کر کے آپ میں تعجب پیدا کیا پھر اس تعجب کو رحمت کے سنی کی طرف
متوجہ کر کے نازل کیا اس میں کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہائی سے جو
وحشت لاحق ہو رہی تھی اس وحشت کو نازل کرنے کے لیے آپ میں تعجب پیدا کیا کیونکہ گھیرا ہٹ اور
وحشت کے وقت اگر انسان کا ذہن کسی اور طرف متوجہ ہو جائے تو وہ گھیرا ہٹ نازل ہو جاتا ہے۔
اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابتداء اللہ تعالیٰ آپ کے ذہن میں گھیرا ہٹ ہی پیدا نہ کرتا تھی کہ اس کو نازل کرنے
کے لیے آپ میں تعجب پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ گھیرا ہٹ دل میں ہوتی ہے اور تعجب
ذہن اور دماغ میں ہوتا ہے اور ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس عمل سے یہ ظاہر کرنا چاہتا ہو کہ سدرہ کے پار وہ شخص جا
رہا ہے جس کا دل بھی ہے اور دماغ بھی ہے اور دل اور دماغ جسم میں ہوتا ہے روح میں نہیں ہوتا تو لوگو جانو
یہ جمالی معراج ہے محض روح کی معراج نہیں ہے۔

میز اس تمام واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تنہائی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بہت سبب توفیق حضرت ابوبکر
سے بہت ہے، غار ثور کی تنہائی میں بھی حضرت ابوبکر کو ساتھ لیا، سدرہ کے پار تنہائی میں حضرت ابوبکر کی آواز سے
تسکین ہوئی، قبر ادر کی تنہائی میں حضرت ابوبکر کو ساتھ رکھا اور جنت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ
ابوبکر ہوں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شفاعت سے نارا دل میں کمی کے اسرار | جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم
تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر پچاس غاریں فرض کیں، اور حضرت موسیٰ نے بار بار سفارش کی کہ آپ کی امت اتنی نمازیں

نہیں پڑھ سکتی اپنے رب کے پاس جاتیے اور نمازیں کم کر آتے حتیٰ کہ یہ نمازیں پانچ ہو گئیں۔
 اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم تھا کہ آپ کی امت پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی تو
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا یہ علم نہیں تھا؟ اور جب اللہ تعالیٰ نے بالآخر پانچ نمازیں فرض کرنی تھیں تو ابتداءً
 پچاس نمازیں کیوں فرض کیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کو بھی یہ علم تھا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علم
 تھا کہ نمازیں صرف پانچ فرض کی جائیں گی لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو بار بار اپنے پاس بلانا چاہتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم اس کے پاس بار بار جانا چاہتے تھے اور لذت دیدار کو پھر تازہ کرنا چاہتے تھے اور اس کے کلام کی
 سماعت سے پھر شاد ہو کر ناچتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس روضے آگاہ تھے وہ بار بار نمازیں کم
 کرانے کے بہانے آپ کو بھیج رہے تھے حسن لایزال کی تجلیاں طالب دیدار کو بار بار بلا رہی تھیں اور مشاق
 دیدار بتایا یا نہیں کہ بار بار حرم نماز میں جارہا تھا یہ شمع اور عشق اور ناز و نیاز کا معاملہ تھا ورنہ نمازیں تو ابتداءً پانچ
 فرض کی جاسکتی تھیں!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر معراج کی ابتداء میں فرمایا تھا میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے
 ہوئے دیکھا، اس سے انبیاء اپنی اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں اور آپ نے سب ہی کو نماز پڑھتے ہوئے
 دیکھا تھا خصوصیت کے ساتھ حضرت موسیٰ کے قبر میں نماز پڑھنے کا ذکر کیوں کیا؟ شاید اس لیے کہ حضرت
 موسیٰ کی سفارش سے امت کی نمازیں کم ہونی تھیں اور یہ دلیل قائم کرنی تھی کہ قبر پر ایسے سفارش کرتے ہیں اور
 دنیا والوں کی مدد کرتے ہیں کہ ان ہی کی مدد سے یہ نمازیں پچاس سے پانچ ہو گئیں۔

الصلوة مع رابع المؤمنين کے اصرار | نبی صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لیے نماز کا تحفہ سے کر آئے اور فرمایا
 تم اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اپنے رب کو دیکھ رہے ہو اور معراج کا
 حاصل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا اور اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے اور دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں اس طرح آپ نے امت
 کے لیے یہ موقع فراہم کیا کہ وہ دن میں پانچ مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو اور اس طرح نماز پڑھے کہ حسن الوصیت کے
 جلوں میں ڈوب جائے، گویا آپ نے خود ایک مرتبہ معراج کی اور امت کے لیے دن میں پانچ مرتبہ معراج کا تحفہ
 لے کر آئے۔

عارفین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی تین حالتیں ہیں، ایک حالت وہ ہے جب آپ
 حیطہ کعبہ سے مسجد اقصیٰ گئے اور تمام انبیاء کے امام ہوئے، اس کی نماندگ نماز میں حالت قیام ہے، دوسری
 حالت وہ ہے جب آپ پہلے آسمان سے اترے کہ سدرہ المنتہی تک پہنچے، اس کا اظہار نماز میں حالت رکوع ہے
 اور تیسری حالت وہ ہے جب آپ عرش عظیم سے ماوراء دنی فندلی فکان قاب قوسین اودائی تک
 پہنچے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کا وہ قرب حاصل ہوا جس سے بڑھ کر قرب کا تصور نہیں ہو سکتا، اس کے قائم مقام نماز میں سجدہ
 ہے کیونکہ سجدہ میں بندہ کراپنے رب کا وہ قرب حاصل ہوتا ہے جس سے بڑھ کر قرب کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن
 مجید میں ہے:

وَأَسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔ (علقہ: ۱۹)

آپ سجدہ کریں اور (اس سے مزید) قریب ہوں

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے: بندہ کا اپنے رب کے ساتھ سب سے زیادہ قرب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے اور حدیث صحیح میں حضرت ثوبان سے مرفوعاً روایت ہے: تم بجز تہجدوں کو لازم کر لو گیز کہ جب تم اللہ تعالیٰ کے لیے ایک سجدہ کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ اس سجدہ سے تمہارا ایک اور جہ بند کرتا ہے اور تمہارا ایک عشاء شاد دیتا ہے۔
علامہ قرطبی مابکی لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کا اپنے رب کے ساتھ سب سے زیادہ اور سب سے پسندیدہ قرب اس وقت ہوتا ہے جب وہ اپنی پیشانی زمین پر رکھ کر اللہ کو سجدہ کرتا ہے۔ ہمارے علماء نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ میں انتہائی عبودیت اور نہایت ذلت ہے، اور اللہ کے لیے انتہائی عزت ہے۔ اس کی عزت کی کوئی مقدار نہیں تو بندہ جتنا اس کی صفات عزت سے نزدیک ہو گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے قریب ہو گا اور اس سے بڑھ کر اور کیا ذلت ہو گی کہ جس جگہ پیر رکھے جلتے ہیں وہاں بندہ اللہ کے لیے اپنا سر رکھ دیتا ہے۔

کفار قریش کو دیے ہوئے جوابات کے اسرار علیہ وسلم نے کفار قریش کے سامنے واقعہ معراج بیان کیا تو ان لوگوں نے امتحان کے لیے سوالات کرنے شروع کیے ایک شخص نے پوچھا کیا آپ نبیوں کے اونٹوں کے پاس سے گزرے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے ان کو فلاں اور فلاں جگہ دیکھا ان کی سرخ رنگ کی اونٹنی کی ناک پر ٹرٹ لگا تھی، ان کے پاس پیالے میں پانی تھا جس کو میں نے پی لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پانی پینے سے ایک تو واقعہ معراج پر دلیل قائم ہو گئی، کیونکہ قافلہ داروں نے بتایا کہ کسی نے اسی پیالے سے پانی نہیں پیا اور نہ پانی گرایا اور وہ پانی ختم ہو گیا، دوسرے اس سے معراج جہانی پر دلیل قائم ہو گئی کیونکہ پانی پینا جسم کا کام ہے روح کا کام نہیں ہے۔

امام بخاری، امام مسلم، امام بیہقی اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے کہ کفار قریش نے آپ سے مسجد کی نشانیاں پوچھنی شروع کیں، آپ نے ان نشانیوں کو محفوظ نہیں رکھا تھا، سو آپ ان کے سوالات سے بہت پریشان ہوئے، تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا، وہ آپ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھتے رہے اور آپ دیکھ دیکھ کر بیان فرماتے رہے!

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت بڑی فضیلت ہے، کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے مسافت بیدہ سے حکم بلقیس کا تخت لایا گیا اور یہاں کا بہت بڑا اعزاز تھا، لیکن تخت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے لیکن عمارت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ عمارت منتقل نہیں کیا جا سکتا اور نبی صلی اللہ

۱۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳ ص ۱۸۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۸۷ھ
۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد ابی قرطبی متوفی ۴۶۸ھ، المعانی ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ انتشارات ناظم خسرو دہلی

علیہ وسلم کے لیے بیت المقدس کی عمارت کو منتقل کر دیا گیا، اب اگر یہ سوال ہو کہ شام کے لوگوں نے اس وقت بیت المقدس کو گم کیوں نہیں پایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس جگہ بیت المقدس کی مثال قائم کر دی ہو اور اصل بیت المقدس آپ کے سامنے رکھ دیا ہو، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ فرق ہے کہ ہماری توجہ کسی چیز سے ہٹ جائے تو کچھ نہیں ہوتا اور آپ کی توجہ کسی چیز سے ہٹ جائے تو وہ چیز اپنی جگہ سے ہٹ جاتی ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث سے اس مسئلہ کا استنباط کیا ہے کہ کعبہ اور یار اللہ کی زیارت کے لیے چلا آتا ہے اور یہ امر جانتا ہے۔ شیخ اشرف علی تھانوی اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ آیا کعبہ کا او بیار اللہ کی زیارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۴۔ عن جابر بن عبد الله عن رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لما كذبني قريش فبعثت في الحج فجلني الله في بيت المقدس الحديث متفق عليه

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں حجر میں کھڑا ہو گیا پس اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس منکشف کر دیا۔

(مشکوٰۃ ص ۵۲۲)

اب ایک شبہ یہ باقی ہے کہ جس اس کی کذب ہے کیونکہ تاریخ میں کہیں منقول نہیں کہ کعبہ اپنی جگہ سے غائب ہو سوا یا ہی شبہ حدیث سابع لدی میں مرتاب ہے جو اس کا جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اس وقت اتفاق سے کعبہ لاکرئی دیکھنے والا نہ ہو ورنہ اقرب یہ ہے کہ کعبہ کی حقیقت مثالیہ اس حکم کی محکوم علیہ ہو۔ لے

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

علامہ نسفی سے سوال کیا گیا کہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کعبہ اولیاء میں سے کسی کی زیارت کرتا ہے آیا یہ قول صحیح ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہ کرامت ہے اور اہل سنت کے نزدیک اور یار اللہ کے لیے کرامت جانتے ہیں۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

ہم استقبال قبلہ کی بحث میں کچھ چکے ہیں کہ اگر کعبہ اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے چلا جائے تو اس تضاد کی طرف متوجہ کر کے ناز پڑھی جائے گی۔

شب معراج دیدار الہی کے اسرار | ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب عزوجل کا دیدار کیا اور یہ بڑے حوصلہ کا کام ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک صفت کی تہن کی گئی تو حضرت موسیٰ بہ کوشش ہو گئے اور پہاڑ طور ریزہ ریزہ ہو گیا اور آپ

۱۔ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۷۲ھ، بوادر النوار ص ۱۳۷، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ علی ایڈمنسٹریشن لاہور، ۱۹۶۴ء

۲۔ علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی الممشی رد المحتار ج ۲ ص ۸۶۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ لاہور

۳۔ علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۸۶۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ لاہور، ۱۳۲۷ھ

نے عین ذات کو اس طرح دیکھا کر دکھانے والے نے بھی مادہ ہی اور فرمایا: ہاذا غلب البصر وما طغی۔
 اللہ تعالیٰ کا کلام ایسا پُر جلال ہے کہ اگر اس کو وہ پاؤں پر نازل کرتا تو پاؤں ریزہ ریزہ ہو جاتا اور آپ کے سینہ پر
 تیس سال تک لگا تا کہ کلام الہی نازل ہوتا رہا اور آپ کے اطمینان اور استقامت میں کوئی فرق نہیں آیا، سلام
 ہوا ان آنکھوں پر غیبوں نے اس کی ذات کے جلووں کو محویت سے دیکھا جس کی صفت کے جلووں کو بھی کوئی
 سہا نہیں سکتا اور آفرین ہو اس دل پر جس پر تیس سال کلام الہی نازل ہوتا رہا اور اس کی استقامت میں فرق نہیں
 ملا۔ نے بیان کیا ہے کہ دنیا میں ہم اللہ تعالیٰ کو اس لیے نہیں دیکھ سکتے کہ ہماری آنکھیں قافی ہیں اور اللہ
 تعالیٰ کی ذات باقی ہے اور قافی آنکھوں سے باقی ذات کو نہیں دیکھا جاسکتا اور جنت میں جنم اگر خدا کے فضل
 سے جنت میں ملے گئے) اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں گے کیونکہ وہاں ہم باقی ہوں گے اور باقی آنکھوں سے باقی
 ذات کو دیکھا جاسکتا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو معلوم
 ہوا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو جو آنکھیں جنت میں عطا فرمائے گا وہ آنکھیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں عطا کر دی ہیں!
 کسی واقعہ کو چھوڑنے سے سن کر بیان کرنا یہ بھی سچ ہے کہ کسی واقعہ کو دیکھ کر بیان کرنا یہ بھی سچ ہے اور
 یہ اس سے اعلیٰ درجہ کا سچ ہے، تمام فرشتوں، نبیوں اور ولیوں نے کہا اللہ — ہے اور ایک ہے اور
 سچ کہا لیکن کسی نے کسی سے سن کر کہا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اللہ ہے اور ایک ہے، آپ نے
 بھی سچ کہا لیکن آپ کا سچ اعلیٰ درجہ کا ہے کیونکہ آپ نے دیکھ کر کہا ہے، معلوم ہوا اس سے انبیاء و ہادق ہیں لیکن
 آپ ایسا صادق پوری کائنات میں نہیں ہے۔

زیارت بھی ایک عبادت ہے، ملاں باپ، علماء و درویشین کی زیارت عبادت ہے، کعبۃ اللہ کی زیارت
 عبادت ہے، قرآن مجید کی زیارت عبادت ہے اور سب سے افضل عبادت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی
 زیارت ہے، کیونکہ آپ کو حالت ایمان میں ایک نظر دیکھنے سے انسان صحابی بن جاتا ہے، اور کوئی بڑی سے
 بڑی عبادت بھی مرتبہ صحابیت کو نہیں پاسکتی توجیب نبی کی زیارت کا یہ مرتبہ ہے تو خدا کی زیارت کا کیا مقام ہو گا!
 اس لیے سارے انبیاء علیہم السلام نے اللہ کی عبادت کی ہے لیکن جیسی عبادت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 نے کی ہے ایسی عبادت کسی نے نہیں کی، کیونکہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے، انسان، حق، فرشتے اور
 سارے نبی عابد ہیں لیکن جیسے آپ عابد ہیں ایسا کوئی عابد نہیں ہے۔

شہادت دو قسم کی ہوتی ہے، سچ کر اور دیکھ کر، جو شہادت سن کر دی جائے وہ فرع ہے اور جو شہادت
 دیکھ کر دی جائے وہ اصل ہے، جو شہادت سن کر دی جائے وہ تب مقبول ہوتی ہے جب اس کی انتہاء اس
 شہادت پر ہو جو دیکھ کر شہادت دے، اور اگر سب سن کر شہادت دیں اور کوئی دیکھ کر شہادت دیتے والا
 انہوں میں نہ ہو تو سب شہادتیں ناتمام ہوں گی، حضرت آدم سے لے کر عیسیٰ تک تمام نبیوں اور رسولوں نے اللہ کی
 شہادت دی اور سن کر شہادت دی اگر انہوں میں کوئی ایسا گواہ نہ آتا جو دیکھ کر شہادت دیتا تو یہ تمام شہادتیں نامکمل اور ناتمام
 ہوتیں، سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور دیکھ کر اللہ کی شہادت دی، اگر آپ اللہ کا
 دیدار نہ کرتے تو تمام سابق نبیوں اور رسولوں کی شہادتیں ناتمام رہتیں، آپ نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا

ترتیب میں نبیوں کی شہادتیں مکمل ہو گئیں، گواہی تو اللہ تعالیٰ کی سب نبیوں نے دی ہے لیکن آپ جیسا گواہ کوئی نہیں ہے تمام نبیوں کی گواہی فرما رہے ہیں اور آپ کی گواہی اصل ہے اور شہد معراج اللہ کا دیدار کرنے سے واضح ہو گیا کہ پوری کائنات میں کوئی آپ ایسا صادق ہے نہ عابد ہے نہ شاہد!

مسئلہ معراج پر میں نے بہت مطالعہ کیا ہے اور بہت غور و فکر کیا ہے، میں نے اپنے تمام مطالعہ اور غور و فکر کا حاصل ان صفحات پر پیش کر دیا ہے، میں جب مطالعہ کرتا ہوں تو میرا نصب العین میرا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اور آپ کی فضیلت کو تلاش کرنا ہوتا ہے اور جب میں قرآن مجید کی کسی آیت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث پر غور کرتا ہوں تو آپ کی خصوصیت اور آپ کی عظمت کے شکات کا استنباط کرتا ہوں، واقعہ معراج کے بیان میں، میں نے جو اسرار اور نکات بیان کیے ہیں وہ میری اسی فکر کا ثمرہ ہیں، میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ڈوب کر رکھتا ہوں اور باوقار و قبلہ رو بیٹھ کر رکھتا ہوں اور رکھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے حق رکھنے کی توفیق دے اور رکھنے سے پہلے، رکھتے وقت اور رکھنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہوں کہ کہیں کوئی غلط بات نہ لکھی گئی ہو، مسئلہ معراج کے بعض مباحث میں کبار صحابہ سے لے کر متاخرین علماء تک بہت اختلاف ہے، میں نے ان مختلف آمار اور مذاہب میں سے اس راستے اور اس مذہب کو ترجیح دی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت، آپ کے ادب، اور احترام اور آپ کے مرتبہ اور مقام کے زیادہ قریب ہے، اس سلسلہ میں میں نے جو کچھ لکھا ہے اگر یہ صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ہے، اور اگر یہ غلط ہے تو یہ میری فکر کی غلطی اور مطالعہ کی کمی ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں وما ابڑی نفسی ان النفس لامادۃ بالسوء، ولا حول ولا قوۃ الا

باللہ العلی العظیم وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

اے العالمین میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت میں جو کچھ لکھا ہے اس کو قبول فرما! میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو بیش از بیش فرما، مجھے اسلام پر مستقیم رکھنا اور ایمان پر میرا خاتمہ کرنا، اس کتاب کو تاقیام قیامت باقی، کثیر الاشاعت، مفید اثر اور مفید رکھنا، تمام شروعات حدیث میں اس کتاب کو سب سے اونچا مقام عطا فرمانا، اس کتاب کو میرے لیے ترشہ آخرت اور میری حسنت کے لیے صدقہ جاریہ کرنا۔ رب العالمین مجھے، اور میرے پڑھنے والوں کو اس کتاب کے ناشر، کاتب اور صحیح کر، میرے والدین، مشائخ، اساتذہ، احباب اور دیگر متعلقین اور جملہ مسلمانوں کو دنیا اور آخرت کی ہر پریشانی، مصیبت، آفت اور غلاب سے محفوظ رکھنا، دارين میں کامیابی، کامرانی، سرخ روئی، روح اور ایمان خطا فرمانا، دوزخ سے محفوظ رکھنا اور جنت الفردوس عطا فرمانا۔ امین یا رب العالمین بجا و حبیبک سیدنا محمد سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلى آله واصحابہ اجمعین۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل الانبیاء والمرسلین فائد الغر المحجلین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وازواجه الطہرات اذہبات المؤمنین وعلی العلماء والراشخین اجمعین الی یوم الدین۔

بَابُ مَعْنَى قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَقَدْ رَأَوْهُ نَزَلَ
أُخْرَى وَهَلْ رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ رَبَّهُ لَيْلَةَ الْإِسْرَاءِ

آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج
اللہ تعالیٰ کا دیدار کب تھا یا نہیں؟

۳۳۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ الرَّهَافِيُّ نَحْنُ أَهْلُ
وَهْمُ ابْنِ الْعَوَّامِ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ عَنْ قَالَ سَأَلْتُ
بْنَ زُبَيْرٍ حَبِيشَ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى فَكَانَ قَابَ
قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ قُسَيْعٍ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
رَأَى جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْلَةَ مِثَاقِ
جَنَّةِ جَر

شیبانی کہتے ہیں کہ میں نے زبیر بن حبیش سے
قرآن مجید کی آیت فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنَى سے پوچھا
دو گنا لیل کے دو سرپوں کی مقدار قریب ہو گئے یا اس سے
بھی زیادہ قریب ہو گئے۔ کی تفسیر زبیر بن حبیش نے
کہا اس آیت کے بارے میں مجھ سے حضرت عبداللہ
بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ایسی صورت میں
دیکھا کہ ان کے چھ سو پرور تھے۔

۳۳۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَحْنُ أَهْلُ
بُخَارَى عَنْ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ بَنِي زُبَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
قَالَ مَا كُنْتُ مِنَ الْعَوَّامِ مَا رَأَى قَالَهُ رَأَى جِبْرِيلَ
لَيْلَةَ مِثَاقِ جَنَّةِ جَر

زبیر بن حبیش کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ ما کذب العوام دھما مای دل
نے اس کو نہ ٹھٹھایا جرات نہ کی تھی۔ کی تفسیر میں کہتے
تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
جبرائیل کو چھ سو پرور کے ساتھ دیکھا۔

۳۳۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ
كَأَنِّي قَالَ نَا شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيِّ مِمَّا
رَوَاهُ بَنُو حَبِيشَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَقَدْ رَأَوْهُ مِنْ
أَيَّامِ مَرْيَمَةَ الْكَتُبِيِّ حَتَّى رَأَى جِبْرِيلَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ فِي صُورَةٍ لَيْلَةَ مِثَاقِ جَنَّةِ جَر

زبیر بن حبیش کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ قرآن کریم کی آیت لَقَدْ رَأَوْهُ مِنْ
أَيَّامِ مَرْيَمَةَ الْكَتُبِيِّ کے بارے میں بیان کیا کہ میں نے
تفسیر میں کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت جبرائیل کو ان کی اصل صورت میں چھ سو پرور کے
ساتھ دیکھا۔

۳۳۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسَيْبٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ وَلَقَدْ رَأَوْهُ نَزَلَ أُخْرَى قَالَ رَأَى
جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
نے ولقد رآه نزلاً اخری اور انھوں
نے تردد بلکہ دوبارہ دیکھا۔ کی تفسیر میں کہتے تھے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام

کر دیکھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے قلب سے دیکھا۔

ابو ہامیہ بیان کرتے ہیں حضرت ابن عباس نے ماکذ ب القواد صارای ولقد ساء منزلة اخوی "ول نے اس کو نہ جھٹلایا جو آنکھ نے دیکھا اور اخوی نے تورہ جلود دوبارہ دیکھا" کی تفسیر میں فرمایا: اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دوبارہ دیکھا۔

امام مسلم نے بیان فرمایا کہ ایک اور سند بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

مسروق کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ٹیک لگا کر بیٹھا تھا اس وقت پر حضرت عائشہ نے مجھے من طلب کر کے فرمایا: ابی اللہ (یہ حضرت مسروق کی کنیت ہے) تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی شخص ان تینوں میں کسی کا بھی قول کرے وہ اللہ پر بیت بڑا بہتان باندھے گا۔ میں نے پوچھا وہ کون سی باتیں ہیں آپ نے فرمایا پہلی بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بیت بڑا بہتان باندھا، مسروق کہتے ہیں کہ پہلے میں ٹیک کے سہارے بیٹھا تھا یہ سن کر سنبھل کر بیٹھ گیا اور میں نے عرض کیا ام المؤمنین! فراموشیے اور مجھے بھی کچھ کہنے کا موقع دیجئے، کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا: ولقد راہ بالافق العین "اور بے شک انھوں نے اسے روشن کنکڑے پر دیکھا" اور فرمایا ولقد راہ نزلة اخوی "اور انھوں نے تورہ

۳۴۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَطَا بْنِ عَيْنٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَأَاهُ بِقَلْبِهِ۔

۳۴۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ سَعِيدٍ الْأَشْجَعِيُّ جَمِيعًا عَنْ دُرَيْمٍ قَالَ لَا تَنْجُرُنَا وَكَيْفَ عَمَّ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ زَيْدِ بْنِ الْحَصِينِ أَبِي جَهْمَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ كَانَ مَا كَذَبَ الْقَوَادِمَ رَأَى وَلَقَدْ رَأَاهُ كَوَلَّةِ أَخِي قَالَ رَأَاهُ بِخَوَادِمِهِ مَرَّتَيْنِ۔

۳۴۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ حَفْصَ بْنَ غِيَاثٍ عَنْ الْأَعْمَشِ قَالَ نَا أَبُو جَهْمَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

۳۴۷۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا سَمْعِيلُ بْنُ أَبِي إِسْرَافِيلَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ كُنْتُ مَعَكُمْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ يَا أَبَا عَائِشَةَ كُنْتُ مَعَهُ مَن تَكَلَّمَ بِوَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللَّهِ الْفِرْيَةَ قُلْتُ مَا هُنَّ قَالَتْ مَنْ رَأَاهُ أَنْ مُحْتَمَلٌ احْتَمَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاللَّهِ وَ سَلَّمَ رَأَى مَا بَدَأَ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللَّهِ الْفِرْيَةَ قَالَ وَكُنْتُ مَعَكُمْ فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ يَا أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ الْفِرْيَةُ لَا تُعْجَلِيْنِي أَلَمْ يَقُلِ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَقَدْ رَأَاهُ بِالْأَفْئِدِ الْكَلْبِيَّةِ وَلَقَدْ رَأَاهُ كَوَلَّةِ أَخِي فَقَالَتْ أَنَا أَوَّلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ سَأَلَ عَنْ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهَا هُوَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ أَرَكَ عَلَى صُورَةِ النَّبِيِّ حُلِيٍّ عَلَيْهَا عَلَيْهِ هَاتَيْنِ الْمَمَرَتَيْنِ تَرَأَيْتُهُ مُصْهِطًا مِنَ السَّمَاءِ سَادًّا عِظَمُ

خَلَقَهُمَا يَتَيْنِ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ فَقَالَتْ أَوَلَمْ
تَسْمَعُوا أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ لَا تَدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ
وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ
أَوَلَمْ تَسْمَعُوا أَنَّ اللَّهَ يَقُولُ وَمَا كَانَ لِمَنْ يَكْفُرْ
بِتِلْكَ الْأَمْثَلِ أَنْ يَكُونَ لِمَنْ كَفَرَ أَنْ يَكُونَ
يُرْسِلَ رَسُولًا إِلَى قَوْمِهِ إِنَّهُ عَلَىٰ حَكِيمٍ
مُّبِينٍ وَمَنْ يَرْفَعْ عَنَّا رُفْعًا وَهُوَ اللَّهُ هُوَ اللَّهُ
بِرَّوَالِهِمْ وَسَكَرَ كَتَمَ شَيْئًا مِّنْ كِتَابِ اللَّهِ
أَعْظَمَ عَلَى اللَّهِ الْفِرْيَةَ وَاللَّهُ يَقُولُ
تَمَّا الرُّسُولُ بَدِيعُ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ
لَمْ تَفْعَلْ تَمَّا بَلَّغْتَ يَا سَالِتَةً قَالَتْ
نَزَعَمَ أَنََّّهُ يُخَيِّرُ بَيْنًا يَكُونُ فِي غَدَا
تَدَّ أَعْظَمَ عَلَى اللَّهِ الْفِرْيَةَ وَاللَّهُ يَقُولُ
قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ
إِلَّا اللَّهُ -

جلوہ دوبار دیکھا "ام المؤمنین" نے فرمایا اس امت
میں سب سے پہلے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے ان آیات کے بارے میں پوچھا تو حضور نے
فرمایا ان آیات سے مراد جبرائیل میں حضور نے ان
دو مرتبہ کے علاوہ جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اس اصل
صورت میں نہیں دیکھا تھا جس صورت میں وہ پہلے
تھے آپ نے فرمایا میں نے ایک مرتبہ انہیں اس کیفیت میں دیکھا
کہ وہ آسمان سے اتر رہے تھے اور ان کی جماعت
میں تمام آسمان وزمین کر گھیر رہا ہے، پھر ام المؤمنین
نے فرمایا کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے لَا تَدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ
اللطيف الخبير۔ انکھیں اسے احاطہ نہیں کر سکتیں
اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں اور وہ لطیف
اور خبر سب ہے، اور کیا تم نے قرآن کریم میں یہ نہیں پڑھا
تَمَّا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللَّهُ الْوَاحِيَا وَهُوَ وَرَاءَ
حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بَأْذَنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلَىٰ حَكِيمٍ
مُّبِينٍ اور کسی جگہ میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے
بغیر وحی کے کلام کرے یا وہ بشر حجاب کی اوٹ میں
ہو یا اللہ تعالیٰ کوئی فرشتہ بھیجے جو اللہ تعالیٰ کی امارت
سے اس کی مرضی کے مطابق اس بشر پر وحی نازل
کرے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بلند اور حکیم ہے، پھر
ام المؤمنین نے فرمایا جو شخص یہ کہتا ہو کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن میں سے کچھ چھپایا اس
نے بھی اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا کیونکہ اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَدِيعُ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ
رَبِّكَ وَإِنَّ لَكَ تَفْعَلُ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ "اے رسول
جو کچھ قرآن میں آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ امت تک
پہنچا دیجئے، اگر آپ نے (بالفرض) ایسا نہیں کیا تو
آپ نے فریضہ رسالت کو ادا نہیں کیا اور جو شخص یہ کہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وبالقات یعنی اللہ تعالیٰ کے بتلائیے بغیر، کل کا علم تھا تو اس نے بھی اللہ تعالیٰ پر محبت باندھا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ۔ آپ فرمادیں گے کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ غیب ہے اس کو بغیر اللہ تعالیٰ کے (بالذات) کوئی نہیں جانتا۔

امام مسلم نے سند مباحث کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو بیان فرمایا، البتہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی کسی آیت کو تم سے چھپاتے تو اس آیت کو چھپاتے، واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشى الناس واللہ احق ان تخشى۔

اور اسے محبوب یاد رکھئے حبیب آپ اس شخص سے کہہ سکتے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام فرمایا اور آپ نے بھی انعام فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو اور آپ کے دل میں وہ چیز بھی جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنا چاہتا تھا کیونکہ آپ کو لوگوں کے طعنہ خیزے کا اندیشہ تھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔

مسردق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پرچھا کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت عائشہ نے جواب میں فرمایا تمہاری یہ بات سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ امام مسلم کہتے ہیں اس روایت میں بھی پہلی تفسیر کی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا لیکن دائرہ روایت زیادہ مفصل ہے۔

۳۳۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُعْتَمِدِ قَالَ سَأَلَ نَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ قَالَ نَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي بَرِئَةَ الْإِسْنَاءُ وَنَحْوُ حَدِيثِ ابْنِ عُكَيْتٍ وَنَا دَاوُدُ قَالَ وَكَوْكَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَارِجًا شَيْئًا مَتَى أُنْزِلَ عَلَيْهِ لِكَلِمَةٍ هَذِهِ الْآيَةُ وَإِذْ كَلَّمُوا بِلَدِّي أُنْعِمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ۔

۳۳۹۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُكَيْمٍ قَالَ سَأَلَ نَا ابْنُ أَبِي بَرِئَةَ الْإِسْنَاءَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُودٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ هَلْ تَرَى أَحَدًا مَحْتَدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَبَهُ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللَّهِ لَقَدْ فَتَقْتُ لَشَعْرِي لَمَّا قُلْتُ وَسَأَقِ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ وَحَدِيثُ دَاوُدَ أَتَمُّ وَأَطْوَلُ۔

٣٥٠ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا إِسْحَاقَ
قَالَ سَأَلْتُ زَكْرِيَّا عَنْ ابْنِ أَشْوَعٍ عَنْ عَامِرٍ
عَنْ مَسْرُودٍ قَالَ قَالَ لِي مَا لَيْسَتْ خَائِنَةٌ قَوْلُهُ
تَعَالَى فَمَنْ دَلَّنَا عَلَى فَكَانَ كِتَابٌ قَوْلُ سَعِيدٍ أَوْ
أَدْنَى فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِ اللَّهِ مَا أَوْحَى قَالَتْ إِسْمَاعِيلُ
ذَلِكَ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْتِيهِمْ فِي
صُورَةِ الرِّجَالِ وَرَأَيْتُهُ أَنَا فِي هَذِهِ السُّورَةِ
فِي صُورَةِ ابْنِ السَّيِّدِ فِي صُورَةِ اللَّهِ فَسَدَّ أَهْلُ
السَّمَاءِ -

٣٥١ - حَدَّثَنَا أَبُو يَكْرِبُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ
وَكِيلَهُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ إِسْرَاهِيلَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ
عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ
رَأَيْتَ رَبَّكَ قَالَ نُبِّئْهُ أَهْلِي أَمَّا أَنَا

٣٥٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ نَامَعَادُ
بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا ابْنُ مَرْوَةَ شَيْخِي حَبِيبُ بْنُ
الشَّامِيِّ قَالَ نَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا هَمَّامُ
بْنُ هَمَّامٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ
قَالَ قُلْتُ لِأَبِي ذَرٍّ رَجِي اللَّهَ عَنْهُ لَوْ مَا آتَيْتَ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
لَسَأَلْتُهُ فَقَالَ عَنْ أَبِي مَعْنَى كُنْتُ لَسَأَلْتُهُ
قَالَ كُنْتُ لَسَأَلْتُهُ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ قَالَ أَبُو ذَرٍّ قَدْ
سَأَلْتُهُ فَقَالَ رَأَيْتُ كُورًا -

٣٥٣ - حَدَّثَنَا أَبُو تَيْبٍ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ
كَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ أَلَا عَمْرُ
عَمْرٍ وَبْنُ مَرْوَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

مصدق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو ان کا کہ یہ کہ اس آیت کی کیا
تفسیر ہے؟ تو وہ نے فتی فیضان قلوب قوسین اداوی
فاوی الی عبیدہ ما اوحی در پھر وہ جلوس نزدیک
ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوسے اور محبوب کے
دو میان کمان کے دو بیروں کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے
بھی کم پھر وہی فرمائی اس نے اپنے بندے کو جو وہی
فرمائی حضرت عائشہ نے فرمایا اس آیت سے مراد
حضرت جبرائیل ہیں پہلے وہ آپ کے پاس انسانی صورت
میں آتے تھے۔ اس مرتبہ وہ آپ کے پاس اپنی اصلی
صورت میں آئے جو صورت آسمان کے کناروں پر محیط ہو گئی

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا آپ
نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ (خالق)
نور ہے اور میں نے اس کو جہاں سے میں دیکھا وہ
نور ہی نور ہے

عبداللہ بن شعیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا اگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا موقع ملا ہوتا تو میں حضور سے ایک چیز ضرور پوچھتا، حضرت ابوذر نے فرمایا کیا پوچھتے؟ عبداللہ نے کہا میں یہ پوچھتا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے حضرت ابوذر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا تھا آپ نے فرمایا میں نے (خالق) کو نہ دیکھا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ ﷺ نے ایک مجلس میں کھڑے
ہو کر ہمیں پانچ باتیں بتلائی فرمایا :
۱۔ اللہ تعالیٰ سوتا نہیں اور نہ ہی سونا اس کی

عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِخَمْسٍ كَلِمَاتٍ فَقَالَ إِنْ
اللَّهُ لَا يَتَنَبَّأُ وَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَتَنَبَّأَ يَخْفِضُ
الْقِسْطَ وَيَرْفَعُ الرُّفْعَ الْيَمِينُ عَمَلُ الْيَمِينِ قَبْلَ
عَمَلِ الشَّهَادَةِ وَعَمَلُ الشَّهَادَةِ قَبْلَ عَمَلِ الْيَمِينِ
يَجَابُهُ الشُّؤْمُ وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى بَكَرُ النَّارِ كَوَسْفِهَا
لَا حَرْقَتْ سُبُحَاتُ وَجُوهِهِمَا مَا أَتَتْهُمَا إِلَيْهِ بَصَرُهُ
مِنْ خَلْقِهِ وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى بَكَرُ عَيْنِ الْأَعْمَى
وَلَمْ يَعْلَمْ حَدَّثَنَا

شان کے لائق ہے۔
۲۔ میزان کے پلڑوں کو جھکانا اور اٹھانا ہے۔
۳۔ رات کے اعمال اس کے پاس دن سے پہلے
اور دن کے اعمال رات سے پہلے پہنچ جاتے
ہیں۔
۴۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ایک نور نے حجاب میں لیا
ہوا ہے (ایک روایت میں نور کی جگہ نار کا لفظ
ہے)۔

۵۔ اگر اس حجاب کو اٹھا دیا جائے تو اس کی ذات
کی شہانیں منتہا و بصر تک تمام مخلوق کو حجاب
دیں گی۔

امام مسلم بیان فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے
بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے مگر اس میں چار باتوں
کا ذکر ہے پانچویں بات یعنی مخلوق کو جلانے کا ذکر
نہیں ہے۔ اور فرمایا اس کا حجاب لور ہے۔

۳۵۴۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ
عَنِ الْأَعْمَشِ بِهِ أَلسَنَانُ قَالَ قَامَ فِيمَا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَارَبِّعُ كَلِمَاتٍ
لَمْ يَكُنْ يَمِثِلُ حَدِيثَ آفِي مُعَاوِيَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ مِنْ خَلْقِهِ
وَقَالَ حِجَابُهُ الشُّؤْمُ

حضرت ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں کھڑے ہو کر
اپنی چار باتیں بولا میں فرمایا اللہ تعالیٰ نہ سوتا ہے
اور نہ سوتا اس کو زبیا ہے۔ اللہ تعالیٰ میزان کے
پلڑے اوپر نیچے کرتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کے
حضور میں رات کے اعمال دن میں اور دن کے
اعمال رات میں پیش کیے جاتے ہیں۔

۳۵۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ
قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِي شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو
بْنِ مُرَّةٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي مُؤَمِّنٍ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَامَ فِيمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَارَبِّعُ إِنْ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَتَنَبَّأُ وَلَا يَنْبَغِي
لَهُ أَنْ يَتَنَبَّأَ وَيَرْفَعُ الْقِسْطَ وَيَخْفِضُ الْيَمِينُ عَمَلُ الْيَمِينِ
قَبْلَ عَمَلِ الشَّهَادَةِ وَالْيَمِينُ عَمَلُ الْيَمِينِ قَبْلَ عَمَلِ الشَّهَادَةِ

اس باب کی احادیث میں یہ بحث ہے کہ آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے
یا نہیں، ہم چونکہ اس سے پہلے باب میں اس پر مفصل بحث کر چکے ہیں اس لیے اس حدیث میں جو دوسرے
مضامین ہیں ان کو بیان کرتے ہیں۔

قرآن مجید کا کمی اور بیشی سے محفوظ ہونا
حدیث نمبر ۳۴ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
نے فرمایا جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وطرأ وجنکھا لکی لا یكون علی المؤمنین
حرج فی اذواج ادعیائھما اذا اتصنوا منھن
وطرأ وکان امر اللہ مفعولا

(احزاب: ۳۷)

تھے جس کو اللہ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ (دل میں)
لوگوں کی (طلعنہ زنی سے) ڈرتے تھے اور اللہ اس کا
زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں، پھر جب
زید نے اس سے (طلعنہ نکاح کی) عرض پر رضی کر لی تو ہم
نے (عدت کے بعد) اس سے آپ کا نکاح کر دیا تاکہ
اس کے بعد (مومنوں پر اپنے منہ پر سے بیٹوں کی پیرائی
کے متعلق کوئی حرج نہ رہے، جب وہ ان کو طلاق دے
کے ان سے بے عرض ہو جائیں، اور اللہ کا حکم ضرور
ہو کر رہتا ہے۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منہ پر سے بیٹے اور
آزاد کردہ غلام حضرت زید بن عمارہ رضی اللہ عنہ کے نکاح کا پیغام اپنی چھوٹی سہیلہ بنت عبد المطلب کی صاحبزادی حضرت
زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے لیے دیا لیکن حضرت زینب بنت جحش اور ان کے بھائی دونوں نے اس پیغام
کو اپنے حسب اور نسب کی فضیلت کی بناء پر منظور نہیں کیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: وما کان المؤمنین
ولا المؤمنات اذا قضی اللہ ورسولہ امران یم المؤمنین من امرکم مرد اور نہ کسی مسلمان عورت کو یہ حق حاصل
کہ جب اللہ اور اس کا رسول ان کے کسی معاملہ میں کوئی فیصلہ فرمادیں تو وہ اس فیصلہ سے روگردانی کر سکیں؟
(احزاب: ۳۶)۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت زینب بنت جحش اور ان کے بھائی دونوں نے حضرت
زید بن عمارہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھے ہوئے پیغام کو منظور کر لیا اور رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے دس درنار، ساٹھ درہم، ایک کپڑے کا جوڑا پچیس سیر غلہ اور تقریباً تین من کھجوروں کے
مہر کے عوض حضرت زید بن عمارہ کا نکاح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔
نکاح کے بعد عموماً ان میاں بیوی میں محبت و محرار اور چپقلش رہتی تھی حضرت زینب عموماً اپنے
حسب و نسب کا بڑائی بیان کرتیں جس سے حضرت زید اکثر کڑھتے تھے، بار بار بارگاہ نبوت میں آکر حضرت
زینب کی شکایت کرتے اور انھیں طلاق دینے کا ارادہ ظاہر فرماتے، ادھر اللہ تعالیٰ نے حضور کو مطلع فرما دیا
تھا اور بالآخر زید حضرت زینب کو طلاق دے دیں گے اور عدت گزرنے کے بعد وہ آپ کے نکاح میں
آجائیں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اندیشہ دامن گیر ہوتا کہ اگر ایسا ہو گیا تو منافقین وغیرہ غلط پروپیگنڈا
کریں گے اور لوگوں سے کہیں گے دیکھو یہ کیسا نبی ہے جس نے اپنے منہ پر سے بیٹے کی بیوی یعنی ہوسے
خود نکاح کر لیا، اس وجہ سے جب زید بار بار آپ سے حضرت زینب کی شکایت کرتے تو آپ ان کو اللہ
سے ڈراتے اور طلاق دینے سے باز رکھنے کی کوشش کرتے حالانکہ آپ کو علم تھا کہ ہر حال ایسا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اس معاملہ میں حکمت یہ تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب سے عدت کے بعد نکاح کر لیں تو مسلمانوں پر یہ بات واضح ہو جائے کہ منہ بولا بیٹا نہ حقیقی بیٹا، جو تباہی کے نہ اس کی بیوی حقیقی بہو ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص اپنے منہ بوسے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے عدت کے بعد نکاح کرنا چاہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور اس کے لیے دلیل اور حجت بن جائے۔ ۱

چنانچہ ایسا ہی ہوا زید نے حضرت زینب کو طلاق دے دی اور عدت گزارنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ”ووجنکھا“ ہم نے آپ کا نکاح حضرت زینب سے کر دیا اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بغیر کسی پیغام، عقد، نکاح اور مہر وغیرہ کے حضرت زینب حکمور کی زوہیت میں داخل ہو گئیں اور یہ ان کی عظیم فضیلت ہے جس پر وہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتی تھیں، حضور نے ان کا شامدار و بچہ کیا تھا، سورہ احزاب کی دو آیتوں (۳۷-۳۸) میں اس واقعہ کا اجمالاً ذکر ہے جن کا ہم ترجمہ پیش کر رہے ہیں:

”اے محبوب اس وقت کر یاد کیجئے جب آپ اس شخص سے کہتے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو انعام کیا اور آپ نے مجھ کو انعام کیا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رکھو اور آپ لوگوں کے طعنوں کے اندیشہ سے اس بات کو چھپاتے تھے جس کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کرنے والا تھا اور لوگوں کی طعنہ زنی کے خوف کی نسبت اللہ کا خوف آپ کی شان کے زیادہ لائق ہے۔ اور جب زید نے اپنی بیوی سے حاجت پوری کر لی (یعنی طلاق دے دی اور عدت گزر گئی) تو ہم نے آپ کا اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح کر دیا تاکہ مسلمان جب اپنے منہ بوسے بیٹوں کی (مطلقہ) بیویوں سے (عدت کے بعد) نکاح کرنا چاہیں تو ان کے لیے کوئی دشواری نہ ہو اور اللہ کا حکم پورا ہو کہ ہر مرد ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نبی کے لیے جو کام فرما کر دیا ہو اس کے کرنے میں نبی پر کوئی حرج یا وجہ طعن نہیں ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا سابقہ شریعتوں میں دستور رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہر مفہوم کیا ہوا کام اٹل ہوتا ہے۔“

بعض فقہ گروا غلطوں نے ضعیف اور مطعون روایات کو بنیاد پر ان آیات کی تفسیر میں ایسی ایسی تاویلاتیں کھنڈی ہیں جو نہ صرف شان نبوت کے منافی ہیں بلکہ ان کو اگر سچ تسلیم کر لیا جائے تو نبوت پر ایمان قائم نہیں رہتا۔ ان آیات کی صحیح تشریح اور تفسیر وہی ہے جو ہم نے متبرعوں سے بیان کر دی ہے۔

ان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے:

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر اسی کی جان اور مال کے مالک ہیں اور تمنا میں اگر وہ کسی اسی کا کسی سے رشتہ کر دیں تو اس کو مجال انکار نہیں ہے۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم زینب حاصل ہے کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ انجام کار کیا ہوتا ہے۔
نورانی ارادہ کی تحقیق — حدیث نمبر ۳۵ میں ہے: ”نورانی ارادہ، اس جلد میں اتنی کوئی طرح پڑھا گیا ہے۔“

ملا علی تاری کھتے ہیں:

نورانی اداۃ کہ محدثین نے کئی طرح پڑھا ہے ایک صورت یہ ہے "لَوْ اَنَّى اَمَّا اَوْ" وہ خالقِ نور ہے
میں اس کو کہے رکھ سکتا ہوں " علامہ نووی نے اسی طرح بیان کیا ہے لیکن یہ تشریح اس لیے صحیح نہیں ہے کہ
حضرت ابوذر کی اس کے بعد جو روایت مذکور ہے اس میں صاف تصریح ہے کہ میں نے خالقِ نور کو دیکھا ہے
اور اس لفظ کو یوں بھی پڑھا گیا ہے "لَوْ اَنَّى اَمَّا اَوْ" اللہ تعالیٰ نورانی ہے اور میں اس کو دیکھتا ہوں یا
میں نے اس کو دیکھا ہے " (یہ ماضی کی حال سے حکایتِ تفسیر ہے)
اور اس لفظ کو پڑھنے کی ایک روایت اس طرح بھی ہے "لَوْ اَنَّى اَمَّا اَوْ" اللہ تعالیٰ خالقِ نور ہے
اور بلاشبہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔
ہمارے نزدیک مختاریہ ہے کہ اَنَّى اسم مکان ہے اور یہ استفہام کے لیے نہیں ہے اور اس کا
معنی یہ ہے "میں نے اس کو جہاں سے بھی دیکھا وہ فوراً ہی نور ہے۔"

بَابُ اثْبَاتِ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِينَ فِي الْآخِرَةِ
لِرَبِّهِمْ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى

عبداللہ بن قیس اپنے والد یعنی حضرت ابوہریرہ
اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو جنتیں ایسی ہیں کہ
ان کے تمام برتن اور دیگر ساز و سامان سب پاندی
کے ہوں گے اور دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے تمام
برتن اور ساز و سامان سونے کے ہوں گے اور
اہل جنت اور ان کے رب کے درمیان جنت عدن
میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی چار حائل ہوں گی۔

۳۵۶۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْظِيُّ وَأَبُو
عُثْمَانَ الْمُسَيْبِيُّ وَاسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ الصَّمَدِ وَالْقَظْظَالِي عَنْ عُثْمَانَ قَالَ
تَأَبَّوْا عِنْدَ الصَّمَدِ تَأَبَّوْا عَمْرًا أَنْ يَكْرَاهِي
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ قَيْسٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ
التَّيْهِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَنَّتانِ مِثْلُ
وُضْئِهِ لَيْسَ فِيهِمَا وَمَا فِيهِمَا وَجَنَّتانِ مِثْلُ دَهَبٍ لَيْسَ فِيهِمَا
وَمَا فِيهِمَا وَمَا بَيْنَ الْكُورِ وَبَيْنَ أَنْ تَنْظُرُوا وَإِلَى
مِثْلِهِمَا الْآرَاءُ أَفْكَرُ بَرِيًّا عَلَى وَجْهِهِ فِي
جَنَّةٍ عَدِينَ .

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمام جنتی
جنت میں چلے جائیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے
فرمائے گا کیا جنت کے بعد تمہاری کوئی اور خواہش

۳۵۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ
حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ قَالَ حَمَّادُ بْنُ
سُكَّةٍ عَنْ كَثَائِدِ الْبُخَارِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَلِيٍّ
عَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ التَّيْهِيِّ صَلَّى اللَّهُ

ہے جس کو میں پرہیز کروں، جتنی عرض کریں گے اسے بارالہ کیا کرنے ہمارے چہرے روشن نہیں کیے کیا ترسے ہم کو جنت عطا نہیں کی! کیا ترسے ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ ان کے اور اپنی ذات کے درمیان سے حجاب اٹھا دے گا اور جنتی اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار کر لیں گے قرآن کو اس کے دیدار سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہوگی۔

امام مسلم نے اسی سند کے ساتھ حضرت حبیب رومی سے یہی روایت نوکر کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ نے یہ حدیث بیان کر کے اللہ تعالیٰ کے دیدار پر استہلال کرتے ہوئے یہ آیت تلاوت فرمائی (ترجمہ) نیک لوگوں کے لیے نیک انجام ہے اور مزید انعام ہے میںی دیدار الہی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ایا ہم آجخت میں اپنے رب کو دیکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آسمان پر ماہ تمام جلوہ برتو کیا اس کو دیکھنے میں تمہیں کوئی دشواری ہوتی ہے، صحابہ نے عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا جب آسمان پر مہر تاباں جلوہ افروز ہو تو کیا اس کو دیکھنے میں تمہیں کوئی رقت ہوتی ہے، صحابہ کلام نے عرض کیا: بالکل نہیں، آپ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کو بھی اسی طرح دیکھو گے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا اور فرمائے گا جو شخص دنیا میں جس چیز کی عبادت کرتا تھا وہ آج بھی اسی کی پیروی کرے، لہذا جو شخص دنیا میں سوجھ کی پر جا کرتا تھا وہ اس کے ساتھ ہو جائے گا جو چاند کی پر جا کرتا تھا وہ اس کے ساتھ ہو جائے گا اور جو بتوں کی پر جا کرتا تھا وہ ان کے ساتھ ہو جائے گا۔

عَلَيْهِمْ وَآلِهِمْ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ قَالَ يَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يُرِيدُونَ شَيْئًا أَنَا يُدُّكُمْ فَيَقُولُونَ اللَّهُ مُبْتَلَيْنَ وَجُوهَنَا السَّخَرُ مَدَّ يَدَنَا الْجَنَّةَ وَكُنَّا حَبِيبًا مِنَ النَّارِ قَالَ فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ فَمَا أُعْطُوا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَى رَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ۔

۳۵۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ تَابَ يُزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَمَرَّادُكُمْ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ لَكَ ذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادًا ۝

۳۵۹۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ تَابَ يُزِيدُ بْنُ أَبِي رَاهِمٍ قَالَ تَابَ أَبِي عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ الْكِنْدِيِّ أَنَّ أَبَاهُ يَزِيدَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ تَابَ مَا كَانَ لَوْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَأْرَسُونَ اللَّهُ هَلْ تَرَى مَا بَيْنَ يَدَمِ الْقِيَمَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَصَارُونَ فِي الْقَمَرِ كَيْفَ الْبَدْرِ فَتَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَتَالَ هَلْ تَصَارُونَ فِي الشَّمْسِ كَيْفَ دُرِّهَا فَتَالُوا لَا فَتَالَ تَابَ كُمْ كَرُونَ كَذَلِكَ يَجْتَمِعُ اللَّهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَيَقُولُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْهُ فَيَتَّبِعْ مَنْ كَانَ يَتَّبِعُ الشَّمْسَ الشَّمْسُ وَ

يَتَّبِعُهُ مَنْ كَانَتْ يَدَايِهِ فِي صُلُوذٍ غَيْرِ صُلُوذٍ
وَتَبْقَى هَذِهِ الْأُمَّةُ فِيهَا مَنْ أَفْقُوها قِيَامَتِهِمْ
اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي صُلُوذٍ غَيْرِ صُلُوذٍ
الَّتِي يُغْفِرُونَ فَيَقُولُونَ قَوْلًا مَعْلُومًا مِنْكَ
هَذِهِ أُمَّةٌ كَانَتْ حَتَّى يَأْتِيَنَا مَرُّكَ
فِي إِجَاءِ مَرُّكَ جَرَفْنَا قِيَامَتِهِمْ
اللَّهُ فِي صُلُوذٍ غَيْرِ صُلُوذٍ قَوْلًا
أَنَا بَكْرٌ قِيَمُونَ أَمَّا مَرُّكَ قِيَمُونَ
وَيُصَرِّبُ الصِّرَاطَ بَيْنَ ظِلْمٍ إِلَى جَهَنَّمَ
كَأَنَّ أَتَادَ أُمَّتِي أَذَلَّ مِنْ يُجَنِّدُ
يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ إِلَى الرَّسُولِ وَدَعْوَى الرَّسُولِ
يَوْمَئِذٍ إِلَهُكُمْ سَلِمَ سَلَمٌ وَفِي جَهَنَّمَ
كَأَنَّ لَيْبٍ مِثْلُ شَوْلِ السَّعْدِ إِنْ غَيْرَ أَنَّهُ
لَا يَعْلَمُ مَا قَدْ عَظِمَ إِلَّا اللَّهُ تَخَطَّفُ
النَّاسِ يَا عَمَّا لِيَهُمْ قِيَمَتُهُمْ أَمَّا مَنْ
يَقِي بِعَمَلِهِ وَمِنْهُمْ الْمُجَارِي حَتَّى يُنْجِي
حَتَّى إِذَا حَرَمَ اللَّهُ عَمَّ وَجَلَّ مِنَ الْقَضَاءِ
بَيْنَ الْعِبَادِ وَآرَادَ أَنْ يُخْرِجَ يَوْمَئِذٍ
مَنْ أَرَادَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ أَمَّا أُمَّتِي كَمَا
أَنْ يُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَتْ لَا يُشْرِكُ
بِاللَّهِ شَيْئًا مِمَّنْ أَرَادَ اللَّهُ عَمَّ وَجَلَّ
أَنْ يُخْرِجَهُ مِمَّنْ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
فَيُخْرِجُهُمْ فِي النَّارِ يَغْفِرُ لَهُمْ بِأَشَدِّ
السُّجُودِ تَأْكُلُ النَّارُ مِنْ إِبْنِ آدَمَ
إِلَّا أَكْرَ السُّجُودِ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَى النَّارِ
أَنْ تَأْكُلَ أَكْرَ السُّجُودِ فَيُخْرِجُونَ مِنَ
النَّارِ قِيَامَتُهُمْ قِيَمَتُهُمْ عَلَيْهِمْ
مَاءٌ الْحَيَوِيُّ قِيَمَتُهُ مِنْهُ كَمَا
تَنْبُتُ الْعَبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّبِيلِ لِيُخْرِجَ

انہ میں یہ امت رہ جائے گی جس میں مومن اور منافق دونوں
شامل ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کے سامنے کسی ایسی صورت
میں جلوہ گر ہوگا جو ان کے لیے اجنبی ہوگی اور فرشتے
میں ہمارا رب ہوں میری امت کہے گی ہم تم سے اللہ
کا پناہ میں آتے ہیں ہم اس جگہ ٹھہریں گے یہاں تک
کہ ہمارا رب جلوہ گر ہو اور ہم اس کو پہچان لیں، پھر اللہ
تعالیٰ ان کے سامنے اس صورت میں جلوہ گر ہوگا جو ان
کے لیے جانی پہچانی ہوگی اور فرشتے گائیں ہمارا رب
ہوں، پھر میری امت عرض کرے گی کہ تو واقعی ہمارا
رب ہے، پھر وہ اپنے رب کے جلوہ کی اتباع
کریں گے پھر دوزخ کی پشت پر پل صراط بچھایا جائیگا
اور میں اور میرے امتی سب سے پہلے اس پل سے
گذریں گے اور اس دن رسول کے سوا کسی کو اللہ
تعالیٰ سے بات کرنے کا حوصلہ نہیں ہوگا اور اس دن
رسولوں کی زبان پر ہی دعا ہوگی اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ
راے مولیٰ سلامتی سے پار گزار دے اور جہنم میں
سدان نامی غار دار جھاڑی کی شکل کا کھنڈے ہوں گے،
پھر آپ نے پرچھا کیا تم نے سدان جھاڑی کو دیکھا
ہے، صحابہ کرم نے عرض کیا جی ہاں رسول اللہ آپ نے
فرمایا وہ کھنڈے سدان جھاڑی کے کانٹوں ہی کی طرح
ہوں گے لیکن اس کے دندانوں کی لمبائی کی مقدار کو
بغیر اللہ تعالیٰ کے رتلائے، کوئی نہیں جانتا اور وہ
کانٹے لوگوں کو ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے جہنم
میں گھسیٹ لیں گے اور بعض مومن اپنے نیک اعمال
کے سبب ان سے محفوظ رہیں گے اور بعض مومن پل
صراط سے گذر کر جہنم سے نجات پا جائیں گے یہ
سلسلہ یونہی جاری رہے گا یہاں تک کہ اللہ
تعالیٰ اپنے بندوں کا فیصلہ کر کے نارخ ہو جائے گا
پھر وہ ارادہ کرے گا کہ جن لوگوں نے شرک نہیں کیا

اللَّهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْأَيْبَاءِ وَبَيْنَ
 رَحِيلٍ مُّقْبِلٍ يُوْجِهُهُ عَلَى النَّارِ وَ
 هُوَ أَخُو أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا فِي الْجَنَّةِ
 فَيَقُولُ أَيُّ رَبِّ أَصْرَفَ وَجْهِي
 عَنِ النَّارِ فَلَوْ أَنَّ قَسْبِي
 مَا بَيْنَهُمَا وَ أَخْرَفْتَنِي ذَكَرًا وَهَا
 فَيَدْعُو اللَّهَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَدْعُوهُ
 ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى هَلْ
 عَسَيْتَ أَنْ فَعَلْتَ ذَلِكَ بِكَ أَنْ
 تَسْأَلَ غَيْرَكَ فَيَقُولُ لَا أَسْأَلُكَ
 غَيْرَهُ وَ يُعْطِي رَبِّيَ حَقَّ وَجْهٍ
 مِنْ عُهُودٍ وَ مَوَاشِيْقٍ مَا شَاءَ
 اللَّهُ فَيُصْرِفُ اللَّهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ
 فَيَاذَا أَقْبَلَ عَلَى الْجَنَّةِ وَرَأَاهَا
 سَكَتَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَسْكُتَ
 ثُمَّ يَقُولُ أَيُّ رَبِّ حَقَّ وَجْهِي
 إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ
 أَلَيْسَ قَدْ آعْطَيْتَ عُهُودَكَ وَ
 مَوَاشِيْقَكَ لَا تَسْأَلُنِي غَيْرَ الْغَيْرِ
 آعْطَيْتَكَ ذَلِكَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا
 آعْطَيْتَكَ فَيَقُولُ أَيُّ رَبِّ يَدْعُو اللَّهَ
 حَتَّى يَقُولَ لَهُ هَلْ عَسَيْتَ أَنْ
 آعْطَيْتَكَ ذَلِكَ أَنْ تَسْأَلَ غَيْرَهُ
 فَيَقُولُ لَا وَرِعَاتِكَ فَيُعْطِي رَبِّيَ
 مَا شَاءَ اللَّهُ مِنْ عُهُودٍ وَ مَوَاشِيْقٍ
 فَيُقَدِّمُهُ إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَيَاذَا
 كَامَ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ أَنْفَعَمَّتْ لَهُ
 الْجَنَّةُ كَرَامَى مَا فِيهَا مِنَ الْخَيْرِ
 وَالشُّرُورِ فَيَسْكُتُ مَا شَاءَ اللَّهُ

ہے ان میں سے وہ جن کو چاہے بخش اپنی رحمت
 سے جہنم سے نکال لے اس وقت فرشتوں کو حکم
 دے گا جو لوگ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول
 اللہ پر تاحیات قائم رہے ان کو جہنم سے نکال لیں،
 فرشتے ان لوگوں کو مسجدوں کے نشانات کا وجہ سے
 پہچان لیں گے کیونکہ اگ ابن آدم کے اعضا و جود
 کے علاوہ تمام جسم کو جلادے گی ایہ لوگ جلے ہوئے
 جسم کے ساتھ جہنم سے نکلے جائیں گے، پھر ان
 پر آب حیات ڈالا جائے گا جس کی وجہ سے یہ لوگ
 اس طرح تروتازہ ہو کر اللہ کھڑے ہوں گے جیسے
 یکپڑ میں پڑا ہوا دانہ اگ پڑتا ہے، پھر جب اللہ قائل
 اپنے ان بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو
 جائے گا تو ایک شخص ابھی باقی ہو گا جس کا منہ جہنم کی طرف
 ہو گا اور یہی شخص آخری جنتی ہو گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے عرض
 کرے گا اے میرے رب میرا منہ جہنم کی طرف سے
 پھر دے اس کی بددعا مجھے ایسا پہنچاتی ہے اور اس کی تپش
 مجھے جلا رہی ہے پھر جب تک اللہ تعالیٰ کی مشیت میں
 ہو گا وہ دعا کرتا رہے گا پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ
 ہو کر فرمائے گا "اگر میں نے تیرا یہ سوال پیدا کر دیا تو
 پھر تو اور سوال کرنے لگے گا وہ شخص کہے گا کہ میں اور
 کوئی سوال نہیں کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ اس سے وعدہ کی
 پختگی پر اپنی مرضی کے مطابق عہد و پیمان لے گا پھر
 اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ جہنم کی طرف سے پھر کر
 جنت کی طرف کر دے گا جب وہ شخص جنت کو
 اپنے سلسلے دیکھے گا تو اللہ کی مشیت کے مطابق کچھ
 دیر تو چپ رہے گا پھر کہے گا اے میرے رب مجھے
 جنت کے دروازے تک لے جا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا
 کیا تو نے مجھ سے پختہ عہد و پیمان نہیں کیے تھے
 کہ تو مزید سوال نہیں کریگا انہیں ہے اسے ابن آدم!

أَنْ تَسْكُتَ ثُمَّ يَقُولُ أَيْ رَبِّ
 أَذْخَلَنِي الْجَنَّةَ فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى
 لَهُ أَلَيْسَ فَذًا آعْطَيْتَ عَمَلُكَ
 وَمَوَاتِيْعَكَ لَا تَسْأَلُ غَيْرَ مَا
 آعْطَيْتَ وَيُكَلِّمُ يَا ابْنَ آدَمَ مَا
 آعْطَاكَ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ كَلَّا
 أَكُؤْمِنُ أَشْفَى خَلْقِكَ فَكَانَ
 فَلَا يَزَالُ يَدْعُو اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ
 حَتَّى يَضْحَكَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَ
 تَعَالَى مِنْهُ فَإِذَا ضَحِكَ اللَّهُ مِنْهُ
 قَالَ أَدْخِلِ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَدْخَلَهَا
 قَالَ اللَّهُ لَهُ كَسَمْتُ فَيَسْأَلُ مَا بَكَ
 وَيَحْتَمِي حَتَّى أَنْتَ اللَّهُ عَزَّ وَ
 جَلَّ كَيْدَ كَرُوكَ مِنْ كَذَا وَكَذَا
 حَتَّى إِذَا انْقَطَعَتْ بِهِ الْأَمَانَةُ
 فَكَانَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ذَلِكَ لَكَ وَ
 مِثْلُهُ مَعَهُ فَكَانَ عَطَاؤُهُ يَزِيدُ
 وَأَبُو سَعِيدٍ أَخْبَرَنَا أَنَّ
 هَؤُلَاءِ لَا يَزِيدُ عَلَيْهِ مِنْ حَيْثُ
 شَيْعًا حَتَّى إِذَا حَدَّثَكَ أَبُو هُرَيْرَةَ
 أَنَّ اللَّهَ قَالَ لِذَلِكَ الرَّجُلِ ذَلِكَ
 لَكَ وَ مِثْلُهُ مَعَهُ فَكَانَ أَبُو سَعِيدٍ
 وَ عَشْرَةٌ أَمْثَالِهِ مَعَهُ يَا أَبَا
 هُرَيْرَةَ فَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ مَا حِفْظُ
 إِلَّا قَوْلُهُ ذَلِكَ لَكَ وَ مِثْلُهُ
 مَعَهُ فَكَانَ أَبُو سَعِيدٍ أَشْهَدُ أَنِّي
 حِفْظُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَوْلُهُ ذَلِكَ
 لَكَ وَ عَشْرَةٌ أَمْثَالِهِ فَكَانَ

ترکس قدر عہد شکن ہے وہ شخص عرض کرے گا
 اے میرے رب! اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے گا
 حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: اگر میں نے
 تیرا یہ سوال بھی پورا کر دیا تو پھر تو اور کچھ نہیں مانگے گا۔
 وہ شخص کہے گا: اے میرے رب تیری عزت و جلال
 کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ اس شخص سے
 اس لئے وعدہ کی پختگی پر اپنی مرضی کے مطابق عہد
 پیمان لے گا اور اس کو جنت کے دروازے پر کھڑا
 کر دے گا، جب وہ شخص جنت کے دروازہ پر کھڑا
 ہو گا تو جنت اپنی تمام نعمتوں کے ساتھ اس کو نظر
 آئے گی اور وہ اس میں سرور انگیز اور خوشگوار مناظر
 دیکھے گا، پھر اللہ تعالیٰ کی محبت کے مطابق کچھ دیر
 تو وہ چپ رہے گا اس کے بعد کہے گا: اے میرے
 رب مجھے جنت میں داخل کر دے، اللہ تعالیٰ اس سے
 فرمائے گا: کیا تو نے ابھی پختہ عہد نہیں کیے تھے
 کہ تو اس کے بعد سوال نہیں کرے گا، انورس اے
 ابن آدم تو کس قدر عہد شکن ہے، وہ شخص عرض کرے گا:
 اے میرے رب! میں تیری مخلوق میں سب سے
 زیادہ بد نصیب ہوں گا کہ جنت کے دروازہ پر کھڑا
 ہوں اور پھر جنت کے اندر نہ جا سکوں، وہ یہ بھی بار
 بار دعا کرتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی شان کے
 مطابق ہنس اُٹھے گی، پھر جب اللہ تعالیٰ ہنس پڑے گا
 تو فرمائے گا: جا جنت میں داخل ہو جا، اور جب
 اس شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کر دے گا تو پھر
 فرمائے گا: اب اور تمنا کر وہ شخص اللہ تعالیٰ سے کچھ
 سوال اور تمنا نہیں کرے گا، پھر اللہ تعالیٰ خود اس کو
 جنت کی نعمتوں کی طرف متوجہ کرے گا اور جنت کی
 نعمتوں کی اجناس اسے یاد دلانے کا تاکہ اس کی
 آرزو میں پوری ہو جائیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

أَبُو هُرَيْرَةَ وَ ذِيكَ الرَّجُلِ الْآخَرِ أَهْلُ
الْجَنَّةِ دُخُلُوا الْجَنَّةَ

یہ سب نعمتیں بھی لے لو اور اتنی ہی مقدار میں اور نعمتیں
بھی لے لو، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی
اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مطابق بیان
کیا۔ صرف اس بات سے اختلاف کیا کہ حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ نے جب یہ کہا یہ تمام نعمتیں لے لو اور
ان کے برابر اور نعمتیں بھی لے لو تو حضرت ابو سعید
خدری نے کہا اسے ابو ہریرہ یہ تمام نعمتیں بھی لو اور
اس کی مثل دس نعمتیں اور لے لو، حضرت ابو ہریرہ نے
فرمایا مجھے تو یہ حدیث یہ بھی یاد ہے کہ یہ نعمتیں اور
ان کی ایک مثل لے لو، حضرت ابو سعید نے کہا میں
اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد اسی طرح یاد ہے کہ یہ نعمتیں بھی لو اور
ان کی مثل دس نعمتیں اور لے لو، حضرت ابو ہریرہ رضی
اللہ عنہ نے کہا میں اس شخص کی بات کو رد ہوں جو
سب سے آخر میں جنت میں داخل ہو گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا قیامت کے
دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ اس کے بعد
حسب سابق حدیث ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
جنت میں سب سے کم درجہ کا وہ شخص ہو گا جس سے
اللہ تعالیٰ نے فرمائے گا کہ "تسا کو د" وہ تساکو سے گا
پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کیا تم نے تساکو کی؟
وہ کہے گا "اں" اللہ تعالیٰ نے فرمائے گا جاؤ جو
تسا کی حق وہ بھی لے لو اور اس جتنا اور بھی لے لو۔

۳۶۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ النَّدَوِيُّ
أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ
الرُّمَيْثِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَطَاءُ
بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
النَّاسُ قَالُوا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ تَرَى مَا بَيْنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ
مَا قِيَامَتِكَ بِمِثْلِ مَا نَرَى حَتَّى إِذَا هُمْ بَيْنَ سَعْدٍ
۳۶۱۔ وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
أَخْبَرَنَا مَعْمَرُ عَنْ هِشَامِ بْنِ مَتِيَّهٍ قَالَ هَذَا مَا
حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَرَّ أَحَادِيثُ مِنْهَا وَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ
أَذَى مُتَدَوِّ أَحَدٍ كُسْرٍ مِنَ الْجَنَّةِ أَنْ يَقُولَ لَهُ
كَمَنْ كَمَنْ مِثْلِي فَيَقُولَ لَهُ هَلْ تَمْدِيَّتْ

فَيَقُولُ نَعَمْ فَيَقُولُ لَهُ فَرَارَ لَكَ مَا تَقْنِيتُ
وَمِثْلَهُ مَعَهُ

۳۶۲۔ وَحَدَّثَنَا ثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ
حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ
زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَافٍ
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ أَنَّ تَائِسًا فِي مَنَ مَنِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ قَرَى
مَرَّتًا يَوْمَ الْقِيَمَةِ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
نَعَمْ قَالَ فَهَلْ تَصَلَّاهُ وَتَرَى
رُؤْيَا الْقَمَرِ بِالْقَلَمِ يَوْمَ تَصْحَوُا
لَيْسَ مَعَهَا سَحَابٌ وَهَلْ تَعَارَفُونَ
فِي رُؤْيَا الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ تَصْحَوُا
لَيْسَ فِيهَا سَحَابٌ قَالُوا لَا يَا
رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا تَصَلَّاهُ وَتَرَى
فِي رُؤْيَا الْقَمَرِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَوْمَ
الْقِيَمَةِ إِلَّا كَمَا تَصَلَّاهُ وَتَرَى
رُؤْيَا أَحَدِهِمَا إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
أَذِنَ مُنَوَّرٌ لِيَسْتَرْيِعَ كُلُّ أُمَّةٍ
مِمَّا كَانَتْ تَعْبُدُ فَلَا يَبْقَى أَحَدٌ
كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ مِنَ
الْأَصْنَامِ وَالْأَنْصَابِ إِلَّا يَتَسَاءَلُونَ
فِي النَّارِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ
كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ مِنْ بَنِي إِسْرَافِيلَ
وَعَبِيدِ أَهْلِ الْكِتَابِ فَيُؤَدُّ
الْيَهُودُ فَيُقَالُ لَهُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ
قَالُوا كُنَّا نَعْبُدُ عُزَيْرَ ابْنِ اللَّهِ

حضرت البرسید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ کچھ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے پوچھا کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو
دیکھیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
”ہاں“ پھر آپ نے فرمایا جب سورج نصف النہار
پر حوالہ اس کے بالمقابل کوئی بادل بھی نہ ہو تو کیا
ہمیں سورج کو دیکھنے میں کوئی دشواری ہوتی ہے؟ اور
جب چودھویں شب کو آسمان پر چاند جلوہ آرا رہے
اور اس کے بالمقابل کوئی بادل بھی نہ ہو تو کیا چاند کو
دیکھنے سے ہمیں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ صحابہ نے
عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا پس جس کیفیت کے ساتھ تم دنیا
میں سورج یا چاند کو دیکھتے ہو اسی کیفیت کے ساتھ
تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار کرو گے
قیامت کے دن ایک اعلان کرنے والا اعلان کریگا
کہ ہر گروہ اس کی پیروی کرے جس کی وہ دنیا میں عبادت
کیا کرتا تھا۔ اس اعلان کے بعد جس قدر لوگ بھی اللہ
کے سوا بتوں وغیرہ کی عبادت کرتے تھے سب
جہنم میں جا کر گریں گے اور صرف وہ لوگ باقی رہیں
جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے خواہ
ایک ہوں یا بڑے اور کچھ لوگ اہل کتاب میں سے بھی
باقی رہیں گے، پھر یہود کو بلا کر ان سے پوچھا جائے گا
تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے ہم
دنیا میں اللہ تعالیٰ کے بیٹے عزیر کی عبادت کرتے
تھے، ان سے کہا جائے گا تم جھوٹے ہو، اللہ تعالیٰ
کا نہ کوئی بیٹا ہے نہ کوئی بیٹا ہے، اب تم کیا
چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے اسے رب! ہم یہاں سے

وَيَلْبِسُهُ آيَةً فَيَكْفُرُونَ بِهِ ۖ يَكْفُرُونَ لَعَنُوكُمُ فِي كَيْفَتِهِمْ عَنْ
 سَابِقِ فَلَا يَتَّبِعِي مَنْ كَانَ يُسْجِدُ
 لَهُمْ عَزَّةً دَجَنًا مِنْ يَلْفَاءَ وَنَفْسٍ إِذَا
 أَذِنَ اللَّهُ لَهُ يُلَاحِظُ وَيَسْجُدُ ۚ وَكَذَلِكَ يَبْطِئُ
 مَنْ كَانَ يُسْجِدُ لِإِقْدَافٍ ۚ وَرِيَاءٍ ۚ
 إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ ظَهْرَهُ طَبَقَةً وَاجِدَةً
 كَلِمًا أَمَرَادًا أَنْ يَسْجُدَ تَحَرَّ عَلَى
 قَعَاةٍ شَقَدِيْرُ قَعُونِ رُمُودُ سَهْمٍ
 وَحَدَّ كَحَوَّلٍ فِي صَوْرَتِهِ السَّيِّئِ
 رَأَوْا فِيهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ فَقَالَ إِنَّا
 بِكُمْ كَيْفُوكُنْ أَمْتُ سَابِقًا شَقَدِ
 يُضْرَبُ الْجَسْرُ عَلَى جَهَنَّمَ وَتَحُولُ
 السَّفَاغَةُ وَيَقُولُونَ اللَّهُمَّ سَلِّمْ
 سَلِّمْ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا
 الْجَسْرُ قَالَ دَخَلُ مَزَلَةٍ فِيهَا
 تَخَطَّاطِيْفٌ وَكَلَالِيْبٌ فِيهِ وَحَسَنٌ
 تَكُونُ يَسْجُدُ فِيهَا لِسُوءِيْكَةٍ يُقَالُ
 لَهَا السَّعْدُ مِنْ كَيْفُوكُنْ الْمُؤْمِنُونَ
 كَطَرَبِ الْعَيْنِ وَكَالْبَرْقِ وَكَالْبَرْقِ
 وَكَالْقَطْرِ وَكَالْجَاوِيْدِ الْهَيْلِ وَ
 الرِّكَابِ قَتَا حُرْمَتُكُمْ وَمَعْدُوشِ
 مُوسَلٍّ وَكَعْدُوشِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ
 حَقٌّ إِذَا اخْلَصَ الْمُؤْمِنُونَ مِنْ
 النَّارِ كَوَالِدِي نَفْسِي يَمِيْدُ مَا
 مِنْ أَحَدٍ مِنْكُمْ بِأَمَلَةٍ مِّنَّا فَمَدَّ
 يَدَهُ فِي الْأَسْرِ فَمَاءُ النَّحْسِ مِنْ
 الْمُؤْمِنِينَ يَلُو عَزَّةً وَجَلَّ يَوْمَ
 الْقِيَامَةِ لِأَحْوَارِهِمُ الذَّيْنِ فِي

شریک نہیں کرتے مسلمان یہ کلمات و دیاتین بار
 و مرآتیں گے یہ ایسا وقت ہوگا کہ بعض مسلمانوں کے
 دل ڈھنگانے لگیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا
 تمہارے علم میں کوئی ایسی لاشانی ہے جس سے تم
 اللہ تعالیٰ کو پہچان سکتے ہو؟ مسلمان کہیں گے ہاں
 پھر اللہ تعالیٰ اپنی پندلی منکشف فرمائے گا، اس منظر
 کو دیکھ کر جو شخص بھی دنیا میں محض اللہ کے خوف اور
 اس کی رضا کے لیے سجدہ کرتا ہے اس کو سجدہ کرنے
 کی اجازت دی جائے گی، اور جو شخص کسی دنیاوی خوف
 یا ریاکاری کے لیے دنیا میں سجدہ کرتا تھا اس کو سجدہ
 کی اجازت نہیں ملے گی اس کی پیٹھ پر تختہ کی طرح ہو جائے گی
 اور جب بھی وہ سجدہ کرنا چاہے گا اپنی پیٹھ کے
 بل گر جائے گا، پھر مسلمان اپنا سر سجدہ سے اٹھائے گا
 اور اللہ تعالیٰ اسی صورت میں ہوگا جس صورت میں
 انہوں نے اسے پہلے دیکھا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا
 میں تمہارا رب ہوں، مسلمان کہیں گے کہ تو ہمارا رب
 ہے، پھر جہنم کے اوپر پل صراط بچھا دیا جائے گا
 اور شفاعت کی اجازت دے دی جائے گی، اس
 وقت سب کہیں گے اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ اے
 اللہ سلامت رکھ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سے پوچھا گیا وہ پل کیسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا ایک
 پھسلوان چیز ہوگی اور اس میں دنیا سے دار کائنات
 رسول گئے، وہ لہجے کے کانٹے سعدان نام جھاڑی
 کے کانٹوں کی طرح ہوں گے، بعض مسلمان اس پل سے
 ہلک بھپکنے میں گزر جائیں گے، بعض بجلی کی طرح
 بعض آہدھی کی طرح، بعض پرندوں کی طرح، بعض تیز
 رفتار اعلیٰ نسل کے چوڑوں کی طرح اور بعض آدمیوں
 کی طرح یہ سب صحیح سلامت پارہ پہنچ جائیں گے اور
 بعض مسلمان کامیوں سے اکھٹے ہوئے پارہ پہنچ جائیں

النَّارِ يَقُولُونَ رَبَّنَا كُنَّا
 يَتُوبُ مُؤْمِنًا مَّعَنَا وَنَحْمِلُ
 يَحْجَرُونَ فَيَقَالُ لَهُمْ اخْرَجُوا
 مَنْ عَمِلَ فُلَانٌ قَدْحًا مَرْمُورًا هُوَ
 عَلَى النَّارِ فَيُخْرِجُونَ مَخْلُفًا
 كَثِيرًا فَتَذُكَّرُ النَّارُ إِلَى
 يَنْصِفُ سَاعِيْرًا وَرَأَى رُكْبَتَيْهِ
 ثُمَّ يَقُولُونَ رَبَّنَا مَا بَقِيَ فَيَقَالُ
 أَحَدًا فَيَمْنَنُ أَمْرًا نَبَاهُ فَيَقُولُ
 اللَّهُ جَلَّ وَعَزَّ ارْجِعُوا فَيَمْنَنُ
 وَجَدْتُكُمْ فِي قُلُوبِهِمْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ
 مِنْ خَيْرٍ مَّا خَرَجْتُمْ فَيُخْرِجُونَ
 مَخْلُفًا كَثِيرًا ثُمَّ يَقُولُونَ
 رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ فِيهَا أَحَدًا
 وَنَمْنَنُ أَمْرًا نَبَاهُ ثُمَّ يَقُولُ
 ارْجِعُوا فَيَمْنَنُ وَجَدْتُكُمْ فِي قُلُوبِهِمْ
 مِثْقَالَ نُصْفِ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ
 مَّا خَرَجْتُمْ فَيُخْرِجُونَ مَخْلُفًا
 كَثِيرًا ثُمَّ يَقُولُونَ رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ
 فِيهَا مِسْمَنًا أَمْرًا نَبَاهُ ثُمَّ
 يَقُولُ ارْجِعُوا فَيَمْنَنُ وَجَدْتُكُمْ
 فِي قُلُوبِهِمْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ
 مَّا خَرَجْتُمْ فَيُخْرِجُونَ مَخْلُفًا
 كَثِيرًا ثُمَّ يَقُولُونَ رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ
 فِيهَا خَيْرًا وَكَانَ آيُوسُ سَعِينًا
 الْخَدْرَى يَقُولُ إِنْ لَمْ تُصَدِّقُوا
 بِهَذَا الْحَدِيثِ مَّا كُنْتُمْ وَإِنْ شِئْتُمْ
 إِنْ أَلَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَ
 إِنْ كُلُّ حَسَنَةٍ يُضَاعَفُ بِهَا وَيُؤْتَى

اور بعض مسلمان کائناتوں سے زخمی ہو کر جہنم میں گر
 جائیں گے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ
 میں میری جان ہے جو مومن نجات پا کر جنت میں چلے
 جائیں گے وہ اپنے ان مسلمان بھائیوں کو جو جہنم میں
 پڑے ہوں گے جہنم سے چھڑانے کے لیے رابطہ
 نانہ اللہ تعالیٰ سے ایسا جھگڑا کریں گے جیسا جھگڑا
 کر لی شخص اپنا حق مانگنے کے لیے بھی نہیں کرتا اور
 اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کریں گے اے ہمارے
 رب یہ لوگ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے ہمارے ساتھ نمازیں
 پڑھتے تھے ہمارے ساتھ حج کرتے تھے ان سے کہا
 جائے گا جن لوگوں کو تم پہچانتے ہو ان کو دوزخ
 سے نکال لو ان لوگوں پر دوزخ کی آگ حرام کر دی
 جائے گی پھر جنتی مسلمان کثیر تعداد میں ان لوگوں کو دوزخ
 سے نکال لائیں گے جن میں سے بعض کی نصف ہڈیاں
 کو اور بعض کے ٹخنوں تک دوزخ کی آگ نے جلا ڈالا
 تھا پھر جنتی لوگ کہیں گے اے اللہ اب ان لوگوں
 میں سے کوئی باقی نہیں بچا جن کو جہنم سے نکال لائے
 کا تو نے حکم دیا تھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر جاؤ اور
 جس کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی نیکی ہے اس
 کو جہنم سے نکال لاؤ پھر جنتی لوگ کثیر تعداد میں لوگوں
 کو دوزخ سے نکال لائیں گے پھر اللہ تعالیٰ کی جناب
 میں عرض کریں گے اے اللہ جن لوگوں کو تو نے جہنم
 سے نکالنے کا حکم دیا تھا ہم نے ان میں سے کسی کو
 نہیں چھوڑا اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا جاؤ جس کے دل
 میں نصف دینار کے برابر بھی نیکی ہو اس کو جہنم سے
 نکال لاؤ جنتی لوگ پھر جائیں گے اور کثیر تعداد میں
 لوگوں کو جہنم سے نکال لائیں گے اور پھر اللہ تعالیٰ
 کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے ہمارے رب جن
 لوگوں کو تو نے دوزخ سے نکالنے کا حکم دیا تھا ہم

مِنْ لَدُنِّهِ أَجْرًا عَظِيمًا فَيَقُولُ
 اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَسَقْتِ الْهَيْكَلُكَ
 وَفَسَقَ الْقَائِمُونَ وَفَسَقَ الْمُؤْمِنُونَ
 وَلَمْ يَبْقَ إِلَّا أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ
 فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِمَّنِ الْمَنَافِرِ
 فَيُخَوِّجُ مِنْهَا قَوْمًا لَمْ يَعْمَلُوا
 خَيْرًا أَكْثَرَ فَتَدَاوُوا حُمَمًا
 فَيُلْقِيَهُمْ فِي نَهْمٍ فِي أَوْدِي الْجَنَّةِ
 يَقَالُ لَهُ تِلْكَ الْحَيَاةُ فَيُخْرِجُونَ
 كَمَا تَخْرُجُ الْعَبَّةُ فِي حَمِيلِ
 السَّيْلِ أَلَا كَرَدْتُمَا تَكُونُ إِلَى
 الْعَجَبِ أَوْ إِلَى الشَّجَرِ مَا تَكُونُ
 إِلَى الشَّيْءِ أَصْغَرُ أَحْيَا
 وَمَا تَكُونُ مِنْهَا إِلَى الْفِيلِ تَكُونُ
 أَبْيَضُ فَتَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ
 مَا تَكُنْ تَدْعِي بِالنَّبَا دِيَّةِ
 فَتَالِ فَيُخْرِجُونَ كَالْمُؤَلُّوْهُ فِي
 رِقَابِهِمُ الْخَرَا تَسْدُ يَعْرِضُهُمْ
 أَهْلُ الْجَنَّةِ هَلْ لَكُمْ عُنُقَاءُ
 اللَّهُ السَّيِّئِينَ أَذْخَلَهُمُ اللَّهُ
 الْجَنَّةَ يَغْدِرُ عَمَلُ عَمَلُوهُ
 وَلَا تَخِيرُ كَذِبُ مَوْهُ شَمَّ يَقُولُ
 أَذْخَلُوا الْجَنَّةَ وَمَا ذَا يُكْمَلُوهُ
 فَمَوْلَاكُمْ كَيْفَ قَوْلُونَ مَا يَكُنْ
 أَغْطِيَتْنَا مَا لَمْ تُغْطِ
 أَحَدًا آمِنَ الْعَالَمِينَ فَيَقُولُ
 لَكُمْ عَمَلُ عَمَلِي أَنْفَعُ مِنْ
 هَذَا كَيْفَ قَوْلُونَ يَا رَبَّنَا
 آتِنَا شَيْءًا أَنْفَعُ مِنْ هَذَا

نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ پھر
 فرمائے گا جس شخص کے دل میں تم کو ایک ذرہ کے
 برابر بھی نیکی ملے اس کو جہنم سے نکال لاؤ، مگر
 لوگ پھر بائیں گے اور جہنم سے بہت بڑی تعداد
 میں خلقِ خدا کو نکال لائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ
 میں عرض کریں گے اے اللہ اب دوزخ میں نیکی
 کا ایک ذرہ بھی نہیں ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
 اگر تم میری اس بیان کردہ حدیث کی تصدیق نہیں کرتے
 تو قرآن کریم کی اس آیت کو پڑھو: (ترجمہ) اے اللہ
 تعالیٰ ایک ذرہ کے برابر بھی کسی کے ساتھ زیادتی
 نہیں فرمائے گا اور جس شخص نے ایک نیکی بھی کی ہو تو
 اس کو دگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے اجرِ عظیم
 عطا فرمائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا فرشتے
 انبیاء اور تمام مسلمان شفاعت کر کے فارغ ہو گئے۔
 اب گنہگاروں کے لیے سوائے رحمِ الرحیم کے کوئی باقی
 نہیں رہا، پھر اللہ تعالیٰ ایک مٹی بھر کر دوزخ میں سے
 ان لوگوں کو نکال لے گا جنہوں نے اصلاً کوئی نیکی
 نہیں کی ہوگی، اور وہ لوگ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے۔
 اللہ تعالیٰ ان کو جنت کے دروازہ پر آبِ حیات کی نہر
 میں ڈال دے گا اور وہ اس نہر سے اس طرح تروتازہ
 نکل کھڑے ہوں گے جیسے سیلاب کی مٹی میں سے
 دانہ لگ پڑتا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو دانہ
 پتھر یا درخت کے پاس آفتاب کے رُخ پر ہوتا ہے
 وہ زرد یا سبز رنگ کا پروا بن جاتا ہے جو دانہ سائے
 کی جانب ہوتا ہے اس کا پروا سفید رنگ کا ہوتا
 ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا حضور آپ تو نرمی معاملات
 کو اس طرح بیان فرما رہے ہیں جیسے آپ جنگوں میں
 جانور چلاتے رہے ہوں، آپ نے مسلسل کلام

كَيْفَ قَوْلُ رَحْمَتِي فَكَلَّا أَسْخَطَ
عَلَيْكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ أَبَدًا۔

باری رکھتے ہوئے) فرمایا وہ لوگ اس نہر کے پانیوں
کی طرح چمکتے ہوئے ٹپکیں گے اور ان کی گردنوں
میں سونے کے پٹے پٹے ہوئے ہوں گے
جن کی وجہ سے اہل جنت انہیں پہچان لیں گے اور
ان کے باپے بھی کہیں گے یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ
تعالیٰ نے بغیر کسی نیک عمل کے جہنم سے آزاد کر
دیا ہے اور جنت میں داخل کر دیا ہے، پھر اللہ
تعالیٰ ان سے فرمائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ اور
جس چیز کو تم دیکھو گے وہ تمہاری ہو جائے گی، وہ
لوگ کہیں گے اے ہمارے رب تو نے ہم کو کچھ
عطا فرمایا ہے جو جہان والوں میں سے کسی کو عطا نہیں
فرمایا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے پاس تمہارے
لیے اس سے افضل چیز ہے وہ لوگ کہیں گے اے
ہمارے رب وہ کیا چیز ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا
میری رضا، اس کے بعد اب میں تم سے کبھی ناراض
نہیں ہوں گا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیا ہم اپنے رب کو
دیکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: جب مطلع صاف ہو تو کیا تمہیں سورج کو
دیکھنے میں کوئی دشواری پیش آتی ہے؟ ہم نے
عرض کیا نہیں۔ امام مسلم فرماتے ہیں باقی حدیث حسب
سابق ہے، البتہ اس سند کے ساتھ اس حدیث
میں یہ اضافہ ہے کہ جب اللہ ان مسلمانوں کو بخش
دے گا جنہوں نے کوئی نیک عمل نہیں کیا ہو گا تو
ان سے کہا جائے گا جنت میں جو کچھ تم نے دیکھا
یہ بھی ہے لو اور اس جتنا اور سے لو۔
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

۳۶۳۔ قَالَ مُسْلِمٌ قَرَأْتُ عَلَى عِيسَى بْنِ
حَمَّادٍ رُغْبَةً الرُّمَضِيِّ هَذَا الْحَدِيثَ فِي الشُّفَاعَةِ
وَقُلْتُ لَهُ أَسَدْتُكَ بِهَذَا الْحَدِيثِ عَنْكَ إِنَّكَ
سَمِعْتَهُ مِنْ كَيْسِ بْنِ سَعْدٍ فَقَالَ نَعَمْ هَذَا
لِعِيسَى بْنِ حَمَّادٍ أَخْبَرَكَ الْكَلْبِيُّ بْنُ سَعْدٍ
عَنْ ثَالِثِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ
زَيْدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ زَيْدِ
بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءٍ وَبْنِ يَسَّارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ
بِالْحَدِيثِ رَوَى اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ
كُلَّمَا يَأْتِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَتَى سَرَّيْنَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَصَافَوْنَ فِي رُؤْيَى الشَّمْسِ
إِذَا كَانَ يَوْمٌ صَحُّو قُلْنَا لَا وَسُقَّتِ الْحَدِيثُ

ہیں کہ مجھ تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ ہل مراط بال
سے باریک اور تلوار سے دیا نہ تیز ہے اور لک
اور سند کے ساتھ یہ اضافہ نہیں ہے۔

— حَقُّ الْقَضَى اخْوَا وَهُوَ تَحْوِصٌ يَنْشُرُ
حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ وَرَأَدَ بَعْدَ قَوْلِهِ لَا يَذِيرُ قِيلَ
قِيلُوا وَلَا قَدْ هُمْ قَدْ مَنُوعٌ فَيُقَالُ لَهُمْ
لَكُم مَّا آيَتُهُمْ وَمَعَهُ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ
وَالْحَدِيثُ بَلَعَنِي أَنَّ الْجَسَدَ أَذَى مِنَ الشَّعْرِ
وَأَحَدٌ مِنَ الشَّيْءِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ الْكَلْبِ
فَيَقُولُونَ رَبَّنَا آعْطَيْنَا مَا لَكُم نَعْطِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ
وَمَا بَعْدَهُ فَأَقْرَبُ عَيْسَى بْنُ حَمَادٍ -

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ زید بن اسلم رضی اللہ
عنه سے کچھ تغیر و تبدل اور کئی بیانی کے ساتھ ایک
سند سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۳۶۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
جَعْفَرُ بْنُ عَوْفٍ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ نَا
زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ بِإِسْنَادٍ هَمَّا نَحْوُ حَدِيثِ حَفْصِ
بْنِ مَيْسَرَةَ إِلَى الْخِيَرَةِ وَقَدْ رَأَى وَلَقَّصَ شَيْئًا

اللہ تعالیٰ کی رویت میں اہل قبلہ کے مذاہب | علامہ نووی لکھتے ہیں:

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رویت عقلاً ممکن ہے محال نہیں ہے، اور اس پر اجماع ہے
کہ یہ رویت آخرت میں واقع ہوگی، اور مومن اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور کافر نہیں دیکھیں گے، اور اہل بدعت میں
سے معتزلہ، خوارج اور بعض مرجئہ کا مذہب یہ ہے کہ مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھے گا اور اللہ تعالیٰ
کی رویت عقلاً محال ہے اور ان کا یہ قول خطا و صریح اور جہل قبیح ہے، کتاب اور سنت کے دلائل اور صحابہ
اور ان کے بعد انبیاء امت کا اس پر اجماع ہے کہ مومنین کے لیے اللہ تعالیٰ کی رویت آخرت میں واقع ہوگی
اور ہمیں سے زیادہ صحابہ سے اس نوع کی اماریث مروی ہیں۔
اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ رویت ایک قوت ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں پیدا کرتا ہے، اس کے
لیے شعاع بصری کا اعلاہ کرتا اور مری کا دیکھنے والے کے بالمقابل ہونا شرط نہیں ہے، البتہ ہم جو ایک
دوسرے کو دیکھتے ہیں اس میں یہ چیز اتفاقاً پائی جاتی ہے لیکن یہ شرط نہیں ہے اور حبیب مومن اللہ تعالیٰ نے
کو دیکھیں گے تو اس سے اللہ تعالیٰ کا مقابل جہت میں ہونا لازم نہیں آئے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اب ہمیں
دیکھتا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ، ہمارے بالمقابل ہو۔
اللہ تعالیٰ کے دکھانے دینے پر حسب ذیل آیات دلالت کرتی ہیں:

وجوه ۴ یومئذ ناضرة الی ربها ناظرة۔
(قیامت ۲۲۱)

کلا انھد عن ربھد یومئذ لمحجوبون۔
(مطفئین ۱۵۱)

اور کفار کی آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محرومی و حسرت اور عذاب تب ہی ہوگا جس وقت کہ جب مسلمانوں کو آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنا دیدار کر کے شادمانی عطا فرمائے۔

ان احادیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ مسلمانوں کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوگا۔ عام مسلمان دنیا میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے اور آخرت میں دیکھ لیں گے، اس کا سبب یہ ہے کہ دنیا میں آنکھیں ٹانی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی کلمات باقی ہے، اور قہار ہونے والے آنکھوں سے باقی کا جلوہ نہیں دیکھا جاسکتا اور آخرت میں مسلمان بھی ہمیشہ باقی رہیں گے اور ان کی آنکھیں بھی باقی رہیں گی تو بقا کی آنکھوں سے باقی کا جلوہ دیکھ لیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت سے پہلے اپنی آنکھوں سے باقی کا جلوہ دیکھا ہے، اس سے معلوم ہوا تمام انسانوں کی آنکھیں بقا کی نظر ہیں اور حضور کی آنکھیں بقا کی نظر ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا کسی صورت میں تجلی فرمانے کا بیان | حدیث نمبر ۳۶۲ میں ہے، اللہ تعالیٰ پہلے ایک صورت میں ظاہر ہوا کہ جس کو دیکھ کر مسلمان انکار کریں گے

اور کہیں گے کہ تو ہمارا رب نہیں ہے، پھر ایک صورت میں ظاہر ہوا کہ مسلمان پہچان لیں گے۔

شروع میں منافقین مسلمانوں کے ساتھ شامل رہیں گے اور مسلمانوں کو اپنے لیے ڈھال بنالیں گے جس طرح دنیا میں یہ معمول تھا بعد میں حوض کوثر پر منافقین کی چھائی کر دی جائے گی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمجھا سمجھا کر دوسرے فرما کر انھیں مسلمانوں سے الگ کر دیں گے، یا اس موقع پر جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا وامتازوا الیوم ایھا المعجودون "اے مجبور آج علیحدہ ہو جاؤ"

اللہ تعالیٰ کا پہلے ایسی صورت میں ظاہر ہونا جس کا مومنین انکار کر دیں اور دوبارہ ایسی صورت میں ظاہر ہونا جس صورت کو دیکھ کر مومنین اس کو رب مان لیں۔ اس کی تشریح کے بارے میں ملت صاحبین کا مسلک یہ ہے کہ یہ متشابہات میں سے ہے ہم اس حدیث پر ایمان لاتے ہیں اس کے منشاء اور مطلب کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مومن کرنے ہیں اور متاخرین میں سے قاضی عیاض وغیرہ نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ پہلی صورت میں اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کی صورت پیش کرے گا جس صورت سے اس کے حادث اور مخلوق ہونے کے آثار ظاہر ہوں گے، اس لیے مومنین اس صورت کو دیکھ کر کہہ دیں گے یہ ہمارا رب نہیں ہے بعد میں اللہ تعالیٰ ان پر اپنی ایک صفت مشکفت فرمائے گا اس صفت کو حدیث میں صورت سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ شکل اور صورت سے پاک ہے اور یہ ایسی صفت ہوگی جو مخلوقات کی صفات میں سے کسی صفت کے مشابہ نہ ہوگی اور نہ اس پر آثار و حدوث ظاہر ہوں گے اس لیے اس صفت کی تجلی کو دیکھ کر تمام مسلمان پکار اٹھیں گے کہ یہ ہمارا رب ہے کیونکہ ان کا اعتقاد ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی مثل کر لے نہیں ہے لہذا جب

وہ ایک بے مثل صفت کر دیجییں گے تو پہچان لیں گے کہ یہ ہمارا رب ہے۔

حافظ مسطلانی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرمایا پہلی بار جو صورت نظر آئے گی اس میں قیامت کی ایسی ہر نہائیاں نظر آئیں گی جیسی دہشت ناک ہر نہائیاں اٹھوں نے کبھی دنیا میں بھی نہ دیکھی ہوں گی۔ اس لیے وہ کہیں گے کہ ہم اس سے خدا کی پناہ میں آتے ہیں اس کے بعد جو صورت نظر آئے گی اس میں اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کی تجلیات ہوں گی جن کو دیکھ کر ان کا خوف اور دہشت دور ہو جائے گی اور یہی وہ صورت ہے جس کو ”کشف ساق“ و پنڈلی منکشف کرنا سے تعبیر کیا گیا ہے اور جب مسلمان اللہ تعالیٰ کے بے مثال لطف و کرم کی تجلیات دیکھیں گے تو بے اختیار کہہ اٹھیں گے کہ یہی ہمارا رب ہے یہ بھی ممکن ہے کہ پہلی صورت میں مسلمانوں کے دل میں اللہ تعالیٰ یہ بات پیدا کر دے کہ یہ صورت ان کا رب نہیں ہے اور وہ اپنے وجدان سے انکار کر دیں اور دوسری صورت جب نظر آئے جو واقعی اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہو تو اللہ تعالیٰ ان کے دل میں یہ بات پیدا کر دے کہ وہ واقعی ان کا رب ہے اور وہ اپنے وجدان کی بنا پر کہیں گے کہ یہ ہمارا رب ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ کا معشر میں دیدار بطور امتحان ہو گا اور جنت میں دیدار بطور انعام ہو گا۔

شفاعت کا اثبات اور موحّدین کو رونق

سے نکالنے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت میں سے جسے چاہے گا اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دے گا اور اہل جہنم میں سے جسے چاہے گا جہنم میں داخل کر دے گا، پھر فرمائے گا دیکھو جس کے دل میں رالی کے ایک دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو جہنم سے نکال دو پس وہ لوگ جہنم میں سے اس حال میں نکالے جائیں گے کہ ان کا جسم جل کر کوئلہ ہو چکا ہو گا، پھر ان کو آب حیات کا نہر میں ڈال دیا جائے گا اور وہ اس نہر میں سے اس طرح تروتازہ ہو کر نکلتا شروع ہوں گے جیسے دانہ پانی کے بہاؤ والی مٹی میں سے ندی مائل ہو کر آگ پڑتا ہے۔

امام مسلم ایک اور سند ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ

بَابُ اثْبَاتِ الشَّفَاعَةِ وَ اخْتِدَاجِ

الْمُوحِّدِينَ مِنَ النَّاسِ

۳۶۵۔ وَ حَدَّثَنَا هُرُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُمَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُدْخِلُ اللَّهُ أَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ بِرَحْمَتِهِ وَ يُدْخِلُ أَهْلَ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُولُ انْظُرُوا امْرُؤًا جَدُّنَا فِي قَلْبِهِ وَثَقَالُ حَبَّةٍ مِنْ عَرَّةٍ مِنْ إِبْرَاهِيمَ فَأَخْرِجُوهُ كَيْفَ أَخْرِجُونِ مِنْهَا حُمْسًا قَدِ امْتَحَشُوا أَقْبِلُوا قُلُوبَكُمْ فِي نَهْرِ الْحَيَاةِ أَوْ الْحَيَاءِ فَيُبْسِتُونَ فِيهِ كَمَا تَبْسِتُ الْحَبَّةُ إِلَى جَانِبِ السَّيْلِ أَلَمْ تَرَوْهَا كَيْفَ تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مَلْتَوِيَةً۔

۳۶۶۔ وَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ

اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔
یہ ہے کہ پہلی روایت میں دانہ اُگنے کا ذکر تھا اور اس میں
کوڑا کرکٹ کے اُگنے کا ذکر ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنہوں
سے جو لوگ کافر اور مشرک ہیں وہ نہ تو جہنم میں نہیں
اور نہ ہی زندگی کا لطف پائیں گے البتہ کچھ مسلمان ایسے
ہوں گے کہ جن کو ان کے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں
ڈالا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان پر موت طاری کرے گا
یہاں تک کہ وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے پھر جب شفقت
کی اجازت ہوگی تو ان کو گرہ در گرہ بلایا جائے گا اور
انہیں جنت کی نہروں میں ڈال دیا جائے گا پھر ان جنت
سے کہا جائے گا ان پر پانی ڈالو جس کے سبب ان اس
طرح تروتازہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے جیسے پانی
کے پہاڑ سے اُٹنے والی مٹی میں دانہ سرسبز و شاداب
ہو کر نکل آتا ہے۔ یہ سن کر صحابہ میں سے ایک شخص کہنے
لگا یوں گفتا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جنگل میں رہے ہوں۔

اسم مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت
ابو سعید خدری کی یہی روایت منقول ہے مگر اس میں دانہ کے
اُگ پڑنے تک کا ذکر ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

كَأَعْقَانِ قَالِي كَا وَهَيْبٌ ح وَحَدَّثَنَا حَجَّابُ بْنُ
الشَّامِرِ قَالَ كَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ كَا خَالِدٌ
يَكْلَاهُمَا عَنْ عَمْرٍو بْنِ يَحْيَى بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ
فَيُلْقَوْنَ فِي كَهْرٍ يُقَالُ لَهُ الْحَيَاةُ وَكَا يُكْسَمُ وَ
فِي حَدِيثٍ خَالِدٍ كَمَا تَنَمَّتْ الْقَشَاءُ فِي جَانِبِ
السَّيْلِ وَفِي حَدِيثٍ وَهَيْبٌ كَمَا تَنَبَّتْ الْحَبَّةُ فِي
حَيْثَةٍ أَوْ حَيْثَلَةٍ السَّيْلِ -

۳۶۷ - وَحَدَّثَنَا شَيْخُ نَصْرَةَ بْنِ عَلِيٍّ بِالْجَهْفِ قَبِيحٌ
قَالَ كَا يَشْرَعُ يَقْنِي ابْنُ الْمَقْطَلِ عَنْ أَبِي مُسْلَمَةَ
عَنْ أَبِي نَصْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَمَّا
أَهْلُ النَّارِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُهَا فَاتَّهَمُوا
يُسَوِّتُونَ فِيهَا وَلَا يَحْيَوْنَ وَلَكِنْ كَأَنَّ أَصَابَتَهُمُ
النَّارُ يَذْكُرُوهُمْ أَوْ خَالَ يَحْطَأُ يَأْتُهُمْ فَمَا تَهُمُ
اللَّهُ إِمَامَةٌ حَتَّى إِذَا كَانُوا نَحْمًا أُذِنَتْ
بِالشَّقَاعَةِ فَجِيئَ بِهِمْ صَبَابٌ صَبَابٌ فَبُشُوا
عَلَى أَنْهَارِ الْجَنَّةِ شَرَّ قِيلٍ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ
أَفِيضُوا عَلَيْهِمْ قَيْنِسُونَ نَبَاتَ الْجَنَّةِ تَكُونُ
فِي حَيْثِلِ السَّيْلِ فَكَانَ رَجُلٌ مِمَّنْ انْقَوَمَ كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ
فِي الْبَنَادِيَةِ -

۳۶۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ
بَشَّارٍ كَا كَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ كَا شُعْبَةُ
عَنْ أَبِي مُسْلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا نَصْرَةَ عَنْ أَبِي
سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُ إِلَى قَوْلِهِ فِي حَيْثِلِ
السَّيْلِ وَلَهُ يَذْكُرُ مَا بَعْدَ كَا -

۳۶۹ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمَا شَيْخُ

بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ يَكْلِمُهُمَا عَنْ جَرِيرٍ قَالَ
عُثْمَانُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ
عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِيَّيْ لَا عَنْهُمْ
أَخْرَجَ أَهْلَ النَّارِ حُرُوجًا مِنْهَا وَأَخْرَجَ أَهْلَ الْجَنَّةِ
دُخُولًا فِي الْجَنَّةِ رَجُلٌ يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ رَحْمَتًا
فَيَقُولُ اللَّهُ عَنْ وَجَلَّ لَهُ إِذْ هَبْ فَادْخُلِ
الْجَنَّةَ قَالَ فَيَا رَبِّهَا فَيَخِيلُ إِلَيْهِ أَتَاهَا مَلَأَى
فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلَأَى فَيَقُولُ
اللَّهُ عَنْ وَجَلَّ لَهُ إِذْ هَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ
فَيَا رَبِّهَا فَيَخِيلُ إِلَيْهِ أَتَاهَا مَلَأَى فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ
يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلَأَى فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ إِذْ هَبْ
فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَإِنَّ لَكَ مِنْ الدُّنْيَا وَعَشْرَةَ أَهْلًا
أَوْ إِنْ لَكَ عَشْرَةٌ أَمْثَالِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَقُولُ
أَتَسْعَوِي أَوْ تَضَعُكَ بِي وَأَنْتَ الْمَلِكُ وَقَالَ
لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ ضَمِيكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِدُهُ قَالَ فَكَانَ
يَقُولُ ذَلِكَ أَذْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنُورًا

۳۷۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَآبُو
كَرَيْبٍ وَالتَّفْطِلِيُّ كَرَيْبٌ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ
عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ
عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِيَّيْ لَا عَنْهُمْ أَخْرَجَ أَهْلَ النَّارِ
حُرُوجًا مِنَ النَّارِ رَجُلٌ يُخْرَجُ مِنْهَا دُخُلًا
فَيَقُولُ لَهُ أَطْلِقْنِي فَادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ فَيَذْهَبُ
فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ فَيَجِدُ النَّاسَ قَدْ أَخَذُوا
الْمَتَاعَ فَيَقُولُ لَهُ أَتَذْكُرُ الزَّمَانَ الَّذِي كُنْتُ فِيهِ
فَيَقُولُ نَعَمْ فَيَقَالُ لَهُ تَمَتَّعْ فَيَتَمَتَّعُ فَيَقَالُ
لَهُ لَكَ الَّذِي تَمَتَّعْتَ وَعَشْرَةُ أَهْلِي الدُّنْيَا

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یقیناً
معلوم ہے کہ سب سے آخر میں جہنم میں سے کون
نکلے گا اور سب کے بعد جنت میں کون داخل ہوگا وہ
ایک ایسا شخص ہوگا جو کونوں کے بن گھسٹا ہوا جہنم میں
سے نکلے گا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا جنت
میں داخل ہو جا۔ جب وہ جنت میں داخل ہوگا تو
وہ یہ سمجھے گا کہ جنت بھر چکی ہے وہ واپس لوٹ آئیگا
اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا اے میرے
رب جنت تو بھر چکی ہے اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا
جا جنت میں داخل ہو جا، وہ جائے گا اور پھر اس کا خیال
یہ ہوگا کہ جنت تو بھر چکی ہے، وہ پھر لوٹ آئے گا اور عرض
کرے گا اے میرے رب میں نے تو جنت کو بھرا ہوا
پایا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا جا جنت میں داخل ہو،
تجھے جنت میں دنیا اور اس کی دس گنا جگہ مل جائے گی اور
شخص عرض کرے گا اے اللہ تو نامک ہو کہ مجھ سے
مذاق کرتا ہے حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں میں نے
اس مرتبہ حضور کو ہنستے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ آپ کی مبارک
واڑھیں ظاہر ہوئیں پھر حضور نے فرمایا یہ ایک جنتی کا سبک کم رہ رہا ہے
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس
شخص کو یقیناً جانتا ہوں جس کو سب سے آخر میں
درجہ سے نکالا جائے گا وہ شخص کونوں کے
بن گھسٹا ہوا جہنم سے نکلے گا اس شخص سے کہا جائے گا
”چلو جنت میں داخل ہو جاؤ“ وہ جنت میں جا کر دیکھے گا
کہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں رہ رہے ہیں اس
شخص سے کہا جائے گا کیا تیرے وہ وقت یاد سے
بے گذار کر آئے ہو وہ اثبات میں جواب دے گا
پھر اس سے کہا جائے گا تنا کر وہ تنا کرے گا
پھر اس سے کہا جائے گا تم نے جو تمنا کی ہے وہ

قَالَ قِيْلُ اَلَمْ نَكُنْ فِيْ دَاۤءِیْكَ وَ اَمَلْنَا لَمَلِكٍ لَّكَ فَكَانَ
فَلَقَدْ دَاۤءِیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ
وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰی بَكَتْ لَوَاحِجُهُ

بھوں نے رادر تمام دنیا کی رس گنا جگہ بھی نے نوردہ شخص
کہے گا "نرمجہ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو ہمارے
ہے حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما کر نہیں پڑے اور آپ کی
ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔

۳۷۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ثَنَا
عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ ثَنَا عَمَّارُ بْنُ سَلَمَةَ
ثَنَا كَثَائِبُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَسْعُودٍ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ قَالَ أَحَدُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ
رَجُلٌ كَهْوَرِيْمَشِي مَرَّةً وَيَكْبُو
مَرَّةً وَتَسْقِيهِ الْمَاءَ مَرَّةً فَذَا
مَا جَاءَ دَعَاَهَا التَّتَفَتَ إِلَيْهَا فَتَنَالَتْ
تَبَارَكَ الْكَدَى نَجَا فِي مِثْلِكَ لَعَنَهُ
أَعْطَا فِي اللَّهِ شَيْئًا مَا أَعْطَاهُ
أَحَدًا مِنْ آلِ دَاۤءِیْنَ وَالْأَحْيَاءِ
فَتَرَفَعُ لَهُ شَجَرَةٌ قِيْلُ آي
رَبِّ آذِنِي مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ
ذَلِكَ سَطْلٌ يَطْلِيهَا وَآشْرَبَ
مِنْ مَآئِهَا قِيْلُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
يَا أَبْنَا دَاۤءِیْ إِنْ أَعْطَيْتُكَهَا
سَأَلْتَنِي غَيْرَهَا قِيْلُ لَا يَأْتِ
وَيَعَايِدُكَ أَنْ لَا يَسْأَلَكَ غَيْرَهَا
وَرَبُّهُ تَعَالَى يَخْذُ ذِكْرَكَ يَوْمَ
مَا لَا حَبْرَ لَكَ عَلَيْهِ فَيُدْنِيهِ مِنْهَا
فَيَسْتَقِلُّ بِطَلْعِهَا وَتَشْرَبُ مِنْ مَآئِهَا
ثُمَّ تَرَفَعُ لَهُ شَجَرَةٌ هِيَ أَحْسَنُ
مِنَ الْأُولَى قِيْلُ آي رَبِّ آذِنِي
مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ لَا تَشْرَبُ مِنْ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص
سب کے بعد جنت میں داخل ہو گا وہ گناہ پر گناہ
اور گستاخا ہوا جہنم سے اس حال میں نکلے گا کہ جہنم
کی آگ اُسے جلا دے گی، جب جہنم سے نکل جائے گا
تو پلیٹ کی طرح کی طرف دیکھے گا اور حکیم سے مخاطب
ہو کر کہے گا بڑی برکت والی وہ ذات ہے جس نے
مجھ کو تجھ سے نجات دی، اللہ تعالیٰ نے مجھے
وہ نعمت عطا فرمائی ہے کہ اولین و آخرین میں سے
کس کو بھی ایسی نعمت عطا نہیں فرمائی ہو گی، پھر اس کے
لیے ایک درخت بلند کیا جائے گا وہ شخص کہے گا
اے میرے رب مجھے اس درخت کے قریب کر
دے تاکہ میں اس کے سایہ کو حاصل کروں اور اس
کے پھلوں سے پانی پیوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا
اے ابن آدم اگر میں نے تیرا یہ سوال پورا کر دیا تو
پھر تو کوئی اور سوال کرے گا وہ فرمیں کہ سے گا
پھر نہیں اے میرے رب، اور اللہ تعالیٰ اس
سے سوال نہ کرے گا معاہدہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ
اس کا قدر قبول کرے گا کیونکہ وہ ایسی ایسی نعمتیں دیکھے گا
جن پر سب کرنا اس کے لیے ممکن نہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اس
شخص کو اس درخت کے قریب کر دے گا وہ اس
کے سائے میں آرام کرے گا اور اس کے پھلوں کے
پانی سے اپنی پیاس بجائے گا پھر اس کے لیے
ایک اور درخت ظاہر کیا جائے گا جو پہلے درخت

اللّٰهُ قَالَ مَنْ ضَمَّكَ رَبِّ الْعَالَمِينَ
حَبِيبٍ قَالَ أَلَسْتَ تَهْتَدُ حَبِيبِي وَأَنْتَ
رَبُّ الْعَالَمِينَ قِيْلَ لَوْ لَا أَسْتَغْنِي
وَمَنْكَ وَلَكِنِّي عَلَى مَا أَمْسَأُ قَادِرٌ

کو کیا چیز رک سکتی ہے کیا تو اس بات پر راضی ہے
کہ میں تجھے رحمت میں (دنیا اور اس جتنی اور جگہ سے
دوں) وہ شخص عرض کرے گا اے میرے رب
تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو رب العالمین
ہے، یہ حدیث سننا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ہنس
پڑے پھر آپ نے حدیث سننے والوں سے
کہا تم نے مجھ سے پوچھا میں کیوں ہنسا لوگوں
نے کہا "بتلائیے آپ کیوں ہنسے" حضرت عبداللہ
بن مسعود نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی
یہ بات فرما کر ہنسے تھے صحابہ نے پوچھا یا رسول
اللہ آپ کس وجہ سے ہنسے ہیں۔ آپ نے فرمایا
اللہ تعالیٰ کے ہنسنے کی وجہ سے جب اس شخص
نے یہ کہا کیا تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ
تو رب العالمین ہے "اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
میں مذاق نہیں کرتا لیکن میں ہر چیز پر قادر ہوں۔
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتیں
میں سے سب سے کم درجہ کا شخص وہ ہوگا جس کا
چہرہ اللہ تعالیٰ جہنم سے جنت کی طرف پھیر دے گا اور
اس کے لیے ایک سایہ دار درخت بنا دے گا وہ
شخص کہے گا اے میرے رب مجھے اس درخت
کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے سایہ میں ہوں۔
امام مسلم فرماتے ہیں اس کے بعد حدیث سابقہ کی مثل
ہے لیکن اس میں یہ فرق نہیں ہے کہ اسے ابن آدم
تیری آرزوؤں کو کیا چیز ختم کر سکتی ہے "اور اس
میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمائے گا فلاں
فلاں چیز کی تمنا کر اور جب اس کی آرزو میں ختم ہو
جائیں گی تو اللہ تعالیٰ نے فرمائے گا یہ آرزو میں ابھی
پوری کر لو اور ان کی مثل دس گنا اور سے لو پھر

۳۷۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ كُنَّا بِحَدِيثِ
بْنِ أَبِي بَكْرٍ تَنَاوَلَهُ بَنُو مُسْتَهْدٍ عَنْ مُسْتَهْدٍ بِنِ
أَبِي صَالِحٍ عَنِ الثَّعْلَبَانِ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي
سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ قَتَلَ إِيَّاهُ أَهْلَ الْجَنَّةِ مَعْرُكَةً
رَجُلٌ مَرَدَّ اللَّهُ وَجْهَهُ عَنِ التَّكَاثُرِ قَبْلَ الْجَنَّةِ
وَمَثَلُ لَهْ فَبَعْدَهُ ذَاتُ ظِلٍّ فَقَالَ آفِي سَابِ
قَدْ مَنَعَنِي إِلَى هَذَا الشَّجَرَةِ أَكُونُ فِي ظِلِّهَا وَ
سَأَلَ الْحَدِيثَ بِخَوِصَّةِ بَنِي مَسْعُودٍ وَلَمْ
يَذْكُرْ قِيْلَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا يَصْرِفُ بَنِي وَمَنْكَ
إِلَى أَحَدِ الْحَدِيثِ وَمَا دَفَنِيهِ وَيَذْكُرُهُ اللَّهُ
عَرَّ وَجَلَّ مَلَكًا ذَكَرًا قَتَلَهُ الْقَطْعُ
بِهِ الْأَمَانَةُ قَالَ اللَّهُ عَرَّ وَجَلَّ هُوَ لَكَ
وَعَشْرَةٌ أَمْثَالِهِ قَتَلَ هَكَذَا يَدْخُلُ بَيْتُهُ

وَلَكِ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَكَذَّاتُ عَيْنِكَ
فَيَقُولُ رَضِيتُ بِمَا قَالَتْ فَأَعْلَدَ هُوَ مَنْزِلَةً
فَقَالَ أُولَئِكَ الَّذِينَ أَرَادْتُ أَنْ أَخْرَجَهُمْ
كِرَامَتَهُمْ بِمِثْلِي وَخَتَمْتُ عَلَيْهِمْ فَلَمْ
تَرَ عَيْنٌ وَكَمْ تَسْمَعُ أذُنٌ وَكَمْ يَخْطُرُ عَلَى
قَلْبٍ بِشِيرِ قَالٍ مِمَّنْ أَحَقُّ فِي كِتَابِ اللَّهِ
عَزَّ وَجَلَّ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا الْخَبْرُ لَهُمْ
بِمَنْ كَرِهُوا أَعْيُنُ الرَّاْيَةِ

درجہ ہو گا وہ کون لوگ ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے
فرمایا یہ وہ گروہ ہے جس کو میں نے پسند کر لیا اور
ان کی عزت و کرامت پر میں نے اپنے ہاتھ سے
مہر لگا دی اور ان کو وہ نعمتیں ملیں گی جن کو نہ کسی
آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی
ذہن میں ان کا تصور آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ان نعمتوں کی تصدیق قرآن کریم کی اس
آیت میں ہے: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّنْ
قُرَّةِ أَعْيُنٍ کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کی آنکھیں
کتنی کرنے کے لیے کیا نعمتیں چھپائی ہوئی
ہیں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ برسر منبر بیان
کرتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ
تعالیٰ سے پوچھا سب سے کم درجہ کا جنتی کون شخص
ہے۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حدیث
حسب ما ملأ ہے۔

۳۷۴۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ
أَوْ شَجْعَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي عُرْجَةَ قَالَ سَمِعْتُ
الشَّعْبَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ
يَقُولُ عَلَى الْمُنْبَرِ أَنَّهُ مُؤَمَّنِي فَكَيْفَ الْمَثَلُ
سَمِعَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْ أَحْسَنِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْهَا
حَقًّا وَسَاقِي الْحَبِيبِ بِتَحِيٍّ

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یقیناً
جانتا ہوں سب کے بعد جنت میں کون شخص داخل
ہو گا اور سب سے اخیر میں دو شخص سے کون کا
آپ نے فرمایا ایک ایسا شخص ہو گا جس کو قیامت
کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کیا جائیگا
اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا: اس شخص
کے صغیرہ گناہ اس پر پیش کر و اور کبیرہ گناہ ابھی
اشارہ رکھو چنانچہ اس پر اس کے صغیرہ گناہ پیش کیے
جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا: تو نے فلاں
دن فلاں کام کیا تھا، اور فلاں دن فلاں
کام کیا تھا وہ شخص اثبات میں جواب دے گا اور

۳۷۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ لُمَيْزٍ
قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ عَنِ الْمُغِيرَةِ
ابْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَا أَعْلَمُ
أَخْرَاجَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخْرًا وَلَا أَخْرَاجَ أَهْلِ
النَّارِ خُرُوجًا مِنْهَا رَجُلٌ يُؤْتِيهِمْ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ فَيَقَالُ أَغْرَضْتُمْ عَنْكُمْ صِعَادَ دُكُوبٍ
وَأَرْفَعُوا عَنْكُمْ كِبَارَ هَذَا فَنُفِضَ عَنْكُمْ صِفَاءُ
دُكُوبٍ فَيَقَالُ عَمِلْتُمْ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا وَكَذَا
وَكَذَا وَكَذَا فَيَوْمَ كَذَا وَكَذَا وَكَذَا وَكَذَا
فَيَقُولُ نَعَمْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُنْكِرَ وَهُوَ
مُسْتَقْبَلٌ مِنْ كِبَارِ دُكُوبٍ أَنْ تُفْضَلَ

تَلَكِبُ فَيَقَالُ لَهُ فَإِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَنَةٍ حَسَنَةً
فَيَقُولُ رَبِّ قَدْ عَمِلْتُ أَشْيَاءَ لَا أَرَاهَا
هَاهُنَا فَلَقَدْ أَمَرْتُ رَسُولِي اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وآلِهِ وَسَلَّمَ فَصَحَّحَكَ حَتَّى بَدَتْ تَوَاجِدُكَ

کہے گا کہ میں اپنے اندر ان کاموں سے انکار
کی سکت نہیں پاتا، اور وہ ابھی اپنے کبیرہ گناہوں
سے ڈر رہا ہو گا کہ ان کا حساب نہ شروع ہو جائے
اس شخص سے کہا جائے گا، جانتے ہو گناہ کے بدلے
میں ایک نیکی دی جاتی ہے، وہ شخص عرض کرے گا
میں نے تو اور بھی بہت سارے گناہ کیے تھے جن
کو اس وقت مجھ پر پیش نہیں کیا گیا، حضرت ابوذر
کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ یہ فرما کر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ
آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا
کہ اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح
منقول ہے۔

۳۷۶۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ
وَقَدْ كُنِيَ رُوَاهُ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ
رُوَاهُ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَبِهِ كَلَامُهُمَا
عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ

۳۷۷۔ حَدَّثَنَا فِي عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ وَرَأْسُهُ
بْنُ مَرْثُومٍ بِهَذَا كَلَامُهُمَا عَنْ رُوَاهُ قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ حَدَّثَنَا
رُوَاهُ بْنُ عَبَّادَةَ الْقَيْسِي قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ
أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّ سَمَةَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَسْأَلُ عَنِ الْوَرْدِ فَقَالَ فَجَعَلِي
تَحْنُ يَوْمًا لِقِيَمَةٍ عَنْ كَذَا وَكَذَا أَنْظُرِي ذَلِكَ
فَوْقَ النَّاسِ قَالَ فَتَدْعِي الْأُمَّهَ بِأَوَّلِهَا وَ
كَانَتْ تَعْبُدُ الْأَوَّلَ قَالَ وَالْوَلِّ ثُمَّ يَأْتِيْنَا مَرَّةً
بَعْدَ ذَلِكَ فَيَقُولُ مَنْ تَنْظُرُونَ فَيَقُولُونَ
نَنْظُرُ لِيكَ فَيَتَجَلَّى لَهُمْ يَضْحَكُ حَتَّى
فَيَنْطَلِقَ بِهِمْ فَيَتَبَعُونَ وَيُعْطَى كُلُّ إِنْسَانٍ
مِنْهُمْ مَنَاقِبُ أَوْ مَوْ مِنْ شُورٍ أَوْ يَتَّبِعُونَ
وَعَلَى جَسَدِهِمْ كَلَامُ لَيْبٍ وَحَسَنُكَ فَاحْجُ مَنْ
شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ يُطْفَأُ شُورُ الْمَنَاقِبِ فَيَقِينُ شَمُّ
يَنْجُو الْمَوْتُونَ فَيَنْجُو أَوَّلُ مَنْ مَرَّ

ابو زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت
جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے لوگ پوچھ رہے
تھے کہ میدان حشر میں لوگوں کا کیا حال ہو گا، حضرت
جابر نے فرمایا کہ ہم عرصہ محشر میں تمام امتوں سے
بندی پر ہوں گے پھر باقی امتوں کو علی الترتیب
ان کے بتوں کے ساتھ بلایا جائے گا، اس کے
بعد ہمارا رب جل جلالہ ہو گا اور فرمائے گا تم کس
کو دیکھ رہے ہو، لوگ کہیں گے کہ ہم اپنے رب
کو دیکھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں تمہارا
رب ہوں، لوگ کہیں گے کہ ذرا ہم تجھ کو دیکھ تو لیں،
اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق ہوتا ہو جل جلالہ فرمایا
حضرت جابر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق
چل پڑے گا اور تمام لوگ اس کے پیچھے چل پڑیں گے
اور ہر شخص کو ایک نور ملے گا عوام وہ مومن ہو یا منافق
اور لوگ اس نور کے پیچھے چلیں گے، پل صراط پر کھنٹے

وَجُزْءُهُمْ كَالْفَصِّ كَيْلَةَ الْبَيْدِ سَبْعُونَ أَلْفًا
لَا يَحْصِيُونَ ثُمَّ الَّذِينَ يَكُونُ لَهُمْ كَأُصُورُ
نَجْمٍ فِي السَّمَاءِ ثُمَّ كُنْ لَكَ ثُمَّ تَجْعَلُ الشَّقَاعَةَ
وَيَشْفَعُونَ حَتَّى يُخْرِجَهُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ كَذَّابًا
إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْغَيْرِ مَا يَرْزُقُ
مَنْ يَزِيدُهُ فَيَجْعَلُونَ بَيْنَنَا وَالْجَنَّةِ وَيُجْعَلُ
أَهْلُ الْجَنَّةِ _____ يَوْمَ تَنْزِلُ
عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ حَتَّى يَتَبَسَّطُوا كَمَا تَبَسَّطُ
فِي السَّيْلِ وَيَذْهَبُ حُجْرُهُمْ ثُمَّ يَسْأَلُ حَتَّى
يُجْعَلَ لَهُ الدُّنْيَا وَعَشْرَةٌ أَمْثَلِهَا مَعَهَا.

اور انکو دے ہوں گے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ
چاہے گارہ لگائے پکڑ دیں گے پھر منافقین کا
نور بجھ جائے گا اور مومنین نجات پائیں گے۔
نجات پانے والے مسلمانوں میں سے جو پہلا گروہ
ہوگا ان کے چہرے چودھویں کی رات کے چاند کی طرح
چمک رہے ہوں گے یہ گروہ ستر ہزار افراد پر مشتمل ہوگا
اور یہی وہ لوگ ہوں گے جو بلا حساب جنت میں
داخل ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد جائیں گے
ان کے چہرے سب سے روشن ستارے کی
طرح ہوں گے اس کے بعد شفاعت شروع ہوگی،
اور صلحاء شفاعت کریں گے حتیٰ کہ جن لوگوں نے کلمہ
طیب پڑھا ہوگا اور ایک جو کے برابر بھی کوئی رنگی
کی ہوگی ان کو فوراً نکال کر جنت کے
سامنے ڈال دیا جائے گا پھر جنت والے ان پر
پانی کے چھینٹے ڈالیں گے جس سے وہ اس طرح
نرم و نازک ہو جائیں گے جیسے سیلاب کے پانی کی
مٹی میں سے دانہ ہر ابر بھر اٹھ آتا ہے، ان سے جن
کے آثار جاتے رہیں گے پھر ان سے ان کی حراش
پر بھی جلتے گی اور ان کو دنیا اور اس سے دس گنا
زائد علاقہ جنت میں دے دیا جائے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
کچھ لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کرے گا۔

حادثہ زید کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن دینار
سے پوچھا کیا تم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی
اللہ عنہما سے یہ روایت سنی ہے کہ اللہ تعالیٰ
شفاعت کے سبب کچھ لوگوں کو جہنم سے نکال

۳۷۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ
سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ عَنْ عُمَرَ وَأَنَّهُ جَاءَهُمْ مِيعَةٌ
مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ وَكَانَ يَوْمَئِذٍ
يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُخْرِجُ قَوْمًا مِنَ
النَّارِ فَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ.

۳۷۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الزَّبْيَعِ قَالَ نَاحِمًا وَ
ابْنُ زَيْدٍ قَالَ قُلْتُ لِعُمَرَ وَبْنِ وَبَيْنَا بِرَأْسِهِمْ
جَاءَ بَيْنَ عُمَرَ وَبْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُخْرِجُ قَوْمًا

مِنَ النَّاسِ بِالشَّقَاعَةِ قَالَ تَعْمُرُ

۳۸۰ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَأَى بَنُو
أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ نَأَى قَيْسُ بْنُ سُلَيْمٍ الْغَنَوِيُّ
قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي الْقَيْسِ قَالَ نَأَى جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنْ قَوْمًا يُحْرَجُونَ مِنَ النَّارِ يَحْتَرِقُونَ فِيهَا
الْأَذْرَابُ وَجُوهُهُمْ حَتَّى يَذْخُلُوا

الْجَنَّةَ

۳۸۱ - وَحَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَأَى الْفَضْلُ
بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ نَأَى أَبُو عَاصِمٍ يَعْنِي مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي
أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي الْقَيْسِ قَالَ كُنْتُ قَدْ
شَغَقْتُ دَأَى مِنْ رَأْيِ الْخَوَارِجِ فَخَرَجْنَا فِي
عَصَابَةِ دَوَى عَدِيٍّ فَرِيدَ أَنْ رَجَعْنَا فَخَرَجْنَا
عَلَى النَّاسِ قَالَ حَمْرُكَ عَلَى النَّاسِ فَذَا
جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُ الْكُوفَرِ جَالِسًا إِلَى
سَائِرِيَّةٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ وَإِذَا هُوَ قَدْ كَرَا الْجَهَنَّمِيَّ قَالَ فَقُلْتُ
لَا يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ مَا هَذَا الَّذِي تُحَدِّثُونَ
وَاللَّهُ يَقُولُ إِنَّكَ مَنْ قَدْ خِلَ النَّاسُ كَعَدُوٍّ
أَخَذْتَهُ

وَكُلُّ مَا أَرَادَ وَأَنْ يَحْرَجُوا مِنْهَا
أُعِيدُوا فِيهَا فَمَا هَذَا الَّذِي تَقُولُونَ
قَالَ فَقَالَ أَتَقْرَأُ الْقُرْآنَ قُلْتُ كَعَدُوٍّ
فَهَلْ سَمِعْتَ بِمَقَامِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَعَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي الَّذِي يَبْعَثُهُ اللَّهُ فِيهِ
قُلْتُ تَعْمُرُ قَالَ مَيَّانَ مَقَامِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَعَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَحْمُودِ الَّذِي يُخْرِجُ
اللَّهُ بِهِ مَنْ يُخْرِجُ قَالَ كَعَدُوٍّ وَضَرَّ الْفَرَادِ
فَقَرَأَ النَّاسُ عَلَيْهِ قَالَ وَآخَفْتُ أَنْ لَا أَكُونُ

کر جنت میں داخل کر دے گا انہوں نے کہا ہاں
حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ
جہنم سے نکل کر جنت میں ایسی حالت میں داخل ہونگے
کہ چہرے کے سوا ان کا سارا جسم جل چکا ہوگا۔

یزید فقیر کہتے ہیں کہ میرے دل میں خواہش
کی اس بات نے گھر کر لیا تھا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب
ہمیشہ جہنم میں رہے گا پھر میں نے لوگوں کی کثیر
جماعت کے ساتھ حج کرنے کا ارادہ کیا اور سوچا کہ
حج کے بعد اس مسلک کی تبلیغ کریں گے، یزید کہتے
ہیں کہ جب ہم مدینہ میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت جابر
بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما مسجد نبوی کے ایک ستون کا
سہارا بنے بیٹھے ہیں اور حدیث بیان کر رہے ہیں
اور لوگوں کی ایک کثیر جماعت اس حدیث کو سن رہی
تھی، اچانک حضرت جابر بن عبد اللہ نے جہنیوں
کا ذکر کیا میں نے ان سے کہا اسے صحابہ رسول!
یہ آپ کیسی حدیث بیان کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ توبہ
فرمائے، (ترجمہ) گاریب جس شخص کو تو نے جہنم
میں ڈال دیا اس کو رسوا کر دیا، اور فرمایا ہے (ترجمہ)
»جب جہنمی دوزخ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے
ان کو دوبار جہنم میں ڈال دیا جائے گا«

آپ ان آیات کے خلاف کیسے حدیث بیان
کر رہے ہیں؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
کیا تم نے قرآن کریم پڑھا ہے؟ میں نے کہا
ہاں! انہوں نے فرمایا کیا تم نے قرآن کریم میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مقام پڑھا ہے

أَحْفَظُ ذَٰلِكَ كَانَ غَيْرَ أَنَّهُ قَدَّمَ عَمْرًا
قَوْمًا يَخْرُجُونَ مِنَ الْمَنَازِلِ بَعْدَ أَنْ يَكُونُوا
فِيهَا فَتَالَ يَعْزِي أَبَا نُعَيْمٍ فَيَخْرُجُونَ كَمَا كُنْتُمْ
عِيْدَانُ السَّمَاوَاتِ قَالَ قِيْدُ خُلُودٍ نَهَارًا مِنْ أَنْهَارِ
الْجَنَّةِ فَيُعْتَسِلُونَ فِيهِ فَيَخْرُجُونَ كَمَا نَهَضُوا
أَلْفَرَاتِيْسُ فَتَرْجَعُتَا وَكُلْتَا وَيَحْكُمُ أَكْرَدُونَ
الشَّيْخُ يَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَتَرْجَعُتَا كَلَدًا اللَّهُ مَا
تَعْرِجُ مِنْهُ غَيْرُ رَجُلٍ وَلَا حَيَّةٍ كَمَا كَانَ
أَبُو نُعَيْمٍ -

جس مقام پر آپ کو مبعوث کیا جائے گا۔ میں نے کہا
”ہاں“ انہوں نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام
وہ مقام محمود ہے جس پر فائز ہونے کے سبب
سے اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت کی وجہ سے جہنمیوں
کو جہنم سے نکال دے گا، یزید فقیر نے کہا پھر
انہوں نے پلِ مِلّط اور لوگوں کے اس پر گزرنے
کی کیفیت کو بیان کیا، یزید نے کہا میرا خیال ہے
کہ میں اس تذکرہ کو اچھی طرح یاد نہیں رکھ سکتا ہم انہوں
نے یہ فرمایا کہ جہنم میں داخل ہونے کے بعد کچھ لوگ
جہنم سے نکل آئیں گے، ابو نعیم نے کہا وہ لوگ جہنم
سے اس حالت میں نکلیں گے جیسے آہوس کی جلی
موتی لکڑیاں ہوتی ہیں، پھر وہ لوگ جنت کی نہروں
میں سے کسی نہر میں داخل ہوں گے اور اس میں
نسل کریں گے اور پھر اس نہر سے کافذ کی طرح سفید
ہو کر نکلیں گے۔ یہ حدیث سن کر ہم وہاں سے گئے
اور ہم نے آپس میں کہا افسوس ہے تم لوگوں پر
یعنی خارجی لوگوں پر کیا ہوتا لاگنا یہ ہے کہ یہ
شیخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات
منسوب کر سکتے ہیں، چنانچہ بقول ابو نعیم کے سوا
ایک شخص کے یہ حدیث سن کر سب لوگ خارجیوں کے
عقائد سے تائب ہو گئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار
آدمی جہنم سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے
جائیں گے، ان میں سے ایک شخص جہنم کی طرف دیکھ
کر کہے گا اے میرے رب اتوتے مجھے اس دوزخ
سے نکال ہی لیا تو اب دوبارہ اس میں ڈالنا، چنانچہ
اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے نجات دے دے گا۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے

۳۸۲ - حَدَّثَنَا هَذَا أَبُو حَالِدٍ الْأَدَوِيُّ قَالَ قَالَ
حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي عُمَرَ أَنَّ دَاوُدَ بْنَ
أَمِيْنٍ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُخْرِجُ مِنَ النَّارِ أَوْ بَعْضُ
قِيَمَرُ صُنُونٍ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى قِيَمَرُ صُنُونٍ أَحَدُهُمْ
كَيْفَ قَوْلُ أُمِّي رَبِّ إِذَا أَخْرَجْتَنِي مِنْهَا فَكَلِمَةً تَعْدِيهَا
فِيهَا فَيُنَجِّيهِ اللَّهُ مِنْهَا -

۳۸۳ - حَدَّثَنَا أَبُو حَالِدٍ مَوْلَى قُصَيْبِ بْنِ

حُسَيْنَ الْجَعْفَرِيِّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
الْعَبْدِيُّ وَالْفَلْظُ لِذِي كَامِلٍ وَكَانَ
حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ
عَنْ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَجْمَعُ اللَّهُ النَّاسَ يَوْمَ الْيَوْمِ
فَيَهْتَمُونَ بِذَلِكَ وَقَالَ ابْنُ
عَبْدِ اللَّهِ قِيلَ لَهُمْ يَذَلِكُ فَيَقُولُونَ
لَوْ اسْتَفْقَفْنَا إِلَى مَا بَيْنَا حَتَّى
يُورِثَنَا مِنْ مَكَانِنَا هَذَا كَمَا
قِيَا تُونَ أَدْرَكَ عَلَيْكَ الصَّلَاةُ وَ
السَّلَامُ فَيَقُولُونَ أَمَّا أَدْرَكَ الْخَلْقَ
تَخْلُقُكَ اللَّهُ بِبَدْنٍ وَلَقَدْ خَرَفِيكَ مِنْ
رُوحِهِ وَآمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا
لَكَ الشُّعْرَ لَمَّا عَفَدَ تَرِيكَ خَلْقِي يَوْمَنَا
مِنْ مَكَانِنَا هَذَا فَيَقُولُونَ لَسْتُ هُنَا كَرُ
قَبْدُ كَرُ حَطِيطِيَّتُهُ الَّتِي أَصَابَ
فَيَسْتَحْيِي رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْهَا
وَلَكِنْ اسْتَوْأْتَوْحَا أَوَّلَ رَسُولٍ
بَعَثَهُ اللَّهُ قَالَ قِيَا تُونَ نُرُوحًا
عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَيَقُولُ لَسْتُ
هُنَا كَرُ قَبْدُ كَرُ حَطِيطِيَّتُهُ الَّتِي أَصَابَ
فَيَسْتَحْيِي رَبَّهُ مِنْهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
الَّذِي اتَّخَذَهُ اللَّهُ خَلِيلًا قِيَا تُونَ إِبْرَاهِيمَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَا كَرُ وَكَدْرُ
حَطِيطِيَّتُهُ الَّتِي أَصَابَ فَيَسْتَحْيِي رَبَّهُ تَعَالَى
مِنْهَا وَلَكِنْ اسْتَوْأْتَوْسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ
السَّلَامُ الَّتِي كَلَّمَهُ اللَّهُ وَأَعْطَاهُ التَّوْرَةَ
قَالَ قِيَا تُونَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُ

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ
قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا اور وہ
قیامت کی پریشانی دور کرنے کی کوشش کریں گے
اور ابن عبید نے یوں بیان کیا ہے کہ ان لوگوں
کے دلوں میں یہ بات ڈال دی جائے گی کہ کس طرح
قیامت کی پریشانی کو دور کیا جائے (ہم کسی شخص
کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کرنے کے لیے
لائے ہیں تاکہ وہ ہمیں محشر کی پریشانی سے نجات
دلائے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر وہ لوگ حضرت
آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے
آپ آدم ہیں جن میں مخلوق کے والد ہیں، اللہ تعالیٰ نے
آپ کو اپنے اچھے مبارک سے پیدا کیا اور آپ کے
جسم میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی، اور فرشتوں کو
حکم دیا کہ وہ آپ کی تعظیم کے لیے سجدہ کریں۔ آپ
اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے تاکہ وہ ہم کو
محشر کی اس پریشانی سے نجات دے۔ حضرت آدم
علیہ السلام کو اس موقع پر اپنی (اجتہادی) خطایا دے گی
وہ ان لوگوں سے معذرت کریں گے اور فرمائیں گے
میرا یہ مقصد نہیں ہے ان کو اپنے رب سے جیا
آنے کی البتہ تم حضرت نوح کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ
کے وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف
مبعوث کیا تھا، پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت
میں حاضر ہوں گے ان کو بھی اس وقت اپنی ایک اجتہاد
خطا دیا دے گی اور وہ شفاعت سے معذرت
کریں گے اور فرمائیں گے میرا یہ مقصد نہیں ہے
ان کو اپنے رب سے جیا آنے کی البتہ تم حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے
اپنا خلیل بنایا ہے۔ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے پاس جائیں گے ان کو بھی اس موقع پر اپنی اجتہاد

كُنْتُ هُنَاكُمْ وَبَدَأْتُ بِكَ حَتَّى شَفَعْتُ لَكَ
 أَصَابَ فَيَسْتَجِيبُ رَبُّهُ مِنْهَا وَلَكِنْ ائْتُوا
 عِيسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ دُورَهُ
 كَلِمَةً فَيَأْتُونَ عِيسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
 دُورَهُ اللَّهُ وَكَلِمَةً فَيَقُولُ كُنْتُ هُنَاكُمْ
 وَلَكِنْ ائْتُوا مُحَمَّدًا صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَبْدًا
 قَدْ عَفِيَ لَكُمْ مَا تَقْتَدِرُونَ مِنْ ذُنُوبِهِمْ
 وَمَا تَأْخَرُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 سَلَّمَ فَيَأْتُونِي مَا سَأَلُونِي
 عَلَى رَأْيِي فَيَقُولُ لِي قَوْلًا
 أَنَا مَرَأِيكُمْ فَكُنْتُ سَاجِدًا
 مَعَكُمْ عَرَفْتُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ
 يَدْعِيَنِي فَيَقُولُ يَا مُحَمَّدُ ارْكُزْ
 رَأْسَكَ قُلْ تَسْمَعُ سَلْ تُعْطَ
 إِشْفَعُ تُشْفَعُ قَوْلًا مَرَأِيَنِي
 قَوْلًا مُحَمَّدًا مَرَأِيَنِي بِتَحْمِيدِي يَحْمَدُنِي
 مَرَأِيَنِي عَزَّ وَجَلَّ شَفَعْتُ أَشْفَعُ
 فَيَحْمَدُنِي حَتَّى إِذَا خُيِّرْتُمْ
 مِنَ التَّائِبِينَ كَانُوا خَيْرَهُمُ الْبَحْثَةُ
 شَفَعْتُ أَعُوذُ قَوْلًا مَسْأَلَةً أَيْدِيَنِي
 مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَدْعِيَنِي شَفَعْتُ
 يُقَالُ لِي إِذْ خَرْتُ يَا مُحَمَّدُ قُلْ
 تَسْمَعُ سَلْ تُعْطَ إِشْفَعُ تُشْفَعُ
 قَوْلًا مَرَأِيَنِي قَوْلًا مُحَمَّدًا مَرَأِيَنِي
 بِتَحْمِيدِي يَحْمَدُنِي مَرَأِيَنِي شَفَعْتُ
 أَشْفَعُ فَيَحْمَدُنِي حَتَّى إِذَا خُيِّرْتُمْ
 مِنَ التَّائِبِينَ كَانُوا خَيْرَهُمُ الْبَحْثَةُ

خطا یاد آئے گی اور وہ بھی معذرت کر کے فرمائیں گے
 یہ میرا منصب نہیں ہے البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام
 کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے شرف کلام
 سے نوازا اور ان کو تواریخ عطا فرمائی، حضرت انس
 کہتے ہیں کہ پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں
 حاضر ہوں گے ان کو بھی اپنی اجتہاد ہی خطا یاد آئے گی
 اور وہ بھی معذرت کر کے فرمائیں گے میرا یہ منصب
 نہیں ہے البتہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں
 جاؤ جو روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں، پھر لوگ حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے جو
 اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ شیعہ اور اس کے پسندیدہ کلمہ سے
 پیدا ہوئے لیکن وہ بھی یہ فرمائیں گے کہ یہ میرا منصب
 نہیں ہے، البتہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں
 حاضر ہوں جن کے اگلے پچھلے (ظاہری و باطنی) اللہ
 تعالیٰ نے دنیا میں منقرت سنا دی تھی۔ حضرت انس
 کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر
 لوگ میرے پاس آئیں گے میں اپنے رب سے
 شفاعت کی اجازت حاصل کروں گا پھر میں دیکھوں گا
 کہ میں اللہ کے حضور سجدہ میں ہوں اللہ تعالیٰ جب
 ایک چاہے گا مجھے اس حال میں رہنے دے گا
 پھر مجھ سے کہا جائے گا: اے محمد! یا رسول اللہ! نے
 آپ کیسے آپ کی سنی جائے گی، مانگیے آپ کو دیا جائے گا شفاعت
 کیسے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، پھر میں اللہ
 تعالیٰ کے ان کلمات سے حمد و ثنا کروں گا جو اللہ
 تعالیٰ اس وقت مجھے تعلیم دے گا، پھر میں
 شفاعت کروں گا، میرے لیے ایک مددگار
 دی جائے گی میں اس حد کے مطابق لوگوں کو جہنم
 سے نکال لاؤں گا اور ان کو جنت میں داخل کروں گا
 پھر میں دوبارہ سجدہ میں گر جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ

قَالَ كَلَّا أَذْرِي فِي الْمَثَلَةِ
أَوْ فِي الرَّابِعَةِ قَالَ فَاقُولُ
يَا أَيَّتُهَا بَقِيَّةُ الْمَثَلَةِ إِنْ
مَنْ حَبَسَهُ الْقُدْرَانُ أَفْ مِنْ
وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ وَقَالَ
ابْنُ عَبَّاسٍ فِي رِوَايَتِهِمْ قَالَ
قَتَادَةُ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ -

جب تک چاہے گا مجھے مجدد میں رہنے دے گا
پھر کہا جائے گا اسے محمد اپنا سر اقدس اٹھائیں
آپ کیسے آپ کی سنی جائے گی، مانگیے آپ کو دیا۔
جلد نے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول ہو
گی، پھر میں مجدد سے اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے
رب کی ان کلمات سے حد کروں گا جن کی وہ مجھے
اس وقت تسلیم دے گا، پھر میں شفاعت کروں گا
میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی اور میں لوگوں
کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا، منت
انس کہتے ہیں، مجھ کو صحیح یاد نہیں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اس طرح تین یا چار مرتبہ شفاعت کر کے
لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گے
اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے اسے میرے
رب اب جہنم میں صرف وہی لوگ رہ گئے ہیں۔ جن کے
حق میں قرآن میں دائمی نذاب واجب کر دیا ہے (یعنی

کفار)

نوٹ: شفاعت کے متعلق مفصل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں بیان کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں
اور اس حدیث میں انبیاء علیہم السلام کی جن ظاہری خطاؤں کا ذکر ہے اس کی توجیہ اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم
جلد سابع میں عصمت انبیاء کی بحث میں بیان کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے اور پچھلے مظاہری گناہ
کی منفرت کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کی تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث، جلد سادس اور جلد
سابع میں بیان کی ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۸۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَحُمَيْدُ
بْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَنْ سَعِيدٍ
عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَجْتَمِعُ
الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَيَهْتَمُّونَ
بِذَلِكَ أَوْ يُلْقِمُونَ ذَلِكَ بِمِثْلِ حَدِيثِ
أَبِي عَوَّاسٍ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ تُهْدَأُ
الرَّابِعَةُ أَوْ آخِرُ الرَّابِعَةِ فَاقُولُ يَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حشر کے دن تمام
مسلمان جیسے کیے جائیں گے اور وہ حشر کی تہہ سائیں
سے نجات حاصل کرنے کی خود کوشش کریں گے یا
ان کے دل میں یہ پیدا ہوتی کہ جائے گی۔ اہم مسلم
فرماتے ہیں اس کے ہر حدیث سابقہ کی مثل ہے
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث
میں یہ بھی فرمایا پھر میں چوتھی بار ان کی شفاعت کروں گا

رَبِّ مَا بَقِيَ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ.

۳۸۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ قَامَ عَدُوُّ ابْنِ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجْمَعُ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُنْفِخُونَ بِذَلِكَ بَسْمَلٍ حِينَ يُشْرَعُونَ وَكَفَرِي الدَّرَاطَةِ قَالُوا يَا رَبِّ مَا بَقِيَ فِي النَّاسِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ أَيْ وَحَبَّ عَلَيْهِ الْخُلُودُ.

۳۸۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُنْقَلَبٍ الطَّحْتِيُّ قَالَ قَالَ نَازِئَةُ بْنُ زُرَّارٍ كَانَ نَاسِيعُ بْنُ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهَذَا عَنْ هِشَامِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنَا أَبُو عَظَمَانَ الْعُسَيْمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ قَامَ عَدُوُّ وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخْرِجُ مِنَ النَّاسِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيرَةً ثُمَّ يُخْرِجُ مِنَ النَّاسِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ بُرَّةً ثُمَّ يُخْرِجُ مِنَ النَّاسِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ دَرَّةً ثُمَّ إِذَا ابْنُ مُنْقَلَبٍ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ يَزِيدُ فَكَفَيْتُ شُعْبَةَ فَحَدَّثَنِي بِأَخْبَارٍ كُنَّا نَسْتَعْبِدُ حَدَّثَنَا بِهَذَا عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

اور کہوں گا اے میرے رب اب دوزخ میں مقررہ لوگ باقی رہ گئے ہیں جن کو قرآن نے روک دیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مؤمنوں کو جمع فرمائے گا اور ان کے دل میں محشر سے نجات کا خیال پیدا کیا جائیگا، باقی حدیث حسب سابق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چوتھی بار فرمائیں گے کہ اے میرے رب اب دوزخ میں صرف وہ لوگ باقی رہ گئے ہیں جن کے پاس میں قرآن کے دائمی مذاہب کو واجب کر دیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے بھی کلمہ طیبہ پڑھا اور اس نے ایک جو کے برابر بھی نیکی کی ہو اس کو جہنم سے نکال دیا جائے گا اس کے بعد اس شخص کو جہنم سے نکال دیا جائے گا جس نے کلمہ طیبہ پڑھا اور اس کے دل میں گندم کے دانہ کے برابر بھی نیکی ہو ہو پھر اس شخص کو جہنم سے نکال دیا جائے گا جس نے کلمہ طیبہ پڑھا اور اس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی ہو اور امام مسلم فرماتے ہیں کہ بعض روایا میں خورہ کی جگہ جوار کا ذکر ہے۔

بِالْحَدِيثِ إِلَّا أَنْ تُعْنِيَهُ جَعَلَ مَكَانَ الدَّارِ ثَوْدًا
قَالَ يَرْيَدُ صَحَفَ فِيهَا أَبُو بَسْطَامٍ -

۳۸۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ

قَالَ تَا حَمَّادُ بْنُ عَرِيْدٍ قَالَ تَا

مَعْبِدُ بْنُ هِلَالٍ الْعَتَرِيُّ ح وَ

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَ

الْلَفْطُ لَهُ قَالَ تَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ

عَنْ مَعْبِدِ بْنِ هِلَالٍ الْعَتَرِيِّ

قَالَ انْطَلَعْنَا إِلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

وَكُنْشَعْنَا بِشَابِيتٍ مَنَا كُنْشَعِيْنَا

إِلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي الصُّحَى فَاثْنَاكَ

لَنَا شَابِيتٌ فَتَدَّخَلْنَا عَلَيْهِ

وَاجْلَسْنَا بِشَابِيتٍ مَعَهُ عَلَى

سَرِيرٍ فَقَالَ لَنَا يَا أَبَا حَمَّادٍ

لَا رَاحُوا نَلَكُ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ

يَسْأَلُونَكَ أَنْ تُحَدِّثَهُمْ حَدِيثَ

الشَّعَاعَةِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

قَالَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ

مَا بَرَّ النَّاسُ بَعْضُهُمْ إِلَى

بَعْضٍ فَيَأْتُونَ أَدَمَ عَلَيْهِ

الْصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَيَقُولُونَ

لَهُ اسْتَغْفِرْ لِدَرِّ يَتِكَ فَيَقُولُ

لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ

يَا بُرَاهِيْمُ فَإِنَّهُ يُخْلِلُ اللَّهُ

فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ

عَلَيْكُمْ بِمُوسَى فَإِنَّهُ يُخْلِلُ

اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَيَقُولُ مُوسَى

معبد بن حلال عنہ فرماتے ہیں کہ ہم چند لوگ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جانا
چاہتے تھے ان سے ملاقات کے لیے ہم نے
حضرت ثابت کی سفارش طلب کی، جب ہم حضرت
انس کے پاس پہنچے تو وہ پاشت کی ناز پر مائل
تھے، ثابت نے ہمیں بلائے کی اجازت حاصل کی،
ہم اندر پہنچے، انھوں نے ثابت کو اپنے پاس تخت
پر بٹھالیا، پھر ثابت نے حضرت انس سے مخاطب
فرما کر کہا، اے ابو حمزہ (یہ حضرت انس کی کنیت ہے)
آپ کے یہ بھری بھائی یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان
کے سامنے حدیث شفاعت بیان کریں، حضرت
انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جب حشر کا دن برپا ہوگا تو لوگ گھبرا کر ایک
دوسرے کے پاس جائیں گے پہلے وہ حضرت آدم
علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور ان سے
عرض کریں گے کہ اپنی اولاد کے لیے شفاعت کیجئے،
حضرت آدم فرمائیں گے میرا یہ مقام نہیں ہے، البتہ تم
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ
تعالیٰ کے خلیل ہیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت
میں حاضر ہوں گے، وہ فرمائیں گے میرا منصب یہ
نہیں ہے البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ
وہ اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں، پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ
السلام کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے کہ میرا یہ
مقام نہیں ہے۔ البتہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
پاس جاؤ، وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ رسل ہیں اور
اس کے پسندیدہ کلمہ سے پیدا ہوئے پھر لوگ
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ فرمائیں

عَلَيْهِ السَّلَامُ قَيُّوْلُ كَسْتُ
لَهَا وَلِحِكْنِ عَيْكُمُ يَعْنِي
فَاتَاكَ رُؤُوسُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ
قَيُّوْلُ قَيُّوْلُ كَسْتُ لَهَا وَلِحِكْنِ
عَيْكُمُ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَتَاوُ فِي
كَأَكُوْلُ أَنَا لَهَا أَنْطَلِقُ فَاسْتَأْذِنْ
عَلَى رَافِقٍ قَيُّوْلُ دُنُ لِي فَتَاوُ
بَيْنَ يَدَيْهِ فَاحْتَمِدَ بِمَحَامِدِهِ
لَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ الْاَذَنُ إِلَّا أَنْ
يَلْهَمَنِيهِ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ شَهْرُ
آخِرُ لَهَا سَاجِدًا قَيُّوْلُ
لِي يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ
وَقُلْ يُسْمِعُ لَكَ وَسَلْ
تُعْطُهُ وَاشْفَعْ تُشْفَعُ فَاقُوْلُ
يَا رَبِّ امْكِنِّي امْكِنِّي قَيُّوْلُ
أَنْطَلِقُ فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ
مَشَقَّةٌ حَبِيَّةٌ مِنْ بَرَّةٍ أَوْ
شَعِيْرَةٍ مِنْ إِبْسَانٍ فَتَاوُ حَرْجُهُ
فِيهَا فَتَاوُ أَنْطَلِقُ شَهْرُ أَرْجَعُ
إِلَى رَافِقٍ عَزَّ وَجَلَّ فَاحْتَمِدَ
بِمَلَكَ الْمَحَامِدِ شَهْرُ آخِرُ
لَهَا سَاجِدًا قَيُّوْلُ لِي يَا
مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ
يُسْمِعُ لَكَ وَسَلْ تُعْطُهُ
وَاشْفَعْ تُشْفَعُ فَتَاوُ
يَا رَبِّ امْكِنِّي امْكِنِّي قَيُّوْلُ
لِي أَنْطَلِقُ فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ

میرا یہ مقام نہیں ہے البتہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس جاؤ پھر تمام لوگ میرے پاس آئیں گے، میں ان
سے کہوں گا کہ اس شفاعت کا کرنا میرا ہی منصب ہے
پھر میں ان کے ساتھ چلوں گا اور اللہ تعالیٰ سے اجازت
طلب کروں گا، پھر مجھے شفاعت کرنے کی اجازت
دی جائے گی، پھر میں اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہوں گا اور
ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا جو اس وقت
میرے ذہن میں حاضر نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اس
وقت وہ کلمات میرے دل میں پیدا فرمائے گا،
پھر میں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر پڑوں گا پھر مجھ
سے کہا جائے گا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
اپنا سر اٹھاؤ اور کہو تمہاری بات قبول ہوگی، مانگو
جو کچھ مانگو گے تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت
کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی، میں عرض
کروں گا رب امتی امتی (اے میرے رب میری امت میری امت)
پس کہا جائے گا جاؤ جس شخص کے دل میں ایک گندم
یا جوئے کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو جہنم سے
نکال لاؤ میں ان کو جہنم سے نکال لاؤں گا پھر اللہ
تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا اور انہیں کلمات سے
اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا، پھر سجدہ میں گر جاؤں گا پھر
مجھ سے کہا جائے گا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
اپنا سر اٹھاؤ اور کہو کہ اے آپ کی بات سنی
جائے گی اور جو مانگنا ہو وہ مانگیے آپ کو دیا جائے گا
اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی
پس میں عرض کروں گا اے میرے رب امتی امتی،
پھر مجھ سے کہا جائے گا جاؤ جس شخص کے
دل میں ایک دانے کے برابر بھی ایمان ہو اس
کو جہنم سے نکال لاؤ میں ان کو جہنم سے نکال
لاؤں گا پھر میں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا

مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ
إِيمَانٍ فَأَخْرِجُهُ مِنْهَا فَتَطْلُقُ
فَتَأْتِيكَ ثُمَّ أَعُوذُ إِلَيْكَ فَإِذَا هُوَ
بِمِثْقَالِ الْمَخَامِدِ ثُمَّ أَيْخُذُكَ
سَاجِدًا فَيَقَالَ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ
رَأْسَكَ وَقَدْ يُسَمِّعُ لَكَ وَسَلُّ
تُعْطُهُ وَاشْفَعْ تُشْفَعُ فَاقُولُ
يَا رَبِّ أُمِّتِي أُمِّتِي فَيَقَالَ رُبُّ
الطُّلُقِ كَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ آدُفِي
مِنْ مِثْقَالِ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ
مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجُهُ مِنَ الثَّأْبِ
فَتَأْتِيكَ فَتَأْتِيكَ هَذَا حَدِيثٌ
أَنْبَأَنِي أَنَّهُ نَابِهٌ فَخَرَجْنَا
مِنْ رَعْدِهِ فَكَلَّمَا كُنَّا بِظَهْرِ
الْجَبَّتَيْنِ قُلْنَا لَوْ مَلَأْنَا إِلَى الْحُسَيْنِ
فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ وَهُوَ مُسْتَخْفٍ
فِي دَارِهِ أَيْ خَلِيفَتُهُ قَالَ قَدْ عَلِمْنَا
عَلَيْهِ فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ قُلْنَا يَا أَبَا
سَعِيدٍ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ أَخِيكَ
أَيْ خَصَمَتَا فَكَلَّمَا كُنَّا بِمِثْقَالِ
حَدِيثٍ حَدَّثَنَا كَمَا فِي الشَّفَاعَةِ
فَقَالَ هَيْهَ فَهَذِهِ تَنَاؤُ الْحَدِيثِ
فَقَالَ هَيْهَ قُلْنَا مَا زَادَنَا قَالَ
قَدْ حَدَّثَنَا بِهِ مِنْ عَشْرِينَ
سَنَةً وَهُوَ يَوْمِيذٍ جَمِيعٌ وَ
لَقَدْ تَرَكْتُ شَيْئًا مَا أَذُرُكَ أَلَسِي
الشَّيْءُ أَوْ كَرِهَ أَنْ يُحَدِّثَكُمْ
فَتَشْكِلُوا قُلْنَا لَهُ حَقٌّ تَنَاؤُ
فَضَحِكَ وَقَالَ خَلِيقُ الْإِنْسَانِ

اور انھیں کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور پھر
سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا اے
محمد! اپنا سر اٹھائیے اور کہیے آپ کی بات مقبول ہوگی
اور جو کچھ مانگنا ہو مانگیں! آپ کو دیا جائے گا اور
شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول ہوگی میں عرض
کروں گا اے میرے رب! امتی امتی۔ مجھ سے
کہا جائے گا جاؤ جس کے دل میں رائی کے دانے سے
بھری کترا یاں ہو اس کو جہنم سے نکال لاؤ، میں ان
لوگوں کو جہنم سے نکال لاؤں گا۔ یہ حضرت انس رضی
اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث تھی۔ حدیث سن کر ہم وہاں
سے چلے گئے اور جب ہم صحرا و جہان میں پہنچے تو
ہم نے کہا چلو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے ملاقات
کریں جب ہم ان کے پاس پہنچے تو وہ رجاء بن
یوسف کے خزانے سے ابو علیہ کے گھر میں چھپے
ہوئے تھے۔ ہم نے جا کر انھیں سلام کیا اور
عرض کیا اے ابو سعید ہم آپ کے بھائی حضرت ابو
حمزہ (حضرت انس) سے مل کر آ رہے ہیں انھوں
نے شفاعت کے بارے میں ہمیں ایک ایسی حدیث
سنائی ہے جو ہم نے اس سے پہلے نہیں سنی تھی۔
حضرت حسن بصری نے کہا میں بھی وہ حدیث سناؤ ہم
نے حدیث سنائی انھوں نے کہا اور سناؤ ہم نے عرض
کیا ہم کو حضرت انس نے اس سے زیادہ حدیث نہیں سنائی
حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا ہم نے بھی بیس سال
پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی تھی،
اس وقت ان کی جوانی کا عالم تھا اور اب وہ بوڑھے ہو
چکے ہیں، ہم کو جب انھوں نے یہ حدیث سنائی تھی تو
اس سے زیادہ بیان کیا تھا۔ اب مجھے معلوم نہیں وہ تم
کو پوری حدیث سنائی بھول گئے یا انھوں نے مصلحتاً
پوری حدیث نہیں سنائی کہ کہیں تم لوگ نیک عمل کرنا نہ

مِنْ عَجَلٍ مَا ذَكَرْتُ لَكُمْ هَذَا إِلَّا
وَأَنَا أُبَيِّنُهُ أَنْ أَحَدًا تَكْفُرُ
ثُمَّ أَرْجِعُهُ إِلَى مَا فِي عَزِّ وَجَلٍّ فِي
الرَّابِعَةِ فَأَحْمَدُ لَا يَسْتَدْكُ
الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخْبَرُكُمْ سَاجِدًا
فَيَقُولُ يَا مُحَمَّدُ ارْأَوْكُمْ
رَأْسُكَ وَقُلْ يُسْمِعُ لَكَ وَ
سَلْ تُعْطَى وَاشْفَعُ كُفَّعُ
فَأَقُولُ يَا رَبِّ اغْفِرْ لِي
فِيهِمْ قَالُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
فَيَقُولُ كَيْسَ ذَلِكَ لَكَ أَوْ قَالَ
كَيْسَ ذَلِكَ إِلَيْكَ وَ لَاحِكُ
يَعْرِفِي وَ جَدَلِي وَ كِبَرِيَّائِي
وَ عَظَمَتِي وَ جَبَرِيَّائِي لَا تُخْرِجَنِي
مِنَ النَّارِ مَنْ قَالُوا لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ قَالُوا فَاشْهَدْ عَلَى الْحَسَنِ
أَمَّا حَدَّثَنَا بِمَنْ أَنْتَ سَمِعَ أَنْتَ
بُنَ مَالِكٍ أَمَّا الْقَالَ قَبْلَ
عِشْرِ ثَلَاثِينَ سَنَةً وَ هُوَ كَيَوْمَئِذٍ
جَمِيعَةً

۳۸۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
وَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُنِيرٍ
وَ الْغَفَا فِي سِيَرَاتِي الْحَدِيثِ إِلَّا

چھوڑ دو، ہم نے عرض کیا حدیث کا جو حصہ حضرت انس
نے نہیں سنایا وہ کیا ہے یہ سن کر حضرت حسن بھری
ہنسنے لگے اور فرمایا: خلق الانسان من عجن
الانسان بڑا جلد باز ہے میں نے تم کو یہ پرانا واقعہ
اسی لیے سنایا تھا کہ حدیث شریف کا جو حصہ حضرت
انس رضی اللہ عنہ نے تم کو نہیں سنایا وہ سنا دوں پھر
حضرت انس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
چوتھی بار پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے
اور اعلیٰ کمالات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے
اور سجدہ میں گر جائیں گے اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سراٹھائیے اور
کہیے آپ کی بات سنی جائے گی جو کچھ مانگیں گے آپ
کو ملے گا اور جس کے بارے میں آپ شفاعت
کریں گے اس کی شفاعت قبول کی جائے گی جنہوں
نے فرمایا میں عرض کروں گا اسے اللہ مجھے ان لوگوں
کی شفاعت کی اجازت دیجئے جنہوں نے صرف ایک
بار کلمہ پڑھا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ آپ کا
حصہ نہیں ہے اور یہ شفاعت آپ کی طرف مقرر
ہے، لیکن مجھے اپنی عزت، جلال، عظمت، جبروت
اور کمربریاں کی قسم ہے میں ان لوگوں کو جہنم سے ضرور
نکالوں گا جنہوں نے ایک بار بھی کلمہ طیبہ پڑھا ہے۔
حدیث کے راوی معبد بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت
حسن بھری کے حق میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حدیث
انہوں نے حضرت انس بن مالک سے سنی ہے اور
میرا گمان یہ ہے کہ یہ انہوں نے بیس سال پہلے ہی
سنی ہوگی جس وقت حضرت انس جوان تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں گوشت پیش کیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مَا يَزِيدُ أَحَدَهُمَا مِنَ الْحَرْفِ
 بَعْدَ الْحَرْفِ قَالُوا مَا مُحَمَّدٌ بَشَرٌ
 بَشِيرٌ قَالُوا أَبَوْ حَيَّانَ عَنْ أَبِي
 عُرَيْشَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُنْقِ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
 وَسَلَّمْ يَوْمَ مَا يَلْحَقُهُمْ خُرُفٌ لِكَيْفَ
 الْيَوْمَ رَأَوْا وَكَانَتْ تَفْجِئَةً فَتَهَسَّ
 مِنْهَا نَفْسُهُ فَقَالَ أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ
 يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَهَلْ تَذَرُونَنِي
 بِهَذَا ذَالِكَ بَيِّنَةٍ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
 يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَلَا أَلَيْسَ وَالْأَخْيَرُونَ
 فِي صَوْبِي وَإِحْدَى قَيْسِيْعُهُمْ
 أَلَا أَعْنِي وَتَنْفَعُهُمُ الْبَصَرُ وَ
 كَذَبُوا الشَّمْسُ قَبْلَهُ النَّاسُ
 مِنَ الْغَيْمِ وَالْكَذِبُ مَا لَا يُطِيقُونَ
 وَمَا لَا يَحْتَمِلُونَ فَيَقُولُ بَعْضُ
 النَّاسِ لِبَعْضٍ أَكْثَرُونَ مَا أَنْتُمْ
 فِيهِ أَلَا كَرُّونَ مَا قَدْ بَلَغَكُمْ
 أَلَا تَنْظُرُونَ إِلَى مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ
 إِلَى مَا يَكْفُرُ فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ
 لِبَعْضٍ ائْتُوا أَدَمَ فَإِنَّهُ
 أَدَمٌ فَيَقُولُونَ يَا أَدَمُ أَنتَ أَبُو
 الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللَّهُ بَيْدَهُ وَكَفَعَهُ
 فِيكَ مِنْ تَرْتِجٍ وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ
 فَسَجَدُوا لَكَ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ
 أَلَا كَرُّى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا كَرُّى
 مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ أَدَمُ إِنِّي
 رَبِّي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ
 يَغْضَبْ قَبْلَكَ وَمِثْلَكَ وَكَرُّ

کو چونکہ دستِ کا گوشت پسند تھا آپ کو دستی پیش کی گئی
 لہذا آپ نے اس کو دانتوں سے کھانا شروع کر دیا،
 پھر آپ نے فرمایا قیامت کے دن میں تمام لوگوں کا
 سردار ہوں گا کیا تم جانتے ہو یہ کیسے ہو گا پھر آپ
 نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن تمام اولین
 اور آخرین کو ایک ایسے ہموار میدان میں جمع کرے گا
 جس میں منادی کی آواز سب نہیں گئے اور وہ سب
 دکھائی دیں گے۔ سو سوچ نزدیک ہو جائے گا، اور
 لوگوں کو ناقابلِ برداشت بھرا ہوا اور پریشانی کا سامنا ہوگا،
 اس وقت بعض لوگ دوسرے لوگوں سے کہیں گے کیا تم
 نہیں دیکھتے کہ تمہارا کیا حال ہے اور کیا یہ نہیں سہتے
 کہ تم کس قسم پریشانیوں میں مبتلا ہو چکے ہو آؤ ایسے
 شخص کو تلاش کریں کہ جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری
 شفاعت کرے پس بعض لوگ ایک دوسرے سے
 مشورہ کر کے کہیں گے چلو حضرت آدم کے پاس
 چلیں پھر لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں
 گے اور ان سے عرض کریں گے اے آدم علیہ السلام
 آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے
 آپ کو اپنے دست مبارک سے پیدا کیا ہے
 اور آپ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی ہے اور
 تمام فرشتوں کو آپ کی تعظیم کے لیے سجدہ کرنے
 کا حکم دیا تھا آپ اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری شفاعت
 کیجئے، کیا آپ نہیں ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ ہم کس پریشانی
 میں ہیں، اور کیا آپ ہماری تکلیفوں کا مشاہدہ نہیں
 فرما رہے، حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے آج میرا
 رب اس قدر جلال اور غضب میں ہے کہ کبھی اس
 سے پہلے اس قدر جلال اور غضب میں نہیں آیا، اور
 نہ کبھی اس کے بعد اتنے غضب میں آئے گا، بات
 یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے درخت

يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَرَأَيْتُهَا فِي
عَنِ الشَّجَرَةِ فَغَضِبْتُ نَفْسِي
نَفْسِي إِذْ هَبُّوا إِلَى عَيْرِي إِذْ هَبُّوا
إِلَى شُورٍ قِيَا تُنُونُ لَنُوحًا قِيْلُوا
يَا نُوحُ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى
الْأَرْضِ وَسَمَّاكَ اللَّهُ عَبْدًا
شَكُورًا إِشْفَعْنَا لَكَ إِلَى رَبِّكَ
أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى
إِلَى مَا قَدْ بَلَغْنَا قِيْلُوا لَهْمُ
إِنْ رَأَيْتُمْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ
غَضِبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ وَلَنْ
يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَرَأَيْتُ
قَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُ
بِهَا عَلَى كَذِبِي نَفْسِي نَفْسِي
إِذْ هَبُّوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ قِيَا تُنُونُ
إِبْرَاهِيمَ قِيْلُوا أَنْتَ مَسِي
اللَّهُ وَتَحْلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ
إِشْفَعْنَا لَكَ إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى
مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى مَا قَدْ
بَلَغْنَا قِيْلُوا لَهْمُ إِبْرَاهِيمَ
إِنْ رَأَيْتُمْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضِبًا
لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَكَ
يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَكَ
كَذِبَاتِهِ نَفْسِي نَفْسِي إِذْ هَبُّوا
إِلَى عَيْرِي إِذْ هَبُّوا إِلَى مُوسَى
قِيَا تُنُونُ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ
قِيْلُوا يَا مُوسَى أَنْتَ رَسُولُ
اللَّهِ فَصَلِّ عَلَى النَّاسِ إِشْفَعْنَا

کھانے سے روکا تھا اور میں نے (بظاہر) اس
کی نافرمانی کی، آج مجھے صرف اپنی فکر سے ہم میرے
علاوہ کس اور شخص کے پاس جاؤ، حضرت نوح علیہ
السلام کے پاس چلے جاؤ، پھر لوگ حضرت نوح علیہ
السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے آپ
زمین پر سب سے پہلے رسول بنا کر بھیجے گئے
اللہ تعالیٰ نے آپ کو شکر گزار بندہ قرار دیا، آپ اللہ
تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے، آپ دیکھ
رہے ہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں اور ہمیں کن تکلیفوں
کا سامنا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام ان سے فرمائیں
گے آج میرا رب اس قدر رحمت غضب کے عالم
میں ہے کہ پہلے بھی ایسے غضب میں آیا تھا اور نہ
اسندہ کبھی ایسے غضب میں آئے گا اور بات یہ
ہے کہ میں نے اپنی قوم کے لیے ہلاکت کی دعا کی
تھی جس کی وجہ سے آج مجھے خود اپنی فکر دامن گیر
ہے، جاؤ تم حضرت ابراہیم کے پاس چلے جاؤ، پھر
لوگ حضرت ابراہیم کے پاس جائیں گے، اور عرض
کریں گے آپ اللہ کے نبی ہیں اور تمام دوسرے
زمین میں واحد اس کے خلیل ہیں آپ اپنے رب سے
ہماری شفاعت کیجئے، کہا آپ نہیں دیکھ رہے کہ
ہم کس حال میں ہیں اور کیا تکلیفیں ہم کو پہنچ رہی ہیں
حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے فرمائیں گے، آج میرا
رب اتنے زبردست جلال میں ہے کہ نہ پہلے بھی
ایسے جلال میں آیا تھا اور نہ بعد میں کبھی ایسے جلال
میں آئے گا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی ان زمین
باتوں کا ذکر کریں گے جن کو لوگوں نے بظاہر جھوٹ
سمجھا تھا آج مجھے خود اپنی فکر دامن گیر ہے کسی اور کے
پاس چلے جاؤ۔ جاؤ! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
پاس چلے جاؤ، پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی

لَنَا إِلَىٰ رَأْيِكَ أَلَا تَكْزِي مَا نَحْنُ
فِيهِ أَلَا تَكْزِي مَا قَدْ بَلَغْنَا
فَيَقُولُ لَهُمْ رَسُولِي عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ إِنَّ رَأْيِي قَدْ تَغَضَّبَ
الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ
مِثْلَهُ وَلَكِنْ يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ
وَأَيُّ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أُؤْمَرْ
بِقَتْلِهَا نَفْسِي نَفْسِي إِذْ هَبُّوا
إِلَىٰ عِيسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ قِيَا تُونَ
عِيسَىٰ فَيَقُولُونَ يَا عِيسَىٰ أَنْتَ
رَسُولُ اللَّهِ وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي
الْمَهْدِ وَكَلِمَةً مِنْهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ
مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَانْشَقَعُ
لَنَا إِلَىٰ رَأْيِكَ أَلَا تَكْزِي مَا نَحْنُ
فِيهِ أَلَا تَكْزِي مَا قَدْ بَلَغْنَا
فَيَقُولُ لَهُمْ عِيسَىٰ إِنَّ رَأْيِي
قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ
يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَكِنْ يَغْضَبُ
بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَلَمْ يَدْكُرْ لَهُ
ذَنْبًا نَفْسِي نَفْسِي إِذْ هَبُّوا
إِلَىٰ غَيْرِي إِذْ هَبُّوا إِلَىٰ مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
قِيَا تُونَ فَيَقُولُونَ يَا مُحَمَّدُ
أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ وَنَحْنُ الَّذِينَ آمَنُوا
وَعَقَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقْدَرُ مِنْ
ذَنْبِكَ وَمَا تَأْخُرُ أَشْفَقْنَا
إِلَىٰ رَأْيِكَ أَلَا تَكْزِي مَا نَحْنُ فِيهِ
أَلَا تَكْزِي مَا قَدْ بَلَغْنَا فَمَا نَطْلِقُ
فَأَيُّ تَحْتَ الْعَرْشِ فَاقْعُرْ سَاجِدًا

خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے اے حضرت
موسیٰ علیہ السلام آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ
نے آپ کو رسالت اور ہم کلامی دونوں چیزوں کے شرف
سے نوازا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت
کیجئے کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں اور
ہم کو کیسی تکلیفیں پہنچ رہی ہیں، پھر ان سے حضرت موسیٰ
علیہ السلام فرمایں گے، میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم خالص
کے بغیر ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، آج مجھے خود اپنی فکر
دامن گیر ہے جاؤ حضرت عیسیٰ کے پاس جاؤ، پھر
لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور
عرض کریں گے اے حضرت عیسیٰ! آپ اللہ تعالیٰ کے
رسول ہیں۔ آپ نے لوگوں سے پٹھوڑے
میں کلام کیا ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس کلمے سے
پیدا کیا جس کو حضرت مریم کے دل میں پیدا کیا تھا، آپ
اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح ہیں۔ آپ اپنے رب کے
حضور ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ نہیں دیکھ رہے
کہ ہم کس حال میں ہیں اور ہمیں کیسی تکلیفیں پہنچ رہی
ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان سے فرمائیں گے بات
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آج ایسے جلال میں ہے
کہ نہ کبھی اس سے پہلے ایسے جلال میں تھا اور نہ کبھی
اس کے بعد ایسے جلال میں ہوگا اور ہر پند کہ حضرت
عیسیٰ اپنی کسی (اجتہادی) خطا کا ذکر نہیں کریں گے۔
تاہم فرمائیں گے آج مجھے خود اپنی فکر دامن گیر ہے میرے
علاوہ کسی اور شخص کے پاس جاؤ! جاؤ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس جاؤ، پھر لوگ میرے پاس آئیں گے
اور عرض کریں گے اے محمد آپ اللہ تعالیٰ کے رسول
ہیں اور آخری نبی ہیں، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آپ کو منقر
کی نوید سنا دی تھی، آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت
کیجئے، کیا آپ نہیں ملاحظہ فرما رہے کہ ہم کس حال میں ہیں۔

کیا آپ مشاہدہ نہیں فرما رہے کہ میں کن ملکائیں کا سنا
ہے پھر میں عرش کے نیچے جا کر اپنے رب کے حضور
سجدہ کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ میرا سینہ کھول دے گا
اور میرے دل میں حمد و ثناء کے ایسے کلمات پیدا
فرمائے گا جو اس سے پہلے کسی کے دل میں پیدا نہیں
کئے تھے پھر کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھا لے
بلنگئے آپ کو دیا جائے گا شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت
قبول ہوگی، میں عرض کروں گا اے رب میری امت کو
بخش دے میری امت کو بخش دے، کہا جائے گا اے محمد! تبارک امت
میں سے جن لوگوں کا حساب نہیں لیا گیا ان کو جنت
کے دائیں دروازے سے داخل کرو اور یہ لوگ
جنت کے باقی دروازوں میں سے بھی داخل ہو سکتے
ہیں۔ اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد
کی جان ہے جنت کے دروازوں کے کواڑوں کے
درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ ہے مکہ اور مقام ہجر
میں یا مکہ اور مقام بصری میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے
شرید (گوشت) کے سانپوں سے جوڑے ہوئے روٹی
کے ٹکڑے) کا ایک پیالہ رکھا، رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے پیالہ میں سے بکری کی ایک دستی اٹھائی
کیونکہ وہ کھائی ہی بکری کے گوشت میں آپ کو پیوہ پسند تھی
آپ نے اس کو دانٹوں سے کھانا شروع کیا اور
فرمایا میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا
پھر دوبارہ آپ نے وہ دستی کھائی اور فرمایا میں قیامت
کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا جب آپ نے
یہ ملاحظہ فرمایا کہ صحابہ آپ سے اس کا سبب نہیں پرچھتے
تو آپ نے فرمایا کہ تم نہیں معلوم کرتے کہ اس کا کیا سبب
ہوگا، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ اس کا کیا سبب

لِيَرْقَى عَنِّي وَجَلَّ ثُمَّ يَفْتَحُهُ اللَّهُ
عَلَيَّ وَيُلْهِمُنِي مِنْ مَّحَامِدِهِ
وَحُسْنِ الْغِنَاءِ عَلَيْكَ شَيْئًا لَمْ
يَفْتَحْهُ لِأَحَدٍ قَبْلِي ثُمَّ يَقَالَ
يَا مُحَمَّدُ ارْقُصْ مَا أَسَلْتَ سَلْ
تُغَطُّ إِشْفَقُ تُشْفَقُ فَأَرْقُصُ رَائِي
فَأَقُولُ يَا زَيْتُ امْسِكِي امْسِكِي
فَيَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلِ الْجَنَّةَ
مِنْ أَمْرِكَ مَنْ لَا حِسَابَ
عَلَيْهِ مِنْ بَابِ الْإِيمَانِ مِنْ
أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ
النَّاسِ فَيَسْأَلُ ذَلِكَ مِنَ
الْأَبْوَابِ وَالَّذِي كَفُسَ مُحَمَّدٌ
بِهِ يَوْمَ رَأَى مَا بَيْنَ الْمَصْرَاءَيْنِ
فَمَقَارِيعَ الْجَنَّةِ لَكُمْ أَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ
أَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرَى

۳۸۹۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ
سَبْرَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ
عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ وَصَعْتُ بَيْنَ يَدَيَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَصْعَةً
مِنْ خُبَيْدٍ وَكُحْلٍ فَتَنَاوَلَ الدِّدَاعُ
وَكَانَتْ أَحَبَّ الشَّيْءِ إِلَيْهِ فَتَهَسَّ
كَهْسَةً فَقَالَ أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ ثُمَّ تَهَسَّ تَهْسَةً أُخْرَى
فَقَالَ أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
فَلَمَّا رَأَى أَصْحَابَهُ لَا يَسْأَلُونَ
فَقَالَ أَلَا تَقُولُونَ كَيْفَهُ قَالُوا كَيْفَهُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ يَوْمَ يَحْشُرُهُ

النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ وَمَا قَالُوا لَكَ
بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي حَنِظَلَةَ عَنْ أَبِي ذُرْعَةَ
وَمَا أَدْرَا فِي قِصَّةِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَالْمَلَكُ قَالَ ذَكَرْتَهُ فِي الْكُتُبِ
هَذَا سَرِّقَ وَقَوْلُهُ لِأَهْلِهِمْ بَنِي قَعْلَهُ
كَتَبُوا لَهُمْ هَذَا وَقَوْلُهُ إِنْ سَقِيتُمْ
قَالَ وَالَّذِي تَفْسُ مَعْتَدٍ بِسِدْرَةِ
مَا بَيْنَ الْعَصَا عَيْنٍ مِنْ مَقْصَرٍ بِشِعْرِ
الْحَقَّةِ إِلَى عَصَا ذِي النَّبَابِ لَكُمْ مَا بَيْنَ
مَلَكَةٍ وَهَجَرَةٍ وَهَجَرَةٍ وَمَلَكَةٍ قَالَ لَا
أَدْرِي أَتَى ذَلِكَ قَالَ .

ہو گا؟ آپ نے فرمایا جس دن تمام لوگ اللہ رب
العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے امام مسلم
فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حدیث سابق کا مثل بیان
فرمایا: البتہ اس سند کے ساتھ حدیث میں حضور نے
یہ اضافہ فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب
لوگ جائیں گے تو وہ کہیں گے کہ میں نے سناؤں
کو دیکھ کر کہا تھا کیا یہ میرا رب ہے، اور میں نے
اپنی قوم کے بتوں کے بارے میں کہا تھا بلکہ یہ کام ان
کے بڑے بت نے کیا ہے۔ (یعنی میں نے اس
کی پرستش کو باطل ثابت کرنے کے لیے چھٹے
بتوں کو توڑا ہے کہ اس کے سامنے وہ بت ٹوٹتے
رہے اور وہ کچھ نہ کر سکا) اور انھوں نے فرمایا میں
نے کہا تھا "میں بیمار ہوں" (یعنی میری قوم بیمار
ہے) اور جنت کے دروازوں کے دروازوں
کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ اور مقام ہجر
میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت خذیلہ رضی اللہ
عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن تمام مسلمانوں
کو جمع فرمائے گا اور جنت ان کے قریب کر دی
جائے گی، پھر تمام مسلمان حضرت آدم علیہ السلام کے
پاس جائیں گے اور عرض کریں گے اے ہمارے
والد ہمارے لیے جنت کا دروازہ کھول دے وہ
فرمائیں گے تمہارے باپ کی ایک (اجتہادی) خطا
نے ہی تو تم کو جنت سے نکالا تھا، میرا یہ مقام نہیں
ہے جاؤ میرے بیٹے حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ
جو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم فرمائیں گے کہ میرا یہ
مقام نہیں ہے، میرے خلیل ہونے کا مقام مقام

۳۹۰ . حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ خِيفَةُ
الْبَجَلِيِّ قَالَ نَأَى مَحْتَمِلُهُ بْنُ قُضَيْبٍ
قَالَ نَأَى أَبُو مَالِكٍ إِلَى اللَّهِ جَعَلِي عَنْ
أَبِي حَنِظَلَةَ عَنْ أَبِي ذُرْعَةَ قَالَ أَبُو
مَالِكٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ
مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
يَجْمَعُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى
النَّاسَ فَيَقُومُ الْمُؤْمِنُونَ
حَتَّى تَوَلَّفَ لَهُمُ الْجَنَّةَ قِيَانُونَ
أَوْ فَيَقُولُونَ يَا أَبَانَا اسْتَفْتِمْ
لَنَا الْجَنَّةَ فَيَقُولُ هَلْ أَخْرَجَكُمْ
مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا خَطِيئَةٌ أَرَبَيْتُمْ

أَدْرَكْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ أَذْهَبُوا
إِلَى ابْنِ الْبَاهِيَةِ خَلِيلِ اللَّهِ
كَأَنَّهُ يَقُولُ لِإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
كُنْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ إِشْمَا كُنْتُ
تَحْلِيلًا مَعَهُ وَرَأَى وَرَأَى أَعْمَدًا
إِلَى مُوسَى الَّذِي كَلَّمَهُ اللَّهُ تَكْلِيمًا
فَيَا تُونَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ
كُنْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ أَذْهَبُوا إِلَى
عِيسَى كَلِمَةَ اللَّهِ وَرُوحِهِ يَقُولُ
عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ كُنْتُ بِصَاحِبِ
ذَلِكَ فَيَا تُونَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُ وَيُؤَدُّ
لَهُ وَتُرْسِلُ الْأَمَانَةَ وَالرَّحِيحُ
فَتَقُولُ مَا بَيْنَ جَنَبَتِي الضَّرَاطُ
يَمِينًا وَشِمَالًا كَيْفَ أَدْلَكُمْ
كَأَنَّهُ يَقُولُ فَلْتُ يَا بَنِي آدَمَ هَاتُوا
أَنَّى شَأْنِي كَعَمْرِ الْبَرْقِ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَلَمْ تَرَوْا إِلَى الْبَرْقِ كَيْفَ يَهْتَدِي
تَرْجِعُ فِي طَرَفَتَيْ عَيْنٍ ثُمَّ كَعَمْرِ
الْبَرْقِ ثُمَّ كَعَمْرِ الظَّنِّ وَتَكُونُ
الزُّجَّالُ تَجْرِي بِهِمْ أَعْمَالُهُمْ
كَبَيْتِكُمْ قَائِلَةً عَلَى الصِّرَاطِ يَقُولُ
رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ حَتَّى تَفْجَرُ أَعْمَالُ
الْعِبَادِ حَتَّى يَجِيئَ الزُّجَّالُ فَتَلَا
تَبْسُطُ طَيْعَ السَّيْرِ إِلَّا تَرَحُّمًا قَالَ
وَفِي حَقِّ الصِّرَاطِ كُلَّ لَيْلٍ
مُعَلَّقَةٌ مِمَّا مَوَّرَ هَاتَا خُذْ مَنْ
أَمَرْتُ بِهِ مَعَهُ وَشَيْءٌ شَاجِرٌ وَ

شفاعت سے بہت پیچھے ہے، جاؤ حضرت موسیٰ
علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، جن کو اللہ تعالیٰ
نے شرف کلام سے نوازا ہے، پھر لوگ حضرت
موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے، حضرت
موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میرا یہ منصب نہیں ہے
جاؤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ
کے پسندیدہ کلمہ سے پیدا ہوئے اور اس کی
پسندیدہ روح ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے
میرا یہ مقام نہیں ہے، جاؤ محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس جاؤ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کھڑے ہوں گے اور آپ کو شفاعت کی اجازت
دے دی جائے گی، علاوہ ازیں امانت اور رحم کو
چھوڑ دیا جائے گا اور وہ دونوں پہ صراط کی دائیں
بائیں کھڑے ہو جائیں گے، تم میں سے پہلا شخص
پہل صراط سے بھل کی طرح گزرے گا اور وہی کہتا
ہے، میرے ماں باپ آپ پر ندامتوں، بھل کی طرح
کون سی چیز گذرتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ تم نے بھل کی طرف نہیں دیکھا کس
طرح گذرتی ہے اور ایک جھپکنے سے پہلے لوٹ
آتی ہے اس کے بعد وہ لوگ پہل صراط سے گذریں گے
جہاں دھڑکی کی طرح گزر جائیں گے، اس کے بعد پرندوں
کی رفتار سے گذریں گے، اسی کے بعد آدمیوں کے
دوڑنے کی رفتار سے، ہر شخص کی رفتار اس کے
اعمال کے مطابق ہوگی اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم علیہ وسلم پہل صراط پر کھڑے ہو کر کہہ رہے ہوں گے
وہ میرے رب ان کو سلامتی سے گزار دے ان
کو سلامتی سے گزار دے، پھر ایک وقت وہ آجنگا
کہ بندوں کے اعمال انھیں عاجز کر دیں گے اور لوگوں
میں چلنے کی طاقت نہیں ہوگی اور وہ اپنے آپ کو

مَكَدُوسٌ فِي النَّارِ وَالْأَنفُسُ
لِنَفْسٍ آتَتْهَا يَدُوهَا يَبِيحٌ إِنَّ قَعْرَ
جَهَنَّمَ كَسَبْعِينَ خَرِيفًا

گھسٹے ہوئے پل صراط سے گزریں گے اور پل صراط
کے دونوں جانب لوہے کے کلانٹے ہونگے ہوں
گے اور جس شخص کے پاس علم ہو گا اس کو یہ پکڑ
لیں گے بعض ان کی وجہ سے زخمی حالت میں نجات پا
جائیں گے اور بعض ان سے ابھ کر دوزخ میں جھڑ
جائیں گے۔ حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ فرماتے
ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ابو ہریرہ
کی جان ہے جہنم کی گہرائی ستر سال کی مسافت کے
برابر ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ پہلا
شخص ہوں جو جنت میں جانے کے لیے شفاعت
کروں گا اور تمام انبیاء سے زیادہ میرے پیروکار
ہوں گے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت
کے دن تمام انبیاء سے زیادہ میرے پیروکار
ہوں گے اور سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ
کھٹکھاؤں گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب
سے پہلے جنت کے لیے شفاعت میں کروں گا
تمام انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی پر اتنے اطمینان
ایمان نہیں لائے جتنے مجھ پر ایمان لائے ہیں جتنی
کہ بعض انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے والا صرف
ایک شخص ہو گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت
کے دن جنت کے دروازے پر آ کر اس کو میں

۳۹۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَشُعْبَةُ بْنُ أَبِي الْإِثْمِ
قَالَ قُتَيْبَةُ نَاجِيٌّ عَنِ الْخُتَّارِ بْنِ قُلْقُلٍ عَنْ أَنَسِ
بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَأَنَا أَوَّلُ النَّاسِ يَشْفَعُونَ فِي الْجَنَّةِ وَأَنَا
أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا

۳۹۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَقَالَ
نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ خُتَّارِ بْنِ
قُلْقُلٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ تَبَعًا وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يَفْتَحُ بَابَ الْجَنَّةِ

۳۹۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ قَالَ
حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ الْخُتَّارِ بْنِ
قُلْقُلٍ قَالَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا أَنَا أَوَّلُ شَخْصٍ
فِي الْجَنَّةِ لَمْ يُصَدِّقْ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ مَا
صَدَّقْتُ إِنْ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَنْتَظِرُهَا يُصَدِّقُ وَهُوَ
مِنْ أُمَّتِهِ إِلَّا رَجُلًا وَاحِدًا

۳۹۴۔ وَحَدَّثَنَا ثَعْلَبَةُ بْنُ مَعْمَدٍ وَثَوْبَةُ مَعْمَدُ بْنُ النَّافِعِ
وَبُرَيْدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ لَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ
تَأْتِيَانِ بَنُو الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ

کھلاؤں گا۔ جنت کا محافظ کہے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کہے گا مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے جنت کا دروازہ نہ کھلوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو ایک دعا کا حق دیا جاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے صحیح طور پر قبول فرماتا ہے میں نے اپنی اس دعا کو خرچ نہیں کیا بلکہ قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو ایک خاص دعا ہوتی ہے اور میرا ارادہ ہے کہ میں انشاء اللہ اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کرنے کے لیے محفوظ رکھوں گا۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ سے ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت ابو ہریرہ نے کعب احبار سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے لیے ایک خاص دعا ہوتی ہے جس کو وہ مانگ لیتا ہے اور میرا ارادہ ہے کہ میں انشاء اللہ اس دعا

مَالِکَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَيْ بَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَاسْتَفْتَيْتُهُمْ كَيْفَ يَقُولُ الْخَائِرُونَ مَنْ أَنْتَ فَأَقُولُ مُحَمَّدًا يَقُولُونَ بِكَ أَوْصَتْ لَكَ أَتَشْتَرِي بِأَحَدٍ قَبْلَكَ -

۳۹۵۔ حَدَّثَنَا ثَعْلَبَةُ بْنُ يُوْنُسَ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ أَمَّا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِکُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُو بِهَا فَإِذَا رَأَى أَنْ أَخْبَتِيْ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِّدَعْوَتِيْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ -

۳۹۶۔ وَحَدَّثَنَا ثَعْلَبَةُ بْنُ يُوْنُسَ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِکُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ وَآمَرْتُ أَنْ تُنْشَأَ اللَّهُ أَنْ أَخْبَتِيْ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِّدَعْوَتِيْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ -

۳۹۷۔ حَدَّثَنَا ثَعْلَبَةُ بْنُ يُوْنُسَ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِکُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

۳۹۸۔ حَدَّثَنَا ثَعْلَبَةُ بْنُ يُوْنُسَ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ أَمَّا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيِّ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ يَكْتُمُ الْخَبْرَ إِنْ

الرَّبِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ
يَدْعُو بِهَا فَإِنَّا أُمِرْنَا بِإِنشَاءِ اللَّهِ أَنْ أُخْتَبِيَ
دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِيَوْمِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَقَالَ كُنْتُ
لِيَوْمِي هَؤُلَاءِ أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَعَمْ

۳۹۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابُو كُرَيْبٍ
وَالْقَاسِمُ بْنُ أَبِي كُرَيْبٍ قَالُوا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ
الْأَعْمَشِ عَنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ
دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلْ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ
وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِيَوْمِي يَوْمَ
الْقِيَمَةِ فَهِيَ نَائِكَةٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنْ مَكَاتٍ
مِنْ أُمَّتِي كَذَلِكَ يُبَاهِي شَيْئًا

۴۰۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ تَابِعُ بْنُ
عَنْ عَمَارَةَ وَهُوَ ابْنُ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ يَدْعُو
بِهَا فَيُسْتَجَابُ لَهَا فَيُؤْتَاهَا وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ
شَفَاعَةً لِيَوْمِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ

۴۰۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ النَّخَعِيُّ
قَالَ تَابِعُ بْنُ كَالٍ نَاشِئَةٌ عَنْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ رِبَادٍ
قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ دَعَا
بِهَا فِي أُمَّتِهِ فَاسْتَجِيبَتْ لَهَا وَإِنِّي أُمِرْتُ أَنْ
كُنْتُ اللَّهُ أَنْ أُؤَخِّرَ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِيَوْمِي

کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے
لیے محفوظ رکھوں گا، کعب نے حضرت ابو ہریرہ سے
پوچھا کیا آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
خود یہ حدیث سنی تھی۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا
”ہاں“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے
لیے ایک خاص دعا ہوتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ
اپنے فضل سے جتنی طور پر قبول فرماتا ہے اللہ
ہر نبی نے اپنی اس دعا کو مانگ کر فرج کر لیا اور
میں نے قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت
کرنے کے لیے اس دعا کو محفوظ رکھا ہے اور
انشاء اللہ یہ شفاعت میری امت کے ہر اس فرد
کو شامل ہوگی جو شرک سے بچا رہے گا۔

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لیے
ایک مقبول دعا ہوگی ہے اور میں نے اپنی اس
دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے
لیے محفوظ رکھا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر
نبی کو ایک دعا کا حق ہوتا ہے۔ اور ہر نبی نے
وہ دعا اپنی امت کے لیے (دنیا میں) مانگ لی
اور میں نے قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت
کرنے کے لیے اس دعا کو مؤخر کر دیا۔

یَوْمَ الْقِيَمَةِ۔

۴۰۲۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو عَثَانَ الْيَسْرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ هَشَامٍ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ الْفُطَيْلِ وَابْنُ عَثَانَ كَانُوا نَا مُعَاذُ يَعْنُونَ ابْنَ هَشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ نَأْسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ دَعَا هَالِكٌ فِيهِ دِرِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کی ایک خاص دعوت قبول دعا ہوتی ہے جو اس نے اپنی امت کے لیے کر دی اور میں نے قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے اس دعا کو محفوظ رکھا ہے۔

۴۰۳۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي خَلْفٍ قَالَا نَأْسُ بْنُ دُرٍّ قَالَ نَأْسُ بْنُ هَاشِمٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۴۰۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو ذَرٍّ قَالَ نَأْسُ بْنُ هَاشِمٍ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي خَلْفٍ قَالَا نَأْسُ بْنُ دُرٍّ قَالَ نَأْسُ بْنُ هَاشِمٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ قَالَ قَالَ أُسْطُثُ

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی لفظی تنبیہ کے ساتھ یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

وَفِي حَدِيثِ أَبِي هَاشِمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ۴۰۵۔ وَحَدَّثَنِي مُسْتَعِدُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَلَى قَالَ نَأْسُ بْنُ هَاشِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَذَبُوا كَذَبُوا وَحَدَّثَنِي قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت انس سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۴۰۶۔ وَحَدَّثَنِي مُسْتَعِدُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي خَلْفٍ قَالَ نَأْسُ بْنُ دُرٍّ قَالَ نَأْسُ بْنُ هَاشِمٍ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي خَلْفٍ قَالَا نَأْسُ بْنُ دُرٍّ قَالَ نَأْسُ بْنُ هَاشِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ دَعَا هَالِكٌ فِيهِ دِرِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر نبی کے لیے ایک دعا مرقع ہے جس کو اس نے اپنی امت کے لیے مانگ لیا میں نے قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے اپنی دعا کو محفوظ رکھا ہے۔

بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَأُمَّتِهِ وَبُكَائِهِمْ شَفَقَةً عَلَيْهِمْ
 ۴۰۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَلَى
 الصَّدَقِ فِي قَالِ أَنَا ابْنُ دَعْبٍ قَالِ أَخْبَرَنِي
 عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ بَكْرَ بْنَ سَوَادَةَ
 حَدَّثَنَا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرٍ
 عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْخَاصِ أَنَّ
 النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَلَا
 قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَى فِي إِبْرَاهِيمَ رَبِّ انْصَنَعْ
 أَصْلَحْ كَيْدَ ثَوَاقِنَ النَّاسِ فَهَمَزُ
 تَبَعَرَنِي قَالِ اللَّهُمَّ إِنِّي وَمَنْ عَصَا فِي
 قَالِ تِلْكَ عَقُورٌ وَجَيْمٌ الْآيَةُ وَقَالِ
 عَيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ لَعَنَ بِهِمْ
 قَالِ اللَّهُمَّ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرَ لَهُمْ
 قَالِ تِلْكَ أُمَّتُ الْعَزِيزِ الْكَافِرِ فَكَرَمَ
 يَتَابِعُ وَقَالِ اللَّهُمَّ إِنِّي أُمِّي
 وَبَكِي فَقَالِ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا جُبَيْرُ
 أَذْهَبَ إِلَى مُحَمَّدٍ وَرَبِّكَ أَغْنَى
 فَسَلَّمَ مَا يُبْكِيكَ كَأَنَّهُ جُبَيْرُ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ مَسَاكَةً كَأَنَّهُ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَمَّا
 قَالِ وَهُوَ أَغْنَى وَقَالِ اللَّهُ عَزَّ
 جَلَّ يَا جُبَيْرُ أَذْهَبَ إِلَى مُحَمَّدٍ
 فَقَالِ إِنَّا سُرَّضِيكَ فِي أُمَّتِكَ
 وَلَا تَسْؤُكَ -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت
 کے لیے دعا کرتا، رونا اور شفقت فرماتا
 حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما
 بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے قرآن کریم میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام
 کے اس قول کی تلاوت فرمائی (ترجمہ: اے
 رب میرے! ان بقول نے بہت لوگوں کو گمراہ کر
 دیا ہے جو شخص میرا پیروکار ہو گا وہ میرے
 راستہ پر ہے، اور جس نے میری نافرمانی کی تو
 تو اس کو بخشے والا مہربان ہے) اور وہ آیت
 پڑھی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے
 (ترجمہ: اے اللہ! اگر تو ان کو عذاب سے توبہ
 تیرے بندے میں، اور اگر تو ان کو بخش دے
 تو تو غالب اور حکمت والا ہے) پھر رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم پر گریہ طاری ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ
 نے فرمایا اے جبرائیل! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
 کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو (حالانکہ اللہ
 تعالیٰ کو غیب علم ہے) کہ ان پر اس قدر گریہ کیوں
 طاری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
 میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور
 حضور سے معلوم کر کے اللہ تعالیٰ کو خبر دی (حالانکہ
 اللہ تعالیٰ خبر مانتا ہے) اللہ تعالیٰ نے جبرائیل
 سے کہا اے جبرائیل! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
 کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ کی امت کی
 بخشش کے معاملہ میں ہم آپ کو راضی کر دیں گے
 اور آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں وجاہت اور دیگر فوائد حدیث

کو اپنی امت سے بے پناہ محبت تھی اور آپ اس پر انتہائی شفقت کرتے تھے حتیٰ کہ امت اپنے گناہوں کی وجہ سے جس عذاب کی مستحق ہوگی اس عذاب اور امت کی تکلیف کا تصور کر کے آپ بے اختیار رو پڑتے، حضور کا مقام یہ ہے کہ وہ آقا ہو کر غلاموں کی محبت میں اس قدر روتے ہیں ہم غلام ہو کر بھی کبھی حضور کی محبت میں روئے حضور تو مستقبل میں ہماری تکلیف کے تصور سے ہمارے غم میں روتے ہیں اور ہم نے کبھی یاد کیا کہ ماضی میں فی الواقع حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری خاطر کتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ طائف کی دلدلی میں طرح حضور پر پیچروں کی بارش کر کے آپ کو لہو لہان کیا گیا، آپ پر کیسی کیسی پھبتیاں کسی گنہگار نے کہیں۔ آپ کا چہرہ گھٹا کر کے خون سے سرخ کر دیا گیا، صحن کعبہ میں دین حالت ناز میں سجدہ کے دوران آپ کی پشت مبارک پر اڑھنی کی گندگی ڈال کر آپ کا مذاق اڑایا گیا!

اس حدیث میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقام تھا، اگر حضور کی آنکھوں میں آنسو آتے تو اللہ تعالیٰ فرما جبرائیل کو بھیج کر آپ کو تسلی دلواتا، آپ غلگن ہوتے تو آپ کے غم سوزاں کرتا، یہاں غم طلب بات یہ ہے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کے غلاب پر غلگن ہوتے ہیں اسی طرح امت کے گناہوں پر بھی غلگن ہوتے ہیں، اب سوچئے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مالک اور مولیٰ ہے وہ حضور کو ہمارے عذاب کی وجہ سے غلگن دیکھتا ہے تو آپ کو راضی کرنے کے لیے عذاب نہ دینے کا اعلان کر دیتا ہے اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں تو ہم حضور کو گناہوں کی وجہ سے غلگن جان کر گناہ کو ناکیوں نہیں چھوڑتے، اللہ اکبر، وہ مالک ہو کر اپنے بندہ کی اتنی قدر افزائی کرتا ہے اور ہم ان کے غلام ہو کر ان کی قدر نہیں کرتے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کے لیے آپ کی امت کے گناہ گاروں کو بخشے گا اور اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قرآن کریم کی یہ آیت وَلَسَوْفَ يَعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (ضحیٰ: ۵) اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے، بھی آخرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور اس کی مقبولیت سے متعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صرف یہ پیغام نہیں بھجوایا کہ امت کے بارے میں ہم آپ کو راضی کر دیں گے بلکہ یہ پیغام بھی بھیجا کہ اس معاملہ میں آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے اس سے یہ تسلی دینا مطلب ہے کہ راضی کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بعض امتیوں کو ہم صاف کر دیں گے اور باقی گناہ گاروں کو دوزخ میں ڈال دیں گے۔ کیونکہ بعض کے عذاب سے بھی آپ رنجیدہ ہوں گے بلکہ ہم آپ کی تمام امت کو صاف کر دیں گے اور امت کے کسی فرد کو جہنم میں نہ بھیجیں دیں گے تاکہ آپ رنجیدہ نہ ہوں۔

الْإِسْنَادُ وَحَدِيثُكَ جَرِيرٌ أَتَمُّ وَأَشْبَعُ -

۴۱۱ - حَدَّثَنَا مُعْتَمِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ تَمِيمٍ قَالَ
قَالَ كُبَيْعُ بْنُ يُونُسَ قَالَ قَالَ نَارُهَا مِائَةُ أَلْفِ عُرْوَةٍ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا تَزَوَّجْتُ وَأُنْزِلُ
عِشِيرَتَكَ الْأَكْثَرُ بَيْنَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى الصَّغَا فَقَالَ يَا قَاطِمَةُ
بِذَنْتِ مُحَمَّدًا يَا صَفِيَّةُ بِذَنْتِ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ يَا
بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أَصْلَ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ
شَيْئًا سَكُونِي مِنْ تَارِي مَا شِئْتُمْ -

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
بیان فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: وَأَنْذَرُ
عَشِيرَتَكَ الْأَخْرَبِينَ - آپ نے قریش
رشتہ داروں کو ڈرایا: "تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے کورہ صفا پر چڑھ کر فرمایا: اسے قاطمہ بنت
عکرمہ! اسے صفیہ بنت عبدالمطلب! اسے عبدالمطلب
کی اولاد میں (از خود) تم کو عذاب خداوندی سے پہچانے
کا مالک نہیں ہوں۔ البتہ میرے مال سے جو چاہے
ہانگ لو۔"

۴۱۲ - وَحَدَّثَنِي حَوْمَلَةُ بْنُ يَعْنِي قَالَ أَنَا
ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ
شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ التَّمِيمِ وَأَبُو سَكْمَةَ
بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَاهُ يُرْوَى قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حِينَ أُنْزِلَ
عَلَيْهِ وَأَخِذَ بِعَشِيرَتِكَ الْأَقْرَبِينَ يَا مَعْشَرَ
قُرَيْشِ اسْتَدْرُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ اللَّهِ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ
مِنْ اللَّهِ شَيْئًا يَا عَبَّاسُ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا
أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا يَا صَفِيَّةُ عَمَّةُ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا أُغْنِي
عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا يَا قَاطِمَةُ بِذَنْتِ مُحَمَّدًا
سَلِينِي مَا شِئْتِ لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ
شَيْئًا -

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
جب یہ آیت نازل ہوئی: وَأَنْذَرُ عَشِيرَتَكَ
الْأَخْرَبِينَ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
"اسے جہانت قریش اپنے آپ کو خدا کے ہاتھ پہنچ
ڈالو، میں (از خود) اللہ کی طرف سے آئی ہوئی کسی چیز
کو نہیں ٹال سکتا۔ عباس بن عبدالمطلب! میں (از خود) اللہ کی
طرف سے آئے ہوئے کسی عذاب کو تم سے نہیں ٹال سکتا!
اسے صفیہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی! میں (از خود) اللہ
کی طرف سے آئے ہوئے کسی عذاب کو تم سے نہیں ٹال سکتا
اسے قاطمہ بنت محمد! جو میرا چچا ہر مجھ سے ہانگ لو لیکن میں
(از خود) اللہ کی طرف سے آئے ہوئے کسی عذاب کو تم سے
چھین ٹال سکتا!"

۴۱۳ - وَحَدَّثَنِي عُمَرُ وَالْقَاقِ قَالَ قَالَا مَعَاكُورَةُ
بْنُ عَمْرِو قَالَ قَالَا إِنَّهُ قَالَ قَالَ نَارُهَا مِائَةُ أَلْفِ عُرْوَةٍ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا تَزَوَّجْتُ وَأُنْزِلُ
عِشِيرَتَكَ الْأَكْثَرُ بَيْنَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَحَوْهَذَا -

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ
بھی حضرت ابوہریرہ سے یہ روایت اسی طرح منقول
ہے۔

۴۱۴ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ قَالَ
يَزِيدُ بْنُ مَرْزُوقٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْكَلْبِيُّ عَنْ أَبِي

قبیصہ بن مخارق اور زبیر بن عمرو بیان کرتے
ہیں جب یہ آیت کریمہ: وَأَنْذَرُ عَشِيرَتَكَ الْأَخْرَبِينَ -

عُثْمَانُ عَنْ قَبِيصَةَ ابْنِ الْمُخَارِبِ وَهُوَ هَبْرَانِي
عَمِّي وَقَالَ لَنَا كَرَلْتُ وَأَنْتُمْ عَشِيرَتُكَ الْأَقْرَبِينَ
قَالَ أَنْطَلِقْ بِنَيْي اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
إِلَى رُطَمَةَ قَوْمٍ جَبِيلٍ فَعَلَى أَعْلَاهَا حَجَرٌ أَطْعَمَ
كَادِي يَابَنِي عَيْدٍ مَنَافٍ إِيَّاهُ نَزَلُوا شَمًا مَعْلَى
وَمَثَلَكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ رَأَى النُّعْدَ وَفَتَا تَطْلُقُ
يَرْبَا أَهْلَهُ فَخَفِيضِي أَنْ يَسْئَلُوهُ فَجَعَلَ
يَهْتِفُ يَا صَبَاحًا .

۴۱۵ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ قَالَ
الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ نَأَى أَبُو عُثْمَانَ عَنْ رُهْبِرِ
ابْنِ عَمْرِو وَ قَبِيصَةَ ابْنِ مُخَارِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَحْوُلًا .

۴۱۶ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَقَالَ
نَأَى أَبُو سَامَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةٍ
عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَنَا
قَوْلَتْ هَذِهِ الْأَيْتَةُ وَأَنْتُمْ عَشِيرَتُكَ الْأَقْرَبِينَ
وَدَهَطَكَ مِنْهُمْ الْمُخَلَّصِينَ خَوْبَهُ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَتَّى صَعِدَ الصَّفَا
فَهَتَفَ يَا صَبَاحًا فَقَالُوا مَنْ هَذَا الَّذِي يَهْتِفُ
فَقَالُوا مُحَمَّدٌ فَاجْتَمَعُوا إِلَيْهِ فَقَالَ يَابَنِي
فُلَانٍ يَابَنِي فُلَانٍ يَابَنِي عَيْدٍ مَنَافٍ يَابَنِي عَيْدٍ
الْمُطْلَبِ فَاجْتَمَعُوا إِلَيْهِ فَقَالَ أَمَا آيَةُ كُذِّبُوا
لَوْ أَحْبَبْتُمْكُمْ أَنْ تَحِيلُوا تَنْخَرُجُ بِسَفْعِ هَذَا
الْجَبِيلِ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِينَ فَقَالُوا مَا يَجُوزُ بِنَا
عَلَيْكَ كَذِبًا قَالَ فَنَاقِي نَزَلُوا بَيْنَ يَدَيْ
عَذَابٍ شَدِيدٍ قَالَ فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ كَيْفَ تَكُنْ
أَمَا جَمَعْتُمْ لَنَا إِلَّا هَذَا لَعَنَهُ قَتَامٌ فَقَوْلَتْ هَذِهِ
الشُّوْرَةُ كَيْفَ تَكُنْ يَدَا آيٍ لَهَبٍ وَقَدْ تَبَّ كَذَا
قَرَأَ الْأَعْمَشُ إِلَى أَحْوَالِ الشُّوْرَةِ .

نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ
کے سب سے اونچے پتھر پر کھڑے ہو کر فرمایا
”اے عبد مناف کی اولاد! میں تم کو رجیم کے مذاپ
(سے) ڈرانے والا ہوں۔ میں اور تم اس شخص کی
طرح ہیں کہ جس شخص نے دشمن کو دیکھا ہوا اور وہ اس
دشمن سے اپنے حامدان والوں کو بچانے کے
لیے دوڑ پڑا ہو کہ کہیں اس سے پہلے دشمن نہ پہنچ
جائے اور با آواز بلند صدارت سے ”سلو دشمن آکر لہجہ
امام مسلم بیان فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے
ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ جب یہ حکم نازل ہوا کہ آپ اپنے رشتہ داروں
اور اپنی قوم کے مخلص لوگوں کو ڈرا سیتے تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرف پرچہ لے کر اور با آواز بلند
فرمایا ”سنو ہر شکریا ہو مارا“ لوگوں نے کہا یہ
کوئی پکار رہا ہے تو سب نے کہا محمد صلی اللہ
علیہ وسلم پکار رہے ہیں۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اے
نکال کی اولاد! اے نکال کی اولاد! اے عبد مناف
کی اولاد! اے عبد المطلب کی اولاد! ابھر یہ سب
لوگ آپ کے قریب ہو گئے آپ نے فرمایا ”مجھے
یہ بتاؤ کہ اگر میں تم کو یہ اطلاع دوں کہ اس پہاڑ کے
دامن سے گھوڑوں پر سوار ایک لشکر نکلے گا تو کیا
تم میری اس بات کی تصدیق کرو گے“ تمام لوگوں نے
جواب دیا ”ہم نے آپ کو کبھی جھوٹا نہیں پایا“ آپ نے
فرمایا ”میں تم کو آخرت کے (عذاب شدید سے)
ڈرا رہا ہوں“ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اس پر

ابولہب نے کہا (ایسا ذبا اللہ) تم ہلاک ہو جاؤ، کیا تم نے ہم سب کو اسی لیے جمع کیا تھا پھر وہ کھڑا ہو گیا اور سورتہ تبت یٰ ابا لہب اسی وقت نازل ہوئی: ”ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو جائیں اور وہ خود بھی ہلاک ہو جائے“

اسی سند سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پہاڑ پر چڑھ کر فرمایا: ”سنو ہشیار ہو جاؤ، جیسا کہ ابواسامہ کی روایت میں ہے اور آیت کو یہ: ”وَآرَئِیْ رَعِیْتُوكَ الْاَقْسَرِیْنَ كَاذِبِیْنَ“

۲۱۷- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَآبُو كُرَيْبٍ كِتَابَانَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ صَعِيدٌ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ بِالضُّفَى فَقَالَ يَا صَبَاحَتُ أَتَنْتَحُو حَدِيثَ أَبِي سَامَةَ وَكَمْ يَذْكُرُ نَزْوَالِ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتِ ذَرْعِيَّتُكَ الْأَقْسَرُ بَلِیْنٌ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کے متعلق اہل سنت کا منظر یہ

حدیث نمبر ۴۰۸ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سائل سے فرمایا: میرا باپ رچھا اور تمہارا باپ ردنوں جنم میں ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کے متعلق اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت عبد اللہ تک اور حضرت حوا سے لے کر جناب آمنہ تک آپ کے سلسلہ نسب میں جن نذر آباد اور اقبات ہیں وہ سب مومن ہیں، اس موضوع پر علماء اسلام کی مستقل تصانیف ہیں۔ علامہ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اس موضوع پر متعدد رسائل لکھے اور انہی حضرت امام احمد رضا قاضی بریلوی متوفی ۱۳۲۰ھ نے بھی اس موضوع پر شمول الاسلام کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔

۱۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الَّذِي يَرَاهُ حِينَ تَقُومُ وَتَقْلِبُ فِي

السَّاجِدِينَ

(شعراء ۲۱۶)

اللہ تعالیٰ آپ کو اب حالت قیام میں بھی ملاحظہ فرماتا ہے اور اس وقت بھی ملاحظہ فرما رہا تھا جب آپ کا نور عجدہ گرنے والوں میں ایشیائے منقول ہو رہا تھا۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اسرار التنزیل میں اس آیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد کے اسلام پر استدلال کیا ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب مابین کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ لہذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں تمام آباء و اہبات مومن ہیں۔

۲۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، التبیان والمنہ ص ۵۰

اور علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ سابعین کی یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے جس سے آپ کے آباد کرام کا ایمان ثابت ہوتا ہے اور جو شخص آپ کے آباد کرام کو کافر کہے میرے خیال میں وہ کافر ہے (۲)۔ امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بعثت من شیء قرأت بھا آدم قرأنا فقدنا

حقی کنت من القرن الذی کنت منه۔ ۱۱

میں ہر زمانہ کے بہترین لوگوں میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ جس زمانہ میں میں اب ہوں، اس نے مجھے بھیجا گیا۔

اور علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ امام عبدالرزاق نے اپنی تصنیف میں سند صحیح کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے: روئے زمین پر ہر دور میں کم از کم سات مسلمان ضرور ہے ہیں اور اگر کوئی دور ایسا گذرتا جس میں روئے زمین پر کوئی مومن نہ ہوتا تو زمین اور زمین والے سب ہلاک ہو جاتے۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔ ۱۲۔ ان دونوں حدیثوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب زمین ہر دور میں مومن اور مسلمان لوگوں سے خالی نہیں رہی اور مومن اور مسلمان ہی بہترین لوگ ہیں، اور حضور فرماتے ہیں کہ میرا فہم ہر دور میں بہترین لوگوں یعنی مسلمانوں میں منتقل ہوتا رہا، تو ثابت ہوا کہ حضور کے تمام آباد و امہات مومن تھے۔

اب رہا یہ سوال کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "میرا اور تمہارا دونوں کا باپ جنہی ہے" اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں حضور کے باپ سے مراد آپ کا چچا ابو طالب ہے اور عرب کا عام اسلوب یہ تھا کہ چچا پر باپ کا اطلاق کر دیا جاتا تھا، قرآن کریم میں بھی اس کی مثال موجود ہے مثلاً حضرت یعقوب حضرت اسحاق کے بیٹے ہیں اور حضرت اسماعیل حضرت اسماعیل بھائی ہیں اس لحاظ سے حضرت اسماعیل حضرت یعقوب کے چچا ہوئے لیکن قرآن کریم میں ان پر حضرت یعقوب کے باپ کا اطلاق کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے حضرت یعقوب نے جب اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے تو انھوں نے جواب میں کہا: نعبداہلک والہ ابائک ابراہیم واسمعیل۔ (بقرہ ۱۳۳)۔

اس تشریح سے ثابت ہو گیا کہ یہ حدیث حضور کے والدین نے مومن ہونے کے خلاف نہیں ہے۔

اہل بیت اطہار کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا بیان حدیث نمبر ۴۰۹ میں ہے: اے ناظر!

۱۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۵ھ، روح البانی ج ۱ ص ۱۳۸-۱۳۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ امام عبد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۳، مطبوعہ دار محمد صالح المنجد کراچی، ۱۳۸۱ھ

۳۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، السخاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۱۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

سے اس قدر محبت ہے کہ جس نے آپ کی شان میں ایک مرتبہ گستاخی کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کی مذمت فرمائی اور آیات نازلہ فرمائی اور اس کی شدت سے مذمت فرمائی کہ مثلاً ابولہب نے ایک لفظ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کے جواب میں پوری سورت نازل فرمائی اس نے ایک بار یہ لفظ کہا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ سورت نازل فرمائی اب جس قدر جن، انسان اور فرشتے ہیں وہ سب اور ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس کی مذمت کرتا ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے کفار کو بہت سے مساطات حتیٰ کہ شرک بہک میں ڈھیل دی، لیکن یہاں سے معلوم ہے اللہ تعالیٰ والثناء کے معاملہ میں غری کاروان کی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو کائنات میں ہر زیادتی پر غری اور ڈھیل گوارہ ہوگئی ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی پر غری گوارہ نہیں ہے۔

بَابُ شَفَاعَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ لِأَيِّ طَالِبٍ وَالتَّخْفِيفِ عَنْهُ
بِسَبَبِهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوطالب کے لیے شفاعت
اور آپ کے سبب سے اس کے عذاب
کی تخفیف

حضرت عباس بن عبدالمطلب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پرچھایا کہ رسول اللہ کیا آپ نے ابوطالب کو بھی کوئی نفع پہنچایا وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کی وجہ سے لوگوں پر غصب ناک ہونے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا "ہاں" اب وہ جہنم کے سرف بالائی طبقہ میں ہے۔ اور اگر میری شفاعت سے اس کو نفع نہ پہنچتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتا۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب شفاعت بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا "یا رسول اللہ! ابوطالب آپ کی حفاظت کرتا تھا، آپ کی خاطر لوگوں سے جھگڑتا تھا کیا ان اعمال نے اس کو کچھ نفع پہنچایا، آپ نے فرمایا "ہاں" میں نے اس کو آگ کی گہرائی میں پایا تو میں اس کو آگ کے اوپر لٹا دیا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ

۳۱۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ الْكُوفِيُّ عَنْ
وَمُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرِ الْمُتَوَكِّلِيِّ عَنْ
عَبْدِ الْمَلِكِ الْأَمْوِيُّ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عُبَادَةَ
عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
الْحَرِثِ بْنِ زَوْجٍ عَنْ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمَطْلِبِ
أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ نَفَعَكَ أَبَا طَالِبٍ
بِقِيَّةِ قِيَّتِهِ كَانَ يَحْكُمُ ظُلْمًا وَيُعَذِّبُ لَكَ قَالَ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ هُوَ فِي عِلْقِ خَضِرٍ
مِنْ ثَمَرٍ وَكَوَلَا أَنَا لَكَ فِي الدَّارِ الْأَكْمَلِ مِنَ الثَّأْبِ
۳۱۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ
كَانَ سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُولُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي
طَالِبٌ كَانَ يَحْكُمُ ظُلْمًا وَيُعَذِّبُ لَكَ وَيُعْصِبُ لَكَ
فَهَلْ نَفَعَكَ ذَلِكَ قَالَ نَعَمْ وَجَدْتُهُ فِي خَمَانٍ
مِنْ الثَّأْبِ فَخَرَجْتُ إِلَى صَخْرَةٍ

۳۲۰۔ وَكَانَ تَلْمِيزُهُ مِنْ حَارِثٍ كَأَنِّي سَأَلْتُ

بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ
الْمَلِكِ بْنُ عَمْرِو بْنِ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
الْحَارِثِ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ
وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَاوِيكَ عَنْ
سُفْيَانَ يَهْدِي إِلَى اسْتِثْنَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ يَنْخُوعُ حَدِيثُ أَبِي عَوَّاسٍ -

۴۲۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَاكِي عَنْ
عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ أَبِي
سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ دُكِرَ عِنْدَهُ أَبُو طَالِبٍ
فَقَالَ لَعَنَهُ تَنْقَعُهُ شِفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ يُجْعَلُ
فِي مَحْضَارٍ مِنَ النَّارِ يَبْكُهُ كَعْبِيَّةٌ يَغْلِي وَمِنْهُ
وَمَا عُنْدَ -

۴۲۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
يَحْيَى بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ نَا هَيْدَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ
سَهِيلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنِ الْعَمَّانِ بْنِ أَبِي عِيَّاشٍ
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَدْنَى أَهْلِ النَّارِ
عَدَا أَبَا قَتَادَةَ يَنْتَعِلُ مِنْ نَارٍ يَغْلِي وَمَا عُنْدَ مِنْ
حَدَّثَنَا تَعْلِيَّةٌ -

۴۲۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
عَمَّانُ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَكَمَةَ قَالَ نَا كَارِثُ عَنْ
أَبِي عُمَرَ النَّخَعِيِّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَهْوَنُ أَهْلِ
النَّارِ عَدَا أَبَا طَالِبٍ وَهُوَ صَنَعِلٌ يَنْتَعِلُ
يَغْلِي مِنْهُمَا وَمَا عُنْدَ -

۴۲۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ
وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ
نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا اسْمَعِيلَ يَقُولُ سَمِعْتُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ
کے چچا ابو طالب کا تذکرہ ہوا آپ نے فرمایا تھا
کہ دن میری شفاعت سے اس کو ناندہ پیچھے لگاؤ
اس کو دوزخ کے سب سے بالا فی طبقہ میں لایا جائیگا
جہاں آگ صحت اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس
کی شدت سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم
میں سب سے کم عذاب جس شخص کو ہوگا اس کو آگ
کی دو جڑیاں پہنائیں جائیں گی جن کی گرمی کی وجہ سے
اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم
میں سب سے کم عذاب ابو طالب کو ہوگا۔ اس کو
آگ کی جڑیاں پہنائیں جائیں گی جن سے اس کا دماغ
کھول رہا ہوگا۔

نہان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے دورانِ خطبہ
فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
سنا کہ قیامت کے دن سب سے کم عذاب

اس شخص کو ہوگا جس کے قلوبوں کے نیچے آگ کے دو انگارے رکھ دیے جائیں گے جن کی وجہ سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

التَّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ يَخْطُبُ وَيَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَهْلَ النَّارِ عَذَابُ آبَا يُؤْمَرُ الْيَقِينَةَ كَرَجْدٍ يُؤْصَلُهُ فِي أَنْعَمِهِ قَدْ مَنِّهِ جَعَلَ قَاتِلُ يَدْرِي مِنْهُمَا وَمَا عُدَّ ۢ۲۲۵ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ قَالَ أَبُو أُسَامَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ الشَّحْبِيِّ عَنْ الثَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَهْلَ النَّارِ عَذَابُ آبَا مَنْ لَدُنَّ نَعْلَانٍ وَشَوْكَا كَانِ مِنْ ثَابِرٍ يَفْنَى مِنْهُمَا وَمَا عُدَّ كَمَا يَفْنَى الْيَوْمَ كُلُّ مَا يَذِي أَنْ أَحَدًا أَكْثَرًا مِنْهُ عَذَابُ آبَا وَلَا شَوْكَا لَكُمْ نُهُمْ عَذَابُ آبَا

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنہوں میں سب سے کم عذاب اس شخص کو ہوگا جس کو آگ کی دو جوتیاں نسموں سمیت پہنائی جائیں گی جس کی وجہ سے اس کا دماغ اس طرح کھول رہا ہوگا جیسے پتیل میں پانی جوش سے کھوتا ہے۔ وہ سمجھ رہا ہوگا کہ مجھ کو سب سے زیادہ عذاب دیا گیا ہے حالانکہ فی الواقع اس کو سب سے کم عذاب ہوگا۔ اس باب کی احادیث میں ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کا ذکر ہے، اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ابوطالب

ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کی توجیہ

کفر پر مرمے تھے اور کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں ہے: لَا يَخْفَفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يَنْظُرُونَ۔ (بقرہ ۱۶۲)

توجیب ابوطالب ایمان نہیں لائے اور ان کا کفر بدنامہ ہوا قرآن کے عذاب میں کیے تخفیف ہوگی اسی طرح پیر کے دن ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوگی کیونکہ اس نے پیر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشخبری سن کر انگلی سے اشارہ کر کے اپنی باندی ثویبہ کو آواز دیا تھا بخاری ج ۲ ص ۶۲۲ لیکن ابولہب بھی ایمان نہیں لایا اور اس کے عذاب میں بھی تخفیف ہوگی اور قرآن کریم میں ہے کہ کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں جس تخفیف کی نفی ہے وہ مدت کے اعتبار سے ہے یعنی کفار کے عذاب مخلد اور دائمی سزائیں تخفیف نہیں ہوگی اور احادیث سے جس تخفیف کا ثبوت ہے وہ کیفیت کے اعتبار سے ہے یعنی عذاب ہوگا تو دائمی اور غیر متناہی لیکن اس کی شدت کو کم کر دیا جائے گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور چون کفار کے عذاب میں اللہ تعالیٰ تخفیف فرمائے گا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اپنا قانون بیان فرمایا ہے کہ کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی لیکن بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی عزت افزائی کے لیے اپنے قانون میں استثناء فرما دیتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے قانون بنایا کہ مرتزاعی معاملہ میں دو گواہ ہونے چاہئیں چنانچہ فرمایا:

و استشهدوا شہیدین من رجالکم۔

لیکن ایک مرتبہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا خزیمہ بن ثابت انصاری کی شہادت کو درگراہوں کے برابر قرار دے دیا۔ (ابو داؤد ص ۵۰۸) اسی طرح کفار کے بارے میں بھی قانون قریبی ہے کہ ان کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے حق میں شفاعت کر دیں پھر بھی تخفیف نہیں ہو سکتی! ایسا نہیں ہو سکتا یعنی اللہ تعالیٰ اپنے کلی اور عمومی قاعدہ میں استثناء کر دے یہ تو ہو سکتا ہے لیکن اپنے محبوب کی بات مثال دے یہ اس کے کرم سے متصور نہیں ہے۔

والدین کریمین کے ایمان پر دلیل | حدیث نمبر ۲۲۲ سے ۲۲۵ تک میں یہ مذکور ہے کہ سب سے کم عذاب ابوطالب کو ہوگا، ابوطالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور چچا کی بہ نسبت والدین کا اولاد پر زیادہ احسان ہوتا ہے سو اگر ہا لفرض والدین بھی کافر ہوتے تو ان کو ابوطالب سے کم عذاب ہوتا لیکن ان احادیث میں ہے کہ سب سے کم عذاب ابوطالب کو ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ والدین کریمین مومن تھے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کی دلیل ہے۔ کیونکہ لفرض کے باوجود ابوطالب کے عذاب میں کمی یا اس کے قریب نہی کی بنا پر ہے یا اس کی پرورش اللہ خدمت کی بنا پر اگر حضور کے والدین الیاء ذیالندہ کافر ہوتے تو ابوطالب کی بہ نسبت عذاب میں کمی کے وہ زیادہ مستحق تھے کیونکہ چچا کی نسبت والدین کا قریب زیادہ ہے اور اگر ابوطالب کے عذاب میں کمی پرورش اور خدمت کی وجہ سے تو پھر کون سی پرورش جزئیت کے برابر ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اولاد والدین بزرگوار سے ہوتی ہے اور کون سا خدمت حاصل اور وضع حمل کا مقابلہ کر سکتی ہے کیا کسی پرورش کنندہ یا خدمت گزار کا حق والدین کے حق سے برابر ہو سکتا ہے جن کے حق کو رب العزت نے اپنے حق کے ساتھ شاکر کے فرمایا ہے:

ان اشکری و لو الذریت۔ (لقمان ۱۷)

میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا۔

پھر ابوطالب نے جہاں بڑوں خدمت کی چلتے وقت رنج بھی وہ دیا جس کا جواب نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار کلمہ پڑھنے کے لیے فراتے رہے لیکن اس نے طمہ نہ پڑھا تھا نہ پڑھا۔ جرم وہ کیا ہے جن کی خدمت نہیں مگر ہر معجزات دیکھے، حضور کی سیرت اور تمام اعمال کو تازہ بہ تازہ دیکھتا رہا۔ پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل ار کے باوجود ایمان نہیں لایا۔ اس کے برخلاف والدین کریمین نے نہ زمانہ نبوت پایا نہ ان کی دعوت اسلام دی گئی نہ انہوں نے انکار کیا نہ بات ہوا کہ ہر سنا طرے انہیں کا پلہ بھاری ہے لہذا اگر الیاء ذیالندہ والدین کریمین کافر ہوتے اور قریب اور پرورش کی وجہ سے عذاب کم ہوتا تو سب سے کم عذاب والدین کریمین کو ہوتا۔ حالانکہ یہ بات احادیث صحیحہ کے خلاف ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ سب جنہیوں میں سب سے کم عذاب ابوطالب کو ہوگا تو ثابت ہوا کہ حضور کے والدین کریمین مومن اور مسلمان تھے۔

۱۔ اعلم احسن امام احمد رضا فاضل بریلوی مشرقی، ص ۱۴۴، ح ۱۴۴، شرح الاسلام ص ۵۰۸، مشہورہ کربلا

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ لَا يَنْفَعُهُ عَمَلُهُ

۴۲۶ - حَدَّثَنَا أَبُو يَكْرِبُنَ أَيْ شَيْبَةَ قَالَ سَأَلَ حَنْظَلَةُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُودٍ عَنْ عَائِشَةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَثَرُ جَدِّ عَمَّانَ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَصِلُ الرَّجُلُ وَيُطْعِمُ الْمَسْكِينِينَ فَقَالَ ذَلِكَ نَافِعُهُ قَالَ لَا يَنْفَعُهُ إِفْلَاحُ لَعْدٍ يَوْمَ يَوْمَ مَاتَ أَتَيْتُ الْغَيْثَ لِيُحْطِئَ شَرَفًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ -

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! زمانہ جاہلیت میں ابن جدمان رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کیا کرتا تھا، مسکینوں کو کھانا کھاتا تھا کیا یہ اعمال اس کو (آخرت میں) نفع دیں گے؟ آپ نے فرمایا (آخرت میں) یہ اعمال اس کے کام نہیں آئیں گے۔ کہہ کر اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا کہ اسے جلائے آخرت میں میری خطاؤں کو بخش دینا۔

کفار جو نیک عمل کرتے ہیں ان کا بدلہ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں عطا فرما دیتا ہے۔ آخرت میں وہ عمل کسی کام نہیں آئیں گے۔ ان کو کوئی ثواب ملے گا اور نہ ان کے عذاب میں کوئی تخفیف ہوگی۔ اس حدیث کے علاوہ درج ذیل آیات

اعمال کفار کے نفع بخش نہ ہونے پر دلائل

اور ان کفار نے جو کچھ کام کیے تھے ہم نے ان کو بکھرا ہوا باریک باریک قبضہ کر دیا۔ اللہ جو شخص ایمان لائے کے بعد کفر کرے اس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ کفار کے عذاب میں نہ تخفیف کی جائے گی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔

(۱) وَقَدْ مَنَّا لِي مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْتَنِي هَبَاءً مَنْثُورًا - (فرقان: ۲۳)
(۲) مَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ (مائدہ: ۵۰)
(۳) لَا يَخْفَ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يَنْظُرُونَ - (بقرة: ۶۳)

مسلمانوں سے دوستی رکھنا اور غیر مسلموں سے قطع تعلیق کرنا

بَابُ مَوَالَاةِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَقَاتِلَةِ غَيْرِهِمْ وَالْبِرَاءَةِ مِنْهُمْ

۴۲۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ سَأَلَ النَّهْثِيُّ ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُ عَزَّازَ بْنَ سَمْعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَبِيصِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْأَعْمَاسِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهَادًا غَيْرَ سِيٍّ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا أَيْ يَعْزِي مَلَائِكَةُ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے با آواز بلند فرمایا: سدا فلاں فامدان میرا رشتہ دار نہیں ہے۔ میرا دوست تو اللہ سے اور نیک مسلمان۔

لَيْسُوا بِالْأَوْلِيَاءِ قَرَابَتًا وَلَيْسَ اللَّهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ

غیر مسلموں سے ترک محبت اور قطع تعلق پر دلائل
فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

لا يَتَّخِذُ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ (ال عمران ۶۱)
اور ظالموں سے میل جول نہ رکھو ورنہ تم کو بھی دوزخ کا عذاب ہوگا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کفار اور گمراہ فرقوں سے میل جول رکھنا ان سے محبت اور یگانگت کا سلوک کرنا ان سے رشتہ داری اور کھانے پینے کے تعلقات قائم کرنا سب حرام ہیں۔
وقد نزل عليكم في الكتاب ان اذا سمعتم آيات الله يكفون بها ويسكتوا بها فلا تَقْعُدُوا معها حتى يعوضوا في حديث غيركم انكم اذا مثلهم (نساء ۵۹)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب کسی بد مذہب اور گمراہ فرقہ کا جلسہ ہو اور اس میں قرآن کریم کی آیات کی معرزی تحریف کی جا رہی ہو اور مسلک حق اہل سنت کے دلائل کا مذاق اڑایا جا رہا ہو تو اس جلسہ میں شریک نہ ہو اور ان کی باتیں نہ سنو اور اگر مسلمانوں نے ایسا کیا تو ان کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہوگا۔ البتہ اگر ان کا جلسہ کسی اور موضوع پر ہو تو ان کے جلسہ یا ان کی مجلس میں شرکت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

واذا رايت الذين يعوضون في آياتنا فاعرض عنهم حتى يعوضوا في حديث غيرهم واما ينسبك الشيطان فلا تقعد بعد الذكوى مع القوم الظالمين (الغاف ۲۸)

اس آیت سے بھی یہ ثابت ہے کہ گمراہ اور بد مذہب فرقے جب مسلک حق اہل سنت کے دلائل کا مذاق کریں تو ان کی بات سنیں ان کی مجلس میں بیٹھیں۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ

سے ایمان والو! اگر تمہارے ماں باپ اور

اخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان
ومن یتولیهم منکم فاولئک هم الظالمون۔
(توبہ ۲۲۱)

بھائی بھی کفر کو ایمان پر ترجیح دیں تو ان سے بھی دوستی
اور محبت نہ رکھو اور جن مسلمانوں نے ان سے دوستی
رکھی ان کا شمار ظالموں میں ہوگا۔

اس آیت کریمہ کا مفاد یہ ہے کہ اگر کوئی گمراہ فرقہ کفر کی حد تک پہنچ چکا ہے اور کسی مسلمان کے والدین
اور رشتہ داروں کا اس سے تعلق ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ ان سے محبت اور دوستی نہ رکھے ورنہ وہ ظالموں
میں سے ہوگا۔ غور کیجئے جب ماں باپ کے لیے یہ حکم ہے تو دوسرے بد مذہب اور گمراہ فرقوں سے محبت
اور دوستی رکھنے اور تعلقات قائم کرنے پر کتنی شہید سزا ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے۔
نخلہ و نخلہ من ینزلہ (مشکوٰۃ ص ۲۸) تیرے نافرمان سے ہم قطع تعلق کرتے ہیں۔
اور حضرت ابراہیمؑ یہ رومی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں
دین میں دھوکہ دینے والے اور جھوٹے لوگ ظاہر ہوں گے وہ تم سے ایسی ایسی باتیں کریں گے جو تمہارے
باپ دادا نے بھی نہ سنی ہوں گی تم ان سے دور رہنا اور ان کو خود سے دور رکھنا کہیں وہ تم کو گمراہی اور کفر میں
نہ ڈال دیں۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰-۱۱)۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى دُخُولِ طَوَائِفٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ
الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ

۴۲۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَلَامٍ الْجَمْعِيُّ
قَالَ قَالَ الزَّيْنَبُ بْنُ أَبِي شَلَبَةَ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
زَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ مِنْ أُمَّتِي الْجَنَّةَ سَبْعُونَ
أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ
اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ قَالَ اللَّهُ اجْعَلْ مِنْهُمْ
مَنْ تَقَامُ أَعْرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ لِي أَنْ تَجْعَلَ لِي
مِنْهُمْ قَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُمَا شَةٌ۔

۴۲۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ قَالَ مُحَمَّدُ
بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ زَيْدٍ
قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَبْعُونَ أَلْفًا
مِنْ أُمَّتِي

یہ روایت اس طرح منقول ہے۔
مسلমানوں کے بعض گروہوں کا بغیر حساب اور
عذاب کے جنت میں دخول
حضرت ابراہیمؑ یہ رومی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے
ستر ہزار اشخاص جنت میں بغیر حساب کے داخل
ہوں گے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمائیے
کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں کر دے۔ آپ نے
فرمایا اے اللہ اس شخص کو ان لوگوں میں سے کر دے
پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ میرے
لیے بھی دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں سے
کر دے آپ نے فرمایا عکاشہ تم پر سبقت لے چکا
امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی
یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۴۳۰۔ وَحَدَّثَنَا حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَمَّا
أَبُو وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ
حَدَّثَهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي زُمَرَةٌ
هُوَ سَبْعُونَ أَلْفًا تُصْنَفُ وَجُوهُهُمْ بِإِصْبَاءٍ
أَلْفَ مِائَةِ أَلْفٍ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ خَفَ أَمْرُ
عُكَاشَةَ بْنِ مَخْصَرٍ الْأَسَدِيِّ يَرْفَعُ نَمْرَةً عَلَيْهِ
فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ فَكَرِهَ أَمْرُ مَجْلٍ عَائِقُ الْأَنْصَارِ
فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَاشَةُ
۴۳۱۔ وَحَدَّثَنَا حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ مَنَا
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ قَالَ حَدَّثَنِي
أَبُو يُونُسَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ
أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا زُمَرَةٌ وَاحِدَةٌ مِنْهُمْ عَلَى
مُؤَرَّةِ الْقَمَرِ

۴۳۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَلَفٍ بِالْبَاهِلِيِّ قَالَ
تَالِ الْمُعْتَمِرِ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
أَبْنِ سِيرِينَ قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ قَالَ قَالَ يَحْيَى
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ
أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالُوا وَمَنْ هُوَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ هُمَا الَّذِينَ لَا يَكُونُونَ دُكَا
يَسْتَرْقُونَ وَعَلَى رُءُوسِهِمْ يَتَخَوَّضُونَ فَعَامَ عُكَاشَةُ
فَقَالَ ادْعُ اللَّهَ يَا رَبِّي اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ قَالَ
أَنْتَ مِنْهُمْ فَعَامَ رَجُلٌ قَالَ يَا رَبِّي اللَّهُ ادْعُ اللَّهَ
أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ قَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَاشَةُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں
سے ستر ہزار کا ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا اور ان
کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے
ہوں گے۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ
بن محسن اپنی چادر پھینکتے ہوئے آئے اور عرض کیا
یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان لوگوں
میں سے کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اے اللہ اس کو بھی ان لوگوں میں سے کر دے، پھر
انصار میں سے ایک اور شخص اٹھا اور کہنے لگا یا رسول
اللہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان لوگوں
میں سے کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا تم پر عکاشہ سبقت کر گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت
میں سے ستر ہزار کا ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا
اور ان کے چہرے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔

حضرت عمران رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا میری امت میں سے
ستر ہزار افراد بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے کیا
کرام سے پوچھا یا رسول اللہ وہ کن لوگ ہوں گے؟
آپ نے فرمایا یہ لوگ وہ ہوں گے جو ہر دین کا گواہ
کرائیں گے نہ وہ کرائیں گے صرف اپنے رب پر توکل
کریں گے جنہوں نے عکاشہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے
اے اللہ کے نبی! دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان
لوگوں میں سے کر دے۔ آپ نے فرمایا تم ان لوگوں
سے ہر ایک اور شخص نے کہا یا نبی اللہ! میرے

٣٣٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبُ بْنُ حَرْبٍ كُنَّا عِنْدَ الشَّامِكِيِّ
الْمَدَنِيِّ عَنِ الزَّوَارِيِّ قَالَ نَا حَاجِبِي بَنُو سُلَيْمَانَ
مُخَصِّمَةَ الشَّافِعِيِّ قَالَ نَا الْحَكَمُ بْنُ الْأَعْرَجِ عَنْ
عُمَرَ ابْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ
الْفَافِيغِ حَسَابًا قَالُوا مَنْ هُم يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ هُم الَّذِينَ لَا يَسْتَفْزِقُونَ
وَلَا يَتَطَهَّرُونَ وَلَا يَكْتُمُونَ وَعَلَى سَوَائِهِمْ يَخُوكُلُونَ

٣٣٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ الْعَزِيزَ
يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَارِثٍ عَنْ أَبِي حَارِثٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ
سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
قَالَ لَيْدٌ حُلٌّ الْجَنَّةُ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا
أَوْ سِتُّونَ أَلْفًا لَا يَدْخُلُ فِي أَبِي حَارِثٍ مِنْهُمَا
قَالَ مَحْمَدٌ يَكُونُ أَحَدُهُمْ بَعْضُهُمْ بَعْضًا لَا يَدْخُلُ
أَوْ لَهُمْ حَتَّى يَدْخُلَ الْآخِرُ هُمْ وَبِجْوَ هُمْ عَلَى
صُورَةِ الْقَمَرِ كُنُكَةُ النَّبِيِّ -

٣٣٥ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ
 نَاهُشِيمُ بْنُ أَحْصَيْنٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ
 كُنْتُ رَعْدَ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ قُبْتُ
 أَيْكُهُمْ مَا أَى الْكُفِّ أَلَى أَيْ الْفَقْرِ
 الْبَارِحَةَ قُلْتُ أَنَا لَمْ قُلْتُ أَمَا أَيْ لَمْ
 أَكُنْ فِي صَلَوةٍ وَتَكِيَّةٍ لَدَا عُنْتُ قُبْتُ
 دَمَا ذَا صَنَعْتُ قُلْتُ اسْتَوْفَيْتُ قَالَ
 فَمَا حَمَلْتُ عَلَى ذَلِكَ قُلْتُ حَدِيثُ
 حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ قَالَ وَمَا حَدَّثَكُمْ
 الشَّعْبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْ بُرَيْدٍ
 عَنْ أَحْصَيْنِ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ لَأَرْكَبَنَّ

جیسے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے
آپ نے فرمایا تم پر عکاسۂ سہیلت لے جا چکا ہے۔

حضرت عمران بن حمیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار شخص بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ ہوں گے جو نہ دم کرائیں گے نہ بدشگون کریں گے اور نہ داغ لگائیں گے اور نہ لالچ کرائیں گے اور نہ صرف اپنے رب پر توکل کریں گے۔

حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت
میں سے ستر ہزار یا ستر لاکھ افراد جنت میں داخل
ہوں گے (راوی گویا وہ نہیں کہ سہیل نے ستر ہزار فرمایا
یا ستر لاکھ) اور وہ سب ایک دوسرے کا لہجہ کچھ
کر اچھے جنت میں داخل ہوں گے اس وقت تک
بہلا شخص داخل نہیں ہوگا جب تک کہ ان میں سے آخری
شخص جنت میں داخل نہ ہو جائے اور ان کے پیچھے
چودھویں رات کے عائد کی طرح چمکتے ہوں گے۔
حسین بن عبد الرحمن بیان کرتے ہیں کہ میں سید

بن جبر کے پاس بیٹھا تھا، انھوں نے پوچھا تم میں سے کسی شخص نے اس ستارہ کو دیکھا ہے جو گذشتہ رات ٹوٹا تھا میں نے کہا کہ میں نے دیکھا تھا پھر میں نے دوبارہ کہا کہ میں نماز میں مشغول نہیں تھا لیکن مجھ کو بچھو نے نے ڈسا ہوا تھا۔ سعید نے پوچھا پھر تم نے کیا کیا؟ میں نے کہا میں نے دم کر کے اس کا علاج کر لیا۔ سعید نے پوچھا کہ دم کرانے پر تم کو کس چیز نے ابھارا؟ میں نے کہا شیعیں کا ایک حدیث کا دہرے جو اس نے ہم کو سنائی تھی۔ سعید بن جبر نے پوچھا انھوں نے تم کو کون سی حدیث سنائی تھی؟ میں

إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْحَمَةٍ فَقَالَ فَتَدَّ
أَحْسَنَ مِنْ أُنْتَهَى إِلَى مَا سَمِعَ وَكَفَى
حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ
عَبْرَضٌ عَلَى الْأَمَّةِ فَتَرَأَيْتَ
النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّهِيظُ وَالنَّبِيُّ
وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ وَالنَّبِيُّ وَ
لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ رَدُّوا رُفِعَ لِي سَوَادُ
عَظِيمٍ فَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ أُمِّي قَتِيلٌ
لِي هَذَا مُؤْمِنٌ وَقَوْمُهُ وَلَكِنْ انْظُرْ
إِلَى الْأَفْقِ فَتَنْظُرُ فَإِذَا سَوَادُ
عَظِيمٍ فَقَالَ لِي انْظُرْ إِلَى الْأَفْقِ الْأَخْرَ
فَتَنْظُرُ فَإِذَا سَوَادُ عَظِيمٍ قَتِيلٌ لِي
هَذِهِ أُمَّتُكَ وَمَعَهُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا
يَدُ خُلُوتِ الْجَنَّةِ يَدُ يَرِ حَسَابٍ وَلَا
عَذَابٍ ثُمَّ كَهَضَ دَرَجَةً مَرَّةً
فَكَأَنَّ النَّاسَ فِي أُولَئِكَ الَّذِينَ
يَدُ خُلُوتِ الْجَنَّةِ يَدُ يَرِ حَسَابٍ وَلَا
عَذَابٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ فَلَعَلَّكُمْ الَّذِينَ
صَحَبُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ وَكَانَ يَحُضُّهُمْ فَلَعَلَّكُمْ الَّذِينَ
وَلَدُوا فِي الْإِسْلَامِ فَلَمْ يُشْرِكُوا بِاللَّهِ
وَذَكَرُوا أَشْيَاءَ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ مَا الَّذِي تَحْوَضُونَ فِيهِ فَاتَّخَذُوهُ
فَقَالَ هُمْ الَّذِينَ لَا يَرْكُزُونَ وَلَا يَسْتَوْفُونَ
وَلَا يَنْتَظِرُونَ وَعَلَى مَرَاتِمِهِمْ يَتَوَحَّشُونَ
فَكَأَنَّ عُمَا شَرَّ ابْنِ مَعْصِنٍ فَقَالَ أَدْعُ
اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنِي مِنْهُمْ فَقَالَ أَنْتَ

نے کہا انھوں نے حضرت بریدہ بن حبیب سلمی سے
روایت کیا کہ دم کرانا نظر لگنے اور پھوٹنے ڈنک
کے علاوہ کسی چیز میں زیادہ مفید نہیں ہے۔ سعید
بن جبیر نے کہا جس شخص نے جو حدیث سنی اور اس
پر عمل کیا اس نے ٹھیک کیا لیکن ہم نے حضرت عبداللہ
بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث سنی ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر تمام امتیں پہلی
کی گئیں۔ میں نے دیکھا کہ بعض نبیوں کے ساتھ دس
سے بھی کم امتیوں کی جماعت تھی اور کسی نبی کے ساتھ
ایک یا دو امتی تھے، اور کسی نبی کے ساتھ کوئی امتی
نہ تھا، پھر میں نے ایک عظیم جماعت دیکھی، میرا گمان تھا
کہ شاید یہ میری امت ہے پھر مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت
موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہیں، البتہ آسمان کے
کنارے کی طرف پھوٹنے سے اس طرف دیکھا تو ایک عظیم جماعت تھی پھر
مجھے کہا کہ آسمان کے دوسرے کنارے کی طرف دیکھو میں نے دیکھا تو وہ
ابھی ایک عظیم جماعت تھی پھر مجھے بتایا گیا کہ یہ تمہاری امت ہے اور ان
کے ساتھ ستر ہزار شخص، ایسے ہیں جو بلا حساب و حساب جنت میں داخل
ہوں گے پھر آپ اللہ کریم تشریف لے گئے بعض صحابہ نے کہا کہ شاید
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہوں گے اور بعض لوگوں نے کہا شاید وہ لوگ
میں جو زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے اور انھوں نے
کسی قسم کا کوئی شرک نہیں کیا۔ اسی طرح صحابہ کرام مختلف
قسم کی قیاس آرائیاں کرتے رہے، حتیٰ کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا تم کس بات
میں غور کر رہے ہو؟ صحابہ کرام نے بتلایا، آپ نے
فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کریں گے اور نہ کما سے دم کریں گے
اور نہ بدشگونی کریں گے، اور مرتے ایسے رب پر توکل
کریں گے، پھر حضرت عکاشہ بن محض کھڑے ہوئے
اور کہنے لگے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ
مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے، رسول اللہ صلی

مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ اَخْرَجَ قَاتِلَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ اَدْعُو اللَّهَ اَنْ يَجْعَلَ بَيْنِي
مِنْهُمْ فَقَالَ سَبَقَكَ بِمَا عَمَّا مَشَاءُ

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم انہی لوگوں میں سے ہوا پھر
ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ اللہ
تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں
سے کر دے، آپ نے فرمایا عکاشہ تم پر سبقت
لے چکا ہے۔

۴۳۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ كَانَ
نَا مُحَمَّدُ بْنُ قُسَيْبٍ عَنْ كُثَيْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ
جُبَيْرٍ قَالَ نَا ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ قَاتِلُ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأَمَّةُ
ثُمَّ دُكِرَ بَارِقُ الْوَحْدَانِ ثُمَّ حَتَّى نَبِيتِ هُشَيْنِمْ
لَمْ يَذْكُرْ أَوَّلَ حَدِيثِهِ

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر متیں پیش
کی گئیں۔ اس کے بعد احادیث حسب سابق ہیں۔

حدیث نمبر ۴۲۸ میں ہے، حضرت عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میرے لیے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے
مجھے بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل کر دے۔
علامہ نووی لکھتے ہیں:

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ستر ہزار اشخاص میں سے ہر شخص کے ساتھ ستر ہزار افراد ہوں گے۔ اس حدیث
سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دنیا میں شفاعت طلب کرنا جائز اور مجاہد کی سنت ہے۔
آپ نے جس شخص کی شفاعت قبول نہیں فرمائی وہ اس مرتبہ کا اہل نہ تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور نبوت سے جانتے
تھے کہ تقدیر الہی میں یہ شخص ان ستر ہزار میں نہیں ہے یا اس وجہ سے کہ اگر اس کی شفاعت کر دیتے تو ممکن تھا
کہ انہیں دیکھ کر ایک ایک کر کے سب شفاعت طلب کرنے لگتے اور یہ مشیت الہی اور منشاء و رسالت کے
خلاف تھا۔

دم کرانا اور داغ لگوا کر علاج کرانا توکل کے منافی نہیں ہے۔ | حدیث نمبر ۴۳۲ میں ہے جو لوگ
داغ لگوا کر علاج نہ کریں، دم نہ
کرائیں اور صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کریں وہ جنت میں بلا حساب و کتاب داخل ہوں گے۔

بعض لوگ اس حدیث کے پیش نظر علاج کرنے کو توکل کے خلاف سمجھتے ہیں، اس سلسلہ میں گزارش
ہے کہ توکل کی تشریح یہ ہے کسی شے کے اسباب حاصل کرنے کے بعد اس شے کے حصول کو اللہ تعالیٰ نے
پر چھوڑ دے اور اسباب پر بھروسہ نہ کرے نہ یہ کہ سرے سے اسباب کو ترک کر دے جس طرح بھوک پیاس

دور کرنے کے لیے کھانا پینا، روزی کھانا اور مشکلات میں اشرقتانی سے دعا کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے اسی طرح بیماری دور کرنے کے لیے علاج کرنا بھی توکل کے خلاف نہیں ہے، اگر توکل کا مطلب یہی ہوتا جو ان لوگوں نے سمجھا ہے تو حضرت عکاشہؓ توکل کر کے بیٹھ جاتے اور حضور ﷺ اشرقتانی سے کبھی دعا کر دیتے نہ کرتے۔

رسول اللہ ﷺ نے مختلف بیماریوں کے لیے دوائیں تجویز فرمائی ہیں، اپنا اور صحابہ کرام کا علاج فرمایا ہے۔ بخاری شریف میں سہل بن سعد سے روایت ہے کہ جنگ اُمد میں جب رسول اللہ ﷺ کا چہرہ زخمی ہو گیا تو حضرت فاطمہؓ نے زخم کو دھویا اور جب عمن نہڑ کا تراغول نے چٹائی بلا کر اس میں رکھ بھر دی۔ سنن ابوداؤد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیماریاں اور دوائیں دونوں اشرقتانی سے نازل کی ہیں، اسے اللہ کے بندو دوا استعمال کیا کہ وہ حرام سے بچے، ترمذی شریف میں حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سعد بن زرارہ کا داغ لگا کر علاج کیا۔

بخاری شریف میں ہے کہ بعض صحابہ کرام نے ایک سانپ کے ڈسے ہوئے شخص کا دم کر کے علاج کیا اور عمن میں چند کبریاں لیں حضور کی خدمت میں آکر یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا تم نے صحیح کام کیا۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مطلقاً علاج کرنا اور بالخصوص دم کر کے علاج کرنا یا داغ لگا کر علاج کرنا، دونوں صورتیں حضور سے ثابت ہیں اور توکل کے خلاف نہیں ہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ خود سید المتوکلین ہیں اور آپ سے یہ دونوں امر ثابت ہیں۔

روایہ کہ پھر اس حدیث میں جو داغ لگوانے اور دم کرنے کو توکل کے خلاف قرار دیا ہے اس کا کیا مطلب ہے اس کے جواب میں علامہ قتیبہؒ نے فرمایا اس حدیث میں وہ لوگ مراد ہیں جو حالت صحت میں مرض لاحق ہوئے کے خوف سے داغ لگوائیں کیونکہ ان کا یہ عمل توکل اور ایمان بالشفیع دونوں کے خلاف ہے اور علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے وہ شخص مراد ہے جو داغ لگوانے یا دم کرنے کو صحت کے لیے قطعاً اور حتمی سبب سمجھتا ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ اگر یہ علاج نہ کرایا تو مر جائے گا، کیونکہ اس صورت میں صرف اس علاج پر اعتماد ہوگا اور اللہ تعالیٰ سے شفا کی امید نہ ہوگی۔

اور جب کوئی شخص بیمار ہو اور وہ کو محض سبب کے طور پر استعمال کرے تو علامہ نوویؒ فرماتے ہیں اس صورت میں دعا کرنا، دم کرنا، تعویذ لٹکانا، سب امور جائز ہیں۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی دم فرمایا ہے اور دم کرنے کا حکم بھی دیا ہے

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸، مطبوعہ نور محمد ریح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۵، مطبوعہ مطبع مجتہد پاکستان لاہور، ۱۳۸۵ھ

۳۔ امام ابویوسف ترمذی متوفی ۲۴۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۹۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۴۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰، مطبوعہ نور محمد ریح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

قرآن کریم کی آیات اللہ تعالیٰ کے اسماء سے جو دم کیا جائے وہ جائز ہے جن احادیث میں دم کرنا یا کرنے کو مکرم قرار دیا ہے وہ اس قسم کے دم ہیں جن کے الفاظ شرک سے متشابہ ہوں یا زمانہ جاہلیت کے دم کی طرح ہوں یا اس شخص کے حق میں دم کر دیا ہے جو دم کرنا کفر کا علاج کے لیے قطعی سبب سمجھتا ہو، اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ باقی بیماریوں کی نسبت نظر گئے اور دھک لگ جانے کی صورت میں دم کرنا زیادہ مفید ہے۔

بَابُ بَيَانِ كَوْنِ هَذِهِ الْأُمَّةِ نِصْفَ
أَهْلِ الْجَنَّةِ

۴۳۷۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ الشَّرِيفِ قَالَ قَالَ أَبُو الْأَحْوَنِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا قَرَضُونَ أَنْ تَكُونُوا رُبْعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ فَكَثُرْنَا ثُمَّ قَالَ أَمَّا قَرَضُونَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ فَكَثُرْنَا ثُمَّ قَالَ إِنْ لَمْ تَجُزُوا أَنْ تَكُونُوا أَشْطَرَّ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَ سَأَلُوا عَنْ ذَلِكَ مَا الْمُسْلِمُونَ فِي الْكُفَّارِ إِلَّا كَشَعْرَةٍ بَيْضَاءٍ فِي ثَوْبٍ أَسْوَدٍ أَوْ كَشَعْرَةٍ سَوْدَاءٍ فِي ثَوْبٍ أَبْيَضٍ -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی چوتھائی ہو۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں ہم نے عرضی سے نمبر بیکسر بلند کیا پھر آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی تہائی ہو۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں ہم نے عرضی سے نمبر بیکسر بلند کیا پھر آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں سے آدھی ہوگی اور میں تم کو بتاتا ہوں کہ مسلمان اور کافر میں ایسی نسبت ہے جیسے سیاہیل میں ایک سفیدبال ہوا سفیدیل میں ایک سیاہبال ہوا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چالیس کے قریب صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خیمہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی ایک چوتھائی ہو۔ ہم نے کہا ضرور آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی تہائی ہو۔ ہم نے کہا ضرور آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی آدھی ہوگی اور میں تم کو بتاتا ہوں کہ مسلمان اور کافر میں ایسی نسبت ہے جیسے سیاہیل میں ایک سفیدبال ہوا سفیدیل میں ایک سیاہبال ہوا۔

۴۳۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَ هُشَيْدُ بْنُ بَشَّارٍ وَ اللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةٍ نَحْنُ وَ قَوْمٌ آخَرُونَ رَجُلًا فَقَالَ آخَرُ صَوْتٍ أَنْ تَكُونُوا رُبْعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ آخَرُ صَوْتٍ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَقُلْنَا نَعَمْ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بَيْنَ يَدَيْهِ إِنْ لَمْ تَجُزُوا أَنْ تَكُونُوا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ -

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَيْضَاءِ لَا يَدْخُلُهَا إِلَّا أَنْفُسُ مُسْلِمَةٍ
وَمَا أَنْتُمْ فِي أَهْلِ النَّارِ إِلَّا كَالشَّعَرَةِ الْبَيْضَاءِ
فِي جِلْدِ الثَّوْبِ الْأَسْوَدِ كَالشَّعَرَةِ الْبَيْضَاءِ
فِي جِلْدِ الثَّوْبِ الْأَخْضَرِ

۴۳۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ
قَالَ نَأَى أَبِي قَالَ نَأَى مَالِكٌ وَهُوَ بْنُ مَعْمُورٍ عَنْ
أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ
خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
فَأَسْتَدْ طَهَّرَهُ إِلَى قُبَّةِ آدَمَ فَقَالَ لَا يَدْخُلُ
الْجَنَّةَ إِلَّا أَنْفُسُ مُسْلِمَةٍ اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتَ
اللَّهُمَّ أَشْهَدُ أَنْجِبُونَ الْكُفْرَ بَعْدَ أَهْلِ الْجَنَّةِ
فَقُلْنَا نَعْمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ أَنْجِبُونَ أَنْ
تَكُونُوا قُلُوبُ أَهْلِ الْجَنَّةِ كَالْوَالِدِ الْعَمَى يَرَسُولَ
اللَّهِ قَالَ إِنْ لَا تَرَجُوا أَنْ تَكُونُوا قُلُوبُ أَهْلِ
الْجَنَّةِ مَا أَنْتُمْ فِي سِوَا الْكُفْرِ مِنَ الْأَمْرِ إِلَّا كَالشَّعَرَةِ
السَّوْدَاءِ فِي الثَّوْبِ الْأَبْيَضِ أَوْ كَالشَّعَرَةِ
الْبَيْضَاءِ فِي الثَّوْبِ الْأَسْوَدِ

۴۴۰۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْعَبْسِيُّ
قَالَ تَأَخَّرَ رِثْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ
أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
يَا آدَمُ كَيْفَ قَوْلُ بَنِيكَ وَمَعْدَنُكَ وَ
الْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ فَقَالَ يَقُولُ الْخَيْرُ
بَعَثَ النَّبِيَّ قَالَ وَمَا بَعَثَ النَّبِيَّ قَالَ
مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَةٌ مِائَتًا وَتِسْعَةٌ وَتِسْعِينَ
قَالَ فَكَذَلِكَ يَحْيَى وَيُحْيِي الضَّعِيفَ وَتَضَعُ كُلُّ
نَمَاطٍ حَمَلِ حَمَلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَازِي
وَمَا هُمْ بِسُكَازِي وَلَكِنْ عَذَابُ اللَّهِ شَدِيدٌ
قَالَ فَتَأْتِيهِمْ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ فَتَأْتِيهِمْ

اس کی وجہ یہ ہے کہ جنت میں صرف مسلمان داخل ہونگے
اور شرکوں کے مقابلے میں تمہاری تعداد ایسی ہے
جیسے سیاہ پیل کی کھال میں ایک سفید بال ہو یا سرخ پیل کی
کھال میں ایک سیاہ بال ہو۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ ایک چمڑے کے ٹکڑے میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ایک لگائے خطبہ دے رہے تھے آپ
نے فرمایا یاد رکھو جنت میں صرف مسلمان داخل ہوں گے،
اسے اللہ ترگاہ ہو گا کہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا
ہے۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم جنتیوں کے چڑھائی ہو،
میں نے کہا ضرور یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کیا تم پسند
کرتے ہو کہ تم جنتیوں کے تھائی ہو، میں نے عرض کیا
ضرور یا رسول اللہ آپ نے فرمایا مجھے فرق ہے کہ
تم تمام جنتیوں کے آدمے ہو گے اور کھیل امتوں
کے مقابلہ میں تمہاری تعداد ایسی ہے جیسے سفید پیل
میں سیاہ بال یا سیاہ پیل میں سفید بال۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
نے حضرت آدم سے فرمائے گا اسے آدم اور عرض کریں گے
”بے شک میں تیرے حکم کی بجا آوری کے لیے حاضر ہوں“
اور کل خیر تیرے اسی قبضہ میں ہے۔ حضور نے فرمایا
اللہ تعالیٰ نے فرمائے گا ”جہنمیوں کی جماعت نکالو اور حضرت
آدم پر بھیں گے۔ جہنمیوں کی تعداد اتنی ہے جیسا کہ ہوگا ہر ہزار
میں سے نو سو ننانسے جہنمی ہیں۔ آپ نے فرمایا یہی
وہ وقت ہو گا جب بچے خور خدا سے لڑتے ہوئے ہوں گے
ہوں گے اور ہر عامل عورت کا حمل ساقط ہو جائے گا
اور تمام لوگ تمہیں مدد پرش معلوم ہوں گے۔ حالانکہ وہ
حقیقت میں مدد پرش نہیں ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کا قذاب

رَسُولَ اللَّهِ وَآيَاتُ ذَلِكَ الرَّجُلِ فَقَالَ ابْشُرُوا
فَيَا بَنِي جُبُوجَ وَمَا جُبُوجَ أَلْفٌ وَمِائَتُكَ
رَجُلٌ قَلِيلٌ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنْ
لَا طُمِعَ أَنْ تَكُونُوا دُبْعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَحَمْدُنَا
اللَّهُ وَكَبَرُنَا ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنْ
لَا طُمِعَ أَنْ تَكُونُوا أَهْلُ الْجَنَّةِ فَحَمْدُنَا
اللَّهُ وَكَبَرُنَا ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنْ
لَا طُمِعَ أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِنَّ مَثَلَكُمْ
فِي الْأَمْوَالِ كَمَثَلِ الشَّعْرِ الْبَيْضِ فِي بِلَدٍ أَسْوَرَ
الْأَسْوَدِ أَوْ كَالْوَقْعَةِ فِي ذِرَاعِ الْحَبَابِ

بہت محنت ہے۔ حضرت ابوسعید نے کہا صحابہ یہ حدیث
سن کر بہت پریشان ہوئے اور عرض کرنے لگے حضور
پھر دیکھیے کہ ہم کس سے کوئی شئی ہے آپ نے فرمایا تم خوش ہو جاؤ ہزار
یا جو ہزار کے مقابلہ میں تم سے ایک ہو گا۔ آپ نے فرمایا
اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان
ہے میری خواہش ہے کہ تم تمام جنتیوں کا چوتھا ہو،
پھر ہم نے فرمایا بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر
آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری
جان ہے میری خواہش ہے کہ تم تمام جنتیوں کا تہائی ہو
ہم نے پھر فرمایا بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء
کی آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری
جان ہے میری خواہش ہے کہ تم تمام جنتیوں کے نصف
ہو اور پچھلے امتوں کے مقابلہ میں تمہاری مثال ایسی
جیسے سیاہیل میں سفید بال ہو یا گدھے کے پیر میں نیک نشان ہو۔

۴۴۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَكَثِيرٌ
وَحَدَّثَنَا أَبُو كُوَيْبٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا مُعَاوِيَةَ يَكْلَاهُنَا
عَنِ الْأَنْفُسِ بِهَذَا الْأَسْوَادِ فَقِيلَ لَهَا قَالِ مَا
أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ فِي النَّاسِ إِلَّا كَالشَّعْرِ الْبَيْضِ فِي
فِي الثَّوْبِ الْأَسْوَدِ أَوْ كَالشَّعْرِ الْبَيْضِ فِي الثَّوْبِ الْأَسْوَدِ
الْثَّوْبِ الْأَبْيَضِ وَلَمْ يَذْكُرْ أَوْ كَالْوَقْعَةِ فِي
ذِرَاعِ الْحَبَابِ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ یہ
روایت اس طرح منقول ہے کہ قیامت کے دن لوگوں
کے مقابلہ میں تمہاری مثال ایسی ہوگی جیسے سیاہیل
میں سفید بال یا سفیدیل میں سیاہ بال، اور اس
روایت میں گدھے کے پیر میں نشان کا ذکر نہیں ہے

علامہ بخاری بن شرف ترمذی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے فرمایا تم اہل جنت کا بل ہو گے پھر فرمایا تم ثلاث اہل جنت ہو گے، پھر فرمایا
تم شطر اہل جنت ہو گے اور ہر بشارت پر صحابہ کرام نے خوشی سے فرموا بلند کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار
اسی یہ نہیں فرمایا کہ تم نصف اہل جنت ہو گے، کیونکہ ہر بشارت بہ تدریج حاصل ہو وہ دروں میں زیادہ جاگزیں ہوتی ہے
اور یہ سب اس کو خوش کرنے کا زیادہ قوی سبب ہے اور جب انسان کو بار بار انعام ملے تو وہ زیادہ خوش ہوتا ہے
اور ہر بشارت سے اس کے دل میں منعم کی زیادہ عظمت پیدا ہوتی ہے اور صحابہ کرام نے بار بار عرش سے فرموا
بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اس کا ٹکرا دیا کیا۔

اس حدیث میں یہ ہے کہ تم شطر اہل جنت ہو گے، دوسری حدیث میں یہ ہے کہ تم نصف اہل جنت ہو گے ایک

اور حدیث میں ہے کہ اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی اور اسی امت کی ان میں سے انتہی صفیں ہوں گی، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ یہ امت اہل جنت کی دو تہائی ہوگی، یہ کتاب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتدبیر کے خبر دی ہو اور آپ نے اسی طرح بتدبیر کے بشارت دی، اور اس کے بہت مظاہر ہیں جیسے پہلے آپ نے فرمایا جماعت کی نماز مستفرد کی نماز پر پچیس درجہ فضیلت رکھتی ہے، پھر فرمایا ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے، آج بروز منگل ۲۸ محرم الحرام ۱۴۱۴ھ / ۲۰ جولائی ۱۹۹۳ء کو شرح صحیح مسلم جلد اول کی کتاب الايمان کی شرح مکمل ہو گئی، اللہ العالیین مجھے اس کے بعد کتاب اسطوارت کو بھی مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی
المرسلین خاتم النبیین قاتل الغر المحجلین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ
الکاملین الراشدین وائر واجہ الطاہرات اہل بیت المؤمنین وعلی سائر اولیاء امتہ
وعلماء ملتہ اجمعین



WWW.NAFSEISLAM.COM

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب الطہارۃ

امام مسلم نے اپنی صحیح میں پہلے ایمان سے متعلق احادیث کو روایت کیا، کیونکہ تمام اعمال کے مقبول ہونے کی شرط ایمان ہے، ایمان کے بعد سب سے اہم، اقدم اور افضل عمل نماز ہے اور نماز کی شرط طہارت ہے، اس لیے امام مسلم نے ایمان کے بعد طہارت سے متعلق احادیث کو روایت کیا ہے۔ ہم پہلے طہارت کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں گے، پھر طہارت کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث کا ذکر کریں گے، پھر طہارت کے مراتب اور درجات کا بیان کریں گے۔ فَنَقُولُ بِإِذْنِهِ التَّوْفِيقِ وَبِهِ الْاِسْتِعَانَةُ يَلِيْقُ ۔

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

طہارت کے لغوی معنی کا بیان

طہر اور طہارت کا معنی ہے نجاست کی مندر پاک ہونا، عورت کے طہر کے ایام کو طہار کہتے ہیں اور طہر حیض کی نقیض ہے، ظاہر کا حقیقی معنی ہے جو شخص نجاست سے آلودہ نہ ہو، اور ظاہر کا مجازی استعمال اس شخص کے لیے ہوتا ہے جو عیوب سے بری ہو۔ لہ

طہارت کی دو قسمیں ہیں، طہارت جسمانیہ اور طہارت نفسانیہ طہارت کے ان دونوں معنوں میں قرآن مجید کی آیات ہیں:

طہارت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو اچھی طرح پاکیزگی

وان كنتم جنباً فاطهروا۔

(غسل) حاصل کرو۔

(ما ثد ۶۰۲)

یہ آیت جسمانی طہارت کے متعلق ہے، یعنی پانی یا اس کے قائم مقام چیز کو استعمال کرو۔

حیض کی حالت میں عورتوں سے عمل تزویج نہ کرو۔

ولا تقربوہن حتی یطہرن فاذا قطعن

حتی کر وہ پاک ہو جائیں اور جب وہ اچھی طرح پاک ہو جائیں

فا توہن من حیث امرکم واللہ ۔

(غسل کر لیں) تو اس محل میں ان سے عمل زوجیت کرو،

(بقص ۵: ۲۲۲)

جس محل میں عمل کرنے کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

ان دونوں لفظوں سے مراد یہ ہے کہ جب تک عورت میں حیض سے پاک ہو کر غسل یا تیمم نہ کر لیں ان سے مقاربت

نہ کرو۔

فیه رجال یحبون ان ینظہروا و اللہ
یحب المظہرین۔

اس (مسجد) میں ایسے لوگ ہیں جو عرب پاک کرنے
کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خدایہ پاک ہونے والوں کو
پسند فرماتا ہے۔

(توبہ: ۱۰۸)

اس آیت میں طہارت کا معنی ہے پانی سے استنجاء کرنا۔ یہ آیت انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے، وہ جب وضو
قرڑتے تو پتھر سے استنجاء کرنے کے بعد پانی سے استنجاء کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی فضیلت میں یہ آیت
نازل فرمائی۔

و لہم فیہا ازواج مطہرات۔ (بقرہ: ۲۵۱)
یعنی جنتی مسلمانوں کی ازواج حیض اور رمل و بارہ سے پاک ہوں گی۔ ابراہیم نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ جنتی
عورتیں کھانے پینے کے بعد ان چیزوں کی محتاج نہیں ہوں گی، جن کی محتاج دنیا کی عورتیں ہوتی ہیں، ان کو حیض آئیگا
اور نہ ان کو اس سے طہارت حاصل کرنے کی ضرورت ہوگی۔ اس کے علاوہ ان کو اخلاق اور عفت کی طہارت حاصل
ہوگی اور وہ تمام انواع طہارت کی جامع ہوں گی، مطلقہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

ان طہدا یمشی للمطانفین و العکذین۔
اور میرے گھر کو طمان کرنے والوں اور اعتکاف
کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔

(بقرہ: ۱۲۵)

ابراہیم نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میرے بیت کو بتوں سے پاک کر دو، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس
سے دل کی تطہیر پر برا ٹکینہ کرنا مراد ہے، تاکہ دل میں سکینہ کا نزول ہو جس کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:
هو الذی انزل المسکینۃ فی قلوب المؤمنین
اور یہ ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں
اطمینان کو نازل کیا۔

(فتح: ۴۱)

ازہری نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے میرے بیت کو افعال محرمہ سے پاک کر دو اسی طرح
قرآن مجید میں ہے:

رسول من اللہ ینزلوا صونا مطہرۃ۔
اللہ کے پاس ایک عظیم رسول ان پر پاکیزہ صحیفوں
کی تلاوت کرے۔

(بیت: ۲۱)

یعنی وہ صحیفے میل پچیں اور باطل سے پاک ہیں۔
ان اللہ یحب المتوہمین و یحب المظہرین۔

(بقرہ: ۲۲۲)

بے شک اللہ بہت توبہ کرنے والوں کو پسند
کرتا ہے اور بہت پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند
کرتا ہے۔

اس آیت سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے نفس کو معاصی کی آلودگی سے پاک رکھتے ہیں۔

بے شک یہ بڑی عزت والا قرآن ہے، جو
اللہ لقرآن کریمہ فی کتاب مکنون ۷۰
یسب الا المظہرون ۵

ایک محفوظ کتاب میں ہے، اس کو صرف پاکیزہ لوگ چھوتے
ہیں۔

(واقعة: ۷۰-۷۷)

اس آیت میں بھی طہارت سے نفس کی طہارت مراد ہے، یعنی قرآن مجید کے حقائق کی معرفت اسی شخص کو حاصل ہو سکتی ہے جو اپنے نفس کو فساد، جہالت اور احکام شریعہ کی مخالفت کے میل سے پاک رکھے۔ مصنف کے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ اس آیت سے بدن کی طہارت مراد ہے، یعنی جب تک کوئی شخص باوجود ہر وہ قرآن مجید کو نہیں چھو سکتا۔

اولئك الذين لو يرد الله ان يطهر قلوبهم۔
یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا۔
(مائتہ و ۸: ۱۳۱)
یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے نفوس کو پاکیزہ کرنے اور ان کے دلوں میں ہدایت جاری کرنے کا ارادہ نہیں دیا۔
وما كان جواب قومه الا ان قالوا اخر جرم من قريتكم انهم اناس يتطهرون۔
اور قوم جواب کا منہ یہی جواب تھا کہ انھوں نے کہا کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ بڑے پارسا بننے میں۔
(اعراف: ۸۲)

حضرت لوط علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے فرمایا:
قال يقدم هؤلاء مبتلى من اطهر لكم۔
مطہ نے کہا اے میری قوم! یہ میری (امت کی) بیٹیاں ہیں تم ان سے نکاح کر لیں یہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ (حلال) ہیں۔
(ہود: ۷۸)

یعنی میری قوم کی بیٹیاں تمہارے لیے حلال ہیں تراخوں نے کہا ان کو اپنی بستی سے نکال دو یہ پاکیزگی کے دعویدار ہیں مگر خداوند کے دروڑوں آیتوں میں طہارت سے طہارت نفس مراد ہے۔
ذلك اذكي لكم واطهر۔
اس نصیحت کو قبول کرنا تمہارے لیے بہت

سان ستھ اور بہت پاکیزہ ٹھیل ہے۔
(بقرة: ۲۲۲)
مطلقہ عورتوں کے اوپر حکم دیا گیا کہ عدت پوری ہونے کے بعد ان عورتوں کو نکاح کرنے سے منع نہ کرو۔ اس نصیحت پر عمل کرنا تمہارے نفسوں کے لیے زیادہ صفائی اور پاکیزگی کا باعث ہے۔ جو اس آیت میں بھی طہارت سے مراد نفس کی طہارت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں طہارت کا اطلاق طہارت نفس اور طہارت بدن دونوں پر کیا گیا ہے۔

طہارت کے متعلق احادیث اور آثار

عن ابی ہریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقبل صلوۃ من احدت حتی يتوضأ۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا وضو نہ ہو اسے اس کی نماز اس وقت تک مقبول نہیں ہوگی۔

جب تک کہ وہ وضو نہ کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت کو قیامت کے دن غرقہ بھل (جس کا منہ اوپر تھا پیر سفید ہوں) کہہ کر پکارا جائے گا، اس کا سبب وضو کے آثار ہیں، جو تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی زیادہ کرنا چاہتا ہو اور وہ اعضا وضو کو مقررہ حد سے زیادہ دھو کر (اپنی سفیدی کو زیادہ کر لے)۔

عن ابی ہریرۃ قال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان امتی یدعون یوم القیامۃ غرقۃ محجلین من آثار الوضوء فمن استطاع منکما ان یطیل غرقۃ فلیفعل بہ

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا توضا العبد المسلم او المؤمن فغسل وجهہ خرجت من وجہہ کل خطیئۃ نظرا الیہا بعینہ مع السماء او مع اخر قطرها او نحو هذا واذا غسل یدیه خرجت من یدیہ کل خطیئۃ بطشتہا بعد الا مع السماء او مع اخر قطرها مع السماء حتی یرجی نقیاً من الذنوب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ مسلم (یا مؤمن) وضو کرتا ہے تو جب چہرے کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ دھل جاتا ہے جو اس نے آنکھوں سے کیا تھا، اور جب ہاتھوں کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کا ہر وہ گناہ دھل جاتا ہے جو اس نے ہاتھوں سے کیا تھا حتیٰ کہ وہ گناہوں سے صاف ہو جاتا ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن المهاجر بن قنفذ انہ اقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو یبول ضلہ علیہ فلم یرد علیہ حتی توضا ثم اعتذرا الیہ فقال انی کرہت ان اذکر اللہ تعالیٰ الا علی طہر

حضرت مهاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ بیان کر رہے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے، انھوں نے آپ کو سلام کیا، آپ نے ان کو (فرما) جواب نہیں دیا، حتیٰ کہ آپ نے بغیر فرمایا پھر آپ نے جواب میں تاخیر کا) عذر بیان کرتے

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵، مطبوعہ دار محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۔ امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ، جامع ترمذی ص ۲، مطبوعہ دار محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۳۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث ترمذی ۲۴۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۳، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ عمان

عن عقبۃ بن عامر الجعفی قال سمعت النبی
صلی اللہ علیہ وسلم یقول من توضأ فأسبغ
الوضوء ثم قام یصلی فصلی صلوۃ یعلم ما یقول
فیہا حتی یفرغ من صلوۃ کان کعبۃ
یوم ولدتہ امہ قال عمر و اجود من هذا
قال من توضأ فأسبغ الوضوء ثم قام
فصلی صلوۃ یعلم ما یقول فیہا ثم
قال فیہا اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد
ان محمدا عبده و رسولہ فتحت لہ ثمانیۃ
ابواب من الجنة یدخل من ایہا شاء یم

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے
سنا ہے، جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا پھر اس نے
کھڑے ہو کر اس طرح نماز پڑھی کہ اس کو علم ہو کہ وہ نماز
میں کیا پڑھ رہا ہے تو وہ اس دن کی طرح رہی ہوں
سے صاف ہو جائے گا جس دن وہ اپنی ماں کے
بطن سے پیدا ہوا تھا، حضرت غیر نے فرمایا اس سے
زیادہ عمدہ یہ روایت ہے کہ جس شخص نے اچھی طرح
وضو کیا پھر کھڑے ہو کر اس طرح نماز پڑھی کہ اس کو
علم ہو کہ وہ نماز میں کیا پڑھ رہا ہے پھر اس نے
اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبده و رسولہ
پڑھا تو اس کے لیے جنت کے آفتوں دروازے
کھول دیے جائیں گے وہ جس دروازے سے چاہے
جنت میں داخل ہو جائے گا۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔
امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم من توضأ فاحسن الوضوء
ثم قال اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک
لہ و اشہد ان محمدا عبده و رسولہ اللهم اجعلنی
من التوابین و اجعلنی من المتطہرین فتحت
لہ ثمانیۃ ابواب من الجنة یدخل من
ایہا شاء یم

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص
نے اچھی طرح وضو کیا پھر کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ
وحدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمدا عبده و رسولہ اللہم اجعلنی
من التوابین و اجعلنی من المتطہرین اس کے
لیے جنت کے آفتوں دروازے کھول دیے جائیں گے
وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل
ہو جائے۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔

- ۱۔ امام عبد الرزاق بن ہمام صفحہ ۲۱۱، المصنف ج ۱ ص ۲۶-۲۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ
۲۔ امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد ابی شیبہ متوفی ۲۴۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۹ھ
۳۔ امام البرقی محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۹، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی
۴۔ امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۴۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۹ھ

گندہ اور بدبو دار منہ لے کر نہ آؤ یا پیلے دانتوں کے
ساتھ نہ آؤ۔

طہارت کے مراتب اور درجات | امام غزالی تحریر فرماتے ہیں:
طہارت کے چار مراتب ہیں: پہلا صرتبہ: ظاہر بدن کو ظاہری
نجاست اور باطنی نجاست (جنہی ہو یا بے وضو ہونا) سے پاک کرنا یہ عام مسلمانوں کی طہارت ہے۔
دوسرا صرتبہ: ظاہری اعضاء کو جرائم اور مسمای (مثلاً شراب نوشی، زنا کاری، چوری اور قمار وغیرہ)
سے پاک کرنا یہ خاص مسلمانوں کی طہارت ہے۔
تیسرا صرتبہ: دل کو اخلاق مذمومہ (مثلاً کج خلقی، تکبر، ریا کاری، قسطن، ناشکری، اتراسنے، کینہ اور بغض
وغیرہ) اور خصال مذمومہ (مثلاً گناہوں سے محبت) سے پاک کرنا، یہ عباد صالحین میں سے خواص مومنین
کی طہارت ہے۔

چوتھا صرتبہ: باطن قلب کو ماسوی اشیاء سے پاک کرنا یاں طور کہ دل میں غیر اللہ کا خیال تک نہ آئے، یہ
انبیاء و صلوات اللہ علیہم اور صدیقین کی طہارت ہے۔
طہارت کا پہلا مرتبہ نیک مسلمانوں کا ہے اور یہ ولایت کا پہلا درجہ ہے، دوسرا مرتبہ مومنین صالحین کا
ہے، یہ ولایت کا دوسرا درجہ ہے، طہارت کا تیسرا مرتبہ شہداء کا درجہ ہے اور طہارت کا چوتھا مرتبہ انبیاء علیہم
السلام اور صدیقین کا درجہ ہے۔ اور ہر مرتبہ کی طہارت اس درجہ کا نصف عمل ہے، کیونکہ باطن قلب کی طہارت سے
مقصود یہ ہے کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی جلال ذات اور اس کی عظمت اور کبریائی منکشف ہو جائے، اور اس
کے قلب کے باطن میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اس وقت تک حلول نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ ماسوی اشیاء سے گزر
نہ جائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِی خَوْضِهِمْ یَلْعَبُونَ۔

(انعام: ۹۱)

آپ کہیے اللہ (نے ہی کتاب کو نازل کیا ہے)
پھر ان کو ان کی کج بخشش میں کھیلنے کے لیے چھوڑ دیجئے۔
کیونکہ اللہ اور اس کا غیر دونوں ایک قلب میں جمع نہیں ہوتے۔
وما جعل اللہ لوجہ من قلیین فی جوفہ۔
اللہ نے ایک آدمی کے لیے اس کے سینہ میں
دو دل نہیں بنائے۔

(احزاب: ۴)

اور دل کو اخلاق مذمومہ سے پاک کرنے کی غرض یہ ہے کہ وہ اپنے دل میں اخلاق محمودہ اور عقائد مشرورہ
جاگزیں کرے اور جب تک وہ اپنے دل کو عقائد فاسدہ اور اخلاق مذمومہ سے پاک نہ کرے اس کے دل میں
اخلاق محمودہ اور عقائد مشرورہ کا حلول نہیں ہو سکتا۔ تو جب تک انسان اپنے قلب کو عقائد فاسدہ سے پاک نہ
کرے اس کے دل میں عقائد صحیحہ کا حصول نہیں ہو سکتا، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے طہارت
نصف ایمان ہے۔ اسی طرح جب تک ظاہری اعضاء کو جرائم اور جرائم سے پاک نہیں کرے گا اس کے اخلاقیات
سے متصف نہیں ہوں گے، اسی لیے ظاہری اعضاء کو مسمای سے پاک کرنا بھی نصف ایمان ہے، سورہ ایمان

کے مراتب اور مقامات ہیں اور ہر مرتبہ کے متعدد درجات ہیں اور جب تک انسان نچلے درجہ کو حاصل نہ کر لے اس سے اوپر والے درجہ میں نہیں پہنچ سکتا، جب تک ظاہری اعضاء کو گناہوں سے پاک نہ کر لے دل کی پاکیزگی حاصل نہیں کر سکتا، اور جب تک دل کی پاکیزگی حاصل نہ کر لے باطن قلب کی پاکیزگی حاصل نہیں کر سکتا۔ لہ

بَابُ فَضْلِ الْوُضُوءِ

وضو کی فضیلت

حضرت البراء الکلبی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پاکیزگی نصف ایمان ہے، الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے، سبحان اللہ اور الحمد للہ زمین اور آسمان یا ان کے درمیان کو بھر دیتے ہیں، نماز نور ہے، صدقہ دلیل ہے اور سیر نبیاً ہے اور قرآن یا تھا ہے موافق دلیل ہو گیا مخالفت، اور ہر شخص جب صبح کو اٹھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو فروخت کر دیتا ہے۔ پھر یا اس جسم کو جہنم سے آزاد کر لیتا ہے یا اس کو مذاب میں ڈال کر ہلاک کر دیتا ہے۔

۴۴۲۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ هَذَا قَالَ تَابَأَنِّي قَالَ تَابِخِي أَنِّي إِذَا أَهَمُّتُ أَنِّي أَيْسَلًا وَرَحِمَهُ عَنْ إِفْجَاءِ مَا لَدِي وَأَوْشَعِي قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الظُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ أَمِيرَانَ وَتُبْحِنُ إِلَيْهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ زَيْنًا أَوْ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَالْقُلُوبُ كُورًا وَالصَّادِقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ كُلُّ النَّاسِ يَفْعَلُ وَكَبَائِرُ نَفْسِهِ فَمُغْتَبَهَا أَوْ مُزْبَقَهَا۔

وضو اور غسل کے لغوی معنوں کی تحقیق

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: جمہور اہل لغت کے نزدیک وضو اور ظہور کا معنی ہے پاکیزگی حاصل کرنا، وضو اور ظہور کا معنی ہے وہ پانی جس سے پاکیزگی حاصل کی جائے، ابن الانباری اور اکثر اہل لغت نے اسی طرح نقل کیا ہے۔ علیل، ابو حاتم سجستانی، الزہری اور ایک جماعت کے نزدیک دونوں معنوں کے لیے یہ لفظ وضو اور ظہور ہے، اور صاحب المطالع نے کہا دونوں معنوں کے لیے یہ لفظ وضو ہے۔ وضو کا لفظ وضار سے اخذ ہے جس کا معنی ہے حسن اور نظافت، نماز کے لیے وضو کو وضو اسی لیے کہتے ہیں کہ اس سے وضو کرنے والے صاف ستھر اور حسین ہو جاتا ہے، اسی طرح طہارت کی اصل نظافت اور تیز ہے غسل کا معنی ہے پانی اور نہانے اور پانی دونوں کے لیے غسل اور غسل دونوں لفظیں ہیں، بعض کے نزدیک غسل کا معنی ہے دھونا اور غسل کا معنی ہے نہانا مثلاً کہتے ہیں غسل جمہور سنت ہے اور غسل جنابت واجب ہے اور غسل نہانے کے آلات مثلاً صابن، شپو اور پیری کے پتوں کو کہتے ہیں۔ لہ

طہارت کے نصف ایمان ہونے کی تشریح | حدیث نمبر ۴۴۲ میں ہے: طہورہ (پاکیزگی) نصف ایمان ہے۔

لہ۔ امام محمد بن محمد الزوال متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم مع الاتحاف ج ۲ ص ۳۰۶-۳۰۷، مختار مطبوعہ مطبعہ مبینہ مصر ۱۳۱۱ھ

لہ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۸، مطبوعہ فرم محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ یحییٰ بن شرف نوروی لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ایک معنی یہ ہے کہ طہارت کا اجر بڑھ کر نصف ایمان تک پہنچ جاتا ہے، اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ ایمان لانے سے پہلے کے گناہ ایمان لانے سے مٹ جاتے ہیں، اسی طرح وضو سے پہلے کے گناہ وضو سے مٹ جاتے ہیں لیکن ایمان کے بغیر وضو نہیں، مگر اس لیے فرمایا طہور نصف ایمان ہے۔ تیسرا معنی یہ ہے کہ ایمان سے مراد ناز ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضَيِّعَ أَيْمَانَكُمْ

اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہاری

(بقرہ ۱۴۳)

اور چونکہ صحت ناز کے لیے طہارت شرط ہے، اس لیے طہارت ناز کے لیے بہ منزلہ جز ہے، اس لیے فرمایا طہور نصف ایمان ہے یعنی ناز کا جز ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تصدیق بالقلب اور اطاعت ظاہرہ دونوں ایمان کا جز ہیں اور طہارت ناز کو متضمن ہے جو کہ اطاعت ظاہرہ ہے اس اعتبار سے آپ نے فرمایا طہور نصف ایمان ہے۔

اسی حدیث میں ہے: الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے اور سبحان اور الحمد للہ آسمان اور زمین یا ان کے درمیان کو بھر دیتے ہیں:

قرآن اور سنت سے یہ ثابت ہے کہ اعمال کو وزن کیا جاتا ہے اور اعمال کم اور زیادہ ہوتے ہیں، اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر سبحان اللہ اور الحمد للہ کے ثواب کو مجسم کیا جائے تو ان کی جسامت آسمان اور زمین کو بھر دے گی، اور ان کے ثواب کے زیادہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سبحان اللہ کا کلمہ اللہ تعالیٰ کے منزلہ ہونے اور ہر نقص اور عیب سے بری ہونے کے معنی پر مشتمل ہے اور الحمد للہ کا کلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف مغتر ہونے، اس کی حمد و ثناء اور اس کا شکر بجالانے پر مشتمل ہے۔

اس حدیث میں ہے: ناز نور ہے:

اس کا معنی یہ ہے کہ ناز معصیت اور بے حیائی اور بڑے کاموں سے روکتی ہے اور نیکی اور اچھے کاموں کی ہدایت دیتی ہے جس طرح نور اندھیرا دور کر دیتا ہے اور روشنی پھیلاتا ہے، اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ ناز کی وجہ سے نازی کا چہرہ قیامت کے دن منور ہوگا، اور دنیا میں بھی نازی کے چہرے پر ترو نازگی ہوگی۔

اس حدیث میں ہے صدقہ برہان ہے:

اس کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن جب انسان سے یہ سوال کیا جائے گا کہ اس نے مال کو کہاں صرف کیا؟ تو اس کے صدقات اس سوال کے جواب پر براہین بن جائیں گے، اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ مال انسان کو طبعا عزیز ہوتا ہے اور جب وہ اللہ کی راہ میں مال کو خرچ کرتا ہے اور صدقہ دیتا ہے تو یہ صدقہ کہتا اس کے دینی ایمان کی صداقت پر دلیل بن جاتا ہے۔ لہ

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نوروی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۸، مطبوعہ نور محمد راجع المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

صبر کا معنی

اس حدیث میں ہے صبر ضیاء ہے:

اس کا معنی ہے جو صبر طریعت میں پسندیدہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عبادات میں مشقت اٹھانے پر صبر کرنا ہے، مصیبت کے تقاضے پورے نہ کرنے پر صبر کرنا ہے اور دنیا میں جو اس پر مصائب اور آزمائشیں آتے ہیں ان پر صبر کرنا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ صبر ایک پسندیدہ عمل ہے اور صبر کرنے والا ہمیشہ تروتازہ رہتا ہے اور ہدایت پر مستقیم رہتا ہے، ابراہیم خاں نے کہا کتاب اور سنت پر ثابت قدم رہنا صبر ہے، ابن عطیہ نے کہا حوصلہ اور برداشت کے ساتھ مصائب کا سامنا کرنا صبر ہے، اساذر علی فراق نے کہا صبر کی حقیقت یہ ہے کہ تقدیر پر اعتراض نہ کرے، البتہ مصائب کا اظہار کرنا صبر کے منافی نہیں ہے، یہ شرطیکہ یہ اظہار بہ طور شکایت نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

اَنَا وَجَدْنَاكَ صَابِرًا نَحْمَدُ الْعَبْدَانَهُ اَدَابَ -

بے شک ہم نے انھیں صبر کرنے والا پایا،
وہ کیا خوب بندے تھے بیشک وہ (ہماری طرف)

(ص: ۴۴۰)

بہت متوجہ رہتے تھے۔

علاوہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی تکلیف اور مصیبت کا اظہار کیا:

جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا بیشک

اِذَا دَعَا رَبَّهُ اِنِّیْ مُسْنِیْ الشَّیْطَانِ بِنَصِیْبِ

مجھ کو شیطان نے بہت تکلیف اور دکھ پہنچایا

(ص: ۴۱)

وَعَذَابِ -

اور ایوب کو یاد کرو، جب انھوں نے اپنے

وَاِیُّوْبَ اِذَا دَعَا رَبَّهُ اِنِّیْ مُسْنِیْ الضُّرِّ

رب کو پکارا کہ مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے اور

اِنَّتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ -

تو ارحم الراحمین ہے۔

(انبیاء: ۸۳)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا:

(اب میرے لیے) صبر ہی نریا ہے۔

(یوسف: ۸۳)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت یعقوب نے کہا:

اور یعقوب نے کہا اے افسوس یوسف

وَقَالَ یَا اَسْفٰی عَلٰی یُوسُفَ وَابِیْصَنَتْ

(کے فراق) پر اور غم کی وجہ سے ان کی آنکھیں سفید

عَیْنَاهُ مِنَ الْحُزَنِ فَهُوَ كَظِیْمٌ -

ہو گئیں، سو وہ اپنے غم کو ضبط کرتے رہے۔

(یوسف: ۸۴)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا:

یعقوب نے کہا میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد

قَالَ اِنَّمَا اَشْكُوْا بَشٰی وَحَزَنٰی اِلٰی اللّٰهِ -

اللہ سے ہی کرتا ہوں۔

(یوسف: ۸۶)

سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سید الصابرین میں اس کے باوجود آپ نے اپنے صاحبزاد

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ وارضاه کی وفات پر فرمایا: "اے ابراہیم متباہری جدائی پر ہم مہمگیں ہیں۔"

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك دخلنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم على ابي سيف الثقفي وكان ظمرا لابراهيم فاحزن رسول الله صلى الله عليه وسلم فقبله وشبه ثم دخلنا عليه بعد ذلك و ابراهيم يوجود بنفسه فجعلت بيننا رسول الله صلى الله عليه وسلم تذكرا فان فقال له عبد الرحمن بن عوف وانت يا رسول الله؟ فقال يا ابن عوف! انها رحمة فما تتبعها بأخو في فقال ان العين تدمع والقلب يحزن ولا نقول الا ما يرضي ربنا وانا بفراقك يا ابراهيم لمحزونون -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابراہیم کو دیکھ کر کے پاس گئے، وہ حضرت ابراہیم کو دودھ پلانے والی کے شوہر تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کو لیا، ان کو بوسہ دیا اور ان کو سونگھا، پھر اس کے ہاتھ میں حضرت ابراہیم کے پاس گئے وہ اس وقت اپنی جان کی سخاوت کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درفوں گھول سے آنسو جاری تھے، حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا یا رسول اللہ! آپ بھی رورہے ہیں، آپ نے فرمایا اسے ابن عوف یہ آنسو رحمت ہیں پھر دوبارہ آپ کے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا آنسو رورہی ہے اور دل غمزدہ ہے اور ہم وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہے اور اسے ابراہیم تمہاری جدائی پر ہم غمگین ہیں۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس قال قننت رسول الله صلى الله عليه وسلم شهوا حين قتل القراء فسمعت رايته رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حزن حزنا قط اشد منه -

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رشتہ قاری شہید ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھتے رہے اور میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا زیادہ غمگین نہیں دیکھا۔

قرآن مجید کی ان آیات کو یہ اور احادیث صحیحہ سے یہ واضح ہو گیا کہ مصیبت پر غم کرنا اور اس کا اظہار کرنا مبرکے خلاف نہیں ہے، البتہ مصیبت پر جزع و فزع کرنا اور اس مصیبت کی شکایت کرنا اور آواز سے رونا صبر کے خلاف ہے۔
اس حدیث میں ہے: قرآن بہائے حق میں دلیل ہو گا یا تہلکے خلاف۔

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱، ص ۱۴۲، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی ۱۴۰۱ھ
۲۔ صحیح بخاری ج ۱، ص ۱۴۳

یعنی اگر تم قرآن مجید کی تلاوت کرو گے اور اس کے احکام پر عمل کرو گے تو یہ تمہارے حق میں دلیل ہوگا۔
ورنہ یہ تمہارے خلاف دلیل ہوگا۔

نیز اس حدیث کے آخر میں ہے: ہر شخص جب صبح کو اٹھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو فروخت کر دیتا ہے
پھر اس جسم کو جہنم سے آزاد کرا لیتا ہے یا اس کو عذاب میں ڈال کر ہلاک کر دیتا ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہر انسان عمل کرتا ہے، بعض انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کر کے
اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں اور اپنے نفس کو جہنم سے آزاد کرا لیتے ہیں اور بعض انسان
شیطان اور خواہش کی اتباع کرتے ہیں اور اپنے نفس کو شیطان کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں اور
شیطان ان کے نفوس کو جہنم میں ہلاک کر دیتا ہے۔

بَابُ وَجُوبِ الطَّهَارَةِ لِلصَّلَاةِ

نماز کے لیے طہارت کا وجوب

۴۴۳۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَ قُتَيْبَةُ
ابْنُ سَعِيدٍ وَ آدِيُّ كَامِلٌ الْجَعْفَرِيُّ وَ الْكَفْظُ
لِسَعِيدٍ قَالُوا أَنَا أَبُو عَوَّاسٍ عَنْ سَمَاعٍ بْنِ
حَرْبٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَا دَخَلَ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَلَى ابْنِ عَاصِمٍ يَتَعَوَّذُ وَ هُوَ
مَرِيضٌ فَقَالَ لَا تَدْعُوا اللَّهَ يَا ابْنَ عُمَرَ
قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ لَا تَقْبَلُ صَلَواتُكَ بِغَيْرِ طَهْرٍ وَ لَا صَدَقَةٌ مِنْ
غُلُولٍ وَ كُنْتَ عَلَى الْبَصَرِ

مصعب بن سعد کہتے ہیں جب ابن عامرؓ بیمار ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ
رضی اللہ عنہما ان کی عیادت کرنے کے لیے گئے ابن عامر
نے کہا اے ابن عمر کیا آپ میرے حق میں اللہ تعالیٰ
سے دعا نہیں کریں گے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسبہ کہ
بغیر طہارت رپا کیزگی کے کوئی نذر قبول نہیں ہوتا،
اور مال حرام سے کوئی صدقہ قبول نہیں ہوتا اور تم بصرہ
کے حاکم رہ چکے ہو۔

۴۴۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَ ابْنُ بَشَّارٍ
قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ بْنُ وَحْدَةَ
أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ
زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَ كَيْفٌ عَنْ إِسْرَافِيلَ
كُلَّاهُمْ عَنْ سَمَاعٍ ابْنِ حَرْبٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان

کی۔

۴۴۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَامٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ
ابْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا مَعْمَرُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ ابْنِ
مُثَنَّبٍ أَخِي وَ هَبِ بْنِ مِثْنَبٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے
ہر شخص کو کسی شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک
کہ وہ وضو نہ کرے۔

كَذَلِكَ أَحَادِيثٌ مِنْهَا فَتَاكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلَواتُهُ أَحَدٌ كُمْ إِذَا
أَخَذَتْ حَتَّى يَتَوَضَّأَ

حدیث نمبر ۴۴۳ میں ہے: اللہ تعالیٰ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں کرتا۔
موجب طہارت کی تحقیق علامہ یحییٰ بن شرف نوروی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نماز کے لیے طہارت کے وجوب کی تصریح ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ نماز کی صحت کے لیے طہارت شرط ہے، قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ نماز کے لیے طہارت کب فرض ہوئی، ابن ابی نجیم کا یہ مذہب ہے کہ ابتداء اسلام میں وضو کرنا سنت تھا اور آیت تیمم میں وضو کی فرضیت نازل ہوئی، اور مجہور نے یہ کہا ہے کہ وضو اس سے پہلے فرض تھا اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ ہر نماز پڑھنے والے پر وضو فرض ہے یا بالخصوص ہے وضو پر وضو کرنا فرض ہے، بعض متقدمین کا یہ نظریہ ہے کہ ہر نماز کے لیے وضو کرنا فرض ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ
فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَ
امْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ
اسے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے (کا
ارادہ کرنے) لگو تو اپنے چہرے اور کہنیوں سمیت
دھو دو اور اپنے سر کو کاسج کر دو اور کھنوں سمیت
اپنے پاؤں دھو دو۔ (مائتہ ۶۱)

اور ایک قوم کا یہ نظریہ ہے کہ یہ حکم پہلے تھا، پھر منسوخ ہو گیا، اور ایک قول یہ ہے کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا مستحب ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ نماز کے وقت وضو کرنے کا حکم اس شخص کے لیے ہے جو بے وضو ہو لیکن ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا مستحب ہے، اس کے بعد تمام اہل فتویٰ اسی قول پر متفق ہیں، اولیٰ میں ان کا اختلاف نہیں ہے اور ان کے نزدیک اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم بے وضو ہو اور نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو وضو کرو۔

ہم اسے اصحاب کا اس میں اختلاف ہے کہ وضو کا موجب کیا چیز ہے اور اس میں تین قول ہیں (۱) بے وضو ہونے کے بعد وضو کرنا واجب ہے لیکن اس میں وصعت ہے۔ (۲) وضو کرنا صرف اس وقت واجب ہے جب نماز پڑھنے کا ارادہ کیا جائے (۳) ان دونوں چیزوں میں سے کسی ایک سے وضو واجب ہو جاتا ہے۔ اور ہمارے اصحاب کے نزدیک یہی واجب ہے۔ (مصنف کے نزدیک وضو کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب انسان بے وضو ہو اور ایسی عبادت کا ارادہ کرے جو بغیر وضو کے صحیح نہیں ہوتی مثلاً نماز پڑھنے، سجدہ تلاوت یا سجدہ شکر کرنے قرآن مجید کو چھونے یا طواف کعبہ کرنے کا ارادہ کرے)۔

فائدہ: طہورین پر نماز کے وجوب میں فقہاء مشافعیہ کے اقوال امت کا اس پر اجماع ہے کہ بغیر طہارت کے نماز پڑھنا حرام ہے خواہ وضو سے طہارت حاصل کی جائے یا تیمم سے خواہ فرض نماز پڑھتی ہو یا نفل، سجدہ تلاوت ادا کرنا ہو

یا سجدہ شکر، یا نذر حائرہ پڑھتی ہو، البتہ امام شبی اور امام محمد بن جریر الطبری نے یہ کہا ہے کہ نماز حائرہ بلا وضو پڑھنا جائز ہے اور یہ مذہب باطل ہے، تمام علماء کا اس کے باطل ہونے پر اجماع ہے، اگر کسی شخص نے عمداً بلا غدر بنیر وضو کے نماز پڑھی تو وہ گنہگار ہوگا، لیکن اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، ہمارا اور جہود کا یہی مذہب ہے، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے یہ منقول ہے کہ اس کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ وہ نماز کے ساتھ یہود و نصاریٰ کے ساتھ ہے، ہمارے دین میں یہ ہے کہ کفر اعتقاد کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس نماز کا اعتقاد صحیح ہے، اور یہ تمام بحث اس وقت سے جب وہ بلا غدر ہے وضو نماز پڑھے، اور اگر وہ معذور ہو مثلاً اس کو طہارت کے لیے پانی یا مٹی حاصل نہ ہو، تو اس میں چار قول ہیں:

- ۱۔ فقہاء اربعہ کے نزدیک اجماع قول یہ ہے کہ اس شخص پر اس حال میں نماز پڑھنا واجب ہے اور جب اس کو طہارت پر قدرت حاصل ہو تو اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے۔
- ۲۔ اس شخص پر بلا طہارت نماز پڑھنا حرام ہے اور اس پر قضاء واجب ہے۔
- ۳۔ اس کے لیے نماز پڑھنا مستحب ہے، اور قضاء کرنا واجب ہے۔
- ۴۔ اس پر نماز پڑھنا واجب ہے اور قضاء کرنا واجب نہیں ہے۔

امام مزنی کا یہی مختار ہے اور اسی قول کی دلیل قوی ہے، اس پر نماز پڑھنا اس لیے واجب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس کو حسب استطاعت کرو اور اس پر اعادہ اس لیے واجب نہیں ہے کہ اس کے حق میں نیا امر نہیں پایا گیا اور ہر وہ نماز جس کو اس کے وقت میں کسی مذکر کی بناء پر کسی محل کے ساتھ پڑھا گیا اس کے متعلق امام مزنی کا یہی قول ہے۔

علامہ علاء الدین حسکفی لکھتے ہیں:

فائدة الطہورین پر نماز کے وجوب میں فقہاء احناف کا نظریہ | جو شخص کسی ایسی جگہ مقید ہو جہاں

پانی دستیاب ہو نہ تیمم بائیں طور کہ وہ کسی نجس مکان میں ہو جہاں اس کو تیمم کے لیے پاک مٹی دستیاب نہ ہو، یا اس کو ایسا مرض لاحق ہو جس کی وجہ سے وہ وضو یا تیمم نہ کر سکے، اس کو فائدہ الطہورین کہتے ہیں، امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایسا شخص نماز کو مؤخر کر دے اور جب طہارت ممکن ہو تو نماز پڑھے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کہتے ہیں کہ وہ نمازیوں کے ساتھ تشبہ کرے اگر خشک جگہ ہو تو وہاں رگڑے اور سجود کرے ورنہ کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے اور قرأت ذکر سے اور جب طہارت میسر ہو تو نماز دہرائے، اسی قول پر فتویٰ ہے امام ابو حنیفہ نے بھی ایسی قول کی طرف رجوع کر لیا ہے اور میں شخص کے اعتقاد اور پیر کئے ہوئے ہوں اور چہرے پر زخم ہو وہ بغیر طہارت کے نماز پڑھے گا اور صحیح مذہب کے مطابق اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔

۱۔ علامہ یحییٰ بن شریک نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۹، مطبوعہ مرقعہ المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ علاء الدین حسکفی متوفی ۸۰۸ھ در مختار علی المشی برد المحتار ج ۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ مکتبہ ماحدیہ کوئٹہ

بلا طہارت نماز پڑھنے والے کو کافر قرار دینے کی تحقیق علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں جو شخص بلا قدر عمد بغیر طہارت

کے نماز پڑھے نواد میں اس کی تکفیر کی ہے اور ظاہر الروایہ میں ہے وہ کافر نہیں ہے، یہ اختلاف اس وقت ہے جب وہ بلا استحقاق بغیر طہارت کے نماز پڑھے اور اگر وہ طہارت کے حکم کو بغیر ضروری جان کر یا اس کا مذاق اڑانے کے لیے بغیر طہارت کے نماز پڑھے تو وہ سب کے نزدیک کافر ہے اور اگر اس کی نیت استغناء اور سخریہ کی نہ ہو اور اس نے یہ سمجھا ہو کہ اس میں اتنا حرج نہیں ہے بلکہ محض سستی یا حکم شرعی سے جہالت کی وجہ سے بلا وضو نماز پڑھی تو یہ کسی کے نزدیک کفر نہیں ہونا چاہیے اور جب کسی چیز کے کفر ہوئے یا کفر نہ ہوئے میں اختلاف ہو تو ظاہر مذہب عدم تکفیر ہے، بلکہ فقہاء نے کہا ہے کہ اگر مومن کی تکفیر پر ستر روایات متفق ہوں اور ایک ضعیف روایت عدم تکفیر کی تو ترمذی اسقاطی پر لازم ہے کہ اس کی تکفیر نہ کرے۔

فاسقوں کے لیے زجر اوعانہ کی جائے اس حدیث میں ہے ابن عامر نے حضرت ابن عمر سے کہا آپ میرے لیے دعا کریں، حضرت ابن عمر نے فرمایا:

حدیث میں ہے بغیر طہارت کے نماز مقبول نہیں ہوتی اور مال حرام سے صدقہ قبول نہیں ہوتا اور تم بصرہ کے عالم رہ چکے ہو۔

حضرت ابن عمر کا مطلب یہ تھا کہ عالم بصرہ ہونے کی وجہ سے تم بے ذمہ بہ کثرت حقوق اللہ اور حقوق العباد ہیں اور جن کے ذمہ اللہ کے اور بندوں کے حقوق ہوں اس کو دنیا سے فائدہ نہیں ہوتا، حضرت ابن عمر کا اشارہ زجر و تزییح تھا اور اس کو توبہ کرنے اور حق تلفیوں کی تلافی کرنے اور آئندہ ظلم نہ کرنے پر براہ کھینچ کر لانا تھا، درجہ وصول اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور انبیاء تا بہین ہمیشہ کفار کے لیے ہدایت کی اور فساد کے لیے توبہ کی دعا کرتے رہے ہیں۔

مال حرام سے استبراء کا طریقہ جس شخص کے پاس سود، رشوت، چوری اور غصب وغیرہ سے مال حرام

ہو اور اب وہ تائب ہو کر چاہتا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنا مال صاحب حق کو یا اس کے وارثوں کو واپس کر دے، اگر حکومت کا مال یا اسے تو اتنا مال حکومت کے کسی فنڈ میں داخل کر دے اور اگر اس کے وارثوں کا پتہ نہ ملے تو اسے مال کو اس شخص کی طرف سے کسی فقیر پر صدقہ کر دے اور اس کا ثواب صاحب حق کو پہنچا دے۔

کامل وضو کرنے کا طریقہ

بَابُ صِفَةِ الْوُضُوءِ وَ كَمَالِهِ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے وضو کے لیے پانی

۴۴۶ - وَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْقَاسِمِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو
بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنُ عَمْرِو بْنِ سَرَّاجٍ وَ حُرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى

۱۰۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی مترجم ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۱۶۰ مطبوعہ مکتبہ ماجدہ کوثر

الَّتِي جِيئَ قَالَا اَنَا ابْنُ وَهَبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ
 اَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَزِيْدَ اللَّيْثِيَّ اَخْبَرَهُ اَنَّ حُمْرَانَ مَوْلَى
 عُثْمَانَ اَخْبَرَهُ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَمْرٍا دَعَا يَوْصُورَ
 فَتَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَضْمَضَ وَ
 اسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ
 اِلَيْهِمَا اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ
 مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ مَسَحَ رَاسَهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ
 اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مِثْلَ
 ذَلِكَ ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
 وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وَصُورِي هَذَا ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وَصُورِي
 هَذَا اَتَمَّ فَرَكَهُ وَكَعَّتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ
 غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ
 وَكَانَ عَمَّاؤُا وَكَأَيُّهُمُ لَوْ هَذَا التَّوَضُّؤُا اسْبَغَ
 مَا يَتَوَضَّأُ بِهِ أَحَدًا لَمْ يَلْمُوهُ -

۲۲۷. وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَالِعُ بْنُ
 ابْنِ أَبِي هِلْمٍ قَالَ نَالِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ
 بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيَّ عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ اَنَّهُ
 نَالِ عُثْمَانَ دَعَا يَوْصُورَ وَادْرَعَهُ عَلَى كَفَيْهِ ثَلَاثَ
 مَرَّاتٍ فَغَسَلَ يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ
 ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ
 ثُمَّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
 وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وَصُورِي هَذَا اَتَمَّ فَرَكَهُ
 وَكَعَّتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهُ
 مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ -

منگوا اور وضو کرنا شروع کیا پہلے اپنی ہتھیلیوں کو تین
 مرتبہ دھویا پھر کھلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر تین بار
 اپنے چہرے کو دھویا پھر دایاں ہاتھ کہنی تک میں
 بار دھویا پھر اسی طرح بائیں ہاتھ کہنی تک میں بار دھویا
 پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر دایاں پیر ٹخنوں تک تین
 بار دھویا پھر اسی طرح بائیں پاؤں میں بار دھویا پھر
 انہوں نے کہا جس طرح میں نے وضو کیا ہے اس
 طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو
 کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ وضو کرنے کے بعد
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے
 اس طریقہ کے مطابق وضو کرے پھر دو رکعت نماز
 پڑھے اور دوران نماز سوچ بچار نہ کرے تو اس کے
 تمام پچھلے (سغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں ابن شہاب
 نے کہا ہمارے علماء کہتے ہیں نماز کے لیے جو وضو کیے جاتے ہیں
 ان سب میں یہ کامل ترین وضو ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم حمران بیان کر
 رہے ہیں کہ یہ میرا چشم دید واقعہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ
 عنہ نے پانی کو ایک برتن منگوا یا اس کو شیرھا کر کے تین
 بار اپنے دونوں ہاتھ دھوئے پھر دایاں ہاتھ سے
 برتن سے پانی لیا اور کھلی کی اور ناک کو پانی سے ستون
 کیا پھر تین مرتبہ چہرہ اور کہنیوں تک کلا یاں دھوئیں
 پھر سر کا مسح کیا پھر تین مرتبہ پیر دھوئے پھر حضرت
 عثمان نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 ہے جس شخص نے میرے اس طریقہ کے مطابق وضو
 کیا اس کے بعد دو رکعت نماز اس طرح پڑھی کہ اس
 میں سوچ بچار نہ کیا اس کے تمام سابقہ (سغیرہ) گناہ
 معاف کر دیئے جائیں گے۔

سر کے مسح میں تکرار کے مسنون ہونے پر امام شافعی کے دلائل | حدیث نمبر ۲۲۷ میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام اعضا

وضو کرتے ہیں تین بار دھویا اور سر کا مسح کیا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

سر کے مسح کی تکرار میں علما کا اختلاف ہے، امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ تین بار سر کا مسح کرنا مستحب ہے، جیسا کہ باقی اعضاء کے تین بار دھونا مستحب ہے، اور امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد اور اکثر فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ سر کا مسح ایک بار سے زیادہ نہ کیا جائے اور احادیث صحیحہ میں صرف ایک بار مسح کا ذکر ہے اور بعض احادیث میں مطلقاً مسح کرنے کا ذکر ہے۔ امام شافعی نے صحیح مسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عثمان نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضو کیا، اور امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار سر کا مسح کیا اور سر کے مسح کو باقی اعضاء کے تین بار دھونے پر قیاس کیا ہے اور جن احادیث میں ایک بار سر کے مسح کا ذکر ہے ان کو بیان جواز پر عمل کیا ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

سر کے مسح میں تکرار کے مستون نہ ہونے پر ائمہ ثلاثہ کے دلائل

مذہب یہ ہے کہ سر کے مسح میں تکرار سنت نہیں ہے، حضرت ابن عمر، سالم، نخعی، مجاہد، طلحہ بن مصرف اور عکرمہ سے بھی اسی طرح مروی ہے، امام ترمذی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اکثر کا اسی پر عمل ہے اور بعد کے لوگوں کا بھی اسی پر عمل ہے۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ تکرار سنت ہے، غرقی نے کہا تین بار مسح کرنا افضل ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔

علامہ ابن عبد البر نے کہا سب کا قول یہ ہے کہ سر کا مسح صرف ایک بار ہے اور امام شافعی نے کہا سر کا مسح تین بار کیا جائے گا، کیونکہ امام ابو داؤد نے شقیق بن سلمہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان کو دیکھا انہوں نے تین بار کلاہیاں دھوئیں اور میں بار سر کا مسح کیا، پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے، اور اس کی مثل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد اصحاب سے مروی ہے اور حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبد اللہ بن ابی ارقی، حضرت ابراہیم، حضرت ربیع، حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضو کیا اور حضرت ابی کی حدیث میں ہے: یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے رسولوں کا وضو ہے، اہل حدیث کو امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس لیے کہ طہارت میں اصل سر سے ترچہ سے کا طرح اس میں بھی تکرار مستون ہو گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بیان کیا اور کہا کہ آپ نے سر کا ایک بار مسح کیا، اور امام ترمذی نے روایت کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور ایک بار سر کا مسح کیا اور کہا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو ہے، جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو دیکھے وہ اس وضو کو دیکھ لے اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے، اسی طرح

حضرت عبداللہ بن ابی اونی، حضرت ابن عباس، حضرت سلمہ بن کرہ اور حضرت ربیع سب نے کہا آپ نے سر کا ایک بار مسح کیا، اور ان صحابہ کا بھی صلے اللہ علیہ وسلم کے وضو کی حکایت کرنا، دائی مثل کی خبر دینا ہے، اللہ دائی مثل دہی ہر کتاب ہے جو افضل اور اکل ہو، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رات کو وضو کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی حکایت کی ہے اور اس وقت میں افضل مثل ہی کیا جاتا ہے۔ نیز تیمم کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور زخم پر پٹی کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور مسح کی کسی فرع میں تکرار نہیں ہے تو پھر سر کے مسح میں بھی تکرار نہیں ہوگا اور تکرار کے قائلین نے جو احادیث بیان کی ہیں ان میں سے کسی میں تکرار مسح کی تصریح نہیں ہے۔ امام ابو داؤد نے کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تمام صحیح روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ سر کا مسح ایک بار ہے کیونکہ انہوں نے اعضا وضو کرتے تین بار دھونے کا ذکر کیا اور ان احادیث میں یہ مذکور ہے انہوں نے سر کا مسح کیا اور اس کے بعد وہ ذکر نہیں کیا جیسے باقی اعضاء وضو کے دھونے میں عدد کا ذکر کیا ہے اور جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ انہوں نے سر کا تین بار مسح کیا اس کو یحییٰ بن آدم نے روایت کیا ہے اور اس کا دیکھنے سے مخالفت کی ہے اس نے کہا فقط تین بار وضو کیا اور حضرت عثمان سے صحیح روایت یہ ہے کہ انہوں نے تین بار اعضاء وضو کر دھوئے اور سر کا مسح کیا اور اس کے بعد وہ ذکر نہیں کیا، امام بخاری اور امام مسلم نے اسی طرح روایت کیا ہے، امام ابو داؤد نے کہا یہ صحیح ہے۔ ہم نے جو احادیث بیان کی ہیں وہ صحاح کی روایات ہیں اس سے لازم آیا کہ اس کی مخالفت قنات ضعیف ہے اور بن احادیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضو کیا اس سے مسح کا ماسی مراد ہے کیونکہ اس حدیث کے راوی جب مسح کا ایک ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ آپ نے سر کا ایک بار مسح کیا، اللہ تفصیل اجمال کی حاکم اور تفسیر ہوتی ہے اور اجمال تفصیل کا معارض نہیں ہوتا، جس طرح خاص عام کا معارض نہیں ہوتا اور امام شافعی کا سر کے مسح کو باقی اعضاء پر قیاس کرنا تیمم سے منظور ہے، یعنی ہم اس کے مقابلہ میں سر کے مسح کو دھونے پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح تیمم کے مسح میں تکرار نہیں ہے اسی طرح سر کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور مسح کو مسح پر قیاس کرنا مسح کو دھونے پر قیاس کرنے کی بہ نسبت زیادہ قوی ہے۔ نیز جب سر پر تین بار مسح کیا جائے گا تو پھر وہ مسح نہیں رہے گا بلکہ وہ دھونے کے مترادف ہوگا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر پر ایک بار مسح بیان جواز کے لیے کیا ہو اور تین بار مسح افضل امر کے بیان کے لیے کیا ہو، اس طرح ان دونوں حدیثوں میں تضاد نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان اور دیگر راویوں نے ایک بار مسح کر کے یہ کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو ہے اور یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ دائی اسی طرح وضو کرتے تھے، نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ اسی سے بیان کیا کہ سائین اور سائین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائی وضو کا طریقہ اور کیفیت معلوم ہو جائے، اگر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی اور طریقہ سے وضو کرتے ہوئے دیکھا ہوتا تو مطلقاً یہ نہ کہتے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو ہے، اس سے معلوم ہوا کہ شیعین بن سلمہ کی روایت میں جو تین بار سر کے مسح کا ذکر ہے وہ راوی کا خطا ہے، کیونکہ جب تمام راوی ایک شخص سے ایک ہی حدیث کی روایت کریں اور تمام راوی ایک صفت کو بیان کریں اور ایک

یہاں بھی با محمل پر داخل ہے ہندایہ حدیث بھی اس آیت کی طرح محل ہے، اس لیے اولیٰ یہ ہے کہ امام ابو داؤد کی اس روایت سے استدلال کیا جائے؛ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، آپ نے سرخ رنگ کا منقش عمامہ باندھا ہوا تھا آپ نے عمامہ کے نیچے سے ہاتھ داخل کیا اور سر کے اگلے حصے پر مسج کیا، امام ابو داؤد نے اس حدیث پر سکوت کیا ہے اس لیے یہ حدیث بظاہر حجت ہے اور اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ آپ نے سر کے پچھلے حصے پر مسج کیا اور یہ سر کا چوتھا حصہ ہے جن کو ناصیہ کہتے ہیں، اسی طرح امام بیہقی نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور عمامہ کو ہٹایا اور سر کے اگلے حصے پر مسج کیا، یہ حدیث مرسل ہے اور ہمت سے نزدیک حدیث مرسل حجت ہوتی ہے، خصوصاً اس صورت میں جب کہ یہ حدیث متصل سے منقول ہو۔

یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ ان حدیثوں میں سر کے اگلے حصے پر مسج کرنے کے فعل کا ذکر ہے، اس لیے یہ کب لازم آتا ہے کہ اس سے کم مقدار پر مسج کرنا جائز نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ چوتھا حصہ مقدار سے کم پر بھی مسج کرنا جائز ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کم مقدار پر بھی مسج کرتے تاکہ امت کو معلوم ہوتا کہ یہ بھی جائز ہے۔

آیت وضو میں بالصاق کے لیے ہے اور جب کہ رطل تھا کاسر سے الصاق ہو تو وہ اس کو مستقیم نہیں ہے کہ پورے سر کا مسج کیا جائے، اس لیے اگر کسی شخص نے سر پر ہاتھ رکھے اور پچھلے سر پر مسج نہیں کیا تب بھی الصاق ہو جائے گا اور جب سر پر ہاتھ رکھے جائیں گے تو چوتھا حصہ پر مسج ہو جائے گا کیونکہ عمامہ ہاتھ چوتھا حصہ کے برابر ہوتے ہیں اس لیے چوتھا حصہ کے مسج کی فرضیت قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے۔
چوتھا حصہ کے متعلق احادیث | جن احادیث سے فقہاء احناف نے مسج کی مقدار کے تعین اور بیان پر استدلال کیا ہے وہ یہ ہیں۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مولیٰ پر مسج کیا، سر کے اگلے حصے پر مسج کیا اور عمامہ پر مسج کیا۔

عن المغيرة بن شعبه ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسح علی الخفین و مقدم ما لہ و علی عما مہ یتلہ

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو سر کے اگلے حصے

عن المغيرة ان النبى صلی اللہ علیہ وسلم توضأ فمسح فاصينته و عما مہ و علی الخفین یتلہ

۱۔ علامہ کمال الدین محمد بن عبداللہ المعروف ابن ہمام متوفی ۸۷۱ھ فتح القدیر ج ۱ ص ۱۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲۔ امام مسلم بن الحجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۲، مطبوعہ نور محمدیہ المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۳۔ امام ابو عبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۲۴۱ھ سنن نسائی ج ۱ ص ۱۳۰، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

حاصل ہوتا ہے جو مجاہدہ کر کے شیطان کے ٹالے ہوئے خیالات کو دور کرتا ہے، حتیٰ کہ وہ اپنی کوشش کی وجہ سے ایک لحظہ کے لیے بھی نماز سے غافل نہیں ہوتا، ایک قول یہ ہے کہ حدیث نفس کی نفی سے مراد یہ ہے کہ اس کا یہ عمل غافلانہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، جاہ طلبی کے لیے نہ ہو، وہ نماز کے ذریعہ اپنی کسی بڑائی کا طالب نہ ہو، کہ نماز ادا کرنے سے اپنے آپ کو کسی تفصیل کا حامل قرار دیتا ہو، بلکہ وہ اپنے نفس کو حقیر جانتا ہو، کہ منور اور منکسر نہ ہو، ایک قول یہ ہے کہ اگر حدیث نفس کی نفی سے مراد یہ ہے کہ اس کے دل دماغ میں دنیا کا کوئی خیال نہ آئے تو یہ بہت مشکل ہے اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے دل میں اگرچہ بلا قصد خیالات آئیں لیکن وہ کسی خیال پر جمے نہیں تو یہ مخلصین کا عمل ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ”یہ کہتا ہوں کہ حدیث نفس کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے کہ کسی چیز کا خیال ہانک آئے اور اس کو دور کرنا مشکل ہو، دوسری قسم کے وہ خیالات ہیں جن کو منقطع کرنا ممکن ہے، یہاں حدیث نفس کی نفی سے دوسری قسم مراد ہے نہ کہ پہلی، کیونکہ اس میں دشواری ہے۔ نیز بحدیث باب تغیب سے ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان جن چیزوں کو قصداً حاصل کرتا ہے اور جن امور کے متعلق قصداً غور و فکر اور سوچ و بچار کرتا ہے اور ان کو دور کرنا ممکن ہے اس کے برعکس دل میں اچانک جو خیالات اور دوسرے آتے ہیں، ان کو دور کرنا مشکل ہے اس لیے وہ معان ہیں، تقاضی عیان نے بسن علامہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دل میں اصلاً کوئی خیال نہ آئے، علامہ نووی نے اس کو رد کر دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ بلا قصد اور اختیار جو خیالات دل میں آتے ہیں اور پھر انسان ان خیالات پر جمنا نہیں ہے ان کی نفی کرنا اس حدیث سے مراد نہیں ہے پھر حدیث نفس دنیاوی خیالات اور دینی خیالات دونوں کو شامل ہے اور اس حدیث میں صرف دنیاوی خیالات کی نفی مراد ہے، حکیم ترمذی نے یہ روایت بیان کی ہے: ”اس دررکعت نماز میں دنیا کے متعلق بالکل حدیث نفس نہ کرے پھر وہ اللہ تعالیٰ سے جودعا کرے گا وہ قبول ہوگی“ اور جب وہ نماز میں امور آخرت سے متعلق غور و فکر کریگا مثلاً قرآن مجید کی جن آیات کی تلاوت کرتا ہے ان پر غور و فکر کرتا ہے یا دعائیں اور وظائف پڑھتا ہے یا کسی محسن اور مستحب کام میں غور و فکر کرتا ہے تو یہ وہ حدیث نفس ہے جو مضر نہیں ہے اور صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے میں لشکر کی صفیں ترتیب دیتا رہتا ہوں، حالانکہ میں نماز میں ہوتا ہوں۔ لے۔ اس حدیث میں ہے کہ اس کے تمام سابقہ گناہ معاف کر دیے جائیں ورنہ نماز کے بعد مغفرت کا بیان | علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

اس سے مراد مغیرہ گناہ ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں اس کی تصریح ہے (یہ حدیث اگلے باب میں ہے) حدیث کے الفاظ میں بظاہر مجرم ہے لیکن اس کی صفات کے ساتھ تخصیص کی گئی ہے، اور کبائر تو بہ سے معاف ہوتے ہیں اسی طرح حقوق العباد بھی بندوں سے معاف کرانے سے معاف ہوتے ہیں، البتہ کبائر میں تخفیف ہو جاتی ہے

۱۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدة القاری ج ۲ ص ۷، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر ۱۳۳۸ھ
۲۔ عمدة القاری ج ۳ ص ۸-۷، ۱۱

بَابُ فَضْلِ الْوُضُوءِ وَالصَّلَاةِ عَقِبَهُ

وضو کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان عصر کے وقت مسجد کے صحن میں تھے ان کے پاس مؤذن آیا۔ انہوں نے اس سے دھوکے لیے پانی منگو کر وضو کیا۔ پھر آپ نے فرمایا اگر قرآن کریم میں دیکھ لو پھیپھڑے داسے کے لیے وسیع عذاب کا آیت نہ ہو تو قرین تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی امر کی یہ حدیث نہ بیان کرتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی اچھی طرح وضو کرے پھر اس کے بعد نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے وہ تمام (صغیر) گناہ مہان فرما دیتا ہے۔ جو اس نے اس نماز سے پہلے دوسری نماز کے درمیان کیے تھے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی حدیث بیان کی ہے۔

۴۳۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ ابْنُ أَبِي كَثِيْبَةَ وَاسْمَعِلُ بْنُ الْإِبْرَاهِيْمِ الْعَنْطَلِيُّ وَالْأَفْطَرُ لَشَيْبَةَ قَالَ اسْمَعِلُ اَنَا وَكَانَ الْاَحْمَرَانِ تَاَجِدِيْنِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ حُمْرَانَ عَنْ مَوْلَى عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ وَهُوَ يَنْتَاءُ الْمَسْجِدَ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ بِعَدَدِ الْعَصْرِ فَدَعَا بِوُضُوءٍ فَوَضَّأَ ثُمَّ قَالَ وَاللَّهِ لَا أُحِبُّكُمْ حَتَّى يَكُوْنُ اَيُّكُمْ اَيُّكُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا حَدَّثْتُكُمْ رَاقِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ فَيُصَلِّيَ الصَّلَاةَ إِلَّا اعْتَمَرَ اللَّهُ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ الَّتِي تَلِيهَا.

۴۳۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ كَانَ أَبُو اسَامَةَ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابُو كُرَيْبٍ كَانَا زَاكِيْنًا وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ تَأْسَفِيَاكَ جَمِيْعًا عَنْ هَكَامِ بْنِ اَلْاَسَدِ وَفِي حَدِيْثِيْ اَبِي اسَامَةَ فَيُحْسِنُ وَضُوءَهُ كَأَنَّهُ يُصَلِّي الْمَكْحُوْبَةَ.

حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عصر کے بعد کہا کہ اگر قرآن کریم کی ایک آیت نہ ہو تو قرین تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی امر کی یہ حدیث نہ بیان کرتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی اچھی طرح وضو کرے پھر اس کے بعد نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے وہ تمام (صغیر) گناہ مہان فرما دیتا ہے۔ جو اس نے اس نماز سے پہلے دوسری نماز کے درمیان کیے تھے۔ عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عثمان نے

۴۵۰۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كَانَ تَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ تَا اَبُو عَنْ صَالِحٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شَيْهَابٍ وَابُو عُرْوَةَ وَابُو يَحْيَى عَنْ حُمْرَانَ أَنَّهُ كَانَ قَدْ تَوَضَّأَ عُثْمَانُ قَالَ وَاللَّهِ لَا أُحِبُّكُمْ حَتَّى يَكُوْنُ اَيُّكُمْ اَيُّكُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا حَدَّثْتُكُمْ رَاقِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ فَيُحْسِنُ وَضُوءَهُ كَأَنَّهُ يُصَلِّي الصَّلَاةَ إِلَّا اعْتَمَرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ الَّتِي تَلِيهَا قَالَ عُرْوَةُ اَلَا اَيُّكُمْ اَلَا اَيُّكُمْ يَكْتُمُوْنَ

مَا أُنْزِلَ لَنَا مِنْ أَمْرِ إِلَّا نَسْتَشِيرُ اللَّهَ فِيهِ وَهُوَ الْخَيْرُ حَقْلٌ

جس آیت کا ذکر کیا وہ یہ ہے: (ترجمہ) ہم نے قرآن کریم میں جن ہدایات اور دلائل کو نازل کیا ہے جو لوگ ان کو چھپائیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔

سعید بن عامر کہتے ہیں کہ میرے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کے لیے پانی منگایا پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس مسلمان نے بھی فرض نماز کا وقت پایا، اچھی طرح وضو کیا پھر وضو اور خشوع کے ساتھ نماز پڑھی تو وہ نماز اس کے پچھلے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی۔ جب تک کہ وہ کوئی کبیرہ گناہ نہ کرے۔ اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم عمران بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفان کے پاس رشتہ کا پانی لے کر آیا، آپ نے اس پانی سے وضو کیا پھر فرمایا لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی اسامیت کو منسوب کرتے ہیں جو میرے علم میں نہیں ہیں البتہ میں نے دیکھا ہے کہ حضور نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا، پھر فرمایا جس شخص نے اس طرح وضو کیا اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اس کی نماز اور مسجد حاکم پل کر جانا نقل ہو جاتا ہے۔

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے زبیر کے قریب وضو کیا، پھر فرمایا کیا میں تم کو نہ دکھلاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کیا کرتے تھے۔ پھر حضرت عثمان نے ہر وضو کو زمین تین بار دھویا، بعض روایات میں یوں بھی ہے کہ اس وقت

۳۵۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بَرٍّ حَمِيدٌ وَحَبَّابُ بْنُ الْتَّائِبِ كَلَّا هُمَا عَنْ أَبِي التَّوَلِيدِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ نَا السُّعَيْدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدِ بْنِ النَّاصِرِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي عَمْرٍو قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عُثْمَانَ كَدَّ عَابَ بَطْنُهُ فَذَكَرْتُ لِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ أَمْرٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلَوةٌ فَكُنُوزٌ بَرَاءٌ فَدَحْسٌ وَصَوْرَةٌ هَا وَتَحْشُرُهَا وَرُكُوعُهَا إِلَّا كَانَتْ كَعَارًا لَنَا قَبْلَهَا مِنَ الدُّنْيَا مَا لَمْ يُوْتِ كِبَرٌ وَذَلِكَ الدُّهْرُ كُلُّهُ

۳۵۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَاحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيِّ كَالَا نَاعِبَةُ الْعَرِيزَةُ هُوَ الَّذِي أَوْرَدَنِي حَسَنَ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ حَمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ قَالَ أَتَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ مَعْقَانَ بِوَضُوْعٍ فَتَوَضَّأَ كَمَا قَالَ ابْنُ نَاسٍ يَتَخَذُ ثَوْبَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَحَادِيثَ لَا أَذْرِي مَا هِيَ إِلَّا آيَةُ تَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مِثْلَ وَضُوْعِي هَذَا ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ هَكَذَا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَكَانَتْ صَلَوةٌ وَنُفُوسٌ إِلَى التَّسْجِدِ تَأْفِكُهُ وَفِي يَدَايِهِ تَابِعِينَ عَزْدَةُ أَتَيْتُ عُثْمَانَ فَتَوَضَّأَ

۳۵۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ بَرٍّ أَبُو قُتَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللُّغَطُ لِقَاحِيَّةٍ وَابْنُ بَكْرٍ وَالْوُائِلِيُّ وَكَيْسَةُ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي النَّظِيرِ عَنْ أَبِي أَنَسٍ أَنَّ عُثْمَانَ تَوَضَّأَ بِالنِّمَاقِ عِدَّةً فَقَالَ لَا أَرَى فِيكُمْ وَضُوْعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ

وَسَلَّمَ كَرَمًا فَلَا تَأْذَلَا ذَا ذَرَادَ قَتِيْبَةً
فِي رِقَائِيْهِ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ أَبُو النَّضْرِ عَنْ أَبِي
أَنَسٍ قَالَ وَعِنْدَهُ رِجَالٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ .

۴۵۴ . حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ
وَرَأْسُ بْنُ إِبرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ وَكِيعٍ قَالَ أَبُو
كَرَيْبٍ تَابَ وَكِيعٌ عَنْ يَسْعَى عَنْ جَابِرِ بْنِ شَدَّادٍ
أَبِي قَحْطَرَةَ قَالَ سَمِعْتُ حُصَيْنَ ابْنَ أَبَانَ قَالَ كُنْتُ
أَصْنَعُ لِعُثْمَانَ طَهُوْرًا وَمَا أَفَى عَلَيْهِ يَوْمَ الْا
وَهُوَ يَفِيضُ عَلَيْهِ لُطْفَةٌ وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ
إِنْصِرَافِنَا مِنْ صَلَاتِنَا هَذِهِ كَانَ مِنْكُمْ أَمْرًا هَا
الْعَصْرَ فَقَالَ مَا أَذْرِي أَيْ أَحَدٌ ثَمَّ يَشْقَى وَأَوْحَشُ
فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ كَانَ خَيْرًا فَحَدِّثْنَا وَ
إِنْ كَانَ غَيْرَ ذَلِكَ قَالَ اللَّهُ وَمَنْ سَوَّلَكُمْ أَعْلَمُ قَالَ
مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَنْظُرُ قِيَمَتِهِ الطُّهُوْرَ الَّذِي كَتَبَ
اللَّهُ عَلَيْهِ فَيَصَلِّيَ هَذِهِ الصَّلَاةَ الْخُسُوفِ إِذَا
كَانَتْ كَقَارَاتٍ لَمَّا بَيْنَهُنَّ .

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اور صحابہ بھی موجود
تھے۔

حمران بن ابان بیان کرتے ہیں کہ میں ہر روز حضرت
عثمان کے وضو کے لیے پانی رکھا کرتا تھا اور حضرت
عثمان ہمیشہ اس پانی سے کسی نذر غسل بھی کیا کرتے
تھے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ناز سے رخصت کئے ہیں
کہ ان کی مراد نازہ عسریں، نازخ ہونے کے بعد فرمایا
میں فیصلہ نہیں کر پایا کہ تمہیں ایک بات بتلاؤں یا نہ
رہوں، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر وہ بات
ہماری حق میں بہتر ہے تو ضرور بیان کیجئے اور اگر اس
کے علاوہ کوئی اور بات ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس
کے رسول کو زیادہ علم ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان شخص اس طرح کال وضو
کرے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے اور
پانچوں نمازیں پڑھے تو ان نازوں کے درمیان جو
اس نے گناہ کیے ہیں وہ نمازیں ان گناہوں کے لیے
کفارہ بن جائیں گی۔

حمران بن ابان بیان کرتے ہیں کہ بشر کے دور حکومت میں
حضرت ابو بردہ اس مسجد میں بیان کر رہے تھے کہ حضرت عثمان بن عفان
کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا جس
شخص نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق پورا وضو کیا
تو جو گناہ ان فرض نازوں کے اوقات کے درمیان
ہوئے ہیں ان کے لیے وہ نمازیں کفارہ ہو جائیں گی
اور ایک اور روایت میں بشر کی حکومت اور فرض نازوں
کا ذکر نہیں ہے۔

۴۵۵ . حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ ابْنُ
مَوْحِدٍ قُنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَثَرِ وَابْنُ بَشَّارٍ كَالَا
مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَكَالَا جَمِيْعًا تَابَ شُعْبَةُ عَنْ جَابِرِ
ابْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ حُصَيْنَ ابْنَ أَبَانَ يُحَدِّثُ
أَبَانَ بَرْدًا فِي هَذَا التَّسْجِدِ فَإِذَا مَا تَوَلَّى لِشِرَافِ عُثْمَانَ
ابْنِ عَفَّانٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكْرَمَ الْوُضُوْعَ كَمَا أَمَرَهُ اللَّهُ عَزَّ
وَجَلَّ قَالَ لَعَنَ أَهْلُ الْمَكْرِ بَاتٍ كَقَارَاتٍ لَمَّا بَيْنَهُنَّ
هَذَا حَدِيثُ ابْنِ مُعَاذٍ وَكَانَتْ فِي حَدِيثِ عُثْمَانَ

فِي إِيمَانِهِ بِشَيْءٍ وَلَا ذِكْرًا الْمَكْتُوبَاتِ -

حمران بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بہت اچھی طرح وضو کیا، پھر فرمایا میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اس طرح وضو کیا پھر مسجد میں محض نماز کے قصد سے گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ گناہوں کو مٹا کر دے گا۔

حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے نماز پڑھنے کے لیے اچھی طرح کامل وضو کیا، پھر فرض نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں گیا اور حاجت کے ساتھ نماز پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔

۳۵۶ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ مَوْلَى عُمَرَ قَالَ كَوَّمًا عُمَرَانُ ابْنُ عَمْرٍاءَ يَوْمًا وَصَلَا حَسَنًا لَمْ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَوَّمًا فَكَأَنَّ حَسَنَ الْمُحْضَوَّةِ لَمْ قَالَ مَنْ كَوَّمًا هَكَذَا لَمْ يَخْرُجْ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يَنْهَى إِلَّا الصَّلَاةَ غَيْرَ كَمَا مَا خَلَا مِنْ دَلِيلِهِ -

۳۵۷ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عُمَرَ وَبْنِ الْحَارِثِ أَنَّ الْحَكِيمَةَ بِنْتَ عَبْدِ اللَّهِ الْقُرَشِيَّةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَاهُ أَنَّ مَعَاذَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَهُمَا عَنْ حُلْوَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عُمَرَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَمْرٍاءَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ كَوَّمًا لِلصَّلَاةِ فَاسْبَغَ الْمُحْضَوَّةَ شُكْرًا مَشَى إِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ فَصَلَّاهَا مَعَ النَّاسِ أَوْ مَعَ الْجَمَاعَةِ أَوْ فِي الْمَسْجِدِ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ ذُنُوبَهُ -

۳۵۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَثَعْلَبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَعْقُوبَ مَوْلَى الْحَوْقَةِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّلَاةُ الْخُمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ لَقَارَاتٍ لَمَّا بَيْنَهُنَّ مَا لَهُ تَغَشَّى الْكِبَايَرُ -

۳۵۹ - وَحَدَّثَنِي نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَوْهَرِيُّ قَالَ أَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ نَاهِيَةُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ پڑھنا ان کے درمیان واقع ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتا ہے جب تک گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ پڑھنا ان کے

الْقُلُوبِ وَالْخُمُسِ وَالْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ كَقَاتِ
لَمَّا يَنْتَهِي

٢٦٠ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ هَارُونَ بْنُ سَعِيدٍ
الْقَلْبِيُّ قَالَ نَأَى بَنُو دَهَبٍ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ
الْأَسَدِ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ
الضَّلَوَاتُ الْخُمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ
إِلَى رَمَضَانَ مَكْفِرَاتٌ مَا بَيْنَهُمْ إِذَا اجْتَمَعُوا
الْكَفَّارَةُ.

درمیان واقع ہونے والے گناہوں کے لیے کتاب
 بن جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں
اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ پڑھنا اور
ایک رمضان سے دوسرے رمضان کے روزے
رکھنا، ان کے درمیان واقع ہونے والے گناہوں
کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں۔ جب تک گناہ کبیرہ
نہ ہو۔

مغفرت کے متعدد اسباب اودان کے ثمرات | اس حدیث میں ہے جو شخص بھی اچھی طرح وضو کرے
پھر اس کے بعد نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے
دو تمام صغیر و کبیرہ معاف کر دیتا ہے جو اس نے اس نماز سے پیوستہ دوسری نماز کے درمیان کیے تھے۔
علامہ یحییٰ بن شرف نوری لکھتے ہیں:

و دیگر امامیہ میں ہے پانچ نمازیں ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں، ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ تک جو کہ نماز کفارہ ہے اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک رمضان کفارہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب وضو سے گناہوں کا کفارہ ہو گیا تو نماز سے کس چیز کا کفارہ ہو گا؟ اور جب پانچ نمازوں سے کفارہ ہو گیا تو صبح کی نماز سے کس چیز کا کفارہ ہو گا؟ اسی طرح عرفہ کے دن روزہ بھی دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور عاشورہ کا روزہ ایک سال کا کفارہ ہے۔ اور جب کسی شخص کی آئین ملائکہ کی آئین کے موافق ہو جائے تو اس کے تمام پچھلے گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ اس سوال کا علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ تمام عبادات گناہوں کا کفارہ ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں اگر اس کے صغیرہ گناہوں کو ان سے مغفرت ہو جاتی ہے، اور اگر اس کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ نہ ہوں تو اس کی نیکیاں مکمل دی جاتی ہیں اور اس کے عبادات بلند کر دیے جاتے ہیں اور اگر صغائر نہ ہوں اور کبائر ہوں تو امید ہے اس کے کبائر میں تخفیف ہو جائے گی۔ لے

وضو کے بعد مستحب ذکر کا بیان

حضرت عقیب بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
کہ ہم سے زمرہ آدمیوں کو حیرانا تھا جب میں اپنی باری

بَابُ الذِّكْرِ الْمُسْتَحَبِّ عَقِبَ الْوُضُوءِ ٨٦

٣٧١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ
نَاعِلُ الرَّحْمَنِ بْنُ قَهْدٍ قَالَ نَاعِلٌ وَأَبُو بَكْرٍ

پراونٹوں کو چاکر شام کے وقت آیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے لوگوں کے سامنے بیان فرما رہے تھے کہ جو مسلمان اچھی طرح وضو کرے اور پھر کھڑا ہو کر حضور قلب کے ساتھ روئے کھائے نماز پڑھے اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی میں نے کہا یہ کس قدر عمدہ حدیث ہے، ابابک مجھے ایک آواز کی کہ پہلی حدیث اس سے بھی عمدہ تھی، میں نے مزید ہو کر دیکھا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ تم ابھی آئے ہو، اس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ چوم لیا اچھی طرح بیٹھ کر سے پھر یہ کہے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللهِ وَ رَسُوْلُهُ۔ اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

صَالِحٍ عَنْ تَابِيعَةٍ يَعْنِي ابْنَ يَزِيدَ عَنْ ابْنِ اِذْرِيسَ الْخَوْلَانِي عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ ذَاكَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبُو عُثْمَانَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نَفِيرٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ كَانَتْ عَلَيْنَا رَعَايَةُ الْاَدْبِلِ فَجَاءَتْ تَوْبَتِي فَرَوَّحْتُهَا بِعِشِّي فَاَذْرَكْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّمَا يُحَدِّثُ النَّاسَ فَاَذْرَكْتُ مِنْ قَوْلِهِ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وَضُوْءَهُ كَأَنَّمَا يَقُوْمُ فَيُحْيِي رَكْعَتَيْنِ مُقْبِلًا عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ اِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَنَالِي ذَلِكَ مَا اَجُوْذُ هَذَا فَاِذَا كَانِ اَمْلُ بَيْنَ يَدَيَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ قَبْلِهَا اَجُوْذُ فَتَطْرُقُ فَاِذَا اَحْمَرُ قَالَ اِنِّي فَتُ رَاَيْتُكَ حِثُّ اِنْعَا قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ يَخُوْضُ فَيَبْلُغُ اَوْ يُسْبِغُ اَوْ ضَوَّاءٌ يَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللهِ وَ رَسُوْلُهُ اِلَّا فَتَحَتْ لَهُ ابْوَابُ الْجَنَّةِ النَّفَايَةِ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَاءَ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ حضرت عقبہ بن عامر کی یہی حدیث ایک اور سند سے منقول ہے مگر اس میں یہ الفاظ ہیں جس نے وضو کے بعد کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللهِ وَ رَسُوْلُهُ۔

۳۶۲۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبُو عُثْمَانَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نَفِيرٍ عَنْ ابْنِ اِذْرِيسَ الْخَوْلَانِي عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ كَانَتْ عَلَيْنَا رَعَايَةُ الْاَدْبِلِ فَجَاءَتْ تَوْبَتِي فَرَوَّحْتُهَا بِعِشِّي فَاَذْرَكْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّمَا يُحَدِّثُ النَّاسَ فَاَذْرَكْتُ مِنْ قَوْلِهِ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وَضُوْءَهُ كَأَنَّمَا يَقُوْمُ فَيُحْيِي رَكْعَتَيْنِ مُقْبِلًا عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ اِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَنَالِي ذَلِكَ مَا اَجُوْذُ هَذَا فَاِذَا كَانِ اَمْلُ بَيْنَ يَدَيَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ قَبْلِهَا اَجُوْذُ فَتَطْرُقُ فَاِذَا اَحْمَرُ قَالَ اِنِّي فَتُ رَاَيْتُكَ حِثُّ اِنْعَا قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ يَخُوْضُ فَيَبْلُغُ اَوْ يُسْبِغُ اَوْ ضَوَّاءٌ يَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللهِ وَ رَسُوْلُهُ۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھنا مستحب ہے، یہ متفق علیہ ہے، اور یہی ہے اس کے ساتھ متصلاً یہ نوکر بھی لایا جائے: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَ اجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔ جیسا کہ جامع ترمذی میں ہے اور مستحب یہ ہے کہ اس کے ساتھ یہ نوکر بھی لایا جائے: سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ

اسْمُهُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ اسْتَغْفِرُكَ فَاتُوبَ إِلَيْكَ. جیسا کہ امام نسائی نے عمل الیوم و اللیلۃ میں روایت کیا ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ یہ اذکار غسل کرنے والے کے لیے بھی مستحب ہیں۔ اے

بَابُ الْخَرْقِ صِفَةِ الْوُضُوءِ

وضو کے طریقہ کی تفصیل

٣٧٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ نَاخِلُ
 بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بْنِ عَمَادَةَ عَنْ
 أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَمْرِو بْنِ الْأَنْصَارِيِّ
 وَكَانَتْ لَهُ مِصْبَحَةٌ فَقَالَ قِيلَ لَهُ كَوِّضْهَا لَكَ
 وَضُوءُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 فَهَ عَابًا بَاءً فَانْكَأَ مِنْهُ عَلَى يَدَيْهِ فَنَفَسَهَا
 ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَنَفَسَ
 وَاسْتَشْفَقَ مِنْ كَثَرِ قَاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذَلِكَ
 ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَنَفَسَ
 وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا
 فَنَفَسَ يَدَيْهِ إِلَى الْإِصْبَاقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ
 ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَمَسَحَ رَأْسَهُ
 بِهَا قَبْلَ يَدَيْهِ وَأَذْبَرَ ثُمَّ غَسَلَ بِجُكَيْهِ إِلَى
 الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا وَضُوءُ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

٣٦٣ - وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكْرِيَّا عَنْ
نَاحِيلِ بْنِ مَخْلَدٍ عَنْ سَلِيمَانَ بْنِ بَكْرِ عَنْ
عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَخَوَهُ وَلَمْ
يَذْكُرْ أَيْ الْكَعْبِيِّينَ .

٣٦٥. وَحَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ
قَالَ نَا مَعَكُمْ قَالَ نَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عُمَرَ
ابْنِ يَحْيَى بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ مَضْمُونُ وَاسْتَشْفَرُ
كَلَامًا وَلَمْ يَعْلَمْ مِنْ كَيْفٍ وَاحِدَةً وَرَأَى

حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم انصاری رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ ہم کو وضو کر کے دکھائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کیا کرتے تھے۔ انھوں نے ایک برتن میں پانی منگوایا، برتن میں سے کس کے دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا، پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی یا اور ایک چلو میں پانی سے کہ اس سے گل کی اور اسی کے بقیہ پانی سے ناک میں پانی ڈالا اور یہ عمل تین بار کیا، پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی یا اور تین بار چہرہ دھویا، پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی یا، اور دونوں کلائیوں سمیت دو بار دھوئیں، پھر برتن سے ہاتھ جھگو کر سر پر سامنے سے پیچھے کی جانب اور پیچھے سے سامنے کی جانب ہاتھ پھیرا، پھر گھٹنوں سمیت دونوں پیروں کو اس کے بعد کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کرنے کا طریقہ یہی ہے۔

امام مسلم قریاتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ
جس میں روایت منقول ہے۔ مگر اس میں کثرتوں تک کا
ذکر نہیں ہے۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور
تین بار کھلی اور ناک میں پانی ڈالا۔ اس روایت میں
لاوی نے ایک چلو سے کھلی اور ناک میں پانی ڈالنے
کا ذکر نہیں کیا اور سر کے مسح میں یہ وضاحت کی کہ سر کی

بَعْدَ قَوْلِهِ فَأَقْبَلَ بِيْهَمَا وَادْبَرَ يَمُدُّ
يُمَقِّدُ مَرَأْسَهُ ثُمَّ ذَهَبَ بِيْهَمَا إِلَى قَعَاكَ
ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتَّى رَاجَعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي
بَدَأَ مِنْهُ وَغَسَلَ بِرُجُلَيْهِ

انگلی جانب سے مسیح کرتے ہوئے ہاتھ گردی تک لے گئے اور پھر واپس اسی جگہ لائے جہاں سے مسیح کرنا شروع کیا تھا اور پیروں کو دھویا۔

٣٧٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَسْرِ الْعَدَنِيُّ قَالَ نَا وَهَيْبُ قَالَ
 نَا عَنْهُ وَبْنُ يَحْيَى يَمِثِلُ اسْتَدَاهُمْ وَانْقَضَ الْحَدِيثُ وَقَالَ يَنْبَغِي
 فَمَضْمَعٌ وَاسْتَشَقَّ وَاسْتَشَرَّ مِنْ ثَلَاثِ عُرْفَاتٍ وَقَالَ اَيْضًا
 فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ بِهِ وَأَذْبَرَ مِرَّةً وَاحِدَةً وَقَالَ بَعْضُ
 أَمْلِي عَلَى وَهَيْبٍ هَذَا الْحَدِيثُ وَقَالَ وَهَيْبُ أَمْلِي عَلَى
 سَعْدِ بْنِ يَحْيَى هَذَا الْحَدِيثَ مَرَّتَيْنِ -

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن زید کی اسی رعیت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے تین چلوؤں سے کل کی ناک میں پانی ڈالا اور ناک صاف کی اور سر کا سچ ایک بار اس طرح کیا کہ بال بال کو سر کی اگلی جانب سے پچھلی جانب کی طرف اور پچھلی جانب سے اگلی جانب کی طرف لے گئے۔

٣٧٤ - حَدَّثَنَا هُرَيْرُ بْنُ مَرْثَدٍ فِي حَرْفٍ ثَلَاثِينَ
هَرَمُونَ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَبُو الطَّاهِرِ فَتَلَا
تَابُونَ وَهَبٌ كَانَ أَخْبَرَنِي عَنْهُ وَبْنُ الْحَارِثِ
أَنَّ أَبَانَ بْنَ وَاسِعٍ حَدَّثَنَا أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ
أَنَّ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَرْثَدٍ أَنَّ عَجِيمَ الْأَزَنِيَّ
يَذْكُرُ أَنَّ سَامَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَمَضْمَضَ ثُمَّ اسْتَنْشَرَهُمْ
غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ الَّتِي فِي ثَلَاثًا
وَالْأُخْرَى ثَلَاثًا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ بِمَاءٍ غَيْرِ
قَصْلٍ يَدَيْهِ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتَّى أَفْلَحَ هُكَا.

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا آپ نے پہلے کھلی کی پھر ہاتھ میں پانی ڈالا، پھر تین مرتبہ حیرہ دھویا، پھر تین بارہا یاں تھو، پھر تین بارہا یاں تھو دھویا اور اللہ پانی سے کہ جو تھو دھوئے سے بچا ہوا نہ تھا ستر مسج کیا اور پیروں کو دھویا حتیٰ کہ ان کو صاف کر دیا۔

ایک چلو یا متعدد چلوؤں سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق مذاہب فقہیہ میں!

حدیث نمبر ۴۶۲ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چلو میں پانی سے کر اس سے کل کی اور اسی کے بقیہ پانی سے ناک میں پانی ڈالا۔

پانی سے ناک میں پانی والا۔
علامہ یحییٰ بن سیرت نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث میں مذکور صحیح مختار پر دلیل ہے کہ تین چلوؤں سے کلی کی جائے اور ناک میں پانی ڈالاجائے اور
ہر چلو سے کلی بھی کرے اور ناک میں پانی بھی ڈالے۔

ملائہ ابنِ قدامہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہے: ہر آدمی کو اس سے بھی کرے اور اسی سے ناک میں پانی ڈالے تا کہ وہ کھتے

۱۳۵۔ علامہ یحییٰ بن شریف زوی شافعی مترقی ۷۷۹ھ، شرح مسلم ج ۱، ص ۱۳۳، مطبوعہ نوریہ مطبعہ المطابع کراچی، ۱۳۵۵ھ

ہیں میں نے ابو عبد اللہ سے سوال کیا آپ کے نزدیک کون سا عمل مستحب ہے ایک چلو سے کھل کر ناک اور ناک میں پانی ڈالنا یا ہر ایک کے لیے الگ الگ پانی لینا، انھوں نے کہا ایک چلو سے، کیونکہ حضرت عثمان اور حضرت علی سے اس طرح روایت ہے اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ ایک برتن میں ڈالے، پھر تین مرتبہ کھل کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا، اور ان کے لیے ایک چلو میں پانی لیا، یہ امام بخاری کی روایت ہے اور امام بخاری اور امام مسلم کی متفق روایت ہے کہ آپ نے ایک چلو میں پانی لے کر کھل کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ یہ غل آپ نے تین بار کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایک ہاتھ سے پانی دے کر تین بار کھل کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا۔ اس حدیث کو اثرم اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ لہذا اگر وضو کرنے والا چاہے تین چلوں سے کھل کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور اگر چاہے تو ایک چلو پانی سے کھل کرے اور ناک میں پانی ڈالے، جیسا کہ ہم نے امارت بیان کی ہیں۔ اور اگر تین بار چلو میں پانی لے کر کھل کرے پھر الگ تین بار چلو میں پانی لے کر ناک میں پانی ڈالے تو اسے قریب بھی جائز ہے۔ کیونکہ امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھل کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لیے الگ الگ پانی لیا۔ لے

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

فقہا رشافیہ کے اس مسئلہ میں پانچ قول ہیں:

- ۱۔ ایک چلو میں پانی لے کر اس سے تین مرتبہ کھل کرے اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالے۔
- ۲۔ ایک چلو میں پانی لے اور اس سے کھل کرے پھر ناک میں پانی ڈالے یہ عمل تین بار اسی چلو سے کرے۔
- ۳۔ تین چلو سے کھل کرے اور ناک میں پانی ڈالے یہ عمل تین بار کرے۔
- ۴۔ پہلے ایک چلو پانی سے تین بار کھل کرے پھر ایک چلو پانی سے تین بار ناک میں پانی ڈالے۔
- ۵۔ چھ چلو پانی لے، پہلے تین چلو سے تین بار کھل کرے پھر تین چلو سے تین بار ناک میں پانی ڈالے۔

علامہ کرافانی نے کہا چوتھا طریقہ افضل ہے اور علامہ نووی نے کہا تیسرا طریقہ افضل ہے۔

ابو اہمر (علہ السلام) میں ابن سابق نے در قول لکھے ہیں ایک قول یہ ہے کہ منہ اور ناک کے لیے ایک چلو پانی لے اور در سر اقل یہ ہے کہ ایک چلو پانی سے کھل کرے پھر ایک چلو پانی سے کھل کرے اور ناک میں پانی ڈالے۔ اور فقہاء حنابلہ کی امتی میں لکھا ہے کہ اس کو اختیار ہے ایک چلو سے تین بار کھل کرے اور ناک میں پانی ڈالے یا تین چلوں سے اور اگر ہر عضو کے لیے الگ الگ تین چلو سے قریب بھی جائز ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے اصحاب حنفیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا پھر ہاتھ دھوئے حتیٰ کہ ان کو صاف کر دیا، پھر تین بار کھلایں گیں۔ پھر تین بار ناک میں پانی ڈالا پھر تین بار چہرہ دھو یا پھر تین بار کھلایں گیں پھر ایک بار سر پر مسح کیا، پھر اپنے قدموں کو گھنٹوں تک دھو یا، پھر انھوں نے کمرے ہو کر وضو کا میچا ہوا پانی پی لیا پھر فرمایا میں

۱۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۴۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۳۶-۱۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ

نے یہ پسند کیا کہ تم کو دکھائوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کرتے تھے اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس حدیث کا موطا یہ ہے کہ آپ نے تین بار کھلی کی اور ہر بار کھلی کے لیے الگ پانی یا اسی طرح تین بار ناک میں پانی ڈالا اور ہر بار کے لیے الگ پانی لیا۔ تاہم ایک پورے کھلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی جائز ہے لیکن اس لیے کہ الگ الگ پانی لیا جائے۔

کھلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لیے الگ الگ پانی لینے پر ہماری دلیل امام طبرانی کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا آپ نے تین بار کھلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اور ہر بار نیا پانی لیا۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور ان کا سکوت اس حدیث کی محنت پر ان کے لائق ہونے کی دلیل ہے۔

بَابُ الْإِيتَارِ فِي الْأَمْتِنَاتِ وَ الْإِسْتِجْمَارِ

ناک میں طاق مرتبہ پانی ڈالنا اور طاق مرتبہ استنجاء کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص استنجا کرے تو طاق مرتبہ کرے یعنی ایک زمین، پانچ مرتبہ اور اس کے مقابلہ میں جفت ہے یعنی دو بار اور چھ اور جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرے تو ناک میں پانی ڈال کر اس کو صاف کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرے تو مختل میں پانی ڈالے پھر ناک صاف کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص وضو کرے تو ناک صاف کرے اور جو شخص استنجاء

۴۶۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعُمَرُ بْنُ النَّاقِدِ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ لُحْيَةَ جَمِيعًا عَنْ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ قُتَيْبَةُ نَاسُفِيًا عَنْ أَبِي الزُّنَادِ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَسْلُغُ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَجْمَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُمِهُ وَثَرًا فَإِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِي أَنْفِهِ مَاءً شَهْرًا لِيَسْتَنْزِلَ.

۴۶۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ ابْنُ هَشَامٍ قَالَ قَالَ مَعْمَرٌ عَنْ هَاشِمِ بْنِ مُثَنَّى قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا بِهِ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَدْ كُنَّا حَدِيثًا مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَنْزِلْ شَقًّا بِمُسْحَرِيرٍ مِنَ الْمَاءِ شَهْرًا لِيَسْتَنْزِلَ.

۴۷۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ

کرے تو طاق مرتبہ کرے۔

الْحَوْلَادِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْزِلْ وَمَنْ اسْتَجْمَعَ فَلْيُؤْتِرْ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری دونوں سے ایسی ہی ایک روایت منقول ہے۔

۴۷۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ تَابَ حَسَّانُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ تَابَ يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ فَتَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ تِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو ذَرِيَّةٍ رِيسُ الْخَوْلَادِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ وَابَا سَعِيدَ الْخُدْرِيِّ يَقُولَانِ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُمِثِّلُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نہنڈ سے بیدار ہو تو زمین بارناک میں پانی ڈالے کیونکہ شیطان اس کے نھنوں میں رات گذارتا ہے۔

۴۷۲۔ وَحَدَّثَنِي بِفَرْقٍ ابْنُ الْحَكِيمِ الْقَبِيصِيُّ قَالَ تَابَ عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي النَّارَ أَوْ زَيْدٌ عَنْ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عِيسَى ابْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَلْيَسْتَنْزِلْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَسِيْتُ عَلَى خَبَأِ شَيْمٍ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص استنجاء کرے تو طاق مرتبہ کرے۔

۴۷۳۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَحُمَّدُ بْنُ تَرَاذِيقٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ تَابَ الرَّقَّاقُ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَجْمَعَ أَحَدُكُمْ فَلْيُؤْتِرْ۔

علامہ زہری لکھتے ہیں:

حدیث نمبر ۴۷۲ میں ہے: جو شخص استنجاء (استنجا) کرے تو طاق مرتبہ کرے، استنجاء کا معنی ہے بول اور براز کے محل کے بعد بطور بھلا کو چھوٹے چھوٹے پتھروں سے صاف کرنا، علامہ نے کہا ہے کہ استنجا، استنجاء اور استنجا کا معنی ہے، بول اور براز کے محل کی تطہیر کرنا، لیکن استنجاء کا لفظ پتھروں سے صاف کرنے کے ساتھ معلق ہے اور استنجا اور استنجاء پانی اور پتھروں کے ساتھ صفائی کے لیے استعمال ہوتے ہیں، طاق مرتبہ استنجاء کا معنی یہ ہے کہ تین یا اس سے زیادہ طاق مرتبہ استنجاء کیا جائے، خلاصہ یہ ہے کہ صلیح کرنا واجب ہے اور تین مرتبہ

استہار کرنا مستحب ہے، یہی جہور کا مسلک ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سنن ابوداؤد میں یہ حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے استہار کیا وہ طاق مرتبہ کرے جس نے ایسا کر لیا اس نے اچھا کیا اور جس نے نہیں کیا اس پر کوئی حرج نہیں۔

حدیث نمبر ۴۷۲ میں ہے: جب تم میں سے کوئی شخص بیدار ہو تو تین بار خاک میں پانی ڈالے کیونکہ شیطان اس کے نچھنوں میں رات گزارتا ہے۔
علامہ نووی لکھتے ہیں:

شیطان کا نچھنوں میں رات گزارنا حقیقت پر مبنی معمول ہو سکتا ہے کیونکہ ناک جہم کے ان سوراخوں میں سے ایک ہے جن سے قلب تک پہنچا جاسکتا ہے اور ناک کے سوراخوں میں کوئی بندش نہیں ہے اور حدیث میں ہے کہ شیطان کسی بند چیز کو نہیں کھوتا، اس لیے جہم لیتے وقت منہ کو ڈھانپنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے استہارہ مراد ہو کیونکہ ناک میں جو گرد و غبار اور طہرت جمع ہوتا ہے وہ شیطان کے موافق ہے۔ لہ

وضو میں مکمل پیروں کے دھونے کا وجوب

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کو وضو کرتے دیکھا تو کہا اسے عبدالرحمن! اچھی طرح مکمل وضو کرو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (نیشک) ایڑیوں کے لیے جہنم کا دروازہ ہے

بَابُ الْمُجَوِّبِ غَسْلِ الرَّجْلَيْنِ بِكُمَا لَهَا

۴۷۴ - حَدَّثَنَا هُرَيْرٌ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَ أَبُو الطَّاهِرِ وَ أَحْمَدُ بْنُ عِيْسَى قَالُوا أَسَعَبَدَ اللَّهُ ابْنَ وَهَبٍ عَنْ مَعْرَمَةَ بْنِ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ سَالِمٍ مَوْلَى شَدَّادٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ تَرُوجُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ تَوُفِّي سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ فَدَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ أَبِي بَكْرٍ فَتَوَضَّأَ عِنْدَهَا فَقَالَتْ بَيَّا عَبْدَ الرَّحْمَنِ أَسْمِعِ الْوُضُوءَ قَائِفٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَبَيَّا لِدَا عَقَابٍ مِنَ النَّارِ -

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۴۷۵ - وَحَدَّثَنِي حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي فِي حَيَوَتِهِ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ مَوْلَى شَدَّادٍ بَيْنَ الْهَادِ وَحَدَّثَهُ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَدَعَا عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِعِشْلِهِ -

مہری کے آزاد کردہ غلام سالم بیان کرتے ہیں کہ
میں اور عبدالرحمن بن ابی بکر سعد بن ابی وقاص کے جنازہ
میں جا رہے تھے، ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے
حجرے کے پاس سے گزرتے تو آپ نے ہمیں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی۔

۴۶۶۔ حَدَّثَنَا ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَامِدٍ وَابْنُ
الْوَقَّاسِي قَالَ دَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ قَالَ تَابَ عِكْرِمَةُ
ابْنُ عَجَّارٍ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ
حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ مَوْلَى السَّهْمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ
أَنَا وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنَ أَبِي بَكْرٍ فِي جَنَازَةِ سَعْدِ
ابْنِ أَبِي وَقَّاصٍ فَكَمَرُوا عَلَى بَابِ حُجْرَةِ
عَائِشَةَ فَذَكَرَ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی
یہ روایت منقول ہے۔

۴۶۷۔ حَدَّثَنَا ثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَيْبٍ قَالَ دَنَا
الْحَسَنُ بْنُ أَحْمَرَ نَافِلِيَةً حَدَّثَنِي ثَعْلَبَةُ بْنُ
عَبْدِ اللَّهِ عَنْ سَالِمِ بْنِ مَوْلَى سَدَادِ بْنِ الْهَادِ
قَالَ كُنْتُ أَنَا مَعَ عَائِشَةَ فَذَكَرَ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

حضرت عبدالرحمن بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے
مدینہ جا رہے تھے، ایک جگہ ہم کو پانی نظر آیا اور لوگوں
معرکے لیے جلدی جلدی نوکریاں شروع کر دیا، جب ہم ان کے
پاس پہنچے تو ان کی ایشیاں خشک تھیں اور ان کو پانی نے
چھو اتنا خشک نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا خشک ایشیوں کے لیے مذہب کی تلاوت ہے،
مکمل وضو کیا کرو۔

۴۶۸۔ حَدَّثَنَا ثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ دَنَا جَرِيرُ
بْنُ وَحْدَةَ ثَنَا ابْنُ أَبِي جَرِيرٍ عَنْ مَنصُورٍ
عَنْ هِلَالِ بْنِ يَمَانَ عَنْ أَبِي يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
ابْنِ عَمْرٍو قَالَ رَجَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ حَتَّى
إِذَا كُنَّا بِمَاءِ يَابَلْغَرَيْنِ تَعَجَّلَ قَوْمٌ عِنْدَ الْعَصْرِ
فَنَوَضُّأُوا وَهُمْ عَجَالٌ فَأَتَتْهُنَّ الْيَهُودُ
أَعْقَابَهُمْ فَنَلَوْهُمْ بِمَسْهَا السَّاءِ كَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ذَيْلُ
لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ أَسْبَغُوا الْوُضُوءَ.

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند کے ساتھ بھی
اسی طرح یہ روایت منقول ہے مگر اس میں ”وضو مکمل کرو“
کا جملہ نہیں ہے۔

۴۶۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ
نَاوُكِيَّةٌ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى
وَأَبْنُ بَشَّارٍ قَالَا دَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ دَنَا
شُعْبَةُ بْنُ كَلَّابٍ عَنْ مَنصُورٍ بِهَذَا الْوَسْطَاءِ وَفِي
كُلِّهِ فِي حَدِيثِ شُعْبَةَ أَسْبَغُوا الْوُضُوءَ وَفِي

حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي يَحْيَى الْأَعْمَرِيِّ -

۴۸۰ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ كَزُورٍ وَأَبُو كَامِلٍ الْجَعْفَرِيُّ جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ أَبُو كَامِلٍ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ مَاهِلِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ عَنَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ سَاخَرَنَا فَأَدْرَكْنَا وَقَدْ حَضَرَتْ صَلَوةُ الْعَصْرِ فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلَى أَرْجُلِنَا فَنَادَى دَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ -

۴۸۱ - حَدَّثَنَا عَمْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَلَامٍ الْجَمْعِيُّ قَالَ نَا الزُّبَيْرُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَرَاى دَجَلًا لَمْ يَغْسِلْ عَقِبَهُ فَقَالَ دَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ -

۴۸۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَأَبُو كُرَيْبٍ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا نَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَأَى قَوْمًا يَتَوَضَّئُونَ مِنَ الْمِطْهَرِ فَقَالَ اسْبَحُوا أَوْصَوْهُ قِيَامِي سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَيْلٌ لِّلْعَوَاقِبِ مِنَ النَّارِ -

۴۸۳ - وَحَدَّثَنَا شَيْخُ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَعْفَرُ بْنُ سَهْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِّلْعَوَاقِبِ مِنَ النَّارِ -

حضرت عبداللہ بن عمر و بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے جس وقت آپ ہمارے پاس پہنچے تو عمر کی ناز کا وقت آچکا تھا ہم وضو کرنے لگے اور پاؤں پر مسح کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے با آواز بلند فرمایا: (خشک) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے (روایت میں) ایڑی کو نہیں دھویا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ کر فرمایا: (خشک) ایڑیوں کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ ایک برتن سے پانی لے کر وضو کر رہے تھے انھوں نے ان لوگوں سے کہا پورا وضو کیا کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (خشک) ایڑیوں کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (خشک) ایڑیوں پر جہنم کا عذاب ہے۔

وضو میں پیروں کے دھونے کے متعلق اہل قبلہ کے مذاہب | حدیث نمبر ۴۸۴ میں ہے: (خشک) ایڑیوں کے لیے وضو کا عذاب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اہل فتویٰ فقہاء کی ایک جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ پیروں کو ٹخنوں

نیک دھونا واجب ہے اور پیروں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور پیر دھونے کے ساتھ مسح کرنا واجب نہیں ہے اور جن لوگوں کا اجماع مستبر ہے ان میں سے کسی ایک کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف منقول نہیں ہے اور شیعہ نے کہا ہے کہ پیروں پر مسح کرنا واجب ہے اور محمد بن جریر اور رئیس معتزلہ جہاں نے کہا ہے کہ پیروں پر مسح کرنے اور ان کو دھونے میں اختیار ہے اور بعض اہل ظاہر و غیر متقلدین نے کہا ہے کہ مسح کرنے اور دھونے کو واجب کرنا واجب ہے۔

وضو میں پیروں پر مسح کرنے کے منطوق علماء و شیعہ کے دلائل | علامہ یحییٰ بن شرف نووی کہتے ہیں: جو لوگ پیروں پر مسح کرنے کے قائل ہیں انہوں نے قرآن مجید میں بحر و زمیں کی قرأت سے استدلال کیا ہے:

وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ۔ اپنے سروں اور پیروں پر مسح کرو۔

اس آیت میں مسح کا مفعول پڑھنے ہے، وضو کے اعضاء چار ہیں، دو اعضاء کو دھونا جائز ہے اور دو پر مسح کیا جاتا ہے۔ مسح کے قائلین حسب ذیل روایات سے بھی استدلال کرتے ہیں:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ روایت پہنچی کہ حجاج نے خطبہ میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چہروں، ہاتھوں اور پیروں کو دھونے کا حکم دیا ہے۔

حضرت انس نے کہا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اور حجاج نے جھوٹ بولا، پھر انہوں نے پڑھا: وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ۔ اپنے سروں اور پیروں پر مسح کرو۔

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وضو میں دو چیزوں کو دھونا ہے اور دو پر مسح کرنا ہے۔

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسح کرنے کا حکم دیا ہے اور لوگ اس کا انکار کر کے دھوتے ہیں۔

۴۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اچھی طرح نماز نہیں پڑھی تو میں نے اسے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: جب تک تم میں سے کوئی شخص اس طرح مکمل وضو نہیں کرے گا جس طرح اللہ تعالیٰ نے وضو کرنے کا حکم دیا ہے اس وقت اس کی نماز مکمل نہیں ہوگی، وہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھوئے اور اپنے سروں اور پیروں پر مسح کرے۔

۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے وضو کیا تو انہوں نے ایک چلو میں پانی لے کر اپنے دائیں

دبیر پر چھڑکا، جس میں ان کی جوتی تھی، پھر انہوں نے اس پر مسح کیا، پھر دوسرے دبیر پر بھی علی کیا۔

قرآن مجید کی آیت مذکورہ میں جبر کی قرأت اور احادیث مذکورہ کے علاوہ شیعہ علماء ایک عقلی دلیل سے بھی استدلال کرتے ہیں:-

جراعتنا وضو میں دھونے جاتے ہیں تیمم میں ان پر مسح کیا جاتا ہے اور جن اعضاء پر وضو میں مسح کیا جاتا ہے تیمم میں ان کو ترک کر دیا جاتا ہے، اگر وضو میں پیروں کا دھونا اصل ہوتا تو تیمم میں پیروں پر مسح کیا جاتا اور جب کہ

تیمم میں پیروں کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ وضو میں پیروں پر مسح کرنا اصل ہے۔ لے
آیت وضو میں قرأت جبر سے علماء شیعہ کے استدلال کے جوابات | قرآن مجید کی آیت کریمہ میں قرأت
 جبر کی تقدیر پر جس ار جبکم کا عطف

ایدیکھ پر ہے اور اس پر جبر جوار کی وجہ سے ہے، اس کی نظیر یہ آیت ہے:
 اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمِ الدِّیْنِ۔
 بے شک میں تم پر دردناک عذاب کے دن کا
 خوف رکھتا ہوں۔ (ہود: ۲۶)

اس آیت میں الیم عذاب کی صفت ہے اس اعتبار سے اس پر نصب (زبر) ہونی چاہیے حتیٰ لیکن چونکہ اس
 کے جوار میں عذاب پر جبر ہے اس لیے اس کو بھی جبر دی گئی اس کو جبر جوار کہتے ہیں اسی طرح ار جبکم کا عطف وجہ حکم
 اور ایدیکھ پر ہے اس وجہ سے اس پر نصب ہونی چاہیے حتیٰ لیکن اس کے جوار میں بود سکھ چونکہ جبر دور
 ہے اس لیے اس کو بھی جبر دی گئی لہذا یہ جبر جوار ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ار جبکم کا عطف بود سکھ پر ہے اور اس سے پہلے و امسحوا مقرر
 ہے لیکن و امسحوا بود سکھ میں مسح کا معنی حقیقی مراد ہے یعنی گیلہ یا پھینا اور و امسحوا بار جبکم
 میں مسح کا مجازی معنی مراد ہے یعنی دھونا، اہل عرب کہتے ہیں مسح المطہر الارض بارش نے زمین کو دھو ڈالا سو
 مسح مجازاً دھونے کے معنی میں بھی مستقل ہے اور یہاں بھی مراد ہے۔ معطوف علیہ میں حقیقت اور معطوف میں
 مجاز مراد ہو سکتا ہے، قرآن مجید میں اس کی نظیر یہ آیت ہے:

یَاٰیہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَقْرُبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ
 سَكَرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُولُوْنَ وَلَا جَنْبًا
 الْاَعَابِدِیْ سَبِیْلَ حَتّٰی تَفْقَهُوْا۔
 اے ایمان والو! انہ کی حالت میں نماز کے قریب
 نہ جاؤ حتیٰ کہ تم یہ سمجھنے لگو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور نہ
 جانب کی حالت میں مسجد کے قریب جاؤ حتیٰ کہ تم غسل
 کو کرنا الا یہ کہ تم نے (مسجد میں صرف) رستہ عبور کرنا ہو۔
 (نساء: ۴۳)

اس آیت میں ولا جنباً کا عطف ولا تقربوا الصلوٰۃ پر ہے، اور اس سے پہلے بھی ولا تقربوا
 الصلوٰۃ مقرر ہے لیکن معطوف علیہ میں الصلوٰۃ کا معنی حقیقی مراد ہے یعنی نماز، اور معطوف میں الصلوٰۃ کا
 معنی مجاز مراد ہے یعنی مسجد اور محل صلوٰۃ۔ اسی طرح آیت وضو میں و امسحوا بود سکھ میں مسح کا حقیقی
 معنی مراد ہے اور و امسحوا بار جبکم میں مسح کا مجازی معنی مراد ہے یعنی دھونا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ار جبکم اور ار جبکم دو متواتر قراتیں ہیں اور جس طرح قرآن مجید کی
 آیات میں باہم قارئین نہیں ہے اسی طرح قرآن مجید کی قرات میں بھی باہم قارئین نہیں ہے اور ار جبکم کا معنی
 ہے پیروں کا دھونا اور ار جبکم کا معنی ہے پیروں پر مسح کرنا اسی لیے ار جبکم کی قرات اس حال
 پر محمول ہے جب وضو کرنے والے نے موز سے نہ پہنے ہوں اور ار جبکم کی قرات اس حال پر محمول

ہے جب اس نے مونہ سے پینے ہوئے ہوں، یعنی جب مونہ سے پینے ہوں تو پیروں پر مسح کر اور جب نہ پینے ہوں تو پیروں کو دھو کر اس طرح ان دونوں قراتوں میں کوئی تضاد نہیں رہے گا۔

علمائے شیعہ کی پیشین کردہ روایات کے جوابات | شیعہ علماء نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے اس کے جواب میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حجاج بن یوسف پر اس لیے زد کیا تھا کہ اس نے آیت وضو سے پیروں کے دھونے پر استدلال کیا تھا جبکہ اس آیت میں جس کی قرات تھی ہے، ان کے نزدیک پیروں کے دھونے پر صحیح استدلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ہے، لہذا حضرت انس پیروں کے دھونے میں حجاج کے موافق ہیں اور اس آیت سے پیروں کے دھونے پر استدلال میں اس کے مخالف ہیں اور اس کی بلی یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پیروں کے دھونے کے متعلق بہ کثرت احادیث مروی ہیں اور وہ خود بھی اپنے پیروں کو دھوتے تھے۔

علامہ شیعہ نے حضرت ابن عباس کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ وضو میں دو چیزوں کو دھونا ہے اور دو چیزوں پر مسح کرنا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور نہ حضرت ابن عباس سے عروہ ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ اور صحیح اور ثبات یہ ہے کہ حضرت ابن عباس دار جبکہ قرات کرتے تھے، نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود اپنے پیروں کو دھوتے تھے اور دھونے کی احادیث روایت کرتے تھے۔ اس لیے اس کے خلاف جو روایات ان سے مروی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔

اور حضرت رفاعہ کی روایت میں جو پیروں کے مسح کرنے کا ذکر ہے وہ اس حال پر معمول ہے جب اس نے مونہ سے پینے ہوں۔ اور حضرت ثعلب سے جو پیروں پر پانی چھڑکنے کی روایت ہے وہ ضعیف ہے، امام بخاری نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کے برعکس بہ کثرت صحیح روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضرت ثعلب نے وضو کرتے ہوئے لیکن میں پیروں کو دھو دیا۔

پیروں کے دھونے کے ثبوت میں احادیث اور آثار کا بیان | امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمر قال تغلغت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عنانی فی سفرۃ فادرنکنا وقد ارجعنا العصر فنجعلنا نتوضأ ونمسح علی ارجلنا فنادی بأعلی صوتہ ویل للاعقاب من النار موتین او قتلھا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم چمچے رہ گئے تھے، پھر آپ نے ہم کو پایا، دوران طریک ہم نے عصر کو مؤخر کر دیا تھا، ہم اس وقت وضو کر رہے تھے اور اپنے پیروں پر مسح کر رہے تھے آپ

۱۔ علامہ بیہقی بن شریک نووی متوفی ۶۷۱ھ، المجموع شرح المہذب ج ۱ ص ۲۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت
۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸، مطبوعہ دار المصباح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

نے دریا تین بار بلند آواز سے فرمایا مشک بیڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے متعدد اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن زید قال سمعت ابا هريرة
وكان يبرئنا الناس يتوضئون من المطهرة
فقال اسبغوا الوضوء فان ابا القاسم صلى
الله عليه وسلم قال ويل للعقاب من
النار۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب ان رجلا توضأ
فترك موضع طهر على قدمه فابصره النبي
صلى الله عليه وسلم فقال ارجع فاحسن
وضوءك فرجع ثم صلى۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن حماد بن عثمان بن عفان دعا
بوضوء فتوضأ فغسل كفيه ثلاث مرات
ثم مضى واستنثر ثم غسل وجهه
ثلاث مرات ثم غسل يده اليمنى الى المرفق
ثلاث مرات ثم غسل يده اليسرى مثل ذلك
ثم مسح برأسه ثم غسل رجله اليمنى الى
الكعبين ثلاث مرات ثم غسل اليسرى مثل ذلك
ثوقال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ
نحو وضوئي هذا۔

محمد بن زید بیان کرتے ہیں کہ لوگ برتن سے پانی لے کر وضو کر رہے تھے، اس وقت وہاں حضرت ابو ہریرہؓ گزرتے تو انہوں نے کہا مکمل وضو کرو کیونکہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے خشک بیڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے وضو کیا اور اپنے پیروں میں ایک ناخن جتنی جگہ چھوڑ دی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کو دیکھ لیا اور فرمایا جاؤ اچھی طرح اپنا وضو کرو، ورنہ لوٹ گیا اور پھر ناز پڑھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان نے وضو کے لیے پانی منگایا اور وضو کرنا شروع کیا، تین بار تھیلوں کو دھویا، پھر گلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر اپنے چہرے کو تین بار دھویا، پھر اپنے دائیں ہاتھ کو تین سمیت تین بار دھویا، پھر بائیں ہاتھ کو تین سمیت تین بار دھویا، پھر سر کا مسح کیا، پھر دایاں پیر ٹخنوں تک تین بار دھویا، پھر اسی طرح بائیں پیر دھویا، پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے۔

۱۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵-۱۲۷ مطبوعہ دار محمد امجد المطابع کراچی ۱۳۵۵ھ

۲۔ امام عبد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۸ " " ۱۳۸۵ھ

۳۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵ " " ۱۳۵۵ھ

۴۔ " " " " صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵-۱۲۷ " " " " ۱۳۵۵ھ

طہوراً نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۷

نے یہ ارادہ کیا کہ تم کو تہا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ دکھاؤں۔

عن عکرمۃ عن ابن عباس انہ قرأ وارجلکم یعنی رجع الامر الی الغسل ۱۸

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے قرأت کی وارجلکم یعنی انھوں نے پیر دھونے کی طرف رجوع کر لیا۔

عن الربیع قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یأتینا فتوضا فغسل سرجلیہ ثلاثاً ۱۹

ربیع بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لاتے تھے، آپ وضو فرماتے تھے اور تین بار پیروں کو دھوتے تھے۔

عن محمد بن محمود قال رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً اعطی یتوضا فغسل وجهہ ویدییہ فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول باطن قدمیک فجعل یغسل باطن قدمیہ ۲۰

محمد بن محمود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، اس نے چہرہ اور ہاتھ دھوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے پیروں کے نیچے جھکے کو وضو، تو وہ اپنے پیروں کے نیچے جھکے کو دھونے لگا۔

عن عبد الملک عن عطاء قال قلت لہ اورکت احداً منهم یمسح علی القدمین قال تحدثتہ عن یزید مولی سلمۃ کان سلمۃ یغسل قدمیہ ۲۱

عبد الملک عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا ایک شخص ان میں سے پیروں پر مسح کرتا ہے، انھوں نے کہا وہ بدعتی ہے۔ سلمہ کے غلام یزید بیان کرتے ہیں کہ سلمہ پیروں کو دھوتے تھے۔

علماء شیعہ کی عقلی دلیل کا جواب

علماء شیعہ نے کہا ہے کہ تا مدہ یہ ہے کہ وہ وضو میں جن اعضا کو دھویا جاتا ہے ان پر تیمم میں مسح کیا جاتا ہے اور وضو میں جن اعضا پر مسح کیا جاتا ہے تیمم میں ان کو ترک کر دیا جاتا ہے، سو اگر وضو میں پیروں کے دھونے کا حکم ہوتا تو تیمم میں ان پر مسح ہوتا اور

۱۷۔	امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ مترقی ۳۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۶ھ				
۱۸۔	”	”	”	المصنف ج ۱ ص ۲۸	”
۱۹۔	”	”	”	المصنف ج ۱ ص ۱۲۸	”
۲۰۔	”	”	”	المصنف ج ۱ ص ۱۲۷	”
۲۱۔	”	”	”	المصنف ج ۱ ص ۱۲۷	”
۲۲۔	”	”	”	المصنف ج ۱ ص ۲۷	”

جب کہ تیمم میں پیروں کو ترک کر دیا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ وضو میں پیروں کا حکم صحیح کرنا ہے۔ اس دلیل کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ کسی ان مجید میں مذکور ہے نہ کسی حدیث میں، یہ محض ان کی فہمی اختراع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وضو میں جن اعضا کو دھونے کا حکم دیا ہے اور وہ چہرہ، ہاتھ اور پیروں تو ان کو دھویا جائے گا اور جن عضو پر مسح کا حکم دیا ہے وہ سر ہے تو اس پر مسح کیا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ نے تیمم کے لیے قیاس کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ امارت میں صریح حکم ہے کہ چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جائے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس اور قاعدہ عقل سے ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ تیمم جس طرح وضو کی فرع ہے اسی طرح غسل کی فرع ہے اور جب تیمم میں چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جاتا ہے اور باقاعدہ بدن کو ترک کیا جاتا ہے تو پابندی کے غسل میں بدن چہرے اور ہاتھوں کو دھویا جائے اور باقی بدن پر مسح کر لیا جائے اور جب کہ بالاتفاق غسل میں ایسا نہیں کیا جاتا تو معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ اور قیاس ناسخ ہے۔

يَا بَنِي آدَمَ وَجُوبُ اسْتِيعَابِ جَمِيعِ اَجْزَاءِ مَحَلِّ الطَّهَارَةِ
تمام اعضا وضو کو مکمل طور پر دھونے کا استحباب

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے وضو کیا اور اپنے پیروں میں ناخن جتنی جگہ چھوڑ دی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا جاؤ اچھی طرح وضو کرو، وہ واپس گیا اور پھر ناز پر تھکی۔

۲۸۴ - وَحَدَّثَنَا ثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَيْبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ أَغْوَيْنَ قَالَ مَعْقِلٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ أَنَّ تَجْلِدًا تَوَضَّأَ فَتَرَكَ مَوْضِعَ ظَهْرِهِ عَلَى قَدَمِهِ فَابْصَرَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَدِجِعْ فَاحْسِنْ وَضُوءَ لَكَ فَرَجَعَهُ ثُمَّ صَلَّى

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

وضو اور تیمم میں اعضا طہارت کے کسی جز کی طہارت کے ترک ہو جانے کا حکم

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وضو میں جن اعضا کا دھونا فرض ہے، ان میں سے اگر تھوڑی سی جگہ بھی رہ گئی تو وہ وضو صحیح نہیں ہوگا، اس پر سب کا اتفاق ہے، اور اگر تیمم میں تھوڑی سی جگہ رہ گئی تو اس میں اختلاف ہے، ہمارے اور جہیز کا مذہب یہ ہے کہ یہ تیمم بھی وضو کی طرح صحیح نہیں ہے، اور امام ابوحنیفہ سے اس مسئلہ میں تین روایات ہیں: (۱) اگر نصف سے کم عضو پر تیمم نہیں ہوا تو جائز ہے۔ (۲) اگر ایک درہم سے کم مقدار پر تیمم نہیں ہوا تو جائز ہے۔ (۳) اگر چوتھائی یا اس سے کم وضو کو ترک کر دیا تو جائز ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر کسی شخص نے مسئلہ سے نادانانہ قیاس کے بنا پر طہارت کی جگہ طہارت نہیں کی تو اس کی طہارت صحیح ہوگی، اور یہ کہ جس مسئلہ کا علم نہ ہو اس کو ملائمت سے مسئلہ کی تعلیم دینی چاہیے، علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ وضو میں پیروں کو دھونا فرض ہے، اور مسح کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ جس شخص کا وضو میں ایک ناخن کے برابر خشک رہ گیا تھا اس کو

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ وضو کرنے کا حکم دیا۔ ۱۷

بَابُ خُرُوجِ الْخَطَايَا مَعَ مَاءِ الْوُضُوءِ

۴۸۵۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ

ابْنِ أَنَسٍ حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَالتَّقِظُ لَقَالَ
أَنَّا عِنْدَ النَّوْبِ وَهَبَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ
سَهْلِ بْنِ أَبِي حَالٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوْ
الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ تَحَرَّجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلِّ
خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنِهِ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ
قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ تَحَرَّجَ مِنْ يَدَيْهِ
كُلِّ خَطِيئَةٍ كَانَ بَطَشْتُهَا يَدَاؤُهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ
آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ تَحَرَّجَ مِنْ
كُلِّ خَطِيئَةٍ قَشَشْتُهَا رِجْلَاؤُهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ
آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ تَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ.

۴۸۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ بِإِسْنَادٍ

الْقَاسِي قَالَ نَا أَبُو هُرَيْرَةَ الْمَخْزُومِيُّ عَنْ
عَبْدِ الْوَاحِدِ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ قَالَ نَا عُمَرَانُ بْنُ
حَكِيمٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ حُمُرَانَ
عَنْ عُمَرَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَكَأَنَّ حُسْنَ
الْوُضُوءِ تَخَرَّجَتْ خَطَايَاكَ مِنْ جَسَدِكَ حَتَّى
تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِكَ.

علامہ نووی لکھتے ہیں:

وضو کے پانی کے ساتھ گناہوں کا جھڑنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جب کوئی مؤمن وضو کرے تو جس وقت چہرہ دھوئے
تو جیسے ہی چہرہ سے پانی گزرتا ہے یا پانی کا آخری
قطرہ گزرتا ہے اس کے وہ گناہ جھڑ جاتے ہیں جو اس
نے اپنی آنکھوں سے کیے تھے اور جب وہ ہاتھ دھوے
ہے تو جیسے ہی ہاتھوں سے لگ کر پانی کے قطرے
گرتے ہیں اس کے وہ گناہ جھڑ جاتے ہیں جو اس نے
ہاتھوں سے کیے تھے اور جب وہ اپنے پیروں کو دھوے
ہے تو جیسے ہی اس کے پیروں سے پانی گزرتا ہے
اس کے وہ تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں جو اس نے اپنے
پیروں سے کیے تھے یہاں تک کہ وہ گناہوں سے
پاک ہو جاتا ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص
نے مکمل طور پر اچھی طرح وضو کیا اس کے تمام جہم حتیٰ کہ
ناخیزوں کے پیچھے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔

اس حدیث میں گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں، بکیرہ گناہ مراد نہیں ہیں، جیسا کہ دوسری حدیث میں یہ قید
ہے کہ جب تک وہ بکیرہ گناہ کا ترک نہ ہو، تاہم غیاضی نے کہا گناہ جھڑ جانے سے مراد یہ ہے کہ وہ گناہ
سمان کر دیے جاتے ہیں، نیز کہ گناہ اجسام نہیں ہیں حتیٰ کہ ان کا جسم سے نکلنا یا جھڑنا مقصود ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے

۱۷۔ علامہ عینی بن شریف نووی ص ۶۷۲، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵، مطبوعہ دار محمد اصح المطابع کراچی، ۱۴۰۵ھ

کہ گناہ کرنے سے دل میں جرسایہ نقطہ پیدا ہوتا ہے وہ نقطہ مٹا دیا جاتا ہے نیز اس حدیث میں پیروں کے دھونے کا ذکر ہے، اس میں رائیضوں کے اس قول کا رد ہے کہ پیروں پر مسح کرنا واجب ہے۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ اطَالَةِ الْغُرَّةِ وَالتَّحْجِيلِ فِي الْوُضُوءِ
اعضاؤ وضو کو چمکانے کے لیے مقررہ حد سے زیادہ دھونے کا استحباب

نعم بن عبد اللہ بھر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا انھوں نے اپنا چہرہ دھویا، پھر دایاں ہاتھ بازو تک دھویا پھر بائیں ہاتھ بازو تک دھویا، پھر سر کا مسح کیا، پھر دایاں پیر پیر تک دھویا، پھر بائیں پیر پیر تک دھویا، پھر کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تم اس حال میں اٹھو گے کہ تمہارا چہرہ اور ہاتھ پیر و منہ نکل کر رہے گی وجہ سے سفید اور چمک رہے ہوں گے، لہذا جو شخص غم میں سے طاقت رکھتا ہو وہ اپنے ہاتھوں، پیروں، اور چہرہ کی سفیدی اور چمک کو اور لمبا اور زیادہ کرے۔

۳۸۷۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَالثَّعَالِيُّ بْنُ زَكْرِيَّا وَبْنُ دِينَارٍ وَهَبُ بْنُ حَمِيدٍ كَانُوا ثَلَاثًا كَالِدُ بْنُ تَخْلَدٍ عَنْ سَكِينَةَ بِنْتِ يَزِيدٍ قَالَتْ حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ عَبْدِ رَيْثَانَ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ نَعِيمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُجَمَّرِيِّ قَالَ رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ فَاسْتَبْرَأَ الْوُضُوءَ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى حَتَّى أَشْرَعَ فِي الْعَصْدِ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى حَتَّى أَشْرَعَ فِي الْعَصْدِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى حَتَّى أَشْرَعَ فِي الشَّاقِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى حَتَّى أَشْرَعَ فِي الشَّاقِ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنْتُمْ أَلْعُرْ الْمُتَجَلِّدُونَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مِنْ إِسْبَاغِ الْوُضُوءِ فَمَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ فَلْيُطِلْ عُمُرَهُ وَتَحْيِلْهُ.

نعم بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، انھوں نے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا اور گناہ تھا کہ وہ اپنے کندھوں کو بھی دھو ڈالیں گے، پھر انھوں نے اپنے پیروں کو دھویا حتیٰ کہ پیر پیر کو بھی دھو ڈالا، پھر کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۸۸۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ هُرَيْرَةَ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ نَعِيمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ رَأَى أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ حَتَّى كَادَ يَبْلُغَ الْاَعْتَكِيَتَيْنِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتَّى رَفَعَهُ إِلَى الشَّاقِ ثُمَّ

۱۔ علامہ بیہقی بن شرف نوری مرقی ۶۷۶ ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵ مطبوعہ دار الفکر کراچی ۱۳۷۵

فَرَطَهُمْ عَلَى الْخَوْضِ أَلَا لِيَذْأَدَنَّ رَجَالٌ عَنْ
خَوْضِي كَمَا يَذْأَدُ الْبَعِيرُ الضَّالُّ أَسَاقِيَهُمْ
أَلَا هَلْكَ فِيمَا لَمْ يَنْتَهُمْ قَدْ بَدَلُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ
سُحْمًا سُهْمًا.

میرے عرض پر اُس نے گی تران کے چہرے اور ہاتھ پاؤں
اُٹار وٹوڑے سفید اور چمکدار ہوں گے اور میں ان کے
استقبال کے لیے پہلے سے عرض پر موجود ہوں گا
اور سطورا بعض لوگ میرے عرض سے اس طرح دور
ہوں گے جس طرح بھوکا ہوا اونٹ دور کر دیا جاتا ہے میں
انہیں آواز دوں گا "اور اڑ" پھر کہا جائے گا "اٹھو
نہ آپ کے وصال کے بعد اپنا دین بدل لیا تھا پھر میں
کہوں گا "مردہ ہو جاؤ" مردہ ہو جاؤ"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں تشریف لے
گئے اور فرمایا اے مومنو! اسلام علیکم ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے
ساتھ لاحق ہوں گے۔ اسی لیے یہی باتی حدیث حسب سابق
ہے۔

۴۹۳۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ
الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّادَاقِي حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ
بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ قَالَ قَالَ نَا مَا لِيكَ
جَمِيعًا عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
خَرَجَ إِلَى الْمُقَبَّرَةِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ
مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاجِقُونَ بِمِثْلِ
خَوَيْبِ اسْتَعِذَّ ابْنُ جَعْفَرٍ غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ مَا لِيكَ
فَلْيَذْأَدَنَّ رَجَالٌ عَنْ خَوْضِي.

ابو حازم بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑا ہوا تھا اور وہ نماز پڑھنے
کے لیے وضو کر رہے تھے۔ وہ اپنا ہاتھ دھونے کے
لیے بڑھاتے یہاں تک کہ ہاتھوں کو ٹھنڈا کر دیتا تھا۔
میں نے کہا اے ابو ہریرہ! یہ آپ کس طرف وضو کر رہے
ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عجب کے
بچے! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم یہاں کھڑے ہو تو میں اس قسم
کا وضو نہ کرتا میں نے اپنے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم سے
سنا ہے آپ نے فرمایا مومن کے اعضاء میں وہاں تک
زیور پہنا یا جائے گا جہاں تک اس کے وضو کا پانی
پہنچے گا۔

۴۹۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ قَالَ خَلْفُ
يَعْنِي ابْنُ خَلِيفَةَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي
حَازِمٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ
لِلْعَلَاءِ تَكَانَ يَمُدُّ يَدَهُ حَتَّى يَبْلُغَ إِبْطَهُ فَقُلْتُ
لَهُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا هَذَا الْوُضُوءُ فَقَالَ يَا بَنِي لُؤْلُؤٍ
أَنْتُمْ هَهُنَا لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ هَهُنَا مَا تَوَضَّأْتُ هَذَا
الْوُضُوءَ سَمِعْتُ خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ تَبْلُغُ الْحُلِيَّةُ مِنَ الْمَوْتِ مِنْ حَيْثُ يَبْلُغُ
الْوُضُوءُ.

یہ میرے صحابہ ہیں، پھر مجھے ایک فرشتہ جواب دے گا
آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بددین میں نئی
باتیں نکالی تھیں۔

حضرت عذیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا عرض مقام عدن
سے لے کر مقام الیمنک کے فاصلہ سے زیادہ بڑا
ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری
جان ہے میں اپنے عرض سے دوسرے لوگوں کو
اس طرح دودھ کر دوں گا جس طرح کوئی شخص پلائے اورٹوں
کو اپنے عرض سے دودھ کرے، صحابہ کرام نے
عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہم کو پہچان لیں گے آپ نے
فرمایا ہاں تم میرے عرض پر جب آؤ گے تو تہا سے چہرے
اور ہاتھ پیر آثار و مناسبت سفید اور چمک دار ہونگے
اور یہ علامت تہا سے سوا اور کسی میں نہیں ہوگی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے اور
فرمایا السلام علیکم اے مومنو! ہم بھی انشاء اللہ تہا سے
پاس آئے والے ہیں میری خواہش ہے کہ ہم اپنے
دوہن اہل ایمان کو بخیریں، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ!
کیا ہم آپ کے (دینی) بھائی نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا
تم میرے صحابہ ہو اور ہم اسے (دینی) بھائی وہ لوگ
ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے، صحابہ کرام نے پوچھا
یا رسول اللہ! آپ اپنی امت کے ان لوگوں کو کیسے پہچان
لیں گے جب ابھی تک پیدا نہیں ہوئے، آپ نے فرمایا
یہ بتلاؤ کہ کسی شخص کے ایسے گھوڑے جو سفید چہرے
اور سفید ٹانگوں والے (بیخ کلیان) ہوں سیاہ
گھوڑوں میں مل جائیں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو ان میں
سے شناخت نہیں کرے گا، صحابہ نے عرض کیا کیوں
نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا میری امت جس وقت

۴۹۱۔ وَحَدَّثَنَا عُمَانُ بْنُ أَبِي شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ
بْنَ مَسِيحٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ عَنْ رَبِيعِ بْنِ حُوَارِثٍ
عَنْ حَدِّيقَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ حَوْضِي لَا بَعْدَ مِنْ آيَةٍ مِنْ عَذَابٍ
قَالَ لَوْ فِي نَفْسِي يَبِيدُ إِيَّايَ لَا دُونََهُ الرَّجَالُ كَمَا
يَكُونُ دُونَ الرَّجُلِ الْإِبِلُ الْغَرَبِيَّةُ عَنْ حَوْضِهِ قَالُوا
يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ هُنَا قَالَ نَعَمْ تَبْدُونَ عَلَى
عُرَى الْمُحَبِّلِينَ مِنْ أَثَرِ الْوُضُوءِ لَيْسَتْ بِأَحَدٍ
غَيْرِكُمْ۔

۴۹۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَسُرَيْحُ بْنُ
يُوسُفَ وَقَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ بْنُ مُجْدٍ جَمِيعًا
عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ نَا إِسْمَاعِيلَ
قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَقْبَى
الْمَقْبَرَةِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ كَسُومٍ
مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ يَكُونُ لَا حِصْنَتَ
وَدُونََ آتَاكَ مَا آتَانَا إِنْخَوَانَتَا قَالُوا أَوْ كَسْنَا
إِنْخَوَانَتَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَتُنْكُمُ أَصْحَابِي وَ
إِنْخَوَانَتَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدًا فَقَالُوا كَيْفَ
تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدَ مِنْ أُمَّتِكَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ فَقَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَمْ يَخْلُفْ عُرَى
مُحَبَّلَةٍ بَيْنَ ظَهْرِي خَيْلٍ دُهِبُ بَهْمًا لَا يَعْرِفُ
خَيْلَهُ قَالُوا إِبِلِي يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَإِنَّ هَؤُلَاءِ
يَأْتُونَ عُرَى الْمُحَبِّلِينَ مِنَ الْوُضُوءِ وَآتَا

نے فرمایا ہے، قیامت کے دن میری امت کا چہرہ اور
لمتھ پاؤں آثار وضو کی وجہ سے سفید اور چمک سے
ہوں گے لہذا تم میں سے جو شخص اس سفیدی اور چمک
کو زیادہ کر سکتا ہو اس کو زیادہ مبارک ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا عرض مقام
مدن سے لے کر ایلہ تک اس کے فاصلہ سے زیادہ بڑا
ہے اور اس کا پانی برون سے زیادہ سفید شہدے
دور در سے زیادہ شیریں اور اس کے برتنوں کی تہا
ستاروں سے زیادہ ہے اور میں دوسرے لوگوں کو
اس عرض سے اس طرح روکوں گا جیسے کوئی شخص اپنے
عرض سے پرانے اونٹوں کو روکتا ہے۔ صحابہ کرام نے
عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ ہمیں اس دن پہچانیں گے؟
فرمایا ہاں تم میں ایک ایسی علامت ہے جو دوسری امت
میں نہیں ہوگی تم جس وقت عرض پر میرے پاس آؤ گے
تو تمہارا چہرہ اور لمتھ پیر آثار وضو کی وجہ سے سفید اور
چمکدار ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت عرض
پر آئے گی اور میں اس وقت دوسرے لوگوں کو عرض
سے روک رہا ہوں گا جیسے کوئی شخص اپنے عرض سے
پرانے اونٹوں کو روکتا ہے، صحابہ کرام نے پوچھا
یا نبی اللہ! آپ ہم کیسے پہچانیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں
کیونکہ تمہاری ایک ایسی نشانی ہوگی جو کس امت میں نہیں
ہوگی تم جس وقت میرے پاس عرض پر آؤ گے تو تمہارا
چہرہ اور لمتھ پیر آثار وضو کی وجہ سے سفید اور چمکدار
ہوں گے اور تم (امت و ملت) میں سے ایک گروہ کو
میرے پاس آنے سے روک دیا جائے گا پس وہ مجھ
سے نہیں پہنچ سکیں گے میں کہوں گا اے میرے دبا

قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ
أَقْبَرِي يَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَرِ الْوُضُوءِ
فَمَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرًّا تَهُ فَلَيفْعَلْ.

۸۹۸ - حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ
جَمِيعًا عَنْ مَرْوَانَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ
مَرْوَانُ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ سَعِيدُ بْنُ طَارِقٍ عَنْ
أَبِي حَارِثٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ حَوْضِي أَبْعَدُ مِنْ أَيْكَةٍ مِنْ
عَذَبٍ تَهْوَأُ أَشْدُّ بِهَا مِنْ عَذَابِ الْقَلْبِ وَأَحْلَى مِنَ
الْعَسَلِ يَا لَيْلِيْنَ وَلَا نِيْلَتُهُ أَكْثَرُ مِنْ عَذَا وَالْجُودِ
وَأَبِي لَا مَدَدَ النَّاسِ عَنْهُ كَمَا يَصُدُّ الرَّجُلُ بِإِبِلِ
النَّاسِ عَنْ حَوْضِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَعْرِفُنَا
يَوْمَئِذٍ قَالَ نَعَمْ لَكُمْ سِتْرٌ كَيْسَتْ لِأَحَدٍ مِنَ
الْأُمَمِ تَرُدُّونَ عَلَى غُرٍّ مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَرِ
الْوُضُوءِ.

۸۹۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَوَاصِلُ بْنُ عَمْرٍو
الْأَعْلَى وَاللَّفْظُ لِوَاصِلٍ قَالَا كَذَا ابْنُ كَيْسَلٍ عَنْ أَبِي
مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي حَارِثٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
تَرُدُّونَ عَلَى أُمَمِي الْحَوْضِ ذَاكَ أَذْوَدُ النَّاسِ
عَنْهُ كَمَا يَدُّوْ الرَّجُلُ إِبِلَ الرَّجُلِ عَنْ إِبِلِهِ
قَالُوا يَا نَبِيَّ اللَّهِ تَعْرِفُنَا قَالَ نَعَمْ لَكُمْ سِتْرٌ
كَيْسَتْ لِأَحَدٍ غَيْرِكُمْ تَرُدُّونَ عَلَى غُرٍّ مُحَجَّلِينَ
مِنْ آثَرِ الْوُضُوءِ وَكَيْصَدُّنَ عَنِّي طَائِفَةٌ
مِنْكُمْ فَلَا يَصِلُونَ دَأْ قَوْلِ يَا رَبِّ هُوَ لَا يَوْمُ
أَصْحَابِي فَيُجِئُنِي مَلَكٌ وَهَلْ تَدْرِي مَا
أَحَدٌ قَدْ أَبْعَدَ لَكَ.

غُرَّة اور تجھیل کے طول میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ | اس باب کی احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ غُرَّة اور تجھیل (چہرہ) اعضا و عضو قرہ حدود سے زیادہ دھونا مستحب ہے۔

علامہ یحییٰ بن شریک نووی لکھتے ہیں :

غُرَّة کی تطویل کا مطلب یہ ہے کہ سر کے مقدم حصہ میں سے کچھ اجزاء کو دھونا اور جو حصہ چہرہ سے متجاوز ہو اس کو دھونا اور تجھیل میں زیادتی کا یہ مطلب ہے کہ کہنیوں اور ٹخنوں سے زیادہ مقدار کو دھونا، ہمارے اصحاب (شافعیہ) کے نزدیک یہ بالاتفاق مستحب ہے، البتہ مستحب کی مقدار میں حسب ذیل اقوال ہیں :

- ۱۔ بغیر کسی قیاس کے کہنیوں اور ٹخنوں کی زیادہ مقدار کو دھونا مستحب ہے۔
- ۲۔ نصف کلائی اور نصف پنڈلی تک دھونا مستحب ہے۔
- ۳۔ کندھوں اور گھٹنوں تک دھونا مستحب ہے۔

اس باب کی احادیث میں اہتمام اقوال کی گنجائش ہے، علامہ ابوالحسن بن بطال مالکی اور قاضی عیاض مالکی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ کہنی اور ٹخنوں سے زیادہ کو دھونا مستحب نہیں ہے، یہ دعویٰ قطعاً باطل ہے، یہ دعویٰ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہنی اور ٹخنوں سے زیادہ دھونا ثابت ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اس میں ہمارے اصحاب کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور اگر کوئی شخص اس میں اختلاف کرے گا تو ان احادیث سے اس کا رد کر دیا جائے گا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں :

غُرَّة اور تجھیل کے طول میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ یہ | تمام اعضا و عضو میں مبالغہ کرنا مستحب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ”پورا پورا وضو کرو“ کئی کئی مرتبے میں مبالغہ یہ ہے کہ پانی کو منہ کی تمام گہرائیوں میں بھی طرح پھرایا جائے، اور حلق تک پانی کو لایا جائے اور اس کو نگلنا بھی جائز ہے، اور باقی اعضا میں مبالغہ یہ ہے کہ انگلیوں میں نمال کیا جائے اور اعضا کو خوب — مل کر دھویا جائے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جب با وضو دھوئے ترکندھوں تک دھوئے اور جب پیر دھوئے تو پنڈلیوں تک دھوئے پھر انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے میری امت قیامت کے دن آئے گی وہاں مائیکہ وہ وضو کے اثر سے غر تجھیل ہوگی سو تم میں سے جو شخص اپنے غرہ (سفیدی) کو لبا کرنا چاہتا ہو وہ کہے، اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں :

غُرَّة اور تجھیل کے طول میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ یہ | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقل اور پنڈلی تک وضو

۱۔ علامہ یحییٰ بن شریک نووی متوفی ۶۷۱ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ دار محمد مع المطابع الراجحہ، ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ مرفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المفتی مع الشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۱۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

کرتے تھے اور کہتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جہاں تک مومن کا وضو پہنچتا ہے وہاں تک مومن کا زیور پہنچے گا، قاضی عیاض (راحہ) نے کہا کہ لوگوں کا اس کے خلاف پر اجماع ہے درمیان وضو کا حدود سے تجاوز ہو گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے وضو میں زیادتی کی اس نے تقدس اور نظم کیا، دوسرے علماء نے حضرت ابو ہریرہ کے اس نقل کو مذہب بنایا، حضرت ابو ہریرہ کا یہ نقل ان کی انفرادیت ہے، انہوں نے اس نقل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل نہیں کیا، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے مستنبط کیا ہے: **انتم الغر المحجلون** ”تم سفید منہ اور سفید ہاتھ پہنچاؤ گے“۔

فقہاء و ماہرین نے کہا ہے کہ وضو کی حدود مقررہ سے نکلنا دھونا مستحب نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے کیونکہ یہ دین میں غلط ہے، مستحب یہ ہے کہ انسان دائم الرضو ہے اور وضو کی تجدید کرنا واجب ہے اور اسی کا نام الطائۃ الغرة (سفیدی کو لبا کرنا) ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک الطائۃ الغرة کے دو معنی ہیں ایک مقررہ حد سے زیادہ دھونا یا ان کے نزدیک مکروہ ہے، دوسرا دائم الرضو رہنا، یہ الہ کے نزدیک مطلوب ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

غرة التحجیل کے طول میں تقیادہ اخلاف کا نظریہ | اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وضو میں غرة اور تحجیل کی زیادتی کے لیے اعضا وضو کو حد سے آگے تک دھونا مستحب ہے۔

علامہ ابن بطلال اور علامہ قاضی عیاض کے اولم سے یہ ہے کہ انہوں نے بنوں تک وضو کرنے کی وجہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا رد کیا ہے، اور اس نظریہ میں کسی نے ان کی موافقت نہیں کی، اور امام ابن شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی گرمیوں میں بنوں تک ہاتھ دھوتے تھے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ علامہ ابن بطلال اور ان کے موافقین نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

من زاد علی هذا اولتقی فقد اساء و

کام کیا اور نظم کیا۔

ظلم۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال قاسد ہے کیونکہ اس حدیث میں قدا کی زیادتی یا کمی مراد ہے مثلاً جس نے تین دفعہ سے زیادہ دھویا، یا کم دھویا یعنی یہ سمجھا کہ تین دفعہ دھونا تطہیر کے لیے کافی نہیں یا تین دفعہ سے کم دھو کر واجب سمجھا، اسی طرح علامہ ابن بطلال کی یہ تاویل بھی باطل ہے کہ غرة اور تحجیل کے طول سے اس کا دوام مراد ہے، کیونکہ طول کا معنی دوام کرنا بلا ہتہ باطل اور قاسد ہے۔

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں غرة اور تحجیل میں طول کو طلب کرنے کا بیان ہے، اور البحر الرائق میں مذکور ہے کہ

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عساکر سیطرین متوفی ۵۶۸ھ، الکامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۸۷-۸۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت۔

۲۔ ڈاکٹر دہبہ زحلی، الفقہ الاسلامی واولئہ ج ۱ ص ۲۵۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ۔

۳۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، ممدۃ القاری ج ۲ ص ۲۵۰-۲۴۹، مطبوعہ ادارۃ الطبائۃ الشیرینہ مصر ۱۳۸۲ھ۔

غزوہ کو لبیکر نامقررہ مد سے زیادہ دھونے سے حاصل ہوگا اور علیہ میں مذکور ہے تجیل لہتوں اور پیروں میں ہوتی ہے اور ہمارے فقہار نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔

حوض سے دور کیے جانے والوں کی تعین میں مختلف اقوال | اس حدیث میں ہے: فرشتے کہیں گے کیا آپ ہیں جانتے ہیں انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا ہے: اور ایک روایت میں ہے انھوں نے آپ کے بعد دین بدل دیا تھا پھر میں کہوں گا دُور ہو جاؤ، دُور ہو جاؤ۔

علامہ یحییٰ بن شریک نے اس کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مرامد ہے: اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض پر آنے والے منافق اور مرتد تھے اور یہ ممکن ہے کہ پہلے ان کا غزوہ اور تجیل کے ساتھ حشر کیا گیا ہو اور چونکہ ان کے لہتوں اور پیروں پر مومنوں کی علامات تھیں اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو! صیحا جی! صیحا جی! (میرے صحابہ! میرے صحابہ!) تب آپ سے یہ کہا جائے گا یہ وہ لوگ نہیں ہیں جن سے آپ نے (شفاعت کا) وعدہ کیا تھا، ان لوگوں نے آپ کے بعد دین بدل لیا، یعنی انھوں نے جو اسلام ظاہر کیا تھا اس پر ان کا خاتمہ نہیں ہوا۔

۲۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مومن تھے، پھر آپ کے بعد مرتد ہو گئے، اہل ہر چند کہ ان پر غزوہ اور تجیل کی علامت نہیں ہوگی، لیکن چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے زمانہ میں پہچانتے تھے اور ان کو مسلمان کہتے تھے اس وجہ سے ان کو بلا میں لگے، تب آپ کو بتایا جائے گا کہ یہ لوگ تو آپ کے بعد مرتد ہو چکے ہیں۔

۳۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے تھے اور ان کا توحید پر خاتمہ ہوا، یا وہ اہل بدعت مراد ہیں جو اپنی بدعت کا وجہ سے اسلام سے خارج نہیں ہوئے، اس قول کی بناء پر قطعیت سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ حوض سے دور کیے جانے والے جنہی تھے بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ حوض سے دور کیا جانا ان کے لیے سزا ہو، پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کو بغیر عذاب کے جنت میں داخل کر دے اس قول کے قائلین نے کہا ہے کہ ان کے لیے غزوہ اور تجیل کا ہونا متنع نہیں ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حوض سے دور کیا جانا ان کے لیے سزا ہو، پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کو بغیر عذاب کے جنت میں داخل کر دے، اس قول کے قائلین نے کہا ہے کہ ان کے لیے غزوہ اور تجیل کا ہونا متنع نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگ ہوں یا آپ کے بعد کے لوگ ہوں لیکن آپ نے ان کو علامت سے پہچان لیا ہو۔ علامہ حافظ ابوالثر بن عبد البر نے کہا ہے کہ جن لوگوں

نے بھی دین میں کوئی بدعت نکالی ہے ان کو حوض سے دور کیا جائے گا جیسے خوارج، روافض اور باقی اصحاب اہل ہدایت، اسی طرح جو لوگ حد سے زیادہ ظلم کرتے ہیں، حق کو چھپاتے ہیں اور اعلانیہ گناہ کبیرہ کرتے ہیں ایسے تمام لوگ اس خطرہ میں ہیں کہ ان کو حوض سے دور کر دیا جائے گا۔

بعض مرتدین کو حوض پر اصحابی کہنے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض کے جوابات

بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی کا انکار کرتے ہیں وہ اس حدیث سے آپ کے علم کی نفی پر استدلال کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ کو علم کلی ہوتا تو آپ حوض پر آنے والے ان مرتدین کو اصحابی نہ فرماتے، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انھیں اصحابی فرمانا عدم علم کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس لیے تھا کہ پہلے ان کو یہ امید ہو کہ ان کو پانی ملے گا اور پھر جب ان کو حوض سے دور کیا جائے گا اور ان کی امید ٹوٹے گی تو ان کو زیادہ عذاب ہوگا، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصحابی سے پہلے ہمزہ استفہام کا محذوف ہو، یعنی کیا یہ میرے اصحابی ہیں؟ جن کے چہرے سیاہ، اعمال نامے بائیں ہاتھ میں، آنکھیں نیلی، چہرے تاریک اور مچھلے ہوئے ہیں یہ میرے اصحاب ہیں؟ میرے اصحاب کے تو چہرے اور ہاتھ پیر سفید اور روشن ہیں ان کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھ میں ہیں اور ان کے چہرے کھلے ہوئے اور شاداب ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں مغضوب اور کافروں کی جو علامتیں بیان کی گئی ہیں کہ ان کے چہرے سفید ہوں گے اور اعمال نامے دائیں ہاتھ میں ہوں گے اور کافروں کے چہرے سیاہ اور اعمال نامے ان کے بائیں ہاتھ میں ہوں گے ان علامتوں سے میدان محشر میں موجود ہر شخص کو علم ہوگا کہ کون کون ہے اور کافروں سے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہ ہو کہ کون آپ کا صحابی ہے اور کون نہیں ہے۔ علامہ ابنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا میں امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں سو آپ کو علم تھا کہ کون ایمان پر قائم رہا اور کون مرتد ہو گیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ تو دنیا میں بیان فرما رہے ہیں کہ میرے حوض پر ایسے ایسے لوگ آئیں گے سو آخرت کا علم تو درہم کی بات ہے آپ نے دنیا میں ہی اپنے علم کی وسعت کا اظہار فرمایا ہے۔

شیخ شبیر احمد عثمانی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ امام بزار نے اپنی سند میں سند جدید کے ساتھ یہ روایت کیا ہے:

حیات خیر لکھ و ماتی خیر لکھ تعدض	میری حیات بھی تمہارے لیے خیر ہے اور میری
علیٰ احسن لکھ فمات کان من حسن حمدت	وفات بھی تمہارے لیے خیر ہے تمہارے اعمال مجھ پر
اللہ علیہ و ما کان من سیئ استغفرت اللہ	پیش کیے جاتے ہیں، سو جو اچھے اعمال ہوں ان پر
لکھ۔	اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں، اور جو بُرے اعمال ہوں میں
	تمہارے لیے ان پر اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔

اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کو علم تھا کہ حوض پر آنے والے یہ لوگ مرتد تھے، اور صحیح مسلم کے اس باب کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ وہ مرتد ہو چکے ہیں، اس تنازعہ کے چند جوابات ہیں:

۱۔ آپ پر امت کے اعمال اجمالاً پیش کیے جاتے ہیں مثلاً یہ بتایا جاتا ہے کہ آپ کی امت نے اچھے عمل کیے یا بُرے عمل کیے اور میں طریقہ سے یہ نہیں بتایا جاتا کہ فلاں امتی کا یہ عمل ہے، اس جواب کو علامہ ابی یوسف نے ذکر کیا ہے، یہ جواب بہت بعید ہے کیونکہ امام ابن المبارک نے سید بن مسیب سے یہ روایت کیا ہے کہ ہر روز صبح اور شام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور آپ اپنے امتیوں کو ان نشانیوں اور ان اعمال سے پہچانتے ہیں۔

۲۔ بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حق کو اسیحائی کی نافرمانی میں زیادہ حسرت اور افسوس پیدا کرنے کے لیے تھا، کیونکہ جب آپ نے ان کو اسیحائی کی نافرمانی کی ترغیب کی امت کی امید پیدا ہو گئی اور سچا سچا فرقہ فرائی سے وہ امید منقطع ہوئی اور امید کا بندھن ٹوٹ جانا اس کی بہ نسبت زیادہ حسرت اور عذاب کا موجب ہے جس کو پہلے امید ہی یہ ہوئی ہو اور فرشتوں کا یہ کہنا انہوں نے آپ کے بددین تبدیل کر دیا تھا اس کے معافی نہیں ہے، کیونکہ یہ بھی ان کی امید توڑنے اور عذاب میں زیادتی کے لیے تھا، یہ اتنا اعلیٰ درجات ہیں جن کو علامہ زندقانی نے شرح الموطا میں ذکر کیا ہے۔

(شیخ عثمانی لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ مسند بخاری کی حدیث کے سیاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر امت اجابت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور تعداد سے وہ شخص امت اجابت سے خارج ہو جائے، پس ہر مسکابہ کا اس کے اعمال آپ پر پیش نہ کئے جاتے ہوں نیز اس حدیث میں ہے جو اعمال آپ پر پیش کیے جاتے ہیں یا وہ اچھے اعمال ہوتے ہیں یا آپ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں یا وہ بُرے اعمال ہوتے ہیں جن پر آپ استغفار کرتے ہیں اور استغفار دلائل حمد سے نہ لائق استغفار لائق حمد ہو تا تو ظاہر ہے اور لائق استغفار نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے استغفار سے کم تر گناہ کے لیے استغفار سے منع فرمایا:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قَرَابَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ آيَاتُهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ۔

نبی اور ایمان والوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش طلب کریں خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں، جب ان پر یہ ظاہر ہو چکا ہو کہ وہ مشرک (دفعہ) ہیں۔

(توبہ ۱۱۳)

شیخ عثمانی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے مرتد ہونے کا علم نہیں ہوا اس لیے آپ نے میدانِ حشر میں ان کو نہیں پہچانا اور ان کو اپنا صحابی لگانا فرمایا، ہمارے نزدیک شیخ عثمانی کا کلام صحیح نہیں ہے اولاً اس لیے کہ حدیث میں جو بے مجاہد پر امت کے بُرے اعمال پیش کیے جاتے ہیں جن پر نبی استغفار کرتا ہوں اس کا عمل یہ ہے کہ جو لائق استغفار ہوں ان پر استغفار کرتا ہوں، یعنی آپ پر امت کے تمام بُرے اعمال پیش کیے جاتے ہیں ان میں سے جو لائق استغفار ہوں ان پر آپ استغفار کرتے

۱۔ شیخ بشیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۱ ص ۴۱۳، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کراچی

ہیں اور جہلائی استغفار نہ ہوں ان پر آپ استغفار نہیں کرتے کیونکہ بعض دیگر امارت میں بغیر استغفار کے بھی برے اعمال کا ذکر ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ذر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال عرضت علی اعمال امتی حسنہا و سیئہا
فوجدت فی محاسن اعمالہا الا ذی یماط عن
الطریق و وجدت فی مساوی اعمالہا النجاسة
تکون فی المسجد و لا تدفن۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر اپنی امت
کے تمام اعمال پیش کیے گئے، اچھے عمل بھی اور
برے اعمال بھی، میں نے اس کے اچھے اعمال میں
سے یہ عمل دیکھا کہ تکلیف وہ چیز کو راستہ سے
ہٹا دیا جائے اور برے اعمال میں سے یہ عمل
دیکھا کہ مسجد میں بھگم غنم کا جائے اور اس کو دفن
نہ کیا جائے۔

باقی شیخ عثمانی کا یہ کہنا کہ آپ پر آپ کی امت اجابت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور ارتداد
کی وجہ سے وہ آپ کی امت سے خارج ہو گیا، اس کا جواب یہ ہے کہ ارتداد کے بعد وہ آپ کی امت سے
خارج ہوا ہے اس لیے ارتداد کے بعد اس کے اعمال پیش نہیں کیے جائیں گے لیکن ارتداد سے پہلے تو
وہ آپ کی امت میں تھا اور جب اس نے ارتداد کا برا عمل کیا تو وہ آپ پر پیش کیا گیا کہ آپ کے غلام امتی نے
یہ برا عمل کیا ہے اس کی وجہ سے وہ آپ کی امت سے خارج ہو گیا۔ نیز کسی چیز کا علم اہل حق کے علم کو
مستلزم ہوتا ہے مثلاً دن کا علم رات کے علم کو مستلزم ہے کہ جو وقت دن کی طرح نہیں ہوگا، وہ رات ہوگا،
اسی طرح اسلام کا علم کفر کے علم کو مستلزم ہے کہ جو عقیدہ اسلام کی طرح نہیں ہوگا وہ کفر ہوگا، تو جب نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کو آپ کی تمام امت دکھادی گئی تو آپ نے جان لیا کہ جو لوگ آپ کو نہیں دکھائے گئے وہ آپ کی امت نہیں
ہیں تو جب شیخ عثمانی کے بقول یہ مرتدین آپ پر پیش نہیں کیے گئے اور ان کے اعمال آپ کو نہیں دکھائے گئے تو
آپ نے جان لیا کہ یہ آپ کے امتی نہیں ہیں اور آپ کو ان کا علم ہو گیا بلکہ یہ کہ پھر آپ نے ان کو ایمان کیوں فرمایا تو اس کا
یہی جواب ہے کہ آپ کا یہ فرمانا یا تو بطور استغناء تھا یا ان میں مزید حسرت، افسوس اور عذاب واقع کرنے کے
لیے تھا۔ اس حدیث کی بناء پر بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلمی پر جو اعتراض کرتے ہیں اس کے
مزید جوابات اور سیر حاصل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ذکر کر دی ہے اس لیے اس بحث کو دہل ضرور
دیکھ لیا جائے۔

مستقبل کے یقینی امور کے متعلق ان شاء اللہ کہنے کا بیان | حدیث نمبر ۴۹۲ میں ہے: رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف

لے گئے اور فرمایا: السلام علیکم اے مؤمنو! ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ لاحق رہنے والے ہیں؛
اس حدیث میں قبرستان جانے، اہل قبور کی زیارت کرنے، ان کو سلام کرنے اور ان سے کلام کرنے
کا ثبوت ہے، علامہ سیوطی نے شرح الصدور میں حضرت ابن عباس کی یہ روایت ذکر کی ہے؛ جو مسلمان بھی
اپنے اس مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے
تو قبر والا اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ لہ

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ موت تو یقینی امر ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا؛
ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں، اس سوال کے حسب ذیل جوابات ہیں؛
۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شک کی وجہ سے ان شاء اللہ نہیں فرمایا بلکہ اللہ کے ذکر سے تبرک حاصل
کرنے کے لیے ان شاء اللہ فرمایا۔

۲۔ قرآن مجید میں ہے؛

وَلَا تَقُولُوا لشيءٍ اَنِي فاعِلٌ ذَلِكُمْ غَدَا لَآ اَن
يَشَاءُ اللّٰهُ۔

(کہف: ۲۴)

اور کسی کام کے متعلق آپ ہرگز (یوں) نہ کہیں
کہ میں کل یہ کام کرنے والا ہوں۔ مگر اس کے ساتھ
ان شاء اللہ (کہیں)

لہذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم پر عمل کرنے کے لیے ان شاء اللہ فرمایا۔

۳۔ علامہ ابو عمر نے کہا کہ جس کام کا ہونا واجب اور ضروری ہو اس میں بھی ان شاء اللہ کہا جاتا ہے جیسا کہ
قرآن مجید میں ہے؛

لَنَنزِلَنَّ الْخُلُوفَ الْمُحْرَمَةَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔

(الفجر: ۲۷)

ان شاء اللہ تم مسجد حرام میں ضرور بہ ضرور داخل
ہو گے۔

۴۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی تعلیم اور تادیب کے لیے ان شاء اللہ فرمایا۔

۵۔ جو حسن کلام کا عادی ہو وہ مستقبل میں ہونے والے کلام کے متعلق عادتاً ان شاء اللہ کہتا ہے۔

بعد میں آنے والے امتیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی تحقیق
اپنے دینی بھائیوں کو دکھائیں۔
علامہ نووی لکھتے ہیں؛

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موت کی تمنا کرنا جائز ہے خصوصاً خیر کے لیے اور فضلاء سے ملاقات
کے لیے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو موت کی تمنا کرنے سے منع کیا ہے اس کا محمل یہ ہے کہ دنیاوی
مصائب اور مشکلات سے گھبرا کر موت کی تمنا نہیں کرنی چاہیے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان کو دنیا کی زندگی میں دیکھنے کی تمنا کی ہو۔
شیخ عثمانی لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ آپ نے بعد میں آنے والے مسلمانوں کو دیکھنے کی تمنا کیسے کی؟ ورنہ
حالیکہ آپ حیات تھے اور ان لوگوں کا وجود صرف علم الہی میں تھا خاص ج میں ان کا کوئی وجود نہیں تھا اور مدد دوم دکھائی
نہیں دیتا، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ دیکھنے سے مراد علم ہے اور مدد دوم چیز کا علم ہو سکتا ہے۔ دوسرا جواب
یہ ہے کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ ان کی مثال دکھائی دی جائے جس طرح دیوار کے عرض میں آپ کو جنت کی مثال دکھا
دی گئی تھی، اور آپ کی کرامت کی وجہ سے آپ کو روئے زمین کے تمام مشارق اور مغارب دکھادیے گئے ہیں،
اور بعض عارفین نے یہ کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے مستفاد ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ
کے علم میں ماضی، حال اور مستقبل کا اختلاف نہیں ہوتا اور جو چیزیں اپنے اپنے زمانہ میں واقع ہوتی ہیں،
اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو بہ یک وقت دیکھتا ہے اسی طرح حالت تکلی میں انبیاء علیہم السلام کا علم ہوتا ہے
کیونکہ وہ بشری کمالات سے مصفی ہو کر پیدا ہوئے تو وہ عالم موجودات کے لیے آئینہ بن گئے، ان کے دل میں
تمام حقائق اور دقائق منکشف ہوتے ہیں، لیکن یہ کیفیت اس خاص وقت میں ہوتی ہے جب ان کے قلب پر
اللہ تعالیٰ کے علم کی تکلی ہوتی ہے اس وقت وہ ہر چیز کو دیکھ لیتے ہیں خواہ وہ کسی زمانہ میں ہو، اور بعد میں پھر اپنی
عام حالت کی طرف لوٹ آتے ہیں اور جب کہ تکلی اور کشف کی یہ کیفیت دائمی نہیں ہوتی، اس لیے آپ نے یہ تمنا کی کہ
آپ کو آپ کے وہ امتی دکھادیے جائیں جو بعد میں آنے والے ہیں اور آپ اس آن میں ان کو دیکھ لیں۔

حدیث نمبر ۲۹۲ میں ہے: صحابہ کرام نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے (دینی) بھائی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا
بلکہ تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے (دینی) بھائی وہ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے۔
علامہ نووی لکھتے ہیں:

علامہ باجی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا بلکہ تم میرے صحابی ہو، اس قول سے
ان کے (دینی) بھائی ہونے کی نفی نہیں ہوتی، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دائرہ فقہیت کو نوکر فرمایا اور وہ
صحابیت ہے، لہذا صحابہ (دینی) بھائی بھی ہیں اور صحابی بھی ہیں اور بعد میں آنے والے صرف (دینی) بھائی ہیں
صحابی نہیں ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: **انہما المؤمنون اخوة** "اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ
اپس میں بھائی ہیں"۔

میرے استاد محترم حضرت علامہ عطاء محمد صاحب ہدیالوی رحمہ اللہ نے فرمایا اس حدیث سے یہ قاعدہ
مستنبط ہوتا ہے کہ جب کسی معزز اور صاحب فضیلت شخص کا ذکر کیا جائے تو اس کا ذکر عام اوصاف کے ساتھ

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۱ ص ۴۱۵، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کراچی

۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

عہ کیا جائے بلکہ اس کے وصف مخصوص کے ساتھ اس کا ذکر کیا جائے، کیونکہ دینی بھائی کا وصف صحابہ کرام اور بعد کے مسلمانوں پر عام اللہ شریک تھا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کا ذکر عام اوصاف کے ساتھ پسند نہیں فرمایا بلکہ ان کے وصف مخصوص صحابیت کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں صرف بشر کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ افضل البشر یا سید البشر کہنا چاہیے، کیونکہ حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کے ساتھ اس وصف کو پسند نہیں کیا کہ جو ان میں اور بعد کے مسلمانوں میں مشترک تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے محض بشر کا لفظ کہنا کب پسندیدہ ہو گا جس کی مسلمانوں کے ساتھ بھی تخصیص نہیں کیونکہ بشر تو کفار اور منافقین بھی ہیں، اس لیے حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو آپ کے اوصاف مخصوصہ کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جائے اور آپ کو افضل البشر، سید البشر، رحمة للعالمین، قائد المرسلین وغیرہ القاب کے ساتھ ملقب کیا جائے۔

اقباب کے ساتھ منقلب کیا جائے۔
 عوام کے سامنے شرعی رخصتوں پر عمل کرنے سے پرہیز کیا جائے
 کے بچے! اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تم یہاں کھڑے ہو تو میں اس قسم کا رضو نہ کرتا۔

علامہ نووی مکتبہ ہیں: حضرت ابو ہریرہؓ کے اس ارشاد سے یہ معلوم ہوا کہ کسی مقتدا اور پیشوا کو جانوں اور عام لوگوں کے سامنے کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جو کسی ضرورت یا مصلحت کی وجہ سے شریعت میں مباح ہوتا کہ عام لوگوں کو اس سے دوسرے نہ ہوا اور وہ کسی ضرورت کے بغیر اس رخصت پر عمل کرنا نہ شروع کر دیں یا وہ اس رخصت کے ساتھ فرض کا معاملہ نہ کرنے لگیں۔

باب فضل إسباغ الوضوء على المكاره

٣٩٥ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ
عُجْرٍ حَيْمِيْعَانِ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ
نَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ لَا دُكْمَ عَلَى مَا يُمْسِكُ اللَّهُ بِهِ الْعُطَايَا وَ
يَرْفَعُ بِهِ الدَّجَايِثَ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ
قَالَ إِنْ بَاغَرُ الْوُضُوءُ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثُرَتْ الْخُطَا
إِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتَظَرُ الْقُلُوبُ بَعْدَ الْقُلُوبِ قُلْتُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی عبادت نہ بتاؤں جس سے تمہارے گناہ مسٹ جائیں اور جس سے تمہارے درجات بلند ہو جائیں صحابہ کرام نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تکلیف کے وقت مکمل وضو کرنا زیادہ قدم چل کر مسجد کی طرف جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اور تمہارے لیے یہی

قَالَ نَا عُبَيْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ سَفِيَّاتٍ عَنْ
الْبُقْعَاءِ اِمَامِ بْنِ شَرِيحٍ عَنْ أَبِي بَرٍّ عَنْ عَائِشَةَ
اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ
إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ بَدَأَ بِالسَّوَالِ -

حدیث رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں کریم صلی اللہ علیہ وسلم
گھر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے مسواک
کیا کرتے تھے۔

۵۰۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ
نَا حَمَّادُ بْنُ تَمِيمٍ عَنْ غِيْلَانَ وَهُوَ ابْنُ جَرِيرٍ
الْمَعْلُوفِ عَنْ أَبِي بَرٍّ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ دَخَلْتُ
عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَطَرْتُ
السَّوَالِ عَلَى لِسَانِهِ -

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
میں کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا
اور مسواک کی ایک طرف آپ کی زبان پر تھی۔

۵۰۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
هَشِيمٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي دَاوُدَ عَنْ حَذِيفَةَ
قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
إِذَا قَامَ لِيَتَهَجَّدَ يَشْرُوصُ قَاهُ بِالسَّوَالِ -

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد پڑھنے کے لیے
اٹھتے تو منہ کو مسواک کے ساتھ صاف کیا کرتے
تھے۔

۵۰۲ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ نَا جَرِيرٌ
عَنْ مَنصُورٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبِي
دَاوُدَ الْمُعَوَّنِيُّ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي دَاوُدَ
عَنْ حَذِيفَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ وَلَمْ
يَقُولُوا لِيَتَهَجَّدَ -

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اٹھتے تو مسواک
کوٹے تھے۔

۵۰۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُعْتَمِدِ وَابْنُ بَشَّارٍ
قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ الرَّحْمَنِ قَالَ نَا سَفِيَّاتٌ عَنْ مَنصُورٍ
وَحُصَيْنٍ وَالْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي دَاوُدَ عَنْ حَذِيفَةَ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا
قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشْرُوصُ قَاهُ بِالسَّوَالِ -

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اٹھتے تو مسواک
سے منہ صاف کرتے تھے۔

۵۰۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حَبِيبٍ قَالَ نَا أَبُو نُعَيْمٍ
قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ بَاتَ عِنْدَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ ایک رات گودہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس سے رات کے اخیر حصہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم لٹھے، سورہ آل عمران کی یہ آیت ان فی خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار سے فقنا مذهب النار تک پڑھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر لوٹ گئے پھر آپ نے مسواک کی اور وضو کیا پھر آپ کے کھڑے ہو کر نماز پڑھی، پھر آپ لیٹ گئے، پھر کھڑے ہوئے اور آسمان کی طرف دیکھا پھر یہ آیت دوبارہ پڑھی، پھر مسواک کی اور وضو کیا اور پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

عَلَيْهِ وَالْأَلَمِ وَسَلَّمْ ذَاتَ كَيْلَةٍ قَقَامَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْأَلَمِ وَسَلَّمْ مِنْ أَحَدِ الْكَيْلِ كَقَدَحٍ قَنَظَرُوا إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَلَّ هَذِهِ الْآيَةُ مِنْ آلِ عِمْرَانَ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ مِنْ وَاقِعَاتٍ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ حَتَّىٰ بَدَلَهُ قَقَامَا عَذَابَ النَّارِ ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى الْبَيْتِ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّىٰ ثُمَّ اضْطَجَعَ ثُمَّ قَامَ فَتَغَرَّجَهُ كَقَنَظَرُوا إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَلَّ هَذِهِ الْآيَةُ ثُمَّ رَجَعُوا فَتَسَوَّكَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّىٰ

علامہ کچن بن شرف نوری شافعی لکھتے ہیں: **مسواک کا لغوی اور شرعی معنی** اللہ لعنت نے کہا ہے کہ کلوڑھی سے دانتوں کے صاف کرنے کے نقل کر سواک، ہیں اور سواک اس کلوڑھی کو بھی کہتے ہیں، اور علماء کی اصطلاح میں کلوڑھی یا اس کی مثل کسی چیز سے دانت صاف کرنے کو سواک کہتے ہیں جس سے دانتوں کا میل یا پھیلاؤ مٹ جائے۔

مسواک کے متعلق احکام شرعیہ مسواک کرنا سنت ہے، اور کسی مال میں بھی واجب نہیں ہے، نماز میں نہ غیر نماز میں، اس پر علماء کا اجماع ہے، علامہ ماوردی نے لکھا ہے کہ داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے لیکن اس کو ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی، اور امام اسحاق بن راہویہ سے منقول ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے اور اس کو طہاً ترک کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی، ہمارے فقہاء میں سے ابو حامد نے کہا ہے کہ داؤد ظاہری سے یہ نقل صحیح نہیں ہے اور اگر یہ نقل صحیح ہو تو اس کی مخالفت کے اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اور امام اسحاق سے جو وجوب کا قول نقل کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

مسواک کرنا تمام اوقات میں مستحب ہے، لیکن جب ذیل پانچ اوقات میں مسواک کرنا زیادہ مستحب ہے:

- ۱۔ نماز پڑھنے کے وقت، خواہ پانی سے طہارت حاصل کی ہو یا تیمم سے۔ (یہ امام شافعی کے نزدیک ہے)۔
- ۲۔ وضو کرنے کے وقت۔
- ۳۔ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت۔
- ۴۔ نیند سے بیدار ہونے کے وقت۔

۵۔ جب منہ کی بو متغیر ہو، خواہ کھانے پینے سے یا کسی بدبو دار چیز کے کھانے سے زیادہ دیر غامض رہنے کی وجہ سے یا زیادہ بائیں کرنے کی وجہ سے۔

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ روزہ دار کے لیے زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے تاکہ روزہ دار کے منہ کو جو مستحب ہے وہ لائل نہ ہو جائے۔ پیلو کے درخت کی کلوڑھی سے مسواک کرنا مستحب ہے اور ہر وہ چیز جس کے استعمال کرنے سے منہ صاف ہو جائے اس سے منہ صاف کرنا مستحب ہے خواہ سخت

پکڑا ہوا کوئی جڑی بوٹی ہو یا انگلی سے صاف کرے۔ (مجن اور ثوبہ پیسٹ بھی اس میں داخل ہیں) اور مستحب یہ ہے کہ متوسط ٹکڑی سے مسواک کی جائے، جو بہت سخت جو نہ بہت نرم اور مستحب یہ ہے کہ دانتوں میں عرضاً مسواک کی جائے، طولاً مسواک نہ کی جائے تاکہ دانتوں پر لگے ہوئے گوشت سے خون نہ نکلے اور اگر اس کے برخلاف طولاً مسواک کی تو ہر چند کہ یہ مکروہ ہے لیکن مسواک کے حکم پر عمل ہو جائے گا۔ نیز مستحب یہ ہے کہ دانتوں کی اطراف اور ڈائرمون پر مسواک کی جائے اور حلق کی چھت پر بھی مسواک کی جائے اور یہ بھی مستحب ہے کہ پہلے دائیں جانب پھر بائیں جانب مسواک کی جائے اور یہ بھی مستحب ہے کہ بچوں کو مسواک کرنے کی عادت ڈالی جائے۔

علامہ بدر الدین یعنی حنفی لکھتے ہیں:

مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دن اور رات مسواک کرنے پر دائمی غسل کرتے تھے اور مسواک کے استحباب پر اجماع ہے، حتیٰ کہ امام ابو حامی نے کہا مسواک کرنا دفتو کا جزو ہے، اور بہ کثرت احادیث میں اس پر دلالت ہے کہ مسواک کرنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل تھا، اس سلسلہ میں سب سے قوی اور سب سے صحیح حدیث یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ”حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، حضرت عبدالرحمن کے پاس ایک تازہ مسواک تھی، جس کے ساتھ وہ دانت صاف کر رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو لکھ کر دیکھ رہے تھے، میں نے ان سے مسواک لی اس کو لٹایا، اس کو صاف کیا پھر وہ مسواک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی، اور آپ نے مسواک کی۔“

مسواک میں عوار کا اختلاف ہے، بعض نے کہا مسواک کرنا دفتو کی سنت ہے، اور بعض نے کہا یہ نماز کی سنت ہے اور بعض نے کہا یہ سنت دین ہے یعنی شائع اسلام سے ہے (یہی قول زیادہ قوی ہے اور امام ابو حنیفہ سے منقول ہے) ہادیہ میں مذکور ہے کہ صحیح یہ ہے کہ مسواک کرنا مستحب ہے، اسی طرح امام شافعی کے نزدیک ہے، ابن حزم نے کہا کہ یہ سنت ہے اور اگر ہر نماز کے لیے مسواک کرنا ممکن ہو تو یہ افضل ہے، اور جمہور کے دن مسواک کرنا فرض لازم ہے، علامہ ابو حامد اصفہانی اور علامہ ماوردی نے اہل ظاہر سے نقل کیا ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے اور امام اسحاق کا قول ہے کہ اگر عدا مسواک کرنے کو ترک کیا تو نادر باطل ہو جائے گی، علامہ نووی نے کہا کہ امام اسحاق سے نقل صحیح نہیں ہے۔

امام سے نزدیک مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک عرضاً کی جائے طولاً نہ کی جائے، یعنی میں مذکور ہے کہ مسواک دانتوں اور لبان پر کیا جائے، مسواک کرنے کی کوئی مقدار مبین نہیں ہے، جب دل مطمئن ہو جائے کہ منہ کی پکڑ اور دانتوں کی پیلاہٹ دور ہو گئی ہے تو پس کرے، مسواک کر دینا ثبوت سے پکڑ سے مسواک کرے تو وقت تین بار

پانی لینا مستحب ہے، مسواک کی لمبائی ایک باشت اور موٹائی ایک چھنگلی کے برابر ہونی چاہیے، مستحب یہ ہے کہ پہلو کے درخت کی مسواک بنائی جائے اور اگر وہ خشک ہو تو اس کو پانی میں بھگو کر نرم کر لیا جائے، محیط میں مذکور ہے کہ عورت کے لیے وہاں سے کہنا مسواک کے قائم مقام ہے اور جب کسی کو مسواک تیسرے ہو تو وہ انگلی سے دانت صاف کرے، امام بیہقی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں کو مسواک کرنے کے قائم مقام قرار دیا ہے، امام بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور مسواک کرنے کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔ لے

سبغین اور ٹوٹو پلٹ دغیرہ سے دانت صاف کرنا بھی مسواک کے حکم میں ہے | امام بیہقی نے انگلیوں کو مسواک

کے نام مقام کرنے کے متعلق متعدد احادیث بیان کی ہیں اور یہ تمام احادیث ضعیف نہیں ہیں۔ امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
تجزی من السواک الاصابع۔ ۱۷
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انگلیاں مسواک
کرنے سے کفایت کرتی ہیں۔

امام بیہقی لکھتے ہیں اس حدیث کی سند میں عبدالحکم القسطلی البصری ہے وہ حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ سے منکر احادیث بیان کرتا ہے، لیکن بیہقی بن مسیب نے ایک اور سند سے اس حدیث کو حضرت انس سے روایت کیا ہے اور عقبہ بن مکرم نے اس حدیث کی متابعت کی ہے۔

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم تجزی الاصابع مجزئ
السواک۔ ۱۸
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انگلیاں
مسواک کے قائم مقام ہیں۔

امام بیہقی ایک اور سند سے روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک ان رجلا من الانصار
من بنی عس وبن عوف قال یا رسول اللہ انک
رجیفا فی السواک فهل وہن ذلک من شیء
قال اصحابک موال عند وحنوک تعدہما
علی استانک انہ لا عمل لمن لا ینیت
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ انصار کے قبیلہ بنو عس وبن عوف میں سے
ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ آپ نے ہمیں مسواک
کرنے کی ترغیب دی ہے کیا اس کے بدلہ بھی کرنی
چیز ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارے دلوں کے وقت

لے۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۸۵، مطبوعہ اطیحة الطباعة النیریہ مصر ۱۳۲۸ھ

لے۔ امام الکبیر احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۴۱، مطبوعہ نشر السنۃ لمطان

لے۔ سنن کبریٰ ج ۱ ص ۴۱، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۴۱

لہ ولا احو لمن لا حسبة لہ۔ ۱۰

مباری دو انگلیاں مسواک میں جن کو تم اپنے دانتوں پر پھیرتے ہو، بغیر نیت کے کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا، اور ثواب کی نیت کے بغیر کوئی اجر نہیں ہوتا۔

امام بیہقی نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی سند محفوظ ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاصبۃ تجزی من السوالۃ ۱۱

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انگلی مسواک کے قائم مقام ہے۔

ان تمام احادیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ مخصوص کٹڑی سے دانت صاف کرنا اسلام کا مطالبہ نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مقصود یہ ہے کہ مسلمان اپنے دانت صاف رکھیں، اس لیے بجن اور ٹوختہ پیسٹ وغیرہ سے دانت صاف کر لیے جائیں تب ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل ہو جاتا ہے اور اس سے سنت کا ثواب ملے گا۔

احکام شرعیہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغرض ہونا

حدیث نمبر ۴۹ میں ہے: اگر مجھے اپنی امت پر دشمنانہ ہوتا تو میں ان کو ہر ناز کے وقت مسواک

کرنے کا حکم دیتا۔

علامہ نواری لکھتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مستحب کام کا حکم نہیں دیا جانا، نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم وارد نہ ہو، اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے، یہ اکثر اصحاب اصول اور جمہور فقہاء کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے۔ ۱۲

اس حدیث کی نقہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر امت پر دشمنانہ ہوتا تو آپ امت پر مسواک کو واجب کر دیتے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار دیا ہے کہ آپ جس چیز کو چاہیں امت پر واجب کر دیں اور جس چیز سے چاہیں امت کو روک دیں، احکام شرعیہ آپ کی طرف مغرض ہیں لیکن آپ کا احکام نافذ کرنا مشیت الہی کے تابع ہے، اللہ تعالیٰ بالذات شائع ہے اور آپ بالقی شائع ہیں۔

کتاب الطہارۃ سے ہے کہ اس باب تک کہ شرح بیہقی فورڈ برطانیہ میں لکھی گئی اور میں نے حضرت صاحبزادہ محمد حبیب الرحمن جمہولی بانی صفحہ الاسلام برطانیہ فورڈ کی لاٹھری سے استفادہ کیا۔ میں جس جولائی ۱۹۹۳ء کو تملیضی طور پر برطانیہ گیا اور ۲۲ ستمبر ۱۹۹۳ء کو پاکستان واپس آ گیا۔

۱۰۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سن کبریٰ ج ۱ ص ۳۱، مطبوعہ نشر السنۃ عمان

۱۱۔ سنن کبریٰ ج ۱ ص ۱۲۱

۱۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواری متوفی ۷۴۹ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد امج الطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بَابُ خِصَالِ الْفِطْرَةِ

بعض سنتوں کا بیان

۵۰۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَدَعْرُودُ النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ شُعْبَانَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ تَنَا أَبُو عِيْنَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْفِطْرَةُ خَمْسٌ أَوْ خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ الْخِتَانُ وَالْإِشْتِخَادُ وَتَقْلِيدُهُمُ الْأُظْفَارَ وَتَنْفُ الْإِيطِ وَفَقَّ الشَّارِبِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں سنت ہیں ختنہ کرنا، زیر ناف بال صاف کرنا، ناخن کاٹنا، بال کے بال نوچنا اور مونچھیں ترشوانا۔

۵۰۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ وَحَرْمَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا تَنَا ابْنُ دَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْفِطْرَةُ خَمْسٌ أَوْ خَمْسَتَانِ وَالْإِشْتِخَادُ وَفَقَّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيدُهُمُ الْأُظْفَارَ وَتَنْفُ الْإِيطِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں سنت ہیں ختنہ کرنا، زیر ناف بال صاف کرنا، مونچھیں ترشوانا، ناخن کاٹنا اور بال کے بال نوچنا۔

۵۰۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَثَبَّانُ بْنُ سَعِيدٍ كُلُّهُمَا عَنْ جَعْفَرٍ قَالَ يَحْيَى تَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ دُقَّتْ لَنَا فِي قَعْرِ الشَّارِبِ وَتَقْلِيدُهُمُ الْأُظْفَارَ وَتَنْفُ الْإِيطِ وَحَلَقِي الْعَانَةَ أَنْ لَا تَحُولَ أَكْثَرُ مِنْ أَرْبَعِينَ كَيْلَةً -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے مونچھیں ترشوانے، ناخن کاٹنے، بال نوچنے، زیر ناف بال صاف کرنے کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن مقرر فرمائی ہے۔

۵۰۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ تَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ شَيْبَةَ قَالَ تَنَا أَبِي جَمِيعًا عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَخْفُوا الشَّوَارِبَ وَاعْقُوا الشَّحَى -

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مونچھیں مٹاؤ اور ڈاڑھی برہاؤ۔

۵۰۹ - وَحَدَّثَنَا هُثَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ ابْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ نَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں مونچھیں مٹانے اور ڈاڑھی بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔

أَمْرُونَا يَا أَحْقَابَ الشَّوَارِبِ وَاعْقَابِ الرِّثِيَّةِ -
۵۱۰ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عَدِيٍّ قَالَ قَالَ نَافِعُ بْنُ
زُبَيْرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ مَحْبُودٍ قَالَ نَافِعُ عَنْ ابْنِ
عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ أَحْقَابَ الشَّوَارِبِ وَ
أَذْهُوَ الدُّلْحَى -

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرنے والے اور
ڈاڑھی بڑھا کر مشرکین کی مخالفت کرو۔

۵۱۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ أَنَا ابْنُ
أَبِي مَرْزِيٍّ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي
الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَعْقُوبَ مَوْلَى الْحَرْثِ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ جُزُوا الشَّوَارِبَ وَ
أَرْغُوا الدُّلْحَى خَالِفُوا الْمُبْجُوسَ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آتش پرستوں
کی مخالفت کرو، مرنے والے اور ڈاڑھی بڑھا کر۔

۵۱۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ
أَبِي قُتَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا أَنَا وَكَيْفٌ عَنْ
زَكْرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ
عَنْ طَلْحِ بْنِ حَبِيبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ
عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ عَشْرُ مَنَاقِبَ قَصَّ الشَّارِبِ وَاعْقَابَ
الرِّثِيَّةِ وَالشَّوَارِبِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُبْجُوسَ وَحَقَّ
أَنْ يُطْعَمَ وَحَقَّ أَنْ يُسْقَى الْمَاءُ وَحَقَّ
الْعَائِشَةُ وَانْتَقَصَ الْمَاءُ قَالَ زَكْرِيَّا قَالَ
مُصْعَبُ بْنُ شَيْبَةَ الْعَائِشَةُ إِذَا كَانَ فَكُوتَ
الْمُصْطَفَى مَا دَقَّتْ قُتَيْبَةُ قَالَ وَكَيْفٌ أَنْتَقَصَ الْمَاءُ بَعَثَ إِلَى سَبْتَةَ
۵۱۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ
مُشَدَّدًا غَيْرَ شَدِيدٍ قَالَ قَالَ أَبُوهُ وَتَسْمِيَةُ الْعَائِشَةَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس چیزیں سنت ہیں
مرنے والے اور ڈاڑھی بڑھا کر، مساکین کو روکنا، ناک میں
پانی ڈالنا، ناخن تراشنا، جوڑوں کا دھونا، بٹن کے بال
نوجھنا، زینات بال صاف کرنا، استنجہ کرنا، راوی
دوسری سنت بیان کرنا بھول گیا، لیکن اس کا خیال ہے
کہ وہ کلی کرنا ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بیان
کر کے فرمایا اس سند کے ساتھ ہی حسب سابق حدیث
مروم ہے۔

علامہ ابی مائیکہ کہتے ہیں:

دس چیزوں کے فطرت ہونے سے مراد ان کا سنت ہونا ہے۔ اس حدیث میں فطرت سے مراد
سنت ہے، قاضی عیاض نے بھی یہی کہا ہے اور علامہ خطابی نے کہا ہے اس سے مراد انبیاء علیہم السلام کی سنتیں

ہیں۔ لے

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی بعض مدنیوں میں ہے پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں اور بعض میں ہے دس چیزیں فطرت میں سے ہیں ان میں سے کسی مدنی میں حصر نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن الفطرة فرما کر لدم انحصار کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فطرت سے کیا مراد ہے؟ ابو سلیمان خطابی نے کہا اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد سنت ہے، علامہ خطابی کے علاوہ دوسرے علماء نے بھی یہی کہا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ یہ امور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں میں سے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ فطرت سے مراد دین ہے۔ ان امور میں سے اکثر چیزیں علماء کے نزدیک واجب نہیں ہیں اور بعض امور میں اختلاف ہے، مثلاً غتہ کرنا، کٹی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا ان کے وجوب میں اختلاف ہے اور واجب کا غیر واجب کے ساتھ مذکور ہونا متعین نہیں ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كلوا من ثمره اذا اصابه وادوا حقه يوم
الحصاد (انعام: ۱۳۱)

اس آیت میں دو حکم ہیں، پھل کھانے کا اور پھلوں کا حق یعنی عشر ادا کر کے کا، پھل کھانا واجب نہیں ہے، اور عشر ادا کرنا واجب ہے، اس سے معلوم ہوا کہ واجب اور غیر واجب کا ایک ساتھ ذکر ہو سکتا ہے۔ لے
علامہ نووی کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ زیر بحث حدیث میں ہے عشر من الفطرة دس چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہیں، اس حدیث میں شارع علیہ السلام نے تصریح کر دی ہے کہ یہ دس سنتیں ہیں، اب اگر غتہ، کٹی اور ناک میں پانی ڈالنے کو واجب کہا جائے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح کی مخالفت لازم آئے گی، اس کے برعکس علامہ نووی نے استدلال میں جو آیت پیش کی ہے اس میں اس آیت کے کسی معین عدد کی تصریح نہیں ہے یہ درست ہے کہ واجب اور غیر واجب کا ایک ساتھ ذکر کیا جاسکتا ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب ان کے متعلق کسی عدد کی تعیین نہ ہو جیسا کہ اس آیت میں ہے لیکن جب دس امور کا ذکر کیا جائے اور یہ تصریح کر دی جائے کہ یہ دس سنت ہیں جیسا کہ اس حدیث میں ہے تو پھر ان میں سے بعض کو واجب کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے!

حدیث میں مذکور دس امور کے احکام شرعیہ اور مذاہب کی تفصیل حسب ذیل ہے:

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

(۱) غتہ کے متعلق فقہاء مذاہب کے نظریات | امام شافعی اور کثیر علماء کے نزدیک غتہ کرنا واجب ہے اور امام مالک اور اکثر علماء کے نزدیک غتہ کرنا سنت ہے، امام شافعی کے نزدیک غتہ کرنا مردوں اور عورتوں دونوں پر واجب ہے، مرد پر واجب ہے کہ وہ اس پوری کھال کو کاٹ دے جس نے حشفہ کو چھپایا ہوا

لے۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خالد وثقانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، الکمال الکامل المعلوم ج ۲ ص ۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

لے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۲۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد ریح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ہوتا ہے، حتیٰ کہ پورا حشفہ ظاہر ہو جائے، اور عورت پر واجب ہے کہ فرج کے اوپر جو کھال ہے اس کا پچھلا حصہ کاٹ دے، ہمارے جمہور اصحاب کے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ بچپن میں ان دونوں ختنوں کو کرنا جائز ہے واجب نہیں ہے، ایک قول یہ ہے کہ دل پر واجب ہے کہ بچہ کے بالغ ہونے سے پہلے اس کا ختنہ کرادے اور ایک قول یہ ہے کہ دس سال سے پہلے ختنہ کرنا حرام ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ ولادت کے ساتویں دن ختنہ کرنا مستحب ہے، ختنہ مشکل کے متعلق کئی اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ بلوغ کے بعد اس کا ختنہ کرنا واجب ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ جب تک اس کا ذکر یا موت نہ ہو نا معلوم نہ ہو اس کا ختنہ کرنا جائز نہیں، تیسرا قول یہ ہے کہ جس آدمی سے وہ پیشاب کرے یا جماع کرے اس کا ختنہ کر دیا جائے، اگر کوئی شخص بغیر ختنہ کے مر جائے تو اس میں تین قول ہیں، صحیح اور مشہور قول یہ ہے کہ اس کا ختنہ نہ کیا جائے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا ختنہ کیا جائے، تیسرا قول یہ ہے کہ بڑے کا ختنہ کیا جائے اور چھوٹے کا ختنہ نہ کیا جائے۔
علامہ ابن قدامہ حنفی لکھتے ہیں:

مردوں پر ختنہ کرنا واجب ہے، اور عورتوں پر ختنہ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ ان کی عزت کا سبب ہے، امام احمد نے فرمایا مردوں پر یہ حکم شدید ہے کیونکہ مرد جب ختنہ نہیں کرے گا تو اس کی کھال حشفہ پر لٹکی رہے گی اور اس کے اندر جو کچھ ہے اس کی صفائی نہیں ہو سکے گی، اور عورت کا معاملہ آسان ہے، ابو عبد اللہ نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مرد کے معاملہ میں سمجھا کرتے تھے، حضرت ابن عباس فرماتے تھے جو مرد ختنہ نہ کرائے اس کا جج ہے نہ نماز، حسن بھری یہ رخصت دیتے تھے کہ جو شخص اسلام لائے وہ اگر ختنہ نہ کرانے تو کچھ حرج نہیں ہے، وہ کہتے تھے کہ کئی سیاہ فام اسلام لائے اور ان میں سے کئی کی تفتیش نہیں کی گئی اور نہ ان کا ختنہ کرایا گیا، اور اس کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ شرمگاہ کا چھپانا واجب ہے تو اگر ختنہ کرنا واجب نہ ہوتا تو ختنہ کرنے کے لیے ختنوں کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز نہ ہوتا، نیز یہ مسلمانوں کے شمار میں سے ہے، اس لیے دیگر شائریٰ طرح یہ بھی ملتا ہے کہ اگر کوئی بڑھا شخص مسلمان ہو اور ختنہ کرنے سے اس کی جان کو خطرہ ہو تو اس سے ختنہ کا حکم ساقط ہو جائے گا، جیسا کہ غسلیٰ وغیرہ کا حکم جان کے خطرہ سے ساقط ہو جاتا ہے، ان اگر اس کو خطرہ نہ ہو تو پھر ختنہ کرنا لازم ہے۔ حنفی نے کہا میں نے ابو عبد اللہ سے ذکی کے متعلق سوال کیا جب وہ مسلمان ہو تو کیا اس کا ختنہ کیا جائے گا؟ انہوں نے کہا اس کے لیے ختنہ ضروری ہے میں نے پوچھا اگر وہ بڑھاپا ہو رخصتی ہو؟ انہوں نے کہا ان کے لیے ختنہ کرنا مستحب ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں ختنہ کرایا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ اَبْرٰهٖمَ (متھارے لیے) متھارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا)

(صح: ۷۸)

اور عورتوں کے حق میں بھی ختنہ مشروع ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم یحب بن شرف نووی متوفی ۷۶۷ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد النجاشی کراچی، ۱۳۷۵ھ

علیہ وسلم اذا جلس بين شعبها الأربع ومس
الختان الختان فقد وجب الغسل۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۵۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مرد
عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے اور
مرد کی ختنہ کی جگہ عورت کی ختنہ کی جگہ کو چھوے تو غسل
واجب ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ عورتیں بھی ختنہ کراتی تھیں، اور خلال نے اپنی سند کے ساتھ حضرت
شداد بن اوس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ختنہ کرنا مردوں کے لیے
سنت ہے اور عورتوں کے لیے تکویم ہے۔ ۱۔

علامہ درودیر مابکی لکھتے ہیں:
ولادت کے دن ختنہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ یہود کے افعال سے ہے، یہ اس وقت کو ناجائز
ہے، جب بچہ کو نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔ (یعنی سات سال کی عمر میں) مردوں کا ختنہ کرنا سنت ہے اور عورتوں
کا ختنہ کرنا مستحب ہے اور مستحب یہ ہے کہ عورت کی کھال کاٹنے میں مبالغہ نہ کرے۔ ۲۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:
عرب عورتوں کا ختنہ بھی کرتے تھے، جصاص نے کتاب ادب القضاہ میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ
عنه سے روایت کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ختنہ کرنا مردوں کے لیے سنت ہے اور عورتوں
کے لیے مکرمت (فضیلت) ہے۔ ۳۔

عالم گیری میں ہے:
ختنہ کرنے کے حکم میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ ختنہ کرنا سنت ہے، غرائب میں مذکور ہے
بھی صحیح قول ہے، ختنہ کرنے کے لیے مستحب وقت سات سال سے لے کر بارہ سال کی عمر ہے، سراجیہ میں ہے
بھی مختار قول ہے، بعض علما نے کہا ہے کہ ولادت سے لے کر سات سال کی عمر تک ختنہ کرنا جائز ہے، اسی
طرح جواہر الفوائد میں ہے، عورتوں کے ختنہ کے متعلق روایات مختلف ہیں، بعض مشائخ سے منقول ہے کہ یہ
سنت ہے، شمس الائمہ المکملانی نے خصاف کی ادب الفاضلی میں ذکر کیا ہے کہ عورتوں کا ختنہ کرنا مکرمت (فضیلت)
ہے، کسی لڑکے کا ختنہ کیا گیا اور پوری کھال نہیں کٹی تو اگر نصف سے زیادہ کھال کٹ گئی ہے تو یہ ختنہ ہے اور اگر
نصف یا نصف سے کم کھال کٹی ہے تو یہ ختنہ نہیں ہے (خزانة المفتاح) علوۃ النوازل میں مذکور ہے ایک بچہ
کا ختنہ نہیں کیا گیا اور اب شدت سے کھینچنے کے سوا اس کی کھال کو کاٹا نہیں جاسکتا اور اس کا ختنہ ظاہر ہوا اور کھینچنے
میں وہ مختون لگتا ہو تو ختنہ کے ماہرین کو دکھایا جائے اگر وہ کہیں کہ اس کا ختنہ کرنا مشکل ہے تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا
بوڑھا اور کمزور شخص اسلام لایا تو اگر ماہرین نے کہا کہ یہ ختنہ کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ غدر

۱۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المنی ج ۱ ص ۶۲-۶۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۲۔ علامہ ابوالبرکات سید احمد درودیر مابکی متوفی ۱۱۹۰ھ، الشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۳۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۵۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المیریہ مصر ۱۳۴۲ھ

کی وجہ سے واجب کو بھی ترک کر دیا جاتا ہے تو سنت کو ترک کرنا اولیٰ ہے (خلاصہ) ایک قول یہ ہے کہ جب بوجھا شخص خود ختنہ کر سکتا ہو تو کرے، ورنہ چھوڑ دے، ہاں اگر اس کے لیے ممکن ہو تو وہ شادی کرے یا ختنہ کرنے والی باندی کو خریدے اور وہ اس کا ختنہ کر دیں، بچہ کا ختنہ کیا گیا پھر کھال بڑھ گئی اگر اس کھال نے ختنہ کو ڈھانپ لیا ہے تو اس کا دوبارہ ختنہ کیا جائے ورنہ نہیں۔ ۱۷

(۲-۳) زیر ناف بال مونڈنے اور نعل کے بالوں کے اکھاڑنے کا حکم [علامہ یحییٰ بن شرف نورانی شافعی لکھتے ہیں:

زیر ناف بال مونڈنا سنت ہے اور اس سے مراد اس جگہ کی صفائی ہے، اس میں افشال بال مونڈنا ہے، اور بال کا ٹھا بھی جائز ہے، اور تو چٹا بھی جائز ہے اور چرنے سے بال صاف کرنا بھی جائز ہے، (اسی طرح کسی اور کمیائی عمل سے بھی بال صاف کرنا جائز ہے) اس سے مراد یہ ہے کہ آئہ تناسل اور اس کے ارد گرد جو بال ہیں ان کو کاٹ کر صاف کر دیا جائے۔ اسی طرح عدت کی اندام نہانی کے ارد گرد جو بال ہیں ان کو کاٹ کر صاف کر دیا جائے، اور ابوالعباس بن مزحج سے منقول ہے کہ حلقہ دبر کے ارد گرد جو بال ہوں ان کو بھی کاٹ کر صاف کر دیا جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اٹلی اور کھچلی دونوں شرمگاہوں اور ان کے ارد گرد بالوں کو کاٹ کر صاف کر دیا جائے اس کی میعاد کے متعلق یہ قول ہے کہ جب بال لمبے ہوں ان کو کاٹ دیا جائے، اسی طرح مونچھوں کو کاٹنے، نعل کے بالوں کو کاٹنے اور ناخن تراشنے کے متعلق کوئی مدت معین نہیں ہے جب بال اور ناخن بڑھ جائیں ان کو کاٹ لیا جائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مونچھیں کاٹنے، ناخن تراشنے، نعل اور زیر ناف بال نوپنے کے متعلق ہمارے لیے یہ مدت مقرر کی گئی ہے کہ ہم ان پر چالیس دن سے زیادہ نہ گزرنے دیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان چیزوں پر چالیس دن سے زیادہ نہ گزرنے دیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان چیزوں کو لازماً چالیس دن کے بعد کاٹا جائے۔ ۱۸

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

زیر ناف بالوں کو مونڈنا مستحب ہے، کیونکہ یہ فطرت (سنت الانبیاء) ہے اور ان بالوں کو چھوڑ دینا بے حیائی ہے اس لیے ان بالوں کو زائل کرنا مستحب ہے اور جس چیز سے بھی ان بالوں کو زائل کیا جائے جائز ہے کیونکہ ان بالوں کو زائل کرنا ہے، ابو عبد اللہ سے پوچھا گیا اگر کوئی شخص بچے بالوں کو قلعی سے کاٹ دے؟ کہا: اللہ و اللہ اس کو یہ عمل کافی ہوگا، پوچھا گیا اگر کوئی شخص بال نوپے؟ کہا: اس کی طاقت کون رکھتا ہے، اگر کوئی شخص چوٹے سے ان بالوں کو صاف کرے تو جائز ہے، البتہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی یا لڑکی کے سر کسی اور شخص کو اپنی شرمگاہ پر طلع ہونے دے۔ مروی ہے کہ جب کہ ابو عبد اللہ گھر میں زیر ناف چوٹے سے صاف کرتے تھے اس کے بعد حمام میں غسل کرتے جاتے تھے، بالوں کو مونڈنا چوٹے سے صاف کرنے سے افضل ہے، کیونکہ یہ حدیث کے موافق ہے، حضرت ابن عمرؓ فرمایا چوٹے سے بال صاف کرنا بہت ہے۔ نعل کے بالوں کو تو چٹا سنت ہے کیونکہ یہ فطرت (سنت الانبیاء) ہے اور ان بالوں کو چھوڑ دینا بے حیائی ہے

۱۷۔ ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۵ ص ۱۳۵، مطبع کبریٰ امیر یہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

۱۸۔ علامہ یحییٰ بن شرف نورانی متوفی ۶۷۱ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اگر ان بالوں کو مونڈ دیا یا چوڑے سے صاف کر لیا پھر بھی جائز ہے اور بالوں کو لہجنا افضل ہے کیونکہ یہ حدیث کے موافق ہے۔
علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ سروری نے کہا ہے کہ استحداد کا مسح ہے استرے سے زیرینات بالوں کو مونڈنا، علامہ خلیل نے کہا ہے کہ اگر زیرینات بالوں کو نوچ لیا جائے اور غسل کے بالوں کو مونڈ لیا جائے تو یہ کافی ہے کیونکہ مقصود نظافت ہے و علامہ ابی فرات نے ہیں مونڈنے سے بال زیادہ پیدا ہوتے ہیں اور بالوں کی کثرت سے میل زیادہ ہوتا ہے جس سے بدبو آتی ہے اور زیرینات بدبو کا محل نہیں ہے اس لیے زیرینات بالوں کو مونڈ لیا جائے اور غسل کے بالوں کو نوچ لیا جائے، علامہ نیشاپوری نے کہا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کے لیے زیرینات بال مونڈنے کی مدت چالیس دن مقرر کی ہے اور بغل کے بال جب بڑھ جائیں تو ان کو نوچ دے اور مونچھوں کو لہانہ ہونے دے اور ہر جمعہ کو ناخن تراشے۔ اس حدیث کا اتفاق ضایہ ہے کہ جب بال یا ناخن بڑھ جائیں تو ان کو کاٹ دیا جائے۔
علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

زیرینات بالوں کو مونڈنا اور غسل کر کے پرے بدن کو صاف کرنا ہفتہ میں ایک بار مستحب ہے اور غسل جمعہ کے دن ہے، ہر پندرہ دن کے بعد بھی جائز ہے اور چالیس دن کے بعد تک ترک کرنا مکروہ ہے۔
علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

فتاویٰ ہندیہ میں مذکور ہے نان کے نیچے سے بال مونڈنا شروع کرے، اور اگر چوڑے کے ساتھ بال صاف کیے (یا کسی اور گھبائی عمل سے) تو یہ بھی جائز ہے، اسی طرح فتاویٰ غرائب میں ہے، اسبابہ میں مذکور ہے کہ غورتوں کے لیے زیرینات بالوں کو نوچنا سکت ہے۔ بغل کے بالوں کو زائل کرنا بھی مستحب ہے، ان کو مونڈنا بھی جائز ہے اور نوچنا افضل ہے، حلق کے بالوں کو نہ مونڈے، امام ابو یوسف نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور شمرات میں ہے، بھنودوں کے بال اور چہرے کے بال مونڈنے میں بھی کوئی حرج نہیں بہ بشرطیکہ مونڈنے کے مشابہ نہ ہو، چالیس دن سے زیادہ تک زیرینات بالوں کو نہ کاٹنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور وہ شخص وعید کا مستحق ہے، علامہ ابو السعود نے ابن ملک کی شرح المشارق سے نقل کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہمارے لیے ناخن تراشنے اور مونچھیں کاٹنے اور بغل کے بال نوچنے کی یہ مدت مقرر کی گئی ہے کہ ہم ان کو چالیس راتوں سے زیادہ ترک نہ کریں۔ یہ ان مقدرات شرعیہ میں سے ہے جس میں رائے کا کوئی دخل نہیں ہے لہذا یہ حدیث حکماً مرفوعہ ہے۔

۱۔ علامہ مرقی الدوق عبد اللہ بن احمد بن تدار حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المعنی ج ۱ ص ۶۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ۔
۲۔ علامہ ابو عبد اللہ عبد بن خلف دمشقانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال الکمال العلم ج ۲ ص ۳۶، ۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ۔
۳۔ علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۸۸۰ھ، در مختار ج ۱ ص ۶۴ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۳۵ھ۔
۴۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۸۵ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۳۲ھ۔

مونچھیں کاٹنے کے متعلق مذاہب فقہاء | علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا سنت ہے، انسان کو اختیار ہے کہ خود مونچھیں تراشے یا کسی اور سے مونچھیں کٹوائے اس کے برعکس نفل کے بال اندر زینات بال دوسروں کے کٹوانا مردت اور حیاء کے خلاف ہے، مونچھیں کاٹنے کی ابتداء دائیں جانب سے کرے، مونچھیں کاٹنے کی حدیں مختار یہ ہے کہ اتنی مونچھیں کاٹے جس سے ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور مونچھوں کو جڑ سے نہ مٹائے جن روایات میں ہے "احضوا الشعار" مونچھوں کو مٹاؤ "ان کا محمل یہ ہے کہ جو مونچھیں ہونٹوں سے لمبی ہو جائیں تو ان کی اس زائد مقدار کو مٹاؤ۔ علامہ ابی یوسف لکھتے ہیں:

بعض روایات میں مونچھوں کے لیے احضاء کا لفظ ہے، بعض میں جڑ کا اور بعض میں انہماک کا لفظ ہے قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ علماء کوفہ میں اور سلف نے یہ کہا ہے کہ مونچھوں کے بال جڑ سے اکھاڑ دیے جائیں جیسا کہ ان احادیث کے ظاہر الفاظ کا تقاضا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ مونچھیں مونڈنے کو مشک قرار دیتے تھے اور مونچھیں مونڈنے والے کو سزا دیتے تھے، اور ان الفاظ کی تفسیر کی گئی ہے کہ مونچھیں کاٹ کر اتنی کم کر جائیں کہ ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور بعض علماء نے یہ کہا کہ دونوں باتوں کا اختیار ہے۔

(علامہ ابی یوسف لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ ان الفاظ میں یہ تصریح نہیں ہے کہ مونچھوں کو جڑ سے مونڈ دیا جائے ان تمام الفاظ میں جو معنی مشترک ہے وہ یہ ہے کہ مونچھوں کے لمبے بالوں کو کاٹ کر کم کیا جائے، روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی معاملہ پر غور کرتے تو اپنی مونچھوں کو کھینچ دیا کرتے تھے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہونٹوں کو طویل کی جانب سے کم نہیں کرتے تھے، اور مقصد یہ ہے کہ کھانے پینے کے دخل کو مونچھیں کم کر کے سات رکھا جائے اور محسوس کی مخالفت کی جائے کیونکہ وہ مونچھوں کو مونڈتے تھے، لہذا مستحسن یہ ہے کہ مونچھوں کو طویل اور مساحت کی جانب سے کم کیا جائے حتیٰ کہ ہونٹ کے کنارے ظاہر ہو جائیں، بعض مفاد یہ جو مونچھوں کو نہیں کاٹتے وہ احضاء کے امر کی مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ احضاء کا معنی ہے لمبی مونچھوں کو کاٹ کر کم کیا جائے، علاوہ ان مونچھیں بڑھانے میں کوئی بہت بھی نہیں ہے اور مونچھوں کو کاٹنا زینت کی وجہ سے مشروع کیا گیا ہے، بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ مونچھوں کو کاٹنا واجب ہے کیونکہ احضاء کا امر کیا گیا ہے، رخسار پر جو بال ہوتے ہیں شیخ ابو الحسن المتقیران کو زائل نہیں کرتے تھے اور دوسرے علماء ان بالوں کو زائل کرتے تھے، شیخ رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے، حلق پر جو بال ہیں ان کو بھی زائل کیا جائے اس کے برخلاف ڈاڑھی کے نچلے بالوں کو زائل نہ کیا جائے۔

ڈاڑھ پر جو بال ہیں ان کو بھی زائل کیا جائے اس کے برخلاف ڈاڑھی کے نچلے بالوں کو زائل نہ کیا جائے۔

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد، مطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
 ۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ دمشقی ابی یوسف متوفی ۲۰۸ھ، اکمال اکمال المسلم ج ۲ ص ۴۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا اور ان کو مٹانا دونوں امر جائز ہیں اور مٹانا اولیٰ ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اگر میت کی مونچھیں طویل ہوں تو ان کو کاٹ کر کم کرنا مستحب ہے، یہ حسن، بکر بن عبداللہ، سعید بن جبیر اور اسحاق کا قول ہے، اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک نے یہ فرمایا ہے کہ میت کی کسی چیز کو کاٹنا نہیں جائز ہے، لہذا کیونکہ میت کی کسی چیز کو کاٹنا غیر مستحب ہے، مثلاً ختنہ نہ، فقہاء شافعیہ کے اس میں دو قول ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مژدوں کو اس طرح سنوارو جس طرح انبیاء و اہل بیت کو سنوارتے ہو، اور وہ لوگوں کو حسین بنایا جاتا ہے اور مونچھوں میں جو چیز قبیح ہو اس کو زائل کیا جانے کا، کیونکہ اس کو اسی طرح چھوڑنے سے میت کی شکل قبیح النظر ہوگی، اس لیے اس کا ازالہ مشروع ہے جس طرح میت کے کھلے ہوئے منہ اور کھلی ہوئی آنکھوں کو بند کیا جاتا ہے، البتہ اگر وہ غیر مختون ہو تو اس کا ختنہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس سے میت کو ضرر ہوگا۔ (مونچھیں کاٹنے کے بعد بال میت کے ساتھ کفن میں رکھ دیے جائیں گے)۔

فائدہ عالم گیری میں ہے: مونچھوں کو کاٹ کر کم کیا جائے حتیٰ کہ وہ بھونڈوں کی طرح ہو جائیں (غیاثیہ) بعض سلف مونچھوں کی دو طرفوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ ان کو سبالہ کہتے ہیں (غرائب) امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں ذکر کیا ہے کہ مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا مستحسن ہے اور کم کرنے کا معیار یہ ہے کہ مونچھیں اوپر والے ہونٹ کے کنارے سے کم ہوں اور مونچھوں کا موٹا ہونا سنت ہے اور یہ مونچھیں کاٹ کر کم کرنے سے بہتر ہے، یہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے (محیط السخسی) مجاہدوں کے لیے لمبی مونچھیں رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے تاکہ اسلام دشمنوں کو ان کی شکل امیت ناک معلوم ہو (غیاثیہ)۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

مجتہبیٰ میں مذکور ہے مونچھیں مٹنا بدعت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سنت ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی اس کے تحت لکھتے ہیں: مجتہبیٰ نے امام طحاوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ملتقیٰ میں مذکور ہے کہ مونچھیں مٹانا سنت ہے، مجتہبیٰ نے امام طحاوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ مونچھیں مٹانا سنت ہے اور اس قول کو امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کی طرف منسوب کیا ہے اور مونچھوں کو کاٹ کر اتنا کم کرنا کہ وہ اوپر والے ہونٹ کے کنارے کے برابر ہو جائیں بالاجماع سنت ہے۔

۱۔ ڈاکٹر وہب زحلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۱، ص ۲۰۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۲۔ علامہ عبداللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۴۸۸ھ، المتفق ج ۲، ص ۲۱۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۳۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالم گیری ج ۵، ص ۳۵۸، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیر یہ بلاق مصر، ۱۳۱۰ھ

۴۔ علامہ ابن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۵، ص ۳۵۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۴ھ

۵۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵، ص ۳۵۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۴ھ

مصنف کے نزدیک مونچھیں منڈوانے کی امام ابو حنیفہ کی طرف نسبت صحیح نہیں ہے اور مونچھیں منڈوانا سنت کس طرح ہو سکتا ہے جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں منڈانے کو خیار حیوں کی علامت قرار دیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری (ج ۲ ص ۱۱۲۸)، سنن ابوداؤد (رج ۲ ص ۳۰۰)، سنن ابن ماجہ (ص ۱۶) اور مسند احمد (ج ۳ ص ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶) میں اس کی تصریح ہے۔ مونچھوں کے معاملہ میں توسع ہے، مونچھیں باریک رکھنا، مونڈنے کے کناروں تک مونچھیں رکھنا اور لمبی مونچھیں رکھنا بشرطیکہ بالائی ہونٹ کے کناروں سے اوپر ہوں، ہر طرح جائز ہے اور سنت مونچھوں کو کم کرنا ہے۔
 علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

ڈاڑھی کا لغوی معنی

الذیۃ اسم یجمع من الشعر ما نبت علی
 الحنین والذقن۔
 رخساروں اور ٹھوڑی پر اُگے ہوئے بالوں
 کے مجموعہ کو ڈاڑھی کہتے ہیں۔

علامہ کبیری بن مشرف نوی لکھتے ہیں:

(۵) ڈاڑھی کے متعلق فقہاء مشافعیہ کا نظریہ
 اصناف ۲ للحنیۃ کا معنی ہے ڈاڑھی کو چھوڑ دینا یعنی
 ڈاڑھی کو بڑھانا، ال نارس ڈاڑھی کترتے تھے، اشرعیت نے اس سے روک دیا، علماء نے فکرم کیا ہے کہ
 ڈاڑھی میں بارہ خصلتیں مکرہ ہیں اور بعض کی کراہت بعض سے زیادہ ہے، ان کی تفصیل یہ ہے:
 ۱۔ غرض جہاد کے نیز ڈاڑھی کو سیاہ رنگ سے رنگنا۔ ۲۔ ساجین کی نقل میں ڈاڑھی کو زرد رنگ سے رنگنا جبکہ
 اس میں اتباع سنت کا جذبہ نہ ہو۔ ۳۔ گندھک اور دیگر کیمیائی ثل سے جلد ڈاڑھی کو سفید کر لینا تاکہ لوگ بزرگ
 جانیں۔ ۴۔ حسن صورت کے لیے ڈاڑھی کے بال نوچنا یا مونڈنا۔ ۵۔ قصع سے ڈاڑھی کو قطار اور صف دار
 بنانا کہ عورتوں کو اچھی لگے۔ ۶۔ رخساروں کے بال بڑھا کر ڈاڑھی کو زیادہ کرنا یا عنقہ کے بال کاٹ کر ڈاڑھی کو
 کم کرنا۔ ۷۔ آرائش کے لیے ڈاڑھی میں کنگھا کرنا۔ ۸۔ سفید بالوں کو نوچنا۔ ۹۔ روبر کے اظہار کے لیے ڈاڑھی
 کے بال بکھرے ہوئے پرانہ رکھنا۔ ۱۰۔ اظہار شیخت کے لیے سفید بالوں اور اظہار شباب کے لیے سیاہ
 بالوں پر فقر کرنا۔ ۱۱۔ ڈاڑھی کے بالوں میں گرہ لگانا اور ڈاڑھی کی مینڈھیاں بنانا۔ ۱۲۔ ڈاڑھی کو مونڈنا یا انگو
 عورت کے ڈاڑھی نکل آئے تو اس کا ڈاڑھی مونڈنا مستحب ہے۔
 نیز علامہ نووی لکھتے ہیں:

احادیث میں ڈاڑھی کے متعلق اعقوا، اذقوا، ارحوا، ارحوا، وقصوا کے الفاظ وارد ہوئے ہیں ان سب
 کا تقاضا یہ ہے کہ ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے، ہمارے فقہاء اور دیگر علماء نے بھی یہی کہا ہے، تقاضا
 عیان رحمة اللہ نے کہا ہے کہ ڈاڑھی کا منڈانا، ڈاڑھی کا کتر دانا اور ڈاڑھی کو جلد نا مکروہ ہے البتہ ڈاڑھی کو طول
 اور غرض سے کاٹنا مستحسن ہے۔ ڈاڑھی کو لمبا کر کے سوا کرنا اور ڈاڑھی کو چھوٹا کرنا مکروہ ہے، متقدمین کا اس میں

اختلاف ہے کہ ڈاڑھی کی کوئی حد ہے یا نہیں بعض متقدمین نے ڈاڑھی کی بالکل حد مقرر نہیں کی، البتہ ڈاڑھی کو اس طرح نہ چھوڑ دیا جائے جس سے وہ بُری معلوم ہو اور اس کو کاٹ کر کم کر لے، امام مالک نے بہت لمبی ڈاڑھی کو مکروہ کہا ہے، بعض علماء نے یہ حد مقرر کی ہے کہ قبضہ سے زیادہ ڈاڑھی کو کاٹ دیا جائے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ حج اور عمرہ کے سوا ڈاڑھی کے بال کاٹنا مکروہ ہے۔ ۱۷

ڈاڑھی کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ | علامہ دمشقانی ابی مالکی لکھتے ہیں، خاصی عیاض مالکی نے کہا ہے: **ڈاڑھی** اور لمبی ڈاڑھی رکھنا بھی اسی طرح مکروہ ہے جس طرح کٹوانا مکروہ ہے اور ڈاڑھی کو طولا اور عرضاً کاٹ کر کم کرنا مستحسن ہے، بعض متقدمین نے ڈاڑھی کم کرنے کی کوئی حد مقرر نہیں کی اور یہ کہا ہے کہ ڈاڑھی کو حد قسز تک نہ چھوڑا جائے اور بعض علماء نے قبضہ کو حد مقرر کیا ہے اور بعض علماء نے کہا کہ حج اور عمرہ کے سوا ڈاڑھی کو کم نہ کیا جائے۔ علامہ ابی فراتے ہیں میں کہتا ہوں کہ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو ڈاڑھی کے ساتھ مزین کیا ہے اور جب ڈاڑھی زینت ہے اور اس کو طولا و عرضاً کم کر کے حسین بنانا مستحسن ہے، اور کاٹنے کی حد یہ ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ دیا جائے، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے قبضہ سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ دیا تھا یہ اس شخص کے متعلق ہے جس کی ڈاڑھی زیادہ ہو لیکن جس کی ڈاڑھی زیادہ نہ ہو تو وہ اتنی مقدار کے بعد ڈاڑھی کو طولا و عرضاً کاٹ دے جس سے ڈاڑھی میں حسن ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے اگر یہ اعتراض ہو کہ ڈاڑھی کو طولا و عرضاً کاٹ کر حسین بنانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے خلاف ہے کہ ڈاڑھی چھوڑ دو، اس کا جواب یہ ہے کہ ڈاڑھی چھوڑنے یا بڑھانے کا حکم مشرکین کی وجہ سے ہے کیونکہ مکروہ ڈاڑھی منڈاتے تھے، اور ان سے مخالفت اس طرح ہو گئی کہ یا تو ڈاڑھی بالکل نہ کاٹی جائے یا تحسین کے لیے تھوڑی سی کاٹی جائے، اس لیے صحیح دہی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ ۱۸

علامہ ابوالولید باجی مالکی لکھتے ہیں: امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ڈاڑھی اور مونچھوں کو اتنی مقدار تک کاٹنا مستحب ہے جس سے ان کا پیدائشی حال متغیر نہ ہو اور ڈاڑھی اور مونچھوں کو بالکل کاٹ دینا مثلب ہے جسے عورت کے ہنر کے بال کاٹنا مثلب ہے اس لیے ڈاڑھی اور مونچھوں کو بالکل کاٹنے سے منع کیا جائے، اسی طرح ڈاڑھی اور مونچھوں میں ایسے کام سے منع کیا جائے گا جس سے ان کی خلقت متغیر ہو اور مثلب کا ارتکاب لازم آئے، اور اگر ڈاڑھی اتنی زیادہ ہو جائے جس کی وجہ سے وہ خوبصورتی کی حد سے نکل جائے اور بھری ہوئی اور منتشر ہونے کی حد کو پہنچ جائے اور اتنی لمبی ڈاڑھی کو باقی رکھنا مثلب ہو تو اس کو کم کرنا مشروع ہے۔ ۱۹

۱۷۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۶۷ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۹، مطبوعہ دارالاحیاء التراث العربی، ۱۳۷۵ھ

۱۸۔ علامہ ابوعبد اللہ محمد بن قسطلہ دمشقانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال الکمال المعلوم ج ۲ ص ۱۳۹، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۱۹۔ علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۷۲ھ، المستفتی ج ۲ ص ۳۲، مطبوعہ مطبع السعادیہ مصر، ۱۳۳۲ھ

ڈاڑھی کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ : ڈاکٹر مہر زحلی لکھتے ہیں :

و قد حرم المالکیۃ والحنابلۃ حلقها ولا
یکرم ما زاد علی القبضۃ ولا اخذ ما تحت حلقہ
لفعل ابن عمر رضی اللہ عنہما

فقہاء حنبلیہ اور مالکیہ نے ڈاڑھی مونڈنے کو
حرام قرار دیا ہے اور قبضہ سے زائد ڈاڑھی کاٹنا
مکروہ نہیں ہے اور حلق کے نیچے کے بالوں کا
کاٹنا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ
عنہما نے یہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں :

ڈاڑھی کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ :

علامہ کاکی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک ڈاڑھی کا طول ایک قبضہ کی
مقدار ہے اور اس سے زیادہ ڈاڑھی کو کاٹنا واجب ہے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو طول سے کاٹ کر کم کرتے تھے، اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو طول اور عرض سے کاٹ کر کم کرتے تھے، ابن کثیر ہوں کہ یہ حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو قبضہ کے بعد کاٹتے تھے، اہل اس سلسلہ میں دو اثر مرقی ہیں، امام ابو داؤد اور نسائی نے روایت
کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹتے تھے، امام بخاری نے بھی اس کو قلیقاً ذکر کیا ہے
اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹتے تھے، البتہ
یہ آثار اس حدیث کے معارض ہیں جس میں ہے مونچھوں کو ترشواؤ اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ صحیح بخاری و صحیح مسلم
اس کا یہ جواب ممکن ہے کہ ڈاڑھی بڑھانے سے مراد یہ ہے کہ ساری ڈاڑھی کو منڈایا نہ جائے جس طرح مجوس منڈاتے
ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مونچھیں ترشواؤ، ڈاڑھیاں
بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو، کیونکہ مجوس ڈاڑھیاں منڈاتے تھے اور مونچھیں بالکل نہیں کاٹتے تھے، محیط
میں ہے ڈاڑھی بڑھانے میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا کہ ڈاڑھی کو چھوڑ دے حتیٰ کہ ڈاڑھی گھنی اور بڑھی
جو باٹے، اور کاٹ کر کم کرنا سخت ہے جو ڈاڑھی قبضہ سے زائد ہو اس کو کاٹ دے۔

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں :

اگر یہ کہا جائے کہ اعضا الدھی کا کیا معنی ہے کیونکہ تم جانتے ہو کہ اعضا داکثر ہے اور جب
ڈاڑھی کو چھوڑ دیا جائے تو وہ طولاً عرضاً بہت بڑھ جائے گی اور رنگ اس کا ملاق اڑائیں گے، اس کا جواب یہ ہے
کہ ڈاڑھی کا بڑھانا ممنوع ہے اور اس کا کاٹنا واجب ہے اور اس کی حد میں متقدمین کا اختلاف ہے کہ جب ڈاڑھی
طولاً قبضہ سے بڑھ جائے اور عرضاً پھیل جائے تقریباً قیبح ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں

۱۔ ڈاکٹر مہر زحلی، الفقہ الاسلامی وادلہ، ج ۱ ص ۲۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۲۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمد بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۱ ص ۱۳۲۵-۱۳۲۴، مطبوعہ مطبعہ فنیہ لڑکھنؤ

نے دیکھا کہ ایک شخص نے اپنی ڈاڑھی کو چھوڑا ہوا تھا، آپ نے اس کی ڈاڑھی کو کھینچا اور کہا میرے پاس قینچی لاؤ، پھر ایک شخص سے کہا اس کے ہاتھ کے نیچے جو ڈاڑھی ہو اس کو کاٹ دو، پھر فرمایا جاؤ اپنے بالوں کو سنوارو یا خراب کرو تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو اس طرح چھوڑ دیتا ہے جیسے وہ درندوں میں سے ایک درندہ ہو، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹ دیتے تھے، حضرت ابن عمر سے بھی اسی طرح روایت ہے، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ ڈاڑھی کو طولاً عرضاً کاٹنے اور ڈاڑھی کو بہت زیادہ نہ کاٹنے اور انہوں نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی، البتہ میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ڈاڑھی عورت اور بزرگوں کی غاوت سے بڑی نہ ہو اس کو نہ کاٹنے اور عطا نے کہا کہ جب ڈاڑھی لمبی اور بڑی ہو جائے تو اس کو طولاً اور عرض سے چھوڑا سا کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس پر امام ترمذی کی اس روایت سے استدلال کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم طولاً و عرضاً ڈاڑھی کو کاٹتے تھے۔ ۱۰

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

واستدل بہ الجمہور علی ان الاصلی ترک اللحية علی حائہا وان لا یقطع منها شیء وهو قول الشافعی واصحابہ وقال عیاض یکرہ حلقها وقصرها وتحذیقها وقال القزطی فی المفہم لا یجوز حلقها ولا تنفیها ولا قص الکثیر منها قال عیاض واما الاخذ من طولها فحسن قال ویکرہ الشہرۃ فی تعظیہا کما یکرہ فی قصہا وجزہا وقد اختلفت السلف هل لذلک حد فمنہم من لم یحد شیئاً فی ذلک الا انہ لا یتروک بعد الشہرۃ ویاخذ منها وکرہ ما لک طولہا جدا ومنہم من حدہ بما زاد علی القبضۃ فیزال ومنہم من کرہ الاخذ منها الا فی حجب او عورتہ ۱۱

اس حدیث (ڈاڑھیاں بڑھاؤ) سے چھوڑنے یہ استدلال کیا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور اس کو بالکل نہ کاٹا جائے، امام شافعی اور ان کے اصحاب کا یہی قول ہے، اور قاضی عیاض مابکی نے کہا ہے کہ ڈاڑھی کو مونڈنا اور کاٹنا مکروہ ہے، علامہ قرطبی نے مفہم میں کہا ہے کہ ڈاڑھی کو مونڈنا، نوجنا اور اس کا زیادہ حصہ کاٹنا جائز نہیں ہے، اور قاضی عیاض نے کہا کہ ڈاڑھی کو طولاً کاٹنا مستحسن ہے، اور اس کو مد تسخر تک لمبا کرنا مکروہ ہے، اسی طرح اس کو کاٹنا بھی مکروہ ہے یعنی زیادہ کاٹنا مستقیم کا۔ اس میں اختلاف ہے کہ ڈاڑھی کاٹنے کی کوئی حد ہے یا نہیں؟ بعض نے کہا اس کی کوئی حد نہیں ہے، البتہ اس کو اتنا لمبا نہ کرے کہ یہ مد تسخر کو پہنچ جائے اور اس سے کچھ قدر کاٹ لے، امام مالک نے اس کے بہت زیادہ طول کو مکروہ کہا ہے اور کہا ہے کہ جب ڈاڑھی قبضہ سے زیادہ ہو تو اس کو کاٹ دیا جائے

۱۰۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۷-۴۸، مطبوعہ ادارۃ المطابع النیریہ مصر ۱۳۴۴ھ
 ۱۱۔ علامہ سید محمد رفیع ترمذی ترمذی متوفی ۱۲۰۵ھ، اشعۃ السادۃ السعیدین ج ۲ ص ۱۱۹، مطبوعہ مطبعہ مینہ مصر ۱۳۱۱ھ

اور بعض نے کہا ہے کچ اور عمرو کے موتی کے
سوا ڈاڑھی کو کاٹنا مکروہ ہے۔

اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ جہورائہ کے نزدیک ڈاڑھی بڑھانا اولیٰ ہے، جس کا تقاضا ہے کہ
ڈاڑھی کاٹ کر کم کرنا خلاف اولیٰ ہے، حرام نہیں ہے۔
علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

ولا يفعل تطويل اللحية اذا كانت بقدر
المسنون وهو القبضة۔^{۱۷}

ڈاڑھی کو لمبا کرنے کے قصد سے تیل نہ لگایا
جائے جب کہ ڈاڑھی قدر مسنون کے مطابق ہو اور
وہ (قدر مسنون) قبضہ ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

وهو في القدر المسنون في اللحية القبضة۔^{۱۸}

ڈاڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وهو القبضة۔^{۱۹}

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وهو القبضة۔^{۲۰}

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وهو القبضة۔^{۲۱}

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وهو القبضة۔^{۲۲}

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ قاری حنفی لکھتے ہیں:

اقول ينبغي ان يدرج في اخذها لتصحيح

میں کہتا ہوں کہ ڈاڑھی کو اس قدر کاٹنا چاہیے
کہ اس کی مقدار ایک قبضہ ہو جائے جو کہ سنت اور
میانہ روی کا متعارف طریقہ ہے۔

مقدار قبضة على ما هو السنة والاعتدال

المتعارف۔^{۲۳}

۱۷۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی کبیر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، برایہ اولین ص ۲۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ لبنان

۱۸۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، نسخۃ القدر ج ۲ ص ۲۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ مکہ

۱۹۔ علامہ بدر الدین محمد بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۱ ص ۱۳۴۲، مطبوعہ مطبعہ منشئ نوکشتہ کھفہ

۲۰۔ علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۷۹۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۰، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

۲۱۔ علامہ عثمان بن زعلی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین المحتالین ج ۱ ص ۳۳۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ لبنان

۲۲۔ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، حاشیۃ الدرر والفرح ج ۱ ص ۲۰۸، مطبوعہ مطبعہ عامہ شریفہ مصر، ۱۳۰۴ھ

۲۳۔ علامہ ابن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، امروقات ج ۸ ص ۲۹۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ لبنان، ۱۳۹۰ھ

علامہ ملاؤ الدین السبکی نے لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وهو القبضة . ۱۰

علامہ شامی لکھتے ہیں:

(والسنة فيها القبضة) وهو ان يقبض الرجل

لحيته مما زاد منها على قبضة قطعه . ۱۱

علامہ طحاوی لکھتے ہیں:

واما اللحية فتدكر محمد في الآثار عن الامام

ان السنة ان يقطع ما زاد على قبضة يده . ۱۲

ڈاڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔

ڈاڑھی میں سنت قبضہ ہے، اور وہ یہ ہے

کہ مرد اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر قبضہ سے زائد کو کاٹ دے۔

امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابو حنیفہ

سے یہ نقل کیا ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی کا کاٹنا سنت ہے۔

فادی عالم گیری میں ہے:

والقص سنة فيها وهو ان يقبض الرجل

لحيته فان زاد منها على قبضة قطعه كذا ذكر

محمد رحمه الله في كتاب الآثار عن ابي حنيفة

رحمه الله تعالى وقال بهناخذ كذا في محيط

السرخسي . ۱۳

ڈاڑھی میں کاٹنا سنت ہے اور وہ یہ ہے کہ

مرد اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں سے اور مٹھی سے زائد کاٹ

دے، امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابو حنیفہ

سے اسی طرح نقل کیا ہے، اور کہا ہے کہ ہم اسی قول

کو اختیار کرتے ہیں، اسی طرح محیط سرخسی میں ہے۔

ہم نے بارہ مستند فقہاء کی عبارات مزید سے یہ واضح کر دیا ہے کہ قبضہ متعارف اور مسنون طریقہ ہے اس

کو واجب کہنا صحیح نہیں ہے، لہذا فادی نے جو لکھا ہے کہ ڈاڑھی کا کاٹنا عجیبوں، فریگیوں اور بے دین قلندروں

کا طریقہ ہے اس سے ان کی مراد ڈاڑھی کو بہت زیادہ کاٹنا ہے، کیونکہ ملا علی قاری نے قبضہ کو سنت اور

مستحب بھی لکھا ہے، لکھتے ہیں:

فالتقدير لو اخذت شواحي لحيته طولا

وا عرضاً وتوكتم قدر المستحب وهو

مقدار القبضة وهي الحد المتوسط بين

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو تمادہ کو

ڈاڑھی کاٹنے کا حکم دیا تھا) اس میں حکماً یہ ارشاد ہے

کہ اگر تم ڈاڑھی کو طویلاً و عرضاً لو اور قدر مستحب چھوڑ دو

۱۰۔ علامہ ملاؤ الدین السبکی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی الممشی الدرر ج ۲ ص ۱۵۵ ج ۵ ص ۳۵۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ اعظمیہ

۱۱۔ علامہ سید محمد امین ابن نابین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۵۹،

۱۲۔ علامہ سید احمد بن محمد طحاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحاوی علی مرقاۃ المفاتیح ص ۱۴۱، مطبوعہ مطبعہ مسطقی البانی واولاد مصر ۱۳۵۶ھ

۱۳۔ لانظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فادی عالم گیری ج ۵ ص ۳۵۸، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بلاق مصر ۱۳۱۰ھ

۱۴۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۲ھ، مرقاۃ ج ۲ ص ۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ لبنان، ۱۳۹۰ھ

الطرحین المذمومین من ارسالها مطلقاً ومن حلقها وقصها علی وجه استیصالها لہا
(تو ہتر ہے) اور وہ قدر مستحب قبضہ کی مقدار ہے
اور یہ مطلقاً ڈاڑھی چھوڑنے یا منڈوانے اور جڑے
کاشنے کی افراط اور تقریط والی مذموم جانوں میں حد
متوسط ہے۔

اسی طرح علامہ زبیدی حنفی نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک ڈاڑھی بڑھانا مستحب ہے لکھتے ہیں:
واستدل بہ الجمہور علی ان الہ ولی ترک
اللحمیۃ علی حالہا وان لا یقطع منها
شیء۔ ۱۔ ۱۰
اس حدیث میں (واعفوا النخی) سے جمہور
نے یہ استدلال کیا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ ڈاڑھی کو
اپنے مال پر چھوڑ دیا جائے اور اس میں سے کچھ
کاٹا جائے۔

امام ابو حنیفہ سے لے کر علامہ شامی تک ان تمام مستند اور مسلم فقہانے یہ تصریح کی ہے کہ ڈاڑھی میں قبضہ
سنت ہے۔ اور ایک متاخر عالم شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس شخص اپنی رائے سے یہ لکھا کہ قبضہ واجب
ہے اور فقہاء کی ان عبارات میں سنت سے مراد یہ ہے کہ قبضہ کا وجوب سنت سے ثابت ہے اور بعد کے
بعض علماء نے بھی شیخ رحمہ اللہ کی پیروی کی (واضح ہے کہ شیخ نے قبضہ کو واجب لکھا ہے لیکن وجوب پر کوئی دلیل
ذکر نہیں کی)۔

ہمارے نزدیک عبارات فقہاء میں شیخ رحمہ اللہ کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے کیونکہ تاویل کی ضرورت اس وقت
ہوتی ہے جب دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ سے قبضہ کا وجوب ثابت ہوتا اور اس کے برخلاف فقہاء نے قبضہ
کو سنت کہا ہوتا، تب یہ کہنا درست ہوتا کہ یہاں سنت سے مراد یہ ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت
ہے جب کہ یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ فقہاء کا قبضہ کو سنت اور مستحب کہنا دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ
کے مطابق ہے، اور اگر دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ کا لحاظ کیے بغیر اس تاویل کو جائز قرار دیا جائے تو پھر فقہاء کی
اصطلاحی تصریحات، باریجہ اطفال بن جائیں گی، اور ہر شخص اپنی رائے کے مطابق فقہاء کی تصریحات کو تبدیل کر سکے گا
واجب کہ کہہ دے گا یہ ثابت کے معنی میں ہے، فرض کو کہہ دے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکم نہیں
ہے لہذا اس کا کرنا ضروری نہیں ہے اور حکم کو کہہ دے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فرض نہیں ہے، لہذا
اس کا ترک ضروری نہیں ہے اور اس کا فعل جائز ہے۔ العیاذ باللہ!

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی تمام علمی خدمات اور عظمتوں کے باوجود بشر اور انسان تھے، نبی اور رسول
تھے ان کی رائے میں غلط ہو سکتی ہے، نیز ان کو ایک محدث کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے ان کو تعقیب نہیں

۱۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ شرح مسند امام اعظم ص ۲۱۰ مطبوعہ مطبعہ محمدی لاہور ۱۳۰۷ھ

۲۔ علامہ سید محمد رفیع حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، امتحان السادة المتقین ج ۲ ص ۲۱۹ مطبوعہ مطبعہ سیدہ مصر ۱۳۱۱ھ

۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۲۵۲ھ اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۱۲، ملخصاً، مطبوعہ مطبعہ تیج کمار لکھنؤ

مانا گیا نہ ان کی کسی کتاب کو کتب قانونی میں شمار کیا گیا ہے اور اگر کوئی شخص شیخ عبدالحق کو معصوم ماننے پر ہی مصر جو بان کو مجتہد مطلق قرار دیتا ہو تو پھر ان تمام فقہاء کی عبارات میں تاویل کرنے کی بجائے خود شیخ رحمہ اللہ کی عبارت میں تاویل کر لی جائے اور یہ کہا جائے کہ شیخ رحمہ اللہ نے جو قبضہ کو واجب کہا ہے تو یہ واجب بمعنی ثابت ہے اور یہ جو نکاح ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ثبوت سنت میں موجود ہے۔ باقی یہ جو کہا جاتا ہے کہ عید واجب ہے اور اس کو سنت کہا گیا ہے اس کا اور دیگر شہادت کا جواب شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ملاحظہ فرمائیے۔

ڈاڑھی کے متعلق مصنف کا نظریہ | نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

عَشْرٌ مِنَ الْفَطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَاعْفَاءُ
الْأُحْيَةِ الْحَدِيث - ۱۷

دس چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں ان میں سے ایک مونچھیں کاٹ کر کم کرنا اور دوسری ڈاڑھی بڑھانا ہے۔ (الحديث)

جب زبان رسالت سے ڈاڑھی بڑھانے کو سنت قرار دینے کی تصریح کر دی گئی ہے تو اب بعد کے کسی شخص کو ڈاڑھی میں قبضہ کی مقدار کو واجب قرار دے کر زبان رسالت کو منسوخ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، بعد کا کوئی شخص کتنا ہی معظّم اور مکرم کیوں نہ ہو اور اس کی دینی خدمات کتنی ہی دقیق کیوں نہ ہوں اس کے قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حدیث پر ترجیح نہیں دی جاسکتی! اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں کا ذکر کر کے ان کا ایک ہی حکم بیان کیا ہے اور وہ ہے فطرت یعنی انبیاء سابقین کی سنت اور وہ دس چیزیں یہ ہیں: مونچھیں کاٹ کر کم کرنا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، انگلیوں کے جوڑ دھونا، نعل کے بال نرچنا، زیر ناف بال مونڈنا، پانی سے استنجاء کرنا، کھل کرنا اور قنہ کرنا عجیب بات یہ ہے کہ یہ لوگ اس حدیث میں مذکور باقی نو چیزوں کو سنت مانتے ہیں اور قبضہ تک ڈاڑھی بڑھانے کو واجب کہتے ہیں جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں مذکور دس چیزوں کو صراحتاً سنت قرار دیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ کسی کو اور بیشی اور اپنی رائے کے دخل کے بغیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو من و عن تسلیم کر لیا جائے اور ان خود آپ کی حدیث میں کسی ترمیم اور تفسیح کرنے کی جرات نہ کی جائے کیونکہ ہم مومن مبلغ ہیں اور شارع نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ہمارے نزدیک ڈاڑھی منڈانا مکروہ تحریمی یا حرام ظنی ہے اور مطلقاً ڈاڑھی رکھنا واجب ہے (میں نے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی منڈانے کی مخالفت کا حکم دیا ہے (الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۸۴) اور چونکہ احکام میں عرف اور عادت کا اعتبار ہوتا ہے اس لیے ڈاڑھی کے تحقق کے لیے ڈاڑھی کی اتنی مقدار ہونی چاہیے جس پر عرف میں ڈاڑھی کا اطلاق ہو سکے خواہ وہ قبضہ سے ایک آدھ انگلی کم ہو، اور معمولی اور

ضعیف سی ڈاڑھی یا بخششی ڈاڑھی پر عورت اور عادت میں مطلقاً ڈاڑھی کا اطلاق نہیں ہوتا، بلکہ اس کو بخششی ڈاڑھی یا فریج کٹ ڈاڑھی کہتے ہیں، سو ایسی ڈاڑھی سے ڈاڑھی رکھنے کے حکم پر عمل نہیں ہوگا، اور قبضہ تک ڈاڑھی رکھنا فقہاء کی تصریحات کے مطابق سنت ہے اور بظاہر یہ سنت غیر موکد وہ ہے کیونکہ قبضہ کی تاکید کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث منقول نہیں ہے۔

تاہم عام مسلمانوں کو عموماً اور علماء اور مشائخ کو خصوصاً ایسی ڈاڑھی رکھنا چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک دراز اور گھنی تھی جو سینہ مبارک کو بھر لیتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ صورت اور سیرت میں آپ کی کمال اتباع کی جائے۔ اس مسئلہ میں افراتفری سے بچنا چاہیے، ڈاڑھی دراز اور گھنی رکھنی چاہیے لیکن اگر کسی مسلمان کی ڈاڑھی قبضہ سے کم ہو تو اس کو ناقص صلن کہنے، شریعت میں مداخلت کرنے اور ایک مسلمان کی عزت اور حرمت کو پامال کرنے سے گریز کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نفس اور انانیت کے شر سے محفوظ رکھے، امراط مستقیم پر قائم رکھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نصیب فرمائے اور بلا دلیل اور بے سند اقوال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور صریح احادیث پر ترجیح دینے کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

۱۔ بی کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق مذاہب فقہاء

کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا دونوں چیزیں وضو میں واجب ہیں، کیونکہ منہ اور ناک چہرہ میں داخل ہیں اور سب کے نزدیک چہرہ کو دھونا واجب ہے، ابن المبارک، ابن ابی لیلیٰ اور اسحاق کا یہی مذہب ہے، طحاوی بھی یہی منقول ہے، اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ صرف ناک میں پانی ڈالنا واجب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وضو کرے وہ ناک میں پانی ڈالے، یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور یہ امر (حکم) واجب کا تقاضا کرتا ہے، کیونکہ ناک ہمیشہ کھلی رہتی ہے اور اس کو بند کرنے کے لیے کوئی ٹیڑھی غلاف نہیں ہے جیسا کہ منہ ہونٹوں سے بند رہتا ہے، امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا دونوں واجب ہیں اور وضو میں دونوں سنت ہیں، فقہاء احناف اور ثوری کا بھی یہی مذہب ہے، کیونکہ غسل میں ہر اس چیز کو دھونا واجب ہے جس کو دھونا ممکن ہو شواہد گھنے بالوں کی جڑوں کو دھونا واجب ہے اس کے برخلاف وضو میں اس طرح واجب نہیں ہے، اور امام مالک اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ غسل اور وضو دونوں میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے واجب نہیں ہے، حسن، حکم، حاد، قتادہ، ربیعہ، یحییٰ انصاری، لیث اور ازاعی کا بھی یہی مسلک ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عشر من الفطرة "دس چیزیں فطرت میں سے ہیں اور ان میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر کیا اور فطرت سنت ہے اس سے معلوم ہوا کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے نیز ناک اور منہ باطنی عضو ہیں اس لیے ان کا دھونا واجب نہیں ہے جس طرح ڈاڑھی کے باطن اور آنکھ کے اندرونی حصہ کا دھونا واجب نہیں ہے، نیز وجہ چہرہ اس کو کہتے ہیں جو صوابہ و مخاطب کے

بالقابل ہو اور منہ اور ناک کا باطن مخاطب کے مواجہ نہیں ہوتا، ہماری دلیل یہ ہے کہ سنن دارقطنی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وضو میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے بغیر چاہے نہیں بغیر جس شخص نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بیان کیا اس نے آپ کی کل کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا بھی بیان کیا اور آپ کا کسی فعل پر مداومت کرنا اس کے وجوب کا مؤید ہے اور کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا فطرت میں سے ہونا اس کے وجوب کے منافی نہیں ہے، کیونکہ فطرت واجب اور مستحب کو بھی شامل ہے، اسی وجہ سے ختنہ کو بھی فطرت میں شامل کیا گیا ہے حالانکہ ختنہ کرنا واجب ہے۔ ۱۵

علامہ ابن قدامہ غنبل نے جو یہ کہا ہے کہ ناک اور منہ چہرے میں داخل ہیں اور چہرہ کا دھونا واجب ہے یہ اس لیے مخدوش ہے کہ ناک اور منہ کا ظاہر حصہ چہرہ میں داخل ہے اور اس کو دھونا بالاتفاق واجب ہے اور بحث ناک اور منہ کے اندرونی حصہ میں سے اور وہ چہرہ میں داخل نہیں ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امر استحباب کے لیے ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مستحق علامہ نووی نے کھا ہے کہ یہ راویوں کے اعتبار سے ضعیف ہے اور منقطع ہے۔ ۱۶ اور جس فعل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دائماً کیا ہو اس کا واجب ہونا لازم نہیں ہے اور نہ یہ وجوب کو ثابت کرنے کا قاعدہ ہے کیونکہ فقہا طہلیہ کے نزدیک بھی دائیں عضو کو بائیں سے پہلے دھونا واجب نہیں ہے ۱۷، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں جانب سے ابتداء کرنے پر مواظبت کی ہے، اور تمام محدثین اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ فطرت کا معنی سنت ہے اور ختنہ پر قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ ختنہ بھی ہمارے نزدیک سنت ہے۔

(۱۵) انگلیوں کے جوڑ دھونے کے متعلق مذاہب فقہاء | انگلیوں کے جوڑ دھونا مستقل سنت ہے یہ وضو کے ساتھ مختص نہیں ہے، کانوں کے سواغ میں جو میل ہوتا ہے، اس کو نکال کر کان صاف کرنا بھی اس کے ساتھ لاحق ہے، اسی طرح ناک کے اندر جو میل ہوتا ہے، پسینہ اور گرد و غبار کی وجہ سے جسم کے جس حصہ پر بھی میل ہو اس کو صاف کرنے کا یہی حکم ہے۔ ۱۸

نیل پالش اور مہندی سے وضو کا حکم | علامہ ملاؤ الدین السبکی کہتے ہیں: اگر اعضا وضو پر پھیر یا پسو کی بیٹ لگی ہو اور اس کے نیچے پانی نہ نیچے تو وہ طہارت سے مانع نہیں ہے (کیونکہ اس سے بچنا عادتاً ممکن نہیں ہے، شامی) اور مہندی، میل، خیل اور چکنا ہٹ یا ناخن میں کیچڑ اور چکنا ہٹ ہر تہ و وہ طہارت سے مانع نہیں ہے (علامہ شامی نے لکھا ہے اگر اعضا وضو پر آٹا لگا ہو تو وہ طہارت سے مانع ہے کیونکہ اس میں لزوجت اور صلابت ہے

۱۵۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن محمد بن قدامہ غنبل متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۱۶۔ علامہ یحییٰ بن مشرف نووی متوفی ۶۷۴ھ، شرح المہذب ج ۱ ص ۳۶۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۱۷۔ علامہ عبداللہ بن محمد بن قدامہ غنبل متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۹۳، ۱۴۰۵ھ

۱۸۔ علامہ یحییٰ بن مشرف نووی شافعی متوفی ۶۷۴ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

جو پانی کے نفوذ سے مانع ہے) اور اگر اس کی انگوٹھی سنگ ہو تو اس کو تار دے یا اس کو ہلٹے۔ لے
اعضاؤ ہنر کو دھونا فرض ہے اس لیے اگر ان پر ایسی چیز لگا ہے جو جسم میں پانی کے نفوذ سے مانع نہیں ہے
جیسے ہندی وغیرہ تو وہ طہارت سے مانع نہیں ہے اور اس پر دھو جاؤ گے اور اگر ایسی چیز ہے جس کا
جسم ہے اور وہ پانی کے نفوذ سے مانع ہے جیسے نیل پالش تو وہ طہارت سے مانع ہے اور اس پر پانی
ہانے سے وضو نہیں ہوگا۔

(۹)۔ مسواک کے متعلق مذاہب فقہاء [خلاصہ یہ ہے کہ داؤد و ظاہری کے نزدیک مسواک کرنا واجب
ہے اور باقی تمام فقہاء کے نزدیک مسواک کرنا سنت ہے اور جیسا کہ امام ربیع اور فقہاء کی تصریحات سے
گذر چکا ہے کہ مخصوص نگوہی سے دانت صاف کرنا شرط نہیں ہے کسی چیز سے بھی دانت صاف کر لیے جائیں
تو سنت ادا ہو جائے گی۔

(۱۰)۔ پانی سے استنجاء کرنا [اس حدیث میں انتخاص الماء کا لفظ مذکور ہے اس کی تشریح میں علامہ
نور الدین لکھتے ہیں:

دیکھنے سے کہ اس سے مراد استنجاء ہے، البرعیدہ وغیرہ نے کہا مذاکیر (شرمگاہ) کو دھو کر پیشاب
کو کم کرنا مراد ہے بعض علماء نے کہا یہ انتفاض ہے، انتفاض کا معنی ہے دھو کرنے کے بعد شرمگاہ پر پانی چھڑکانا کہ
قطرہ نکلنے کا دوسرا ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد پانی کے ساتھ استنجاء کرنا ہے۔ لے

بَابُ الْإِسْتِطَابَةِ

استنجاء

۵۱۴۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ بْنُ أَبِي حَبِيبَةَ قَالَ قَالَ
أَبُو مَعَاذٍ وَرَبِّمَا وَكَرَيْمُ عَنِ الْأَعْمَشِ سَمِعَ وَحَدَّثَنَا
يَعْقُوبُ بْنُ يَحْيَى وَالثَّلَظْثُ لَمَّا قَالَ أَنَا أَبُو مَعَاذٍ وَرَبِّمَا
عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ
يَزِيدٍ عَنْ سَلَمَانَ قَالَ قِيلَ لَهُ كَذَبَ عَلَيْكُمْ بَيْتُكُمْ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ شَيْءٍ حَقُّ الْخِرَاءَةِ
كَانَ فَقَالَ أَجَلُ لَعْنَتِنَا أَنَّا نَسْتَقِيمُ الْبَيْتَ لَعْنَتِ
أَوْ بَوْلٍ أَوْ أَنْ نَسْتَقْبِضَ بِأَيْمِينِ أَوْ أَنْ نَسْتَقْبِضَ
بِأَقْلٍ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَابٍ أَوْ أَنْ نَسْتَقْبِضَ بِرِجْلَيْنِ أَوْ بِعَظْمٍ

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان
سے مشرکین نے کہا کہ تمہارے بھی تم کو ہر چیز کی تعلیم
دیتے ہیں حتیٰ کہ قضاء حاجت کا طریقہ بھی بتاتے
ہیں حضرت سلمان نے کہا ہاں ہم کو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے قضا حاجت کے وقت قبل کی طرف
منہ یا پیچھ کر کرنے سے، دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے
تین سے کم پیچھ استنجا کرنے سے، اللہ ہڈی یا
گوبر سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔

لے۔ علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۸۰۸ھ در مختار علی الماشی و الجمار ج ۱ ص ۱۲۳ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۲۲۴
لے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نور الدین متوفی ۶۷۲ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ دار محمد اربع المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۵۱۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ
قَالَ نَاسُفِلْنِي عَنِ الْأَعْمَشِ وَمَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ
عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدٍ عَنْ سَكَنَانَ قَالَ قَالَ
لَنَا بَعْضُ الْأَشْهَرِ كَيْفَ إِذَا أَرَى صَاحِبَكُمْ يَجْعَلُكُمْ حَتَّى يَجْعَلَكُمْ
الْخِزْيَاءَ فَقَالَ أَحَبُّ إِلَيْنَا أَنْ يَسْتَنْجِيَ
أَحَدُ نَاسِ يَمِينِنَا أَوْ يَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ وَتَهَانَ عَنِ
الرُّؤْيِ وَالْعِطَامِ وَقَالَ لَا يَسْتَنْجِيَ أَحَدُكُمْ لِيَدُونَ
ثَلَاثَةَ أَحْجَابٍ۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
ہم سے بعض مشرکین نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ تمہارے
نبی تم کو ہر چیز کی تعلیم دیتے ہیں حتیٰ کہ قضاے حاجت کا طریقہ
بھی بتاتے ہیں، حضرت سلمان نے کہا کہ ان ہی بات سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو راہیں اللہ سے استنجا
کرنے، قضاے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے،
گو بریا ہڈی اور تین سے کم پتھروں کے ساتھ استنجا
کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۱۶۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ
عَبَادَةَ قَالَ قَالَ كَرِيْبُ بْنُ إِسْحَقَ قَالَ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ
أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُتَمَشَّحَ بِعَظْمٍ أَوْ بِبَغِيرٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہڈی یا میتھنی کے ساتھ استنجا
کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۱۷۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ عُيَيْنَةَ
قَالَ نَا سَفِينُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ
يَعْقُوبَ وَالْكَفَّظُ لَمْ قَالَ قُلْتُ يَسْفِيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ
سَمِعْتُ النَّبِيَّ يَذْكُرُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدٍ النَّبِيِّ
عَنْ أَبِي أَيُّوبَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا
تَسْتَدْبِرُوهَا بِمَوْلٍ وَلَا غَائِطٍ وَلَكِنْ هَرَا قُوا أَوْ
فَرَا بُوا قَالَ أَبُو أَيُّوبَ فَقَدِمْنَا الشَّامَ وَوَجَدْنَا
مَتَا حِيصَ قَدِ بُنِيَ قَبْلَ الْقِبْلَةِ فَتَنَحَّرْتُ
عَنْهَا وَكَسْتُغْفِرُ اللَّهَ۔

حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم قضاے
حاجت کے لیے جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرو نہ پیٹھ
خواب پیشاپ کرنا، مویا یا غانا، البتہ مشرق یا مغرب
کی طرف منہ کیا کرو۔ حضرت ابوالیوب کہتے ہیں ہم ملک
شام میں گئے تو وہاں قبلہ کی جانب بیت اسحاق بنی
ہوئے تھے، ہم وہاں قضاے حاجت کے وقت رخ
بدل کر بیٹھتے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت پڑھتے۔

۵۱۸۔ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ خُوَارِزْمِ
قَالَ قَاعِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ
أَبْنِ دُرَيْعٍ قَالَ نَا زَوْجٌ عَنْ سَهْلٍ عَنِ الْقَعْقَاعِ
عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَلَسَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ جب تم میں سے کوئی شخص قضاے حاجت کے لیے
بیٹھے تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ پیٹھ۔

أَحَدُكُمْ عَلَى حَاجَةٍ فَلَا يَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَدْبِرُهَا

۵۱۹۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ عَنْ قَعْنَبِ بْنِ نَاسِطٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَدْلَانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَاقِبَةَ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ قَالَ كُنْتُ أَمِيرًا فِي الْمَسْجِدِ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ مُسْتَقْبِلُ ظَهْرِهِ إِلَى الْقِبْلَةِ فَلَمَّا قَضَيْتُ صَلَاتِي انْفَرَجَتْ إِلَيْهِ مِنْ شِقَائِي فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ يَقُولُ النَّاسُ إِذَا قَعَدْتَ لِلْحَاجَةِ تَكُونُ لَكَ فَلَا تَقْعُدُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَلَا بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَكَفَدْتُ رَقِيعَتِي عَلَى ظَهْرِ بَيْتِي فَذَرَأْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَأَيْدَا عَلَى كَيْسَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ مِنْ لِحَاجَتِهِ .

۵۲۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَاقِبَةَ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَقِيعَتِي عَلَى بَيْتِ أُخْتِي حَلِصَةً فَذَرَأْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَأَيْدَا لِحَاجَتِهِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ مُسْتَدْبِرُ الْقِبْلَةِ .

۵۲۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَرَا عَبْدَ الرَّزَّاقِ ابْنَ مَهْدِيٍّ عَنْ هِشَامِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْسُكُ أَحَدُكُمْ ذِكْرًا بِبَيْنَيْنِ وَهُوَ يَقُولُ وَلَا يَتَمَسَّكُ مِنَ الْخَلَاءِ وَبَيْنَيْنِ وَلَا يَتَمَسَّسُ فِي الدُّعَاءِ .

۵۲۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَرَا وَكِيعًا عَنْ هِشَامِ النَّسَائِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسُّ ذِكْرًا بِبَيْنَيْنِ .

واسع بن حبان بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہہ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ نماز سے فارغ ہوئے کے بعد جب میں ان کی طرف مڑا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر کہتے ہیں کہ جب تم قضا حاجت کے لیے بیٹھو تو کہہ کی طرف نہ کرو اور نہ بیت المقدس کی طرف حالانکہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی چھت پر بیٹھا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا پڑھنے پر بیٹھے ہوئے قضا حاجت فرما رہے تھے اور آپ کا منہ بیت المقدس کی طرف تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی بہن ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر گیا تو دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضا حاجت فرما رہے تھے آپ کا منہ مبارک شام کی طرف تھا اور پیٹھ قبلہ کی طرف تھی۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرتے وقت اپنی شرگاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجہ مکے اور نہ پانی پیتے وقت برتن میں سانس لے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بیت اسکلا جائے تو اپنی شرگاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے۔

۵۲۳۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا الشَّعْبِيُّ عَنْ
أَيُّوبَ بْنِ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي
قَتَادَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُتَكَلَّمَ فِي الْإِقَاءِ وَأَنْ يُكَمَّلَ ذِكْرُ
بِيعَاتِهِمْ وَأَنْ يُسْتَطْلَبَ بِبِيعَاتِهِمْ

۵۲۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى الْقُمِيُّ قَالَ
أَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَشْعَثَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْقِيَمْنَ فِي طَهْرِهِمْ إِذَا تَطَهَّرَ
فِي تَرَجِيلِهِ إِذَا قَرَّجَلْ كَرَفَى اتَّعَالَهِمْ رَأَى ۱۱۱ نَتَعَلَّ

۵۲۵۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا ابْنُ
قَالِ نَا شُعْبَةُ عَنْ الْأَشْعَثِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْقِيَمْنَ فِي طَهْرِهِمْ كَلِمَةٍ فِي تَعْلِيهِ
وَكَرَجِيلِهِ وَطَهْرِهِمْ ۵

۵۲۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ
حُبَيْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ
نَا إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
قَالَ اتَّقُوا الدَّاعِينَ قَالُوا وَمَا الدَّاعِيَانِ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ
الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ فِي ظِلِّهِمْ

۵۲۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ
عَبْدِ اللَّهِ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَطَا عَنْ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ
أَبِي بِنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ دَخَلَ حَائِطًا وَتَبِعَهُ عُلَمَاءُ مَعَهُ مِيْطًا
وَهُوَ أَصْفَرُ نَا فَوَضَعَهَا بَعْدَ سِدْرَةٍ فَخَضَعِي
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهُ
فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ وَكَدَّ اسْتَلْجَى بِالْعَمَاءِ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینا
خمر گاہ کو دائیں ہاتھ سے چھونے، اور دائیں ہاتھ سے
استنجہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرنے، مانگ لگانے، اور
جوتی پہننے وقت دائیں جانب سے ابتداء کرنے کو پسند
فرماتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر کام میں دائیں جانب سے ابتداء
کو پسند فرماتے تھے، خواہ وہ جوتی پہنتا ہو سنگھس
کرنہ ہو یا وضو کرنا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعنت کرنے
والوں سے بچو، صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ لعنت
کونے والے کون ہیں، آپ نے فرمایا جرحیوں لوگوں
کے راستہ یا ان کے سامنے کی جگہ میں قطعاً حاجت
کرے۔ (یعنی یہ فعل لعنت طاعت کا سبب ہے)۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف
لے گئے اور آپ کے ساتھ ایک لڑکا بھی تھا جو سب
سے عمر میں کم تھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے وضو کے لیے پانی کا برتن لیا ہوا تھا، اس نے
وہ برتن آپ کے پاس رکھ دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعاً حاجت کی، پانی سے استنجہ
کیا۔ پھر ہمارے پاس تشریف لائے۔

۵۲۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ قَاتِلُ بْنُ دَعْدَانٍ عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَثَرِ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ قَاتِلُ بْنُ دَعْدَانٍ عَنْ عَطَايَةَ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ عَطَايَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَاءُ فَأَحْمِلُ أَنَا وَغُلَامٌ تَحْمِلُ إِذَا دَخَلَ مِنْ قَامٍ وَخَرَجَ فَيَسْتَسْقِي بِالنَّارِ.

۵۲۹۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ قَاتِلُ بْنُ دَعْدَانٍ عَنْ عَطَايَةَ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ عَطَايَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّبِعُونَ لِحَاجَتِهِ فَأَتِيهِمُ بِالنَّارِ فَيَسْتَسْقِي بِهَا.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھنا حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو آپ کے ہمراہ میں اور ایک میرا ہم عمر لڑکا ہوتا تھا اور ہم پانی کا برتن اور میزہ لے کر ساتھ جلتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی سے استنجاء فرماتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھنا حاجت کے لیے باہر تشریف لے جاتے اور میں آپ کے ساتھ پانی لے جایا کرتا تھا جس سے آپ استنجاء فرماتے۔

تھنا حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء اربعہ کا نظریہ علامہ کبیری

نروزی لکھتے ہیں:

تھنا حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کے متعلق فقہاء کے حسب قول مذہب ہیں:

- ۱۔ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا مسلک یہ ہے کہ بول اور براز کے وقت صحرا میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا حرام ہے اور بیت الخلا میں حرام نہیں ہے، حضرت عباس بن عبد المطلب، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، اشیعی، اسماعیلی، راہبوریہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مسلک ہے۔
- ۲۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، مجاہد، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، ابی ثور اور دوسری روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ صحرا اور بیت الخلا دونوں جگہ تھنا حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز نہیں ہے۔

۳۔ عروہ بن زبیر اور داؤد ظاہری کا مسلک یہ ہے کہ صحرا اور بیت الخلا دونوں جگہ تھنا حاجت کے وقت منہ کرنا جائز ہے۔

۴۔ امام احمد اور امام ابو حنیفہ کے ایک قول کے مطابق تھنا حاجت کے وقت صحرا اور بیت الخلا میں قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز نہیں ہے، البتہ پیٹھ کرنا جائز ہے۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک تھنا حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے نہ پیٹھ کرنا خواہ صحرا اور بیت الخلا میں۔

ماتعین کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں تھنا حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے مطلقاً منع کیا گیا ہے

مثلاً حضرت سلمان، حضرت ابو ایوب اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث نیز انھوں نے کہا قبلہ کی طرف منہ کر کے ممانعت قبلہ کی حاجت کے وجہ سے ہے اور یہ علت صحرا اور بیت اکلاً دونوں میں موجود ہے اور اگر بیت اکلاً کی دیوار اس کے اور قبلہ کے درمیان حائل ہوئے تو کافی ہو تو ایسا حائل صحرا میں بھی ہے کیونکہ ہمارے اور کعبہ کے درمیان بیت سے پہاڑ اور وادیاں وغیرہ ہیں۔

جن فقہاء نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کو مطلقاً جائز کہا ہے انھوں نے صحیح مسلم کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے ہوئے دیکھا اور دوسری روایت یہ ہے: امام احمد بن حنبل اور امام ابن ماجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ لوگ قبلہ کی طرف اپنی فروج کو برہنہ کرنا ناپسند کرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا لوگ واقعی ایسا کرتے ہیں؟ اپنی فروج (شرمگاہوں) کو جس قبلہ کی طرف کرنا چاہو کر لو۔

جن فقہاء نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے کو جائز اور منہ کرنے کو ناجائز کہا ہے انھوں نے امام مسلم کی اس روایت سے استدلال کیا ہے مہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا ہے۔

جن فقہاء نے صحرا میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے سے منع کیا ہے اور بیت اکلاً میں منہ یا پیٹھ کرنے کو جائز کہا ہے انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استدلال کیا ہے جس کو ہم نے ابھی صحیح مسلم کے حوالے سے بیان کیا ہے اور حضرت عائشہ کی روایت مذکورہ سے بھی استدلال کیا ہے، نیز امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے حضرت بابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال سے ایک سال پہلے دیکھا آپ قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کر رہے تھے۔ اور امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے مروان الاسفر کہتے ہیں میں نے دیکھا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی ازمنی قبلہ کی طرف منہ کر کے بھٹائی پھر اس کی آڑ میں پیشاب کرنے لگے میں نے کہا اسے ابو عبدالرحمن کیا اس سے منع نہیں کیا گیا انھوں نے کہا اس سے صرف فضا (خالی میدان) میں منع کیا گیا ہے لیکن جب تمہارے اور قبلہ کے درمیان کوئی چیز حجاب بن جائے تو پھر کوئی حرج نہیں، یہ تمام احادیث اس کی تصریح کرتی ہیں کہ بیت اکلاً میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا جائز ہے اور حضرت ابو ایوب، حضرت سلمان اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث ممانعت پر دلالت کرتی ہیں، اس لیے ممانعت کی احادیث کو صحرا پر محمول کر دیا جائے گا تاکہ مطابقت ہو جائے۔ اور اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب احادیث کو جمع کرنا ممکن ہو تو بعض احادیث کو ترک نہیں کیا جائے گا بلکہ ان احادیث کو جمع کرنا واجب ہے۔ ان فقہاء نے صحرا اور بیت اکلاً میں فرق کیا ہے کیونکہ بیت اکلاً میں قبلہ سے انحراف کرنے میں مشقت ہوگی (میں کہتا ہوں کہ ابتداءً بیت اکلاً قبلہ سے انحراف کر کے بنائے جائیں تو پھر مشقت ہوگی؛ سیدی طبرانی اور صحرا میں قبلہ سے منحرف ہو کر بیٹھنے میں کوئی مشقت نہیں ہے۔

جن فقہاء نے قبلہ کی طرف مطلقاً پیٹھ کرنے کو جائز کہا ہے ان کے مد کے لیے وہ احادیث سمجھ کافی ہیں جن میں قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے سے صراحتاً منع کیا ہے، جیسے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کی روایات ہیں کہ قضا حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء مالک کا نظریہ اعلیٰ و شتانی الیٰ مالکی سمجھتے ہیں:

حضرت ابو ایوب انصاری کی حدیث سے شہر اور صحرا دونوں جگہ قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت ہے اور حضرت ابن عمر کی حدیث میں دونوں جگہ منہ یا پیٹھ کرنے کا جواز ہے، امام مالک اور امام شافعی نے ان دونوں میں کو جمع کیا، حضرت ابو ایوب کی حدیث کو محض اس پر محمول کیا ہے اور حضرت ابن عمر کی حدیث کو شہروں پر۔ علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ محض اس میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے پر فقہاء کا اتفاق ہے اور شہروں کے بیت الخلاء میں اختلاف ہے اور وجہ اختلاف کی یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ سے قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت عام ہے اس میں صحرا یا شہر کی قید نہیں ہے اور اس کے معارض حضرت ابن عمر کی حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں بیت المقدس کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے ہوئے تھے، پس جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو آپ کے فعل پر تقدم کیا اس نے مطلقاً منع کیا ہے اور جس نے قول کو فعل کے قائم مقام کیا اس نے اس قول کے مضمون میں حضرت ابن عمر کی حدیث کی وجہ سے تخصیص کر دی۔ مگر یہ ہے کہ جس نے ممانعت کی علت قبلہ کی تحریم قرار دی اس نے صحرا اور شہروں دونوں میں منع کیا اور جس نے کہا ممانعت کی علت یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے فرشتے نازل پڑھتے ہیں اس نے شہروں کے بیت الخلاء میں اجازت دی کیونکہ بیت الخلاء کی دیوار اس کے اور فرشتوں کے درمیان داخل اور حجاب بن جاتی ہے۔

علامہ مازری کی تقریر میں غور کیا جائے تو امام ابو حنیفہ کے مسلک کی ترجیح ظاہر ہوتی ہے کیونکہ قول، فعل پر تقدم ہوتا ہے، اس لیے کہ فعل کبھی شام یا صبح کی خصوصیت میں ہوتا ہے، نیز جب حلال اور حرام کے دلائل میں تقاضی اور توہمات کے دلائل کو ترجیح دی جاتی ہے اس لیے صحیح یہی ہے کہ قضا حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ مطلقاً نہ کی جائے خواہ صحرا اور شہر اور یہی قبلہ کی تعظیم اور تحریم کا تقاضا ہے۔

قضا حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ اعلیٰ و شتانی الیٰ مالکی سمجھتے ہیں:

اکثر اہل علم کے نزدیک کھلی جگہ میں قضا حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء میں جائے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ قبلہ کی طرف پشت کرے بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرے، حضرت ابو ایوب نے کہا ہم شام میں گئے تو ہم نے کعبہ کی طرف بیت الخلاء بنے ہوئے

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی مترقی ۶۷۶، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۰، مطبوعہ دار محمد صالح المنجد کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ ابوبکر محمد بن خلفہ دشتانی الیٰ مالکی مترقی ۸۲۸، اکمال اکمال المطبع ج ۲ ص ۴۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

دیکھئے ہم کعبہ سے انحراف کر کے بیٹھتے اور اللہ عزوجل سے استغفار کرتے، اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص قضا حاجت کے لیے بیٹھنے پر قبلہ کی طرف منہ کرے نہ قبلہ کی طرف بیٹھ کرے، عروہ بن ربیعہ لکھنا شروع کیا کہ قبلہ کی طرف منہ اور بیٹھ کرنا جائز ہے کیونکہ امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا پھر میں نے آپ کو دھال سے ایک سال پہلے دیکھا آپ قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کر رہے تھے یہ حدیث نسخ کی دلیل ہے اور اس کی تقدیم واجب ہے، (میں کہتا ہوں کہ منافقت کی احادیث بخاری اور مسلم کی صحیح حدیثیں ہیں اور امام ترمذی کی یہ روایت ان کا تصریح کے مطابق حسن غریب ہے، اس لیے منافقت کی احادیث اس حدیث پر مقدم ہیں۔ سیدی غفرلہ)

بخاری دلیل منافقت کی احادیث صحیحہ ہیں اور حضرت جابر کی حدیث میں یہ احتمال ہے کہ انہوں نے آپ کو کسی عمارت میں دیکھا جو یا وہاں کوئی حاجب اور عامل ہو اور احتمال کے ساتھ نسخ ثابت نہیں ہوتا، اس لیے ترمذی کی حدیث کو عمارت پر محمول کرنا واجب ہے تاکہ احادیث میں منافقت ہو۔

جب کوئی عمارت ہو یا کوئی حاجب ہو تو پھر قبلہ کی طرف منہ کرنے میں دو قول ہیں:

۱۔ امام ابو حنیفہ اور ثوری کا قول یہ ہے کہ اب بھی قبلہ کی طرف منہ یا بیٹھ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ احادیث صحیحہ میں بالعموم منافقت کی گئی ہے۔

۲۔ عمارتوں میں قبلہ کی طرف منہ اور بیٹھ کرنا جائز ہے، یہ حضرت عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، امام مالک، امام شافعی اور ابن المنذر کا بھی یہی قول ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ حضرت جابر کی حدیث کے بیان کردہ عمل سے ظاہر ہے۔

امام احمد سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ غالی جگہ اور عمارت دونوں جگہ قبلہ کی طرف بیٹھ کرنا جائز ہے کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک دن میں حضرت حفصہ کے گھر پر حشر چا تو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قضا حاجت کر رہے تھے، آپ کا منہ شام کی طرف تھا اور کعبہ کی طرف بیٹھ تھے۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عمر کو دیکھنے میں خطا واقع ہوئی ہے کیونکہ ایسی حالت میں کسی عام شخص کو بھی غور سے نہیں دیکھا جاتا چہ جائیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو، شائبہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی بیٹھ سمت کعبہ کی طرف ہو عین کعبہ کی طرف نہ ہو مثال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت ہو کیونکہ کعبہ کی عظمت ہم پر واجب ہے آپ پر نہیں ہے، بالعموم جب تحریم اور حاجت میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح دینی ہے۔ اس لیے صحیح یہی ہے کہ قضا حاجت کے وقت کعبہ کی طرف منہ یا بیٹھ کرنا مطلقاً منوع ہے خواہ آشہر ہو یا محض اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب مہذب ہے۔

قضا حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا بیٹھ کرنے میں فقہاء احناف کا نظریہ یہ ہے: امام بخاری روایت کرتے

عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلة ولا یولھا ظهره شرقا او غربا۔ ۱

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء آئے تو قبلہ کی طرف نہ گئے نہ قبلہ کی طرف پشت کرے، مشرق کی طرف نہ کرو یا مغرب کی طرف۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱

علامہ بدر الدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ بول اور براز کے وقت قبلہ کی طرف نہ کرنا جائز ہے نہ قبلہ کی طرف پیٹھ نہ خواہ صحرا (کھلا میدان) ہو یا کوئی عمارت ہو۔ امام ابو حنیفہ نے اس حدیث کے علوم سے استدلال کیا ہے، اور مجاہد، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، ابو ثور اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے، اور اس حدیث کے راوی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مسلک ہے، نیز یہ ممانعت قبلہ کی تعظیم کی وجہ سے ہے اور وہ صحرا اور عمارت دونوں میں موجود ہے اور اگر عمارت میں جواز دیوار کے مائل ہونے کی وجہ سے ہے تو صحرا میں بھی دور دراز کے شہر مائل ہیں اور ان شہروں اور کعبہ کے درمیان متحدہ پہاڑ مائل ہیں، خصوصاً اس لیے کہ زمین گول ہے اس لیے صحرا اور کعبہ میں بالکلے موازات نہیں ہے، امام شعبی نے یہ علت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق صحرا میں غار پڑھتی ہے تو یہ قضائے حاجت کے وقت ان کی طرف منہ اور پیٹھ نہ کرے، یہ علت صحرا میں ہے، عمارت میں نہیں ہے، امام شعبی کی بیان کردہ یہ علت نص حدیث کے معارض ہے، فقہاء احناف نے اس حدیث کے علاوہ اور متعدد احادیث سے استدلال کیا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ امام ابن جان نے منہ صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزی سے روایت کیا ہے: میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے کوئی شخص قبلہ کی طرف نہ کرے پیشاب نہ کرے۔

۲۔ امام ابن ماجہ اور امام ابو داؤد حضرت معقل بن ابی معقل سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بول اور براز کے وقت قبلتین کی طرف نہ کرنے سے منع فرمایا۔ (قبلتین سے مراد کعبہ اور بیت المقدس)

۳۔ امام مسلم، امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں بول اور براز کے وقت قبلہ کی طرف نہ کرنے سے منع کیا۔

۴۔ امام مسلم، امام ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے لیے بمنزلہ والد ہوں اور تم کو یہ تعلیم دیتا ہوں کہ جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے جائے تو قبلہ کی طرف نہ کرے نہ پیٹھ۔ ۲

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶، مطبوعہ نور محمد، المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳، مطبوعہ نور محمد، المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۳۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدة القاری ج ۲ ص ۲۷۸-۲۷۹، مطبوعہ دار الفکر، الدبیہ، مصر ۱۳۳۸ھ

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

موزوں پر مسح

ہمام بیان کرتے ہیں کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے پیشاب کرنے کے بعد وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔ ان سے کسی نے کہا آپ موزوں پر مسح کرتے ہیں حضرت جریر نے کہا ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس سے کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ نے کہا کہ ان کی حدیث بہت پسند تھی کیونکہ حضرت جریر سوسہ ماہہ کے نزول کے بعد اسلام لائے تھے، (سوسہ ماہہ میں آیت وضو ہے یعنی موزوں پر مسح کا حکم، پھر وضو کرنے کے حکم کے بعد نازل ہوا ہے۔)

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا کہ اس سند کے ساتھ کے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۵۳۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَاسْتَحَقُّ بْنُ إِدْرَاهِمَ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَكَنِيَّتُهُ اللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَاشِمٍ قَالَ بَالَ جَرِيرٌ ثُمَّ كَوَّضًا وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ كَعَمَلِ هَذَا فَقَالَ بَلَّكُمْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ قَالَ الْأَعْمَشُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ كَانَ يُغَيِّبُهُمْ هَذَا الْحَدِيثُ لِأَنَّهُ جَرِيرٌ كَانَ بَعْدَ نَزُولِ الْوَضْوِءِ.

۵۳۱۔ وَحَدَّثَنَا كَامِلُ اسْتَحَقُّ بْنُ إِدْرَاهِمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَنَا عِيْسَى بْنُ يُونُسَ وَحَدَّثَنَا كَامِلٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ مُسَيْمٍ كُنْتُ مَعَ الْأَعْمَشِ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ عَمْرُو بْنُ أَبِي حَدِيثِ عِيْسَى وَسُفْيَانُ قَالَ فَكَانَ أَفْضَلُ عَبْدُ اللَّهِ يُغَيِّبُهُمْ هَذَا الْحَدِيثُ لِأَنَّهُ إِسْلَامَ جَرِيرٍ كَانَ بَعْدَ نَزُولِ الْوَضْوِءِ.

۵۳۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَيْبَةَ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَأَتَتْهُ إِلَى سُبَاطِلَةٍ قَوْمٌ قَبَالٍ قَاتِلًا فَتَنَّهُمْ فَقَالَ أَدُّوهُ فَكَانَتْ حَتَّى قُمْتُ عِنْدَ عَوْبَدِيٍّ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ.

۵۳۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارگاہِ نقیضہ کی جگہ پر آئے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا، میں ایک طرف ہٹنے لگا، آپ نے اشارے سے مجھے قریب بلایا یہاں تک کہ میں آپ کی ایڑیوں کے قریب کھڑا ہو گیا پھر آپ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح فرمایا۔

ابو داؤد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ

مَنْ قَرَأَ عَنْ أَبِي دَاوُدَ قَالَ كَانَ أَبُو مُوسَى يُسْتَوْدَعُ
فِي الْبُسُولِ وَيَسْأَلُ فِي قَامَا وَمَا وَ يَقُولُ إِنَّ بَنِي إِسْرَءِيلَ
كَانُوا إِذَا أَصَابَتْ جُلْدًا أَحَدُهُمْ بَنُو قَرَاهَةَ بِالْمَقَارِبِ
فَقَالَ حَدَّثَنَا لَوْ دُرْتُ أَنَّ مَا جَعَلَكُمْ لَدَيْهِ هَذَا
الْقَسْدُ يَدُ فَلَقَدْ دَايَنْتِي أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَتَمْتُ شَيْءًا فِي سَبَاطَةٍ قَعَمَ
خَلْفَتِ حَاطِطٍ فَفَقَامَ كَمَا يَقُولُ أَحَدُكُمْ كَسْبَانِ
فَاثْبُتْ يَدُ فَاهَا إِلَى فَجَدْتُ فَجَدْتُ فَجَدْتُ
عَقِيبِهِ حَتَّى قَرَاهَ -

پیشاب کے معاملہ میں بہت احتیاط کرتے تھے اور ایک
قول میں پیشاب کیا کرتے تھے اور بیان کرتے تھے
کہ قوم بنی اسرائیل میں ہے جب
کسی کی کھال پر پیشاب لگ جاتا تو وہ اس کھال کو چھین
سے کاٹ ڈالتے تھے حضرت عذیرہ بن شعبہ نے یہ سن کر
کہا میری خواہش ہے کہ اگر تمہارے ساتھی اس قدر
سختی نہ کرتے تو اچھا تھا کہ ہر ایک مرتبہ کا واقعہ
ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا
رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑے کے
ایک ڈھیر پر جو ایک دیوار کے نیچے تھا وہاں جا
کر کھڑے ہو کر پیشاب کیا میں دوسرے ہونے لگا تو آپ
نے مجھے قریب آنے کا اشارہ کیا میں آ کر آپ کی
پٹریوں کے قریب کھڑا ہو گیا حتیٰ کہ آپ فاسخ ہو گئے
حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضا حاجت کے لیے باہر
تشریف لے گئے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قارغ ہو گئے
تو حضرت مغیرہ نے پانی ڈال کر آپ کو وضو دلایا اور آپ
نے وضو پر مسح کیا۔

۵۳۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ تَأَلَّيْتُ بَيْنَ
سَعْدِ بْنِ حَفْصَةَ وَمُعْتَدِ بْنِ رُمَيْحِ بْنِ أُمِّهَا جِرْقَانَ
أَنَا التَّيْبُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أِبْرَاهِيمَ
عَنْ ثَابِتِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمَغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ
الْمَغِيرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَرَجَ لِحَاجَتِهِ فَاتَّبَعَهُ الْمَغِيرَةُ
بِرَادَةِ فِيهَا مَاءٌ فَصَبَّ عَلَيْهِ جَنِينَ فَدَرَمَ مِنْ
حَاجَتِهِ فَكَتَمَ مَاءً وَمَسَحَ عَلَى الْتَّحْقِينَ وَفِي رِوَايَةٍ
ابْنُ رُمَيْحٍ مَكَانَ جَنِينَ حَتَّى -

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس
سند کے ساتھ یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے چہرہ اور ہاتھ پیر دھوئے اس کا مسح کیا اور
موزوں پر مسح کیا۔

۵۳۵ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ تَأَلَّيْتُ
عِنْدَ الْمُوَحَّابِ قَالَ يَحْمَتُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ
وَقَالَ نَفْسَلُ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَسْحًا
مَسَحَ عَلَى الْتَّحْقِينَ -

حضرت مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں ایک رات کہ
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا ،
اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نشیب میں

۵۳۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ
أَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ الْأَسْوَدِ بْنِ هِلَالٍ
عَنِ الْمَغِيرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ تَلَيْسَ أَنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ

مَتَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْإِلَهَ وَسَلَّمَ إِنَّكَ لَكَلِمَةٌ إِذَا دُعِيَ فَتَقْبَلُ
حَاجَتَهُ ثُمَّ جَاءَ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ مِنْ إِذَا دُعِيَ فَتَقْبَلُ مَعِيَ
فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ -

۵۳۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ كُثَيْبٍ
قَالَا أَبُو بَكْرٍ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ
عَنْ مَسْرُوقٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْإِلَهَ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ يَا
مُغِيرَةُ خُذْ إِذَا دُعِيَ فَخُذْ تَهَا ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ
كَأَنِّي لَقِيتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْإِلَهَ وَسَلَّمَ
حَتَّى تَوَارَى بَيْنِي فَقَضَيْتُ حَاجَتَهُ ثُمَّ جَاءَ وَ عَلَيْهِ
جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ضَيِّقَةٌ الْكُمَيْتِينَ كَذَلِكَ هَبْ يُخْرِجُ يَدَهُ
مِنْ كُمَيْتِهَا فَخَافَتْ فَانْخَرَبَ يَدَهُ مِنْ أَسْفَلِهَا
فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ فَتَوَضَّأَ وَطُؤُهُ لَلْعَلَّةِ ثُمَّ
مَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ صَلَّى -

۵۳۸ - وَحَدَّثَنَا اسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ
خُثَيْمٍ جَمِيعًا عَنْ عِيْسَى بْنِ يُوْنُسَ قَالَ قَالَ اسْمَعِيلُ
أَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ
مَسْرُوقٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَقْبَلُ حَاجَتَهُ فَكَثُرَ لَوَجُهُ
تَلَقُّيَهُ بِالْإِذَا دُعِيَ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ فَقَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ
غَسَلَ وَجْهَهُ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَغْسِلَ ذِرَاعَيْهِ فَقَضَا قَبْلَ
الْجُبَّةِ فَانْخَرَبَ جُفُفًا مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَ هُمَا وَ
مَسَحَ رَأْسَهُ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ صَلَّى بِنَا -

۵۳۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَمَيْلٍ
قَالَ نَا أَبِي قَالٍ نَا ذَكْرِيَّا عَنْ عَامِرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي
ابْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

اترے، قضاء حاجت کی قرین جو برتن ساتھ لے کر
گیا تھا اس سے آپ کو وضو کرایا اور مردوں پر آپ نے
مسح فرمایا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ ایک سفر میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
جا رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اے مغیرہ پانی کا برتن ساتھ لے کر چنانچہ میں برتن
لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل پڑا حضور
مجھ سے بہت دُور چلے گئے حتیٰ کہ میری نظروں سے
غائب ہو گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت
فرما کر تشریف لائے، آپ نے رومی جتہ پہنا ہوا تھا جس
کی آستینیں بہت تنگ تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے آستینوں سے ہاتھ باہر نکالنا چاہا تو ہاتھ نکل
نہ سکے، پھر آپ نے نیچے سے ہاتھوں کو نکال لیا پھر
میں نے آپ کو ناز کے لیے وضو کرایا آپ نے مردوں
پر مسح کیا پھر غار پر چلے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے
باہر تشریف لے گئے، جب آپ واپس آئے تو میں پانی
کا برتن لے کر آیا تاکہ میں آپ کو وضو کراؤں، آپ نے ہاتھ
دھوئے، چہرہ دھویا، پھر کلاٹیاں دھونے کے لیے ہاتھ
جتہ سے نکالنے لگے مگر تنگ آستینوں کی وجہ سے
آپ نے نیچے سے اپنے ہاتھوں کو نکال لیا، پھر آپ
نے کلاٹیاں دھوئیں، سر کا مسح کیا، مونہوں پر مسح کیا، پھر
ہم کو ناز پڑھا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
ایک رات سفر میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ جا رہا تھا آپ نے مجھ سے پوچھا تمہارے پاس

عَلَيْهِ وَالْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ كَيْلَةٍ فِي مَسِيرِهِ فَقَالَ فِي أَمْعِكَ
مَا؟ قُلْتُ نَعَمْ فَتَنَزَّلْ عَنْ دَابْلَتِهِ فَشَفَى حَتَّى
تَوَادَى فِي سَوَادِ اللَّيْلِ ثُمَّ جَاءَ فَادْرَأَتْ عَلَيْهِ مِنَ
الْإِدَاوَةِ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ
فَلَمْ يَسْطِيعْ أَنْ يُخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا حَتَّى أَخْرَجَهَا
مِنْ أَسْفَلِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ
ثُمَّ أَهْوَيْتُ لِأَفْرِغَ خُفَّيْهِ فَكَانَ دَعُوهُمَا فَيَأْتِي
أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا.

پانی ہے، میں نے کہا "ہاں" پھر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سواری سے اترے اور ایک طرف چل پڑے
یہاں تک کہ رات کی تاریکی میں نظروں سے اوجھل ہو
گئے، پھر واپس تشریف لائے، میں نے آپ کو دھو
کر انا شروع کیا، آپ نے اپنا چہرہ دھویا، چونکہ آپ
نے تنگ کوئی جبت پہنا ہوا تھا، اس لیے کلاں اس
میں سے نکال سکے، پھر آپ نے نیچے سے کلاں
نکالیں، پھر کلاں دھوئیں اور سر مسح کیا، پھر میں نے
ارادہ کیا کہ آپ کے مونہ سے آماروں آپ نے فرمایا:
"رہنے دو میں نے ان کو با وضو پہنا تھا" پھر آپ
نے مونہ پر مسح کیا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا آپ نے وضو کیا اور مونہ
پر مسح کیا اور بتلایا کہ آپ نے مونہ سے با وضو پہنے تھے۔

۵۴۰۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا شُعْبَةَ
بْنِ مَعْمُورٍ قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ أَبِي دَاوُدَ عَنْ الشَّعْبِيِّ
عَنْ مُرَّةَ بْنِ الْمُعَيْبَرَةِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّكَ وَهَذَا السَّيِّحُ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى
خُفَّيْهِ فَقَالَ لَمَّا فَقَالَ إِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ.

حضرت مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر
میں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں بیٹھے
رہ گئے، آپ قضاء حاجت کے لیے اتر پڑے اور چھوڑا
پاس پانی ہے، میں پانی کا ایک برتن لایا، آپ نے اپنے
اوتھوں اور چہرے کو دھویا پھر جبت میں سے کلاں
کو نکال پایا تو اس کی آستینیں تنگ تھیں پھر آپ نے
جبت کے نیچے سے اوتھوں کو نکال لیا اور جبہ اتار کر
کنڈھوں پر ڈال لیا، پھر کلاں دھوئیں اور پیشانی کی
مقدار سر پر مسح کیا اور غلام اور دونوں پر مسح کیا، اس کے
بعد ہم دونوں اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہوئے اور قوم
سے جا ملے، اس وقت صحابہ کرام نماز شروع کر چکے تھے
اور عبدالرحمن بن عوف ان کو ایک رکعت نماز پڑھا چکے

۵۴۱۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زُرَيْعٍ
قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا حَمِيْدُ الطَّوْسِيُّ قَالَ
نَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمُرِّيُّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُعَيْبَرَةِ
بْنِ شُعْبَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ تَخَلَّفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْهِ وَسَلَّمَ وَتَخَلَّفْتُ مَعَهُ فَكَلِمَاتُ
قَضَى حَاجَتَهُ قَالَ أَمْعَكَ مَا؟ قَالَتْ سَيْبَةُ
بِسَطْمَةَ فَغَسَلَ كُفَّيْهِ وَوَجْهَهُ ثُمَّ دَهَبَ
يُخْرِجُ عَنْ ذِرَاعَيْهِ فَصَانَ كُفَّ الْجُبَّةِ فَخَرَجَ
يَكُ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ وَأَلْفَى الْجُبَّةَ عَلَى مَتَكَيْهِ
وَعَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَغَسَلَ الْيَمَامَةَ
وَعَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ دَكَبَ وَرَكِبْتُ فَأَتَتْهُنَا إِلَى
الْقَوْمِ وَتَدَّ مَا مَوَا فِي الصَّلَاةِ يُصَلِّي بِجَهْ

عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَقَدْ رَكَعَ بِهِمْ
رَكَعَةً فَلَمَّا أَحْسَنَ بِالْقِيَمَةِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَهَبَ يَتَأَخَّرُونَ وَمَا إِلَيْهِ فَصَلَّى بِهِمْ فَلَمَّا سَلَّمَ
كَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْتُ فَرَكَعْنَا
الرَّكَعَةَ الَّتِي سَبَقْتُنَا -

تھے جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آہٹ
محسوس کی تو پیچھے ہٹنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے انہیں اشارہ کیا کہ نماز پڑھاتے رہیں، پھر انہوں نے
پوری نماز پڑھاں جب انہوں نے سلام پھیرا تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور میں نے کھڑے ہو کر وہ ایک
رکعت پڑھی جو ہم سے رہ گئی تھی۔

حضرت منیر بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا،
سر کے اگلے حصہ پر اور غلام پر۔

۵۴۶ - حَدَّثَنَا أُمِّيَّةُ بْنُ بَسْطَامٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ
عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا نَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ كَانَ حَدَّثَنِي
بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ
نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخَنَيْنِ
وَمُقَدِّمِ رَأْسِهِ وَعَلَى عَيْنَيْهِ -

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا کہ
سند کے ساتھ بھی ایسی روایت منقول ہے۔

۵۴۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ
نَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ بَكْرِ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ
الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ -

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

۵۴۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ
حَاجِمٍ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ نَا
يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الْقَنَنِيِّ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
عَنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِيهِ
قَالَ بَكَرًا وَقَدْ سَمِعْتُ مِنَ ابْنِ الْمُغِيرَةِ -

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں اور غلام پر مسح کیا۔

۵۴۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَحُمَيدُ
بْنُ الْعَلَاءِ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَبَشَّارٌ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ
قَالَ أَنَا عَلِيٌّ بْنُ يُونُسَ يَحْمَدُهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ
عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ
بْنِ جُرَّهٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي سُرَيْجٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْحُقَيْقِ وَالْخَمَارِ وَفِي
حَدِيثِ يَحْيَى حَدَّثَنِي الْحَكَمُ قَالَ حَدَّثَنِي
يَزِيدُ -

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی

۵۵۰ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا

یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

عَلَى يَعْنِي ابْنَ مُسْهِرٍ مِّنَ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ
وَقَالَ فِي التَّحْدِيثِ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَعَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب
اس باب کی احادیث میں موزوں پر مسح کا بیان
ہے، علامہ بدرالدین عینی اس موزوں پر
لکھتے ہیں:

ان احادیث سے موزوں پر مسح کرنے کا جواز معلوم ہوا، اور سوا گمراہ بدعتی کے اور کوئی شخص اس کا انکار
نہیں کرتا، غار جیوں نے کہا موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور صاحب البدائع نے کہا موزوں پر مسح کرنا عام
صحابہ کے نزدیک جائز ہے، الا یہ کہ حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے
اور یہ راویوں کا قول ہے، حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ میں نے ستر بدری صحابہ کو دیکھا وہ سب موزوں پر مسح
کرنے کے مقتدر تھے، اسی وجہ سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا اہل سنت و جماعت کی شرائط میں سے یہ
ہے کہ ہم شیخین (حضرت ابو جبر اور حضرت عمر) کو فضیلت دیتے ہیں اور دو داما دون (حضرت عثمان اور حضرت علی) سے
محبت کرتے ہیں، موزوں پر مسح کرنے کو جائز کہتے ہیں اور گھڑے میں تیار کردہ عبید کو حرام نہیں کہتے، نیز امام ابو حنیفہ
نے فرمایا میں نے اس وقت تک موزوں پر مسح کرنے کا قول نہیں کیا جب تک یہ پھر پر نصف النہار کی طرح روشن
نہیں ہو گیا اور موزوں پر مسح کا انکار کرنا کبار صحابہ پر رو کرنا اور ان کو خطا پر قرار دینا ہے لہذا موزوں پر مسح کا انکار
کو نابعدیت ہے، اسکا وجہ یہ ہے کہ علامہ کوئی نے کہا موزوں پر مسح کے جواز کے منکر پر میں کفر کا خدشہ کرتا ہوں اور امت
کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا ہے، امام بیہقی نے کہا حضرت علی
حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے اس کی کراہت منقول ہے۔

حضرت علی کی روایت کا جواب یہ ہے کہ سند صحیح کے ساتھ حضرت علی سے موزوں پر مسح کو ثابت ہے اور
کراہت کی روایت اس درجہ کی نہیں ہے، اور حضرت عائشہ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ کو حضرت
علی کے حوالے کر دیا تھا اور حضرت ابن عباس نے اس وقت مکر وہ کہا جب ان کے نزدیک سورہ ماندہ کے نزول
کے بعد موزوں پر مسح ثابت نہیں ہوا تھا، اور جب یہ ثابت ہو گیا تو انہوں نے اس کی طرف رجوع کر لیا۔ امام جوزقانی نے
کتاب المغنونات میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انکار کرنا ثابت نہیں ہے اور علامہ کاشانی نے کہا حضرت
ابن عباس کے انکار کی روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی مدار عکرم پر ہے اور جب عطا کے پاس یہ روایت پہنچی تو
اس نے کہا عکرم نے جھوٹ بولا اور عطا سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس موزوں پر مسح میں لوگوں کی مخالفت کرتے
تھے اور موت سے پہلے انہوں نے اس مسئلہ میں رجوع کر لیا، علامہ ابن قدامہ نے منہی میں لکھا ہے کہ امام احمد نے
فرمایا موزوں پر مسح کے متعلق میرے دل میں کوئی تردد نہیں ہے کیونکہ اس مسئلہ میں چالیس صحابہ نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی مرفوع احادیث بیان کی ہیں، نیز امام احمد نے فرمایا یہ ردھونے سے موزوں پر مسح کرنا افضل ہے، کیونکہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب افضل عمل کیا کرتے تھے، یہ امام شعبی، رحمہ اللہ اور اسحاق کا مذہب ہے اور علامہ مرغینانی

لے ہدایہ میں نکھلے موزوں پر مسح کے متعلق احادیث مشہور ہیں اور جو شخص اس کو جائز نہ کہے وہ بدعتی ہے، لیکن جس نے موزوں پر مسح کو جائز کہا اور مسح کے بجائے پیروں کو دھویا اس نے عزیمت پر عمل کیا اور اس کو اجر ملے گا۔ علامہ قرطبی نے امام مالک سے اس کی مثل قول نقل کیا ہے، امام مالک سے اور بھی کئی اقوال مروی ہیں:

- ۱۔ موزوں پر مسح کرنا اصلاً جائز نہیں ہے۔
- ۲۔ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے مگر مکروہ (متنزیہی) ہے۔
- ۳۔ موزوں پر مسح کرنا بلا تعین مدت کے ہمیشہ جائز ہے۔ (امام مالک کا یہی قول مشہور ہے)
- ۴۔ تعین مدت کے ساتھ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔
- ۵۔ مسافر کے لیے جائز ہے اور مقیم کے لیے جائز نہیں ہے۔
- ۶۔ اس کے برعکس قول ہے۔

اسحاق و حکم اور حماد نے کہا پیر دھونے سے مسح کرنا افضل ہے، یہی امام شافعی کا قول ہے اور امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے۔ ابن منذر نے کہا دونوں مساوی ہیں، امام احمد سے یہ بھی ایک روایت ہے، اصحاب شافعی نے کہا پیروں کا دھونا مسح کرنے سے افضل ہے بہ شرطیکہ سنت سے اعراض کی وجہ سے مسح کو ترک نہ کرے اور اس کے جواز میں شک نہ کرے، علامہ ابن عبد البر نے کہا امام مالک کے سوا دوسرے علم میں اور کوئی حقیقہ نہیں ہے جس نے مسح کا انکار کیا ہو اور امام مالک سے صحیح روایات اس کے خلاف ہیں۔

علامہ ابن عبد البر کے اس کلام پر یہ اعتراض ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ مجاہد، سعید بن جبیر اور عکرمہ نے موزوں پر مسح کو مکروہ کہا اور محمد بن علی بن الحسین، ابواسحق، اسبغی اور نفیس بن الریح سے بھی یہی منقول ہے اور ابو بکر بن ابی داؤد، خواجه اور روافض کا بھی یہی قول ہے۔

امام احمد نے کہا کہ سینچیس صحابی موزوں پر مسح کو جائز کہتے تھے، حسن بن محمد نے چالیس صحابہ کا ذکر کیا ہے، امام بزار نے اپنی مسند میں بھی یہ ذکر کیا ہے، امام ابن ابی حاتم نے اکتالیس صحابہ کا ذکر کیا ہے، اشراق میں حسن کی روایت سے ستر صحابہ کا ذکر ہے، علامہ ابن عبد البر نے کہا تمام اہل بدر اور صحابہ حدیبیہ اور دیگر مہاجرین اور انصاری اور باقی مہاجرین اور انصار اور تابعین اور فقہاء مسلمین موزوں پر مسح کے جواز کے قائل تھے، ہم نے شرح معانی الآثار کا شرح میں موزوں پر مسح کے متعلق چھتیس صحابہ کی روایات کا بیان کیا ہے۔

موزوں پر مسح کے منسوخ نہ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ سورۃ مائدہ جس میں آیت وضو ہے وہ مدنی ہے اور سورۃ مائدہ نازل ہونے کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موزوں پر مسح فرماتے رہے ہیں، کیونکہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا اور وہ سورۃ مائدہ نازل ہونے کے بعد اسلام لائے تھے، اسی وجہ سے صحابہ کو ان کی روایت بہت پسند تھی، علامہ نووی نے کہا ہے جب کہ حضرت جریر کا اسلام لانا تھا ہے تو معلوم ہوا ان کی حدیث معمول پر ہے اور ان کی حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ آیت وضو میں پیر دھونے کا حکم اس شخص کے لیے ہے جو موزہ پہنے ہوئے نہ ہو، اس لیے یہ حدیث اس آیت کی مفسس ہے، علامہ خطابی نے کہا ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ کا یہ موقف تھا کہ سنت سے قرآن کا نسخ ہو سکتا ہے۔ (حاشیہ سفیر ذی آئندہ صفحہ پر)

میں کہتا ہوں کہ یہاں نسخ سے مراد بیان اور وضاحت ہے جیسا کہ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ آیت وضو میں پیر وھونے کا حکم اس شخص کے لیے ہے جس نے مولے سے فرپہنے ہوئے ہوں۔

علامہ پر مسح کرنے کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب | حدیث نمبر ۵۴۱ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علامہ اور موزوں پر مسح کیا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ پر مسح کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام احمد یہ کہتے ہیں کہ اگر کامل وضو کر کے علامہ پہنا ہو تو علامہ پر مسح کرنا جائز ہے جس طرح موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، اگر فقہاء علامہ پر مسح کرنے کا انکار کرتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: **وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ** (۵۵) اپنے سروں پر مسح کرو اور ہاتھوں پر مسح کر کے گادہ سر پر مسح نہیں کرے گا، اور اس پر اجماع ہے کہ چہرے پر کوئی کپڑا پیٹ کر اگر اس کپڑے پر مسح کیا جائے تو تیمم میں کافی نہیں ہوگا، اس کا مفاد یہ ہے کہ جس عضو پر مسح کرنا ہے اس عضو پر کپڑا رکھ کر مسح کیا جائے تو وہ کافی نہیں ہوگا اسی طرح سر پر ہاتھ رکھ کر علامہ پر مسح کیا جائے تو وہ سر کے مسح سے کفایت نہیں کرے گا، علامہ خطابی نے کہا اللہ تعالیٰ نے سر پر مسح کرنے کو فرض کیا ہے اور علامہ پر مسح کرنے والی حدیث تاویل کی محتمل ہے تو محتمل چیز کی وجہ سے یقینی چیز کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

علامہ ابن منذر نے کہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے علامہ پر مسح کیا، حضرت عمر، حضرت انس اور حضرت ابو امامہ کا بھی یہی قول ہے، حضرت سعد بن مالک اور حضرت ابو ذر راہ سے بھی یہی روایت ہے عمر بن عبدالعزیز حسن افتادہ، محمول، اور اعلیٰ اور ابو ثور کا بھی یہی نظریہ ہے، اور عروہ، شعبی، قاسم، امام مالک، امام شافعی اور اصحاب طائفتہ (افغان) نے کہا علامہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

ثوہی پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور عورت کے لیے دوپٹہ پر مسح کرنے میں دو روایتیں ہیں، ایک روایت میں ہے کہ یہ جائز ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبدالرحمان بن عوف کی اقتداء میں نماز پڑھنا | اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ صبح کی نماز میں نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کو آنے میں دیر ہو گئی تو حضرت عبدالرحمن بن عوف نے نماز پڑھائی جب وہ ایک رکعت پڑھا چکے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں ایک رکعت ان کی اقتداء میں نماز پڑھی، اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں افضل کا مفعول کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا جواز ہے اور یہ بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ درماتہ صفحہ سابقہ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ عمدة القاری ج ۳ ص ۹۸۔ ۲۔ مطبوعہ دارالطباعۃ النیرین مصر ۱۳۴۸ھ

۳۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ عمدة القاری ج ۳ ص ۱۰۱، مطبوعہ دارالطباعۃ النیرین مصر ۱۳۴۸ھ

نے بعض افراد امت کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے، نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ نماز کو اول وقت میں پڑھنا افضل ہے کیونکہ صحابہ نے نماز کو اول وقت میں پڑھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار نہیں کیا، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب امام کو اول وقت پہنچنے میں تاخیر ہو جائے تو جماعت کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ کسی شخص کو اس کے گردیں اور وہ ان کو نماز پڑھائے بشرطیکہ ان کو امام کے حسن خلق پر اعتماد ہو اور یہ کہ امام کو اس سے ایذا نہیں پہنچے گی اور اس سے کوئی فتنہ نہیں اٹکے گا اور اگر ان کو یہ اطمینان نہ ہو کہ امام کو ایذا پہنچے گی تو وہ اول وقت میں الگ الگ نماز پڑھ لیں پھر اگر ان کو دوبارہ جماعت سے نماز پڑھنے کا موقع ملے تو ان کے لیے جماعت سے نماز پڑھنا مستحب ہے (یہ حکم صرف ظہر اور عشاء کی نمازیں ہے کیونکہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفل جائز نہیں ہیں اور مغرب کی نماز تین رکعت ہے اور تین رکعت نفل مشروع نہیں ہیں) (مسعودی غفرلہ)

حضرت عبدالرحمن بن عوف کا نماز پڑھانے کو ہر قدر رکھنا اور حضرت ابوبکر کا پیچھے ہو جانا اس وجہ سے تھا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف ایک رکعت نماز پڑھا چکے تھے اور آپ اس لیے آگے نہیں بٹھے کہ قوم کی نماز کی ترتیب میں خلل نہ ہو اور حضرت ابوبکر کے واقعہ میں اس طرح نہیں تھا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھاتے رہنے کا اشارہ کیا تو وہ پیچھے ہٹ آئے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف کو نماز پڑھاتے رہنے کا اشارہ کیا تو انھوں نے نماز پڑھا دی اس کا وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے الادب فوق الادب پر عمل کیا اور حضرت عبدالرحمن بن عوف نے الامد فوق الادب پر عمل کیا، ان میں افضل حضرت ابوبکر کا عمل ہے۔

موزوں پر مسح کی مدت

شرح ابن ابی شیبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر موزوں پر مسح کرنے کی مدت پوچھی، آپ نے فرمایا، حضرت علی بن ابی طالب کے پاس جائز اور ان سے یہ مسئلہ دریافت کر دو کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکثر سفر میں رہا کرتے تھے۔ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لیے تین دن اور تین راتوں کی اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات کی مدت مقرر فرمائی ہے۔

بَابُ التَّوَقُّفِ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

۵۴۷۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْخَطَّابِيُّ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ إِذَا قَالَ أَكْبَرُ التَّوَقُّفُ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ الْمَدَائِنِيِّ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُثَيْبَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مَخْجَمَةَ عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَافِيٍّ قَالَ أَتَيْتُ عَائِشَةَ أَسْأَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتْ عَلَيْكَ يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ فَأَسْأَلُكَ فَإِنَّهُ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلُوكَ فَقَالَ جَعَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَثَلَاثَةَ لَيَالٍ لِلْمَسَافِرِ وَيَوْمَ ذِيكُلَ لِلْمُقِيمِ قَالَ

كَانَ سَفِيَانُ إِذَا ذَكَرَ عُمَرَ أَخَذَ عَنِّي عَلَى يَدَيْهِ -

۵۴۸ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَنَا ذُكِرْتُ بِأَبْنِ

عَدِيٍّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَفْرٍ وَ عَنْ تَمِيمِ بْنِ أَبِي أَنَسَةَ
عَنِ الْحَكِيمِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِيهِ

۵۴۹ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ تَأْتُو

مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْحَكِيمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ

مُحَمَّدٍ عَنْ شَرِيحِ بْنِ عَفْرِ قَالَ سَأَلْتُ مَا بَعْدَهُ

عَنِ الْأَعْمَشِ عَلَى الْحَدِيثِ فَقَالَ لَيْتَ عِدَّتَا حَيَاتِي

أَعْلَمَ بِذَلِكَ وَبِحَقِّكَ عِدَّتَا هَذِهِ كَذَبْتَ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی
یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

شرح بن ابی کتبہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا سے موزوں پر مسح کا مسئلہ پوچھا آپ نے
فرمایا حضرت علی کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اس مسئلہ کو مجھ
سے زیادہ جانتے ہیں، پھر میں حضرت علی کے پاس
گیا اور انھوں نے حسب سابق حکم بیان کیا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نردوسی لکھتے ہیں:

موزوں پر مسح کرنے کی مدت کا بیان

اس حدیث میں جہور فقہاء کے مذہب پر واضح ولالت ہے کہ موزوں
پر مسح کی مدت معین ہے سفر میں تین دن اور تین رات اور حضر میں ایک دن ایک رات، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور
جہور فقہاء کا یہی مذہب ہے، صحابہ اور تابعین کا بھی یہی منظر یہ ہے، امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ مسح کرنے کی
کوئی مدت مقرر نہیں ہے، امام شافعی کا بھی یہی قیدم قول ہے اور یہ ضعیف قول ہے، انھوں نے ابوعمارہ کی حدیث
سے مدت کو ترک کرنے پر استدلال کیا ہے جس کو امام ابو داؤد نے سواہت کیا ہے اور اس کے ضعیف پر محدثین
کا اتفاق ہے۔

حضرت عائشہ سے جب موزوں پر مسح کا سوال کیا گیا تو انھوں نے سائل کو حضرت علی کے پاس بھیج دیا، اس
حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب محدث اسفق یا عالم سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو وہ اس مسئلہ میں اپنے سے زیادہ
عالم کے پاس سائل کو بھیج دے۔ لے

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

موزوں پر مسنے کے وقت طہارت کا ملکہ کی شرط میں فقہاء کا اختلاف

مساحب ہدایہ نے کہا ہے کہ موزوں پر مسنے کے وقت طہارت کا ملکہ ہونا شرط نہیں ہے بلکہ شرط یہ ہے کہ حدیث لاحق ہوئے سے پہلے طہارت کا ملکہ ہوا
اور یہی ہمارا مذہب ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے پیر و مومن اور مومن سے پہن لیے اور پھر باقی وضو کیا اور اس کے
بعد اس کا وضو ٹوٹ گیا تو اس کے لیے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ موزوں پر موزوں میں حدیث کے
حلول کرنے سے مانع ہیں اس لیے ممانعت کے وقت کامل طہارت ہونی چاہیے اور وہ ممانعت کا وقت (حدیث
کا وقت سر ہے حتیٰ کہ اس وقت اگر طہارت ناقص ہو تو موزوں سے حدیث کے لیے مانع بن جائیں گے۔ (علامہ عینی فرماتے

ہیں:) طہارت کا مکمل کے وقت موزے سینے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اختلاف اس میں ہے کہ موزے پہننے کے وقت طہارت کا مکمل کا ہونا شرط ہے یا حدت کے وقت، موزے پہننے کے وقت شرط ہے اور امام شافعی کے نزدیک پہننے کے وقت۔ اور اختلاف کا ثمرہ اس وقت ظاہر ہوگا جب کوئی شخص پہلے پیروں کو دھوئے اور موزے پہن لے، پھر حدت لاحق ہونے سے پہلے باقی وضو کرے پھر اس کے بعد جب اس کو حدت لاحق ہو تو اس کے لیے موزوں پر مسح کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں ہے، لہٰذا

موزوں پر مسح کرنے کی شرائط | جن موزوں پر مسح کیا جائے علامہ شرنبلالی نے ان کی حسب ذیل شرائط بیان کی ہیں (۱) موزوں نے ٹخنوں کو تمام جانوں سے چھپایا ہوا ہو۔ (۲) بلکہ پرانے موزوں

تک چھپایا ہوا ہو۔ (درمختار)

- ۲۔ موزوں کو پہن کر (مثلاً تین چار میل تک۔ طحاوی) پہنا سکن ہو۔
 - ۳۔ کوئی موزہ قدم کے سامنے کی جانب سے تین انگلیوں کے برابر چھٹا ہوا نہ ہو۔
 - ۴۔ کسی چیز سے باندھے بغیر وہ موزہ ٹانگوں سے چٹا رہے۔
 - ۵۔ جب موزوں پر مسح کیا جائے تو اس کی تری موزے کے جرم تک پہنچے۔
- یہ شرائط چھٹے کے موزوں میں پائی جاتی ہیں سوئی موزوں میں نہیں۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر بغیر جڑوں کے اُون کے موزے پہن کر تین چار میل سفر کرنا ممکن ہو تو ان پر بھی مسح کرنا جائز ہے۔ لکھنا اُن کے موزے پہن کر بھی اگر بغیر جڑوں کے تین چار میل سفر کیا جاسکے تو ان پر بھی مسح کرنا جائز ہوگا لیکن بظاہر یہ مشکل ہے اور اس شرط کے اعتبار سے من چھٹے کے موزوں پر ہی مسح ہو سکتا ہے۔ لکھ

ایک وضو سے متعدد نمازوں کا جواز

بَابُ جَوَازِ الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا بِوَضُوءٍ وَاحِدٍ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وضو سے تمام نمازیں پڑھیں اور موزوں پر مسح کیا۔ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: حضور! آج آپ نے وہ کام کیا ہے جو اس سے پہلے نہیں کیا تھا! آپ نے فرمایا میں نے یہ کام عمداً کیا ہے۔

۵۵۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كُثَيْبٍ قَالَ قَالَ ابْنُ قَاتٍ تَابَتْ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَالثَّقَلِيُّ لَمَّا قَالَ ذَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ عَنْ سَكِينَةَ ابْنِ بُرَيْكَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الصَّلَوَاتِ يَوْمَ الْفَتْحِ بِوَضُوءٍ وَاحِدٍ وَكَانَ مَسَّحًا عَلَى حَقِيصَةٍ فَقَالَ لَمَّا عُمَرُ لَقَدْ صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَوْ تَكُنْ تَصْنَعُهُ قَالَ عَمَدًا صَنَعْتُهُ يَا عُمَرُ

۱۔ علامہ بدر الدین محمد بن احمد عینی حنفی متون ۸۵۵ھ، مدارق القاری ج ۳ ص ۱۰۲، مطبوعہ ادارۃ المطابع المشرقیہ مصر ۱۳۴۸ھ
 ۲۔ علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متون ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح علیٰ طبع مشی الطحاوی ص ۷۷، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ ابائی دادلادہ مصر
 ۳۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شافعی متون ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۴۲-۲۴۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۴۷ھ

علامہ یحییٰ بن شرف ندوی لکھتے ہیں:

ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھنے کے دلائل

دہرودہ متعدد فرائض اور فوائض ایک وضو کے ساتھ پڑھ سکتا ہے بعض علماء نے آیت وضو سے یہ استدلال کیا ہے کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو چہرہ اٹھو اور پیر دھوؤ اور سر کا مسح کرو، اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بے وضو ہونے کا قید مراد ہے، یعنی جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو ورنہ حائیکہ تم بے وضو ہو تو چہرہ اٹھو اور پیر دھوؤ اور سر کا مسح کرو، اس باب کی حدیث کے علاوہ جمہور فقہاء کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

- ۱۔ امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور ہم میں سے کوئی شخص جب تک بے وضو نہ ہوتا اس کو وضو کا فی ہونا تھا۔
- ۲۔ امام بخاری نے سوید بن کسان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی پھر وضو کیے بغیر مغرب کی نماز پڑھی، اس طرح جن احادیث میں عرفہ اور مزدلفہ میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنے کی ہدایت کی گئی ہے، اور یرم خندق میں تھنا نمازوں کو جمع کر کے پڑھنے کی احادیث ہیں اور سفر کے موقع پر نمازیں جمع کر کے پڑھنے کی احادیث ہیں۔
- سہام یا وضو کر کے نماز پڑھنا بالاتفاق مستحب ہے، اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل طریقہ پر عمل کرنے کے لیے ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور بیان جواز کے لیے آپ نے فتح مکہ کے موقع پر ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھیں۔

تین بار اٹھ دھوئے سے پہلے پانی کے برتن میں
اٹھ ڈالنے کی کراہت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو اس وقت تک برتن میں ہاتھ نہ ڈالے جب تک اپنے ہاتھ کو تین بار دھو نہ لے، کیونکہ اس کو نہیں معلوم کہ اس کے ہاتھ نے کون کون سی چیزیں گزاری ہیں۔
امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی

بَا شَرَاهُ غَمَسَ الْمُتَوَضِّئُ وَغَيْرُهُ يَدَهُ الشُّكُوكَ
فِي نَجَاسَتِهَا فِي الْإِنَاءِ قَبْلَ غَسْلِهَا ثَلَاثًا

۵۵۱۔ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ مَرْثُومٍ وَحَامِدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ كُرَّادٍ قَالَا سَمِعْنَا أَبَا بَكْرٍ بْنُ الْمُسْتَعِدِّ عَنْ عَمَلِ بْنِ عَنَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمٍ فَلَا يَغُصُّ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ۔
۵۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجَرِيُّ قَالَا

یہ روایت معمول نقلیہ کے ساتھ منقول ہے۔

كَانَ وَكَثِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ
بِكَلَامِهَا عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي زَيْدٍ وَأَبِي صَالِحٍ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ فِي حَدِيثٍ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَفِي حَدِيثٍ وَكَثِيرٌ قَالَ
يُرْوَاهُ بِشَيْلٍ

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ سے
حسب سابق یہ روایت منقول ہے۔

۵۵۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ عَنْ أَبِي تَيْبَةَ وَغَيْرِ النَّاقِدِ
وَزُهَيْرِ بْنِ حَرْبٍ كَالْوَالِدِ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ
الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ مَحْمُودٍ رَافِعٍ
قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ
ابْنِ الْمُسَيَّبِ كَلَامِهَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِشَيْلٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی
ہفتھن بیدار ہو تو پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے
پہلے اپنے ہاتھ کو تین بار دھوے اس لیے کہ وہ نہیں
ہاتھ کر نیند میں اس کا ہاتھ کہاں کہاں رہا ہے۔

۵۵۴۔ وَحَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَيْبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ
بْنُ أَحْمَدٍ قَالَ نَا مَعْقِدٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ فَلْيُغْرِغْ عَلَى
يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ يَدَا فِي إِسَاءَةٍ
فَوَاشَةٍ لَا يَذُرُّ فِيهِمْ بَأْسٌ يَدُهُ

اسم فرماتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے
دیکھو اسانید کے ساتھ جہاد ویش مروی ہیں ان میں صرف
دھوئے کا تذکرہ ہے تین بار دھوئے کا ذکر نہیں
ہے۔

۵۵۵۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا الْمُبَشِّرُ
يَعْنِي الْحَدَّادِي عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ
عَنْ هِشَامِ بْنِ مَحْمُودٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا
أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا حَالِدُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ مَحْمُودٍ عَنْ مُحَمَّدِ
بْنِ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا
مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ
عَنْ هِشَامِ بْنِ مَكِيَّةٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا
مَعْقِدٌ بْنُ حَارِثٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرِ ح وَحَدَّثَنَا
الْعُلُوَانِيُّ وَابْنُ رَافِعٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالُوا
جَمِيعًا نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدٌ أَنَّ قَابِئًا
مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ تَرِيذٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَمِيعَ

أَبَاهُمْ نِيرَةً فِي رِوَايَتِهِمْ جَمِيعًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ كُلُّهُمْ يَقُولُ حَقًّا
يَفْسِدُهَا وَلَمْ يَقُلْ وَاحِدٌ مِنْهُمْ كَذِبًا إِلَّا مَا قَدْ مَنَّا
مِنْ رِوَايَةِ جَاهِلِيَّةِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَيْ سَلَّمَ وَعَبْدُ اللَّهِ
ابْنِ شُعْبَةَ وَأَبِي صَالِحٍ وَأَيْ دِينَارٍ قَاتٍ فِي حَدِيثِهِمْ
ذَكَرْنَا الْمَقْلُوبَ -

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

باب مذکور سے استنباط شدہ مسائل

امام شافعی اور دیگر فقہاء رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سورے والا نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے" اس کا معنی یہ ہے کہ اہل حجاز ہتھوروں سے استنجا کرتے تھے اور ان کے شہروں میں بہت گرمی پڑتی تھی اور جب وہ سورتے تو پسینہ آتا تھا، اور سورے والے کو یہ غم نہ ہوتا تھا کہ سورے وقت اس کا ہاتھ استنجا کی جگہ لگا ہو گا اور گیلی نجاست اس کے ہاتھ پر لگی ہو گی اس لیے اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ جب قلیل پانی (جودہ درودہ سے کم) ہوا میں مقبوضی سی نجاست بھی گر جائے تو وہ پانی نجس ہو جاتا ہے خواہ وہ نجاست اس پانی کے رنگ، بو اور ذائقہ کو تبدیل نہ کرے۔
۲۔ کسی نجس چیز کو پاک کرنے کے لیے سات بار دھونا ضروری نہیں ہے، بلکہ تین بار دھونے سے وہ چیز پاک ہو جاتی ہے۔

۳۔ جس چیز میں نجاست کا وہم ہو اس کو بھی دھونا مستحب ہے۔

۴۔ عبادت میں احتیاط پر عمل کرنا مستحب ہے۔

۵۔ جن چیزوں کا صراحۃً ذکر کرنا ہے حیاتی، ہوان کا کیا یہ سے ذکر کرنا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ ہو سکتا ہے نیند میں اس کا لہو نہ کرے یا دیگر پردہ لگا ہو بلکہ یہ فرمایا وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے!

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کثیر پانی کے لیے نفلتین (دو گھرے کی مقدار پانی) میسر نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً لہو نہ دھونے کا حکم دیا ہے یہ نہیں فرمایا کہ اگر پانی نفلتین سے کم ہو تو پھر لہو نہ دھونا۔

کتنے کے جھوٹے کا حکم

بَابُ حُكْمِ دُخَانِ الْكَلْبِ

۵۵۶۔ وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ السَّعْدِيُّ قَالَ قَالَ نَافِعُ بْنُ مُسَيْهِرٍ قَالَ قَالَ الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي تَرَزِينٍ وَابْنِ صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَلَعْتَ الْكَلْبَ فِي إِنَاءٍ أَحَدِكُمْ قَلْبِي فِيهِ شَرٌّ لِيَغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اس برتن کو الٹ دو اور اس کو سات مرتبہ دھوؤ۔

۵۵۷۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَتَانِي قَالَ قَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكْرِيَّا عَنْ الْأَعْمَشِ بِهِ أَهْلُ الْأَسْنَادِ وَثْقَى وَكَثْرَتُهُ كَثْرَةُ قَلْبِي فِيهِ -

اہم مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت اسی طرح منقول ہے لیکن اس میں برتن کو الٹنے کا ذکر نہیں ہے۔

۵۵۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَلَعْتَ الْكَلْبَ فِي إِنَاءٍ أَحَدِكُمْ قَلْبِي فِيهِ سَبْعَ مَرَّاتٍ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی ایک شخص کے برتن میں سے کتا پانی پی لے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھوؤ۔

۵۵۹۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ قَالَ نَافِعُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَهَّرُوا إِنَاءَهُ أَحَدِكُمْ إِذَا دَلَعْتَ فِيهِ الْكَلْبَ أَنْ يَغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ إِلَّا هُوَ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کتا تمہارے کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھوؤ اور پہلی بار منی سے صاف کر دو۔

۵۶۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ قَالَ نَافِعُ بْنُ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ هَذَا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَرَّ أَحَادِيثُ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَهَّرُوا إِنَاءَهُ أَحَدِكُمْ إِذَا دَلَعْتَ الْكَلْبَ فِيهِ أَنْ يَغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ -

حضرت ابو ہریرہ نے حضرت محمد بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد احادیث بیان کیں، ازاں جملہ ایک یہ حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کتا تمہارے کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھوؤ۔

۵۶۱۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ نَافِعُ قَالَ قَالَ نَافِعُ عَنْ أَبِي الشَّيْخِ سَمِعَ مُطَرِّقَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ السَّكَنِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبد اللہ بن مظہر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو کتوں کے قتل کرنے کا حکم دیا، پھر فرمایا انہیں کتوں کے قتل کرنے سے

وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الصِّلَابِ ثُمَّ قَالَ
مَا بَالُهُمْ وَبَالَ الصِّلَابِ ثُمَّ رَحِمَ فِي كُلِّ الصِّلَابِ
وَكُلِّبَ الْغَنُودَ قَالَ إِذَا وَلَّيْتُ الْكَلْبَ فِي الْإِسَاءِ
فَأَعْيَلُوهُ سَبْعَ مَرَاتٍ وَغَفِرُوا لَهُ السَّامِنَةَ
بِالْغُرَابِ.

٥٦٢- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ
قَالَ عَلِيُّ بْنُ يَحْيَى بْنِ الْحَارِثِ رَوَى عَنْهُ مُحَمَّدُ بْنُ
حَاتِمٍ قَالَ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ رَوَى عَنْهُ مُحَمَّدُ
بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ
فِي هَذَا الْإِسْنَادِ يَمْثِلُهُمْ كَثِيرٌ فِي رِوَايَةِ يَحْيَى بْنِ
سَعِيدٍ مِنَ الزِّيَادَةِ وَرَحَّصَ فِي كَلْبِ الْغَنَمِ وَالْقَيْدِ
الْوَرُءِ وَكَيْسٍ ذَكَرَ الزُّمَاعُ فِي الرِّوَايَةِ عَمْرٍو يَحْيَى .

کیا ملے گا؟ پھر شکار کے لیے اور مریشیوں کی حفاظت کے لیے کتے رکھنے کا اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا جب کتابِ رتن میں منہ ڈالے تو اس کو سات مرتبہ دھوؤ اور اٹھو اس مرتبہ اس کو مٹھا سے دھوؤ۔

اہم مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے
ایک روایت ذکر کی ہے جس میں آپ نے شکار کرنے
موسیٹھیوں کی حفاظت اور کھیتوں کی حفاظت کے لیے
کھیتوں کے رکھنے کی اجازت دی ہے۔

گنتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کا منظر یہ علامہ یحییٰ بن شرف عروسی شافعی

اس باب کی احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس برتن میں کتنا نہ خال سے وہ نجس ہو جاتا ہے، اور اسی کو سات مرتبہ دھونا واجب ہے یہ ہمارا فقہار شافعی، امام مالک، امام احمد اور حنبلی فقہاء کا مسلک ہے، امام ابو حنیفہ نے کہا اس برتن کو تین مرتبہ دھونا کافی ہے۔ ۱۷

علامہ دشتی اہل مالکی لکھتے ہیں:

علامہ دستان اہل مائے حق ہیں :
 قاضی عیاض مائیکو نے کہا ہمارے نزدیک دوسرے جانوروں کی طرح کتا بھی طہر المین ہے اور اس کے
 جھوٹے برتن کو دھونے کا حکم تصدی ہے۔ امام شافعی، امام ابو حنیفہ، عبد الملک اور سحنون نے یہ کہا کہ کتا نجس ہے
 مگر امام حنیفہ نے یہ کہا کہ اس کے جھوٹے برتن کو سات دفعہ دھونا مستحب نہیں ہے بلکہ برتن کو صاف کرنا ضروری ہے۔
 (امام ابو حنیفہ کے نزدیک تین بار دھونا ضروری ہے۔ سعیدی عفر لکھ)۔
 قاضی ابن العربی نے لکھا ہے کہ سحران نے کہا ہے کہ کتا نجس المین ہے۔ لے
 علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں :

ہے، ان میں سے پہلی بار مٹھی سے دھویا جائے اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ اور امام احمد سے ایک یرطایت

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۷۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱، ۱۳۷ مطبوعہ نور محمد اہم المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلف دشتستانی ابی نامکی متوفی ۷۲۸ھ اکمال اکمال العلم ج ۲ ص ۵۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

ہے کہ اس کو آٹھ مرتبہ دھونا واجب ہے اور پہلی بار مٹی سے دھویا جائے۔ لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔
 کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے متعلق امام ابو حنیفہ کا نظریہ | علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:
 برتن کو سات مرتبہ دھونے کے وجوب کے قائل ہیں نہ پہلی بار مٹی کے ساتھ صاف کرنے کے، اور اس کی وجہ یہ
 ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جنہوں نے کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کی روایت کی ہے
 انھی سے کتے کے جھوٹے برتن کو تین مرتبہ دھونے کی قرآن اور فقہاء روایت ہے مرفوعاً بھی اور موقوفاً بھی
 ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ امام دارقطنی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا جب
 کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کی چیز کو گرا د پھر اس برتن کو تین بار دھو، صحیح تفسیر الدین نے "امام"
 میں کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۲۔ امام ابن عدی نے کمال میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا: جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کی چیز کو گرا دو۔ اور اس کو تین مرتبہ دھو۔
 (اس حدیث کی سند پر حرج کی گئی ہے اور علامہ عینی نے اس کا تفصیل سے جواب دیا ہے۔)

امام طحاوی نے کہا ہے کہ سند صحیح کے ساتھ یہ مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کتے کے جھوٹے برتن کو
 تین مرتبہ دھونے کا حکم دیتے تھے (جیسا کہ دارقطنی کی روایت میں ہے) اس سے یہ معلوم ہوا کہ سات مرتبہ دھونے
 کی روایت منسوخ ہو گئی کیونکہ سات مرتبہ دھونے کی روایت کے راوی حضرت ابو ہریرہ ہیں اور راوی جب کسی روایت
 کے خلاف عمل کرے یا اس کے خلاف فتویٰ دے تو پھر یہ روایت حجت نہیں ہے کیونکہ صحابہ کے لیے یہ جائز
 نہیں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حکم نہ اور اس کے خلاف عمل کرے یا اس کے خلاف فتویٰ دے
 اس سے اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی اور میں حضرت ابو ہریرہ کے ساتھ یہ بدگمانی نہیں ہے اس لیے مانتا
 ہوں کہ سات مرتبہ دھونے کی روایت ان کے نزدیک منسوخ ہو چکی تھی۔ لہ

باب الثَّانِي عَنِ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الرَّائِدِ | ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت

۵۶۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ
 رُمَيْحٍ قَالَا إِنَّا لَنَبِيَّةٌ حُرَّةٌ قَتِيلَةٌ قَالَ نَاكِبَةٌ
 عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَتَبَ أَنْ يُبَالَ فِي الْمَاءِ الرَّائِدِ
 حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع شدہ پانی میں پیشاب
 کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۱۔ علامہ مفتی عبد الدین عابدی رحمہ اللہ نے تصانیف میں ۴۲۰ ص ۱۲۲، المغنی ج ۱ ص ۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متروک ۸۵۵ھ / ج ۳ ص ۲۱ - ۳۰، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر ۱۳۴۸ھ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی
شخص ہرگز ٹھہرے ہوئے (ساکن) پانی میں پیشاب نہ
کرے پھر اس میں غسل کرنے لگے۔

۵۶۴۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ قَاتِلُ بْنُ
عَنْ هِشَامٍ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَسْبُغُ
أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الْغَائِثِ إِلَّا يَسْبُغُ يَدَيْهِ
فِيهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو پانی جاری نہ ہو اور
ٹھہرا ہوا ہو اس میں کوئی پیشاب نہ کرے اسے پھر اس
کے بعد اس میں غسل کرنا شروع کرے۔

۵۶۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ قَاتِلُ بْنُ
عَنْ أَنَسٍ مَعْمَرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا
حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَسُورِلَ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ
قَالَ وَسُورِلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسْبُغُ
فِي الْمَاءِ الْغَائِثِ إِلَّا يَسْبُغُ يَدَيْهِ كَمَا تَعْنِيهِ مِنْهُ۔

حدیث نمبر ۵۶۴ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع شدہ پانی
کثیر پانی کے معیار میں مذاہب فقہاء میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

ہم اسے اصحاب (فقہاء احناف) نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جمع شدہ پانی جو کسی بڑے
تالاب کے برابر نہ ہو جب اس میں نجاست گر جائے۔ مگر اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے عباد وہ پانی قلیل ہو یا کثیر
اور یہ کہ قلتین (دو گھر) کی مقدار حاصل نجاست ہوتی ہے کیونکہ یہ حدیث مطلق ہے اور یہ اپنے اطلاق سے
قلیل کثیر قلتین اور اس سے زیادہ کو شامل ہے اور اگر ہم یہ کہیں کہ قلتین کی مقدار حاصل نجاست نہیں ہوتی تو اس
صافیت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا علاوہ ازیں یہ حدیث قلتین کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے کہا ہے کہ ہماری دلیل حدیث قلتین اور بشریضا علی حدیث ہے اور یہ دونوں
حدیثیں احناف کے مذاہب کے خلاف نص صریح ہیں، میں کہتا ہوں کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ یہ دونوں حدیثیں ہم سے
مذہب کے خلاف ہیں یہی حدیث قلتین تو ہر چند کہ بعض محدثین نے اس کو صحیح کہا ہے لیکن وہ متنازعہ و متنازع
مضطرب ہے، اور قلة (گھر) کی نفسہ مجہولۃ المقدار ہے اور حدیث بالاتفاق صحیح ہو اس پر عمل کرنا زیادہ
قریب اور زیادہ قریب ہے اور یہی بشریضا علیہ کی حدیث ترمذی بھی اس پر عمل کرتے ہیں کیونکہ اس کنویں کا پانی جاری
تھا۔ اگر وہ یہ کہیں کہ تمہاری حدیث ہر قسم کے پانی کو شامل اور عام ہے اور ہماری حدیث قلتین کے ساتھ
سے اور خاص کا عام پر مقدم ہونا مستحب ہے بلکہ تمہارے لیے بھی اس حدیث کی تخصیص کرنا ضروری ہے، کیونکہ
تم کثیر پانی اس کہتے ہو جو دو درودہ سے زائد ہو، اور جب تخصیص کرنا ضروری ہے تو رائے کی بہ نسبت حد

سے تخصیص کرنا اولیٰ ہے۔ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ خاص کو عام پر مقدم کرنا مستحب ہے بلکہ امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ عمل میں عام خاص پر مقدم ہے کیونکہ ایک حدیث میں ہے ”وہم من سے جو بھی پیدا اور ماضی ہو اس میں عشر ہے“ یہ حدیث عام ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ اس خاص حدیث پر مقدم ہے۔ پانچ دس کے کم میں حد قدر نہیں ہے، ”باقی رہا یہ کہنا کہ حدیث سے تخصیص کرنا اسے سے تخصیص کرنے سے اولیٰ ہے“ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ درست ہے بشرطیکہ وہ حدیث اجماع کی مخالفت نہ ہو، اور قلیتین کی حدیث خبر واحد سے اور اجماع صحابہ کے مخالفت ہے کیونکہ چاہے مذہم میں ایک جہتی ہو گیا تو حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر نے یہ فتویٰ دیا کہ کنوئیں کا تمام پانی نکال دیا جائے حالانکہ اس جہتی کا پانی میں کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا تھا اور کنوئیں کا پانی قلیتین سے زیادہ تھا اور اس فتویٰ کا صحابہ میں سے کسی نے انکار نہیں کیا اس لیے یہ اجماع ہو گیا اور خبر واحد جہت اجماع کے مخالفت ہو تو مقبول نہیں ہوتی، اور علی بن مدینی نے کہا کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے اور ان کا قول جہت ہے، اور امام ابو داؤد نے کہا ہے کہ پانی کے اندازہ کے متعلق فریقین میں سے کسی کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، صاحب بدائع نے کہا ہے کہ اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے دلائل سمیعیہ کو چھوڑ کر دلائل حسیہ کی طرف رجوع کیا ہے۔

جمع شدہ پانی کے متعلق باب مذکور کی یہ حدیث عام ہے اور اس میں سب کا اتفاق ہے کہ اس کی تخصیص ضروری ہے، اس لیے پانی سے مراد وہ بڑا تالاب ہے جس کی ایک طرف کو حرکت دی جائے تو اس کی دوسری طرف حرکت نہیں کرتی اور وہ وہ درود ہے یا اس کی تخصیص قلیتین سے ہوگی، جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے یا اس کی تخصیص ان عمومی دلائل سے ہوگی جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جب تک پانی کے تین اوصاف میں سے کوئی وصف نجاست سے مستغیر نہ ہو وہ پانی پاک ہے، جیسا کہ امام مالک کا مذہب ہے۔

بَابُ الدُّهْيِ عَنِ الْاِغْتِسَالِ فِي الْمَاءِ الْوَاكِدِ

جمع شدہ پانی کے اندر غسل کرنے کی ممانعت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں (جس پر غسل فرض ہو) جمع شدہ پانی کے اندر غسل نہ کرے کسی شخص نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا پھر وہ شخص کس طرح غسل کرے۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ وہ کسی چیز سے پانی لے اور باہر بیٹھ کر غسل کرے۔

۵۶۶۔ وَحَدَّثَنِي هُرْدُوثُ بْنُ سَعِيدٍ الزَّيْلَعِيُّ وَابْنُ الظَّكَاوِيِّ وَاحْمَدُ بْنُ عِيْنِي جَمِيعًا عَنْ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ هُرْدُوثُ بْنُ كَثَّانٍ وَهْبٌ قَالَ أَخْبَرَنِي عَنْهُ دُرَيْمُ الْحَارِثِيُّ عَنْ يَكْتَرِ بْنِ الْأَشْجَعِ أَنَّ أَبَا الشَّائِبِ مَوْفِي هَكَذَا مِنْ رُفْعَةٍ حَدَّثَنَا أَهْلُ سَمْعَةَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ سَأَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْتَسِلُ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الْوَاكِدِ وَهُوَ جُنُبٌ فَقَالَ كَيْفَ يَغْتَسِلُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَ يَتَوَضَّأُ

تَبَاوَدَ -

بَابُ وَجُوبِ غَسْلِ الْبَوْلِ وَغَيْرِهِ مِنَ
الْتَّجَاسَّاتِ إِذَا حَصَلَتْ فِي الْمَسْجِدِ
وَأَنَّ الْأَرْضَ يَطْهَرُ بِالْمَاءِ مِنْ غَيْرِ
حَاجَةٍ إِلَى حَقِّهَا

٥٦٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَاخِئًا وَ
هَؤُلَاءِ رَأَيْدُ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أَعْمَرَ أَيْدِيَا
بَنِي فِي الْمَسْجِدِ فَقَامَ إِلَيْهِ بَعْضُ الْقَوْمِ فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ دَعُوهُ
وَلَا تَذَرُوهُ قَالَ فَلَمَّا قَدِمَ دَعَا بِأَيُّدِيهِمَا
فَصَنَعَهُ عَلَيْهِ .

٥٦٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَاجِيَةُ بْنُ
سَعِيدِ الْقَطَّانِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ
وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَكُثَيْبُ بْنُ سَعِيدٍ
بِجَمِيعَةٍ إِنْ دُرِيَ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى
أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْأَمَدِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ
سَعِيدٍ أَنَّ سَمَةَ أَسَى ابْنَ مَالِكٍ يَذْكُرُ أَنَّ
أَعْرَابِيًّا قَامَ إِلَى نَاجِيَةَ فِي الْمَسْجِدِ فَبَالَ فِيهَا
فَصَاحَ بِهِ النَّاسُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ دَعُوهُ فَلَكَمُا فَرَحٌ أَفْرَدَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَدَ تَوْبٍ فَصَبَّ

علي بن يحيى

فتاویٰ رضویہ
 قس: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مسجد ناپاک ہو جائے تو اس کو فوراً دھو کر صاف کر لینا چاہیے۔ نیز یہ کہ کسی شخص کو برائی سے روکنے کے لیے نرمی سے کام لینا چاہیے، نیز و خرابیوں کے مقابلہ میں اگر ایک غلامی کم و بیش کی ہو تو اس کو قبول کر لینا چاہیے کیونکہ جس وقت وہ اعرابی پیشاب کر رہا تھا اگر اس کو روکنے کی کوشش کی جاتی تو پشاب اس کے کپڑوں پر گرتا یا مسجد کے دوسرے حصوں پر بھی گرتا، اور اگر بروستی روک دیا جاتا تو اس کے بیمار ہونے کا خطرہ تھا جب کہ مسجد کا کچھ حصہ اس کے پیشاب کرنے کی وجہ سے نجس ہو رہا تھا۔

جب مسجد پیشاب یا دیگر نجاستوں سے ملوث ہو جائے تو اس کے دھونے کا وجوب اور طہارت کے لیے پانی سے دھونے کا کافی ہونا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں آکر پیشاب کر دیا، صحابہ میں سے بعض اس کو منع کرنے کے لیے اٹھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پیشاب کرنے سے مت روکو اور جب وہ دیہاتی پیشاب کر چکا تو آپ نے پانی کا ایک ڈول منگایا اور اس جگہ پر قائل دیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی مسجد کے ایک کونہ میں آکر کھڑا ہوا وہ پیشاب کرنے لگا صحابہ کرام نے اس کو دامننا عشرہ دین کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پیشاب کرنے دو جب وہ پیشاب کر چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول منگوا کر وہ جگہ دھوا دی۔

۵۶۹۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَنَا
عُمَرُ بْنُ يُونُسَ الْحَنَفِيُّ قَالَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمْرِو
قَالَنَا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ
مَالِكٍ وَهُوَ عَنْهُ إِسْحَاقُ قَالَ بَيْنَمَا كُنَّا فِي الْمَسْجِدِ
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا
جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَامَ يَبْكُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ أَهْلُ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَا مَنَعُكَ
قَالَ قَاتِلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا
تَذِيرُ مَوْتَهُ وَتَعُوذُ فَتَرْكُوهُ حَتَّى يَأْتِيَ شَعْرَانِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ دَعَاةً
فَقَالَ لِمَ رَأَيْتَ هَذَا الْمَسَاجِدَ لَا تَفْضَلُهُ لَشَيْءٍ مِنْ
هَذَا الْبَيِّنَاتِ وَلَا الْقَدَمِ الْكَبِيرَةِ لِيُذَكِّرُوا اللَّهَ وَ
الْقُلُوبَ وَفِي آدَمِ النَّعْزَانِ أَوْ كُنَّا قَالَنَا رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَتَأَمَّرَ
رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَجَاءَ بِدَلْوَيْنِ مَاءٍ فَسَقَتْهُ عَلَيْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں
بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک اعرابی آیا اور اس
نے کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے کہا ٹھہر جا بھٹہ
جا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پیشاب
کرنے سے مت روکو، اس کو پیشاب کرنے دو،
صحابہ کرام نے اس کو چھوڑ دیا جب اس نے پیشاب
کر لیا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو
اپنے پاس بلایا اور ارشاد فرمایا کہ صحابہ پیشاب اور دیگر
سبھا سرت سے آلودہ کرنے کے لائق نہیں یہ اللہ
پاک کے ذکر اور نماز اور تلاوتِ قرآن کے لیے
ہیں، پھر صحابہ میں سے ایک آدمی کو پانی کا ڈول لانے
کا حکم دیا وہ شخص پانی کے ڈول کو لایا اور اس نے اس
پر پانی بہایا۔

زمین سے نجاست کا اثر زائل ہونے سے اس کے پاک ہونے کا بیان | حدیث نمبر ۵۶۹ میں
ہے ایک دیہاتی مسجد
میں آکر پیشاب کرنے لگا، صحابہ کرام اس کو منع کرنے لگے، مٹی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پیشاب کرنے
سے نہ روکو، پھر آپ نے پانی کا ایک ڈول منگا کر اس جگہ ڈال دیا۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ زمین پر کوئی نجاست لگ جائے تو اگر اس پر پانی بہا دیا جائے تو وہ پاک ہو
جاتی ہے اور بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ زمین پر جب نجاست لگ جائے اور وہ
دھوپ یا ہوا سے خشک ہو جائے تو وہ زمین پاک نہیں ہوتی، یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں
پانی کا ذکر اس لیے ہے کہ مسجد کو پاک کرنے میں جلدی کرنا واجب ہے اور زمین کو خشک ہونے کے لیے
چھوڑنے سے اس واجب کی ادائیگی میں تاخیر ہوتی ہے۔

مساجد میں دنیاوی کاموں اور سونے کا حکم | انہی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مساجد صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر
نماز اور تلاوتِ قرآن کے لیے ہیں۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

لفظ ذکر عام ہے، یہ قرآن مجید کی تلاوت، علوم دینیہ کے پڑھنے اور لوگوں کو وعظ کرنے کو شامل ہے اور نازیبا بھی عام ہے، یعنی نوافل اور نوافل و فرائض کو شامل ہے، لیکن نوافل کو گھر میں پڑھنا افضل ہے، اس کے علاوہ مسجد میں دنیاوی کام بھی، ہنسنا، بغیر حیات المسکات کے مسجد میں بیٹھنا، اور دنیاوی امور میں مشغول ہونا امام شافعی کے نزدیک مباح نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ مسجد میں عبادت کے لیے بیٹھنا، یا علوم دینیہ پڑھنے کے لیے یا درس اہل وعظ سننے کے لیے یا ناز کے انتظار کے لیے اور اس نوع کی دیگر عبادت کے لیے۔ بیٹھنا مستحب ہے اور اس پر ثواب ملے گا، اور ان کے علاوہ باقی کاموں کے لیے مسجد میں بیٹھنا مباح ہے لیکن ان کا ثواب کم ہے۔ مسجد میں سونے کے متعلق امام شافعی کی تصریح ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور امام ابن مقفر نے کہا کہ ابن المسیبہ حسین، عطاء اور امام شافعی نے مسجد میں سونے کی نصیحت دی ہے، اور حضرت ابن عباس نے کہا مسجد میں سونے کی جگہ نہ بناؤ اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے، امام اوزاعی نے کہا مسجد میں سونا مکروہ ہے، امام مالک نے کہا مسافروں کے لیے مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور مقیم کے لیے بھی اس کو درست نہیں سمجھتا، امام احمد نے کہا اگر مسافر یا اس کی طرح کوئی شخص ہر تو مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر وہاں عادت دوپہر اور رات کے سونے کو معمول بنالیا جائے تو یہ جائز نہیں ہے، اور ہی اسحاق کا قول ہے، یحییٰ نے کہا جو فقہاء مسجد میں سونے کی اجازت دیتے ہیں، وہ حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن عمر اور اہل الصحفہ رضی اللہ عنہم، اور والی عورت، عرینہ، ثمامہ بن اثال اور صفوان بن امیہ کے مسجد میں سونے سے استدلال کرتے ہیں اور اعاذیث مکیہ مشہورہ میں ان کے سونے کا ذکر ہے بلکہ

رمعنف کی رائے یہ ہے کہ اس سلسلہ میں امام احمد کا قول صحیح ہے، کیونکہ اعاذیث میں جن حضرات کے سونے کا ذکر ہے، ان کا بھی کبھی سونا ثابت ہے، ان لوگوں نے مسجد کو سونے کا اٹھ نہیں بنایا تھا۔ حدیث مذکور سے بعض دیگر استنباط شدہ مسائل | اس حدیث سے مستنبط ہونے والے بعض دیگر مسائل کی تفصیل یہ ہے:

- ۱۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سبقت کرنی چاہیے۔
- ۲۔ صحابہ کرام کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اعرابی کو رخ کرنے کے لیے آپ سے پرچے دینے دینا، آپ پر سبقت نہیں تھا، کیونکہ شاریع علیہ السلام کی طرف سے ان کو برائی کو نشانے کی عام اجازت تھی اور اب انک اجازت لینے کی ضرورت نہ تھی۔
- ۳۔ اس حدیث میں احنوف البلیتین پر عمل ہے، مسجد کو پیشاب سے نجس کرنا بھی ایک بلا ہے اور کسی شخص کا پیشاب منقطع کر دینا جس میں اس کے بیمار ہونے کا خدشہ ہو اس سے بڑی بلا ہے اس لیے بڑی بلا کے مقابلہ میں چھوٹی بلا کو برداشت کرنے کا حکم دیا اور پیشاب سوکھنے کا انتظار کی بجائے مسجد کو دھو دینے کا حکم

دیا تاکہ فری اور قوی طہارت حاصل ہو۔

- ۴۔ جاہل شخص کو آسانی کے ساتھ احکام کی تعلیم دینی چاہیے اور شفقت سے ہمیشہ انا چاہیے۔
- ۵۔ مانع کے زوال کے بعد ازالہ فساد میں جلدی کرنی چاہیے کیونکہ جیسے ہی اعرابی پیشاب سے فارغ ہوا آپ نے مسجد کے دھونے کا حکم دیا۔ ۱۷
- ۶۔ مسجد میں وضو کرنا مکروہ ہے، البتہ وضو کے لیے مسجد میں کوئی ٹمک جگہ بنالی جائے تو صحیح ہے۔
- ۷۔ مسجد میں ہانڈیوں، پاگلوں اور ناسمجھ بچوں کا بغیر کسی اہم مقصد کے داخل کرنا مکروہ ہے، کیونکہ ان کی وجہ سے مسجد کی پاکیزگی کا برقرار رہنا مشکل ہے، البتہ یہ حرام نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا ہے اور آپ کا یہ فعل بیان جواز اور حصول اقتدا کے لیے تھا۔
- ۸۔ مسجد میں نجاست کو داخل کرنا حرام ہے اور جس شخص کے بدن پر نجاست ہو اور اس نجاست سے مسجد کے منکوث ہونے کا اندشہ ہو اس کا مسجد میں داخل ہونا بھی جائز نہیں ہے اور مسجد میں بغیر کسی برتن کے قصد لگوانا حرام ہے اور برتن میں قصد لگوانا مکروہ ہے۔ (چونکہ مسجد میں جنازہ کو داخل کرنے سے مسجد کے منکوث بالنجاست ہونے کا اندشہ ہے اسی لیے فقہاء احناف نے مسجد میں جنازہ رکھنے کو مکروہ کہا ہے البتہ جنازہ مسجد سے باہر ہو تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا اور کرامت جائز ہے اس کی تفصیل کے لیے شرح صحیح مسلم جلد ثانی کا مضمیمہ ملاحظہ فرمائیں۔ سیدی غفرلہ)
- ۹۔ مسجد میں لیٹنا، پیر پھیلانا، انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا بائز ہے کیونکہ یہ تمام امور امارت صحیحہ مشہورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال سے ثابت ہیں۔
- ۱۰۔ مسجد کو نجاست، گنداک، چیزوں مثلاً ناک، شکر وغیرہ اور تکلیف دہ چیزوں مثلاً کھنٹے، شیشہ کے ٹکڑوں وغیرہ سے پاک اور صاف رکھنا چاہیے، بلند آواز سے باتیں کرنے، خرید و فروخت اور دیکھ و بیاد کی کاموں سے مسجد کو بچانا چاہیے۔ ۱۸

بَابُ حُكْمِ بَوْلِ الْوَلَدِ الرِّضِيِّ وَ كَيْفِيَّةِ غَسْلِهِ

شیر خوار بچے کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونے کا حکم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ روگ اپنے (نومولود) بچوں کو حصول برکت کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں برکت کی دعا دیتے اور ان کے منہ میں

۵۷۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَآبُو
مُرَيْبٍ قَالَا نَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ قَالَا نَا حُشَامُ بْنُ
عَوْنٍ أَيْبَةُ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتِي بِالْقَبِيَّاتِ كَيْفَ يَرَاؤُهُ

۱۷۔ علامہ بدر الدین محمد بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۲۷، مطبوعہ ادارۃ الطبائۃ النیرینہ مصر ۱۳۲۸ھ
۱۸۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۲۷ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۹، مطبوعہ دار محمد امجد المطابع کراچی ۱۳۵۵ھ

عَلَيْهِمْ وَيَمْنُكُمُ فَإِنْ يَصِيحُوا قَبَالَ عَلَيْهِمْ فَدَعَا
بِمَاءٍ فَتَابَعَهُ بَوْلُهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ .

کوئی چیز چبا کر دیتے، ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک
بچہ لایا گیا جس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔
آپ نے پانی منگا کر کپڑوں پر بہایا اور دھوئے میں
زیادہ مبالغہ سے کام نہیں لیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک
شیر غار بچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا
گیا، اس نے آپ کی گود میں پیشاب کر دیا۔ آپ نے
پانی منگا کر اس جگہ بہا دیا۔

۵۷۱۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَعْفَرُ بْنُ
عَدْنٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أُرِيَ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصِيحُ يَوْمَئِذٍ قَبَالَ
فِي حُجْرِهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَغَسَّاهُ عَلَيْهِ .

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حسب
سابق حدیث بیان کیا ہے۔

۵۷۲۔ حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَرَا
عَيْنِي قَالَ نَا هُشَامُ بْنُ هَاشِمٍ قَالَ أَرَا مُحَمَّدَ بْنَ حَبِيبٍ
ابْنَ شَمِيرٍ .

ام تیس بنت محسن بیان کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ایسا بچہ لے کر
آئیں جس نے ابھی کھانا کھا کر شروع نہیں کیا تھا، انہوں
نے اس بچہ کو آپ کی گود میں بٹھا دیا اور اس نے آپ
کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے اس جگہ پانی
بہا دیا۔

۵۷۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ عَنْ ابْنِ أَبِي حَازِمٍ
قَالَ أَرَا الْكَلْبِيَّ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عُمَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مَخْصُومٍ أَنَّهَا أَتَتْ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِابْنٍ لَهَا
كَرَّيَا كُلَّ الْفَلَحَاءِ كَوَ مَنَعَتْهُ فِي حُجْرِهِ قَبَالَ كَلَّمَ
يَكْزُوعًا عَلَى أَنْ تَقْصُرَ بِالنَّارِ .

امام مسلم نے اسی سند کے ساتھ ایک اور حدیث
بیان کی جس میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے پانی منگا کر کپڑے
پر بہا دیا۔

۵۷۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو يَكْرُبُ
أَبُو كَثِيبَةَ وَعَمْرُو بْنُ النَّازِقِ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا
عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَكَانَ
فَدَعَا بِمَاءٍ فَغَسَّاهُ .

عتبہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ ام تیس بنت محسن
حضرت عکاشہ بن محسن کی بہن تھیں جو بنو اسد بن خزیمہ
سے تعلق رکھتے تھے اور یہ ان عورتوں میں سے تھیں
جو سب سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ آئیں، اور رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی وہ بیان کرتی ہیں کہ وہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ایک

۵۷۵۔ وَحَدَّثَنَا ثَلَاثَةٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى قَالَ أَرَا
ابْنَ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُيَيْنَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
ابْنِ عُثْبَةَ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ أُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ مَخْصُومٍ
وَلَمَّا نَزَلَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ أَدْوَلِ الدَّاقِ بَا يَعْنِي
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ أَخْبَتْ
عُكَاكَةً ابْنِ مَخْصُومٍ أَحَدِ ابْنِي أَسَدِ ابْنِ حُذْرَيْمَةَ .

قَالَ اُخْبِرْتَنِي اَقْعَا اَمْتُ دَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَابْنَ ثَمَّ اَلَوْ يَبْلُغُ اَنْ يَأْكُلَ الطَّعَامَ قَالَ عُيَيْنَةُ اللّٰهُ اُخْبِرْتَنِي اَنْ اَبْتَعَا ذَاكَ بَاَنَ فِيْ جَبْرِ دَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَتَدَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمَا رَفَضَتْهُ عَلَى كَوْنِهِ وَلَمْ يَغْبِرْهُ عَسَلًا

کم سن بچہ کو دے گئیں جو ابھی کانے کی عمر کو نہیں پہنچا تھا، اس بچے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پیشاب کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگا کر اس کپڑے پر بہا دیا، البتہ اس کو زیادہ کوشش سے نہیں دھویا۔

شیر خوار بچے کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونے کے حکم میں مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل!

علامہ یحییٰ بن شرف نورانی اس حدیث سے استنباط شدہ مسائل کے بیان میں لکھتے ہیں:

- ۱۔ زور و دھچکے کو نیک اور بزرگ لوگوں کی گود میں حصول برکت کے لیے دینا چاہیے۔
- ۲۔ بچے کے سر پر ہاتھ پھیرنا اور دلا دینا۔
- ۳۔ صاحبین اور اہل فضل سے برکت حاصل کرنا۔
- ۴۔ تواضع اور انکسار سے کام لینا اور لوگوں سے دل جل کر رہنا۔
- ۵۔ کھجور یا اس جیسی کسی چیز کو چبا کر بچے کے منہ میں بہ طور گھسی کے دینا۔
- ۶۔ شیر خوار بچہ کا پیشاب بالاتفاق نجس ہے اور داؤد ظاہری کے سوا کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔
- ۷۔ فقہاء شافعیہ نے شیر خوار بچہ اور بچی کے پیشاب آلود کپڑے میں فرق کیا ہے اور ان کا مختار قول یہ ہے کہ بچے کے پیشاب آلود کپڑے پر پانی چھڑکنا کافی ہے اور بچی کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونا واجب ہے، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، عطاء بن ابی رباح، حسن بصری، امام احمد بن حنبل، دارقطنی بن راہویہ کا یہی مسلک ہے، متقدمین، اصحاب السکیت ابن وہب مالکی اور امام البرہانی سے بھی ایک یہی روایت ہے۔
- ۸۔ امام البرہانی، امام مالک اور فقہاء کوفہ کا مسلک یہ ہے کہ شیر خوار بچہ اور بچی دونوں کے پیشاب آلود کپڑوں کو دھونا واجب ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

فقہاء شافعیہ کا استدلال ان امارت سے ہے جن میں بچہ کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونے کے لیے "فطوح" کا لفظ آیا ہے وہ کہتے ہیں کہ فطوح کا معنی پانی چھڑکنا ہے، ہم کہتے ہیں کہ ان امارت میں فطوح کا معنی دھونا ہے اور فطوح کے دھونے کے معنی میں مستعمل ہونے پر یہ دلیل ہے کہ امام مسلم اور دیگر ائمہ حدیث نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مجھے مذی بہت آتی تھی، میں نے اسی کے متعلق

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے میں حیا و محسوس کی کیونکہ آپ کی صاحبزادی میرے نکاح میں تھیں، میں نے حضرت مقداد بن اسود سے کہا وہ سوال کریں انہوں نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے ذکر کو دھوئے اور وضو کرے۔ اور امام ابو داؤد نے حضرت مقداد بن اسود سے روایت کی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب نے مجھ سے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کروں کہ ایک شخص اپنی اہلیہ کے قریب جائے اور اس کی مذمت کرے تو اس کے لیے کیا شرعی حکم ہے؟ حضرت علی نے کہا یہ سنا اس آپ کی صاحبزادی ہیں اس لیے مجھے آپ سے یہ سوال کرنے میں حیا آتی ہے تب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

اذا وجد احدکم فلیبصم فوجہ ولیتوقا
 دھوہ ۱۱ للصلوة۔ جب تم میں سے کوئی شخص اس چیز کو پائے
 تو اپنی فرج کو "انفع" کرے اور جس طرح غار کے
 لیے وضو کرتے ہیں اس طرح وضو کرے۔

ان دونوں حدیثوں میں ایک ہی واقعہ کا بیان ہے، ایک حدیث میں ہے ذکر کو دھوئے، دوسری حدیث میں ذکر کو نفع کرے اس سے معلوم ہوا کہ نفع کا معنی بھی دھونا ہے نیز اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جب ذکر پر مذمت کی ہو تو اس پر پانی چھڑکنا کافی نہیں ہے بلکہ دھونا ضروری ہے۔
 فقہاء احناف کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں نجاست اور پیشاب سے آلودہ چیزوں کو دھونے کا بالعموم حکم دیا گیا ہے۔

بَابُ حُكْمِ الْمَنِيِّ

منی کا حکم

۵۷۶۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَخْبَارَنَا
 ابْنُ عَبَّادٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَمْرِو بْنِ أَبِي مَرْثُومٍ عَنْ ابْنِ أَبِي
 عَمْرٍاءَ عَنْ الْأَسْوَدِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 تَغَيَّلَ ثَوْبَهُ كَمَا كَانَتْ عَائِشَةُ إِذَا شَاءَ كَانَتْ يَجْعَلُ ثَوْبَهُ
 رَاغٍ وَأَيْتُهُ أَنْ تَغْيِلَ مَكَانَهُ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَتَحْتَ
 حَوْلَهُ لَعَنَهُ رَأَيْتُنِي أَشْرُكُهُ مِنْ كَوْبٍ وَسَنَوِي
 اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَرُكًا فَيُصَلِّي
 فِيهِ۔

عمر اور اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ان ایک مہان آیا، صبح کو وہ اپنے کپڑے دھو رہا تھا، حضرت عائشہ نے فرمایا اگر تم نے کپڑے پر کوئی داغ دیکھا تھا تو صرف اس جگہ کو دھو لیتے، اور اگر نہیں دیکھا تھا تو کپڑے کے چاروں طرف پانی چھڑک لیتے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پر اگر منی لگی، موتی تو میں اس کو دھٹک دیتے کہ مجھ سے کھریج دیا کرتی تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کپڑوں کے ساتھ غار پر چڑھ کر تہہ تھے۔
 اسود اور ہمام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منی کا حکم پوچھا، آپ نے فرمایا میں اس کو رسول اللہ

۵۷۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَفْصٍ بْنُ غِيَاثٍ
 قَالَ كَأَيْفَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ ابْنِ أَبِي هَيْمَةَ عَنِ الْأَسْوَدِ

وَهُمَا مِنْ عَائِشَةَ فِي الْمَرْثَى قَالَتْ كُنْتُ أَحَدَهُمَا
مِنْ قُرْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
۵۷۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَاخِعًا
يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدَانَ ح وَحَدَّثَنَا
إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَاخِعٌ عَنْ ابْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ
كَانَ ابْنُ أَبِي عَرُودَ بَصِيصًا عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ ح وَحَدَّثَنَا
أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَاخِعٌ عَنْ أَبِي بَكْرٍ
ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَاخِعٌ عَنْ
ابْنِ مَرْثَدٍ عَنْ مَرْثَدِ بْنِ أَبِي مَرْثَدٍ عَنْ وَجَلِ بْنِ الْأَعْدَدِ
ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَاخِعٌ عَنْ
مَنْصُورٍ قَالَ نَاخِعٌ عَنْ ابْنِ مَرْثَدٍ عَنْ مَرْثَدِ بْنِ
كُلٍّ عَنْ ابْنِ مَرْثَدٍ عَنْ ابْنِ مَرْثَدٍ عَنْ عَائِشَةَ
فِي حَتِّ الْمَرْثَى مِنْ قُرْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَحْوِصُ حَاتِمٌ عَنْ أَبِي
مَعْشَرٍ

صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے کھرج دیا کرتی تھی۔

اسرو نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرجنے
کے بارے میں حسب سابق روایت نقل کی ہے۔

۵۷۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَاخِعٌ
قُتَيْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هِشَامِ
عَنْ عَائِشَةَ بِذَلِكَ يَنْحَوِصُ حَاتِمٌ
۵۸۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَاخِعٌ
مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ سَأَلْتُ
سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ عَنِ الْمَرْثَى يُصْنِبُ ثَوْبَ الرَّجُلِ
أَيُقْسِلُهُ أَمْ يُغْسِلُ الثَّوْبَ فَقَالَ أَخْبَرَنِي عَائِشَةُ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ
يُغْسِلُ الْمَرْثَى ثُمَّ يَحْدِرُ إِلَى الصَّلَاةِ فِي ذَلِكَ
الثَّوْبِ وَآكَأَ أَنْظُرَ إِلَى آخِرِ الْقَسْلِ فَنَبِهَ

امام مسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند
کے ساتھ بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں پر جس جگہ بخئی تھی
جوئی آپ اس جگہ کو دھو دیتے اور اسی کپڑوں کے ساتھ
نماز پڑھتے چلے جاتے اور میں آپ کے کپڑوں پر
بھیگے ہوئے نشانات کو دیکھتی تھی۔

۵۸۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَعْفَرِيُّ قَالَ
نَاخِعٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ
قَالَ نَاخِعٌ عَنْ ابْنِ أَبِي زَيْدٍ عَنْ كَلْبٍ عَنْ عَمْرِو
ابْنِ مَيْمُونٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مَا مِنْ أَبِي زَيْدٍ عَنْ كَلْبٍ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بخائی گئے ہوئے کپڑے کو دھوتے
تھے اور بعض روایات میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا دھوتی تھیں۔

كَمَا قَالَ ابْنُ شَهْرَآثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُغْسِلُ الْمَيِّتَ وَآمَّا ابْنُ الْمُبَارَكِ
وَعَبْدُ التَّوَّاجِدِ قَتِيْبٌ حَدِيْثُهُمَا قَالَتْ كُنْتُ اَغْسِلُهُ
فَنُتُوْبُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

۵۸۲۔ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْحَنْبَلِيُّ
أَبُو عَاصِمٍ قَالَ نَأَى أَبُو الْحَوْصِ عَنْ شَيْبِ بْنِ
عَفْرَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ شَهَابٍ الْخُوْدَرِيِّ قَالَ
كُنْتُ تَابِئًا عَلَى عَائِشَةَ فَاحْتَلَمْتُ فِي نَشْوَةٍ
كَفَمَسْتُهَا فِي الْمَاءِ فَدَأَبْتُهَا بِإِصْبَعِي لَعْنَةَ
فَاحْبَرْتُهَا فَبَعَثْتُ إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ مَا
حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ بِخَوِيكَ قَالَ قُلْتُ
دَأَبْتُ مَا يَدِي النَّاسِ فِي مَنَامِيهِ قَالَ هَلْ دَأَبْتَ
فِيهِمَا شَيْئًا قُلْتُ لَا قَالَتْ فَكَلِمَاتُكَ شَيْنٌ
عَسَلْتَهُ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَرَأَيْتُ لَدُحْلَهُ مِنْ تَوْبِ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا بَسًا
بَطْمَرِيْ.

عبداللہ بن شہاب خمرانی بیان کرتے ہیں کہ میں
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں مہمان گیا اور
مجھے احتلام ہو گیا میں نے ان کپڑوں کو پانی میں ڈال
دیا حضرت عائشہ کی ایک کنیز نے یہ ماجرا دیکھا اور جا کر
حضرت عائشہ سے بیان کیا حضرت عائشہ نے میری طرف
کنیز کو بھیج کر پوچھا کہ تم یہ کپڑا کیوں دھو رہے ہو؟
راوی کہتے ہیں میں نے عرض کیا میں نے ایسا خراب کچھا
جو مضر دیکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے کپڑوں میں اس
کا کچھ اثر دیکھا؟ میں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا اگر تمہیں
کوئی اثر دکھائی دیتا تب کپڑے کو دھونے کی ضرورت
تھی، اور میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے
خشک مٹی کو ناخنوں سے کھرچ رہا کیا کرتی تھی۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
مٹی کی طہارت بعد از عدم طہارت میں مذاہب فقہاء
امام مالک، اور امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ آدمی کی مٹی کی طہارت میں علماء کا اختلاف ہے
تر اس کی تفسیر کے لیے اس کو کھرچنا کافی ہے، امام احمد سے بھی ایک ایسی روایت ہے، اور امام مالک یہ کہتے ہیں
کہ مٹی خشک ہو یا تر مٹی آلود کپڑے کو دھونا واجب ہے، اور حضرت علی بن ابی طالب، حضرت سعد بن ابی وقاص،
حضرت ابن عمر، حضرت عائشہ، داؤد ظاہری اور امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ مٹی پاک ہے، امام احمد سے بھی ایک
ہی روایت ہے۔

جو فقہاء مٹی کی نجاست کے قائل ہیں ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں مٹی آلود کپڑوں کے دھونے کا بیان
ہے اور جو فقہاء مٹی کی طہارت کے قائل ہیں ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں مٹی کو کھرچنے کا ذکر ہے اگر مٹی نجس
ہوتی تو اس کو صرف کھرچنا کافی نہ ہوتا جس طرح جسے ہم نے سخن کو مٹ کھرچنا کافی نہیں ہے، اور جن احادیث میں
مٹی آلود کپڑوں کو دھونے کا ذکر ہے وہ استنجاب اور تنزیہ اور نظافت کو اختیار کرنے پر مہموز ہیں، یہ آدمی کی مٹی
کا حکم ہے اور علماء ایک شاذ قول یہ ہے کہ عورت کی مٹی نجس ہے اور مرد کی مٹی نجس نہیں ہے اور اس سے زیادہ

شاذ قول یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی منی نجس ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں کی منی طہر ہے اور کیا پاک منی کا کھانا جائز ہے؟ اس میں ہمارے اصحاب کے دو قول ہیں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حلال نہیں ہے کیونکہ یہ کھنا وٹی چیز ہے اور ان نجاست میں داخل ہے جو حرام ہیں۔

آدمی کے علاوہ باقی جانداروں کی منی میں یہ تفصیل ہے: کتے اور خنزیرہ کی منی بالاتفاق نجس ہے، اور باقی حیوانات کی منی میں تین قول ہیں، زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ تمام حیوانات کی منی پاک ہے خواہ ان کا گوشت حلال ہو یا نہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ تمام حیوانات کی منی نجس ہے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کی منی پاک ہے، اور جن کا گوشت حرام ہے ان کی منی ناپاک ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

منی کی طہارت کے قائلین کا یہ کہنا کہ ہم نے منی کھرچنے کی احادیث کو منی کی طہارت پر اور منی آورد کپڑوں کو دھونے کی احادیث کو اختیار نظر افتن پر محمول کیا ہے، اس وقت صحیح ہوتا جب ان احادیث میں تضاد ہو تا، حالانکہ ان احادیث میں تضاد نہیں ہے، منی آورد کپڑوں کو دھونے کی احادیث سے صراحتہ ثابت ہے کہ منی نجس ہے اور منی کھرچنے کی احادیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مور و میں بند ہیں۔ شریعت میں منی آورد کپڑوں کو دھونے کا حکم دیا گیا ہے اور اس میں اصل وجوب ہے الا یہ کہ اس کے خلاف کوئی قریبہ صاف ہو، اور یہاں اس کے خلاف کوئی قریبہ نہیں ہے بلکہ اس کے وجوب کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اسی طرح صحابہ نے بھی اپنے کپڑوں پر منی لگے رہے نہیں دی، اور بطور عبادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی فعل کر ہمیشہ کرنا اور کبھی ترک نہ کرنا اس

وجوب کا موجد ہے۔

بعض علماء نے کہا جس چیز کو خشک حالت میں دھونا واجب نہیں اس کو تر حالت میں دھونا بھی واجب نہیں ہے جیسے ریش (ٹاک) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے، کیونکہ ریش نکھنے سے بالکل حدیث (وضو ٹوٹا) لاحق نہیں ہوتا جبکہ اگر منی شہوت اور تیزی سے نکلے تو اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے ورنہ وضو اسی طرح بعض علماء نے کہا اگر منی نجس ہوتی تو اس کو کھرچنا کافی نہ ہوتا جس طرح جھے ہوئے خون کو کھرچنا کافی نہیں ہے، یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ جھے ہوئے خون کو کھرچنے کے متعلق کوئی حدیث وارد نہیں ہے، جب کہ خشک منی کو کھرچنے کے متعلق بہ کثرت احادیث ہیں اور یہ احادیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مور و میں بند ہیں۔ بعض علماء نے یہ کہا کہ منی انبیاء علیہم السلام کی ولادت کی اصل ہے اس لیے پاک ہوتی چاہے اس کا جواب یہ ہے کہ منی دشمنان خدا، مثلاً فرعون، اہمان اور ابو جہل کی ولادت کی بھی اصل ہے، اس لیے نجس ہوتی چاہے، نیز علقہ رجما ہوا خون انسان کی ولادت کے زیادہ قریب ہے اور وہ اس کی اصل ہے پھر خون بھی پاک ہونا چاہیے۔

۱۔ علامہ بیہقی بن شرف نوری متوفی ۷۷۲ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ فور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۳۵-۱۳۶، مطبوعہ دارالکتاب المصریہ مصر ۱۳۴۸ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کی طہارت کا بیان | مانتظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے کپڑوں سے منی کھرچ دیتی تھیں، اس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی سنی ظاہر تھی، اور اس پر دوسروں کی منی کو تھپاس نہیں کیا جاسکتا، اور حق یہ ہے کہ احکام تکلیفیہ میں آپ کا حکم باقی مکلفین کی طرح ہے، ماسوائے امور کے جن کی خصوصیت کسی دلیل سے ثابت ہے اور آپ کے فضائل کی طہارت پر بہ کثرت دلائل قائم ہیں، اور ائمہ نے اس کو آپ کے خصائص میں شمار کیا ہے اور بہت سی کتب میں اس کے غلات جو گھٹا ہے اس کی طرف بالکل التفات دیکھا جائے کیونکہ تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کے فضائل ظاہر ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ، آپ کا بول (پیشاب) اور آپ کا برا سب امت کے حق میں ظاہر تھے، البتہ عرق، بول اور برا آپ کے حق میں موجب عذر تھے، اب ہم اس سلسلہ میں مستند کتب حدیث سے حاکم بات پیش کرتے ہیں فضول و بآئذہ التوفیق و بہ الاستعانة بلیق۔

مانظ ابو نعیم اصبہانی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں متعدد خصوصیات تھیں، آپ میں راستہ میں ہوتے تو اس راستہ سے گزرنے والے کو آپ کے پسینہ کی خوشبو یا پسینہ کی ہوا کی خوشبو سے پتا چل جاتا کہ آپ اس راستے سے گزرے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ بیت اکھلا جاتے ہیں گھر ہم وہاں کوئی مکروہ چیز نہیں دیکھتے، آپ نے فرمایا: اسے عائشہ! کیا تم نہیں جانتیں کہ انبیاء علیہم السلام سے جو کچھ خارج ہوتا ہے زمین اس کو تحمل لیتی ہے اور اس میں سے کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔

حضرت اسماعیل رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گھر کی ایک جانب میں برتن میں پیشاب کرتے تھے، ایک رات میں پیاسا کھڑی

عن جابر قال كان ف رسول الله صلى الله عليه وسلم خصال ولو يكن في طريق فسلكه احد الا عرف انه سلك من طيب عرقه او ما يبع عرقه۔

عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت يا رسول الله تأتي اخلاص فلا تروى شيئا من الاذى قال يا عائشة اما علمت ان الارض تبصم ما يخرج من الانبياء فلا يمر من شيء يسه

عن ام ايمن قالت قام رسول الله صلى الله عليه وسلم من الليل الى فحارة في جانب البيت فبال فيها فقامت من الليل وانا عطشانة فشربت

۱۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۷۲، مطبوعہ دار نشر الکتاب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۱۱ھ

۲۔ مانتظ ابو نعیم اصبہانی متوفی ۴۲۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۴۴۳، مطبوعہ دار الفطرس۔

۳۔ مانتظ ابو نعیم اصبہانی متوفی ۴۲۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۴۴۳، مطبوعہ دار الفطرس۔

مَا فِيهَا وَأَنَا لَا أَشْعُرُ فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا أُمَّ أَيْمَنُ قَوْمِي فَأَهْرَبَتْنِي مَا فِي تِلْكَ الْفَخَّارَةِ قُلْتُ قَدَّوْهُ اللَّهُ شَرِبَتْ مَا فِيهَا قَالَتْ فَضَحَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَا أَنْتَ لَا تَتَجَمِّعِينَ بَعْدَكَ أَبَدًا - ١٥

اور میں نے لاپٹی میں اس برتن میں جو تھا پی یا، جب صبح ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام ایمن! اٹھو اور اس برتن میں جو کچھ ہے اس کو باہر پھینک دو میں نے کہا بھلا اس برتن میں جو کچھ تھا میں نے اس کو پی یا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منے حتیٰ کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں اور آپ نے فرمایا سنو! تمہارے پیٹ میں کبھی دھو نہیں ہو گا۔

حافظ البیہقی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند میں امام ابوالکلام محمد نعین راوی ہے۔ ۱۵

علامہ سیوطی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام ابو یوسف، امام حاکم، امام دارقطنی اور امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بہت لمبا قیام کرتے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے ایک کنویں میں پیشاب کیا اور مدینہ میں اس کنویں سے میٹھا اور کئی گناں نہیں تھا، جب لوگ جمع ہوتے تو اس کنویں سے میٹھا پانی نکالتے رمانہ جاہلیت میں اس کنویں کا نام برود تھا۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيُ فَيُطِيلُ الْقِيَامَ، وَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَالَ فِي بَيْتِهِ ۚ قَالَ فَلَمْ يَكُنْ فِي الْمَدِينَةِ بَثْرًا عَذِيبٌ مِنْهَا قَالُوا لَوْلَا إِذَا احْمَرُّوا اسْتَعَذَّبَ لَهْرٌ مِنْهَا وَكَانَتْ تَسْمَى فِي الْجَاهِلِيَّةِ الْبُرُودَ - ١٥

حافظ البرم بن عبد البر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھڑی کے ایک پیالہ میں پیشاب کرتے تھے جو آپ کے گھٹ کے نیچے رکھا جاتا تھا، ایک رات آپ نے اس میں پیشاب کر کے اس کو تخت کے نیچے رکھ دیا، پھر جب آپ اُسے تو اس پیالے میں کچھ نہیں تھا، حضرت ام حبیبہ کے ساتھ ان کی ایک غار حشر سے آئی تھیں جن کا نام برکہ تھا، آپ نے ان سے پوچھا اس برتن

عَنْ أُمِّمَةَ ابْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبُولُ فِي قَدَحٍ مِنْ عِيدَانٍ وَيُوضَعُ تَحْتَ سَرِيرِهِ فَبَالَ فِيهِ لَيْلَةً فَوَضَعُ تَحْتَ سَرِيرِهِ فَجَاءَهُ هَذَا الْقَدَحُ لَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ فَقَالَ لَأَمْرَأَةٍ يَقَالُ لَهَا الْبُرْكَهَ كَانَتْ تَخْدُمُ لَامُ حَبِيبَةَ جَاءَتْ مَعَهَا مِنْ أَرْضِ الْحَبَشَةِ الْبُولُ الَّذِي كَانَ فِي هَذَا الْقَدَحِ مَا فَعَلْتُ فَقَالَتْ شَرِبْتَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَقَالَ

- ۱۵۔ حافظ ابوشیمہ صہبانی متوفی ۴۳۲ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۲۴۲، مطبوعہ دار النفاث
 ۱۶۔ حافظ قرطوبی بن علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۴۰۷ھ، الاستیعاب ج ۸ ص ۲۷۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ
 ۱۷۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نعیمیہ رضویہ فیصل آباد
 ۱۸۔ حافظ ابوشیمہ صہبانی متوفی ۴۳۲ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۲۴۲، مطبوعہ دار النفاث

میں جو پیشاب تھا وہ کہاں گیا، انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں نے اس کو پی لیا، ابو عمر کہتے ہیں کہ یہ برکہ ام ایمن میں۔

ابو عبد اللہ اظن برکتہ ہذا ہی ام ایمن المذکورۃ۔

عبد سیر علی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام طبرانی اور بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکہ سے فرمایا: تم جہنم پر حرام ہو گئیں۔^۱ مافظ نور الدین البیہقی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اس کے تمام راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں سوا عبد اللہ بن احمد بن حنبل اور عقیل کے اور وہ بھی ثقہ راوی ہیں۔^۲ مافظ نور الدین البیہقی بیان کرتے ہیں:

عن عبد الله بن الزبير انه اتي النبي صلى الله عليه وسلم وهو يحتجم فلما طهر قال يا عبد الله اذهب بهذا الدم فاخر قد حيث لا يراه احد فلما برزت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم عمدت الى الدم فحسوته فلما رجعت الى النبي صلى الله عليه وسلم قال ما صنعت يا عبد الله قال جعلته في مكان فطئت انه خاف عن الناس قال لعلي شربت قال نعم قال ومن امرك ان تشرب الدم ويل لك من الناس وويل للناس معك رواه الطبراني والبيهقي باختصار ورجال البزار رجال الصحيح غير هند بن القاسم وهو ثقة

حضرت عبد اللہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے وہاں مالیکہ آپ قصہ لگاتے تھے، جب آپ فانی ہوئے تو آپ نے فرمایا، یہ خون ہے جاؤ اور اس کو ایسی جگہ ڈال دو جہاں اس کو کوئی نہ دیکھے، جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اوجھل ہوا تو میں نے اس خون کو چاٹ لیا، جب میں واپس آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبد اللہ تم نے کیا کیا، انہوں نے کہا میں نے اس کو ایسی جگہ رکھ دیا کہ میرا گھانا ہے اس کو کوئی نہیں دیکھے گا، آپ نے فرمایا شاید تم نے اس کو پی لیا ہے، انہوں نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا تم سے خون پینے کے لیے کس نے کہا تھا، تم پر افسوس ہو لوگوں کی طرف سے اور لوگوں پر افسوس ہو تمہاری طرف سے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اور امام بزار نے اختصار سے روایت کیا ہے، ہند بن قاسم کے سوا بزار کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں اور وہ بھی ثقہ ہیں۔

۱۔ مافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ الا متیاب ج ۴ ص ۲۵۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

۲۔ علامہ جلال الدین سیر علی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبری ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

۳۔ مافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۰۰ھ، معجم الزوائد ج ۸ ص ۲۷۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

معجم الزوائد ج ۸ ص ۱۳۰

علامہ سیوطی نے اس حدیث کو حافظ ابو نعیم رقی اکلیہ کے حوالے سے بھی لکھا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے "تم کو جنم کی آگ صرف قسم پر پوری کرنے کے لیے چھوٹے گی۔" ۱۷

عن سفینۃ قال احتجہ النبی صلی اللہ علیہ و
صلی اللہ علیہ وسلم فادفنه من الدواب و
الطیر والناس فتغیبت فشربت ثم ذکر
ذلك له فصرحک رواہ الطبرانی والبزار و
رجال الطبرانی ثقاة۔ ۱۸

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں
نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبرہ گائی، آپ نے
فرمایا اس خون کو جانوروں، پرندوں اور لوگوں سے
بچا کر دفن کر دو، میں نے چھپ کر اس خون کو پی یا
پھر میں نے آپ سے اس کا ٹکڑا کر آکھیا ہنسنے لگا۔ اس
حدیث کو امام طبرانی، اور امام دارقطنی نے روایت
کیا ہے اور طبرانی کے راوی ثقہ ہیں۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام ابویوسف، امام ابن ابی عمیرہ اور امام بیہقی نے سنن کبریٰ میں بھی روایت
کیا ہے۔ ۱۹

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ جب جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا چہرہ زخمی ہو گیا تو ان کے والد حضرت مالک بن سنان
رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون
چوس کر بنگل یا ان سے کہا گیا کہ تم خون پی رہے ہو؟
انھوں نے کہا ہاں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
زخم کا خون پی رہا ہوں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اس کے خون کے ساتھ میل خون مل گیا ہے
اب اس کو آگ نہیں چھوٹے گی، اس حدیث کو امام طبرانی
نے اوسط میں روایت کیا ہے، اور اس کی سند میں کوئی ایسا
راوی نہیں ہے جس کے ضعف پر اتفاق ہو۔

عن ابو سعید الخدری ان اباه مالک بن
سنان لما أصیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فی وجہہ یوم احد مص دم رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وازدردہ فقیل لہ انشرب الدمار
فقال نعم اشرب دم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالط
دمی دمه لا تمسه النار رواہ الطبرانی فی الاوسط
ولہ امر فی استنادہ من اجمع علی ضعفہ۔ ۲۰

اس حدیث کو علامہ سیوطی نے حاکم کے حوالے سے بیان بھی کیا ہے۔ ۲۱

۱۷۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

۱۸۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۰۴ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

۱۹۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

۲۰۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۰۴ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

۲۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

شیخ اشرف علی تھانوی نے ان تمام روایات کو مفتی الہی بخش کا مدحویٰ کی کتاب شیم الجیب کے حوالے سے ترجمہ کر کے نشر الطیب میں بیان کیا ہے۔ ۱۔
 شیخ نور شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے فضائل کی طہارت کا مسئلہ مذاہب اربعہ کے کتابوں میں موجود ہے۔ ۲۔
 انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل شریفہ کی طہارت کا مسئلہ میں نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث اور جلد ساوکس میں زیادہ تفصیل اور تحقیق سے لکھا ہے اور اس مسئلہ میں بعض علماء کے جو شبہات ہیں ان کے جوابات نہایت تفصیل اور تحقیق سے ذکر کیے ہیں۔ اہل علم اور اہل نظر کے لیے یہ اباحت لائق مطالعہ ہیں۔
رطوبت فرج کی طہارت یا عدم طہارت کی تحقیق | اس باب کی احادیث میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرج کی طہارت کی تحقیق سے لکھا ہے۔
 منی کھینچ دیا کرتی تھیں۔

علامہ نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
 عورت کی فرج کی رطوبت کی طہارت یا عدم طہارت میں علماء کا اختلاف ہے، زیادہ ظاہر یہ ہے کہ عورت کی فرج کی رطوبت ظاہر ہے۔
 علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے عورت کی فرج کی رطوبت کی طہارت پر استدلال کیا ہے، وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں احتلام محال ہے کیونکہ وہ شیطان خراب کی وجہ سے ہوتا ہے، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں پر جو منی ختمی ہو جماع کے سبب سے تھی، اس وجہ سے وہ منی رطوبت فرج سے مل کر گدھری اب اگر یہ رطوبت نہیں ہوتی تو اس سے اختلاف کی وجہ سے منی بھی نہیں ہو جاتی اور اس کو کھینچنا کافی نہ ہوتا بلکہ دھونا پڑتا۔ اور جو علماء رطوبت فرج کی نہایت کے قائل ہیں وہ اس کے دو جواب دیتے ہیں، ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احتلام محال نہیں ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ شیطان خراب کی وجہ سے ہو بلکہ بعض اوقات بغیر کسی عذاب کے منی زیادہ ہونے کی وجہ سے خارج ہو جاتی ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہ منی مقدمات جماع کی وجہ سے خارج ہوئی ہو اور رطوبت فرج سے مختلط نہ ہوئی ہو نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی بن کعب انہ قال یا رسول اللہ! ۱۵۱
 جامع الرجل المرأة فله ينزل؟ قال يغسل ما
 من المرأة منه ثم يتوضأ ويصلي قال ابو عبد الله

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں،
 انہوں نے کہا یا رسول اللہ! جب کوئی مرد کسی عورت
 سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو وہ آپ نے فرمایا:

- ۱۔ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ اور نشر الطیب میں ۱۷۲۲ھ مطبوعہ تاج کتبہ لیسٹڈ کراچی
- ۲۔ شیخ نور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۱ ص ۲۵۰ مطبوعہ مطبع مجازی مصر، ۱۳۵۷ھ
- ۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۷ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ نور محمد راجع المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

الفصل احوط و ذالک الآخر

عصمت کے ساتھ جماع کرنے سے اس کے عضو پر جو کچھ لگتا ہے اس کو دھو لے اور وضو کر کے نماز پڑھے امام بخاری نے کہا غسل کرنے میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی آخری حکم ہے۔

حافظ ابن حجر مستطانی شافعی لکھتے ہیں: عورت کے جسم سے اس کے عضو پر جو کچھ لگتا ہے، اس سے مراد رطوبت فرج ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے علامہ ابن حجر مستطانی کے نزدیک رطوبت فرج نجس ہے، علامہ عینی نے بھی یہی لکھا ہے۔ علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں: امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک عورت کی فرج داخل کی رطوبت نجس ہے، اس لیے اگر کوئی شخص ادخال کرے اور انزال سے پہلے عضو نکال لے تو وضو کو دھو تا فرغ من ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک فرج داخل کی رطوبت بدن کی باقی رطوبتوں کی طرح ہے۔ علامہ ابن مابین شامی حنفی لکھتے ہیں فرج خارج کی رطوبت بالاتفاق طاهر ہے، علامہ نووی نے لکھا ہے زیادہ صحیح ر علامہ نووی نے زیادہ ظاہر لکھا ہے۔ سیدی غفرانؒ یہ ہے فرج کی رطوبت نجس نہیں ہے، علامہ ابن حجر نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ سفید پانی ہے جو ہڈی اور پسینہ سے متعلق ہے اور یہ فرج کے باطن سے نکلتا ہے جس کا دھونا واجب نہیں ہے اور جو پانی فرج سے نکلے وہ قطعاً طاهر ہے اور باطن فرج کے ماوراء سے جو چیز نکلے وہ قطعاً نجس ہے اور ہم باب الاستنجاء کے آخر میں ذکر کریں گے کہ بچہ کی رطوبت، بکری کے بچہ کی رطوبت اور انڈے کی رطوبت طاهر ہے۔

بَابُ نَجَاسَةِ الدَّمِ وَكَيْفِيَّةِ غَسْلِهِ
مَحْنُ كِي نَجَاسَتِ اور اس کو دھونے کا طریقہ

۵۸۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ
وَكَيْفِيَّةٌ كَمَا قَالَ نَافِعُ بْنُ عُمَرَ وَهَذَا قَوْلِي مُحْتَمَلٌ
بْنُ حَاتِمٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَافِعُ بْنُ شَيْبَةَ عَنْ
سَمِعْتُ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بَيَانُ كَرْتِي فِي كَيْفِيَّةِ
عَمْرٍاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سَمِعْتُ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بَيَانُ كَرْتِي فِي كَيْفِيَّةِ
سَمِعْتُ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بَيَانُ كَرْتِي فِي كَيْفِيَّةِ

- ۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۵ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲، مطبوعہ نور محمد امع المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
- ۲۔ علامہ شہاب الدین علی بن محمد مستطانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۹۸، مطبوعہ دار نشر مکتبہ الاسلامیہ لاہور، ۱۳۹۱ھ
- ۳۔ علامہ بدیع الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، مدۃ القاری ج ۲ ص ۲۵۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیرہ مصر، ۱۳۴۸ھ
- ۴۔ علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۱۸۸ھ، در مختار علی الممشی و المقتار ج ۱ ص ۸۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۳۴ھ
- ۵۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۸۸، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۴۷ھ

هشام بن عمر رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنِي قَاتِلَةُ عَنْ أَسْمَاءَ
قَالَتْ جَاءَتْ بِنْتُ أُمِّ رَأْسٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّهُ أَتَانِي صَيْبٌ ثَوْبَهَا مِنْ دَمِ
الْحَيْضِ كَيْفَ تَقْضِيهِ قَالَ كَعْبَةُ كَعْبَةُ لَقَدْ رَأَيْتُ يَوْمَئِذٍ
كَعْبَةَ تَقْضِيهِ

٥٨٣ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَأَيْبُ بْنُ نَعْمِيَّةٍ
وَحَدَّثَنِي أَبُو الْقَاسِمِ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ
أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَالِمٍ وَمَالِكُ بْنُ
أَنَسٍ وَغَيْرُ وَهْنِ الْعَارِثُ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ
عُمَرَ وَتَرْجُمَةُ الْأَسَدِ مِخْلَدُ بْنُ حَبَابٍ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ

کپڑے پر حوض (ماہواری) کا خون لگ جاتا ہے اس
کپڑے کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا پہلے اس (جسے
موتے) خون کو کھرتج ڈالے پھر پانی سے رگڑے
اس کے بعد پانی بہا کر صاف کرے پھر اس کپڑے
کے ساتھ نادر پڑھ سکتی ہے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ
بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

علامہ کھنجر بن مشرف نوروی شافعی لکھتے ہیں :

نجات کو زائل کرنے کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء

علاء الدین بن شرف نورانی شافعی لکھتے ہیں :
اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ خون
نفس ہے اور اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے ، نیز اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ نجات کو زائل کرنے کے لیے
بدولہ شرط نہیں ہے ، بلکہ اس کو صاف کرنا کافی ہے ۔

نہجاست کو نوافل کرنے کے لیے اس نہجاست کو صاف کرنا واجب ہے، اگر نہجاست حکمی ہو اور شغلہ آتی ہے جیسے پیشاب وغیرہ تو اس کو ایک بار دھونا واجب ہے اور زیادہ دفعہ دھونا واجب نہیں ہے، لیکن دوسری اور تیسری بار دھونا مستحب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو تین بار دھونے سے پہلے اپنے ہاتھ کو برتن میں دھو لے اور اگر وہ نہجاست عینیہ ہو اور شغلہ آتی ہو مثلاً غلٹ وغیرہ تو اس کا بعینہ ازالہ کرنا ضروری ہے اور اس کو دو اور تین بار دھونا مستحب ہے۔ آیا کپڑے کو دھونے کے بعد اس کو نیچر ٹانجا بھی مشروط ہے؟ اس میں دو قول ہیں، زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں ہے۔ اگر نہجاست عینیہ کو دھو دیا اور اس کا رنگ نظر آتا رہا تو کوئی سحرج نہیں ہے بلکہ طہارت حاصل ہو گئی اور اگر اس کا خالقہ باقی رہا تو کپڑا نجس ہے اور ذائقہ کو نالگ کرنا ضروری ہے اور اگر نہجاست حکمی بر باقی رہی تو اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ ظاہر ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ظاہر نہیں ہے۔

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں

نجات کی دو قسمیں ہیں مرقی (دکھائی دینے والی) غیر مرقی، (نہ دکھائی دینے والی) جو نجات مرقی ہو اس کی طہارت بعینہ اس نجات کے زائل ہونے سے ہوگی، کیونکہ نجات کا بعینہ اس چیز میں حلول ہو گیا اس لیے اس کا زوال ضروری ہے، ہاں اگر اس کا کچھ اثر باقی رہ جائے جس کا لائق کرنا دشوار ہو مگر کوئی حرج نہیں،

اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک بار دھونے سے وہ نجاست زائل ہو گئی تو اس کو مزید دھونا ضروری نہیں ہے اس میں
مشائخ کا اختلاف ہے۔ اور جہ نجاست غیر مرنی ہو اس کو اس وقت تک دھونا چاہیے جب تک دھونے والے کو
اس کی طہارت کا ظن غالب نہ ہو جائے، اس میں مشائخ نے تین بار دھونے کا اندازہ کیا ہے کیونکہ تین بار
دھونے سے ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے بیدار ہونے والے شخص کو تین بار ہاتھ دھونے کا حکم دیا ہے، اور ظاہر المراد یہ کہ مطابق
ہر بار نچوڑنا بھی ضروری ہے۔

مقام حیرت یہ ہے کہ فقہاء شافعیہ کتب کے جھوٹے برقی کو تو ساری مرتبہ دھونا ضروری قرار دیتے ہیں اور جس کیڑے پر پیشاب لگا ہو اس کو ایک مرتبہ دھونے کا کافی سمجھتے ہیں۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى تَحَاسُّهِ الْبُؤْسِ وَوُجُوبِ
الْإِسْتِزْرَاعِ

پیشاب کی نجاست پر دلیل اور اس سے
استزاع کا وجوب

احقر از کا و عجب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قبروں سے گذر رہا تھا آپ نے فرمایا ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور یہ عذاب کسی ایسی وجہ سے نہیں ہو رہا جس سے بچنا دشوار ہو، ان میں سے ایک شخص چٹلی کھایا کرتا تھا، اور دوسرا پدیشاب سے بچنے میں احتیاط نہیں کرتا تھا، پھر آپ نے ایک سبز شامنگائی، اس کے وہ ٹکڑے کیے اور ایک ٹکڑا ایک قبر پر گاڑ دیا، اور دوسرا دوسری قبر پر پھر فرمایا جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہیں ہوں گی، ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند کے ساتھ
بھی یہ روایت معمول تغیر کے ساتھ منقول ہے۔

٥٨٥ - حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَدْبِيُّ وَأَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاسْتَحَقَّ بِنُورِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ اسْأَلْنِي أَنَا وَقَالَ الْأَخْوَانُ مَا وَكَيْفُهُ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ مَجَاهِدًا يُحَدِّثُ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرِ عَيْنٍ فَقَالَ أَمَّا اللَّهُمَا لِيَعْدَ بَانَ وَمَا لِيَعْدَ بَانَ فِي كَيْسٍ مَا أَخَذَ هُنَا فَكَانَ يَمْشِي بِالشَّيْئَةِ وَأَمَّا الْأَخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِيرُ مِنْ بَوْلِهِ قَالَ فَذَعَا بِعَسِيْبٍ رَطَبٍ فَشَقَّهُ بِأُشْنَيْنِ شَقًّا غَرَسَ عَلَى هَذَا وَاجِدًا وَاعْلَى هَذَا وَاجِدًا ثُمَّ قَالَ لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يُبَيِّسَا .

٥٨٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَدَ بَنِي يُوسُفَ الْأَزْدِيَّ
كَانَ نَاصِبًا لِمَنْ أَسَدٍ قَالَ نَأْتِيكَ الْوَاحِدِينَ عَنْ سُبْحَانَ
الْأَعْمَاشِ بِهَذَا الْإِسْتِثْنَاءِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَكَانَ الْآخَرُ
لَا يَسْتَنْزِعُهُ عَنِ الْبُيُولِ أَوْ مِنَ الْبُيُولِ -

گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تحقیق | حدیث نمبر ۵۰۵ میں ہے ان کو کسی کبیرہ گناہ کی وجہ سے مذاب نہیں ہو رہا۔ علامہ یحییٰ بن شرف نور الدین شافعی لکھتے ہیں:

پیشاب سے نہ پہنچنا اس لیے کبیرہ گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے نماز کا باطل ہونا لازم آتا ہے اور چٹلی کرنا اس لیے گناہ کبیرہ ہے کہ چٹلی کی تشریف ہے:

نقل کلام بعض الی بعض علی جهة الافساد۔ فساد ڈالنے کے لیے بعض کلام بعض کو پہنچانا۔

اور جرم غیر فساد کا باعث ہو اس کا گناہ کبیرہ ہونا واضح ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو کسی کبیرہ کے سبب عذاب نہیں ہو رہا حالانکہ یہ گناہ کبیرہ ہیں اس کے جواب میں ایک یہ کہ ان کے زعم میں یہ گناہ کبیرہ نہ تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ کبیرہ گناہ کبیرہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ان گناہوں سے پہنچنا ان کے لیے گناہ بڑا اور دشوار کام نہ تھا۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

گناہ کبیرہ وہ ہے جس کے ارتکاب پر عدل لازم ہو، دوسری تشریف یہ ہے کہ جس کام کے ارتکاب پر وہ شدید عذاب ہو، اور صغیرہ پر اصرار کرنا گناہ کبیرہ ہے کیونکہ حدیث میں ہے لا صغیرۃ مع الاصرار۔ اصرار کے ساتھ گناہ صغیرہ نہیں ہوتا۔ علامہ ابن عابدین شافعی لکھتے ہیں:

صرح العلامة ابن نجیم فی رسالۃ العزلة فی بیان

الخاصی بان کل مکروه تحریر من العفو ثم صرح اصفاً

بانہم مشروطوا بالاستقاط العدالت بالصغیرۃ الادماک

علیہا۔

علامہ ابن نجیم نے گناہوں کے بیان میں ایک

رسالہ تحریر کیا ہے، اس میں ہے: ہر مکروہ تحریمی گناہ

صغیرہ ہے اور گناہ صغیرہ پر دوام کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

اس سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب

گناہ صغیرہ ہے اور صغیرہ پر اصرار گناہ کبیرہ ہے، اصرار کا مطلب یہ ہے کہ بار بار صغیرہ کرے اور اس پر تادم اور

تائب نہ ہو، صغیرہ پر اصرار اس لیے کبیرہ ہے کہ گناہ کرنے والا معصیت پر جہالت اور ولیری کرتا ہے اور توبہ میں

کرتا، اور معصیت پر جہالت کرنا، اس کو معمولی سمجھنا اور توبہ نہ کرنا یہ گناہ کبیرہ ہے ورنہ اگر صغیرہ کا تکرار ہو تو یہ گناہ کبیرہ

نہیں ہے، تکرار کا مطلب یہ ہے کہ صغیرہ پر تادم اور تائب ہو اور پھر دوبارہ صغیرہ کا ارتکاب کرے اور پھر اس پر

تادم اور تائب ہو یہ تکرار معصیت ہے اصرار معصیت نہیں ہے، مجہولت ایک بار ایک علمی مجلس میں ایک عالم

نے عدالت کیا تھا کہ صغیرہ کے بعد صغیرہ کرنا اسی درجہ کی معصیت ہے یہ کبیرہ کیوں ہوتا ہے، اس وقت میں نے تکرار

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نور الدین متوفی ۷۷۹ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۱، مطبوعہ نور محمد امج المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدة القاری ج ۳ ص ۱۱۶، مطبوعہ دارۃ الطبائع المیریہ مصر

۳۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شافعی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۳۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۷۲ھ

مصیبت اور اصرار مصیبت کا یہ فرق بیان کیا تھا۔

قبر پر سبز شاخ اور پھول رکھنے کے متعلق فقہاء اربعہ کے نظریات اور بحث و نظر | اس حدیث میں ہے
 وکلم نے ایک سبز شاخ لگائی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے ان ٹکڑوں کو ان قبروں پر گاڑ دیا اور فرمایا جب تک یہ ٹکڑے
 نہیں ہوں گی۔ ان سے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ عذاب میں تخفیف کا وجہ، ہر کتاب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شاخ لگاڑنے
 کی برکت کی وجہ سے جو، اور اس کی وجہ شاخ کے سبز ہونے کی خصوصیت نہ ہو، علامہ نووی نے کہا یہ حدیث اس پر محمول ہے
 کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے تخفیف عذاب کی شفاعت کی تھی اور ان شاخوں کے سبز رہنے تک آپ کی
 شفاعت قبول کر لی گئی۔ ایک قول یہ ہے کہ جب تک شاخ تر رہتی ہے تسبیح کرتی ہے اور جب سوکھ جاتی ہے
 تو تسبیح نہیں کرتی، اور قرآن مجید میں ہے:

ان من شئء الا یسبح بحمده۔

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔
 اس کا معنی ہے ہر زندہ چیز اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے اور شاخ کی حیات اس وقت تک ہے جب
 تک کہ وہ سر سبز اور تر و تازہ ہو، اور پھر کی حیات اس وقت تک ہے جب تک اس کو تر و تازہ جانیے، لیکن
 محققین کا مذہب یہ ہے کہ یہ حمد اور تسبیح اپنے مسموم پر ہے۔ اور ہر چیز حقیقتہً تسبیح کرتی ہے اور بعض
 علماء نے یہ کہا کہ ہر چیز کی تسبیح یہ ہے کہ اس کا وجود صانع کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔
 اس حدیث کی بناء پر علامہ نے قبر کے پاس قرآن مجید کی تلاوت کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ جب شاخ کی
 تسبیح کی وجہ سے تخفیف عذاب مترتب ہے تو تلاوت قرآن کی وجہ سے تخفیف عذاب کی زیادہ توقع ہے،
 اگر یہ کہا جائے کہ جب ہر چیز کا تسبیح کرنا اپنے مسموم پر ہے تو اس حدیث میں تخفیف عذاب کو شاخ کے تر
 رہنے تک کیوں موقوف کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی خصوصیت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جیسے جنم
 کے فرشتوں کی تعداد کی خصوصیت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔
 شیخ ابو رشاد کشمیری اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

عذاب میں تخفیف کی وجہ اس شاخ کی تسبیح کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لمبے کی برکت
 کی وجہ سے ہے، (الی قول) فتاویٰ ہندیہ میں مطالب المؤمنین سے نقل کیا ہے کہ قبروں پر پھول ڈالنا جائز ہے
 اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے تصریح کی ہے کہ یہ عیبت اور لغو ہے بلکہ
 علامہ عینی نے اس کے برعکس لکھا ہے جیسا کہ ہم نے ابھی نقل کیا ہے، سعیدی عنقریب۔
 شیخ بدر عالم میرٹھی اس کے ماثیہ میں لکھتے ہیں:

۱۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۷، مطبوعہ ادارۃ المطابع المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ
 ۲۔ شیخ ابو رشاد کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۱ ص ۳۱۱، مطبوعہ مطبع مجازی مصر ۱۳۵۰ھ

قبروں پر پھول ڈالنے کے مسئلہ میں لوگوں نے غلط کیا ہے اور اس کو تخفیف کی علامت بنا دیا ہے اللہ جو قبروں پر پھول نہیں ڈالتے ان کو دہلیہ کہتے ہیں، تم غور کرو ان قبر والوں کے عذاب میں تخفیف کو ہی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے قرار دینا افضل ہے یا دخلت کی تسبیح سے؟ اور اگر یہ لوگ اتباع حدیث کا دعویٰ کرتے ہیں تو قبر پر درخت کا شاخ لگائیں پھول کیوں ڈالتے ہیں؟ اور محدثین کی قبروں پر شاخ لگائیں ذکر مقررین کی قبروں پر اور صحابہ کرام جو حدیث کی ظاہر و باطن اتباع کرتے تھے منقول نہیں ہے کہ انہوں نے اس پر عمل کیا تھا مگر ایک یا دو نے، اگر اس میں کوئی فائدہ ہوتا تو وہ اس کو ترک نہ کرتے اور یاد رہے کہ بعض اوقات بدعت کا مادہ طاعت ہوتا ہے لیکن اس کی اپنی طرف سے ایک خاص حیثیت بنائی جاتی ہے اور خود کو تشریع کے منصب پر فائز کر لیا جاتا ہے یہ لوگ اس آیت کا مصداق ہیں:

الَّذِينَ ضَلَّ سَبِيلَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ

يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُبْتَلَوْنَ صَنِيعًا (دکھ ۱۲۴)

وہ لوگ جن کی ساری کوششیں دنیا کی زندگی میں

گم ہو گئیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں

اگر یہ اعتراف کیا جائے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوتی تھی تو اس قید کی کیا وجہ ہے کہ جب تک درخت کی شاخ خشک نہ ہو عذاب میں تخفیف ہے؟ اگر اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے ہاتھ کی برکت کے اثر کی اتنی ہی مدت تھی جیسا کہ شیخ کشمیری نے لکھا ہے۔

نہی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کی برکت کا کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی اطاعت اور آپ کے افعال کی اتباع مطلقاً ثابت ہے ماسوائے ان کاموں کے جو آپ کی خصوصیت ہوں اور خصوصیت کا معیار یہ ہے کہ جس کام سے آپ نے امت کو کلی التعمیم منع فرمایا ہو اور خود اس کام کو کیا ہو جیسے بیک وقت چار سے زیادہ ازدواج کر نکاح میں رکھنا آپ کی ازدواج سے آپ کے دھمال کے بعد نکاح حرام ہونا اور آپ کے ترک میں ولادت کا نہ جاری ہونا وغیرہ وغیرہ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی شاخ کو قبر پر گاڑنے سے منع نہیں فرمایا اس لیے یہ فعل آپ کی خصوصیت نہیں ہے اور آپ کے دھمال کے بعد یہ فعل بعض صحابہ سے ثابت ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی کی بھی یہی تحقیق ہے جس کو ہم منقریب بیان کریں گے۔

امام بخاری کا ذکر کرتے ہیں:

حضرت بریدہ سلمی نے یہ وصیت کی کہ ان کی

قبر میں درشاخیں گاڑ دی جائیں۔

وَأوصى بريرة الأسلمى أن يجعل في قبرها

جريدان۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت بریدہ سلمی کا ہاتھ چھری میں مروی انتقال ہوا تھا اس میں حکمت یہ تھی کہ کھجور کے درخت کی برکت حاصل کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شجرہ طیبہ فرمایا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی جائے کیونکہ آپ

۱۔ شیخ بدر عالم سیوطی، حاشیہ فیض الباری ج ۱ ص ۳۱۱، مطبوعہ مطبعہ حجازی مصر ۱۳۵۵ھ

۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۱، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

نے درخت کی شاخ کے دو ٹکڑے قبر پر رکھے تھے۔ لہ
علامہ بدرالدین عینی کی اس عبارت سے بھی معلوم ہو گیا کہ مقبرین کی قبر پر بھی درخت کی شاخ رکھنا جائز ہے کیونکہ
امت میں صحابی رسول سے بڑھ کر اور کون مقرب ہو گا، نیز جو عمل عام مسلمانوں کے لیے تخفیف مذاب کا باعث ہوتا ہے
مقبرین کے لیے وہ عمل ترقی درجات کا سبب ہوتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرام نے اس عمل کو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں سمجھا تھا۔
علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

قبرستان سے سرسبز گھاس کا ٹھکانہ وہ ہے اور سوکھی ہوئی گھاس کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ
الحرم الرائق، درر عزیز اور شرح المنیہ میں ہے، امداد میں اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ تر و تازہ گھاس اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح
کرتا ہے جس سے میت کو تسکین ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لوگ سے رحمت نازل ہوتی ہے اور قاضی خاں میں
بھی اسی طرح لکھا ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں، میں کہتا ہوں اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے سبز شاخ کو ٹھکانہ کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور وہ ان دو قبروں پر رکھ دیے جن میں قبر والوں کو مذاب
ہو رہا تھا اور اس کی علت ان شاخوں کا خشک نہ ہونا قرار دیا، یعنی ان شاخوں کی تسبیح کی برکت سے ان کے مذاب
میں تخفیف ہو گئی اور سبز گھاس کی تسبیح خشک گھاس کی تسبیح سے اکمل ہے کیونکہ سبز میں ایک قسم کی حیات ہوتی ہے۔
اور اس عبارت اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے سبز شاخ کو قبر پر رکھنا
مستحب ہے، ہمارے زمانہ میں اس کے پھولوں کی شاخیں جو قبر پر رکھی جاتی ہیں وہ اسی قیاس پر ہیں، فقہاء شافعیہ
کی ایک جماعت نے بھی اس کی تصریح کی ہے اور یہ بعض مالکیہ کے اس قول سے اولیٰ ہے کہ مذاب میں تخفیف نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپ کی دعا سے حاصل ہوئی یہ علامہ خطابی کا قول ہے، اس لیے وہ صرف کا آپ پر
قیاس نہیں ہو گا۔ علامہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی تھی کہ ان
کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں۔

علامہ طحاوی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:
درخت کی شاخ کے سٹکا میں ہر وہ چیز داخل ہے جس میں کسی بھی درخت کی رطوبت ہو (الی قول) مشکوٰۃ کی شرح
میں لکھا ہے، ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض ائمہ نے فتویٰ دیے کہ پھولوں اور درخت کی شاخوں کو رکھنے
کا جو معمول ہے وہ اس حدیث کی وجہ سے سنت ہے اور جب درخت کی شاخ کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف
کی امید کی جاتی ہے تو قرآن مجید کی تلاوت کی برکت تو بہت عظیم ہے۔

۱۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیہ مصر ۱۳۸۰ھ
۲۔ علامہ ابن منظور افریقی نے اس کا معنی لکھا ہے عرب میں اریامین پھولوں کی ایک قسم ہے لسان العرب ج ۶ ص ۱۹، طبع ایران
۳۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۸۲۶-۸۲۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۰ھ
۴۔ علامہ سید احمد بن محمد طحاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۷۸، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی دارالادب مصر ۱۳۵۶ھ

لا طاعی قاری حنفی کہتے ہیں:

وہو ثم افنتی بعض الاشیء من متاخری
اصحابنا بأن ما عینہ من وضع الریحان والجرید
سنة لهذا الحدیث۔^۱
اس کا وجہ سے ہمارے متاخرین اصحاب میں سے
بعض ائمہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ دعوت کی شائعیں اور
پھولوں کو (قبر پر) رکھنے کا معمول اس حدیث کی بناء
پر سنت ہے۔

اس کے بعد لا طاعی قاری نے علامہ خطابی کے انکار کا رد کیا ہے۔
شیخ عبدالحق محدث دہلوی کہتے ہیں:

وتمسک کنندہاں جماعۃ باین حدیث در انداختن
سبزہ وگل را بر قبور سنے
جو لوگ زندہ چیز کی تسبیح کے قائل ہیں وہ اس
حدیث سے قبروں پر سبزہ اور پھولوں کے ڈالنے پر
استدلال کرتے ہیں۔

ملا نظام الدین حنفی کہتے ہیں:

وضع الوعد والریاحین علی القیوم حسن۔^۲
حافظ ابن حبہ مستطانی شافعی، علامہ خطابی کے
دیس فی السیاق ما یقطع علی امہ یا مشد
الوضع بیداء الکریمة بل یحتمل ان یکون امر
بہ و قد تاسی بریدۃ بن الحصیب الصحابی
بذلک فادعی ان یرضع علی قبرہ جریدان
وہو اولی ان یتبعہ من غیرہ۔^۳
پھولوں کا قبروں پر رکنا مستحسن ہے۔
اس حدیث کے شروع میں ایسی کوئی چیز نہیں
ہے جس سے قطعاً طہر پر یہ معلوم ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ
و سلم نے خود اپنے دستِ کیم سے ان شائعوں کو
قبر پر رکھا تھا (یعنی کہ آپ کی خصوصیت کا دعویٰ کیا جائے)
بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے ان شائعوں کے رکھنے
کا امر کیا ہو اور حضرت بریدہ بن حبیب صحابی نے آپ
کی اتباع کی ہے اور اپنی قبر پر شائعوں کے رکھنے
کی وصیت کی اور ۱۰ دروگوں کی بجائے حضرت بریدہ
کی اتباع کرنا زیادہ مناسب ہے۔

اور کتاب الجنازہ میں حضرت بریدہ کی حدیث کے تحت حافظ ابن حبہ مستطانی شافعی کہتے ہیں:
حضرت بریدہ نے اس حدیث کو علوم پر محمول کیا
دکان بریدۃ حمل الحدیث علی عمومہ

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۱۴۳ھ، اوراق ج ۱ ص ۳۵۱ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ لبنان ۱۳۹۰ھ

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۰۰ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی

۳۔ ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۱، مطبوعہ امیر کبریٰ پبلیکیشنز مصر ۱۳۱۰ھ (۱۹۹۱ء)

۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حبہ مستطانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۳۸ مطبوعہ دار نشر مکتبۃ الاسلامیہ

ولہ یدرہ خاصاً ہذا ینک الرجلین یلہ
علامہ شریعہ شافعی کہتے ہیں:

ایضاً وضع الجریین الاخصر علی القبر وکذا
الریحان ونحوہ من الشئی الرطب .
حافظ ابن عسکری شافعی کہتے ہیں:

قل . وقد قبل ان المعنی فیہ انہ یسبح عادم
رطباً فیحصل التحقیق ببرکۃ التسمیہ وعلی
هذا فیطرد فی کل ما فیہ رطوبة من الاشجار
وغیرہا وکذلك فیما فیہ برکۃ کالذکر
وتلاوة القرآن من باب الاولى .

علامہ وشتانی ابی مالکی کہتے ہیں:

وجری عرف الناس فی بعض البلاد بیسط
الخوص علی قبور الموقی فلعلمہ استئذان
بهذا الحدیث (الی قولہ) وادعی برید
الاسلمی ان یجعل علی قبرہ جریہ فان
فعلہ یمیناً بهذا الحدیث وفعله صلی
اللہ علیہ وسلم .

ڈاکٹر محمد زحلی کہتے ہیں:

قال الشافعی لا یأس تطیب القبر وقالوا
ایضاً مع الحنابلة والحنفیة : ویندب ان
یرش القبر بماء ویسن وضع الجرید الاخصر
والریحان ونحوہ من الشئی الرطب علی القبر .

اور اس مل کہ ان دو قبر والوں کے ساتھ مخصوص نہیں قرار دیا۔

تیسرے سبز شاخ کا رکھنا سنت ہے اسی طرح چرک
اور ہر تر چیز کا رکھنا سنت ہے۔

علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ بے شک یہ بھی ایک
قول ہے کہ شاخ جب تک تر ہوگی تسبیح کرتی رہیگی
اور تسبیح کی برکت سے نذاب میں تخفیف ہوگی اس بنا
پر یہ حکم ہر اس چیز میں جاری ہوگا جس میں تراوٹ ہو
خواہ وہ درخت ہو یا غیر اس طرح جس چیز میں برکت
ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور قرآن مجید امدان سے
بہتر یعنی ادنی نذاب میں تخفیف ہوگی۔

قاضی سیاض مالکی نے بیان کیا ہے کہ بعض شہروں
میں یہ عرف کہ قبروں پر کھجور کے پتے بکھاتے ہیں ان
کا یہ عمل اس حدیث کی بنا پر ہے اور حضرت بریدہ سلمی
نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں ان کا
یہ عمل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل اور اس حدیث کی اتباع
پر مبنی ہے۔

فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ قبر پر خوشبو لگانے
میں کوئی حرج نہیں ہے، نیز فقہاء شافعیہ حنبلیہ اور حنفیہ
نے یہ کہا ہے کہ قبر پر پانی کے چھینٹے ڈالنا مستحب
ہے اور قبر پر سبز شاخ بچھل اور کسی تر چیز کو رکھنا سنت ہے۔

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن محمد مستطانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح ابارسی ج ۳ ص ۲۲۳، مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ ۱۳۸۱ھ

۲۔ علامہ محمد شریعہ شافعی، مشکوٰۃ المحتاج ج ۱ ص ۳۶۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن محمد مستطانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح ابارسی ج ۱ ص ۳۶۴، مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ ۱۳۸۱ھ

۴۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن علی وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال الکمال المجلد ۲ ص ۲۳، مطبوعہ دار المکتب العربی بیروت

۵۔ ڈاکٹر محمد زحلی، الفقه الاسلامی وادلہ، ج ۱ ص ۵۳۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

احمد قد علی احسان مذاہب ابوہریرہ کے فقہار اور محدثین کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ قبر پر مہر بنانا اور قبروں کا رکھنا سنت ہے اور شیخ بدر عالم میرٹھی، شیخ شبیر احمد عثمانی اور شیخ ازہر کشمیری کا اس فعل کو عبث اور بدعت کہنا صحیح نہیں ہے، نیز ان حضرات کا یہ کہنا بھی غلط واقع ہے کہ صرف مقررین کی قبروں پر پھول رکھے جاتے ہیں اور عوام کی قبروں پر پھول نہیں رکھے جاتے، ہم نے عام قبرستانوں میں متعدد عام قبروں پر پھول رکھے ہوئے دیکھے ہیں، اب بھی کراچی کے کسی قبرستان میں آپ جمرات کو یا شب بارات کو چلے جائیں تو بے شمار عام قبروں پر پھول رکھے ہوئے نظر آئیں گے، اور جس طرح پھولوں کی تسبیح گنہگاروں کے لیے رنج عذاب کا موجب ہے اسی طرح وہ مقررین کے لیے درجات کی بلندی کا سبب ہے، اسی لیے بلا وجہ مقررین اور عباد صالحین سے عطا داور مسلمانوں سے مؤمن رکھنا نہیں چاہیے۔

علامہ بدیع الدین علیی حنفی لکھتے ہیں:

ایصال ثواب میں مذاہب فقہاء اور بحث و نظر | علامہ قطابی نے یہ کہا ہے کہ قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا مستحب ہے، کیونکہ جب دفعت کی تسبیح سے میت کے عذاب میں تخفیف متوقع ہے، قرآن مجید کی برکت انداس سے توقع بہت زیادہ ہے، میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ اور امام احمد رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا میت کو ثواب پہنچتا ہے اور اس کی دلیل صحابہ کرام کی احادیث ہیں۔

۱۔ امام ابوہریرہ نے کتاب السنن میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قبروں کے درمیان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد (یعنی سورہ اقل) کو پڑھا پھر اس کا اجر مردوں کو بخش دیا تو اس کو ان تمام مردوں کی تعداد کے برابر اجر ملے گا۔

۲۔ اسی کتاب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے جو شخص قبرستان میں داخل ہوا اور اس نے سورہ نیس کو پڑھا اللہ تعالیٰ ان کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے۔

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اور ان کی قبر کے پاس سورہ نیس کی تلاوت کی اس کی مغفرت کر دی جائیگی۔

۴۔ امام ابوحنیفہ بن شامی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایک بار یہ پڑھا: الحمد للہ رب العلمین رب السموات ورب الارض رب العالمین ولہ العزیز والکبریاء فی السموات والارض وهو العزیز الحکیم ثم رب السموات ورب الارض رب العلمین ولہ العظمت فی السموات والارض وهو العزیز الحکیم هو الملک رب السموات ورب الارض رب العلمین ولہ التورۃ والفرقان وهو العزیز الحکیم۔ پھر یہ دعا کہ اے اللہ اس کا ثواب میرے والدین کو عطا فرما تو پھر اس کے والدین کا اس پر کوئی حق ادائیگی نہیں رہے گا۔

۵۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، نفع المہم ج ۲ ص ۴۵۶، مطبوعہ مکتبۃ السیاحہ کراچی

علامہ نووی نے یہ کہاہے کہ امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید کا ثواب مردے کو نہیں پہنچتا، یہ احادیث ان پر حجت ہیں لیکن علماء کا اس پر اجماع ہے کہ دعا سے مردوں کو نفع ہوتا ہے اور ان کو اس کا ثواب پہنچتا ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ ۖ

وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں۔

(حشر: ۱۰)

کن کے علاوہ اور بہت سی آیات اور احادیث مشہور ہیں، بعض احادیث یہ ہیں:

- ۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! اہل بقیع فرقہ کی مغفرت فرما۔
 - ۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! ہمارے زندوں اور ہمارے مردوں کی مغفرت فرما۔
- نیز احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیکیوں کا ثواب بھی مردوں کو پہنچتا ہے۔
- ۱۔ امام دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنے ماں باپ کے مرنے کے بعد میں کیسے ان کے ساتھ نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا مرنے کے بعد ان کے ساتھ نیکی کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لیے (نفل) روزے رکھو، اور اپنے صدقہ کے ساتھ ان کی طرف سے (نفل) صدقہ کرو۔

- ۲۔ کتاب القاضی میں امام ابوالکسین بن الفراء حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ! جب ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کریں اور ان کی طرف سے حج کریں اور ان کے لیے دعا کریں تو کیا یہ ان کو پہنچتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، اور وہ اس سے اس طرح خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کسی کے پاس طباق پیش کیا جائے تو وہ اس سے خوش ہوتا ہے۔
- ۳۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا باپ فوت ہو گیا کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

- ۴۔ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے کلام اُدا کیا کرتے تھے۔
- ۵۔ حدیث صحیح میں ہے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو فائدہ پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں!

اگر یہ اعتراض ہو کہ قرآن مجید میں ہے:

وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ

اور یہ کہ آدمی کو اسی چیز کا اجر ملتا ہے جس کی وہ (عمل) سعی کرتا ہے۔

تو اس آیت میں علامہ کے اٹھا اُقرال ہیں:

- ۱۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أُولَٰئِكَ مَعَهُمْ فِي الْمَقَامَاتِ
 الْحَقُّنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ -
 اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان
 میں ان کی پیروی کی، ان کی اولاد کو ہم ان کے ساتھ
 دیں گے۔ (طوسہ ۲۱)

- ۱۔ اس آیت میں بتایا ہے ماں باپ کی نیکیوں کا وجہ سے ان کے مومن بچوں کو بھی ان کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔
- ۲۔ حکمران نے کہا کہ یہ آیت حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی امتوں کے ساتھ خاص ہے اور اس میں ان کو اس کی سزا کا اجر بھی ملتا ہے اور ان کے لیے جو سزا کی جاتی ہے اس کا اجر بھی ملتا ہے۔
- ۳۔ ربیع بن انس نے کہا اس آیت میں انسان سے مراد کافر ہے۔
- ۴۔ حسین بن فضل نے کہا بہ طریق عدل انسان کو صرف اپنی سزا کا اجر ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے لیے جو سزا کی جائے اس کا بھی اجر عطا فرماتا ہے۔
- ۵۔ ابو بکر بن وراق نے کہا ناسی کا معنی ہے مازنی، یعنی انسان کو صرف اسی کی نیت کا اجر ملتا ہے۔
- ۶۔ شعبی نے کہا کافر کو اپنے اعمال کی صرف دنیا میں جزا ملتی ہے، آخرت میں اس کے لیے صرف سزا ہے۔
- ۷۔ اس آیت میں لام بمعنی علی ہے، یعنی انسان کو صرف اسی کے اعمال کی سزا ملتی ہے۔
- ۸۔ علامہ ابن الزحواکی نے کہا انسان کو صرف اسی کے عمل کی جزا ملتی ہے، لیکن عمل کے اسباب مختلف ہوتے ہیں کبھی وہ خود کسی چیز کو حاصل کرنے کا سزا کرتا ہے اور کبھی وہ کسی چیز کے حصول کے سبب کی سزا کرتا ہے مثلاً وہ خود نیکیاں کرے یا وہ اپنے بیٹے کو قرآن پڑھنا سکھائے اور وہ اس کے لیے قرآن پڑھے یا دین کی خدمت کرے جن کی وجہ سے لوگ اس سے محبت کریں اور اس کو ثواب پہنچائیں۔ ۱۰

باب مذکور کی حدیث کے دیگر مسائل

- ۱۔ اس حدیث کے بقیہ مسائل حسب ذیل ہیں:
- ۲۔ نزدیک پر سے جسم یا جسم کے کسی حصہ میں روح کے نکلنے کے بعد اس جسم کو غذاب دیا جاتا ہے۔
- ۳۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیشاب مطلقاً نجس ہے، قلیل ہو یا کثیر۔
- ۴۔ استنجاء کرنا واجب ہے اور جس جگہ پیشاب لگ جائے اس کو دھونا واجب ہے۔
- ۵۔ چھل کرنا حرام ہے کیونکہ چھل کرنے والے اور پیشاب کی تسکین سے نہ بچنے والے دونوں کو غذاب ہوا۔
- ۶۔ دونوں قبر والوں کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نام نہیں لیا، تاکہ مرنے والوں کی پردہ دری نہ ہو۔
- ۷۔ یہ واقعہ دو مرتبہ ہوا، حضرت جابر کی روایت میں ہے، ان دو قبر والوں کو غذاب ہوا تھا اور اس روایت میں غذاب کا سبب نہیں بیان فرمایا، اور اس روایت میں یہ ہے کہ آپ نے ان کی شفاعت کی اور آپ کی شفاعت ان کے حق میں مقبول ہوئی، اور حضرت ابن عباس کی روایت میں یہ بیان ہے کہ ایک چھل کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور اس میں شفاعت کا ذکر نہیں ہے۔

۷۔ ان قبر والوں کے مرنے یا کافر ہونے میں اختلاف ہے ابو موسیٰ لے کہا یہ کافر تھے اصحاب التریب والتریب میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ یہ بنو نجار کے دو آدمی تھے جو زمانہ جاہلیت میں مر گئے تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مسلمان تھے اگر یہ کافر ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے دعا فرماتے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بعض روایات میں ہے حضرت جابر نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی بنی ہونی بعض نئی قبروں کے پاس سے گزرتے نیز یہ قبریں بقیع میں بقیع مسلمانوں کا قبرستان ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک واقعہ کافروں کی قبروں کا ہو اور دوسرا واقعہ مسلمانوں کی قبروں کا۔

برزخ اور دنیا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ایک وقت رابطہ میرے شیخ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس

سره العزیز نے فرمایا: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلایا کہ ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے یہ ظاہر فرمادیا کہ اگرچہ میں بظاہر عالم دنیا میں رہتا ہوں لیکن عالم برزخ کے احوال بھی میری نظر سے اوچھل نہیں جاتے کیونکہ عذاب اور ثواب عالم برزخ میں ہوتا ہے، اور جب یہ فرمایا کہ ان میں سے ایک چھل کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا تو یہ ظاہر فرمادیا کہ میں صرحت عذاب کو نہیں دیکھ رہا بلکہ میں ان کے سبب عذاب کو بھی جانتا ہوں یا یہ بتلادیا کہ میں صرحت ان کے حال کو نہیں دیکھ رہا بلکہ ان کے ماحی اور حال دونوں سے باخبر ہوں اور جب شائع کے ٹکڑے ان کی قبروں پر رکھ دیے اور فرمایا جب تک یہ خشک نہیں ہوں گے ان کے عذاب میں تخفیف نہ ہوگی تو یہ ظاہر فرمادیا کہ میں صرحت ان کے عذاب کو دیکھ ہی نہیں رہا بلکہ ان سے اس عذاب کو دور بھی کر سکتا ہوں، نیز آپ نے یہ بتلادیا کہ اسے میرے غلام! اچھی طرح جان لو کہ جب میں تمہارے درمیان رہ کر عالم برزخ سے غافل نہیں رہتا تو عالم برزخ میں جا کر تمہارے احوال سے کیسے ناواقف ہو سکتا ہوں، اور جب تم میں رہ کر قبر والوں کی مدد کرتا ہوں تو خوب سمجھ لو میں قبر میں جا کر تمہاری مدد کرتا رہوں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رابطہ ایک عالم میں رہتے ہوئے دوسرے عالم سے منقطع نہیں ہوتا، جب عالم نیند میں ہوں تو بیداری سے رابطہ منقطع نہیں ہوتا کیونکہ فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے اور جب عالم دنیا میں ہوں تو برزخ سے تعلق نہیں ٹوٹتا اور جب برزخ میں ہوں تو دنیا سے رابطہ منقطع نہیں ہوتا، بندوں میں رہ کر موتی کو نہیں بھولے اور شب معراج موتی کے پاس چاکر بندوں کو نہیں بھولے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب الحمض

حیض اور استحاضہ کا لغوی معنی | علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: مبرونے کہا ہے کہ حیض کا معنی ہے بہنا، جب پانی بہنے لگے تو عرب کہتے ہیں حاض السیل۔ دوسروں نے کہا بزل کے درخت سے خون کے مشابہ سرخ رنگ کا پانی نکلتا ہے تو عرب کہتے ہیں حاضت السمرة۔ استحاضہ اس خون کو کہتے ہیں جو رگ سے نکلتا ہے، عورت کی ماہواری کے مقررہ ایام کے بعد جو خون جاری ہے وہ استحاضہ ہے، ایام حیض میں نازمان ہے اور روزوں کی قضا ہے، استحاضہ میں ناز اور روزہ دونوں لازم ہیں۔ لے

حیض اور استحاضہ کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء | علامہ ابن قدام حنبلی لکھتے ہیں: حیض وہ خون ہے جس کو عورت کے بالغ ہونے کے بعد اس کا رحم چھوڑتا ہے، پھر ایام معلوم میں اس خون کے جاری ہونے کی عادت مقرر ہو جاتی ہے، یہ خون بچہ کی پرورش کی حکمت سے پیدا کیا جاتا ہے، جب عورت حاملہ ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے ارادے سے یہ خون بچہ کی غذا بن جاتا ہے، اسی وجہ سے حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا اور جب وضع عمل ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے اس خون کو دور ہو جاتا ہے جس سے بچہ غذا حاصل کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ دودھ پلانے والی عورت کو حیض کم حیض آتا ہے اور جب عورت حمل اور رضاعت (دودھ پلانے) سے فارغ ہو جاتی ہے تو اس خون کا کوئی مصرف نہیں رہتا پھر عموماً یہ خون ہر ماہ میں چھ یا سات دن نکلتا ہے اور بعض عورتوں کے مزاج اور طبیعت کی وجہ سے یہ مدت کم اور زیادہ بھی ہوتی ہے۔ لے

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

عورت کا جو خون اوقات معلوم میں عورت کے بالغ ہونے کے بعد اس کے رحم کے چھوڑنے سے جلتا ہوتا ہے اس کو حیض کہتے ہیں اور ان اوقات کے علاوہ جو خون جاری ہوتا ہے اس کو استحاضہ کہتے ہیں، حیض کا خون ریحہ

لے۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۷ھ، لسان العرب ج ۲، ص ۱۳۳-۱۳۴، مطبوعہ نشر ادب بحوثہ بیروت ۱۴۰۵ھ
لے۔ علامہ مرفق الدین عبدالشیرین احمد بن قدام حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المنہج ج ۱، ص ۱۸۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

علامہ یحییٰ بن شرف فردی لکھتے ہیں:

کم از کم حیض کی مدت ایک دن ہے اور زیادہ سے زیادہ حیض کی مدت پندرہ دن ہے اور عموماً حیض چھ دن سات دن ہوتا ہے اور دو حیضوں کے درمیان کم از کم طہر کی مدت پندرہ دن ہے۔^۱ علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک کے نزدیک حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے اور کم از کم حیض کی کوئی مدت نہیں ہے ایک مرتبہ جو خون نکل آئے امام مالک کے نزدیک دو بھی حیض ہے، اور طہر کی کم از کم مدت میں امام مالک کے کئی اقوال ہیں، دس دن، آٹھ دن، پندرہ دن، اور سترہ دن، اور زیادہ سے زیادہ طہر کی کوئی مدت نہیں ہے۔^۲ علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

حیض کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہیں، اور جو اس سے کم ہو وہ استحاضہ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کنوا منی لڑکی اور شادی شدہ کے لیے حیض کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے، یہ حدیث امام شافعی رحمہ اللہ پر حجت ہے کیونکہ وہ ایک دن ایک رات کو بھی حیض کہتے ہیں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ پر بھی حجت ہے کیونکہ وہ دن اور تیس دن کے اکثر حصہ کو بھی حیض کہتے ہیں اور حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن اور دس راتیں ہے، اس کی دلیل بھی حدیث مذکور ہے، اور یہ حدیث بھی امام شافعی رحمہ اللہ پر حجت ہے کیونکہ انہوں نے زیادہ سے زیادہ مدت کے لیے پندرہ دن کا اندازہ کیا ہے، پھر جو اس مدت سے زائد یا کم ہو وہ استحاضہ ہے، کیونکہ شریعت نے جو مقدار مقرر کر دی ہے وہ کسی ادنیٰ مقیاس سے کم نہ ہو مقدار کو لاغی کرنے سے مانع ہے، عورت ایام حیض کے اندر سرج، بیلا اور مثیلا جو رنگ بھی دیکھے وہ عین تنہا علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

فقہاء احناف نے حسب ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

- ۱۔ امام دارقطنی، حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کنواری لڑکی یا شادی شدہ کے لیے حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔
- ۲۔ امام دارقطنی، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔
- ۳۔ امام ابن عدی نے کمال میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حیض تین دن سے کم ہوتا ہے نہ دس دن سے زیادہ۔

۴۔ امام ابن جوزی نے "اعلال المتن" میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف فردی متوفی ۷۷۶ھ، روح اللطیفین ج ۱ ص ۱۳۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ

۲۔ قاضی ابوالریس محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۳۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، بدایۃ الاولیاء ص ۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے اور وہ حیضوں کے درمیان کم از کم (طرک کی مدت) پندرہ دن ہے۔

یہ تمام احادیث ضعیف الاسناد میں لیکن ان کے تعدد طریق کی وجہ سے یہ احادیث حسن وغیرہ ہیں۔ ۱۵

حیض کے مسائل

(۱) عائذہ عورت سے اس کی فرج میں وطی کرنا حرام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَپ سے لوگ حیض کے مسئلے سوال کرتے ہیں
اَپ کہیے وہ گندگی ہے، پس عورتوں سے حیض (کی
حالت) میں الگ رہو، اور جب تک وہ پاک نہ ہوں ان
سے جماع نہ کرو، اور جب وہ پاک ہو جائیں تو ان
کے پاس آؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا
النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ
فَإِذَا طَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ
(بقرہ ۲۲۲: ۱۵)

۲۔ حالت حیض میں روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا منع ہے، روزہ کی قضا لازم ہے اور نماز کی قضا معاف ہے۔
امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ بات نہیں ہے کہ تم حالت حیض
میں روزہ رکھتی ہو نہ نماز پڑھتی ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے فرمایا:
جب تم کو حیض آئے تو نماز کو ترک کر دو، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے معافہ سے کہا: میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حیض آتا تھا، میں روزے قضا کرتی تھی، میں نے حکم دیا جاتا تھا اور نماز قضا کرنے
کا حکم نہیں دیا جاتا تھا (صحیح بخاری و مسلم)

۳۔ عائذہ عورت کو قرآن مجید پڑھنا مشابہ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائذہ اور جنبی قرآن مجید بالکل نہ پڑھیں۔

۴۔ عائذہ عورت کو مسجد میں ٹھہرنا اور اعتکاف کرنا منع ہے، کیونکہ حیض جنابت کے حکم میں ہے۔

۵۔ حالت حیض میں عورت کو طلاق دینا حرام ہے۔

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے ان کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: اس کے حیض سے پاک ہونے تک انتظار کرو۔
قرآن مجید میں ہے:

جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت
کے وقت (سے پہلے طہر) میں انہیں طلاق دو۔

إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلَقُوهُنَّ لَعَدَّتِهِنَّ
(طلاق ۱۰)

۶۔ حیض منقطع ہونے کے بعد غسل کرنا واجب ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک تمہارا حیض برقرار

ہے، پھر ہر روز وہ جب حیض منقطع ہو جائے تو پھر غسل کر کے نماز پڑھو۔

مطلقہ کی مدت تین عین گزارنے سے پوری ہوتی ہے، قرآن مجید میں ہے:

والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثاً قرواً (بقرہ ۲۲۸)

اور طلاق پانچے والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔ لہ

بلوس عائشہ کے ساتھ لیٹنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کو حیض (ماہواری) آجاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو چادر باندھنے کا حکم دیتے پھر اس کو اپنے پاس لے لیتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم (ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے کوئی عائشہ ہوتی اور اس کا خون حرجش سے نکل رہا ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو چادر باندھنے کا حکم دیتے، پھر اس کو اپنے ساتھ لے لیتے پھر عائشہ فرمایا درم میں سے کون شخص اپنی خواہش کو ضبط کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح قادر ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مالت حیض میں چادر باندھ لیتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ لیٹ جاتے۔

بَابُ مُبَاشَرَةِ الْحَائِضِ فَوْقَ الْإِذَارِ

۵۸۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَدُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاسْتَحْيُ بْنُ إِبرَاهِيمَ قَالَ اسْتَحْيُ أَنَا وَقَالَ الْأَخْزَانِيُّ جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ إِحْدَانَا إِذَا كَانَتْ حَائِضًا مَرَّهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَتَأْتِيهِ بِإِذَارٍ ثُمَّ يَبَايِعُهَا.

۵۸۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَالْكَفَّظُ لَهُ قَالَ أَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ تَأْتِيهِ اسْتَحْيُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ إِحْدَانَا إِذَا كَانَتْ حَائِضًا مَرَّهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَتَى تَأْتِيهِ فِي خَوْرِ حَيْضَتِهَا ثُمَّ يَبَايِعُهَا قَالَتْ وَآتِيكُمْ يَمْلِكُ إِيذَابَكُمْ كَمَا كَانَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ إِيذَابَكُمْ.

۵۸۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعَدَةَ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ كَانَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَبَايِعُ نِسَاءَهُ خَوْقَ الْإِذَارِ وَهُنَّ حَائِضَاتٌ.

اعلامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: **حائضہ عورت سے مباشرت کی اقسام اور ان کے احکام**

قسم اول: حائضہ عورت کی فرج میں جماع کے ساتھ مباشرت کی جائز ہے، یہ قرآن مجید کی نص صریح ہست صحیحہ اور اجماع مسلمین سے حرام ہے، ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص حائضہ عورت کی فرج میں جماع کو حلال سمجھے تو وہ کافر مرتد ہو جائے گا، اور اگر کوئی انسان اس کو حلال سمجھے بغیر بھول یا جہالت سے (عام اذیہ کہ اس کو حیض کا علم نہ ہو یا سند کا علم نہ ہو) حائضہ سے جماع کرے تو اس کا کوئی گناہ ہے نہ کفارہ ہے، اور اگر کسی شخص کو حیض اور مثلاً کا علم ہو اور وہ عملاً حائضہ سے فرج میں وطی کرے تو یہ گناہ کبیرہ ہے اور اس پر تورہ واجب ہے اور کفارہ کے وجوب کے متعلق امام شافعی کا زیادہ صحیح قول جدید، امام احمد کا ایک قول اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور جمہور سلف کا یہ قول ہے کہ اس پر کفارہ واجب نہیں ہے اور امام شافعی کے قول ثانی جو قول قدیم اور قول ضعیف ہے، کے مطابق اس پر کفارہ واجب ہے حضرت ابن عباس، حسن بصری، سعید بن جبیر، قتادہ، اوزاعی، اسحق اور امام احمد کا دوسرا قول بھی یہی ہے۔ کفارہ کی مقدار میں ان کا اختلاف ہے، بعض نے کہا ایک غلام آزاد کرنا کفارہ ہے اور بعض نے کہا ایک دینار ہے بعض نے کہا نصف دینار ہے، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنی بیوی سے حالت حیض میں مقاربت کی وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔ یہ حدیث اندہ حفاظ کے اتفاق سے ضعیف ہے

قسم ثانی: بات سے اوپر یا گھٹنوں سے نیچے عورت کے جسم کے ساتھ مباشرت کی جائز ہے، اس کو اپنے جسم کے ساتھ لپٹائے یا بوسہ دے، یا اس کو مس کرے یہ قسم تمام علماء کے اتفاق سے حلال ہے اور شیخ ابو حامد السمرقانی اور ایک جماعت کثیرہ نے نقل کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کے اوپر سے مباشرت کی تھی۔ **قسم ثالث:** قبل اور دُبُر کے موانع اور گھٹنوں کے درمیان حصہ کے ساتھ مباشرت کی جائز ہے ہمارے اصحاب کے اس میں تین قول ہیں (۱) یہ حرام ہے (۲) حرام نہیں ہے مگر وہ منکر ہی ہے (۳) اگر کسی شخص کو یہ اعتماد ہو کہ وہ فرج تک تہجد و زنیہ نہیں کرے گا خواہ اس کی وجہ ضعف شہوت ہو یا شدت تقویٰ اس کے لیے یہ جائز ہے اور جس کو یہ اعتماد نہ ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور جمہور علماء کے نزدیک یہ مطلقاً حرام ہے، اور عکرمہ، مجاہد، شعب، غنی، حکم، ثوری، اوزاعی، امام احمد بن حنبل، محمد بن حسن، اسحق بن عیوب، ابو ثور، ابن المنذر، اور داؤد ظاہری کے نزدیک یہ جائز ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا جماع کے علاوہ ہر کام کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صوف تہجد کے اوپر سے مباشرت کرنا استحباب پر معمول ہے۔

منکرین حدیث کے ایک اعتراض کا جواب بعض منکرین حدیث اس حدیث سے ایک منطاطہ سے کہ مسلمانوں کو احادیث سے بدظن کرتے ہیں منطاطہ کی بنیاد یہ ہے کہ اس حدیث میں یہاں مباشرت کا لفظ ہے جو مباشرت سے مانع ہے، مباشرت کے معنی مجامع

کو جسم سے ملانے کے ہیں اور اس حدیث میں یہی معنی مراد ہے اور عرفی معنی جماع ہے، منکرین حدیث اس حدیث سے یہ تاثر دیتے ہیں کہ امیاء و بالذہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندراج ملحقات سے حالت حیض میں جماع کرتے تھے حالانکہ اس مفہوم کے باطل ہونے پر خود نفس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اندراج کو تہبند باندھنے کا حکم دیتے، پھر ان کو اپنے ساتھ لٹا دیتے، اگر امیاء و بالذہب جماع والا سنی مراد ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چادر باندھنے کا حکم کیوں دیتے؟

عائضہ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹنا

حضرت میمونہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتی ہیں کہ ایام ماہِ ہولہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ لیٹ جاتے اور ہمارے درمیان صرف ایک کپڑا ہوتا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوتی تھی۔ اچانک مجھے حیض آگیا میں چپکے سے بستر سے نکلی اور میں نے اپنے حیض کے کپڑے لے لیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہیں حیض آگیا ہے، میں نے کہا جی ہاں! حضور نے مجھے بلایا اور میں حضور کے ساتھ اسی چادر میں لیٹ گئی، نیز حضرت ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ وہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ایک برتن سے غسل جنابت کیا کرتے تھے۔

ن: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عائشہ عورت کے ساتھ ایک بستر میں لیٹنا اور سونا جائز ہے جب کہ ان کے درمیان کثیر احوال میں ممنوع صرف یہ ہے کہ عائشہ سے اس کا ناف اور گھٹنوں کے درمیان بلا حجاب جسمانی لذت حاصل کی جائے۔

بَابُ الْأَصْطِحَاجِ مَعَ الْحَائِضِ فِي الْحَائِطِ وَاجِدٍ

۵۹۰. وَحَدَّثَنِي أَبُو النَّظَاهِرُ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ خُزَيْمَةَ ح وَحَدَّثَنَا هُرُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَدَلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عَدْنِي قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَعْمَرَةُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ مَيْمُونَةَ زَوْجَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَضْطَجِعُ مَعِي وَأَنَا حَائِضٌ وَبَيْنِي وَبَيْنَهُ قُوبٌ.

۵۹۱. حَدَّثَنَا مَعْمَرُ السَّمْعَانِيُّ قَالَ أَنَا مَعْمَرُ بْنُ هَكَّامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ أَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ مَرْثَدَةَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ بَيْنَنَا أَنَا وَمَنْطَجِعَةٌ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَجَمِيَّةِ إِذْ نَحْضُتُ فَأَنْشَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِي فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنْفُسَتْ قُلْتُ نَعَمْ فَكَدَّ عَانِي فَأَضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْعَجَمِيَّةِ قَالَتْ وَكَانَتْ هِيَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلَانِ فِي الْأَنْدَاءِ الْوَاحِدِ مِنَ الْجَنَابَةِ.

بَابُ جَوَازِ غَسْلِ الْحَائِضِ مَرَّاتٍ
زَوْجَهَا وَتَرْجِيلِهِ وَطَهَادَةِ سُورِهَا
وَالِاتِّكَاءِ فِي حِجْرِهَا وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ
فِيهِ

حائضہ عورت کے لیے اپنے خاوند کا سر
دھونے، بالوں میں لکڑی کرنے کا جواز، اس
کے جھوٹے کا پاک ہونا، اس کی گود میں سر
رکھنے اور اس کی گود میں قرآن پڑھنے کا
جواز

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں
کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف میں بیٹھتے
تو اپنا سر میرے قریب کر دیتے میں آپ کے سر
میں لکڑی کرتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوائے قضا
ماجرت کے گھر میں تشریف نہیں لاتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی زوجہ بیان کرتی ہیں کہ جب میں (حالت اعتکاف
میں ہوتی تو) قضا ماجرت کے لیے گھر میں داخل ہوتی اور
گذرتے ہوئے کسی مریض کی عیادت بھی کر لیتی، اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حالت اعتکاف میں) مسجد
سے اپنا سر حجرہ میں داخل کرتے اور میں اس میں لکڑی
کر دیتی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں
سوائے قضا و ماجرت کے گھر میں تشریف نہیں لے جاتے
تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اعتکاف میں مسجد میں سے اپنا سر میرے حجرے میں
داخل فرماتے، میں آپ کا سر وضوئی تھی حالانکہ میں مائتہ
ہوتی تھی۔

۵۹۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى
مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عُمَرَ عَنْ
عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَكَفَ يُدْفِقُ إِلَى رَأْسِهِ فَأَمَّا رَجُلُهُ وَكَانَ
لَدَيْهِ ثَلَاثُ بَيْتَاتٍ إِذَا لَحَاجَتَهُ الْإِنْسَانُ

۵۹۳۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَكَلْتُ ح
وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَخَا الذَّكِيَّةِ عَنِ ابْنِ
شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ إِنْ كُنْتُ زَاخِلُ الْبَيْتِ لِلْحَاجَةِ وَالْمَرْيُوفِ
فِيهِ قَسَمًا أَسْأَلُ عَنْهُ إِلَّا دَأَانَا مَاءَهُ وَرَأَتْ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
لِيَدْخُلَ عَلَى رَأْسِهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَرْجَلُهُ
وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا
وَقَالَ ابْنُ رُمْحٍ إِذَا كَانُوا مُعْتَكِفِينَ

۵۹۴۔ وَحَدَّثَنَا مُزَيْنُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَدَلِيُّ
قَالَ ثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَارِثِ
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زُوَيْلٍ عَنْ عُرْوَةَ
عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَالْإِمَامُ وَسَلَّمَ يُخْرِجُ إِلَى رَأْسِهِ مِنَ الْمَسْجِدِ
وَهُوَ مُجَادِرٌ قَاغِيَةً وَأَنَا حَائِضٌ.

۵۹۵. وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو حَنِيفَةَ
عَنْ مَكَّامٍ قَالَ أَنَا عَنْ عَمْرِو بْنِ عَاصِمٍ أَنَّهَا قَالَتْ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْإِمَامُ وَسَلَّمَ
يُدْفِئُ إِلَى رَأْسِهِ وَأَنَا فِي حُجْرَتِي فَأَرْجِلُ رَأْسَهُ
وَأَنَا حَائِضٌ.

۵۹۶. حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ فَكَانَ
حُسَيْنُ بْنُ عَمْرِو بْنِ مَرْثَدَةَ عَنْ مَعْمُورٍ عَنْ
إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْأَسود عَنْ عَاصِمَةَ قَالَتْ كُنْتُ
أَغْتَسِلُ رَأْسَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْإِمَامُ
وَسَلَّمَ وَأَنَا حَائِضٌ.

۵۹۷. وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ
أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَفَكَانَ
الْأَخْرَافُ كُنَّا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ ثَابِتِ
ابْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَاصِمَةَ قَالَتْ
كَانَ لِلرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْإِمَامُ وَسَلَّمَ
نَادٍ لِيَذِي الْخُمْرَةِ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَتْ فَقُلْتُ إِنِّي
حَائِضٌ فَقَالَ إِنْ حَيْضَتُكَ لَيْسَتْ فِي يَدِكَ.

۵۹۸. وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ فَكَانَ ابْنُ أَبِي كَاثِمَةَ
عَنْ حَجَّارٍ وَابْنِ مُبَيْكَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ
الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَاصِمَةَ قَالَتْ أَهْرَبْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْإِمَامُ وَسَلَّمَ أَنَا أَوَّلُهُ
الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَتْ فَقُلْتُ إِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ
إِنْ حَيْضَتُكَ لَيْسَتْ فِي يَدِكَ.

۵۹۹. وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو حَامِلٍ
وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ
زُهَيْرُ بْنُ يَحْيَى عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر میرے حجرے
کے قریب کرتے اور میں آپ کے سر پر لکھی کرتی، حالانکہ
میں عاتقہ ہوتی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
میں حالت حیض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر دھویا
کرتی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا مسجد سے
جانناڑ اٹھا کر مجھے دس دس میں نے عرض کیا کہ میں
عائفہ ہوں، آپ نے فرمایا تمہارا حیض تمہارے ہاتھ
میں تو نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مسجد
سے آپ کو جانناڑ اٹھا دوں، میں نے عرض کیا میں عائفہ
ہوں، آپ نے فرمایا تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں
ہے۔

حضرت البرہہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔
آپ نے فرمایا اسے عائشہ مجھے ایک کپڑا اٹھا دو، حضرت
عائشہ نے عرض کیا میں عائفہ ہوں، آپ نے فرمایا

مہارحیض تہا کے بارے میں تو نہیں ہے۔

وَالِیْمٌ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ مَا دَلَّنِي
الْحَرْبُ فَقَالَتْ إِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ إِنَّ حَائِضَتَكَ
لَيْسَتْ فِي يَدِكَ -

۶۰۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ
حَرْبٍ قَالَا نَاوُكِيَّةٌ عَنْ مِشْعَرٍ وَشُعْبَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ
أَبْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَشْرَبُ
وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ أَنَا وَلِلَّهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ فَيَهْتَمُّ فَأَكَا عَلَى مَوْضِعٍ فِي فَيْشَرَبٍ وَاتَّعَرَّقَ
الْعَرَقُ وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ أَنَا وَلِلَّهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَيَهْتَمُّ فَأَكَا عَلَى مَوْضِعٍ فِي وَلَمْ
يَذْكُرْ زُهَيْرٌ فَيْشَرَبَ -

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
میں پانی پیتی اور پھر وہی برتن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو دے دیتی، آپ اس جگہ سے پانی پیتے جہاں
میں نے پانی پیا تھا حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔ اور
میں ہڈی سے گوشت کھاتی پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو دے دیتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اسی جگہ سے اس ہڈی سے گوشت کھاتے جہاں
میں نے کھا یا تھا حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

۶۰۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ آكَادُ الْأَمِي
عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْمَكِّيُّ عَنْ مِثْثُوبٍ عَنْ أُقَيْمٍ عَنْ عَائِشَةَ
أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
يَتَكَبَّرُ فِي حِجْرِي وَأَنَا حَائِضٌ فَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ -

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں،
میں حائضہ ہوتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری
گود سے ٹیک لگا کر قرآن کریم پڑھتے تھے۔

۶۰۲۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالِ قَائِدًا
بُنْ سَكْمَةَ قَالَ نَاوُكِيَّةٌ عَنْ أَبِيكِ أَنَّ الْأَيْمُونَ كَانُوا
إِذَا حَاضَتْ الْأَمْرَاءُ لَا فِيهِمْ لَمْ يُؤَاكِلُوها وَلَمْ
يَجَامِعُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ فَسَأَلَ أَهْلُ بَابِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَا قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَ
جَلَّ وَكَيْسُ لَوْ أَنَّكَ عَنِ الْمَجِيعِ قُلْ هُوَ أَدَى
فَاعْتَرِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَجِيعِ إِلَى أَنْجِرِ الْأَيْمَةِ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
اصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا التَّكَاخُرَ قَبْلَهُ ذَلِكَ الْيَهُودُ
فَقَالُوا مَا يَرِيدُ هَذَا الرَّجُلُ أَنْ يَذَرَ مِنْ أَمْرِنَا
شَيْئًا إِلَّا خَالَفْتَنَا فِيهِ فَبَجَاءَ أَسِيدُائُنَا حُضَيْرٌ وَ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَشِيرٍ فَقَالَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْيَهُودَ يَقُولُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں
میں جب کوئی عورت حائضہ ہوتی تو وہ اس کو اپنے
ساتھ کھانا کھلاتے اور نہ اپنے ساتھ گھروں میں رکھتے۔
صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس
مسئلہ کے متعلق پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل
فرمائی: (ترجمہ) ”یہ آپ سے حیض کے بارے میں
سوال کرتے ہیں، آپ فرمائیے کہ حیض نجاست ہے
اس لیے ایام حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو“ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعمیل فرمایا جامع ذکر
باقی تمام معاملات میں عورتوں کے ساتھ مشغول رہو۔
یہودیوں کو جب یہ خبر پہنچی تو کہنے لگے ”یہ شخص ہر
بات میں ہمارے مخالفین کرنا چاہتا ہے“ یہ سن کر

كَذَٰلِكَ ذُكِّرَ أَقْلًا نَجَا مَعَهُمْ فَتَخَيَّرَ وَجْهَ رَسُولٍ
 اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَقَّقَ ظَنًّا أَنَّهُ
 قَدْ وَجَدَ عَلَيْهِمَا فَخَرَجَا قَا سَتَقْبِلُهُمَا هِيَ يَكُونُ
 مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 قَا دَسَدَ فِي أَثَارِهِمَا فَسَمَّا هُمَا فَخَرَمْنَا أَن
 لَمْ يَجِدْ عَلَيْهِمَا

اسید بن حنیف اور عباد بن بشر آئے اور کہنے لگے یا
 رسول اللہ! جب یہودی ہم کو اس طرح کے طعن دیتے
 ہی میں تو پھر ہم ایام حیض میں اپنی عورتوں سے جماع
 ہی کیوں نہ کر لیا کریں۔ یہ سنتے ہی رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا اور ہم لوگوں نے
 سوچا کہ حضور ان دونوں سے ناراض ہو گئے ہیں وہ دونوں
 (درگم) مجلس سے اللہ کر چلے گئے۔ اسی اثناء میں رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا ہدیہ آیا،
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا کر دودھ پلایا،
 تب میں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے
 ناراض نہیں ہوئے۔

بیوی کی رضامندی سے اس سے خدمت لینے کا جواز

اس باب کی احادیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے:

- ۱۔ متکلف جب مسجد سے اپنے جسم کا بعض حصہ مثلاً لم تقطعہ غیر یا سر نکال لے کر اس سے اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔
- ۲۔ بیوی سے کھانا پکانے، سر دھلوانے اور دیگر کاموں کی اس کی مرضی سے خدمت لینا جائز ہے، سنت، سلف صالحین کے عمل اور اجماع امت سے یہ ثابت ہے، البتہ اس کی مرضی کے بغیر اس سے یہ خدمت لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ عورت پر صرف یہ لازم ہے کہ وہ لازمًا خاوند کے گھر رہے اور خاوند کو محبت کرنے دے۔

- ۳۔ حائضہ عورت جب زندہ کو غسل دے سکتی ہے تو مرد کو بھی غسل دے سکتی ہے۔
- ۴۔ مائضہ عورت نجس انبیں نہیں ہے، وہ کھانا پکا سکتی ہے، گھر کے کام کاج کر سکتی ہے اور جسم کو چھو سکتی ہے۔
- ۵۔ اساذیا گھر کا کوئی بڑا جب شاگردوں یا اپنے چھوٹوں پر ناراضگی کا اظہار کرے تو بعد میں ان کی دیکھنی بھی کر سکتے۔

نذی کا حکم

بَابُ الْمَذْنِيِّ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے
 نذی بہت آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

۶۰۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ
 وَكَيْفَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَهَشِيْمٌ عَنِ الْأَعْمَشِ

عَنْ مُنْذِرِ بْنِ يَعْقُبٍ عَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ عَمْرِو بْنِ
قَالَ كُنْتُ مَعَ أَهْلِ فَكُنْتُ أَسْتَحْيِي أَنْ أَسْأَلَ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِمَكَانِ ابْنِهِ قَامَتْ
الْبُعْدُ أَدْبُونِ الدُّسُودِ قَسَا لَمْ كَقَالَ يُعْقِلُ ذَكَرَهُ
وَيَعْتَوِضُ

براہ راست اس کا حکم معلوم کرنے سے مجھے شرم آیا
تھی کیونکہ حضور کی صاحبزادی میرے نکاح میں تھیں اس
لیے میں نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے کہا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذہبی کا حکم معلوم کرو۔
جب مقداد نے پوچھا تو آپ نے فرمایا اپنے آگے نکاح
کو دھوکہ دھو کر لو۔

۶۰۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ
تَاخَالُفًا يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ قَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي
سُكَيْمَانُ قَالَ سَمِعْتُ مُنْذِرًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ
عَنْ أَبِي آثَمَةَ قَالَ أَسْتَحْيِي أَنْ أَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَذِيَّةِ مِنْ أَجْلِ قَاطِمَةَ
قَامَتْ الْبُعْدُ إِذْ قَسَا لَمْ كَقَالَ مِنْهُ الْوُضُوءُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (سیدتنا)
فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے مذہبی کے مسائل پر چھنے میں شرم محسوس کرتا تھا
میں نے حضرت مقداد سے پوچھنے کے لیے کہا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے وضو کر لے۔

۶۰۵۔ وَحَدَّثَنَا هُرَيْرٌ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَمُحَمَّدُ
بْنُ عِيْسَى قَالَا نَا ابْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ
بْنُ يُكَيْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سُكَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ ابْنِ
عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَرْسَلْنَا الْبُعْدُ إِذْ
بْنِ الدُّسُودِ رَحِمَنِي اللَّهُ عَنْهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَأَلَهُ عَنِ الْمَذِيَّةِ يَخْرُجُ مِنَ الْإِنْسَانِ كَيْفَ
يَفْعَلُ بِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَوْضًا وَانْقَضَتْ قَرْجَتُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے
مذہبی کا حکم معلوم کرنے کے لیے حضرت مقداد بن اسود
رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی شرمگاہ کو
دھوکہ دھو کر لو۔

علامہ یحییٰ بن شریف زہدی کہتے ہیں:

باب مذکور کی حدیث کے مسائل

اس باب کی احادیث کے مسائل حسب ذیل ہیں:

- ۱۔ مذہبی نجس ہے، لیکن اس سے غسل واجب نہیں ہوتا، صرف وضو واجب ہوتا ہے۔
- ۲۔ پتھر کے ساتھ صرف بول برابر میں استنجاء کیا جاسکتا ہے، باقی خون، ہنسی اور مذہبی وغیرہ کی نجاست کو پانی سے
دھونا ضروری ہے۔
- ۳۔ فترتی حاصل کرنے کے لیے کسی کو نایب بنانا جائز ہے، اور جب یقینی اور قطعی خبر کو حاصل کرنا ممکن ہو تب
بھی قطعی خبر پر اعتماد کرنا جائز ہے، کیونکہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ خود سوال کرتے تو ان کو قطعی خبر حاصل ہوتی اس
کے باوجود انھوں نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے معلوم کر لیا۔
- ۴۔ سسرال والوں کے ساتھ حسن ادب کے ساتھ رہنا چاہیے اور ان کے سامنے بیوی سے استنجاء

کا باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ لہ

بَابُ الْغَسْلِ الْوَجَرِ وَالْيَدَيْنِ إِذَا اسْتَيْقَظَ
مِنَ النَّوْمِ

نیند سے بیدار ہو کر ہاتھ و منہ دھونا

۶۰۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالُوا كُتِبَ
قَالَ لَا نَأْكُلُ وَكَيْفَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَكَمَةَ ابْنِ كَهْبِيلٍ
عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَغَطَّى حَاجَتَهُ ثُمَّ غَسَلَ
وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ نَامَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کسی وقت اٹھے
تھو حاجت فرمائی اور اس کے بعد ہاتھ و منہ دھو کر سو گئے۔

ن: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رات کو اٹھ کر پھر سونا بھی جائز ہے، البتہ جس شخص کو یہ عہدہ ہو کہ اگر وہ سو گیا تو
اس کی صبح کی عبادت کے لمحوں رات ہو جائیں گے وہ نہ سوتے۔

بَابُ جَوَازِ نَوْمِ الْجَنْبِ وَاسْتِحْبَابِ
الْوَضُوءِ لَهُ وَغَسْلِ الْقَرْجَرِ إِذَا ارَادَ أَنْ
يَأْكُلَ أَوْ يَشْرَبَ أَوْ يَنَامَ أَوْ يَجَامِعَ

جنبی کے لیے سونے کا جواز اور اس کے
لیے کھانے پینے کے وقت یا جماع سے
پہلے استنجار اور وضو کرنے کا استحباب

۶۰۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى الْقُشَيْرِيُّ وَصَحَّفَهُ
بْنُ رُمَيْحٍ قَالَا أَنَا الْكَلْبُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ
قَالَ نَأْكُلُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَكَمَةَ ابْنِ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا ارَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ كَوَّضًا
وَضُوءًا ۖ وَلِلصَّلَاةِ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جماعت (مجموعہ) کے
بعد جب سونے کا ارادہ کرتے تو سونے سے پہلے مکمل
وضو کرتے۔

۶۰۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا نَأْبِئُ
عَلَيْكَ وَوَكَيْفَ وَغُثْدَرُ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ
إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ جُنُبًا قَامَ إِذَا
يَأْكُلُ أَوْ يَشْرَبُ كَوَّضًا وَضُوءًا ۖ وَلِلصَّلَاةِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت (جس حالت میں غسل
فرمان ہوا) کی حالت میں جب کھانے یا سونے کا ارادہ کرتے
تو اس سے پہلے مکمل وضو کرتے۔

۶۰۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَاتِبٌ بَقَا بِرَقَاةٍ قَالَ
حَبِيبًا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَحَدَّثَنَا عُيَيْنَةُ اللَّهِ
ابْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا إِفْرَاقُ قَالَ نَا شُعْبَةُ يَهْدَاهُ إِلَى سَنَادٍ
قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى فِي حَوِيشِهِ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ سَمِعْتُ
إِبْرَاهِيمَ بْنَ حَبِيبٍ حَدَّثَ .

۶۱۰۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ
وَرُحَيْدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ
عُبَيْدِ اللَّهِ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ
ابْنُ كَثِيرٍ وَابْنُ لُفْطٍ كُتِبَ قَالَ ابْنُ كَثِيرٍ نَا إِفْرَاقُ وَقَالَ
أَبُو بَكْرِ نَا أَبُو سَامَةَ قَالَا نَا عُيَيْنَةُ اللَّهِ عَنْ تَافِعٍ
عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ حُدُ
أَحَدَنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ إِذَا تَوَضَّأَ .

۶۱۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ
عَيْنِ ابْنِ جَدْرِ قَالَ أَخْبَرَنِي تَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ
أَنَّ عُمَرَ اسْتَفْتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ هَلْ يَنَامُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ تَعْمَلُ لِيَتَوَضَّأَ
ثُمَّ لَيَنَامَ حَتَّى يَغْتَسِلَ إِذَا شَاءَ .

۶۱۲۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَدَأْتُ
عَلَى مَا لَيْثَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ
قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّ تَصِيُّبَهُ جَنَابَةٌ مِنَ اللَّيْلِ
فَقَالَ لِمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ
وَاغْتَسَلَ ذَكَرَكَ لَمْ نَرَهُ .

۶۱۳۔ حَدَّثَنَا هُثَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا كَيْسُ
عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ
قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ وَثْرَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ قُلْتُ كَيْفَ
كَانَ يَصْنَعُ فِي الْجَنَابَةِ أَكَانَ يَغْتَسِلُ قَبْلَ أَنْ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ بعض دیگر اسانید سے بھی یہ
حدیث اسی طرح مروی ہے ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ
حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا
رسول اللہ! کیا ہم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں
سو سکتا ہے آپ نے فرمایا ہاں! وضو کرنے کے بعد ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے پوچھا کیا ہم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں
سو سکتا ہے آپ نے فرمایا ہاں! وضو کر کے سو جائے
اور پھر اللہ کو جب چاہے غسل کرے ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے ذکر کیا کہ وہ طہارت کو جنبی (جس پر غسل واجب ہے)
ہو جاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا استنجاء
کر کے وضو کر لو اور اس کے بعد سو جاؤ ۔

عبداللہ بن ابی قیس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے وتر پڑھنے کا طریقہ پوچھا، آپ نے وہ طریقہ بتا
دیا، پھر میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے
پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں

يَتَنَامُ أَمْرَيْنَا قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ كَأَنَّهُ كَلَّ ذَلِكَ قَدْرًا
كَأَنَّهُ يَفْعَلُ رَبَّنَا اغْتَسَلَ قَتْنَا وَدُجَمَّا تَوَضَّأَ
قَتْنَا قُلْتُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأُمُورِ تَعَدُّ.

کیا کرتے تھے، نیند سے پہلے غسل کرتے تھے یا
نیند کے بعد، حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ دونوں طرح
کرتے تھے کبھی غسل کر کے سوتے اور کبھی وضو کر کے
سوتے، میں نے کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے میں
کے ہر معاملہ میں آسانی فرمائی ہے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ
حدیث اسی طرح منقول ہے۔

۶۱۴۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ
الرَّحْمَنَ بْنَ هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ ابْنَ سَعِيدٍ الرَّقِئِيَّ
قَالَ نَأَى وَهَبٌ جَيْشًا عَنْ مَعَاذِ بْنِ صَالِحٍ جَلَدًا الْأَشْكَارِ وَهَكَذَا -

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے
کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستر ہو اور پھر دوبارہ
یہ عمل کرنا چاہے تو درمیان میں وضو کر لیا کرے۔

۶۱۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ
بْنَ يَغْيَاثَ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي زَائِدَةَ
وَحَدَّثَنِي هَمْدُ بْنُ مَسْرُودٍ وَابْنُ كَثِيرٍ قَالَا سَمِعُوا
بْنَ مَعَاذٍ النَّخَعِيَّ رَأَى كَلْبًا عَنْ عَصِمٍ عَنْ أَبِي
الْمَعْوِذِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَلَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ
ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَعُوذَ فَلْيَتَوَضَّأْ فَإِذَا أَبْجُو كُرَيْبٍ
حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ مَرْزُوقٍ وَحَدَّثَنَا أَبُو كَرَامَةَ قَالَ قَالَ
يَعْقُوبُ -

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام الزواج مطہرات کے پاس ایک
غسل سے ہو کر آئے۔

۶۱۶۔ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي شُعَيْبٍ
الْحِمْصِيُّ قَالَ سَمِعْتُ يَغْيَاثَ بْنَ مَسْرُودٍ وَحَدَّثَنَا
عَنْ شُعَيْبٍ عَنْ مَسْرُودٍ عَنْ أَبِي كُرَيْبٍ عَنْ أَبِي
سَعِيدٍ النَّخَعِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ يَكُونُ عَلَيَّ بَسَائِمٌ
يَغْتَسِلُ وَأَحَبُّ -

مجاہد کے بعد دوبارہ مجاہد نے یا سونے سے پہلے وضو کرنے کا استحباب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جنبی کے لیے غسل سے پہلے کھانا پینا، سونا اور جملہ کرنا جائز ہے
اور اس پر سب کا اتفاق ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ جنبی کا بدن اور اس کا پسینہ پاک ہے، اور ان احادیث میں یہ بات
بھی ہے کہ ان کاموں سے پہلے جنبی کا وضو کرنا مستحب ہے، خصوصاً اس وقت جب اس عورت سے جماع کرنا
چاہے جس سے پہلے جماع نہ کیا ہو اس وقت اس لیے ذکر کو دھرنے کا استحباب مؤکد ہے، اور ہم سے اصحاب نے

علامہ بدر الدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت انس کی دوسری روایت جو ذکر کی ہے اس میں نو ازواج کا ذکر ہے۔ ان میں تطہیق اس طرح ہے کہ اس وقت نو ازواج تھیں اور وہ باندیاں تھیں، حضرت ماریہ اور حضرت ریحانہ یہ فعل صرف آپ کی آخری عمر میں منظور ہو سکتا ہے جب آپ کے عقد میں نو ازواج اور دو باندیاں تھیں، اور یہ معلوم نہیں ہوا کہ آپ کے عقد میں گیارہ ازواج جمع ہوئی ہوں، کیونکہ آپ نے کل گیارہ ازواج سے نکاح کیا ان میں سے پہلی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں اور ان کی حیات میں آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ حضرت خدیجہ کے بعد آپ نے حضرت سودہ سے نکاح کیا، پھر حضرت عائشہ سے، حضرت عائشہ کی رخصتی نہ ہوئی، پھر آپ نے حضرت ام سلمہ، پھر حضرت حفصہ اور حضرت زینب بنت خویلد سے نکاح کیا، پھر حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کیا، پھر حضرت جویزہ سے، پھر حضرت صفیہ، حضرت ام حبیبہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہن سے، یہ وہ ازواج مطہرات ہیں جن سے آپ کا نکاح بھی ہوا اور رخصتی بھی ہوئی امدان کو آپ کے ساتھ شبہ لاٹ گزارنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ یہ تفصیل قول مشہور کے مطابق ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تعداد، ان کی ترتیب اور ان میں سے جو آپ سے پہلے فوت ہوئیں اور جو بعد میں فوت ہوئیں جن سے دخول کیا اور جن سے دخول نہیں کیا اور جن کو پیغام دیا اور نکاح نہیں کیا اور جنہوں نے خود کو آپ پر پیش کیا ان کے متعلق کافی اختلاف ہے۔

جن ازواج سے آپ کا نکاح اور رخصتی ہوئی ان کے ترتیب و اسامہ:

۱۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا (۲) حضرت سودہ بنت زمعہ (۳) حضرت عائشہ بنت ابی بکر (۴) حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب (۵) حضرت ام سلمہ بنت بنت امیہ بن المغیرہ (۶) حضرت جویزہ بنت اکثام، یہ غزوہ مریض میں قید ہو کر آئی تھیں (۷) حضرت زینب بنت جحش (۸) حضرت زینب بنت خویلد (۹) حضرت ریحانہ بنت زید، یہ غزوہ بدر سے تھیں، اور ایک قول ہے جو تغیر سے تھیں، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ۱۶ ہجری میں قید ہو کر آئی تھیں، آپ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا، جب آپ حجۃ الوداع سے واپس آئے تو یہ فوت ہو گئیں اور ان کو بقیع میں دفن کیا گیا، (۱۰) حضرت ام حبیبہ بنت ابرسیان (۱۱) حضرت صفیہ بنت حبیبہ بن الخطاب، یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں، غزوہ خیبر میں قید ہوئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا، (۱۲) حضرت میمونہ بنت اکثام، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ذوالقعدہ ۷ ہجری میں غزوہ القضا کے موقع پر مکہ سے مکہ میں لے کر منہ کے مقام پر نکاح کیا۔ (۱۳) حضرت فاطمہ بنت الصنعاک (۱۴) حضرت اسماء بنت النعمان۔

جن ازواج سے نکاح ہوا اور رخصتی بھی ہوئی اور جن سے من نکاح ہوا اور رخصتی نہیں ہوئی، اور جن کو نکاح کا پیغام دیا اور نکاح نہیں ہوا:

(۱) حضرت ریحانہ بنت زید، ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ (۲) حضرت کلابیہ، ان کا نام عمرہ بنت کلاب یا عالیہ بنت کلاب ہے، دوسری نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عالیہ سے نکاح کیا، رخصتی بھی ہوئی، اور آپ نے طلاق دے دی، ایک قول یہ ہے کہ رخصتی کے بغیر طلاق دے دی، ایک قول یہ ہے کہ یہ فاطمہ بنت الصنعاک ہیں، دوسری نے کہا آپ نے ان سے

نکاح کیا انہوں نے آپ سے پناہ مانگی، تو آپ نے ان کو طلاق دے دی، (۳) اسما بنت النخاع، آپ نے ان سے نکاح کیا اور ان کو طلاق دے دی، ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے پناہ مانگی تھی، (۴) قبیلہ بنت قیس، ان کے بھائی نے ان کا آپ سے نکاح کیا، آپ کے وصال کے بعد یہ اور ان کا بھائی دونوں مرتد ہو گئے، (۵) علقمہ بنت کعب، ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے آپ سے پناہ مانگی تھی، (۶) اسما بنت الصلت السلمیہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور انہوں سے پہلے یہ فوت ہو گئیں، (۷) ام شریک ازویہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصتی سے پہلے ان کو طلاق دے دی تھی، انہوں نے خود کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کیا تھا اور یہ ایک نیک خاتون تھیں، (۸) حور بنت ذیل، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تھا، مگر یہ آپ تک پہنچنے سے پہلے فوت ہو گئیں، (۹) شران بنت اسحاق، یہ حضرت وجہہ کلبی کی بہن تھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی نہیں ہوئی، یا آپ سے پہلے فوت ہو گئیں، (۱۰) سہیل بنت اسلم، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا پھر انہوں نے علیحدگی طلب کی آپ نے ان کو الگ کر دیا، (۱۱) عمرہ بنت معادیہ الکندریہ، ان تک پہنچنے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا، (۱۲) جنتیہ بنت جندب، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی نہیں ہوئی، (۱۳) غفاریہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا، پھر ان کے پہلو میں سفیدی دیکھی اور ان کو الگ کر دیا، (۱۴) منذر بنت یزید، ان کے ساتھ رخصتی نہیں ہوئی، (۱۵) صفیہ بنت بشام، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قید میں تھیں، آپ نے ان کو اختیار دیا، تو انہوں نے اپنے خاوند کو اختیار کر لیا، (۱۶) حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح پیغام دیا، انہوں نے کہا میں مصیبت زدہ ہوں اور اپنا عقد پیش کیا، آپ نے ان کا عقد قبول کر لیا، (۱۷) خبیہ بنت عامر، آپ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا، پھر آپ کو مہم ہوا یہ شکر میں تو آپ نے ارادہ ترک کر دیا، (۱۸) حمزہ بنت عمن مزی، آپ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا، ان کے والد نے کہا میں عیبیہ ہے، حالانکہ عیب نہ تھا، پھر جب والد نے ان کو دیکھا تو ان کو مرض ہو گیا، (۱۹) سہوہ ترشید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام دیا یہ اس وقت مصیبت زدہ تھیں انہوں نے حضرت کرنی آپ نے ان کے لیے دعا کی اور رشتہ ترک کر دیا، (۲۰) امہ بنت حمزہ بن عبد المطلب، ان کو آپ پر پیش کیا گیا آپ نے فرمایا یہ میری رضائی بھتیجی ہے، (۲۱) عروہ بنت ابی اسحاق بن حرب، ان کی بہن حضرت ام حبیبہ نے ان کو پیش کیا، آپ نے فرمایا ان کی بہن نبی حضرت ام حبیبہ سے نکاح میں ہیں اس لیے یہ مجھ پر حلال نہیں ہیں، (۲۲) کلثیہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس حضرت عائشہ کو بھیجا، انہوں نے ناپسند کیا تو آپ نے ارادہ ترک کر دیا، (۲۳) عرب کی ایک خاتون ان کا نام معلوم نہیں ہوا، آپ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا پھر ترک کر دیا، (۲۴) ورتہ بنت ام سلمہ، آپ کو ان کی پیشکش کی گئی آپ نے فرمایا یہ میری رضائی بھتیجی ہیں، (۲۵) امیرہ بنت شراحیل، صحیح بخاری میں ان کا ذکر ہے، (۲۶) حبیبہ بنت سہل الانصاریہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کا ارادہ کیا پھر ترک کر دیا، (۲۷) فاطمہ بنت شریح، ابو عبیدہ نے ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں ذکر کیا ہے، (۲۸) حضرت عالیہ بنت ثعلبان، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا یہ کچھ عرصہ ساتھ رہیں، پھر آپ نے ان کو طلاق دے دی۔

نکاح وہ ہے کہ چودہ ازواج سے آپ کا نکاح ہوا اور رخصتی بھی ہوئی اور ان کو آپ نے طلاق دے کر الگ نہیں کیا۔
پندرہ خواتین سے نکاح ہوا اور رخصتی نہیں ہوئی، بعض کو آپ نے طلاق دے دی، بعض رخصتی سے پہلے فوت ہو گئیں اور بعض کی رخصتی سے پہلے آپ کا وصال ہو گیا، اور ان خواتین کو آپ نے نکاح کا پیغام دیا اور کسی وجہ سے نکاح نہیں ہو سکا اور

ایک زوجہ کچھ عرصہ ساتھ رہیں اور بعد میں آپ نے ان کو طلاق دے کر الگ کر دیا، مشہور یہ ہے کہ آپ کی گیارہ ازواج تھیں اور جس وقت آپ کا وصال ہوا ہے اس وقت نو ازواج مطہرات حیات تھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تعدد ازواج کے اعتراف کے جوابات | اس حدیث میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں تیس مردوں کی طاقت کا ذکر ہے اور امام ابو یوسف نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ آپ کو چار مردوں کی طاقت دی گئی تھی، اور امام ابو نعیم نے حلیہ میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ آپ کو چالیس جنتی مردوں کی طاقت دی گئی تھی، اور امام ترمذی نے جنت کی صفت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کو جنت میں اتنی اتنی جماعت کی قوت ہوگی، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیا وہ اس کی طاقت رکھے گا؟ آپ نے فرمایا اس کو سو مردوں کی طاقت دی جائے گی، اور امام جان نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ہم نے چالیس کو سو میں ضرب دی تو اس کا حاصل چار ہزار ہوا (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں چار ہزار مردوں کی طاقت ہے) اور علامہ ابن العربی نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کے اعتبار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جماعت کی غائب قوت حاصل تھی (آپ چار ہزار مردوں کی طاقت رکھتے تھے اس کے باوجود صرف گیارہ ازواج پر قناعت کی) اور کہنے میں بھی آپ قناعت سے کام لیتے تھے اور میں طرح امور شرعیہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ میں فضیلتیں جمع کی تھیں، اسی طرح امور دنیاویہ میں بھی آپ کے اندر فضیلتیں جمع کی تھیں تاکہ داریں میں آپ کا حال کامل ہو۔

ہر نبی کو نام مردوں کا یہ نسبت بہت زیادہ طاقت دی جاتی ہے، حضرت داؤد علیہ السلام کی سوا ازواج تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی نوے ازواج تھیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی سوا ازواج تھیں، اور یہ تصور غلط ہے کہ آپ نے قناعت و شہرت کے لیے زیادہ شادیوں کو قبول نہ کیا، کیونکہ شہرت کا زور جوانی کے ایام میں ہوتا ہے آپ نے پچیس سال کی عمر میں ایک بیوہ خاتون سے نکاح کیا، اور پچیس سال کا عمر صرف ان ہی کے ساتھ گذرا اور دوسرا عقد نہیں کیا، پچاس سال کی عمر کے بعد آپ نے چند اور عقد کیے اور یہ عقد تبلیہی مصیحتوں کی وجہ سے کیے، کیونکہ نکاح کے نزدیک ایک اور خاندان سے رابطہ قائم ہو جاتا ہے اور ان کے ساتھ ملنے جلنے سے تبلیغ کے زیادہ مواقع پیش آتے ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ تعدد ازواج کی وجہ سے آپ کے گھر کے حالات اور خانگی معاملات کو دیکھنے والیاں اور امت تک پہنچانے والی زیادہ خاتون ہو گئیں اور گھر پر معاملات سے متعلق احادیث کا نشر و اشاعت کے زیادہ ذرائع فراہم ہو گئے، نیز آپ نے بیک وقت نو ازواج میں عدل کر کے دکھایا اور امت کو یہ بتلایا کہ تم چار ازواج میں عدل کرنا سیکھتے ہو اور میں نے بیک وقت نو ازواج میں عدل کر کے دکھایا ہے، سلام ہو اس نبی پر جس کا عمل ہر میدان میں قزل سے بڑھ کر ہے!

(یہ بحث ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۳۰۴-۳۰۳ میں بھی کی ہے لیکن بعض چیزوں کی یہاں زیادہ تفصیل ہے)

بَابُ وَجُوبِ الْغُسْلِ عَلَى الْمَرْأَةِ بِخُرُوجِ الْحَيْضِ مِنْهَا

وجوب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسحاق کی وادی ام سلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی حضور کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! اگر کوئی عورت اس طرح کا خواب دیکھے جیسے مرد خواب دیکھتا ہے تو وہ کیا کرے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (اور میان میں) برہن اسے ام سلمہ تھا کہ اچھا خاک آلود ہوں حضرت عائشہ کا یہ کہنا بطور ملامت نہ قائم نے تو عورتوں کو شرمندہ کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا بلکہ تھا کہ اچھا خاک آلود ہوں (پھر حضرت ام سلمہ سے مخاطب ہو کر فرمایا) اسے ام سلمہ جب عورت ایسا خواب دیکھے تو اس کو غسل کرنا چاہیے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اگر کوئی عورت ایسا خواب دیکھے جیسے مرد خواب دیکھتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت ایسا خواب دیکھے تو غسل کرے نفث ام سلمہ کہتی ہیں کہ مجھے شرم تو آئی تاہم میں نے پوچھا کیا واقعی ایسا ہوتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! اگر ایسا نہ ہو تو بچوں کی مشابہت کیسے ہو مرد کا پانی کاڑھا اور سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا اور زرد ہوتا ہے ان میں سے جس کا پانی غالب ہو یا سابق ہو بچہ اسی کے مشابہ ہوتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

۶۱۷۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَقَالَتْ لَهَا وَغَايِشَةُ عِنْدَ نَيْلِ رَسُولِ اللَّهِ الْمَرْأَةُ تَذِي مَا تَرَى الرَّجُلُ فِي النِّعَامِ فَتَذِي مِنْ نَفْسِهَا مَا يَذِي الرَّجُلُ مِنْ نَفْسِهِ فَقَالَتْ عَايِشَةُ يَا أُمِّ سَلَمَةَ فَكَضَحَتْ الْمَاءَ تَرَبَّتْ يَمِينُكَ قَوْلُهَا تَرَبَّتْ يَمِينُكَ عَائِشَةُ فَقَالَ بَلْ أَنْتِ فَتَرَبَّتْ يَمِينُكَ كَعَمَّ فَلَتَعْتَسِلَ يَا أُمِّ سَلَمَةَ إِذَا مَا أَتَ ذَلِكَ.

۶۱۸۔ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ نَاوَيْدُ بْنُ دُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَسَى ابْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّ أُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا سَأَلَتْ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَرْأَةِ تَذِي فِي مَنَامِهَا مَا يَذِي الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَتْ ذَلِكَ الْمَرْأَةُ فَلَتَعْتَسِلَ فَقَالَتْ أُمِّ سَلَمَةَ فَاسْتَحْيَيْتُهُ مِنْ ذَلِكَ فَقَالَ هَلْ يَكُونُ هَذَا فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَعَمَّ فَمِنْ أَيْنَ يَكُونُ الشُّبُهَةُ إِنَّ مَاءَ الرَّجُلِ غَلِيظٌ أَسْفَلٌ وَمَاءُ الْمَرْأَةِ رَفِيفٌ أَسْفَرٌ فَمِنْ أَيْنَ هَذَا أَوْ سَبَقَ يَكُونُ مِنْهُ الشُّبُهَةُ.

۶۱۹۔ حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ

ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ عورت عذاب میں وہ چیز مجھے جو مرد عذاب میں دیکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا اگر اس سے وہی چیز نکلے جو مرد سے نکلتی ہے تو اس پر غسل فرض ہے۔

بْنُ عُمَرَ قَالَ نَأْبُو مَا لَكَ إِلَّا شَجَعِي عَنْ أَنْتِ
بْنُ مَالِكٍ قَالَ سَأَلْتُ أُمَّهُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
عَنِ الْمَرْأَةِ وَالْمَرْءِ وَالْمَرْءِ وَالْمَرْءِ وَالْمَرْءِ
يَرَى الرَّجُلُ فِي مَتْنَمِهِ فَقَالَ إِذَا كَانَ مِنْهَا مَا
يَكُونُ مِنَ الرَّجُلِ فَلْيَتَغَسَّلْ.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت
ام سلمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں
اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بات کو (شرم کی وجہ
سے) ترک نہیں کرتا کیا احکام سے عورت پر بھی غسل فرض
ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا اں جب وہ نئی دیکھ لے۔
حضرت ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا عورت کو بھی عظام
ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا تھا سے اتنے خاک آلود ہوں
اگر یہ بات نہ ہوتی تو کچھ اس کے مشابہ کیسے ہوتا۔

۶۲۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ أُنَا
أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ
زَيْنَبِ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ بَعَثَ
أُمُّ سَلَمَةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ
الْحَقِّ قَبْلَ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلِهَا إِذَا احْتَمَمَتْ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ إِذَا
دَأَبَتِ الْمَاءَ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوِ
تَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ فَقَالَ تَذَرِي يَدَ الْفِيمِ يُقِيمُهَا وَكَلَامُهَا.

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند
کے ساتھ روایت میں یہ اضافہ ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی
اللہ عنہا نے ام سلمہ سے فرمایا تم نے تو عورتوں کو شرمندہ
کر دیا۔

۶۲۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَكَهْزَبُ بْنُ
حَرْبٍ قَالَا نَا وَكَثِيرُ سُرٍّ وَحَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى عَنْ
نَاسِ بْنِ جَمِيلٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ
عَنِ الْمَرْأَةِ وَتَرَادُ قَالَتْ قُلْتُ فَصَحَّحَتِ النِّسَاءَ -
۶۲۲ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ بْنُ اللَّيْثِ
قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنَا شَيْخِي عَقِيلُ بْنُ
عَالِدِ بْنِ أَبِي شَهَابٍ أَنَّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ
بْنُ الْأَكْبَرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا صَلَّيْتُ اللَّهُ عَلَيْكَ
وَسَلَّمَ أَخْبَرَنِي أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
وَحَدَّثَتْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغُفَى
حَوِثِ هِشَامِ بْنِ عَمْرٍاءَ قَالَتْ قَالَتْ قَالَتْ قَالَتْ قَالَتْ
لَهَا أَحَدٌ لَكَ آخِرُ الْمَرْأَةِ ذَلِكُ.

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ حدیث بیان
کی اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ ام سلمہ کی بات میں حضرت
عائشہ نے ان سے کہا تم پر افسوس ہے کیا عورت بھی اس قسم
کے عذاب و کھینچتی ہے۔

۶۲۳ - حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَقَ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ وَ
سَهْلُ بْنُ عَمْرٍاءَ وَابْنُ كُرَيْبٍ وَابْنُ أَبِي كُرَيْبٍ
قَالَ سَهْلٌ نَادَى قَالَ الْأَخْرَابُ أَعَالِ بْنِ أَبِي دَاوُدَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا
کہ جب عورت کو عظام ہو اور وہ مٹی بھی دیکھے تو کیا اس

عَنْ أَبِيهِ عَنْ مُطْعِمِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ سَافِعِ بْنِ
عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عُذْرَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ
أُمِّهَا قَالَتْ لَيْسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
هَلْ تَغْتَسِلُ الْمَرْءُ إِذَا اخْتَلَمَتْ وَأَنْفَسَتْ
الْمَاءَ فَقَالَتْ نَعَمْ فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ تَوَبَّتْ يَدَايَ
وَأُكْتُتْ قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ دَعِيهَا وَهَلْ يَكُونُ الشَّيْبَةُ إِلَّا مِنْ قَبْلِ
ذَلِكَ إِذَا عَلِمَ مَا وَهُمَا مَاءَ الرَّجُلِ أَشْبَهُ الْوَلَدُ
أَحْوَالَهُ إِذَا عَلِمَ مَاءَ الرَّجُلِ مَاءَ مَا أَشْبَهُ أَعْمَامَهُ

بَابُ بَيَانِ صِفَةِ مَنِي الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ
وَأَنَّ الْوَلَدَ مَخْلُوقٌ مِنْ مَّا فِيهِمَا

۴۲۴. حَدَّثَنَا ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ الْخَلَوَانِيُّ قَالَ
كَانَ أَبُو تَوْبَةَ وَهُوَ كَرِيمٌ بَنِي كَافِرٍ قَالَ كَانَ مَخْلُوقٌ
يَعْنِي ابْنُ سَلَامٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ يَعْفَى أَخَاهُ أُمِّ سَلَامَةَ
سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَامَةَ الرَّحْمَنِيُّ أَنَّ كُوبَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
كُنْتُ قَامًا مَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَجَاءَ عَجَبٌ مِنْ أَحْبَابِ الْيَهُودِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ
يَا مُحَمَّدُ فَدَعْنِي دَعْنِي كَمَا دَعْنِي مِنْهَا فَقَالَ
لِيَدْرِي نَعْنِي فَقُلْتُ لَا فَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ
الْيَهُودِيُّ لَنَا كَذِبٌ عَذْرَةُ يَا سَلَامَةَ الْيَهُودِيَّةُ سَمَاءُ بِنْتُ
أَهْلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّ اسْمِي مَعْتَدِي الْيَهُودِيَّةُ سَمَاءُ بِنْتُ أَهْلِي فَقَالَ
الْيَهُودِيُّ حَدَّثْتُ أَسْأَلُكَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْتَقَعُ كُنْ مِنْ حَذْوِكَ
قَالَ أَسْمَاءُ بِنْتُ دُفَى فَكَذَبْتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحُودٍ مَعَهُ فَقَالَ سَلِّ فَقَالَ الْيَهُودِيُّ
أَيُّنَ يَكُونُ النَّاسُ يَوْمَ تَبْدَلُ الْأَرْضُ عَذْرَةَ الْأَرْضِ

پرسنل واجب ہے آپ نے فرمایا ہاں حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا نے اس عورت سے کہا تمہارے ہاتھ خاک
آلود اور زخمی ہوں حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا اس کو چھوڑو اولاد
کی مشابہت اسی وجہ سے ہوتی ہے جب عورت کا پانی
مرد کے پانی پر غالب آجائے تو بچہ اپنے ماموں کے
مشابہ ہوتا ہے اور اگر مرد کا پانی عورت پر غالب آ
جائے تو بچہ اپنے چچاؤں کے مشابہ ہوتا ہے۔

مرد اور عورت کی منی کی خصوصیات اور یہ کہ
بچہ ان کے پانی سے پیدا ہوتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان
رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس کھڑا ہوا تھا غلام یہود میں سے ایک
عالم حضور کے پاس آیا اور کہنے لگا "السلام علیک یا محمد"
میں نے اس کو زور سے دھکا دیا جس سے وہ گرتے
گرتے بچا کہنے لگا تم نے مجھے کیوں دھکا دیا
میں نے کہا تم نے یا رسول اللہ کیوں نہیں کہا تم کہنے
لگا ہم ان کو اسی نام سے پکارتے ہیں جو نام ان کے
گھر والوں نے رکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا میرے گھر والوں نے جو میرا نام رکھا
ہے وہ محمد ہی ہے۔ یہودی نے کہا میں آپ سے
کچھ سوال کرنے آیا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اگر میں تم کو کچھ بتلا دوں تو تم کو کچھ فائدہ پہنچے گا؟
اس نے کہا میں غور سے آپ کی بات سنوں گا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک تھکے سے زمین پر گریہ رہے
تھے آپ نے فرمایا "پرچھو" یہودی کہنے لگا جب
زمین اور آسمان بدل چکے ہوں گے اس وقت لوگ

وَالْمَلُوكُ فَقَالَ تَسْئَلُنِي اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنْ الظُّلُمَةِ دُونَ الْبَحْرِ فَقَالَ فَمَنْ أَذَلُّ النَّاسِ
إِجَارَةً قَالَ فَقَرَأَ آءُ الْمُتَجِدِّينَ قَالَ أَلَيْسَ دُونِي مَنَا
كُحْمَتُهُمْ حِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَالَ زِيَادٌ وَكَيْفَ
التَّوْبَةِ قَالَ فَمَا عِندَ ذَلِكَ عَلَى أَكْرَهَا قَالَ يَنْصَرُّ
لَهُمْ قَوْمُ الْجَنَّةِ الَّذِينَ كَانُوا مِنْ أَطْلُقِ أَهْلِهَا
قَالَ فَمَا شَرُّ الْبُحْرِ عَلَيْهِ فَقَالَ مِنْ عَيْنٍ قَبِيحَةٍ فَتَسْئَلُنِي
سَلْسِيلًا قَالَ صَدَقْتَ قَالَ وَصَدَّقْتَ أَسْأَلُكَ عَنْ
شَيْءٍ لَا يَعْلَمُهُ أَحَدٌ مِنَ أَهْلِ الْأَرْضِ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ
رَجُلٌ أَوْ رَجُلَانِ قَالَ يَنْفَعُكَ إِنْ عَمِدْتَ فَقَالَ
أَمْعَمُ يَأْذُنٌ قَالَ يَعْنِي أَسْأَلُكَ عَنِ الْوَلَدِ قَالَ
مَا مِمَّنْ الرَّجُلُ الْبَيْضُ وَمَا مِمَّنْ السُّوَادُ أَضْمَرُ فَإِذَا
اجْتَمَعَا كَفَلَا مِثْلُ الرَّجُلِ مِثْلُ الْمَرْأَةِ أَوْ كَرَا
يَأْذُنِ الْوَلَدِ وَإِذَا غَلَا مِثْلُ الْمَرْأَةِ مِثْلُ الرَّجُلِ
أَتَقَرَّ بِأَذُنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ أَلَيْسَ دُونِي لَقَدْ صَدَقْتَ
وَأَتَلَّكَ كُنِيئِي ثُمَّ انْصَرَفَ فَذَهَبَ فَقَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَأَلَنِي هَذَا عَنِ
الَّذِي سَأَلَنِي عَنْهُ وَمَا لِي عِلْمٌ بِشَيْءٍ مِمَّا حَقَّقَ
أَتَقَرَّ اللَّهُ بِهِ .

کہاں ہوں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ
اندھیرے میں پل صراط کے قریب ہوں گے اس نے
پوچھا سب سے پہلے پل صراط سے کون گزے گا؟
آپ نے فرمایا فقراء و مہاجرین، اس نے پوچھا وہ جنت
میں داخل ہوں گے تو سب سے پہلے انہیں کیا کھلایا جائیگا؟
آپ نے فرمایا پھلی کی کلجی کا ٹکڑا اس نے پوچھا اس کے بعد
انہیں کیا کھلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا ان کے لیے جنت
کا وہ بیل خرچ کیا جائے گا جو جنت میں چرا کرتا تھا اس
نے پوچھا اس کے بعد انہیں کیا پلا یا جائے گا؟ آپ نے
فرمایا انہیں سلسیل نامی ایک چمچہ سے پانی پلایا جائیگا۔
اس یہودی عالم نے کہا آپ نے سچ فرمایا، لیکن میں آپ سے
وہ بات پرچھنے آیا ہوں جس کو روئے زمین پر نبی کے
سوا صرف ایک یا دو آدمی جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا
اگر میں تم کو وہ بات بتاؤں تو تم کو فائدہ پہنچے گا، اس نے
کہا میں غور سے سنوں گا، اس نے کہا میں آپ سے پوچھنے
آیا ہوں کہ بچہ کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا مرد
کا پانی سفید اور عورت کا پانی زرد رنگ کا ہوتا ہے جب
یہ دونوں پانی جیسے ہوتا ہے اور مرد کی منی عورت کی منی پر غالب
ہو جائے تو اللہ کے حکم سے بچہ پیدا ہوتا ہے، اور اگر
عورت کی منی مرد کی منی پر غالب ہو جائے تو اللہ کے حکم
سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ یہودی نے کہا بلاشبہ آپ نے
سچ فرمایا اور آپ حقیقتاً اللہ کے نبی ہیں، پھر وہ یہودی
چلا گیا، اس کے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرمایا کہ جن چیزوں کے بارے میں پوچھا میں ان کی طرف متوجہ
نہیں تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان چیزوں کی طرف متوجہ
کر دیا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس
سند کے ساتھ بھی یہ حدیث مردکاب ہے۔

۶۲۵۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو
الْقَارِي قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانٍ قَالَ تَامِعًا وَصِيًّا
ابْنُ سَلَامٍ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِخَلِيلِهِ عَمْرَأَةَ قَالَ كُنْتُ

قَالَتْ أَيْمَنَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ كَيْدُ الشُّرُونِ وَكَانَ ذَكَرُهُ وَأَنْتَ وَكَرْبَعْلَى أَذْكَرًا أَذَانًا.

بَابُ صِفَةِ غَسْلِ الْجَنَابَةِ

۴۲۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يَبْدَأُ فَيَغْسِلُ يَدَيْهِ ثُمَّ يُغْرِغُ بِسُيْنِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَيَغْسِلُ قَرْنَهُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وَضُوءَهُ لِيُصَلِّيَ ثُمَّ يَأْخُذُ الْمَاءَ كَيْدُ خِلٍّ أَصَابِعَهُ فِي أُصُولِ الشَّعْرِ حَتَّى إِذَا دَاوَى قَدَا اسْتَبَدَّ أَحَقَنَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ حَقَنَاتٍ ثُمَّ أَكَاضَ عَلَى سَائِرِ جَسَدِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ.

۴۲۷ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَدُهَيْبُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا جَرِيرٌ عَنْ وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ قَامَ عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ ثَمِيرٍ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ الْإِسْنَادُ وَكُنِينَ فِي حَيَاتِهِمْ غَسَلَ الرِّجْلَيْنِ.

۴۲۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكَيْفُهُ قَالَ نَاهِيكُمْ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَبَدَأَ فَنَفَسَ كَفَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ ذَكَرَ وَخَوَّ حَدِيثَ أَبِي مَعَاوِيَةَ وَكَهْ كَيْدُ كَرَّ غَسَلَ الرِّجْلَيْنِ.

۴۲۹ - وَحَدَّثَنَا ثَنَا عَمْرُو بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ نَا ابْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا هِشَامُ عَنْ هِشَامِ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ فَنَفَسَ كَفَيْهِ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ يَدَهُ فِي الْإِسْنَادِ ثُمَّ تَوَضَّأَ

غسل جنابت کا طریقہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تو پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھرتے پھر دائیں ہاتھ سے اپنے ہاتھ پر پانی ڈال کر استنجا کرتے اس کے بعد مکمل دھو کر تے پھر پانی لے کر سر پر ڈالتے اور انگلیوں کی مدد سے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچاتے پھر جب دیکھتے کہ سر نہایت ہو گیا ہے تو تین مرتبہ سر پر پانی ڈالتے پھر نہام بدن پر پانی ڈالتے اور پھر پیر دھو لیتے۔

امام مسلم ایک اور سند کے ساتھ بھی روایت بیان کر کے فرماتے ہیں کہ اس روایت میں بعد میں پیروں کے دھونے کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کی ابتداء دونوں ہاتھ دھونے سے کی۔۔۔۔ اس روایت میں بھی پیروں کے دھونے کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تو برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اس کو تین بار دھو لیتے پھر اس کے بعد مکمل دھو لیتے۔

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا
يَسْتَنِي بِتَحَوُّ الْخِلَافِ فَآخَذَ بِكَفِّهِ بَدَنًا يَشْقِي
تَأْسِيرَ الْأَيْمَنِ ثُمَّ الْأَيْسَرَ ثُمَّ آخَذَ بِكَفِّهِ فَقَالَ
رَبِّهِمَا عَلَى تَأْسِيرِهِ -

اس سے پانی لے کر پہلے سر کی دائیں جانب دھوئے،
پھر بائیں جانب پھر دونوں ہاتھوں سے پانی لے کر سر
پر بہاتے۔

وضو کے مسائل

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

وضو اور غسل کو شروع کرنے سے پہلے ہاتھ دھوئے مستحب ہیں اور اگر ان پر نہایت لگی ہو تو
پھر ہاتھ دھونے واجب ہیں، غسل سے پہلے وضو کرنا سنت ہے، بعض اوقات آپ وضو کے ساتھ پیر دھو لیتے، جیسا کہ حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کی بعض روایتیں ہیں اور بعض اوقات غسل کرنے کے بعد پیر دھوتے جیسا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی
حدیث میں ہے، ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ اگر جگہ صاف ہو تو پیر پہلے دھوئیں ورنہ بعد میں، سر اور واڑھی میں غلال کرنا چاہیے
ہاں تو نزدیک یہ غسل میں واجب اور وضو میں سنت ہے، دونوں ہاتھوں سے چلوئے کہ سر پر تین مرتبہ پانی ڈالنا چاہیے،
جسم کو ملنا مستحب ہے، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ غسل جنابت میں ٹاک میں پانی ڈالنا اور غرغرے کرنا مشروع ہے،
فقہاء اخات کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَأَن كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا -
اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو اچھی طرح اپنے
بدن کو پاک کرو۔

(ماثلاً ۶۷)

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام بدن کو پاک کیا جانے اور بدن ناک اور منہ کو بھی شامل ہے، صحیح بخاری میں
ہے کہ پہلے آپ اپنے ہاتھوں کو مٹی یا دیوار سے رگڑ کر صاف کرتے (اس میں صابن سے غسل کرنے کی اصل ہے)
غسل پر دوسرے میں کرنا چاہیے خواہ گھر میں غسل کیا جائے غسل کا سامان منگوانے میں کسی سے مدد لینا جائز ہے اور میری
کاغذ کی خدمت کرنا مشروع ہے، ترمذی کے استہلال میں کئی قول ہیں، علامہ تہجدی نے کہا حضرت میمونہ کا تولیہ بہتیں کرنا
اس کی دلیل ہے کہ آپ نہانے کے بعد تولیہ استعمال کرتے تھے، اور اس وقت کسی وجہ سے تولیہ ترک کر دیا، یہ
بھی ہو سکتا ہے کہ تولیہ اس لیے واپس کیا ہو کہ اس کو سنت لازم نہ سمجھ لیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت بدن
کو خشک رکھنا مقصود ہو اس لیے تولیہ کی ضرورت نہ ہو کیونکہ امام ترمذی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کپڑا تھا جس سے آپ وضو کے بعد منہ پر نکھتے تھے، امام نسائی نے روایت کیا ہے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک رومال یا کپڑا تھا جس سے آپ وضو کے بعد منہ پر نکھتے تھے۔ لہ

بَابُ الْقُدْرَةِ الْمُسْتَحَبِّ مِنَ الْمَاءِ فِي غُسْلِ
الْجَنَابَةِ وَغُسْلِ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ فِي
حَالَةٍ وَاحِدَةٍ وَغُسْلِ أَحَدِهِمَا بِفَضْلِ الْآخَرِ

غسل جنابت کے لیے پانی کی مستحب
مقدار، شوہر اور زوجہ کا ایک برتن سے
پانی لے کر غسل کرنا

۱۔ علامہ بدر الدین محمد بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، حاشیہ القاری ج ۳ ص ۱۹۵-۱۹۲، مطبعة ادارة الطباعة النورية مصر ۱۳۴۸ھ

۶۳۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَدَرْتُ عَلَى مَا لَيْتَ عَيْنَا بِنِ شَهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ رَأَاةٍ هُوَ الْفَرَقُ مِنَ الْجَنَابَةِ.

۶۳۵۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ قَدَرْتُ لَيْتَ ۚ وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمَيْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ۚ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَغَيْرُ ذَلِكَ أَجَدٌ وَهَذَا بِي بِي حَزْبٍ قَالُوا إِنَّا سَفِيَانُ بَلَا هُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ فِي الْعَدَاةِ وَهُوَ الْفَرَقُ وَكَانَتْ أَغْتَسِلُ أَنَا وَهُوَ فِي الْإِنَاءِ الْوَاحِدِ وَفِي حَدِيثِ سَفِيَانٍ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ قَالَ قُتَيْبَةُ قَدَرْتُ سَفِيَانُ وَالْفَرَقُ تِلْكَ الْأَصْعَرُ.

۶۳۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ اللَّهُ بْنُ مُعَاذٍ الْأَنْصَارِيِّ لَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ أَنَا وَأَخُوهَا مِنَ الرُّمَّانَةِ فَسَأَلَهَا عَنْ غُسْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقَدَرْتُ رَأَاةً قَدْ نَزَعَتْ فَأَغْتَسَلْتُ وَبَيْنَمَا دَبَّيْتُهَا سَمِعْتُ وَأَخْرَجْتُ عَلَى رَأْسِهَا ثَلَاثًا قَالَ وَكَانَ أَبُو النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ مِنْ رَأْسِهِ وَبَيْنَهُمَا حَتَّى تَكُونَ كَالْمَوْصَرَّةِ.

۶۳۷۔ وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ قَدَرْتُ عَائِشَةَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ يَدَ مَرِيضِيْنِهِمْ فَحَسَبَ عَلَيْهِمَا مِنَ السَّمَاءِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کے لیے ایسا برتن استعمال کرتے تھے جس میں تین صاع رساڑھے تیرا پانی تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں تین صاع رساڑھے تیرا پانی کی مقدار کے ایک برتن سے میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں اکٹھے غسل کرتے۔

ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی (دودھ شریک) بھائی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عائشہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کتنے پانی سے کرتے تھے حضرت عائشہ نے ایک صاع رساڑھے چار لیٹر) پانی منگایا اور اپنے اور ہمارے درمیان پرودہ ڈال کر غسل کرنے لگیں، آپ نے سر پر تین بار پانی ڈالا۔ ابو سلمہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سر کے لیے بال کاٹ دیتی تھیں، یہاں تک کہ وہ صرف کندھوں کے برابر رہ جاتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تو دائیں ہاتھ کو پانی سے دھو کر غسل کی ابتدا کرتے پھر دائیں ہاتھ سے نہاست پر پانی ڈالتے اور بائیں ہاتھ سے اس کو صاف کرتے، اور اس عمل سے فارغ ہو کر

مگر پانی ڈالتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں
میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مل کر ایک برتن سے
غسل کرتے، اور ہم دونوں جنبی ہوتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں چار لیٹر کے
قریب ایک برتن سے پانی لے کر وہ اور رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم غسل کیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں
کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے
باری باری پانی لے کر غسل جنابت کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں
کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے
پانی لے کر جنابت کا غسل کرتے، حضور مجھ سے پہلے
پانی لے لیتے اور میں کہتی میرے لیے بھی آٹھوٹھینے
میرے لیے بھی تو چھوٹھینے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے
کر غسل کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا
کے بچے ہوسے پانی سے غسل کرتے تھے۔

فَقَسَلَهَا ثُمَّ صَبَّ الْمَاءَ عَلَى الْأَذَى الَّذِي بِهِ
يَسْمِينِيهِمْ وَغَسَلَ عَنْهُ بِشَمَالِهِ حَتَّى إِذَا فَرَغَ
مِنْ ذَلِكَ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ
أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ وَتَحْتِ جُنُبَيْنِ
۴۳۸ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ
قَالَ كُنْتُ عَنْ يَزِيدَ عَنْ عِمْرَانَ عَنْ خَفْصَةَ بِنْتِ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ وَكَانَتْ تَحْتُ الْمُسَدِّ مِ بْنِ
الرَّزْبِيعِ عَنْ عَائِشَةَ إِذَا كَانَتْ تَغْتَسِلُ فِيهَا وَالنَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ يُسَمُّ ثَلَاثَةً
أَمْدَادٍ أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذَلِكَ .

۴۳۹ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمٍ بْنُ قَعْنَبٍ
قَالَ أَنَا فَخْرُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ
عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ تَحْتِ جُنُبَيْنِ
بِغَيْرِ مِنَ الْجَنَابَتَيْنِ .

۴۴۰ - وَحَدَّثَنَا هَيْبَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو
نَعِيمَةَ عَنْ عَاصِمِ الْأَحْوَلِ عَنْ مَعَاذَةَ عَنْ عَائِشَةَ
قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ وَبَيْنَهُمَا وَاحِدٌ قَبِيلًا دُرِّي حَتَّى
أَقُولَ دَعُوْنِي دَعُوْنِي قَالَتْ وَهَمَا جُنُبَانِ .

۴۴۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ
أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ قُتَيْبَةُ نَاسِلِيَانِ
عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي الشَّعَثَاءِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَخْبَرَنِي
مُيْمُونَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تَغْتَسِلُ فِي
دَلِيْقَيْنِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ .

۴۴۲ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ
بْنُ حَازِمٍ قَالَ إِسْحَاقُ أَنَا وَقَالَ ابْنُ حَازِمٍ نَا مُحَمَّدُ
بْنُ بَكْرِ قَالَ أَنَا ابْنُ مُجَرِّجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَنْ وَثْقَى
بْنِ أَبِي كَبَشٍ قَالَ أَخْبَرَنِي وَثْقَى بْنُ أَبِي كَبَشٍ قَالَ أَخْبَرَنِي وَثْقَى بْنُ أَبِي كَبَشٍ

أَنَّ أَبَا الشَّعَثَانِ أَخْبَرَ فِي عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ بِقُضْلٍ مَبْرُوكٍ -
۶۳۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ قَالَ نَافِعُ
بْنُ أَبِي حَزِيمٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ
قَالَ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ
أُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهَا أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهَا قَالَتْ كَانَتْ
هِيَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلَانِ
فِي الْإِنَاءِ الْوَاحِدِ مِنَ الْجَنَابَةِ -

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل
جنابت کرتے تھے۔

۶۳۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ أَبِي حَزِيمٍ
وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ
أَبْنِ مَهْدِيٍّ قَالَ لَا تَأْتِي شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ جَدْرِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ بِخَمْسِ مَكَارِكٍ وَ
يَتَوَضَّأُ بِمَكُولٍ وَقَالَ ابْنُ مُثَنَّى يَتَمَسَّ مَكَارِكَ
وَقَالَ ابْنُ مُعَاذٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَكَهْنُ بْنُ كُرَيْبٍ -
۶۳۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ قَالَ وَكِيعٌ عَنْ
مُسْحَرٍ عَنِ ابْنِ جَبْرِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِالْمَدِّ وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ
إِلَى خَمْسَةِ أَصْدَادٍ -

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تقریباً) پونے سات لیٹر پانی سے
غسل کرتے تھے اور تقریباً ایک لیٹر پانی سے وضو
کرتے تھے۔

۶۳۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو حَامِلٍ التَّيْمِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ
بْنِ عُلَيْهِ يَكْلَاهُ عَنْ يَشْرِ بْنِ الْمَغْضَلِ قَالَ أَبُو حَامِلٍ
نَافِعُ قَالَ قَالَ أَبُو رِيحَانَةَ عَنْ سَيْفِيَّةَ قَالَ كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ الْقَاعَ مِنَ الْمَاءِ
مِنَ الْجَنَابَةِ وَيُؤَوِّضُهُ السُّدَّ -

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تقریباً) ساڑھے چار لیٹر پانی
سے غسل کر لیتے۔ اور سوا لیٹر پانی سے وضو کرتے تھے۔

۶۳۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي قُتَيْبَةَ قَالَ قَالَ نَافِعُ
ابْنُ عُثْمَانَ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ قَالَ شُعْبَةُ
عَنْ أَبِي رِيحَانَةَ عَنْ سَيْفِيَّةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ صَاحِبُ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ وَيَتَوَضَّأُ بِالنُّعْثِ -

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابی رسول سے فرمایا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ساڑھے چار لیٹر پانی سے غسل کرتے
تھے اور سوا لیٹر پانی سے وضو کرتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے ساتھ غسل کرنے کی وضاحت | حدیث نمبر ۶۳۲ میں ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر اکٹھے غسل کرتے تھے۔

احادیث صحیحہ کی روشنی میں وضو کے لیے ایک لیٹر پانی کافی ہے اور غسل کے لیے چار لیٹر پانی کافی ہے حضرت عائشہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ایک ساتھ غسل کرتے تھے تو وہ کپڑے پہن کر غسل کرتے تھے۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن مولی عائشہ قالت ما رايت ضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم قط - له
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ کبھی نہیں دیکھی۔

ملاحظہ قاری اور علامہ مناوی نے اس روایت کا بھی ذکر کیا ہے:

وجاء في رواية عنها ايضا ما رايت منه و
لادای منی یعنی الغر ج سے
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بھی ہے
میں نے کبھی حضور کی شرمگاہ دیکھی نہ آپ نے کبھی میری
شرمگاہ دیکھی۔

کیونکہ عورت کا پورا جسم واجب الاستراحت ہے، اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لباس پہن کر غسل کرتی تھیں۔ بعض احادیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے سے منع فرمایا ہے، اور جب حضرت عائشہ اور حضور ایک برتن سے پانی لے کر غسل کریں گے تو لازم آئے گا کہ جس برتن سے حضرت عائشہ نے پانی لیا ہو اس کے بعد آپ اسی برتن سے پانی لیں، اس سے عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنا لازم آئے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا تنزیہ کے لیے تھا اور غسل بیان جواز کے لیے ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غسل کر کے دکھانا اور اس پر اعتراض کا جواب | حدیث نمبر ۶۳۶ میں ہے دو

آدمیوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے غسل کے پانی کی مقدار پوچھی تو آپ نے ساڑھے چار لیٹر پانی منگایا اور حجاب کے نیچے ان کو غسل کر کے دکھا دیا۔

اس حدیث پر منکرین حدیث اعتراض کرتے ہیں کہ ان احادیث کو ماننے سے لازم آتا ہے کہ اجنبی مرد حضرت عائشہ سے سوال کرتے تھے اور وہ ان کو غسل کر کے دکھا دیتی تھیں، اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مرد اجنبی نہ تھے،

۱۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۹۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۲۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ، مجمع الوصائل ج ۲ ص ۲۱۷، مطبوعہ نور محمد المطابع کراچی

ان میں سے ابو سلمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھتیجے تھے اور دوسرے عبداللہ بن جرید آپ کے رضاعی بھائی تھے، غرض دونوں محرم تھے، آپ نے حجاب کی اوٹ میں غسل کیا، اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ازدواج مطہرات کپڑوں کے ساتھ غسل کرتی تھیں اور اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ ان کو شرعاً صدر ہو جائے کہ اتنی مقدار پانی غسل کے لیے کافی ہوتا ہے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں نے سر اور جسم کے اس بالائی حصہ میں غسل کا عمل کیا، جس کو دیکھنا محرم کے لیے ہائز ہے اور اگر انہوں نے اس عمل کا مشاہدہ نہ کیا ہوتا تو حضرت عائشہ کے پانی منگوانے اور ان کی موجودگی میں غسل کرنے کا کوئی غائد نہ تھا، حضرت عائشہ نے سر کا انتظام سر اور چہرے کے پچھلے حصہ کے لیے کیا تھا جس کو دیکھنا محرم کے لیے جائز نہیں ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عملی طور پر بھی کسی چیز کی تعلیم دینا جائز ہے کیونکہ قرآن تعلیم کی بہ نسبت عملاً تعلیم ذہن میں زیادہ راسخ ہوتی ہے۔ بعض علماء (حافظ مسقلانی) نے کہا ہے کہ ان کا سوال غسل کی کیفیت اور غسل میں پانی کی مقدار دونوں سے متعلق تھا، حضرت عائشہ نے دونوں چیزوں کی رہنمائی کی، سر پر پانی بہا کر غسل کی کیفیت کو بتایا اور ایک صاع (ساڑھے چار لیٹر) پانی سے غسل کر کے یہ بتا دیا کہ پانی کی اتنی مقدار غسل کے لیے کافی ہے۔

اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواج سر کے عورتوں کے سر کے بال کٹوانے کی تحقیق

علامہ نووی لکھتے ہیں:

وفرہ، لختہ سے بڑے بال ہوتے ہیں اور لختہ کندھوں تک ہوتے ہیں، یہ امام لغت اسمی کا قول ہے، ہاتھی عیاض رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ عرب کی عورتیں میں لمبے بالوں کی چوٹیاں اور مینڈھیاں رکھنے کا معمول تھا، اور شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواج نے یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیا، کیونکہ انہوں نے آپ کے وصال کے بعد زینت کو ترک کر دیا تھا اور وہ لمبے بال رکھنے سے مستثنیٰ ہو گئیں تھیں، دوسرے علماء نے لکھا ہے بلکہ اس عمل کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہونا متعین ہے، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عورتیں اپنے بالوں کو کچھ کاٹ کر تخفیف کر سکتی ہیں۔

اس حدیث اور علامہ نووی کی اس شرح کی وجہ سے بعض علماء موجودہ زمانہ میں عورتوں کے سر کے بال کٹوانے کے طریقہ کو جائز کہتے ہیں، بلکہ نزدیک ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے اولاً اس لیے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو عبد اللہ بن مسعود کی سند سے روایت کیا ہے۔ اور اس میں یہ اضافہ نہیں ہے کہ ”ازواج مطہرات سر کے لمبے بال کاٹ دیتی تھیں“ ثانیاً

۱۔ علامہ بدر الدین محمد بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۹۸-۱۹۹، مطبوعہ ادارۃ المطابع النیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

۲۔ علامہ عینی بن شرف ترمذی متوفی ۶۷۲ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ دار محمد امجد المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۳۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹، مطبوعہ دار محمد امجد المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

امام مسلم نے اس حدیث کو عبید اللہ بن معاذ عنہری کی سند سے روایت کیا ہے جس میں یہ اضافہ ہے، اور ہر چند کہ بعض محدثین نے ان کی تشریح کی ہے، تاہم امام ابن معین کی ان کے متعلق رائے یہ ہے:

ابن سہینہ و شباب و عبید اللہ بن معاذ یسوا اصحاب حدیث یسوا بشیء و بلہ
ابن سہینہ، شباب، اور عبید اللہ بن معاذ عنہری، اصحاب حدیث نہیں ہیں، یہ کچھ بھی نہیں ہیں۔

ثالثاً ازواج مطہرات سر کے بال کٹوا کر بھی کندھوں سے نیچے تک بال رکھتی تھیں اور ان کا بال کٹوانا ترک نہایت کے لیے تھا، اور اس زمانہ میں عورتوں کے بال کٹوانا حصولِ زینت کے لیے ہوتا ہے اور ان کے بال کندھوں سے اوپر تک کٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ رابعاً اس زمانہ میں عورتیں جن قدر بال کٹوا کر کم کر لیتی ہیں اس سے ان کے بال مردوں کے مشابہ ہو جاتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی مشابہت کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی اور مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام ابن ماجہ اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔
اس حدیث کی بناء پر حضرات ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا بال کٹانا اتنی مقدار پر محمول ہے جس سے مردوں کی مشابہت نہ ہو، علاوہ ازیں یہ عمل انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دھماکے کے بعد اپنے اجتہاد سے ترکِ زینت کے لیے کیا تھا، ان کے اس عمل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید اور تشریح حاصل نہیں ہے اور حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، وہ حدیث مقدم ہے اس لیے فیشن اور حصولِ زینت کے لیے عورتوں کا سر کے بال کٹا کر مردوں کی مشابہت کرنا جائز نہیں ہے۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ اقْصَاةِ الْمَاءِ عَلَى الرَّأْسِ
وَعَيْدِهِ شَلَاثًا
غسل میں سر وغیرہ پر تین مرتبہ پانی ڈالنا

- ۱۔ حافظ شباب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۴۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۴۶ھ
- ۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲، ص ۸۷۲، مطبوعہ نور محمد اشع الطالیع کراچی، ۱۳۸۱ھ
- ۳۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲، ص ۲۱، مطبوعہ مطبعہ مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۳۵۵ھ
- ۴۔ امام ابو علی محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
- ۵۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۸، مطبوعہ مطبعہ مجتہبی پاکستان لاہور
- ۶۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱، ص ۳۳، ۳۲۹، ۳۴۵، ج ۲، ص ۲۸۷، ۲۸۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

حضرت جابر بن مسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غسل کے بارے
میں بحث کرنے لگے، ایک شخص نے کہا کہ میں تو اس طرح
اپنے سر کو دھوتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
سن کر فرمایا میں اپنے سر پر پانی کے تین پلو ڈالتا ہوں۔

حضرت جابر بن مسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
میں صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے غسل جابہ کا ذکر
ہوا تو آپ نے فرمایا میں تو اپنے سر پر تین مرتبہ پانی
ڈالتا ہوں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں، وفد ثقیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوا اور کہنے لگا ہمارا علاقہ بہت فقیر ہے
ہم غسل کیسے کیا کریں؟ آپ نے فرمایا میں تو سر پر تین
مرتبہ پانی ڈالتا ہوں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جابہ کرتے
تو اپنے سر پر تین پلو پانی ڈالتے، ان سے من بن محمد نے
کہا میرے بال تو بہت زیادہ ہیں، حضرت جابہ کہتے ہیں
میں نے کہا اے میرے بھتیجے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے بال تمہارے بالوں سے زیادہ لمبے اور پاکیزہ تھے۔

۶۴۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَثَعْلَبَةُ بْنُ سَيْفٍ
وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ تَابِيحِي أَنَا وَكَانَ الزُّهْرَانِ
تَأْبُو الْأَخْوَصَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ
عَنْ جَبْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ تَسَاءَلْنَا فِي الْغُسْلِ عَنْهُ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ
أَمَّا أَنَا فَتَابِي أَغْسِلْ رَأْسِي بِكَذَا وَكَذَا فَقَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا أَنَا فَتَابِي أَفِيضْ عَلَى
رَأْسِي ثَلَاثَ أَكْفِ.

۶۴۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ تَابِي مُحَمَّدُ
بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ تَابِي شُعْبَةَ عَنْ أَبِي السَّمُوقِ عَنْ سُلَيْمَانَ
بْنِ صُرَدٍ عَنْ جَبْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ عَنْهُ أَنَّ الْغُسْلَ مِنَ الْجَنَابَةِ
فَقَالَ أَمَّا أَنَا فَزِعْ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا.

۶۵۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاسْمَاعِيلُ بْنُ
سَالِمٍ قَالَ أَنَا مُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ أَبِي سُلَيْمَانَ
عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ وَحْدَ ثَقِيفٍ سَأَلُوا النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا إِنَّ أَرْضَنَا أَرْضٌ
بَارِدَةٌ كَيْفَ بِالْغُسْلِ فَقَالَ أَمَّا أَنَا فَزِعْ عَلَى
رَأْسِي ثَلَاثًا قَالَ ابْنُ سَالِمٍ فِي رِوَايَتِهِ كَانَ مُشَيْمٌ قَالَ
أَنَا أَبُو بَشِيرٍ وَقَالَ إِنَّ وَحْدَ ثَقِيفٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ

۶۵۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ تَابِي جَعْفَرُ عَنْ
الْوَهَّابِ يَحْيَى الثَّقَفِيُّ قَالَ تَابِي جَعْفَرُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ
جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنْ جَنَابَتِهِ حَبَّ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ
حَقَنَاتٍ مِنْ مَاءٍ فَقَالَ لَهُ الْعَسَنُ ابْنُ مُحَمَّدٍ إِنَّ
شَعْرِي كَثِيرٌ قَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ يَا ابْنَ أَخِي كَانَ شَعْرُ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مِنْ شَعْرِكَ وَ
أَطْيَبَ.

نوٹ: اس باب کی احادیث میں علمی مسائل میں بحث اور مسائل کا ثبوت ہے، اور امام اور اساتذہ کے سامنے اس

کے شاگردوں کے بحث کرنے کا بیان ہے، نیز ان احادیث میں غسل کے وقت سر پر تین بار پانی ڈالنے کا بیان ہے اور ہمارے فقہاء نے اس پر قیاس کر کے تمام بدن پر تین مرتبہ پانی ڈالنے کو راجح کیا ہے، نیز جب وضو میں اعضا کو تین بار دھونا مستحب ہے تو غسل میں تمام بدن کو تین بار دھونا بہ طریق اولیٰ مستحب ہونا چاہیے۔

بَابُ حُكْمِ ضَفَائِرِ الْمُغْتَسِلَةِ

غسل میں مینڈھیوں کا حکم

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے سر پر بہت کس کس مینڈھیاں باندھتی ہوں کیا میں غسل جنابت کے لیے انھیں کھول لیا کروں، آپ نے فرمایا نہیں، تھکے سے سر پر صرت تین چار پانی بہا لینا کافی ہے۔ پھر اپنے تمام بدن پر پانی بہا لینا تو تم پاک ہو جاؤ گی۔

۴۵۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعُمَرُو
النَّاقِدُ وَاسْتَحَقُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ كُلُّهُمْ عَنْ
ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ اسْتَحَقُّ أَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ
مُوسَى عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْقُبَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
ابْنِ رَافِعٍ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ أَمْرًا أَكْتُدُ صَفْرًا أَوْ سَبِيًّا أَفَأَقْضِيهِ
بِغُسْلِ الْجَنَابَةِ قَالَ لَا لَأَنَا يَكْفِيكَ أَنْ تَحْتَمِيَ عَلَى
رَأْسِكَ فَكُلَّتْ حَتَّى بَلَغَتْ ثَمَرَةً فَيَغْتَسِلُ عَلَيْكَ الْمَاءُ
فَتَطْهَرِينَ -

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ اسی طرح کی روایت منقول ہے مگر اس میں حییٰ اور جنابت کا ذکر ہے۔

۴۵۳ - وَحَدَّثَنَا عُمَرُو النَّاقِدُ قَالَ نَايِزِيَّةُ
بْنُ هَارُونَ وَوَحْدَةُ بِنْتُ عَبْدِ بْنِ حَمِيدٍ قَالَ نَاعِبَةُ
الرِّثَاقِ قَالَ أَنَا الْقَوْمِيُّ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى
فِي هَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّثَاقِ أَفَأَقْضِيهِ
بِالْحَيْضَةِ وَالْجَنَابَةِ فَقَالَ لَا لَأَنَّهُ كَرِهَ يَسْتَعْنِي حَدِيثُ
ابْنِ عُيَيْنَةَ -

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ اسی طرح کی روایت منقول ہے اس میں غسل جنابت پر مینڈھیاں کھولنے کا ذکر ہے حییٰ کا ذکر نہیں ہے۔

۴۵۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ
قَالَ نَايِزِيَّةُ بِنْتُ عَبْدِ بْنِ حَمِيدٍ قَالَ نَاعِبَةُ
الرِّثَاقِ قَالَ أَنَا الْقَوْمِيُّ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى
فِي هَذَا الْإِسْنَادِ وَكَانَ أَحْلَاهُ فَأَعْلَلَهُ مِنَ الْجَنَابَةِ
وَلَمْ يَذْكُرِ الْحَيْضَةَ -

عبید بن عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن عمر عورتوں کو غسل کے وقت مینڈھیاں کھولنے کا حکم دیتے ہیں حضرت عائشہ نے فرمایا عبداللہ بن عمر پر تعجب ہے کہ وہ عورتوں

۴۵۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَابُو بَكْرِ بْنُ
أَبِي شَيْبَةَ وَصَالِي بْنُ حَبِشٍ جَمِيعًا عَنْ ابْنِ عُثَيْبَةَ قَالَ
يَحْيَى أَنَا سَمِعْتُ ابْنَ عُثَيْبَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ
عَنْ عُثَيْبِ بْنِ عَمِيرٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ

يَا مَرْءُ النِّسَاءِ اِذَا اغْتَسَلْتَ اَنْ تَتَغَضَّنَ رُءُوسَكَ وَتَسْتَهْنِ
فَقَالَتْ يَا عَجِيْبًا لِيْهِنَ عَمَّةٌ هَذِهِ اَيُّ مَرْءٍ النِّسَاءِ اِذَا
اغْتَسَلْتَ اَنْ يَتَغَضَّنَ رُءُوسَهُنَّ اَكَلًا يَا مَرْءُ هُنَّ
اَنْ يَحْلِقْنَ رُءُوسَهُنَّ لَقَدْ كُنْتُ اَعْتَقِلُ اَنْتَا
وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ مِنْ اَنْ تَاْخُذَ بِرَأْسِ
وَمَا اَرَىٰ يَدَ عَلٰى اَنْ يَدْرَعَ عَلٰى رَأْسِيْ شَلَاثَةً
اَوْ اَرْبَاعًا

کر غسل کے وقت بیٹھیاں کھولنے کا حکم دیتے ہیں وہ
عورتوں کو سر منڈوانے کا حکم کیوں نہیں دیتے !
حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک
یرتن سے پانی لے کر غسل کرتی تھی اور اپنے بالوں پر
صرف تین بار پانی ڈالتی تھی ۔

ن : جہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ جب غسل کرنے والی عورت کے سر کے بالوں میں بالوں کو کھولے بغیر پانی پہنچ
جائے تو اس کے لیے سر کے بالوں کو کھولنا ضروری نہیں ہے اور اگر بالوں کو کھولے بغیر اس کے سر میں پانی نہ پہنچے تو
پھر بالوں کو کھولنا واجب ہے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس پر محمول ہے کہ ان کے سر کے بالوں میں
پانی پہنچ جاتا تھا ۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ اسْتِعْمَالِ الْمُغْتَسِلَةِ مِنَ الْحَيْضِ

کا استحباب

فَرُصَةٌ مِّنْ مَّسَلِكٍ فِي مَوْضِعِ الدَّمِ
۴۵۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ وَهْبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ النَّاظِدِ وَابْنِ
أَبِي عُمَرَ جَمِيْعًا عَنْ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ
بْنَ عُيَيْنَةَ عَنْ مَرْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ عَنْ اُمِّ عَبْدِ عَزِيزَةَ
قَالَتْ سَأَلْتُ اُمَّ الرَّاحِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ
كَيْفَ تَغْتَسِلُ مِنْ حَيْضَتِهَا قَالَتْ كَذَكَرْتُ اِنَّكَ عَمَلُهَا
كَيْفَ تَغْتَسِلُ لَوْ تَاْخُذُ فَرُصَةً مِّنْ مَّسَلِكٍ فَتَقَطِّرُ
بِهَا قَالَتْ كَيْفَ اَنْ تَطْهَرُ بِهَا قَالَتْ تَطْهَرُ بِهَا وَاسْتِحْبَابُ
اللّٰهِ وَاسْتِحْبَابُ اَشْهَارِ لَنَا سَفِيَانُ بْنَ عُيَيْنَةَ يَبْدُو عَلَى
وَجْهِهِمْ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاجْتَنَابَتْهَا اَكْبَرُ وَهَرَفَتْ
مَا اَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ فَتَتَّبِعِي بِهَا
اَقْدَامَهُ وَكَانَ ابْنُ اَبِي عُمَرَ فِي رِوَايَتِهِ فَقُلْتُ فَتَتَّبِعِي
بِهَا اَشْهَارَ الدَّمِ

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان
کرتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
سوال کیا کہ وہ حیض کے بعد کس طرح غسل کرے ؟ حضرت
عائشہ کہتی ہیں کہ حضور نے اس کو طریقہ بتلایا اور فرمایا کہ غسل
کے بعد مشک لگا دیا ایک کپڑے کو اس سے پاکیزگی حاصل
کرے وہ کہنے لگی کیسے پاکیزگی حاصل کروں ؟ آپ نے فرمایا
اس سے پاکیزگی حاصل کرو اس نے کہا کیسے آپ نے سحان
اندر فرما کر رشرم سے اپنا چہرہ چھپایا حضرت عائشہ کہتی ہیں
کہ میں نے اس کو اپنی طرف کھینچا اور اس کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب سمجھایا اور کہا مشک لگے ہر
اس کپڑے سے خون کے آثار مٹا دو ۔

۶۵۷ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ اِرْمِيَّ قَالَ
نَاخِعِيَانُ قَالَ نَا وَهْبُ قَالَ نَا مَرْصُورُ عَنْ اُمِّهِ عَنْ
عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک
عورت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ وہ
پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے کس طرح غسل کرے ؟

كَيْفَ اُغْتَسِلَ عِنْدَ الظُّهْرِ فَقَالَ حَدَّثَنِي فِرَاصَةُ
مُسْلِمًا فَقَوَّضَنِي بِهَا شَعْرٌ ذَكَرْتُهُ حَدِيثُ مُنْكَانَ
۶۵۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُنْكَانٍ وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا
الْبُنُّ مُنْكَانِي نَامُ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ قَامَا مَعَهُ عَنْ ابْنِ اَبِيهِمْ
بْنِ اُمِّهَا جَرِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ صَفِيَّةَ رَضِيَ عَنْهَا قَالَتْ اَنَّ
اَسْمَاءَ سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِ
الْحَيْضِ فَقَالَ تَأْخُذُ احَدًا اَكْبَرَ مَاءٍ هَا وَسِدْرًا هَا
فَتَطْفُرُ فَمَنْحُسِنُ الظُّلُمِ ثُمَّ تَغْتَسِلُ عَلَى رَأْسِهَا
فَتَقْدِرُ لَكَ ذَلِكَ مَثِي يَدًا حَتَّى تَبْلُغَ شَوْوَنَ رَأْسِهَا
ثُمَّ تَغْتَسِلُ عَلَيْهَا اَسْمَاءَ ثُمَّ تَأْخُذُ فِرَاصَةَ مُسْلِمًا
فَتَطْفُرُ بِهَا فَقَالَتْ اَسْمَاءُ وَكَيْفَ اَتَطْفُرُ بِهَا
فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ تَطْفُرُ بِهَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ كَا كُنَا
تُغْفِي ذَلِكَ تَتَّبِعِينَ اَقْوَانِدُمَ وَسَلَّمَهُ عَنْ غُسْلِ
الْبَصَائِرِ فَقَالَ تَأْخُذُ مَاءً فَتَطْفُرُ فَمَنْحُسِنُ الظُّلُمِ
أَوْ مَبْلُغِ الظُّلُمِ ثُمَّ تَغْتَسِلُ عَلَى رَأْسِهَا فَتَقْدِرُ لَكَ
حَتَّى تَبْلُغَ شَوْوَنَ رَأْسِهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ عَلَيْهَا اَسْمَاءُ
فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَغْمُ الْيَسَاءُ يَسَاءُ اِلَّا فَصَارَ لَكَ
يَكُنْ يَسْمَعُهُنَّ الْحَيَاءُ اَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الْيَدَيْنِ -

آپ نے فرمایا کسی کپڑے پر مشک لگا کر پاکیزگی حاصل کرو، اس کے بعد بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حیض کے بعد غسل کس طرح کیا جائے؟ آپ نے فرمایا پہلے پانی کو پیری کے پتوں کے ساتھ لاکر اس سے پاکیزگی حاصل کرے پھر اچھی طرح وضو کرے، پھر تین بار اپنے سر پر پانی ڈالے اور سر کو خوب مل کر دھوئے حتیٰ کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے پھر اپنے بدن پر پانی ڈالے پھر ایک کپڑے میں مشک لگا کر اس سے پاکیزگی حاصل کرے۔ حضرت اسماء نے کہا کس طرح پاکیزگی حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ! اس سے پاکیزگی حاصل کرو پھر حضرت عائشہ نے چپکے سے خون کا اثر مٹا دیا پھر حضرت اسماء نے حضور سے غسل جنابت کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا پہلے پانی سے وضو کرو پھر تین بار اپنے سر پر اچھی طرح سے پانی ڈالو حتیٰ کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے پھر سارے بدن پر پانی بہاؤ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ انصاری عورتیں بھی کیا خوب تھیں وہ دینی مسائل معلوم کرنے میں حیار نہیں کرتی تھیں۔

امام مسلم ایک اور سند سے یہ روایت بیان کرتے ہیں جس میں کچھ نقلی تغیر ہے۔

۶۵۹ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا فِي
قَالَ تَأْشُعِيَّةُ بِنْتُ اَلْاَسَدِ وَتَحْرُةٌ وَ قَالَ قَالَ مُنْكَانُ
اللَّهُ فَطَفُرُ بِهَا وَاسْتَقَرَّ -

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اسماء بنت شکیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور پوچھا حیض سے پاکیزگی کے لیے ہم کس طرح غسل کریں؟ بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

۶۶۰ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَابْنُ بَكْرِ بْنُ
أَبِي شَيْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ عَنْ ابْنِ اَبِيهِمْ
بْنِ مُمَّاجِرٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتُ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ
دَخَلْتُ اَسْمَاءَ بِنْتُ شَكِيلٍ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ

تَغْتَسِلُ إِذَا تَوَضَّأَ إِذَا طَهَّرَتْ مِنَ الْمَجْنُونِ وَسَاقِ
الْحَدِيثِ وَلَا يَكُونُ فِيهِ غُسْلُ الْبُحْتَانِ.

مت: اس باب کی احادیث سے مراد یہ ہے کہ حنفی سے غسل کرنے والی عورت مشک (یا کوئی اور خوشبو) لے کر روئی یا کسی نرم کپڑے میں رکھے اور غسل کرنے کے بعد اس کو اپنی فرج میں رکھ دے، نفاس سے غسل کرنے والی عورت کے لیے بھی یہ مستحب ہے، جہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مشک کے استعمال سے مراد کسی خوشبو کو استعمال کرنا ہے تاکہ بدبو نکل ہو جائے، یہ عمل ہر حالت کے لیے مستحب ہے خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔

بَابُ الْمُسْتَحَاضَةِ وَغُسْلِهَا وَصَلَوَتِهَا

مستحاضہ کے غسل اور اس کی نماز کے احکام

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت ابی جہش نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگیں: یا رسول اللہ! میں مستحاضہ رہتی ہوں یعنی ہر وقت ماہواری کا خون جاری رہتا ہے اور کبھی پاک نہیں رہتی کیا میں نماز پھر دوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک رگ سے خون نکلتا ہے، حیض نہیں ہے۔ جب حیض آئے تو نماز کو چھوڑ دو۔ اور جب حیض ختم ہو جائے تو غسل کر کے نماز شروع کرو۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی اور بتلایا کہ اس میں کچھ نقلی تغیر ہے۔

۶۶۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُوَيْبٍ قَالَا نَادَى كَبِيرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِدُثْنٍ حَبِيثَةٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ امْرَأَةً اسْتَحَاضَ فَلَا طَهْرَ أَفَادْعُرُ الصَّلَاةَ قَالَ لَا إِشْمَا ذَلِكَ عِزِّي وَكَيْفَ يَا لِحَيْضَةٍ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ كَذَبِي الصَّلَاةَ فَإِذَا ذُكِرْتُ فَأَغْسِلِي عَثَرَ الدَّمِ وَصَبِّي.

۶۶۲۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَبِهِمَا وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَاجِيَةُ رَوَتْ وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْمٍ قَالَ نَافِعُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرْتُ عَنْ هِشَامِ قَالَ نَادَى كَبِيرٌ رَجُلًا مَلُومًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِعَلِّ حَدِيثِ ذَكِيٍّ وَاسْتَأْذَنَ فِي حَدِيثِ قُتَيْبَةَ عَنْ بَكْرِ بْنِ جَعْفَرٍ فَاطِمَةُ بِدُثْنٍ حَبِيثَةٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ امْرَأَةً اسْتَحَاضَ فَلَا طَهْرَ أَفَادْعُرُ الصَّلَاةَ قَالَ لَا إِشْمَا ذَلِكَ عِزِّي وَكَيْفَ يَا لِحَيْضَةٍ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ كَذَبِي الصَّلَاةَ فَإِذَا ذُكِرْتُ فَأَغْسِلِي عَثَرَ الدَّمِ وَصَبِّي.

۶۶۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَنِّفِ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ اسْتَفْتَيْتُ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے ہر وقت حیض آتا ہے۔ آپ

نے فرمایا یہ ایک رگ ہے جس سے خون نکلتا ہے غسل کرو اور منہ زار پڑھو، وہ ہر نماز کے بعد غسل کیا کرتی تھیں بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ بنت جحش کو ہر نماز کے وقت غسل کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ وہ خود ایسا کرتی تھیں اور بعض روایات میں بنت جحش کا ذکر ہے حضرت ام حبیبہ کا نام نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم شیر نسبتی ام حبیبہ بنت جحش جو حضرت عبدالرحمن بن عوف کی منکوحہ تھیں، ان کو سات سال سے مسلسل خون آ رہا تھا، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس صورت کا حکم معلوم کیا، آپ نے فرمایا یہ خون ہے لیکن یہ ایک رگ سے نکلتا ہے، غسل کر کے فار پڑھ لیا کرو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ اپنی بہن زینب بنت جحش کے گھر میں ایک برتن میں بیٹھ کر غسل کرتیں تو خون کی سرخی پال کے اویپر اجاتی، ابن شہاب نے یہ حدیث ابوبکر سے بیان کی انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ ہند پر رحم فرمائے کاش کہ وہ یہ فتویٰ سن لیتیں لہذا وہ اس بات پر روتی تھیں کہ وہ اس حالت میں نماز نہیں پڑھتی تھیں۔

مِمَّ حَتَّى يَهْدِيَهُ اللَّهُ إِنَّ كَانَتْ لَتَبْكِي لِذَلِكَ كَانَتْ لَا تَصَلِّي

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں، ان کو سات سال سے حیض آ رہا تھا، اس کے بعد حدیث مثل سابق ہے۔

أَمْ حَبِيبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَقَالَتْ رَافِيَا أَسْتَحَاضُ فَقَالَ إِنَّمَا ذَلِكَ عَذْرَاءٌ فَأَعْتَسِلِي ثُمَّ صَلِّي فَإِذَا كَانَتْ تَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ قَالَتِ الْكَلْبُ ابْنُ سَعْدٍ لَمْ يَذْكُرْ ابْنَ شَهَابٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَمْ حَبِيبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ أَنْ تَغْتَسِلَ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَلَكِنَّهُ تَعْمَى فَعَلَتْهُ هِيَ وَقَالَ ابْنُ رُمَيْحٍ فِي رِوَايَتِهِ ابْنَةُ جَحْشٍ وَلَمْ يَذْكُرْ أَمْ حَبِيبَةَ -

۶۶۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَ تَأْتِي ابْنَةَ ابْنِ أَبِي عَمْرٍو وَابْنُ الْحَارِثِ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عُمَرُوَةَ ابْنِ الرَّبِيعِ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَمْ حَبِيبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ كَحَتَتْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَتَّتْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ اسْتَحْيَضَتْ سَبْعَ سِنِينَ فَاسْتَفْتَتْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذِهِ لَكَيْسَتْ بِأَلْحِيشَةِ وَلَكِنْ هَذَا عَذْرَاءٌ فَأَعْتَسِلِي وَصَلِّي فَإِذَا كَانَتْ تَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ فِي مِرْكَبٍ فِي حَبْرَةٍ أَوْ خَيْفَةٍ زَيْتَبٍ بِنْتُ جَحْشٍ حَتَّى تَهْلُو حَمْدُ الدَّامِ كَمَا قَالَ ابْنُ شَهَابٍ وَحَدَّثَنَا ذَلِكَ أَبُو بَكْرٍ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنُ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَقَالَ يَرْحَمُ اللهُ هُنَا الْوَسْطَى مِمَّ حَتَّى يَهْدِيَهُ اللَّهُ إِنَّ كَانَتْ لَتَبْكِي لِذَلِكَ كَانَتْ لَا تَصَلِّي

۶۶۵۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو عَمْرٍو أَنَّ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ بَيْنَ رِيَادٍ قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي هُرَيْرَةَ يُعْنِي ابْنُ سَعْدٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عُمَرُوَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ كَقَالَتْ جَاءَتْ أَلْ حَبِيبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ اسْتَحْيَضَتْ سَبْعَ سِنِينَ يَمِثِلُ حَدِيثُ عُمَرُوَةَ وَابْنِ الْحَارِثِ

إِلَى قَوْلِهِ تَعْلَوْ حُمْرَ قَوْمِ الْعَمَاءِ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ -

اہم مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے کہا، اس سند کے ساتھ بھی اس قسم کی روایت منقول ہے

۶۶۶ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمْرِوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَتْ تَسْتَحَا حَتَّى سَبَعُ سِنِينَ يَدْخُلُو حَيْثُ يَشُوهُ -

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ام حبیبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خون کے بارے میں دریافت کیا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے ان کے نہانے کا بہت دن خون سے بھرا ہوا دیکھا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنے دن تم کو حیض قرار دو، اس کے بعد غسل کر کے نماز پڑھو۔

۶۶۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دُ مِجْ قَالَ أَمَّا الْكَيْثُ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا الْكَيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عُرْدَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ سَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّمِ فَقَالَتْ مَا يَشَاءُ رَأَيْتُ مِنْكُمْهَا مَذْنُونٌ وَمَا فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْكِي حَتَّى قَدْ رَمَا كَانَتْ تَحِيسُكَ حَيْضَتُكَ ثُمَّ اغْتَسِلِي وَصَلِّي -

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عورت کی زوجہ حضرت ام حبیبہ بنت محسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خون آنے کی شکایت کی، آپ نے فرمایا کہ جتنے دن تم کو حیض قرار دو، اس کے بعد غسل کرو، وہ ہر نماز کے وقت غسل کرتی تھیں۔

۶۶۸ - حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ مُهْنَبٍ الْقُشَيْرِيُّ قَالَ نَا اسْحَقُ بْنُ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي كَانَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُرْدَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بَدَتْ بِحَيْضَتِهَا النَّبِيَّ كَانَتْ تَحْتِ عَبْدَ الرَّحْمَنِ ابْنِ عَوْفٍ شَكَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّمَ فَقَالَ لَهَا أَمْكِي حَتَّى قَدْ رَمَا كَانَتْ تَحِيسُكَ حَيْضَتُكَ ثُمَّ اغْتَسِلِي فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ -

ن، اس باب کی اماریت میں نجاست کو رائج کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ خون نجس ہے، اور خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اس باب کی اماریت اخاف کے مسک پر قوی جہت میں۔

عائفہ پر نماز کی قضا نہیں صرف روزہ کی قضا ہے۔

بَابُ الْجُؤْبِ قَضَاءِ الصَّوْمِ عَلَى الْحَائِضِ دُونَ الصَّلَاةِ

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا ماہوار کے ایام میں

۶۶۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ الرَّهَافِيُّ قَالَ نَا حُصَيْنَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَعَاذَةَ عَنْ سَمَةَ قَالَ وَ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ عَنْ يَزِيدَ الرَّشِيدِ عَنْ مَعَاذَةَ أَنَّ
أُمًّا قَالَتْ سَأَلْتُ عَائِشَةَ فَقَالَتْ أَتَقْنِي إِحْدَا مَنَا
الصَّلَاةَ أَيَّامَ مَحِيصِهَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَحْرُورِيَّةٌ
أَنْتِ قَدْ كَانَتْ إِحْدَا مَنَا تَحِيصُ عَلَى عَرَفَةَ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ لَا تُوْمَرُ بِقَضَائِهِ

۶۴۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ
بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةَ عَنْ يَزِيدَ قَالَ سَمِعْتُ مَعَاذَةَ
أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ أَتَقْنِي النَّعَائِضَ الصَّلَاةَ قَالَتْ
عَائِشَةُ أَحْرُورِيَّةٌ أَنْتِ قَدْ كُنْتِ إِسَاءَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحِيصُ أَفَاصَدَ هُنَّ أَنْ
تَجُورِينَ قَالَ مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ يَعْنِي يَفْضِيْنَ

۶۴۱۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ
قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ مَعَاذَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ
عَائِشَةَ فَقُلْتُ مَا هَالِ النَّعَائِضِ تَقْنِي الصَّلَاةَ وَلَا
تَقْنِي الصَّلَاةَ فَقَالَتْ أَحْرُورِيَّةٌ أَنْتِ قُلْتُ لَسْتُ
بِحَرْوَرِيَّةٍ وَلَكِنِّي أَسْأَلُ كَالَّتِ كَانَ يُوسِيْبُنَا
ذَلِكَ كُنْتُ مَرَّةً بِقَضَائِهِ الصَّلَاةِ وَلَا تُوْمَرُ بِقَضَائِهِ
الصَّلَاةَ

م: یہ حکم متفق علیہ ہے تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حیض اور نفاس کی حالت میں عورت پر نماز اور روزہ
واجب نہیں ہے۔ اور اس پر اجماع ہے کہ اس پر روزہ کی قضا واجب ہے اور نماز کی قضا واجب نہیں ہے علیٰ
لئے کہا ہے کہ ان میں فرق یہ ہے کہ نمازیں زیادہ ہیں اور دن میں بار بار پڑھنی جاتی ہیں اس کے برعکس روزہ صرف
سال میں ایک بار واجب ہوتے ہیں۔

بَابُ تَسْتَرِ الْمُغْتَسِلِ بِثَوْبٍ وَنَحْوِهِ

۶۴۲۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى
مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ أَنَّ أَبَا مَرْثَدَةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ
بَنَتْ أَبِي طَالِبٍ الْخَبْدَةَ أَمَّا سَمِعَهُ أَمْرَ هَانِئٍ بَنَتْ أَبِي
طَالِبٍ تَقُونِ دَعَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

کہ نماز قضا کرنا چاہیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا
کہیں تم حوروں (عورتوں) میں سے) تو نہیں ہو؟ ہم (زوج رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی) ماہِ حرامی آتی تھی اور رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ہم کو نماز قضا کرنے کا حکم نہیں دیتے تھے۔

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی
اللہ عنہا سے پوچھا کیا ایام حیض میں نماز قضا کرنا چاہیے
حضرت عائشہ نے پوچھا کیا تم حوروں ہو؟ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی ازواج عائشہ ہوتی تھیں تو کیا حضور ان کو
نماز قضا کرنے کا حکم دیتے تھے؟

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ عائشہ
عورت روزہ تو قضا کرتی ہے نماز قضا نہیں کرتی حضرت
عائشہ نے پوچھا کیا تم حوروں سے؟ میں نے عرض کیا میں
حوروں سے نہیں ہوں مخلص ہونا چاہتی ہوں، آپ نے فرمایا
جیسا کہ ایام میں ہمیں روزوں کی قضا کا حکم تو دیا جاتا تھا
اور نمازوں کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔

م: یہ حکم متفق علیہ ہے تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حیض اور نفاس کی حالت میں عورت پر نماز اور روزہ
واجب نہیں ہے۔ اور اس پر اجماع ہے کہ اس پر روزہ کی قضا واجب ہے اور نماز کی قضا واجب نہیں ہے علیٰ
لئے کہا ہے کہ ان میں فرق یہ ہے کہ نمازیں زیادہ ہیں اور دن میں بار بار پڑھنی جاتی ہیں اس کے برعکس روزہ صرف
سال میں ایک بار واجب ہوتے ہیں۔

پروہ کی اور ط میں غسل کرنا

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا بیان
کرتی ہیں کہ میں فتح مکہ کے سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئی، تو حضرت فاطمہ
رضی اللہ عنہا نے پردہ پکڑ رکھا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ

وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدَهُ يَغْتَسِلُ وَكَانَ طَمَعُهُ
أَبْلَغَهُ تَشَهُُّرًا بِخَوْبٍ .

۶۴۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زُمَيْرٍ بْنُ الْمَعَاذِ قَالَ أَنَا
الْكَلْبِيُّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هَنْدٍ
أَنَّ أَبَا مَرْثَةَ مَوْلَى عَقِيلِ بْنِ حَدَّ ثَمَّ أَنَّ أُمَّ هَانِئَةَ بِنْتَ
أَبِي طَالِبٍ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ عَامَ الْفَتْحِ أَقْبَتْ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَأْغِي مَكَّةَ فَآمَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عُثَيْبٍ فَسَرَّحَتْ عَلَيْهِ
فَأَطْمَأَنَّنَتْ ثُمَّ أَخَذَتْ ثَوْبَهُ فَالْتَحَفَتْ بِهِ ثُمَّ كَامَ فَصَلَّى كَمَا فِي
رُكْعَاتِ سُبُحَةِ الصُّبْحِ .

۶۴۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَأْيُ بْنُ أَسَمَةَ
عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هَنْدٍ بِهَذَا
الْإِسْنَادِ قَالَ فَسَرَّحَتْهُ أَبْلَغَهُ مَا طَمَعُهُ بِثَوْبِهِ فَلَمَّا
اخْتَلَسَ أَخَذَهُ كَمَا لَتَحَفَتْ بِهِ ثُمَّ كَامَ فَصَلَّى كَمَا فِي
سُجْدَةِ آيَةِ وَذَلِكَ صَحِيحٌ .

۶۴۵ - حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ
قَالَ أَنَا مُوسَى الْقَادَرِيُّ قَالَ قَالَ زَيْدُ بْنُ أَبِي عَدَسٍ
عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ
عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ وَصَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ مَاءً فَسَرَّحْتُهُ فَأَغْتَسَلَ .

علیہ وسلم اس کی اورٹ میں نہا رہے تھے ۔

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ دمشق مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے بلند حصے میں تھے اور غسل کرنا چاہتے تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کی اورٹ کی لٹل کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا اپنے گرد پھیلا اور چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھیں ۔

امام مسلم اس سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے چادر سے پردہ ڈالا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا، پھر ایک کپڑا پھیٹ کر چاشت کی آٹھ رکعات پڑھیں ۔

حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غسل کا کاپانی رکھا، پردہ ڈالا، پھر آپ نے غسل فرمایا ۔

مت : اس باب کی احادیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان محرم کی موجودگی میں پردہ کی اورٹ میں نہا سکتا ہے، اور اپنی بیٹی سے خدمت لے سکتا ہے، اور ان احادیث میں یہ بیان ہے کہ چاشت کی نماز سنت ہے اور اس کی آٹھ رکعات ہیں ۔

بَابُ تَحْرِيمِ النَّظَرِ إِلَى الْعَوْرَاتِ

۶۴۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَاذِرُ بْنُ
الْحُبَابِ عَنِ الصَّخَّارِيِّ بْنِ عَشَّانٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ
بْنُ أَشْكَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدَمِيِّ
عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى

پرائی شرم گاہ دیکھنے کی حرمت

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مرد کسی مرد کی شرم گاہ کی طرف نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت کسی عورت کی شرم گاہ کی طرف دیکھے، اور دو مرد برہنہ ہو کر ایک کپڑے میں نہ لپٹیں، نہ دو عورتیں برہنہ ہو کر ایک کپڑے میں لپٹیں ۔

عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ وَلَا يُعْنَى الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي
كُتُوبٍ وَاجِبٍ وَلَا تُعْنَى الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي
الْكُتُوبِ الرَّاجِدِ.

۶۷۷۔ وَحَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ وَحَدَّثَنَا
بُزْجَانُ بْنُ أَصْبَغٍ أَنَّ ابْنَ أَبِي قَتَابَةَ قَالَ قَالَ أَنَا الطَّعْنُ الْخَالِئُ
عُثْمَانُ يَهْمُ الْإِسْنَادُ وَكَانَ عَوْرَةُ عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَعَوْرَةُ الْمَرْأَةِ.

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ
بھی یہ روایت کچھ تغیر و تبدل کے ساتھ مروی ہے۔

محارم اور اجنبی مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے کی شرمگاہ اور باقی بدن کو دیکھنے کے

شرعی احکام

مرد کا مرد کی شرمگاہ کو دیکھنا حرام ہے اور عورت کا عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا حرام ہے، اس میں کسی کا اختلاف
نہیں ہے۔ اسی طرح مرد کا اجنبی عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا اور عورت کا اجنبی مرد کی شرمگاہ کو دیکھنا بالاجماع حرام ہے
البتہ بیوی اور شوہر ایک دوسرے کے تمام بدن کو دیکھ سکتے ہیں اور مخصوص شرمگاہ کو دیکھنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کے
تین قول ہیں ایک یہ ہے کہ بلا ضرورت دیکھنا ہر ایک کے لیے مکروہ ہے، دوسرا یہ ہے کہ بلا ضرورت دیکھنا
حرام ہے، تیسرا یہ ہے کہ مرد کے لیے حرام ہے اور عورت کے لیے مکروہ ہے اور عورت کی باطن فرج کو دیکھنا
شدید مکروہ ہے۔

مرد کے لیے اپنی محرم عورتوں کو دیکھنے کے متعلق حکم یہ ہے کہ عام حالات میں کام کاج اور خدمت کے وقت
جبنا جسم دکھائی دیتا ہے اتنا جسم دیکھ سکتا ہے (یعنی چہرہ، ہاتھ اور پیر) اسی طرح عورت کے لیے اپنے محرم مردوں
کو دیکھنے کا حکم ہے، ناف اور گھٹنے کے درمیان جسم کو کسی کے لیے دیکھنا جائز نہیں ہے۔

مرد کے لیے اجنبی عورت کے پردے بدن کو دیکھنا حرام ہے، اسی طرح عورت کے لیے اجنبی مرد کے پردے
بدن کو دیکھنا حرام ہے، خواہ وہ ایک دوسرے کو شہوت کے ساتھ دیکھیں یا بغیر شہوت کے، یہ حکم اس وقت ہے جب
کوئی ضرورت شرعیہ نہ ہو، لیکن جب کوئی ضرورت شرعیہ ہو، مثلاً خرید و فروخت، علاج اور شہادت کے وقت
اجنبی عورت کے چہرہ کو دیکھنا جائز ہے، لیکن اس حالت میں بھی شہوت کے ساتھ دیکھنا حرام ہے، تنہائی میں کسی شخص
کا ضرورت کی وجہ سے اپنی شرمگاہ کو پرہیز کرنا جائز ہے اور بلا ضرورت مکروہ ہے، ایک قول یہ ہے کہ حرام ہے۔
سزا اور حجاب کی زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں بیان کی ہے۔

تنہائی میں برہنہ غسل کرنے کا جواز

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

بَابُ جَوَازِ الْإِغْتِسَالِ عُرْيَانًا فِي الْخَلْوَةِ

۶۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَافِرٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ

قَالَ اَتَا مَعْمَرٌ عَنْ هَذَا مِنْ مَكِّيَّةٍ قَالَ لَهَذَا مَا حَدَّثَنَا
 اَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 هَذَا كَرَاهًا دِيثًا وَنَهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَاسْلُوكَ كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَغْتَسِلُونَ عُرَاةً يَنْظُرُ
 بَعْضُهُمْ إِلَى سَوْءَةٍ بَعْضٍ وَكَانَ مُوسَى يَغْتَسِلُ وَنَحْنُ
 فَقَالَ وَاللَّهِ مَا يَمْنَعُ مُوسَى أَنْ يَغْتَسِلَ مَعَنَا اَلَا أَنَّهُ
 أَدْرُكَ قَالَ فَذَهَبَ مَرَّةً يَغْتَسِلُ فَوَضَعَ ثَوْبَهُ عَلَى
 حَجَرٍ فَقَرَأَ الْحَبَشَةُ بِشَوْبِهِ قَالَ فَجِئْتُمْ مُوسَى
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا كَرِيهُ يَقُولُ ثَوْبِي جَرَّ ثَوْبِي جَرَّ
 حَتَّى تَنْظُرَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ إِلَى سَوْءَةٍ مُوسَى
 عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ وَاللَّهِ مَا يَمْنَعُ مُوسَى مِنْ بَأْسِ
 قَوْمِ الْحَبَشَةِ حَتَّى تَنْظُرَ إِلَيْهِ قَالَ فَاحْذَرِ ثَوْبَهُ
 فَطَفِقَ يَا الْحَبَشَةُ مَرَّ بَا قَالَ اَبُو هُرَيْرَةَ وَالنَّوْلَةَ
 بِالْحَبَشَةِ تَدْبُثُ بِسُكَّةٍ أَوْ مَتَبَعَةٍ تَسْرُبُ مُوسَى
 بِالْحَبَشَةِ.

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل برہنہ غسل
 کیا کرتے تھے اور ایک دوسرے کی شرکاء دیکھتے
 رہتے تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام انکے جاکت تنائی
 میں غسل کیا کرتے تھے۔ بنو اسرائیل نے کہا تم نبی
 موسیٰ کے تنائی میں نہانے کی صرت یہ وجہ ہے کہ ان
 کو ہر نیا ک۔ بیماری ہے۔ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
 غسل کرنے گئے اور کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھے
 وہ پتھر ان کے کپڑے سے کہ جاگ پڑا حضرت موسیٰ
 علیہ السلام اس پتھر کے پیچھے پیچھے دوڑے اور کہنے
 لگے اے پتھر میرے کپڑے دو، اے پتھر میرے
 کپڑے دو، یہاں تک کہ بنو اسرائیل نے حضرت
 موسیٰ علیہ السلام کے سر پا کو دیکھ لیا اور کہنے لگے خدا
 کی قسم موسیٰ میں کوئی بیماری نہیں ہے۔ اس وقت پتھر
 کھڑا ہو گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو دیکھا اپنے
 کپڑے لیے اور پتھر کو مارنا شروع کیا۔ حضرت ابو ہریرہ
 رضی اللہ عنہ نے کہا اس پتھر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام
 کی ضرب سے چھ دیاسات نشان تھے۔

تنہائی میں پر وہ کے ساتھ غسل کرنے کی فضیلت

علامہ بدر الدین علی بن حنفی لکھتے ہیں:

ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ جب انسان
 کو یہ الہیمان ہو کہ اس کو کوئی دیکھنے والا نہیں ہے، تو وہ تنہائی میں برہنہ غسل کر سکتا ہے، اور دوا اور علاج
 کی ضرورت سے انسان کسی اجنبی کی شرکاء کو دیکھ سکتا ہے، اور ان احادیث میں بھی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ
 کا بیان ہے کہ پتھر ان کے کپڑے سے بھاگا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ضرب سے پتھر میں نشان پڑ گئے، اور
 ان میں یہ دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام صوریات اور سیرت کے اعتبار سے مخلوق میں کامل ترین ہوتے ہیں اور اللہ
 تعالیٰ ان کو عیوب اور نقائص سے پاک رکھتا ہے، اور یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تقاضائے بشریت سے
 پتھر پر ضرب لگائی۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ عام انسانوں کے حق میں بھی شرم گاہ کھونا حرام ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ سب
 کچھ کیسے صادر ہوا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہماری شریعت ہے ان کی شریعت میں ایک دوسرے کے سامنے
 برہنہ غسل کرنا جائز تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام حیا کی وجہ سے تنہائی میں غسل کرتے تھے۔

امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کوئی شخص تنہائی میں برہنہ ہو گیا کہنے

آپ نے فرمایا لوگوں کی برائیت اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔ ل

بَابُ الْإِعْتِنَاءِ بِحِفْظِ الْحَوَاسِ

۶۷۹۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ بْنُ مَيْمُونٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بَكْرِ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ ۷ وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَالْقَاسِمُ بْنُ مَتَّى قَالَ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَأَى بِنَا عَنْ الرَّبِّ إِنْ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَنْهُ دُونُ وَيُنَابِرُ أَنَا سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ لَنَا بَنِيَّتُ الْكُعبَةِ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبَّاسٌ يُنْقِلُ بِنَجْدَةَ فَكَانَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْعَلَ إِذَا رَكَ عَلَى عَاتِقِكَ مِنَ الْحِجَابَةِ فَفَعَلَ فَخَوَّ إِلَى الْأَرْضِ وَطَمَحَكَ عَيْنَا إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ إِنْ زَارَنِي إِذَا رَأَيْتُ فَشَدَّ عَلَيْكَ إِذَا قَالَ ابْنُ رَافِعٍ فِي رَوَايَتِهِ عَلَى رَقَبَتِكَ وَلَمْ يَقُلْ عَاتِقَكَ۔

۶۸۰۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ قَارِئُ بَنِي عَبَّادَةَ قَالَ قَارِئُ بَنِي إِسْحَاقَ كَانَ حَدَّثَنَا عَنْ دُونِ وَيُنَابِرَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ أَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنْقِلُ مَعَهُ الْحِجَابَةَ لِلْكُعبَةِ وَكَعَلِيهِ إِذَا رَكَ فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ عَشْمَةُ ابْنِ أَخِي لَوْ سَلَّمْتَ إِذَا رَكَ فَجَعَلْتُكَ عَلَى مَنْكِبِكَ دُونَ الْحِجَابَةِ قَالَ فَحَدَّثَهُ عَلَى مَنْكِبِهِ فَسَقَطَ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ قَالَ كَمَا رَأَى بَعْدَ ذَلِكَ الْيَوْمَ عَرِيًّا نَا۔

۶۸۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْأُمَوِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ نَأَى عَشْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ بَنِي عَبَّادَةَ بَنِي

شمر گاہ چھپانے کی گوشمش کرنا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے کہ جب (آپ کے بچپن میں) کعبہ کی تعمیر کے وقت حضرت عباس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پتھر اٹھا اٹھا کر لاسے تھے، حضرت عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تم اپنا تہبند اتار کر پتھر کے نیچے کندھے پر رکھ لو، سو آپ نے ایسا کر لیا، آپ فوراً بے ہوش ہو کر گر پڑے اور آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف لگ گئیں، پھر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا میرا تہبند میرا تہبند چھپا کر تہبند دیا گیا بعض روایت میں ہے کہ کندھے کی بجائے اپنی گردن پر تہبند رکھ لو۔

حضرت جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی تعمیر کے لیے لوگوں کے ساتھ مل کر پتھر اٹھا اٹھا کر لاسے تھے، اور آپ نے تہبند پہنا ہوا تھا آپ کے چچا عباس نے کہا اسے بھینچے اپنی چادر اتار کر کندھے پر رکھ لو اور اس کے اوپر پتھر رکھو، حضرت جابر کہتے ہیں کہ آپ نے اتار کر اسے کندھے پر رکھ لیا آپ فوراً بے ہوش ہو کر گر گئے، اس کے بعد آپ کو کسی نے برہنہ نہیں دیکھا۔

حضرت مسور بن محرز رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بھاری پتھر اٹھا کر لارہا تھا اور میں نے

حَنِيفَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي أُمَامَةَ بْنُ سَهْلٍ
بْنُ حَنِيفٍ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ أَبِي سُرَيْبٍ مَخْرُومَةَ قَالَ
أَقْبَلْتُ بِحَبِيبٍ أَعْمَلُهُ تَقِيْلًا وَوَعْدًا وَإِنِّي خَوِيفْتُ
فَقَالَ فَاحْجَلْ لَأَدَارِيَنَّ وَمَعِيَ الْحَبِيبُ كَهَذَا سَطَطَ أَنْ
أَضَعَهُ حَتَّى بَلَغْتُ بِهِ إِلَى مَوْضِعِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْجِعْ لِي قَوْلِيكَ فَخَذْتُ ذَلِكَ
وَلَا تَنْتَشِرُوا عَرَائِجَ -

چوتھا ساتھ بندہ باندھا ہوا تھا، اچانک میرا تہ بند کھل
گیا اور میرے کندھے پر دوڑی پتھر تھا، اس وجہ سے
میں تہ بند کو اٹھا نہیں سکا یہاں تک کہ میں نے پتھر کو اس
کی جگہ نہیں پہنچا دیا، یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جا کر اپنا تہ بند لو اور اس کو باندھ لو اور تنگے بدل
نہ پھرا کرو۔

ف: اس باب کی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی کرم کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بچپن
میں ہی زمانہ جاہلیت کے بڑے اخلاق سے محفوظ اور مومن تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طبیعت حیا کے باوجود اپنے چچا کا حکم ماننے کے لیے
تہ بند اتار دیا تھا لیکن چونکہ فعل آپ کی پاکیزہ فطرت اور طہارح کے خلاف تھا اس لیے آپ نے بڑے جوش و خروش ہو کر گرتے گئے۔ ان احادیث سے یہ بھی
معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حسن اخلاق اور حیا کامل پر پیدا کیا تھا حتیٰ کہ آپ کو ناری لڑکی سے بھی زیادہ حیا دار تھے۔
علامہ بدرالدین یعنی لکھتے ہیں:

زمرہ میں نے بیان کیا ہے کہ جس وقت قریش نے کعبہ کو بنایا اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بالغ نہیں ہوئے تھے
ابن ابی نین نے کہا اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی، اور مشہور یہ ہے کہ حضرت خدیجہ سے نکاح کے دس سال بعد قریش
نے کعبہ کی تعمیر کی، اس وقت آپ کی عمر بیستیس سال تھی، اسی چیز کی محسوس اسحاق نے تصریح کی ہے، علامہ سیوطی نے کہا ہے
کہ ہر کتاب سے یہ واقعہ دوبارہ بارہا ایک بار کعبہ کی مرمت ہوئی ہو اور ایک بار کعبہ کو بنایا گیا ہو۔ لہ

بَابُ التَّسْتَرِّ عِنْدَ الْبَوْلِ

۶۸۲ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ قَزْوَخٍ وَصَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَبِي سُرَيْبٍ مَخْرُومَةَ قَالَ
أَقْبَلْتُ بِحَبِيبٍ أَعْمَلُهُ تَقِيْلًا وَوَعْدًا وَإِنِّي خَوِيفْتُ
فَقَالَ فَاحْجَلْ لَأَدَارِيَنَّ وَمَعِيَ الْحَبِيبُ كَهَذَا سَطَطَ أَنْ
أَضَعَهُ حَتَّى بَلَغْتُ بِهِ إِلَى مَوْضِعِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْجِعْ لِي قَوْلِيكَ فَخَذْتُ ذَلِكَ
وَلَا تَنْتَشِرُوا عَرَائِجَ -

تَضَاعُجَاتُ الْوَقْتِ بِرُؤْيَا كَرَامَا

حضرت عبد اللہ بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ ایک
مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے
سرکاری پر بٹھایا، پھر میرے کان میں ایک راز کی بات کہی
جس کو میں سمجھی بیان نہیں کر سکا اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو قضاء حاجت کے وقت کھجور کے درختوں کی
اوش زیادہ پسند تھی۔

بَحَاجَتِهِمْ هَدَفَتْ أَوْ مَخَافَتُهُمْ تَحَلَّى كَالِإِنِّ أَسْمَاءَ فِي حَوَائِجِهِمْ يَنْبَغِي حَاطَاطَ تَحَلَّى -

غسل جماع کے احکام

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں پیغمبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا گیا جب ہم نبی سالم کے محلہ میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ثنبان کے مکان پر ٹھہر گئے اور حضرت ثنبان کو آواز دیا، وہ اپنا تہبند باندھتے ہوئے دروازے سے نکلا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے تم کو وقت سے پہلے بلا لیا، حضرت ثنبان نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ بتلائیے کہ جو شخص اپنی بیوی سے ہم بستری میں مشغول ہو اور انزال (خروج) نہی سے پہلے اس سے علیحدہ ہو جائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غسل انزال سے واجب ہوتا ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ آپ نے فرمایا غسل انزال سے واجب ہوتا ہے۔

ابوالعلاؤ بن شیحہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث بعض دوسری احادیث کو منسوخ کر دیتی ہیں جس طرح قرآن کی ایک آیت دوسری آیت کو منسوخ کر دیتی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک انصاری کے مکان سے گزر رہا تھا، آپ نے ان کو بلوایا، وہ اس حال میں گھر سے

باب بیان ان الجہاء کان فی اول الاسلام لا یوجب الغسل الا ان یُنزل المني و بیان نسجه و ان الغسل یجب بالجہاء ۶۸۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَ ابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى اَنَا وَ كَانَ الْأَحْمَرُونَ نَا سَمِعِينَا وَ هُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شَرِيكٍ يَعْنِي ابْنَ سِيرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ تَخَرَّجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ رَا ثَمِينٍ إِلَى قُبَاءٍ حَتَّى رَا كُنَّا فِي بَيْتٍ سَائِلٍ وَ قَفَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَابِ عِثْبَانَ فَصَرَ حَرِيمٌ فَخَدَّجَ يَجْعَلُ لَزْلَةً فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْعَلُنَا الرَّجُلُ فَقَالَ عِثْبَانُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يُعْجَدُ عَيْنُ امْرَأَتِهِ وَ كَفَّ يَمِينُ مَا ذَا عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْتِنَا الْمَاءَ مِنْ الْمَاءِ

۶۸۴۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْمِيُّ تَنَا ابْنُ وَ هَبٌ أَخْبَرَنِي عَنْ ابْنِ الْحَارِثِ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنَا أَنَا بَا سَلَمَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ ائْتِنَا الْمَاءَ مِنَ الْمَاءِ

۶۸۵۔ حَدَّثَنَا عُثَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ نَا أَبِي حَالٍ نَا أَبُو الْعَلَاءِ ابْنُ الشَّحِيرِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْسَحُ حَدِيثُهُ بَعْضُهُ بَعْضًا كَمَا يَنْسَخُ الْقُرْآنُ بَعْضُهُ بَعْضًا

۶۸۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عُثْمَانُ عَنْ شُعْبَةَ م وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا بَشَّارٌ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ

باہر آئے کہ ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ آپ نے فرمایا ہم نے تم کو وحی سے پہلے بلا دیا، اس کے کہا ہاں "یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جب بھی تم کو بغیر انزال کے علیحدہ ہونا پڑے تو تم پر غسل واجب نہیں ہے صرف وضو کر دیا کرو۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستر ہو اور بغیر انزال کے علیحدہ ہو جائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا اس کے جسم پر عورت کے اندام نہانی سے نکل کر جو چیز نکلے ہو اس کو دھوے پھر وضو کرے، اس کے بعد نماز پڑھ سکتا ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی بیوی سے ہم بستر ہو پھر انزال سے پہلے علیحدہ ہو جائے تو وہ اپنے آلہ کو دھو کر وضو کرے۔

زید بن خالد جہنی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال سے پہلے علیحدہ ہو جائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ حضرت عثمان نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ شخص اپنے آلہ کو دھوے اور اس کے بعد وضو کرے۔

الْحَكِيمُ عَنْ ذَكَرَاتٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَوَعَدَ بِرُؤُسِهِ يَقْطُرُ فَقَالَ لَعَنَّا أَجْمَعِينَ كَذَلِكَ نَعْمَدُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِيَّاكُمْ أَعْجَلْتُ أَوْ أَفْحِطْتُ فَلَا غُشْلَ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ الْوُضُوءُ وَكَانَ ابْنُ بَشَّامٍ إِذَا أُعْجِلْتُ وَأُفْحِطْتُ .

۶۸۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ الرَّقَعِيُّ قَالَ سَأَلْنَا عَنْ مَا دُفِيَ قَالَ نَاهِشَامُ بْنُ عَمْرٍو وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَالْقَطَطُ قَالَ نَاهِشَامُ وَمَعَاوِيَةُ قَالَ نَاهِشَامُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يُعْجِلُ مِنَ الْمَرْءِ أَوْ يُفْحِطُ فَقَالَ لَا يَكْفِيكَ فَقَالَ يُغْسَلُ مَا أَصَابَهُ مِنَ الْمَرْءِ أَوْ لَمْ يَتَوَضَّأْ وَيُغْسَلْ . ۶۸۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ سَأَلْنَا شُعْبَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ الْعَلَاءِ عَنِ الْمَكْحُومِ يُعْجِلُ بِقَوْلِهِ الْعَلَاءِ عَنِ الْمَكْحُومِ أَبُو أَيُّوبَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَأْتِي أَهْلَهُ فَمَرْءٌ يُقُولُ قَالَ يُغْسَلُ ذَكَرُهُ وَيَتَوَضَّأُ .

۶۸۹۔ وَحَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حَبِيبٍ قَالَا سَأَلْنَا عَمْرَةَ ابْنَةَ الْعَارِثِ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّازِ بِ بْنُ عَبْدِ الصَّخْخِ وَالْقَطَطُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنِ الْعُسَيْنِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَافٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ مَرْيَمَةَ ابْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ أَنَّهَا سَأَلَتْ عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ قَالَ قُلْتُ أَرَأَيْتَ إِذَا أَحْبَبْتُمُ الرَّجُلَ امْتَرَأْتُمْ وَلَمْ تَغْتَسِلْ قَالَ عَفَّانُ يَحْرُمُ أَكْبَامُ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ يُغْسَلُ ذَكَرُهُ قَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے پھر اس کو نکاح سے تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ اس کو انزال ہو یا نہ ہو۔

(عورت کی چار شاخوں سے مراد اس کے ہاتھ اور ٹانگیں ہیں اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جب مرد عورت کے ساتھ عورت کی اندام نہانی میں غائب ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو اور یہ حدیث ان تمام پچھلی احادیث کے لیے ناخ ہے جن میں گدڑ ہے کہ بغیر انزال کے غسل واجب نہیں ہوتا۔)

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث کئی اسانید سے مروی ہے جن سے صرف شعبہ کی سند کے ساتھ انزال کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار کا اس بات میں اختلاف ہوا کہ بغیر انزال کے غسل واجب ہو تا ہے یا نہیں انصاری صحابیہ کہتے تھے کہ غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے اور مہاجرین کہتے تھے کہ صرف ہجرت کرنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا

۶۹۰۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الْقَهْدِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنِ الْعُسَيْنِ بْنِ يَحْيَى وَآخِبَرَنِي أَبُو مَكَّةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ أَخْبَرَهُ أَنَّكَ سَمِعَ ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۶۹۱۔ وَحَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ حَذَفٍ وَأَبُو عَثَانَ الْأَنْصَارِيُّ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ وَمَطَرٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي دَاوُدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعْبَيْهَا أَلْزَمَ شِمَّ جَهَنَّمَ هَا فَكَفَّ وَجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ وَفِي حَدِيثٍ مَطَرٍ وَإِنْ لَمْ يُنْزَلْ قَالَ زَيْدٌ مِنْ بَيْنَهُمَا بَيْنَ شُعْبَيْهَا أَلْزَمَ۔

۶۹۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ رَبِّ بْنِ جَبَلَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي وَهْبُ بْنُ جَعْفَرٍ كَلَاهَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ بِطَرَاةٍ إِلَّا سَنَادَهُ مَعْلُومٌ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ شُعْبَةَ ثُمَّ اجْتَمَعُوا وَكَهْ يَقُولُ وَإِنْ لَمْ يُنْزَلْ۔

۶۹۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ نَا هُشَيْمُ بْنُ حَسَّانٍ قَالَ نَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلَى وَهَذَا أَحَدُ ثَلَاثَةٍ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ حُورِ بْنِ هِلَالٍ وَكَأَنَّكَ الْإِسْلَامُ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى كَانَ

اُخْتَلَفَ فِي ذَلِكَ رَهْطًا مِمَّنْ أَمَّهَا جِرْمًا وَالْأَنْصَارُ
فَقَالَ الْأَنْصَارُ يُؤْتُونَ لَوَيْحَ الْعُسْلُ الْكَرْمِ النَّهْجِ
أَوْ مِمَّنْ الْمَاءُ وَقَالَ الْمُهَاجِرُونَ بَلْ إِذَا خَالَطَ قَفَا
وَجَبَّ الْعُسْلُ فَقَالَ أَبُو مُوسَى قَاتَا أَشْفِيكُمْ
مِنْ ذَلِكَ فَقُمْتُ فَاسْتَأْذَنْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَأَوْدَتْ
لِي فَقُلْتُ تَهَيَّأْ أَوْ يَأْ أَوْ يَأْ أَمْرًا مُؤْمِنِينَ إِيَّيْ
أَوْ يَأْ أَنْ أَسْأَلَكِ عَنْ مَكْنِيٍّ وَ إِيَّيْ أَنْ أَسْأَلَكِ
فَقَالَتْ لَا تَسْأَلَنِي أَنْ تَسْأَلَنِي عَنْكَ كُنْتُ سَائِلًا
عَنْهُ أَمَّا الْيَوْمَ وَلَكَ فَكَأَنَّمَا أَنَا أَمَّا كُنْتُ
مَسْأَلُ جِبِّ الْعُسْلُ قَالَتْ عَلَى الْخَبِيرِ سَقَطَتْ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ
بَيْنَ شُعْبَيْهِمَا الْأَرْبَعِ وَمَسَّ الْأَرْبَعَانِ الْخَبْرَانِ فَقَدْ
وَجَبَّ الْعُسْلُ

۴۹۴ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَرْوَانَ وَهَارُونُ
ابْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَا لَنَا ابْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ أَبِي الرَّبِيعِ عَنْ جَابِرِ بْنِ
عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِمْ كَلْبُومٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمَّا رَجَلًا سَقَلَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الرَّجُلِ يَتَجَمَّعُ
أَهْلُكَ ثُمَّ يَكْمِلُ هَلْ عَلَيْهِمَا الْعُسْلُ وَعَائِشَةُ
بِجَالِسَةٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّيْ
لَا فَعَلَ ذَلِكَ أَنَا وَهَلْ هُوَ كَمَنْ تَعْتَمِلُ

غسل جنابت کا سبب

علامہ بیہقی بن شرف نووی لکھتے ہیں:

حدیث نمبر ۲۹۱ میں ہے جب تم میں سے کوئی شخص عورت کی چار شاخوں کے درمیان
بیٹھے اور اس کو تمکک سے تر اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔

امت کا اب اس پر اجماع ہے کہ جماع سے غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ اس کے ساتھ انزال ہو یا نہ ہو۔
بعض صحابہ کا یہ قول تھا کہ غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے، پھر ان میں سے بعض نے رجوع کر لیا اور بعد میں سب
کا اس پر اجماع ہو گیا کہ غسل صرف دخول سے واجب ہو جاتا ہے، حضرت ابو ہریرہؓ کا زیر بحث حدیث پر تمام
فقہاء کا عمل ہے، اور جس حدیث میں ہے: غسل صرف انزال سے واجب ہو جاتا ہے یہ سنو غلط ہے یا اس کا عمل یہ ہے کہ خواب

میں کچھ دیکھنے سے غسل اس وقت واجب ہوتا ہے جب انزال بھی ہو، یا اگر کوئی شخص فرج میں دخول کیے بغیر مباشرت کے
تصرف انزال کے بعد غسل واجب ہوگا۔

اگر کوئی شخص عمدت کی فرج یا دبر یا مرد کی دبر یا کسی جانور کی فرج میں حشفہ (آلہ تناسل کا سر) غائب کر دے تو اس
پر غسل واجب ہوگا، خواہ جس میں دخول کیا ہے وہ زندہ ہو یا مردہ، چھوٹا ہو یا بڑا، خواہ عمداً ہو یا کسی نا اہل اختیار آدمی
یا جبراً، ان تمام صورتوں میں فاعل اور مفعول پر غسل واجب ہے الا یہ کہ مفعول بغیر مکلف ہو، اگر مسجد دار بچہ یا بچی ہو تو وہ جنبی
ہوگا اور اس کے دل کو اسے غسل کرنے کا حکم دینا چاہیے۔

بَابُ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ

اگ سے پکی ہوئی چیز کو کھانے کے بعد وضو کا وجوب

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ سے
پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے، عبداللہ
بن ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ
مسجد میں وضو کر رہے تھے اور وضو کرنے کی وجہ انھوں
نویہ بیان کی کہ میں نے پیپر کے ٹکڑے کھائے تھے
اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنایا
کہ آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے
.... غرض کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
عنا سے سنا ہے، آپ فرماتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آگ سے پکی ہوئی چیز
کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے۔

۶۹۵۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ بْنُ
النَّيْتِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عَمِّي
ابْنُ حَنَابٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ
ابْنُ أَبِي بَكْرٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ
أَنَّ حَارِثَ بْنَ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ الْحَبَرِيَّ أَنَّ زَيْدَ
ابْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ الْوُضُوءُ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ قَالَ ابْنُ
شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ
ابْنَ ابْنِ أَبِي هَاشِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَخْبَرَنَا أَنَّهُ وَجَدَ أَبَا
هُرَيْرَةَ يَخُوضُ عَلَى الْمَسْجِدِ فَقَالَ إِنَّمَا اتَّوَضَّأُ
مِنْ أَشْوَابِ أَقْطِ أَكَلْتُهَا يَذِي سَمْعَتِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كَوَضَّوْا مِمَّا مَسَّتِ
النَّارُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ حَالِدٍ
ابْنُ سَعْدٍ وَابْنُ عُثْمَانَ وَآخَرُ أَحَدُهُ هَذَا الْحَدِيثُ
أَنَّهُ سَأَلَ عُرْوَةَ ابْنَةَ الزُّبَيْرِ عَنِ الْوُضُوءِ مِمَّا
مَسَّتِ النَّارُ فَقَالَتْ عُرْوَةُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ زَوْجَةَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوَضَّوْا مِمَّا مَسَّتِ
النَّارُ۔

٤٩٦ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْكُومَةَ بْنِ مَعْمَرٍ
قَالَ تَمَارِكٌ عَنْ تَرِيْدِ بْنِ أَسْلَمٍ عَنْ عَطَايُوسَ بْنِ كِسَارٍ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَكَلَ كَبْشَةً شَاةٍ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ -

٢٩٤ - وَحَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَأْيَعِي
بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي وَهْبُ
ابْنُ كَيْسَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنْ ابْنِ
عَبَّاسٍ ٣ وَحَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
عَبَّاسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ ٣ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ
إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي النَّثِيرِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ
خَرْقًا أَدْنَى مَا كُنْتُ صَلَوَى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ أَوْ لَمْ يَتَوَضَّأْ مَاءً
٢٩٥ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَشِيرِ قَالَ نَأْيَعِي
ابْنُ سَعْدٍ قَالَ نَأْيَعِي الزُّهْرِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أَبِي
الْعَظَمَرِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَأْيَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَزُّ مِنْ كَيْفٍ يَأْكُلُ مِنْهَا شَعْرَةً
صَلَوَى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ -

٦٩٩ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عِثْنَى قَالَ قَالَ ابْنُ
وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ ابْنِ
شِهَابٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الصَّمِرِيِّ
عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُعَظِّمُ مِنْ كَيْفِ شَأْنِهِ فَأَكَلُ مِنْهَا فَدَعَا إِلَى الْقُلُوبِ
فَقَامَ وَكَلَّمَ السَّائِكِينَ وَصَلَّى وَكَمْ يَخُوضُ

٤٠ - قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ
اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَمَّا وَحَدَّثَنِي يَكْبَرُ بْنُ الْأَشْجَرِ
عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجَةِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَكَلَ عَنْدهَا كَيْفَا ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ
٤١ - قَالَ عَمْرُو بْنُ وَحَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رِبْعَةَ عَنْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرمی کے
شاہ کا گشت کھایا پھر ناز پڑھی اور وضو نہیں
فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہڈی پر لٹکا ہوا گوشت یا مرن گوشت کھایا (راوی کو شک ہے کہ حضرت ابن عباس نے کیا کہا تھا) پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا یا پانی کو ہاتھ نہیں لگایا۔

عمر و بن امیہ کے والد میان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے شانہ کا گوشت پھری سے کاٹ کر کھا رہے تھے، پھر آپ نے ناز پہنچی اور آپ نے وعدہ نہیں فرمایا۔

عمر بن امیہ ضمری کے والد بیان کرتے ہیں کہ
انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری
کے شاز کا گوشت چھری سے کاٹ کر کھا رہے ہیں،
اسی وقت نازکی اقامت (تجیر) ہوئی، آپ نے چھری
پھینک دی، نازیہ حائی اور نوزہ نہیں فرمایا۔

حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لہان بکری کے شانہ کا گوشت کھایا پھر آپ نے نماز پڑھی اور منتر نہیں فرمایا۔

حضرت ابورافعہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس بات پر

گواہ ہوں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے
بکری کا کلمی بھڑن رٹا تھا آپ کلمی کھا رہے تھے (پھر
آپ نے ناز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دھنیا اور
پھر پانی منگوا کر کھ لیا اور فرمایا اس میں ایک قسم کی چکنائی
ہوتی ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بھی اسی قسم کی
ایک روایت نقل کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے پہنے
پھر ناز کے لیے نکلے اس وقت آپ کے پاس ایک
شخص گوشت اور روٹی کا ہدیہ لایا۔ آپ نے اس میں
تین لقمے کھائے اور لوگوں کو ناز پڑھائی اور پانی کو
بہت نہ لگایا۔

امام مسلم بیان فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے
حضرت ابن عباس سے یہ حدیث مروی ہے لیکن اس
میں ناز پڑھنے کا ذکر ہے اور لوگوں کو ناز پڑھانے
کا ذکر نہیں ہے۔

يَعْقُوبُ بْنُ الْأَشْجَعِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَمَّا رَوَى وَحَدَّثَ ثَوْبِي
سَعِيدُ بْنُ أَبِي هَدَّادٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
تَافِعٍ عَنْ أَبِي غَطَفَانَ عَنْ أَبِي تَافِعٍ قَالَ أَشْهَدُ
لَكُمْ أَنَّ شَوْفِي لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَطْنُ الشَّاةِ كَقَرْنِي وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

۴۰۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَأْيْتُ
عَنْ عَقِيلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا
لَهُ دُعَايَتَاءُ فَتَمَضَّضَ وَقَالَ إِنَّ لَنَا دُسًّا۔

۴۰۳۔ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عِيْسَى قَالَ حَدَّثَنَا
ابْنُ وَهْبٍ قَالَ دَاخِدَ بَنِي عَمْرٍو وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ
ابْنِ حَرْبٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ح
وَحَدَّثَنِي حَرَمَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ
قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ كُلْثُمٍ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ
بِإِسْنَادِ عَقِيلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ مَعْلُومٌ۔

۴۰۴۔ وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ نَأْيْتُ
ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَ نَأْيْتُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَلْهَلَةَ عَنْ
مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ عَلَيْهِ نَبِيًّا بَدَأَ لَهُ
تَحَوُّجًا إِلَى الصَّلَاةِ فَأَتَى بِهِ يَتَحَبُّزًا وَلَحْجًا فَكَانَ
تَمَلُّكَ لَقْمٍ ثُمَّ صَلَّى بِالنَّاسِ وَمَا مَشَرَ
مَاءً۔

۴۰۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَأْيْتُ سَامَةَ
عَنِ ابْنِ أَبِي عَدِيٍّ قَالَ نَأْيْتُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ
عَطَاءٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَنَأْيْتُ الْحَدِيثَ
يَعْنِي حَدِيثَ ابْنِ حَلْهَلَةَ وَفِيهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ
شَرِبَ ذَلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ
صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

من: جوہر صحابہ تابعین اور ائمہ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ آگ کی پکی ہوئی چیز کو چھونے سے وضو نہیں ٹرنا اور جس حدیث میں یہ وارد ہے کہ اس سے وضو ٹرٹ جاتا ہے وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے منسوخ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہ تھا کہ آگ کی پکی ہوئی چیز سے وضو نہیں کرتے تھے یہ حدیث جابجاء ترمذی ابن ابی داؤد اور سنن نسائی میں ہے اور اس کا دوسرا محل یہ ہے کہ اس سے مراد لغوی وضو ہے یعنی ہاتھ دھونا اور کلی کرنا۔

ازنٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کا حکم

بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ لُحُومِ الْإِذِلِ

حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا بکری کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کریں۔ آپ نے فرمایا اگر چاہو تو وضو کرو، اور اگر چاہو تو نہ کرو اس شخص نے پوچھا کیا ہم اذنٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کریں۔ آپ نے فرمایا ہاں اذنٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کرو۔ اس شخص نے پوچھا کیا میں بکری کے باغ میں نماز پڑھ لیا کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں اگرچہ آپ نے فرمایا نہیں۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی جابر بن سمرہ والی روایت کی شکل منقول ہے۔

۴۰۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ كَثِيبُ بْنُ عَمِيرٍ الْجَعْفَرِيُّ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا بَكْرٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَمْرٍو النَّخَعِيِّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي ثَوْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّكَ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَوْضَأُ مِنَ لُحُومِ الْغَنَمِ قَالَ إِنْ شِئْتَ فَتَوَضَّأْ فَإِنْ شِئْتَ فَلَا تَتَوَضَّأْ قَالَ أَتَوْضَأُ مِنَ لُحُومِ الْإِذِلِ فَقَالَ نَعَمْ فَتَوَضَّأْ مِنَ لُحُومِ الْإِذِلِ قَالَ أَصَلِّيْتُ فِي مَسَاجِدِ الْغَنَمِ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَصَلِّيْتُ فِي مَبَارِئِ الْإِذِلِ قَالَ لَا۔

۴۰۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَتَالِئَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ تَارَ إِسْدَاقُ عَنْ يَسَّارِ بْنِ زَكْرِيَّا قَالَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَمْرٍو النَّخَعِيِّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي ثَوْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ عَيْنِ الْيَقِينِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي كَامِلٍ عَنْ أَبِي ثَوْبٍ أَنَّكَ۔

من: جوہر صحابہ تابعین اور ائمہ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ اذنٹ کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹرنا، اور امام احمد بن حنبل اور بعض محدثین کا مذہب یہ ہے کہ اذنٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹرٹ جاتا ہے، امام احمد نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے اور جوہر نقباء نے اس کو وضو لغوی یعنی کلی پر قبول کیا ہے۔



بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ تَيَقَّنَ
الظَّهَارَةَ ثُمَّ شَكَّ فِي الْحَدِيثِ فَلَهُ
أَنْ يُصَلِّيَ بِظَهَارَتِهِ تِلْكَ

بِسْمِ شَخْصِ كَوْضُو كَالْيَقِينِ هُوَ بِظَهْرٍ وَضُو ثُو مَنِي كَا
شَكَّ هُوَ جَائِئِي تَرَوَهُ اس وَضُو سَ نَمَازِ
بِزُجْهُ سَكَا سَ

۴۰۸ - وَحَدَّثَنَا عَنْهُ وَالثَّانِيَةُ وَدُهَيْرُ بْنُ
حَرْبٍ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَبْرِ
عَنْ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ
عُيَيْنَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ
عَنْ عَتِيقَةَ تَشْكِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الرَّجُلُ يُحْتَمِلُ إِلَيْهِ أَنْ يَجِدَ الْغَنَى فِي الصَّلَاةِ
قَالَ لَا يَنْصَرِفُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا
قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَدُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ فِي رِوَايَتِهِمَا هُوَ جَدُّ ابْنِ زَيْدٍ

حضرت عبداللہ بن زبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
شکایت کی کہ ہمیں نماز کے درمیان وضو ٹوٹنے کا شک
لاحق ہوتا رہتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا اس وقت نماز نہ توڑو جب تک کہ تمہیں بدبو محسوس
نہ ہو جائے یا تمہیں کسی کی آواز نہ سن لو۔

۴۰۹ - وَحَدَّثَنَا خُزَيْمَةُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ تَأْخُذُ
عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ فِي
بَطْنِهِ غَنًى فَاشْكُ عَلَى عَتِيقَةَ أَخْرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ أَمْزَكَ
فَلَا يَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ
يَجِدَ رِيحًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے
کسی شخص کے پیٹ میں گڑبڑ ہو، اور اسے شک
ہو جائے کہ اس کے پیٹ میں سے کچھ نکلا ہے یا نہیں
تو اس وقت نہ کہ مسجد سے باہر نہ نکلے جب تک کہ
روح کی بُری آواز محسوس نہ ہو۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

شک سے یقین زائل نہیں ہوتا

اس حدیث میں اسلام کے اصول اور قواعد میں سے ایک عظیم اصل اور
قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی کو ان کی اصل پر باقی رکھنے کا حکم کیا جاتا ہے سچی کہ اس کے خلاف یقین مائل ہو جائے
اور اگر اس کی اصلی حالت کے خلاف شک پیدا ہو تو وہ شک اس میں کوئی ضرر نہیں دے گا، جہود صحابہ و تابعین اور فقہاء کا
یہی مسلک ہے، البتہ امام مالک کا یہ قول ہے کہ اگر اس کو خارج از نماز شک واقع ہوا تو وضو کرے اور دوسرا قول یہ
ہے کہ اس پر ہر حال میں وضو لازم ہے۔ لے

بَابُ الظَّهَارَةِ جُلُودِ الْمَيْتَةِ بِالْذِّبَابِ
مُرُورِ اور جانور کی کھال کا رنگنے سے پاک ہونا

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی کو کسی شخص نے صدقہ میں ایک بکری دی، اور وہ مرگئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گذرے تو آپ نے فرمایا تم لوگوں کے اس کمال کیوں نہ آتا رہے؟ رنگنے کے بعد اس کمال سے ناز و حاصل کو تھے! ان لوگوں نے عرض کیا، حضور یہ تو مر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا مر جاؤ، راکھ میں کھانا حرام ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مردار بکری دیکھی جو حضرت میمونہ کی باندی کو صدقہ میں ملی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں نے اس کمال سے ناز و کیوں نہ اٹھایا، انھوں نے عرض کیا یہ تو مر رہا ہے آپ نے فرمایا مر جاؤ، راکھ میں کھانا حرام ہے۔

اہم مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مردہ بکری پڑی ہوئی دیکھی جو حضرت میمونہ کی باندی کو صدقہ میں ملی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کمال کیوں نہ آتا رہی؟ تم اس کو رنگ لیتے اور اس سے نفع اٹھاتے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ کے پاس ایک بکری

۴۱۰۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ وَعَنْهُ النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنْ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ يَحْيَى أَنَا سَمِعْتُ ابْنَ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَصِيقِي عَلَى مَوْلَاةٍ لِمَيْمُونَةَ بِشَاةٍ قَتَلَتْ قَتْلًا بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَّا أَتَّخَذْتُهَا بَهْمًا فَدَبَّعْتُهَا قَاتِلَتُهَا فَتَنَفَعْتُهَا فَقَالُوا إِنَّهَا مَيْمُونَةُ فَقَالَ إِنَّمَا حَرَّمَ أَكْلُهَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ فِي حَدِيثِهِمَا عَنْ مَيْمُونَةَ .

۴۱۱۔ وَحَدَّثَنَا ثَنَا أَبُو نَظَّارٍ وَحَدَّثَنَا كُنَّا نَأْتِيْنَهُ وَهَبٌ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ شَاةً أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُونَةَ مِنْ الْمَدَنَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا أَتَّخَذْتُهَا بَهْمًا فَدَبَّعْتُهَا قَاتِلَتُهَا فَتَنَفَعْتُهَا بِحِلِّهَا

۴۱۲۔ وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الْحَلَوَاتِيِّ وَعَبْدُ بْنُ حُبَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى بْنِ زَبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ بِهَذِهِ الْأُسْنَادِ نَحْوَ وَابْنِ يُونُسَ .

۴۱۳۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَحْمُودٍ الزُّهْرِيُّ وَالْفَقْلُ لَابْنِ أَبِي عُمَرَ قَالَا سَمِعْتُ سُبْيَانَ عَنْ قُتَيْبٍ وَعَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِشَاةٍ مَطْرُوحَةٍ أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُونَةَ مِنْ الْمَدَنَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أَتَّخَذُهَا بَهْمًا فَدَبَّعْتُهَا قَاتِلَتُهَا فَتَنَفَعْتُهَا بِحِلِّهَا

۴۱۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو النَّسَائِيُّ قَالَ نَأْتِيْنَهُ بِهَذِهِ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو

ہی ہوئی تھی اور مر گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
تم نے اس کی کال کیوں نہ اتار لی پھر تم اس سے نفع حاصل
کرتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سمیرہ کی باندی کی
اور وہاں بکری کے پاس سے گدے، آپ نے فرمایا تم
نے اس کی کال سے نفع کیوں نہ اٹھایا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حسب کمال
کو رنگ لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند سے بھی اس
حدیث کی شکل منقول ہے۔

ابو اسحیر کہتے ہیں کہ میں نے ابن وعلہ سبئی کو ایک
پرستین (چمڑے کی تین یا کوٹ) پہنے ہوئے دیکھا
میں نے اس پرستین کو چھو کر دیکھا، اس نے کہا تم اس
کو کیوں چھو کر دیکھ رہے ہو، میں نے حضرت عبداللہ
بن عباس سے اس بارہ میں مسئلہ معلوم کر لیا تھا میں نے
کہا تھا کہ ہم مغرب ممالک میں رہتے ہیں اور ہمارے
ساتھ قوم برابر اور آتش پرست لگ رہے ہیں وہ بکری
ذبح کرتے ہیں، ہم ان کا فریجہ نہیں کھاتے، اور ہمارے
پاس وہ مشک لاتے ہیں جس میں وہ چرل ٹالتے ہیں

بُن دِينَارًا قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ مِّنْ جُنُبٍ قَالِ
أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ مَيْمُونَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ دَاجِنَةَ
كَانَتْ يَبْعِي نِسَاءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَمَا تَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَلَا أَخَذْتُمْ رَهَابَهَا فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا -

۴۱۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
عَبْدَ الرَّحِيمِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي
سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَاةٍ تَسْمُو لَاقِيَةً مَيْمُونَةَ فَقَالَ
أَلَا اخْتَفَعْتُمْ بِرَهَابِهَا -

۴۱۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا سُلَيْمَانُ
بْنُ يَزِيدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ
وَعْلَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا ذُبِغَ
الْإِهَابُ فَقَدْ طَهَرَ -

۴۱۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرُو
الْقَاضِي قَالَا نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ
وَأَسْلَمُ بْنُ إِسْحَاقَ هَيْمَ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ
مُكَلَّمٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ وَعْلَةَ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ -

۴۱۸ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ
إِسْحَاقَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا وَكَالَ ابْنُ مَنْصُورٍ أَمَّا
عَمْرُو بْنُ الرَّبِيعِ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَيْدٍ
بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ أَبَا الْحَبِيبِ حَدَّثَنَا قَالَ دَأَيْتُ
عَلَى ابْنِ وَعْلَةَ السَّبْيِي قُرُوءًا فَمَسَسْتُه فَقَالَ
مَا لَكَ تَمَسَسْتُ قَدْ سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ قُلْتُ
إِنَّا نَكُونُ بِالنَّمْرِ بِ دَمْعًا الْبُزْبُورَ وَالْمَجُوشَ
تُؤْتِي بِالْكَبِشِ قَدْ دَخَلُوهُ وَخَنَ لَكَ نَا كُلُّ
دَبَابٍ يَحْمِلُهُ وَيَأْتُونَنَا بِالسِّقَاءِ يَجْعَلُونَ فِيهِ

الْوَدَّ كَفَّالَ ابْنِ عَبَّاسٍ قَدْ سَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ وَبَا عُمُ طُفُوْرُهُ ۝

۱۹- وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ بْنِ الزَّيْبِعِ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ مَوْكَلَةَ السَّيِّدِيُّ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ قُلْتُ إِنَّا نَكُونُ يَا مُعَرِّبَ قِيًّا نَبْنِا الْمَجْرُوسَ بِاللَّيْلِ شِقِيَّةً فِيهَا الْمَاءُ وَالْوَدَّ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَبَا عُمُ طُفُوْرُهُ ۝

دیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم نے یہ مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا آپ نے فرمایا کھال کی پاکیزگی رنگنے سے حاصل ہوجاتی ہے ابن وعلہ سبھی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے پوچھا ہم مغربی ملک میں رہتے ہیں ہمارے پاس آتش پست شکوں میں پانی اور چربے کے کرائے ہیں آپ نے فرمایا: اس سے پانی پی لیا کرو، میں نے پوچھا کیا آپ اپنی لائے سے فرما رہے ہیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ کھال رنگنے سے پاک ہوجاتی ہے۔

علامہ کبیری بن مشرف نورانی شافعی

لکھتے ہیں:

وباغت سے کھال کے پاک ہونے میں مذاہب فقہاء

مدار کی کھال کو رنگنے اور رنگنے سے اس کے پاک ہونے میں سات مذاہب ہیں:

- ۱- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ کھال کو رنگنے اور خنزیر کے سوا ہر کھال رنگنے سے پاک ہوجاتی ہے اور حجام میں سے کسی ایک سے پیدا ہوا اس کی کھال بھی پاک نہیں ہوتی، اور اس کے علاوہ کھالیں رنگنے سے پاک ہوجاتی ہیں، کھال کا ظاہر بھی اور باطن بھی اور اس کا ٹرا اور خشک چیزوں میں استعمال جائز ہے خواہ وہ کھال حلال جانور کی ہو یا نہیں۔
- ۲- حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم، امام احمد کا مشہور قول اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ رنگنے سے کوئی کھال پاک نہیں ہوتی۔
- ۳- امام ابو حنیفہ، ابن المبارک، ابو ثور اور اسحق بن طحان کا مذہب یہ ہے کہ حلال جانور کی کھال رنگنے سے پاک ہوجاتی ہے اور حرام جانور کی کھال رنگنے سے پاک نہیں ہوتی۔
- ۴- امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ خنزیر کے سوا تمام کھالیں رنگنے سے پاک ہوجاتی ہیں۔
- ۵- امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ تمام کھالیں رنگنے سے پاک ہوجاتی ہیں مگر کھال کا ظاہر ہی حصہ پاک ہوتا ہے، باطنی حصہ پاک نہیں ہوتا، اور اس کو خشک چیزوں میں استعمال کرنا جائز ہے اور ٹرا چیزوں میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور اس کے اوپر ہی حصہ پر ناز پر بھی ماسکتی ہے۔
- ۶- ابو داؤد ظاہری، غیر متقلدین اور امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ ہر شے کے کھال اور خنزیر کے کھال سے تمام کھالیں ظاہر اور باطن پاک ہوجاتی ہیں۔

۷۔ زہری اور فقہاء شافعیہ کا ایک قول یہ ہے کہ رنگے بغیر بھی ہر مردار کی کھال سے نفع اٹھانا جائز ہے اور اس کا اثر اور خشک چیزوں میں استعمال جائز ہے۔

دباغت شدہ کھال کے شرعی احکام ہر اس چیز کے ساتھ مردار کی کھال کو رنگنا جائز ہے، جو کھال کے فضلات کو پاک اور صاف کر دے، اور اس سے کھال کا فساد (سڑنا اور ہڈو دار ہونا) ختم ہو جائے، مثلاً انار کے چمکوں، قزط کے پتوں، نوشادر اور دیگر کیمیائی اجزاء سے فقہاء شافعیہ کے نزدیک دھوپ میں سکھانے سے کھال پاک نہیں ہوئی اور فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ دھوپ میں رکھنے سے بھی کھال پاک ہو جاتی ہے، لاکھ اور سو سے کھال پاک نہیں ہوتی، کیا نجس دواؤں سے کھال پاک ہوتی ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں۔

جب کھال پاک ہو جائے تو اس سے نفع حاصل کرنا بالاتفاق جائز ہے اور اس کو فروخت کرنے کے متعلق دو قول ہیں، زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ جائز ہے، اور آیا کھال کا کھانا جائز ہے؟ اس میں تین قول ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ کسی حال میں جائز نہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ جائز ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ حلال جانوروں کی کھال کو کھانا جائز ہے اور حرام جانور کی کھال کو کھانا جائز نہیں ہے (یہ تفصیل مردار کی کھال کے متعلق ہے جس کو رنگ کر پاک کر لیا گیا ہو) جب مردار کی کھال رنگنے سے پاک ہو جائے تو فقہاء شافعیہ کے نزدیک اس کے بال پاک نہیں ہوتے کیونکہ ان کے نزدیک مردار کے بال نجس ہیں، اور فقہاء احناف کے نزدیک مردار کے بال پاک ہیں، ہدایہ۔ ۱۔

بَابُ التَّيْمَةِ

تیمم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں گئے، جب مقام بیدلہ یا ذات البیض پر پہنچے تو میرا ارٹھٹ کر گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بار کو تلاش کرنے کے لیے نکل گئے، اور آپ کے ساتھ تمام قافلہ رک گیا، اس جگہ پانی تھا اور نہ صحابہ کے ساتھ پانی تھا، صحابہ نے حضرت ابو بکر سے شکایت کی اور کہنے لگے کہ تم نہیں دیکھ رہے کہ (حضرت) عائشہ نے کیا کیا ہے؟ تمام لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بٹھرایا، اس مقام پر پانی ہے

۷۲۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ حَرَجِيًّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ اسْتَفَارَةٍ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَلَةِ أَوْ يَدَايَةِ الْجَبِيشِ انْقَطَعَ عِثْدِي فِي حَقَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى التَّمَايِمِ وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ وَكَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَكَانَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَأَقَامَ النَّاسُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالُوا أَلَا تَدْرِي إِلَى مَا مَضَعَتْ عَائِشَةُ أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَعَهُ وَكَيْسُوا عَلَى مَا هُوَ وَكَيْسَ مَعَهُ
مَا هُوَ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ دَامِنَةً رَأْسَهُ عَلَى فَخِذِي قَدْ تَامَ فَقَالَ
حَسِبْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ
وَكَيْسُوا عَلَى مَا هُوَ وَكَيْسَ مَعَهُ مَا هُوَ قَالَتْ فَمَا بَقِيَ
أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ وَجَعَلَ يُطْعَمُ
بِيَدِهِ فِي حَامِيَةٍ فَإِنْ فَلَا يَمْنَعُنِي مِنْ الْقَحْرِ لِي إِلاَّ
مَكَانَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى
فَخِذِي قَدْ تَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنِّي أَصْبَحَ عَلَى غَيْرِ مَا هُوَ قَالَتْ نَزَلَ اللَّهُ تَعَالَى
آيَةً التَّيْسُ فَتَيَسَّمُوا فَقَالَ أَسِيدُ بَنِي
حَضِيرٍ وَهُوَ أَحَدُ الثَّقَبَاءِ مَا هِيَ يَا أُمِّ بَكْرٍ كَيْفَ
يَا أُمِّ بَكْرٍ قَالَتْ عَائِشَةُ فَبَعَثْنَا الْبَغِيضَ الَّذِي
كُنْتُ عَلَيْهِ حَوْجَةً تَأْتِي الْعَقْدَ تَحْتَهُ .

۷۲۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ قَالَ أَبُو
إِسْمَاعِيلَ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ قَالَ أَبُو إِسْمَاعِيلَ وَ
ابْنُ بِشْرِ عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا أَسْعَارَتْ
مِنْ أَسْمَاءَ قَلْدَةً فَهَلَكَتْ قَالَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَأْمَنُ مِنْ أَصْحَابِهِمْ فِي ظَنِّهَا قَالَتْ وَكَفَّهُمْ
الْقَالِدَةُ فَصَلُّوا بِغَيْرِ دُخَانٍ وَكَلَّمَا أَتَوْا النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَا ذَلِكَ لَيْلٍ فَكَفَرَتْ آيَةُ
النَّبِيِّ فَقَالَ أَسِيدُ بَنِي حَضِيرٍ حَضِيرُ اللَّهِ
حَضِيرًا كَوَلَّى اللَّهُ مَا نَزَلَ إِلَيْكَ أَمْرًا فَكَلَّمَا
اللَّهُ لَكَ مِنْهُ مَخْرَجًا وَجَعَلَ لِلْمُسْلِمِينَ
فِيهِ بَرَكَةً .

اور وہ لوگوں کے ساتھ پانی ہے۔ یہ شکایت سن کر
حضرت ابو بکر میرے پاس آئے اور اس وقت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے زانوؤں پر ستر رکھے ہوئے
مخوفینہ تھے حضرت ابو بکر نے مجھے ڈانٹنا شروع کیا
اور کہنے لگے تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور
تمام صحابہ کو پریشان کیا ہے اور ایسی جگہ روک لیا ہے
جہاں بالکل پانی نہیں ہے اور صحابہ کے پاس پانی ہے
پھر حضرت ابو بکر ناراض ہو کر جو کچھ ان کے دل میں آیا کہتے
رہے اور اپنے اہل سے میری کدو میں اپنی انگلی چھپاتے
رہے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام
میں غفل آئے کے خیال سے اپنی جگہ سے مطلقاً نہیں
ہلایا یہاں تک کہ اسی حال میں یہی جب کہ لوگوں کے
پاس پانی نہ تھا صبح ہو گئی اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت
تیمم نازل فرمائی پھر نقیض میں سے حضرت اسید بن حنیر نے
کہا اے آل ابو بکر یہ کوئی آپ کا پہلی برکت نہیں ہے !
حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم نے اس اونٹ کو کھڑا
کیا جس پر میں سوار تھی تو ہمارے اس کے پیچھے سے نکل آیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں
کہ انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ایک
بار عاریتہ لیا اور وہ سفر میں گم ہو گیا تھا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے بعض کو ہمارے
دھونڈنے کے لیے بھیجا اسی اثناء میں نماز کا وقت آ
گیا اور انہوں نے بنیر و ضرک کے نماز پڑھ لیا جب وہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے
تو انہوں نے آپ سے اس بات کی شکایت کی کہ اسی
وقت آیت تیمم نازل ہوئی اور اسید بن حنیر نے حضرت
عائشہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔
آپ پر کوئی پریشانی نہیں آئی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پریشانی
کو آپ سے زائل کر دیا اور مسلمانوں کے لیے اس

میں برکت رکھ دی۔

شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا، حضرت ابوموسیٰ نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے مخاطب ہو کر فرمایا، اگر کسی شخص پر غسل فرض ہو اور اس کو ایک ماہ تک پانی نہ مل سکے تو وہ شخص کس طرح نمازیں پڑھے گا، حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا وہ شخص تیمم نہ کرے خواہ اس کو ایک ماہ تک پانی نہ ملے، حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا، پھر آپ سورۃ مائدہ کی اس آیت کا کیا جواب دیں گے فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا ”جب تم کو پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی سے تیمم کرو“، حضرت عبداللہ نے فرمایا مجھے مدغم ہے کہ اگر اس آیت کی بناء پر لوگوں کو تیمم کی اجازت دے دی جائے تو وہ پانی حثیٰ لگنے کی بناء پر بھی تیمم کرنا شروع کر دیں گے، حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا کیا آپ نے حضرت عمار کی یہ حدیث نہیں سنی انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام کے لیے بھیجا، راستہ میں (جب میں سویا تو) مجھ پر غسل فرض ہو گیا، پس میں حاک پر اسی طرح لوٹ پورٹ ہوئے گا، جس طرح جانور لوٹ پورٹ ہوتے ہیں، پھر جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تمہارے لیے یہ کافی تھا کہ تم اس طرح کرتے پھر آپ نے دو ٹول (تھوڑے) زمین پر ایک مرتبہ مائے اور بائیں ہاتھ سے دائیں پر مسح کیا اور دونوں ہتھیلیوں کی پشت پر اور چہرہ پر مسح کیا، حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا کیا تمہیں چاہیے کہ حضرت عمر نے حضرت عمار کی حدیث پر اطمینان نہیں کیا تھا۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے ساتھ مثل سابق روایت نوکر کی، لیکن اس میں اتنا فرق ہے کہ رسول اللہ

۲۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ لُحَيْمٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ وَابْنِ مُوسَى فَقَالَ أَبُو مُوسَى يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا اجْتَنَبَ فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا كَيْفَ يَصْنَعُ بِالضَّلَاةِ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَتَيَمَّمُ فَإِنَّ لَهُ يَجِدُ الْمَاءَ شَهْرًا فَقَالَ أَبُو مُوسَى فَكَيْفَ يَغْتَسِلُ فِي مَسْوَءِ الْمَاءِ إِذْ تَجِدُ ذَا مَاءٍ فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَوْ رُحِمَ لَهْوٌ فِي هَذِهِ الْأَيَّةِ لَا وَهَلَكَ إِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَتَيَمَّمُوا بِالصَّعِيدِ فَقَالَ أَبُو مُوسَى لِعَبْدِ اللَّهِ أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عُمَارَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَتِهِ فَا جُنِبْتُ فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ فَتَيَمَّمْتُ فِي الصَّعِيدِ كَمَا تَرَاهُ الْإِنَّمَا أَتَمُّ شَعْرًا أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ يَدَايُكَ هَكَذَا ثُمَّ ضَرْبَ يَدَايِهِ أَنْزَلَ رُحَى فَتَرِيَّةً وَاحِدَةً ثُمَّ مَسَحَ الشِّمَالِ عَلَى الْيَمِينِ وَظَاهِرَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ أَوْ لَمْ تَرَ عُمَرُ لَمْ يَفْعَلْ يَقُولُ عُمَارُ

۲۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَعْفَرِيُّ قَالَ قَالَ عَبْدُ الْوَاحِدِ كَانَ نَا الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ قَالَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ زمین پر ماسے اور چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا غسل جنابت کی خاطر، تھارے لیے اس قدر تیمم کافی ہے۔

ابری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگایا میں جنبی ہو گیا اور مجھے پانی نہیں مل سکا، حضرت عمر نے فرمایا نازت پرٹھو۔ حضرت عمار کہنے لگے، اسے امیر المؤمنین کیا آپ کو یاد نہیں جب میں اور آپ ایک سفر میں تھے۔ ہم دونوں جنبی ہو گئے اور ہمیں پانی نہیں ملا۔ آپ نے بہر حال ناز نہیں پرٹھو، لیکن میں زمین پر لوٹ پرٹ ہو گیا اور میں نے ناز پرٹھ لی (جب حضور کی خدمت میں میں پہنچا اور واقعہ عرض کیا) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تھارے لیے آٹا کافی ہے کہ تم دونوں ہاتھ زمین پر مارتے پھر چھو تک مار کر گرداڑا دیتے، پھر ان کے ساتھ اپنے چہرہ اور ہاتھوں پر مسح کرتے، حضرت عمر نے کہا اسے عمار خدا سے ڈرو، حضرت عمار نے کہا اگر آپ فرمائیں تو میں یہ حدیث کسی اور سے نہ بیان کروں، امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے یہ اضافہ کیا کہ حضرت عمار کے جواب کے بعد حضرت عمر نے فرمایا ہم تمہاری روایت کا بڑھ چھو نہیں پرٹھتے ہیں۔ امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ مثل سابق حدیث بیان کی جس میں حضرت عمار کا یہ قول ہے کہ اسے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت مجدد پر واجب کی ہے اگر آپ فرمائیں تو میں یہ حدیث کسی سے بیان نہ کروں۔

أَيُّ مَوْسَى لِعَبْدِ اللَّهِ وَ سَأَلَ الْحَدِيثَ بِقَصَصِهِ نَحْوُ حَدِيثِ أَفِي مَنَاوِيَا غَيْرَ آتَا قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا كَانَتْ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ هَكَذَا وَصَبَّ بِبَيْدَايَا مَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْنِهِ - ۲۴ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَاصِمٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ قَالَ نَافِعُ بْنُ يَحْيَى يَمْنَى ابْنُ سَعِيدِ الْقَطَّانِ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي الْحَكَمُ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ أَبِي عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا أَتَى عُمَرَ فَقَالَ إِنِّي أَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدْ مَا لَا تَصِلُ فَقَالَ عُمَرُ أَمَا تَذْكُرُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا آتَاكَ أَنْتَ فِي سَرِيَّةٍ فَأَجْنَبْتَ فَلَمْ تَجِدْ مَا فَامَّا أَنْتَ فَلَمْ تَصِلْ وَ أَمَا أَنَا فَتَمَعَلْتُ فِي الْقُرَابِ وَصَلَيْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا كَانَتْ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ بِهَذَا الْاَرْضِ ثُمَّ تَتَوَضَّعَ ثُمَّ تَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَكَ وَكَفَّيْنِكَ فَقَالَ عُمَرُ أَلَيْسَ اللَّهُ يَا عُمَرُ فَقَالَ إِنْ شِئْتَ لَمْ أَحْدِثْ بِهِ قَالَ الْحَكَمُ وَحَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنُ أَبِي عَنْ أَبِيهِ مِثْلَ حَدِيثِ دَرَّاجٍ قَالَ وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ عَنْ دَرَّاجٍ فِي هَذِهِ الْإِسْنَادِ الْقَوِيُّ وَكَرَّرَ الْحَكَمُ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ نَزَلَتْ مَا كُرِّتَ -

۲۵ - وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا الْقَطَّانُ بْنُ شَمِيلٍ قَالَ أَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْحَكَمِ قَالَ بَعَثْتُ دَرَّاجَ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنَ أَبِي عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا أَتَى عُمَرَ فَقَالَ إِنِّي أَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدْ مَا لَا تَصِلُ فَقَالَ عُمَرُ أَمَا تَذْكُرُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا آتَاكَ أَنْتَ فِي سَرِيَّةٍ فَأَجْنَبْتَ فَلَمْ تَجِدْ مَا فَامَّا أَنْتَ فَلَمْ تَصِلْ وَ أَمَا أَنَا فَتَمَعَلْتُ فِي الْقُرَابِ وَصَلَيْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا كَانَتْ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ بِهَذَا الْاَرْضِ ثُمَّ تَتَوَضَّعَ ثُمَّ تَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَكَ وَكَفَّيْنِكَ فَقَالَ عُمَرُ أَلَيْسَ اللَّهُ يَا عُمَرُ فَقَالَ إِنْ شِئْتَ لَمْ أَحْدِثْ بِهِ قَالَ الْحَكَمُ وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ

عَنْ دَرِيٍّ -

۴۶ - قَالَ مُسْلِمٌ وَدَوَى الدَّيْتُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ
 جَعْفَرِ بْنِ زَيْبَعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُهْرٍ عَنْ
 عَمْرِو بْنِ مَرْثَانَ يَقُولُ أَقْبَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ
 الرَّحْمَنِ ابْنُ يَسَارٍ مَوْلَى مَيْمُونَةَ زَوْجَةِ النَّبِيِّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَبِي الْجَعْفَرِ ابْنِ
 الْحَارِثِ ابْنِ الصَّبَّاحِ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ أَبُو الْجَعْفَرِ
 أَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَحْوِ
 بِشْرٍ جَمَلٍ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ حَتَّى
 أَقْبَلَ عَلَى الْيَحْدَارِ كَمَسْرَةٍ وَجْهَهُ وَدَيْدِيرٍ شَحْرَ
 دَ عَلَيْهِ السَّلَامَ.

۴۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ
 قَالَ نَا أَجَى قَالَ نَا سَفِيَانُ عَنِ الْقَدْحَالِيِّ بْنِ عُثْمَانَ
 عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا مَرَّ وَرَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْرُونَ فَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ -

تیمم کی شرائط اور شرعی احکام میں فقہاء کے نظریات

وَأَنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدُكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لِمَسْتَمِرَّ النِّسَاءِ فَلَمْ يَجِدْ مَا يُمِئُهُمْ فَاسْتَغْتَابُوا بِوُجُوهِِهِمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِيَهُمْ مِمَّا يَرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ -

(ماث ۶۱۵)

علامہ بخاری بن شریف نووی لکھتے ہیں:

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا کوئی تم میں سے
 قضا حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے قربت
 کا ہو پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک ٹھکانے سے تیمم کر لو پس اپنے
 چہروں اور اپنے (پورے) ہاتھوں پر اس (پاک مٹی)
 سے مسح کرو، اللہ تم پر تمہاری کمی کرنا نہیں چاہتا، لیکن اللہ
 تمہیں عرب پاک کرنا چاہتا ہے اور تم پر اپنی نعمت
 پوری کرنا چاہتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔

تیمم کتاب، سنت اور امت مسلمہ کے اجماع سے ثابت ہے، تیمم کی خصوصیت سے اللہ تعالیٰ نے
 صرف اس امت کو سرفراز کیا ہے، امت کا اس پر اجماع ہے کہ حدیث اصغر ہو یا حدیث اکبر، تیمم صرف چہرے
 اور ہاتھوں پر کیا جاتا ہے، ہمارا اور جمہور کا اس پر اجماع ہے کہ تیمم کے لیے دو ضربیں (دو بار پاک مٹی پر ہاتھ

ماننا ضروری ہیں، ایک ضرب سے چہرے پر مسج کیا جائے اور ایک ضرب سے کہنیوں سمیت اعضاء پر مسج کیا جائے۔ حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن عمر، حسن بصری، شعبی، سالم بن عبداللہ بن عمر، سفیان ثوری، امام مالک، امام ابو حنیفہ اصحابِ راستے اور دوسرے تمام فقہاء رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے، عطاء، مکحول، اوزاعی، امام احمد، اسحاق، ابن المنذر اور عاتقہ المحدثین کا مسلک یہ ہے کہ چہرے اور اعضاء کے لیے صرف ایک ضرب واجب ہے۔ زہری نے یہ کہا، جو کہ اعضاء پر بیوں تک مسج کرنا واجب ہے، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف نہیں ہے کہ کہنیوں سے ماوراء یتیم نہیں ہے، اور ابن سیرین سے منقول ہے کہ یتیم میں تین ضربات ہیں، ایک ضرب چہرے کے لیے دوسری ضرب پتھیلوں کے لیے اور تیسری ضرب کلائیوں کے لیے۔

علیٰ کا اس پر اجماع ہے یتیم حدیث اصغر کے لیے بھی ہے اور حدیث اکبر (جنبی، عائشہ اور نضام) کے لیے بھی ہے، سلف اور خلف میں سے اس کا کوئی مخالف نہیں ہے، ماسوا حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان دونوں نے اس قول سے رجوع کر لیا، جنبی کے لیے یتیم کے جواز کے ثبوت میں بکثرت احادیث مشہورہ مروی ہیں، جب جنبی یتیم سے ناز پڑھ لے تو اس پر غسل کرنا بالاجماع واجب ہے اس میں صرف ابو سلمہ عبدالرحمن تابعی کا قول مخالف ہے لیکن یہ قول بالاجماع متروک ہے اور احادیث صحیحہ مشہورہ میں وارد ہے کہ جب پانی مل گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنبی کو غسل کرنے کا حکم دیا، اگر مسافر کے پاس پانی نہ ہو تو وہ پھر بھی اپنی بیوی سے جماع کر سکتا ہے، وہ اگر اتنا پانی ہو تو اپنی شرمگاہوں کو دھو کر یتیم کریں اور ناز پڑھ لیں اور اگر انہوں نے اپنی شرمگاہیں دھو لیں تو ان پر ناز کا اعادہ نہیں ہے، اور اگر مرد نے اپنے آلہ کو نہیں دھویا اور اس پر طوبت فرج لگی ہوئی تھی تو جس قول کے مطابق رطوبت فرج نہیں ہے اس کو ناز کا اعادہ کرنا ہوگا ورنہ نہیں، جس شخص نے کسی مرض یا زخم کی وجہ سے یتیم کیا تو اس پر ناز کا اعادہ نہیں ہے اور جس نے پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے یتیم کیا تو اگر وہ ایسی جگہ ہے جہاں پر نالہ پانی نہیں ہوتا، مثلاً سفر میں سے تو اس پر اعادہ واجب نہیں ہے، اور اگر وہ ایسی جگہ ہے، جہاں پر کبھی کبھی پانی نہیں ہوتا اور اکثر ہوتا ہے تو اس پر ناز کا اعادہ ہے، جو شخص ڈیڑھ انگریزی میل کی مسافت پر شہر سے دور ہو اور اس کو پانی دستیاب نہ ہو تو وہ فقہاء احادیث کے نزدیک یتیم کر سکتا ہے اور اس پر ناز کا اعادہ نہیں ہے۔

امام شافعی، امام احمد، ابن المنذر، داؤد دغاہری اور اکثر علما کا اس پر اتفاق ہے کہ یتیم صرف ایسی پاک مٹی کے ساتھ ہوتا ہے جس کا غبار وضو کے ساتھ لگ جائے، اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ زمین کی تمام اقسام یتیم کرنا جائز ہے، حتیٰ کہ محلے ہوئے پتھر سے بھی یتیم کرنا جائز ہے، اور بعض اصحاب مالک نے یہ کہا ہے کہ جو چیز زمین کے ساتھ متصل ہو، اس کے ساتھ یتیم کرنا بھی جائز ہے اور برف کے متعلق ان کی حدیثیں ہیں، اور افلاکی اور سفیان ثوری نے یہ کہا کہ برف اور سرد چیز جو زمین پر ہو اس کے ساتھ یتیم کرنا جائز ہے۔ فقہاء شافعیہ اور اکثرین کا مذہب یہ ہے کہ یتیم حدیث کو داخل نہیں کرتا بلکہ ناز کو مباح کرتا ہے اس کے ساتھ فرض ناز اور جس قدر چاہیں نوافل پڑھ سکتا ہے، اور ایک یتیم کے ساتھ دو فرض جمع نہ کیے جائیں، اگر یتیم سے فرض پڑھنے کی نیت کی تو اس سے نفل بھی پڑھ سکتا ہے اور اگر یتیم سے نفل کی نیت کی ہو تو اس سے نفل پڑھنا

بائز ہے فرض جائز نہیں ہے، وہ ایک تیمم سے فرض نماز اور نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے اور وہ نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے تیمم نہ کرے، جس شخص نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا اگر اس نے نماز کے دوران پانی دیکھ لیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور وہ نماز پوری کر سکتا ہے۔ ۷۔

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہر اس چیز سے تیمم کرنا جائز ہے جو زمین کی جنس سے ہو، مثلاً مٹی، ریت، چونا، پتھر، زرخیز وغیرہ، پتھر وغیرہ سے تیمم کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ اس پر غبار بھی ہو، تیمم کرنے والا جب طہارت یا نماز کی نیت کرے تو جائز ہے، تیمم کے ساتھ فرائض اور نوازل جس قدر چاہے پڑھ سکتا ہے اور جب تک اس کا قدر قائم رہے وہ ایک تیمم کے ساتھ کئی فرائض پڑھ سکتا ہے اور اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا اور نماز کے دوران اس نے پانی دیکھ لیا تو اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا۔ ۸۔

علامہ بدر الدین عینی نے بیان کیا کہ اس حدیث سے حسب ذیل مسائل

حدیث تیمم سے استنباط شدہ مسائل

مستنبط ہوتے ہیں:

- ۱۔ بعض علماء (علامہ ابن حجر عسقلانی) نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا کہ اس جگہ قیام کرنا جائز ہے، جہاں پانی نہ ہو اور اس راستہ پر سفر کرنا جائز ہے جہاں پانی نہ ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی ہی جگہ سفر اور قیام کیا تھا۔
- ۲۔ کسی شادی شدہ خاتون کی شکایت اس کے والد سے کرنا خواہ اس کا خاوند موجود ہو، صحابہ کرام نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اس لیے شکایت کی تھی کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے، اور صحابہ کرام آپ کو نیند سے بیدار نہیں کرتے تھے۔
- ۳۔ کسی نفل کی نسبت اس کے سبب کی طرف کرنا، کیونکہ پانی نہ ملنے کا سبب حضرت عائشہ کے بار کا گم ہونا تھا۔
- ۴۔ کسی شخص کا اپنی بیٹی کے پاس جانا خواہ اس وقت اس کا خاوند موجود ہو، جب اس کو یہ معلوم ہو کہ اس کا خاوند اس پر راضی ہوگا۔
- ۵۔ کسی شخص کا اپنی بیٹی کو مرنش کرنا خواہ وہ بیٹی شادی شدہ ہو اور صاحب منصب ہو۔
- ۶۔ اگر کسی شخص کو ایسی تکلیف یا آفت پہنچے جو حرکت اور اضطراب کا موجب ہو تو وہ میسر کرے اور اپنے جسم کو ملنے سے باز رکھے جبکہ اس کی حرکت سے کسی سولے والے، بیمار یا نازی یا قاری یا علم میں مشغول شخص کی تشویش اور بے آرامی کا خدشہ ہو۔
- ۷۔ سفر میں تہجد کی خلعت، یہ اس قول پر ہے کہ آپ پر تہجد کی نماز واجب تھی۔
- ۸۔ پانی کو تلاش کرنا صرف اس وقت واجب ہوتا ہے جب نماز کا وقت آجائے، کیونکہ عمر بن حارث کی روایت

۷۔ علامہ یحییٰ بن شریک شافعی متوفی ۴۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۰، مطبوعہ دار المسعودیہ المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۸۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۷۹۳ھ، ملکہ اربعین ص ۳۸-۳۹، مطبوعہ دار الفکر کراچی

میں ہے ناز کا وقت آگیا تب پانی کو تلاش کیا گیا۔

۹۔ آیت وضو کے نازل ہونے سے پہلے وضو واجب تھا، اسی وجہ سے ان کو بہت تشویش اور صدمہ لاحق ہوا کہ وہ ایسی جگہ ٹھہرے ہیں جہاں پانی نہیں ہے، اور حضرت ابو بکر نے حضرت عائشہ پر ناز لنگی کا اظہار کیا، علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ تمام اہل سیرت اس پر متفق ہیں کہ جب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ناز فرمنا ہوئی ہے، آپ نے وضو کے ساتھ ناز پڑھنا ہے (آیت وضو آیت تیمم کے ساتھ نازل ہوئی ہے یہ سورتہ مائدہ کی آیت نمبر ۶ ہے) اگر یہ اعتراض ہو کہ وضو پہلے ہی واجب تھا تو آیت وضو کو نازل کرنے میں کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے تاکہ آیت وضو کی فرضیت قرآن مجید میں تلاوت ہو۔ یہ پہلے وضو کی فرضیت سنت سے ملتی اور اب وضو کی فرضیت قرآن مجید سے ہو گئی، بعض روایت میں ہے کہ حضرت اسلمی (عمری) جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سوار کی لائے تھے ایک دن انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں چاہتی ہوں تو تیمم کی آیت نازل ہو گئی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا دائرہ بھی ہارگم ہونے والے دن پیش آ رہا ہو، کیونکہ مہرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا اور ساری ملا تھا۔

۱۰۔ اس حدیث میں تیمم میں نیست کے وجوب پر دلیل ہے کیونکہ تیمم کا معنی ہے قصد کرو۔

۱۱۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ تندرست، مریض، بے وضو اور جنبی سب کے لیے تیمم مشروع ہے، حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما جنبی کے لیے تیمم جائز نہیں قرار دیتے تھے، لیکن فقہاء میں سے کسی نے ان کے قول پر عمل نہیں کیا، کیونکہ امارت صحیحہ میں جنبی کے لیے تیمم کا جواز ثابت ہے۔

۱۲۔ اس حدیث میں سفر میں تیمم کرنے کے جواز کی دلیل ہے، اس پر سب کا اجماع ہے، اور سفر میں تیمم کرنے میں اختلاف ہے، امام مالک اور ان کے اصحاب کا مسلک یہ ہے کہ سفر اور حضر میں تیمم کرنا مساوی ہے، جب پانی نہ ملے یا مرض، یا خوف شدید یا وقت نکلنے کے خوف سے پانی کو استعمال کرنا مشکل ہو، علامہ ابو یوسف و ابن عبد البر مالکی نے کہا کہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے، امام شافعی نے کہا جو شخص تندرست ہو اور مقیم ہو اس کے لیے تیمم کرنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ اس کو اپنی جان کی ہلاکت کا خوف ہو، علامہ طبرہ نے کہا امام ابو یوسف اور امام زفر کے نزدیک مقیم کے لیے مرض اور خروج وقت کے خوف کی وجہ سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے، امام شافعی، لیث اور طبرہ نے یہ بھی کہا ہے کہ جب خروج وقت کا خوف ہو تو تندرست اگر بیمار دونوں تیمم کر سکتے ہیں، وہ ناز پڑھ لیں اور ان پر اعادہ لازم ہے، اور علامہ ابن ابی رباح نے یہ کہا ہے کہ جب پانی دستیاب ہو تو مریض اور غیر مریض دونوں تیمم نہ کریں۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن عبد البر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ خروج وقت کے خوف سے تیمم جائز ہے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک مقیم کے لیے خروج وقت کے خوف کے سبب سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۳۔ امن کے زمانہ میں الزلاخ کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے اگر ایک شخص کی کئی بیویاں ہوں تو وہ کسی ایک کے ساتھ لے جائے، اور قرعہ اندازی کر کے اس کے جاننا منتخب ہے جس کے نام کا قرعہ نکلے، امام مالک الشافعی

اور امام احمد کے نزدیک قرعہ اندازی کرنا واجب ہے۔

- ۱۳۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مال حلال محترم ہے اس کو ضائع نہ ہونے دیا جائے یہ ہر بارہ درہم کی مالیت کا قتل
- ۱۵۔ مال کی حفاظت کرنے کا جواز خواہ اس کی تلاش میں اتنا وقت لگے کہ نماز کے لیے پانی نہ مل سکے۔
- ۱۶۔ گم شدہ چیز کو تلاش کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔
- ۱۷۔ اگر کسی ایک فرد کا نقصان ہو تو سب لوگوں کو مل کر اس کے تدارک کی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بار کو تمام قافلے مالوں نے مل کر تلاش کیا۔
- ۱۸۔ کسی چیز کو عاریتہ لینے کا جواز اور عاریتہ کی ہوتی چیز کے ساتھ اس کے مالک کی اجازت سے سفر کرنے کا
- ۱۹۔ عورت کا اپنے مازندگ محاطہ ریاضت کے لیے بار اور دیگر زیورات پہننا۔
- ۲۰۔ شوہر کا اپنی بیوی کے لڑکے پر ستر رکھ کر سونے کا جواز۔
- ۲۱۔ کسی مصلحت کی وجہ سے مشقت کو برداشت کرنا، کیونکہ حضرت ابو بکر کے چھکیاں لینے کے باوجود حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے آرامی کے خدشہ سے اپنے آپ کو ہٹنے سے باز رکھا۔
- ۲۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے آیت تیمم کا نازل ہونا، اور حضرت عائشہ کی تنہیلت۔
- ۲۳۔ اگر آیت تیمم نازل نہ ہوتی تو لوگ حضرت عائشہ پر طعن کرتے کہ ان کی وجہ سے انھوں نے بے وضو نماز پڑھی، عائشہ تھانے نے آیت تیمم نازل فرما کر حضرت عائشہ سے اس طعن کو دور کیا اور جو لوگ حضرت عائشہ کی شکایت کر رہے تھے وہی حضرت عائشہ کی برکت کو بیان کرنے لگے۔
- ۲۴۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت عائشہ پر طعن یا ان کی مذمت گوارہ نہیں ہے، جب منافقین نے ان پر تمہت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی دس آیات، میں ان کی برأت بیان فرمائی اور ان کی برکت سے حد فتن کا قانون نازل کیا جس کی وجہ سے قیامت تک تمام غواہین کی غزتیں محفوظ ہو گئیں اور اس موقع پر ان کی برکت سے آیت تیمم نازل فرمانی جس کی وجہ سے قیامت تک کے تمام مسلمانوں کو یہ سہولت حاصل ہوئی کہ اگر وہ بیمار ہوں یا ان کو سفر میں پانی نہ ملے تو وہ تیمم کو لیں۔ ۱۔

حضرت عائشہ کے گم شدہ بار کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی بحث | اس حدیث میں ہے: حضرت عائشہ نے فرمایا: ہم نے اس اونٹ کاٹا یا جس پر میں سوار تھی تو اس کے نیچے ہانسی آیا۔

علامہ یحییٰ بن شریف لودھی لکھتے ہیں:

صحیح بخاری میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا تو اس کو مار مل گیا، ایک روایت میں دو شخصوں کا ذکر ہے، اور یہ ایک ہی واقعہ ہے، علامہ نے کہا ہے کہ جس شخص کو بھیجا وہ حضرت اسید بن حضیر اور ان کے متبعین تھے، وہ گئے تو ان کو کچھ نہیں ملا، پھر واپسی میں حضرت اسید کو اس اونٹ کے نیچے سے وہ مار مل گیا۔ ۲۔

۱۔ علامہ بدر الدین محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۷۰۷، مطبوعہ ادارۃ المطابعۃ النیریہ مصر ۱۳۲۸ھ

۲۔ علامہ یحییٰ بن شریف لودھی متوفی ۹۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ دار المسد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

فَكَرِهْتُ أَنْ أَجَالِسَكَ حَتَّى أَغْتَسِلَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سُبْحَانَ اللَّهِ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجَسُ -

۲۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا: وَكَيْفَ عَنْ مَسْعَرٍ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِي ذَائِلٍ عَنْ عَبْدِ يَمَّةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقِفُ وَهُوَ جُنُبٌ فَيَجَاءُ مَعَهُ مَا غَسَلَ ثَمَّ جَاءَ فَقَالَ كُنْتُ جُنُبًا قَالَ إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجَسُ -

اس حالت میں آپ کے ساتھ بلا غسل رہنا نا پسند سمجھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ مومن نجس نہیں ہوتا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حال میں ملاقات ہوئی کہ وہ جنبی تھے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر غسل کرنے چلے گئے، جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں غسل کر کے حاضر ہوئے تو (بظور عذر) عرض کیا کہ میں جنبی تھا، آپ نے فرمایا سبحان اللہ! مومن نجس نہیں ہوتا۔

حدیث نمبر ۲۹ میں ہے، مومن نجس نہیں ہوتا۔ علامہ یحییٰ بن شریف نووی لکھتے ہیں:

آدمی کے جسم کی طہارت کا بیان

مسلمان خواہ زندہ ہو یا مردہ یہ حدیث اس کی طہارت میں اصل عظیم ہے، زندہ مسلمان کی طہارت پر مسلمانوں کا اجماع ہے حتیٰ کہ ہیٹ کا بچہ جو اس کی مال سے سا قلم ہو جائے اور اس پر فرج کی رطوبت لگی ہوئی ہو وہ بھی طہر ہے یہ زندہ مسلمان کا حکم ہے اور مردہ تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں، صحیح یہ ہے کہ وہ طہر ہے اس لیے اس کو غسل دیا جاتا ہے، امام بخاری نے حضرت ابن عباس سے تعلیقاً روایت کی ہے کہ مسلم نجس نہیں ہوتا، خواہ زندہ ہو یا مردہ، اور کافر کے متعلق فقہاء شافعیہ اور جہولہ مسک یہ ہے کہ وہ مسلمان کے حکم میں ہے یعنی وہ بھی پاک ہے خواہ زندہ ہو یا مردہ، اور قرآن مجید میں جو ہے (انما المشرکون نجس) مشرکین نجس ہیں، اس سے ان کے اعتقاد کی حماست مراد ہے یہ مراد نہیں ہے کہ ان کے اعتقاد بول اور باز کی طرح نجس ہیں، اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ آدمی طہر ہے خواہ مسلم ہو یا کافر تو اس کا پسینہ، لعاب اور آنسو بھی پاک ہیں، لہذا مشرکین کے کپڑوں سے نماز پڑھنا جائز ہے اور کسی مانع چیز کو ان کے ساتھ تناول کرنا جائز ہے، اس کے دلائل سنت اور اجماع سے مشہور ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اہل فضل کا احترام کرنا مستحب ہے، اور اہل نقص کے مصاحب کی تنظیم اور ترقیر کرنی چاہیے۔ فقہاء نے کہا ہے کہ طالب علم کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کے پاس سب سے اچھے لباس اور سب سے بہتر حیثیت میں حاضر ہو، جن بالوں کو کاٹنا چاہیے وہ کٹے ہوئے ہوں، ناخن کٹے ہوئے ہوں اور بدبودار اور نا پسندیدہ لباس سے پاک ہو، کیونکہ اس میں علم اور علماء کا احترام ہے۔ لہ

بَابُ ذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى فِي حَالِ الْجَنَابَةِ
وَعِظِهَا

۴۳۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَدْنِ وَ
إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى كَانَا ابْنَيْ إِخْوَةٍ أَشَدَّ عَنِ ابْنِهِ
عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعْدَةَ عَنِ الْبَيْهَقِيِّ عَنْ عُزْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ
كَانَتْ كَانَتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللَّهَ
عَلَى كُلِّ أَحْيَانٍ

جنابت ہو یا غیر جنابت ہر حال میں اللہ تعالیٰ
کا ذکر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

جہنمی اور مائض کے لیے قرآن مجید کی تلاوت ممنوع ہے

تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر اور دوسرے ازکار کے جواز کے لیے یہ حدیث اصل ہے، فقہاء کا اختلاف
اس میں ہے کہ آیا جہنمی اور مائض کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں، جمہور فقہاء کے نزدیک ہے کہ
قرآن مجید کی تلاوت کرنا حرام ہے، ہمارے نزدیک اس میں ایک آیت یا آیت کے جزیں کوئی فرق نہیں ہے ان
سب کا پڑھنا جہنمی اور مائض پر حرام ہے، اگر جہنمی نے بسم اللہ یا الحمد للہ کہا اور اس سے قرآن مجید کی تلاوت کا قصد
کیا تو یہ حرام ہے اور اگر اس سے ذکر کا قصد کیا یا کسی چیز کا قصد نہیں کیا تو حرام نہیں ہے، اور جہنمی اور مائض کے لیے
دل میں قرآن مجید کی آیات کو پڑھنا، اور صحیفہ کریم کو دیکھنا جائز ہے (البتہ چھوڑنا جائز نہیں ہے) اور ان کے لیے
مستحب ہے کہ غسل کے وقت ذکر کے قصد سے بسم اللہ پڑھ لیں۔ بول بھرا اور جماع کے وقت اللہ تعالیٰ
کا ذکر کرنا مکروہ ہے اس حدیث سے مفہوم یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اور غالب اوقات میں زبان سے
اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے خواہ وضو سے ہوں، بے وضو ہوں یا جہنمی ہوں اور بول بھرا وغیرہ کے حال میں آپ
زبان سے ذکر نہیں کرتے تھے، لیکن آپ کا دل ہر وقت یاد خدا میں مشغول رہتا تھا۔

بَابُ جَوَازِ أَكْلِ الْمُحْدِثِ الطَّعَامِ وَآلِهَةِ لَأَكْرَاهَةٍ

فِي ذَلِكَ وَأَنَّ الْوُضُوءَ لَيْسَ عَلَى الْفَوْرِ
۴۳۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَأَبُو الزَّيْنَبِ
الزُّهْرِيُّ قَالَا يَحْيَى ابْنُ حَسَّادٍ بْنُ الزَّيْنَبِ وَقَالَ أَبُو
الزَّيْنَبِ نَحْنُ أَخْبَرْنَا عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ
الْحُوَيْرِثِ عَنْ ابْنِ سَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بے وضو کے کھانے کا جواز اور علی الفور

وضو کا واجب نہ ہونا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت السخا سے آئے تو
آپ کے سامنے کھانا لایا گیا۔ حاضرین نے آپ کو وضو
یاد کرایا آپ نے فرمایا کیا میں نماز کا ارادہ کر رہا ہوں جو

وضو کروں۔

تَخْرُجُ مِنَ الْخَلَاءِ فَإِيَّيْهِ يَطْعَامُ كَذَلِكَ الْخُوضُ
فَقَالَ أَيْبُودُ أَنْ أَصَلِّيَ فَأَتَوْضَأُ

۴۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلَ سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنْ سَمِعَةَ ابْنِ عَتَّابٍ يَقُولُ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ مِنَ الْغَائِطِ دُفْقٌ يَطْعَامُ فَيَقِيلُ لَهُ أَلَا تَتَوَضَّأُ قَالَ لِمَا صَلَّيْتُ فَأَتَوْضَأُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم میں اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے۔ آپ بیت المقدس سے آئے تو آپ کے سامنے کھانا لایا گیا، اور آپ کو وضو یاد دلایا گیا، آپ نے فرمایا کیوں؟ میں جس وقت نماز پڑھتا ہوں اس وقت وضو کرتا ہوں۔

۴۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا مُعْتَدٍ بِإِسْنَادٍ مَسْنُونٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ مَوْلَى ابْنِ الشَّائِبِ أَنَّ سَمِعَةَ بْنَ عَتَّابٍ يَقُولُ دَخَبْتُ سُورَةَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْغَائِطِ فَلَمَّا جَاءَ قَدِمَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَيَقِيلُ يَارَسُولَ اللَّهِ أَلَا تَتَوَضَّأُ قَالَ لِمَ أَلْتَطَلُّوهُ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس سے فارغ ہوئے تو آپ کے سامنے کھانا لایا گیا، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیا آپ وضو نہیں فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا کس وجہ سے؟ کیا نماز پڑھتی ہے؟

۴۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ سَأَلَ سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ سَمِعَةَ ابْنِ عَتَّابٍ يَقُولُ بِإِسْنَادٍ مَسْنُونٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى حَاجَتَهُ مِنَ الْخَلَاءِ فَخَرَّبَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَخَلَّكَ لَهُ لَمْ يَمْسُ مَاءٌ قَالَ وَكَذَا دَفْعًا وَبَيْنَ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ لَهُ إِنَّكَ لَمْ تَتَوَضَّأُ قَالَ مَا أَرَدْتُ صَلَوَةً فَأَتَوْضَأُ وَرَعَمَ مَعَهُ أَنَّ سَمِعَةَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس سے فارغ ہو کر آئے، اور آپ نے وضو کیے بغیر کھانا کھایا، بعض روایات میں یہ زیادتی بھی ہے کہ آپ سے عرض کیا گیا کہ کیا آپ وضو نہیں کریں گے، فرمایا میرا نماز پڑھنے کا ارادہ نہیں ہے جو وضو کروں۔

ن: علامہ کا اس پر اجماع ہے کہ بغیر وضو کے کھانا پینا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ذکر کرنا، قرآن مجید پڑھنا (چھوڑنا نہیں) اور درود شریف وغیرہ پڑھنا جائز ہے، اور اس میں سے کوئی کام مکروہ نہیں ہے، احادیث صحیحہ اور اجماع امت سے اس پر دلائل موجود ہیں۔

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا أَرَادَ دُخُولَ الْخَلَاءِ

بیت المقدس جانے کے وقت کی دعا۔

۴۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا حَتَّادُ بْنُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

زَيْدٌ وَقَالَ يَحْيَىٰ أَيْضًا أَنَا هَشِيئٌ كَلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ
الْعَزِيزِ بْنِ مَهْدِيٍّ عَنْ أَنَسٍ فِي حَدِيثٍ حَسَنٍ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا دَخَلَ
الْكَنِيْفَ قَالَ الْحَمْدُ لِي أَغْوَدِيكَ مِنَ الْحَيْثُ
وَالْحَبَاثُثِ .

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اکلام میں داخل ہوتے
تو یہ دعا پڑھتے اللہم انی اعوذ بک من الخبیث والخبائث
اسے اللہ میں ناپاک اور ناپاک چیزوں سے تیری پناہ
میں آتا ہوں۔

۳۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ
بْنُ حَرْبٍ قَالَا قَالَ إِسْمَاعِيلُ وَهَذَا بِنْتُ عَن
عَبْدِ الْعَزِيزِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ أَغْوَدِيكَ مِنَ
الْحَبَاثُثِ وَالْخَبَاثُثِ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اکلام ہاتھ سے نکالتے
کہتے: اعوذ باللہ من الخبیث والخبائث .

ن: اس حدیث میں خبیث اور خبائث سے پناہ مانگنے کی دعا ہے، اس سے مراد شر ہے، ایک قول یہ ہے اس
سے کفر مراد ہے، ایک قول یہ ہے کہ خبیث سے مراد شیاطین ہیں اور خبائث سے مراد معاصی ہیں، ابن الاعرابی
نے کہا کلام عرب میں خبیث مکروہ کہتے ہیں، خبیث کلام سے مراد گالی گلوچ ہے، خبیث ملت سے مراد کفر ہے
خبیث طعام سے مراد حرام ہے، خبیث مشروب سے مراد مضر ہے، قضاہ حاجت سے پہلے یہ دعا بیت اکلام
کے ساتھ نام نہیں ہے، اگر کسی جنگل یا میدان میں قضاہ حاجت کرے تو اس سے پہلے بھی یہ دعا مانگے۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ نَوْمَ الْجَالِسِ لَا
يَنْقُصُ الْوُضُوءَ

۳۷۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَنَا إِسْمَاعِيلُ
بْنُ عُلَيْيَةَ عَنْ وَحْدَةَ بْنِ شَيْبَانَ عَنْ وَدَّحِ بْنِ
عَبْدِ الْوَارِثِ كَلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ
إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ نَحِيحًا لِرَجُلٍ وَفِي حَدِيثٍ عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ وَ
قَبِيٍّ أَنَّ اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنَاجِي الرَّجُلَ فَمَا
أَقَامَ إِلَى الصَّلَاةِ حَتَّى تَامَ الْقَوْمُ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز
کی اقامت کہی گئی، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک
شخص سے سرگوشیوں میں مصروف رہے حتیٰ کہ لوگوں
کو نیند آگئی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف
لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔

۳۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ
قَالَ تَابِي قَالَ تَابِعَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ سَهْبٍ
مَوْلَى أَنَسٍ بِنِ مَالِكٍ قَالَ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَالنَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنَاجِي رَجُلًا فَلَمَّا بَوَّلَ يَنَاجِيهِ

حَتَّى تَأْمَأَمَّ الْحَايَةُ ثُمَّ جَاءَ فَصَلَّى بِهِمْ۔

۳۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ

كَانَ الْكَلْبُ وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ قَالَ تَأْتِيهِ عَنْ كَتَاةٍ

كَانَ تَمِيعُ أَكْسَا يَقُولُ كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَوَّنُونَ ثُمَّ يُصَلُّونَ وَكَأَنَّهُ

يَتَوَضَّأُونَ قَالَ قُلْتُ سَمِعْتُهُ مِنْ أَكْسَى قَالَ أَيْ وَاللَّهِ

۴۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ بْنُ عَمْرِو الدَّارِمِيُّ

كَانَ تَلَحُّبًا كَانَ فَاحَةً عَنْ كَأَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ أَكْثَرُ

قَالَ إِذَا أُقِيمَتْ صَلَاةُ الْحَقَّارِ فَكَانَ دُجُلًا لِي

حَاجَةً فَكَأَمَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَوَّنُونَ

حَتَّى تَأْمَأَمَّ الْقَوْمُ أَوْ بَعْضُ الْقَوْمِ ثُمَّ صَلُّوا۔

سو گئے پھر آپ تشریف لائے اور انہیں نماز پڑھائی

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سو جاتے پھر نماز پڑھتے

اور وضو نہیں کرتے تھے شعلہ کہتے ہیں میں نے تبادلتے کہا تم نے اس

حدیث کو خود حضرت انس سے سنا ہے! انہوں نے کہا ہاں! خدا کی قسم!

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عشاء

کی نماز کی اقامت کہہ دی گئی تھی کہ ایک شخص نے حضور

سے عرض کیا کہ مجھے آپ سے ایک کام ہے، آپ اس

سے سرگوشیوں میں بات کرتے رہے حتیٰ کہ کچھ لوگ

سو گئے، پھر انہوں نے نماز پڑھی۔

میند سے وضو کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اگر ایک جماعت کی موجودگی میں ایک شخص کسی دوسرے

شخص سے سرگوشی کرے تو وہ جائز ہے اور ایک آدمی کی موجودگی میں دوسروں کی ایک دوسرے سے سرگوشی

منع ہے۔ نماز کی اقامت کے بعد کسی اہم معاملہ میں گفتگو کرنا جائز ہے اور کسی غیر اہم معاملہ میں اقامت کے بعد

گفتگو کرنا منع ہے اور جب کئی امور مجتمع ہوں تو ان میں سے اہم امر کو مقدم کیا جاتے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

نادک اقامت کے بعد اس شخص سے دین کے کسی ایسے اہم معاملہ میں سرگوشی کی جو جماعت شروع کرانے پر مقدم

تھی، اور اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جو شخص بیٹھا ہوا ہو اس کا وضو نہیں ٹوٹتا، اور اس باب میں بھی مسئلہ مقصور ہے

اس مسئلہ میں فقہاء کے حسب ذیل مذاہب ہیں:

۱۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، سعید بن ابی مسیب اور شیعہ کا مذہب یہ ہے کہ کسی حال میں بھی میند وضو

کو نہیں توڑتی۔

۲۔ حسن بصری، مزنی، ابو عبید قاسم بن سلام، اسحاق بن راہویہ اور امام شافعی کا ایک غیر معروف قول یہ ہے کہ

میند ہر حالت میں وضو توڑ دیتی ہے۔

۳۔ زہری، ربیعہ، اوزاعی، امام مالک اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ گہری میند ہر حالت میں وضو توڑ دیتی

ہے اور ہلکی میند کسی حالت میں وضو نہیں توڑتی۔

۴۔ امام ابو حنیفہ، داؤد ظاہری اور امام شافعی کا ایک غیر معروف قول یہ ہے کہ جب انسان کو نماز کی ہنیت مثلاً قائم

رکوع، سجود اور کدہ میں میند آئے تو اس سے اس کا وضو نہیں ٹوٹتا خواہ وہ نماز میں ہو یا نماز میں نہ ہو، اور اگر

انسان چٹ لیٹا ہو یا کدوٹ کے بل لیٹا ہو تو اس حالت میں میند سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

۵۔ امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ صرف رکوع اور سجود کی حالت میں میند سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

۶۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ صرف مسجد کی حالت میں وضو ٹوٹ جائے گا۔
 ۷۔ امام شافعی کا ایک ضعیف قول یہ ہے کہ نماز کی کسی حالت میں وضو نہیں ٹوٹے گا اور خارج اذان و میند سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

۸۔ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب انسان اپنی مقصد کو زمین پر جا کر بیٹھا ہو تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا ورنہ اس کا وضو ٹوٹ جائے گا خواہ اس کی نیند گہری ہو یا ہلکی اور خواہ وہ نماز میں ہو یا نماز سے خارج ہو۔ امام شافعی کے نزدیک میند فی نفسہ حدیث نہیں ہے البتہ وہ خروج ریح کی علامت ہے، اس لیے جب وہ مقصد کو جھانے بغیر بیٹھے گا تو خروج ریح کا ظن غالب نہیں ہوگا، اور اصل میں طہارت باقی ہے، اس لیے اس حالت میں وضو نہیں ٹوٹے گا۔

اس پر اتفاق ہے کہ جب جنون سے عقل ضائع ہو، بے ہوشی ہو، شراب، بھنگ، میند یا کسی دوا کا نشہ ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا، خواہ کم ہو یا زیادہ اور خواہ مقصد زمین پر بھی ہو یا نہیں، اور یہ صرف بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح سے ہے کہ آپ کا میند سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ لہ

آج بروز منگل ۱۰ جمادی الثانیہ ۱۴۱۴ھ / ۲۴ ستمبر ۱۹۹۳ء کو کتاب الطہارۃ ختم ہو گئی، واللہ العالیین! اس جلد کا بقیہ جلد بھی مکمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ وأخبر دعواناً ان الحمد لله رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل المرسلین قائد الغر المحجلین وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہ المؤمنین و آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وسائر اولیاء امتہ وعلماؤ ملتہ اجمعین۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب الصلوٰۃ

نماز اسلام کی تمام عبادات کی جامع اور خلاصہ ہے، نمازی جب تشہد میں بیٹھا ہے تو اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی دیتا ہے، اپنی زبان، بدن اور مال کے اللہ تعالیٰ کے احکام سے وابستہ ہونے کا اظہار کرتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کرتا ہے، درود پڑھتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتا ہے، پھر اسلام علینا دلی عباد اللہ الصالحین کہہ کر تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لیے پہلے اللہ بامعہ کہہ کر پڑھتا ہے پھر ترائی اور ناجزی کے آخری مرتبہ میں سجدہ میں جاگتا ہے، رکوع اور سجود میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے، قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے، اپنے گناہوں پر ندامت کا اظہار کر کے اپنے اور عام مسلمانوں کے لیے دعا مانگتا ہے یعنی دیر نماز میں مشغول رہتا ہے اللہ تعالیٰ کے منع کردہ تمام کاموں سے باز رہتا ہے، مسجد میں نماز کے دوران احتکات کی مساوت حاصل کرتا ہے کبھی کی طرف منہ کر کے حج کے استحقاق کو زندہ کرتا ہے، کھانے پینے سے رکے رہ کر روزہ کی چاشنی حاصل کرتا ہے، شیطان کے وسوسہ کے خلاف نماز پڑھ کر شیطان سے جہاد کرتا ہے، بدن اور لباس کی پاکیزگی کے لیے پیسے خرچ کر کے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے، نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص اور اس کے خوف کا اظہار کرتا ہے، کیونکہ اگر وہ بے وضو یا ناپاک کپڑوں سے نماز پڑھے تو خدا کے سوا کون جان سکتا ہے! اس کا پاک بدن پاکیزہ لباس اور با وضو نماز پڑھنا اس کی نیت کے اخلاص اور خدا غوثی کی دلیل ہے۔ گرمیوں کی گرم دھوپ میں ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے جانا اور سردیوں کی یخ بستہ راتوں میں ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے صبح اور عشاء کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جانے سے نمازی اپنے بدن سے مجاہدہ کرتا ہے، کاروبار اور دوست احباب کی محفل چھوڑ کر نماز پڑھ کر اپنے نفس سے جہاد کرتا ہے۔ غرض یہ کہ نماز میں توحید و رسالت کی گواہی ہے، راہ خدا میں مال خرچ کرنا ہے، حج کا قصد ہے، روزہ کی لذت ہے، قرآن کریم کی تلاوت ہے، اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح ہے۔ اس کی عبادت و تعظیم ہے اللہ کے رسول کی غلامانہ تحکیم ہے، مسلمانوں کی خیر خواہی ہے۔ اپنے اور دوسرے مسلمانوں کے لیے دُعا ہے۔ اخلاص نیت ہے، خوف خدا ہے، تمام بُرے کاموں سے بچنا ہے، شیطان سے نفس کی خواہشوں سے، اور اپنے بدن سے جہاد ہے۔ اعتکاف ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار ہے، اپنے گناہوں کا اعتراف ہے، اللہ تلے کی بارگاہ میں حاضر ہے، مؤمن کی صراحت ہے، مراقبہ ہے، مجاہدہ ہے، مشاہدہ ہے، سب کچھ ہے۔

قرآن کریم میں نوٹ منٹے مرحلے سے زیادہ ناز کا ذکر کیا گیا ہے۔ ناز اسلامی عبادات کا سب سے پیلا رکن ہے، تمام عبادات میں صرف ناز ہی کی یہ خصوصیت ہے جو امیر و غریب، بوڑھے اور جوان، مرد اور عورت، صحت مند اور بیمار ہر ایک پر یکساں فرض ہے، یہی وہ عبادت ہے جو کسی حال میں ساقط نہیں ہوتی، اگر کھڑے ہو کر ناز نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھو، اگر بیٹھ بھی نہیں سکتے تو لیٹ کر پڑھو، اگر بول نہیں سکتے تو اشاروں سے پڑھو، (دارقطنی) اگر غصہ نہیں سکتے تو چلتے ہوئے پڑھو (ابوداؤد) حالت جنگ یا سفر میں اگر سواری سے اتر نہیں سکتے تو سواری پر پڑھو، بہر حال ناز کسی حال میں مسلمان سے ساقط نہیں ہوتی۔ (ابوداؤد، ترمذی)

ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سب سے پہلے جس حکم کے ساتھ مکلف کیا ہے وہ ناز ادا کرنا ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد کسی شخص پر ایک دن بھی نہیں گزرتا، مگر اسی ناز کے ذریعہ اس شخص کا کھرا یا کھوٹا ہونا پرکھا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس دین میں خدا کے سامنے جھکنا ہو اس میں کوئی جھلائی نہیں، نیز آپ نے فرمایا: ناز دل کی روشنی ہے، ناز میری آنکھوں کی ٹنڈک ہے، آپ نے فرمایا: کفر اور ایمان کے درمیان صرف ناز سے امتیاز ہوتا ہے، ”مرحمت الموت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بار بار غشی طاری ہوتی تھی، جب ہوش آتا سب سے پہلے ناز کے بارے میں پوچھتے تھے کہ حیات ظاہری کے آخری لمحہ میں آپ کا زبان پر جو لفظ بار بار آتا تھا وہ ناز“ الصلوٰۃ۔“ تھا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ انسانوں سے پوچھا ہے کہ جب تم پر مصیبتیں آتی ہیں، جب سمندر میں طوفان اٹھتا ہے اور جب تمہارا جہاز بحیرہ میں پھنستا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جس کو تم پکارتے ہو، تمہاری کھیتوں میں سبزہ کون لگاتا ہے، تمہارے پینے کے لیے آسمان سے बादلوں کے ذریعہ اور زمین میں کنوؤں اور چشموں کے سبب پانی کا کس نے انتظام کیا ہے، تمہارے سانس لینے کے لیے فضاؤں میں غواؤں کے سہارے کس نے رواں دریاں کیے ہیں، اور اگر اللہ تعالیٰ تم سے یہ تمام نعمتیں چھین لے تو کائنات میں کس کی شکایت ہے جو ان نعمتوں کو روٹا سکے، پھر ان تمام نعمتوں کا لشکر ادا کر کے یہ ناز پڑھنا اس کا کتنا عظیم احسان ہے۔

جب مصیبتوں کی سختی اور تکالیف کی شدت حد سے بڑھ جاتی ہے، جب انسان کو روح مضطرب، دل بے چین اور ذہن ماؤں ہو جاتا ہے تو اسے اپنے درد کا درد ماں اور دکھ کا علاج صرف ناز ہی میں ملتا ہے۔ جب تک کسی مسلمان میں رفق حیات باقی ہے جب تک اس کے ہوش و حواس سلامت ہوں، ناز اس سے ساقط نہیں ہوتی، قرآن اور حدیث میں ناز کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، ناز کی ادائیگی میں سستی کو نفاق کی علامت اور عذاب کا استحقاق بتایا گیا ہے۔ ناز کے ترک کو کفر کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ناز دین کا ستون ہے، یہ وہ فرض ہے جو اسلام کے ساتھ ساتھ نازل ہوا اور اس کی تکمیل شب معراج کو کی گئی۔

قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق دنیا میں کوئی رسول یا نبی ایسا نہیں آیا جس نے اپنا امت کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے خود ناز پڑھائی ہو یا ناز کا حکم دیا ہو، حضرت ابراہیم فرماتے ہیں:

رب اجعلنی مقيم الصلوة ومن ذریعتی . اے میرے رب مجھ کو اور میری اولاد کو نماز پڑھنے

والا بنا :

(ابوہیرہ، ۴۰)

حضرت اسماعیل کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہے :
وكان يامر اهلہ بالصلوٰۃ . (مربیہ، ۵۵)

حضرت لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہیں :-

يا بني اقم الصلوٰۃ . (لقمان، ۱۷)

حضرت موسیٰ سے ارشاد ہوا :

اقم الصلوٰۃ لذکرى . (طہ، ۱۴)

بنی اسرائیل کو حکم ہوا :

واقموا الصلوٰۃ . (بقرہ، ۲۳۸)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں :

واوصانی بالصلوٰۃ . (مربیہ، ۳۸)

اللہ تعالیٰ نے مجھے نماز کا حکم دیا ہے ۔
اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں ، اور یہ صرف اس امت کی خصوصیت ہے ۔ اس سے پہلے کسی امت پر پانچ نمازیں فرض نہیں ہوئیں ، حتیٰ کہ بنی اسرائیل پر بھی صرف دو نمازیں فرض ہوئی تھیں ۔
امام نسائی نے حدیث معراج کو اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اس کے آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے نماز کی تکلیف کے ذکر میں ہے :

”مذکور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر میں پانچ

نمازیں لے کر لوٹا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا

اے رب سے مزید تکلیف کا سوال کیجئے ، کیونکہ

بنی اسرائیل پر صرف دو نمازیں فرض کی گئی تھیں ، لیکن وہ

ان کو بھی نہ پڑھ سکے ۔“

ثم رددت الی خمس صلوات قال فارجع

الی ربك فاستسئلہ التخصیف فانتہ فوضع

علی بنی اسرائیل صلواتین فمما قاموا

بہما .

اس کے علاوہ نماز کے سلسلہ میں امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ان پانچ نمازوں سے عشاء کی نماز اس سے پہلے کسی امت پر فرض نہیں کی گئی ۔

امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں :

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، اس

نماز (عشاء) کو تاخیر سے پڑھا کرو کیونکہ تم کو اس نماز

فقال اعتموا بهذه الصلوٰۃ فانکم قد فضلتم

بہا علی سائر الامم ولہ تصلوها امتا

مس۔ قاضی بیضاوی نے لکھا ہے کہ نبی اسرائیل پر پچاس نمازیں فرض ہوئی تھیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے ۔

لہ۔ امام ابو عبد الرحمن نسائی سنی ۳۰۳ ج ۱ ، سنن نسائی ج ۱ ص ۵۲ ، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور

فیہکھ۔ لے

کہ وجہ سے کچھل تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے
اور تم سے پہلے کسی امت نے یہ نماز نہیں پڑھی۔

اس سلسلہ میں ایک تیسری خصوصیت یہ ہے کہ ان پانچ نمازوں میں سے ہر ایک نماز کسی دکنی اور العزم
جی نے پڑھی ہے گویا انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی پڑھی ہوئی تمام نانہیں اس امت پر فرض کر دی گئیں
اور یہ ہمارے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔

علامہ حنبلی امام رافعی کی شرح مسند شافعی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے صبح کی نماز پڑھی، حضرت داؤد علیہ السلام نے ظہر کی نماز
پڑھی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے عصر کی نماز پڑھی، حضرت یحییٰ علیہ السلام نے مغرب کی نماز پڑھی اور حضرت
یونس علیہ السلام نے عشاء کی نماز پڑھی۔

عشاء کی نماز اس امت سے پہلے حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی ہے لیکن ان کی یا کسی نبی کی امت نے
یہ نماز نہیں پڑھی، عشاء کی نماز اس سے پہلے صرف مجاہد نے پڑھی تھی، امتوں میں سے صرف حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کی امت کو اس نماز کے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز پہلی وحی کے ساتھ فرض ہو گئی تھی، جبرائیل علیہ السلام نے وضو کیا پھر
اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، پھر آپ نے جبرائیل کے ساتھ نماز پڑھی (السیرۃ النبویہ ابن ہشام مترجم
۲۱۳ حدیث علی بن ابی نعیم، الروضۃ (ج ۱ ص ۱۶۲ ایضاً انسان العیون ج ۱ ص ۴۲۶)

ورہ منزل (جو کہ میں نازل ہونے والی ابتدائی سورتوں میں سے ہے) سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پر رات کی نماز فرض تھی، جس کو آپ اور صحابہ کرام باجماعت ادا کرتے تھے (چونکہ ہجرت سے
پہلے دو دور رکعات کی نمازیں فرض تھیں، اس لیے اغلب یہ ہے کہ یہ نماز بھی دو رکعات کی ہوتی تھی)۔
رات کی نماز کے علاوہ حضور اور صحابہ کرام پاششت اور عصر کے وقت بھی نماز پڑھتے تھے۔
حافظ ابن حجر نے ابن سعد کی سند کے ساتھ عزیزہ بنت جبراء سے یہ روایت ذکر کی ہے۔

پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے
پاششت اور عصر کے وقت نماز پڑھتے تھے اور کچھ
پہر نماز پڑھنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور
صحابہ گھائیوں میں منتشر ہو کر علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے تھے۔

وكان المسلمون قبل ان تفرض الصلوات
الخميس يصلون الضحى والعصر وكان النبي صلى
عليه وسلم واصحابه اذا صلوا اخوانا متفرقا في
الشعاب فصلوها فواذی۔

عبد الملک بن ہشام فرماتے ہیں:

۱۔ امام ابو داؤد سجستانی متوفی ۲۵۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۶۱، مطبوعہ مطبعہ مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

۲۔ علامہ علی بن بریل الدین حنبلی مترجم ۱۰۴۴ھ، انسان العیون ج ۲ ص ۱۴۹، مطبوعہ مصر

۳۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الامام ج ۲ ص ۴۶۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ گھٹیوں میں کفار سے چپے چپے نماز پڑھتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ سعد بن ابی وقاص بھی تھے اور مکہ کی کسی گھٹائی میں نماز پڑھ رہے تھے، اچانک کفار کا ایک گروہ آگیا انہوں نے نماز کی مذمت شروع کی، اور مسلمانوں سے لڑنا شروع کر دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے اونٹ کی ایک بڑی بڑی کافر کو مار دی اور اس کا سر بچاڑ دیا، اسلام کی راہ کافر کا بہا یا جانے والا یہ پہلا خون تھا۔ ۱۷

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور ابوہریرہ اور اس کے ساتھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے کسی ایک نے کہا کہ کوئی شخص ایسی جگہ پر نہ جائے کہ فلاں کے گھر جو آج اونٹنی ذبح ہوئی ہے اس کی اوچھری لاکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر اس وقت رکھ دے جب وہ سجدے میں ہوں، یہ سن کر سب سے بد بخت انسان (عقبة بن ابی معیط) اٹھا اور اس نے وہ اوچھری لاکر بھی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر سجدہ کی حالت میں رکھ دی۔ بالآخر اس کو سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی پشت سے اٹھا کر پھینک دیا۔
لفظاً: ۱۸

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کے نماز پڑھنے کی وجہ سے کفار پریشان ہوتے تھے کہ ان سے قرآن سن کر لوگ کہیں اسلام قبول نہ کر لیں، انہوں نے آپ کو تنگ کیا یہاں تک کہ حضرت ابوبکر حبشہ کی طرف ہجرت کے لیے تیار ہو گئے، ابن دغنی نے آپ کو روک لیا اور کفار سے یہ کہا کہ اب تمہیں ان سے شکایت نہ ہوگی، حضرت ابوبکر نے اپنے گھر کے صحن میں نماز پڑھنے کی جگہ بنالی، اور بلند آواز سے نماز میں قرآن کریم پڑھنے لگے، جس کو سننے کے لیے کفار کی عورتیں اور بچے جمع ہو جاتے تھے۔ ۱۹

حافظ ابن کثیر نے ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ تمام واقعات بعثت کے پانچ سال بعد شہاب ابی طالب میں محصور ہونے اور اس حصار کے توڑنے کے بعد واقع ہوئے۔ ۲۰
اس تمام تفصیل سے یہ بتلانا مقصود تھا کہ پانچ ماہوں کی فریقیت شہب مہراج سے ہوئی ہے اس سے پہلے رات کی ایک نماز مسلمانوں پر فرض تھی، اور ان کے مختلف اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نمازیں پہلے کفار سے چھپ کر اور بعد میں علانیاً پڑھا کرتے تھے۔
تاریک صلوٰۃ کے بارے میں فقہاء کے حسب ذیل ساکک ہیں:

۱۷۔ محمد بن عبد اللہ بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ علی ما مشی الروض الالنف ج ۱ ص ۱۰۸، مطبوعہ لبنان

۱۸۔ علامہ علاء الدین بن ترکانی، البحر المحیط علی ما مشی فیہ ج ۱ ص ۱۲۱، مطبوعہ نشر السنۃ لبنان

۱۹۔ امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۷، مطبوعہ اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۰۔ حافظ ابن کثیر متوفی ۷۴۳ھ، البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۹۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک جس شخص نے وقت گزر جانے کے بعد بھی فرض نماز نہیں پڑھی، اس کو حد اقل سے قتل کر دیا جائے گا، تاہم وہ شخص ان کے نزدیک مرتد نہیں ہوا۔
امام احمد بن حنبل کے نزدیک ایسا شخص مرتد ہو گیا اور اس کو قتل کر دیا جائے گا۔
امام ابو حنیفہ کے نزدیک جو شخص نماز پڑھے اس کو قید کر دیا جائے گا اور اس کو تہرا سزا دی جائے، یہاں تک کہ وہ تائب ہو کر نماز ہی بن جائے۔

غیر مقلدین کا مسلک بھی ائمہ ثلاثہ کی طرح یہ ہے کہ تارک الصلوٰۃ کو قتل کر دیا جائے گا۔ ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین نے قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

فَاتَّبِعُوا دَا قَاتُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ (توبہ: ۵)

لیکن یہ آیت احناف پر حجت نہیں ہے کیونکہ اس میں مفہوم مخالف سے استدلال کیا گیا ہے، یعنی اگر وہ نماز نہ پڑھیں تو ان کا راستہ نہ چھوڑو اور مفہوم مخالف سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ کتب اصول میں مقرر ہے۔ ثانیاً اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ نماز نہ پڑھنے والوں کا راستہ نہ چھوڑو تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ان کو قتل کر دو، اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو قید کر لو اور ان کو اس وقت تک سزا دو جب تک وہ تائب ہو کر نماز ہی نہ بن جائیں اور یہ مطلب دیگر دلائل سے مویہ بھی ہے۔

دوسری دلیل ان کی یہ حدیث ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال (جہاد) کروں، یہاں تک کہ وہ توحید اور رسالت کی گواہی دیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں۔ (الحديث) ائمہ

اس حدیث میں بھی اولاً تو مفہوم مخالف سے استدلال ہے اور وہ احکام میں معتبر نہیں ہے، ثانیاً مفہوم مخالف کی صورت میں بھی نماز نہ پڑھنے والے سے قتال اور جہاد کا حکم ثابت ہوتا ہے نہ کہ اس کو قتل کرنے کا اور قتال اور جہاد اسی صورت میں ہو گا جب کہ نماز نہ پڑھنے والا نماز نہ پڑھنے سے انکار اور نہ پڑھنے پر اصرار کرے، اور ایسی صورت میں احناف کے نزدیک بھی اس سے جہاد واجب ہے۔ یکش اس میں ہے کہ جو شخص کستی یا غفلت سے نماز نہیں پڑھتا، لیکن اس کے باوجود نماز پڑھنے سے انکار بھی نہیں کرتا اس کا کیا حکم ہے، ایسے شخص کو قتل کرنا کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے، اس کو راہ راست پر لانے کا ہی طریقہ صحیح ہے جو امام اعظم نے تجویز کیا ہے۔

علاوہ ازیں ان حضرات کے نزدیک بھی زکوٰۃ نہ دینے والے کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس سے جبراً زکوٰۃ

۱۔ محمد بن علی بن محمد شرمکانی متوفی ۱۲۵ھ، نیل الاوطار ج ۱ ص ۳۲۱، مطبوعہ مصر

۲۔ امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۸، مطبوعہ المطابع کراچی

رسول کی جائے گی (غیر اس کے لیے قتل کرنا پڑے) اور حدیث شریف میں نماز اور زکوٰۃ دونوں کا ایک حکم بیان کیا گیا ہے۔ اس سے لازم آیا کہ نماز نہ پڑھنے والے کو بھی قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس سے جبراً نماز پڑھوائی جائے گی خواہ اس کے لیے قتل کرنا پڑے۔
جو شخص سستی اور غفلت سے نماز ترک کرتا ہے اس کو قتل نہ کرنے پر امام اعظم کی دلیل یہ حدیث ہے جسے شیخ ولی الدین تبریزی بخاری اور مسلم کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يحل دم امرئ مسلم يشهد ان لا اله الا الله وافي رسول الله الا باحدى ثلاث النفس بالنفس والثيب الزاني والمارق لدينه التارك للجماعة۔
« رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی توحید اور میری رسالت کی گواہی دیتا ہو، اس کو صرف تین وجہ سے قتل کرنا جائز ہے وہ کسی شخص کو قتل کر کے، شادی شدہ زانی ہو یا اپنا دین چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت سے نکل جائے۔» (متفق علیہ)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور فرمادیا ہے کہ ان تین وجہوں کے سوا اور کسی وجہ سے مسلمان شخص کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، اور تارک الصلوٰۃ بہر حال مسلمان ہے اس لیے اس کو قتل کرنا ناجائز ہوگا۔ نیز جو شخص سستی یا غفلت سے نماز چھوڑ دیتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر قضاء واجب کی ہے اگر اس کو قتل کرنا مطلوب ہو تا تو اس پر قضاء لازم کرنے کا کوئی معنی نہ ہوتا۔
امام نسائی اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو نماز کے وقت سو جاتا ہے یا غفلت سے نہیں پڑھتا، آپ نے فرمایا اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب اس کو ناریاد آئے اس کو ادا کرے۔

اس تحقیق اور تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ تارک نماز کے بارے میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک قرآن اور حدیث کے مطابق ہے اور ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین نے تارک نماز کے بارے میں جو تشدید کی ہے اور اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے، کتاب و سنت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

X

۱۔ شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۲۲ھ، مشکوٰۃ ص ۲۹۹، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی
۲۔ حافظ ابو عبد الرحمن نسائی متوفی ۴۰۲ھ، نسائی ج ۱، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اذان کے مباحث

اذان کی ابتداء کا بیان اذان کے اذان کے بعد اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تمجید، کلمہ شہادت اور شائر اسلام کا اظہار ہوتا ہے۔ اذان دین اسلام کا علامہ ہے، اس میں مؤذن اللہ اکبر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی اُتوبیت اور استحقاق عبادت کا اعتراف کرتا ہے۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی توحید کی شہادت دیتا ہے، اشہد ان محمد رسول اللہ کہہ کر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دیتا ہے۔ حی علی الصلوٰۃ کہہ کر احکام کے مکلف ہونے کا اعتراف کرتا ہے۔ حی علی الفلاح کہہ کر آخرت پر ایمان کا اظہار کرتا ہے۔ اذان کے ذریعہ مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی دعوت دی جاتی ہے، پھر اس دعوت کے بعد جو مسلمان اپنے گھروں، کارخانوں اور دکانوں سے اٹھ کر نماز کے لیے چل دیتے ہیں وہ اپنے اس عمل سے ظاہر کر دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزار بندے ہیں، اور جو اذان سن کر نماز پڑھنے نہیں جاتے وہ اپنی بے عملی سے ظاہر کر دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل اور بے پرواہ ہیں، اس طرح اذان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزار اور غیر اطاعت گزار بندوں کے درمیان فرق ہو جاتا ہے۔ اگر اذان کے سبب نماز کا ایک وقت معین نہ ہوتا، اور ہر شخص کو آزادی ہوتی کہ جس وقت چاہے نماز پڑھے اور جس وقت چاہے نماز نہ پڑھے تو مسلم معاشرہ میں اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور غیر فرمانبردار افراد کے درمیان فرق نہ ہو سکتا اور معاشرہ کے نا اہل افراد کی اصلاح کا کوئی ذریعہ نہیں رہتا۔ روزمرہ کی پانچ نمازوں اور جمعہ کے لیے اذان دینا سنت ہو گدہ ہے، اور اگر کسی شہر کے عام لوگ اذان دینا ترک کر دیں تو امام محمد کے نزدیک ان سے قتال کرنا اور امام ابو یوسف کے نزدیک ان کو سزا دینا واجب ہے۔ اذان کے کلمات کو خاموشی ہو کر سنتا اور ان کے جواب میں سنون کلمات کہنا مستحب ہے، اور اذان سن کر مسجد میں جماعت سے غار پڑھنے کے لیے جانا واجب ہے۔

ایک مسلمان گفتگو میں، خرید و فروخت میں، دفتر، کارخانے یا گھر کے کاموں میں مشغول اور منہمک ہو اور جیسے ہی اذان کی آواز آئے اور وہ سب کچھ چھوڑ کر خاموشی سے آواز سننے لگے تو اس کا یہ عمل ظاہر کرے گا کہ واقعی وہ اللہ تعالیٰ

کا جہد ہے اور ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کے نام کی تسلیم کو ترجیح دیتا ہے، جو لوگ قومی ترانے کو تعظیم سے خوشے پر زور دیتے ہیں انہیں پانچ نازوں کی افواہوں کی تعظیم اور غور سے کیوں نہیں سنتے؟ اللہ تعالیٰ سے رحمت اور مغفرت کے حصول کا ذریعہ ناز ہے اور اس کا پیشکش خیمہ اور مقدمہ اذان ہے، اسی وجہ سے بعض علماء نے قہر میں بھی کہ ہے کہ مصائب کو دور کرنے کے لیے اذان دینا چاہیے۔

قبر پر اذان دینے کی تحقیق علامہ شامی فرماتے ہیں کہ علامہ خیر الدین رملی نے البحر الرائق کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ بعض کتب شافعیہ میں مرقوم ہے کہ نو مولود، غمزہ، مرگ میں مبتلا، علقہ سے مدد بخش اور بدخلق شخص کے کان میں اذان دینا، جہاد میں نھسان کی جنگ کے وقت اور آگ لگنے کے وقت اذان دینا سنت ہے، اسی طرح میت کو قبر میں اتار تے وقت بھی اذان دینے کو مسنون لکھا ہے تاکہ میت کی انتہاء ابتداء کے اور موت پیدا نش کے موافق ہو جائے، یعنی جس طرح دنیا میں آتے وقت اذان سنی تھی اسی طرح دنیا سے جاتے وقت بھی اذان سن کر مہمے، علامہ ابن حجر مکی نے میت کو قبر میں اتارنے کے وقت اذان دینے کے مسنون ہونے کو مسترد کر دیا ہے، لیکن علامہ خیر الدین رملی حنفی فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس کے مسنون ہونے میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔ ۱

علامہ ازیں ابن حجر کو زیادہ سے زیادہ اس موقع پر اذان کے مسنون ہونے میں تردد ہے، لیکن دین کے وقت اذان کے منتخب ہونے میں کسی شخص کو شبہ نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اذان اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے حصول کا ذریعہ ہے اور جب غمزہ، بیمار، آگ میں جلتے واسے یا جس شخص کو جن تنگ کر رہا ہو ان سب کے لیے اذان دینا منتخب ہے، تو جو شخص اپنے سفر کی آخری منزل میں جا رہا ہو اس کے لیے اذان دینا بطریق اولیٰ مستحب ہوگا کیونکہ ایک معنوم، غصب ناک اور مرگ زدہ شخص کی نسبت میت کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کی زیادہ ضرورت ہے، کیونکہ یہ سفر آخرت کی پہلی منزل ہے۔ اس جگہ اگر آسانی ہو تو باقی منازل زیادہ آسان ہوتی ہیں۔ اور اگر اس جگہ مشکل ہو تو باقی منازل زیادہ مشکل ہوتی ہیں، تاہم اس عمل کے ساتھ فرض اور واجب کا سامنا نہیں کرنا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذان دینے کی تحقیق اذان کے سلسلہ میں ایک بحث یہ بھی اٹھائی جاتی ہے کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دی ہے یا نہیں؟ امام ترمذی نے جامع ترمذی میں اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث ذکر کی ہے کہ کعبہ کرام کے ساتھ ایک سفر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دی ہے۔

فاذن رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على راحلته واقام. ۲

دی اور اقامت کہی۔

لیکن ملا علی قاری رحمہ الباری نے فرمایا کہ امام ترمذی نے اس حدیث کا اختصار کیا ہے کیونکہ مسند امام احمد بن حنبل

۱۔ علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۴۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۵۷، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲ھ

۲۔ امام ابو یوسف محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ، جامع ترمذی ص ۸۶، مطبوعہ دار محمد کارخانہ تجارت کتب کوچی

میں اس سند کے ساتھ یہ حدیث موجود ہے اور اس میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو حکم دیا اور انہوں نے اذان اور اقامت کہی۔ ۱۔

اس حدیث کے بارے میں ممکن ہے کہ اصل تاریخی روایت یہ ہو کہ بلال نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذان دینے کے ثبوت میں ایسی حدیثیں ذکر کیں جن میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی فرماتے ہیں۔ ۲۔

حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں بصرہ میں تھا۔ جب ظہر کا وقت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ظہر کی اذان اور اقامت کہی اور علامہ سیوطی نے فرمایا مجھے اس موضوع پر ایک اور حدیث مرسل ملی گئی جس کو مسند بن منصور نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور بار اذان دی اور فرمایا حی علی الصلح، علامہ رافعی فرماتے ہیں کہ ان حدیثوں میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔

وفي المساجد روى عقبه بن عامر قال كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر فلما زالت الشمس اذن بنفسه واقام وصلى الظهر وقال السيوطي ظفرت بعد بيت آخر مرسلا اخرجوه سعيد بن منصور في سننه قال اذن رسول الله صلى الله عليه وسلم مرة فقال حي على الفلاح وهذه لا يقبل التاويل بها

علامہ زرقانی نے بھی ہر خطا امام امامک کی شرح میں علامہ سیوطی کی شرح بخاری کے طے سے سنن مسند بن منصور کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ ۳۔

بعض علماء زرقانی المرابب اللہیہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

جامع ترمذی کی روایت سے علامہ نووی کے شرح المہذب میں یہ استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں اذان دی ہے، لیکن اسی سند کے ساتھ مسند احمد اور دارقطنی میں یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دینے کا حکم دیا تو مؤذن نے کھڑے ہو کر اذان دی۔ اس لیے علامہ بیہقی اور علامہ ابن حجر عسقلانی کے رائے یہ ہے کہ جامع ترمذی کی روایت میں اختصار ہے اور اس میں سبب کی طرف استناد ہے، ہاں علامہ سیوطی بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں مجھے ایک اور مرسل حدیث ملی ہے جس کو امام مسند بن منصور نے سنن میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابویکہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اذان دی اور حی علی الصلح کہا، یہ روایت تاویل کو قبول نہیں کرتی (علامہ سیوطی کی عبارت ختم ہوئی) اس سے یہ یقین حاصل ہوتا ہے کہ یہ مستدرقات میں کیونکہ ان کی سندیں مختلف ہیں، اور جس شخص نے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عبادت

۱۔ علامہ ابن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرتقاۃ ج ۲ ص ۴۲، مطبوعہ مکتبۃ المدنیہ لبنان، ۱۳۹۰ھ

۲۔ شیخ عبد القادر رافعی مفتی دیار مصریہ، تقریرات رافعی ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ مکتبۃ ماجدیہ کوئٹہ

۳۔ علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۳۲ھ، شرح المؤطا ج ۱ ص ۱۳۳، مطبوعہ المطبعة الخیر یہ مصر،

کر نہیں کیا وہ غافل ہے اور تھقفہ میں رکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اذان دی اور کہا اشہد ان محمد رسول اللہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کی تفصیلات کو بیان فرمایا کہ قیامت کے دن مؤذنون کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی، اس کے باوجود آپ نے ہمیشہ اذان نہیں دی، کیونکہ آپ اذان کی بہ نسبت زیادہ افضل کاموں میں مشغول رہتے تھے، مثلاً جہاد، مقدمات کے فیصلے، احکام شرعیہ کی تبلیغ وغیرہ، شیخ ابوالحسن شاذلی اور علامہ عیشا پوری نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ اگر آپ اذان دیتے تو جہاں تک آواز پہنچتی ان سب لوگوں پر مسجد میں آنا فرض ہو جاتا اور اس سے لوگ مشقت میں پڑ جاتے۔ ۱۔

علامہ شامی نے بھی علامہ زرقانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار سفر میں اذان دی مگر انہوں نے اشہد انی رسول اللہ نقل کیا ہے۔ ۲۔

قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۖ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تمہارے

لیے بہترین نمونہ ہے۔

یعنی ہر عمل کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نمونہ ہے تو ضروری ہوا کہ اذان کے لیے بھی آپ کی زندگی میں نمونہ ہو، نیز کوئی عبادت اس وقت تک مرتبہ کمال کو نہیں پاسکتی جب تک کہ اس عبادت کے عابد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوں، اس لیے اذان کو کمال اور عروج بھی حاصل ہو گا جب اذان اعمال رسول اللہ کے دامن سے وابستہ ہو اور آپ کی سنت ہو۔

وقت سے پہلے اذان دینے کی تحقیق | امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کسی اذان کو بھی اس کے وقت سے پہلے دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ اذان کا مقصد

مسلمانوں کو یہ بتلانا ہے کہ نماز کا وقت شروع ہو گیا ہے، اگر نماز کے وقت سے پہلے اذان دے دی جائے تو اول تو یہ مقصد فوت ہو جائے گا، ثانیاً ہو سکتا ہے کہ وقت سے پہلے اذان کی صورت میں کوئی شخص اذان سن کر نماز پڑھ لے اور وقت سے پہلے بالاتفاق نماز نہیں ہوتی، پس اس صورت میں قبل از وقت نماز پڑھنے کی وجہ سے جس کی نماز نہیں ہوگی، اس کا ذمہ وار وقت سے پہلے اذان دینے والا ہو گا، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

”مؤذن امین ہوتا ہے“

(جامع زہدی ص ۵۷)

کیونکہ مسلمانوں کی نمازیں اس کی امانت ہوتی ہیں، اس کے برخلاف امام شافعی کے نزدیک فجر کی اذان وقت سے پہلے دینا جائز ہے، ان کا دلیل یہ حدیث ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں

۱۔ علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللغویہ ج ۱ ص ۲۸۱-۲۸۰، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۶، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۰ھ

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال ان بلا لا یؤذن بلیل
فکلوا واشربوا حتی یؤذن ابن ام مکتوم

(بخاری ۱۴ ص ۸۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال رات کے
وقت اذان دیتے ہیں پس تم کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ
ابن ام مکتوم اذان دیں۔

اس حدیث سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ فجر سے پہلے رات کو اذان دی گئی لیکن یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یا اذان
فجر نماز کے لیے تھی، اگر یہ نماز فجر کی اذان ہوتی تو دربارہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم سے اذان دلانے کی کیا ضرورت
تھی؟ ثانیاً یہ کہ اس حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ یہ اذان (رمضان میں) سحری کے لیے ہوتی تھی اور اس پر مزید
تقریب یہ ہے کہ امام بخاری اس باب میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا بلال کی اذان سن کر کوئی شخص سحری کھانا نہ چھوڑے، کیونکہ ان کی اذان اس لیے ہوتی تھی کہ سحری کے لیے
تہجد پڑھنے والا تہجد ختم کر دے یا سونے والا بیدار ہو جائے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۷) نیز امام ابو داؤد
اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت بلال نے طلوع
فجر سے پہلے اذان دے دی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان دہرانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ اعلان کیس
کہ انہوں نے بھولے سے اذان دے دی تھی۔ اسی باب میں امام ابو داؤد ایک اور سند کے ساتھ حضرت بلال
رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تؤذن

حتى یبین لك الفجر۔ (سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۷۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت
تک اذان نہ دو جب تک کہ فجر ظاہر نہ ہو جائے۔

بَابُ يَدْعُ الْآذَانَ

اذان کی ابتداء

۴۱۱۔ حَدَّثَنَا اِبْنُ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَكْرِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ قَالَ
عَبْدُ الرَّحْمَنِ اِقْ تَالَا اَنَا ابْنُ جَدِّي ح وَحَدَّثَنِي هِرَادُ
بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَابْنُ لَفْظَ لَه قَالَ تَالَا ح جَابِرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ
قَالَ ابْنُ جَرِيرٍ اُخْبِرْنِي رَافِعُ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ عَنْ
عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ قَالَ كَانَ الْمُسْلِمُونَ جِئْنَ
قَدِمُوا الْعِدِيَّةَ يَجْتَمِعُونَ فَيَتَحَيَّوْنَ الصَّلَاةَ وَ
يَكْسِبُونَ قُلُوبَهُمْ اَحَدًا فَمَكَثُوا يَوْمًا فِي ذَلِكَ فَقَالَ
بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ وَاَنَا قَوْمٌ مِثْلُ نَافِثِ بْنِ النَّصَالِ
وَقَالَ بَعْضُهُمْ قَوْلًا مِثْلَ قَوْلِ ابْنِ هُرَيْرَةَ فَقَالَ عُمَرُ
اَوْ لَا تَبْعَثُونَ رَجُلًا يُنَادِي بِالصَّلَاةِ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِي كَلْبٍ قُمْ فَتَادِي الصَّلَاةَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ مدینہ میں آنے کے بعد مسلمان نماز کے وقت
جمع ہو کر نماز پڑھ لیتے اور اس وقت کوئی شخص اذان
نہیں دیتا تھا، ایک دن صحابہ نے اس مسئلہ میں گفتگو
کی، بعض نے کہا عیسائیوں کی طرح ناقوس بنا لو بعض
نے کہا یہودیوں کی طرح سیکنگ بنا لو حضرت عمر نے
کہا ایک آدمی کہ کیوں نہیں مقرر کر لیتے جو نماز کے
وقت لوگوں کو آواز دے کہ بلائے، رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے بلال انھوں اور لوگوں کو
نماز کے لیے بلاؤ۔

(ناقص سے مراد ہے بڑی ڈنڈی پر پھوٹی ڈنڈی مارنا)۔

اذان کی مشروعیت کا بیان | اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہم امور میں باہمی مشورہ کرنا چاہیے، اور یہ کہ صحابہ کرام اسلام کی روح اور اس کے تقاضوں سے باخبر تھے، وہ سمجھتے تھے کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے، اس لیے اس کے ارکان کی ادائیگی کے لیے ایک مربوط نظام ہونا چاہیے، لہذا نازوں کی ادائیگی کے لیے بھی ایک وقت مقرر ہو اور سب مسلمان اس وقت میں نماز ادا کریں، تاکہ امت ایک وقت پر مجتمع ہو اور وحدت ملی قائم رہے، اس سبب سے تعین وقت کی علامت پر انھوں نے باہم غور و فکر اور مشورہ کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں اور عیسائیوں کے طریقہ کو ناپسند فرمایا کیونکہ اسلام اپنے لیے ایک مستقل نظام کا متقاضی ہے، اسلام کسی اور مذہب کا تابع نہیں، بلکہ تمام مذاہب کا ناسخ اور مستقل دین ہے جس طرح عبادات میں اسلام کسی کا تابع نہیں بلکہ سب سے منقاد اور متاثر دین ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان اپنے تمدن اور معاشرت، تہذیب اور ثقافت میں بھی منفرد اور یگانہ ہوں، اور کسی قوم کی ثقافتی اقتدار کی پیروی نہ کریں، خصوصاً یہودیوں اور عیسائیوں کی تہذیب اور ثقافت سے اپنے آپ کو بالکل الگ رکھیں۔

حضرت عمرؓ نے جو کہا نماز کے وقت لوگوں کو آواز دے کر بلایا جائے، یہ اذان کی معروف صورت نہیں تھی اس سے محض دعوت اور ندا مقصود تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس طے کر پسند کر لیا، اس میں ان کی فراست اور صحت رائے کی دلیل ہے۔

اس واقعہ کے بعد حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے خواب میں ایک فرشتہ کو اذان کے کلمات کہتے سنا، امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ ایک صبح ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے اپنا خواب بیان کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو کہ ان کو خواب میں سنئے ہوئے کلمات بتلاؤ اور پھر یہ ان کلمات کے ساتھ اذان دیں، کیونکہ ان کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے، جب حضرت عمرؓ نے اذان کی آواز سنی تو وہ دوڑتے ہوئے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے بھی خواب میں یہ کلمات سنے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی کا شکر ہے اور وہی لائق ستائش ہے۔ ا۔

اذان کی مشروعیت کا مدار حضرت عبداللہ بن زیدؓ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے خواب پر نہیں ہے۔ کیونکہ اصحاب کے خواب وحی نہیں ہیں اور نہ وہ شارع ہیں، اذان کی مشروعیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم سے ہوئی ہے جو آپ نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ کو دیا جس میں فرمایا کہ یہ کلمات بلال کو سکھاؤ تاکہ وہ اذان دیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حکم نہ دیتے تو ہزار صحابہ کرام بھی ان کلمات کو خواب میں سن لیتے تب بھی اذان ان خوابوں سے مشروع نہ ہوتی۔ علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس خواب کے ساتھ ہی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی گئی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواب کے مقتضی کے مطابق اذان دینے کا حکم دیا ہو تاکہ آپ یہ کہیں کہ آپ کو اس حکم پر مقرر رکھا جاتا ہے یا نہیں، یہ جواب اس نظریہ پر مبنی ہے کہ آپ احکام شریعیہ میں اجتہاد کرتے تھے، نیز یہ وہم نہیں کرنا چاہیے کہ اس خواب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کلمات کا علم نہ تھا کہونکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج فرشتہ سے اذان کے کلمات سنے تھے۔ اللہ یہ بات تحقیق سے ثابت ہے یہ اور علامہ جلال الدین خوارزمی تحریر فرماتے ہیں کہ ابو جعفر محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ اذان کا ثبوت صحابہ کرام کے خوابوں سے نہیں ہوا، بلکہ شب معراج جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ پہنچے تو حضرت جبرائیل کے اذان دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء علیہم السلام اور فرشتوں کو نازل پڑھائی۔ ^۱ امام بخاری نے اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ تفصیل سے بیان کیا ہے ^۲، جس کا ہم مختصر یہ علامہ سیسلی کے حوالے سے ذکر کریں گے۔

علامہ زرقانی ان احادیث کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: امام طبرانی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اذان کی وحی کی گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو اذان سکھائی، اس حدیث کا سند میں طلحہ بن زید متروک راوی ہے، اور امام دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب نماز فرض کی گئی تو حضرت جبرائیل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان دینے کا حکم پہنچایا، اس حدیث کی سند بھی ضعیف ہے، امام ابن مردودہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے معراج کرائی گئی تو حضرت جبرائیل نے اذان دی، فرشتوں نے یہ گمان کیا کہ شاید حضرت جبرائیل نازل پڑھائیں گے، لیکن حضرت جبرائیل نے مجھے آگے کیا اور میں نے نماز پڑھائی، اس حدیث کی سند میں مجہول راوی ہیں اور سند بخاری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کی تعلیم دینے کا ارادہ کیا تو آپ کے پاس حضرت جبرائیل برحق آئے آپ اس پر حلاوت پورے (الو قلم) اس حدیث میں ہے کہ پھر ایک فرشتہ جواب سے نکلا اور اس نے کہا اللہ اکبر، الحدیث، اس کی سند میں ایک متروک راوی ہے، اور اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اس کے واقعات متعدد ہوں اور یہ واقعہ مدینہ منورہ میں ہوا ہو، اور حق یہ ہے کہ ان احادیث میں سے کوئی حدیث بھی سنداً صحیح نہیں ہے اور

۱۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح موطا امام مالک ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ مطبعۃ الخیرہ مصر۔

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۲۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۰۶، مطبوعہ تیج کار لکھنؤ۔

۳۔ علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ علیٰ مشن مستحق القدیہ ج ۱ ص ۲۱۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر (علوم القرآن بیروت)۔

۴۔ امام ابوبکر احمد بن محمد بن عبدالحق العسکری البزار متوفی ۲۹۲ھ، البحر الزخار المعروف بمسند البزار ج ۲ ص ۱۳۰-۱۳۱، مطبوعہ مکتبہ

امام ابن المنذر نے وثوق سے کہا ہے کہ جب سے نماز مکہ میں فرض ہوئی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اذان کے نماز پڑھتے تھے، حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ہجرت کا پھر الان کے سلسلہ میں مشورہ ہوا جیسا کہ حضرت ابن عمر کی روایت میں اور حضرت عبداللہ بن زید کی روایت میں ہے۔
 میں کہتا ہوں کہ یہ احادیث اگرچہ سنداً ضعیف ہیں لیکن یہ متعدد طرق اور اسامیہ سے مروی ہیں اور حدیث ضعیف جب طرق متعدد سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔ اب یہ سوال ہے کہ صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہم کی روایت سے یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کا علم نہیں تھا، اور طبرانی، دارقطنی، ابن کرم و دیگر علماء وغیرہ کی روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے اذان کا علم تھا، اس ظاہری تضاد کو علامہ اسماعیلی نے دور کیا ہے۔
 علامہ اسماعیلی لکھتے ہیں :

صحابی کی زبان سے اذان کو جاری کرانے میں حکمت یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کو سات آسمانوں کے اوپر سنا تھا، اور یہ وحی سے قوی ذریعہ تھا پھر جب اذان کی مشروریت نماز کی فرضیت سے متاخر ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اذان کی خبر دینے کا ارادہ کیا تو ایک صحابی نے خواب دیکھا اور اس کو آپ سے بیان کیا اور یہ خواب اس اذان کے موافق تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من چکے تھے اس لیے آپ نے فرمایا جسے شک یہ خواب حق ہے، اور اس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ آسمان میں اذان سنانے سے اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ تھی کہ یہ زمین میں سنت ہو جائے اور اس کی مزید تقویت حضرت عمر کے خواب سے ہوئی کیونکہ حضرت عمر کی زبان سے حق جاری ہوتا ہے نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر سے اذان کی خبر دلوانے میں حکمت یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعدد منزلت زیادہ ہو اور دوسروں کی زبانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت مستحکم ہو اور آپ کی شریعت کی تقویت ہو، اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے **وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ** قرآن کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ آپ کے غیر کی زبان سے آپ کا ذکر بلند کیا جائے، اگر یہ کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سات آسمانوں کے اوپر اذان سنوائی گئی یکس کی نصیبت ہے، تو ہم کہیں گے کہ اس حدیث کو امام ابوبکر بزار نے اپنی مسند میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کا علم دینے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرائیل آپ کے پاس براق کو لے کر آئے، آپ اس پر سوار ہو کر اس حجاب تک پہنچے جو اللہ تعالیٰ کے قریب ہے اس وقت ایک فرشتہ اس حجاب سے نکلا، آپ نے پرچھا اسے جبرائیل یہ کون ہے، حضرت جبرائیل نے کہا یہ اللہ کی مخلوق میں سب سے مقرب فرشتہ ہے اور میں جب سے پیدا ہوا ہوں میں نے اس سے پہلے اس کو نہیں دیکھا، اس فرشتہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا، میں اکبر ہوں، میں اکبر ہوں، پھر اس فرشتہ نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا میں اللہ ہوں اور میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، پھر فرشتہ نے کہا اشھد ان محمد رسول اللہ

تو حجاب کے پیچھے سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا میں نے محمد کو رسول بنایا، پھر فرشتہ نے کہا جی صلی
الصلوٰۃ جی علی الافلاح، پھر فرشتہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر، تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے
سچ کہا میں اکبر، مولیٰ، پھر اس نے کہا لا الہ الا اللہ تو ماوراء حجاب سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا، میں
اللہ ہوں میرے سوا کوئی الہ نہیں، پھر فرشتہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو آگے کر دیا، اور آپ
نے آسمان والوں کو نماز پڑھائی، ان میں حضرت آدم اور حضرت نوح تھے۔ ابو جعفر محمد بن علی کہتے ہیں اس دن اللہ
نے آپ کو تمام آسمان اور زمین والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

علامہ سیسی فرماتے ہیں میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے، کیوں کہ اس کی تائید معراج کی دوسری آحاد
سے ہوتی ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو زمین پر فرض کرنا تھا اور اس کی فرضیت کا بیان اللہ
تعالیٰ نے حضرت محمد میں کیا اور اس حدیث میں نماز کے اعلان یعنی اذان کا بیان ہے جس کا علم حرم قدس
کے ماوراء سے دیا گیا ہے۔

پہلے مسند بزار طبع نہیں ہوئی تھی اب الحمد للہ یہ کتاب بیروت میں طبع ہو گئی اور ہم نے اصل کتاب میں یہ
حدیث دیکھ لی ہے ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۰

علامہ بیہقی نے بھی مسند بزار کے حوالے سے اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ ۱۱

بَابُ الْأَمْرِ بِشَفْعِ الْإِذَانِ قَدِ ابْتَدَرَ
الْإِقَامَةَ إِلَّا كَلِمَةً فَانْتَهَا
مُتَنَاءً

اذان کے کلمات کو دو دو مرتبہ اور ایک کلمہ کے
سوا اقامت کے کلمات کو ایک ایک مرتبہ کہنے
کا حکم

۴۲۔ حَدَّثَنَا خُذْفِ بَنُ هِشَامٍ قَالَ نَأْتِيَهُ
بُنُ كَيْدِي ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا مُنْفِي
بُنُ حَكِيمَةَ جَمِيعًا عَنْ كَالِدِ بْنِ الْحَدَّادِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ
عَنْ أَبِي كَالِدٍ أَمِيرِ بَلَدٍ أَنَّهُ يَضَعُ الْإِذَانَ وَكَيْفَ
الْإِقَامَةَ إِذَا يَحْيَى فِي حَيَاتِهِمْ عَنْ أَبِي حَكِيمَةَ فَكَانَتْ
يُحِبُّ أَنْ يُؤْتَى فَقَالَ لَا إِلَّا قَامَةً

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بلال
کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان میں دو دو بار کلمات کہیں اور
اقامت میں ایک ایک بار۔ ایوب کی سند میں ہے :
تدقامت الصلوٰۃ کے سوا۔

۱۔ امام ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ السیسی متوفی ۵۸۱ھ۔ المرضی الاذاعت ج ۲ ص ۲۰۔ ۱۹۔ مطبعہ مکتبہ فاروقیہ عمان ۱۳۹۷ھ
۲۔ امام ابوبکر احمد بن عمرو بن عبداللہ بن عیسیٰ بزار متوفی ۲۵۶ھ۔ التجرانہ فی اللغات بسند الزاری ج ۲ ص ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ مطبوعہ مکتبہ
علوم القرآن بیروت ۱۴۰۹ھ۔ ۳۔ حافظ نور الدین ابوشامہ متوفی ۷۸۰ھ۔ کشف الاستار عن الزاری ج ۱ ص ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ مطبوعہ مکتبہ الرضا بیروت
۱۴۲۲ھ۔ ۴۔ حافظ نور الدین ابوشامہ متوفی ۷۸۰ھ۔ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۲۹۔ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

۴۳۔ وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي هَيْثَمٍ الْحَقْلِيُّ قَالَ أَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ الْحَدَّادُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ ذَكَرُوا أَنَّ يُعْلِمُوا وَقَفَتِ الصَّلَاةُ يَتَنَبَّأُ بِتَغْيِيرِ خُؤُودِهِ فَذَكَرُوا أَنَّ يُنَوِّرُوا أَنَا أَوْ يَضْرِبُوا نَاقُوسًا فَأَمَرَ بِإِلَاقَةِ أَنْ يَشْفَعَهُ الْإِذَانُ وَيُؤْتِيَ الْإِقَامَةَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے نماز کے وقت کی ایسی علامت مقرر کرنے کے بارے میں مشورہ کیا جس سے ان کو نماز کے وقت کا پتہ چل جائے، بعض نے کہا، نماز کے وقت آگ روشن کرنی چاہیے، بعض نے کہا ناقوس بجانا چاہیے پھر بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان میں دو دو مرتبہ کلمات کہیں اور اقامت میں ایک ایک بار۔

۴۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَالِحٍ قَالَ نَا بَقِيعُ قَالَ نَا وَهَيْبُ نَا خَالِدُ الْحَدَّادُ عَنْ أَبِي هَيْثَمٍ الْإِسْطَخْرِيِّ كَثُرَ النَّاسُ ذَكَرُوا أَنَّ يُعْلِمُوا بِتَغْيِيرِ خُؤُودِهِ فَذَكَرُوا أَنَّ يُنَوِّرُوا أَنَا أَوْ يَضْرِبُوا نَاقُوسًا فَأَمَرَ بِإِلَاقَةِ أَنْ يَشْفَعَهُ الْإِذَانُ وَيُؤْتِيَ الْإِقَامَةَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بلال کو کلمات اذان دو دو مرتبہ اور کلمات اقامت ایک ایک بار کہنے کا حکم ہوا۔

۴۵۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَوَارِيرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَمَرَ بِإِلَاقَةِ أَنْ يَشْفَعَهُ الْإِذَانُ وَيُؤْتِيَ الْإِقَامَةَ۔

حدیث نمبر ۴۲، میں ہے: اذان میں کلمات اذان دو دو بار کہیں اور اقامت میں کلمات اقامت ایک ایک بار۔

کلمات اقامت کی تعداد میں مذاہب اربعہ

علامہ یحییٰ بن شریف نورانی شافعی لکھتے ہیں:

کلمات اقامت کی تعداد میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام احمد، امام شافعی کا مشہور مذہب اور جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ اقامت کے گیارہ کلمات ہیں: اللہ اکبیر، اللہ اکبیر، اللہ اکبیر، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ۔ امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ اقامت کے دس کلمات ہیں، دو تہ قامت الصلوة کو دو بار نہیں کہتے یہ امام شافعی کا قدیم قول ہے اور ہمارا ایک شافعی قول یہ ہے کہ اقامت کے آٹھ کلمات ہیں، اس میں کوئی کلمہ مکرر نہیں ہے، اور امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اقامت کے ستر کلمات ہیں، اذان کی طرح ہر کلمہ کا تکرار کرتے ہیں اور یہ مذہب شافعی ہے۔ طے

کلمات اقامت کی تعداد میں امام ابو حنیفہ کے مذہب پر دلائل | ان احادیث کے پیش نظر امام

احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ اذان میں کلمات دو دو مرتبہ کہے جائیں اور اقامت میں دو قدامت الصلوٰۃ کے سوا سب کلمات ایک ایک مرتبہ کہے جائیں۔ اس کے برعکس امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ اقامت میں بھی اذان کی مثل دو دو بار کلمات کہے جائیں، اور ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ اذان کے الفاظ میں سے ایک لفظ کو دو لفظوں کی مقدار کے برابر پھینچ کر پڑھا جائے، کیونکہ اذان میں آہستہ آہستہ اعلان کرنا مقصود ہوتا ہے اور اقامت (تجکیر) میں ایک لفظ کو ایک لفظ کی مقدار کے برابر پڑھا جائے، کیونکہ اقامت میں سرعت مقصود ہوتی ہے۔

روایہ کہ امام اعظم کے مسلک پر کیا دلیل ہے جس کی وجہ سے ان احادیث کا یہ توجیہ کی گئی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ بحکث احادیث سے ثابت ہے کہ اذان اور اقامت دونوں میں الفاظ اذان کو دو دو بار پڑھا جائے ملاحظہ فرمائیے:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن زید سے روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن زید قال کان اذان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شقعا شقعا فی الاذان و الاقامۃ۔ ۱۰

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اذان اور اقامت دونوں میں کلمات اذان اور کلمات اقامت دو دو بار پڑھے جاتے تھے۔

اوضح ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے خواب میں فرشتہ کو اذان اور اقامت کہتے سنا پھر دو بار رسالت میں یہ خواب بیان کیا اور اس کے بعد سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا۔

میرزا امام محمد نے اپنی جامع میں اور امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں متعدد اسانید کے ساتھ حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:-

الاقامۃ سبع عشرۃ کلمۃ۔ ۱۱

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۲

اور یہ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کلمات اقامت کو اذان کی طرح دو دو بار پڑھا جائے۔

اس کے علاوہ امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ ابن ابی سیل سے روایت کرتے ہیں کہ:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو تازہ کے لیے ایک مقررہ وقت پر جمع کرنے کے طریقہ پر غور کر

۱۰۔ امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۴۰ھ، جامع ترمذی ص ۵۵، مطبوعہ دار فہم لتبانت کتب کراچی

۱۱۔ جامع ترمذی ص ۵۵

۱۲۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۴۰ھ، سنن ابو داؤد ج ۳، مطبوعہ مطبعہ مجتہدین لاہور، ۱۴۰۵ھ

رہے تھے تو اس وقت آپ کی خدمت میں ایک انصاری صحابی آئے اور عرض کیا

یا رسول اللہ انی لما رجعت لعمایک من

اهتمامک دایت رجلا کان علیہ ثوبین اخضرین

فقام علی المسجد فاذا ن شرتعد تعدة شوقام فقال

مثلها الا انه یقول قد قامت الصلوة فقال رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد ارأی اللہ خیرا فصر

بلا لا فلیؤذن لہ

یا رسول اللہ! جب میں آپ کو طریقہ وقت مقرر کرنے کے بارے میں متفکر دیکھ کر گھر گیا تو اس کے بعد میں نے حراب میں ایک شخص کو دیکھا جس نے دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ شخص مسجد میں کھڑا ہوا تھا اس نے اذان دی پھر وہ تھوڑی دیر بیٹھا اور پھر اس نے اذان کی مثل کلمات کہے اور اخیر میں قد قامت الصلوة بھی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اچھا خواب دیکھا بلال کہ یہ کلمات بتلا کر ان سے اذان دے۔

اس حدیث کو امام البدائو نے ایک اور سند کے ساتھ بھی ابن ابی سیلی سے روایت کیا ہے اور ان دونوں حدیثوں میں اس بات کی تصریح ہے کہ اذان اور اقامت میں قد قامت الصلوة کے سوا اور کوئی فرق نہیں ہے نیز اذان اور اقامت دونوں میں کلمات اذان کو دو بار کہا جاتا ہے۔ امام البدائو کے علاوہ اس حدیث کو ابن ابی سیلی سے حافظ بیہقی نے بھی روایت کیا ہے (سنن کبریٰ ج ۱ ص ۲۹۱)۔

حافظ ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

کان عبد اللہ بن زید الانصاری یؤذن النبی صلی

اللہ علیہ وسلم یشفع الاذان والاقامة۔

حضرت عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اذان دیتے تھے اور اذان اور اقامت میں دو بار کلمات کہتے تھے۔

نیز حافظ ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ان بلال کان یثنی الاذان والاقامة۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت میں دو بار کلمات کہتے تھے۔

اور امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن بلال انہ کان یثنی الاذان والاقامة۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت میں

۱۔ امام البدائو سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن البدائو ج ۳، مطبوعہ مطبعہ مجتہان پاکستان لاہور، ۱۳۵۵ھ

۲۔ حافظ ابی عبد اللہ ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۸، مطبوعہ مکتب

۳۔ امام ابی جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۹۲، مطبوعہ مطبعہ مجتہان لاہور

دو دو بار کلمات کہتے تھے۔

یہ حدیث مصنف عبد الرزاق اور سنن دارقطنی میں بھی مذکور ہے۔

علامہ زرقانی نے امام ابن حبان کے حوالہ سے نوکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
الاذان والاقامة واحدة۔ ۱۷۷

امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے اپنی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو محمد ورہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان اور اقامت سکھلائی، اور فرمایا کہ اقامت کے یہ سترہ کلمات ہیں:

اور فرمایا کہ اقامت کے یہ سترہ کلمات ہیں، اللہ اکبر
اللہ اکبر، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان لا الہ الا اللہ،
اشہد ان محمد رسول اللہ، اشہد ان محمد رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ
حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، قد قامت
الصلوٰۃ، قد قامت الصلوٰۃ۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر،
لا الہ الا اللہ۔

والاقامة سبع عشر كلمة الله اكبر الله اكبر
الله اكبر الله اكبر اشهد ان لا اله الا الله اشهد
ان لا اله الا الله اشهد ان محمد رسول
الله اشهد ان محمد رسول الله حي على
الصلاة حي على الصلاة حي على الفلاح
حي على الفلاح قد قامت الصلاة قد
قامت الصلاة الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله۔ ۱۷۸

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۷۹

اس حدیث میں اس بات کی مکمل وضاحت ہے کہ اقامت میں دو دو کلمات کہے جاتے ہیں اور احناف کثر ہم اللہ
کا مسک ان تمام امامیہ کے مطابق ہے، اس لیے اقامت کے بارے میں علامہ لودی کا احناف کے مسک پر شاذ
قراردینا درست نہیں ہے، بلکہ تحقیق یہ ہے کہ اس باب میں ائمہ ثلاثہ کا مسک خود شاذ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے مؤمنین اور عہد صحابہ و تابعین کے مؤمنین کے طریقہ کے مخالفت ہے، حتیٰ کہ علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں کہ:

وقال ابو ابيهم النخعي كان الناس يشفعون

ابراہیم نخعی جیسے صادق القول نے فرمایا کہ

ہمیشہ سے مسلمان کلمات اقامت کو دو دو مرتبہ کہتے آئے

تھے یہاں تک کہ بنی امیہ نے خروج کیا اور کلمات اقامت

کو ایک ایک بار کہنا شروع کیا۔ اور یہ عمل بدعت ہے۔

الحمد للہ ان تمام حوالوں سے احناف ابوہم اللہ کے مسک کی حقانیت آفتاب نیم روز سے بھی زیادہ روشن ہو گئی۔

الاقامة حتى تخرج هؤلاء يعني بنى امية فأفردوا

الاقامة ومثله لا يكذب وأشار الى كون الاقامة

بدعة۔ ۱۸۰

بَابُ صِفَةِ الْأَذَانِ

اذان کا طریقہ

۱۷۹۔ علامہ محمد بن عبدالحق زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۱۷۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

۱۸۰۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۴۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۱۸۱۔ امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابوداؤد ص ۳۷، مطبوعہ مطبعہ مکتبہ النبی لاہور

۱۸۲۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۸۷ھ، ابدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ مکتبہ المدینہ لاہور

اذان میں ترجیح کرنے کی تحقیق

امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا چاہیے۔ اس کے برخلاف امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ اذان کے شروع میں دو مرتبہ اللہ اکبر کہنا چاہیے، امام مالک اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں، جب کہ جبہ اور ابو داؤد نے ابو مخنف سے یہی حدیث روایت کی ہے، اور اس میں اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کا ذکر ہے، دیکھئے سنن ابن ماجہ ص ۵۲ اور سنن ابو داؤد ص ۴۳۔

ان کے علاوہ حافظ بیہقی نے ابو مخنف سے اذان کے چار کلمات روایت کیے ہیں، ان میں اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کا ذکر ہے۔

اور ان احادیث کے تمام راوی ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہوتی ہے، اس لیے یہ احادیث مسلم شریف کی حدیث پر ترجیح دی گئی ہیں اور حدیث مسلم مرجوح ہے، نیز اس کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر مؤذنوں سے بھی ہوئی، کیونکہ عبد اللہ بن زید جو اذان کے باب میں اصل ہیں ان کی اذان میں بھی اللہ اکبر کا چار مرتبہ ذکر ہے اور بلال بھی چار مرتبہ اللہ اکبر کہتے تھے۔ دیکھئے سنن ابو داؤد ص ۳۷، سنن ابن ماجہ ص ۵۲، بہر حال اس تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا احادیث سے ثابت اور ترجیح سے ہے اور اس کے برخلاف امام مالک کا مسلک صحیح نہیں ہے۔

امام مالک اور شافعی کا مسلک یہ ہے کہ اذان میں ترجیح کرنا چاہیے، یعنی اشہد ان لا الہ الا اللہ اور اشہد ان محمد رسول اللہ کو پہلے دو مرتبہ آہستہ آہستہ آواز سے کہنا چاہئے اور بعد میں دو مرتبہ بلند آواز سے کہنا چاہئے اور امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اذان میں ترجیح نہیں کرنی چاہئے یعنی باقی کلمات اذان کی طرح شہادتین کو بھی صرف دو مرتبہ پڑھنا چاہئے اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ مؤذن کو اختیار ہے خواہ ترجیح کرے یا نہ کرے۔

امام مالک اور امام شافعی کی دلیل حدیث مذکور ہے، جس میں ابی ابو مخنف نے ترجیح روایت کی ہے احادیث اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ابو مخنف نے کفار کے خوف سے شہادتین کو آہستہ آہستہ پڑھا، قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ان سے بلند آواز سے شہادتین کو پڑھوایا۔

ثانیاً ابو مخنف چوتھے پہلے کافر تھے اور اسلام کو ناپسند کرتے تھے، اس لیے انہوں نے شہادتین کو آہستہ پڑھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دل میں شہادتین کو راسخ کرنے کے لیے دوبارہ بلند آواز سے شہادتین کے کلمات کو پڑھوایا، لہذا اس حدیث سے ترجیح کا مسنون ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

امام مالک اور امام شافعی کی دوسری دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام ابو داؤد نے مذکورہ ذیل سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حد ثنا مسدد ثنا الحارث بن عیینہ عن محمد بن عبد الملک بن

ابی مخنف ذرۃ عن ابیہ عن جدہ قال قلت یا رسول اللہ علی منی

الاذان قال فسمو مقدم راسی قال تقول اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ

لہ حافظ ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ الا شیعاب علی صاحب الاستیعاب ۴۶۳ھ مطبعہ دار الفکر بیروت

اَکْبَرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ تَرْفَعُ بِهَا صَوْتُکَ تُحَرِّقُونَ اَشْهَدَانِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
اَشْهَدَانِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْهَدَانِ مُحَمَّدًا رَّسُولَ اللّٰہِ
اَشْهَدَانِ مُحَمَّدًا رَّسُولَ اللّٰہِ تَحْقِیْضُ بِهَا صَوْتُکَ
تُحَرِّقُونَ بِهَا صَوْتُکَ اَشْهَدَانِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ .
(الحديث)

پہلے پھر اور فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر
بلند آواز سے کہو پھر اَشْهَدَانِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْهَدَانِ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْهَدَانِ مُحَمَّدًا رَّسُولَ اللّٰہِ اَشْهَدَانِ مُحَمَّدًا
رَّسُولَ اللّٰہِ آواز سے کہو اس کے بعد بلند آواز
سے شہادتین کے کلمات کو دوبارہ کہو۔

اس حدیث کی سند ضعیف ہے، لہذا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، اس حدیث کی سندیں ایک
راوی حارث بن عبید ہے، ابن معین نے اس کو ضعیف قرار دیا۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں یہ مضطرب حدیث
ہے، دوسرا راوی محمد بن عبد الملک ہے، اس کے بارے میں ابن یقطان نے ذکر کیا ہے کہ یہ مجہول ہے
اس کے بعد ابو مخذومہ کے بیٹے کا ذکر ہے، ان کے بارے میں علی بن مدینی کہتے ہیں کہ ابو مخذومہ کے بیٹوں
سے روایت کرنے والے تمام راوی ضعیف ہیں۔

اور اگر شافعی و مالکی حضرات کو اس ضعیف سند حدیث سے ہی استدلال کرنے پر اصرار ہو تو ان کی حدیث
میں گذارش ہے کہ علامہ ابن حبان نے طبرانی کے حوالے سے اسی قسم کی سند سے ایک روایت ذکر کی ہے جس میں
تصریح ہے۔ حضرت ابو مخذومہ اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو:

روى الطبرانی في الاوسط حدثنا احمد بن عبد الرحمن
بن عبد الله البغدادي حدثنا ابو جعفر الغضائري حدثنا
ابراهيم بن اسحاق بن عبد الملك بن ابي مخذوم قال
سمعت جدي عبد الملك بن ابي مخذوم يقول سمع اباہ
ایا مخذومہ يقول انقی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذان حرفاً حرفاً اللہ اکبر اللہ اکبر الی الخیر و
لہ ینکر ترجیعاً

حضرت ابو مخذومہ کے پوتے کے بیٹے بیان
کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا عبد الملک بن ابی
مخذومہ سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنے
والد حضرت ابو مخذومہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک ایک حرف اذان
اللقا، ک، اللہ اکبر اللہ اکبر آخر تک، اور اس اذان میں
انھوں نے ترجیع کا ذکر نہیں کیا۔

علامہ یہ ہوا کہ جس حدیث میں ابو مخذومہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذان کی تعلیم دینے اور ترجیع کا
ذکر ہے وہ مؤول ہے اور جس حدیث میں ترجیع کا حکم سے رو ضعیف سند ہے، اور بہ تقدیر تنزل اس کا
مسار من طبرانی میں مذکور ہے، وہیں حالات اذان میں ترجیع کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتی۔
احناف جو کہتے ہیں کہ اذان میں ترجیع نہیں ہے اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث ہے جس میں
ترجیع نہیں ہے اور یہ سب کے نزدیک مستمم ہے۔

اس کے علاوہ تحقیق یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی اپنی اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔

۱۔ امام ابو داؤد سجستانی متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۴۲، مطبوعہ مطبعہ مجتہدانی پاکستان لاہور
۲۔ علامہ علاؤ الدین ابن ترکمانی متوفی ۴۴۵ھ، المعجم للنقی علی المشی البیہقی ج ۱ ص ۳۹۲، مطبوعہ نشر السنۃ عمان
۳۔ علامہ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۱۲، مطبوعہ مکتبہ فوریہ رضویہ سکھر

علامہ احمد قسطلانی نے لکھا ہے کہ بلال لا یدعی " بلال اذان میں ترجیح نہیں کرتے تھے۔ (شرح المصاب
الدینی للفقہ قافی ج ۱ ص ۳۷۱)

اور علامہ ابن ترکانی تحریر فرماتے ہیں:

وقال ابن الجوزی لا یختلف فی ان بلال کان

لا یدعی۔

اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضرت بلال اذان
میں ترجیح نہیں کرتے تھے۔

اور علامہ زملینی فرماتے ہیں کہ اول تو اذان میں ترجیح کی زیادتی ثابت نہیں، اور اگر بالفرض والتقدیر ثابت ہو
بھی تو یہ زیادتی منسوخ ہو چکی ہے، کیونکہ حضرت بلال کی اذان آخری اذان ہے، کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم حنین سے واپس مدینہ تشریف لے گئے تو حضرت بلال کو ان کی اذان اور اقامت پر مقرر رکھا۔ اس
کے بعد فرماتے ہیں:

قیل لابی عبد اللہ یحییٰ احمد بن حنبل الیسی حدیث ابو یوسف

بعد حدیث عبد اللہ بن ثابت ان حدیث الی محمد و ذی بعد قتار

مکہ فقال الیسی قدر جم النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ

فاقر بلال علی اذان عبد اللہ بن ثابت۔ لہ

امام احمد بن حنبل سے یہ کہا گیا کہ حدیث ابن

محمد ورہ حدیث عبد اللہ بن زید کے بعد ہے کیوں کہ

حدیث عبد اللہ بن زید فتح مکہ سے پہلے ہے اور حدیث

ابی محمد ورہ فتح مکہ کے بعد ہے۔ امام احمد نے اس کے جواب میں

فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر حضرت بلال کو حضرت محمد
بن زید کی اذان پر مقرر نہیں رکھا۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زید کی اذان میں ترجیح کی زیادتی جن احادیث صحیحہ میں مذکور
ہے۔ وہ تعلیم پر محمول ہیں، اور جن احادیث میں یہ تصریح ہے کہ ہر اذان میں ترجیح کی جائے وہ سب سند کے اعتبار
سے صحیح نہیں ہیں، علاوہ ازیں اسی قسم کی احادیث سے اس کے برعکس عدم ترجیح بھی ثابت ہے۔ اور اگر بالفرض
ان کو مان بھی لیں تو حضرت بلال کی اذان سے ترجیح منسوخ ہے۔ یہ شافعیہ کے دلائل کے جوابات ہیں، اور احادیث
کی دلیل یہ ہے کہ اذان میں اصل عبد اللہ بن زید کی حدیث سے جس میں ترجیح نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت بلال کو اذین وقت تک انہی کی اذان پر مقرر رکھا، اس تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ اذان کی صحیح
کیفیت جو احادیث سے ثابت ہے۔ وہ اذان میں ترجیح کاغہ ہونا ہے، اور وہی احادیث کثر ہم اللہ کا مذہب ہے۔

ایک مسجد میں دو مؤذن رکھنے کا استحباب

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مؤذن تھے حضرت

بلال اور نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتوم۔

باب استحباب اتخاذ المؤذنین للمسجد الواحد

۴۷۷۔ حدثنا ابن کثیر قال نا فی قال ثنا عیینہ اللہ عن

نافع عن ابن عمر قال کان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مؤذنان بلال و ابن ام مکتوم الا علی۔

۴۸۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ سَبِيحٍ قَالَ نَأَى قَالَ ثَابِتٌ عَنِ
 اللَّهِ قَالَ نَأَى الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ وَثَبَّةَ -
 امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

نابینا کے اذان دینے کا جواز
 مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مؤذن تھے حضرت بلال اور
 حضرت ابن ام مکتوم، جو مسجد نبوی میں اذان دیتے تھے، مگر میں حضرت
 ابو محمد وہ مؤذن تھے اور قبا میں سعد قرظی رضی اللہ عنہم۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک مسجد میں ایک سے زیادہ مؤذن مقرر کیے جاسکتے ہیں اور یہ کہ نابینا شخص بھی
 اذان دے سکتا ہے بشرطیکہ کوئی شخص اس کو وقت کی خبر دے، نیز یہ کہ کسی شخص کا پہچان بتلانے کے لیے
 اس کا کوئی پیدائشی عیب ذکر کر دیا جائے مثلاً نابینا، یا بنگڑا، یا نادغیرہ تو یہ عیبت نہیں ہوتی۔ عیبت تب ہوتی ہے
 جب اس کا عیب بیان کرنے سے اس کی مذمت کرنا مقصود ہو۔ عیبت کی مکمل تحقیق شرح صحیح مسلم جلد ہجری
 میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابن ام مکتوم کی سوانح
 حضرت ابن ام مکتوم کا پورا نام عمرو بن ام مکتوم ہے، زیادہ مشہور یہی نام ہے
 بعض حضرات نے عبد اللہ بن ام مکتوم بھی ذکر کیا ہے۔ ابن ام مکتوم ان صحابہ
 میں سے تھے جو مکہ میں ابتداء اسلام لائے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے
 حضرت ابن ام مکتوم کو ناز پڑ جانے کے لیے اپنا خلیفہ اور نائب مقرر کر جاتے۔ ابن عبد اللہ نے کہا ہے کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ غزوات میں حضرت ابن ام مکتوم کو اپنا خلیفہ بنایا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ قادسیہ میں آپ شہید ہو گئے، اور بعض مدغنین
 نے ذکر کیا ہے کہ جنگ قادسیہ سے آپ واپس آ گئے تھے اس کے بعد آپ وفات پا گئے۔ آپ کے بارے
 میں قرآن کریم میں سورہ عبس اور غیر اولی الامر ایک آیت نازل ہوئی۔ لے

**بَابُ جَوَازِ اَذَانِ الْاَعْمٰی اِذَا كَانَ
 مَعَهُ بَصِيْرٌ**
 جب نابینا کے ساتھ بینا ہو تو اس کی اذان کا جواز

۴۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيٰى ابْنُ كَثِيْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ
 اَبْنُ اَبِيْ قَالٍ قَالَ قَالَ يَحْيٰى ابْنُ مَحْمُوْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ
 بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ نَأَى هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ
 كَانَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُومٍ يُؤْذِنُ يَرْسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اَعْمٰی -
 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت
 ابن ام مکتوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اذان
 دیتے تھے اور وہ نابینا تھے۔

۵۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَكَمَةَ الْمَوْدُوعِ
 امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

قَالَ تَاغِيْبُ اللَّهُ بَيْتٌ وَهَيْبٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَ
سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْإِسْطَاوِيَّةِ -

ت : علامہ نووی لکھتے ہیں :

جب نابینا کے ساتھ بصیر ہو تو اس کی اذان صحیح ہے اور جو کراہت جائز ہے، جیسے حضرت بلال اور حضرت
ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما دو مؤذن تھے۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ صرف نابینا کو مؤذن رکھنا مکروہ ہے۔

بَابُ الْإِسْأَالِ عَنِ الْإِغَارَةِ عَلَى قَوْمٍ
فِي دَارِ الْكُفْرِ إِذَا سَمِعَ فِيهِمُ الْآذَانَ
سننے کے بعد ان پر حملہ کرنا کی نیت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلوع فجر کے وقت
(کفار کی بستیوں پر) حملہ کرتے اور کان لگا کر اذان
سننے، اگر کسی بستی سے، اذان کی آواز آتی تو حملہ
کر دیتے، ورنہ حملہ کر دیتے۔ آپ نے ایک
شخص کو کہتے ہوئے سنا اللہ اکبر اللہ اکبر، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، علی الفطرة یعنی یہ شخص
مسلمان ہے، پھر اس نے کہا اشہد ان لا اله الا اللہ
اشہد ان لا اله الا اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جہنم سے آزاد ہو گیا، صحابہ کرام نے اس
شخص کو دیکھا تو وہ ایک بکریاں چرانے والا تھا۔

۵۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ تَاغِيْبُ
يَعْنِي ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَكَنَةَ قَالَ تَاغِيْبُ
عَنْ أَبِي الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغِيرُ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ وَكَانَ يَسْمَعُ
الْآذَانَ فَإِنْ سَمِعَ آذَانَ أُمَّتِكَ وَلَا أَعْلَانِ فَجَعَلَ
رَجُلًا يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ فَقَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْفِطْرَةِ نَعَمْ قَالَ
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَخْرَجَتِ مِنَ النَّارِ فَنَظَرُوا وَآخِذَا هُوَ تَارِعٌ
مَعْرَى -

ت : اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس جگہ اذان وہی جاری ہو وہاں حملہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اذان کی آواز
ان کے مسلمان ہونے کی دلیل ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ توحید و رسالت کی گواہی کا اظہار اسلام ہے۔
اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی شخص کو تنہا کسی جگہ میں نماز پڑھنی چاہیے، تو اس کو اذان دینی چاہیے، اور
یہ کہ اذان شعار اسلام سے ہے، نیز اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر دلیل ہے، کیونکہ
آپ نے اس بکریاں چرانے والے کو جہنم سے نجات پانے کی بشارت وہی اور آخرت کے احوال امور
غیب سے دیے۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ الْقَوْلِ مِثْلَ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ
لَمَنْ سَمِعَهُ تَقْرِئُ صَلَاتِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَيْسَ لَهُ الْوَسِيلَةُ

۴۵۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَدَأْتُ عَلَى
مَالِكٍ مَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا
يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ۔

۴۵۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَكَمَةَ الْمُعَاذِيُّ قَالَ
كَأَنَّكَ اللَّهُ بْنُ وَهَبٍ عَنْ خَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ بْنِ أَبِي
أَيُّوبٍ وَخَيْرِ هَمَّاءَ عَنْ كَعْبِ بْنِ صُلَيْمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّكَ سَمِعَ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ
فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيْهِ قَوْلُهُ مَنْ
صَلَّى عَلَى صَلَاةٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِمَا عَشَرَ أَلْفَ سَلَامٍ
اللَّهُ لِيَ الْوَسِيلَةَ قَالَتْهَا مَنْزِلَةً فِي الْجَنَّةِ لَا تُلْقَى
إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ وَارْجُوا أَنْ أَكُونَ أَكْفَاهُ
كَفَنَ سَأَلَ اللَّهُ لِيَ الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّقَاعَةُ۔

۴۵۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَدَأْتُ عَلَى
مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْقَافِي قَالَ تَلَا سَمْعِيلُ بْنُ
جَعْفَرٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَبِيبٍ بْنِ عَمْرِو
الرَّحْمَنِ بْنِ آسَافٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ بْنِ عُمَرَ بْنِ
الْخَطَّابِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ
الْمُؤَذِّنُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ فَقَالَ أَحَدُ كُفَّ اللَّهُ
أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

اذان کا جواب دینے اور پھر نبی صلی اللہ
علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے اور آپ کے
لیے وسیلہ کے سوال کرنے کا استحباب

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب
تم اذان سنو تو اس کے جواب میں وہی کلمات کہو جو
مؤذن نے کہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہما
بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل کلمات کہو پھر
مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود
پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا
ہے۔ پھر میرے لیے جنت میں "وسیلہ" کی دعا مانگو،
کیونکہ وہ جنت کا ایک ایسا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ
کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا، اور
مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہوں گا اور جو شخص میرے
لیے اس مقام کی دعا مانگے گا اس کے حق میں میری رحمت
واجب ہو جائے گی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب
مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہے تو تم میں سے بھی کوئی شخص دل سے
اس کے جواب میں اللہ اکبر اللہ اکبر کہے، پھر مؤذن
اشہد ان لا اله الا اللہ کہے تو وہ بھی اشہد ان لا اله الا
اللہ کہے پھر مؤذن کہے اشہد ان محمد رسول اللہ تو
وہ بھی اشہد ان محمد رسول اللہ کہے پھر مؤذن حم
على الصلوٰۃ کہے تو وہ کہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ،

قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ
مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا الرَّسُولُ
اللَّهُ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا
بِاللَّهِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الْإِسْلَامِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ
إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ
اللَّهُ أَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
مِنْ قَلْبِهِ وَخَلَّ الرَّجُلُ

پھر مؤذن کہے **مُحَمَّدٌ عَلَى الْفَلَاحِ** تو وہ کہے **لَا حَوْلَ وَ**
لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ پھر مؤذن کہے **اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ** تو وہ
کہے **اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ** پھر مؤذن کہے **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** تو وہ
بھی کہے **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** تو وہ جنت میں داخل ہو جائیگا۔

٥٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ قَالَ ابْنُ أَبِي
عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ عَنِ ابْنِ قَيْسٍ الْقُرَشِيِّ حَدَّثَنَا
حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنِ ابْنِ
عَبْدِ اللَّهِ عَنِ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ أَبِي وَثَّابٍ عَنْ سَعْدِ
ابْنِ أَبِي وَثَّابٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ كَانَ حِينَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ أَشْهَدَ
أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَآذَنَ مُحَمَّدًا
عَبْدَهُ وَرَسُولَهُ رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا
وَبِآلِ سَلَامٍ وَبَيْنَا عَقِبَ لَهُ ذُنُوبُهُ قَالَ ابْنُ رُمْحٍ فِي
رِوَايَتِهِ مَنْ كَانَ حِينَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ وَأَنَا أَشْهَدُ
وَلَمْ يَدَّ كُنْ قُتَيْبَةُ قَوْلَهُ وَأَنَا -

حضرت صدر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مژدن سے من کر یہ کہا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللہُ وَحْدَهُ لَا شَرِیکَ لَهُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَبِیْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِحَبْدِهِ رَسُوْلًا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا اِس کے گئی ہوں کہ بخشش دیا جائے گا، بعض روایات میں یوں ہے اَشْهَدُ (میں گواہی دیتا ہوں)۔

افغان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا

افران میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا

اس حدیث میں بر طریق عموم اذان کے جواب میں مؤذن کے کلمات و ہر آنے کا حکم دیا ہے اور بعض دوسری امارت میں ہے حی علی الصلوة اور حی علی الفلاح کے جواب میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہے اور الصلوۃ تحییوں النجوم کے جواب میں صلوات و سبوت کہے۔

علامہ طحاوی اور علامہ ابن عابدین شامی نے فضیلت کبیر علامہ تہستانی کے حوالہ سے لکھا ہے۔ پہلی مرتبہ
اشہد ان محمد رسول اللہ من کر اپنے انگوٹھے آنکھوں پر رکھ کر صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کہنا اور دوسری مرتبہ اشہد
ان محمد رسول اللہ من کر قمرت عینی کہ یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے۔

اس کے ثبوت میں علامہ شامی نے دلیلی کی کتاب الفردوس کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے:

من قبل ظفری ایہامیہ عند سماع اشعہ ان محمدا رسول اللہ فی الاذان انا قاتلہ و مدخلہ فی صفوف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اذان میں اللہ ان محمد رسول اللہ میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اذان میں اشہد ان محمد رسول اللہ سن کر

الجنة۔ لہ

را نکھول پیا انگوٹھے رکھ کر چمے میں اس کی قیادت
کر کے اس کو جنت کی صفوں میں داخل کر دوں گا۔

اسی کے متقارب المعنی حدیث علامہ طحاوی نے بھی مرفوعاً ذکر کی ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ فضائل اعمال
میں اس قسم کی احادیث کافی ہیں۔ لہ

اور علامہ علی قاری رحمہ الباری نے تحریر کیا ہے:

وکل ما يروى في هذا فلا يصح رفعه اليه
قلت و اذا ثبت على الصحيح فيمكن العمل به
لقوله عليه السلام عليه بستانى وسنة الخلفاء
الراشدين۔ لہ

علامہ سخاوی نے کہا انگوٹھے چمے کے ہاتھ
میں احادیث کی اسانید صحیح نہیں ہیں لیکن حسن یا ضعیف
میں علامہ علی قاری اس کے جواب میں فرماتے ہیں جب
صحیح سند سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق نے
اذان میں انگوٹھے چمے میں تو یہ احکام عمل کیے
کافی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: ”میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پر
عمل کرو“

اذان سننے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا اس حدیث میں
اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے دو دعائیں کر کے لیے فرمایا ایک دُعا رحمت یعنی درود شریف، دوسرے وسیلہ
یعنی جنت میں مقام خاص کے حصول کی دُعا۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص اس تصور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دُعا
رحمت (درود شریف) کرے کہ اس کی دُعا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی فائدہ پہنچے گا، اور اس کی دُعا سے
آپ کو کوئی رحمت حاصل ہوگی ایسا سوچنا یقیناً گمراہی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو خود رحمت مجتہم ہیں۔
رحمت تقالین میں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ آپ پر رحمت نازل فرماتا رہتا ہے، اس کے فرشتے آپ کے لیے
طلب رحمت کرتے ہیں۔ بلکہ آپ کے روضہ نور پر ستر ہزار فرشتے کھڑے درود پڑھتے ہیں۔ لہ
اُس لیے اذان سن کر جو شخص درود پڑھے وہ یہ سمجھ کر پڑھے کہ اس درود پڑھنے میں میرا فائدہ ہے اور
اللہ تعالیٰ اس بہانہ سے مجھ پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ نیز جب میں سرکار پر درود پڑھوں گا اور آپ کے

لہ۔ علامہ سید محمد امین بن عابدین ثنائی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۳۷۰ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۰ھ

لہ۔ علامہ سید احمد طحاوی متوفی ۱۲۳۱ھ حاشیۃ الطحاوی علی مرقی الفلاح مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البانی داودہ مصر ۱۲۵۲ھ

لہ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۰ھ، موضوعات کبیر ص ۶۴، مطبوعہ مطبعہ مکتبائی دہلی، کبریٰ میریہ برائے مصر ۱۳۱۳ھ

لہ۔ علامہ حسن بن منصور اور چندی المعروف بقاضی خان متوفی ۲۹۵ھ فتاویٰ قاضی خان علی اشع البندی ج ۱ ص ۳۱۹ مطبوعہ مطبعہ

لیے دعا رحمت کروں گا تو میرا شمار بھی آپ کے خیر خواہوں اور ملک خوار غلاموں میں ہو جائے گا۔

اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کے معمول کا شرعی حکم | اس حدیث میں بظاہر اذان سننے پڑھنے کا حکم ہے، لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ حکم اذان دینے والے کو بھی شامل ہے، اور اس حدیث میں درود شریف پڑھنے کو سر یا جہر کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا، اس لیے اذان کے بعد آہستہ درود شریف پڑھنا اور بلند آواز سے پڑھنا ہر طرح جائز ہے۔ بعض مساجد میں اذان سے پہلے درود شریف پڑھا جاتا ہے، ہر چند کہ اذان سے منقطع پہلے درود شریف پڑھنا بھی جائز ہے، تاہم اگر اذان کے بعد درود شریف پڑھا جائے تو اس حدیث کے مطابق ہو گا۔ نیز اذان کے بعد درود شریف ہمیشہ جہر کے ساتھ نہ پڑھا جائے بلکہ کبھی آہستہ اور کبھی جہر کے ساتھ پڑھا جائے تاکہ یہ لازم نہ آئے کہ اپنی خواہش سے درود شریف کو تلاوت جہر کے ساتھ مقید کر لیا ہے، بعض مساجد میں اذان سے پہلے دُعا جہر سے درود شریف پڑھتے ہیں ہر چند کہ اس کے جواز کی بھی گنجائش ہے تاہم بہتر طریقہ یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے دور میں اذان دی جاتی تھی اسی طرح اذان دی جائے اور اذان کے ساتھ اپنی طرف سے کسی سابقہ اور لاحقہ کا اضافہ نہ کیا جائے، تاہم جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بنا پر اذان سے کچھ پہلے یا کچھ بعد درود شریف پڑھتے ہیں اس کو بدعت سیئہ کہنا بھی جدا اعتدال سے تجاوز ہے۔

اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کی ابتداء کب سے ہوئی؟ | علامہ علائی لکھتے ہیں:

اذان کے بعد سلام پڑھنے کی ابتداء مسیحیوں کی ہجری کے ربیع الآخر میں پیر کی شب عشاء کی اذان سے ہوئی۔ اس کے بعد جمعہ کے دن اذان کے بعد سلام پڑھا گیا، اس کے دس سال بعد مغرب کے سوا تمام نمازوں میں درود تہ سلام پڑھا جانے لگا اور مغرب میں بھی یہ بدعت حسنہ ہے۔

التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنۃ سبع مائۃ واحدی وثمانین فی عشاء لیلة الاثنين فی یوم الجمعة ثم بعد عشر مستین حدث فی کل الا المغرب ثم فیہا مرتین وہو بدعة حسنة

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

مؤرخوں نے جمعہ اور جمع کے علاوہ فرائض کی تمام اذانوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا شروع کر دیا ہے، وہ ان نمازوں میں صلوٰۃ و سلام کو اذان سے پہلے پڑھتے ہیں اور مغرب کی اذان میں صلوٰۃ و سلام بالکل نہیں پڑھتے کیونکہ اس کا وقت تنگ

قد احدث المؤمنون الصلوٰۃ والسلام علی رسولی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقب الاذان للفراتین الخمس الا الصبح والجمعة فانتہر یقدمون ذلک فیہا علی الاذان والا المغرب فانہم لا یفعلونہ اصلاً لضیق وقتہا وکان ابتداء

علامہ ملاؤ الدین البھکفی متوفی ۱۰۰۰ھ در مختار علی امش الروع ص ۳۷۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۰ھ

حدوث ذلك من أيام السلطان ناصر صلاح الدين
ابن المظفر يوسف بن ايوب وامر به داما قتل
ذلك فانه لما قتل الحاكم بن العزيز مروت اخته
بذلت المثلث ان يسلم على ولده الظاهر فسلم
عليه بما صومته السلام على الامام الظاهر ثم
استمر السلام على الخلفاء بعده خلفا بعد خلف
الى ان ابطله الصلاح المذكور جوده غيرا وقد
اختلف في ذلك هل هو مستحب او مكروه او
بدعت او مشروع واستدل الاول بقوله تعالى
وافعلوا الخير ومعلوم ان الصلوة والسلام
من اجل القرب لاسبابا وقد توارث الاخبار
على الاحت على ذلك مع ما جاء في فضل الدعاء
عقب الاذان والمثلث الاخير من الليل وقرب
الفجر والصواب انه بدعت حسنة يوجب فاعله
يحسن نيته

موتے ہیں۔ اس کی ابتداء سلطان ناصر صلاح الدین المظفر
یوسف بن ایوب کے زمانہ میں اس کے حکم سے ہوئی اس
سے پہلے جب حاکم ابن العزیز قتل کیا گیا تھا تو ابن العزیز
کی بہن جربا و شاہ کی بیٹی تھی اس نے حکم دیا کہ اذان کے
بعد اس کے بیٹے ظاہر پر سلام پڑھا جائے جس کی
یہ صورت تھی: السلام علی الامام الظاهر
اس کے بعد یہ طریقہ اس کے خلفاء میں جاری رہا تا آنکہ
سلطان صلاح الدین نے اس کو ختم کیا۔ اللہ تعالیٰ
اس کو جزائے عظیم سے۔ اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام
پڑھنے میں اختلاف ہے کہ یہ مستحب ہے، مکروہ
ہے، بدعت ہے یا جائز ہے۔ اس کے استحباب پر
اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کیا گیا ہے،
ترجمہ: نیکی کے کام کرو اور یہ بات واضح ہے کہ
صلوٰۃ و سلام عبادت کے قصد سے پڑھا جاتا ہے،
خصوصاً جب کہ اس کی ترغیب میں کثیر احادیث وارد
ہیں، علاوہ ازیں اذان کے بعد دعا کرنے اور تہائی
رات کے اخیر میں دعا کرنے کی مفیصلت میں بھی
احادیث ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے
اور اس کے فاعل کو حسن نیت کی وجہ سے اجر ملے گا۔

علامہ شافعی، اور علامہ طحاوی اور علامہ ابن حجر مکی نے غامدی کبریٰ میں اس کو بدعت حسنہ قرار دیا ہے
اور اس عبارت کو مقرر رکھا ہے۔
علامہ سخاوی اور علامہ ملائی کی عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام آٹھویں صدی ہجری
میں سلطان صلاح الدین ابوالمظفر کے حکم سے پڑھنا شروع کیا گیا، چودھویں صدی کے اخیر سے پانچویں صدی
کی اذان سے پہلے یا بعد میں صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے۔
ہر چند کہ اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے استحباب، جواز، کراہت اور بدعت ہونے میں علماء کا اختلاف

۱۔ علامہ شمس الدین سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، القول البدیع ص ۱۹۳۔ ۱۹۴، مطبوعہ لائٹنی کتب خانہ سیالکوٹ

۲۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۶۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

۳۔ علامہ سید احمد طحاوی متوفی ۱۲۳۶ھ، حاشیۃ الطحاوی علی مرقاۃ المفاریح ص ۱۴۴، مطبوعہ مطبعۃ البابۃ مئۃ الطبعة الثانیہ، ۱۳۵۶ھ

رہا ہے تاہم مستند علماء نے اس کو بدعت حسنہ قرار دیا ہے۔

اس تمام تر تفصیل کے باوجود یہ حقیقت نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونی چاہیے کہ اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام کچھ دفعہ سے پڑھیں اور کبھی کبھی ترک بھی کر دیں تاکہ ان پڑھ لوگ اور آنے والی نسلیں صلوٰۃ و سلام کو اذان کا جز نہ سمجھ لیں، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے جب اقامت سے پہلے درود شریف پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ کے پیش نظر بھی یہ غلط فہمی اس لیے آپ نے فرمایا:

درود شریف قبل اقامت پڑھنے میں حرج نہیں مگر اقامت سے قبل چاہیے یا درود شریف کی آواز، آواز اقامت سے ایسی جدا ہو کہ امتیاز ہے اور عوام کو درود شریف جز اقامت نہ معلوم ہو رہا ہے۔

اذان سے پہلے یا بعد درود شریف پڑھنے کی بحث میں حرج آخر | اگر اذان اور اقامت سے قبل فصل کر کے

درود شریف چہرے ساتھ دائیں پڑھا جائے تو درود شریف پڑھنے کے استقباب کے عمومی ولائل کی بناء پر یہ اس کو ناجائز یا بدعت سیرکہ کہنا تو باطل ہے اور اس کے جائز اور استقباب میں بھی کوئی شک نہیں ہے لیکن اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مدینہ منورہ میں دس سال اذان دی جاتی رہی، خلفاء راشدین کے دور میں تیس سال اذان دی جاتی رہی اور سو سال تک عہد صحابہ و تابعین میں اذان دی جاتی رہی اور کسی دور میں بھی اذان سے پہلے یا بعد فصل کر کے جہراً درود شریف نہیں پڑھا گیا اور آٹھ صدیوں تک مسلمان اسی طریقہ سے اذان دیتے رہے تو آیا اذان دینے کا افضل طریقہ وہ ہے جس طریقہ سے عہد رسالت اور عہد صحابہ میں اذان دی جاتی تھی یا وہ افضل طریقہ ہے جو آٹھویں صدی میں ایجاد ہوا؟ اگرچہ اذان کا موجودہ طریقہ بھی ناجائز یا بدعت سینہ نہیں ہے لیکن ہم پوری امانت اور دیانت اور شرح صدر کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ اذان دینے کا افضل طریقہ وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے جس طریقہ سے آپ کے سامنے ہمیشہ اذان دی جاتی رہی!

اس بحث کے دوران یہ حدیث بھی پیش نظر رہنی چاہیے:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی

اللہ عنہما کے پہلو میں ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے

کہا الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ

عنہما نے فرمایا کہ (عام حالات میں) میں بھی کہتا ہوں،

الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ - لیکن رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چھینک کے جواب

عن نافع عن رجل من جناب ابن عمر

فقال الحمد لله والسلام على رسول الله فقال

ابن عمر وانا قول الحمد لله والسلام على رسول

الله وليس هذا احسننا رسول

الله صلى الله عليه وآله وسلم

علمنا ان نقول الحمد لله

۱۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۴ھ، نادی دہلیہ ۲۵ من ۲۵۱، مطبوعہ مکتبی دارالاشاعت فیصل آباد ۲۰۰۴ء

علی کل حال۔ لے

کی اس طرح تعلیم نہیں دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم چھینک کے بعد الحمد للہ علی کل حال کہیں۔

اس شخص نے جو چھینک کے بعد الحمد للہ و السلام علی رسول اللہ کہا تو اس کی یہ وجہ نہیں تھی کہ وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا تھا اور نہ یہ بات تھی کہ حضرت ابن عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض کی بنا پر اس کو چھینک کے بعد درود شریف پڑھنے سے منع کر رہے تھے، ان کا مطلب صرف اتنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عبادات جس طرح شروع اور مقرر فرمائی ہیں، ان کو کسی ترمیم اور اضافہ کے بغیر ادا کرنا اتباع رسول اور جماعت صحابہ کے ساتھ وابستگی ہے اور اپنی رائے سے ان میں کسی سابقہ اور لاحقہ کا اضافہ نہ کرنا بہر حال لائق ستائش نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک رحمت اور پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں ہے جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے یعنی درود شریف پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک رحمت نازل ہوتی ہے اور پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں، اس سے یہ دہم نہ ہو کہ پڑھنے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ رحمت ملتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ایک رحمت نازل ہوتی ہے وہ آپ کے مقام کے لحاظ سے نازل ہوتی ہے اور ہم پر جو دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں وہ ہماری حیثیت اور ہماری قوت برداشت کے لحاظ سے ہوتی ہیں، مثلاً ایک شخص کو ایک ہزار کا ایک ٹوٹ دیا جائے اور دوسرے شخص کو ایک ایک کے دس ٹوٹ دیے جائیں تو جس شخص کو دس ٹوٹ ملے ہیں وہ یہ نہ سمجھے کہ اس ہزار کے ایک ٹوٹ کے مقابلہ میں مجھے زیادہ قسم ملی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور ہم میں ایک اور ایک ہزار کی نسبت بھی نہیں ہے جو فرق ہمارے اور حضور کے مقام میں ہے وہی فرق ان نازل ہونے والی رحمتوں میں ہے۔

اذان کی فضیلت اور اذان سن کر شیطان کا بھاگنا

بَابُ فَضْلِ الْآذَانِ وَهَرَبِ الشَّيْطَانِ عِنْدَ سَمَاعِهِ

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے پاس مؤذن نے اکران کو نماز کے لیے بلایا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۵۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ كَانَتْ قُبَّةُ مَلِكَةِ بَنِي يَغْلُبَ عَنْ عَتَمَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ مَعَاذِ بْنِ أَبِي سَفْيَانَ وَجَاءَهُ الْمَوْذُنُ يَدْعُوهُ إِلَى

۱۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۱، مطبوعہ دار محمد کا خانہ ستیارت کتب کراچی

علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب مؤمن ٹھیں گے تو ان کی گردنیں سب سے بلند ہوں گی۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اسی حدیث کی مثل روایت بیان کی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شیطان اذان کی آواز سن کر مقام روحانہ تک بھاگ جاتا ہے۔ ابوسفیان نے بیان کیا کہ روحانہ میرے چھتیس میل ہے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان جب اذان سنتا ہے تو گوند (آواز) سے ریگ خارج کرنا لگتا ہوا بھاگتا ہے تاکہ اذان کی آواز نہ سن سکے، جب اذان نہ سن سکتا ہے تو پھر آکر لوگوں کے دلوں میں دوسرے ڈالتا ہے، جب اقامت (بکیر) ہوتا ہے تو پھر بھاگ جاتا ہے تاکہ آواز نہ سن سکے اور جب مؤذن اقامت کہہ چکتا ہے تو پھر آکر دوسرے ڈالنے لگتا ہے۔ حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مؤذن

الصلوٰۃ فقال معاویۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول المؤمن أطول الناس عتاقاً یوم القیامۃ۔

۵۷۔ وحدثنا زبیر بن اسحق بن منہور قال قال ابن ابی عمیر قال قال سفيان عن ابن طلحة قال سمعت معاویۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبطلہ۔

۵۸۔ حدثنا قتیبۃ بن سعید و عثمان بن اوفی شیبۃ و اسحق بن ابراہیم قال اسحق أنا و کان الاخوان ناجریو عن اذ عن سفيان عن جابر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان الشیطن اذا سمع النداء بالصلوۃ ذهب حتی یكون مکان الرکوعاء قال مکینان فسألنا عن الرکوعاء فقال هو من المذنبۃ شیۃ و تلثون میلًا۔

۵۹۔ وحدثنا ابوبکر بن اوفی شیبۃ و ابی کریم قالنا ابومعاویۃ عن اذ عن سفيان بن ابرہۃ۔

۶۰۔ حدثنا قتیبۃ بن سعید و زبیر بن حرب و اسحق بن ابراہیم و الفط لقتیبۃ قال اسحق أنا و کان الاخوان ناجریو عن اذ عن سفيان عن اوفی قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الشیطن اذا سمع النداء بالصلوۃ اذ قال لا حول ولا قوة الا باللہ ذہب حتی لا یسمع صوتہ فاذا اسکت رجۃ قوسوس و اذا سمع الاقامۃ ذہب حتی لا یسمع صوتہ فاذا اسکت رجۃ قوسوس۔

۶۱۔ حدثنا زبیر بن عیینہ الحمیری عن بیان النواسیطی قال نا کالید بن عیینہ عن اللہ عن سہیل عن ابرہۃ

اذان دیتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ کر گوز لگاتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔

سبیل کہتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے نبی عارف کے پاس بھیجا میرے ساتھ ایک ساتھی بھی تھا۔ اچانک ایک دیوار سے کسی شخص نے اس کا نام لے کر آواز دی، اس نے دیوار کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو پھر نظر نہ آیا، میں نے اس واقعہ کا اپنے والد سے ذکر کیا۔ انھوں نے کہا اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تمہارے ساتھ یہ واقعہ پیش آئے گا تو میں تمہیں نہ بھیجتا، آئندہ جب تم کوئی ایسی آواز سناؤ تو اذان دیا کرو، تمہیں مکہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت سنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیچھے ہٹ کر گوز لگاتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اذان ہوتی ہے تو شیطان پیچھے ہٹ کر گوز لگاتا ہوا بھاگ جاتا ہے تاکہ اذان کی آواز نہ سن سکے اور جب اذان ہو چکی ہے تو پھر رٹ آتا ہے اور جب تکبیر شروع ہوتی ہے تو پھر واپس بھاگ جاتا ہے اور جب تکبیر ختم ہو جاتی ہے تو پھر واپس آ جاتا ہے اور انسان کے دل میں خیالات نکلتے ہیں اور اس سے کہتا ہے کہ فلاں چیز یاد کرو، فلاں چیز یاد کرو، حالانکہ وہ چیزیں اسے پہلے یاد نہیں ہوتیں، حتیٰ کہ نمازی بھول جاتا ہے اس نے کتنی رکعات نماز پڑھی ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے اسی کی مثل ایک روایت بیان کی ہے اس میں یہ فرق ہے کہ نمازی کی سمجھ میں نہیں آتا کس طرح نماز پڑھے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَدَّنَ الْمُؤَذِّنُ أَذَّنَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ حُصَاةٌ.

۷۲۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا بَعِيْدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ قَالَ نَا دُوْدُ عَنْ سُهَيْلٍ قَالَ أَرَسَلَنِي أَبُو إِلَى بَنِي حَارِثَةَ قَالَ وَمَعِيَ غُلَامٌ وَأَصَابَتْ لَنَا فَنَادَاهُ مَتَاهُ مِنْ حَائِطٍ يَأْتِيهِمْ قَالَ وَأَشْرَفَ الَّذِي مَعِيَ عَلَى الْحَائِطِ فَكَرِهَ يَرْتَشِيْنَا فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِأَبِي قَالَ لَوْ تَعَرَّفْتُ أَفَكَ تَدْنِي هَذَا لَمْ أُرْ سِلْكَ وَ لَكِنْ إِذَا سَمِعْتَ صَوْتًا فَنَادَى بِالصَّلَاةِ قِيَامِي سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ إِذَا نَادَى بِالصَّلَاةِ وَدُنِيَ وَلَهُ حُصَاةٌ.

۷۲۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا بَعِيْدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ قَالَ نَا دُوْدُ عَنْ سُهَيْلٍ قَالَ أَرَسَلَنِي أَبُو إِلَى بَنِي حَارِثَةَ قَالَ وَمَعِيَ غُلَامٌ وَأَصَابَتْ لَنَا فَنَادَاهُ مَتَاهُ مِنْ حَائِطٍ يَأْتِيهِمْ قَالَ وَأَشْرَفَ الَّذِي مَعِيَ عَلَى الْحَائِطِ فَكَرِهَ يَرْتَشِيْنَا فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِأَبِي قَالَ لَوْ تَعَرَّفْتُ أَفَكَ تَدْنِي هَذَا لَمْ أُرْ سِلْكَ وَ لَكِنْ إِذَا سَمِعْتَ صَوْتًا فَنَادَى بِالصَّلَاةِ قِيَامِي سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ إِذَا نَادَى بِالصَّلَاةِ وَدُنِيَ وَلَهُ حُصَاةٌ.

۷۲۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ نَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَاشِمِ بْنِ مَتِيْنَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ عِنْدَهُ قَالَ حَتَّى يُظِلَّ الرَّجُلُ إِنْ قَدَرَى كَيْفَ صَلَّى.

قیامت کے دن مؤذنون کی لمبی گردنیں ہونے کی تشریح | حدیث نمبر ۵۶، میں ہے: قیامت کے دن جب مؤذن اٹھیں گے تو ان کی گردنیں سب سے لمبی ہونگی۔

قیامت کے دن مؤذنون کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی، اس کا مطلب یہ ہے کہ مؤذن میدانِ حشر میں سب سے ممتاز اور منفرد نظر آئیں گے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان کو ثواب زیادہ ملے گا اور انہیں کثیر ثواب کو دیکھنے کا اشتیاق ہوگا اور جس شخص کو کسی چیز کے دیکھنے کا اشتیاق ہو وہ گردن اٹھا اٹھا کر دیکھتا ہے اس لیے ان کی گردنیں لمبی نظر آئیں گی۔
تیسرا مطلب یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی زیادہ امید ہوگی، اور جس شخص کو کسی چیز کی امید ہوتی ہے وہ گردن اٹھا اٹھا کر اس چیز کو دیکھتا ہے۔

چوتھا مطلب یہ ہے کہ مؤذن اپنے اعمال پر پشیمان نہیں ہوں گے کیونکہ جو نام و اثر شرمسار ہو اس کی گردن جھکی ہوئی ہوتی ہے اور ان کی گردنیں بلند ہو رہی ہیں۔

پانچواں مطلب یہ ہے کہ میدانِ حشر کی گرمی سے تمام لوگ پسینہ میں گردن تک ڈوبے ہوئے ہوں گے اور مؤذنون کی گردنیں بلند ہوں گی۔

چھٹا مطلب یہ ہے کہ چونکہ مؤذن کی اذان سن کر لوگ مساجد میں نماز پڑھنے جاتے ہیں تو نمازی تابع اور مؤذن متبع ہوا، اور متبع چونکہ سردار ہوتا ہے اس لیے اس کی گردن بلند ہوگی، تاکہ اس کا سر نمایاں نظر آئے۔

ساتواں مطلب یہ ہے کہ گردن لمبی ہونے سے مؤذن کے اعمال کی کثرت کی طرف اشارہ ہے اور یہ کثرت اس وجہ سے ہے کہ مؤذن کی اذان سن کر جس قدر لوگ نماز پڑھنے آئیں گے ان تمام کے اعمال مؤذن کے نام اعمال میں کھے جائیں گے، اگرچہ نادریوں کے اپنے اپنے ثواب میں کمی نہیں ہوگی۔

حدیث نمبر ۶۰، میں ہے: جب شیطان اذان کی آواز سنتا ہے تو گزر گناہا ہوا بھاگتا ہے۔

علمائے بیان کیا ہے کہ شیطان یہ حرکت اس لیے کرتا ہے تاکہ وہ اذان کی آواز نہ سنے اور اس کو قیامت کے دن اذان کی شہادت پر مجبور نہ ہونا پڑے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذان کی آواز کو جو بھی سنے اور انسان سنا ہے وہ قیامت کے دن اس کی گواہی دے گا، قاضی عیاض نے کہا جبکہ انسانوں میں سے جو یمن میں وہاں کی شہادت دیں گے اور کافر شہادت نہیں دیں گے نہ وہ شہادت کے اہل ہیں، نہ ان کی شہادت قبول ہوگی، ایک قول یہ ہے کہ اذان سننے والے شہادت دیں گے، جو مادۃ سنتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ بلکہ تمام حیوانات اور جمادات شہادت دیں گے اور اللہ تعالیٰ ان میں اذان کا ادراک اور معرفت پیدا کر دے گا، شیطان پوچھ پچھ کر اس لیے بھاگتا ہے کہ اذان میں قواعد اسلام اور دین کے شرائط کا اظہار اور اعلان ہے۔

اقامت کے دوران امام اور نمازیوں کے صحیح علی الصلاح پر کھڑے ہونے کی تہنیت

ہمارے زمانہ میں اس مسئلہ میں کافی بحث کی جاتی ہے کہ جب مؤذن اقامت کہے تو امام اور مقتدی اقامت

کی ابتداء سے کھڑے ہوں، یا جب مؤذن حی علی الفلاح کہے اس وقت کھڑے ہوں، اور یہ بحث اس صورت میں ہے جب امام عراب یا مصلیٰ نے امامت پر موجود ہو، ہم پہلے حدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کا ذکر کریں گے اور مذہب اخلاف کو بیان کریں گے اور اس کے بعد باقی اثر کے مذاہب کا ذکر کریں گے، فنقول وبالله التوفیق وبہ الاستعانة یلیق:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی قتادۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقيمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتی تردی - ۱۰

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی اقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک نہ کھڑے ہو جب تک کہ تم مجھے دیکھ نہ لو۔

علامہ بدر الدین علی بن حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مستقرین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ لوگ نماز کے لیے کس وقت کھڑے ہوں، امام مالک اور جہاد علاء کا مسلک یہ ہے کہ اس میں قیام کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، لیکن عام علماء نے یہ کہا ہے کہ جب مؤذن اقامت شروع کرے تو اس وقت کھڑے ہونا مستحب ہے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوئے تھے جب مؤذن قدامت الصلوٰۃ کہتا تھا، اور پھر امام اللہ اکبر کہتا تھا، اس کو امام ابن ابی شیبہ نے سوید بن غفلہ سے روایت کیا ہے، اور سعید بن مسیب اور عمر بن عبد العزیز سے یہ روایت ہے کہ جب مؤذن اللہ اکبر کہے تو کھڑے ہونا واجب ہے، اور جب وہ حی علی الصلوٰۃ کہے تو صفیں برابر کر لی جائیں اور جب وہ لا الہ الا اللہ کہے تو امام اللہ اکبر کہے، اور عام علماء کا مذہب یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو، امام اللہ اکبر نہ کہے، اور مصنف میں ہے کہ ہشام نے مؤذن کے قدامت الصلوٰۃ کہنے سے پہلے کھڑے ہونے کو مکروہ کہا ہے، اور امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مستحب یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو اس وقت تک لوگ کھڑے نہ ہوں، امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے، اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جب مؤذن قدامت الصلوٰۃ کہے اس وقت لوگ کھڑے ہوں، امام زفر کا بھی یہی قول ہے، امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا یہ قول ہے کہ جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے اس وقت لوگ صفوں میں کھڑے ہوں اور جب مؤذن قدامت الصلوٰۃ کہے تو امام اللہ اکبر کہے، کیونکہ مؤذن شرعاً امین ہے اور اس نے نماز کے قیام کی خبر دی ہے تو اس کی تصدیق واجب ہے اور جب امام مسجد میں ہو تو جہاد کا مذہب یہ ہے کہ لوگ اس وقت تک کھڑے نہ ہوں جب تک کہ امام کو دیکھ نہ لیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: نماز کی اقامت کہی گئی سو ہم کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسنے سے پہلے ہم نے صفیں درست کر لیں،

اور ایک روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نماز کی اقامت کہی جاتی، پس ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سے پہلے صفوں کو درست کر لیتے۔ اور ایک روایت میں ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نماز کی اقامت کہی جاتی اور لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی جگہ پر کھڑے ہونے سے پہلے صفیں درست کر لیتے" اور حضرت جابر بن سمروہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ سورج کے زوال کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے (حجرو سے) باہر آنے سے پہلے اقامت نہ کہتے اور جب آپ باہر آتے اور وہ آپ کو دیکھ لیتے تو اقامت کہتے۔ ان روایات کا صحیح بخاری کی مذکورہ الصدر حدیث سے توافقی ہے، اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضور کے آنے سے پہلے صفیں درست کرنے کے واقعات ایک یا دو مرتبہ کسی عذر کی وجہ سے یا بیان جواز کے لیے ہوئے، یا یہ پہلے کے واقعات ہیں اور اس کے بعد آپ نے فرمایا: تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو جب تک کہ مجھے درجہ نہ ملے۔" ۱۔

علامہ نووی نے بھی ان احادیث کے جواب میں یہی لکھا ہے کہ یہ بیان جواز یا عذر کی وجہ سے ایک یا دو مرتبہ کے واقعات ہیں یا یہ پہلے کے واقعات ہیں اور بعد میں آپ نے پہلے کھڑے ہونے سے اس حدیث میں منع فرمادیا "تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو جب تک کہ مجھے درجہ نہ ملے" ۲۔
حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی یہی جواب ذکر کیے ہیں۔ ۳۔
عالمگیری میں ہے:

ان كانت المؤذن غير الامام وكان القوم مع الامام في المسجد فانه يقوم الامام والقوم اقامتاً للمؤذن حتى على الفلاح عند غلواء ثلاثاً وهو الصحيح ۴۔

علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں:

ومن الادب والقيام اي قيام القوم والامام ان كان حاضراً بقرب المحراب حين يقرأ اي وقت قول المقيم حي على الفلاح لانه امر به فيجب وان لم يكن حاضراً يقوم كل صف حين ينتهي اليه الامام في الاظهر ۵۔

نماز کے مستحبات میں سے یہ ہے کہ جب اقامت کہنے والا حی علی الفلاح کہے تو نمازی اور امام کھڑے ہر بائیں بدشتر علیک امام محراب کے قریب حاضر ہو، کیونکہ مؤذن نے کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے، اس لیے اس پر عمل کیا جائے، اور اگر امام حاضر

- ۱۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد بیہقی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدة القاری ج ۵ ص ۱۵۴-۱۵۳، مطبوعہ دارۃ المطابع النیرینہ مصر، ۱۳۳۸ھ
- ۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۷۴۹ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۲۱، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۴۰۵ھ
- ۳۔ حافظ احمد بن علی بن محمد عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، نسخ الباری ج ۲ ص ۲۲۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ
- ۴۔ ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۵۰۰، مطبوعہ مطبعہ امیر کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

نہ ہو تو جس صفت کے پاس سے امام گزرتے وہ لوگ کھڑے ہو جائیں۔

علامہ طحاوی لکھتے ہیں:

وإذا أخذ الموائد في الإقامة وقد دخل رجل المسجد فإنه يقعد ولا ينتظر قائماً فإنه مكروه كما في المصنوعات فاستأني ويضع يده كراهة القيام ابتداء الإقامة والناس عنه الغافلون به

جب مؤذن نے اقامت شروع کی اور اس وقت کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے اور کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔ مفسرات اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اقامت کے شروع میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔

حی علی الصلاح پر کھڑا ہونا مستحب ہے اس لیے اس سے پہلے کھڑا ہونا مستحب کے خلاف ہے اور عاشیہ طحاوی اور اسی طرح عالمگیری میں جو اس کو مکروہ لکھا ہے اس سے مراد مکروہ تنزیہی ہے اور اصل یہ خلاف اولیٰ ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ مستحب کے ترک پر علامت نہیں کی جاتی، اس لیے جو لوگ اقامت کے وقت پہلے سے کھڑے ہو جائیں ان کو علامت نہیں کرنا چاہیے اور مستحب کے ساتھ واجب کا معاملہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ کسی مستحب کو ترک کرنے میں اتنی قباحیت نہیں ہے جتنی کسی مستحب کو واجب قرار دینے میں قباحیت ہے، اور اگر کچھ لوگ حی علی الصلاح پر اٹھنے والوں کو علامت کریں کہ یہ دیر سے اٹھتے ہیں اور ان کو اقامت کی ابتداء میں کھڑا ہونا چاہیے تھا تو یہ اور زیادہ مذموم ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

سب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے اس وقت کھڑے ہونا مستحب ہے۔ ۳

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو اس وقت تک کسی کا کھڑا نہ ہونا مستحب ہے۔ ۴

امام مالک فرماتے ہیں:

واما قيام الناس حين تمام الصلوة فآتي له

۱۔ علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۱۱۶، مطبوعہ مصطفیٰ ابائی و اولادہ مصر ۱۳۵۶ھ

۲۔ علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ، مشکوٰۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح مطبوعہ مصطفیٰ ابائی و اولادہ مصر ۱۳۵۴ھ

۳۔ علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المستدرج ص ۲۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۴۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۲۱، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۴۰۵ھ

اسمع في ذلك بعد يعام له الا اري ذلك
على قدر طاقة الناس فان منهم الثقيل و
الخفيف ولا يستطيعون ان يكونوا كرجل
واحد له

نے اس مسئلہ میں کسی حد کو نہیں سنا البتہ میری رائے یہ
ہے کہ یہ لوگوں کی طاقت پر موقوف ہے کہیر تک بعض
کا بدن بھاری ہوتا ہے اور بعض کا ہلکا اور سب کے
ایک آدمی کی طرح نہیں ہو سکتے۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ حَذْوِ الْمَكْبُوتِينَ مَعَ
تَكْبِيرَةِ الْاِحْرَامِ وَالزُّكُوفِ وَفِي الرَّفْعِ مِنَ الزُّكُوفِ

مجبور احرام کے ساتھ رکوع میں اور رکوع سے
سراٹھاتے وقت کندھوں تک رفع یدین

کرنے کا استحباب

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ
جب نماز شروع کرتے تو ہاتھوں کو کندھوں تک
بلند کرتے اسی طرح رکوع میں جانے سے پہلے اور
رکوع سے سراٹھاتے وقت اور دو سجدوں کے
درمیان رفع یدین (ہاتھ بلند کرنا) نہیں کرتے تھے۔

وَاَنَّهُ لَا يَفْعَلُهُ اِذَا رَفَعَ مِنَ السُّجُودِ
۷۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى الْقُمَيْنِيُّ وَشُعَيْبُ
بْنُ مَنْصُورٍ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَمْدُ وَالثَّاقِفَةُ
وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ مُثَنَّى كُلُّهُمْ عَنْ سُفْيَانَ
بْنِ عُيَيْنَةَ وَالثَّقَفِ لِيَحْيَى قَالَ نَاسِئَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ
عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْتَتَعَ الصَّلَاةَ مَفْعَةً
يَدَيْهِ حَتَّى يُعَادِيَ مَكْبُوتِيهِ وَفَعَلَ اَنْ يَذْكُرَهُ فَاِذَا رَفَعَهُ
مِنَ الزُّكُوفِ فَلَا يَرَفَعُهُمَا بَيْنَ الشَّجَعَتَيْنِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنے
کے لیے کھڑے ہوتے تو کندھوں کے بالمتقابل
رفع یدین کرتے پھر اللہ اکبر کہتے اور اسی طرح رکوع میں
جانے سے پہلے اور رکوع سے سراٹھا کر رفع یدین
کرتے اور سجدہ سے سراٹھا کر رفع یدین نہیں کرتے
تھے۔

۷۶۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ سَأَلْتُ
الرُّكْبَانِ اَوْ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ
عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ ابْنَ مَسْرُومٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ لِلصَّلَاةِ مَفْعَةً
يَدَيْهِ حَتَّى تَكُونَا بِحَذْوِ مَكْبُوتِيهِ ثُمَّ يَذْكُرُ اِذَا رَفَعَهُ
اَنْ يَذْكُرَهُ فَعَلْ مِثْلَ ذَلِكَ حَتَّى اَرَفَعَ مِنَ الزُّكُوفِ
فَعَلْ مِثْلَ ذَلِكَ وَلَا يَفْعَلُهُ حِينَ يَذْكُرُهُ رَأْسَهُ مِنَ
السُّجُودِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنے

۷۷۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَاجِيْنٌ وَ
هُوَ ابْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا الْاَلَيْسَ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ وَحْدَةَ تَخِي

کے لیے کھڑے ہوتے تو کندھوں کے بالمقابل رُفیع یدین کرتے اور پھر اللہ اکبر کہتے۔

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُهْزَرٍ قَالَ سَأَلْتُ عَنْ سَيِّدَانِ قَالَ أَمَّا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَتَا يُؤْمِسُ وَلَا هَمَّاعِينَ الرَّهْطِي بِهَذَا إِلَّا سَنَادُ كَمَا قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ لِلصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكُونَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ كَثَّرَ.

ابو قتادہ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب وہ نماز شروع کرتے تو اللہ اکبر کہہ کر رُفیع یدین کرتے اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ کرتے تو رُفیع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رُفیع یدین کرتے اور انھوں نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

۴۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ لَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّ رَأَى مَالِكَ ابْنِ الْحُوَيْرِثِ إِذَا صَلَّى كَثَّرَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَزِيدَ رَفَعَ يَدَيْهِ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُسْتُونَ أَنَّ اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ لِهَذَا.

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ اکبر کہتے تو لمبوں کو کانوں کے بالمقابل کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سمیع اللہ لمن حمدہ فرماتے اور اسی طرح رُفیع یدین کرتے۔

۴۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَامِلٍ الْبَصْرِيُّ قَالَ قَالَ أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ قُصَيْرِ بْنِ عَصِيحٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا كَثَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يَخَافَ أَنْ يَهْمَا أُذُنَيْهِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَتَلَ سَمِعَهُ اللَّهُ يَمُنَّ حَيْثُ كَانَ فَعَلْ مِثْلَ ذَلِكَ.

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے کہا حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں

۵۰۔ وَحَدَّثَنَا كَاهِلٌ مَحْمَدُ بْنُ الْمُنْثَرِيِّ قَالَ ثَابِتٌ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ

اِنَّهُ رَاْنِي سَجَّ اللهُ صَلَّي اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم وَمَا لِي
حَتَّى يَتَحَادَّثَ بِيْهِمَا كَذُوْعًا اَوْ كَتِيْبَةً -
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کانوں کی حرکت ہاتھ
بلند کرتے ہوئے دیکھا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

رفع یدین کی حکمتیں | امام شافعی نے فرمایا میں رفع یدین اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع
کے لیے کرتا ہوں، بعض علماء نے کہا اس میں اطاعت گزاری کا اظہار ہے اور قیدی جیب مغلوب ہو جانے کے قوائیات
گذاڑی کے طور پر اپنے ہاتھ بلند کرتا ہے، بعض نے کہا اس میں نماز کی تعظیم کی طرف اشارہ ہے، بعض نے کہا
اس میں امور دنیا کو ترک کرنے اور بالکل غناز اور اپنے رب سبحانہ کی طرف متوجہ ہونے کا اشارہ ہے، بعض نے کہا
اس میں نماز میں دخول کی طرف اشارہ ہے، بعض نے کہا تاکہ ہر آدمی بھی رفع یدین کرنے سے جان لے کہ وہ نماز
میں شروع ہو گیا ہے، بعض نے کہا اس میں شرک سے برأت کا اظہار ہے اور بعض نے کہا کہ رفع یدین نماز کی
زینت ہے۔

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

رفع یدین کی حد میں مذاہب فقہاء | امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ کندھوں تک ہاتھ اٹھائے
اور ان سے ایک رداً تک سینہ تک ہاتھ اٹھانے کی ہے اور ایک روایت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی ہے۔
علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ کندھوں کے بالمقابل ہاتھ اٹھائے اس حیثیت سے کہ اس کی انگلیوں کی
اطراف کانوں کے اوپری حصہ کے، انگلیوں کانوں کی نوک کے اور پھینچیاں کندھوں کے بالمقابل ہوں۔
علامہ ابن قدامہ مثنبی لکھتے ہیں:

غازی کو اختیار ہے کہ وہ کانوں کے اوپری حصہ تک ہاتھ اٹھائے یا کندھوں تک اور اس کی وجہ یہ
ہے کہ یہ دونوں امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں، کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث حضرت ابو جہد
اور حضرت ابن عمر سے مروی ہے، اور یہ امام شافعی اور اسحاق کا قول ہے اور کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث
حضرت واٹک بن جبہ اور حضرت مالک بن حورث رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور بعض علماء (مثلاً امام اعظم رحمہ اللہ)
اس کے قائل ہیں اور امام احمد کا میلان پہلی حدیث کی طرف زیادہ ہے، ائمہ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے پوچھا کہا
تک ہاتھ اٹھائے، تو انھوں نے کہا کندھوں تک ہاتھ اٹھائے، کیونکہ حضرت ابن عمر سے اسی طرح روایت ہے
اور جس نے کہا کانوں تک ہاتھ اٹھائے تو وہ بھی ستمن ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی حدیث کے راوی زیادہ
ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہیں، اور دوسرا اعلیٰ بھی جائز ہے کیونکہ اس کی روایت بھی صحیح ہے اور

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۷۴۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۵۵ھ

۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ دشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال الکمال المسلم ج ۲ ص ۱۲۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۷۴۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۵۵ھ

اس حدیث کو امام محمد ادری نے بھی روایت کیا ہے۔ اے امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے بھیج کر کہا حتیٰ کہ آپ کے اٹھوٹے کانوں کے بالمقابل تھے۔

عن انس قال رايت رسول الله صلى الله عليه
وسلم كبير حتى حاذى بابها ميه اذ نيه الحديث

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔
حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

حمید بن ہلال کہتے ہیں مجھ سے اس شخص نے
حدیث بیان کی جس نے ایک اعرابی سے سنا، انھوں
نے کہا میں نے بھی صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے
ہوئے دیکھا، آپ نے رکوع سے سر اٹھایا اور
سکانوں تک بلند تھا، اس حدیث کو امام احمد
نے روایت کیا ہے۔

عن حميد بن هلال قال حدثني من سمع
الاعرابي قال رايت النبي صلى الله عليه وسلم
يصلّي قال فرفع رأسه من الركوع ورفع كفيه حتى
حاذتا أو بلغت فروجاً ذنبيه .
رواه أحمد .

حضرت حکیم بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ تعلیم دیتے تھے کہ جب تم غار پڑھنے کے لیے گھر کے ہو تو اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کا سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

عن الحكم بن عمار قال كان رسول الله صلى
الله عليه وسلم يعلمنا اذا قمتم الى الصلوة
فأرفعوا ايديكم ولا تتخالفوا اذا كنتم العديث
رواه الطبراني في الكبير وقيه يحيى بن يعلى
الاسلمى وهو ضعيف

ہر جنہ کہ مؤخر الذکر دونوں مدیشیں سندا ضعیف ہیں لیکن ہم نے ان کو اس لیے درج کیا ہے کہ یہ دوسری امارت صحیحہ کی مریدہ ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

عن عائله بن حجر قال قد عت الحديث

سید امام ابو جعفر محمد بن محمد علی دای مترن ۲۳۱ھ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۵، مطبوعہ مطبعہ مجتبیٰ پاکستان لاہور

۲۔ امام علی بن محمد وارث قطنی متوفی ۲۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۴۵ مطبوعہ نشر المکتبۃ

۵۳۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۹۹، مطبوعہ نشر السنۃ۔ مکتان

٢٥- حافظ نور الدين ملين بن أبي بكر الهيثمي متوفى ٨٠٤ هـ، مجمع الزوائد ج ٢ ص ١٧١، مطبوعه دار الكتاب العربي بيروت ١٣٠٢ هـ

مجمع الزوائد ج ٢ ص ١٠٤

بھی مستحب ہے، امام مالک سے بھی ایک ہی روایت ہے، امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ تشہد اول سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے اور یہی قول صحیح ہے، کیونکہ اس سلسلہ میں حضرت ابن عمر سے صحیح بخاری میں حدیث ہے، اور سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں حضرت ابو حمید ساعدی سے روایت ہے، ابو بکر بن منذر ابوطی طبری اور بعض محدثین نے کہا ہے کہ سجدہ میں رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے، امام ابو حنیفہ، فقہاء کوفہ اور امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ تکبیر و تحریمہ کے ماسوا میں رفع یدین کرنا مستحب نہیں ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ نماز کے کسی رکن میں بھی رفع یدین واجب نہیں ہے، البتہ داؤد ظاہری سے یہ حکایت ہے کہ تکبیر و تحریمہ میں رفع یدین واجب ہے۔

علامہ دمشقانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ رفع یدین کے محل میں اختلاف ہے، امام مالک سے زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ رفع یدین تکبیر و تحریمہ کے ساتھ مختص ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر و تحریمہ میں رفع یدین کرتے تھے اور پھر نہیں کرتے تھے، اور ایک مشہور روایت یہ ہے کہ تکبیر و تحریمہ کے علاوہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بھی رفع یدین ہے، کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔

علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

صرف تکبیرۃ الاولیٰ میں رفع یدین کرے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: صرف سات مواقع پر رفع یدین کیا جائے، تکبیرۃ الافتتاح، تکبیرۃ القنوت، تکبیرات العیدین اور چار حج کے مواقع ہیں، تکبیر و عرفات، تکبیرۃ الحجرتین، تکبیرۃ الصفا والمروة اور تکبیرۃ الاستلام، اور جن احادیث میں رکوع اور رکوع کے بعد رفع یدین مذکور ہے وہ ابتداء پر محمول ہے، اسی طرح حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

امام ابن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ امام اوزاعی اور امام ابو حنیفہ کو میں کٹھے ہوئے، امام اوزاعی نے کہا آپ رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتے اس کا کیا سبب ہے؟ امام حنیفہ نے فرمایا کیونکہ اس مسئلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث منقول نہیں ہے، امام اوزاعی نے کہا کیسے نہیں ہے؟ زہری نے سالم سے انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افتتاح نماز کے وقت ————— رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے، امام ابو حنیفہ نے کہا مجھے حماد نے ابراہیم سے انھوں نے علقمہ اور اسود سے انھوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ

۱۔ علامہ ریحان بن مشرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ دمشقانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال (المعجم ج ۲ ص ۱۲۴)، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۳۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۹۲، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے، پھر باکل رفع یدین نہیں کرتے تھے، امام ابو داؤد نے کہا میں آپ کو از زہری از سالم از عبد اللہ بن عمر حدیث بیان کرتا ہوں کہ آپ مجھے از حماد از ابراہیم حدیث بیان کرتے ہیں، امام ابو حنیفہ نے فرمایا حماد، زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم، سالم سے زیادہ فقیہ ہیں، اور علقمہ حضرت ابن عمر سے تفقہ میں کم نہیں ہیں ہرچہ کہ ان کو شرف صحابیت حاصل ہے لیکن اسود کو زیادہ فضیلت حاصل ہے، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود تو وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ہیں، امام ابو حنیفہ نے راویوں کے تفقہ کو علو اسناد پر ترجیح دی، اور ہمارے نزدیک یہی مذہب صحیح ہے، اور امام طحاوی اور امام بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ اسود سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے، اور انہوں نے کہا ابراہیم اور شعبہ بھی اسی طرح کرتے تھے، حاکم نے اس کا مسار عنہا حدیث سے کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے اور امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے، اور امام ترمذی نے جو روایت کیا ہے کہ حضرت علی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اور دو رکعتوں کے بعد رفع یدین کرتے تھے وہ یہ حدیث اس حدیث سے منسوخ ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ بعدوں کے بعد رفع یدین منسوخ ہے۔

رفع یدین کے مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آثار صحابہ بہت زیادہ ہیں اور امام طحاوی وغیرہ نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد ترک رفع یدین اور رفع یدین کرنا دونوں امر احادیث اور آثار سے ثابت ہیں اور تمار میں سے وقت ترجیح کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک ترجیح ترک رفع یدین کو ہے کیونکہ پہلے نماز میں گفتگو کرنا اور جنس نماز کے علاوہ افعال کرنا مباح تھے، پھر ان کو منسوخ کر دیا گیا اس لیے یہ مستحب نہیں ہے کہ تکبیر و تحریم کے علاوہ رفع یدین کو بھی منسوخ کر دیا گیا ہو، (الحی قولہ) اور فتح پر ویل یہ ہے کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو رکوع کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو کہا پھوڑو، یہ وہ کام ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کیا اور پھر ترک فرمادیا، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا تو ہم نے رفع یدین کیا، اور آپ نے رفع یدین ترک کیا تو ہم نے رفع یدین ترک کر دیا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عشرہ مبشرہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی شخص بھی تکبیر و تحریم کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا تھا، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جو رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کی روایت ہے وہ منسوخ ہے، کیونکہ مجاہد نے کہا میں نے دو سال حضرت ابن عمر کی اقتدار میں نماز پڑھی اور میں نے ان کو پہلی تکبیر کے علاوہ کبھی رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور جب راوی کا مثل اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کی روایت ساقط ہو جاتی ہے۔

رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد رفع یدین کے منسوخ ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

لے۔ علاء الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدر ج ۱ ص ۲۴۱-۲۴۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ مکہ

عن جابر بن سمرة قال سئل عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ما لي اراكم دافعي ايديكم كانهما اذناي خيل شمس اسكنوا في الصلوة الحديث -

حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم کو سرکش گھوڑوں کی دھول کی طرح رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں؟ نماز سکون کے ساتھ پڑھو۔

اس حدیث کی بعض علماء نے یہ تاویل کی ہے کہ بعض صحابہ نماز کے بعد اقامت سے اشارہ کر کے سلام کرتے تھے اس حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے، یہ تاویل صحیح نہیں ہے بلکہ اس حدیث میں اس رفع یدین سے منع کیا گیا ہے جو نماز میں کیا جاتا تھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سکون کا حکم دیا ہے، عبد اللہ بن قبطیہ کی روایت میں جو وہابی بائیں سلام پھیرتے وقت اقامت اٹھا کر اشارہ کرنے سے منع کیا ہے وہ دوسرا واقعہ ہے۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے، لیکن یہ روایت منسوخ ہے کیونکہ حضرت ابن عمر و رفع یدین نہیں کرتے تھے، اور جب راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو وہ روایت اس کے نزدیک منسوخ قرار دی جاتی ہے۔

امام طحاوی روایت کرتے ہیں:

عن مجاهد قال صليت خلف ابن عمر فلم يكن يرفع يديه الا في التكبير الاولى من الصلوة -

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے وہ نماز کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔

نیز امام بخاری اور امام مسلم کے استاذ امام حمیدی نے اپنی مسند میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف تکبیر و تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے (مسند حمیدی ج ۲ ص ۱۱۱، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ) مسند حمیدی کی یہ روایت اس بات پر واضح دلیل ہے کہ حضرت ابن عمر کی مشہور روایت جس میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر ہے پہلے کا واقعہ ہے اور اس حدیث سے منسوخ ہو چکا ہے۔

مبکیرہ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کے ترک پر فقہاء احناف کی مؤید احادیث اور آثار !!

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعود

علقمة بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود

۱۔ امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۲ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۱، مطبوعہ دار محمد الصحیح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

۲۔ امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح صفاتی الآثار ج ۱ ص ۱۳۳، مطبوعہ مطبعہ مجتہبی پاکستان لاہور ۱۴۰۲ھ

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عن علقمۃ عن عبد اللہ قال: صلیت

مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مع ابی بکر، ومع عمر رضی اللہ عنہما فلم یرفعوا یدیکہما الا عند التکبیرۃ الاولی فی افتتاح الصلاۃ۔

علقمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی یہ سب نماز کے شروع میں صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

امام بیہقی اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں یہ محمد بن جابر کا تفسر ہے اور وہ ضعیف ہے اور حماد کے سوا دوسرے راوی نے اس کو ابراہیم سے مرسل روایت کیا ہے اور حضرت ابن مسعود کا یہ فعل بھی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع نہیں کیا۔

علامہ ابن الترمذی لکھتے ہیں: امام ابن عدی نے ذکر کیا ہے کہ اسحاق اپنے سے افضل اور اوثق شیوخ کی جماعت پر محمد بن جابر کو ترجیح دیتے تھے، ان سے بڑے بڑے ائمہ نے احادیث روایت کی ہیں مثلاً ابوبکر ابن عون، ہشام بن حسان، سفیان اور شعبہ وغیرہم، فلاس نے کہا وہ صدوق ہیں، امام ابن حبان اور حماد بن ابی سلیمان نے ان کو ثقات میں داخل کیا ہے، بخاری کے سوا ایک جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں اور یحییٰ قطان، احمد بن عبد اللہ بن یحییٰ نے ان کو ثقہ قرار دیا اور شعبہ نے کہا وہ صدوق ہیں اور جب اصل مع الادل اور رفع مع الوقت میں تارض ہو تو اصل اور رفع کو ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ اہل انہوں نے زیادتی کی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔

حافظ ابی شیبہ بیان کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ و

سلم قال لا ترفع الایدی الا فی سبعم مواطن حین یفتتح الصلوۃ وحین یدخل المسجد الحرام فینظر الی البیت وحین یقوم علی الصفا وحین یقوم علی المروۃ وحین یقف مع الناس عشیۃ عرفۃ ویجمعہ والمقامین حتی حین یرمی الجمار۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والوسط و فی الاستاد الاول محمد بن ابی لیلی و هو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صرف سات مواقع پر رفع یدین کیا جائے، نماز کے افتتاح کے وقت جب مسجد حرام میں داخل ہو کر بیت اللہ کو دیکھے، جب صفا پر کھڑا ہو، جب مروہ پر کھڑا ہو، جب میدان عرفات میں لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو، مزدلفہ میں اور رمی جمار کے وقت، امام طبرانی نے اس حدیث کو معجم کبیر اور معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی پہلی سند میں

۱۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۲۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۵، مطبوعہ نشر السنۃ عمان

۲۔ امام ابو بکر احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۸۰-۸۱، مطبوعہ نشر السنۃ عمان

۳۔ علامہ ملاؤ الدین علی بن عثمان مارونی الشافعی المتوفی ۸۲۵ھ، المعجم الاوسط مع ابی شیبہ ج ۲ ص ۸، مطبوعہ نشر السنۃ عمان

میں مذکور ہے کہ عشرہ مبشرہ صرف مجیر افتاح میں رفع یدین کرتے تھے، یہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت بلال بن عازب، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہے۔

حضرت براہ کی حدیث میں یزید کے تفرد اور ضعف کا جواب | ہمارے اصحاب نے حضرت براہ بن مازنؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرنے کے لیے اللہ اکبر کہتے تو کانوں کی ٹوک سے رفع یدین کرتے اور پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے“ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام طحاوی نے اس کو تین سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے، اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے، امام ابو داؤد نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کو شعیب، خالد اور ابن ادریس نے از یزید بن ابی زیاد از عبد الرحمن بن ابی یعلیٰ از براہ روایت کیا ہے اور انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ ”آپ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے“ خطابی نے کہا سوا شریک کے یہ کسی نے نہیں کہا، ابو عمر نے کہا اس میں یزید متفرد ہے، حفاظ نے اس حدیث کو براہ سے روایت کیا ہے اور یہ روایت نہیں کیا کہ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے“ بزار نے کہا یزید کی رفع یدین والی حدیث میں پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے“ صحیح نہیں ہے، عباس مودعی نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے یہ صحیح الاسناد نہیں ہے، امام احمد نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے، پہلے یزید اس حدیث میں یکتا نہیں کہتا تھا پھر اس کو یہ لفظ تلقین کیے گئے تو کہنے لگا۔

ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ امام ابو داؤد کے قول کے معارض ”کامل“ میں امام ابن عدی کا یہ قول ہے اس حدیث کو ایشیم شریک اور ان کے ساتھ ایک جماعت نے یزید سے روایت کیا ہے اور ان سب نے یہ کہا ہے کہ آپ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے“ اس سے معلوم ہوا کہ شریک اس لفظ کی زیادتی میں متفرد نہیں ہے، اس جواب سے علامہ خطابی کا اعتراض بھی ساقط ہو گیا، اگر یہ کہا جائے کہ یزید ضعیف ہے اور اس زیادتی میں متفرد ہے تو میں کہوں گا کہ یہ غلط ہے کیونکہ عیسیٰ بن عبد الرحمن نے بھی اس حدیث کو ابن ابی یعلیٰ سے روایت کیا ہے، اسی طرح امام طحاوی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ یزید کی اس حدیث میں متابعت کا لگا ہے اور وہ متفرد نہیں ہے اور یزید کی نفسہ ثقہ ہے، مجلسی نے کہا وہ جائزہ الحدیث ہے، اور یعقوب بن سفیان نے کہا کہ وہ مقبول القول، عدل اور ثقہ ہے، امام ابو داؤد نے کہا ہر چند کہ اس کے غیر کی حدیث مجھے زیادہ پسند ہے لیکن میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے اس کی حدیث کو ترک کیا ہو، اور ابن شاہین نے کتاب الثقہ میں لکھا ہے، احمد بن صالح نے کہا یزید ثقہ ہے اور جو شخص اس پر جرح کرے وہ مجھے پسند نہیں ہے، امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس کی حدیث کو روایت کیا ہے، ساجی اور امام ابن جان نے کہا وہ صدوق ہے، امام مسلم نے اس کی حدیث کو روایت کیا ہے، اور امام بخاری نے اس سے استنباط کیا ہے، اس لیے یہ ہو سکتا ہے کہ یزید نے ایک دفعہ اس حدیث کا بعض حصہ بیان کیا ہو یا اس کو اجالا بیان کیا ہو، اور بعد میں اس کو مکمل بیان کر دیا ہو۔

ثبوت رفع یدین کی احادیث ابتداء اسلام کے زمانہ پر محمول ہیں | جن احادیث سے دوسرے ائمہ نے استدلال وقت اور رکوع سے اٹھ کر رفع یدین کرتے تھے وہ ابتداء اسلام پر محمول ہیں بعد میں اس عمل کو منسوخ کر دیا گیا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے ایک شخص کو کعبہ میں نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے فرمایا ایسا نہ کرو یہ وہ کام ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور پھر اس کو ترک کر دیا اور اس کے منسوخ ہونے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام طحاوی نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے کہا میں نے حضرت ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ منبر تکبیر اولیٰ کے وقت رفع یدین کرتے تھے، اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے مخالف کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکبہ کیونکہ طاؤس نے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر پہلے رفع یدین کرتے ہوں اور جب ان کے نزدیک نسخ ثابت ہو گیا تو پھر انہوں نے رفع یدین ترک کر دیا۔

حضرت ابو حمید ساعدی کی روایت سے استدلال کا جواب | اگر مخالف حضرت ابو حمید ساعدی کی حدیث سے استدلال کریں تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابو داؤد نے اس حدیث کو کئی سندوں کے ساتھ امام احمد سے روایت کیا ہے اور اس میں رکوع کے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں ہے، اور جس سند کے ساتھ اس میں رفع یدین کا ذکر ہے وہ عبدالحمید بن جعفر سے روایت ہے اور وہ ضعیف ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ وہ مسلم کے رجال میں سے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم کے رجال سے ہونا اس کے ضعف کے منافی نہیں ہے، اور اگر ہم یہ مان لیں تو یہ حدیث ایک اور وجہ سے معلول ہے اور وہ یہ ہے کہ محمد بن عمر اور ابن عطار نے اس حدیث کو حضرت ابو حمید سے نہیں سنا، اور نہ ابو قتادہ وغیرہ نے جن کا ان کے ساتھ ذکر ہے، کیونکہ حضرت ابو حمید و یزید بن عبد اللہ کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے اور اس کی خلافت ایک سو پچیس ہجری میں تھی، اسی وجہ سے ابن حزم نے کہا ہے کہ عبدالحمید بن جعفر کو محمد بن عمر اور ابن عطار سے روایت کرنے میں وہم ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ امام بیہقی نے کتاب المعرفۃ میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے کہ عبدالحمید نے حضرت ابو حمید سے سماع کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ امام شعبی نے یہ تصریح کی ہے کہ اس نے حضرت ابو حمید سے سماع نہیں کیا اور اس باب میں اخی کی بات حجت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے استدلال کا جواب | اگر مخالف حضرت ابو ہریرہ کی اس روایت سے استدلال کرے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے افتتاح، رکوع اور سجدے کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اسماعیل بن عیاش سے مروی ہے اور مخالفین اس کو غیر شامیین میں حجت نہیں مانتے، امام نسائی نے کہا اسماعیل ضعیف ہے، امام ابن حبان نے کہا وہ حدیث میں بہت خطا کرتا تھا، اور وہ لائق استدلال نہیں

ہے، امام ابن خزیمہ نے کہا اس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

حضرت وائل بن حجر کی روایت سے استدلال کا جواب | اگر مخالف حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کریں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی تکبیر اولیٰ، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے، اس کو امام ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے معارضی وہ حدیث ہے جس کو ابراہیم نخعی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکبیر اولیٰ کے سوا رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحبت حضرت وائل سے زیادہ مقدم ہے اور وہ آپ کے اہل کراہ سے زیادہ سمجھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ پسند کرتے تھے کہ نماز میں مہاجرین آپ کے قریب ہیں اور افعال نماز کو محفوظ رکھیں، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہ کثرت حاضر ہوتے تھے اور حضرت وائل بن حجر مدینہ میں ۹۰ میں مسلمان ہوئے تھے اودان دونوں کے اسلام قبول کرنے میں بائیس سال کا عرصہ ہے، یہی وجہ ہے کہ جب سفیرہ نے حضرت وائل کی یہ حدیث بیان کی تو ابراہیم نے کہا اگر حضرت وائل نے ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو حضرت ابن مسعود نے پچاس مرتبہ آپ کو رکوع کے وقت اور اس کے بعد رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابراہیم کی روایت متصل نہیں ہے کیونکہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کو نہیں پایا، حضرت ابن مسعود شام میں مدینہ یا کوفہ میں فوت ہو گئے تھے اور ابراہیم ۵۰ھ میں پیدا ہوئے جیسا کہ امام ابن حبان نے تصریح کی ہے تو میں کہوں گا کہ ابراہیم کی عادت یہ ہے کہ وہ اس حدیث میں ارسال کرتے ہیں جس کی صحت ان کے نزدیک ثابت ہو اور اس کی بہ کثرت روایات، اصل اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک جماعت کی روایت واحد کی روایت سے زیادہ قوی اور زیادہ اولیٰ ہے۔

حضرت علی کی روایت سے استدلال کا جواب | اگر مخالف حضرت علی کی روایت سے استدلال کرے جس کو سنن اربہ نے روایت کیا ہے اور اس میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی نے اس کے برعکس ترک رفع یدین کی روایات بھی مروی ہیں، امام طحاوی اور امام ابن ابی شیبہ نے داعم بن کلیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی نماز کی تکبیر اولیٰ میں رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے، اور یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہو اور پھر اس کو ترک کر دیا ہو اس لیے اس کا محل یہی ہے کہ ان کے نزدیک اس کا نسخہ ہونا ثابت ہو گیا تھا، اور داعم بن کلیب کی روایت امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ میں مذاہب فقہاء | علامہ ابن قدامہ صلی علیہ وسلم کے ہیں: ہاتھ باندھنے کی جگہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام احمد سے یہ روایت ہے کہ دونوں ہاتھ نان کے نیچے باندھے جائیں، حضرت علی، حضرت ابوہریرہ، ابو بکر، عثمان، عمار اور اسحاق وغیرہ کا یہی مسلک ہے، کیونکہ امام ابو داؤد، اور امام احمد نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر نان کے نیچے رکھا جائے اور یہ طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر محمول ہے، اور امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ نان کے اوپر باندھے جائیں، سعید بن جبیر اور امام شافعی کا یہی قول ہے کیونکہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے دونوں ہاتھ ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر سینہ پر باندھے، امام احمد سے تیسری روایت یہ ہے کہ اس میں اختیار ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں امر مروی ہیں۔ ۱۔ ۲۔ علامہ دمشقی ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، امام مالک اور جمہور کا قول یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا سنت ہے، کیونکہ یہ ڈر لے والے کی صفت ہے، امام مالک، لیث اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ ہاتھ باندھنا مکروہ ہے، اس کی وجہ یہ حدیث ہے کہ کوئی اس کو واجب نہ اعتقاد کرے، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ باطن کے خلاف ہے، (یعنی ظاہر خشوع ہے اور باطن میں اکثر خشوع نہیں ہوتا) امام مالک نے فرض نماز میں ہاتھ باندھنے کو مکروہ کہا ہے نہ کہ نفل میں، امام اوزاعی اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ہاتھ باندھنے اور ہاتھ چھوڑنے میں اختیار ہے۔ ۳۔ علامہ فردوسی شافعی لکھتے ہیں:

ہمارا اور جمہور کا مشہور مذہب یہ ہے کہ نان کے اوپر سینہ پر ہاتھ رکھے جائیں، امام ابو حنیفہ، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ، ابو اسحاق مروزی، کا مذہب یہ ہے کہ نان کے نیچے ہاتھ رکھے جائیں، حضرت علی سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں، امام احمد سے بھی دو روایتیں ہیں، تیسری روایت اختیار کی ہے، امام مالک سے دو روایتیں ہیں ایک یہ ہے کہ سینہ کے اوپر ہاتھ باندھے جائیں، دوسری روایت یہ ہے کہ ہاتھ چھوڑ دیے جائیں، جمہور انکیہ کا مشہور قول یہی ہے۔ ۴۔ علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر نان کے نیچے رکھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر نان کے نیچے رکھے، یہ حدیث امام مالک پر جمبت ہے کیونکہ ان کا

۱۔ علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ صلی متوفی ۶۲۰ھ، المنہج ج ۱ ص ۲۸۲ - ۲۸۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ۔
 ۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ دمشقی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال الکمال المعتم ج ۲ ص ۱۵۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
 ۳۔ علامہ یحییٰ بن حشر فردوسی شافعی متوفی ۵۶۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۷، مطبوعہ نور محمد، صحیح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

قول اٹھ چھڑنا ہے اور امام شافعی پر حجت ہے کیونکہ ان کا قول سینہ پر اٹھ باندھنا ہے اور نواف کے نیچے اٹھ رکھنا تنظیم کے زیادہ قریب ہے۔ ۱۷

ناف کے نیچے اٹھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار | امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن علی رضی اللہ عنہ قال ان من السنة في الصلوة وضع الاكف على الاكف تحت السرّة۔ ۱۸

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ناز میں سنت یہ ہے کہ ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں پر نواف کے نیچے رکھا جائے۔

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عن علی رضی اللہ عنہ انه كان يقول ان من سنة الصلوة وضع اليدين على الشمال تحت السرّة۔ ۱۹

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ دایاں اٹھ بائیں اٹھ پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی جحيفة ان عليا قال من السنة وضع الكف على الكف في الصلوة تحت السرّة۔ ۲۰

ابو جحيفة بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا سنت یہ ہے کہ نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر نواف کے نیچے رکھا جائے۔

برصغیر کے ناشرین نے سنن ابو داؤد کے نسخوں کے متن میں اس حدیث کو شامل نہیں کیا البتہ حاشیہ میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث صرف ابن الاطول کے نسخہ ابو داؤد میں ہے۔ ۲۱

امام ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن علقمة بن وائل بن حجاج عن ابيه قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع يمينه على شماله في الصلوة تحت السرّة۔ ۲۲

علقمة بن وائل بن حجاج اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں دایاں اٹھ بائیں اٹھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھا۔

- ۱۷۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ۸۶۸، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی
- ۱۸۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۵۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ
- ۱۹۔ امام دارقطنی علی بن عمر متوفی ۲۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۸۶، مطبوعہ نشر السنۃ عمان
- ۲۰۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۰۵ھ، سنن ابو داؤد مع قبل المجموع ج ۲ ص ۴۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
- ۲۱۔ سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۱۰، مطبوعہ ولی محمد ائید سنن کراچی
- ۲۲۔ امام ابوبکر عبد اللہ محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۴۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۹۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ

عن ابراهيم قال يضع يمينه على شماله
في الصلوة تحت السريرة عليه

عن حجاب بن حسان قال سألت أبا جعفر
قال كيف يضعه قال يضعه بأطراف كف يمينه
على ظاهر كف شماله ويجعلها أسفل من السرة ^٥

عن علي قال من سنة الصلوة ان توضع
الايدي على الايدي تحت السرة ^{سه}

ابراہیم کہتے ہیں کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ
بکے اوپر نہات کے نیچے رکھے۔

حجاج بن حسان بیان کرتے ہیں کہ میں نے
ابو جہل سے سوال کیا کہ تم کس طرح رکھے؟ انہوں نے
کہا نان کے نیچے بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ
کا باطن رکھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ناز
میں سنت یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھوں
پر مل کر رکھے جائیں۔

حضرت علیؓ کی اس روایت کو امام جہنمتی نے بھی ذکر کیا ہے اور لکھا ہے اس کی سند ضعیف ہے۔

سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث اور بحث و نظر

عن واثل انه رأى النبي صلى الله عليه و
سلم وضع يمينه على شماله ثم وضعها على
صدره
علامہ ترکمانی لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں محمد بن حنبل سے قریبی کہتے ہیں کہ وہ اپنے چچا سید سے منکر روایات کرتے تھے اور ایک ملاوی ام جلد سے یہ غیر معروت ہے، نیز امام بیہقی نے کہا اس حدیث کو مؤثر نے بھی روایت کیا ہے صاحب الکمال نے کہا ہے، اس مؤثر کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ اس نے اپنی کتابیں دفن کر دی تھیں اور اپنے حافظے سے احادیث بیان کرتا تھا، اور اس سے بہت خطائیں مرتبی تھیں اور میزان میں سے امام بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث ہے، امام ابو حاتم نے کہا یہ کثیر الخطا ہے، امام ابو ذر نے کہا اس کی حدیث میں بہت خطا ہے، پھر امام بیہقی نے حضرت اعلیٰ سے سیدہ جبرائیلہ سے روایت کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی سند اور متن میں اضطراب ہے، پھر امام بیہقی نے شرح بن السیب کی سند سے نقل کیا ہے کہ حضرت

الح- امام ابو بكر عبد المتين محمد بن الاشعث بن مثنى ٢٣٥ هـ، المصنف ج الص ٣٩٠، مطبوعه اداره القرآن كراچي ١٣٠٦ هـ

المصنف ج ١ ص ٣٩١

المصنف في المسائل ٣٩١

۵۷ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۲ ص ۳۱، مطبوعہ نشر السنۃ عمان

۵۰ - سنن کبری ج ۱ ص ۳۰

ابن عباس نے سینہ پر ہاتھ باندھے، اس روضہ کے متعلق ابن عدی نے کہا کہ یہ ثابت اور یزید قاضی سے غیر محفوظ احادیث روایت کرتا ہے، ابن حبان نے کہا یہ موضوع احادیث روایت کرتا ہے اس سے روایت کرنا جائز نہیں ہے، ابن عدی عمر و نکری نے کہا یہ ثقات سے منکر احادیث روایت کرتا ہے اور یہ سارق الحدیث ہے، ابویانی موصلی نے اس کو ضعیف کہا ہے، پھر امام بیہقی نے ابوہریرہ سے نان کے اوپر ہاتھ باندھنے کو نقل کیا ہے، پھر ائمہ غلط ہے ابوہریرہ کا مذہب نان کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے جیسا کہ ابوہریرہ نے سند جید کے ساتھ شہید میں اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں بیان کیا ہے، ابن معین نے بھی امام بیہقی پر یہ اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے بغیر سند کے ابوہریرہ کی طرف یہ کیے منسوب کر دیا۔

ابن حزم نے کہا ہے کہ ہم نے حضرت ابوہریرہ سے یہ روایت کیا ہے نان میں نان کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھے جائیں، اور حضرت انس نے کہا میں چیزیں اخلاق نبوت سے ہیں، جلدی افطار کرنا، دیر سے سحری کرنا اور نان میں نان کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا۔
خلاصہ یہ ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے والی تمام احادیث سنداً ضعیف ہیں اور نان کے نیچے ہاتھ باندھنے والی احادیث میں سے صرف ایک حدیث کہ سند کو امام بیہقی نے ضعیف کہا ہے علاوہ یہ حدیث متحد و اسانید سے ثابت ہے اس لیے یہ حدیث راجح ہے نیز فقہاء احناف نے دونوں حدیثوں پر عمل کیا ہے ہر دون کے حق میں نان کے نیچے ہاتھ باندھنے والی احادیث پر عمل کیا ہے کیونکہ اس میں زیادہ ادب اور زیادہ تواضع اور تذلل ہے اور عورتوں کے حق میں سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث پر عمل کیا ہے کیونکہ عورتوں کے لیے اس میں زیادہ ستر ہے۔

رکوع سے اٹھنے کے علاوہ ہر وقت اٹھتے
وقت اور جھکتے وقت تکبیر کا ثبوت

بَابُ اثْبَاتِ التَّكْبِيرِ فِي كُلِّ خُفْيَةٍ وَرَفْعٍ فِي الصَّلَاةِ إِلَّا رَفْعَهُ مِنَ الزَّكَاةِ فَيَقُولُ فِيهِ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھ کر دکھائی جس میں ہر بار جب جھکتے یا اٹھتے تو تکبیر کہتے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو راضوں نے کہا خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھتا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنا شروع

۴۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَاهُ يَزِيدَ كَانَ يُصَلِّيَ كَهُمْ فَيُكَبِّرُ فَلَمَّا خَفَعَ وَرَفَعَ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ وَاللَّهِ إِنِّي لَأُحِبُّهُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۴۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ سَأَلْتُ الزَّاذِقَ قَالَ كَانَ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ

علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان مارونی و الشہیر بابن الزکافی متوفی ۸۴۵ھ بحوالہ الفتوح ج ۲ ص ۳۲۔ ۳۰ مطبوعہ نشر السنۃ

أَبُو بَكْرٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يَقُولُ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقَامَ
إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ
ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِينَ يَرْفَعُ
صَلْبَهُ مِنَ الرُّكُوعِ ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا
وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا
ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ
يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يَفْعَلُ
مِثْلَ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتَّى يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ
حِينَ يَقُومُ مِنَ الْمَشْنَى بَعْدَ الْجُكُوسِ ثُمَّ
يَقُولُ أَبُوهُ يَزِيدُ إِنِّي كَذَبْتُكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کرتے تو پہلے قیام کے وقت تکبیر کہتے پھر رکوع کے
وقت تکبیر کہتے، رکوع سے کھڑے ہوتے وقت
فرماتے سَمِعَ اللہ لِمَنْ حَمِدَہ، اور جب سیدھے کھڑے
ہوتے تو فرماتے ربنا دلک الحمد پھر سجدہ میں جاتے
وقت تکبیر کہتے پھر سجدہ سے سر اٹھاتے وقت تکبیر
کہتے پھر سجدہ میں جاتے وقت تکبیر کہتے، پھر سجدہ
سے اٹھتے وقت تکبیر کہتے پھر تمام رکعات میں اسی طرح
کرتے حتیٰ کہ نماز پوری ہو جاتی،

دور رکعت کے بعد جب تشهد سے
فارغ ہوتے تو پھر اللہ اکبر کہہ کر اٹھتے، حضرت ابو ہریرہ
بیان فرماتے تھے کہ تم میں سب سے زیادہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ میں نماز پڑھتا ہوں۔

۴۳۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زَاوِيَةَ قَالَ سَأَلْتُ
مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي عَقِيلٍ عَنْ أَبِي شِهَابٍ
قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحَارِثِيُّ
أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يَزِيدُ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ
يَقُومُ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَكَأَنَّهُ يَذْكُرُ
قَوْلَ أَبِي هُرَيْرَةَ إِنِّي كَذَبْتُكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے
قیام فرماتے تو اللہ اکبر کہتے، باقی حدیث مثل سابق ہی
لیکن اس حدیث میں حضرت ابو ہریرہ کا یہ قول نہیں
ہے کہ میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے مشابہ نماز پڑھتا ہوں۔

۴۴۔ وَحَدَّثَنِي حَزْمَةُ بْنُ يَعْقِبٍ قَالَ سَأَلْتُ
زُهَيْبَ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ أَبِي شِهَابٍ قَالَ
أَخْبَرَنِي أَبُو سَكَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَاهُ يَزِيدَ
كَانَ حِينَ يَسْتَحْلِفُ مَرُودًا عَلَى الْمَدِينَةِ إِذَا أَقَامَ
لِلصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ كَبَّرَ قَدْ كَوَّنَ حَوْضَ حَدِيثِ ابْنِ
جُرَيْجٍ وَفِي حَدِيثِهِمْ قَائِدًا قَضَاهَا وَسَلَّمَ أَقِيلَ
عَلَى أَهْلِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ كَذَبْتَ نَفْسِي بِسَيِّئِهِ إِنِّي

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جب مروان
مدینہ کا حاکم بنا کر گیا تو آپ نماز کے قیام کے وقت اللہ اکبر کہتے
اتنی حدیث مثل سابق سے اور نماز پوری کرنے کے
بعد اہل مسجد سے مخاطب ہو کر کہتے کہ بخدا میں تم سب
سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ
نماز پڑھتا ہوں۔

لَا شَبِيهَ لَهُ صَلَوةٌ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۴۴۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ

ثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ ثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى

ابْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ

يُكَيِّرُ فِي الصَّلَاةِ كَمَا رَأَى وَوَضَعَ فَقُلْتُ يَا أَبَا

هُرَيْرَةَ مَا هَذِهِ التَّكْيِيرُ فَقَالَ إِنَّهَا لَصَلَاةُ رَسُولِ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۴۴۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ ثَنَا يَعْقُوبُ

يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سَهِيلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يُكَيِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ رُكْعَةً وَيُحَدِّثُ

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْعَلُ

ذَلِكَ.

۴۴۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَخَلْفُ بْنُ

هَشَامٍ جَمِيعًا عَنْ حَمَّادٍ قَالَ ثَنَا يَحْيَى أَنَا حَمَّادُ بْنُ

ثَمَادٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ مُطَرِّبٍ قَالَ

صَلَّيْتُ أَنَا وَخَيْرُ بْنُ أَبِي حَفْصِينَ حَلَّتْ عَلَيْهِ

أَفْئَةُ طَالِبٍ وَكَانَ إِذَا تَجَدَّدَ كَبَّرَ إِذَا رَفَعَهُ رَأْسَهُ

كَبَّرَ وَرَأَى أَنَّهُمْ مِنَ التَّوَكُّعَتَيْنِ كَبَّرَ فَلَمَّا انْتَهَى

مِنَ الصَّلَاةِ قَالَ أَسَدٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي دِيَّانٍ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ

صَلَّيْتُ بِمَا هَذَا صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ قَدْ

ذَكَرْتُ هَذِهِ الصَّلَاةَ مَرَّةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نماز کی تکبیرات میں مذہبِ ائمہ فقہارِ احناف کے نزدیک تکبیر تحریرِ غیر قرنی ہے کیونکہ قرآن کریم میں اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے: وَتَمَتَّكَ فَكَبِّرْ (مدثر ۳۱)

اور نماز کی باقی تکبیرات سنت ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعرابی کو نماز کی تعلیم دی تو

تکبیر تحریر کے علاوہ باقی تکبیرات کا ذکر نہیں فرمایا۔

امام ناسک اور امام شافعی کے نزدیک تکبیر تحریر واجب ہے اور باقی تکبیرات سنت ہیں، اور امام احمد

بن حنبل کے نزدیک تمام تکبیرات واجب ہیں۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۳۹، نووی علی شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۹، اکمال

اکمال المسلم ج ۲ ص ۱۳۶)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے اٹھتے تو سمیع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد کہتے۔ احناف کے نزدیک یہ حدیث تنہا ناز پڑھنے پر محمول ہے، شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ امام ہو یا مقتدی، اکیلا ناز پڑھے یا باجماعت ہر حال میں رکوع سے اٹھتے وقت یہ دونوں کلمات کہے علامہ نووی نے اس حدیث سے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ ناز تنہا پڑھی تھی، اس کے برخلاف احناف کا مسلک یہ ہے کہ اگر تنہا ناز پڑھے تو رکوع سے اٹھتے وقت دونوں کلمات کہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ اور اگر باجماعت ناز پڑھے تو امام صرف سمیع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی صرف ربنا لک الحمد کہے۔ کیونکہ امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال الامام سمیع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد۔ ترمذی ص ۱۱۲۵
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام سمیع اللہ لمن حمدہ کہے تو ربنا لک الحمد کہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جماعت کی صورت میں امام صرف سمیع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی صرف ربنا لک الحمد کہے۔ یہی احناف کا مسلک ہے اور جب کوئی شخص اکیلا ناز پڑھے تو رکوع سے اٹھ کر سمیع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد دونوں کلمات کہے جیسا کہ مسلم شریف کی اس حدیث مذکور میں ہے اور یہی فقہاء احناف کا مسلک ہے جس کی غرض یہ ہے کہ دونوں طریقوں پر عمل ہو گیا، خلافت شافعیہ کے، کیونکہ ان کے مسلک کی بناء پر جامع ترمذی کی حدیث کی مخالفت لازم آئے گی۔

باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ و
 انہ اذا لم یحسن الفاتحۃ ولا امکنہ
 تعلمہا قرا ما یتسرا لہ غیرہا
 ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا وجوب
 اور جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھ سکتا ہو اس کو
 قرآن مجید کی جو آیات یاد ہوں ان کو پڑھے

۷۷۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَشُعْبَةُ
 الشَّاذِلِيُّ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِدْرِيسَ جَمِيعًا عَنْ سَفْيَانَ
 قَالَ أَبُو بَكْرٍ ثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ
 عَنْ مَحْمُودِ بْنِ رَبِيعٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ
 يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلَوةَ إِلَّا
 بِمَنْ يَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔
 حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے
 ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص
 کی نائز کمال نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔

۷۷۹۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ ثَابِتٌ وَهَبٌ
 عَنْ يُونُسَ ۚ وَحَدَّثَنِي حَقِي مَكَّةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ
 أَنَا ابْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ
 حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے
 ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس
 شخص کی نائز (کمال) نہیں ہوتی جو قرآن (سورہ فاتحہ)

نہ پڑھے۔

شَهَابٌ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الرَّبِيعِ عَنْ
عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِأَمِّ الْقُرْآنِ .

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس
شخص کو نماز (کامل) نہیں جوتی جو ام القرآن (سورۃ
فاتحہ) نہ پڑھے۔

۴۸۰۔ حَدَّثَنَا أَحْسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْمَعْلُوفِيُّ قَالَ
نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا زَيْدُ عَنْ
صَالِحِ بْنِ أَبِي شَهَابٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ الرَّبِيعِ
الَّذِي مَثَرَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
وَجْهِهِ مِنْ يَدِهِ هَذَا أَخْبَرَهُ أَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ
أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِأَمِّ الْقُرْآنِ .

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بیان
فرمایا کہ اس سند سے بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

۴۸۱۔ وَحَدَّثَنَا كُثَيْبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ
حَبِيبٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَا مَعْمَرُ بْنُ الزُّهَيْرِ فِي
بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَمِثْلُهُ وَمَا دَقَّصَ عِدَّةً .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے
نماز پڑھی اور اس میں ام القرآن (سورۃ فاتحہ) کو نہ
پڑھا تو اس کی نماز ناقص ہے یہ کلمہ آپ نے تین
بار کہا اور فرمایا کہ وہ نام تام ہے۔ حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ بسا اوقات ہم امام کی اقتداء
میں نماز پڑھتے ہیں تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
نے جواب دیا: سورۃ فاتحہ کے معانی میں غور کرو
کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
سنا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے
کہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان صلاۃ
(سورۃ فاتحہ) کے درجہ کر دیے گئے اور
میرا بندہ جو مانگے گا وہ اس کو ملے گا جب بندہ
کتاب ہے الحمد للہ رب العلمین تو اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے میرے بندہ نے میری حمد کی جب وہ
کتاب ہے الرحمن الرحیم تو اللہ عزوجل فرماتا ہے

۴۸۲۔ حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ
أَنَا سَفِيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الْعَلَاءِ وَبْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
عَنِ ابْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ مَنْ صَلَّى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأَمِّ الْقُرْآنِ
فَرَحِي خِدَابٌ تَلَدَتْ غَيْرَ تَسَامٍ فَيَقِيلُ لَيْلِي هُوَ يَوْمُهُ
إِنَّا نَكُونُ وَمَا آتَاهُ الْإِمَامُ فَقَالَ أَفَرَأَيْتَ نَفْسَكَ
فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قِيمَتِ الصَّلَاةِ يَتْنِي وَبَيْنَ
عَبْدِي وَبَيْنَ عِبْدِي مَا سَأَلَ قَالَهُ قَالَ الْعَبْدُ
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حَمْدِي فِي
عَبْدِي وَإِذَا قَالَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَ
جَلَّ أَتَنِي عَلَى عِبْدِي وَإِذَا قَالَ مَا لَكَ يَوْمَ الْيَوْمِ
قَالَ مَجْدِي فِي عِبْدِي وَقَالَ مَرَّةً فَوَضَّ إِلَى عِبْدِي
فَإِذَا قَالَ إِيَّاكَ لَعِبْدِي وَإِيَّاكَ لَسْتَعِينُ قَالَ هَذَا
يَتْنِي وَبَيْنَ عِبْدِي وَبَيْنَ عِبْدِي مَا سَأَلَ قَالَهُ قَالَ
رَاهِدُنَا الْقِرَاءَةُ الْمُسْتَقِيمُ صِرَاطُ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ

عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ .
 قَالَ هَذَا الْعَبْدُ لِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ قَالَ
 سُفْيَانٌ حَدَّثَنِي بِهَذَا الْعَلَاءِ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
 ابْنُ يَعْقُوبَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ مَيِّطٌ فِي
 بَيْتِهِ فَسَأَلْتُهُ أَنَا عَنْهُ .

میرے بندہ نے میری تعریف کی، جب وہ کہتا
 ہے مالکِ یوم الدین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
 میرے بندہ نے میری تعظیم کی اور ایک بار فرمایا
 بندہ نے اپنے آپ کو مجھے سونپا اور جب وہ کہتا
 ہے ایاک نعبدہ ایاک نستعین تو اللہ تعالیٰ
 فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندہ کے ایمان
 ہے اور میرا بندہ جہانگے گا وہ اس کو ملے گا اور
 جب وہ کہتا ہے اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین
 انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے بندہ کے لیے ہے
 اور میرا بندہ جو مانگے گا وہ اس کو ملے گا۔
 امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے
 اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۷۸۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ
 بْنِ أَنَسٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ
 أَبَا السَّائِبِ مَوْلَى هِشَامِ بْنِ زَمْزَمَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ
 أَبَاهُ يُرْوَى يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .
 ۷۸۴۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ
 الرَّحْمَنِ قَالَ أَنَا ابْنُ جَدِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ
 بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَعْقُوبَ أَنَّ أَبَا السَّائِبِ مَوْلَى
 بَنِي عَقِيلٍ أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ زَمْزَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ
 سَمِعَ أَبَاهُ يُرْوَى يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأَمِّ
 الْقُرْآنِ رَمِلَ حَتَّى يَثَّ سُفْيَانٌ دَفَنِي حَتَّى يَثَّ
 قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ
 عَبْدِي يَصْغِلُنِ فَيَصْغُرَانِي وَيَصْغُرَانِي وَيَصْغُرَانِي .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص
 نے نماز پڑھی اور ام القرآن کو نہ پڑھا، باقی
 حدیث مثل سابق ہے اور یہ فرمایا کہ نماز میرے
 اور میرے بندہ کے درمیان آدمی آدمی سے
 نصف میرے لیے ہے اور نصف میرے
 بندے کے لیے۔

۷۸۵۔ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمُعَقَّرِيُّ
 قَالَ نَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا أَبُو أُوَيْسٍ
 قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ مِنْ أَبِيهِ وَمِنْ أَبِي السَّائِبِ
 وَكَأَنَّا جُلِيسَتِي أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلَاةً

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس
 شخص نے نماز پڑھی اور ام القرآن (سورہ فاتحہ)
 کو نہ پڑھا تو آپ نے تین بار فرمایا کہ اس کی نماز
 ناقص ہے۔

لَمْ يَنْفَرْ مِنْهَا بِأَمْرِ النَّبِيِّ فِيهِ خَدَاةٌ يَكُونُهَا قَلْبًا يَسْتَلُ حَيْثُ يَشَاءُ.

۸۶. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ نَا أَبُو سَامَةَ عَنْ حَبِيبِ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقِرَاءَةِ آيَةٍ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَمَا أَعْلَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَنَا لَكُمْ وَمَا أَخْفَاكُمْ أَخْفَيْنَا لَكُمْ.

۸۷. حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْقَاسِمِ وَالثَّاقِبِيُّ وَهَرَبُ بْنُ هَرَبٍ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَكَانَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبرَاهِيمَ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فِي كُلِّ صَلَاةٍ يُقْرَأُ فِيهَا أَسْمَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا أَخْفَى مِنَّا أَخْفَيْنَاكُمْ وَمَنْ كُنْتُمْ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَأْتِ عَلَى أَمْرِ النَّبِيِّ فَقَالَ إِنْ يَأْتِ عَلَيْهَا فَهُوَ خَيْرٌ وَإِنْ لَمْ يَأْتِ عَلَيْهَا فَجَزَاءُ عَنْكَ.

۸۸. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا يَزِيدُ يَحْيَى بْنُ زَيْدٍ عَنْ حَبِيبِ السَّعْدِيِّ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فِي كُلِّ صَلَاةٍ قِرَاءَةُ آيَةٍ فَمَا أَسْمَعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْمَعْنَاكُمْ وَمَا أَخْفَى مِنَّا أَخْفَيْنَاكُمْ وَمَنْ كُنْتُمْ قِرَاءَةُ آيَةٍ أَلَيْسَ بِكُتَابٍ فَقَدْ أَجْرًا وَمَنْ نَادَى فَهُوَ أَفْضَلُ.

۸۹. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ ثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَرَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز قرآن پڑھنے کے بغیر نہیں ہوگی جس نماز میں آپ نے قرآن بلند آواز سے پڑھا اس میں ہم نے بھی بلند آواز سے پڑھ کر سنایا اور جس نماز میں آپ نے چپکے چپکے پڑھا تو ہم نے بھی اس میں چپکے چپکے پڑھا۔

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر نماز میں قرآن پڑھا جائے جس نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرآن سنایا اس میں ہم تم کو قرآن سناتے ہیں اور جن نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ آہستہ قرأت کی، ہم بھی آہستہ آہستہ قرأت کرتے ہیں، ایک شخص نے پوچھا اگر میں سورۃ فاتحہ پر زیادتی نہ کروں تو کیا حکم ہے؟ فرمایا اگر زیادتی کرو تو بہتر ہے ورنہ سورۃ فاتحہ کا پڑھ لینا کافی ہے۔

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر نماز میں قرآن پڑھا جائے گا جن نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرآن سنایا ہم تم کو قرآن سناتے ہیں اور جن نمازوں میں حضور نے آہستہ قرآن پڑھا ہم آہستہ پڑھتے ہیں جس سے نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھی وہ اس کے لئے کافی ہے اور جس نے اس سے زیادہ پڑھا وہ افضل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آئے، ایک آدمی (اعرابی) نے اگر نماز پڑھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر سلام عرض کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا جاؤ نماز پڑھو، تمہاری نماز نہیں ہوئی،

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ
لَمْ تُصَلِّ خَدِجَةَ الرَّجُلِ فَصَلَّيْتُ كَمَا كَانَ صَلَّي
ثُمَّ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ ثُمَّ قَالَ
ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ حَتَّى تَعْلَ ذَلِكَ
كُنْتُ مَرَّاتٍ فَقَالَ الرَّجُلُ وَاللَّهِ بَعَثَكَ
بِالْحَقِّ مَا أُخْبِرْتُ غَيْرَ هَذَا عَمَّنِي قَالَ إِذَا
قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ
مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمِئِنَّ
بِمَا رَكَعًا ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ
اسْجُدْ حَتَّى تَطْمِئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى
تَطْمِئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ
كُلَّمَا

۷۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ
نَا أَبُو سَامَةَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَهَذَا
ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُيَيْنَةُ اللَّهُ عَنْ سَعِيدِ
بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ
فَصَلَّى وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
تَاجِيئِهِ وَنَاقَى الْحَدِيثَ بِحَقْلِ هَذَا الْفَقْهَةِ وَنَادَى
فِيهِ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَتَسْبِغِ الْوُضُوءَ ثُمَّ
اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ

قرأت خلف الامام میں فقہاء و شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شریف نور دینی شافعی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے نماز میں سورۃ فاتحہ کی قرأت کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور اس سورۃ کا نماز میں پڑھنا
متعین ہے، اس کے سوا کوئی دوسری سورۃ اس سے کفایت نہیں کرتی، الا یہ کہ کوئی شخص اس کی قرأت سے
عاجز ہو، یہ امام مالک، امام شافعی، جمہور فقہاء صحابہ، تابعین اور بعد کے علماء کا مذہب ہے، اور امام ابوحنیفہ
رضی اللہ عنہ اور ایک قلیل جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب نہیں ہے، بلکہ قرآن
مجید کی کسی ایک آیت کا پڑھنا واجب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ”جو کچھ تم آسانی سے

پڑھ سکودہ پڑھو (علامہ نووی نے یہ صحیح نہیں سمجھا، امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے کیونکہ فرضیت قطع الثبوت اور قطع الدلیل سے حاصل ہوتی ہے اور اس حدیث کی بناء پر امام ابوحنیفہ نانہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کو واجب کہتے ہیں، امام اعظم کا مذہب ہم ان شاء اللہ عنقریب بیان کیے گا۔ غلام رسول سعیدی (عقرو) اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ام القرآن (سورۃ فاتحہ) کے بغیر نماز (کامل) نہیں ہوتی" اگر انھوں نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کامل نہیں ہوتی تو یہ غلات ظاہر ہے بلکہ یہی ظاہر ہے کیونکہ اس باب کی حدیث نمبر ۲۸ میں ہے جس نے سورۃ فاتحہ کو نہیں پڑھا اس کی نماز ناقص ہے، یہ کلمہ آپ نے عین بار فرمایا اور ناقص کے مقابلہ میں کامل ہے، اگر سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہوتا تو آپ فرماتے جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز باطل ہے۔ غلام رسول سعیدی (عقرو)۔ اور اس کی تائید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے وہ نماز کافی نہیں ہوتی جس میں سورۃ فاتحہ کی قرأت نہ کی جائے اس حدیث کو امام ابن خزمہ نے اپنی صحیح میں سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے، اور ابو جاتم بن حبان نے بھی بیان کیا ہے، اور جس حدیث میں ہے جو کچھ تم آسانی سے پڑھ سکودہ پڑھو، وہ سورۃ فاتحہ پڑھنے پر محمول ہے کیونکہ اس کا پڑھنا آسان ہے، یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں لفظ "ما" ہے جو عام ہے یعنی (عقرو)۔

اس حدیث میں امام شافعی اور ان کے موافقین کے مذہب پر دلیل ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ امام مقتدی اور متفرد سب پر سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنے کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے کسی نے کہا ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو کیا کریں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا سورۃ فاتحہ کو دل میں پڑھو اس کا سنی ہے اس کو چپکے چپکے پڑھو جس کو تم خور سنو اور بعض مالکیہ نیز نے جو اس کا یہ عمل بیان کیا ہے کہ سورۃ فاتحہ کے معانی میں تدبر کر دینے پر مقبول ہے، کیونکہ قرأت کا اطلاق صرف زبان کی اس حرکت پر ہوتا ہے جو سنائی دے، اسی وجہ سے اس پر اتفاق ہے کہ جنسی اور حلق اگر زبان کی حرکت کے بغیر قرآن مجید کے معانی میں تدبر کریں تو اس پر قرأت کا اطلاق نہیں ہوگا۔ لہ

علامہ نووی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے، زبان کی جو حرکت سنائی دے خواہ آہستہ یا زور سے وہ قرأت لفظی ہے قرأت نفسی نہیں ہے، قرأت نفسی کا معنی یہی ہے کہ الفاظ کے معانی میں تدبر کیا جائے جیسا کہ علامہ نووی نے بعض مایکیہ سے نقل کیا ہے، اور اگر جنسی قرآن کے معانی میں تدبر کرے تو اس کو قرأت نفسی کہہ سکتے ہیں۔

علامہ ابن قدامہ منبلی کہتے ہیں:

قرأت خلف الامام میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ صحیح مذہب یہ ہے کہ ہر حرکت میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، یہ امام مالک، امام اوڑاعی اور امام شافعی کا مذہب ہے، امام احمد سے ایک روایت

یہ ہے کہ نادر کی صرف دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، غنمی، ثوری اور امام ابو حنیفہ سے بھی اسی طرح روایت ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرو اور دوسری دو رکعتوں میں تسبیح کرو، نیز اگر باقی رکعات میں قرأت واجب ہو تو چہری نمازوں میں ان میں جہر سے قرأت واجب، موتی، حسن بصری سے روایت ہے کہ اگر ایک رکعت میں بھی قرأت کر لی۔ تو کافی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فاقرءوا مما تيسر من القرآن۔ (مزمّل: ۲۰) تو قرآن سے جتنا (تم پر) آسان ہو پڑھ لیا کرو۔

اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر تین رکعات میں قرأت کر لی تو کافی ہے کیونکہ وہ نماز کا اکثر حصہ ہیں، چار ہی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعات میں سورۃ فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں زیادہ قرأت کرتے اور دوسری میں کم، اور کبھی ہم کو قرأت سناتے تھے، اور دوسری دو رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے، نیز امام بخاری اور امام مسلم کی روایت میں ہے، اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز (کامل) نہیں ہوتی، اور حضرت ابو سعید اور حضرت عبادہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ہم ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کو پڑھیں، نیز جس شخص نے اچھی طرح نماز نہیں پڑھی تھی اس کو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی پہلی رکعت سکھائی تو اس کو فرمایا تمام رکعات اس طرح پڑھو اور یہ حکم تمام رکعات میں قرأت کو بھی شامل ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے ایک رکعت نماز پڑھی اور اس میں قرأت نہیں کی تو اس کی یہ نماز صرف امام کے پیچھے ہو سکتی ہے۔ (اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں ہے، سعید غفر لہ) اس حدیث کو امام مالک نے مؤطا میں روایت کیا ہے، اور اس سے پہلے جو حضرت علی کا اثر بیان کیا گیا ہے اس کی سند میں عارف اعور ہے اور اس کو شعبی نے کذاب کہا ہے، نیز حضرت عمر اور حضرت جابر نے اس کی مخالفت کا ہے۔ لے

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

امام کے لیے مستحب یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد کچھ دیر خاموش رہے اور آرام کرے تاکہ اس وقفہ میں مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھ لیں تاکہ مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھنے میں امام کے ساتھ کھینچا تائی نہ کریں، امام اوزاعی، امام شافعی اور اسحاق کا مذہب ہے، امام مالک اور اصحاب طائفہ نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ چنانچہ دلیل یہ ہے کہ امام ابو داؤد اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو رکعتیں یاد رکھے ہیں، ایک سکتہ تکبیرہ تحریمہ کے بعد اور ایک سکتہ فیما بین المصنوب علیہم ولا الضالّین۔ کہ قرأت کے بعد، عمران نے اس کا انکار کیا اور ان دونوں نے حضرت ابی بن کعب

کو خط کھا انھوں نے جواب دیا کہ سمرہ کبریہ حدیث محفوظ ہے اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے کہا امام کے یہ قول سکتے ہیں ان میں سورۃ فاتحہ کی قرأت کو غنیمت جانو، ایک سکتے نماز کے شروع کے وقت ہے اور ایک سکتے جب وہ دلائل ضالین کہے، عروہ بن زبیر نے کہا میں امام کے ان دو سکتوں کو غنیمت جانتا ہوں جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ کہتا ہے قریش اس وقت سورۃ فاتحہ پڑھ لیتا ہوں اور جب وہ سورۃ ختم کرتا ہے تو میں رکوع سے پہلے قرأت کر لیتا ہوں یہ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ان کے نزدیک معروف تھا۔

قرأت خلف الامام میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ علامہ دمشقی مالکی کہتے ہیں: امام مالکی نے بیان کیا ہے کہ اشعرب مالکی، ابن رحمہ مالکی اور کوفیوں کا قول یہ ہے کہ امام کے پیچھے کس حال میں قرأت نہ کی جائے، صلح مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز ناقص ہے ان سے کہا گیا کہ بعض اوقات ہم امام کے پیچھے جوتے ہیں، حضرت ابوہریرہ نے کہا اس وقت اپنے دل میں پڑھو، اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب امام قرأت کرے تو اس کے معانی میں تدبر کرو، تابعین کی ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ امام کے پیچھے کسی حال میں قرأت نہ کی جائے، وہ کہتے ہیں کہ صرف روضہ لائے جائیں اور خود کو جس آواز نہ گئے، اور جس نے خود کو سنایا اس نے اچھا کیا، امام مالک اور ان کے امام اصحاب اور بہت سے متقدمین نے یہ کہا ہے مقتدی امام کے ساتھ تری نمازوں میں پڑھے اور جہری نمازوں میں نہ پڑھے، امام احمد نے یہ کہا ہے کہ امام کے پیچھے جہری اور جہری دونوں نمازوں میں سورۃ فاتحہ پڑھے، امام شافعی کے اس میں میں قول ہیں ایک قول کہ زمین کی طرح ہے ایک قول امام احمد کی مثل ہے اور ایک قول جہور صحابہ اور تابعین کی مثل ہے، امام احمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک سورۃ فاتحہ کا تری نمازوں میں پڑھنا فرض ہے ہمارے نزدیک اس میں اختلاف ہے، ایک قول سنت ہے اور ایک قول مستحب ہے۔

قرأت خلف الامام میں فقہاء احناف کا نظریہ علامہ مرغینانی حنفی کہتے ہیں: مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے، ہمارے میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس شخص کا امام جو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے (سئل ابن ماجہ وحمادی) اور اس پر صحابہ کا اجماع ہے، یہ رکن امام اور مقتدی دونوں کے درمیان مشترک ہے لیکن مقتدی کا کام یہ ہے کہ وہ خاموش رہے اور نہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو، امام محمد سے ایک روایت یہ ہے کہ احتیاطاً قرأت کرنا مستحسن ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک امام کے پیچھے قرأت کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس پر وعید ہے۔

۱۔ علامہ سرفی الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ ضحلی متوفی ۲۲۰ھ، المنی ج ۱ ص ۲۹۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۵ھ
۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن غفران دمشقی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکال اکال العلم ج ۲ ص ۱۵۰-۱۴۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں تمام نمازیوں کو قرأت کرنے کا حکم دیا ہے فاتحہ و ما تیسر منہ " جس قدر قرآن مجید آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو " اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی حکم ہے کوئی نماز قرآن مجید پڑھے بغیر نہیں ہوتی " لیکن جب حدیث صحیح میں وارد ہے " جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے " تو اس آیت اور حدیث کے عموم کی تخصیص کرنا واجب ہے جیسا کہ ائمہ فلاح کا قاعدہ ہے، اس لیے مقتدی اس حکم کے عموم سے خارج ہے، نیز اس پر اجماع ہے کہ رکوع میں نماز کو پانے والا نماز کی رکعت کو پالیتا ہے حالانکہ اس رکعت میں اس نے قرأت نہیں کی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ہر رکوع بھی قرأت کے عمومی حکم سے خارج ہے، اس طرح جس حدیث میں ہے " اللہ اکبر کو پھر تم کو جس قدر قرآن یاد ہے پڑھو " یہ بھی مقتدی کے غیر بد محمول ہے تاکہ دلائل میں تطبیق ہو، بلکہ یہ کہا جائے گا کہ مقتدی کے لیے بھی شرعاً قرأت ثابت ہے، کیونکہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے، اگر مقتدی نے قرأت کی تو ایک نماز میں دو قرأتیں ہو جائیں گی، اب یہ حدیث مستند آسانی سے حضرت جابر بن عبد اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے، امام دارقطنی، امام بیہقی اور امام ابن عدی نے کہلے کو اس حدیث کا مرفوع ہونا ضعیف نہ ہے، اور صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے، مستند راویوں نے اس حدیث کو ارسال سے بیان کیا ہے، ایک سند سے امام ابو حنیفہ نے بھی اس کو مرسل روایت کیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اکثر اہل علم کے نزدیک حدیث مرسل حجت ہے اور اس سے صحت نظر کر کے ہم یہ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے سند صحیح کے ساتھ اس حدیث کو مرفوعاً بھی روایت کیا ہے، امام محمد بن الحسن نے اپنی مؤلفیہ میں روایت کیا ہے از ابو حنیفہ از ابو الحسن موسیٰ بن ابی عائشہ از عبد اللہ بن شداد از جابر بن عبد اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو بے شک امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے، اس حدیث کو سفیان، شریک، جریر اور ابوانہ جیر نے اپنی اپنی آسانیہ صحیحہ کے ساتھ اپنی اپنی مسانید میں مرفوعاً روایت کیا ہے اور سفیان کی سند امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے، اس لیے مخالفین کا اس حدیث کو مرسل قرار دینے پر اصرار کرنا باطل ہے، کیونکہ اگر ثقہ راوی کسی حدیث میں متفق ہو تو اس کو قبول کرنا واجب ہے اور رفع ارسال پر زیادتی ہے اور ثقہ اگر متفق ہو تب بھی اس کی زیادتی مقبول ہوتی ہے، چہ جائیکہ یہاں چار سے زائد ثقہ راوی اس حدیث کو مرفوعاً روایت کر رہے ہیں اور ثقہ راوی کبھی حدیث کی ایک سند کو ارسال سے بیان کرتا ہے اور کبھی اتصال سے، امام ابو عبد اللہ حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاتحہ پڑھائی، آپ کے پیچھے ایک شخص قرأت کر رہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی اس کو نماز میں قرأت سے روکتے رہے جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو اس نے اس صحابی سے کہا کیا تم مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں قرأت کرنے سے منع کرتے ہو؟ وہ دونوں تکرار کرنے لگے، حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہوتی ہے، امام ابو حنیفہ نے ایک روایت سے بیان کیا ہے کہ ظہر یا عصر کی نماز میں ایک شخص نے قرأت کی تو اس کو ایک صحابی نے منع کیا، حدیث اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کی اصل یہ واقعہ ہے اور حضرت جابر رضی

اللہ عز نے کبھی پر راطقہ بیان کیا اور کبھی صرف اس کا حکم بیان کر دیا اور کبھی امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت کو بیان کیا۔

اس حدیث کے معارض یہ روایت ہے مجھ سے قرآن کیوں کہیں یا ہمارا ہاتھ اگر کسی مقتدی نے ضرور قرآن پڑھنا، تو وہ صرف سورہ فاتحہ پڑھے، اسی طرح امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت عبادہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے فجر کی نماز پڑھ رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید پڑھا تو آپ پر قرآن پڑھنا دشوار ہوا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: شاید تم اپنے امام کے پیچھے قرآن پڑھ رہے تھے، ہر تم نے کہا: ہاں، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: سورہ فاتحہ کے اس طرح نہ کرو کیونکہ جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کیا ہے اس کی سند زیادہ قوی ہے اور اس میں ممانعت علی الاطلاق ہے اس لیے قوت سند اور عموم کی وجہ سے وہ حدیث ان احادیث پر مقدم ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث دیگر احادیث سے مزید ہے، ہر چند کہ ان کی اس امید ضعیف ہیں اور صحابہ کے مذاہب سے بھی مزید ہے حتیٰ کہ صاحب ہلیہ نے یہ کہا کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے پر اجماع صحابہ ہے، وہ احادیث حسب ذیل ہیں:

۱۔ امام مالک نے اپنی مؤطا میں از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کیا: جب تم میں سے کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کے لیے کافی ہے اور جب وہ تنہا نماز پڑھے تو قرأت کرے، اور حضرت ابن عمر امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

۲۔ امام دارقطنی نے اس حدیث کو مرفوعاً بیان کیا ہے اور یہ کہا اس کا مرفوع ہونا راوی کا وہم ہے لیکن یہ حکام مرفوع ہے کیونکہ حضرت ابن عمر کا یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع پر محمول ہے۔

۳۔ امام ابن عدی نے کمال میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے، اس حدیث کی سند میں اسماعیل اضعیف راوی ہے اس کا کوئی متابع نہیں ہے۔

امام ابن عدی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے، بلکہ اسماعیل کا متابع ہے نصر بن عبد اللہ، امام طبرانی نے معجم اوسط میں نصر بن عبد اللہ از حسن اس حدیث کو روایت کیا ہے اور حسن سے سند او متناہی روایت ہے امام طبرانی نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس سے بھی مرفوعاً روایت کیا ہے لیکن اس میں کلام ہے۔

۴۔ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن مقاسم نے حضرت عبد اللہ بن عمر حضرت زید بن ثابت اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے قرأت نہ کرو۔

۵۔ امام محمد بن حسن نے اپنی مؤطا میں اپنی سند کے ساتھ ابوداؤد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قرأت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا خاموش بیٹھ نماز میں صرف ایک شخص ہے اور تمہارے لیے امام کافی ہے، اور اسی کتاب میں حضرت سعد کے بعض بیٹوں نے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے منہ میں انگٹے ڈال دوں، اس کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے مگر ان کی روایت میں ہے میں اس کے منہ میں پتھر ڈال دوں۔

۶۔ امام محمد نے اپنی موطا میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے کاش اس کے منہ میں پتھر ہوتے، اس اثر کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔

۷۔ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ ابو حمزہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کیا میں امام کے ہوتے ہوئے قرأت کر دوں؟ انہوں نے کہا نہیں!

۸۔ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرو خواہ جہری نماز ہو یا سری۔

۹۔ امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت میں خطا کی۔

۱۰۔ امام نسائی نے حضرت ابو درود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کیا ہر نماز میں قرأت ہے فرمایا ہاں، انصار کے ایک شخص نے کہا قرأت واجب ہو گئی، حضرت ابو درود اُگتے ہیں میں نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہا جب امام کسی قوم کو نماز پڑھائے تو اس کی قرأت قوم کے لیے کافی ہے۔ اگر مؤخر الذکر بھی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہ ہو بلکہ حضرت ابو درود کا کلام ہو تو یہ ایک ہو سکتا ہے کہ پہلے وہ تجی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کریں کہ ہر نماز میں قرأت ہے، پھر امام کی قرأت کو مقتدی کی قرأت قرار دیں، یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ان کو یہ علم ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کی قرأت کو امام کی قرأت قرار دیا ہے۔

اشیاء کبار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت منقول ہے، ان میں حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے اسماء شامل ہیں، اور محدثین نے ان تمام صحابہ کے اسماء کو ضبط کیا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قرأت نماز کا ایک رکن ہے اور اس میں امام اور مقتدی دونوں مشترک ہیں، ہم کہتے ہیں کہ دونوں مشترک ہیں، لیکن مقتدی کا حصہ قرآن مجید مستنا اور خاموش رہنا ہے، کیونکہ قرأت سے مطلوب ہمدرد اور تفکر ہے اور اس پر عمل کرنا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **کتاب انزلناک الیک مبارک لعلہ لیتذکروا** یہ (قرآن مجید) مبارک کتاب ہے جو تم نے

ایاتہ -

آپ کی طرف نازل فرمائی ہے تاکہ وہ اس کی آیات
میں نور کریں۔

(حد: ۲۹۱)

اور یہ مقصد اسی وقت حاصل ہوگا جب وہ قرآن مجید کو سنیں گے، جیسے جمعہ کا خطبہ، وعظ اور تذکیر کے لیے
مشرع کیا گیا ہے تو اس کا سنا واجب ہے تاکہ اس کا فائدہ حاصل ہو یہ نہیں کہ ہر شخص اپنے نفس کو خطبہ دینے لگے
اس کے برخلاف باقی ارکان مشروع کے لیے مشورہ کیے گئے ہیں اور مشروع رکوع اور سجود سے حاصل ہوتا ہے۔
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ وجہ تو صرف جہری نمازیں درمست ہو سکتی ہے اور قرأت خلعت الامام کا اختلاف تو سری
نماز میں بھی ہے، اس میں یہ فائدہ کس طرح حاصل ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں دو چیزوں کا حکم دیا گیا
ہے سننے کا اور خاموش رہنے کا:

وإذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا

لعلکم ترحمون۔ (انفال: ۲۰۴)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ اذا قرء فأنصتوا۔

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان
لگا کر سنا اور خاموش رہنا تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

حضرت البرہہؓ پرہ رشتی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام
قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

امام مسلم نے فرمایا ہے یہ حدیث صحیح ہے (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰۲، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع الکبریٰ)
نلاحظہ یہ ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں دو چیزوں کا حکم ہے، سننے کا اور خاموش رہنے کا اور
جب امام زور سے قرأت نہ کرے اور اس کے لیے سنا ممکن نہ ہو تو اس کے لیے غائض سنا تو ممکن ہے، محیط میں مذکور ہے کہ مقتدی سے
قرأت ساقط نہیں ہوتی لیکن امام کی قرأت اس کی قرأت ہے حتیٰ کہ وہ امام کے ساتھ قیام میں شریک ہو جائے
جو قرأت کا مکمل ہے، اور صراحتاً یہ ہے کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ مقتدی کے لیے بھی قرأت رکن ہے کیونکہ
اگر مقتدی کو رکعت فوت ہوئے کا خون ہو (اور وہ رکوع میں لی جائے) تو اس کی نماز جائز ہے، خواہ وہ بالکل
قرأت نہ کرے اور اس کے جواز پر اجماع ہے مثلاً جب ایک شخص امام کو رکوع میں پائے اور اگر مقتدی کے لیے
بھی قرأت رکن، موقت تو اس قدر کی وجہ سے اس سے قرأت ساقط نہ ہوئے، جیسے رکوع اور سجود اس سے ساقط
نہیں ہوتے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا رکوع کے فوت ہونے کے خدشہ سے قیام ساقط نہیں ہوتا، تو
تم نہیں گئے نہیں کیونکہ اگر کوئی شخص رکوع کی حالت میں اللہ اکبر کہے تو یہ جائز نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے یہ ضروری
ہے کہ وہ کھڑا ہو کہ اللہ اکبر کہے، البتہ قیام کا امتداد رکوع کے فوت ہونے کے خدشہ کی وجہ سے اس سے ساقط
ہوتا ہے اور قیام کا فرض ادنیٰ قیام سے حاصل ہو جاتا ہے جیسے رکوع مطلقاً جھکنے سے حاصل ہو جاتا ہے
امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من ادرك ركعة من الصلوة فقد ادركها قبل ان يقيها الامام صليہ علیہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز کی پشت سیدھی ہونے سے پہلے امام کو رکوع میں پایا اس نے نماز کی رکعت پکڑ لیا۔

سورۃ فاتحہ کی عدم فرضیت پر قرآن مجید، احادیث اور آثار صحابہ سے استدلال اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا

فاقرءوا ما تيسر من القرآن (مزمّل ۲۰)

اس آیت سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ نے نماز میں سورہ فاتحہ یا کسی اور معین سورت کے پڑھنے کو فرض نہیں کیا، بلکہ تم کو اور اطلاق سے یہ حکم دیا ہے کہ جس قدر آسان ہو اتنا ہی پڑھ لیا کرو، اور اگر سورہ فاتحہ کو نماز میں فرض کیا جائے تو قرآن مجید کا طبر واحد سے شروع ہونا یا خبر واحد سے قرآن مجید پر زیادتی لازم آتی، اور یہ جائز نہیں ہے

اور امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل المسجد فدخل رجل فصلى فسلم على النبي صلى الله عليه وسلم فرد وقال ارجع فانك لم تصل فارجع فعدلى كما صلى ثم جاء فسلم على النبي صلى الله عليه وسلم فقال ارجع فصل فانك لم تصل ثلثا فقال والذي بعثك بالحق ما احسن غيري فعلمني فقال اذا قمت الى الصلوة فاذكر ثما قرء ما تيسر معك من القرآن ثم اركع حتى تطمئن راكعا ثم ارفع حتى تعتدل قائما ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا ثم ارفع حتى تطمئن جالسا وافعل في صلواتك كلها بآية

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھ لی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا جاؤ یا اگر پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی، وہ لوٹ گیا اور پھر پہلے کی طرح نماز پڑھی، پھر آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ نے فرمایا یا اے جا کر نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی، یہ کہتا کہ میں بارہوا، اس کے بعد اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ معبودت کیا ہے، میں اس سے بھی نماز نہیں پڑھ سکتا، آپ مجھے تعلیم دیجئے، آپ نے فرمایا جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو، پھر قرآن مجید سے جزم آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو وہ پڑھو پھر تم رکعت کرو حتیٰ کہ تم اطمینان سے رکوع کرو، پھر رکوع سے

۱۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۴۷، مطبوعہ نشر السنۃ لمات

۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۵، مطبوعہ دار محمد بن عبد الصغیر المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

کھڑے ہو جی کر سیدھے ہو جاؤ، پھر سجدہ کرو جی
کہ تم اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے اٹھو جی
کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور پوری ناز میں اس طرح
یہ کرو۔

اس حدیث کو امام مسلم، امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے
صحابہ ستر کی اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً قرآن مجید پڑھنے کی تعلیم دی ہے اگر
نازیں سورہ فاتحہ کو پڑھنا فرض ہوتا تو جس شخص نے اچھی طرح ناز نہیں پڑھی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سورہ
فاتحہ پڑھنے کی ہدایت فرماتے کیونکہ یہ تعلیم کا موقع تھا، جب یہاں بھی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ فرمایا
کہ جہنم کو آسان لگے وہ پڑھ لیا کرو تو معلوم ہوا کہ آغاز میں مطلقاً قرآن مجید پڑھنا فرض ہے البتہ سورہ فاتحہ
پڑھنا فرض نہیں ہے، اور جس حدیث میں یہ ہے کہ فاتحہ کتاب کے بغیر ناز نہیں ہوتی اس کا مطلب یہ ہے
کہ فاتحہ کتاب کے بغیر ناز کامل نہیں ہوتی جس طرح حدیث میں ہے مسجد کے پڑوسی کی مسجد کے بغیر ناز
نہیں ہوتی یعنی کامل ناز نہیں ہوتی، اور جس طرح حدیث میں ہے جو شخص بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں ہوتا
یعنی کامل وضو نہیں ہوتا اور حدیث میں ہے جو شخص رات میں سو کر گزارے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو وہ
مومن نہیں ہے یعنی مؤمن کامل نہیں ہے اور اسی طرح قرآن مجید میں ہے۔

و ان نکثوا ایمانہم من بعدا عہدہم

و طعنوا فی دینکم ففکوا ائمتہ الکفر

انہم لا ایمان لہم۔ (توبہ: ۱۲)

پہلے اللہ تعالیٰ نے کافر کفر واروں کی قسموں کا ذکر کیا پھر فرمایا ان کی قسمیں نہیں ہیں اس کا یہی مطلب ہے
کہ ان کی قسمیں کامل نہیں ہیں، اسی طرح قرآن مجید اور احادیث میں مطلقاً اتنے قرآن مجید کا پڑھنا لازم کیا جس کا
پڑھنا آسان ہو پھر حدیث میں آپ کا ارشاد ہے سورہ فاتحہ کے بغیر ناز نہیں ہوتی تو اس کا بھی یہی مطلب ہے
کہ سورہ فاتحہ کے بغیر ناز کامل نہیں ہوتی، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ دوسری روایات میں ہے
سورہ فاتحہ کے بغیر ناز ناقص ہے اور ناقص کامل کے مقابلہ میں ہے اور آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ سورہ فاتحہ

۱۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰، مطبوعہ نور محمد ریح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۲۲، مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۳۰۵ھ

۳۔ امام ابو یوسف محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۷۰، مطبوعہ نور محمد ریح المطابع کراچی

۴۔ امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۸۹، " "

۵۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۳۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۷۵، " "

کے بغیر ناز باطل ہوتی ہے نیز اس پر اجماع ہے کہ جس شخص کو رکوع مل جائے اس کو نازک وہ رکعت مل جاتی ہے اگر ناز میں سورہ فاتحہ فرض ہوتی اور ناز کا رکن ہوتی تو اس کے بغیر وہ رکعت شمار نہیں ہوتی جیسے رکوع اور سجود کے بغیر رکعت کا شمار نہیں ہوتا۔

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل اور بحث و نظر امام اپنے کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان له امام فقرأ آة الامام له قراءۃ. حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔

اس حدیث کی سند پر یہ اعتراض ہے کہ اس کی سند میں جابر بن عبد اللہ جعفی ہے اور وہ مجروح ہے خود امام ابو حنیفہ نے بھی اس کو کذاب کہا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے خود بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے:

قال محمد اخبرنا ابو حنیفۃ قال حدثنا ابو الحسن بن ابی عائشۃ عن عبد الله بن شاذان بن الہادی عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال من صلى خلف الامام فان قراءۃ الامام له قراءۃ. امام ابو حنیفہ از ابو الحسن از عبد اللہ بن شاذان حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے ناز پڑھی تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

امام دارقطنی اور امام بیہقی نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کو حضرت جابر سے صرف ابو حنیفہ اور حسن بن عمارہ نے روایت کیا ہے اور امام دارقطنی نے کہا یہ دونوں ضعیف ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ امام دارقطنی کا امام ابو حنیفہ کو ضعیف کہنا خود ضعیف قول ہے اور لائق حد مذمت ہے۔ امام دارقطنی نے مقتدر صحابہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور ہر چند کہ انھوں نے ان میں سے بعض احادیث کو ضعیف کہا ہے لیکن جب کوئی ضعیف حدیث مستند طریق سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے، خصوصاً جب کہ اس کی مؤید دیگر حدیثیں ہوں۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۶۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۱۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، موطا امام محمد ص ۳۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۲۔ علامہ عینی لکھتے ہیں اگر دارقطنی میں ادب اور حیا ہوتی تو وہ امام ابو حنیفہ کو ضعیف نہ کہتے جس کے علوم سے مشرق اور مغرب مستفید ہوا ہے، امام بن عیینہ نے کہا کہ امام ابو حنیفہ ثقہ اور مامون ہیں، کسی نے ان کی تضعیف نہیں کی، شعب بن حجاج ان کو حد بیان کرنے کے لیے لکھتے تھے، شعبہ کہتے تھے امام ابو حنیفہ ثقہ اور حدیث میں صدوق ہیں، بڑے بڑے اہل شیعہ عبد اللہ بن مبارک، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، حماد بن زید، عبد الرزاق، امام مالک، امام شافعی اور

امام احمد نے ان کی فضیلت بیان کی ان اکابر کے مقابل میں دارقطنی کا کیا حیثیت ہے جس کی کتاب (سنن دارقطنی) میں قناد سقیم، مغلرہ، مکر، غریب اور موضوع بھری پڑی ہیں، یہ محض دارقطنی کا فاسد توصیف ہے جس کی بنا پر اس نے امام ابو حنیفہ کو ضعیف کہا (لوقۃ العاکلج ہاکی)

سلمہ اقرأ خلف الامام وانصت قال بل انصت فانه يكفيك تفرد به غسان وهو ضعيف . له

عن الشعبي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا قرأ ثم خلف الامام هذا مرسل . له

شخص نے بھی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں یا غاموش رہوں؟ آپ نے فرمایا غاموش رہو، امام کی قرأت تمہیں کافی ہے اس حدیث کی روایت میں غسان مستفرد ہے اور وہ ضعیف ہے۔ شعبی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کے پیچھے ناز میں قرأت نہیں ہے، یہ حدیث مرسل ہے۔

اس حدیث کی سند کے متعلق امام دارقطنی نے کھاسبہ کہ وہ حضرت علی کی مذکورہ حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال تكفيك قراءة الامام خافت او جهل عاصم ليس بالقوي . له

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام ناز میں ستر قرأت کرے یا جہر آہستہ امام کی قرأت کافی ہے۔ اس حدیث کی سند میں عاصم قوی نہیں ہے۔

عن جابر ان النبي صلى الله عليه وسلم قال من كان له امام فقرأ معه له قراءة جابر وليث ضيفان . له

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ اس حدیث کی سند میں جابر اور لیث ضعیف ہیں۔

عن مختار بن عبد الله بن ابي ليلى عن ابيه قال قال علي رضي الله عنه من قرأ خلف الامام فقد خطأ الفطرة . له

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے سنت میں خطا کی۔

(امام دارقطنی نے اس حدیث کو بغیر جرح کے ذکر کیا ہے۔)

عن عبد الله بن ابي ليلى قال قال علي رضي الله عنه من قرأ خلف الامام فقد خطأ الفطرة . له (امام دارقطنی نے اس حدیث کو بھی بغیر جرح کے ذکر کیا ہے۔)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے سنت میں خطا کی۔

۱۔	امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳، مطبوعہ نشر السنۃ عمان		
۲۔	سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۰	۳۔	سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۰
۴۔	سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۰	۵۔	سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۰
۶۔	سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۰	۷۔	سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۰
۸۔	سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۲	۹۔	سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۲
۱۰۔	سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۲	۱۱۔	سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۲

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ اور امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔

عن المغتار بن عبد الله ان عليا قال انما
يقبأ خلف الامام من ليس على الفطرة
الامام دارقطني نے اس حدیث کی سند کو بھی بغیر جرح کے نوکر کیا ہے۔

عن ابي الدرداء قال سئل رسول الله
صلى الله عليه وسلم افي كل صلوة قراءة قال
نعم فقال رجل من الانصار وجبت هذه
فقال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم
كنت اقرب القوم اليه ما اري الامام اذا
ام القوم الا كفاهم كذا قال وهو وهم
من زيد بن الحباب والصواب فقال ابو الدرداء
ما اري الامام الا كفاهم۔

حضرت ابو درود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اگر
نماز میں قرأت ہے آپ نے فرمایا یاں انصار کے ایک شخص نے کہا
یہ قرأت واجب ہو گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے مجھ سے فرمایا اور اُن حاکم میں حضور کے سب
سے زیادہ قریب تھا، آپ نے فرمایا میرا گمان صرف
یہ ہے کہ امام کی قرأت قوم کے لیے کافی ہے، امام
دارقطنی نے کہا کہ اس قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا ارشاد قرار دینا زید بن حباب کا وہم ہے، صحیح یہ ہے
کہ یہ حضرت ابو درود رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تو یہ احناف کے مذہب کے صراحتہ مطابق
ہے اور اگر یہ حضرت ابو درود رضی اللہ عنہ کا قول ہے تو ظاہر ہے کہ وہ یہ بات اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتے اور
وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کے بعد ہی یہ کہہ سکتے ہیں۔
اس حدیث کو امام نسائی اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم من كان له امام فقرأ الله له قرأه
ابو يحيى التميمي ومحمد بن عباد ضعيفان۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص
کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔
اس حدیث کی سند میں ابو یحییٰ التمیمی اور محمد بن عباد

۱۔ امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۴۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ ادارة القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ

۲۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۳۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

۳۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۳، مطبوعہ نشر السنۃ عمان

۴۔ امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۵۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۶۳-۱۶۴، مطبوعہ نشر السنۃ عمان

۶۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۳

العصر شيئاً فقال، لا يله

اور عصر میں امام کے پیچھے قرأت کرتے ہیں ہاتھوں
نے کہا نہیں!

قرأت خلف الامام کی ممانعت کی ایک حدیث پر اعتراض کے جوابات | امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انما جعل الامام لیؤتم بہ بهذا الخبر نادوا اذا قرأ فانصتوا لیست بمحفوظة الوهم عندنا من ابی خالد۔ ۱۷۵

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کو امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی آواز کو سن لیں۔ اس حدیث میں حضرت ابو ہریرہ نے یہ الفاظ زیادہ کیے جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو، امام ابو داؤد نے کہا یہ زیادتی یعنی جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو، محفوظ نہیں ہے، ہمارے نزدیک یہ ابو خالد کا وہم ہے۔

علامہ منذری لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے، امام داؤد کا ابو خالد پر وہم اور تفسر کا اشتراک صحیح نہیں ہے، اس کا پورا نام سلیمان بن حیاء الاحمر ہے، یہ ان ثقہ راویوں میں سے ہے جس سے امام بخاری رحمہ اللہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں استدلال کیا ہے، اس کے علاوہ وہ اس زیادتی میں متفق نہیں ہے، اس حدیث میں اس کی متابعت ابو سعد محمد بن سعد انصاری اشعری مدنی نے بھی کی ہے اور اس نے ابن عبدان سے سنا ہے جس کی یحییٰ بن مسین اور محمد بن عبد اللہ بن عفری اور ابو عبد الرحمن نسائی نے توثیق کی ہے اور اس زیادتی کو امام نسائی نے ابو خالد احمد اور محمد بن سعد کی دو سندوں سے روایت کیا ہے، امام مسلم نے بھی اس زیادتی کو حضرت ابو موسیٰ اشعری کی روایت سے درج کیا ہے، یہ سند از جریر بن عبد الحمید عن سلیمان بن اکیحی از قتادہ ہے، امام دارقطنی نے کہا سلیمان بنی کی قتادہ سے روایت میں سے کسی نے متابعت نہیں کی، دیگر حفاظ نے اس زیادتی کا ذکر نہیں کیا اور ان کا اس کی مخالفت کرنا اس کے وہم کی دلیل ہے، لیکن امام مسلم کے نزدیک سلیمان بنی کا قتادہ سے تفسر اس حدیث میں مفسر نہیں کیونکہ وہ ثقہ اور حافظ ہے، امام مسلم نے کہا یہ حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔ ۱۷۵

نیز امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن حطان بن عبد اللہ الرقاشی بهذا الحدیث زاد فاذا قرأ فانصتوا قال ابو داؤد قولہ وانصتوا لیس بمحفوظ لہ یجوز بہ

حطان کی روایت میں یہ اضافہ ہے جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو، امام ابو داؤد نے کہا تو خاموش رہو، یہ الفاظ محفوظ نہیں ہیں، سلیمان بنی

۱۔ امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المعنی ج ۱ ص ۱۴۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ
 ۲۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۰۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۸۹، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
 ۳۔ حافظ ذکی الدین ابو محمد منذری متوفی ۵۷۵ھ، مختصر ابو داؤد ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

الاسلیمان التیمی فی هذا الحدیث یلہ کے سوا کسی نے اس حدیث میں ان الفاظ کو روایت نہیں کیا۔

امام ابو داؤد کے اس اعتراض کا جواب بھی علامہ منذری کی تقریر سے ظاہر ہو گیا۔

امام مسلم کی جس عبارت کا علامہ منذری نے حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

حدثنا اسحق بن ابراہیم سلیمان تیمی عن ابیہ سب التیمی کل هؤلاء عن قتادة فی هذا الاسناد بمثله فی حدیث جریر عن سلیمان عن قتادة من الزیادة فاذا قرأ فانصتوا (الی قوله) فقال له ابوبکر فحدیث ابوہریرة فقال هو صحیح یعنی و اذا قرء فانصتوا فقال هو عندی صحیح فقال لم لم تضعہ ہا هنا قال لیس کل شیء عندی صحیح وضعتہ ہا هنا انما وضعتہ ہا هنا ما اجمعوا علیہ۔^۱

اسحق بن ابراہیم سلیمان تیمی سے اور یہ سب قتادہ سے اس سند کی مثل روایت کرتے ہیں اور جریر نے سلیمان تیمی سے انھوں نے قتادہ سے اس زیادتی کو روایت کیا ہے جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو۔ ابوبکر نے امام مسلم سے کہا حضرت ابو ہریرہ کی یہ حدیث مجب امام قرأت کے تو خاموش رہو۔ کیسی حدیث ہے؟ امام مسلم نے کہا یہ میرے نزدیک صحیح حدیث ہے، ابوبکر نے کہا پھر آپ نے اس کو یہاں درج کیوں نہیں کیا؟ امام مسلم نے کہا میں نے ہر اس حدیث کو یہاں درج نہیں کیا جو میرے نزدیک صحیح ہو بلکہ میں نے ہر اس حدیث کو یہاں پر درج کیا ہے جس کی صحت پر سب کا اجماع ہو۔

امام مسلم نے اس حدیث کے صحیح ہونے کی واضح تصریح کی ہے اس کے باوجود مخالفین کا یہ کہنا کہ حضرت ابو ہریرہ سے اس روایت میں ابو خالد متفرد ہے بالکل غلط ہے کیونکہ امام نسائی نے ابو خالد کے علاوہ ابوسعید محمد بن سعد انصاری سے بھی اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

اخبرنا محمد بن عبد اللہ بن مبارک حدثنا محمد بن سعد انصاری قال حدثني محمد بن عجلان عن زید بن اسلم عن ابی صالح عن ابی ہریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الامام لیثو قہ بہ فاذا کبر فکیبوا

محمد بن سعد بن محمد بن عجلان عن زید بن اسلم عن ابی صالح عن ابی ہریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الامام لیثو قہ بہ فاذا کبر فکیبوا

۱۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۱۴ مطبوعہ مطبعہ مجتہبان پاکستان لاہور ۱۳۵۵ھ
۲۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

واذا قرءوا فاستمعوا قال ابو عبد الرحمن كان
المعمرى يقول هو ثقة يعق محمد بن سعد
الانصارى له

تواتر اکبر کبیر اور رجب وہ قرأت کرے ترغاموش
رہو، امام نسائی کہتے ہیں کہ مخزومی کہتے تھے کہ محمد بن
انصاری ثقہ ہے۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔
امام دارقطنی نے اس حدیث کو ابو خالد احمد سے روایت کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ محمد بن سعد اشہلی نے
اس کی متابعت کی ہے، نیز انھوں نے اس حدیث کو محمد بن سعد اشہلی سے بھی روایت کیا ہے اور اس کی
توثیق کا ہے، ایک اور سند کے ساتھ انھوں نے اسماعیل بن ابان غنوی سے روایت کیا ہے اور اس کی
توثیق کا ہے، نیز انھوں نے اس کو عمر بن عامر سے بھی روایت کیا ہے۔

حدثنا محمد بن ہارون الحصري
ثنا محمد بن يحيى القطعي ثنا سالم بن نوح
ثنا عمر بن عمرو وسعيد بن ابي عمرو
قتادة عن يونس بن جبيل عن حطان بن عبد الله
الرقاشي قال: صلى بنا ابو موسى فقال ابو موسى
ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعلمنا
اذا صلى بنا قال: انما جعل الامام ليوتبعه فاذا
كبر فكبروا واذا قرءوا فاستمعوا۔

سالم بن نوح کہتے ہیں عمر بن عامر اور سعید بن
ابی عمرو، قتادہ سے وہ یونس بن جبیل سے حطان
سے روایت کرتے ہیں کہ ہم کو حضرت ابو موسیٰ نے
نماز پڑھائی تو حضرت ابو موسیٰ نے کہا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے وقت یہ تعلیم دیتے
کہ امام کو اس لیے امام بنایا جاتا ہے کہ اس کا اقتدار
کی جائے، جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کو اور جب وہ
قرأت کرے ترغاموش رہو۔

امام دارقطنی نے لکھا ہے کہ سالم بن نوح قری نہیں ہے لیکن انھوں نے اس حدیث کو اور بھی کئی اسانید
سے روایت کیا ہے۔
بہر حال اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ ابو خالد کے متعدد متابع ہیں اور مخالفین کا اس حدیث کو ابو خالد کا
تقریباً صحیح نہیں ہے۔

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو ابو خالد کے علاوہ دیگر اسانید سے بیان کیا ہے۔
امام احمد اس حدیث کو ایک اور سند سے روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبد الله حدثني ابي حدثنا سعد
الصاعاني محمد بن ميسر حدثنا محمد بن عجلان
عبد الله اپنے والد سے وہ سعد سے وہ
محمد بن ميسر سے وہ محمد بن عجلان سے وہ اپنے

- ۱۔ امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب نسائی متوفی ۳۰۳ھ سنن نسائی ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
- ۲۔ امام ابو عبد الله محمد بن يزيد ابن ماجة متوفی ۲۴۳ھ سنن ابن ماجة ص ۱۶۱
- ۳۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۳۱-۲۳۲، مطبوعہ نشر السنۃ طمان
- ۴۔ امام ابو عبد الله احمد بن حنبل بیہقی متوفی ۲۵۸ھ سنن کبری ج ۲ ص ۱۵۶-۱۱۵

- ۱۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نماز نصف کر دی گئی ہے، سورہ فاتحہ مراکتہ نہیں ہے اور نماز کا حقیقی معنی مراد ہے۔
یہ جواب مترجح حکم ہے کیونکہ حدیث میں پوری سورہ فاتحہ کی سات آیات کا ذکر کیا گیا ہے اور الحمد للہ رب
العالمین سے شروع اور ولا الضالین پر ختم ہے جب کہ نمازیہاں ختم نہیں ہوتی۔ (سید بن طاہر)
- ۲۔ اس حدیث میں سورہ فاتحہ کی آیات کا ذکر کیا گیا ہے۔

گواہ اللہ الرحمن الرحیم فاتحہ آیت ہے، یہ جواب اجماع کے خلاف ہے۔ (سید بن طاہر)

- ۳۔ مراد یہ ہے جب بندہ بسم اللہ پڑھتا ہو اور الحمد للہ رب العالمین پر ختم کرے۔
یہ جواب حدیث میں زیادہ دلالت ملتی ہے، اگر بسم اللہ یہاں مراد ہوتی تو حدیث کے سیاق و سباق کے اعتبار
سے یوں ہوتا جب بندہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہتا ہے تو کہتا ہوں بندہ نے میرا نام لیا۔ (سید بن طاہر)
- نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھنے پر فقہاء حنبلیہ کے دلائل ہیں:

اکثر اہل علم کے نزدیک نماز میں سورہ فاتحہ اور ہر سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کا پڑھنا مشروع
ہے، امام مالک اور اوزاعی یہ کہتے ہیں کہ نماز میں سورہ فاتحہ کی ابتداء میں بسم اللہ نہ پڑھے جیسا کہ حضرت انس کی حدیث
ہے، اور عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے (نماز میں) بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے
ہوئے سنا تو فرمایا اے بیٹے یہ بدعت ہے اور تم بدعت سے بچو، اور میں نے اپنے والد سے زیادہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو بدعت سے بغض رکھنے والا نہیں دیکھا، میرے والد نے کہا میں نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، اور میں
نے ان میں سے کسی کو نماز میں بسم اللہ پڑھتے ہوئے نہیں سنا، تم مجھے پڑھا کرو، میں جب نماز پڑھتا ہوں تو الحمد
للہ رب العالمین کہتا ہوں۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ
یہ حدیث حسن ہے۔

(علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں ہمارے دلیل یہ ہے کہ امام نسائی نے روایت کیا ہے نعیم مجمر نے کہا کہ میں نے
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو پڑھا پھر سورہ فاتحہ کو پڑھا
پھر کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ
نماز پڑھا ہوں، اور ابن منذر نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں بسم اللہ
الرحمن الرحیم پڑھا، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اور خلفاء راشدین سے بسم اللہ کو جہراً نہیں سنا وہ بسم اللہ کو آہستہ پڑھتے تھے اور اس کی صراحت شعبہ اور
شیبان کی حدیث میں ہے وہ قناتہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
سے سنا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں

ان میں سے کوئی بھی جہراً بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں پڑھتا تھا اور ایک روایت میں ہے وہ سب آہستہ سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے تھے اور ابن شاپہن کے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر اور حضرت عمر سرّاً (آہستہ) بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے تھے اور عبداللہ بن مغفل کی روایت کا بھی یہی محل ہے تاکہ احادیث میں تطبیق ہو۔ ۱۰

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھے جہراً نہ پڑھے، اس کے برعکس امام شافعی بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نماز میں جہراً پڑھتے ہیں، علامہ ابن قدامہ کے ذکر کردہ تمام دلائل امام ابو حنیفہ کے مذہب کے موافق ہیں، اور ربیع بسم اللہ کا سورہ فاتحہ کا جزء نہ ہونا تو وہ صحیح مسلم کی زیر بحث حدیث سے بالکل واضح ہے۔

فرض نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہ پڑھنے پر فقہاء مالکیہ کے دلائل علامہ دغستانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سورہ فاتحہ کا جز نہیں ہے، کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ سورہ فاتحہ کی سات آیات ہیں، پہلی تین آیات میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے اور آخری تین آیات میں بندہ کے سوال اور دعا ہیں اور ایک آیت درمیان میں ہے۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین اور اس طرح یہ سات آیات ہیں، اگر بسم اللہ بھی سورہ فاتحہ میں ہوتی تو ثنائی چار آیات، تہمیں اور بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان سورہ فاتحہ نصف نصف تقسیم نہ ہوتی، حالانکہ حدیث میں ہے سورہ فاتحہ اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان نصف نصف تقسیم کی گئی ہے۔

بعض روایات میں ہے بندہ کہتا ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندہ نے میرا ذکر کیا، یہ محمد بن سمان کی روایت ہے اور وہ ضعیف راوی ہے اور اس نے اس زیادتی میں تمام حفاظ اور ثقات کی مخالفت کی ہے۔ ۱۱

علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

نماز میں قرأت کے افتتاح کے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالک نے فرض نماز میں سورہ فاتحہ یا کسی اور سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے سے منع کیا ہے، آہستہ سے نہ بلند آواز سے، اور نقل نمازوں میں جائز کہا ہے، امام ابو حنیفہ ثوری اور امام احمد نے کہا ہے کہ سورہ فاتحہ کے ساتھ ہر رکعت میں پست آواز سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے، امام شافعی نے کہا جہری نمازوں میں جہراً بسم اللہ پڑھے اور تہری نمازوں میں آہستہ سے بسم اللہ پڑھے، ان کے نزدیک یہ سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے، امام احمد، ابو ثور، اور ابو عبیدہ کے نزدیک بھی یہ

۱۰۔ علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنفی متوفی ۶۲۰ھ، المستمجد اس ۲۸۴ھ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ
۱۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ دغستانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۵۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ

ایک آیت ہے، ایا امام شافعی کے نزدیک یہ ہر سورت کی ایک آیت ہے یا یہ صرف سورہ نمل اور سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے، اس میں ان کے دو قول ہیں، اس کے بعد علامہ ابن رشد نے حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن مسفل کی احادیث سے بسم اللہ کے سورہ فاتحہ کے جز نہ ہونے پر استدلال کیا ہے، اس کے بعد انھوں نے نکھایا ہے کہ قاضی نے امام شافعی کا رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ سورہ نمل کے علاوہ بھی اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم کسی سورت کا جز ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بیان کر دیتے، کیونکہ قرآن مجید قرآن مجید قرآن مجید سے منقول ہے اور یہ حجت قاطعہ ہے، بہر حال بسم اللہ الرحمن الرحیم قرآن مجید کی آیت ہے اور سورہ نمل کا جز ہے اور ہر سورت سے پہلے بسم اللہ کا قرآن مجید کا جز ہونا مختلف قیہ ہے، امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک جز نہیں ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جز ہے۔ لہٰذا

نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ستر آپڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل | نزدیک چری

نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھا جائے گا کیونکہ وہ سورہ فاتحہ کا جز نہیں ہے اور نہ کسی اور سورت کے اوّل میں اس کا جز ہے۔

امام بخاری کا روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز کا افتتاح الحمد للہ رب العالمین کے ساتھ کرتے تھے۔

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابا بکر و عمر کانوا یفتتحون الصلوٰۃ بالحمد للہ رب العالمین۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسفل رضی اللہ عنہ کے بیٹے کہتے ہیں میرے والد نے مجھ سے نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے سن یا انھوں نے مجھ سے کہا اسے بیٹھے یہ بدعت ہے، تم بدعت سے بچو، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو بھی اپنے والد سے زیادہ بدعت سے بعض رکھنے والا نہیں دیکھا۔

عن ابن عبد اللہ بن مسفل قال سمعی ابی وانا فی الصلوٰۃ اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم فقال لای بنی محدث ایاک والحدث ولو اراد احد من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یغض الیہ الحدث فی الاسلام یعنی منہ وقال وقد صدقت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابی بکر و عمر و عثمان فلما سمع احدا منهم یقولہا فلا تقلہا اذا انت صدقت

۱۔ قاضی ابوالوید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، ہدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۹۰-۸۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت
۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۳، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ هَذَا صَدَقَتْ
حَسَنَ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ
أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ
أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ عَلَيْهِ

انھوں نے کہا کہ
ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور
حضرت عمر، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے
نازیں پڑھی ہیں، میں نے ان میں سے کسی کو بھی
نازیں میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے
نہیں سنا، سو تم نازیں میں بسم اللہ الرحمن الرحیم
نہ پڑھا کر جب تک تم نماز شروع نہ کرو تو کہو اللہ
اللہ رب العالمین یہ حدیث حسن ہے اس
پر خلفاء راشدین اور اکثر اہل علم صحابہ کامل سے ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نازیں میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ سے پڑھنے والی صرف وہ
حدیثیں ہیں، ایک حضرت انس سے مروی ہے اور دوسری حضرت عبد اللہ بن مغفل سے، اس کے برعکس
نازیں میں بسم اللہ کو جہر سے پڑھنے والی احادیث بہ کثرت ہیں جو تقریباً بیس صحابہ سے مروی ہیں نیز آہستہ
پڑھنے والی احادیث ایک واقعہ (جہر سے پڑھنے) کی نفی کی احادیث ہیں اور جہر سے پڑھنے والی احادیث
ایک واقعہ (جہر) کے اثبات کی احادیث ہیں اور جب نفی اور اثبات میں تضاد ہو تو اثبات کو نفی پر ترجیح
دینی ہے، اور تمیز الاعتراض یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آہستہ پڑھنے کا انکار بھی منقول ہے
کیونکہ امام احمد اور امام دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ سید بن زید نے حضرت انس سے سوال کیا کہ کیا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد لله رب العالمین پڑھتے تھے تو حضرت انس نے
کہا تم نے مجھ سے ایسی چیز کا سوال کیا ہے جو مجھے یاد نہیں ہے یا کہا جس کا تم سے پہلے کسی نے
مجھ سے سوال نہیں کیا، امام دارقطنی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

میں کہتا ہوں کہ پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ کثرت اسناد کا اعتبار اس وقت، مرتب جب دلیل
صحیح ہو، اور بسم اللہ کو جہر سے پڑھنے سے متعلق کوئی صحیح اور مرتب حدیث نہیں ہے، اس کے برعکس انھما
سے متعلق صحیح اور مرتب احادیث ہیں، نیز احناف کی ایک جماعت کثرت روایات کی وجہ سے حدیث کو ترجیح
نہیں دیتے۔ دوسرے الاعتراض کا جواب یہ ہے کہ بسم اللہ کو آہستہ سے پڑھنے والی احادیث بھی ثابت
ہیں اور ان کی حقیقت اثبات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ سے بسم اللہ پڑھتے تھے اگرچہ
صوریہ نفی ہے کہ آپ جہر سے نہیں پڑھتے تھے، علاوہ ازیں یہ قاعدہ بھی مختلف فیہ ہے اور تمیز سے

۱۔ امام ابوالحسن محمد بن حسن ترمذی متوفی ۵۲۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۳-۴۲، مطبوعہ مکتبہ دار الفکر تجارت کتب
کراچی

اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس کے انکار کی حدیث صحیح بخاری کی حدیث کے پاسے کی نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دار قلمی کی روایت حضرت انس کے بڑھاپے کی روایت ہو اور بڑھاپے میں انسان بعض باتیں بھول جاتا ہے۔ لہ

سورہ فاتحہ میں یا کسی اور سورت کے اقل میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اس کا جز نہیں ہے

امام طحاوی نے کہا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نازل میں چہرہ انہیں پڑھا تو ثابت ہو گیا کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کا یا کسی بھی سورت کا جز نہیں ہے کیونکہ اگر یہ سورت کا جز ہوتی تو آپ سورت سے پہلے اس کو چہرہ پڑھتے، کیا یہ معلوم نہیں کہ سورہ نمل میں جو بسم اللہ الرحمن الرحیم مذکور ہے اس کو چہرہ پڑھا جا جب ہے اور یہ ثابت ہے کہ جس طرح نازل میں ثنا اور اموز باللہ کو آہستہ پڑھا جاتا ہے، اسی طرح بسم اللہ کو بھی آہستہ پڑھا جاتا ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو جہاں بھی لکھا جائے وہ قرآن مجید کی آیت ہے، اس کے باوجود وہ ہر سورت کا جز نہیں ہے، بلکہ ہر سورت کے شروع میں ایک آیت لکھی گئی ہے اور ہر سورت سے پہلے ایک الگ آیت کی تلاوت کی جاتی ہے جیسا کہ آپ نے اس وقت بسم اللہ کی تلاوت کی جب آپ پر انا اعطینا الذکوٰۃ نازل ہوئی اس بناء پر شیخ حافظ الدین نسفی نے کہا ہے کہ یہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے جو سورتوں کے درمیان نفل کے لیے نازل ہوئی ہے اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی سورت کا نفل اسی وقت پہنچاتے تھے جب آپ پر بسم اللہ نازل ہوئی تھی، ایک روایت میں ہے کہ آپ کسی سورت کا اختتام اسی وقت پہنچاتے تھے۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد وادعاکم نے شیخین کی شرط پر روایت کیا ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سورہ کوثر سے پہلے بسم اللہ پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ وہ سورت کا جز ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر سورت کے اقل میں بسم اللہ ہے بلکہ یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ ایک الگ آیت ہے اور ہر سورت سے پہلے بسم اللہ کے نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حدیث بدو الوحی میں ہے فرشتہ نے نازل ہو کر آپ سے من بار کہا کہ پڑھیے پھر کہا: اقرا باسم ربك الذي خلق، اگر بسم اللہ ہر سورت سے پہلے ایک آیت ہوتی تو فرشتہ آپ سے کہتا پڑھیے بسم اللہ الرحمن الرحیم اقرا باسم ربك الذي خلق نیز اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ ابو داؤد وادعاکم نے ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں یہ حدیث ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن مجید کی ایک سورت نے ایک شخص کی شفا عت کی تھی کہ اس کی منقرت کر دی گئی اور وہ ہے تبارک الذی بیدۃ المملک، امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے، امام احمد نے اس کو اپنی مسند میں اور امام ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا

ہے اور عالم نے مستدرک میں اگر لے کر سورۃ کے اقل میں ہوتی تو آپ بسم اللہ الرحمن الرحیم تبارک الذی بیدہ الملك فرماتے۔

بَابُ ذَهَى الْمَأْمُومِ عَنْ جَهْدِهِ
بِالْقِرَاءَةِ خَلْفَ إِمَامِهِ

کی ممانعت

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی عصر کی ناز پڑھائی، پھر فرمایا تم میں سے کس نے میرے پیچھے یہ آیت پڑھی تھی، اس پر اسوہ ربک الاعلیٰ، ایک شخص نے کہا میں نے پڑھی تھی اور میں نے اس کو پڑھنے سے خیر کے سوا اور کسی چیز کا ارادہ نہیں کیا، آپ نے فرمایا میں نے یہ مانا کہ تم میں سے کوئی شخص میری قرأت کو ابھارتا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی ناز پڑھائی، ایک شخص نے آپ کے پیچھے سبوح اسم ربک الاعلیٰ۔ پڑھنا شروع کر دیا۔ ناز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے پوچھا تم میں سے کس نے قرأت کی یا کون قرأت کرنے والا تھا، ایک شخص نے کہا "میں" آپ نے فرمایا مجھے یوں محسوس ہوا کہ تم میں سے کوئی میری قرأت میں خلل ڈال رہا ہے۔

اسم سلم نے ایک اور سند بیان کی اور اس کے بعد فرمایا کہ قنادہ اس سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۴۹۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَكَلَاهُمَا عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ سَعِيدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ يَزِيدَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ صَلَّى يَتَارُكَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ لَقَالَ أَيْكُمْ قَرَأَ خَلْفِي بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى فَقَالَ رَجُلٌ أَنَا وَلَكُمُ اسْمُ رَبِّهَا إِلَّا الْغَيْرُ قَالَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَ بَيْنَهُمَا۔

۴۹۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ كَثِيرٍ قَالَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَافِعُ بْنُ قَتَادَةَ قَالَ سَعِيدُ بْنُ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ يَزِيدَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ فَجَعَلَ رَجُلٌ يَقْرَأُ خَلْفَهُ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ أَيْكُمْ قَرَأَ آذَانُكُمْ النَّاسِيءُ قَالَ رَجُلٌ أَنَا فَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَ بَيْنَهُمَا۔

۴۹۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَافِعُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَكَلَاهُمَا عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنَئِي الْقُرْآنَ قَدْ حَلَمْتُ أَنْ بَعْضُكُمْ تَخْلُجُنِيهَا .
ظہر کہ نماز پڑھائی۔ اور فرمایا مجھے محسوس ہوا کہ تم میں سے بعض نے میری قرأت میں خلل ڈالا ہے۔

قرأت خلف الامام سے ممانعت کی علت علامہ خطابی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو اس لیے منع کیا کہ آپ کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ وہ شخص بھی پڑھ رہا تھا اور دو قرأتیں ایک دوسرے میں داخل ہو رہی تھیں اور ایک دوسرے کو کیچ رہی تھیں، البتہ سورہ فاتحہ کو پڑھنا ہر حال میں واجب ہے اگر امام کے ساتھ درمیان پڑھ سکتا ہے تو جبنا ورنہ امام کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے۔
میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں امام کے پیچھے قرأت سے ممانعت کی علت یہ بیان کی ہے کہ دو قرأتیں جمع اور متداخل ہو رہی ہیں۔ امام کی قرأت میں خلل ہوتا ہے اور سورہ فاتحہ کو امام کے پیچھے پڑھنا جائز ہے قرأت علیت پھر بھی موجود ہے، اور وہ جسکے ابو داؤد اور جامع ترمذی کی روایت میں ہے کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔ یہ حدیث اول قرآن مجید کے مزاحم ہے کیونکہ قرآن مجید میں قرأت کے وقت سننے اور چپ رہنے کا حکم دیا ہے، ثانیاً یہ حدیث ان احادیث اور آثار سے مزاحم ہے جن میں امام کے پیچھے قرأت سے منع کیا گیا ہے اور وہ احادیث اور آثار ابو داؤد اور ترمذی کی اس روایت سے زیادہ قوی ہیں۔
نیز علامہ خطابی لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علامہ اختلاف ہے صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ انہوں نے امام کے پیچھے قرأت کو واجب کیا اور دوسرے صحابہ سے یہ مروی ہے کہ وہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے، اور فقہاء کے اس میں تین قول ہیں:

- ۱۔ مکحول، اوزاعی، امام شافعی اور ابو ثور یہ کہتے ہیں کہ نماز سری ہو یا چہری امام کے پیچھے قرأت ضروری ہے۔
- ۲۔ زہری، امام مالک، ابن المبارک، امام احمد بن حنبل اور اسحاق یہ کہتے ہیں کہ سری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کرے اور چہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔
- ۳۔ سیاق زہری اور اصحاب رائے یہ کہتے ہیں کہ نماز سری ہو یا چہری امام کے پیچھے بالکل قرأت نہ کرے انہوں نے اس پر عبد اللہ بن شداد کی ایک مرسل حدیث سے استدلال کیا ہے کہ میں شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔

یہ علامہ خطابی کا ہے یا تعصب ہے ورنہ یہ حدیث سند متصل کے ساتھ بھی مروی ہے جیسا کہ ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زمانہ رسالت میں صحابہ کرام نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ علامہ عبد بن محمد بن ابراہیم خطابی متوفی ۳۸۸ھ، معالم السنن ج ۱ ص ۳۹۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

۲۔ معالم السنن ج ۱ ص ۳۹۴

کے پیچھے قرآن کریم نہیں پڑھا کرتے تھے ایک صحابی نے آپ کے پیچھے قرآن مجید پڑھا تو حضور نے اس کو ٹوک دیا، اس حدیث سے علامہ نووی کا یہ سمجھنا کہ نماز میں صحابہ بالعموم حضور کے پیچھے قرآن کریم پڑھتے تھے صحیح نہیں ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کس نے سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھا ہے۔ تو میں ایک صحابی نے جواب دیا اور اس کو بھی ٹوک دیا گیا، اور جب سری نازوں (جس میں امام اہمہ پڑھتا ہے) میں مقتدی کا پڑھنا منع ہے تو جہری نازوں میں بطریق اولیٰ ممنوع ہو گا، کیونکہ ان میں امام بلند آواز سے قرآن پڑھتا ہے اور اس میں امام کی قرأت میں غلطی کا زیادہ اندیشہ ہے، علاوہ ازیں قرآن مجید کی تلاوت کے وقت خاموش رہنا اور اس کو سنا نفل کتاب سے فرض ہے۔

بَابُ حُجَّةٍ مَنْ قَالَ لَا يُجْهَرُ بِالْبِسْمَلَةِ

۷۹۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ كِلَاهُمَا عَنْ عُثْمَانَ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى نَأْمُرُ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَأْتِيهِ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ صَدَّقْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ بَكْرًا وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ قُلْنَا أَسْمَعُ أَحَدًا مِنْهُمْ يَقْرَأُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ.

بسم اللہ کو سرّاً پڑھتے والوں کے لئے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی اقتداء میں نماز پڑھ لی مگر میں نے ان میں سے کسی کو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

۷۹۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَأْبُو دَاوُدَ قَالَ نَأْتِيهِ فِي هَذِهِ الْإِسْنَادِ وَمَا قَالَ شُعْبَةُ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ أَسْمَعْتَهُ مِنْ أَنَسٍ قَالَ كَعَمَلِنَا سَأَلْتُهُ عَنْهُ.

۷۹۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّائِزِيُّ قَالَ نَأْبُو لَيْثُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَأْبُو دَاوُدَ رَعَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يُجْهَرُ بِهَوَاكِهِ الْكَلِمَاتِ يَقُولُ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَيَحْمَدُكَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَكَذَلِكَ غَيْرُكَ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى دَاوُدَ رَعَى يُخْبِرُهُ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ حَدَّثَهُ قَالَ صَدَّقْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ بَكْرًا وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قُلْنَا أَسْمَعُ أَحَدًا مِنْهُمْ يَقْرَأُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ.

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا کہ حضرت انس نے یہی فرمایا تھا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سبحانک اللہم و بحمدک تبارک اسمک و تعالیٰ جدک و لا اله الا انت غیرک۔ بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی اقتداء میں نماز پڑھی، یہ سب الحمد للہ رب العالمین سے قرأت شروع کرتے تھے اللہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو قرأت کے اول

بِالْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا يَذْكُرُونَ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فِي أَوَّلِ قِرَآئَتِهِ وَلَا فِي آخِرِهَا۔

۴۹۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَهَّابٍ قَالَ سَأَلَ
الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الزُّوْزَاعِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي
إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ سَمِعَةَ
أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ ذَلِكَ۔

نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ کا خلاصہ

ہے کہ سورۃ نمل میں جو بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ قرآن مجید کی آیت ہے اس کے علاوہ کسی ایک سورت سے پہلے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ اس سورت کا جز ہے ہر سورۃ سے پہلے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم مذکور ہے وہ سورت کا جز نہیں ہے بلکہ ایک سورۃ کو دوسری سورۃ سے ممتاز کرنے کے لیے ہر سورۃ کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو لکھا گیا ہے۔

اسی طرح سورۃ فاتحہ سے پہلے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ سورۃ فاتحہ کا جز نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین جہری غازیوں میں بسم اللہ کو بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔ البتہ سورۃ فاتحہ سے پہلے ہر رکعت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا اخلاف کے نزدیک سنت ہے خواہ فرض نماز ہو یا نفل۔ بعض نقباء اخلاف نے ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھنے کو واجب رکھا ہے ان احادیث میں فقہاء اخلاف کے مذاہب پر واضح دلیل ہے۔

امام مالک کے نزدیک فرض نماز میں خواہ وہ صریح ہو یا جہری بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا مکروہ ہے البتہ نفل نماز میں سورۃ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھ سکتا ہے۔

امام احمد بن حنبل کے نزدیک بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا جز ہے تاہم ان کا مذہب ہے کہ بسم اللہ کو جہری نمازوں میں آہستہ پڑھا جائے گا اسی طرح سری نمازوں میں بھی۔

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا جز ہے اور اس کو جہری نمازوں میں بلند آواز سے پڑھنا مکروہ ہے البتہ پڑھنا فرض ہے اگر بسم اللہ پڑھی تو نماز باطل ہو جائے گی۔ امام شافعی کا یہ مذہب شاذ ہے اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اس پر تفصیل بحث ہم باب نمبر ۱۵ میں کر چکے ہیں۔

۴۹۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَبِيبٍ الشَّافِعِيُّ قَالَ
بِأَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ قَسْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَذْكُرُ ذَلِكَ۔

جن لوگوں کے نزدیک سورۃ توبہ کے سوا
بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے ان کے دلائل
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے

نَاعِلِيُّ بْنُ مُسِيهِرٍ قَالَ نَا الْمُخْتَارُ ابْنُ قُلَيْبٍ
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ
أَبِي شَيْبَةَ وَالتَّفْطَلُ قَالَ نَاعِلِيُّ بْنُ مُسِيهِرٍ
عَنِ الْمُخْتَارِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ بَيَّعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ بَيْنَ
أَظْهُرِ نَا إِذَا أُعْطِيَ إِعْقَاءً كَرَّ رَفَعَهُ مَا أَسَءَ
مُتَبَيِّعًا قُلْنَا مَا أَضْحَكَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ
تَزَلَّتْ عَلَيَّ إِيغَامُؤُمَا فَفَرَّأْتُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ
الرَّحِيمِ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكُوفَرُ فَصَلِّ بِرَبِّكَ
وَأَنْتَ حَرَانٌ شَانِكَ هُوَ الْوَالِدُ بَكْرُ شَعْرَةٍ قَالَ
أَتَدْرُونَ مَا الْكُوفَرُ قُلْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ
أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهُ تَهْمٌ وَعَدْنِيهِ تَرَفُّ عَدُ
وَجَلَّ عَلَيْهِ نَعِيرٌ كَثِيرٌ وَهُوَ حَوْضٌ كَرْدٌ عَلَيْهِ
أُمِّي يَوْمَ الْعِلْمَةِ أَيْنَهُ عَدَدُ الثَّجْوَةِ بِحَيْثُ
الْعَبْدُ مِنْهُمْ فَاقُولُ سَابِ إِنَّمَا مِنْ أُمِّي
فَيَقُولُ مَا تَدْرِي مَا أَخَذْتُ بِعَدْلِكَ إِذَا
ابْنُ حَجَّوٍ فِي حَدِيثِهِ بَيْنَ أَظْهُرِ نَا فِي التَّسْجِدِ
وَقَالَ مَا أَخَذْتُ بِعَدْلِكَ -

۴۹۹ - حَدَّثَنَا أَبُو كَرِيبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ
قَالَ أَنَا ابْنُ فَصِيلٍ عَنْ مُخْتَارِ بْنِ قُلَيْبٍ
قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ يَقُولُ أُعْطِيَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِعْقَاءً كَرَّ يَنْتَحِي
حَدِيثُ ابْنِ مُسِيهِرٍ عَيْنًا قَالَ تَهْمٌ وَعَدْنِيهِ
تَرَفُّ عَدُ وَجَلَّ فِي الْبَحْثِ عَلَيْهِ حَوْضٌ وَكَوْنُ كُو
أَيْنَهُ عَدَدُ الثَّجْوَةِ

میں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں
تشریف فرما تھے۔ اچانک آپ کو اونگھ اُگئی پھر آپ
نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا ہم نے عرض کیا یا رسول
اللہ آپ کس وجہ سے مسکراتے ہیں۔ آپ نے فرمایا
ابھی مجھ پر یہ سورۃ نازل ہوئی ہے بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ
الرَّحِيمِ اَنَا اعْطَيْنَاكَ الْكُوفَرُ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَاعْبُدْ
اَنَا شَانِكَ هُوَ الْوَالِدُ بَكْرُ - پھر آپ
نے فرمایا تم جانتے ہو کثر کیا ہے؟ ہم نے عرض
کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ
نے فرمایا کثر وہ نہر ہے جس کا میرے رب نے
مجھ سے وعدہ کیا ہے اس میں خیر کثیر ہے، وہ
ایک حوض ہے جس پر میری امت کے لوگ قیامت
کے دن پانی پینے کے لیے آئیں گے، اس کے
برتن ستاروں کے برابر ہیں، ایک شخص کو حوض
کثر سے پشایا جلنے گا میں کہوں گا اے میرے
رب یہ میری امت میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا
تم (از خود) نہیں جانتے کہ انھوں نے تمہارے بعد
نیا دین اختراع کر لیا تھا اور ایک روایت میں یہ بھی
نوکر ہے کہ یہ واقعہ مسجد میں پیش آیا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونگھ اُگئی، امام مسلم
فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حدیث مثل سابقہ ہے
البتہ اس میں یہ ہے کہ کثر جنت میں ایک نہر ہے
جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اس
پر ایک حوض ہے، اس روایت میں یہ نہیں ہے
کہ اس کے برتن آسمان کے ستاروں کے برابر
ہیں۔

رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم

ہر سورت کے اول میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے جزئہ ہونے کے دلائل

نے سورہ کوثر سے پہلے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تلاوت کی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر سورت کے اول میں بسم اللہ اس سورہ کا جز ہو، اگر ایسا ہوتا تو اقرأ باسم ربك الذي خلق سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوتی، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چری غاروں میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی چہر تلاوت کرتے، نیز ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک سورت مسلمانوں کی شفاعت کرے گی اور وہ تبارک الذی بیدہ الملق ہے اگر ہر سورت کے اول میں بسم اللہ اس کا جز ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے بسم اللہ الرحمن الرحیم تبارک الذی بیدہ الملق۔ اس لیے تحقیق یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم قرآن مجید کی ایک آیت ہے جو سورہ کے درمیان فصل کے لیے نازل ہوئی ہے اور یہ دلیل القیمن کسی ایک سورت کا جز ہے، ہر سورت کا جز نہیں ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سورہ کوثر سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا فصل اور امتیاز کے لیے تھا، یا تینا تھا۔

علامہ دمشقی ابی مائی لکھتے ہیں:

کسی شخص نے یہ قول نہیں کیا کہ بسم اللہ سورہ کوثر کی آیت ہے اور نہ اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جز ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا بیان | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں اور گھاگھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کا دیر کے لیے مسجد میں سونا جائز ہے، البتہ مسجد میں سونے کو عادت نہیں بنانا چاہیے۔

حوض کوثر، اس کے برتنوں کی تعداد، وہاں امتوں کے پانی پینے کے لیے آنا اور مرد لوگوں کا ٹوٹا دیا جانا، یہ سب احوال آخرت اور امور غیب میں سے ہیں، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نہ بتاتے تو ہم کو پتہ نہ چلتا۔ اس غیب کی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس غیب کی خبر دی، اس سے معلوم ہوا کہ جب تک کسی شخص کو غیب کا علم اور اس پر ایمان نہ ہو وہ مسلمان نہیں ہو سکتا، البتہ امور غیب کی جزئیات میں فرق ہے عام مسلمانوں، اولیاء اللہ، صحابہ کرام میں سے ہر شخص کو اس کے ظرف کے مطابق غیب کا علم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوقات سے زیادہ امور غیب کا علم ہے۔ اور مطلقاً عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے۔ ہر چند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا الہی سے علم غیب حاصل ہے لیکن مطلقاً یہ نہیں کہنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ آپ غیب پر مطلق ہیں یا آپ پر غیب ظاہر کیا گیا ہے یا آپ کو علم غیب عطا کیا گیا ہے کیونکہ جب مطلقاً علم غیب کا ذکر کیا جائے تو اس سے مقابہ علم ذاتی ہوتا ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ دمشقی ابی مائی مترقی ۸۲۸ھ اکمل اکمل ۱۲۳ھ مطبوعہ دارالکتب

علم مافی اللہ کے بارہ میں ام المؤمنین کا قول ہے جو یہ کہنے کہ حضور کو علم مافی اللہ تھا وہ جھوٹا ہے اس سے مطلق علم کا انکار نکالنا محض جہالت ہے، علم جبکہ مطلق ہو لا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے، اس کی تشریح ماثیہ کثافت پر میر سید شریف رحمہ اللہ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے۔

سینہ کے نیچے اور نان کے اوپر
دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا
اور زمین پر دونوں ہاتھوں کو کندھے
کے بالمقابل رکھنا

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کرتے وقت کانوں کے بالمقابل ہاتھوں کو بلند کیا اللہ اکبر کہا پھر ہاتھ کپڑے میں پیٹ لیے، پھر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھا پھر جب آپ رکوع کرنے کا ارادہ کرتے تو ہاتھ کو کپڑے سے نکال کر رقع یدین کرتے پھر رکوع کرتے پھر جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو رقع یدین کرتے، پھر جب سجدہ کرتے تو دو ہاتھوں کے درمیان سجدہ کرتے۔

نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق ائمہ مذاہب کا خلاصہ | نماز میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں فقہاء کے مسالک حسب

بَابُ ۵۱ وَضْعُ يَدِي الْيَمْنَى عَلَى الْيُسْرَى
بَعْدَ تَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ تَحْتَ صَدْرِهِ
فَوْقَ سُرَّتِهِ وَوَضْعُهُمَا عَلَى الْأَرْضِ
حَذْوً وَمَتَّكِئَةً

۸۰۰۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَافِعُ بْنُ
قَالَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَبَّادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ
الْجَبَّارِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ دَاوُدَ عَنْ
لَهُمَا تِلْكَ مَخْرَجُ ثَابِتٍ عَنْ أَبِيهِ دَاوُدَ بْنِ
أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ
يَحِينَ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَصَفَّ هَتَّامَ حَيَاتِهِ
أَدْنَيْهِ ثُمَّ التَّحَفَّ بِخَوْبِهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَاهُ الْيَمْنَى
عَلَى الْيُسْرَى فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَذْكُرَ الْخُرُوجَ يَدَيْهِ
مِنَ الْخَوْبِ لَمْ يَفْعَلْهُمَا لَمْ يَذْكُرْ فَلَمَّا قَالَ
سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمْدَهُ رَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمَّا سَجَدَ سَجَدَ بَيْنَ كَعْبَيْهِ

ذیل میں:

۱۔ امام مالک کے نزدیک ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا چاہیے، ان کے نزدیک ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا فرض میں مکروہ ہے، نقل میں جائز ہے۔ ۲۔

۱۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، المخطوط ج ۳ ص ۷۴-۷۵، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور ۱۳۳۸ھ
۲۔ علامہ ابوالولید ابن رشید قرطبی متوفی ۵۴۰ھ، במایة المجتہد ج ۱ ص ۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

- ۲۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک مرد اور عورت دونوں کے نزدیک سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ پر رکھے اور ہاتھ نائ کے نیچے باندھے۔
- ۳۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے اور بائیں ہاتھ کے نیچے پر دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور پھنگل سے ملکہ بنائے۔ مردان کے نیچے ہاتھ باندھے اور عورت سینہ کے اوپر۔
- ۴۔ امام شافعی کے نزدیک مرد اور عورت دونوں کے نزدیک سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ پر رکھیں اور سینہ پر ہاتھ باندھیں۔ ۱۵
- امام شافعی کے مسلک پر مذکور ذیل حدیث دلیل ہے جس کو امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

مؤمل بن اسماعیل عن الثوری عن عامر بن کلیب عن ابیہ عن وائل انہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ ثم وضعها علی صدرہ۔ ۱۵

مؤمل کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت وائل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اپنے سینہ کے اوپر دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا۔

لیکن علامہ ابن ترکمانی فرماتے ہیں کہ صاحب کمال نے ذکر کیا ہے کہ مؤمل نے اپنی حدیث کی کتابیں دفن کر دی تھیں اور وہ محض اپنے عاقلہ سے احادیث نقل کرتا تھا اور یہ شخص کثیر الخطا تھا۔ امام بخاری نے کہا کہ یہ منکر الحدیث تھا۔ ابوصاتم نے کہا کہ اس کی روایات میں بہت غلطیاں ہوتی تھیں۔ بیہقی نے اس قسم کی دوہین احادیث اور بیان کیں لیکن ان سب کی اسانید میں شدید ضعف ہے، امام بیہقی کی ذکر کردہ احادیث کی اسانید پر جرح کرنے کے بعد علامہ ابن ترکمانی احناف کے مسلک پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابن حزم، روينا عن ابی ہریرۃ قال وضع الکف علی الکف فی الصلوة تحت السرة وعن انس قال ثلاث من اخلاق النبوة تعجیل الاطعام، وتأخیر السحور، ووضع الید الیمنی علی الیسری فی الصلوة تحت السرة۔ ۱۵

ابن حزم نے حضرت ابو ہریرہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا نائ میں نائ کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھا جائے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین چیزیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں، روزہ جلوی افطار کرنا، ویسے سحر میں نائ، اور نماز میں نائ

۱۵۔ علامہ عبد الرحمن الجزیری، الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۲۵۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت
 ۱۶۔ امام ابو بکر احمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۲۰، مطبوعہ نشر السنۃ عمان
 ۱۷۔ علامہ ابن ترکمانی، متوفی ۷۴۵ھ، الجرح والتعلیل علی البیہقی ج ۲ ص ۳۲، مطبوعہ نشر السنۃ عمان

کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا۔
 علاوہ ازیں ابن تیمیہ متوفی ۷۲۱ھ نے منتقى الاخبار میں (مسند احمد اور ابوداؤد کے خوالہ سے) یہ حدیث روایت کی ہے۔

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ان من السنة فی الصلوٰۃ وضع الایم علی الایم تحت السرۃ۔
 حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں نواف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا سنت ہے۔

یہ احادیث جن میں نواف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے، امام مالک پر اس لیے حجت ہیں کہ وہ نواف میں ہاتھ باندھنے کے قائل نہیں ہیں، اور امام شافعی پر اس لیے حجت ہیں کہ وہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں، جب کہ معتبر احادیث سے ثابت ہے کہ ہاتھ نواف کے نیچے باندھے جائیں۔

نوٹ :- ابن تیمیہ نے اس حدیث کو ابوداؤد کے خوالہ سے ذکر کیا ہے لیکن یہ حدیث ابوداؤد کے صرف ابن اعرابی کے نسخہ میں ہے۔ ابوداؤد کے موجودہ نسخوں کے حاشیہ پر یہ حدیث لکھی ہوئی ہے۔ اس مسئلہ پر زیادہ مفصل اور مدلل گفتگو ہم نے باب نمبر ۱۴۸ میں کی ہے۔

نماز میں تشہد کا بیان

بَابُ الشَّهَادَةِ فِي الصَّلَاةِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے اور السلام علی اللہ السلام علی غلال کہتے، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بذات عرش سلام ہے جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں بیٹھے تو یوں کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوٰتُ وَالطَّیِّبٰتُ اَسْلَمُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَسْلَمُ عَلَیْکَ وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ پس نمازی حبیب یہ کلمہ (علی عباد اللہ الصالحین) کہے گا تو اس کا سلام ہر صالح بندہ کو پہنچ جائے گا، خواہ وہ زمین میں ہو یا آسمان میں (پھر کہے) اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُولُہٗ اَسْ کے بعد چاہے دعا مانگے۔

تشہد کا ترجمہ: تمام قول، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ

۸۰۱۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْحٰقُ بْنُ اِبْرٰہِیْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَكَانَ الْاُخَرَانِ تَاجِرٌ یُّدْعٰنُ مَنصُورٌ عَنْ اَبْنِیْ وَاقِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ کُنَّا نَقُولُ فِی الصَّلٰوٰتِ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ اَسْلَمُ عَلَی اللّٰہِ اَسْلَمُ عَلَیْ فُلَانٍ فَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ کَذَاتِ یَوْمِ رَاَتِ اللّٰہُ هُوَ السَّلَامُ فَاِذَا قَعَدَ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوٰتِ فَلِیَقُلْ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوٰتُ وَالطَّیِّبٰتُ اَسْلَمُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَسْلَمُ عَلَیْکَ وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ فَاِذَا قَالَهَا اَصَابَتْ کُلَّ عَبْدٍ یُّصَلِّی فِی السَّمَآءِ وَالدَّہْرِ اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ثُمَّ یَتَخَيَّرُ مِنَ الْمُسْئَلَةِ مَا نَشَآءُ۔

کے لیے ہیں۔ اسے نبی آپ پر سلام ہو اور
اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ ہم پر سلام
ہو اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر ہمیں گواہی دیتا
ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں
ہیں گواہی دیتا ہوں کہ — بلاشبہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول
ہیں۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ اسی
حدیث کی شکل بیان کی ہے لیکن اس میں یہ نہیں ہے کہ
اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ پہلی حدیث
کی مثل بیان کی ہے اس میں حسب خواہش دعا کرنے کا
ذکر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشہد
میں بیٹھتے تھے اس کے بعد پہلی حدیث کی مثال
بیان کی اس میں حسب خواہش دعا کرنے کا بھی ذکر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشہد
کی تعلیم اس حال میں دی کہ میری تحصیل آپ کی دونوں
تہلیلوں کے درمیان تھی اور یہ تعلیم ایسے وہی تھے
آپ مجھے قرآن کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے اس کے
بعد انھوں نے تشہد کا پورا واقعہ اسی طرح بیان کیا
کہ پہلی حدیث میں ذکر ہر چکا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تشہد کی اس طرح

۸۰۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ
قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ
بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ ثُمَّ يَتَخَيَّرُ فِي
مَسْئَلَةٍ مَا شَاءَ.

۸۰۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا حُسَيْنُ
الْجُعْفِيُّ عَنْ نَائِكَ عَنْ مَنْصُورٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ
مِثْلَ حَدِيثِهِمَا وَذَكَرَ فِي الْحَدِيثِ ثُمَّ لِيَتَخَيَّرَ
بَعْدَ مِنَ الْمَسْئَلَةِ مَا شَاءَ أَوْ مَا أَحَبَ.

۸۰۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو
مَعَاذٍ يَتَى عَنْ الزَّعْبِيِّ عَنْ شَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كُنَّا إِذْ جَاسَتْ مَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَنْصُورٍ وَ
قَالَ ثُمَّ لِيَتَخَيَّرَ بَعْدَ مِنَ الدُّعَاءِ.

۸۰۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ أَنَا
أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ زَيْدٍ سَيِّدُنَا قَالَ
سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ عَلَّمَنِي
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُدَ كَقِي
يُبْنُ كَقِي كَمَا يَعْلَمُنِي السُّورَةُ مِنَ الْقُرْآنِ
فَاقْصُ التَّشَهُدَ بِمِثْلِ مَا اقْصَصُوا.

۸۰۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ
وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَاسِلٍ بِنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ

ثُمَّ لَيْسَ عَنْ أَبِي الثَّوْبَانِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ
طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْقَسْمَ كَمَا يُعَلِّمُنَا
الشُّرُوءَ وَمِنَ الْقُرْآنِ فَكَانَ يَقُولُ التَّحِيَّاتُ
الْعِبَادُ كَأَنَّ الصَّلَوَاتِ الطَّيِّبَاتِ يَنْدُو السَّلَامُ
عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ
عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ
اللَّهِ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ رُمَيْحٍ كَمَا يُعَلِّمُنَا الْقُرْآنَ .

۸۰۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ
يَحْيَى بْنَ أَدَمَ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْلِيَّ بْنَ حَبِيبٍ قَالَ
حَدَّثَنِي أَبُو الثَّوْبَانِ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا
الْقَسْمَ كَمَا يُعَلِّمُنَا الشُّرُوءَ وَمِنَ الْقُرْآنِ .

۸۰۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَفَتْحَةُ بْنُ
سَعِيدٍ وَابْنُ كَامِلٍ الْجَمْعُ رَوَى مُحَمَّدُ بْنُ حَبِيبٍ
السَّيْلِيُّ الْأُمَوِيُّ وَالْقَاسِمُ بْنُ كَامِلٍ قَالَ سَمِعْتُ
أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ
حَقَّانِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الزُّهْلِيِّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ
أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ صَلَوةً فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ
الْقَعْدَةِ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ أَعَزَّتِ الصَّلَوةُ
يَا لَيْبٍ وَالدُّكُوءُ فَلَمَّا قَضَى أَبُو مُوسَى الصَّلَوةَ
وَسَلَّمَ انْصَرَفَ فَقَالَ أَيُّكُمْ الْقَائِلُ كَلِمَةً
كَذَا وَكَذَا قَالَ فَأَمَّا مِمَّنْ الْقَوْمُ ثُمَّ قَالَ أَلَيْكُمْ الْقَائِلُ
كَلِمَةً كَذَا وَكَذَا فَأَمَّا مِمَّنْ الْقَوْمُ فَقَالَ لَعَلَّكَ يَاحَطَّانُ
فَلَمَّا قَالَ مَا قُلْتُمَا وَلَقَدْ رَهَبْتُ أَنْ يَنْكَبِعَنِي
بِهَا فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ إِنَّا قُلْتُمَا وَكَلِمَةُ
يَقُولُ إِلَّا الْخَيْرَ فَقَالَ أَبُو مُوسَى مَا تَعْلَمُونَ كَيْفَ
تَقُولُونَ فِي صَلَواتِكُمْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

تعلیم دیتے تھے جس طرح میں قرآن کریم کی کس سورت
کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ فرماتے التحیات المبارکات
الصلوات الطیبات لله السلام علیک ایہ النبی
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلو حبنا
اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد
ان محمدًا رسول اللہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں قسماں کی طرح
سکھلاتے جس طرح قرآن کریم کی کوئی سورت سکھاتے
ہوں۔

طمان بن عبد اللہ رقاشی بیان کرتے ہیں کہ
ایک مرتبہ میں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ
عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، جب وہ قعدہ کے قریب
تھے تو ایک شخص نے کہا یہ نماز یگیا اور پاکیزگی کے
ساتھ پڑھی گئی ہے، جب وہ نماز سے فارغ
ہو گئے تو انھوں نے مڑ کر دیکھا اور پوچھا تم میں سے
کس نے یہ بات کہی تھی۔ سب خاموش رہے انھوں
نے پھر دوبارہ پوچھا کہ تم میں سے کس نے یہ بات
کہی تھی۔ لوگ پھر خاموش رہے۔ اس موقع پر حضرت
ابو موسیٰ نے مجھ سے کہا اے طمان! شاید تم نے
یہ کلمہ کہا ہے، میں نے کہا میں نے نہیں کہا، مجھ تو
آپ کا ڈر تھا پھر لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا میں
نے یہ کلمہ کہا تھا اور میری نیت سوائے جلال کے
اور کچھ نہ تھی، حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا کہ تم نے یہ
جانتے نماز میں کیا کہنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطْبَنَا فَبَيْنَ لَنَا سُبُتْنَا وَعَلَمْنَا
صَلَوَاتَنَا قَالَ إِذَا صَلَّيْتُمْ فَأَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ
ثُمَّ لِيَوْمَتِكُمْ أَحَدُكُمْ قَرَادَ الْكَبِيرَ فَكَبِّرُوا
وَإِذَا قَالَ غَيْرُ الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ
فَقُولُوا أَمِينَ يُجِيبُكَ اللَّهُ فَإِذَا كَبَّرَ وَرَكَعَ
فَكَبِّرُوا وَارْكَعُوا فَإِنَّ الْإِمَامَ يَرْكَعُ قَبْلَكُمْ
وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِتْلِكَ بِتِلْكَ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ
لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ
يَسْمَعُ اللَّهُ لَكُمْ فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ
عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ اللَّهُ
لِمَنْ حَمِدَهُ وَإِذَا كَبَّرَ وَسَجَدَ فَكَبِّرُوا وَاسْجُدُوا
فَإِنَّ الْإِمَامَ يَسْجُدُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِتْلِكَ
بِتِلْكَ فَإِذَا كَانَ عِنْدَ الْقُعْدَةِ فَلْيَكُنْ مِنْ أَوَّلِ
قَوْلِ أَحَدِكُمْ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي بِيَدِهِ الْمَقْصُورَاتُ
بِاللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَ
بَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِيَالِنَا اللَّهُ
الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ
أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ .

علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور ہم کو نماز کا مکمل طریقہ بتا دیا آپ نے فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو سب سے پہلے اپنی صفیں درست کرو پھر تم میں سے کوئی شخص امامت کرے جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اللہ تعالیٰ تمہاری اس دعا کو قبول فرمائیگا پھر جب وہ تکبیر کہے کہ رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو امام تم سے پہلے رکوع کرے گا اور تم سے پہلے رکوع کرے سر اٹھائے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح مقابلہ اس کے مقابلے میں ہو جائے گا اور جب امام سمع اللہ لمن حمد کہے تو تم اللہم ربنا دلک الحمد کہو اللہ تعالیٰ تمہارا قول مست سے اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے سمع اللہ لمن حمد جاری کر دیا پھر جب امام تکبیر کہے کہ سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر سجدہ کرو امام تم سے پہلے سجدہ کرے گا اور تم سے پہلے سجدہ کرے سر اٹھائے گا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا یہ عمل امام کے مقابلہ میں ہوگا اور جب امام قعدہ میں بیٹھ جائے گا تو تم سب سے پہلے یہ کہو التحیات الطیبات الصلوات اللہ السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشهد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد عبدا ورسوله -

امام مسلم نے تین اور اسانید بیان کر کے قیادہ سے بھی یہ حدیث روایت کی لیکن اس میں یہ الفاظ نہایت ہیں جب امام قرأت کے قریب خاموش رہو، اور ابو ہریرہ کے علاوہ اور کئی سند کے ساتھ یہ الفاظ مرئی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان پر سمع اللہ لمن حمدا۔ جاری کرتا ہے۔ اس حدیث کی سند میں ابو ہریرہ نے

٨٠٩- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ
تَنَا أَبُو سَامَةَ قَالَ تَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ ح
وَحَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الْعِيسِيُّ قَالَ تَنَا مُعَاذُ بْنُ
هَشِيمٍ قَالَ تَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ
قَالَ تَنَا جَدِّي عَنْ سُلَيْمَانَ الشَّيْبِيِّ عَنْ هُوَالَةَ عَنْ ثَابِتٍ
فِي هَذِهِ الْإِسْلَامِ بِمِثْلِهِ وَفِي حَدِيثِ جَدِّي عَنْ

سُئِلَ عَنْ قَتَادَةَ مِنَ الزِّيَادَةِ قَالُوا إِذَا قَرَأْتَ فَانصِتُوا
وَكَيْسٌ فِي حَدِيثٍ أَحَدٌ مَعَهُمْ كَانَ اللَّهُ عَزَّ وَجَدَ
قَالَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ
اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ إِلَّا فِي رَدَائِيهِ أَجْبَى كَأَمَلٍ وَحَدَّثَهُ
عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَبُو بَكْرِ
ابْنُ أُسَيْبٍ أَخْبَرَنَا فِي النَّصْرِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ
مُسْلِمٌ يُرِيدُ أَحْفَظَ مِنْ سَكِيمَانَ فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ
فَحَدَّثْتُ أَجْبَى هُوَ يَرَوُهُ قَالَ هُوَ صَحِيحٌ يَعْنِي وَ
إِذَا قَرَأَ فَانصِتُوا فَقَالَ هُوَ عِنْدِي صَحِيحٌ
فَقَالَ لِمَ لَمْ تَضَعْهُ هَهُنَا فَقَالَ كَيْسٌ كُلُّ شَيْءٍ
عِنْدِي فِي صَحِيحٍ وَضَعْتُ هَهُنَا إِنَّمَا وَضَعْتُ هَهُنَا
مَا أَجْمَعُوا عَلَيْهِ.

امام مسلم سے بحث کی تو امام مسلم نے فرمایا سلیمان
(اس سند کا ایک راوی) سے زیادہ تمہیں اور کون حافظ
ملے گا، ابو بکر نے پوچھا کہ پھر ابو ہریرہ کی روایت
کیسی ہے جس میں یہ ہے کہ جب امام قرأت کرے
تو تم خاموش رہو، امام مسلم نے کہا کہ وہ حدیث صحیح ہے
ابو بکر نے کہا پھر آپ نے اس سند کے ساتھ اس حدیث
کو اپنی اس کتاب میں ذکر کیوں نہیں کیا امام مسلم نے فرمایا
میں نے اس کتاب میں ہر حدیث کو ذکر نہیں کیا جو صرف میرے
نزدیک صحیح ہو بلکہ میں نے اس کتاب میں ان احادیث
کو ذکر کیا ہے جن کے صحیح ہونے پر سب کا اتفاق

۸۱۰۔ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي
عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا
الْإِسْنَادِ قَالَ فِي الْحَدِيثِ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَدَ
قَضَى عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ
اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ.

امام مسلم نے ایک اور سند سے سابقہ حدیث
بیان فرمائی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی زبان پر سنا اللہ لمن حمده جاری کر دیا۔

تشہد میں نماز میں ائمہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز میں تشہد اول اور ثانی دونوں واجب ہیں، امام مالک
رضی اللہ عنہ کے نزدیک دونوں تشہد سنت ہیں، امام شافعی کے نزدیک تشہد
اول سنت ہے اور تشہد ثانی واجب ہے، اور امام احمد کے نزدیک اول تشہد واجب اور ثانی تشہد
فرض ہے۔ امام اعظم اور امام احمد کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعود کے تشہد کی روایت پر ہمارا افضل ہے
کیونکہ یہ حدیث صحیح کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت
کو پڑھنا افضل ہے کیونکہ اس میں لفظ مبارکات زاد ہے اور امام مالک کے نزدیک حضرت عمر کی روایت
کو پڑھنا افضل ہے (نور علی شرح مسلم ج ۱، ص ۱۳، مع تفسیر)
سلام ایک دعائیہ کلمہ ہے جس شخص کو سلام کیا جائے، اس شخص کے حق میں سلامتی کی دعا کی جاتی ہے۔
صحابہ کرام جب اسلام علی اللہ کہتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روک دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ عین
سلام ہے اور وہ سلامتی کی دعا سے پاک ہے۔

تشہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قصد سلام عرض کرنے کی تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے یہ یقین کی کہ

ناز میں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا کرو، یعنی قصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرو۔

علامہ دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ نماز کے تشہد میں جب السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (اسے) نبی آپ پر سلام، براہِ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں) کہا جائے تو حضور پر قصد اسلام کرنے کی نیت نہ کرے بلکہ بذیلِ کرمے کہ اللہ تعالیٰ نے شبِ سراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سلام پڑھا تھا میں اس سلام کی نقل اور حکایت کر رہا ہوں۔

اس کی مثال یہ ہے کہ قرآن میں ہم پڑھتے ہیں یا بنی اسرائیل: اے بنی اسرائیل، تو اس تلاوت سے بنی اسرائیل کو پکارنا مقصود نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو بنی اسرائیل کو خطاب کیا تھا، ہم تلاوت کر کے اس کی نقل و حکایت کرتے ہیں۔

علامہ دیوبند کا یہ قول اس بنیاد پر مبنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریب اور بعید سے ہر نماز کا سلام نہیں سنتے اور نہ حضور کو قصد سے پکارنا جائز ہے اس لیے نماز میں جب السلام علیک ایہا النبی کہا جائے تو انشاء اور قصد اسلام نہ کرے بلکہ شبِ سراج جو اللہ تعالیٰ نے سلام کیا تھا اس سلام کی نقل اور حکایت کرے۔ شیخ رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

اگر کسی کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود خطاب سلام کا سنتے ہیں، وہ کفر ہے خواہ سلام لیک کہے یا السلام للی النبی کہے، اور جس کا عقیدہ یہ ہے سلام و صلوٰۃ آپ کو پہنچایا جاتا ہے ایک ملائکہ کی جامعیت اس کام کے واسطے مقرر ہے جیسا کہ امام ربیع میں آیا ہے تو دونوں طرح پڑھنا مباح ہے پس بعد اس کے سنو کہ اگر ابن مسعود نے بعد وفات شریف کے صیف بدل دیا ہے تو کوئی حرج نہیں کسی مصلحت کو یہ ہو چکا اور جو اصل تعلیم کے موافق پڑھا جائے جب بھی حرج نہیں کہ مقصود حکایت ہے۔

اس عقیدہ کی پہلی بنیاد ہی غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود صلوٰۃ و سلام نہیں سنتے حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قوت اور قدرت عطا فرمائی ہے کہ زندگی میں بھی اور بعد از وصال بھی دور و نزدیک سے یکجاں سنتے ہیں، البتہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دیے بغیر حضور کے سلام کا مقصد رکھنا باطل اور شرک ہے اور یہ بات صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے کبھی بھی شخص کے پاس میں یہ عقیدہ ہو کہ وہ از خود سنتا ہے تو یہ شرک ہے۔ ابن قیم جوزیہ ملہرانی کی سند کے ساتھ حضرت ابو درود سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لیس من عبدی یقول علی ان یلقی صوته
حيث كان فلما بعد وفاتك قال وبعد وذات
الحديث

کوئی شخص مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز مجھے پہنچتی ہے خواہ وہ کہیں ہو، صحابہ نے عرض کیا آپ کی وفات کے بعد بھی، فرمایا میری وفات

سنے۔ شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فادائی رشیدیہ کامل ص ۵۵، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی
سنے۔ شیخ ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، جلاء الانہام ص ۶۳، مطبوعہ مکتبہ فریہ رضویہ فیصل آباد

کے بعد بھی یہ

امام رازی تحریر فرماتے ہیں:

وَكذلك العبد إذا واطب على الطاعات بلغ
ذلك النور المقام الذي يقول الله كنت له سمعاً وبصراً
فإذا صار نور جلال الله سمعاً له سمع القريب والبعيد
وإذا صار ذلك النور بصراً رأى القريب والبعيد
وإذا صار ذلك النور يداً له قد رعى التصرف في
الصعب والسهل والبعيد والقريب

جب بندہ مسلسل عبادت کرتا ہے تو وہ اس
مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے کہ میں اس بندہ کی آنکھیں اور کان ہوجاتا ہوں
اور جب اللہ تعالیٰ کا نور اس کے کان ہوجاتا ہے تو وہ
قرب اور بعید کو یکساں سنتا ہے اور جب یہ نور اس کی آنکھیں ہوجاتا ہے تو
وہ قرب اور بعید کو یکساں دیکھتا ہے اور جب یہ نور اس کے ہاتھ ہوجاتا ہے تو
وہ مشکل و آسان، قرب اور بعید کے تصرف پر یکساں قادر ہوجاتا ہے۔

امام رازی نے جس حدیث قدسی کا حوالہ دیا ہے اس کو امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت الحزینہ
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الله قال من عادني وليا فقد اذنت بالحروب
وما تقرب الي عبيد يمشي احب الي مما اقتربت
عليه ولا يزال عبيد يمتدحون الي بالنواقل حتى اجبت
فكنت سمع الذي يسمع به وبصر الذي يبصر به
ويده التي يبطش بها ورجل الذي يمشي بها
الحديث

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میرے ولی سے
عداوت رکھتا ہے میں اس سے اعلان جنگ کر
دیتا ہوں اور بندہ فرائض کی ادائیگی کے ذریعہ میرا
سب سے زیادہ قرب حاصل کرتا ہے پھر میرا بندہ
نوافل کے ذریعہ مجھ سے مسلسل قرب حاصل کرتا
رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا
ہوں اور جب میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو
میں اس کے کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے
اور اس کی آنکھیں ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا
ہے اور اس کے ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ
(چیزوں کو) پکڑتا ہے اور اس کے پیر ہوجاتا ہوں
جن سے وہ چلتا ہے۔

شیخ انور شاہ کشمیری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

اس حدیث کی سند پر شیخ اشرف علی تھانوی نے برابر نوادر میں ۲۷۳ پر حرج کیا ہے جس کا مکمل مسکت جواہر
بالجہر حصہ دوم ص ۲۲۸ پر ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ امام فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ھ، تفسیر تخریج ص ۴۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

۲۔ امام ابو عبد اللہ البخاری المتوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۴۹۳، مطبوعہ دار محمد، اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

جب دھخت سے فی انا اللہ (من اللہ) کہ
کہ آواز نکلتی ہے تو جو شخص مسلسل عبادت کر کے
قرب الہی حاصل کر چکا ہو تو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کی آنکھیں اور
کان نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ ابن آدم جو صورت رحمت پر
پیدا کیا گیا ہے کسی طرح بھی موسیٰ علیہ السلام کے سخت
سے کم نہیں ہے۔

فانہ اذا صرح للمشجوة ان ینادی فیہا
یا فی انا اللہ ذلک بال المتقرب ان لا یکون اللہ
سمعه ویبصر لا کیف و ابن آدم الذی خلق علی
صورۃ الرحمن لیس باذن من مشجوة موسیٰ
علیہ الصلوٰۃ والسلام

بخاری شریف کی حدیث قدسی اور اس کی شرح جو امام رازی اور شیخ انور شاہ کشمیری نے کی ہے اس
سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ جب عبادت گزاروں کو اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنا لیتا ہے تو ان کی اپنی صفات
محو ہو جاتی ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کی صفت سماعت سے بنتے ہیں۔ اس کی صفت بصارت سے دیکھتے
ہیں، اور اس کی صفت قدرت سے تصرف کرتے ہیں، جو شخص ان محبوبان خدا کے قریب و بعید سے سنتے
کا انکار کرتا ہے وہ درحقیقت ان کا انکار نہیں کرتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفت سماعت اور بصارت کا انکار
کرتا ہے، اور جب عام محبوبان حق کے قرب کا یہ مقام ہے تو غور کیجیے جو سید المرسلین ہیں، باعث ایجاد عالم
ہیں، تمام انبیاء اور اولیاء کے سردار ہیں، منافقہ ذی فکاح ذاب قومین اودادی کے مقام پر فائز ہیں ان کے
قرب خداوندی کا کیا عالم ہو گا۔ حق یہ ہے کہ باقی انبیاء اور اولیاء صفات خداوندی کے مظہر ہیں اور سیدنا محمد
صلی اللہ علیہ وسلم حق کی ذات کے بھی مظہر ہیں اور صفات کے بھی، لہذا وہ جس آواز کو جہاں کہیں سے سنتے ہیں
اللہ تعالیٰ کی صفت سماعت سے سنتے ہیں اس لیے یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درود
سے صلوٰۃ وسلم نہیں سنتے۔

خوشیخ رشید احمد گنگوہی بھی تسلیم کرتے ہیں:

یہ خود آپ کو معلوم ہے کہ خدا سے غیر اللہ تعالیٰ کو دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل
مفیدہ کرے ورنہ شرک نہیں، مثلاً یہ جانتے کہ اللہ تعالیٰ ان کو مطلع فرمادے گا، یا باذن تعالیٰ ان کو انکشاف ہو
جاوے گا۔ ۲

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو مسلمان بھی یا رسول اللہ کہہ کر خطاب کرتا ہے۔ وہ آپ کو مستقل سامع
اور عالم اعتقاد نہیں کرتا۔ بلکہ بقول شیخ گنگوہی کے یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ آواز سنا دیتا ہے یا بقول شیخ
کشمیری کے یہ سمجھتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صفات اللہ کے مظہر ہیں اور اس کی صفت سماعت
سے سنتے ہیں۔

یہ تمام بحث اس سلسلہ میں مثنیٰ کہ نازی جب تشہد میں بیٹھے تو اس اعتقاد سے اسلام ٹھیک ایسا الہی

۱۔ شیخ محمد انور کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الباری ج ۲ ص ۲۶۹، مطبوعہ مطبع مجازی مصر، ۱۳۵۴ھ
۲۔ شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۵۲ھ فتاویٰ رشیدیہ کال ممبئی ص ۶۸، مطبوعہ محمد سید انیسٹر کراچی

پڑھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سلام کو سنتے ہیں اور یہی بحث اس میں کہ حضور کی خدمت میں یہ سلام انشاء اور قصداً عرض کرے یا بطلہ حکایت معراج کے جیسا کہ علماء ویرید کا مسلک ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ کتاب سنت اور جمہور فقہاء اسلام اور عقل صحیح سے جو بات ثابت ہے۔ وہ یہی ہے کہ نازی میں انشاء اور قصداً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرے۔ حکایت معراج کا قصد نہ کرے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا
 تسلیماً (احزاب: ۵۶)
 اے ایمان والو! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھو۔

اس آیت میں دیگر احکام کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قصداً سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، صلوٰۃ و سلام کو نفل اور حکایت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

فلیقل التحیات لله والصلوات والصلوات
 السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
 السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
 وعلی عباد اللہ الصالحین اذا
 قالہا اصابت کل عبد لله صالح فی السموات
 الارض الحدیث۔
 نازی کہے التحیات لله والصلوات والصلوات
 السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
 وعلی عباد اللہ الصالحین۔ جب نازی سلام کے یہ
 کلمات کہے گا تو اس کا سلام آسمان اور زمین کے ہر
 صالح بندہ کو پہنچ جائے گا۔

اور سلام ہر صالح بندہ کو۔ اس وقت پہنچے گا جب وہ قصداً سلام پیش کرے گا نہ کہ نفل اور حکایت کی صورت میں، اور جب ہر صالح بندہ کو سلام پہنچے گا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو سید الصالحین ہیں ان کو سلام پہنچے نہیں پہنچے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام اس وقت پہنچے گا جب سلام عرض کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے کی نیت سے قصداً و انشاء سلام عرض کرے گا نہ کہ قرآن اور حدیث سے استدلال کے بعد آئے اب فقہاء اسلام کے اقوال ملاحظہ کریں:

امام غزالی شافعی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

واحضرنی قلبک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانشدہ
 التکویم وقل سلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
 علامہ حصکفی حنفی فرماتے ہیں:

ویقصد بالفاظ التشہد معانیہا مراد تہ
 لد علی وجہ الانشاء کانہ یحیی اللہ تعالیٰ ویسلو
 علی نبیہ وعلی نفسہ لا اخبأ عن
 تشہد پڑھتے وقت ان الفاظ کے معانی کا
 قصد کرے گا یا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت
 کا تحفہ پیش کر رہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱، مطبوعہ نور محمد دار الصحیفہ کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ امام محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۷۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

ذلت علیہ

کی بارگاہ میں سلام کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور تشہد پڑھتے وقت واقعہ معراج کی نقل اور حکایت کا قصہ نہ کرے۔

اور علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

لا يقصد الاخبار والحكاية عما وقع في المعراج منه صلى الله عليه وسلم ومن ربه سبحانه

تشہد پڑھتے وقت واقعہ معراج میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو مکالمہ ہوا تھا اس کی نقل اور حکایت کا قصہ نہ کرے۔

علامہ شرنبلالی مفتی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

فيقصد المصلي انشاء هذه الالفاظ مرادة له قاصدة معنًا لا الموضوعية له من عند كانه يحیی الله سبحانه تعالى ويسلم على النبي صلى الله عليه وسلم

نازی تشہد میں ان الفاظ کے معانی کا قصہ کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام کا تحفہ پیش کر رہا ہے۔

اور علامہ طحاوی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

لا حكاية سلام رسول الله صلى الله عليه وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے کی حکایت نہ کرے۔

اور مفتی کی مشہور کتاب عالمگیری میں ہے:

ولا بد من ان يقصد بالفاظ التشهد معانيها التي وضعت لها من عند كانه يحیی الله تعالى ويسلم على النبي

نازی کے لیے ضروری ہے کہ الفاظ تشہد سے ان کے معانی کا قصہ کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سلام عرض کر رہا ہے۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم مفتی رحمہ اللہ تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

وانما ذكرنا بعض معاني التشهد لما ان المصلي يقصد بهذا الالفاظ معانيها مرادة له على

بہم نے الفاظ تشہد کے بعض معانی محض اس لیے ذکر کیے ہیں کہ جب نازی یا الفاظ پڑھے تو ان

۱۔ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۵۹ھ، درمنازل علی ہاشم الرازی ج ۱ ص ۲۷۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۰ھ

۲۔ علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۷۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۰ھ

۳۔ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۱۰۰، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البانی واولادہ بمصر ۱۳۵۶ھ

۴۔ علامہ احمد طحاوی مفتی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ المصنف علی الدر المنثور ج ۱ ص ۲۲۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۵ھ

۵۔ علاؤ الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۷۷ (مصری)

وجه الانشاء كما صرح به المجتبی بقوله ولا
يبدأ من ان يقصد بالفاظ التشهد معناها
التي وضعت لها من عنده كانه يحيى الله ويصلم
على النبي صلى الله عليه وسلم ۛ

علامہ عبد الوہاب شہرانی رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

انما امر الشارح المصلي بالصلاة والسلام
على رسول الله صلى الله عليه وسلم في التشهد
لبنبيه الغافلين في جلوسهم بين يدي الله
عز وجل على شهود بنبيهم في تلك الحضرة
فانه لا يفارق حضرة الله ابدأ فيخاطبونه
بالسلام مشافهة ۛ

معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں
عبادت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں
سلام کا تحفہ پیش کر رہا ہے، اسی طرح مجتبیٰ نے بیان
کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نمازی کو تشہد میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کا اس
لیے حکم دیا ہے تاکہ جو نمازی فقط سے اللہ کی بارگاہ
میں پہنچے ہیں وہ اس حقیقت پر متنبہ ہو جائیں کہ اس
بارگاہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہیں،
کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ
میں سے کبھی جدا نہیں ہوتے، اس لیے نمازی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر قصداً صلوٰۃ
و سلام عرض کرے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اہل عرفان کا قول نقل کرتے ہیں:

ان المصلين لما استفتحوا باب الملكوت
بالتحيات اذن لهم بالدخول في حريم
الذي لا يموت فقرت اعينهم بالمناجات
فنبهوا على ان ذلك بواسطه بنى الرحمة
وبركة متابعت فاذا التفتوا اذا الحبيب
في حرم الحبيب حاضر فاقبلوا عليه
فماثلين السلام عليك ايها النبي ورحمة
الله وبركاته ۛ

نمازیوں نے جب عبادت کے تحفے پیش
کر کے باب ملکوت پر دستک دی تو اعلیٰ بارگاہ
الہریت میں دخول کی اجازت مل گئی اور اللہ تعالیٰ
سے مناجات کرنے کے سبب ان کی آنکھیں ٹھنڈی
ہو گئیں، پھر ان کو بتایا کہ یہ مرتبہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی رحمت برکت اور آپ کی پیروی سے ملا
ہے جب وہ اس تہذیب سے متوجہ ہوئے تو دیکھا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہیں تو
انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو
کر سلام عرض کیا السلام لیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

۱۔ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۷۹۰ھ، البحر الرائق ج ۱، ص ۴۲، مطبوعہ مطبعہ ملیہ مصر ۱۳۱۱ھ

۲۔ عارف علامہ عبد الوہاب شہرانی متوفی ۷۹۳ھ، المیزان الکبریٰ ج ۱، ص ۱۶۰، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البانی و اولادہ بصرہ ۱۳۵۹ھ

۳۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، مدقہ القاری جزء ۱، ص ۱۱، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر ۱۳۴۸ھ

تشہد کی بحث میں بعینہ ہی عبارت حافظ ابن حجر مستطانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے فتح الباری ج ۲ ص ۴۵۸ پر، علاء محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ نے شرح المواہب اللغز ج ۱ ص ۳۲۹ پر مولانا عبدالحی کھنوزی متوفی ۱۳۰۲ھ نے سایہ ج ۲ ص ۲۲۰ پر اور شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے فتح الملہم ج ۲ ص ۱۱۱ میں بیان کیا ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی بیان فرماتے ہیں:

وَقَالَ بَعْضُ الْعَارِفِينَ إِنَّ ذَلِكَ سَوِيَّانٌ
الْحَقِيقَةُ الْمَحْمُودِيَّةُ فِي ذَوَاتِ الْمَوْجُودَاتِ
أَفْرَادِ الْكَائِنَاتِ كُلِّهَا فَهُوَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ
وَسَلَامُهُ وَهُوَ جُودٌ وَحَاضِرٌ فِي ذَوَاتِ الْمَحْمُودِينَ
وَحَاضِرٌ عِنْدَهُمْ فَيَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ أَنْ لَا
يَقْفَلَ عَنْ هَذَا الشَّهَادَةِ عِنْدَ هَذَا الْخَطِّابِ
لِيُنَالِ مِنْ أَنْوَارِ الْقَلْبِ وَيَقْوَى بِأَسْرَارِ الْمَعْرِفَةِ
صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ بِأَرْسُولِ اللَّهِ وَصَلَامُهُ

بعض عارفین نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تشہد میں سلام اس وجہ سے عرض کیا جاتا ہے کہ حقیقت محمدی نہ صرف یہ کہ تمام موجودات کے ذرہ ذرہ میں اور تمام حوادث کے ہر فرد میں موجود ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کرتے وقت تمہیں آپ کے مشاہدہ سے غافل نہ ہوں تاکہ انوار قلب اور اسرار معرفت حاصل کر لیں، اسے اللہ کے رسول آپ پر صلوٰۃ و سلام ہو!

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہی مضمون اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۰۱، اور مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۳۲۶ (سطح ثور یہ رضویہ) میں بیان کیا ہے اور اسی مضمون کو تلخیص کے ساتھ غیر تقلیدین کے مستند عالم دین نواب صدیق حسن بھڑالی نے بھی مسلک الختام شرح بلوغ المرام ج ۱ ص ۴۵۹ میں بیان کیا ہے۔
مولانا عبدالحق محدث دہلوی کے والد مولانا عبدالحق محدث دہلوی نے بھی:

تشہد کا یہ حصہ بھی اسی قسم ہے اسلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

تشہد کے ان کلمات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے جس کا راز یہ ہے کہ حقیقت محمدیہ ہر موجود میں جلوہ گر ہے، اور ہر بندہ کے باطن میں موجود ہے، یہ کیفیت حالت نماز میں پورے طور پر پیدا ہو جاتی ہے اس طرح خطاب کا ماحول سا پیدا ہو جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر دیا جاتا ہے، بعض صوفیاء نے فرمایا ہے بندہ جب اللہ کی حمد و ثناء سے مشغول ہو گیا تو گویا اسے حرم الہی میں داخلہ کی اجازت مل گئی اور اس کی بعبیرت روشن ہو گئی تو اس نے حبیب کو حرم حبیب میں حاضر پایا اور محبوب کی طرف متوجہ ہو گیا اور کہہ اٹھا کہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

نازی تشہد میں السلام علیک ایہا النبی کہتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہنے کا قصد کرے۔ اس بات پر اب تک ہم نے قرآن، حدیث اور فقہاء اسلام کے دلائل پیش کیے ہیں، اب ہم قارئین کے

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، لمعات ج ۱ ص ۴۰۱، مطبوعہ لاہور

۲۔ مولانا عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۲۸۵ھ، نور الایمان ص ۴۲، مطبوعہ ہند

کے سامنے اس حقیقت کو عقل و دلیل سے پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس مسئلہ کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔ جس وقت نمازی نماز شروع کرتا ہے اور اللہ اکبر کہتا ہے اس وقت وہ مخالفین کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کی تکبیر اور درجہ بکبر (مصدقہ) اپنے رب کی تکبیر کر کے تقاضوں پر عمل کا قصد کرتا ہے۔ جب قیام میں قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے تو فاقد امانت من القرآن اور قرآن پڑھو کے حکم پر عمل کرنے کا قصد کرتا ہے، ان دونوں صورتوں میں نہ کسی فرشتہ کی تکبیر کی حکایت اور نہ کسی قاری کی تلاوت قرآن کی حکایت کرتا ہے۔

رکوع و سجود میں فہم باسم ربک العظیم (اللہ اکبر) اپنے رب کی تسبیح بیان کر رہا ہے اور سبح اسم ربک الاعلیٰ اپنے رب اعلیٰ کی تعظیم کر رہا ہے کہ تم کی تعمیل کا قصد کرتا ہے کسی فرشتہ کی تسبیح کی حکایت نہیں کرتا۔ اخیر میں جب دعا مانگتا ہے اور کہتا ہے رب اجعلنی مقيم الصلوٰۃ و رزقہم (اللہ اکبر) حضرت ابراہیم کی مانگی ہوئی دعا کی حکایت نہیں بلکہ اپنے لیے دعا کا قصد کرتا ہے۔

اسی طرح جب السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر نماز ختم کرتا ہے تب بھی کسی کے سلام کی حکایت نہیں کرتا بلکہ دائیں بائیں بیٹھے ہوئے لوگوں یا فرشتوں کو سلام کرنے کا قصد کرتا ہے۔ غور فرمائیے تکبیر تحریر سے کر سلام تک نمازی تمام نماز میں نماز کے ہر جزو کی ادائیگی سے اس جزو کا قصد کرتا ہے ایک حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر جب سلام عرض کرنے کا وقت آنے تو نمازی آپ کو سلام کرنے کا قصد نہ کرے بلکہ معراج کی نقل اور حکایت کرے!

مخالفین کا امام جب نماز پڑھتا ہے تو دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے وقت دائیں اور بائیں جانب والے مقتدیوں کو سلام کا قصد کرتا ہے، کس قدر رنج و الم کا مقام ہے جن لوگوں سے دنیاوی و دنیویہ عقاب نہیں سلام کرنا ہو تو قصد اور اداۃ سلام کرتا ہے اور جن کا نام لینے کی وجہ سے یہ لوگ مسلمان کہلاتے ہیں ان کو سلام کرنے کا موقع ہو تو نقل و حکایت سلام کرتے ہیں۔

اس تفصیل اور تحقیق سے بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں مثلاً یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے الصلوٰۃ والسلام ایک یا رسول اللہ کہنا جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دور و نزدیک سے سلام پڑھنے والوں کا سلام کیسا سنتے ہیں، لغو رسالت "یا رسول اللہ" لگانا جائز ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ التَّشْهِيدِ

۸۱۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى الثَّمِينِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُجَنَّبِيِّ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ هُوَ الَّذِي كَانَ أَرَى النَّبِيَّ آتِ

تشہد کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و تشریف پڑھنے کا بیان

حضرت ابو سعید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سعد بن عبادہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ

وَالصَّلَاةُ أَحَبُّهُ عَنِ رَجُلٍ مَسْعُورٍ إِلَّا نَصَارِي فَقَالَ
أَقْبَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَخَلَ
فِي مَجْلِسِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ لَهُ بَشِيرُ بْنُ
سَعْدٍ أَمَرَنَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ فَكَيْفَ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ قَالَ فَسَكَتَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى كَمَتَيْنَا
أَنَّهُ لَعَنَ نِسْفَهُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ
مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ
وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمِينَ
إِنَّكَ خَيْرُ مَنْجِيٍّ مَجِيئٍ وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ
عَلِمْتُمْ -

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر صلوٰۃ
(اور دو شریف) پڑھیں، پس ہم کس طرح آپ پر درود
پڑھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے حتیٰ کہ
ہم نے سوچا کاش اس نے سوال نہ کیا ہوتا پھر رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کہا کرو:
اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد
کما صلیت علی آل ابراہیم وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما
بارکت علی آل ابراہیم فی العالمین انک حمید
مجید -

ترجمہ: اے اللہ محمد اور آل محمد پر رحمت فرما جیسا کہ
تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی اور محمد اور
آل محمد پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر
تمام جہانوں میں برکت نازل فرمائی ہے، بے شک تو
تشریف کے لائق اور بزرگ ہے اور سلام پڑھو جس
طرح تمہیں معلوم ہے۔

۸۱۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ
بَقَّارٍ وَالتَّفَظُّزِيُّ بْنُ الْمُثَنَّى قَالُوا سَمِعْنَا مُحَمَّدَ بْنَ
جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَنْ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ
أَبِي كَيْسَانَ قَالَ لَقِيتُ كُفَيْبَ بْنَ عَجْزَةَ فَقَالَ لَا
أَهْدِي لَكَ هَذِهِ كَذَرَجَ عَلَيْكَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعْنَا فَقَدْ عَرَفْنَا كَيْفَ
نُصَلِّ عَلَيْكَ فَكَيْفَ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ قَالَ قُولُوا
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا
صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ خَيْرُ مَنْجِيٍّ مَجِيئٍ أَفَلَمْ
يَأْتِكُمُ مُحَمَّدٌ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ خَيْرُ مَنْجِيٍّ مَجِيئٍ -

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ ہم سے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے
ہم نے عرض کیا میں معلوم ہو گیا کہ (فنا میں) آپ پر سلام کس
طرح پڑھیں، آپ ہی بتائیے کہ آپ پر صلوٰۃ کس طرح پڑھا
کرے میں آپ نے فرمایا ہوں کہو اللہم صل علی محمد
وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم
انک حمید مجید ۱ اللہم بارک علی محمد
وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم
انک حمید مجید ۲

اسم سلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی
ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

۸۱۳۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ كُرَيْبٍ
قَالَا سَمِعْنَا عَنْ شُعْبَةَ وَمُسْعَرٍ عَنِ الْحَكَمِ
بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَكُنْتُ فِي حَدِيثِ مُسْعَرٍ أَلَا أَهْدِي لَكَ هَذِهِ -

۸۱۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَحَّارٍ قَالَ تَابَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكْرِيَّا عَنْ الْأَعْمَشِ وَعَنْ مِسْعَرٍ وَعَنْ مَالِكِ بْنِ مَعْمَرٍ كُلُّهُمْ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ سَنَادٌ مُشْكَلٌ عَلَيْهِ أَنَّهُ قَالَ وَبَارَكُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَلَوْ يَعْلُ اللَّهُ بِهِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی مثل سابق حدیث مروی ہے مگر اس میں اللہ کا لفظ نہیں ہے وبارک علی محمد ہے۔

۸۱۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَمِيرٍ قَالَ تَابَ دَوْحٌ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ قَائِمٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا زَوْجٌ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَكْرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو حَمِيْدٍ السَّاعِدِيُّ أَنَّهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ نُصَلِّيُ عَلَيْكَ قَالَ قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَبَارَكُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ۔

ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ پر صلوٰۃ کس طرح پڑھیں، آپ نے فرمایا میں کہوں اللہ صلی علی محمد وعلیٰ ازواجہ وذریتہ کما صلیت علیٰ ابراہیم وبارک علی محمد وعلیٰ ازواجہ وذریتہ کما بارکت علیٰ ابراہیم انک حمید مجید۔

اے اللہ محمد اور ان کی ازواج اور اولاد پر رحمت نازل فرما جو رحمت تو نے ابراہیم کی اولاد پر رحمت نازل فرمائی اور محمد اور ان کی ازواج اور اولاد پر برکت نازل فرمادیا تو نے ابراہیم کی آل پر برکت نازل فرمائی ہے شک تو راقی ستائش اور بزرگ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھے گا اللہ تبارک اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

۸۱۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَيْدٍ وَكُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا إِنَّا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَآلِهِ وَذُرِّيَّتِهِ عَشْرًا۔

نماز میں درود شریف پڑھنے کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

تشہد اخیر کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود شریف) کے وجوب میں علماء کا اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ یہ درود سنت ہے اور اگر کسی نے درود کو ترک کر دیا تو اس کی نماز صحیح ہے، اور امام احمد اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ درود واجب ہے، اگر کسی نے یہ درود ترک کر دیا تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی، حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے، شبی کا بھی یہی مذہب ہے، فقہاء شافعیہ درود کے وجوب پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، حضرت ابوسود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ ہم آپ پر صلوٰۃ کا درود

کیسے پڑھیں، آپ نے فرمایا پڑھو اللہ صل علی محمد علیٰ اور امر و جہ کے لیے جوتا ہے۔ اس دلیل کے ساتھ یہ حدیث بھی طافی چاہیے جب ہم آپ پر نماز پڑھیں تو کس طرح صلوٰۃ پڑھیں، آپ نے فرمایا تم پڑھو اللہ صل علی محمد علیٰ الی محمد علیٰ یہ زیادتی صحیح ہے، اس زیادتی کے ساتھ اس حدیث کو امام ابو حاتم بن حبان اور امام حاکم ابو عبد اللہ نے اپنی اپنی صحیح میں مندرج کیا ہے، حاکم نے کہا یہ زیادتی صحیح ہے اور حضرت قتالہ بن حمید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا، اس نے نماز پڑھی، نماز میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے جلدی کی ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلا کر فرمایا جب تم میرے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے سب کی حمد و ثناء سے ابتداء کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھے اور جہاں دعا کرے، حاکم نے کہا یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

علامہ کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کا مصداق کون ہیں، ازہری اور دیگر محققین نے کہا اس سے مراد جیس امت ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد خواتم اور بزرگوار المطلب ہیں، اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور آپ کی ذریت ہیں۔ علامہ مرینیان حنفی کہتے ہیں:

نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا ہمارے نزدیک فرض نہیں ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ فرض ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود کو تشہد سکھانے کے بعد فرمایا جب تم یہ پڑھو، یا یہ کہہ تو تمہاری نماز پوری ہوگئی، اور اگر تم کھڑے ہو نا چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہو تو بیٹھ جاؤ، علامہ کو حنفی نے کہا ہے کہ نماز کے علاوہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا واجب ہے، اور امام عثمادی نے کہا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے آپ پر درود پڑھنا واجب ہے۔

علامہ مرینیان نے حضرت ابن مسعود کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۹، طبع مجتہد پاکستان اور سنن کبریٰ طبع مکتبۃ ج ۲ ص ۱۵۵، طبع مکتان میں ہے۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی کہتے ہیں:

نماز میں درود شریف پڑھنے کے وجہ پر کوئی دلیل نہیں ہے، قاضی بیاض مالکی نے کہا نماز میں درود شریف کرنا واجب کہنا امام شافعی کا شاذ قول ہے، سلف میں سے کسی نے یہ قول نہیں کیا، طبری، قشیری اور فقہاء کی ایک جماعت نے ان پر تشکیک کیا ہے اور علامہ خطابی جو شافعی المذہب ہیں انھوں نے بھی اس کی مخالفت کی ہے۔ علامہ خطابی نے کہا امام شافعی سے پہلے کسی نے نماز میں تشہد کو واجب نہیں کہا۔

۱۔ علامہ ابن ہمام حنفی متوفی ۷۷۲ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۵۵، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ طابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ ابراہیم بن ابی بکر المرینیان حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۹۲، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

۳۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۷۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۷۵، مطبوعہ مکتبۃ نور بیروت رضویہ سکھر

علامہ ابن عمامہ کا غلام خطابی سے یہ نقل کرنا صحیح نہیں ہے کہ انھوں نے نماز میں درود پڑھنے کے مسئلہ میں امام شافعی کی مخالفت کی ہے۔
 علامہ خطابی کہتے ہیں:

سنن ابو داؤد میں ہے: آپ نے ہمیں یہ امر کیا ہے کہ ہم آپ پر صلوٰۃ پڑھیں۔ اور امر واجب پر صلوٰۃ کرتا ہے کیونکہ آپ کا امر لازم ہے اور اس کی اطاعت کرنا واجب ہے اور آپ کا یہ ارشاد تم پر خصوصاً اللہ صلی علیہ وسلم کا ہے یہ درود امر ہے جس کے مطابق عمل کرنا واجب ہے اور اس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے آپ پر صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا:

يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليماً (سورہ ابراہیم: ۵۶) اسے ایمان والو! نبی پر صلوٰۃ و سلام پڑھو۔ اور یہ حکم نماز کی طرف راجع ہے کیونکہ اگر یہ حکم غیر نماز کی طرف راجع ہو تو یہ مستحب ہے اور اس حکم کو نماز کی طرف راجع کیا جائے تو پھر یہ فرض ہے، کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ غیر نماز میں آپ پر درود شریف پڑھنا فرض نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں امر نماز کی طرف راجع ہے اور آپ پر نماز میں درود پڑھنا فرض ہے اور اصحابِ راستے نے یہ کہا ہے کہ تشہد پڑھنا اور نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔
 تشہد کے متعلق علامہ خطابی کا اخاف کے مذہب کو نقل کرنا صحیح نہیں ہے، اخاف کے نزدیک تشہد کو پڑھنا واجب ہے اور قدر تشہد۔ بیٹھنا فرض ہے۔

علامہ نووی اور علامہ خطابی نے حدیث میں صلوٰۃ پڑھنے کے امر سے جو وجوب پر استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ امر تعلیم اور ارشاد کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں ہے اور اس پر قریب سنن ابو داؤد، سنن دارمی اور سنن ابی یوسف کی یہ حدیث ہے: آپ نے حضرت ابن مسعود سے فرمایا جب تم نے یہ پڑھ لیا یا یہ کہ یا تو تمہارا ہی نماز پوری ہوگی اور اس میں درود شریف کا ذکر نہیں ہے، اور علامہ خطابی نے قرآن مجید کی آیت سے جو استدلال کیا ہے اس کی تقریر صحیح نہیں ہے کیونکہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ خارج از نماز درود شریف پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ عمر میں ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا فرض ہے یا جس طرح امام شافعی نے کہا جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جائے تو آپ پر درود شریف پڑھنا فرض ہے، اس لیے اس آیت میں امر وجوب کے لیے ہے اور یہ خارج از نماز پر محمول ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی دعا کو حضرت ابراہیم کے درود کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہات

ابن ابی یوسف کہتا ہے کہ ان صلوٰۃ (درود شریف) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت

ابراہیم کا ذکر کیوں کیا گیا ہے، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لیے دعا مانگی تھی۔ ان کی اس نیکی کی جزا دینے کے لیے نازل کے درود میں ان کا نام شامل کر دیا گیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت تک کے تمام مسلمانوں کے لیے دعا مغفرت کی تھی:

ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یومہ

اے اللہ امیری، میرے ماں باپ کی اور تمام

مسلمانوں کی قیامت کے دن بخشش فرما۔

بقوم الحساب۔ (ابراہیم: ۴۰)

پچنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ نماز کے درود شریف میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کریں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں فلاں چیز آسمان کی طرح روشن ہے، لہذا آفتاب روشنی میں قوی ہوا، اور وہ چیز ضعیف ہوئی، اس درود میں کہا گیا ہے کہ اے اللہ سیدنا محمد اور آل محمد پر ایسی رحمت نازل فرما جبرائیل اور آل ابراہیم پر نازل فرمائی تھی، لہذا از روئے قاعدہ حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر قوی رحمت نازل ہونا قرار پائی، اور حضور اور آپ کی آل پر ضعیف رحمت نازل ہونا لازم آیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا حضرت ابراہیم اور ان کی آل سے افضل ہیں بلکہ جمیع انبیاء و رسل سے افضل ہیں، اس سوال کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ تشبیہ صرف نزول رحمت میں ہے، اس کی کیفیت میں نہیں ہے، حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر رحمت اس کیفیت سے نازل ہوئی جو ان کے مقام کے لائق تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر رحمت، آپ اور آپ کی آل کے شایان شان نازل ہوئی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آل ابراہیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں، اس لیے صلوٰۃ کی تشبیہ صرف حضرت ابراہیم سے نہیں دی گئی بلکہ حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد میں بشمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس قدر انبیاء علیہ السلام شامل ہیں سب سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اب ایک جانب (مغرب) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کی اولاد ہے جو غیر نبی ہیں۔ دوسری جانب (مشرق) میں حضور کے ساتھ متعدد انبیاء ہیں اور جو رحمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر افراد غیر انبیاء پر نازل ہوگی، وہ رحمت یقیناً اس رحمت سے قوی ہوگی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوگی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ غفلت کا یہ تشبیہ کے لیے نہیں ہے بلکہ علت اور سبب کے لیے ہے اس صورت میں مسمیٰ یہ ہو گا کہ اللہ سیدنا محمد اور آل سیدنا محمد پر صلوٰۃ نازل فرما کیونکہ تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر صلوٰۃ نازل فرمائی ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر اللہ تعالیٰ نے ایک رحمت نازل فرمائی، جس کا اس درود میں ذکر ہے اور ایک نازی جنب یہ درود پڑھتا ہے تو حضور اور آپ کی آل کے لیے اس رحمت کی دعا مانگتا ہے، دوسرا پڑھتا ہے تو دوسری رحمت کی دعا مانگتا ہے، نفل ہذا القیاس قیامت تک جتنے مسلمان درود شریف پڑھتے رہیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس قدر رحمتیں حاصل ہوتی رہیں گی۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس درود میں حضرت ابراہیم کے لیے زمانہ ماضی میں نازل کی گئی ایک رحمت کا ذکر ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قیامت تک کے لیے شمار رحمتوں کا ذکر ہے۔
 درود شریف کی بحث میں ایک یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ درود اہل بھی ناز کے ساتھ خاص ہے یعنی ناز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی درود شریف پڑھا جاسکتا ہے، ناز کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور الفاظ سے بھی درود شریف پڑھا جاسکتا ہے۔
 امام احمد بن حنبل اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

اقبل رجل حتى جلس بين يدي النبي صلى الله عليه وسلم ونحن عندنا فقال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم اما السلام فقد عرفناه فكيف نصلي عليك اذا نحن صليتنا في صلواتنا صلى الله عليك قال فسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول يا احببت ان الرجل لم يستله فقال اذا انت صليت فقولوا اللهم صل على محمد والحديث له

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اور سامنے آکر بیٹھ گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ اسلام پڑھنے کو تو ہم نے سمجھا ہے اب فرمائیے کہ ہم ناز میں آپ پر صلوٰۃ کیسے پڑھیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، یہاں تک ہم نے سوچا کاش وہ سوال ہی نہ کرتا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ناز میں تم صلوٰۃ پڑھو تو یہی پڑھنا: اللہم صل علی محمد الخ

علامہ شامی کہتے ہیں: ناز کے درود میں بھی "محمد" سے پہلے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

ہے۔ علامہ حاکمی حنفی، علامہ نووی شافعی وغیرہ کی یہی تحقیق ہے، کیونکہ اس میں اس حکم پر عمل بھی ہے اور زیادتی بھی ہے، یہ ادب کا تقاضا ہے اور لفظ سیدنا کو ترک کرنے سے بہتر ہے، اور جس حدیث میں ہے مجھے سردار نہ کہو وہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ایک اعتراض یہ ہے کہ ہمارے امام نے کہا ہے کہ اگر تشہید میں زیادتی کی یا کسی کی تریہ مکرہ ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ تشہید میں زیادتی نہیں ہے بلکہ درود میں زیادتی ہے البتہ تشہید میں آپ کے نام مبارک سے پہلے سیدنا نہ کہے۔ نہ

درود شریف کو ہر وقت بقدر الامکان پڑھنا مستحب جن مواقع پر درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔

۱۔ جمعہ کے دن اور جمعہ کی صلیب کو۔ ۲۔ جمعہ، اتوار اور پیر کے دن، کیونکہ ان تینوں دنوں کے متعلق احادیث وارد ہیں۔ ۳۔ صبح کے وقت۔ ۴۔ شام کے وقت۔ ۵۔ مسجد میں دخول اور خروج کے وقت۔ ۶۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کے وقت۔ ۷۔ عفا پر۔

۱۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ
 ۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

کیونکہ اللہ تعالیٰ اول، آخر درود شریف کو قبول فرمائے گا اور اس کے کرم سے یہ بعید ہے کہ درمیان میں کیے ہوئے سوال کو رد فرما دے، نیز علامہ غامی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ کل اعمال میں سے بعض مقبول ہوتے ہیں اور بعض مردود، سو اُنہی میں سے بعضے اللہ علیہ وسلم پر پڑھے ہوئے درود کے وہ صرف مقبول ہے مردود نہیں ہے، علامہ باجی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب تم اللہ عزوجل سے دعا کرو تو اپنی دعا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھا ہوا درود مقبول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ بہت بعید ہے کہ وہ دعا کے بعض حصہ کے قبول کرے اور بعض کو رد کر دے شیخ ابرطالبن مکی اور حجت الاسلام امام غزالی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے، عراقی نے کہا مجھے یہ مرفوع حدیث نہیں ملی، یہ حضرت ابو درود رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔

درود شریف کے قطعی طور پر مقبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بالکل رد نہیں ہوتا جب کہ بعض اوقات کھرشہادت رو کر دیا جاتا ہے، اسی وجہ سے علامہ سنوسی وغیرہ نے اس پر اعتراض کیا ہے اس لیے سلف کے کلام کو اس معنی پر عمل کرنا چاہیے کہ درود شریف دعا ہے اور بعض دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور بعض مردود، اللہ تعالیٰ کبھی بندہ کی دعا کو بعینہ منظور فرماتا ہے اور کبھی اپنی حکمت کے تقاضے سے اس دعا کو کسی اور صورت میں مقبول فرماتا ہے، اس لیے درود شریف دعا کے عام حکم سے خارج ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ خود ہمیشہ ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے عباد مومنین پر احسان فرمایا اور انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا حکم دیا تاکہ ان کو درود شریف پڑھنے کی وجہ سے زیادہ شرف اور فضیلت حاصل ہو، ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سبحانہ کے درود پڑھنے کی وجہ سے لوگوں کے درود سے مستثنیٰ ہیں، اس لیے جب مومن درود شریف پڑھ کر رب سبحانہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول رحمت کو طلب کرتا ہے تو یہ دعا قطعی طور پر مقبول ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ آپ پر دائم رحمت نازل فرماتا رہتا ہے، اور باقی دعاؤں اور عبادات کا یہ حکم نہیں ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ درود شریف قطعی طور پر مقبول ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو قطعی طور پر ثواب ملے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے آپ پر نزول رحمت کا جو سوال کیا ہے تو یہ دعا مقبول ہے اور اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت نازل فرمائے گا باقی رہا ثواب تو وہ اپنی شرائط کے ساتھ ملے گا، ہماری اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ یہ جو سلف نے کہا ہے کہ درود شریف قطعاً مقبول ہے اس کی سند قوی ہے اور وہ سہیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ آپ پر ہمیشہ رحمت نازل فرماتا ہے۔

درود شریف پڑھنے کا فائدہ آیا صرف پڑھنے والے کو پہنچتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی؟

درود شریف پڑھتے وقت پڑھنے والا صرف یہ نیت کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کر رہا ہے اور اس دعا کے ذریعے آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا رہا بلکہ خود کو فائدہ پہنچا رہا ہے، کیونکہ ابو العباس البہرہ اور ابو جبر بن العربی اور ایک جماعت کے نزدیک یہ مختار ہے کہ درود شریف کا فائدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہنچتا بلکہ درود شریف پڑھنے والے کو فائدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح علامہ سنوسی نے کہا ہے کہ درود شریف پڑھنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو اس کے برعکس باتی طحاوی سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کو ان دعاؤں سے فائدہ پہنچے، اور علامہ کشمیری اور قرطبی کا نظریہ، یہ ہے کہ درود شریف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور پڑھنے والے دونوں کو نفع پہنچتا ہے، ہر حال یہ تقدیر پر یہ ایک عبادت ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن ہمام نے زاو الفقیر میں لکھا ہے کہ زندگی میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے، اور جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو آپ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے، الا یہ کہ مجلس واحد ہو اور بار بار آپ کا نام لیا جائے اس صورت میں ہر بار درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔

علامہ فردی لکھتے ہیں:

غیر انبیاء علیہم السلام پر استقللاً صلوٰۃ نہ پڑھنے کی تحقیق
 امام مالک، امام شافعی اور اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ غیر انبیاء پر استقللاً صلوٰۃ نہ پڑھی جائے، لہذا یہ نہ کہا جائے اللہم صل علی ابی بکر یا اللہم صل علی البتہ تبعاً ان پر صلوٰۃ پڑھی جاسکتی ہے مثلاً یہ کہنا جائز ہے اللہم صل علی محمد وال محمد واصحابہ وازواجہ وذریئہ۔ جیسا کہ احادیث میں ہے، امام احمد اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ ہر مومن پر استقللاً صلوٰۃ پڑھنا جائز ہے، انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے قرآن لے کر آئے تو آپ نے فرمایا اللہم صل علی آل ابی اوفیٰ اور تقرر آن مجید کہ اسی آیت کے موافق ہے:

هو الذي يصلي عليكم وملائكته

دری ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے۔

(احزاب، ۵۶)

اور مجاہد کی دلیل یہ ہے کہ اس چیز کا تعلق ترقیت اور سلف مائکین کے استقلال سے ہے اور ان سے یہ استقلال منقول نہیں ہے، بلکہ انہوں نے صلوٰۃ کے ساتھ انبیاء کو مخصوص کیا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کو تقدیس اور تسبیح کے ساتھ مخصوص کیا ہے مثلاً کہا جاتا ہے اللہ سبحانہ، اللہ عز وجل، اللہ تبارک و تعالیٰ اور یوں نہیں کہا جاتا ابی عز وجل، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی عزیز وجلیل ہیں، اور سورہ احزاب کی آیت اور حضرت ابراہیمؑ کی حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ صرف رحمت کے معنی میں ہے اور اس میں وہ تنظیم اور ترقیر نہیں ہے جو انبیاء کے لیے لفظ صلوٰۃ میں ہوتی ہے، اکل اصحاب، ازواج اور ذریئہ پر بالترتیب صلوٰۃ بھیجی جاسکتی ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین تنای سنہ ۱۲۵۲ھ و ۱۲۵۳ھ و ۱۲۵۴ھ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

فقہاء شافعیہ کا اس میں اختلاف ہے کہ اگر غیر انبیاء پر صلوٰۃ بھیجی جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آیا وہ مکروہ ہے یا محض ترک ادب ہے اور صحیح اور مشہور یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے، شیخ ابو محمد جریر نے یہ کہا ہے کہ سلام بھی صلوٰۃ کے معنی میں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ و سلام کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے، اس لیے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی غائب شخص کے لیے سلام کا لفظ بھی استعمال نہ کیا جائے مثلاً یوں نہ کہے ابو بکر علیہ السلام یا علی علیہ السلام سلام سلام کا لفظ صرف زندہ مخاطب اور مڑوں کے لیے ہے مثلاً السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

جو علماء و حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے غیر پر بالا استقلال صلوٰۃ کے قائل ہیں صحیح بخاری کا اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن ابی اوفی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتاه قوم یصدقتم قال اللہم صل علی آل فلان فأتاه آل بصدقته فقال اللہم صل علی آل ابی اوفی۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۳)

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کے پاس لوگ صدقہ لے کر آتے تو آپ دعا فرماتے: اے اللہ! آل فلان پر صلوٰۃ نازل فرما، میرے والد آپ کے پاس صدقہ لے کر آئے تو آپ نے دعا کی اے اللہ! ابو اوفی کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما۔

۱۔ امام احمد کا بھی یہی قول ہے، اور امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر استقلالاً صلوٰۃ نہ کہی جائے، لہذا یہ نہ کہا جائے اللہم صل علی آل ابی بکر وغیرہ البتہ ان پر تبعاً صلوٰۃ پڑھی جائے، اور اس حدیث کا یہ جواب ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے آپ جس کو جو چاہیں وہ عطا کر دیں اور کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔ علامہ نووی نے علامہ جوینی سے جو یہ نقل کیا ہے کہ غائب غیر انبیاء علیہم السلام کو علیہ السلام کہنے کی تحقیق کے لیے علیہ السلام نہیں کہنا چاہیے، اس لیے حضرت علی علیہ السلام یا حضرت ابو بکر علیہ السلام نہیں کہا جائے گا یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ میں غائب کے لیے بھی علیہ السلام کی تصریح ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ان عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عائشۃ هذا جبرائیل یقرئك السلام فقلت وعلیہ السلام ورحمۃ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ یہ جبرائیل ہیں تم کو سلام کہہ رہے ہیں میں نے

۱۔ علامہ کبیری بن شرف نووی متوفی ۷۶۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۹۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

اللہ و بركاتہ تری مالامالی ہے

کہا و علیہ السلام و رحمة اللہ و بركاتہ آپ وہ دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھتی۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام احمد اور امام دارمی نے بھی روایت کیا ہے۔ ۵

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ ان کا صاحبزادہ فوت ہو گیا، آپ تشریف لائیں، آپ نے ان کے پاس پیغام بھیجا اور سلام کہلایا۔

عن اسامہ بن زید قال ارسلت بدت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیہ ان ابنا لی قبض فانتناخا رسول یقر فی السلام الحدیث ۵

اور امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

غالب بیان کرتے ہیں کہ میں حسن کے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آکر کہا مجھ سے میرے والد نے میرے دادا سے روایت کر کے بیان کیا ہے کہ مجھے میرے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور کہا جا کر حضور کو سلام پیش کر دو انھوں نے کہا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میرے والد آپ کو سلام عرض کرتے ہیں، آپ نے فرمایا تم پر اور تمہارے والد پر سلام ہو۔

عن غالب قال انما جلوس بیاب الحسن اذ جاءہ رجل فقال حدثنی ابی عن جدی قال یحدثنی ابی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ایہ فاقدا السلام فقال خاتیتہ فقلت ان ابی یقرک السلام فقال علیک وعلی اہیک السلام ۵

علامہ یحییٰ بن شہین فرمادیں گے ہیں:

جب کسی شخص کے پاس کسی تاسد یا خطر کے ذریعہ کسی کا سلام پہنچے تو اس پر اس سلام کا جواب دینا واجب ہے، علامہ واحدی اور دوسرے علماء نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۲، ج ۲ ص ۹۲۲-۹۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۳۵۲، مطبوعہ مطبعہ مجتہد پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

۳۔ امام ابو یوسف محمد بن یونس ترمذی متوفی ۲۴۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۴۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۲۶۱-۲۵۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۵۔ امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۲ ص ۱۸۹، مطبوعہ نشر السنۃ عمان

۶۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۷۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۳۵۲، مطبوعہ مطبعہ مجتہد پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

بیز کھتے ہیں: جب کوئی شخص کسی شخص کے ہاتھ سلام بھیجے اور قاصد یہ کہے کہ غلام شخصیں تم کو سلام کہتا ہے تو اس پر علی الغرہ جواب دینا واجب ہے، اور لانے والے کو بھی سلام کہنا مستحب ہے اور اس کو یوں کہنا چاہیے وعلیک وعلیہ التلازم علامہ نووی نے اس تقریر پر صحیح بخاری کی اول الذکر اور امام ابو داؤد کی مذکورہ حدیث سے استدلال کیا ہے۔ لے

ملاحظہ یہ ہے کہ متعدد احادیث صحیحہ میں غائب کو علیہ السلام کہنے کی تصریح ہے، اور اموات کو سلام کہنے کی بھی تصریح ہے اور یہ علامہ جوینی کو بھی تسلیم ہے تو پھر اگرچہ علیہ السلام یا علی علیہ السلام کہنے پر اعتراض کی گئی وہجہ نہیں ہے۔

اس مسئلہ پر ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثانی کی کتاب الزکوٰۃ میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کی حدیث کی تشریح میں بحث کی ہے اور بعض وجوہ سے وہاں زیادہ تفصیل کی ہے۔

بَابُ التَّسْبِيحِ وَالتَّحْمِيدِ وَالتَّأْمِينِ سَمِعَ اللّٰهُ مِنْ حَمْدِهِ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اور آمین کا

بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت امام سمع اللہ من حمدہ کہے تو تم ربنا تک الحمد کہو جس کا یہ قول فرشتوں کے قول کے مطابق ہو جائیگا اس کے تمام پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

امام سلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی مثل سابق حدیث مروی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے گی اس کے تمام پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

۸۱۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الرَّمَامُ سَمِعَ اللَّهُ يَمُنْ حَمْدًا فَعَرَفُوا أَنَّهُمْ قَرَأُوا بِمَا لَكَ الْحَمْدُ يَا نَكَّةَ مَنْ دَاقَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلِكِ عَفِيْرَهُ مَا تَقَعَّ مَرِيْنٌ دَلِيْلَهُ.

۸۱۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سَهْمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ شُعْبَةَ.

۸۱۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُمَا أَخْبَرَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَهَمَّنِ الرَّمَامُ فَنَامَتُوا

لے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، الاذکار ص ۲۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

فَاتَمَّ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينُ السَّمَاءِ عَظِيمٌ لَهُ
مَا تَقَدَّرَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ آمِينَ -

۸۲۰ - حَدَّثَنَا حُزَمَةُ بْنُ يَعْنَى قَالَ قَالَ ابْنُ
وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو
سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَاهُمَا يَزِيدُ قَالَ
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
خَبَرْتُ مَا يَكُنْ وَكَرَّيْتُ كُرَّ قَوْلَ ابْنِ شِهَابٍ -

۸۲۱ - حَدَّثَنِي حُزَمَةُ بْنُ يَعْنَى قَالَ
حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي
يُونُسَ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ فِي
الصَّلَاةِ آمِينَ وَالْمَلَكُ فِي السَّمَاءِ آمِينَ كَوَافَقَ
إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى عَظِيمٌ لَهُ مَا تَقَدَّرَ مِنْ ذَلِكَ -

۸۲۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْكَنَةَ الْقَعْنَبِيُّ
قَالَ قَالَ الْمُعْجِزَةُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ آمِينَ وَالْمَلَكُ فِي
السَّمَاءِ آمِينَ كَوَافَقَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى
عَظِيمٌ لَهُ مَا تَقَدَّرَ مِنْ ذَلِكَ -

۸۲۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَافِرٍ قَالَ قَالَ
عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَافِعُ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُكَيْمٍ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ -

۸۲۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَأَلَ
يَعْقُوبُ بْنُ يَعْنَى ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سَهْمِ بْنِ
أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْعَابِدُ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ
عَلَيْهِهِ وَلَا الْمُنَافِقِينَ فَقَالَ مَنْ خَلَقَ آمِينَ
فَوَافَقَ قَوْلَهُ قَوْلَ أَهْلِ السَّمَاءِ عَظِيمٌ لَهُ مَا

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ
بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی حدیث
مروی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے
کوئی شخص نماز میں آمین کہتا ہے تو فرشتے آسمان میں
آمین کہتے ہیں۔ پس دو میں سے ایک کی آمین دوسرے
کے موافق ہو جاتی ہے تو نمازی کے پچھلے تمام صیغوں
گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
تم میں سے کوئی شخص آمین کہتا ہے تو آسمان پر فرشتے
آمین کہتے ہیں۔ پس دو میں سے ایک کی آمین دوسرے
کے موافق ہو جاتی ہے تو نمازی کے پچھلے تمام
(صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اسی
کے مثل حدیث مروی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام
غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے اور اس کے پچھلے
مقتدی آمین کہیں اور آمین پڑھنے والوں کا قول فرشتوں
کے موافق ہو جائے تو نمازی کے پچھلے تمام گناہ
(صغیرہ) معاف ہو جاتے ہیں۔

تَقَدَّرَ مِنْ ذَلِكَ

آمین کہنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ | علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: اس باب کی احادیث سے معلوم ہوا کہ امام، مقتدی اور منفرد سب کے لیے سورۃ فاتحہ کے بعد آمین کہنا مستحب ہے، اور یہ کہ مقتدی امام کے ساتھ آمین کہے، امام سے پہلے کہے اور نہ امام کے بعد، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب امام ولا الضالین کہے تو آمین کہو، امام، منفرد اور مقتدی کے لیے جہراً آمین کہنا مستحب ہے، امت کا اس پر اجماع ہے کہ سری نماز میں امام، مقتدی اور منفرد آمین کہیں، اور جمہور کے نزدیک اسی طرح جہری نمازوں میں، اور امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جہری نمازوں میں امام آمین نہ کہے، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، کو فہین اور امام مالک کا مذہب ہے کہ آمین بالجہر نہ کہی جائے اور اکثرین کا مذہب ہے کہ آمین بالجہر کہی جائے۔

آمین کہنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ | تاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ مقتدی امام اور مقتدی سری نمازوں میں آمین کہیں، اور جہری نمازوں میں اختلاف ہے، ایک جماعت کا قول ہے کہ آمین کہے، امام مالک کے اس میں دو قول ہیں، امام مالک اور کوفیوں کا قول یہ ہے کہ آہستہ آمین کہے، اور امام شافعی اور محدثین کا قول یہ ہے کہ جہراً آمین کہے، احادیث میں دونوں امور پر دلالت ہے، ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء اسلام میں جہراً آمین کہتے تھے، تاکہ آپ لوگوں کو یہ تعلیم دیں کہ وہ کیسے آمین کہیں، اسی وجہ سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کہا ہے کہ آپ بلند آواز سے آمین کہتے تھے جیسے ہمیں آمین کی تعلیم دے رہے ہوں۔

(علامہ آبی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ معروف یہ ہے کہ آمین آہستہ کہی جائے، اس میں اختلاف ہے کہ سری نماز میں مقتدی آمین کس طرح کہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ طور و فکر کر کے آمین کہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ آمین نہ کہے، کیونکہ آمین کلام ہے اور اس کو اپنے مقام پر کہنا مباح ہے (یعنی ولا الضالین کے بعد) اور جب وہ سوچ کر آمین کہے گا تو اس کو صحیح مقام پر نہیں کہے گا۔

آمین کہنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ | علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: سنت یہ ہے کہ امام اور مقتدی جہری نمازوں میں آمین بالجہر کہیں اور سری نمازوں میں آہستہ آمین کہیں، امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ آہستہ آمین کہیں، امام مالک کا بھی ایک قول یہی ہے کیونکہ آمین ایک دعا ہے لہذا دعا تعہد کی طرح اس کو بھی آہستہ کہنا مستحب ہے، ہمارے دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آمین اور آواز بلند کی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۹ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۶، مطبوعہ نور محمد، مطابع کراچی، ۱۳۵۵ھ
 ۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی آبی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال العلم ج ۲ ص ۱۶۴-۱۶۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

کی آئین کے وقت آئین کہنے کا حکم دیا ہے تو اگر بلند آواز سے آئین نہ کہی گئی تو یہ اس پر چسپاں نہیں ہوگی اور انھوں نے جو آئین کے دعا ہونے سے آہستہ آئین کہنے پر استدلال کیا ہے وہ باطل ہے کیونکہ سورہ فاتحہ بھی دعا ہے اور اس کو جہراً پڑھا جاتا ہے اور تشہد کے بعد کی دعا تشہد کے تابع ہے اور تشہد آہستہ پڑھا جاتا ہے، اس لیے اس کو بھی آہستہ پڑھا جائے گا، اور آئین قرأت کے تابع ہے، لہذا جب جہراً قرأت ہوگی تو آئین بھی جہراً کہی جائے گا۔

آئین کہنے کے متعلق فقہاء احناف کا منظر یہ | علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

مقتدی بھی، امام مالک یہ کہتے ہیں کہ امام آئین نہ کہے کیونکہ (صحاح ستہ کی) حدیث میں ہے "جب امام ولا الضالین کہے تو آئین کہو" اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم کر دی ہے کہ امام صرف ولا الضالین کہے اور مقتدی صرف آئین، لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کے آخر میں ہے "کیونکہ امام آئین کہتا ہے" اور آئین آہستہ کہیں، (کیونکہ حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے، سبحانک اللہم، اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، اور آمین کہ کر کتاب الآثار لا امام محمد ص ۱۶) طبع ادارۃ القرآن کراچی، نیز آئین دعا ہے اور دعا میں اصل احناف ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام احمد، امام ابو داؤد و طیالسی اور امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسانید میں، امام طبرانی نے اپنی معجم میں، امام دارقطنی نے اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں علقمہ بن وائل سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، جب آپ نے غیور المفضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو پھر فرمایا آئین اور آئین آہستہ کہی، حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت نہیں کیا۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ امام ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ولا الضالین پڑھتے تو بلند آواز سے آئین کہتے، امام ترمذی کی روایت میں ہے آپ آواز کو کھینچتے یعنی آئین کو مد سے پڑھتے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔ اسی طرح امام نسائی نے عبد الجبار بن وائل سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے آئین کہی، اور امام ابو داؤد، اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ آئین کہتے تو صفت اول میں آپ کی آواز سنائی دیتی اور امام ابن ماجہ کی روایت میں ہے مسجد گرجہ اشقی، اس حدیث کو امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حاکم نے یحییٰ بن کثیر کی شرط پر مستدرک میں

۱۔ علامہ مرقی الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المستخرج ص ۲۹۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

۲۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، درایہ اربعین ص ۸۷، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

اور دارقطنی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابو داؤد اور امام ترمذی کا روایت کے معارض دوسری روایت ہے جس کو امام ترمذی نے علقہ بن وائل کے والد سے روایت کیا ہے اور اس میں ہے آپ نے پست آواز سے آمین کہی اگر کہا جائے کہ اس حدیث کی سند میں شعبہ ہے جس نے کئی جگہ خطا کی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ شعبہ کی خطا مکان خود خطا ہے کیونکہ شعبہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں، دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس میں علقہ نے زیادتی کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ علقہ ثقہ راوی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے، تیسرا اعتراض یہ ہے کہ امام دارقطنی نے کہا اس حدیث میں شعبہ کو وہم ہوا ہے، اصل روایت یہ ہے آپ نے مد کے ساتھ آمین کہی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شعبہ کا وہم نہیں ہے بلکہ سفیان کا وہم ہے جس نے مد کے ساتھ پڑھنے کی روایت کی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں سندیں صحیح ہوں، اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جہر کے ساتھ آمین کہنے کی اور پست آواز کے ساتھ آمین کہنے کی دونوں روایتیں صحیح ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ سے جو آمین یا کبیر کی روایت ہے اس کی سند میں بشر بن رافع ابوالاسباط حارثی ہے اور یہ ضعیف راوی ہے، امام بخاری، امام ترمذی، امام نسائی، امام احمد اور امام ابن مبین نے اس کو ضعیف کہا ہے، امام ابن القطان نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے، وہ اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ کے عم زاد عبد اللہ سے روایت کرتا ہے اور عبد اللہ مجہول الحال ہے، اور بشر کے علاوہ کسی اور نے اس حدیث کو عبد اللہ سے روایت نہیں کیا، اس وجہ سے یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اور اس تقریر سے حاکم کا یہ کہنا سا قط ہو گیا کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور دارقطنی نے جو اس کی تحسین کی ہے وہ بھی سا قط ہو گیا۔

ہمارے اصحاب نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو امام محمد نے کتاب الآثار (ص ۱۶) میں ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے اَعُوذُ بِاللّٰهِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ، اٰمِیْن اس حدیث کو امام عبد الرزاق نے بھی اپنی مصنف میں روایت کیا ہے اور اس میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کی جگہ مَا هَذَا لَكَ الْحَمْد ہے اور امام طبرانی نے تہذیب الآثار میں ابوداؤد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی میں سے کوئی بھی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ جہر کے ساتھ کہتا تھا نہ آمین، نیز ہمارے اصحاب کے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ آمین دعا ہے اور دعائیں اصل اخفاء ہے اس لیے آمین کو بھی آہستہ کہنا چاہیے۔

علامہ ابن تدریس غنبل کا دعا تشبیہ سے معارضہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ اگر ایک چیز کسی جگہ اصل کے خلاف ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو ہر جگہ خلاف اصل پر محمول کیا جائے۔

آمین بالصبر پر دلائل | امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا من الامام فامنوا فانه من وافق تامينه تامين الملائکۃ عنقلہ ما تقدم من ذنبہ - ۱۱۹۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام امین کہے تو آمین کہو، کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہوگئی، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

اسی حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں فرشتوں کی آمین سے موافقت کرنے کی ہدایت کی گئی ہے اور فرشتے آمین کہتے ہیں اس لیے ان سے موافقت اس وقت ہوگی جب آمین کہیں ہوں گے۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقال آمین وخفض بها صوتہ - ۱۱۹۳

علقمہ بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا اور آہستہ آمین کہی۔

امام محمد روایت کرتے ہیں:

عن ابراہیم قال: اربع يخافن بهن الامام، سبحانك اللهم وبحمدك والتعوذ من الشيطان وبسم الله الرحمن الرحيم، وامين قال محمد وبه فاخت وهو قول ابی حنيفة - ۱۱۹۴

ابراہیم کہتے ہیں کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے، سبحانک اللہم، اعوذ باللہ من الشیطن الرحیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم اور آمین، امام محمد نے کہا ہم بھی اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔

بَابُ اثْنَتَيْمِ الْإِمَامِ بِالْإِمَامِ

امام کی اقتداء کرنے کا بیان

۸۲۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَتُحَيْلٌ وَتُحَيْلَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ الْحَارِثِ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ بِحَيْثُ عَاثَرُ سَقِيَّانَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ قَا سَقِيَّانَ بْنُ عَيْيَظَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی پر سے گر پڑے اور آپ کی دائیں جانب زخمی ہوگئی۔ ہم آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے اس وقت نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۸، مطبوعہ دار محمد امجد المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۔ امام ابویسی محمد بن یسعی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۶۳، مطبوعہ دار محمد کاغذہ تجارت کتب کراچی

۳۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۱۶، مطبوعہ دار القرآن کراچی، ۱۴۰۰ھ

سَقَطَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَدَرٍ
فَجُعِشَ شِقَّةُ الْأَيْمَنِ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ
نَعُودُهُ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى بِمَا قَاعِدًا
فَصَلَّيْنَا وَمَا آوَاكَ نَعُودًا أَفَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ
قَالَ لَا تَسْأَلُنِي إِلَّا مَا مَرُّ لِيُؤْتِيَهُمْ كَيْدًا أَكْبَرُ
فَكَثُرُوا وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدْ وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعْ فَارْتَعُوا
وَلَا إِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا مَعَهُ
لَكَ الْعَمْدُ كَيْدًا أَصَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا نَعُودًا
أَجْمَعُونَ

۸۲۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَالَيْتُ
مِنْ وَحْدَةِ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا النَّبِيُّ عَنْ ابْنِ
شَهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ كُنْتُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَدَرٍ فَجُعِشَ شِقَّةُ الْأَيْمَنِ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ
نَعُودُهُ ۸۲۵۔ حَدَّثَنَا ثَنَا حُزْمَةُ بْنُ يُعْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ
قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي
أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
صَرَعَ عَنْ قَدَرٍ فَجُعِشَ شِقَّةُ الْأَيْمَنِ يَتَحَوَّى
حَدِيثَهُمَا وَمَا إِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا
قِيَامًا

۸۲۸۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَامَعْتُ بْنُ عِثْلَى
عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ قَوْمًا فَصَوَّرَ
عَنْهُ فَجُعِشَ شِقَّةُ الْأَيْمَنِ يَتَحَوَّى حَدِيثَهُمَا
وَقِيَامًا ۸۲۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ
قَالَ أَنَا مَعْمَرُ بْنُ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ
بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَقَطَ
مِنْ قَدَرٍ فَجُعِشَ شِقَّةُ الْأَيْمَنِ وَسَقَطَ
الْحَدِيثُ وَلَيْسَ فِيهِ زِيَادَةُ يُونُسَ وَمَالِكٍ

نے ہم کو بیٹھ کر نماز پڑھائی، ہم نے بھی آپ کے پیچھے
بیٹھ کر نماز پڑھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نماز پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا امام اس لیے بنایا جاتا
ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ جب امام تکبیر کہے تو
تکبیر کہو، اور جب امام سجدہ کرے تو سجدہ کرو اور
جب وہ سجدہ سے سر اٹھائے تو سجدہ سے سر
اٹھاؤ اور جب امام سمع اللہ لمن حمد
کہے تو مرتباً وَلَكَ الْحَمْدُ کہو اور جب وہ
بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گر
پڑے اور آپ کی کھال چھل گئی، پھر آپ نے ہمیں
بیٹھ کر نماز پڑھائی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گر
پڑے اور آپ کی دائیں جانب کی کھال چھل گئی۔ اس
حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد
بھی ہے کہ جب امام کھڑے ہو کر نماز پڑھائے
تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی پر سوار
ہوئے، آپ اس سے گر گئے اور آپ کی دائیں جانب کی کھال چھل
گئی اس حدیث میں یہ بھی ارشاد ہے کہ جب امام
کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گر پڑے
اور آپ کی دائیں جانب کی کھال چھل گئی۔

۸۳۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
عَبْدَ بْنَ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ
عَائِشَةَ قَالَتْ اِشْتَكَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَدَخَلَ عَلَيْهِ قَاسِمٌ عَنْ أَصْحَابِهِ يُعَوِّذُونَ
فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا
فَصَلُّوا بِصَلَاتِهِ قِيَامًا مَا قَامُوا إِلَيْهِمْ أَتَى
أَجْلِسُوا فَجَلَسُوا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالُوا لَنَا جُلُوسٌ
أَلَا مَا لَمْ يُؤْتَقَرِّهِمْ فَإِذَا رُكْعَةٌ فَارْكَعُوا وَإِذَا رُكْعَةٌ
فَارْكَعُوا وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا۔

۸۳۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الزَّيْنِيعُ الدَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا
حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي
شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا ابْنُ لُمَيْزٍ وَحَدَّثَنَا
ابْنُ سُبَيْرٍ قَالَ نَا ابْنُ جَبْرِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ
بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

۸۳۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثُ
وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ نَا لَيْثُ عَنْ
أَبِي الزَّيْنِيعِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ اِشْتَكَى رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّيْنَا وَرَأَيْنَاهُ
هُوَ قَائِمًا وَأَبُو بَكْرٍ يُسَمِعُ النَّاسَ يَكْمُرُونَ
قَالَتْ فَتَتَّالَيْنَا كَرَانًا قِيَامًا مَا قَامُوا إِلَيْنَا
فَقَعَدْنَا فَصَلَّيْنَا بِصَلَاتِهِ قُعُودًا فَلَمَّا سَلَّمَ
قَالَ إِنْ كُنْتُمْ أَيْضًا تَفْعَلُونَ فَارْكَعُوا فَارْكَعُوا
يَقُومُونَ عَلَى مَلَكُوتِهِمْ وَهُوَ قُعُودٌ فَلَا
تَفْعَلُوا ائْتَمُّوا يَا مَعْ تَكُونُ لِي مَتَى مَا أَتَيْتُمْ
فَصَلُّوا قِيَامًا وَإِنْ مَتَى قَائِمًا فَصَلُّوا
قُعُودًا۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے، چند صحابہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لیے آئے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے
اور صحابہ کرام کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا،
صحابہ بیٹھ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز
سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا امام صرف اس لیے
بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، لہذا جب وہ
رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو، جب وہ رکوع سے
سر اٹھائے تو تم بھی رکوع سے سر اٹھاؤ، اور جب
وہ بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔
امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی
مثل سابق حدیث مروی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے، ہم نے آپ کی
اقتداء میں نماز اس مکان میں پڑھی کہ آپ بیٹھے ہوئے
تھے اور حضرت ابو بکر لوگوں کو آپ کی تکبیر سن رہے تھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے
اور ہمیں کھڑے نہ دیکھ کر ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کیا، ہم بیٹھ
گئے اور ہم نے آپ کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھی،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر کر فرمایا تم
فارسوں اور رومیوں کا فعل کر رہے تھے، ان کے
سروار بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ ان کے سامنے
کھڑے رہتے ہیں، پس اس طرح نہ کیا کرو، اپنے
اماموں کی اقتداء کرو، اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھائیں

تو کہہ کرے ہو کہ نماز پڑھو اور اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھائیں تو بیٹھ کر نماز پڑھو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھانی اور حضرت ابو بکر آپ کے پیچھے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے تو حضرت ابو بکر بھی ایسے سنانے کے لیے تکبیر کہتے، باتی حدیث مثل سابق ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، لہذا اس سے اختلاف نہ کرو۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو، اور جب وہ رکوع کرے تو رکوع کرو، اور جب وہ سجدہ کرے تو سجدہ کرو، اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اس کی مثل حدیث مروی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تعلیم دیتے تھے کہ امام پر سبقت نہ کرو، جب امام تکبیر کہے تو تکبیر کہو، اور جب وہ رکوع کرے تو رکوع کرو، اور جب وہ سجدہ کرے تو سجدہ کرنا کہو۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی حضرت ابو ہریرہ سے اس کی مثل حدیث مروی ہے اور ایک روایت میں ہے وہ اصحاب کے بعد میں کہو اور اس سے پہلے نہ اٹھو۔

۸۳۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا حَسِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الرَّوَّاسِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ خَلْفَهُ فَإِذَا كَبَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ أَبُو بَكْرٍ لَيْسَ بَعْدَنَا ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ اللَّيْثِ .

۸۳۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ كَانَ الْمُغِيرَةُ يَعْنِي الْحَذَّاقِي عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنِ الْأَعْرَابِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتِيَهُمْ فَلَا تَخْتَلِفُوا عَلَيْهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ .

۸۳۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَاغِبَةُ الزُّبَيْرِ أَيْ قَالَ نَاعِمَةُ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُكَيْبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ .

۸۳۶۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَأَبْنُ حَشْرٍ قَالَا أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ نَاوُذُ غَعَشِي عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا يَقُولُ لَوْ كُنَّا رُودًا إِلَى مَامِرٍ إِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَالَ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ .

۸۳۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَاعِمَةُ الْغَزِيلِي عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ .

قَوْلُهُ وَلَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَتَقُولُوا آمِينَ وَلَا تَرْفَعُوا قُلُوبَكُمْ.

۸۳۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ سَأَلَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَاسُ شُعْبَةَ هـ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَاذٍ وَالثَّقَفِيُّ لَهُ قَالَ نَاسُ أَبِي خَالٍ نَاسُ شُعْبَةَ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ عَطَاءٍ سَمِعَ أَبَا عَلْقَمَةَ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ جُمُعَةً فَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا أَقْعُوهُ وَإِذَا قَامَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَجَعَلُوا رُوحًا لَكَ الْحَمْدُ فَإِذَا وَافَقَ قَوْلُ أَهْلِ الْأَرْضِ قَوْلُ أَهْلِ السَّمَاءِ عُفِيَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

۸۳۹۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي طَاهِرٍ قَالَ نَاسُ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ حَبِيبَةَ أَنَّ أَبَا يُونُسَ مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ اللَّهَ قَالَ إِذَا قَامَ جُعِلَ الرَّمَامُ لِبُيُوتِهِمْ فَإِذَا الْبَرْقُ فَكَبِّرُوا وَإِذَا الرُّعُودُ فَارْكَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَتَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا صَلَّى قَامَ فَصَلُّوا لِقِيَامَا وَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا أَقْعُوهُ أَجْمَعِينَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا امام قضا ہے جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بیٹھ کر نماز پڑھو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمد کہے تو تم رہنا تک الحمد کہو اور جب زمین والوں کو قول آسمان والوں کے موافق ہو جائے گا تو ان کے کچھے (منفیہ) گناہ سنا کر دیے جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ لہذا جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو، جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمد کہے تو تم اللھم بنا لک الحمد کہو جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑی سے گرنے کی حکمتیں | حدیث نمبر ۸۲۵ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گر کر زخمی ہو گئے، اور آپ نے کئی دن بیٹھ کر نماز پڑھائی۔

- ۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑی سے گرنے اور زخمی ہونے کی متعدد حکمتیں ہیں، بعض ازاں یہ ہیں: (خدا ہونے) کا اعتقاد نہ کرتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ گھوڑی سے گرنے اور زخمی ہونے سے پاک ہے۔
- ۲۔ اگر کوئی شخص کبھی سواری سے گر جائے تو اس کا مذاق نہ اڑایا جائے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سواری سے گرے تھے۔

۳۔ کوئی شخص سواری سے گر جائے تو وہ اس میں خفت محسوس نہ کرے، کیونکہ اس کی کیا حیثیت ہے محبوب رب العالمین بھی گھوڑی سے گرے تھے۔

- ۳۔ سواری سے گرنے والے کے لیے تسلی ہو کہ وہ اس حال میں بھی شرف بالاقدر حاصل کر رہا ہے۔
- ۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھال چھل گئی اور آپ زخمی ہو گئے تو زخمیوں کے لیے تسلی کا سامان مہیا ہو گیا کہ یہ حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی گذرا ہے۔
- ۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے سے صحابہ کرام کو شرف عیادت حاصل ہوا۔
- ۷۔ یہ معلوم ہوا کہ استافریا شیخ علیل ہو تو اس کی عیادت کرنی چاہیے۔
- ۸۔ آیام علالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات امت کے لیے نمونہ بن گئے۔
- ۹۔ عذر کی حالت میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔
- ۱۰۔ بعض روایات میں ہے کہ صحابہ کرام کثرت سے مرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا اشارہ کیا، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس پشت بھی دیکھتے ہیں اور یہ کہ نماز کی حالت میں عمل قلیل جائز ہے۔

امام کے لیے **ما بینا لك الحمد** کہنے کی مشروعیت میں مذاہب ائمہ | اسی حدیث میں ہے جب امام سمعہ اللہ عن محمد

کہے تو قم ما بینا لك الحمد کہو۔ اس حدیث میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے موقت پر دلیل ہے کہ امام صرف سمعہ اللہ عن محمد کہے اور مقتدی صرف ما بینا لك الحمد کہے، اس کے برعکس امام شافعی اور امام احمد یہ کہتے ہیں کہ امام یہ دونوں کلمات کہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم کرنے کے ہر ایک کا حصہ بیان فرما دیا ہے کہ امام سمعہ اللہ عن محمد کہے اور مقتدی ما بینا لك الحمد کہے اور تقسیم شریعت کے منافی ہے۔ علامہ ابن تہامہ صلی لکھتے ہیں:

ما بینا لك الحمد کہنا ہر نمازی کے لیے مشروع ہے، یہ امام احمد سے ایک روایت ہے، اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے، امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ منفر ما بینا لك الحمد نہ کہے صرف دونوں کلمات کو جمع کر سکتا ہے، اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ امام کے لیے یہ دونوں کلمات مشروع نہیں ہیں، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام سمعہ اللہ عن محمد کہے تو قم ما بینا لك الحمد کہو۔ لے

جب امام بیٹھا ہو تو اس کے پیچھے مقتدیوں کے بیٹھنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو بیٹھ کر نماز پڑھو، امام احمد بن حنبل

۱۔ علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن تہامہ صلی مترن ۶۲، المثنیٰ ج ۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

اور اور از غلی نے یہ کہا ہے کہ جب امام بیٹھا ہو تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں جیسا کہ اس حدیث کے ظاہر کا تقاضا ہے، امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو اس کا اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو، کھڑے ہو کر نہ بیٹھ کر، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو اس کا اس امام کے پیچھے بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو، اس کے لیے صحت کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے، جمہور کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرضی وفات میں بیٹھ کر نماز پڑھی، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور باقی صحابہ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، امام مسلم نے اس کے بعد ایک مرتبہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھا کرتے، حضرت ابو بکر کھڑے ہو کر آپ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے، اور باقی صحابہ حضرت ابو بکر سے تعجیرات سن کر نماز پڑھ رہے تھے۔ سلہ

نیز جمہور فقہاء کی دلیل یہ آیت ہے:

وَقَوْمًا لِّلّٰہِ قَانِتِیْنَ - (بقرہ ۲۳۸) اور اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے ہو۔
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز میں قیام کو فرض کر دیا ہے، اگر بالفرض یہ حدیث نہ ہوتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہ تھا کہ امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھا ہو، پھر بھی مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں تب بھی اس باب کی حدیث کی وجہ سے قرآن مجید کی اس آیت کو منسوخ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ کیونکہ خبر واحد کی وجہ سے قرآن مجید منسوخ نہیں ہو سکتا، نیز نماز میں قیام فرض ہے، امام نے اگر کسی عذر کی وجہ سے اس فرض کو ترک کر دیا ہے تو مقتدی کے لیے نیز کسی عذر کے فرض کو ترک کرنا کب جائز ہوگا!

بَابُ اسْتِخْلَافِ الْاِمَامِ اِذَا عُوِضَ لَهُ عُدَّةٌ
مَنْ مَرِیضٌ وَ سَفِیْرٌ وَ غَیْرِہُمَا مَنْ یُصَلِّیْ
بِالنَّاسِ وَ لَا تَنْ مَّنْ صَلَّیْ خَلْفَ اِمَامٍ جَالِسٍ
لِیَعْجِزَ عَنْ الْقِیَامِ لَزِمَتْهُ الْقِیَامُ اِذَا قَدَّرَ
عَلَیْہِ وَ نَسِیَ الْقُعُوْدَ خَلْفَ الْقَاعِدِ فِی حَقِّ
مَنْ قَدَّمَ عَلَی الْقِیَامِ !

۸۳۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ

۱۔ علامہ بیہقی بن شرف نووی متوفی ۷۵۹ھ شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۷، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

قَالَ نَا مَآ اَيْدُهُ قَالَ نَا مَوْسَى ابْنُ
 اَبِي عَاصِمَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
 قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَاصِمَةَ فَقُلْتُ لَهَا
 اَلَا تُحَدِّثُنِي عَنْ مَوْحِنَ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بَلَى فَقُلْتُ
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَصَلَّى
 النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا
 رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ضَعُوا لِي مَاءً فِي
 الْمِخْضَبِ فَقَعَلْنَا مَا عَمَلْنَا بِهِ ثُمَّ
 دَهَبَ لِيَسْتَوِي قَاعِي عَلَى شِمِّ
 أَفَاقٍ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا
 هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ
 ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ فَقَعَلْنَا
 مَا عَمَلْنَا بِهِ ثُمَّ دَهَبَ لِيَسْتَوِي قَاعِي
 عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا
 لَا هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
 قَالَ ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ فَقَعَلْنَا
 مَا عَمَلْنَا بِهِ ثُمَّ دَهَبَ لِيَسْتَوِي قَاعِي
 عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ
 قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
 اللَّهُ قَالَتْ وَالنَّاسُ عُكُوفٌ فِي الْمَسْجِدِ
 يَنْتَظِرُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ لِيَصَلُوهُ الْعِشَاءَ الْأَخَرَةَ قَالَتْ
 فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ مَجْلًا إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ
 فَاتَّاهُ الرَّسُولُ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُرَّةَ أَنْ تُصَلِّيَ
 بِالنَّاسِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ رَجُلًا رَفِيقًا
 يَا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ

بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
 عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے آپ سے عرض
 کیا، کیا آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 مرض (وفات) کے متعلق نہیں بیان کریں گی، حضرت
 عائشہ نے فرمایا کیوں نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 بیمار ہو گئے۔ آپ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز
 پڑھ لی ہے، ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ!
 وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا اچھا
 میرے لیے ٹب میں پانی رکھو، ہم نے پانی رکھا
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا، غسل
 کے بعد آپ اٹھنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 پر بے ہوشی طاری ہو گئی، پھر آپ ہوش میں آئے
 تو آپ نے فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟
 ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ وہ آپ کا انتظار کر
 رہے ہیں، آپ نے فرمایا میرے لیے ٹب میں
 پانی رکھو، ہم نے پانی رکھ دیا، آپ نے غسل فرمایا
 غسل کے بعد آپ اٹھنے لگے تو آپ پر پھر بے ہوشی
 طاری ہو گئی، پھر آپ ہوش میں آئے تو آپ نے پوچھا
 کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کیا
 نہیں، یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں
 آپ نے فرمایا میرے لیے ٹب میں پانی رکھو، ہم
 نے پانی رکھا، آپ نے غسل کیا اس کے بعد آپ
 اٹھنے لگے تو پھر بے ہوش ہو گئے جب ہوش میں
 میں آئے تو پھر دریافت کیا، کیا لوگوں نے نماز پڑھ
 لی ہے، ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! وہ آپ
 کا انتظار کر رہے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
 نے فرمایا کہ لوگ مسجد میں بیٹھے عشاء کی نماز کے لیے
 آپ کا انتظار کر رہے تھے، حضرت عائشہ نے
 فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر

(رضی اللہ عنہ) کے پاس ایک شخص کریم پیغام سے
کر بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، اسی شخص نے حضرت
ابوبکر کے پاس جا کر کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ

اے لوگوں کو نماز پڑھائیں، حضرت ابوبکر بہت رقیق
القلب تھے، انہوں نے حضرت عمر سے کہا اے عمر
تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ، حضرت عمر نے کہا آپ امامت
کے زیادہ حقدار ہیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر ان
ایام میں حضرت ابوبکر امامت کراتے سب سے پہلے جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ افتادہ محسوس
فرمایا تو آپ در آدمیوں کے سہارے ٹھہر پڑھنے کے
لیے مسجد میں تشریف لائے، ان دو میں سے ایک
حضرت عباس تھے اس وقت حضرت ابوبکر لوگوں کو نماز
پڑھا رہے تھے، جب ابوبکر نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو رخصت ہوئے (پہنچے پہنچے
گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی
اللہ عنہ کو پیچھے نہ دھکے کا اشارہ کیا اور دونوں سے
فرمایا مجھے ابوبکر کے پہلو میں بٹھا دو، انہوں نے سہل
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوبکر کے پہلو میں بٹھا دیا،
حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی اقتداء کرنے لگے، اور لوگ حضرت ابوبکر کی ہدایت
سن کر نماز پڑھتے رہے جب کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر امامت فرما رہے تھے، عہد اللہ
کہتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن عباس کے پاس گیا اور میں
نے کہا کیا میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ایام خلافت کی حدیث نہ سناؤں جو میں نے حضرت عائشہ
سے سنی ہے، انہوں نے کہا سناؤں میں نے وہ
روایت سنائی، انہوں نے حدیث میں کسی چیز سے
اختلاف نہیں کیا سوا اس بات کے کہ انہوں نے پڑھا

أَنْتَ أَحَقُّ بِذَلِكَ قَالَتْ فَصَلَّى بِهِمْ
أَبُو بَكْرٍ يَلِكُ الْإِيَّامَ شَعْدَانِ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ مِنْ نَفْسِهِ
يُحَقِّقُ فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا
الْعَبَّاسُ يَصَلُّوهُ الطُّهْرَ وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي
بِالنَّاسِ فَلَمَّا كَانَ أَبُو بَكْرٍ دَهَبَ لِيَتَأَخَّرَ
فَأَذَى إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنْ لَا يَتَأَخَّرَ قَالَتْ لَهَا أَجْلِسَا فِي إِلَى
جَنْبِهِ فَاجْلِسَا لَا إِلَى جَنْبِ أَبِي بَكْرٍ وَكَانَ
أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي وَهُوَ قَائِمٌ بِصَلَاةِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَنَاسُ
يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ قَالَتْ عُبَيْدُ
اللَّهُ فَكَتَلْتُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهُ أَلَا أَعْرِضُ عَلَيْكَ مَا
خَدَّكَ ثَنِي عَائِشَةُ عَنْ مَرَضِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ هَاتِ تَعْرِضْتُ
حَيَاتُكُمَا عَلَيْهِ فَمَا أَنْكَرَ عَنْهُ شَيْئًا
عَبْدُ اللَّهِ قَالَتْ أَسْتَلْتُ لَكَ الرَّجُلَ
الَّذِي كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ قُلْتُ لَا قَالَ
هُوَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ -

کیا حضرت عائشہ نے حضرت عباس کے ساتھ ملے
دوسرے شخص کا نام بتایا تھا میں نے کہا نہیں!
فرمایا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر
ابتداء بیمار ہوئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے تمام ازواج مطہرات سے حضرت عائشہ کے گھر
ایام علالت میں رہنے کی اجازت طلب کی تمام ازواج
نے آپ کو اجازت دے دی، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل بن عباس اور ایک
اور شخص کے سپاہی چل کر اس حال میں گئے کہ آپ
کے پیڑ زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ عبید اللہ
کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے مجھ سے پوچھا کہ
جس شخص کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نام نہیں
لیا جانتے ہو وہ کون تھا وہ "حضرت علی" تھے
رضی اللہ عنہ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی
اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بیمار ہوئے اور آپ کا درد شدید ہو گیا تو آپ
نے تمام ازواج مطہرات سے میرے گھر ایام علالت
میں رہنے کی اجازت طلب کی، تمام ازواج نے اجازت
دے دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو آدمیوں
کے ساتھ اس حال میں تشریف لائے کہ آپ
کے پیڑ زمین پر گھسٹ رہے تھے، ایک حضرت
عباس تھے اور دوسرے ایک اور شخص، عبید اللہ
کہتے ہیں میں نے یہ حدیث حضرت ابن عباس سے
بیان کی تو حضرت ابن عباس نے فرمایا تمہیں معلوم ہے
وہ دوسرا شخص کون تھا جس کا حضرت عائشہ کے نام
نہیں لیا، میں نے عرض کیا نہیں فرمایا وہ حضرت علی

۸۴۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبِيدُ بْنُ حَمِيدٍ
وَاللَّفْظُ لِبْنِ رَافِعٍ قَالَا نَا عَبِيدَةُ الرَّثَاءُ أَقِي كَالِ
أَنَا مَعَهُ قَالَ الرَّثَاءُ وَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ
بْنُ عَبِيدَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ
أَنَّهَا كَانَتْ أَوَّلَ مَا اسْتَعَاذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ وَاسْتَأْذَنَ
أَزْوَاجَهُ أَنْ يُعْرِضَ فِي بَيْتِهَا قَالَتْ كَانَتْ
فَخَدَّجَ وَيَدُهُ لَهُ عَلَى الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ وَ
يَدُهُ عَلَى رَجُلٍ أُخْرٍ وَهُوَ يَحْطُ بِرَجُلَيْنِ فِي
الْأَرْضِ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَقَدْ نَسِيتُ بِهِ ابْنَ
عَبَّاسٍ فَقَالَ أَتَذْكُرِي مِنَ الرَّجُلِ الَّذِي لَمْ
تُسَمِّ عَائِشَةَ وَهُوَ عَلَى رِضَى اللَّهِ عَنْهُ۔

۸۴۲۔ حَدَّثَنَا ثَعْلَبَةُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ
الْكَلْبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي
عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي
عَبِيدَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ مَسْعُودٍ
أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَتْ لَمَّا تَعَلَّقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَاسْتَأْذَنَهُمْ وَجَعَلَ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ
فِي أَنْ يُعْرِضَ فِي بَيْتِهِ قَالَتْ لَهُ فَخَدَّجَ بَيْنَ
رَجُلَيْنِ تَحْطُ بِجُلَاةٍ فِي الْأَرْضِ يَتَنَبَّاهُ
بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَبَيْنَ رَجُلٍ أُخْرٍ قَالَ
عَبِيدَةُ اللَّهُ فَأَخْبَرْتُ عَبْدَ اللَّهِ بِأَنَّ عَائِشَةَ
فَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ هَلْ تَذْكُرِي مِنَ
الرَّجُلِ الْأُخْرِ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةَ قَالَ

قُلْتُ لَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ عَلِيٌّ -

۸۴۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ بْنُ
الْكَثِيرِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي
عَقِيلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي
عَبِيدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَسْعُودٍ
أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَتْ لَعَنَ مَا أَجَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ وَمَا حَتَمَنِي عَلَى كَثْرَةِ
مَرَّاجَعَتِهِ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَقَعْ فِي قَلْبِي أَنْ يُحِبَّ
النَّاسُ بَعْدَكَ رَجُلًا قَامَ مَقَامَهُ أَبًا أَوْ إِلَّا
إِنِّي كُنْتُ آمُرُ أَنَّهُ لَنْ يَغُومَ مَقَامَهُ أَحَدًا
إِلَّا يَكْتَسِبَ مِنَ النَّاسِ بِمَا خَارَ ذَمًّا أَنْ يَغْدِلَ
ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ -

۸۴۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْثُوفٍ وَابْنُ
بُنْ حَمِينٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي رَافِعٍ قَالَ عِنْدَ أَفَادٍ
قَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ قَالَ أَنَا مَعَهُ
قَالَ الرَّهْزِيُّ وَأَخْبَرَنِي حَمْدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا دَخَلَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمِينِي قَالَ مَرُّوا
أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ فَقُلْتُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ إِذَا
قَرَأَ الْقُرْآنَ لَا يَسْلُكُ دُمُوعَهُ فَكُلُّوا أَمْرًا
غَيْرَ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ وَاللَّهِ مَا لِي إِلَّا كَرَاهِيَةٌ
أَنْ يَكْتَسِبَ مِنَ النَّاسِ بِأَوَّلِ مَنْ يَغُومُ فِي مَقَامِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَالِ
فَرَأَيْتُهُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا فَقَالَ لِيُصَلِّ بِالنَّاسِ
أَبُو بَكْرٍ فَإِنَّكَ تَصَوِّحُ يَوْمَئِذٍ -

۸۴۵- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
أَبُو مَعَاوِيَةَ وَوَكِيلُهُمْ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى

تھے (رضی اللہ عنہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر
صدیق رضی اللہ عنہ کے امام بنانے پر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے اصرار کیا، اور اس کی وجہ یہ
تھی کہ مجھے اس بات کا خیال نہ تھا کہ رگ اس شخص
سے محبت کریں گے جو آپ کی جگہ کھڑا ہو، بلکہ میرا
خیال یہ تھا کہ جو شخص آپ کی جگہ کھڑا ہوگا رگ اس سے
بدگواہی لیں گے اس لیے میں نے پایا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کی جگہ کسی اور شخص کو
امام بنالیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے
تو آپ نے فرمایا ابوبکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابوبکر رقیق القلب ہیں
جب وہ قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں تو اپنے
آنسوؤں کو نہیں روک سکتے، آپ حضرت ابوبکر کی جگہ
کسی اور شخص کو ناز پر حائے کا حکم دے دیں۔
حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ قسم بخدا یہ بات میں نے
صرف اس وجہ سے کہی تھی کہ کہیں رگ یہ بدگواہ نہ
ہیں کہ جو شخص سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے مسئلے پر کھڑا ہوا وہ ابوبکر تھے، آپ فرماتی ہیں
میں نے دو تین بار اصرار کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ جماعت کرائیں تم
یوسف علیہ السلام کے عہد کی عورتوں کی طرح ہر
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور حضرت بلال

وَاللَّهُ مُظْلِكُهُ قَالَ أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ
 الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِيِّ عَنْ عَائِشَةَ
 قَالَتْ لَمَّا تَقَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ جَاءَ بِدَلٍّ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ
 مُرُّوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ يَا النَّاسُ فَتَأَلَّتْ
 فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ
 أَسِيفٌ وَإِنَّهُ مَتَى يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ
 النَّاسَ فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ قَالَ مُرُّوا أَبَا بَكْرٍ
 فَلْيُصَلِّ يَا النَّاسُ قَالَتْ فَقُلْتُ لِحَقِصَةِ قَوْلِي
 لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ وَإِنَّهُ مَتَى يَقُمْ
 مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ
 فَقَالَتْ لَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ كُنَّ لَانْتَنَ صَوَاحِبُ يُوسُفَ
 مُرُّوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ يَا النَّاسَ فَقُلْتُ
 فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ وَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَفْسِيمٍ خَفِيفَةً فَقَامَ
 يُهَادِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَرَجُلًا تَحْطَأَانِ فِي
 الْأَرْضِ قَالَتْ فَلَمَّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ سَمِعَ
 أَبَا بَكْرٍ جَسَدَهُ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَأَذَى إِلَيْهِ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَكَانَكَ
 وَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى
 جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ فَكَانَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي يَا النَّاسُ
 جَالِسًا وَأَبُو بَكْرٍ قَائِمًا يَقْتَدِي أَبَا بَكْرٍ
 بِصَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقْتَدِي
 النَّاسُ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لیے بلانے
 آئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”
 ابو بکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں“ حضرت عائشہ
 فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابو بکر بیت
 رقیق القلب ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے
 تو لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے آپ حضرت عمر کو
 امامت کے لیے فرمائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا ”ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو جماعت
 کرائیں“ حضرت عائشہ فرماتی ہیں پھر میں نے حضرت
 حفصہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
 عرض کرو کہ ابو بکر رقیق القلب ہیں جب وہ آپ کی
 جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو قرآن نہیں سنا
 سکیں گے، آپ حضرت عمر کو نماز پڑھانے کا حکم دیں
 حضرت حفصہ نے یہی کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں
 کی طرح ہو، ابو بکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں۔
 حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب حضرت ابو بکر نے
 نماز شروع کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 عرض میں کھیف محسوس کی آپ دو آدمیوں کے سہارے
 آئے، دراصل حالیکہ آپ کے پیروں سے
 لکیریں پڑ رہی تھیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب
 آپ مسجد میں آئے تو حضرت ابو بکر نے آپ کی آہٹ
 محسوس کی تو مصحف سے پیچھے ہٹ گئے، رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہ
 کھڑے رہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں
 آکر حضرت ابو بکر کی بائیں جانب بیٹھ گئے، حضرت
 عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر
 جماعت کرا رہے تھے اور حضرت ابو بکر کھڑے
 ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امتداد میں

ناز پڑھ رہے تھے اور لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تکبیرات پر ناز ادا کر رہے تھے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مرض وقت میں (بعض روایات میں سے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لا کر (حضرت) ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بٹھا دیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جماعت کو اسے لگے اور حضرت ابو بکر بلند آواز سے تکبیر پڑھتے رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں حکم دیا کہ ابو بکر جماعت کو لائیں، حضرت ابو بکر ناز پڑھتے رہے، عذرہ کہتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آرام محسوس ہوا تو آپ باہر تشریف لائے، اس وقت حضرت ابو بکر جماعت کو اسے لگے، جب (حضرت) ابو بکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بچھے بیٹھے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے ان کو وہیں کھڑے رہنے کے لیے فرمایا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکر (حضرت) ابو بکر کے پہلو میں بیٹھ گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کو لائی اور لوگوں نے حضرت ابو بکر کی تکبیروں کی آواز سن کر ارکان ناز ادا کیے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں (حضرت) ابو بکر جماعت کو لائے تھے حتیٰ کہ پیر

۸۴۶ - حَدَّثَنَا مُنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ الْقَيْمِيُّ قَالَ أَخْبَأْتُ عَنْ مُسَيِّمٍ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيْسَى يَعْنِي ابْنَ يُوْنُسَ يَلَاهُمَا عَنِ الرَّعْشِ بِهَذَا الْإِسْتِادِ نَحْوَهُ وَفِي حَدِيثِهِمَا لَمَّا مَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِي تُوُوِي رَفِيَهُ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ مُسَيِّمٍ فَأَنِّي بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أُجْلِسَ إِلَى جَنْبِهِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ وَأَبُو بَكْرٍ يُسَمِعُهُمُ التَّكْبِيرَ وَفِي حَدِيثِ عِيْسَى فَبَلَغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَبُو بَكْرٍ إِلَى جَنْبِهِ وَأَبُو بَكْرٍ يُسَمِعُ النَّاسَ -
۸۴۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا أَخْبَأْتُ عَنْ مُسَيِّمٍ عَنْ هِشَامٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ وَأَنَا ظَاهِرُهُ مَتَّفَقًا بِهِ قَالَ تَأْتِي قَالَتَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتَا أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي مَرَضِهِ فَكَانَ يُصَلِّي بِهِمَا قَالَتَا مَرَّةً وَكُنَّا وَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَقْسِيمِ خِفَّةٍ فَخَرَجَ وَإِذَا أَبُو بَكْرٍ يُؤَمِّرُ النَّاسَ فَلَمَّا سَأَلَهُ أَبُو بَكْرٍ اسْتَأْذَنَ قَالَتَا سَأَلَ النَّبِيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ كَسَا أَنْتَ فَبَلَغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنَازَةَ أَبِي بَكْرٍ إِلَى جَنْبِهِ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ -

۸۴۸ - حَدَّثَنَا ثَعْلَبَةُ بْنُ عَمْرٍو النَّاقِثُ وَحَسَنُ الْحَكْلَوِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدُ أَحِبِّي وَ قَالَ الْأَخْرَانِ نَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ

سَعْدٌ قَالَ نَأَى بِي عَنْ صَلَاتِهِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي
أَبُو بَكْرٍ مَالِكٌ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يَصَلِّي تَهْدِيَةً وَجَعِبَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي تَوَقَّى فِيهِ
حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَهُوَ صَفُوفٌ فِي
الْصَّلَاةِ كَشَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتْرَ
الْحُجْرَةِ فَنَظَرَ إِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ كَانَ وَجْهُهُ وَرَقَةً
مُصْصَفَةً ثُمَّ تَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنَا حِكْمًا قَالَ فَبِهِمْنَا وَنَحْنُ فِي الصَّلَاةِ مِنْ
فَرَحٍ بِخُرُوجِ الْيَقِينِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَكْصَ
أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقِيْبَتِهِ لِيَصِلَ الصَّغْرُ وَقَالَ إِنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَهَلَهُ خَائِبٌ لِلصَّلَاةِ فَأَشَارَ
إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِْيَدِهِ أَنَّ
أَيْتُمُوا صَلَاتَكُمْ قَالَ ثُمَّ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَحَى الشَّعْرَ قَالَ تَشَوُّفِي
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَوْمِهِ
ذَلِكَ -

۸۴۹ - وَحَدَّثَنِيهِ عَمْرُو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ
حَرْبٍ قَالَا نَأَسَفِيَانِ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ
عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَخَذَ نَظْرَةً نَظَرَ فِيهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشَفَ السَّكْرَةَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ
بِهَذِهِ الْفَصْتَةِ وَحَدَّثَنِي صَلَاتُهُ أَخُوهُ وَآشِبَعُ -

۸۵۰ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ دَافِعٍ وَعَمْرُو
بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ قَالَ أَنَا مَعْمُرُ
عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرٍ مَالِكٌ قَالَ لَمَّا
كَانَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ بَدَعَ خَدَّيْهِمَا -

۸۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَهَامُ بْنُ
بُيُوتٍ عَنِ النَّوْكَالِيِّ قَالَ الْقَمَدُ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ
قَالَ نَأَعْبُدُ الْعَزِيزَ عَنْ أَبِي قَالَ لَمْ يَخْرُجْ الْيَتَانِي
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَارَقْتُمُ الصَّلَاةَ

کے دن جب تمام صحابہ صفت باندھے نماز پڑھ
رہے تھے تو اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے حجرہ کا پردہ اٹھایا پھر کھڑے ہو کر ہمارے طرف
دیکھا اس وقت آپ کا رخ اندر ورق قرآن کی طرح
لگتا تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکر اکہ منہ
حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور زیارت سے
ناز کی حالت میں ہم خوشی سے دیوانے ہو گئے
اور حضرت ابوبکر اس گمان سے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ناز کے لیے تشریف لارہے ہیں
پیچھے ہٹ کر صفت میں ملنے لگے ، تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ
کر کے صحابہ سے فرمایا کہ تم اپنی نماز پوری کرو
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ میں واپس چلے
گئے اور پردہ گرا دیا ، اور اسی روز رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
میں نے آخری بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
پیر کے دن اس وقت دیکھا جب آپ نے حجرہ
کا پردہ اٹھا کر دیکھا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ
بھی حضرت انس سے ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن تک ہمارے
پاس تشریف نہیں لائے ، اور ان ایام میں (حضرت
ابوبکر جماعت کراتے رہے ، اس کے بعد ایک

دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حجرہ کے) پردہ کے پاس کھڑے ہوئے اور پردہ اٹھا دیا، پھر جب ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ انور دکھائی دیا اور ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ زیبہ سے بڑھ کر خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کی طرف اشارہ کیا کہ وہ آگے بڑھ کر ناز پرٹھائیں، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ گرا دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک ہم آپ کا چہرہ نہ دیکھ سکے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور جب آپ کا مرض شدید ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں، حضرت عائشہؓ نے کہا یا رسول اللہ! (حضرت ابوبکرؓ رفیق القلب ہیں جب وہ آپ کی جگہ مصطفیٰ پر کھڑے ہوں گے تو عظمت بڑھائیں گے۔ آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں، تم تو یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری لمحہ تک حضرت ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ ہی نماز پڑھتے رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار ہونا آپ کے شافی الامراض ہونے کے منافی نہیں ہے۔

قَدْ هَبَ أَبُو بَكْرٍ يَتَقَدَّمُ فَقَامَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَيْمَانِ قَرَفَةً قَلَمًا وَصَبَّحَ لَنَا وَحَمْدُ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَقُورُنَا مُنْظَرًا كَأَنَّا أَصْحَابُ إِلَيْنَا مِنْ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ وَصَّيْنَا قَالُوا فِي نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيِّنَةً إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنَّ يَتَقَدَّمُ وَكَأَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْيَ قَلَمًا تَقْدِيرًا عَلَيْهِ حَتَّى هَاتَتْ صَلَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۸۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ قَالَ حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ نَاسٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ مَرَّ بِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَدْرَكْتُهُ فَقَالَ مُؤَدَّا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ يَا نَاسٍ فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَفِيقٌ مَعِيَ يَقُومُ مَعَنَا مَلَكٌ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُصَلِّيَ يَا نَاسٍ فَقَالَ مُرِّي أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ يَا نَاسٍ فَإِنَّكَ صَوَابٌ يُؤَسِّفُ قَالَ فَصَلَّى بِهِمَا أَبُو بَكْرٍ حَتَّى أَكْرَمُوا اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حدیث نمبر ۸۵۲ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہونے سے یہ ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کامرمن میں مبتلا ہونا جائز ہے تاہم ایسے امراض جن سے لوگ طبعا نفرت کرتے ہیں، جیسے بدن میں کیڑے پڑ جانا یا جو نشان نبوت کے خلاف ہوں، مثلاً جنون وغیرہ وہ انبیاء علیہم السلام کو لاحق نہیں ہوتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخیر عمر میں دوسرا وہ بے ہوشی کے مرض میں مبتلا ہوئے اور اس مرض کے دوران خالق

حقیقی سے جاملے۔ اس میں یہ بتلانا مقصود تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد بیماروں کو شفا پایا
کی مثلاً حضرت ابو بکرؓ کی زہر خوردہ ایڑی میں ناب دہن لگایا تو وہ ٹھیک ہو گئے (مشکوٰۃ ۵۶۶)۔ حضرت علی
کی دھتھی ہوئی آنکھ میں ناب دہن لگایا تو ٹھیک ہو گئی (بخاری ج ۱ ص ۴۱۳)۔ حضرت قتادہ بن نعانؓ کا آنکھ
کا ڈھیلا نکل گیا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے ناب دہن لگا کر ڈھیلا ان کی آنکھ
میں رکھ دیا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ روشن ہو گئی، (اصابہ ج ۲ ص ۲۲۵)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان بیماروں کو محض اپنے ناب دہن سے شفا دے کر یہ بتا دیا کہ میں تم جیسا نہیں ہوں اور خود یہی وہی
کے مرض میں مبتلا رہ کر یہ سمجھا دیا کہ میں خدا جیسا نہیں ہوں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبودیت کہاں
مذبح ہیں وہ سر نہاں یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حضرت ابو بکرؓ کا امامت کو اسے سے غدر پیش کرنے کا سبب

رضی اللہ عنہ نے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے باوجود حضرت عمرؓ کو امامت کرنے کے لیے کہا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابو بکرؓ
بہت زیادہ رقیق القلب تھے انہیں غدر نہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی وجہ سے غیر موجودگی
میں غدار پڑ جانے کے سبب ان پر رنج و غم کا ایسا غلبہ طاری ہو گا کہ وہ اپنے آنسوؤں کو اور بے اختیار
نکل جانے والے سسکیوں کو روک نہ سکیں گے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب امام کو غدر لاحق ہو تو وہ کسی دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ
مقرر کر سکتا ہے، نیز اس حدیث سے حضرت ابو بکرؓ کی تمام صحابہ کرام پر فضیلت ثابت ہوئی ہے، کیوں کہ
نگاہ رسالت میں اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور شخص افضل ہوتا تو آپ اس کو امام بنانے
کا حکم دیتے، اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ حضور کے بعد خلافت کے سبب سے زیادہ مستحق حضرت ابو بکرؓ
نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ
عنہ کا مقام ہے کیونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رقت قلب کی بنا پر جب خود کو مندر پایا تو تمام صحابہ میں
سے صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ناز پڑ جانے کے لیے کہا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ افضل جب اپنا
حق مفضول کو پیش کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ حق افضل ہی کو نرا دے اور اس کو نہ قبول کرے، جیسا کہ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکرؓ کی پیشکش کش کے باوجود حضرت ابو بکرؓ کو امام بنایا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام علالت میں سترہ نمازیں پڑھائیں۔
عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے کا بیان

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۹۶، مطبوعہ مکتبۃ ابراہیم خان ۱۳۹۰ھ

حضرت ابو بکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے۔

حضرت ابو بکر ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے، اور اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے اور حضرت ابو بکر نے دین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی اور خود پیچھے جھٹ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معطل پر بٹھا دیا اور اپنی امامت کو نماز کے درمیان سے چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو اس فعل سے نہیں روکا اور یہ انہیں فرمایا کہ عبادت کے دوران تم میری تعظیم کر رہے ہو، اس سے معلوم ہوا کہ یہ کہنا غلط ہے کہ: "اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگان کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے جیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بڑا ہے، کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چھٹ جاتا ہے اور جیل اور گدھے کے خیال کو تو اس قدر چھیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور بغیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ مردہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔" نور فرمائیے اس عبارت کے پیش نظر نماز میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف تعظیم سے خیال لانا شرک قرار پایا تو دین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالفعل تعظیم کرنا کتنا بڑا شرک ہو گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابو بکر کو اس شرک سے نہ روکا تو آپ پر کیا حکم لگے گا۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه بيان

عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه بيان

یہ کہ میں نے ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھی، آپ بہت دیر تک کھڑے رہے، حتیٰ کہ میں نے ایک بری بات کا ارادہ کیا، ہم نے پوچھا آپ نے کیا ارادہ کیا تھا، کہا میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا رہنے دوں۔

عليه وسلم ليلة فله يزل قائما حتى همت بامر سوء قلنا ما همت قال همت ان اقعن واذا النبي صلى الله عليه وسلم

نعی نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے لیکن حضرت ابن مسعود نے اس کو بُرا جانا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کھڑے رہیں اور وہ بیٹھ جائیں اس لیے ان کا یہ قیام صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا وجہ ہے تھا، اور یہ تعظیم عین حالت نماز میں تھی۔

حضرت ابو بکر کی اقتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا بیان

علامہ علی قاری فرماتے ہیں کہ:

۱۔ شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ، صراط مستقیم ص ۶۶ (فارسی) مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور

۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۳-۱۵۴، مطبوعہ نور محمدیہ دار الفکر لاہور ۱۳۸۱ھ

علیہ وسلم خلف ابی بکر فی مرضہ الذی مات فیہ قاعدًا۔ ۱۵

جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس میں آپ نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھی۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن انس قال أخر صلوٰۃ صلاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع القوم صلی فی ثوب واحد متوشحاً خلف ابی بکر۔ ۱۵

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے ساتھ جو آخری نماز پڑھی وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھی درآں مایکہ آپ نے ایک چادر پہنی ہوئی تھی اور سینہ پر اس کی گمرہ باندھی ہوئی تھی۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن انس قال أخر صلوٰۃ صلاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع القوم صلی فی ثوب واحد متوشحاً خلف ابی بکر۔ ۱۵

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے ساتھ جو آخری نماز پڑھی وہ حضرت ابوبکر کی اقتداء میں تھی درآں مایکہ آپ نے ایک چادر پہنی ہوئی تھی اور سینہ پر اس کی گمرہ باندھی ہوئی تھی۔

اس حدیث کو امام ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۵

امام ابویعلیٰ روایت کرتے ہیں:

عن انس قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلف ابی بکر جالسا فی ثوب متوشحاً فی مرضہ الذی مات فیہ۔ ۱۵

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس میں آپ نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں ایک چادر پہن کر نماز پڑھی درآں مایکہ آپ نے سینہ پر اس کی گمرہ باندھی ہوئی تھی۔

۱۵۔ امام ابویعلیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ جامع ترمذی ص ۱۵۹، مطبوعہ دار خزانہ تجارت کتب کراچی

۱۶۔ امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۸۰

۱۷۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۳، ۲۱۶، ۱۵۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۱۸۔ حاکم فی المستدرک علیٰ ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۰ھ، معارج النعمان الی زوائد ابن حبان ص ۱۰۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۱۹۔ حاکم فی المستدرک علیٰ ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۰ھ، مسند ابویعلیٰ ج ۲ ص ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۰۲ھ

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابو عبد الرحمن السلمی من اصل
کتابہ ثنا ابو العباس الاصم ثنا ابو امیہ یعی الطرسوسی
ثنا شبابة ابن سوار ثنا شعبه ثنا نعيم بن ابي هند قال
سمعت ابا قائل يحدث عن مسروق عن عائشة رضي
الله تعالى عنها ان ابا بكر رضي الله تعالى عنه صلى بالناس
في رجب رسول الله صلى الله عليه وسلم في الصفا و
هكذا رواه بدل بن المحبر عن شعبه (واخبرناه) ابو
عبد الله الحافظ انبا عبد الله بن محمد الفاكهي
ثنا ابن ابي مسرة ثنا بدل بن المحبر فذكوه بمثل
رواية الطرسوسي عن شبابة (روينا) عن النضر
ان النبي صلى الله عليه وسلم صلى خلف ابي بكر
رضي الله عنه قال الشافعي رحمه الله لو صلى رسول
الله صلى الله عليه وسلم خلف ابي بكر مائة مرة لم يمت ذلك
ان يكون صلى خلفه ابو بكر اخري قال الشيخ وقد ذهب
موسى بن عقبة في مغازيه ان ابا بكر صلى من صلاة
الصبح يوم الاثنين ركعة وهو اليوم الذي توفي فيه
النبي صلى الله عليه وسلم فوجد النبي صلى الله عليه
وسلم في نفسه خفة فخرج فصلى مع ابي بكر ركعة
فلما سلم ابو بكر قام فصلى الركعة الاخرى فيحتل
ان تكون هذه الصلاة مراد من دوى انه صلى
خلف ابي بكر في موضعه فاما الصلاة التي صلاها
ابو بكر خلفه في موضعه فهي صلوة الظهر يوم
الاحد او يوم السبت كما روينا عن
عائشة وابن عباس في بيان الظهر فلا
تكون بينهما منافاة ويصح الاحتجاج
بالخير الاول - له

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دروہا تو حضرت ابوبکر
رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم صفت میں تھے اور حضرت انس رضی اللہ
عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، امام
شافعی رحمہ اللہ نے کہا اگر ایک بار رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی ہو
تو وہ اس کے عملات نہیں ہے کہ دوسری بار حضرت
ابوبکر نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہو، امام موسیٰ
بن عقبہ نے مغازی میں لکھا ہے کہ پیر کے دن
صبح کو حضرت ابوبکر نے ایک رکعت نماز پڑھائی،
اور اسی دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی،
اس دن ہی صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ افاتہ محسوس ہوا،
تو آپ نے اگر حضرت ابوبکر کے ساتھ ایک رکعت
نماز پڑھی، جب حضرت ابوبکر نے سلام پھیرا تو آپ
نے دوسری رکعت پڑھی، جن لوگوں نے مرض وفات
میں حضرت ابوبکر کے پیچھے حضور کے نماز پڑھنے
کی روایت کی ہے، ہر کتاب اس سے یہی مراد
ہو، اور حضرت ابوبکر نے جو نماز ایام مرض میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی تھی، (جس
کا صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ذکر ہے) وہ ہفتہ
یا آوار کے دن ظہر کی نماز تھی جس کو حضرت عائشہ اور
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے
پس دونوں حدیثوں میں تضاد نہیں ہے۔

۱۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۳ ص ۸۳، مطبوعہ نشر السنۃ عمان

وفي هذه الرواية الصحيحة، ان النبي صلى الله عليه وسلم تقدم في تلك الصلاة، وعلق ابو بكر رضي الله عنه صلاته بصلوته. وكذلك رواه الاسود بن يزيد وابن اخيه سعد بن الزبير وكذلك رواه الامام احمد بن حنبل عن عبد الله بن عباس. وقد اخبرنا ابو الحسن محمد بن الحسين العلوي، قال: اخبرنا ابو حامد بن شريك قال: حدثنا ابراهيم بن عبد الله، قال: حدثنا شيابة بن سوار، قال: حدثنا شعبة، عن نعيم بن ابي هند، عن ابي وائل، عن مسروق، عن عائشة، قالت: صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم في مرضه الذي مات فيه خلف ابي بكر، قائماً، وكذلك روى عن الاسود عن عائشة في احدي الروایتين عن الاعمش

امام بخاری اور امام مسلم کی صحیح روایت میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ کر مصلیٰ پر کھڑے ہو گئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ (الحی قول) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں حضرت ابو بکر کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھی۔

امام بیہقی نے اس حدیث کی متعدد اسانید بیان کیں پھر ایک اور سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کی اقتداء میں ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھی جس کی دو طرفوں میں (سینہ پر) گرہ لگی ہوئی تھی جب آپ نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو فرمایا اسامہ بن زید کہ بلاؤ۔ وہ آئے تو آپ نے ان کے سینہ سے اپنی پشت کی ٹیک لگائی، یہ آپ کی پڑھی ہوئی آخری نماز تھی اس میں یہ دلیل ہے کہ آپ نے حضرت ابو بکر کی اقتداء میں جو نماز پڑھی وہ صبح کی نماز تھی، اور یہی آپ کی آخری نماز تھی جس میں آپ نے حضرت اسامہ کو بلا یا تھا۔

یہ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ایام مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار تو حجاب کو ناز کر لیا (جس کا صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ذکر ہے) اور ایک مرتبہ حضرت ابو بکر کے پیچھے نماز پڑھی جیسا

اخبرنا ابو سعيد محمد بن موسى بن الفضل، قال: حدثنا ابو العباس محمد بن يعقوب قال: حدثنا محمد بن اسحاق الصغاني قال: حدثنا ابن ابي مريم، قال: اخبرنا يحيى بن ايوب قال: حدثنا حميد الطويل عن ثابت البناني، حدثه عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى خلف ابي بكر رضي الله عنه في ثوب واحد برد مخالفاً بين طرفيه فلما اراد ان يقوم، قال: ادع لي اسامة بن زيد، فجاء فاستند ظهره الى نحوه فكاكت آخر صلاة صلاها۔

وفي هذا دلالة على ان هذه الصلاة التي صلاها خلف ابي بكر كانت صلاة الصبح فانها آخر صلاة صلاها، وهي التي دعا اسامة بن زيد حين فرغ منها فاوضاه في مسيرته

۱۔ امام ابو بکر احمد بن حنبل بیہقی مترق ۴۵۸ حد دلائل النبوت ج ۲ ص ۱۹۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

بما ذکرہ اهل المغازی - قلت فالذی تدل علیہ
 هذه الروایات مع ما تقدم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 صلی خلفہ فی تلك الايام التي كان یصلی بالناس
 مرة و صلی ابوبکر خلفه مرة و علی هذا احمدهما
 الشافعی (رحمہ اللہ) فی مغازی موسی بن عقبہ وغیرہ
 بیان الصلوٰۃ التي صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 بعثتها خلف ابی بکر و هي صلاة الصبح من يوم
 الاثنين - و فیما رویت عن عبید اللہ عن عائشة
 و ابن عباس بیان الصلوٰۃ التي صلاها ابوبکر خلفه
 بعد ما افتتحها بالناس - و هي صلاة الظهر
 من يوم السبت ، اذ الاحد ، فله یکتفی بیان - له
 حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں :
 عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
 سلم صلی خلف ابی بکر رواہ الطبرانی فی الصغیر
 والوسط - ۱۱

کہ امام شافعی اور امام موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ہے
 کہ آپ نے حضرت ابوبکر کے پیچھے جو نماز پڑھی وہ
 پیر کے دن صبح کی نماز تھی ، اسے صبح کی نماز کی دوسری رکعت
 تھی ، صحیح بخاری میں جو ذکر ہے کہ آپ نے پیر کے
 دن صبح کی نماز میں حجرہ سے نکل کر صحابہ کو نماز پڑھتے
 ہوئے دیکھا اور واپس چلے گئے وہ پہلی رکعت
 کا واقعہ ہے ، اور حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس
 سے جو روایات ہیں کہ ایام وفات میں رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم آئے ، اور حضرت ابوبکر پیچھے ہو
 گئے اور حضور نے نماز پڑھائی ، یہ ہفتہ یا آٹھ
 کے دن ظہر کی نماز تھی ، سوال حدیثوں میں کوئی تناقض نہیں ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
 ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھی ، اس کو امام طبرانی
 نے صغیر اور اوسط میں روایت کیا ہے ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کے متعلق علماء شیعہ کا نظریہ شیخ
 اہلی بکھتے ہیں :

جب میں صلی اللہ علیہ وسلم کا منزل شدید ہو گیا
 تو آپ نے حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ وہ صحابہ کو نماز
 پڑھائیں ، اور ان کے لیے حضرت ابوبکر نے کتنی
 نمازیں پڑھائیں اس میں اختلاف ہے ، ضعیف کا زعم
 یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے صحابہ کو صرف ایک نماز
 پڑھائی تھی اور یہ وہی نماز ہے جس میں رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے اور حضرت
 علی اور حضرت فضل کے درمیان ان کے کندھوں کے

فلما اشتد بہ العرض امر ابی بکر ان
 یصلی بالناس وقد اختلفت فی صلوتہ بہم
 فالشیعة تزعم انه لم یصل بہم الا صلوٰۃ
 واحدة و هي الصلوٰۃ التي خرج رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم منها یتھاذی بین
 علی والفضل فقام فی المحراب مقاما
 و تاخو ابوبکر والصحیح عندی و هو اکثر
 الاشہار انها لم تکن احوال الصلوٰۃ فی حیوتہ

۱۱۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ ، دلائل النبوت ج ۲ ، ص ۱۹۳-۱۹۴ ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
 ۱۲۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ ، مجمع الزوائد ج ۹ ، ص ۲۶ ، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۱۳۰۲ھ

صلی اللہ علیہ وسلم بالناس جماعة و
ان ابابکر صلی بالناس بعد ذلك
یومین ثومات ین

سہارے سے چل کر گئے تھے، پھر آپ محراب میں
حضرت البرکہ کی جگہ کھڑے ہوئے اور وہ پیچھے
ہٹ گئے اور میرے نزدیک صحیح یہ ہے اور
یہی جمہور کا مختار ہے اور مشہور ہے کہ یہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی آخری جماعت کرانے
کی ناز نہیں تھی، اس کے بعد حضرت البرکہ نے دو
دن صحابہ کو نمازیں پڑھائیں پھر آپ کی وفات ہو گئی۔

جب امام کے آنے میں دیر ہو تو کسی اور
شخص کو امام بنانے کا جواز

حضرت سہل بن سعدی رضی اللہ عنہ بیان
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بروز
بن موف کے ہاں صلح کرانے تشریف لے گئے،
جب نماز کا وقت آگیا تو موزن حضرت البرکہ کے پاس
گیا اور کہنے لگا اگر آپ جماعت کرائیں تو میں تکبیر
کہوں، انھوں نے کہا ہاں، حضرت سہل کہتے ہیں کہ
حضرت البرکہ نے جماعت شروع کرادی، اور
اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف
لے آئے اور (پہلی صف میں جا کر کھڑے ہو گئے
حضرت البرکہ چونکہ انتہائی اہٹاک اور استغراق سے
نماز پڑھتے رہے صحابہ کرام نے جب دیکھا
کہ حضرت البرکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
آنے کا پتا نہیں چلا، تو انھوں نے اذکار پڑھنا
شروع کیے، جب تکبیر پڑھ مارنے کی آواز
سنائی دی، تو حضرت البرکہ متوجہ ہوئے اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں دیکھا۔ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اشارہ کیا کہ اسی

بَابُ تَقْدِيمِ الْجَمَاعَةِ مَنْ يُصَلِّي بِهِمْ إِذَا
تَأَخَّرَ الْإِمَامُ وَلَمْ يَخَافُوا مَفْسِدَةً بِالتَّقْدِيمِ
۸۵۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ
مَالِكٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ التَّمِيمِيِّ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ إِلَى
بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصَلِّحَ بَيْنَهُمْ فَبَاحَتْ
الصَّلَاةُ فَبَاحَ الْمُؤَدَّنُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ أَصَلِّي
بِالنَّاسِ فَأَقْبَمَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ
قَالَ فَبَاحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ فَتَخَلَّصَ حَتَّى وَقَفَ فِي
الصَّفِّ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ
فِي الصَّلَاةِ فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيقَ انْتَفَتَ
فَرَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ
إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ
امْكُثْ مَكَانَكَ فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ
اللَّهُ عَلَى مَا أَمَرَكَ بِهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَلِكَ ثُمَّ اسْتَأْخَرَ أَبُو بَكْرٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَتَّى اسْتَوَى فِي الصَّفِّ وَ
تَقَدَّمَ الشَّيْخُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۔ شیخ ابراہیم بن حاجی حسین امبلی، درۃ النجفیہ شرح صحیح البلاغۃ، مطبوعہ تہران (طبع قدیم)

ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَتَّيِبْتَ إِذَا أَمَرْتُكَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا كَانَ لِابْنٍ قُحَاظَةً أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لِي بِرَأْيَتُكُمْ أَكْثَرُكُمْ التَّصْفِيقُ مَنْ تَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَسِّتِهِ فَإِنَّهُ إِذَا سَبَّحَ انْتَفَتَ إِلَيْهِ اسْمَا التَّصْفِيقِ لِلتَّسْبِيحِ

طرح نماز پڑھاتے رہیں، حضرت ابو بکر نے دونوں ہاتھ بلند کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر حضرت ابو بکر صلی سے پیچھے ہٹ کر صف میں مل گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صلی پر اگر (بقیہ نماز کی) جماعت کرائی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر سے فرمایا: "اے ابو بکر میرے حکم دینے کے بعد تم کو جماعت کرانے سے کس چیز نے روکا تھا، حضرت ابو بکر نے جواب دیا: "ابن قحاذ سے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے وہ جماعت کرائے" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم اس قدر کثرت سے ہاتھ پر ہاتھ کیوں مار رہے تھے، جب نماز میں کوئی امر حادث ہو تو سبحان اللہ کہا کرو۔ جب سبحان اللہ کہا جائے گا تو امام متوجہ ہو جائے گا، البتہ عورتیں (امام کو ٹوکنے کے لیے) ہاتھ پر ہاتھ ماریں۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ حدیث بیان کی ہے اس میں یہ ہے کہ ابو بکر نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اسے پاؤں دھو کر صف میں مل گئے۔

۸۵۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الْعَزِيزَ بْنَ يَعْقُبٍ ابْنَ أَبِي حَارِثٍ مَرَّةً وَقَالَ قُتَيْبَةُ تَنَايَعُ قَوْمٌ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَادِرِيِّ وَكِلَاهُمَا عَنْ أَبِي حَارِثٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَا لِي وَفِي حَدِيثِهِمَا قَدْ رَوَى أَبُو بَكْرٍ يَدِيَهُ لِحَمْدِ اللَّهِ وَرَجَعَ الْقَهْقَرَى وَرَأَى حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ

۸۵۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْزُوقٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي حَارِثٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ الشَّاعِرِيِّ قَالَ ذَهَبَ بَيْنِي اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بَيْنَ بَنِي عَمْرِو بْنِ عُمَرَ بِمِثْلِ حَوِيْنِهِمْ وَمَا أَذْهَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمر بن عمرو میں صلح کرانے تشریف لے گئے، بقیہ حدیث حسب سابق ہے البتہ اتنا اضافہ ہے کہ جب آپ اسے قرآن پڑھوں کو چیر کر پہل صف میں شامل

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَقَ الصُّنُوفَ حَتَّى قَامَ عِنْدَ الصُّبْحِ
الْمُقَدَّمِ وَفِيهِ أَنْ أَبَا بَكْرٍ رَجَعَ الْقَهْقَرَى -

۸۵۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَحَسَنُ بْنُ يَحْيَى
الْحُلَوَانِيُّ بِحَيْثُ قَالَ عَنْ عَبْدِ الرَّمَّانِ قَالَ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ
كَأَنَّ عَبْدَ الرَّمَّانِ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ قَالَ حَدَّثَنَا
ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حَدِيثِ عِمَادِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ عُرْوَةَ
ابْنَ الْمُغِيرَةِ ابْنَ شُعْبَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمُغِيرَةَ ابْنَ
شُعْبَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ غَزَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبُوكَ قَالَ الْمُغِيرَةُ فَتَبَيَّنَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الْخَاطِطِ وَ
حَمَلْتُ مَعَهُ إِذَا وَهَّ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ فَلَمَّا
رَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى
أَحَدَتْ أَهْرَاقَ عَلَى يَدَيْهِ مِنَ الْإِذَا وَهَّ وَ
غَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ
ثُمَّ دَهَبَ يُعْرِجُ جَبَلَتَهُ عَنْ ذِرَاعَيْهِ فَصَاقَ
كُنَّا جَبَلَتَهُ فَأَدْخَلَ يَدَيْهِ فِي الْجَبَتِ حَتَّى
أَخْرَجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْ أَسْفَلِ الْجَبَتِ وَغَسَلَ
ذِرَاعَيْهِ إِلَى الْيَمِينِ فَكَبَّرَ ثُمَّ كَوَّنَا عَلَى خُفَيْهِ
ثُمَّ أَقْبَلَ قَالَ الْمُغِيرَةُ فَأَقْبَلْتُ مَعَهُ حَتَّى
رَجَعَ النَّاسُ قَدْ قَدَّمُوا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ
فَصَلَّى لَهُمْ فَأَذْرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَلَمًا لِحَدَى الزَّكَاةَيْنِ فَصَلَّى مَعَ النَّاسِ الزَّكَاةَ الْاِثْنَيْنِ
فَلَمَّا سَلَّمَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمِمْ صَلَاتَهُ فَأَذْرَعَ ذَلِكَ الْمُسْلِمِينَ
فَأَكْبَرُوا النَّسِيخَ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ أَقْبَلَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ قَالَ أَحْسَنْتُمْ أَوْ قَالَ قَدْ
أَصَبْتُمْ يَغِطُّهُمْ أَنْ صَلُّوا الصَّلَاةَ لَوْ قَاتِلُوا -

۸۵۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَالحُلَوَانِيُّ

ہو گئے اور حضرت ابوبکر اسے پاؤں پیچھے لٹ
گئے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
غزوہ تبوک کے جہاد میں تھے، رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قضاہ حاجت کے لیے باہر نکلے، میں پانی
کا ایک کوڑل لے کر آپ کے ساتھ صبح کی نماز
سے پہلے چلا، جب آپ کوڑے تو میں کوڑل سے
آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالنے لگا، آپ نے میں
بارہ دنوں ہاتھوں کو دھویا پھر منہ دھویا، اس کے
بعد آپ جب اپنے بازوؤں پر چڑھانے لگے تو آستینیں
سنگ تھیں، اس لیے آپ نے اپنے دونوں
ہاتھ جب کے اندر کیے اور اندر کی جانب باہر
نکال لیے اور پھر ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھویا
اور بازوؤں پر مسح کیا اور پھر چل پڑے، میں بھی
آپ کے ساتھ چلا جب پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں نے
حضرت عبد الرحمن بن عوف کو امام بنالیا ہے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رکعت ملی، آپ نے
دوسری رکعت لوگوں کے ساتھ پڑھی جب حضرت
عبد الرحمن بن عوف نے سلام پھیرا اور نبی صلی
اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت پڑھنے کے لیے کھڑے
ہوئے تو لوگ پریشان ہو گئے اور انھوں نے
کثرت سے سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کر لی
تو ان کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا تم نے اچھا
کیا یا فرمایا تم نے ٹھیک کیا اور بروقت نماز
پڑھنے پر ان کی تکریم فرمائی۔

نوٹ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام مقرر ہو اور وقت پڑے آئے تو کوئی شخص جماعت کرا دے۔
امام سلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے

قَالَ نَاعِبُهُ الرَّمَّةُ اَيُّ عَيْنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي
ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اِسْمَاعِيلَ بْنِ مُعْتَمِدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ
حَمْرَةَ عَنْ بَنِي الْمُعَيَّيْدَةِ فَخَوَّ حَيْثُ يَتَّبِعَانِ قَالَ الْغُبَيْرَةُ
فَاَمَّا ذُو تَابِخِيْبَرٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَمَ .

بھی یہ روایت منقول ہے اس میں یہ ہے کہ مغیرہ
کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمن بن عوف کو پیچھے کرنا
پایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
وہ۔

باب مذکور کی احادیث کے مسائل | اس باب کی احادیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:
(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کا مقرر شدہ امام اگر ناز کے
وقت پر نہ آ سکے تو کوئی اور شخص اس کی جگہ جماعت کرا سکتا ہے۔

۲۔ مؤذن رسول نے تمام صحابہ کے ہوتے ہوئے حضرت ابوبکر سے جماعت کرانے کے لیے عرض کیا۔
اس سے معلوم ہوا کہ مؤذن رسول اور تمام صحابہ کرام کے ذہنوں میں یہ بات موجود تھی کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر سب سے افضل ہیں اور وہی جماعت کرانے کے اہل ہیں۔
۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناز کی کچھ مقدار حضرت ابوبکر کی اقتداء میں پڑھی اور یہ حضرت ابوبکر
کی اہم فضیلت ہے۔

۴۔ تمام صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر بہ کثرت ہاتھ پر ہاتھ مار کر آواز پیدا کی اور اس کا
سبب صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقتدی دریں
بلکہ امام بنیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم صحابہ کرام نے عین حالت ناز میں کی اس سے
معلوم ہوا کہ ناز میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر یا آپ کا نام آئے تو آپ کا تصور تعظیم سے
کرنا لازم ہے۔

۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو جماعت کرانے رہنے کا اشارہ کیا اس کے باوجود
حضرت ابوبکر پیچھے ہٹ کر صف میں مل گئے، اس سے معلوم ہوا کہ ادب کا مقام حکم پر مقدم ہے۔
۶۔ نماز میں حضرت ابوبکر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر پیچھے ہٹنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی تعظیم کے سبب تھا اس سے معلوم ہوا کہ عین حالت ناز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم
جائز ہے۔

۷۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کو متنبہ کرنے کے لیے مردوں کو حکم دیا کہ وہ سبحان اللہ کہیں اور عورتوں
کو حکم دیا کہ وہ ایک ایک کی تسبیح دروسے ہاتھ کی پشت پر ماریں اور یہ اس لیے تھا کہ عورت کی
آواز بھی عورت سے، اور بلا ضرورت شرعیہ عورت کو اجنبی مردوں کے سامنے بولنا جائز نہیں ہے۔
۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کی اقتداء میں بھی ناز پڑھی ہے
(اس موقع پر حضرت ابوبکر موجود نہ تھے)۔

۹۔ لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی فضیلت، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو عمرو بن عوف کے

اس صلح کرانے گئے

- ۱۰۔ امام کی غیر موجودگی میں اس شخص کو امام بنایا جائے جو باقی لوگوں میں سب سے افضل ہو۔
- ۱۱۔ مؤذن کو چاہیے کہ وہ اس موقع پر کسی افضل شخص سے نماز پڑھانے کے لیے کہے اور وہ اس کی موافقت کرے۔
- ۱۲۔ ضرورت کی بناء پر نماز میں مڑ کر دیکھنا، کیونکہ حضرت ابو بکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مڑ کر دیکھا۔
- ۱۳۔ جب کوئی نیت ملے تو اللہ تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کا استحباب، کیونکہ حضرت ابو بکر نے اس پر اللہ کی حمد کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی امامت کو بقرار رکھا۔
- ۱۴۔ نیت کے حصول پر نماز ہی میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے اور دعا کے لیے دعا پڑھانے کا جواز۔
- ۱۵۔ نماز میں ایک دو قدم چلنے کا جواز، کیونکہ حضرت ابو بکر نماز میں پیچھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے۔

- ۱۶۔ درمیان نماز میں کسی دوسرے شخص سے نماز پڑھوانے کا جواز۔
- ۱۷۔ جب مقبوع اور مطاع اپنے تابع اور مطیع کو اس کے اعزاز و اکرام کے لیے کسی کام کا حکم دے تو اس کے لیے اس کا کہنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کو ذکر نا جائز ہے، اور یہ اس کے حکم کی مخالفت نہیں ہے بلکہ اس کا ادب اور تواضع ہے۔
- ۱۸۔ حضرت ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے باوجود مصیبت سے پیچھے ہو گئے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف آپ کے حکم پر عمل کر کے نماز پڑھاتے رہے۔ حضرت ابو بکر نے الادب فوق الامر پر عمل کیا اور حضرت عبدالرحمن بن عوف نے الامر فوق الادب پر عمل کیا۔
- ۱۹۔ اکابر کے سامنے ادب کرنا لازم ہے۔
- ۲۰۔ نماز کو وقت مقررہ پر ادا کرنے کی مفیلت۔
- ۲۱۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اگر عورتوں نے امام کو متنبہ کرنے کے لیے تالی بجاوائی تو نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ تالی بجانا لہو و لعب ہے۔

امام کو متنبہ کرنے کے لیے مرد سبحان اللہ

کہیں اور عورتیں ہاتھ پر ہاتھ باریں

حضرت ابومریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں ہاتھ پر ہاتھ باریں۔

يَا دُلَّ تَسْبِيحِ الرَّجُلِ وَتَصْفِيْقِ الْمَرْأَةِ

اِذَا نَابَهُمَا شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ

۸۵۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَحَمَّادُ التَّائِيْدِيُّ وَهَارِثُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سَيِّدَانُ بْنُ عَمِيْنَةَ عَنِ الزَّهْرِيِّ عَنْ رَجَا سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنَا هَارُودُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا نَابَهُمَا وَهَبُ

قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي
سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَاهُمَا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ
لِلنِّسَاءِ رَأَدُ حَرِّ مَكَّةَ فِي رَدَائِيهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَقَدْ
رَأَيْتُ رِجَالًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يُسَبِّحُونَ وَيُسَبِّحُونَ.

۸۵۹. وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا الْفَضْلُ
يَعْنِي ابْنَ عِيَّانٍ ۶ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو
مَعَاوِيَةَ ۴ وَحَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا
عَبْسَى بْنُ يُونُسَ كُلُّهُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي
صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمِثْلُهُ -

۸۶۰. وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ
قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمِثْلُهُ وَرَأَدُ فِي الصَّلَاةِ -

بَابُ الْأَمْرِ بِتَحْسِينِ الصَّلَاةِ وَإِتْمَامِهَا
وَالْخُشُوعِ فِيهَا

۸۶۱. حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ
الْهَمْدَانِيُّ قَالَ نَا أَبُو سَامَةَ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ
ابْنَ كَيْسِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَالَ
يَا خَلَدُ لَا تَحْسِنُ صَلَاتَكَ إِلَّا يَنْظُرَ الْمُصَلِّي
إِلَى صَلَاتِهِ كَيْفَ يُصَلِّي لِنَفْسِهِ إِيَّاهُ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي
مَنْ ذَرَأَتِي كَمَا أَبْصَرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ -

۸۶۲. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ
ابْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے
بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسی ہی روایت
کی ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے بھی حضرت
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت بیان
کی لیکن اس میں نماز کا بھی اضافہ ہے۔

نماز کو خضوع خشوع اور اچھی طرح سے پڑھنے
کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز جماعت
کرنے کے بعد ایک شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا
اے شخص! تم نے نماز اچھی طرح کی مگر میں ادا کی۔
کیا نماز کا غاڑ پڑھتے وقت یہ طور نہیں کرنا کہ وہ
کس طرح نماز پڑھ رہا ہے! وہ شخص اپنے لیے
نماز پڑھتا ہے! سنا! اس بات میں کوئی شک
نہیں کہ میں تم کو پس پشت بھی یقیناً ایسے ہی دیکھتا
ہوں جیسا کہ سامنے سے دیکھتا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے

قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قَبْلِي هَهُنَا خَوَالِدٌ لَا يَخْفَى عَلَيَّ رُكُوعُكُمْ وَلَا سُجُودُكُمْ وَرَأَيْتُ لَكَ أَكْثَرُ مِنْ دَرَاهِمٍ ظَهَرِي.

۸۶۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ يَسَارٍ قَالَا نَحْنُ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ تَالِ الشَّعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرَيْتُمُ الرَّكُوعَ وَالسُّجُودَ قَوْلَ اللَّهِ إِنْ لَرَأَوْكُمْ مِنْ بَعْدِي وَرَأَيْتُمْ قَوْلَ مَنْ بَعْدِي ظَهَرِي إِذَا رَكَعْتُمْ وَتَسَجَّدْتُمْ.

۸۶۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَيسَى التَّمِيمِيُّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ وَشَّامٍ قَالَ أَنَا ابْنُ حَرْثٍ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ كَلْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرَيْتُمُ الرَّكُوعَ وَالسُّجُودَ قَوْلَ اللَّهِ إِنْ لَرَأَوْكُمْ مِنْ بَعْدِي ظَهَرِي إِذَا مَا رَكَعْتُمْ وَرَأَيْتُمْ أَمَّا سَجَدْتُمْ.

تم تھارا رکوع غفی ہوتا ہے نہ سجود اور بے شک میں تم کو اپنی پس پشت سے بھی دیکھتا ہوں۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکوع اور سجود اچھی طرح ادا کیا کرو قسم اللہ کی بلا شک و شبہ میں تمہیں اپنی پس پشت سے بھی دیکھتا ہوں۔ بعض دفعہ فرمایا میں تم کو تھامے رکوع اور سجود کی حالت میں بھی دیکھتا رہتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکوع اور سجود پورا پورا کیا کرو پس بخدا میں اپنی پشت کے پیچھے سے تم کو تھامے رکوع اور سجود کی حالت میں بھی دیکھتا رہتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بصارت کے دائمی ہونے کا بیان | امام بخاری روایت کرتے ہیں :

عن أبي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال هل ترون قبلي ههنا وان الله ما يخفى علي ركو عكم ولا خشوعكم واني لاراكم من ومام ظهري.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں صرف سامنے دیکھتا ہوں تم بخدا نہ مجھ پر تھامے نماز کی ظاہری حالت پر شدید ہوتی ہے اور باطنی خضوع خشوع یہ شک میں نہیں اپنی پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

بخاری اور مسلم کا ان احادیث مذکورہ سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت سے سامنے اور پس پشت سب کچھ دیکھتے تھے اور نمازیوں کے احوال میں سے کوئی مال آپ کی نگاہ سے مخفی نہ تھا۔ ان کا رکوع اور سجود، ظاہر اور باطن شہادت اور عیب سب آپ کے سامنے عیاں اور بیاں تھا، یہ تو نماز کے دوران کی کیفیت تھی اور نماز کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی کیفیت اس حدیث سے ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما ایک طویل حدیث کے ضمن میں بیان فرماتے ہیں جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من شیء کما کن اریته الا ما یتہ فی
مقامی هذا حتی الجنة والنار۔ اےاس مقام پر مجھے ہر وہ چیز دکھادی گئی جو میری
نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی ایہاں تک کہ جنت
اور دوزخ بھی دکھادی گئی۔اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھنے کی یہ صفت دائمی تھی یا عامر
راقم الحروف کا ذوق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ صفت دائمی تھی کیونکہ نازک کے اندر ایسا ہر مقام کا
کو تمام جہات سے دیکھنا اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ نعمت دے کہ اس وقت
تک وہی نہیں لیتا جب تک بندہ ناشکری نہ کرے اور اگر شکر ادا کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس نعمت میں زیادتی
فرماتا ہے، ارشاد ہے:لئن شکرتہ لانیب منک۔
اگر تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارا

نعمتوں میں زیادتی کرے گا۔

(ابوہیم: ۷۰)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شخص شکر گزار نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی اس صفت میں ترقی تو متوقع ہے کسی ممکن نہیں، اس لیے یہ کہنا پڑے گا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ صفت دائمی علی وجہ الترقی ثابت ہے۔
نیز اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:وقل رب زدنی علماً۔
اے اللہ میرے علم میں

زیادتی عطا فرما۔

(حلقہ: ۲۰)

غور فرمائیے کہ جب اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں زیادتی ہو
اور کائنات کو ہمہ جہات سے دیکھنا علم کا سبب ہے اور دائماً دیکھنا علم میں زیادتی کا سبب ہے تو اللہ
تعالیٰ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں زیادتی کا خواہاں ہے وہ آپ کو حقائق اشیاء ایک بار دکھا کر
روک لے گا یا دائماً علی سبیل الترقی دکھاتا رہے گا!
نیز قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و یكون الرسول تم پر گواہ ہوں۔

(بقرة: ۱۲۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام امت کے گواہ ہیں اس لیے ضروری ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قیامت تک کے تمام امتیوں اور ان کے احوال و اعمال کو دیکھ کر گواہی دیں، گواہی اگرچہ سن کر بھی دی جاتی
ہے لیکن گواہی میں اصل یہ ہے کہ دیکھ کر گواہی دی جائے اور کامل گواہ وہی ہوتا ہے جو واقعہ کو دیکھ کر گواہی دے
اللہ! اللہ! وہ ایسے گواہ ہیں کہ روز محشر اپنی امت کی گواہی دیں گے آخرت میں انہی را سابقین کی گواہی دیں گے میلان

حشر میں جب کفار انبیاء علیہم السلام کی ہر حجت اور ہر دلیل کو رد کر دیں گے تو انبیاء کا امامد مبارک حضور کی شہادت ہوگی وہ کیسا عجیب وقت ہوگا کجب کفار نبیوں کو جھٹلا چکے ہوں گے اور نبیوں کی نگاہیں آپ کے چہرہ کی طرف لگی ہوئی ہوں گی، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہی دے کر ان کی صداقت پر جہر لگا دیں گے، انبیاء علیہم السلام سرخرو ہوں گے اور کفار جھوٹے ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ اس واقعہ کی منتظر کشتی کرتے ہوئے فرماتا ہے!

فکیف اذا جئنا من كل امة بشہید وجئنا
بک علی ہولاء شہیدا۔
وہ کیسا سماں ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک
گواہ لائیں گے اور ان تمام گواہوں پر آپ کی شہادت
پیش کریں گے۔ (نساء: ۴۱)

اللہ! وہ کس کس کے گواہ ہیں دنیا میں لوگوں نے خدا کو جھٹلایا تو خدا کی ذات پر گواہی دی آخرت میں کفار نے اعیاد کو جھٹلایا تو انبیاء کی رسالت پر گواہی دی اور جب آخرت میں امت کو گواہی کی ضرورت پڑی تو ان کی صداقت پر گواہی دی۔

کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ شہادت سن کر بھی ہوتی ہے اس لیے ہو سکتا ہے آپ نے امت کے حق میں سن کر گواہی دی ہوگی، امت کی ذات و صفات اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے بڑھ کر تو نہیں ہیں جب انھوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی گواہی سن کر نہیں دیکھ کر وہی ہے تو امت کے اعمال و احوال کس شمار قطار میں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ نہ سکتے!

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی دیکھو! یہ شہید کی تفسیر میں فرماتے ہیں:
یعنی ہاں رسول شاہرہ شہادہ زبیر کہ او مطلع
است نبور نبوت بر مرتبہ ہر مرتبہ بدین خود کہ در
کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او
پیمیت و حجابے کہ بر آن از ترقی مجرب ماند است
کدام است پس او سے شناسد گنہاں شمار او
درجات شمار او اعمال نیک و بد شمار او اخلاص
و نفاق شمار۔ لے
یعنی تمہارے رسول ہمارے سے اور گواہ ہیں،
کیونکہ وہ نور نبوت سے ہر دیندار کے دین پر
مطلع ہیں کہ وہ میرے دین کے کس درجہ پر پہنچا ہوا
ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور جس
حجاب کی وجہ سے وہ دین میں ترقی نہ کر سکا وہ کون
سا ہے، پس وہ تمہارے گناہوں اور ایمان کے درجات
اور تمہارے اچھے برے اعمال اور اخلاص و نفاق
کو پہنچاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گواہ ہونے کی بحث میں یہ بات بالکل بے غبار ہو کر سامنے آگئی،
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر چیز کو ہمہ جہت سے دیکھنے کی صفت دائمی تھی، وہ جب حیات
نظاہری سے اس کائنات میں جلوہ افروز تھے اس وقت بھی سب کو دیکھ رہے تھے اور جب کہ قبر اللہ

میں ہیں اب بھی سب کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

ایک اور وجہ سے غور فرمائیں کہ کسی شخص کو کوئی نعمت دانا دینے کی چار وجہیں ہوتی ہیں اول یہ کہ دینے والے میں نعمت دینے سے کوئی کمی آجاتی ہو، اس لیے وہ نعمت واپس لے لیتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ دینے والے میں تو کمی نہیں آتی لیکن لینے والا اس نعمت کا اہل نہیں ہوتا نعمت کو ضائع کر دیتا ہے اس لیے نعمت واپس لے لی جاتی ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ لینے والا نعمت دینے والے کی مرضی کے خلاف کام کر کے اس کو ناراض کر دیتا ہے اس لیے وہ نعمت واپس لے لیتا ہے، چوتھی وجہ یہ ہے کہ نعمت لینے والے سے زیادہ کوئی اور محبوب ہوتا ہے اس لیے وہ اس سے نعمت لے کر اپنے محبوب کو دے دیتا ہے۔

اب سوچیں اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی عظیم نعمت دینے سے اس کے ہاں کوئی کمی نہیں کمی ہوتی تو ابتداً غور کیا ہی نہیں اس لیے پہلا سبب نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی اور اہل اور نعمت رکھنے کا محتاجیت والا بھی نہیں اس وجہ سے دوسرا سبب بھی نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی مرضی کے خلاف کام کر کے اس کو ناراض کرنے والے ہیں بلکہ ان کا تو یہ مقام ہے کہ خود اللہ تعالیٰ ان کی شتا کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

قل ان اتبع الا ما یوحی الی -
آپ فرما دیجیے کہ میں اللہ تعالیٰ کی وحی کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔

(احقاف: ۹)
پھر اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراض ہونا کیونکر ممکن ہے جبکہ اس نے دنیا اور آخرت میں خود آپ کو راضی کرنے کے اعلان فرمائے ہیں:

فسبح و اطراف النهار لعلک ترضی -
آپ صبح شام تسبیح کریں تاکہ آپ اللہ سے راضی ہو جائیں۔

(طہ: ۱۳۰)
ولسوف یعطیک ربک فترضی -
(عنحی: ۵)
(روزِ محشر کو) عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا۔

اس لیے نعمت دے کر واپس لینے کا تیسرا سبب بھی نہیں ہو سکتا رہ گیا نعمت واپس لینے کا چوتھا سبب تو وہ یہ ہے کہ نعمت لینے والا اللہ کا محبوب نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اللہ کا کوئی محبوب نہیں ہے تو یہ کیسے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو کوئی نعمت اور کمال عطا کرے اور پھر واپس لے لے۔

عجائزی محبت میں بھی کوئی شخص اپنے محبوب کو کوئی چیز دے کر واپس نہیں لیتا، محبت ٹوٹ جائے تب بھی وسیع النظرات محب، محبوب سے چیز واپس نہیں لیتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے حقیقی محبوب ہیں جہاں محبت میں ٹوٹنے کا تصور بھی نہیں، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو کوئی نعمت دے اور پھر واپس لے لے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے اندر اور نماز کے باہر ہر جہات دیکھنے کی طاقت عطا فرمائی اور یہ نعمت دے کر واپس نہیں لی بلکہ دائماً عطا فرمائی ہے، کیوں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ شکر گزار بندے ہیں اور شکر کرنے پر اللہ تعالیٰ نعمت میں زیادتی کرتا ہے، دوسرے اس لیے کہ اللہ کا مطلوب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں زیادتی ہو اور زیادتی اس نعمت کے دوام سے حاصل ہوگی میرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے احوال و اعمال پر گواہ بنایا اور جنہوں نے خدا کی ذات و صفات کی گواہی بھی دیکھ کر دی ہے، وہ امت کے احوال و اعمال کی گواہی بغیر دیکھنے کے کیسے دیں گے اور یہ جب ہی ہوگا جب یہ نعمت دائمی ہو چلتی رہے کہ قافرن محبت میں یہ ہے کہ محبوب کو کوئی نعمت دے کہ اس سے واپس نہیں لیتے اس لیے یہ کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی یہ نعمت دینا ہی ہے اور علی الترتیب دی ہے۔

ہذا تم کدائی سخن گویمت

کہ والا تری زانچہ من گویمت

ابی علم کی ضیافت طبع کے لیے مروض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واللہ افلا یراکم من دینا علیہ (بخاری) یہ جملہ اسمیہ ہے جس میں خبر فعل مضارع ہے جو کہ دوام تجدیدی پر دلالت کرتا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوام کو قسم ات اور لام خبر میں تاکید دینے سے مزید فرمایا آخر کوئی وجہ تو ملتی جو اس دوام کو سرکار نے اس قدر رشک فرمایا، نیز دوام تجدیدی انقطاع آنی کے منافی نہیں ہوتا، اس لیے جن احوال میں یہ آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں چیز کو نہیں دیکھا وہ اس دوام کے منافی نہیں، دوسرا جواب یہ ہے کہ بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجلیات الہیہ کے مشاہدہ میں مستغرق اور مشغول ہوتے اور جب وہ اس کے جلوؤں میں کھوئے ہوتے ہیں تو مخلوق کو بظاہر دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھتے اور ایسے ہی عالم میں بعض چیزوں کی طرف آپ کی توجہ نہیں ہوتی، اس لیے آپ کے دائمی علم اور دائمی رویت پر کوئی اشکال نہیں ہوتا، واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت دوام سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو جب سے علم اور رویت دی جب سے دوام ہے اور یہ دوام بھی تجدیدی ہے جس میں مختلف حکمتوں کی وجہ سے انقطاع آتا رہتا ہے اس لیے اس دوام کو اللہ تعالیٰ کے دوام ثبات سے کوئی نسبت نہیں جہاں ایک لمحہ کے لیے بھی انقطاع تصور نہیں ہے۔

میرے شیخ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں! جبرائیل علیہ السلام نے شوق صدر مبارک کے بد قلب اظہر کو جب زمزم کے پانی سے دھویا تو فرما لے گئے: قلب سعید فیہ عینان تبصوان واذنات تسمعون۔ ترجمہ: قلب مبارک ہر قسم کی گوی سے پاک ہے اور بے عیب ہے۔ اس میں دوائی گھیس ہیں جو دیکھتی ہیں، اور دوکان ہیں جو سنتے ہیں۔ (فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۴۱)

قلب مبارک کے یہ کان اور آنکھیں عالم محسوسات سے ورا ورا حقائق کو دیکھنے اور سننے کے لیے ہیں جیسا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

افادی ما لا ترون واسمع ما لا تسمعون۔ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔

جب اللہ تعالیٰ قبل شانہ نے بطور خرقی عادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں آنکھیں اور کان پیدا فرما دیے ہیں تو اب یہ کہنا کہ ماوراء عالم محسوسات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا اور سنانا احیاناً ہے، دائمی نہیں قطعاً باطل ہو گیا، جب ظاہری آنکھوں اور کانوں کا ادراک دائمی ہے تو قلب مبارک کے کانوں اور آنکھوں کا ادراک کیونکر عارضی اور احیاناً ہو سکتا ہے؟ البتہ حکمت الہیہ کی بناء پر کسی امر خاص کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وحیاً نہ رہنا اور عدم توجہ اور عدم التفات کا حال ظاہری ہو جانا اور آخر سے جس کا کوئی منکر نہیں ہے اور وہ علم کے منافی نہیں ہے، لہذا اس حدیث کی روشنی میں حقیقت بالکل واضح ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باطنی سماع اور بصر عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے۔ لہذا شیخ خلیل احمد انیسٹو می لکھتے ہیں:

خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں: لا ادری ما یفعل فی ولا یکنہ (الحدیث) اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں ملے۔ اس حدیث میں روایت کی نفی ہے، علم اور بصر کی نفی نہیں ہے، اور روایت کا معنی ہے اپنی عقل سے از خود جانتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امور غیبیہ کو اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے جانتے ہیں از خود نہیں جانتے، اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس روایت کو بے اصل قرار دے کر مسترد کر دیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

صواب آنست کہ چنانکہ قلب شریف آن حضرت را صلے اللہ علیہ وسلم احاطہ و وسعتی در درک و علم معقولات و ادرہ و اس لطیف الوراثر احاطہ و درک محسوسات بنحشیدہ و جہات متہ را در حکم یک جہت گردانیدہ و اللہ اعلم و این جا اشکال می آید کہ در بعضی روایات آمدہ است کہ گفت آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ من بندہ ام غیہ ائمہ انچہ در پس این دیوار است، جوابش آنست کہ این سخن اصلی ندارد و روایت باین صحیح نشدہ است و اگر باشد گفتیم کہ آن انکشاف مخصوص بجال نمازا است و اگر عام است موقوف باعلام الہی و خلق اوست علم را چنانچہ در سائر معنیات

صحیح یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کے ادراک میں وسعت ہے اور وہ تمام معقولات کو محیط ہے اسی طرح آپ کے جو اس لطیفہ بھی تمام محسوسات کو محیط ہیں، اور شش جہات آپ کے سامنے ایک جہت کے حکم میں ہیں، واللہ اعلم، اس جگہ یہ اشکال ہے کہ بعض روایات میں ہے: میں بندہ ہوں اور یہ نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے اور اس کو روایت کرنا صحیح نہیں ہے، اور اگر بالقرض یہ روایت صحیح ہو تو جواب یہ ہے کہ آپ کا پریشانی

۱۔ علامہ سید احمد کاظمی حنفی ۱۴۰۶ھ، مقالات کاظمی ج ۱ ص ۱۴۲، مطبوعہ مکتبہ فریدیہ جامعہ اسلامیہ

۲۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری ۱۴۲۶ھ، براہین قاطعہ ص ۵۱، مطبوعہ مطبعہ ابوالخیر

است و ولایت می کند بران حدیثی که واقع شده است کہ
 یک باری ناقه آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گم شد بعضی منافقان
 گفتند کہ غمہ خبر از آسمان می رسد و در نمی یابد کہ ناقه او کجاست
 چون این سخن منافقان بان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسید گفت
 من نمیدانم و در نمی یابم مگر آنچه بدانند و در یابند مرا بر و در
 من متصل همین گفت کہ تحقیق راہ نمود مرا پروردگار تعالی بران
 ناقه کہ وی در موضع است چنین و چنین بند شده است ہماروی
 در درختی پس رفتند آنجا دیا گفتند چنانکہ شہ دارہ بود پس آن حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نمی یابد مگر آنچه دیا ہند و در پروردگار تبارک
 تعالی خواہ در نماز باشد یا در غیر آن فلا اشکال فیہ

در کھننا نماز کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر آپ
 کا دیکھنا ہر حال میں سامنے اور پس پشت یکساں ہے
 تو یہ اللہ تعالیٰ کے علم دینے پر موقوف ہے اور تمام امور
 غیبیہ کا علم آپ کو اسی طرح ہے، بعض منافقین نے
 اعتراض کیا کہ آپ آسمان کی خبریں دیتے ہیں اور آپ
 یہ خبر نہیں کہ آپ کی اور نشانی کہاں ہے، جب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا میں
 بندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کے بتلانے بغیر کسی چیز کو
 نہیں جانتا، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا کہ اور نشانی
 فلاں جگہ ہے اور اس کی ہمارے فلاں درخت سے
 اٹکی ہے، پھر لوگ گئے اور آپ کی خبر کے مطابق
 وہاں اور نشانی مل گئی، پس حالت نماز ہو یا غیر نماز اللہ
 تعالیٰ کے بتلانے سے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کو کسی چیز کا علم نہیں ہوتا اس لیے کوئی اشکال نہیں ہے۔

امام سے پہلے رکوع و سجود وغیرہ کرنے کی

ممانعت

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک
 دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خانہ پر کھانا
 نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہمارے طرف
 متوجہ ہوئے اور فرمایا اسے لوگو! میں تمہارا امام
 ہوں، تم رکوع و سجود، قیام اور نماز کے اقامت میں
 مجھ پر سبقت نہ کیا کرو، بلا ریب و شک میں تمہیں
 سامنے اور پس پشت سے دیکھنا (دیکھنا ہوں)۔
 پھر فرمایا تم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے
 اگر تم ان حقائق کو دیکھ لو جن کو میں دیکھتا ہوں تو
 تم منسوب اور روؤ زیادہ صحابہ کرام نے عرض کیا

بَابُ تَحْرِيمِ سَبْقِ الْاِمَامِ بِرُكُوعٍ وَ
 سَجْدَةٍ وَنَحْوِهِمَا

۸۶۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ
 بَنُو مُجَرَّدٍ وَالثَّقَفِيُّ بِكُنَى قَالَ ابْنُ مُجَرَّدٍ قَالَ قَالَ أَبُو
 بَكْرٍ قَالَتْ بَنُو مُجَرَّدٍ عَنْ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلَيْقٍ عَنْ أَبِي
 قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ
 يَوْمٍ فَتَنَّا فَقَالِي الصَّلَاةُ أَقْبَلَ عَلَيْكَ يَوْجُوعٌ قَالَ
 يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي أَمَّاكُمْ فَلَا تَسْبِقُونِي بِالرُّكُوعِ
 وَالسَّجْدَةِ وَلَا بِالْقِيَامِ وَلَا بِالْأُصْحَابِ فَكَانَ
 أَدَاكُمُ مِنْ أَمَامِي وَمِنْ خَلْفِي ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي
 نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ رَأَيْتُكُمْ مَاءَ آيَاتٍ لَضَحِكْتُمْ
 قَلِيلًا وَلَكَيْتُمْ كُنْتُمْ قَالُوا مَا ذَا آيَاتٍ يَا رَسُولَ

اللّٰهُ قَالَ رَأَيْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ .

یا رسول اللہ! آپ نے کیا دیکھا؛ فرمایا میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ حضرت انس سے ایک اور سند سے ابھی یہ روایت مروی ہے۔

۸۶۵- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ
ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُسَيْرٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ ابْنِ
قُضَيْلٍ جَمِيعًا عَنْ الْمُخْتَارِ بْنِ قُلْقُلٍ عَنْ أَنَسٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
هَذَا الْحَدِيثَ وَكَفَيْتُ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ وَكَرَاهِي الْأُضْوْفِ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص امام سے پہلے پرائیٹا تا ہے کیا وہ یہ خوف نہیں کرتا کہ اللہ اس کا سر گدھے کے سر (کی طرح) بنا دے۔

۸۶۶- حَدَّثَنَا خَلْفٌ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ
الرُّهْمِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كُلُّهُمُ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ
خَلْفٌ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ زَيْدٍ قَالَ
نَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَا يَخْشَى الَّذِي يُرَفَعُ رَأْسُهُ قَبْلَ الْإِمَامِ
أَنْ يُجْعَلَ اللَّهُ رَأْسَهُ رَأْسَ الْحِمَارِ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی ناز میں امام سے پہلے اپنا سر اٹھاتا ہے کیا اس کو یہ خوف نہیں ہے کہ اللہ اس کی صورت گدھے کی صورت (کی طرح) بنا دے۔

۸۶۷- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْقَافِ وَزُهَيْرُ بْنُ
حَرْبٍ قَالَا نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ يُونُسَ
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَأْمَنُ الَّذِي
يُرَفَعُ رَأْسُهُ فِي صَلَاتِهِ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يُجْعَلَ
اللَّهُ صُورَةً تَمُوتُ فِي صُورَةِ حِمَارٍ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس شخص کو یہ خوف نہیں ہے کہ اللہ اس کے منہ کو گدھے کے منہ (کی طرح) بنا دے۔

۸۶۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَكْلَمٍ الْجُعْفِيُّ
وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ
الرَّبِيعِ ابْنُ مُسْلِمٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ
قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي
قُتَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ كُلُّهُمْ عَنْ
مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَأْمَنُ الَّذِي يَهْذَأُ غِيْدًا فِي
حَدِيثِ رَبِيعِ بْنِ مُسْلِمٍ أَنْ يُجْعَلَ اللَّهُ وَجْهَهُ وَجْهَ حِمَارٍ .

علامہ ابن حجر مکتبے ہیں کہ احادیث سے ثابت ہے کہ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے مسخ کے

گدھے کی صورت میں مسخ کرنے کی ترجیح

غلاب سے محفوظ رکھا ہے، اس وجہ سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام پر سبقت کرنے کی وجہ سے مقتدی کا چہرہ کیونکر مسخ ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسخ صورتِ آفت میں ہوگا یا صورت سے مراد صفت ہے یعنی اس میں گدھے کی صفت پیدا ہو جائے گی یا مطلب یہ ہے کہ بالعموم مسخ نہیں ہوگا اگر کسی ایک آدمی شخص کی صورت مسخ ہوگئی تو وہ علوم کے منافی نہیں ہے۔

بَابُ الذَّهْيِ عَنْ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلَاةِ نماز میں آسمان کی طرف دیکھنے کی نیت

۸۶۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ مَرْثُومٍ قَالَا نَا أَيُّومُ عَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمُسْتَبِيِّ عَنْ تَيْمِ بْنِ طَرْقَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَتْ مِنْ أَعْوَامٍ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلَاةِ أَوْ لَا تَرْجِعُ إِلَيْهِمْ۔ حضرت جابر بن سمروہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں وہ باز آجائیں ورنہ ان کی بیٹائی جاتی رہے گی۔

۸۷۰۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ مَرْثُومٍ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ سَعْدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَتْ مِنْ أَعْوَامٍ رَفَعُوا أَبْصَارَهُمْ عَنِ الدُّعَاءِ فِي الصَّلَاةِ إِلَى السَّمَاءِ أَوْ لَمْ تُخَصِّفْ أَبْصَارُهُمْ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں وہ باز آجائیں ورنہ ان کی بیٹائی جاتی رہے گی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نماز کے دوران آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے پر شدید وعید ہے، اور اس ممانعت پر اجماع ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نماز کے علاوہ دعا کے دوران آسمان کی طرف دیکھنے کی کثرت میں اختلاف ہے۔ شرح نے اس کو بھی مکرر کہا ہے اور اکثر علماء نے جائز کہا ہے، انھوں نے کہا آسمان دعا کا قبلہ ہے جیسا کہ نماز کا قبلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ۔ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

(خاوریات ۲۲)

بَابُ الْأَمْرِ بِالسُّكُونِ فِي الصَّلَاةِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْإِشَارَةِ بِالْيَدِ وَرَفْعِهَا عِنْدَ السَّلَامِ وَاتِّمَامِ الصُّفُوفِ الْأَوَّلِ وَالْتِرَاقِ فِيهَا وَالْأَمْرِ بِالْاجْتِمَاعِ سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم، سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے اور ہاتھوں سے اشارہ کرنے کی ممانعت اور پہلی صف کو مکمل کرنے اور مل کر کھڑے ہونے کا حکم

۸۴۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَآبُو
كَرَيْبٍ قَالَا أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ
الْمُسَيَّبِ بْنِ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ أَبِي حَتْمٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ
جَابِرٍ عَنْ سَمُرَةَ قَالَتْ حَدَّثَنَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بِي إِذَا كُنْتُ دَافِعِي
أَيُّ يَكْفُكَ كَأَنَّمَا أَذُنُ بَحِيلٍ تُسْمِنُ أُسْكِنُوا
فِي الصَّلَاةِ قَالَتْ ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنْ أَنَا حَقًّا
فَقَالَ مَا بِي إِذَا كُنْتُ دَافِعِي قَالَتْ ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنْ
فَقَالَ لَا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ
رَبِّهَا خَالٍ يَتِمُّونَ الصَّفَّ الْأَوَّلَ وَيَكُونُ آخِرُونَ
فِي الصَّفِّ -

۸۴۲- حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجَرِيُّ قَالَنَا
وَكَيْفَ ۚ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَرَبٍ قَالَنَا
عَلَيْهِ سُبْحَانَكَ يَا مَنْ يُؤْتِي مَا يَشَاءُ مِنْ غَيْرِ حِسَابٍ

۸۴۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَنَا
وَكَيْفَ عَنْ مُسْعِرٍ ۚ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ
لَنَا قَالَنَا ابْنُ أَبِي مَرْثَدَةَ عَنْ مُسْعِرٍ قَالَنَا
حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ الْقَبْطِيَّةِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ
قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَالسَّلَامُ
عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَاسْتَأْذَنَّا بِكُلِّ إِلَهٍ إِلَى الْجَنَّةِ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَا
تُؤْمِنُونَ يَا بَنِي كَعْبٍ كَأَنَّمَا أَذُنُ بَحِيلٍ تُسْمِنُ إِذَا
يَكْفَى أَحَدًا كَمَا أَنَّ يَضَعُ يَدَهُ عَلَى نَحْيِهِ ثُمَّ لَيْسَ لَهُ
عَلَى آخِرِهِ مَنْ عَلَى يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ -

۸۴۴- وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ زَكْرِيَّا قَالَ سَأَلْنَا
عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ مَوْسَى عَنْ ابْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنْ خُرَابٍ يَعْنِي
الْقُرَّةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَنَا
صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے
پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں
تم کو سرکش گھوڑوں کی دھڑوں کی طرح ناز میں نہ بیٹھ
کرتے ہوئے دیکھتا ہوں! ناز سکون کے ساتھ
پڑھا کرو۔ پھر دوبارہ تشریف لائے تو ہم کو متفرق
حلقوں میں بیٹھے ہوئے دیکھا، پھر آپ نے فرمایا
کہ تم متفرق طور پر کیوں بیٹھتے ہو! تم اس طرح صف
کیوں نہیں بناتے جس طرح ملائکہ اپنے رب سے ملنے صف
بناتے ہیں، آپ نے فرمایا وہ پہلے پہل صف پوری کرتے ہیں
اور صف میں ایک طرف کے ساتھ مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔
امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے
بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

الْإِسْنَادُ يَتَوَخَّاهُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
ناز پڑھتے (تو سلام پھیرنے کے وقت السلام
علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے اور
دونوں جانب ہاتھ سے اشارہ کرتے تو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے منع فرمایا
اور فرمایا کہ تم سرکش گھوڑوں کی دھڑوں کی طرح اشارہ
کیوں کرتے ہو؟ نہ اس لیے یہ کافی ہے کہ
تمہارے ہاتھ زانوں پر ہوں اور تم اپنے بھائی
کی طرف دائیں بائیں سلام پھیرو۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ ناز پڑھی جب ہم سلام پھیرتے تو ہاتھوں
کے اشارہ سے "السلام علیکم" "السلام علیکم"

کہتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف
دیکھ کر فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم سرکش گھوڑوں کی دُموں
کی طرح ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہو! جب تم میں سے
کسی شخص نے سلام کرنا ہو تو اپنے سامنے کی طرف
موجہ ہو اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔

إِذَا سَلَّمْتُمْ قُلْتُمْ بِأَيْدِيْنَا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ السَّلَامُ
عَلَيْكُمْ فَتَنْظُرُوا إِلَيْهَا تَسْتَوْنُ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكُمْ
وَسَلَّمَ قَالَ مَا شَأْنُكُمْ قُلْتُمْ يُؤْذَنُ بِأَيْدِيكُمْ كَمَا كُنَّا
أَوْ نَابُ خَيْلٍ شُئِبٍ إِذَا سَلَّمَ أَحَدُكُمْ فَلْيَلْتَفِتْ
إِلَى صَاحِبِهِ وَلَا يُؤْذِنْ بِيَدِهِ

رفع یدین کا منسوخ ہونا

اس حدیث میں احزان کے مسلک پر واضح دلیل ہے کہ نماز میں رکوع سے
پہلے اور اس کے بعد رفع یدین کا حکم ابتدائی امر تھا بعد میں اس کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے منسوخ کر دیا۔ جیسا کہ اس حدیث میں صراحت ہے۔ امام مسلم اور بعض دوسرے حضرات
اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ صحابہ سلام پھیرنے کے بعد ایک دوسرے کو ہاتھ کے اشارہ
سے سلام کیا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اس سے منع کیا ہے لیکن
یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ وہ الگ واقعہ ہے جو نماز سے خارج کا ہے اور یہ الگ واقعہ ہے
جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ نماز میں رفع یدین سے منع فرمایا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا
ہے اسکنوا فی الصلوٰۃ۔ نماز سکون سے پڑھو اور ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنے کا واقعہ دوسرا
نہیں ہے۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق (باب: ۱۲۸) ”رفع یدین“ میں گذر چکی ہے۔

بِالْبِأْسِ سَوِيَّةِ الصُّفُوفِ وَأَقَامَتِهَا وَ
فَضِلِّ الصَّفِّ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ مِنْهَا وَ
الْإِزْدِحَامِ عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ وَالْمَسَابَقَةِ

عَلَيْهَا وَتَقْدِيمِ أُولَى الْفَضْلِ وَتَقْرِئِهِمْ مِنَ الْإِمَامِ

حضرت ابو مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے وقت ہمارے کنہوں
پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے بلا برکھڑے ہو آگے
ہیچے کھڑے مت ہو، ورنہ تمہارے دل مختلف ہو
جائیں گے، میرے قریب بالغ اور قلمند لوگ
کھڑے ہوں، پھر جو ان کے قریب ہوں اور پھر جو
ان کے قریب، حضرت ابو مسعود کہتے تھے کہ آج تو
تم لوگوں میں بہت اختلاف ہو گیا ہے۔

۸۷۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ اللَّهَ
بْنَ إِدْرِيسَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَكَثِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ
عُمَارَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي مَعْبُودٍ عَنْ أَبِي مُسْعُودٍ
قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسُجُ
مَنْ كَبِنَا فِي الصَّلَاةِ وَيَقُولُ اسْتَوْذُوا وَلَا تَخْتَلِفُوا
فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ لِيَلْبِغِي مِنْكُمْ أَوْ كَوَالِ الْأَحْلَامِ
وَلَتُلْهِى ثُمَّ الَّذِينَ يَكُونُ هَهُنَا الَّذِينَ يَكُونُ هَهُنَا قَالَ
أَبُو مُسْعُودٍ فَإِنَّكُمْ الْيَوْمَ مَرَّضًا خَبِلًا قَلًا

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت منقول ہے۔

۸۷۶۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَمَّا جَدُّي ۖ
حَدَّثَنَا ابْنُ عُثْمَرَ قَالَ أَمَّا يَعْنِي ابْنُ يُؤُسَ ۖ ۛ
حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ يَهْدِي إِلَى سَنَدٍ مَعْنُوۃً۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بالغ اور عقلمند لوگ میرے قریب کھڑے ہوں پھر جوان کے قریب ہوں اس طرح تین بار فرمایا نیز آپ نے فرمایا بازار کی لغویاتوں سے بچو۔

۸۷۷۔ وَحَدَّثَنَا يَعْنِي بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ وَ
صَالِحُ بْنُ حَاتِمٍ رَيْنٌ وَدَدَانٌ قَالَا نَا يَزِيدُ بْنُ زُرْعٍ
قَالَ حَدَّثَنِي خَالِدُ الْحَدَّادُ عَنْ أَبِيهِ مَعْمَرٍ عَنْ
إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَلِكُنِي مِنْكُمْ
أُولُو الْأَحْلَامِ وَاللَّهُمَّ ثُمَّ الَّذِينَ يَكُونُ لَهُمْ قَلَادٌ وَإِذَا كُودَ هَيْشَاتِ الْأَسْوَابِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صفوں کو درست رکھا کرو کیونکہ نماز کی صفوں کو درست کرنا نماز کے اتمام میں سے ہے۔

۸۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا
لُحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ
عَنْ أَبِي بَرْزَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سُودًا أَصْفَرَكُمْ هَإِنْ تَسَوَّيْتُمُ الصُّفُوفَ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ۔
۸۷۹۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخٍ قَالَا نَا
عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ هُوَيْرِثٍ عَنْ أَبِي
بَرْزَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَتَمُّ الصُّفُوفِ قِيَا فِي أَمْرِ الْكُوفَةِ خَلْفَ طَهْرِي۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی صفوں کو مکمل کیا کرو کیونکہ میں تمہیں پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔

۸۸۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا يَزِيدُ الرَّزَاقِيُّ
قَالَ نَا مَعْمَرُ عَنْ هِشَامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ مَاسَحًا قَتَادَةُ أَبُو
هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كُنَّا حَائِثَةً
مِنْهَا وَنَا أَيْمُو الصُّفُوفِ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ أَقَامَةَ الصُّفُوفِ مِنْ حُسْنِ الصَّلَاةِ۔

حضرت ابوسہریرہ رضی اللہ عنہ نے کئی احادیث بیان کیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کی صفوں کو درست رکھو کیوں کہ صفوں کی درستی نماز کے حسن میں سے ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی صفوں کو درست رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان پھوٹ ڈال دے گا۔

۸۸۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
عُمَرُ بْنُ عَبْدِ شَمْسٍ عَنْ شُعْبَةَ ۛ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُدَّثَّى وَ
ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ
عَمْرِ بْنِ مُرَّةٍ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ أَبِي الْجَعْدِ الطَّغَفَايَ
قَالَ سَمِعْتُ الثَّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَتَسَوَّيْتُ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَتَمْلَأَنَّ اللَّهُ مِنْكُمْ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں

۸۸۲۔ حَدَّثَنَا يَعْنِي بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا أَبُو خَيْثَمَةَ
عَنْ يَمَالِكِ بْنِ حَذَّابٍ قَالَ سَمِعْتُ الثَّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ

يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَيْسَ يَصُفُّ قَنَا حَتَّى كَانَمَا يَسُورِي بِمَا لَقِدْنَا
حَتَّى مَأَى أَنَا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ ثُمَّ خَرَجَ يَتَوَقَّعُ
حَتَّى كَادَ يُكْبِرُ فَرَأَى رَجُلًا يَأْتِي صَدْرَهُ مِنَ
الصَّفِّ وَقَالَ عِبَادَ اللَّهِ لَتَسَوْنَ صُفُوفَكُمْ أَوْ
لِيُعَايِنَنَّ اللَّهُ بَيْنَ وَجْهِكُمْ

کو اس طرح درست کرتے تھے جس طرح تیروں کو
برابر کر کے رکھتے ہیں یہاں تک کہ آپ نے خیال
فرمایا کہ ہم نے (صفت درست کرنا) سمجھ لیا ہے پھر
ایک دن آپ نماز پڑھنے کے وقت بیٹھے اور
تجھیر کہنا چاہتے تھے کہ آپ نے کب شخص کو دیکھا
جس کا سینہ صفت سے باہر نکلا ہوا تھا اس وقت
آپ نے فرمایا کہ اللہ کے بندہ اپنی صفیں سیدھی
رکھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان بھڑٹ ڈال
دے گا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی
یہ روایت منقول ہے۔

۸۸۳۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ وَابْنُ كَيْسَانَ
أَبْنُ شَيْبَةَ قَالَا نَا أَبُو الْأَخْوَصِ ۷ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ
بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا أَبُو عَوَّانَةَ رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ عَنْ
۸۸۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ تَخَرَّجْتُ عَلَى
مَا لَيْكَ عَنْ شَيْبَةَ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ
السَّهْمَانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي
النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَن
يَسْتَهْمُوا عَلَيْهِ لَاسْتَهْمُوا أَوْ لَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي
الْقَهْرِ جِئُوا لَسْتَهْمُوا إِلَيْهِ لَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي
الْعِثَّةِ وَالضُّبِيِّ لَأَثَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے ارشاد فرمایا اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے اور
صفت اول میں بیٹھنے کا کتنا اجر ہے اور ان
کو قمرہ اندازی کے سوا ان کاموں کا موقع نہ ملے
تو وہ ضرور قمرہ اندازی کریں گے اور اگر ان کو سخت
دور پہر میں نماز کے لیے جانے کے ثواب کا پتا
چل جائے تو وہ ضرور جائیں گے اور اگر انہیں پتا
چل جائے کہ مشاء اور بھیج کی نماز میں جانے کا
کتنا ثواب ہے تو وہ ان نمازوں کو پڑھنے
کے لیے ضرور جائیں خواہ ان کو گھسٹ کر جانا پڑے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو پیچھے جھپٹے دیکھا آپ
نے فرمایا آگے بڑھو اور میری پیروی کرو اور میر
بعد رہے تمہاری پیروی کریں گے اور ایک جگہ
پیچھے ہٹتی رہے گی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے
نقل سے (موت) کر دے گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

۸۸۵۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ خَزَّازٍ قَالَ نَا
أَبُو الْأَشْهَبِ عَنْ أَبِي تَعْمَرَةَ الْعَبْدِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ
إِلْحَادِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رَأَى فِي أَصْحَابِهِ تَاخُرًا فَقَالَ لَهُمْ تَقَعُوا مَوَادِّتًا
فِي ذُلِّكُمْ يَكُ مِنْ بَعْدِكُمْ لَا يَزَالُ قَوْمٌ
يَتَأَخَّرُونَ حَتَّى يُؤَخِّرَهُمُ اللَّهُ

۸۸۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو مسجد کے آخر میں دیکھا (اس کے بعد مثل سابق حدیث ہے)

الدَّارِ فَقَالَ نَامُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقَاشِيُّ قَالَ
نَافِثُ بْنُ مُنْصُورٍ عَنِ الْجَرِيرِيِّ عَنْ أَبِي تَمْرَةَ
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ تَأْتِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا فِي مَوْجِدِ الْمَسْجِدِ قَدْ كَرُمَتْ لَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں معلوم ہو
جائے کہ پہلی صفحہ میں کھڑے ہونے کا کتنا اجر ملتا
ہے تو اس کے لیے قرعہ اندازی کیا کرو۔

٨٨٤ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ
حَرْبٍ الْوَاسِطِيُّ قَالَا سَمِعْنَا مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
قَالَ نَاشِئَةٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِلَاصٍ عَنْ أَبِي
رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ تَعْلَمُونَ أَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الصِّفِّ
الْمُعْتَمَرِ لَكَانَتْ مَرَعَةً وَقَالَ ابْنُ حَرْبٍ الصِّفُّ الْأَوَّلُ مَا كَانَتْ إِلَّا مَرَعَةً -

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں کی
بہترین صف پہلی ہے اور بدترین آخری اور عورتوں
کی بہترین صفت آخری ہے اور بدترین صفت پہلی ہے۔

٨٨٨ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَاجِدٌ
عَنْ سَهْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ صُفُوفِ
الرِّجَالِ أُولَئِكَ وَشَرُّهَا آخِرُهَا وَخَيْرُ صُفُوفِ
النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا أُولَئِكَ

اہم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ
بھی یہ حدیث منقول ہے۔

٨٨٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ الْعَرِيرِيَّ
يَعْنِي الدَّرَّازِيَّ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ الْأَسَدِ

علامہ یحییٰ بن شریف نووی کہتے ہیں: اس باب کی احادیث میں یہ ذکر ہے کہ افضل شخص

اس باب فضیلت کو مجالس میں مقدم رکھنے کا بیان

کو صحتِ اقل میں اور امام کے قریب کھڑے ہونا چاہیے اور اس میں اس کی فضیلت کے اظہار اور اعزاز و اکرام کا بیان ہے، نیز کبھی امام کو شخصی شخص کے خلیفہ بنانے کی ضرورت پیش آتی ہے تو فصلِ شخص کو خلیفہ بنانے کا موقع ہوگا، نیز جو شخص علم اور عقل میں زیادہ ہوگا وہ خود سے نماز پڑھے گا اور امام کو سہو پر متنبہ کرے گا، اور یہ امر صحتِ نماز کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ سنت یہ ہے کہ صاحبِ فضیلت کو ہر مجلس میں مقدم رکھنا چاہیے، اور قضا، ذکر، مشاورت، جہاد، امامت، صلوة، تدریس، افتاء اور سماحِ حدیث کی تمام مجالس میں صاحبِ فضیلت شخص کو صدر مجلس کے قریب بٹھانا چاہیے اور لوگوں کو علم، دین، عقل، شرف، عمر اور کفو کے مرتبہ کے اعتبار سے اپنے مرتبہ کے مطابق بٹھانا چاہیے، اور احادیث صحیحہ میں اس کی تائید ہے یہ حدیث نمبر ۸۸۴ میں ہے اگر لوگوں کو تپا چل جائے کہ عید (عشاء) اور صبح کی نماز میں کتنا اہم ہے تو ان کو اگر گھسٹ گھسٹ کر بھی نماز پڑھنے

۱۵۔ علامہ بیگم بن شرف نور دہلی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۸۲، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کے لیے انا پڑے تو وہ انہیں گے۔

علامہ یحییٰ بن شریک نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عشاء اور صبح کی نازوں پر بہت زیادہ براہِ گنہہ کیا ہے اور ان کے عظیم اجر و ثواب کا بیان کیا ہے۔ کیونکہ ان نازوں کو پڑھنے کے لیے سینہ اور آرام کو چھوڑنے کے لیے بہت مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے، اسی وجہ سے یہ دونوں نمازیں منافقین پر دشوار تھیں۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز کو عتمة فرمایا ہے، حالانکہ حدیث میں عشاء کی نماز کو عتمة کہنے کی ممانعت ہے، کیونکہ عتمة کا معنی اندھیرا ہے اور نماز نور ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا عشاء کو عتمة فرمانا بیانِ جواز کے لیے ہے اور یہ کہ ممانعت تحریم کے لیے نہیں تھی، دوسرا جواب یہ ہے کہ وہاں مغرب کی نماز کو بھی عشاء کہتے تھے، اگر آپ یہاں عشاء کا لفظ فرماتے تو وہ اس کو مغرب پر محمول کر لیتے، اس لیے آپ نے عتمة کا لفظ فرمایا۔

بَابُ ۱۶۷ أَمْرِ النِّسَاءِ الْمُصَلِّيَّاتِ وَمَا آوَى
الرِّجَالِ أَنْ لَا يَرْفَعْنَ رُؤُوسَهُنَّ مِنَ
السُّجُودِ حَتَّى يَرْفَعَهُ الرِّجَالُ

۸۹۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَاوِظٌ
عَنْ سَفْيَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ مَرْعَى عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ
لَقَدْ رَأَيْتُ الرِّجَالَ عَاوِدِي أَرْضِيَهُمْ فِي أَعْنَاقِهِمْ
وَمِثْلَ الْيَهُودِيِّينَ مِنَ ضَيْقِ الرُّكْمِ رَحَلَتْ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَائِلٌ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ
لَا تَرْفَعْنَ رُؤُوسَكُمْ حَتَّى يَرْفَعَهُ الرِّجَالُ

حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ مرد تنگی کی وجہ سے بچوں کی طرح تہ بند گلے میں باندھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، اس موقع پر کچھ شخص نے کہا کہ اسے عورتوں! تم نماز میں (سجدہ کے وقت) مردوں سے پہلے اپنا سر نہ اٹھایا کرو۔

ت: اس حدیث میں شرمگاہ کے متر کا حکم ہے، عورتوں کو مردوں سے پہلے سجدہ سے سر اٹھانے سے اس لیے منع کیا ہے کہ کہیں سجدہ سے اٹھتے وقت مرد کی شرمگاہ کھل جائے اور اس پر عورت کی نظر پڑ جائے۔

بَابُ ۱۶۸ خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْمَسْجِدِ إِذَا لَمْ يَتَرَقَّبْ
عَلَيْهِنَّ فِتْنَةٌ دَرَأَتْهَا لَا تَخْرُجُ مُطَيَّبَةً

۱۶۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَاوِظٌ عَنْ سَفْيَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ مَرْعَى عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ الرِّجَالَ عَاوِدِي أَرْضِيَهُمْ فِي أَعْنَاقِهِمْ

۸۹۱۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الشَّافِعِ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرُ بْنُ شَفِيَّانَ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعَ سَالِمًا يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ يُبْلِغُهُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَأْذَنْتَ أَحَدًا أَمَدًا ثُمَّ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يَسْتَعْمَا

۸۹۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَكُمْ الْمَسَاجِدَ إِذَا اسْتَأْذَنْتُمْ لَكُمْ لَهَا قَالَ فَقَالَ بِلَالُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَاللَّهِ لَنَمْنَعَهُنَّ قَالَ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ فَسَبَّهَ سَبًّا سَيِّئًا مَا سَمِعْتُهُ سَبَّهَ مِثْلَهُ قَطُّ وَقَالَ أَخْبَرْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَقَوْلِ اللَّهِ لَنَمْنَعَهُنَّ

۸۹۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ نَافِعُ بْنُ أَبِي دَاوُدَ قَالَ قَالَ زَيْدُ بْنُ أَبِي دَاوُدَ قَالَ قَالَ زَيْدُ بْنُ أَبِي دَاوُدَ قَالَ قَالَ زَيْدُ بْنُ أَبِي دَاوُدَ قَالَ قَالَ زَيْدُ بْنُ أَبِي دَاوُدَ قَالَ قَالَ زَيْدُ بْنُ أَبِي دَاوُدَ

۸۹۴۔ حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ قَالَ نَافِعُ بْنُ أَبِي دَاوُدَ قَالَ قَالَ زَيْدُ بْنُ أَبِي دَاوُدَ قَالَ قَالَ زَيْدُ بْنُ أَبِي دَاوُدَ قَالَ قَالَ زَيْدُ بْنُ أَبِي دَاوُدَ قَالَ قَالَ زَيْدُ بْنُ أَبِي دَاوُدَ

۸۹۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَافِعُ بْنُ أَبِي دَاوُدَ قَالَ قَالَ زَيْدُ بْنُ أَبِي دَاوُدَ قَالَ قَالَ زَيْدُ بْنُ أَبِي دَاوُدَ قَالَ قَالَ زَيْدُ بْنُ أَبِي دَاوُدَ قَالَ قَالَ زَيْدُ بْنُ أَبِي دَاوُدَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کی عورت مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرو۔

حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تمہاری عورتیں مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو ان کو مسجد میں جانے سے منع نہ کرو، حضرت عبداللہ بن عمر کے بیٹے بلال نے کہا تم بخدا اہم ان کو مسجد میں جانے سے منع نہ کریں گے، راوی کہتا ہے کہ پھر عبداللہ بن عمر بلال پر اس قدر شدید ناراض ہوئے کہ اتنا کسی اور پر ناراض نہیں ہوئے تھے، اور فرمایا کہ میں آپس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بیان کرتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ میں ضرور منع کروں گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی بندگی کو مساجد میں جانے سے نہ روکو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہاری عورتیں مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو ان کو مسجد میں جانے سے نہ روکو حضرت عبداللہ بن عمر کے بیٹے نے کہا ہم ان کو اجازت نہیں دیں گے ورنہ یہ بڑے کاموں کے لیے بہانہ بنالیں گی۔ راوی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہاری عورتیں رات کو مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو ان کو مسجد میں جانے سے نہ روکو حضرت عبداللہ بن عمر کے بیٹے نے کہا ہم ان کو اجازت نہیں دیں گے ورنہ یہ بڑے کاموں کے لیے بہانہ بنالیں گی۔ راوی

أَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ تَقُولُ لَا تَدْعُهُمْ

کہتا ہے کہ پھر حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنے بیٹے کو خوب ڈانٹا اور فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بیان کرتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ہم اجازت نہیں دیں گے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی عورتوں کو رات کے وقت مسجد میں جانے کی اجازت دو، ان کے بیٹے واقعہ نے کہا پھر یہ عورتیں اس اجازت کو برائی کا بہانہ بنالیں گی یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمر نے ان کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت بیان کرتا ہوں اور تم انکار کرتے ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عورتوں کو مسجد میں جانے کے لیے کہ وہ کہیں کہ وہ تم سے اجازت لیں (ان کے بیٹے بطلال کے کہا تم سناؤ ہم ان کو ضرور روکیں گے حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ہم ان کو ضرور روکیں گے۔

زینب ثقیفہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم (عورتوں) میں سے کوئی عشا رک نماز پڑھنے بلے تو خرشبہ لگا کر نہ جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ان زینب زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں

۸۹۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَازِمٍ قَالَ أَنَا يَحْيَى عَنْ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

۸۹۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ حَارِثِ بْنِ رَافِعٍ قَالَ مَا شَآءْتُ قَالَ حَدَّثَنِي وَرَقَاءُ عَنْ عَنٍّ عَنْ جَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَزَلَ النَّسَاءُ إِلَى الْمَسَاجِدِ فَقَالَ ابْنُ لَهْ يَقَالُ لَهُ وَإِذَا أَتَيْتُ إِذَا أَتَيْتُ دَعَا قَالَ كَصَرْبٍ فِي صَدْرِهِ وَ قَالَ أَسَدُ ذَلِكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ تَقُولُ لَا

۸۹۸۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ الْمُقَرَّبِيَّ قَالَ تَأْسَعِيدُ يَعْنِي ابْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ فَكَعْبُ بْنُ عُلْفَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوا النِّسَاءَ حُطُّوا ظُهُورَهُنَّ مِنَ الْمَسَاجِدِ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ فَقَالَ بِلَالٌ وَاللَّهِ تَمْنَعُهُنَّ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ أَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ تَقُولُ أَنْتَ تَمْنَعُهُنَّ

۸۹۹۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى قَالَ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَعْرُومَةُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ثُبَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ مَيْكَبَ الثَّقَفِيَّةَ كَانَتْ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا شَرَعَتْ إِحْدَاكُمُ الْعِشَاءَ فَلَا تَطْيِبْ بِتِلْكَ اللَّيْلَةِ

۹۰۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجَلَانَ قَالَ حَدَّثَنِي بِكَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَشَثِّ عَنْ ثُبَيْرِ

بْنِ سَعْدٍ عَنْ زَيْنَبِ امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَهِدْتَ إِحْدَاكَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَلَا تَمْسُ طَبِيبًا.

سے کوئی عورت مسجد میں جائے تو خوشبو نہ لگائے۔

۹۰۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمَا شَعْنُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ يَحْيَى أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدٍ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قُرْدَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ حُصَيْفَةَ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّهَا امْرَأَةُ أَصَابَتْ بِخُورٍ فَلَا تَشْمِدْ مَعَنَا الْيَوْمَ الْآخِرَةَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت خوشبو لگائے وہ ہمارے ساتھ شام کی نمازیں شریک نہ ہو۔

۹۰۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ بْنِ قَعْبٍ قَالَ نَاسِطِيَانُ يَعْنِي ابْنُ يَدْلٍ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ مَعِينٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا رَوَى التَّيْمِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ كَوَافَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى مَا أَحَدٌ مِنَ النِّسَاءِ كَسَعْفَرِ الْمَسْجِدِ كَمَا مُنَعَتْ نِسَاءً بَنِي إِسْرَائِيلَ قَالَ فَقُلْتُ لِعَمْرَةَ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مُنَعْنَ الْمَسْجِدَ قَالَتْ نَعَمْ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن (سنگھار) کو دیکھ لیتے جو عورتیں اب کرتی ہیں قرآن کو مسجد میں آنے سے روک دیتے۔ جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا تھا۔ میں نے عمر سے پوچھا کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا تھا، انہوں نے کہا ہاں!۔

۹۰۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَاصِبُ الْقَوَائِبِ يَحْيَى الشَّقْفِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرَةَ وَابْنُ أَقْدَسٍ قَالَ نَاسِطِيَانُ بْنُ عَيْنَةَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَاصِبُ الْقَوَائِبِ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كُلُّهُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِنْكُمْ.

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ دیگر اسانید سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

مساجد میں عورتوں کے جانے کی ممانعت کے دلائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عورتوں کو مساجد میں جانے سے

روکنے کو منع فرمایا ہے یہ بھی تنزیہی ہے، امام اعظم ابو حنیفہ نے فرمایا ہے کہ جو ان عورتیں مطلقاً نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں نہ جائیں اور بوڑھی عورتیں مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں میں جاسکتی ہیں۔ امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشبو لگا کر عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع فرمایا ہے (مسلم) نیز سند بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ مرد جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لے کہ ہم پر سبقت کہ گئے، اہم یہ ثواب

کس طرح پائیں، آپ نے فرمایا ”تم میں سے جو عورت گھر پر بیٹھنے لگی وہ مجاہدین فی سبیل اللہ کا ثواب پائے گی۔“ (بحوالہ روح المعانی ج ۲۲ ص ۶) نیز احادیث مسلم میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج کل کی عورتوں کا بناؤ سنگھار دیکھ لیتے تو ان کو مساجد میں جانے سے روک دیتے۔ اور موجودہ دور میں عورتوں کی نمود و نمائش بناؤ سنگھار عریاں لباس اور ہزاروں میں بے ملہ لگوں کی کثرت خصوصیت کے ساتھ اس کا تقاضا کرتی ہے کہ عورتوں کو گھروں میں پابند رکھا جائے اور مجمع نماز کو چھوٹا غ محفل نماز کے سے روکا جائے۔

عورت اپنے خاوند کی اجازت سے والدین کی زیارت، اٹارب کی عیادت اور تعزیت کے لیے پردہ کے استہام کے ساتھ گھر سے باہر جاسکتی ہے یا پھر حج کے لیے خاوند یا کسی محرم کے ساتھ جاسکتی ہے اس کے علاوہ عورت کو قون فی بیوتک (احزاب: ۳۳) ”اپنے گھروں میں رہو“ کے حکم کے مطابق گھر کی چار دیواری میں رہنا چاہیے اور نماز گھر میں پڑھنی چاہیے۔ حدیث نمبر ۹۰۳ میں ہے: حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج کل کی عورتوں کا بناؤ سنگھار دیکھ لیتے تو ان کو مساجد میں آنے سے روک دیتے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس زمانہ میں عورتوں کے میک آپ میں طرح طرح کی بٹا اور منکرات کو دیکھ لیتیں تو اس سے بھی زیادہ شدت سے عورتوں کے مساجد میں جانے کا انکار کرتیں۔ خصوصاً شہر کی خواتین کا میک آپ، کیونکہ اس کی خرابیاں بیان سے باہر ہیں۔ (اور آج کل بیوی پارلر میں جس طرح عورتیں میک آپ کراتی ہیں اگر علامہ عینی اس کا مشاہدہ کر لیتے تو مارے حیرت کے بے ہوش ہو جاتے۔) بعض خرابیاں حسب ذیل ہیں:

۱۔ عورتوں کا تنگ، چیت اور نیم عریاں لباس پہن کر گھر سے باہر نکلنا۔
ب۔ عورتوں کا بے نقاب ہو کر مردوں کی بھیڑ میں خوشبو لگا کر بازاروں میں شاپنگ کے لیے ناز و انداز سے چلنا۔

ج۔ عورتوں کا بے پردہ مختلف سواریوں پر سوار ہو کر جانا۔
د۔ ساحل سمندر پر مردوں کے ساتھ مخلوط ہو کر بلند آواز سے باتیں کرتے ہوئے جانا۔
لا۔ بیویوں کا خاندانوں پر حکم چلانا اور ان کو اپنا تابع بنا کر رکھنا۔
و۔ مردوں کی بھیڑ میں عورتوں کا بلند آواز سے چیزیں فروخت کرنا۔ (ہمارے زمانہ میں عورتوں کا سیل گرل ہونا، دفاتر، بینکوں، ہوٹلوں، ہسپتالوں اور ہوائی جہاز کی مرد سہزیں اجنبی مردوں کے ساتھ مخلوط رہ کر کام کرنا۔)

ز۔ عورتوں کا بطور موسیقی گرل محراب اخلاق کاموں میں مشغول رہنا۔
ح۔ شرین اور ہوائی جہاز وغیرہ میں بے پردہ اجنبی مردوں کے ساتھ سفر کرنا۔

- ط۔ بعض عورتوں کا جسم فرش کے لیے بس شاپس، پارکوں، تفریحی گاہوں اور مٹھوں میں لگا بھول کو ناز و انداز کی مختلف ترغیبات اور تحریکات سے اپنی طرف مائل کرنا اور گناہ کی دعوت دینا۔
- ی۔ کلبوں، حماموں اور سونٹنگ پول میں عورتوں کا اجنبی مردوں کے ساتھ تیرنا اور ان کے جسم کو مساج کرنے۔ عورتوں کا مردوں کے ساتھ رقص کرنا۔
- ل۔ عورتوں کا اجرت پر گانا سنانا، (آرٹ کے نام پر ٹاوی ڈانسوں اور ریڈیو پروگراموں میں اجنبی مردوں کے ساتھ کام کرنا)۔
- م۔ موڈل گرل بننا اور فلم شوڈیز میں اداکاری کے جوہر دکھانا جس میں اجنبی مردوں کے ساتھ ناچ، گانا، ہم آغوش ہونا اور دیگر فحش کام شامل ہیں، پھر اسٹیج اور اسکرین پر اپنے حسن و جمال اور جسم کے نیم غریباں نشیب و فراز کو نشے نشے زامیوں سے دکھانا۔
- ن۔ اجنبی مردوں کے ساتھ کرکٹ، بالی، فٹ بال کھیلنا اور موٹر میں حصہ لینا۔
- س۔ عورتوں کا لیڈر بننا، اجنبی مردوں سے ہاتھ ملانا اور مردوں کے اجتماع میں جوش و خروش سے تقریریں کرنا۔
- ع۔ عورتوں کا اپنے مطالبات کے جلوس نکالنا اور مظاہرے کرنا۔
- ف۔ روپیہ کو بہ طور سکاریٹ لگے میں ڈالنا اور سینہ کھلا چھوڑ کر بازاروں اور تفریح گاہوں میں گھومنا۔
- ص۔ عورتوں کا فوج اور پولیس میں بھرتی ہونا۔
- ش۔ غلط تعلیم کا اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں عام ہونا، اور مردوں کا عورتوں کو اور عورتوں کا مردوں کو پڑھانا، اسی طرح جنس مخالف کو سیکرٹری رکھنا۔
- یہ اور اس جیسی بہت سی غیر شرعی باتیں ہیں جن کو اب عورتوں نے ایجاد کر لیا ہے اور فحش اور کفر کا اس قدر غلبہ ہو گیا ہے کہ ایک شریعت اور با حیا خاتون کا پردہ کی حدود میں گھر سے نکلتا بھی ابتلا مصیبت کے خطرہ سے خالی نہیں رہتا، ایک طرف مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کی نفی صحت ہے اور دوسری طرف اس کے مقابلہ میں فسق و فجور میں مبتلا ہونے اور عزت اور عصمت کے لٹ جانے کا شدید خطرہ ہے اور ایسی شکل میں جب کم فائدہ زیادہ نقصان اٹھانے کے خطرہ پر موقوف ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی ہدایت یہ ہے کہ اس کم فائدہ کو ترک کر دیا جائے اور زیادہ نقصان اٹھانے کا خطرہ نہ مول لیا جائے، اس لیے حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے ایجاد کیے ہوئے ان نئے کاموں کو دیکھ لیتے تو ان کو مساجد میں جانے سے منع فرما دیتے۔
- اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیسے جان لیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کاموں کو دیکھ لیتے تو عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع فرما دیتے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ کو معلوم تھا کہ دین اسلام کا قاعدہ یہ ہے کہ فتنہ اور فساد کی جڑ کاٹ دی جائے اور جس چیز میں فتنہ اور فساد کا خطرہ ہو اس کو ترک کر دیا جائے (جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خواہش کے باوجود کعبہ کو منہدم

کر کے اس کی بناء ابراہیم پر دوبارہ تعمیر نہیں کی، (بخاری ج ۱ ص ۲۴) نیز حضرت عائشہ نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بنی دو کاموں کا اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان کام کو اختیار فرمایا بشرطیکہ وہ گستاخ نہ ہو (شمائل ترمذی ص ۵۹۶)۔ نیز صحیح مسلم میں ہے جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں جائے تو غرضورہ لگائے، اور سنن ابوداؤد میں ہے عورتیں ہر بودار حالت میں مسجد جائیں، ان احادیث میں بھی یہ اشارہ ہے کہ جب عورتیں غرضورہ لگائے اور غرضورہ لباس پہننے کی عادی ہوں تو پھر ان کو مسجدوں میں جانے سے منع کیا جائے یہی شرح صحیح مسلم جلد خامس میں ہم نے عورتوں کے ستر و حجاب، گھر سے باہر نکلنے اور مسجد میں نماز پڑھنے کی ممانعت کے متعلق زیادہ تفصیل سے احادیث کی روشنی میں لکھا ہے اور خدا جب امر بیان کیے ہیں۔

بَابُ التَّوَسُّطِ فِي الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلَاةِ
الْجَهْرِيَّةِ بَيْنَ الْجَهْرِ وَالْإِسْرَارِ إِذَا خَافَ مِنَ الْجَهْرِ مَفْسِدَةً
بہری نازوں میں متوسط آواز کے ساتھ
قرآن مجید پڑھنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کریم کی آیت مبارکہ ولا تجهر بصلوٰتک ولا تخافت بها کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں چھپ کر بلند آواز سے قرآن پڑھ کر صحابہ کو جماعت کراتے، مشرکین جب قرآن سنتے تو قرآن مجید کو قرآن مجید نازل کرنے والے اللہ تعالیٰ کو اور قرآن لانے والے کو بڑا کہتے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اس قدر بلند آواز سے قرآن مجید نہ پڑھیں کہ مشرکین سن لیں اور نہ اتنا آہستہ پڑھیں کہ آپ کے صحابہ بھی نہ سکیں، بلندی اور پستی کے درمیان قرآن شریف پڑھیں۔

۹۰۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَ
عَمْرُو النَّاقِدُ جَمِيعًا عَنْ هُشَيْمٍ قَالَ ابْنُ الْقَبَّاحِ
تَاهُشِيمٌ قَالَ أَنَا أَبُو بَشِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ
ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاةِكَ
وَلَا تَخَافُ بِهَا قَالَ تَزَلَّتْ وَتَمُولُ اللَّهُ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَوَّارٍ بِمَكَّةَ فَكَانَ إِذَا صَلَّى
بِأَصْحَابِهِ رَفَعَهُ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ فَإِذَا اسْتَمِعَهُ ذَلِكَ
الْمُشْرِكُونَ سَبَّوْا الْقُرْآنَ وَمَنْ أَنْزَلَهُ وَمَنْ جَاءَهُ
بِهِ فَقَالَ اللَّهُ تَعَزَّ وَجَلَّ لِيَنبِيتَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاةِكَ فَاسْمِعُوا الْمُشْرِكُونَ قِرَاءَتَكَ
وَلَا تُخَافُ بِهَا عَنْ أَصْحَابِكَ أَسْمِعُهُمُ الْقُرْآنَ وَلَا
تَجْهَرُ ذَلِكَ الْجَهْرُ وَابْتِغَاءَ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا يَقُولُ بَيْنَ الْجَهْرِ وَالْإِسْرَارِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اگر یہ
ملا تجمہر بصلوٰتک ولا تخافت بها وہاں کے بیان
میں نازل ہوئی ہے۔

۹۰۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ
زَكَرِيَّا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ
فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاةِكَ وَلَا تُخَافُ

بِمَا قَالَ أُنْزِلَ بِهَذَا فِي الدُّعَاءِ -

۹۰۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَقَالَ نَاحِيَةُ
يَعْنِي ابْنَ تَرِيذٍ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
قَالَ نَاحِيَةُ أَسَمَاءُ وَوَكِيلٌ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ
قَالَ نَاحِيَةُ مَعَاوِيَةُ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ الْإِسْكَانِ

وَبُشَيْرٍ

۹۰۷ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ

أَبِي شَيْبَةَ وَاسْمُ بْنُ إِبرَاهِيمَ كُلُّهُمْ عَنْ جَرِيرٍ
قَالَ أَبُو بَكْرِ نَاحِيَةُ مَعَاوِيَةُ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ مُوسَى
بْنِ عَائِشَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي
قَوْلِهِ تَعَالَى لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ جِبْرِيلُ يَأْتِيهِ
كَانَ مَتَا يُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَهُ وَشَفَتَيْهِ فَيَشْكُو عَلَيْهِ
فَكَانَ ذَلِكَ يُعَدُّ مِنْهُ فَأَنزَلَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَ
تَعَالَى لَا تُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ أَخَذَ
إِنْ عَلَيْكَ جُمُعَةٌ وَقَرَأْتَهُ إِنَّ عَلَيْكَ أَنْ تَجْمَعَهُ
فِي صَدْرِكَ وَكَرَأْتَهُ فَتَقْرَأُ أَهْ كَذَا خَرَأْنَا
فَتَاتِبُهُ قَرَأْتَهُ قَالَ أَنزَلْنَاهُ فَتَأْتِبُهُ لَهُ إِسْمُ
عَلَيْكَ بَيَانُهُ أَنْ تُبَيِّنَهُ يَلْسَانُكَ فَكَانَ إِذَا
أَتَاهُ جِبْرِيلُ أَخَذَ قَرَأَ كَذَا ذَهَبَ قَرَأَ كَذَا
وَعَدَهُ اللَّهُ تَعَالَى -

۹۰۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَاحِيَةُ

عَوَانَةُ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ سَعِيدِ
بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى لَا تُحَرِّكُ
بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيلِ شِدَّةً كَانَ يُحَرِّكُ
شَفَتَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَا أَحَدُ كُفَّاءِ لَكَ

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے
ساتھ بھی یہ روایت منقول ہے۔

قرآن مجید سننے کا حکم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آیت مبارکہ
لَا تَحْرُكُ بِهِ لِسَانَكَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب
جبرائیل وحی لے کر نازل ہوتے تو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم (یاد کرنے کی خاطر) اپنی زبان مبارکہ اور
ہونٹوں کو جلدی جلدی ہلاتے، اس وقت اللہ تبارک
و تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لَا تَحْرُكُ بِهِ لِسَانَكَ
لِتَعْجَلَ بِهِ اِنْ عَلَيْكَ جُمُعَةٌ۔ آپ یاد کرنے کی خاطر
زبان کو جلدی نہ ہلاتے، قرآن کو آپ کے سینہ میں جم
کر لیا اور آپ سے پڑھوانا ہمارے فرض ہے اور
فلا اقراءناہ فاتبعہ قرائتہ۔ کی تفسیر میں فرمایا جب ہم
آپ پر قرآن نازل کریں تو آپ غور سے سنیں اور ان
علینا بیاناہ کی تفسیر میں فرمایا ہم آپ کی زبان سے
قرآن بیان کرائیں گے، اس کے بعد جب جبرائیل
آتے تو آپ گردن جھکا کر بیٹھ جاتے اور جب وہ
چلے جاتے تو آپ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق
پڑھنا شروع کر دیتے۔

حضرت ابن عباس لا تحرك به لسانك لتعجل به
کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن
کے نزول کے وقت بہت مشقت اٹھاتے تھے
اور اپنے ہونٹ ہلاتے تھے، یہ کہہ کر حضرت
ابن عباس نے سعید بن جبیر سے کہا میں تم کو ہونٹ
ہلا کر دکھاتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لَمَّا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُهُمَا
فَحَزَلَ شَفَقَتُهُ فَقَالَ سَعِيدٌ أَنَا أَحَرُّكُهُمَا لَمَّا
كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُحَرِّكُهُمَا فَحَزَلَ شَفَقَتُهُ كَانَزَلَ
اللَّهُ تَعَالَى لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ
عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ كَانَ جَمْعُهُ فِي صَدْرِكَ لَمْ تَقْرَأْ
فَإِذَا أَخْرَأْتَهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ قَالَ فَاسْتَمِعْ وَأَنْصِتْ
ثُمَّ لَنْ عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَ أَكَانَ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاهُ جَبْرِئِيلُ أَسْتَمِعَ قِيَادًا
أَنْطَلَقَ جَبْرِئِيلُ قِرَاءَةَ الْكِتَابِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَمَا أَخْرَأَهُ -

ہوٹ ہلاتے تھے پھر سعید نے کہا میں تم کو ہزٹ
ہلا کر دکھلاتا ہوں جس طرح حضرت ابن عباس نے ہزٹ
ہلائے تھے، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات
نازل فرمائیں لا تحرك به لسانك لتعجل به ان علينا
جمع القرآن وقراءته كان جمعك في صدرك لم تقرأ
فإذا أخرأته فاتبع قرآنه قال فاستمع وأنصت
ثم لن علينا أن تقرأ أكان فكان رسول الله صلى
الله عليه وسلم إذا أتاه جبرئيل أستمع قياداً
انطلق جبرئيل قراءة الكتاب صلى الله عليه وسلم
كما أخرأه -

قرآن مجید سننے کا شرعی حکم | قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعْ لَهُ وَأَنْصِتْ لَهُ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ . (اعراف، ۲۳۴)

ملازم ابن عابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

نماز اور خارج از نماز دونوں جگہ قرآن مجید کا سننا مطلقاً واجب ہے، کیونکہ یہ آیت اگرچہ نماز کے
مطلق نازل ہوئی ہے لیکن اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے، خصوصیت سبب کا اعتبار نہیں ہوتا، پھر قرآن مجید
کا سننا اس وقت واجب ہے جب کوئی غرض نہ ہو، اسی وجہ سے قنویہ میں لکھا ہے کہ جب گھر میں بجے
قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور گھر والے کام میں مشغول ہوں تو وہ قرآن مجید کے نہ سننے میں معذور ہیں، بشرطیکہ
اس نے ان کے کام میں شروع ہونے سے پہلے پڑھنا شروع کیا ہو، ورنہ وہ معذور نہیں ہیں، اسی طرح
قرآن مجید پڑھنے کے دوران گفتگو نہ کرنے کا حکم ہے، اور کچھ تقدیر میں غلام سے نقل کیا ہے کہ ایک
شخص فقہ کو نکور رہا ہے اور اس کے پاس کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے اور گھنٹے والے کے
لیے قرآن مجید سننا ممکن نہیں ہے، تو اس کا گناہ پڑھنے والے پر ہوگا، اسی طرح اگر کوئی شخص صحبت
پر قرآن مجید پڑھے اور لوگ سوتے ہوئے ہوں تو پڑھنے والا گناہ گار ہوگا، کیونکہ اس کے نہ سننے
کا سبب وہ شخص ہے یا اس لیے کہ وہ ان کو بیدار کر کے انہیں ایذا پہنچا رہا ہے، شرح المنیر میں لکھا ہے
کہ قرآن مجید کا سننا فرض کفایہ ہے، کیونکہ قرآن مجید کا حق یہ ہے کہ اس کی طرف ترجیح کی جائے تاکہ قرآن مجید

کا پڑھا جانا ضائع نہ ہو، اور بعض لوگوں کے سننے سے یہ مقصد پورا ہو جاتا ہے، جس طرح سلام کے جواب کے لیے سب کا جواب دینا ضروری نہیں ہے، بعض کا جواب دینا کافی ہے تاکہ مسلمان کا حق ادا ہو جائے، البتہ قرآن مجید پڑھنے والے پر قرآن مجید کا احترام کرنا واجب ہے۔ بایں طور کہ وہ بازاروں میں اور لوگوں کی مشغولیت کی جگہوں میں قرآن مجید نہ پڑھے، اور اگر اس نے ایسی جگہوں پر قرآن مجید پڑھا تو وہی قرآن مجید کے احترام کو ضائع کرنے کا سبب ہو گا اور نہ سننے کا گناہ اسی کو ہو گا اور جو لوگ مشغول ہیں ان کو گناہ نہیں ہو گا، تاکہ لوگ حرج میں مبتلا نہ ہوں، اور قاضی القضاۃ یحییٰ مستقار زادہ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید کا سنتا فرض عین ہے۔ ۱۔
تحقیق یہی ہے کہ قرآن مجید کا سنتا فرض کفایہ ہے۔
علامہ آوسی حنفی لکھتے ہیں:

مقدمہ مفسرین نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت نازل اور خطبہ جمعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ہم سے اصحاب کی کتابوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا سنتا مطلقاً واجب ہے اور خلاصہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص فقہ رکھ رہا ہو اور اس کے پاس کوئی شخص قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور اس کے لیے قرآن سنتا ممکن نہ ہو تو اس کا گناہ پڑھنے والے پر ہو گا۔ ۲۔
باہر کے لاؤڈ اسپیکر پر تراویح اور شبینوں کا شرعی حکم | ہمارے ہاں عام رواج یہ ہے

کہ مساجد میں باہر کے لاؤڈ اسپیکر پر تراویح اور شبینہ پڑھتے ہیں جس کی آواز باہر بازاروں، دکانوں اور محلہ کے گھروں میں جاتی ہے، لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہوتے ہیں اور قرآن مجید نہیں سن سکتے جس سے قرآن مجید کا احترام ضائع ہوتا ہے، اس کا گناہ اور وبال ان لوگوں پر ہو گا جو باہر کے اسپیکر کو کھول دیتے ہیں مسجد کی انتظامیہ پر واجب ہے کہ وہ صرف اندر کے اسپیکر کھولیں یا بغیر اسپیکر کے تراویح اور شبینہ پڑھیں۔

صبح کی نماز میں جہراً قرأت کرنا اور چٹوں پر قرآن مجید پڑھنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کے سامنے قرآن پڑھا اور ان کو دیکھا، بلکہ اصل واقعہ یہ

بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الصُّبْحِ
وَالْقِرَاءَةِ عَلَى الْحِجْرِ

۹۰۹۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۵۱۰-۵۰۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول
۲۔ علامہ سید محمد امین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۰ھ، روح المعانی ج ۹ ص ۱۵۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

وَسَلَّمَ عَلَى الْجِنِّ وَمَا رَأَوْا هَذَا تَطَلَّحَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي كَأَنِّهِ مَنْ أَصْحَابُ
 عَامِدِينَ إِلَى سُورِ عَكَظٍ وَقَدْ حِيلَ بَيْنَ الشَّيْطَانِ
 وَبَيْنَ حَبِيرِ السَّمَاءِ وَأَمْرٌ سَلَّ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ
 فَدَجَعَتِ الشَّيَاطِينُ إِلَى قَوْمِهِمْ فَقَالُوا مَا لَكُمْ
 قَالُوا حِيلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ حَبِيرِ السَّمَاءِ وَارِثَتِ
 عَلَيْنَا الشُّهُبُ قَالُوا مَا ذَاكَ الْإِلَهِ الْأَمِنْ كُنْ وَحْدَكَ
 فَاضْرِبُوا مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَانْظُرُوا
 مَا هَذَا الَّذِي حَالَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ السَّمَاءِ فَانْظُرُوا
 يَهْزِرُ بُرُونُ مَشَارِقِ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا تَنَادَى
 النَّفَرُ الَّذِينَ أَخَذُوا نَحْوَهُمَا مَرَّةً وَهُوَ يَنْحُلُ
 عَامِدِينَ إِلَى سُورِ عَكَظٍ وَهُوَ يُصَلِّي
 يَا مَعْصِيَهُمْ صَلَوَةُ الْغَضِيرِ كُلَّمَا سَمِعُوا الْقُرْآنَ
 اسْتَمَعُوا لَهُ وَقَالُوا هَذَا الَّذِي حَالَ بَيْنَنَا
 وَبَيْنَ حَبِيرِ السَّمَاءِ قَرَجُوا إِلَى قَوْمِهِمْ فَقَالُوا
 يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا يَجُوبُنَا بِهَيْدَى إِلَى
 الْوَسْطِ فَأَمَتْنَا بِهِ وَلَكِنْ نُنْفِرُكَ بِوَدِّتِنَا أَحَدًا
 فَاتَّزَلَّ اللَّهُ عَلَى نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ أَوْحَى إِلَيَّ أَنَّهُ اسْمِعْ
 كَفَرًا مِنَ الْجِنِّ

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے
 ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف جا رہے تھے اور
 اس وقت جنات کا آسمان پر جانا اور وہاں سے
 خبریں لاتا بند ہو چکا تھا اور ان پر شہاب ثاقب
 پھینکے جانے لگے، اس وقت پر جنات اپنی قوم
 کے پاس گئے اور پوچھا کیا ماجرا ہے، قوم نے
 کہا ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی
 چیز حائل ہو گئی ہے اور ہم پر شہاب ثاقب پھینکے
 جاتے ہیں، انہوں نے کہا کہ اس کا سبب ضرور کوئی
 لیا واتم ہے اس لیے تمام مشرق اور مغرب میں
 پھر وہ دیکھو وہ کیا چیز ہے جو ہمارے اور آسمانی
 خبروں کے درمیان حائل ہو گئی ہے، اس کے بعد
 جنات نے زمین کے تمام مشرق و مغرب
 کا دورہ کیا ان میں سے کچھ تہامہ گئے، اس
 وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عکاظ کے
 بازار میں مقام نخل میں صحابہ کو صبح کی نماز پڑھا
 رہے تھے جب جنات نے قرآن مجید کی آواز
 سنی تو غور سے سنتا شروع کر دیا اور کہنے لگے
 کہ یہی وہ چیز ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں
 کے درمیان حائل ہو گئی ہے پھر وہ اپنی قوم کے
 پاس واپس گئے اور کہنے لگے اے قوم! ہم
 نے ایک عجیب کلام سنا ہے جو سیدھی راہ کی
 طرف ہدایت دیتا ہے ہم اس پر ایمان لاتے
 ہیں اور اسے رب کے ساتھ کسی کو شریک
 نہیں ٹھہراتے اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے
 نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت
 نازل کی قل ادھی الی انما استمیعہ نفر من الجن
 "آپ کہتے کہ مجھ پر یہ وحی نازل کی گئی ہے کہ جنات
 کی ایک جماعت نے قرآن سنا۔"

۹۱۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ سَمِعْتُ
عَبْدَ الْأَعْلَى عَنْ دَاوُدَ عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَأَلْتُ
عَلْقَمَةَ هَلْ كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ شَهِيدًا مَعَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْحِجْرِ قَالَ
فَقَالَ عَلْقَمَةُ أَنَا سَأَلْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ
فَقُلْتُ هَلْ شَهِدَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مَعَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْحِجْرِ
قَالَ لَا وَلَكِنَّا كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَدْ كُنَّا
قَالَتْ مَسْنَاةٌ فِي الْأَذْيَةِ وَالشَّعَابِ
فَقُلْنَا اسْتَطِيعَ أَوْ اغْتِيلَ قَالَ فَبُشِّرْنَا
بِشَرِّ لَيْلَةٍ بَاتَ بِهَا قَوْمٌ كُنَّا أَصْحَابًا
إِذَا هُوَ جَاءَ مِنْ قَبْلِ جَاءَ قَالَ فَقُلْنَا
يَا رَسُولَ اللَّهِ فَهَذَا نَاكَ فَظَلَمْنَاكَ فَكَلِمَةً
تَجِدُكَ فَبُشِّرْنَا بِشَرِّ لَيْلَةٍ بَاتَ بِهَا قَوْمٌ
فَقَالَ أَتَانِي دَاغِي الْحِجْرِ فَذَهَبْتُ مَعَهُ
فَقَرَأْتُ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ قَالَ فَاذْهَبِي بِنَا
فَإِنَّا أَتَانَاهُمْ وَأَمَّا نَارُ نِيرَانِهِمْ وَ
سَأَلُوهُ الرَّادَ فَقَالَ لَكُمْ كُلُّ عَظْمٍ ذِكْرٌ
أَسْمَى اللَّهُ عَلَيْهِ يَقَعُ فِي أَيْدِيكُمْ أَوْ قَرَمًا
يَكُونُ لَحْمًا وَكُلُّ بَحْرَةٍ عِلْقَةٌ لِدَوَائِبِكُمْ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا تَسْتَنْجُوا بِهِمَا فَإِنَّهُمَا طَعَامٌ
إِشْعَارِيكُمْ

عامر کہتے ہیں کہ میں نے علقمہ سے پوچھا
کیا حضرت عبداللہ بن مسعود لیلۃ الجنہ (جنات) سے
ملاقات کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ تھے، علقمہ نے کہا میں نے یہ بات حضرت
عبداللہ بن مسعود سے پوچھی تھی کہ کیا آپ میں سے کوئی
لیلۃ الجنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
تھا انہوں نے فرمایا نہیں لیکن ایک رات ہم رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے (اچانک)
آپ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے، ہم پہاڑوں
کی گھاٹیوں اور وادیوں میں آپ کو تلاش کرنے لگے
ہم نے سوچا کہ (شاید) آپ کو جن سے گئے یا کسی
نے آپ کو ہنسی کر دیا، وہ رات ہم نے سخت بے
چینی سے گزاری، جب صبح ہوئی تو ہم نے دیکھا
کہ آپ (غار) حرا کی جانب سے آ رہے ہیں، ہم
نے عرض کیا یا رسول اللہ! رات کو آپ ہم سے اوجھل
ہو گئے، ہم نے بہت ڈھونڈا مگر آپ انہیں ملے۔
یہ رات ہم نے اس طرح گزاری جیسے کوئی قوم سخت
کرب اور بے چینی سے رات گزارتی ہے آپ
نے فرمایا میرے پاس جنات کی طرف سے ایک
نائجہ آیا تھا میں اس کے ساتھ گیا اور جنات کے
ساتھ قرآن پڑھا پھر آپ ہمیں اپنے ساتھ لے
گئے اور ہم کو جنات کے اور ان کی آگ کے آثار
دکھائے۔ جنات نے آپ سے اپنی غولاک کے
بارے میں پوچھا، آپ نے فرمایا ہر وہ جانور جس کو
اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا اس کی ہڈی تمہاری حوراک
ہے، تمہارے پاس آتے ہی وہ گوشت سے
پتہ ہو جائے گی اور ہراونٹ کی بینگنی تمہارے
جانوروں کا پارہ ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ان دو قول چیزوں سے استنجاء

نہ کیا کرو، کیونکہ یہ تمہارے بھائیوں کی خوراک ہے
اہم مسلم نے ایک اور سند سے یہ حدیث بیان
کی اور اس میں صرف یہ اضافہ ہے کہ وہ تمام جن
جزیرہ کے تھے۔

۹۱۱۔ وَحَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ جُنَيْدٍ الشَّعْبِيُّ
قَالَ نَأْتِي عُمَيْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ دَاوُدَ بِهَذَا
الْإِسْنَادِ إِلَى قَوْلِهِ وَأَشَارَ بِمِزَانِهِمْ قَالِ
الشَّعْبِيُّ وَسَأَلُوهُ الزَّادَ وَكَانُوا مِنْ جَزِيرِ
إِلَى أَجْرِ الْحَدِيثِ مِنْ قَوْلِ الشَّعْبِيِّ مُفَقَّدًا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ

اہم مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور کہا
اس سند کے ساتھ روایت میں حدیث کا آخری حصہ
نہیں ہے۔

۹۱۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
قَالَ مَا عَنَّا أَبُو بَكْرِ بْنُ رِيسٍ عَنْ دَاوُدَ عَنِ
الشَّعْبِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قَوْلِهِ وَأَشَارَ بِمِزَانِهِمْ وَكَرَّمَا بَعْدَهُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ میں جنات سے ملاقات کی رات کو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں تھا اور
میری یہ تمنا تھی کہ کاش میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا۔

۹۱۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا
كَهَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ كَهَالِدِ بْنِ الْحَدَّادِ عَنْ أَبِي
مَعْمَرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
قَالَ كَذَا كُنْتُ لَيْلَةَ الْحِجْرِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَوَدِدْتُ إِيَّاهُ كُنْتُ مَعَهُ

معن کے والد نے مصروف سے پرچھا کہ
جس رات جنات نے قرآن سنا اس رات نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نے خبر دی تھی اس وقت
نے کہا مجھے تمہارے باپ یعنی ابن مسعود نے
بتلایا ہے کہ آپ کو ایک درخت نے جنات کی
خبر دی تھی۔

۹۱۴۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرَفِيُّ وَ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا نَأْتِي سَامَةَ بْنَ مَرْثَدٍ
عَنْ مَعْنٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ سَأَلْتُ مَسْرُوقًا
مَنْ أَذَنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّجِيِّ
لَيْلَةَ اسْتَمْعَعُوا الْقُرْآنَ فَقَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ
يَحْيَى بْنُ مَسْعُودٍ أَذَنَهُ بِهَذَا شَجَرَةً

جنات کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق

اور جنات کے مکلف ہونے کا بیان

حدیث نمبر ۹۰۹ میں حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنات سے ملاقات نہیں
ہوئی اور حدیث نمبر ۹۱۰ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنات سے ملاقات
ہوئی ہے، اس تضاد کو علماء نے اس طرح دور کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے اوائل نبوت کے واقعہ کا ذکر کیا
ہے اس وقت جنات نے اتفاقاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیچ کا ناز میں قرآن سن لیا تھا اس سے

یہ بھی معلوم ہوا کہ اوائل نبوت میں صبح کی نماز باجماعت فرض ہو چکی تھی اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے جس ملاقات کا ذکر کیا ہے وہ بعد کا واقعہ ہے۔

اس بات میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ جنات احکام شریعہ کے مکلف ہیں، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِعِبَادَتِي - میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت

(ذاریات ۵۶)

کے لیے پیدا کیا ہے۔ علامہ ابن حجر مکی، علامہ سبکی سے نقل فرماتے ہیں کہ جنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تمام احکام کے مکلف ہیں اور بعض علماء سے نقل کرتے ہیں کہ جنات مختلف مقام پر مشتمل ہیں مثلاً رافضہ شیبہ وغیرہ بدعتیہ فرماتے بھی ہیں، نیز ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے ذکر کیا ہے کہ علماء کا اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ تمام احکام شریعہ میں جن ہماری طرح مکلف ہیں نیز علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ جنات میں سے جو مؤمن ہیں وہ نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں، اطواف کرتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں اور انسانوں سے اس طرح علوم سیکھتے ہیں کہ انھیں پتا نہیں چلتا۔ ۱۷

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو جن کفار میں سے ہیں ان کو آخرت میں عذاب ہوگا، کیونکہ قرآن کریم میں ہے:

لَا مَلْئِكَ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ - میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھروں گا۔

البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ مؤمنین اور نیک جن جنت میں داخل ہو کر جنت کی نعمتوں سے بہرہ لائے ہوں گے یا ان کو جانوروں کی طرح مٹی بنا دیا جائے گا، صحیح مذہب یہی ہے کہ وہ جنت میں جائیں گے اور یہی حسن بصری، مشکاک، مالک بن انس اور ابن ابی سیل وغیرہم کا مسلک ہے۔ ۱۸ جنات کے متعلق زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں بیان کی ہے اور عوام میں جو مشہور ہے کہ جن انسان کے جسم پر تصرف کرتے ہیں اس کے متعلق ہم نے زیادہ تفصیل کے ساتھ شرح صحیح مسلم جلد سابع میں لکھا ہے۔

ظہر اور عصر کی نمازوں میں قرات

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ظہر اور عصر کی نماز پڑھانے پر پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی دو سورتیں

۹۱۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَمَشِيُّ قَالَ نَأْتِيْنِي عَدَاتِي عَنِ الْحَجَّاجِ يَعْنِي الصُّكْرَاتِ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي

۱۷۔ علامہ ابن حجر عسقلانی کی متوفی ۹۷۴ھ، فتاویٰ ابن حجر ص ۴۰، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ بصرہ، ۱۳۵۶ھ
۱۸۔ علامہ محمد بن ابی الدین نووی متوفی ۷۶۲ھ، شرح صحیح مسلم علی ذیل مسلم ج ۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ دار محمد صالح المنجد، ۱۴۲۵ھ

قَتَادَةَ وَأَبَى سَلَمَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِنَا فَيَقْرَأُ
فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ
بِقَائِمَةِ الذِّكْرِ وَسُورَتَيْنِ وَيَسْمَعُنَا أَلَا نَحْيَانَا
وَكَانَ يُطَوِّلُ الرَّكَعَةَ الْأُولَى مِنَ الظُّهْرِ وَيَقْصِرُ الْخَامِسَةَ

٩١٦ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ
يَزِيدَ بْنَ هَارُونَ قَالَ أَسَأَلْتَهُمْ قَوْلَ بَارِ بْنِ يَزِيدَ
عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ
عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ
بِقَاصَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ وَيُسَمِّيُ الْأَيَّامَ أَحْيَا قَدْ يقرأُ
فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأَمْدَيْنِ بِقَاصَةِ الْكِتَابِ.

٩١٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ سَمِعْتُ عَنْ
عَلِيٍّ جَمِيعًا عَنْ هُشَيْمٍ قَالَ يَحْيَى نَا هُشَيْمٌ عَنْ
مَنْصُورٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي الصَّدِيقِ
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا نَحْمَدُ قِيَامَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَحَرَرْنَا
قِيَامَهُ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ قَدْرَ
قَدْرَةِ السَّحَابِ تَنْزِيلِ الْمُنْجَرِّ وَحَرَرْنَا قِيَامَهُ
فِي الْأَخْرَيَيْنِ قَدْرَ النِّصْفِ مِنْ ذَلِكَ وَحَرَرْنَا
قِيَامَهُ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى
قَدْرِ قِيَامِهِ فِي الْأَخْرَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَفِي الْأَخْرَيَيْنِ مِنَ
الظُّهْرِ وَفِي الْأَخْرَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذَلِكَ وَلَمْ
يَذْكُرْ أَبُو بَكْرٍ فِي رِوَايَةِ السَّحَابِ تَنْزِيلِ وَقَالَ قَدْرَ ثَلَاثِينَ آيَةً -

٩١٨ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ خَرُوذٍ قَالَ قَالَ أَبُو
عَوَانَةَ عَنْ مَعْمُورٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ أَبِي
يَسِيرٍ عَنْ أَبِي الصَّيْبِ بْنِ النَّاجِي عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ
عَنِ ابْنِ أَبِي نَجْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ عَنْ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ
الْقَهْرِ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ فِي كُلِّ رَكَعَةٍ قَدْرَ

پڑھا کرتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں (تسلیم کیلئے) سنا تے بھی تھے اور ظہر کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت کی نسبت زیادہ قرأت کرتے تھے، اسی طرح صبح کی نماز میں کرتے تھے۔

وَكَذَلِكَ فِي الْقُتُبِ
حضرت ابوقاتا دہ رضى اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی پہلی
دور کھیتوں میں سورۃ فاتحہ اور ایک ایک سورت
پڑھا کرتے تھے، اور کبھی کبھی ایک آدھ آیت بھی
بھی سنا دیتے تھے اور آخری دور کھیتوں میں سورۃ
فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ظہر اور عصر کی غاروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا اندازہ کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ آپ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں اتنی دیر قیام کرتے تھے جتنی دیر میں سورۃ الم نشرہ مل السجدہ پڑھی جاتے، اور ظہر کی آخری دو رکعتوں میں اس سے نصف مقدار تک قیام کرتے اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں آپ ظہر کی آخری دو رکعتوں کے برابر قیام کرتے اور عصر کی آخری دو رکعتوں میں پہلی دو رکعتوں کی نسبت نصف قیام کرتے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں تیس آیاتوں کی مقدار قرأت کرتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں پندرہ آیاتوں کے برابر یا اس (تیس آیات) کی ادھی مقدار اور عصر کی پہلی دو رکعتوں

میں پندرہ آیتوں کی مقدار قمرات کرتے اور آخری دو رکعتوں میں اس کی آدھی مقدار۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کوفہ نے حضرت عمر بن خطاب سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ناز پڑھانے کی شکایت کی، حضرت عمر نے حضرت سعد کو بلوایا اور ان سے اہل کوفہ کی شکایت کا ذکر کیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان کو اس طرح ناز پڑھاتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناز پڑھاتے تھے، میں پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قیام کرتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں اس سے کم، حضرت عمر نے حضرت سعد سے کہا اے ابواسحاق تم سے مجھے یہی حسن ظن تھا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے حضرت سعد سے کہا کہ لوگ تمہاری ہر بات کی شکایت کرتے ہیں حتیٰ کہ نماز پڑھانے کی بھی شکایت کرتے ہیں، حضرت سعد نے کہا میں پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قیام کرتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں کم اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تھی میں اس میں کوئی کمی نہیں کرتا، حضرت عمر نے فرمایا تم سے یہی حسن ظن تھا۔

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں یہ اضافہ ہے کہ (اہل کوفہ کی شکایت پر) حضرت سعد نے کہا یہ میرا

تَلَّيْنِ آيَةً وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ قَدْرَ خُمُسٍ مَثَرِ آيَةٍ أَوْ قَالَ يَصِفُ ذَلِكَ وَفِي الْغَضْرِ فِي رُكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ فِي كُلِّ رُكْعَةٍ قَدْرَ آيَةٍ وَخُمُسٍ مَثَرَةٍ وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ قَدْرَ يَصِفُ ذَلِكَ - ۹۱۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا هُشَيْمٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَابِرٍ عَنْ سَمُرَةَ أَنَّ أَهْلَ الْكُوفَةِ شَكَّوْا سَعْدًا إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرُوا مِنْ صَلَواتِهِ فَأَرْسَلَ عَلَيْهِ عُمَرُ فَقَدِمَ عَلَيْهِ فَذَكَرَ لَهُ مَا هَا بُوَعُوا بِهِ مِنْ أُمْرِ الصَّلَاةِ فَقَالَ إِنْ لَمْ يَكُنْ يَهْمُ صَلَاةٍ دَسَّوْا اللَّهَ صَلَاتِي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّوْا مَا أُخْرِمَ عَنْهَا إِنْ لَمْ ذَكَرْ يَهْمُ فِي الْأُولَيَيْنِ وَ أَحَدُثْ فِي الْأُخْرَيَيْنِ فَقَالَ ذَلِكَ الظَّنُّ يَا أَبَا اسْحَقَ -

۹۲۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَاسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ جَرِيرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَابِرٍ عَنْ سَمُرَةَ أَنَّ أَهْلَ الْكُوفَةِ شَكَّوْا سَعْدًا إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرُوا مِنْ صَلَواتِهِ فَأَرْسَلَ عَلَيْهِ عُمَرُ فَقَدِمَ عَلَيْهِ فَذَكَرَ لَهُ مَا هَا بُوَعُوا بِهِ مِنْ أُمْرِ الصَّلَاةِ فَقَالَ إِنْ لَمْ يَكُنْ يَهْمُ صَلَاةٍ دَسَّوْا اللَّهَ صَلَاتِي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّوْا مَا أُخْرِمَ عَنْهَا إِنْ لَمْ ذَكَرْ يَهْمُ فِي الْأُولَيَيْنِ وَ أَحَدُثْ فِي الْأُخْرَيَيْنِ فَقَالَ ذَلِكَ الظَّنُّ يَا أَبَا اسْحَقَ -

۹۲۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ قَهْقَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عَوْنٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ قَدْ شَكَّوْكَ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى فِي الصَّلَاةِ قَالَ أَمَا أَنَا فَاصْدِ فِي الْأُولَيَيْنِ وَ أَحَدُثْ فِي الْأُخْرَيَيْنِ وَ مَا أَلَوْا مَا أَقْتَدَيْتَ بِهِ مِنْ صَلَوةٍ دَسَّوْا اللَّهَ صَلَاتِي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّوْا مَا أُخْرِمَ عَنْهَا إِنْ لَمْ ذَكَرْ يَهْمُ فِي الْأُولَيَيْنِ وَ أَحَدُثْ فِي الْأُخْرَيَيْنِ فَقَالَ ذَلِكَ الظَّنُّ يَا أَبَا اسْحَقَ -

۹۲۲ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ بِشْرِ عَنْ مَسْعَرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ وَابْنُ عَوْنٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ يَمْعَنِ حَدَّثَنَا يَهُودُ وَ نَزَادَ فَقَالَ تَعْلَمُنِي

الْأَخَرِ ابْنُ الصَّلَاةِ -

۹۲۳ - حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ بْنُ رَشِيدٍ قَالَ قَالَ نَافِلُ بْنُ
يَعْقُبٍ ابْنُ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيدٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ
عَنْ عَطِيَّةِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ كُرَّ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي سَعِيدٍ
الْخُدْرِيِّ قَالَ لَقَدْ كَانَتْ صَلَاةُ الظُّهْرِ تَكَامُرُ
فَيَقْضِي حَاجَتَهُ ثُمَّ يَأْتِي إِلَى الْبَقِيعِ فَيَقْضِي حَاجَتَهُ
ثُمَّ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَأْتِي وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مِمَّا يَطْرُقُ لَهَا -

۹۲۴ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ
ثَابِتُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَرْثُودٍ عَنْ مَعَاوِيَةَ بْنِ
صَالِحٍ عَنْ رَبِيعَةَ قَالَ حَدَّثَنِي كُرَّ عَنْ عَمْرِو بْنِ
أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ مَكْشُورٌ
عَلَيْهِ فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْهُ قُلْتُ إِنِّي لَأَسْأَلُكَ
عَمَّا سَأَلْتُ هَذَا رَأَوْا عَنْهُ قُلْتُ أَسَأَلُكَ عَنْ
صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا لَكَ
فِي ذَلِكَ مِنْ خَيْرٍ فَأَعَادَهَا عَلَيْهِ فَقَالَ كَانَتْ
صَلَاةُ الظُّهْرِ تَكَامُرُ فَيَنْطَلِقُ أَحَدُنَا إِلَى الْبَقِيعِ
فَيَقْضِي حَاجَتَهُ ثُمَّ يَأْتِي أَهْلَهُ فَيَتَوَضَّأُ ثُمَّ
يَرْجِعُ إِلَى الْمَسْجِدِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى -

مجھے نماز سکھاتے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ ظہر کی جماعت کثرت سے ہوجاتی اور پھر کوئی شخص
بقیع جا کر اپنا کام کر آتا پھر وضو کرتا اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ابھی پہلی رکعت میں ہوتے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز اس قدر طویل پڑھتے
تھے۔

تقریباً بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوسعید خدری
کے پاس گیا اس وقت وہاں بہت سے لوگ موجود
تھے، جب وہ آدمی چلے گئے تو میں نے کہا میں
آپ سے وہ باتیں پرچھنے نہیں آیا جو باتیں یہ لوگ
پرچھ رہے ہیں بلکہ میں آپ سے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں پرچھنے آیا
ہوں، حضرت ابوسعید نے فرمایا کہ اس سوال میں تیرے
بے بھلائی نہیں ہے (کیونکہ تم ایسی نماز نہیں پڑھ
سکتے) اس نے جب زیادہ اصرار کیا تو حضرت
ابوسعید خدری نے فرمایا ظہر کی جماعت کثرت سے ہوجاتی
اور ہم میں سے کوئی شخص بقیع جا کر اپنے کام سے
نامتغ ہو کر آجاتا پھر اپنے گھر سے وضو کر کے مسجد
میں جاتا تو ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت
میں ہوتے۔

صبح کی نماز میں قرات

حضرت عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مکہ
مکرمہ میں صبح کی نماز پڑھانی اور سورۃ المؤمنون کی قرات
شروع کی، جب موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر آیا
یا عیسیٰ علیہ السلام کا (راوی کو شک ہے) تو رسول اللہ

باب القراءۃ فی الصبح

۹۲۵ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ ثَابِتُ
بَنُ مُحَمَّدٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ وَحْدَةَ بَنِي
مُحَمَّدٍ بْنِ زَائِدٍ وَثِقَاتُ بَنِي الْقُفْلَةِ قَالَ ثَابِتُ
عَيْنُ الرَّمَّانِ قَالَ ثَابِتُ بْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ
مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ بْنِ جَعْفَرٍ يَقُولُ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ

صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانس آگئی تو آپ نے قرأت برتن
کر دی اور رکوع میں چلے گئے۔

بْنِ سَفِيَّانَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَعَبْدُ اللَّهِ
ابْنُ الْمُثَنَّبِ بْنِ الْعَلَيْدِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشَّائِبِ قَالَ
صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِسُكُوتٍ فَأَسْتَفْتَهُ
مُؤَدَّةَ الْمُؤَمِّينَ حَتَّى جَاءَ دُكْرُ مُوسَى وَهَارُونَ أَوْ دُكْرُ عِيسَى
مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ يَشْكُ أَوْ اخْتَلَفُوا عَلَيْهِ أَخَذَتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُعْلَةً فَدَكَرَهُ وَعَبْدُ اللَّهِ ابْنُ الشَّائِبِ حَاضِرٌ ذَلِكَ
فِي حَدِيثٍ عَنْهُ الرَّزَّاقِيُّ فَحَدَّثَ فَدَكَرَهُ وَفِي حَدِيثٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ عَمْرِو دَكَرَ يَقُولُ ابْنُ الْعَاصِ .

حضرت عمر بن حریث رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
صبح کی نماز میں والیل اذا عسعس سا۔

۹۲۶ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ سَأَلَ
يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
قَالَ نَا دَكِيغٌ وَحَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُ
قَالَ أَنَا ابْنُ يَشْرِ عَنْ مَسْعَرٍ قَالَ حَدَّثَنِي التَّوَيْلِيُّ
بْنُ سَرِيْعٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْقُبُورِ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ

حضرت عقیب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتداء
میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے سورۃ
والقرآن المجید۔ والفعل باسقات تک پڑھی میں اس
آیت کو دہرانا رہا ہر بار وہی کہتا ہے مجھے پتا نہیں
نے کیا کہا۔

۹۲۷ - حَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ الْجَعْفَرِيُّ قُتَيْبٌ
بْنُ حُسَيْنٍ قَالَ نَا أَبُو عَوَّاسٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ
عَنْ قُطَيْبَةَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّيْتُ وَصَلَّى بِنَا رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقْرَأُ قَاهُ وَالْعُزْرَابِ
الْمَجِيئُ حَتَّى قَرَأَ وَالنَّخْلَ بِاسِقَاتٍ قَالَ فَجَعَلْتُ
أُرَدُّ هَذَا وَلَا أَدْرِي مَا قَالَ -

حضرت قطیب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
صبح کی نماز میں سا آپ پڑھ رہے تھے۔ والفعل
باسقات لہا طلوع نصیب۔

۹۲۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
شَرِيكٌ وَابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ قُطَيْبَةَ
بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْقُبُورِ وَالنَّخْلَ بِاسِقَاتٍ لَهَا طَلْعٌ نَضِيدٌ -

زیاد بن ملائم اپنے چچا سے روایت کرتے
ہیں کہ ان کے چچا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی اتداء میں صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں والنخل
باسقات لہا طلوع نصیب۔ کی قرأت کی اور بسا اوقات

۹۲۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ
بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ
عَمْرِو بْنِ مَرْثَدَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ
قَرَأَ فِي دَكْعَةٍ وَالنَّخْلَ بِاسِقَاتٍ لَهَا طَلْعٌ نَضِيدٌ

وَرَبَّنَا قَالَ قَ .

۹۳۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ قَالَ
حُسَيْنُ بْنُ عَمْرِو بْنِ مَرْثَدَةَ قَالَ قَالَ نَاسِمُ بْنُ
جَابِرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ بِكَافٍ وَالْقُرْآنِ
الْمَجِيدِ وَكَانَ صَلَاتُهُ بَعْدَ تَخْفِيفٍ .

۹۳۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَحُمَيْدُ
بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لِبْنِ رَافِعٍ قَالَ تَنَا جَبْرِ بْنُ
أَدَمَ قَالَ نَاؤُهُ عَنْ سَمَاءِ قَالَ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرَ
بْنَ سَمُرَةَ عَنْ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ كَانَ يُخَفِّفُ الصَّلَاةَ وَلَا يَقْضِي صَلَاةَ هَذِهِ قَالَ
وَأَنبَأَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي
الْفَجْرِ بِكَافٍ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ وَتَحْوِيهَا .

۹۳۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى قَالَ نَاؤُهُ عَنِ
بْنِ مَهْدِيٍّ قَالَ نَاؤُهُ عَنْ سَمَاءِ عَنْ جَابِرِ بْنِ
سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ
فِي الظُّهْرِ بِالنَّبِيلِ إِذَا يَغْشَى وَفِي الْعَصْرِ تَحْوِي ذَلِكَ
وَفِي الشُّبُحِ بِأَطْوَلَ مِنْ ذَلِكَ .

۹۳۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَاؤُهُ
أَبُو أَدَا أَيْطَانُ لَيْسَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَمَاءِ عَنْ
جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ بِسَبْعِينَ آيَةً مِنْ ذَلِكَ الْأَعْلَى وَ
فِي الشُّبُحِ بِأَطْوَلَ مِنْ ذَلِكَ .

۹۳۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
قَالَ نَاؤُهُ بَنِي هَارُونَ عَنْ الشَّيْبِيِّ عَنْ أَبِي
الْمِنْهَالِ عَنْ أَبِي بَرَّةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْعَدَاةِ مِنَ الشَّيْثَانِ إِلَى الْيَمَانَةِ .

۹۳۵ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَاؤُهُ كَبِيرٌ عَنْ
سُفْيَانَ عَنْ حَالِدِ بْنِ الْحَدَّادِ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنْ

کہتے ہیں کہ آپ نے سورہ ق کو پڑھا۔
حضرت جابر بن سمور رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کی پہلی
رکعت میں قاف والقرآن المجید پڑھتے اور دوسری
رکعت میں تخفیف کرتے۔

سنا کہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمور
رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز
کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم تخفیف سے نماز پڑھتے تھے
اور لوگوں کی طرح لیکن نماز میں پڑھتے تھے بلکہ صبح
کی نماز میں قاف والقرآن المجید۔ یا اس کی
مثل سرتیں پڑھتے تھے۔

حضرت جابر بن سمور رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں
والنبیل اذا يغشى اور عصر کی نماز میں اس
کی مثل قرات کرتے اور صبح کی نماز میں اس سے
لیسی قرات کرتے۔

حضرت جابر بن سمور رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں
سبعون آیت کے اعلیٰ اور صبح کی نماز میں اس
سے لیسی قرات کرتے تھے۔

حضرت ابو براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں ساٹھ آیتوں
سے لے کر سو آیتوں تک پڑھتے تھے۔

حضرت ابو براء سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں

ساتھ آیتوں سے لے کر سواتیوں تک پڑھتے تھے۔

أَفِي بَرَزَةٍ الْأَسْلَمِي قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْقَجْرِ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ إِلَى الْيَمَانَةِ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا نے مجھ کو سورۃ والمرسلات عرفا پڑھتے ہوئے سنا وہ کہنے لگیں اسے میرے سب سے بڑا اس سورت کو پڑھنے سے مجھے یاد آگیا کہ میں نے آخری مرتبہ یہ سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مغرب کی نماز میں سنی تھی۔

۹۳۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ مَوْلَى أَبِي عَبَّاسٍ قَالَ لَأَنْ أَمَّا لِقَضِي بَنَاتِ الْحَارِثِ سَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقْرَأُ الْمُرْسَلَاتِ عُرْنَا فَقَالَتْ يَا بَنِي لَعَنَهُ ذَكَرْتَنِي يَقْرَأُ بِكَ هَذِهِ السُّورَةَ لَأَنْهَا لِحُرْمَتِهَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ -

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے مگر اس میں یہ اضافہ ہے کہ پھر آپ نے اپنی وفات تک نماز میں پڑھائی۔

۹۳۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو يَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَخَمْرُو النَّاقِدُ قَالَا نَسَقِيَانُ ح وَحَدَّثَنِي حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَحَدَّثَنَا حَمِيدُ بْنُ عَمْرِو الرِّزْقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرُ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرُو النَّاقِدُ قَالَ نَابِعُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنُ سَعْدٍ قَالَ نَا أَبُو عَنْ صَالِحٍ كُلُّهُمْ عَنِ الرَّهْزِيِّ بِهَذَا إِلَّا سَاعِدَةَ كَرَادَ فِي حَدِيثِ صَالِحٍ ثُمَّ مَا صَلَّى بَعْدَ حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ -

حضرت جابر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مغرب کی نماز میں سورۃ طہ طور سنی۔

۹۳۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَبْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِالطُّورِ فِي الْمَغْرِبِ -

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۹۳۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو يَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَخَمْرُو النَّاقِدُ قَالَا نَسَقِيَانُ ح وَحَدَّثَنِي حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَحَدَّثَنَا حَمِيدُ بْنُ عَمْرِو الرِّزْقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرُ كُلُّهُمْ

عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ -

بَابُ الْفِرَآءَةِ فِي الْعِشَاءِ

۹۴۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَاذٍ الْعَدَنِيُّ قَالَ نَافِعُ قَالَ نَافِعُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعَاذٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ فِي سَفَرٍ فَصَلَّى الْعِشَاءَ الْأَخِيرَةَ فَقَرَأَ فِيهَا أَحَدَ الرَّكَعَتَيْنِ وَالْآيَاتِ وَالرُّسُومِ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ كَيْثٍ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَدِيٍّ بْنِ قَابِطٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ قَرَأَ بِالْآيَاتِ وَالرُّسُومِ -

۹۴۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعَاذٍ قَالَ نَافِعُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ فِي الْوُضْءِ وَالْأُتْرُوقِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَالْآيَاتِ وَالرُّسُومِ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعَاذٍ قَالَ نَافِعُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ فِي الْوُضْءِ وَالْأُتْرُوقِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَالْآيَاتِ وَالرُّسُومِ -

۹۴۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعَاذٍ قَالَ نَافِعُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ فِي الْوُضْءِ وَالْأُتْرُوقِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَالْآيَاتِ وَالرُّسُومِ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعَاذٍ قَالَ نَافِعُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ فِي الْوُضْءِ وَالْأُتْرُوقِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَالْآيَاتِ وَالرُّسُومِ -

عشاء کی نماز میں قسرات

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی ایک رکعت میں سورہ والہین والذین یؤمن پڑھی

حضرت براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی آپ نے سورہ والہین والذین یؤمن پڑھی۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشاء کی نماز میں سورہ والہین والذین یؤمن سنی، آپ کے تلاوت کسی اور شخص کو میں نے ایسی خوش اسخانی سے قرآن پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ معاذ بن جبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے پھر اگر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے ایک رات انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی پھر اگر اپنی قوم کو جماعت کرائی اور اس میں سورہ بقرہ شروع کر دی، ایک شخص سلام پھیر کر جماعت سے نکل گیا اور اپنی علیحدہ نماز پڑھ کر چلا گیا اور میں نے اس سے کہا کیا تم منافق ہو گئے ہو؟ اس نے کہا نہیں بلکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

أَصْحَابُ تَحَاظِهِمْ تَعْمَلُ بِالنَّهَارِ وَأَنْ مَعَادًا
صَلَّى مَعَكَ الْوُضُوءَ ثُمَّ أَتَى فَاتَمَّتْ رِسْوَدَةً
الْبَقَرَةِ فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَى مَعَادٍ فَقَالَ يَا مَعَادُ أَفَكَانَ أَتَمَّ إِحْسَادًا
يَكُنْ أَقْرَأَ بِكَ أَحَالَ سَقِيَانُ فَقُلْتُ لِعَسْوِدَ
أَنْ أَبَا الزُّبَيْرِ حَدَّثَنَا عَنْ جَابِرٍ أَنَّكَ قَالَ أَقْرَأُ
وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشَى وَسَبَّحَ
اسْمُ رَبِّكَ الْأَعْلَى فَقَالَ عَمَّا وَنَحْوَهُ ۝

میں حاضر ہوں گا اور تمہاری شکایت کروں گا پھر وہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور کہنے
لگا یا رسول اللہ! ہم دن بھر انہوں پر پانی لاد کر لاتے
ہیں اور معاذ آپ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ کر آیا
پھر اگر ہماری جماعت کران، اور نماز میں سورۃ بقرہ
شروع کر دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ کی
طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے معاذ! کیا تم فقہ پر
ہو (نماز میں) غلاں غلاں سورت پڑھا کر وہ حضرت
جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے د

الشمس وضحاها والليل اذا يغشى، سبح اسم ربك الاعلى
جیسی سورت میں بتائی تھیں۔

۹۲۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ
مَنْ وَحَدَّثَنَا ابْنُ مَرْجٍ قَالَ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ
عَنْ جَابِرٍ أَنَّكَ قَالَ صَلَّى مَعَادُ بْنُ جَبَلٍ الْأَنْصَارِيُّ
يَا صَاحِبَ الْوُضُوءِ فَطَوَّلَ عَلَيْهِمْ فَأَنْصَرَفَ رَجُلٌ
مِنَّا فَصَلَّى فَأَخْبَرَ مَعَادُ عَنْهُ فَقَالَ إِنَّهُ مَنَافِقٌ
فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ الرَّجُلُ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ مَا قَالَ مَعَادُ
فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْرِهِي أَنْ
تَكُونَ قَتْلًا يَا مَعَادُ إِذَا مَمَتِ النَّاسُ فَأَقْرَأُ
بِالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَسَبَّحَ اسْمُ رَبِّكَ الْأَعْلَى
وَأَقْرَأُ بِاسْمِ رَبِّكَ وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشَى ۝

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
معاذ بن جبل انصاری نے اپنے ساتھیوں کو عشاء
کی جماعت کرائی اور نماز میں قرأت بہت لمبی کر دی
تو ہم میں سے ایک شخص نے جماعت سے علیحدہ
ہو کر نماز پڑھی، حضرت معاذ کو جب اس بات کا پتا
چلا تو انہوں نے کہا وہ شخص منافق ہے اور
جب اس شخص تک یہ بات پہنچی تو وہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور بتایا
کہ (اس بناء پر) حضرت معاذ نے اس کو منافق
کہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
معاذ سے کہا۔ اے معاذ! کیا تم فقہ پر پڑھا کر ناچاہتے
ہو! جب تم جماعت کرو تو الشمس وضحاها،
سبح اسم ربك الاعلى، اقرا بالسم ربك
اور والليل اذا يغشى۔ (جیسی
سورتیں) پڑھا کرو۔

۹۲۵۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا مُشَيْمٌ
عَنْ مَتَّوْرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ وَثَّانٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
أَنَّ مَعَادُ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ معاذ بن جبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
عشاء کی نماز پڑھتے پھر جا کر اپنی قوم کو عشاء کی نماز

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءُ الْآخِرَةُ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى قَوْمِهِ فَيُصَلِّيُ بِهِمْ ذَلِكَ الصَّلَاةَ - پڑھاتے۔

۹۴۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي الْأَظْهَرِ أَيْ قَالَ أَبُو الرَّبِيعِ نَا حَقَّادُ قَالَ نَا يُونُسُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ مَعَادُ يُصَلِّيَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ يَأْتِي مَسْجِدَ قَوْمِهِ فَيُصَلِّيُ بِهِمْ - حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے پھر اپنی مسجد میں جا کر لوگوں کو جماعت کراتے۔

متنفل کی اقتداء میں مفترض کی نماز کی مانعت میں مذاہب اربعہ اور جمہور فقہار کے دلائل

اس باب کی تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز دوبار پڑھتے تھے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں اور ایک بار اپنی قوم کو مسجد میں جا کر عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ امام شافعی نے ان احادیث کا یہ مطلب یہ ہے کہ حضرت معاذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فرض پڑھتے اور اپنی قوم کو جا کر جب عشاء کی نماز پڑھاتے تو وہ نفل کی نیت کہہ لیتے اور قوم فرض کی نیت کرتی پھر امام شافعی یہ اجتہاد کرتے ہیں کہ امام نفل پڑھ رہا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے فرض پڑھیں تو یہ جائز ہے، اس کے برعکس امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔
امام اعظم اور دوسرے ائمہ کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں:

عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال إنما جعل الإمام ليؤتم به فلا تختلفوا عليه الحديث - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کو اس لیے امام بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع اور پیروی کی جائے لہذا امام سے اختلاف نہ کرو۔

اور اس سے بڑھ کر امام کی مخالفت کیا ہوگی کہ امام نے نفل کی نیت کی ہو اور مقتدی فرض کی نیت کر لیں، اس لیے جب امام نے نفل کی نیت کی، ہو تو اس کے پیچھے فرض پڑھنا جائز نہیں ہے، اگر یہ کہا جائے مفترض کی اقتداء میں نفل پڑھنے سے بھی تو امام سے اختلاف ہوگی اس کا جواب یہ ہے کہ نفل نماز شروع کرنے کے بعد فرض ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اگر اس کو توڑ دے تو اس کا اعادہ کرنا واجب ہے۔
دوسری دلیل یہ ہے کہ امام ترمذی اپنی جامع میں روایت کرتے ہیں:

۱ - عبد الرحمن بن عذری کتاب الفقه علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۱۰۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت
۲ - امام محمد بن اسماعیل البخاری سنن ۵۲۵۶، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۰، مطبوعہ دار محمد امجد المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الامام رضا من رملہ
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام رضا ہے
 یعنی امام کی نماز مقتدی کی نماز کو مستغن اور شامل ہوتی ہے اور اعلیٰ ادنیٰ کو شامل ہو سکتا ہے، ادنیٰ اعلیٰ کو شامل
 نہیں ہوتا لہذا فرض تو نفل کو شامل ہو سکتا ہے، یعنی مفرغین کی اقتداء میں مستغن کی نماز ہو سکتی ہے لیکن نفل فرض کو
 شامل نہیں ہو سکتا اور نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھنے والے کی نماز نہیں ہو سکتی۔
 علامہ نووی نے حدیث معاذ سے متغفل کے پیچھے فرض پڑھنے پر استدلال کیا ہے اور کہتے ہیں کہ
 جمہور اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نفل کی نیت
 کی تھی اور اپنی قوم کو نماز پڑھاتے وقت فرض کی نیت کی تھی یا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی میں حضرت معاذ اپنی
 قوم کو فرض نماز پڑھاتے رہے یا یہ کہ یہ حدیث منسوخ ہے پھر فرماتے ہیں کہ یہ سب بے اصل باتیں ہیں جو اس
 حدیث صحیح کے مزاحم نہیں ہو سکتیں۔

علامہ نووی نے جمہور کے جوابات کے سلسلہ میں جتنی باتیں کہی ہیں وہ سب بجائے خود بے اصل ہیں،
 جمہور نے حدیث معاذ کے چند جواب دیے ہیں:

۱۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز دو جگہ پڑھتے تھے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء
 میں پڑھتے پھر اپنی قوم کو جا کر پڑھاتے تھے حضرت معاذ بن جبل نے خود نہیں بیان کیا کہ وہ کس جگہ کیا نیت کرتے تھے
 اب یہاں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں وہ نفل پڑھتے ہوں اور اپنی قوم کو جا کر فرض پڑھاتے ہوں۔

۲۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فرض پڑھتے ہوں اور اپنی قوم کو فرض پڑھانے
 کے لیے نفل کی نیت کرتے ہوں، امام شافعی اسی کے قائل ہیں لیکن اہل علم پر مخفی نہیں کہ صرف احتمال سے کوئی
 دعویٰ ثابت نہیں ہوتا، خصوصاً اس وقت جب کہ مخالفت احتمال زیادہ قوی ہو کہ جب دوسرے دلائل سے
 (جو اوپر گزر چکے ہیں) یہ ثابت ہو چکا کہ متغفل کے پیچھے مفرغین کی نماز نہیں ہوتی تو حضرت معاذ کے اس نفل
 کو اسی صورت پر محمول کیا جائے گا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نفل پڑھتے تھے اور رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھاتے دیکھ کر اسی طریقہ سے جا کر فرض پڑھاتے تھے۔

۳۔ اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ حضرت معاذ دونوں جگہ فرض پڑھتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسند احمد بن حنبل
 میں امام احمد بن حنبل نے اس حدیث حسانی الآثار میں اپنی اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جب اعرابی نے حضرت
 معاذ کی لمبی قرات کرنے کی شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تکن فتاکا اما ان تصلی معی واما
 ان تخفف عن قومک۔
 اسے معاذ ثقہ مت ڈال دیا حضرت میری اقتداء میں نماز
 پڑھو اور یا اپنی قوم کو تخفیف سے نماز پڑھاؤ۔

۱۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۵۵ھ، جامع ترمذی ص ۵۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، مکتبہ کراچی

۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند امام احمد بن حنبل ج ۵ ص ۷۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۳۔ امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۰ھ، شرح مسانی الآثار ج ۱ ص ۲۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، مکتبہ کراچی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرمان میں یہ تصریح کر دی ہے کہ ایک فرض دوم مرتبہ نہیں پڑھے جلتے اور حضرت مساذ کے لیے دو باتوں میں سے کوئی ایک بات معین کر دی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں فرض پڑھ لیں یا اپنی قوم کو تحقیق کے ساتھ فرض پڑھائیں، اس کا مزید تفصیل علامہ زلیخ کی عبارت میں ہے۔
 ۱۔ علامہ زلیخ نے ذکر کیا ہے کہ امام محمدی فرماتے ہیں کہ ابتدائی دفعہ میں ایک نماز دوم مرتبہ پڑھ لی جاتی تھی اس لیے حضرت مساذ ایسا کرتے تھے، بعد میں یہ عمل منسوخ ہو گیا اور نسخ پر امام محمدی نے یہ دس پیش کی ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے: لا تفصلی صلوٰۃ فی یوم موعتین ایک نماز ایک دن میں دو بار پڑھیں جلتے۔

۲۔ چونکہ حدیث مساذ صحیح حدیثوں کے خلاف ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ متفصل کے پیچھے مفترض نماز نہیں پڑھ سکتا، اس لیے حدیث مساذ کی ترجیح میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ابتدائی دور کا معاملہ تھا جب زیادہ امام عیسٰی تھے اس لیے بامجبوری اس فعل کو مباح رکھا گیا بعد میں حدیث ابن عمر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے یہ عمل منسوخ کر دیا گیا۔

۳۔ امام شافعی کے نزدیک متفصل کی اقتدار میں فرض نماز ہو جاتی ہے اور جمہور ائمہ کے نزدیک نہیں ہوتی اور عبادات خصوصاً فرض میں احتیاط لازم ہے اس لیے احتیاط کا مقتضی یہی ہے کہ متفصل کی اقتدار میں فرض نہ ادا کیے جائیں۔

۴۔ حدیث مساذ سے علی سبیل التبرہل زیادہ سے زیادہ اباحت ثابت ہوگی اور دوسرے دلائل سے تحریم ثابت ہے اور اہل علم پر محض نہیں کہ تحریم کو اباحت پر ترجیح دی جاتی ہے۔

۵۔ اس سلسلہ میں سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت مساذ بن جبل ہجرت سے پہلے اسلام لائے تھے اور ہجرت کے دو سال بعد جنگ کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز ثلث پڑھائی تو ایک جماعت دشمن کے سامنے کھڑی ہوئی اور آپ دوسری جماعت کو ایک رکعت نماز پڑھاتے، پھر یہ جماعت علی جاتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ رہتے اور جب پہلی جماعت آتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دوسری رکعت پڑھاتے، پھر دونوں جماعتیں باقی ایک رکعت اپنے اپنے طور پر پڑھتیں اگر ایک فرض کو دوم مرتبہ پڑھنا بھی ایک مرتبہ بطور فرض کے اور دوسری مرتبہ بطور نفل کے پڑھنا جائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جماعت کو فرض پڑھا دیتے اور پھر دوسری جماعت جب فرض پڑھنے کے لیے آتی تو آپ نفل کی نیت کرتے اور وہ جماعت فرض پڑھ لیتی اور جب اللہ کے رسول نے نفل کی نیت سے فرض نہیں پڑھا ہے تو پھر کسی ادا کے لیے کیے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ نفل کی نیت کر کے فرض نماز پڑھنے والوں کو فرض پڑھا دے یہ

✱

بَابُ أَمْرِ الرُّكْمَةِ بِتَخْفِيفِ الصَّلَاةِ فِي قَامٍ

۹۴۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا هَاشِمٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَبِيصِ بْنِ أَبِي مُسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي لَكَ أَخَذْتُ عَنْ صَلَاةِ الصُّبْرِ مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ وَمَنْ يَطِيلُ يَمُنَا حَتَّى تَأْتِيكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَضِبَ فِي مَوْعِظَةٍ قَطْرُ أَشَدُّ مِمَّا غَضِبَ يَوْمَئِذٍ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ مِنْكُمْ مُنْفَرِّقِينَ قَائِمٌ كَرَّ أَمْرَ النَّاسِ فَلَيْسَ بِحَرْزٍ فَإِنْ مِنْكُمْ أَمْرٌ الْكَبِيرُ وَالصَّغِيرُ وَذَلِكَ الْحَاجَةُ

اُمّہ کو تخفیف سے نماز پڑھانے کا حکم

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں فلاں شخص کی بی بی قرأت کرنے کی وجہ سے صبح کی نماز سے رو جاتا ہوں (حضرت ابو مسعود کہتے ہیں کہ میں نے اس دن سے پہلے نصیحت کے موقع پر کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ غصہ میں نہیں دیکھا تھا آپ نے فرمایا اے لوگو! تم میں سے بعض اشخاص لوگوں کو دین سے متنفر کرتے ہیں، تم میں سے جو شخص بھی نماز پڑھائے تو تخفیف کرے، اس لیے کہ اس کے پیچھے بوڑھے، کمزور اور غریب مرد اشخاص بھی ہوتے ہیں۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اہل سند سے بھی حدیث سابقہ کی مثل روایت منقول ہے۔

۹۴۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا هَاشِمٌ وَكَانَ مِنْ أَهْلِ بَنِي تَمِيمٍ قَالَ نَا فِي حَرْزٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَيْرٍ قَالَ نَا سَفِيَانٌ كُلُّهُمَا عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ هَاشِمٍ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِ حَدِيثِ هَاشِمٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جماعت کو اسے تو تخفیف کرے (یعنی زیادہ لمبی نماز نہ پڑھائے) اس لیے کہ حالت میں نیچے، بوڑھے، کمزور اور بیمار بھی ہوتے ہیں اور جب تنہا نماز پڑھے تو جس طرح چاہے پڑھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھائے تو تخفیف سے پڑھائے، کیونکہ جماعت میں بوڑھے بھی ہوتے

۹۴۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا الْمُغِيرَةُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ أَبِي الزُّنَادِ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَمَرَ أَحَدُكُمْ النَّاسَ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالْكَبِيرَ وَالصَّغِيرَ وَالْمَرِيضَ فَإِذَا صَلَّيْ وَحْدَكَ فَلْيَصِلْ كَيْفَ شَاءَ

۹۵۰۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ زَائِدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَحْمُودُ عَنْ هِشَامِ بْنِ مُكْتَبٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كُتِبَ أَحَادِيثُ مِنْهَا وَكَانَ

میں اور کمزور بھی اور جب اکیلا نماز پڑھے تو جس طرح چاہے پڑھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے کیونکہ لوگوں میں کمزور، بیمار اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اس طرح منقول ہے مگر اس میں بیمار کی جگہ برٹھے کا لفظ ہے۔

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم اپنی قوم کی امامت کیا کرو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ بھیجک محسوس ہوتا ہے آپ نے فرمایا میرے قریب ہر پھر آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ کے درمیان میں رکھا، پھر کہا پیٹھ موڑ لو پھر میرے کندھوں کے درمیان اپنا ہاتھ رکھا پھر فرمایا اپنی قوم کو امامت کراؤ اور جو شخص جماعت کرائے اسے تخفیف سے کام لینا چاہیے کیوں کہ لوگوں میں برٹھے بھی ہوتے ہیں اودان میں مریض بھی ہوتے ہیں اودان میں ضرورت مند بھی ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی شخص اکیلا نماز پڑھے تو جس طرح چاہے پڑھے۔

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرَّ أَحَدُكُمْ بِالنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ الصَّلَاةَ فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَإِذَا قَامَ وَحْدَهُ فَلْيُصَلِّ صَلَاتَهُ مَامَشَاءَ.

۹۵۱ - وَحَدَّثَنِي حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرَّ أَحَدُكُمْ بِالنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِي النَّاسِ الضَّعِيفَ وَالسَّقِيمَ وَالْحَاجَةَ.

۹۵۲ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ بْنُ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ غَيْرِ أَنَّهُ قَالَ بَدَلِ السَّقِيمِ الْكَبِيرِ.

۹۵۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شُعَيْبٍ قَالَ أَنَا أَبِي قَالَ قَامَ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ قَامَ يُونُسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاصِ الثَّقَفِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا أَمَرَ خَوْلَكَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَجِدُ فِي نَفْسِي شَيْئًا قَالَ أَوْفِدْنَا فَبَجَلَسَنِي بَيْنَ يَدَيْكَ ثُمَّ وَصَّيْتَنِي كَقَدْرِي فِي صَدْرِي بَيْنَ كَتِفَيْكَ ثُمَّ قَالَ تَحَوَّلْ فَوَضَعَهَا فِي ظَهْرِي بَيْنَ كَتِفَيْكَ ثُمَّ قَالَ أَمَرَ خَوْلَكَ فَتَنَنْ أَمَرَ خَوْلًا فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ الْكَبِيرَ فَإِنَّ فِيهِمُ الْمَرِيضَ فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَإِنَّ فِيهِمُ الْحَاجَةَ فَإِذَا صَلَّي أَحَدُكُمْ وَحْدَهُ فَلْيُصَلِّ كَيْفَ شَاءَ.

۹۵۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ

قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاصِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَا عَمِدًا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَمْتُ قَوْمًا فَارْتَحِلْتُ بِهِمْ الصَّلَاةَ.

بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مجھے آخری نصیحت کی تھی وہ یہ تھی کہ جب تم جماعت کرو تو اس میں تخفیف سے کام لو۔

۹۵۵ - حَدَّثَنَا خَلْفُ بْنُ هِشَامٍ وَابُو الزَّيْنِبِ الزُّهْرِيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوجِزُ فِي الصَّلَاةِ وَيُتَمِّرُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تخفیف سے اور کامل پڑھاتے تھے۔

۹۵۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَفُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ فُتَيْبَةُ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ أَخْتِ النَّاسِ صَلَوةً فِي تَمَامٍ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سب رکوں کی بہ نسبت تخفیف سے اور کامل پڑھاتے تھے۔

۹۵۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَفُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الزُّهْرِيُّ نَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ شَرِيكَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُمَرِّزٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ مَا صَلَّيْتُ وَلَا رَأَيْتُ أَحَدًا يَكُنْ صَلَوةً وَلَا أَكُو صَلَوةً مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی امام کی اقتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ نسبت کامل اور تخفیف سے نماز نہیں پڑھی۔

۹۵۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ تَارِبِ بْنِ الْبَنَاتِيِّ عَنْ أَنَسِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّغِيرِ مَعَهُ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيَقْرَأُ بِالشُّوْرَةِ الْخَفِيفَةِ أَوْ بِالشُّوْرَةِ الْقَصِيرَةِ.

میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کسی ایسے بچہ کے رونے کی آواز سنتے جو اپنی ماں کے ساتھ ہوتا تو چھوٹی سورت پڑھ کر نماز میں تخفیف کر دیتے۔

۹۵۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُنْهَالٍ الصَّيْرِيُّ قَالَ نَا زَيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْوَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَدَخِلَ الصَّلَاةَ أَرِيدَ إِطْلَاقَهَا فَاسْمَعْ بُكَاءَ الصَّغِيرِ فَتَاخَفِيفَ مِنْ شِدَّةِ وَجْهِهِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نماز پڑھانی شروع کرتا ہوں اور اسے لہا کرنے کا ارادہ کرتا ہوں، پھر کسی بچہ کے رونے کی آواز آتی ہے تو اس خیال سے نماز میں تخفیف کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں کو اس کے رونے کی

وجہ سے سخت تکلیف ہوگی۔

مغرب کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قرات کرنے کی توجیہ | اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں، بوڑھوں اور ضرورت مند لوگوں کی رعایت سے ائمہ کو نماز میں تخفیف کرنے کا حکم دیا ہے، یعنی نماز میں کم قرات کیا کریں، حالانکہ بعض احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات مغرب کی نماز میں دو پارے بھی قرات کی ہے۔ امام ابوداؤد درایت کرتے ہیں:

مروان بن الحکم کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا تم مغرب میں چھوٹی سورتیں کیوں پڑھتے ہو؟ مانجھ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں لمبی لمبی سورتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، اس نے کہا وہ لمبی لمبی سورتیں کون سی تھیں، انھوں نے کہا ایک اعراف اور دوسری انعام، اور میں نے ابن ابی ملیکہ سے سوال کیا تو انھوں نے اپنی طرف سے سورہ مائدہ اور سورہ اعراف بتایا۔

عن مروان بن الحکم قال قال لی زید بن ثابت مالم یقرأ فی المغرب بقصا المفضل وقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی المغرب بطولی الطویلین قال ما طولی الطویلین قال الاعراف والاخر الانعام وسالت انا ابن ابی ملیکہ فقال لی من قبل نفسه المائدة والاعراف

سورہ اعراف سوا پارے کی ہے اور سورہ انعام پون پارے کی ہے اور سورہ مائدہ ایک پارے کی ہے اس حدیث میں یہ احتمال بھی ہے کہ آپ مغرب کی ایک رکعت میں سورہ اعراف اور دوسری میں سورہ انعام یا سورہ مائدہ پڑھتے تھے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں رکعتوں میں سورہ اعراف پڑھتے تھے اور کبھی سورہ انعام اور کبھی سورہ مائدہ پڑھتے تھے۔ یہ حال مغرب کی نماز میں آپ دو پاروں کا مقدار اور یا سوا پارہ کی مقدار قرات کرتے تھے جب کہ مغرب کی نماز کا وقت بھی کم ہوتا ہے۔

اس پر یہ اشکال ہے کہ آپ نے لمبی نماز پڑھانے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ نمازیوں میں کمزور، بیمار اور کام کر جانے والے لوگ بھی ہوتے ہیں اور خود آپ نے مغرب کی نماز میں تقریباً دو پارے قرات کی ہے اس کے جواب میں علامہ علی قاری رحمہ اللہ الباری نے یہ فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھتے تھے تو اس کے سننے میں سننے والوں کو ایسا کیعت اور سرود آتا تھا اور ان پر اس طرح دبدب طاری ہوتا تھا کہ کمزوروں کو اپنی کمزوری بھول جاتی تھی، بیماروں کو بیماری بھول جاتی تھی اور کام والوں کو کام بھول جاتے تھے لہذا ان کی یہ توجہ تھی کہ کاش ان کو قیامت تک کی عمر بھی ملے تو وہ یوں ہی آپ کے پیچھے اس نماز میں گزر جائے

۱۴۰۵ھ - امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث منوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۸، مطبوعہ مطبع مجتہد پاکستان لاہور

اور میرا ذوق یہ ہے کہ آپ کے پیچھے جب کمزور نماز پڑھتے قرآن کی کمزوری دور ہو جاتی تھی، بیادیں کی بیماری جاتی رہتی تھی اور کام والوں کے کام بن جاتے تھے، اور یہ شک ہے کہ مغرب کی نماز میں قوت کم ہوتا ہے لیکن جب آپ قرأت کرتے تھے تو وقت کی بعضیں بھی رُک جاتی تھیں اور گردشیں بند نہار بھی ٹھہر جاتی تھیں۔

بعد میں آنے والے نمازی کے لیے امام کا رکوع کو لمبا کرنے کا شرعی حکم | علامہ علاؤ الدین حنفی لکھتے ہیں،

کسی نمازی کو جماعت میں شامل کرنے کے لیے امام کا قرأت کو لمبا کرنا یا رکوع کو لمبا کرنا مکروہ تحریمی ہے، جب کہ وہ پہچان لے کہ نلال شخص اگر طے ہے اور اگر اس کو پتہ نہ ہو کہ کون سے تر پھر مکروہ نہیں ہے اور اگر وہ شخص اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ایسا کرے تو بالاتفاق مکروہ نہیں ہے، لیکن یہ نادر ہے اور اس کا نام مندہ بیا رکھا گیا ہے اس لیے اس سے احتراز کرنا چاہیے علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں :

بدائع اور ذخیرہ میں امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ اور امام ابن ابی لیلیٰ سے اس کے متعلق سوال کیا تو ان دونوں نے اس کو مکروہ کہا، اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا مجھے ایسے امام کے متعلق بہت بڑے گناہ یعنی شرک کا خدشہ ہے، امام محمد نے بھی اس کو مکروہ کہا ہے، امام مالک اور امام یحییٰ کے قول جدید میں بھی اس کو مکروہ قرار دیا ہے، بعض لوگوں نے امام اعظم کے کلام کا یہ مطلب لیا کہ وہ شخص حقیقتہً مشرک ہے اور اس کا خون مباح ہے لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ ان کی اس سے مراد شرک فی العمل ہے کیونکہ اس کے رکوع کا اقول حصہ اللہ کے لیے تھا اور اس کے رکوع کا آخری حصہ آنے والے نمازی کے لیے اس کا تحفہ نہیں کی جائے گی، کیونکہ اس امام نے اس نمازی کے لیے نفل اور عبادت کا ارادہ نہیں کیا۔

اگر امام کو پتہ نہ چلے کہ کون اگر طے ہے اور وہ عبادت پر امانت کے قصد سے رکوع کو لمبا کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اپنی عادت سے صرف ایک یا دو بسیجیں زیادہ پڑھ لے تاکہ باقی نمازیوں پر دشوار نہ ہو تاہم افضل یہی ہے کہ ایسا نہ کرے، کیونکہ یہ عبادت میں ایسا کام کرنے سے جس میں عدم اخلاص کا شبہ ہے اور بلاشبہ اس کا ترک افضل ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کام میں شبہ ہو اس کو ترک کر دو، اور وہ کام کرو جس میں شبہ نہ ہو، کیونکہ اگرچہ اس میں بہ ظاہر عبادت پر معاشرت ہے لیکن اس میں حقیقتہً نماز میں سستی اور بروقت جماعت میں شامل نہ ہونے اور جماعت میں ملنے کے اہتمام نہ کرنے پر معاشرت ہے اس لیے اس کو ترک کرنا اولیٰ ہے۔

عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

لے علامہ محمد بن علی بن محمد حنفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۲ مطبوعہ مطبعہ

بعد میں آنے والے نمازی کو رکعت میں شامل کرنے کے لیے رکعت کو لمبا کرنا شرط مذکور کے ساتھ جائز ہے خصوصاً فجر کی نماز میں پہلی رکعت کو لمبا کرنا بالاتفاق مستحب ہے اور باقی نمازوں میں اختلاف ہے کیونکہ صبح کا وقت نیند اور غفلت کا ہوتا ہے اس لیے پہلی رکعت میں زیادہ قرات کی جائے تاکہ زیادہ لگ شامل ہوں، صحابہ کرام نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال سے یہی سمجھا ہے، عبد اللہ بن مبارک، اسحاق، ابراہیم اور ثور بن سے منقول ہے کہ امام کے لیے مستحب یہ ہے کہ پانچ تسبیحات پڑھے تاکہ اس کے ساتھ ملنے والا تین تسبیحات پڑھ سکے، اس اعتبار سے بعد میں آنے والے نمازی کی مدد کرنے کا قصد کرنا افضل ہے بشرطیکہ اس کے دل میں اس کی محبت کا خیال یا اس سے حیاء کا خیال نہ آئے، اسی بنا پر معراج میں لکھا ہے کہ اس کو اجڑے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تَعَادُوا عَلٰی الْبِرِّ وَالْتَقْوٰی۔ دینیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو، اور منتفی میں لکھا ہے کہ ثور بن کو دوسرے اقامت کہنا اور امام کا لوگوں کو شامل کرنے کے لیے تسبیحات کو ناقص کرنا ہمارے لیے اس وقت ہے جب وہ دنیا داروں کو راہی کرنے کے لیے ایسا کرے اور دوسرے نمازیوں پر یہ تاخیر و شمول ہو، غلام یہ ہے کہ نیک اور صالح آدمیوں کے لیے معمولی تاخیر کرنا مکروہ نہیں ہے۔ مصنف کی رائے یہ ہے کہ بعد میں آنے والے نمازیوں کو شامل کرنے کے لیے قرات لمبی کرنا یا رکوع میں تسبیحات کو زیادہ پڑھنا کم از کم خلاف اول ضرور ہے کیونکہ اس میں بعد میں آنے والوں کی تسبیحات اور بروقت جماعت میں شامل نہ ہونے پر عداوت ہے، امام کو چاہیے کہ اپنی عادت کے مطابق نماز میں قرات کرے اور رکوع میں اپنی عادت کے مطابق تسبیحات پڑھے اور اللہ کی عبادت میں بس اس کی نیت رکھے اور کسی اور کی نیت کو اس میں شریک نہ کرے اور اگر اس نے آنے والے کو پہچان کر نماز کو لمبا کیا خواہ وہ دین دار ہو یا دنیا دار تو پھر اس عمل کے مکروہ تحریمی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

بَابُ رَاخِتِنَ اِلَ اَرْكَانِ الصَّلَاةِ ۚ نماز کے ارکان میں اعتدال کرنا اور نماز

تَخْفِيفُهَا فِي تَتَامٍ کو مکمل کرنے میں تخفیف کرنا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو غور سے دیکھا تو میں نے مشاہدہ کیا کہ آپ کا قیام رکوع اور رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہونا پھر سجدہ دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا پھر سجدہ اور اس کے بعد بیٹھنا، نماز سے فارغ ہونے

۹۶۰۔ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَيْرٍ الْبُكْرِيُّ وَ
أَبُو كَامِلٍ مُّصَلِّ بْنِ حُسَيْنٍ الْجَعْفَرِيُّ يَزِيدُ هُنَا
عَنْ أَبِي عَمْرٍاءَ قَالَ قَالَ حَامِدٌ تَأْتِي أَبُو عَمْرٍاءَ عَنْ
هَذَا بْنِ أَبِي حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي
كَيْلَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَمَعْتُ الصَّلَاةَ
مَعَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُ قِيَامًا

۱۳۲۰ علامہ سیوطی رحمہ اللہ ابن عابد بن شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۴۲ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۰

فَرُكِعَتْ فَأَعْتَدَ لَهُ بَعْدَ رُكُوعِهِ فَسَجَدَ لَهُ فَبَلَغَتْهُ السَّجْدَتَيْنِ
فَسَجَدَ لَهُ فَبَلَغَتْهُ وَمَا بَيْنَ التَّسْلِيمِ وَالْإِنْشَاءِ قَرِيبًا مِّنَ الشَّوَادِ
يَكُ مَبْثُوثًا بِتَمَامِ أَعْمَالِ أُنْجِي حَيْثِيَّتِ كَيْتَابِ

۹۶۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ
قَالَ تَأْتِي قَالَ تَأْتِي شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ
غَدَبَ عَلَى الْكُوفَةِ رَجُلٌ قَدْ سَمَاكَ رَمَنَ
ابْنِ الْأَشْعَثِ فَأَمَّا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ تَابِعِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ كَمَا كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ
رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامَ قَدْرَ مَا أَكُولُ اللَّهُمَّ
رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلَّا السَّمَوَاتِ وَمِلَّا الْأَرْضِ
وَمِلَّا مَا بَيْنَهُمَا مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ أَهْلِ الشَّعَاءِ
وَالْحَمْدُ لَدَا مَا نَعْرِفُ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطَى
مَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُكَ إِلَّا الْحَمْدُ مِنْكَ الْحَمْدُ
قَالَ الْحَكَمُ قَدْ كَرِهْتُ ذَلِكَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ
بْنِ أَبِي لَيْلَى فَقَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ
يَقُولُ كَانَتْ صَلَوةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُكُوعُهُ وَإِذَا رَفَعَهُ رَأْسَهُ
مِنَ الرُّكُوعِ وَسَجْدُهُ وَمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ
قَرِيبًا مِّنَ الشَّوَادِ قَالَ شُعْبَةُ قَدْ كَرِهْتُ
لِعَبْدِ رَبِّهِ مَرَّةً فَقَالَ قَدْ رَأَيْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلَى
قَلَّمَ تَكُنْ صَلَوةً هَكَذَا۔

کوفہ کے امیر نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے کہا کہ آپ امامت کرائیں وہ جماعت کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر کھڑے ہو رہتے کہ میں یہ دعا پڑھ لیتا: اللہم ربنا لك الحمد ملا السموات وملا الارض وملا ما مشئت من شئ بعد اهل الشفاء والعجد لا ما نعم لنا اعطيت لا معلى لما منعت ولا ينفعك الا الحمد منك العجد۔ اسے اللہ اتر اس ستارش اور تریف کا مستحق ہے جن سے تمام آسمان اور زمین اور جتنی جگہ تو پہاڑے بھر جائے تو ہی تریف اور بڑائی کے لائق ہے جس کو تو کچھ عطا کرے اس سے کوئی چھین نہیں سکتا اور جس سے تو کوئی سیریز لے لے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور نہ کوئی کوشش تیرے مقابلہ میں کامیاب ہو سکتی ہے (راوی کہتا ہے میں نے یہ حدیث عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کو سنائی انھوں نے کہا حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز اس طرح پڑھتے تھے جس میں رکوع اور جب رکوع سے سر اٹھا کر کھڑے ہوتے، سجدہ اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھا تقریباً برابر جوتے تھے، غصہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث عمرو بن مرہ سے بیان کی تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کو دیکھا ہے وہ اس کیفیت سے ناز نہیں پڑھتے تھے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ یہی حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔

۹۶۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْنَى وَابْنُ بَشَّارٍ
قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ
الْحَكَمِ أَنَّ مَطَرُ بْنُ نَاجِيَةَ لَمَّا ظَهَرَ عَلَى الْكُوفَةِ
أَمَرَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ وَسَاقِ الْحَدِيثِ۔

۹۶۳۔ حَدَّثَنَا أَخْبَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ
بُنَّ عَنْ يَدِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ إِذَا لَوَّ
أَنُ صَلَّى بِكَوْ كَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصَلِّي بِمَا قَالَ فَكَانَ النَّاسُ يَصْنَعُونَ
شَيْئًا لَا أَرَاهُمْ كَصَنَعُونَهُ كَانَ إِذَا دَفَعَهُ رَأْسَهُ
مِنَ التَّكْوِيْرِ انْتَصَبَ قَائِمًا حَتَّى يَسْأَلَ
الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ وَإِذَا رَفَعَهُ رَأْسَهُ مِنَ
السُّجُودِ مَكَتَ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ

۹۶۴۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ
قَالَ نَابِهَزُ كَانَ نَاحِمًا قَالَ أَنَا قَائِمٌ عَنْ
أَنَسٍ قَالَ مَا صَلَّيْتُ خَلْفَ أَحَدٍ أَوْ جَزَّ صَلَوةً
مِنَ صَلَوةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي تَمَامٍ كَانَتْ صَلَوةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْقَذَةً وَكَانَتْ صَلَوةُ أَبِي بَكْرٍ مُنْقَذَةً فَلَمَّا كَانَ لَمَحُ
بَنُ الْغُلَابِ مَدَّ فِي صَلَوةِ الْفَجْرِ وَكَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهَ
يَتَنَ حَيْدًا كَانَتْ حَتَّى يَقُولَ قَدْ أَرَاهُمْ
ثُمَّ يَسْجُدُ وَيَقْعُدُ بَيْنَ السُّجُودَيْنِ حَتَّى
يَقُولَ قَدْ أَرَاهُمْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
میں تیس ایسی نماز پڑھانے میں کوئی کمی نہیں کرتا جیسی
نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھاتے تھے راوی
(ثابت) کہتا ہے کہ میں تم لوگوں کی نماز میں وہ چیز نہیں
دیکھتا جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نماز میں تھی اور جب
رکوع سے سر اٹھا کہ کھڑے ہوتے تو قوم میں اتنی
دیر لگاتے کہ کوئی شخص گمان کرتا کہ شاید آپ بھول گئے
ہیں اس طرح جب سجدہ کر کے بیٹھتے تو اتنی دیر
لگاتے کہ لوگ سمجھتے کہ شاید آپ بھول گئے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نماز کسی شخص کے
پچھے نہیں پڑھی جو تخفیف سے ہونے کے باوجود
کمال ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے تمام
ارکان متناسب ہوتے تھے اسی طرح حضرت ابو بکر
صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز بھی متناسب ہوتی تھی حضرت
عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں صبح کی نماز لہجہ پڑھتے
تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مع اللہ من حمد
کہتے تو اتنی دیر کھڑے رہتے کہ ہم یہ گمان کرتے کہ
شاید آپ بھول گئے اسی طرح دو سجدوں کے درمیان
آپ اتنی دیر بیٹھتے کہ ہمیں یہ دہم ہوتا کہ شاید آپ
بھول گئے۔

رکوع اور سجدوں میں مقدار قیام کے برابر تسبیحات پڑھنے کی توضیح | یہ حدیث یا تو اپنے ظاہری
معنی کے مطابق ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جتنی دیر میں قیام کرتے اتنی ہی دیر رکوع، سجدہ اور رکوع کے بعد کھڑے ہونے
اور سجدہ کے بعد بیٹھنے میں لگاتے، اس صورت میں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بیان جواز کے لیے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اس طرح بھی نماز پڑھتے نہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس طرح نماز پڑھتے
تھے وہ اکثر احوال میں آپ لمبا قیام کرتے تھے یہاں تک مغرب کی نماز میں سورہ اعراف اور انعام پڑھا کرتے
تھے (بہی وجہ ہے کہ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ عام حالات میں اس طرح نماز نہیں پڑھتے تھے) دوسرا مطلب اس
حدیث شریف کا یہ ہے اگر حضور نماز کے قیام میں لمبی قرائت کرتے تو رکوع میں بھی زیادہ تسبیحات پڑھتے اور

اس کے بعد قوم رکوع سے سر اٹھا کر کھڑے رہنا میں بھی زیادہ دیر کھڑے رہتے اور اسی مناسبت سے پھر سجدہ میں بھی زیادہ تسبیحات کرتے اور دونوں سجدوں کے درمیان بھی اسی تناسب سے زیادہ دیر بیٹھتے اسی طرح آپ کی نماز کے تمام ارکان متناسب اور معتدل ہوتے یہ نہیں کہ قیام میں تو سورہ بقرہ پڑھ لی جائے اور رکوع اور سجدہ میں صرف پانچ سات تسبیحات پڑھ لی جائیں۔

بَابُ مُتَابَعَةِ الْإِمَامِ وَالْعَمَلِ بَعْدَهُ
امام کی پیروی کرنا اور اس کے عمل کے بعد عمل کرنا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (اور وہ جھوٹے نہیں ہیں) کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے اور جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں جانے کے لیے رکوع سے سر اٹھاتے تو میں نے نہیں دیکھا کہ کسی شخص نے سجدہ میں جانے کے لیے اپنی کمر جھکان، مگر حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبیں اقدس زمین پر رکھ دیتے اس کے بعد سب سجدہ میں جاتے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (اور وہ جھوٹے نہیں ہیں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے تو ہم میں سے کوئی شخص بھی اپنی پشت کو نہیں جھکاتا تھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں چلے جاتے پھر آپ کے بعد ہم سجدہ میں جاتے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے جب حضور رکوع کرتے تو صحابہ رکوع کرتے اور جب حضور رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے سمع اللہ لمن حمدہ تو ہم کھڑے ہوئے حضور کو دیکھتے رہتے تھے حتیٰ کہ آپ جبیں اقدس

۹۶۵۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ نَادَى هَبِيرٌ قَالَ أَنَا أَبُو اسْحَقَ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي اسْحَقَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ وَهُوَ غَيْرُكَ وَبِأَنَّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ لَمَّا رَأَى أَحَدًا يَحْجِي ظَهْرَهُ حَتَّى يَمُتَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَبْهَتَهُ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَخْرُجُ مِنْ وَرَاءَهُ مُجَدًّا۔

۹۶۶۔ حَدَّثَنَا ثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ كَانَ حَدَّثَنِي أَبُو اسْحَقَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ وَهُوَ غَيْرُكَ وَبِأَنَّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمْدَهُ ثُمَّ يَحْجِي أَحَدًا مِنَّا ظَهْرَهُ حَتَّى يَقَعُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا ثُمَّ نَقَعُ سُجُودًا بَعْدَهُ۔

۹۶۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَتْنَمٍ الْأَنْطَاكِيُّ قَالَ نَا بَرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَبُو اسْحَقَ الْقُدَارِيُّ عَنْ أَبِي اسْحَقَ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ مُجَارِبِ بْنِ دَنَادٍ قَالَ سَمِعْتُ عَمَّادَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ عَلَى الْيَمِينِ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ أَنَّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَفَعَهُ دَعَا

فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَقَالَ سَمِعَ اللَّهُ مِنْ جَدِّكَ
لَمْ تَزَلْ قِيَامًا حَتَّى تَرَاكَ قَدْ وَصَلَ جَبْهَتَهُ فِي الرُّكُوعِ ثُمَّ تَلَمَّعَتْ

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز
پڑھتے، ہم میں سے کوئی شخص سجدہ کرنے کے
لیے اٹھ کر نہیں جھکاتا تھا جب تک کہ وہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے ہوئے نہ
دیکھ لیتا۔

۹۶۸۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَابُوسُ بْنُ
قَالَةَ نَسْتِیَابُ بْنُ عَمِيئَةَ قَالَ أَنَا أَبَانُ وَغَيْرُهُ
عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَدَائِ
قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا
يَخْضَعُوا أَحَدًا قِمًّا ظَهْرًا حَتَّى تَرَاهُ قَدْ سَجَدَ
وَقَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُنَيَابُ حَدَّثَنَا الْكُوفِيُّونَ
أَبَانُ وَغَيْرُهُ قَالَ حَتَّى تَرَاهُ يَسْجُدُ

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ
میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں
صبح کی نماز پڑھی، اس وقت آپ یہ آیات تلاوت
فرماتے تھے فَلَاحِسْمَ بِالْخُسِ الْجَوَارِ الْكُنْسِ
اور ہم میں سے کوئی شخص اس وقت تک اپنی پشت
نہیں جھکاتا تھا جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم پوری طرح سجدہ میں نہ چلے جاتے۔

۹۶۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي عَدُوٍّ
قَالَ تَخَلَّفْتُ بَيْنَ عَمِيئَةَ الرَّاسِحِيِّ وَأَبُو أَحْمَدَ
عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ سِيرِيْعٍ مَوْلَى أَبِي عَمْرِو بْنِ مُرَيْشٍ
عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَيْشٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَرَّ كَسِمَتَهُ يَمًّا أَوْ كَسَرَهُ
أَقْسَمَ بِالْخُسِ الْجَوَارِ الْكُنْسِ وَكَانَ لَا يَخْفِي
رَجُلًا قِمًّا ظَهْرًا حَتَّى يَنْسَتِمَ سَاجِدًا

ف رکوع سے سر اٹھانے کے بعد امام کیا کہے اس میں اخاف اور شوافع کا اختلاف ہے، شوافع کہتے
ہیں کہ سمع اللہ لمن حمدہ اور سمعنا لك الحمد دونوں کلمات کہے جبکہ اخاف یہ کہتے ہیں کہ امام صرف
سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی سمعنا لك الحمد کہیں اس حدیث میں اخاف کے مسلک
پر واضح دلیل ہے۔

ان احادیث سے صحابہ کرام کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کا اظہار بھی ہوتا ہے
کیوں کہ ان کے لیے نماز میں جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا ممکن ہوتا وہ آپ کو دیکھتے
رہتے تھے۔

نمازی رکوع سے سر اٹھا کر کیا کہے

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ

۹۷۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے بٹھتے
مبارک اٹھاتے تو یہ کلمات فرماتے اللھم ربنا لك
الحمد ملا السلوت وملا الارض وملا ما شئت
من شیء بعد ۔

اے اللہ تو اس تریف کا مستحق ہے جس سے تمام
آسمان اور زمین بھر جائیں اور اس کے بعد تو چاہے
وہ بھر جائے ۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات
کے ساتھ دعا مانگتے تھے (ترجمہ) اے اللہ تو
ہی اس حمد کا مستحق ہے جس سے تمام آسمان اور
زمین بھر جائیں اور اس کے بعد جس طرف کو تو چاہے
وہ بھر جائے ۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان
کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات
کے ساتھ دعا فرماتے تھے (ترجمہ) اے اللہ تو
ہی اس حمد کے لائق ہے جس سے آسمان اور
زمین بھر جائیں اور جس طرف کو تو چاہے وہ بھر جائے
اے اللہ! مجھے ہر اون اور ٹھنڈے پانی
سے پاک کر دے اے اللہ! مجھے گناہوں
اور خطاؤں سے ایسا پاک صاف کر دے جیسے
سفید کپڑا میل کچیل سے صاف ہو جاتا ہے ۔
امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند سے
بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع

مَعَاوِيَةَ وَكَيْفُ عَيْنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ الْحُسَيْنِ
عَنِ ابْنِ أَبِي أَدْوَى قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ ظَهْرَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ
يَمْحَرُ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اللَّهُ مَا بَيْنَ لَكَ الْحَمْدُ
مِثْرَ السَّمُوتِ وَمِثْرَ الْأَرْضِ وَمِثْرَ مَا شِئْتَ
مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ ۔

۹۴۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ
قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ
الْحُسَيْنِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَدْوَى قَالَ كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو بِهَذِهِ الدُّعَاءِ اللَّهُمَّ
رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِثْرَ السَّمُوتِ وَمِثْرَ الْأَرْضِ وَمِثْرَ مَا
شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ ۔

۹۴۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ
قَالَ ابْنُ مُثَنَّى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ
عَنْ جُزْأَةَ ابْنِ نَاهِرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي
أَدْوَى يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِثْرَ السَّمُوتِ
وَمِثْرَ الْأَرْضِ وَمِثْرَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ اللَّهُمَّ
طَهِّرْنِي مِنَ الشُّبْهِ وَالْكَذِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا أَلْبَسْنِي الشُّبْهَ
طَهِّرْنِي مِنَ الْكُذْبِ وَالْخَطَايَا كَمَا يُنْقَى الشُّرْبُ
الْكَبِيرُ مِنَ التُّرْبِ ۔

۹۴۳۔ وَحَدَّثَنَا لَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ
نَا ابْنُ حَرْمٍ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَزِيدُ
بْنُ هَارُونَ وَكَلاَهُمَا عَنْ شُعْبَةَ بَطْنِ الْأَسَدِ فِي رِوَايَةٍ
مُعَاذٍ كَمَا يُنْقَى الشُّرْبُ الْكَبِيرُ مِنَ التُّرْبِ وَفِي
رِوَايَةٍ يَزِيدُ مِنَ التُّرْبِ ۔

۹۴۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
الدَّارِمِيُّ قَالَ نَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّارِمِيُّ

قَالَ نَاسِعِيْدُ بْنُ عَبْدِ اَلْعَزِيْزِ عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ قَيْسٍ
عَنْ قُرْعَةَ بْنِ يَحْيٰى عَنْ اَبِي سَيِّدٍ اَلْعَدْرِىِّ قَالَ
كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ
رَاسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ قَالَ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْدَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمِْلْدَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ وَّ
بَعْدَ اَهْلِ الشَّعَاةِ وَالْمَجِيْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ اَلْعَبْدُ
وَكَلَّمَا لَكَ عَبْدُكَ اَللّٰهُ لَا مَا يَعْزِلُ مَا اَعْطَيْتَ
وَلَا مَعْطٰى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ
الْجَدُّ.

سے سراٹھاتے تو فرماتے (ترجمہ) اے اللہ! تو ایسی حمد کا مستحق ہے جس سے تمام آسمان اور زمین بھر جائے اور جس طرف کو تو چاہے وہ بھر جائے تو کبھی شائد اور بزرگی کے لائق اور بندے کے قل کا سب سے زیادہ حقدار ہے اور ہم سب تیرے بندے ہیں، اے اللہ جو چیز تو عطا کر دے اسے کوئی پھیننے والا نہیں اور جس سے تو کوئی چیز لے لے اسے کوئی دینے والا نہیں اور تیرے مقابلہ میں کسی کو شمش کرتے والے کی کوشش سود مند نہیں ہے۔

۹۷۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
هْشِيْمُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ اَنَا وِشَامُ بْنُ حَسَّانٍ عَنْ
قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ اَبِي عَبَّاسٍ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَفَعَ رَاسَهُ
مِنَ الرُّكُوْعِ قَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْدَ
السَّمٰوٰتِ وَمِلْدَ اَرْضِ وَمِْلْدَ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلْدَ مَا
شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ وَّ بَعْدَ اَهْلِ الشَّعَاةِ وَالْمَجِيْدِ لَا
مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُمْغِيْطٍ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ
ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ وَكَفَى فَيَرْوٰى اَحَقُّ مَا قَالَ اَلْعَبْدُ وَكَلَّمَا لَكَ عَبْدُكَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے سراٹھاتے تو فرماتے: اللہم ربنا لك الحمد ملد السموات وملد الارض وما بينهما وملد ما شئت من شئ بعد اهل الشعاء والمجد لا مانع لما اعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد اس حدیث میں احق ما قال العبد وکلما لك عبد کے الفاظ نہیں ہیں۔

۹۷۶ - وَحَدَّثَنَا اَبُو نَسِيْرٍ قَالَ نَا حَفْصُ قَالَ
نَاهِشَامُ بْنُ حَسَّانٍ قَالَ نَا قَيْسُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَطَاءٍ
عَنِ اَبِي عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلِى
قَوْلِهِ مِلْدَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ وَّ بَعْدَ وَاَوْزِدْ كُرْمًا بَعْدَهُ.

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ روایت نقل کی ہے جس میں ملد ما شئت من شئ بعد تک دعا منقول ہے اور اس کے بعد کے الفاظ نہیں ہیں۔

حمد سے زمین اور آسمان کے بھر جانے کی تشریح کا ایک مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

کی حمد کو اگر محسوس کیا جائے تو اس کے جسم سے تمام آسمان اور زمین بھر جائیں اور یا جو طرف تو چاہے وہ بھر جائے یعنی اس کی حمد کو اگر جسمانی شکل دے دے وہی جائے تو تمام آسمان اور زمین مل کر بھی اس کا احاطہ نہیں کر سکتے اور چونکہ انسان کی نظر میں آسمان اور زمین کے علاوہ اور کوئی طرف نہیں ہے اس لیے فرمایا اور جو طرف تو چاہے وہ بھر جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد لامحدود ہے تمام آسمانوں اور زمینوں میں بھی اس کی حمد نہیں
سما سکتی بلکہ اس کے بعد اور طرف کی ضرورت پڑے گی، دو کبریا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی
نعمتوں پر جس قدر بھی حمد کرے وہ کم ہے بلکہ اس کی کسی ایک نعمت پر حمد کر کے — زمین اور آسمانوں
کو بھر دے تب بھی وہ اس کی پوری حمد نہیں کر سکا کیونکہ نہ وہ آسمانوں اور زمین کو اپنی حمد سے بھر سکتا
ہے اور نہ اس کے پار اس کی رسائی ہے۔

تیسرا مطلب اس کا یہ ہے کہ حمد کا سبب اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور اس کے اپنی مخلوق پر اتنے احسان
ہیں کہ اگر تمام آسمانوں اور زمین میں اس کے احسانات کو مجسم کر کے رکھ دیا جائے تو وہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتے
بلکہ ان کے علاوہ اور طرف کی بھی ضرورت پڑے گی۔

اس باب میں جتنی دعاؤں کا ذکر ہے طاعلی قاری نے صحیح ابن حبان رحمہ اللہ سنن دارقطنی کی احادیث کے حوالے
سے ذکر کیا ہے کہ تکبیر تحریر کرنے بعد جتنی دعاؤں کا ذکر ہے وہ نماز کی ابتدائی حالت پر محمول ہے یا فوائد پر۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

۹۷۷ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ
أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَأْتِيَانِ ابْنَ سُلَيْمَانَ
قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ شَحِيمٍ عَنْ ابْنِ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ مَعْبُدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَشَفَتْ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّيْطَانُ عَنْ
النَّاسِ صُفُوفَ خَلْفِ ابْنِ بَكْرٍ فَقَالَ آتَيْهَا
النَّاسُ إِنَّهُ لَكَاؤِمٌ مِّنْ مِّبَشَرَاتِ النَّبِيِّ إِلَّا الْوَدْيَا
الْقَائِلَةَ يَرَاهَا السُّلَيْمَةُ أَوْ تُرَى لَهُ أَلَا وَاقِي هَيْبَتِ
أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا فَإِنَّمَا الرَّكُوعُ
فَعَظِيمٌ فِيهِ الرَّبُّ وَإِنَّمَا السُّجُودُ فَاجْتَمِعُوا فِي
الدُّعَاءِ أَنْ يَسْتَجَابَ لَكُمْ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ
حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ سُلَيْمَانَ -

ممانعت
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مرض وفات
میں) حجرہ کا پردہ اٹھایا اس وقت اصحاب کرام حضرت
ابوبکر کی امتداد میں صفت باندھے کھڑے تھے
آپ نے فرمایا اے لوگو! بشارات نبوت میں
سے اب صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں جنہیں
ایک مسلمان خود دیکھتا ہے یا اس کے لیے
کوئی اور شخص دیکھتا ہے اور یاد رکھو مجھے رکوع
اور سجدہ کی حالت میں قرآن پڑھنے سے منع
کیا گیا، رکوع تو اس میں سبحان رب العظیم کہو اور
سجدہ میں عبد کو شش سے دعا مانگو امید ہے
کہ تمہاری دعا مقبول ہوگی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان
کرتے ہیں کہ مرض الموت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے (حجرہ کا) پردہ اٹھایا اس وقت آپ کے
سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی، آپ نے تین بار فرمایا

۹۷۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ قَالُوا سَعِيدُ
بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ شَحِيمٍ عَنْ
ابْنِ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْبُدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيهِ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَشَفَتْ عَلَيْنَا رَسُولُ

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّيْءُ وَرَأَى مِنْهُ مَقْصُورًا
فِي مَوْجِعٍ أَيْنَ مَاتَ فِيهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ بَلِّغْ
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اللَّهُ لَمْ يَبْنِ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النَّبِيِّ
إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ أَوْ
تُرَى لَمْ تَكُنْ دَكْرًا بِشَيْءٍ حَدِيثٌ سَفِيحٌ -

۹۷۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَخُزَيْمَةُ قَالَ
ثَابِتٌ وَهَبٌ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي
إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْتِ بْنِ أَبِي هَاشِمٍ حَدَّثَنَا أَنَسُ
سَمِعَهُ عَلَى ابْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ تَهَانِي رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَهْلًا رَأَيْتُ أَوْ سَاجِدًا -
۹۸۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ
الْعَلَاءِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَامَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي
يَعْنَى قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ حَنْتِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ
يَقُولُ تَهَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَزَّ وَجَلَّ الْقُرْآنَ وَكَأَنَّكَ أَوْ سَاجِدًا -

۹۸۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ سَأَلْتُ
ابْنَ أَبِي مَرْيَمَةَ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ
أَخْبَرَنِي تَرْيُكُ بْنُ أَسَدٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ حَنْتِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ
قَالَ تَهَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَزَّ وَجَلَّ
الْقُرْآنَ فِي التَّوَكُّعِ وَالشُّجُودِ وَكَأَنَّكَ أَوْ سَاجِدًا -
۹۸۲ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُسْلِمُ بْنُ
إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ سَأَلْتُ
دَاوُدَ بْنَ قَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ حَنْتِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَلِيٍّ كَانَ
تَهَانِي جِئْتُ أَنْ أَقْرَأَ مَا رَأَيْتُ أَوْ سَاجِدًا -

۹۸۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ
عَلَى مَالِكٍ عَنْ ثَابِتٍ ۷ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَمِيْرٍ عَنْ حَقَّادٍ
الْبَصْرِيِّ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ

اے اللہ میں نے تبلیغ کر دی ہے نیز فرمایا
بشارات نبوت میں سے اب صرف اچھے خواب
باقی رہ گئے ہیں جس کو نیک شخص دیکھتا ہے
یا اس کے لیے کوئی اور دیکھتا ہے۔ بقیہ
حدیث مثل سابق ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مجھے رکوع اور سجدہ میں قرآن مجید پڑھنے سے منع
فرمایا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مجھے رکوع اور سجدہ کی حالت میں قرآن کریم پڑھنے
سے منع فرمایا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع اور سجدہ
میں مجھے قرآن شریف پڑھنے سے منع کیا اور میں
یہ نہیں کہتا کہ تم کو منع کیا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ میرے محبوب نے مجھے رکوع اور سجدہ کی حالت
میں قرآن کریم پڑھنے سے منع کیا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رکوع کی
حالت میں قرآن کریم پڑھنے سے منع کیا ہے (اس

روایت میں سجدہ کا ذکر نہیں ہے

۷ وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ نَا بَنُ أَبِي
 هُرَيْرَةَ قَالَ نَا الصَّخَالِيُّ ابْنُ عُثْمَانَ ۷ وَحَدَّثَنَا
 الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنِ ابْنِ جَحْلَانَ
 ۷ وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْبَلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ
 وَهَبٍ قَالَ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي حَرٍ وَحَدَّثَنَا
 يَحْيَى بْنُ أَبِي كُثَيْبٍ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِبْرَاهِيمُ
 يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ
 عَمْرِو ۷ وَحَدَّثَنِي هَمَّادُ بْنُ السَّيْتِ قَالَ نَا عَبْدُ اللَّهِ
 عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ كُلُّهُ هُوَ كَذِبٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ
 بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُثَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ الْأَعْلَى
 الصَّخَالِيُّ وَابْنُ جَحْلَانَ قَالَهُمَا زَاهٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
 عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّمَهُ
 قَالُوا إِنَّمَا فِي عَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَأَنَّا أَكْبَرُ وَلَمْ يَذْكُرُوا
 فِيهِ وَابْتِهَاجُ النَّهْيِ عَنْهَا فِي الشُّجْرَةِ كَمَا ذَكَرَ الزُّهْرِيُّ
 وَنَا بَنُ أَبِي كُثَيْبٍ وَابْنُ كَثِيرٍ وَزَادَ ابْنُ كَثِيرٍ

امام مسلم نے ایک اور سند سے مثل سابق حدیث
 ذکر کیا ہے۔

۹۸۴. وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ
 حَاجِبِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ
 بَنِ الْمُشَكِّدِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُثَيْنٍ عَنْ عَلِيٍّ وَ
 لَمْ يَذْكُرْ فِي الشُّجْرَةِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
 کہ مجھ کو رکوع میں قرآن کریم پڑھنے سے روکا گیا ہے

۹۸۵. وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ نَا
 مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ جَعْفَرٍ
 عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُثَيْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُمَا قَالَا
 يُهْمِي أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ وَأَنَّا أَكْبَرُ لَا يَذْكُرُ فِي
 الْإِسْنَادِ عَلَيْهِمَا

حدیث نمبر ۹۸۴ میں ہے بشارات نبوت
 رکوع اور سجدہ کی تسبیحات پڑھنے میں مذاہب فقہاء
 میں سے اب صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں۔
 اس فرمان میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کی وفات کا وقت اب قریب ہے اور یہ کہ آپ کے بعد اب کوئی نبی
 نہیں آئے گا کیونکہ آپ کے فرمان کے مطابق آپ کے بعد صرف اچھے خواب باقی رہ جائیں گے اور وحی کا
 سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔

ناماز میں قیام عزت کی حالت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھا جاتا ہے اور رکوع اور سجود و زلّت کی حالت میں جن میں بندہ اللہ تعالیٰ سے گریہ کرتا ہے اس لیے رکوع اور سجود میں قرآن پڑھنے سے منع فرمایا تاکہ اللہ کے کلام اور بندہ کے کلام کے محل میں فرق نہ رہے۔

امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک رکوع اور سجود میں تسبیحات پڑھنا سنت ہیں البتہ امام احمد نے ان تسبیحات کو واجب قرار دیا ہے، جمہور کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو جو نماز کی تعلیم دی اس میں ان تسبیحات کا ذکر نہیں کیا، نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سجود میں بھی دعا مانگی جائے جمہور ائمہ کا یہی مسلک ہے اور سجود میں سبحان ربی الاعلیٰ کہے۔ ابو داؤد، ابن ماجہ، امام احمد، حاکم، بیہقی، طحاوی، ہلیسی اور حافظ بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب آیہ مبارکہ فسبح باسم ربك العظيم نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا اس پر اپنے رکوع میں عمل کرو (یعنی سبحان ربی الاعلیٰ نازل ہوئی تو فرمایا اس پر اپنے سجود میں عمل کرو) (یعنی سبحان ربی الاعلیٰ کہو)۔

عن عقبه بن عامر الجعفی رضی اللہ عنہ
انہ قال لما نزلت فسبح باسم ربك العظيم
قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجعلوها
فی رکوعکم فلما نزلت سبح اسم ربك الاعلی
قال لنا اجعلوها فی سجودکم۔

حاکم نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا۔

رکوع اور سجود میں کیا کہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بندہ سجود کی حالت میں اپنے رب سے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے اس لیے تم سجود میں بہ کثرت دعا کیا کرو۔

بَابُ مَا يَقُولُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

۹۸۶۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَعَمْرُو بْنُ سَوَادٍ قَالَا نَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غِيَاثٍ عَنْ شُعْبَةَ مَوْلَى أَبِي يَكْرِجٍ أَنَّ سَمَاعًا سَمِعَ أَبَا صَالِحٍ ذَكَرَ أَنَّ يُحْيَى بْنَ عَمْرِو بْنِ جُوَيْهَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ

فَمَا كَثُرُوا الدُّعَاءُ فِي السُّجُودِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

۹۸۷۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَيُونُسُ بْنُ

سعد علامہ ابو عبد اللہ محمد بن مسلمہ و ثنائی ابی مالک متوفی ۲۸۸ھ، اکمال الکمال المسلم ج ۱ ص ۲۰۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۔ حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۸۷، مطبوعہ نشر السنۃ لکھنؤ

۳۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۴۰۶، مطبوعہ دار البیروت للنشر والتوزیع

عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَنَا ابْنُ وَطِيٍّ قَالَ أَحَبُّهُمَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ
مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي خَرِيزَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَرْزُوقٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ
فِي مَجْزُوءِهِ أَللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي كُلَّهَا وَقَهْ دَجْلَهُ وَأَذْلَهُ وَ
أَخْرَجَهُ دَعْلًا نَيْتَهُ وَسِرَّاءَهُ -

۹۸۸ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَرِثَاقُ
بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَا نَا جَرِيرُ بْنُ مَنصُورٍ عَنْ أَبِي الصَّغْنِي
عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْثُرُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ
وَسُجُودِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ
اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي يَتَذَلُّ الْقُرْآنُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي -

۹۸۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَابُ
كَرْبِ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ
عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْثُرُ أَنْ يَقُولَ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ
سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ أَسْتَغْفِرُكَ وَ
أَتُوبُ إِلَيْكَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذَا
الْكَلِمَتُ الَّتِي أَرَاكَ أَحَدُثْتَهَا تَقُولُهَا قَالَ جَعَلْتُ
لِي عَلاَمَةً فِي أُمِّي إِذَا رَأَيْتُهَا قُلْتُهَا إِذَا جَاءَ نَصْرُ
اللَّهِ وَالْفَتْحُ إِلَى أَخْرِ السُّورَةِ -

۹۹۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَائِدٍ قَالَ تَنَا
يَحْيَى بْنُ أَدَمَ تَنَا مَفْضَلُ بْنُ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ
بْنِ صَبِيحٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا
دَأَيْتُ الْكَلِمَةَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ نَزَلَتْ عَلَيْهِ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں یہ دعا مانگتے
تھے اللہم اغفر لی ذنوبی کلمہ دتہ و جلدہ و اولہ و آخرہ
و عذابہ و دسورہ - اسے اللہ میرے تمام
گناہ معاف فرما دے، نعماء وہ صغیر و ہوں یا کبیرہ، اول
ہوں یا آخرہ، ظاہر ہوں یا باطن -

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجود میں بہ کثرت
پڑھتے سبحانک اللہم ربنا وبحمدک
اللہم اغفر لی - اسے اللہ! ہمارے رب
تو ہی پاک ہے اور حمد تجھ ہی کو نہایت ہے، اسے
اللہ میری مغفرت فرما، یہ دعا مانگ کر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی اس آیت پر عمل کرتے تھے
فسبح بحمد ربک واستغفر لہ اپنے رب
کی پاکیزگی اور حمد بیان کرو اور اس سے مغفرت چاہو
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال سے پہلے کثرت
یہ کلمات فرماتے تھے سبحانک اللہم ربنا وبحمدک

استغفرک و اتوب الیک -
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اب یہ کلمات
کیوں پڑھنے شروع کر دیے، جنہیں میں آپ
کو پڑھتے ہوئے دیکھتی ہوں، آپ نے فرمایا
اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ایک علامت مقرر کر
رکھی ہے جب میں امت میں اس علامت کو دیکھتا
ہوں تو سورۃ اذا جاء نصر اللہ والفتح پڑھتا ہوں یعنی
اس سورت میں جو حکم ہے اس پر عمل کرتا ہوں -

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب
سے سورۃ اذا جاء نصر اللہ والفتح آپ پر نازل ہوئی
اس وقت سے میں دیکھتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم جب بھی نماز پڑھتے تو یہ دعا مانگتے:

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ يَقُولُ صَلَوةً إِلَّا دَعَا
أَوْ قَالَ فِيهَا سُبْحَانَكَ رَبِّي وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ
اغْنِنِي -

۹۹۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي
عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ نَا دَاوُدَ بْنَ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُوقٍ
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَكُونُ مِنْ قَوْلِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اسْتِغْفِرُ
اللَّهُ وَأَكْتُوبُ إِلَيْهِ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
إِذَا لَكَ تَكُونُ مِنْ قَوْلِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اسْتِغْفِرُ
اللَّهُ وَأَكْتُوبُ إِلَيْهِ فَقَالَ خَيْرٌ لِي مَا قَرَأْتُ فِي سَكَاةٍ
عِنْدَ مَنِّي أَمْ يَتِي فَإِذَا رَأَيْتُهَا أَكْثَرْتُ مِنْ قَوْلِ
سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اسْتِغْفِرُ اللَّهُ وَأَكْتُوبُ إِلَيْهِ
فَقَدْ رَأَيْتُهَا إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ رَفَعْتُ مَكَّةَ
وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا
كَسَبَتْ بِحَمْدِكَ وَاسْتَغْفِرُكَ إِنَّهُ كَانَ
تَوَّابًا -

سبحانک دے و بحمدک اللہم اغفر لی * اے
میرے رب تو پاک ہے اور تجھی کو حمد و ثناء
اے اللہ! میری مغفرت فرما

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ کثرت فرماتے
تھے سبحان اللہ و بحمدہ استغفر اللہ و اتوب الیہ
اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کے ساتھ میں اس سے
مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں میں نے
عرس کیا یا رسول اللہ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ بہ کثرت
یہ دعا فرماتے ہیں سبحان اللہ و بحمدہ استغفر اللہ
و اتوب الیہ - آپ نے فرمایا مجھے یہ
پروردگار نے خبر دی ہے کہ میں غنقریب اپنی امت
میں ایک نشانی دیکھوں گا اور جب میں اس نشانی کو
دیکھ لوں تو کثرت سے سبحان اللہ و بحمدہ
استغفر اللہ و اتوب الیہ - پڑھوں اور
میں نے اب وہ نشانی دیکھ لی اور وہ یہ ہے :

اذا جلد نصر اللہ والفتح و رایت الناس یدخلون
فی دین اللہ افواجا فسیح بحمد ربک
واستغفرہ انہ کامن توابا -
یعنی فتح مکہ کے بعد لوگوں کا جوق در جوق دین اسلام
میں داخل ہونا اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح
بیان کرنا اور اس سے مغفرت چاہنا -

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
بیان کرتی ہیں کہ ایک رات مجھے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نہیں ملے، میں یہ سمجھی کہ شاید آپ بعض دوسری
ازواج کے پاس گئے ہیں، میں نے آپ کو ڈھونڈا
اور میں پھر واپس آئی تو آپ رکوع یا سجدہ میں تھے،
اور یہ پڑھ رہے تھے سبحانک و بحمدک
لا الہ الا انت اے اللہ! حمد اور تسبیح تجھی

۹۹۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَنِ الْخَلَوَانِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ
نَافِعٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ
قُلْتُ لِعَطَاءٍ كَيْفَ تَعُولُ أَنْتَ فِي التَّوَكُّؤِ قَالَ أَمَّا
سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ فَأَحْبَبُ فِي
ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اسْتَفْذْتُ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ دَخَلَ
إِلَيَّ بِغَضٍ نَسَايَهُ فَتَجَسَّسْتُ شَوْراً جَعَلْتُ فَإِذَا

آیا طول قیام میں زیادہ فضیلت ہے یا کثرت سجود میں؟ نماز کے ارکان کی ایک دوسرے پر افضلیت میں تین مذاہب ہیں

امام ترمذی اور امام بغدادی کا مسلک یہ ہے کہ کثرت رکعت اور سجدہ کرنا اور سجدہ کو لمبا کرنا افضل ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نقطہ نظر یہ ہے کہ طول سجود (طول قیام سے) افضل ہے کیونکہ اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ نمازی کو اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ قرب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے نیز نماز سے مقصود تذلل اور عجز ہے اور انتہائی ذلت سجدہ کی حالت میں ہوتی ہے، کیونکہ نمازی سجدہ کی حالت میں اپنے جسم کا عظیم ترین حصہ یعنی اپنا چہرہ اس جگہ رکھ دیتا ہے جو پیروں تلے روندی جاتی ہے، اپنی پیشانی کو خاک پر رکھ دیتا ہے، نیز امام غزالی نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابن آدم سجدہ کی قرأت کرتا ہوا سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا بھاگ جاتا ہے اور کہتا ہے اے انیسویں اسے سجدہ کا حکم ہوا اور اس نے سجدہ کر لیا اور اس کو جنت مل جائے گی اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا اور میں نے انکار کیا اور مجھے دوزخ ملے گی، نیز فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ہمیشہ خاک پر سجدہ کیا کرتے تھے۔ ۱۔

اس حدیث شریف کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے قرب پر قرآن کریم بھی ناظر ہے، (واسجد واقترب علق) ۱۱ "سجدہ کر کے اللہ تعالیٰ کے قریب ہو" نیز فرمایا سیماء فی وجوہہم من اثر السجود (الفجۃ، ۱۹) ان (صحابہ کرام) کی علامت یہ ہوگی کہ ان کی پیشانی پر سجدہ کا نشان ہوگا، ان دلائل کے پیش نظر امام شافعی طول سجود کو طول قیام پر فضیلت دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ طول سجود کی بہ نسبت طول قیام افضل ہے، کیونکہ حدیث شریف میں تصریح ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال افضل الصلوٰۃ طول القنوت۔ ۲۔
حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کے ارکان میں سب سے افضل قیام ہے۔

نیز قیام میں قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے اور سجدہ میں تسبیح کی جاتی ہے اور تلاوت قرآن تسبیح سے افضل ہے، علاوہ ازیں قیام میں مشقت ہوتی ہے اور سجدہ میں آرام ہے اور حدیث شریف میں ہے:
عن ابن عباس قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الاعمال افضل فقال احسنہا۔ ۳۔
حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون سا عمل افضل ہے فرمایا جس میں زیادہ مشقت ہو۔

۱۔ امام محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۵۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

۲۔ امام ابوالحسن مسلم بن حجاج، نقیشتی التوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۸، مطبوعہ دار محمد صبح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۳۔ علامہ ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۱ ص ۴۴۰، مطبوعہ مکتبۃ مطبوعاتی ایران ۱۳۶۴ھ

هُوَ رَاكِعٌ أَوْ سَاجِدٌ يَقُولُ سُبْحَانَكَ وَيَحْمَدُكَ
لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ قَدَّمْتُ لِرَأْيِ أَنْتَ وَأُخْبِرِي رَأْيِي لَكَ
شَأْنِي وَإِنَّكَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ

کوزیا ہے اور تیرے سوا کوئی مستحق عبادت
نہیں ہے) میں نے کہا میرے ماں باپ آپ
پر خدا ہوں میں کیا سمجھ رہی تھی اور آپ کس حال میں
ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک
رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے
بستر پر نہیں دیکھا، میں آپ کو ڈھونڈنے لگی تو میرا
ہاتھ آپ کے گلے پر پڑا اور وہ انکھالیکہ آپ
سمہ میں تھے اور آپ کے دونوں پیر کھڑے
تھے اور آپ اس وقت یہ پڑھ رہے تھے:

اللهم اني اعوذ برضاك من سخطك وبمعافاك من
مقومتك واعوذ بك منك لا احمي شئ
عليك انت كما اثبتت علي نفسي
”اے اللہ! میں تیرے صفہ سے تیری عزت و شرف
کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری سزا سے تیری معافی
کی پناہ میں آتا ہوں اور تجھ سے ڈر کر تیری ہی
پناہ میں آتا ہوں، میں میری حمد و ثناء ایسی نہیں کر
سکا جیسی حمد و ثناء تو خود اپنے لیے کرتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجود
میں یہ پڑھتے تھے: سبحان قدوس ربنا ورب
الملائكة والروح۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے
بھی حضرت عائشہ صدیقہ سے ایسی ہی روایت منقول
ہے۔

۹۹۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
أَبُو سَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ
مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ
عَائِشَةَ قَالَتْ قَدَّمْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِنَ الْبَرَاءِ كَأَلْتَمَسْتُه
فَوَقَعَتْ يَدِي عَلَى بَطْنِ قَدَامِهِ وَهُوَ فِي التَّسْبِيحِ
وَلَمَّا مَضَوْبَتَانِ وَهُوَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ
بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمَعْفَاكَ مِنْ
عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً
عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَيَّ نَفْسِي

۹۹۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ
عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَيْخِ
أَنَّ عَائِشَةَ نَبَّأَتْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ
فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبْحَانَ قَدُّوسٍ رَبِّتَا
وَرَبِّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ

۹۹۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَمَثِ قَالَ نَا أَبُو
دَاوُدَ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ مُطَرِّفَ
بْنَ عَبْدِ اللَّهِ ابْنَ الشَّخِيرِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَحَدَّثَنِي وَهَّابٌ عَنْ
قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِهَذَا الْحَدِيثِ

اب سوال یہ ہے کہ تمام انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سید المعصومین ہیں، ہر قسم کے گناہ خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، سہواً ہوں یا عمداً، اظہار نبوت سے پہلے ہوں یا بعد ان سب سے معصوم ہیں بلکہ محققین کی تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اجتہاد میں خطا سے بھی معصوم رکھا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو منہضت طلب کرنے کا حکم کمال حکمت کی بناء پر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز اس قدر کثرت سے استغفار کس سبب سے کرتے تھے، اس کے متعدد جوابات ہیں:

- ۱۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار فرمانا عبودیت کا تقاضا تھا یا اللہ تعالیٰ کی طرف افتقار اور احتیاج کی وجہ سے تھا۔
- ۲۔ علامہ دمشقی فرماتے ہیں کہ آپ کا استغفار کرنا بطور نوافل تھا یا ترقی درجات کے اعتبار سے یعنی جب آپ ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کی طرف ترقی کرتے تو پہلے مرتبہ کو دیکھ کر توبہ اور استغفار کرتے (اگرچہ آپ کا ہر مرتبہ عزت و جلال کے اعتبار سے تمام انبیاء کے مراتب سے بلند تھا سعیدی عنہ)۔
- ۳۔ ابن بطلال فرماتے ہیں کہ انسان فطرۃً حق عبادت ادا کرنے سے قاصر ہے اگر وہ زندگی کا ہر سانس عبادت میں گزار دے، پھر بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا نہیں کر سکتا، لہذا آپ کا توبہ و استغفار کرنا اس تصور فطری کی بناء پر ہے۔
- ۴۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں لامحدود ہیں اور انسان کا شکر کرنا محدود ہے اور ظاہر ہے کہ متناہی شکر غیر متناہی نعمتوں کا متکفل نہیں ہو سکتا، اس لیے انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مطابق شکر ادا کرنے سے فطرۃً عاجز ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا توبہ و استغفار کرنا اس عجز فطری کی بناء پر تھا۔
- ۵۔ علامہ قاری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فراتس رسالت، مصالح امت اور تبلیغی امور میں اشتغال کی وجہ سے بعض اوقات مشاہدہ ذات و صفات میں منہمک نہ رہتے اور اس وجہ سے استغفار کرتے۔
- ۶۔ کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے اور دیگر مباح امور میں مشغول ہونے کی وجہ سے بعض دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطالعات و صفات میں مستغرق نہ رہتے، اس وجہ سے استغفار کرتے۔
- ۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات امور طبعیہ مثلاً بول و براز اور جنابت وغیرہ کے عارض ہونے کی وجہ سے مشاہدہ ذات و صفات نہ کرتے، اس بناء پر استغفار فرماتے۔
- ۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض احوال میں عوارض بشریہ (اشفاق، نیند وغیرہ) عارض ہونے کی وجہ سے زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ فرماتے (اگرچہ دل یاد الہی میں مشغول ہوتا) اس وجہ سے استغفار فرماتے۔
- ۹۔ انبیاء سابقین نے استغفار کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کی صفات

کے جامع ہیں اس لیے استغفار فرماتے۔

- ۱۰۔ علامہ زر قانی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دینے کی غرض سے استغفار فرمایا۔
- ۱۱۔ علامہ جلال الدین محلی لکھتے ہیں کہ آپ نے استغفار اس لیے فرمایا کہ جب ہم توبہ اور استغفار کریں تو ہمیں آپ کی اقتداء کرنے کا شرف حاصل ہو جائے۔
- ۱۲۔ شیخ ابوسعود لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاجزی اور انکسار کے لیے استغفار کیا۔
- ۱۳۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال اور مقام ہر آن میں پہلی آن سے بلند تھا تھا اور حضور اس پہلی آن کے لحاظ سے استغفار فرماتے۔
- ۱۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا امر تعبدی تھا جس طرح آپ کعبہ سے افضل ہونے کے باوجود کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے۔

۱۵۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے: ان الله يحب التوابين (بقرہ ۲۲۲) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لیے توبہ فرماتے تھے۔

۱۶۔ علامہ مناوی لکھتے ہیں کہ جس طرح پلک جھپکاتے بغیر اگر ہم لگاتار کسی چیز کو دیکھیں تو اس سے ہمیں مشقت ہوگی اور اگر دیکھنے کے دوران ایک آن کے لیے پلک جھپکالیں تو یہ پلک جھپکانا نظر کے لیے حجاب ہونے کے باوجود رحمت ہوگا اور اس سے ہماری نظر کے تسلسل میں کوئی قابل ذکر فرق نہیں ہوگا، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس عالم کے مشاہدہ میں مشغول ہوتے ہیں تو اس کا تسلسل مشاہدہ کرنا آپ کے لیے باعث مشقت ہوگا، اس لیے گاہے گاہے آپ کے قلب پر انوار و تنجیات کا حجاب چھا جاتا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انه ليغان علي قلبي۔ میرے دل پر ابر آ جاتا ہے۔ ہر چند کہ یہ حجاب آپ کے تسلسل مشاہدہ میں کوئی قابل ذکر فرق پیدا نہیں کرتا، تاہم آپ اپنے مقام عالی کے پیش نظر اس حجاب کی وجہ سے بھی توبہ اور استغفار فرماتے۔

۱۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت استغفار کا سبب ”امت میں کثرت کی علامت“ بتلایا یا تو اس سے مراد یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کا بہ کثرت مسلمان ہونا اللہ تعالیٰ کے فتح و نصرت عطا کرنے کی علامت تھی۔ اس علامت کے ظہور پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح بیان کرتے اور اعترافِ نعمت کے طور پر بصورت استغفار شکر ادا کرتے، یا جس طرح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد لوگوں کا بہ کثرت مسلمان ہونا آپ کی وفات اور وصال کے قرب کی علامت تھی، اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمد و تسبیح اور توبہ و استغفار کرتے۔

حدیث نمبر ۹۹۳ میں ہے، حضرت عائشہ کا اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹکڑے سے لگا دراکں مالیکہ آپ سجدہ میں تھے۔

عورت کے لمس سے وضو ٹوٹنے میں مذاہب فقہاء امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ اگر عورت کے جسم اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عورت کے جسم کا لمس وضو ٹوٹنے کا سبب نہیں ہے، یہ حدیث امام اعظم کی موید ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ نے حضور کے عمودوں کو ہاتھ لگایا اور ان حالیکہ حضور سجدہ میں تھے اور حضور بدستور نماز میں مشغول رہے، معلوم ہوا کہ عورت کے جسم کے لمس سے وضو ٹوٹتا ہے نہ نماز۔

جس طرح اللہ تعالیٰ خود اپنی حمد و ثنا فرماتا ہے کوئی اور نہیں کر سکتا | حدیث نمبر ۹۹۲ میں ہے اے اللہ میں تیری ایسی تعریف نہیں کر سکتا جیسی تعریف تو اپنی خود فرماتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبر یہ فرمایا کہ اے اللہ! میں تیری ایسی تعریف نہیں کر سکتا جیسی تعریف تو خود اپنی کرتا ہے اس جملہ سے آپ نے یہ ظاہر فرمایا کہ تعریف کسی صفت پر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات غیر متناہی ہیں اور کوئی مخلوق غیر متناہی چیزوں کا علم اور ادراک نہیں رکھتی اس لیے ان صفات پر اللہ تعالیٰ ہی اپنی تعریف کر سکتا ہے کسی مخلوق میں یہ طاقت نہیں یا تعریف نعمت پر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بھی غیر متناہی ہیں اس لیے ان کی تعریف بھی کسی مخلوق کی طاقت میں نہیں ہے اور یا تعریف ذات کی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور حقیقت کسی مخلوق کو معلوم نہیں اس لیے ان کی تعریف کرنا کسی کی طاقت میں نہیں ہے یا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے مراتب غیر متناہی ہیں اور مخلوق کو جس قدر معرفت ہوگی وہ متناہی ہوگی اس لیے اس کی تعریف وہ خود ہی کر سکتا ہے اور جیسی تعریف وہ خود کرتا ہے کوئی نہیں کر سکتا۔

سبحان کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر عیب سے پاک ہے اور قدوس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر اس چیز سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں جیسے شریک وغیرہ اور رب الملائک والروح میں روح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

بَابُ فَضْلِ السُّجُودِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ

۹۹۶۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ سَأَلَ الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ سَمِعْتُ الْأَوْزَاعِيَّ كَانَ حَدَّثَنِي الْوَلِيدُ بْنُ هِشَامٍ الْمُعِيطِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي

سجدہ کی فضیلت اور اس کی ترغیب
معدان بن طلحہ لیم ی بیان کرتے ہیں کہ میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی
اللہ عنہ سے سنا اور میں نے ان سے عرض کیا

مَعْدَانُ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ الْبَيْهَقِيُّ قَالَ لَقِيتُ ثَوْبَانَ
مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ
أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ أَعْمَلُهُ يُدْخِلْنِي اللَّهُ بِهِ الْجَنَّةَ
أَوْ مَتَى قُلْتُ يَا حَبِيبَ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ فَكُنْتُ
هُنَّكَ فَكُنْتُ ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَقَالَ سَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلَيْكَ
بِكَثْرَةِ السُّجُودِ لِلَّهِ فَإِنَّكَ لَا تَسْجُدُ لِلَّهِ
تَسْجُدَةً إِلَّا مَا فَعَلَكَ اللَّهُ بِهَا وَحَبَّةٌ وَحَبَّةٌ
عَنْكَ بِهَا خَطِيئَةٌ قَالَ مَعْدَانُ ثُمَّ لَقِيتُ
أَبَا الدَّؤْدِ فَأَسْأَلْتُهُ فَقَالَ لِي وَمِثْلُ مَا قَالَ
لِي ثَوْبَانُ -

مجھے ایسا عمل بتلائیے جس کو کرنے سے اللہ تعالیٰ
مجھے جنت میں داخل کر دے یا یہ کہا کہ مجھے وہ عمل
بتلائیے جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب
ہو حضرت ثوبان نمازش رہے میں نے دوبارہ
سوال کیا وہ پھر خاموش رہے میں نے سب بارہ
سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے بھی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پوچھی تھی تو
آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے لیے کثرت
سجود کو لازم کر لو اللہ تعالیٰ کے لیے صرف ایک
سجدہ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہارا ایک درجہ بلند
کرے گا اور تمہارا ایک گناہ مٹا دے گا بعد ان
کہتے ہیں کہ اس کے بعد میری ملاقات حضرت ابو دؤد
رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے ان سے بھی
یہی سوال کیا اور انھوں نے بھی حضرت ثوبان
والا جواب دیا۔

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان
کرتے ہیں میں رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں رہا کرتا تھا اور آپ کے استنجا
اور وضو کے لیے پانی لاتا ایک مرتبہ آپ نے
فرمایا "ما نگ کیا مانگتا ہے" میں نے عرض کیا
میں آپ سے جنت کی رفاقت مانگتا ہوں آپ
نے فرمایا اس کے علاوہ "اور کچھ" میں نے کہا
مجھے یہی کافی ہے آپ نے فرمایا تو پھر زیادہ
سجدے کر کے اپنے معاملے میں میری مدد کرو۔

۹۹۶ - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى أَبُو صَالِحٍ
قَالَ نَا مَعْقِلُ بْنُ يَزِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ الْأَوْدَاعِيَّ
قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي
أَبُو سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ كَعْبٍ الْأَسْلَمِيُّ
قَالَ كُنْتُ أَبْنَيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُهُ يَوْمَ مَوْثِي وَحَاجَتِي فَقَالَ لِي سَلْ
فَقُلْتُ أَسْأَلُكَ مِمَّا رَفَقْتَ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ أَوْ
غَيْرَ ذَلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَلِكَ قَالَ فَأَعِنِّي عَلَيَّ
تَفْسِيكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ -

کثرت سجود اور طول قیام کے ثواب میں موازنہ
مٹا ہے۔

حضرات شافعیہ اس حدیث کے پیش نظر یہ کہتے ہیں، کثرت سجود اور طول قیام سے افضل ہے
کیونکہ ایک سجدہ کرنے سے ایک نیکی ملتی ہے اور ایک گناہ مٹ جاتا ہے تو نزاری جتنے سجدے

کرے گا اس کو اتنی نیکیاں ملیں گی اس لیے کثرت سجود، طول قیام سے افضل ہے ان کا اس دلیل کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک سجدہ سے ایک نیکی ملتی ہے لیکن ناز کی حالت قیام میں نمازی جب قرآن کریم پڑھتا ہے تو قرآن کریم کے ہر حرف کے پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں اس لیے جتنا طول قیام ہوگا اتنا زیادہ قرآن کریم پڑھا جائے گا اور اسی کے حساب سے اتنی زیادہ نیکیاں ملیں گی، کیونکہ حدیث شریف میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص قرآن کریم کا ایک حرف پڑھتا ہے اس کو ایک نیکی ملتی ہے جو کہ دس کے برابر ہے اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ اگر ایک حرف ہے بلکہ ان ایک حرف پر پانچ سو نیکیاں ملتی ہیں اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ اگر ایک حرف ہے بلکہ ان ایک حرف پر پانچ سو نیکیاں ملتی ہیں، اس طرح ناز میں جتنا طول قیام کرے گا اس کی نیکیوں میں اس قدر اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور نیکیوں کا حصول گناہوں کے مٹنے کو مستلزم ہے، قرآن کریم میں ہے:

ان الحسنات یذہبن السیئات . ہود: ۱۱۳

بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

نیز حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عباس قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الاعمال افضل فقال احسنها .

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل زیادہ افضل ہے، فرمایا جس عمل میں زیادہ مشقت ہو۔

اور بالکل واضح بات ہے کہ طول قیام میں کثرت سجود کی نسبت زیادہ مشقت ہے، کیونکہ بہا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ کے مبارک پاؤں پر درم آجاتا جبکہ سجدہ میں نمازی کو آرام ملتا ہے اس اعتبار سے بھی طول قیام کثرت سجود سے افضل ہے اور ایک حدیث میں صاف مذکور ہے کہ:

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الصلوٰۃ طول القنوت . حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ناز کے ارکان میں سب سے افضل رکن طول قیام ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۸ - جامع ترمذی ج ۱ ص ۸۸)

حدیث شریف میں اتنی واضح صراحت کے بعد اس امر میں بحث کرنے کی مطلقاً گنجائش نہیں رہتی کہ سجدہ افضل ہے یا قیام کیونکہ اس حدیث میں قیام کے افضل ارکان صلوٰۃ ہونے کی روشن تصریح ہے اور یہی اخاف کا ملک ہے۔

۱۔ علامہ علاؤ الدین علی متقی متوفی ۹۷۴ھ، جامع ترمذی دستبردک بحوالہ کنز العمال ج ۱ ص ۵۱۹، مطبوعہ بیروت، ۱۴۰۵ھ
۲۔ علامہ محمد جبرری ابن اثیر متوفی ۶۷۶ھ، النہایۃ فی غریب الحدیث والاثار ج ۱ ص ۴۴۰، مطبوعہ ایوان، ۱۳۶۴ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار اور آپ کی عطا کی وسعت | حدیث نمبر ۹۹ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مانگ کیا مانگتا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا: مانگ کیا مانگتا ہے؟ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کی تمام نعمتیں آپ کی ملک اور اختیار میں دے دی تھیں کہ جس کو چاہیں جتنا چاہیں (بشرط موافقت تقدیر) عطا کریں۔

علامہ سنوسی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضور کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ: اطلب هذا او غيره مما شئت بطلبه رفاقت جنت یا اس کے علاوہ جو کچھ اور چاہو طلب کرو۔

اور علامہ قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

ويؤخذ من إطلاقه عليه السلام الأمر بالسؤال إن الله تعالى مكنه من إعطاء كل ما أراد من خزان الحق ومن ثم قال اثمتنا من خصائصه عليه السلام أنه يخصص من شاء ما شاء كجعله شهادة خزيمة بن ثابت بشهادتين (رواه البخاري) وفي ترخيصه في النياحة لا امر عطية في آل فلان خاصة (رواه مسلم) قال النووي للشارع أن يخصص من العموم ما شاء وبالتخصيص بالعناق لا في برودة بن نيار وغيره وذکر ابن سبغ في خصائصه وغيره إن الله تعالى أقطع أرحم الأرحمين يعطي منها ما شاء لمن شاء.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مطلقاً فرمایا: مانگو جو مانگتا ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خزان حق سے جو چاہیں عطا کرنے پر قادر فرما دیا ہے، اسی وجہ سے ہم اسے اللہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ جس شخص کو جس حکم کے ساتھ چاہیں خاص فرما دیں جیسے حضرت خذیمہ بن ثبات رضی اللہ عنہ کی ایک شہادت کو آپ نے دو شہادتوں کے برابر کر دیا۔ (بخاری) نیز آپ نے ام عطیہ رضی اللہ عنہا کو ایک خاص خاندان کے لیے نوے کی اجازت دی (مسلم) علامہ نووی لکھتے ہیں کہ شارع عام احکام سے جس کو چاہے خاص کر دے جیسے ابو بکر بن نيار اور ان کے علاوہ بعض صحابہ کے لیے چھ ماہ کا بکرا قربانی کے لیے جائز کر دیا اور ابن سبغ نے حضور کی خصوصیات میں ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت کی زمین کا مالک بنا دیا ہے کہ آپ

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف سنوسی مالکی متوفی ۴۵۵ھ، مکمل اکمال العلم ج ۲ ص ۴۱۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

۲۔ علامہ ابن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۳۳۳، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ لبنان، ۱۳۹۰ھ۔

اس میں سے جو چاہیں جس کو چاہیں عطا فرمادیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَيُؤْخَذُ مِنْ اِطْلَاقِ قَوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللهَ تَعَالٰى مُكِنُّهُ مِنْ اَعْطَاكَ كُلَّ مَا ارَادَ مِنْ خِزَانَتِهِ تَعَالٰى وَاِنَّهُ يَخْصُ مِنَ السَّالِكِيْنَ مِمَّنْ شَاءَ مِمَّا شَاءَ فَانَّهُ بِحَدِّ فَضْلٍ وَكَوْرَمٍ وَكَمَالٍ لَا سَاْحِلَ لَهُ لِيَهْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو میر کسی قید کے فرمایا "مانگو" اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے خزانوں میں سے ہر اس چیز کے عطا کرنے پر قدرت دی ہے جس کا آپ ارادہ فرمائیں اور یہ کہ آپ مانگنے والوں میں سے جس کو چاہیں جس چیز کے ساتھ چاہیں خاص کر کہ آپ فضل و کرم اور کمال کا ایسا سمندر ہیں جس کا کوئی ساحل نہیں ہے۔

میر حضرت شیخ فرماتے ہیں:

وَاِنْ اِطْلَاقِ سَوَالِ كِهْ قُرْءُو "سَلْ" وَتَحْقِیْقِ مَكْرُوْ بِمَطْلُوْبِ خَاصِّ مَعْلُوْمِ مَعْنٰی شُوْدِ كِهْ كَارِ هِمْدِ بَدَسْتِ هِمْتِ وَكِرَامَتِ اَوَّاسْتِ صَلَّی اللہ علیہ وسلم ہر چیز خواہ ہر کرا خواہ باذن پروردگار بخود بدہ۔ اے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مطلقاً فرمایا کہ "مانگو" اور اسے کسی خاص مطلوب کے ساتھ مقید نہیں کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محرم اللہ میں ہیں۔ جو کچھ چاہتے ہیں جس کو چاہتے ہیں اپنے پروردگار کے اذن سے عطا فرماتے ہیں۔

ان تمام حوالوں سے ثابت ہوا کہ اساطین علماء اسلام کا اس حدیث شریف کی روشنی میں یہ مسلک ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ آپ جس کو چاہیں جو چاہیں ریشہ و فتنہ تقدیر عطا فرمادیں، اور چونکہ آپ کا یہ عطا فرمانا قضاء الہی کی موافقت کے ساتھ مقید ہے اس لیے یہ سوال وار و نہیں ہوگا کہ پھر آپ نے کہہ کے تمام مشرکین کو مسلمان کیوں نہ کر دیا، خاص کر اپنے بیچا ابو طالب کو کیوں نہ مسلمان کر دیا کیونکہ حضور تو بے شک یہی چاہتے تھے کہ سارے دنیا کے مشرک مسلمان ہو جائیں لیکن یہ قضاء الہی میں نہیں تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر کام مشیت ایزدی کے مطابق اور قضاء الہی کے مطابق ہو سکتا ہے یہ صرف اللہ تعالیٰ کی خصوصیت ہے کہ وہ جو چاہے کرے وہ کس کس مرضی مشیت اور اجازت کا پابند نہیں ہے۔

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، المعانی ج ۳ ص ۱۴۲، مطبوعہ لاہور

۲۔ اشعۃ المعانی ج ۱ ص ۳۹۶، مطبوعہ مطبعہ تہجیہ کار کھنڈ

بَابُ ۸۲. اَعْصَاءُ السُّجُودِ وَالتَّهَيُّ عَنْ
كَفِّ الشَّعْرِ وَالتَّوْبِ وَعَقِصِ الرَّأْسِ

فِي الصَّلَاةِ

۹۹۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمَا بُوَالرَّبِيعِ
الزُّهْرَانِيُّ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ نَا حَنَافَةُ
بُورْتِ بْنِ عَن عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ
أَبِي عَبَّاسٍ قَالَ أُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَنُحْيَى أَنْ يَكُفَّ
شَعْرَهُ أَوْ يَتَبَّاهُ هَذَا أَحَدُ نَحْوِ يَحْيَى وَقَالَ أَبُو
الزُّبَيْرِ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَنُحْيَى أَنْ يَكُفَّ
شَعْرَهُ وَنُحْيَى بَأُ الْكُفَّيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ
وَالْجَنْهَتَيْنِ -

۹۹۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا
مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو
بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ
أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَلَا أَكُفَّ ثَوْبِي وَشَعْرِي -
۱۰۰۰ - حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ الْوَلَاءِ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ
عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ
أُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةٍ وَ
نُحْيَى أَنْ يَكُفَّ الشَّعْرَ وَالتَّوْبَ -

۱۰۰۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْرُ
قَالَ نَا وَهَيْبٌ قَالَ نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ
أَبِي عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ الْجَنْهَتَيْنِ
وَأَشَارَتَيْنِ عَلَى الْكُفَّيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالْأُظْرَافِ

اعضاء سجود کا بیان اور سر پر جوڑا
باندھنے اور نماز میں کپڑے موڑنے

کی ممانعت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات
ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا اور نماز کی حالت
میں بالوں کو سنوارنے اور کپڑے سمیٹنے سے منع
کیا گیا ہے یہ حدیث یکجا کی روایت کے مطابق
ہے اور ابو الزبیر کی روایت میں سات ہڈیوں پر
(سجدہ کرنے) اور بالوں کو سنوارنے اور کپڑوں
کو سمیٹنے کی ممانعت کا ذکر ہے وہ سات ہڈیاں
پیر میں، دو آٹھیلیاں، دو گھٹنے، دونوں قدم اور
پیشانی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے
سات ہڈیوں پر سجدہ کا حکم دیا گیا اور یہ کہ (نماز میں)
نہ بالوں کو سنواروں اور نہ کپڑوں کو موڑوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سات راعضاً
پر سجدہ کا حکم دیا گیا اور بال سنوارنے اور کپڑوں
کو موڑنے سے منع کیا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے
سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا پیشانی پر اور اپنے ہاتھ
سے ناک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اور دونوں ہاتھوں دونوں گھٹنوں
اور دونوں قدیموں کی انگلیوں پر اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ نہ بالوں کو

الْقَدَمَيْنِ وَلَا تَكْفِيَتِ الْيَمَانُ وَلَا الشَّعْرُ -

۱۰۰۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أُنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعٍ وَلَا أَكْفِيَتِ الشَّعْرُ وَلَا الْيَمَانُ الْجَبْهَةُ وَالْأَنْفُ وَالْيَدَانِ وَالرُّكْبَتَانِ وَالْقَدَمَانِ -

۱۰۰۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ دُونِ سَوَادٍ الْعَامِرِيُّ قَالَ أُنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ قَالَ أُنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ بَكْبَنًا أَحَدَهُمَا أَنَّ كَرِيمًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ مِنْ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَجَدَ فَتَقَامُ فَتَجْعَلُ يَدَكَ فَنَقْلًا أَنْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ مَا لَكَ وَدَائِمِي فَقَالَ إِنِّي مِمَّنْ رَسُوهُ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّهُمَا مَثَلُ هَذَا مَثَلُ الْإِنْفِ يُصَلِّي وَهُوَ مَكْتُوفٌ -

سنواروں اور نہ کپڑوں کو موڑوں -

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سات (اعضاء) پر سجدہ کا حکم دیا گیا اور یہ کہ نہ بالوں کو سنواروں اور نہ کپڑوں کو موڑوں پیشانی اور ناک دونوں ہاتھ دو گھٹنے اور دونوں قدم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن حارث کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور انھوں نے سر کے پیچھے بالوں کا جوڑا باہر ہوا تھا حضرت ابن عباس نے کمرے ہو کر وہ جوڑا کھولنا شروع کر دیا عبداللہ بن حارث نماز پڑھ کر حضرت ابن عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا تم میرے سر کو کیوں چھیر رہے تھے حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص بالوں کا جوڑا باہر نکالے نماز پڑھتے ہوئے اس شخص کی طرح ہے جس کی مشکیں کسی ہوئی ہوں اور وہ نماز پڑھتا ہو -

اعضاء سجود کے بیان میں مذاہب ائمہ | حدیث نمبر ۹۹۸ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا -

امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل تمام ائمہ حضرات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سات اعضا پر سجدہ کرنا مشروع ہے، جن میں پیشانی، دو ہاتھ، دو گھٹنے اور دو قدم شامل ہیں، البتہ ناک کے بارے میں اختلاف ہے -

امام ابوحنیفہ کے نزدیک پیشانی یا ناک میں سے کسی ایک پر سجدہ کرنا فرض ہے اور پیشانی کے ساتھ ناک بھی لگانا سنت یا مستحب ہے - اگر ناک نہ لگی تب بھی سجدہ ہو جائے گا کیونکہ اس باب کی پہلی حدیث میں ناک کا ذکر نہیں ہے اگر واجب ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر موقع پر پیشانی

کے ساتھ ناک کا بھی ذکر کرتے، فقہاء احناف میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک بلا نذر ناک پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے اور اگر نذر ہو اور ناک نہ لگے تو کوئی حرج نہیں ہے، امام ابو حنیفہ سے بھی ایک روایت اس کے مطابق ہے۔ ۱۷

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ اگر پیشانی پر سجدہ کیا اور ناک نہ لگی تو کوئی حرج نہیں اور اگر ناک پر سجدہ کیا اور پیشانی نہیں لگی تو سجدہ نہیں ہوگا، ان کا استدلال بھی اسی حدیث سے ہے جس سے امام اعظم کا استدلال ہے۔ ۱۸

امام شافعی کے نزدیک سجدہ میں ناک اور پیشانی دونوں کا لگانا واجب ہے ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی کے ساتھ ناک کا بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ حدیث ۱۲۱ میں ہے اور وہ پیشانی اور ناک دونوں کو ملا کر ایک عضو قرار دیتے ہیں تاکہ اعضاء کی تعداد سات سے متجاوز نہ ہو، تاہم ان کا ایک قول امام اعظم کے موافق بھی ہے اور یہی مختار ہے کیونکہ حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور ناک نہیں لگائی۔ ۱۹

امام احمد بن حنبل پیشانی کے ساتھ ناک پر سجدہ کو بھی جائز قرار دیتے ہیں، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

عن حکومتہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا صلوٰۃ لمن لا یشیب انفہ من الارض ما شیب (دار قطنی ج ۱ ص ۲۲۸) عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی پیشانی کے ساتھ ناک (سجدہ میں) نہیں لگتی اس کی نماز نہیں ہوتی۔

ابن قدامہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ ۲۰

فقہاء احناف کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ نفی کمال پر محمول ہے اسی طرح جن احادیث میں ناک کا ذکر کیا گیا ہے وہ بھی استحباب پر محمول ہیں، امام اعظم کے مسلک کی تائید میں وہ احادیث ہیں جن کو ائمہ سنی نے روایت کیا ہے کہ "حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سات اعضاء پر سجدہ کا حکم دیا گیا ہے، پیشانی دو لمختہ دو ٹکٹے اور دو پیروں کی انگلیاں" (بخاری باب السجود علی سبعة اعضاء مسلح باب اعضاء السجود ابو داؤد ایضا نسائی باب السجود علی السجود) عروندی باب السجود علی سبعة اعضاء ناہن باب ناہن باب السجود۔ ان تمام احادیث میں ناک کا ذکر نہیں ہے۔

۱۷۔ علامہ ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۶۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۱۸۔ علامہ ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۱۹۔ البراسحاق ابراہیم بن علی شافعی فیروز آبادی متوفی ۴۷۶ھ، المہذب ج ۱ ص ۲۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲۰۔ علامہ ابن قدامہ حنفی متوفی ۵۶۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۳۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۰۵ھ

نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يسجد

بأعلى جبهته على قصاص الشعر -

(دارقطني ج ۱ ص ۳۳۹)

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشانی کے اوپر والے حصے پر سجدہ کر رہے تھے۔

اسی تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ سجدہ میں پیشانی کا لگانا فرض ہے اور اس کے ساتھ ناک کا لگانا سنت یا مستحب ہے، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا یہی مسلک ہے، امام شافعی کا بھی مختار قول یہی ہے البتہ امام احمد بن حنبل ناک اور پیشانی دونوں کو سجدہ میں لگانا واجب قرار دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کا مشہور مسلک یہ ہے کہ نازی سجدہ میں جاتے وقت پہلے زمین پر گھٹنے رکھے پھر ہاتھ پھر چہرہ اور امام مالک کا مسلک اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ نازی سجدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھ پھر گھٹنے رکھے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن أبي هريرة رضى الله تعالى عنه قال

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سجد

احدكم فليضع يديه قبل ركبتيه ولا

يبرك برك البعير - (سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۲۹)

اور جو ہر کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن وائل بن حجر قال رایت رسول

الله صلى الله عليه وسلم اذا سجد وضع

ركبتيه قبل يديه واذا نهض رفع يديه قبل

ركبتيه اخرجه ابو داود والنسائي والترمذي

قال الخطابي هذا الصرح من حديث

ابي هريرة وسوى عن ابي سعيد قال

كنا نضع اليدين قبل الركبتين فامرونا

بوضع الركبتين قبل اليدين وهذا

يدل على نسخ ما تقدم وقد روى

الاشعث حديث ابي هريرة اذا سجد

احدكم فليبدل بركبتيه قبل

يديه ولا يبرك برك الفحل -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص سجدہ کرے تو گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھے اور اونٹ کی طرح نہ بیٹھے۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا، آپ نے ہاتھوں سے پہلے گھٹنوں کو رکھا اور جب سجدہ سے اٹھے تو گھٹنوں سے پہلے ہاتھ اٹھائے، اس حدیث کو ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے اپنا اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور خطابی نے بیان کیا کہ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ کی حدیث سے زیادہ قوی ہے، اور حضرت ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ ہم (سجدہ میں) گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھا کرتے تھے تو ہمیں حکم دیا گیا کہ ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھیں اور یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ کی روایت کے منسوخ

۱۔ علامہ ابن تہامہ منیل متروقی ۲۳۰ ھ، المعنی ج ۱ ص ۲۰۲، مظہر علم دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ ھ

ہونے پر دلیل ہے، اثرم نے ابو ہریرہ سے
اسی یہ روایت کی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص
سجدہ کرے تو ہاتھوں سے پہلے (زمین پر)
گھٹنے رکھے اور اونٹ کی طرح نہ بیٹھے۔

اثرم کی روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت مضطرب ہے اور حضرت ابو سعید کی روایت
سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت منسوخ ہے اس لیے اس منسوخ اور مضطرب روایت کو چھوڑ
کہ حضرت وائل بن حجر کی حدیث پر عمل کرنا چاہیے کہ نازی سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنے پھر ہاتھ
پھر چہرہ رکھے اور جب سجدہ سے اٹھے تو پہلے چہرہ پھر ہاتھ اور گھٹنے اٹھائے۔

بعض متاخرین مشائخ، احاف،
سجدہ میں پیر زمین پر رکھنے کی فریضیت کی تحقیق

کہا ہے کہ سجدہ میں دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے اور بعض (صاحب اختلاص) نے کہا ہے کہ
صرف ایک پیر کا رکھنا فرض ہے، لیکن یہ اقوال صحیح نہیں ہیں کیونکہ امام نے یہ تصریح کی ہے
کہ سجدہ میں صرف چہرے کے بعض حصہ کو رکھنا فرض ہے، اور ہاتھوں، گھٹنوں اور پیروں کا رکھنا
فرض نہیں ہے۔

مولانا امجد علی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

پیشانی کا زمین پر چنا سجدہ کی حقیقت ہے، اور پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ لگنا شرط۔ تو اگر
کسی نے اس طرح سجدہ کیا کہ دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہیں نازنہ موٹی جگہ اگر صرف انگلی کی نوک
زمین سے لگی جب بھی نہ ہوئی اس مسئلہ سے بہت لوگ غافل ہیں۔ (در مختار، فتاویٰ رضویہ)۔ ۱۵
مولانا امجد علی رحمہ اللہ نے یہ صحیح لکھا ہے کہ سجدہ کی حقیقت پیشانی کا زمین پر رکھنا ہے، البتہ ان
کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ پیروں کا زمین پر رکھنا شرط ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

سجد یسجد سجوداً وضع جہتہ بالارض
علامہ غفری لکھتے ہیں:

دقی السجوداً مساًس جہتہ او انقہ
علی الارض عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمہ

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پیشانی یا
ناک کو زمین پر رکھنا سجدہ ہے۔

۱۔ مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ، بہار شریعت ج ۳ ص ۵۸، مطبوعہ شیخ غلام علی ایڈمنسٹرکراچی (ایران) ۱۳۳۲ھ

۲۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۳ ص ۲۰۲، مطبوعہ المکتبۃ الترغویہ

۳۔ شمس الائمہ محمد بن احمد رحمہ اللہ متوفی ۴۸۳ھ، مبسوط ج ۱ ص ۱۸۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

وَسَجَدَ عَلَى الْفَهْدِ وَجِصْفَتِهِ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاطْلُبَ عَلَيْهِ فَإِنْ اقْتَصَرَ عَلَى
 أَحَدٍ شَمًا جَازَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَلَا
 لَا يَجُوزُ الْاِقْتِصَارُ عَلَى الْاَلْفِ الْاَمِنْ عَذْرًا
 وَهُوَ رَوَايَةٌ عَنْهُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَمَرْتُ
 اَنْ اسْجُدَ سَلَى سَبْعَةً اَعْظَمَ وَحَدَّ مِنْهَا الْحَبِيبَةُ
 رَوَاهُ - يَنْفَعُ رَحِمَهُ اللَّهُ اَنْ السَّجْدَ دِيْتَحَقَّقُ
 بِرُكْنِهِ بَعْدَ الْوُجْهِ وَهُوَ الْمَأْمُورُ بِهِ الْاَلَا
 الْخُذَارِ الْمَزْنُ خَارِجٌ بِالْاَجْمَاعِ وَالْمَذْكُورُ
 يُعْمَارُ فِي الْوُجْهِ فِي الشَّهْرِ وَوَسْطِهِ
 الْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ سُنَّةٌ عِنْدَنَا لَتَحَقَّقُ
 السَّجْدَ دُوْنَهُمَا دَامَا وَنَعْمَ الْقَدَمَيْنِ
 فَقَدْ ذَكَرَ الْقَادِرُ اَنَّهَا فَرِيضَةٌ فِي
 السَّجْدِ - ٥

نمازی ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے، کیونکہ
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دوام کیا ہے، اگر ان
 میں سے کسی ایک پر اقتصار کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ
 کے نزدیک یہ بھی جائز ہے، امام ابو یوسف اور امام
 محمد کے نزدیک بلا عذر ناک پر اقتصار کرنا جائز
 نہیں ہے، امام اعظم سے بھی ایک روایت اسی
 طرح ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:
 مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ
 کروں، اور آپ نے پیشانی کو ان میں سے شمار
 کیا، امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ چہرے کے
 بعض حصہ کو رکھنے سے سجدہ متحقق ہو جاتا ہے
 اور قرآن مجید میں اسی کا حکم دیا گیا ہے، البتہ غٹھڑی
 اور رخسار بالا جماع سجدہ سے خارج ہیں، اور
 مشہور روایت میں چہرہ کا ذکر ہے، اور ہاتھوں
 اور گھٹنوں کا رکھنا، ہمارے نزدیک سنت ہے
 کیوں کہ ان کے بغیر بھی سجدہ متحقق ہو جاتا ہے
 ربط دونوں پیروں کا زمین پر رکھنا تو قدری نے
 ذکر کیا ہے کہ یہ بھی سجدہ میں فرض ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث مرفوعہ میں ہے "مجھے سات ہڈیوں اور پیشانی پر سجدہ کرنے
 کا حکم دیا گیا ہے، اور آپ نے ناک، ہاتھوں، گھٹنوں اور قدوں کی اطراف کی طرف اشارہ فرمایا اور نمازی
 کپڑے اور بال نہ موڑے" اس حدیث سے ان اعضاء پر سجدہ کرنے کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی
 کیونکہ یہ حدیث ظنی الثبوت اور ظنی الدلالة ہے، کیونکہ امرت "مجھے حکم دیا گیا ہے" یہ لفظ وجوب اور
 استحباب دونوں میں مستقل ہے، اس لیے صاحبین کا پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنے کو فرض قرار
 دینا موجب اشکال ہے، کیونکہ اس صورت میں خبر واحد سے قرآن مجید پر زیادتی لازم آتی ہے، اور امام
 ابو حنیفہ کی طرح صاحبین کے نزدیک بھی یہ جائز نہیں ہے۔ ٥

۱۔ علامہ ابراہیم بن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۹۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی گڑھی

۲۔ علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۰۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۱، مطبوعہ مطبعہ علیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

اور علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

ان لفظ الموت مستعمل فیما هو اعم
من الذب والوجوب وهو معنی طلب
منی ذلك، ثم هو في الجهة وجوب
وفي غيرها معناه ذب او في الذب
بخصوصه ۱۲

اموت (مجھے حکم دیا گیا ہے) کا لفظ وجوب
اور استحباب میں عام ہے، اور اس کا معنی ہے مجھ
سے اس کو طلب کیا گیا ہے، اور یہ پیشانی میں
وجوب کے لیے ہے اور باقی میں وجوب کے
ساتھ استحباب کے لیے یا بالخصوص استحباب
کے لیے ہے۔

اور علامہ جلال الدین خوارزمی لکھتے ہیں:

اما أعضاء السجود فسبعة وفريضة
السجود تتعلق بعضو واحد منها في قول
ابی حنيفة رحمه الله وهو الوجه ۱۳

سجدہ کے سات اعضاء میں اور سجدہ کی
فرضیت ان میں سے امام ابو حنیفہ کے نزدیک
صرف ایک عضو کے ساتھ متعلق ہے اور وہ چہرہ
ہے۔

علامہ ابن نجیم، علامہ ابن ہمام اور علامہ خوارزمی کی عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں سجدہ کا حکم
دیا گیا ہے اس لیے سجدہ فرض ہے اور سجدہ کی حقیقت زمین پر چہرہ کو رکھنا ہے اور زمین پر پیشانی
یا ناک گرنے سے زمین پر چہرہ لگ جاتا ہے، اس لیے پیشانی یا ناک میں سے کسی ایک کے گرنے سے
فرض سجدہ ادا ہو جاتا ہے اور حدیث میں جن سات اعضاء پر سجدہ کا حکم دیا گیا ان میں سے صرف
پیشانی کو زمین پر رکھنا فرض ہے جو کہ قرآن مجید کے مطابق ہے اور باقی اعضاء یعنی دونوں ہاتھ،
دونوں گھٹنے اور دونوں پیرسوان کا زمین پر رکھنا مستحب ہے، کیونکہ خبر واحد سے فرضیت ثابت
نہیں ہوتی اور علامہ مرغینانی نے قدوری سے جویہ نقل کیا ہے کہ سجدہ میں پیروں کا زمین پر رکھنا فرض
ہے تو اس کے متعلق علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

وذكر القدری ان وضعتما فرض وهو
ضعيف واما الیعدات فظواهر الروایة عدم
افتراض وضعهما قال في التجنیس والخلاصة
وعليه فتوى مشائخنا ۱۴

قدوری نے یہ ذکر کیا ہے کہ سجدہ میں پیروں
کا رکھنا فرض ہے، یہ ضعیف قول ہے اور
راہم تقوں اور گھٹنوں کا رکھنا ترظاہر الروایة کے
مطابق ان کا رکھنا بھی فرض نہیں ہے، تجنیس اور خلاصہ
الفتاویٰ میں لکھا ہے ہمارے مشائخ کا اسی پر

۱۲۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدر ج ۱ ص ۲۶۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۱۳۔ علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ علی لم مشن فتح القدیر ج ۱ ص ۲۶۵، " " "

۱۴۔ علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۰۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۱۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

متونی ہے۔

نیز علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

وذهب شيخ الاسلام الى ان وضعها سنة فتكون المكروهة تنزيهية - ۱۵

اور شیخ الاسلام کا مذہب یہ ہے کہ دونوں بیروں کا سجدہ میں زمین پر رکھنا سنت ہے اور دونوں کا اٹھانا مکروہ تنزیہی ہے۔

ملاخضر حنفی لکھتے ہیں:

وذكر انما الترتيب تاشي ان اليمين والقدايم سواء في عدم الفريضة وهو الذي يدل عليه كلام شيخنا الاسلام في مبسوطه و هو الحق - ۱۶

امام ترمذی نے لکھا ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر فرض نہ ہونے میں برابر ہیں، مبسوط میں شیخ الاسلام کا کلام بھی اسی پر ولالت کرتا ہے اور یہی حق ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

قد ورد في كنفها وجها من في لکھا ہے کہ سجدہ میں زمینی بیروں کا رکھنا فرض ہے، اور جلال نے یہ ذکر کیا ہے کہ یہ سنت ہے، قد وردی کی عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر ایک پیر اٹھا لیا تو جائز نہیں ہے، اور خلاصۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر ایک پیر اٹھا لیا تو جائز ہے، اور اس کو مکروہ نہیں کہا، اور فتاویٰ قاضی خاں میں اس کو مکروہ لکھا ہے اور جامع ترمذی میں لکھا ہے کہ اگر دونوں پیر اور دونوں ہاتھ نہیں رکھے تو جائز ہے اور محیط میں لکھا ہے کہ اگر سجدہ کے وقت دونوں گھٹنے زمین پر نہیں رکھے تو جائز نہیں ہے۔ ۱۷

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

بیروں کا رکھنا سجدہ میں اس لیے فرض ہے کہ اگر سجدہ میں دونوں پیر اٹھا لیے تو یہ تنظیم اور اجلال کے بھانے ملاعب سے زیادہ مشابہ ہے اور ایک انگلی کا رکھنا کافی ہے اور وجہ میں لکھا ہے کہ دونوں بیروں کا رکھنا فرض ہے، اگر ایک پیر کو رکھا اور ایک کو اٹھا لیا تو یہ کراہت کے ساتھ جائز ہے یعنی مکروہ تنزیہی ہے۔ ۱۸

علامہ ابن ہمام کا اس عبارت پر یہ اعتراض ہے کہ فرضیت قطعی الثبوت اور قطعی الدلالة دلیل سے ثابت ہوتی ہے جیسا کہ خود انھوں نے شروع میں لکھا ہے، محض کسی کی رائے سے فرضیت ثابت

- ۱۵۔ علامہ زین الدین بن نجیم مصری حنفی متونی ۹۰، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۱۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
- ۱۶۔ علامہ ابن فراموز خرمی متونی ۸۸۵، درالاحکام فی شرح غرر الاحکام ج ۵ ص ۵، مطبوعہ مطبعہ منشی نواکشتور کھنڈ ۱۹۱۱
- ۱۷۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵، بنایہ ج ۱ ص ۲۵۳، مطبوعہ مطبعہ منشی نواکشتور کھنڈ
- ۱۸۔ علامہ کمال الدین بن ہمام متونی ۸۶۱، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۶۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

نہیں ہوتی اور تلاعب کے ساتھ مشابہت کا جواب یہ ہے کہ فرض کیجئے کسی نے ایک پیر بہت زیادہ اٹھا لیا تو یہ بھی تلاعب کے مشابہ ہے حالانکہ صرف ایک پیر کو اٹھانے سے صاحب اعتدال متفقہاً غافل اور اکثر فقہاء کے نزدیک نازل جاتو ہے نیز تلاعب کے ساتھ مشابہت اس وقت ہوگی جب دونوں پیر بہت زیادہ اٹھا لیے جائیں اور اگر دونوں پیر زمین پر گئے نہ ہوں صرف معمول سے اٹھے ہوئے ہوں تو یہ تلاعب کے ساتھ مشابہ نہیں ہے، حاصل بحث یہ ہے کہ سجدہ میں گھٹنوں کا طرح بالخصوص پیروں کا زمین پر رکھنا بھی فرض نہیں ہے، ان پیشانی کو زمین پر رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہاتھوں کے ساتھ گھٹنوں یا پیروں میں سے کسی ایک کو بھی زمین پر رکھا جائے، اس لیے سجدہ میں ہاتھوں کے ساتھ گھٹنوں اور پیروں میں سے کسی ایک کا لامل التین زمین پر رکھنا فرض ہے خصوصیت کے ساتھ پیروں کا رکھنا فرض نہیں ہے اور یہ فرض ظنی ہے جو حکماً واجب ہے۔

علامہ باری حنفی لکھتے ہیں:

تقدمی نے ذکر کیا ہے کہ سجدہ میں پیروں کو زمین پر رکھنا بھی فرض ہے، پس جب نازی نے سجدہ کیا اور اپنے دونوں پیروں کا انگلیوں کو زمین سے اٹھا لیا تو یہ جائز نہیں ہے اسی طرح کریم اور جصاص نے بھی ذکر کیا ہے اور اگر ایک پیر کو رکھا تو یہ جائز ہے اور قاضی غافل نے کہا مکروہ ہے، اور امام ترمذی نے ذکر کیا ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر عدم فرضیت میں برابر ہیں، مبسوط میں شیخ الاسلام کا کلام بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور یہی حق ہے۔

واما وضع القدمین فقد ذكر القنادلي انه فرض في السجود فتاذا سجد ورفع اصابع رجليه عن الارض لا يجوز كذا ذكره الكوثي والجصاص ولو وضع احداهما جاز فتال قاضی خان ويكره و ذكر الامام الترمذی تاشي ان الیدین والقدمین سواء فی عدم الفریضة وهو الذی یدل علیہ کلام شیخ الاسلام فی مبسوطه وهو الحق۔ لہ

علامہ علاؤ الدین کاسانی حنفی لکھتے ہیں:

واختلف في محل اقامته فرض السجود قال أصحابنا الثلاثة هو بعض الوجه وقال نافر والشافعي السجود فرض على الاعضاء السبعة الوجه واليدین و الركبتین والقدمین احتجاجاً بما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم انما قال امروا

سجدہ میں کس چیز کو قائم کرنا فرض ہے اس میں اختلاف ہے، ہمارے اصحاب ثلاثہ نے یہ کہا ہے کہ چہرہ کے بعض حصہ کو رکھنا سجدہ میں فرض ہے امام شافعی اور امام زفر نے یہ کہا ہے کہ سجدہ میں سات اعضاء چہرہ، دو ہاتھ دو گھٹنے، اور دو پیروں کا رکھنا فرض ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی صلی

لہ۔ علامہ محمد بن محمود باری متوفی ۷۸۸ھ، عن علی بن محمد بن فضال، عن القدير، مطبوعہ مکتبہ فدیہ رضویہ سکھر

ان اسجد على سبعة اعظم الوجوه واليدین
والرکبتین والذکرین ولنا ان الامر تعلی
بالسجود مطلقاً آمن غیر تعین عضو
الاعتدال اجماع علی تعیین بعض الوجب
فلا یجوز تعیین غیره ولا یجوز تقييد
مردلت الکتاب بخبر الواحد فمن حمله علی
بیان السنة عملاً بالدلیلین شعر اختلفت
اصحابنا الثلاث فی ذلك البعض
قال ابو حنیفہ هو الجسمة او الالف غیر
عين حتى نودعهم احد عما فی حال
الاختیار یجوز یرى

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ
کرنے کا حکم دیا گیا ہے، چہرہ، دو ہاتھ، دو گھٹنے
اور دو پیر، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ سجدہ کرنے
کا حکم دیا گیا ہے، اور اس میں کسی عضو کے رکھنے
کی تعیین نہیں کی، پھر اس پر اجماع منعقد ہو گیا کہ چہرہ کے
بعض حصہ کو رکھنا فرض ہے، اس لیے اب کسی اور
عضو کو معین کرنا جائز نہیں ہے اور کتاب کے مطلق
حکم کو خبر واحد سے معین کرنا جائز نہیں ہے، اس
لیے ہم باقی اعضا کے رکھنے کو سنت پر محمول
کرتے ہیں تاکہ دونوں ویلوں پر عمل ہو، پھر ہم اسے
اصحاب ثلاثہ کا اس میں اختلاف ہے کہ چہرہ کا وہ
بعض حصہ کن سا ہے جس کا سجدہ میں رکھنا فرض
ہے، امام ابو حنیفہ نے فرمایا وہ پیشانی یا ناک
ہے لاعلی الشیخین، حتیٰ کہ اگر اس نے حالت اختیار
میں ان میں سے کسی ایک کو بھی رکھ دیا تو سجدہ ادا ہو
جانے لگا۔

غور فرمائیے کہ جب صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث صحیح سے بھی سجدہ میں پیروں کے رکھنے کی فرضیت
اجت نہیں ہو سکتی تو تدوری، جصاص، کرخی اور صاحب اعلامتہ میں یہ طاقت کہاں سے آنے لگی کہ ان کے اقوال
کی بناء پر سجدہ میں پیروں کا رکھنا فرض ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مترجہ ارشاد سے تو پیروں
کے رکھنے کی فرضیت ثابت نہ ہو اور خبر واحد سے قرآن مجید کے مطلق کی تقييد لازم آئے اور یہ جائز نہ ہو اور
تدوری، جصاص اور کرخی کے اقوال اور ان کی آراء سے فرضیت ثابت ہو اور قرآن مجید کے مطلق کی تقييد
جائز ہو جائے فی اللامست!

خاتم المحققین علامہ سید محمد امین ابن عابدی شامی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے اور دقیق
گفتگو کی ہے کہ آیا سجدہ میں پیروں یا گھٹنوں کا رکھنا فرض ہے یا نہیں، اہل علم کی ضیافت طبع کے لیے ہم اس
مبادرت کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں:

ہا یہ میں یہ لکھا ہے کہ تدوری نے یہ ذکر کیا ہے کہ پیروں کا زمین پر رکھنا سجدہ میں فرض ہے جب
نازی نے سجدہ کیا اور دونوں پیروں کی انگوٹھوں کو اٹھایا تو یہ جائز نہیں ہے، کرخی اور جصاص نے بھی اسی

طرح لکھا ہے اور اگر موت ایک پیر کو رکھنا تو قاضی خاں نے کہا یہ مکروہ ہے اور امام ترمذی نے یہ مذکور کیا ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر عدم فرضیت میں برابر ہیں، مابین شیخ الاسلام کے کلام کی بھی اسی پر ولایت ہے اور اسی طرح نہایت اور غنایہ میں ہے، مجتہد میں لکھا ہے میں کہتا ہوں کہ مختصر کرنی، محیط اور قدوری کی عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ جب نماز نے ایک پیر رکھا اور ایک اثنا تہریہ جائز نہیں ہے، اور میں نے بعض نسخوں میں لکھا اس میں دو روایتیں ہیں، فیض اور خلاصہ میں یہ لکھا ہے کہ اگر ایک پیر رکھا اور ایک اثنا تہریہ جائز ہے، اس لیے اب اس مسئلہ میں تین روایات ہو گئیں، (۱) دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے (۲) ایک پیر کا رکھنا فرض ہے (۳) کسی پیر کا رکھنا بھی فرض نہیں ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ پیروں کا رکھنا سنت ہے، البتہ الراقی میں لکھا ہے کہ شیخ الاسلام کے نزدیک دونوں پیروں کا رکھنا سنت ہے تو دونوں پیروں کا اثنا مکروہ تہریہ ہی ہوگا۔ غنایہ میں اسی تیسری روایت کو اختیار کیا ہے اور لکھا ہے یہی حق ہے اور درمیان اس کو بہتر قرار رکھا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ کا تحقق پیروں کے رکھنے پر موقوف نہیں ہے اور اس کو فرض کہنے سے خبر واحد سے کتاب پر زیادتی لادم آئے گی، لیکن شرح منیہ میں اس تحقیق کو رد کر دیا ہے، اس میں لکھا ہے کہ کوئی فقہی روایت اس کی موافقت نہیں کرتی اور روایت اس کی نفی کرتی ہے، کیونکہ فرض کا موقوف علیہ بھی فرض ہوتا ہے اور جب ہمارے آئمہ کی تمام روایات اس پر متفق ہیں کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا سنت ہے اور کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ یہ فرض ہیں تو اب اگر پیروں کا رکھنا بھی فرض نہ ہو تو سجدہ میں ہاتھوں، گھٹنوں اور پیروں کو زمین پر رکھے بغیر پیشانی کو زمین پر رکھنا کیسے ممکن ہوگا، اس لیے زمین پر پیشانی کا رکھنا دونوں پیروں یا ایک پیر کے زمین پر رکھنے پر موقوف ہوگا اور فرض کا مقدمہ (موقوف علیہ) بھی فرض ہوتا ہے اس لیے جب سجدہ میں زمین پر پیشانی رکھنا فرض ہے تو زمین پر دونوں پیروں یا کسی ایک پیر کا رکھنا بھی فرض ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ فقہیہ سراسر غلط ہے اول تو اس لیے کہ شارح منیہ کا یہ کہنا غلط ہے کہ کوئی رقت اس کی موافقت نہیں کرتی، کیونکہ ہم پہلے باحوالہ بیان کر چکے ہیں کہ ہمارے تعینوں اماموں کے نزدیک سجدہ میں صرف حیرہ کا بعض حصہ رکھنا فرض ہے اور باقی اعضاء کا رکھنا سنت ہے، مابین ہاریہ اور ہائیک الصنائع کے حوالے گذر چکے ہیں اور شیخ الاسلام اور امام ترمذی کے حوالوں سے یہ تصریح گذر چکی ہے کہ پیروں کو سجدہ میں رکھنا فرض نہیں ہے، سنت ہے، نیز شارح منیہ کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا فرض ہے، کیونکہ محیط کے حوالے سے یہ گذر چکا ہے کہ گھٹنوں کو زمین پر رکھے بغیر سجدہ جائز نہیں ہے، اور شارح منیہ نے یہ جو کہا ہے کہ فرض کا موقوف علیہ بھی فرض ہوتا ہے یہ صحیح ہے، لیکن زمین پر پیشانی کا رکھنا صرف زمین پر پیر رکھنے پر موقوف نہیں ہے بلکہ اگر نازی قمر دونوں ہتھیلیاں اور گھٹنے رکھ دے اور میر نہ رکھے تب بھی زمین پر پیشانی رکھی جاسکتی ہے اور ہیئت

سجدہ متحقق ہو سکتی ہے یا مرن گھٹنے اور پھیلیاں رکھے اور پیر نہ رکھے پھر بھی ہیئت سجدہ متحقق ہو سکتی ہے اگرچہ کامل اور سنت کے مطابق ہیئت سجدہ سینوں کے رکھنے سے ہوگی اس لیے مرن پیروں کو سجدہ کا موقوف علیہ کہنا غلط ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ دونوں گھٹنے اور دونوں پیروں میں سے کوئی ایک عضو الاعلیٰ التینین ہیئت سجدہ کا موقوف علیہ ہے، باخصوص پیروں کا زمین پر رکھنا سجدہ کا موقوف علیہ نہیں ہے۔ **فاغتصب هذا القدر فانما من خاص هذا الكتاب**۔
اس کے بعد علامہ شامی لکھتے ہیں:

شرح منیہ کی تقریر کے تاہم اس سے ہوتی ہے کہ مصنف نے شرح الجمع میں یہ لکھا ہے کہ سجدہ میں ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا سنت ہے کیونکہ سجدہ کی اہمیت پیشانی اور پیروں کے رکھنے سے حاصل ہوتا ہے، اسی طرح کفایہ میں زامری، کرنی اور عراق کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی نے سجدہ میں دونوں پیروں کو اٹھایا تو سجدہ نہیں ہوگا اور اگر ایک پیر کو اٹھایا تو سجدہ ہو جائے گا، فیض میں لکھا ہے اسی پر فقہی ہے اور علیہ میں لکھا ہے اس کی زیادہ ترجیح یہ ہے کہ یہ واجب ہے اور دلیل کے اعتبار سے متوسط قول یہ ہے کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا زمین پر رکھنا واجب ہے اور پیروں کا رکھنا بھی واجب ہے، البحر الرائق اور مشرب الیہ میں بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے، میں کہتا ہوں جن مشائخ نے پیروں کے رکھنے کو فرض کیا ہے اس کو بھی وجوب پر محمول کر دیا جائے اور شیخ الاسلام اور امام ترمذی نے جو فرضیت کی نفی کی ہے وہ وجوب کے ثبوت کے منافی نہیں ہے، اور قدوری نے جو پیروں کے رکھنے کو فرض کہا ہے تو اس کی تاویل یہ ہے کہ فرض کا اطلاق کبھی واجب پر بھی کر دیا جاتا ہے اور شرح منیہ نے جو عنایہ کی بنا پر بحث کی ہے اس پر یہ اعتراض ہے کہ زمین پر پیشانی کا رکھنا پیروں کے رکھنے پر موقوف نہیں ہے بلکہ پیشانی کے رکھنے کا توقف ہاتھوں اور گھٹنوں پر زیادہ واضح ہے تو سجدہ میں پیروں کے زمین پر رکھنے کو فرض کہنا ترجیح بلامرجح ہے، بلکہ ترجیح بالمرجح ہے اور فقہی روایات میں یہ لکھا ہے کہ پیروں کا اٹھانا جائز نہیں ہے یہ نہیں لکھا کہ پیروں کا رکھنا فرض ہے اور عام جواز وجوب کے خلاف پر بھی صادق آتا ہے، فرضیت کا قول صرف قدوری کا ہے اسی وجہ سے البحر الرائق میں لکھا ہے کہ قدوری کا یہ قول ضعیف ہے، حاصل بحث یہ ہے کہ کتب مذہب میں پیروں کے رکھنے کو فرض لکھا ہے اور دلیل اور قواعد کے اعتبار سے اس کا فرض نہ ہونا راجح ہے، اسی لیے عنایہ اور دور میں لکھا ہے کہ یہی حق ہے پھر اس کی ترجیح یہ ہو سکتی ہے کہ فرض کی نفی کو وجوب پر محمول کر دیا جائے۔

علامہ شامی نے البحر الرائق کے حاشیہ پر بھی یہی تقریر لکھی ہے لیکن یہاں زیادہ تفصیل کی ہے۔
علامہ شامی کی اس عبارت میں بھی تشکیک ہے، حق یہ ہے کہ زمین پر پیشانی کا رکھنا خصوصیت کے ساتھ

۱۔ علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۶۴-۴۶۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۴۴ھ۔
۲۔ علامہ محمد بن علی بن محمد حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، رد المحتار، علی الاشیء رد المحتار ج ۱ ص ۴۶۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۰۴ھ۔

پیروں پر موقوف نہیں ہے بلکہ دونوں ہاتھوں کے ساتھ گھٹنوں اور پیروں میں سے کسی ایک پر لا اعلیٰ التین موقوف ہے اس لیے ہاتھوں کے ساتھ ان دو اعضاء میں سے کسی ایک کا زمین پر رکھنا واجب ہے۔ اور دونوں کا بیک وقت رکھنا سنت ہے، اور جب نمازی نے سجدہ میں دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے رکھے ہوئے ہوں اور دونوں پیروں میں سے اٹھ جائیں تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اس سے ناز ناسد نہیں ہوگا الا یہ کہ کوئی نمازی مد فاحش تک پیر یا سکل اور پر اٹھائے تو یہ عمل تلاعب کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہوگا۔

سجدہ میں کسی ایک انگلی کے پیٹ لگانے کے فرض نہ ہونے کی تحقیق | ہمارے زمانہ میں یہ مشہور ہے

دیا گیا کہ سجدہ میں کم از کم ایک انگلی کا پیٹ لگانا بائیں طرف کہ انگلی کا پیٹ قبضہ کی طرف ہو، فرض ہے اور اگر سجدہ میں کسی انگلی کا پیٹ زمین پر نہیں لگا تو ناز ناسد ہو جائے گا، یہ قول بھی بلا دلیل اور باطل ہے کیونکہ جب پیر کا رکھنا ہی فرض نہیں ہے تو کسی انگلی کا پیٹ لگانا کیسے فرض ہوگا اور اس کی بنیاد و مختار کی ایک عبارت ہے جس کو ہم پیش کر رہے ہیں:

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی لکھتے ہیں:

يفترض وضع اصابع القدم ولو واحدة نحو القبلة والاله تجز والناس عنه غافلون۔ ۱

سجدہ میں پیروں کی انگلیوں کو قبضہ کی طرف متوجہ کر کے رکھنا خواہ ایک انگلی ہو یہ فرض ہے ورنہ ناز جانہ نہیں ہوگی اور لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی اس عبارت کے متعلق لکھتے ہیں ۱
بلکہ اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ قبضہ کی طرف انگلیوں کو متوجہ کرنا سنت ہے اور اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ برجندی اور قہستانی میں ہے اور اس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔ ۲

۱۔ علامہ محمد بن علی بن محمد حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ در مختار علی الاشیرو المختار ج ۱ ص ۶۶ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ در المختار ج ۱ ص ۶۶
مذہب زمین پر ہولت کے ساتھ پیشانی رکھنا تو دو اعضاء پر موقوف ہے، دونوں ہاتھوں کے ساتھ دونوں گھٹنوں یا پیروں میں سے کوئی ایک لا اعلیٰ التین، تاہم ایک عضو کے ساتھ بھی پیشانی زمین پر رکھی جاسکتی ہے مثلاً دونوں ہاتھ زمین پر رکھیں اور گھٹنے اور پیر دونوں زمین سے اٹھالیں یا دونوں گھٹنے زمین پر رکھیں اور دونوں ہاتھ اور دونوں پیر زمین سے اٹھالیں، مگر اس میں دشواری ہے، خلاصہ یہ ہے کہ صرف ہاتھوں سے بھی سجدہ ہو سکتا ہے اور صرف گھٹنوں سے بھی سجدہ ہو سکتا ہے، البتہ صرف پیروں سے سجدہ نہیں ہو سکتا بایں لحاظ کہ صرف پیروں کے زور پر پیشانی کو زمین پر رکھا جائے اور ہاتھوں اور پیروں کو نہ رکھا جائے اور (حاشیہ صفحہ ۶۸۱ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے)

پھر اس کی تفصیل میں علامہ شامی لکھتے ہیں:

صاحب تنویر الابصار کے ماتن نے لکھا ہے انگلیوں کی اطراف کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور اگر نہیں کیا تو یہ مکروہ ہے جس طرح اگر ملا غزالی ایک پیر کو رکھا اور دوسرے کو اٹھایا تو یہ مکروہ ہے، اسی طرح صاحب ہدایہ نے تجنیس میں لکھا ہے اور علامہ دہلوی نے حاشیہ البیہ میں لکھا ہے کہ یہ سنت ہے اور اس کو بر جندی اور حاوی سے نقل کیا ہے اور اس کی مثل ضیاء مغربی اور قسطنطینی نے جلالی سے نقل کیا ہے اور علیہ میں لکھا ہے کہ مسجد کی سنتوں میں سے یہ ہے کہ انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے، کیونکہ صحیح بخاری اور سنن ابوداؤد میں حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں منقول ہے جب نمازی مسجد گرے تو اپنے ہاتھوں کو بچھائے اور سیکڑے بغیر زمین پر گرے اور اپنی انگلیوں کی پیروں کو قبلہ کی طرف کرے، اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ پیر رکھنے کے بارے میں تین اقوال ہیں فرضیت، وجوب اور سنیت (یہاں علامہ شامی کو شامی ہوا ہے انھوں نے پہلے یہ تین قول بیان کیے تھے ۱) دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے۔ (۲) ایک پیر کا رکھنا فرض ہے (۳) کسی پیر کا رکھنا فرض نہیں ہے سعیدی غفرلہ)۔ اور پیر رکھنے سے مراد یہ ہے کہ پیر کی انگلیاں رکھی جائیں خواہ ایک انگلی رکھی جائے اور کتب مذہب میں پہلا قول مشہور ہے، اور ابن امیر حاج نے علیہ میں دوسرے قول کو ترجیح دی ہے اور یہاں تشریح کی ہے کہ انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنا سنت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اصل اختلاف صرف پیروں کے رکھنے یا نہ رکھنے میں ہے، پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنے میں نہیں ہے، اور پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنے کے متعلق ہمارے تمام فقہاء کا ایک ہی قول ہے کہ یہ سنت ہے، اس کے برعکس صاحب درمختار نے شارح منیہ (راہدی معتزل) کی اتباع میں اس کو فرض کہا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ محقق ابن ہمام نے زاد الفقیر میں لکھا ہے کہ مسجد کی سنتوں میں سے یہ ہے کہ انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف کیا جائے، اور گھٹنوں کو زمین پر رکھا جائے اور پیروں کے رکھنے کے حکم میں اختلاف ہے۔ اس عبارت میں ہمارے موقف کی تشریح ہے کیونکہ علامہ ابن ہمام نے وثوق سے کہا کہ انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف کرنا سنت ہے، اور یہ کہا کہ اصل اختلاف پیروں کے رکھنے کے حکم میں ہے کہ آیا پیروں کو رکھنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے اسلئے تحریر کو غنیمت سمجھو کیونکہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو اس پر متنبہ ہوا ہو۔

میں نے یہ بات واضح کرنے میں بہت تفصیل اور تحقیق کی ہے کہ مسجد میں دونوں یا کسی ایک

(حاشیہ صفحہ سابقہ) تعجب اور حیرت اس پر ہے کہ شافعی نے مسجد میں صرف ہاتھوں اور صرف گھٹنوں کے رکھنے کو فرض نہیں کیا جن میں سے ہر ایک مسجد کا مستقل موقوف علیہ ہے، اور پیروں کے رکھنے کو فرض کہا ہے، جن کے ہر مسجد ہو سکتا ہے، الغرض پیروں کو زمین پر رکھنے کا مسجد میں کوئی دخل نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متون ۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۴۱۱۔ م مطبوعہ مطبعہ شامیہ بیروت ۱۳۲۰ھ

پیر کا رکھنا فرض نہیں ہے نہ واجب ہے اور نہ کسی ایک انگلی کے پیٹ کا لگانا سجدہ میں فرض یا واجب ہے اور جب سجدہ میں نمازی کے دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے زمین پر ہوں اور اس کے دونوں یا ایک پیر زمین سے اٹھ جائے یا اس کی کسی بھی انگلی کا پیٹ زمین پر نہ لگے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی، البتہ عمل سنت کے خلاف ہے اور صرف مکروہ تنزیہی ہے۔ ہمارے زمانہ میں بعض متشدد لوگ نماز میں لوگوں کی انگلیاں دیکھتے رہتے ہیں اور اگر کسی امام کی نماز میں کوئی انگلی زمین سے نہ لگے تو اس امام کے خلاف فتوے کا طوفان اٹھا لیتے ہیں اور اس طریق کو مسجد سے نکال کر دم لیتے ہیں، کیونکہ عام دستیاب اردو کی کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ سجدہ میں کسی ایک انگلی کا پیٹ زمین پر رکھنا فرض ہے، ہر چند کہ بعض متاخرین مشائخ احناف نے اسی طرح لکھا ہے لیکن ان کا یہ قول صرف قرآن مجید، احادیث اور امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد اور ان کے بعد شیخ الاسلام، امام بخاری، امام ترمذی، علامہ محمد باری صاحب غنیہ، ملا احمد رضا صاحب دررغز، علامہ شامی اور دیگر محققین کی تفسیر کج کے خلاف ہے، کیونکہ سجدہ کی حقیقت صرف پیشانی یا ناک کو زمین پر رکھنا ہے اور پس! البتہ اس کے تحقق کے لیے ہاتھوں کے ساتھ گھٹنوں یا پیروں میں کسی ایک کا لای علی التبعین زمین پر رکھنا واجب ہے، کیونکہ فرض کا مقصد فرض ہوتا ہے اور چونکہ یہ فرض ظنی ہے اس لیے یہ حکم واجب ہے۔

میں نے نہیں دیکھا کہ اس سے پہلے کس اور نے اس موضوع پر اتنی تفصیل سے لکھا ہو اور چونکہ لوگوں میں مشہور وہی ہے جو عام دستیاب اردو کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اس لیے بعض نابختہ ذہنوں اور متطو رو لوگوں کو ضرور اس سے اضطراب ہو گا، لیکن میں اظہار حق میں کبھی لوگوں کے چین بہ چین ہونے کی پرواہ نہیں کرتا، اہم کو یہ بات ہمیشہ ملحوظ رکھنی چاہیے کہ ہم صرف مبلغ ہیں شارع نہیں ہیں، کسی چیز کو فرض یا واجب اور سنت یا مستحب قرار دینا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ہے، ہم نیز دین شرعی کے کسی چیز کو فرض نہیں کہہ سکتے، جن بعض فقہاء نے سجدہ میں سر رکھنے کو فرض کہا انہوں نے بالخصوص پیروں کے زمین پر رکھنے کو سجدہ کا موقوف علیہ سمجھ لیا، یہ ان کی اجتہادی خطا ہے جس میں وہ عند اللہ ماجد ہیں۔ لیکن جب ہم پر یہ واضح ہو گیا کہ بالخصوص پیروں کا رکھنا سجدہ کا موقوف علیہ نہیں ہے تو ہم کو جان بوجھ کر مکھی پر ٹھکر مارنا نہیں چاہیے اور اس پر خواہ مخواہ اصرار نہیں کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ ان فقہاء کے درجات بلند کرے وہ یقیناً حفظہ اور تقویٰ میں ہم سے بہت بلند اور برتر تھے اور ہم ان کی گرد و گرد کو بھی نہیں پہنچتے لیکن اس کے باوجود وہ بشر اور انسان تھے اور اجتہادی خطاؤں سے منزہ انہیں تھے اور نہ ہم ہیں، اگر چند مسائل میں ان کی اجتہادی خطا نکل آئے تو اس سے ان کی علمی عظمتوں میں کوئی فرق نہیں آتا وہ یقیناً علمی دنیا میں فقر کے آفتاب اور ناہتاب ہیں، اور ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ دین اسلام آسان ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سہل اور آسان احکام بیان کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے بلا وجہ سخت اور دشوار قریے تلاش کر کے مسلمانوں کو مشکل میں مبتلا نہیں کرنا چاہیے۔ واخود دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین شفیع المنہمین فناء للفقہ المحدثین ورنائی

اصحابہ الکاملین الراشدین والہ الطیبین الطاہرین وازواجہ اہلہ المؤمنین وعلی جمیع اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین ۔

نماز میں کپڑا موڑنے یا اڑسنے اور بال سنوارنے کا شرعی حکم | حدیث نمبر ۹۹ کے آخر میں انہی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کپڑوں کو موڑنے سے اور حدیث نمبر ۱۰۰۲ میں بالوں کو سنوارنے سے منع فرمایا ہے۔ ان احادیث میں نماز کی حالت میں کپڑے موڑنے یا بالوں کا جوڑا بنانے سے منع کیا گیا ہے امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اس طرح نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اور جس شخص نے کپڑے موڑ کر نماز پڑھی اس کی نماز ہو جائے گی ان کی دلیل اس باب کی آخری حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ عبد اللہ بن حارث بالوں کا جوڑا بنانے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے بالوں کو کھول دیا اور نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا اس سے معلوم ہوا کہ یہ بھی تنزیہی ہے۔ احناف کی کتب میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء حنفیہ کا کپڑا موڑنے میں اختلاف ہے بعض فقہاء کے نزدیک اگر نمازی کہنیوں تک آستین چڑھائے تو مکروہ ہے اور اگر کہنیوں سے کم تک آستین چڑھائے تو مکروہ نہیں ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے۔

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

في الخلاصة ان لا يكره كذا في شرح منية المصلي ویدخل ايضاً في كفت الخوب تشمير كنه كما في فتح القدير وظاهره الاطلاق وفي الخلاصة ومنية المصلي قيد الكراهية بان يكون رافعاً كفيه الى المرفقين وظاهره انه لا يكره اذا كان يرفعها الى ما دونها و الظاهر الاطلاق لصدق كفت الخوب على الكل وذكر في المجتبى في كراهية تشمير الكمين قولين ۔ ١

”خلاصہ“ میں مذکور ہے کہ نمازی کا کپڑا موڑنا مکروہ نہیں ہے، اسی طرح شرح بیۃ المصلیٰ میں ہے اور کپڑا موڑنے میں آستینوں کا اڑنا بھی شامل ہے اسی طرح فتح القدير میں ہے اور یہ بظاہر مطلق ہے لیکن ”خلاصہ“ اور ”بیۃ المصلیٰ“ میں ہے کہ اگر آستینوں کو کہنیوں تک چڑھالیا تو مکروہ ہوگا اور کہنیوں سے کم تک آستین چڑھائی میں تو مکروہ نہیں ہوگا لیکن تحقیق یہ ہے کہ ہر حال میں مکروہ ہوگا کیونکہ کپڑا موڑنے کا اطلاق ضرورت پر آتا ہے اور ”مجتبىٰ“ میں آستین چڑھانے کا کراہت کے بارے میں دو قول ذکر کیے گئے ہیں۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن فقہاء نے نماز میں کپڑا موڑنے کو مکروہ قرار دیا ہے اس سے مراد

۱۔ علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن تدارہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المستفی ج ۱ ص ۶۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۲۔ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

مکروہ تحریمی ہے اور جن فقہاء نے کراہت کی نفی کی ہے اس نفی سے مراد بھی مکروہ تحریمی کی نفی ہے اور مکروہ تنزیہی ان کے نزدیک بھی ثابت ہے اسی طرح نماز میں کپڑا لٹکانے میں فقہاء کا اختلاف ہے اور علامہ ابن عابدین شامی نے تصریح کی ہے کہ کراہت ثابت کرنے والوں کی مراد کراہت تحریمیہ ہے اور نفی کرنے والے بھی کراہت تحریمیہ کی نفی کرتے ہیں، کراہت تنزیہی ان کے نزدیک بھی ثابت ہے بلکہ کپڑا اوڑھنے میں استینوں کو چڑھانا، پانچوں کو موڑنا اور سینے کے قریب شلوار یا پاجامہ کو اوڑھ لینا یہ سب شامل ہیں اور یہ فعل مکروہ تحریمی ہے، علامہ شامی نے لکھا ہے جس شخص نے نماز کے واجبات میں سے کسی واجب کو ترک کیا یا کسی مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا اس پر واجب ہے کہ وقت میں نماز کا اعادہ کرے، اگر وقت نکل گیا تو وہ گنہگار ہوگا، اور وقت نکلنے کے بعد اعادہ کرنا افضل ہے، اعادہ کے وجوب میں اختلاف ہے، شرح اصول بزودی میں تصریح ہے کہ اگر کسی غیر فاسد کی وجہ سے حلال ہو تو اعادہ واجب نہیں ہے، اور جامع قرطبی میں ہے اگر اس نے تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھی تو نماز مکروہ تحریمی ہے اور اس کا اعادہ واجب ہے اور مبسوط کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اعادہ کرنا مستحب ہے، تاہم اعادہ کو وجوب پر محمول کرنا چاہیے جیسا کہ ہدایہ اور دوسری کتب فقہ میں اس طرف اشارہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن حارث کے سر کا جوڑا ان کی نماز کی حالت میں کھول دیا، اس کے قرائد بیان کرتے ہوئے علامہ نووی نے لکھا کہ نماز کی حالت میں بھی نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا چاہیے نیز مسلمان جس برائی کو مٹانے کے شاد سے خواہ نماز کی حالت ہو اور یہ کہ خبر واحد مقبول ہوتی ہے۔

بَابُ الْأَعْتِدَالِ فِي السُّجُودِ وَدَضْعِ الْكَفَّيْنِ عَلَى الْأَرْضِ وَرَفْعِ الْيَمَنِ الْفَخَذَيْنِ عَنِ الْجَنْبَيْنِ وَرَفْعِ الْبَطْنِ عَنِ الْفَخَذَيْنِ فِي السُّجُودِ

اعتدال سے سجدہ کرنا، سجدہ میں زمین پر ہتھیلیاں رکھنا، کہنیوں کو پہلوؤں سے اوپر رکھنا اور پیٹ کو رانوں سے اوپر رکھنا

۱۰۰۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَاوُكِيَّةٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ وَكَأَنَّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سجدہ سے اعتدال سے کرو اور تم میں سے کوئی شخص کلائی

۱۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، منقذ السائل علی حاشیۃ البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲، مطبوعہ مطبعہ علیہ مصر، ۱۳۱۱ھ
۲۔ رد المحتار ج ۱ ص ۶۷۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

يَبْسُطُ أَحَدُ كَفْرِيذَ اَعْيُنِهِ اِبْنُ سَاطِ الْكَلْبِ -

کہ (سجدہ میں) کتے کی طرح نہ بچھلے۔

نوٹ: یہ حکم دوں کے لیے ہے مگر توں کی ناز کا طریقہ انشاء اللہ منقریب شرح میں آئے گا اسمیٰ غفرلہ

۱۰۰۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِمْمُثْنِي وَابْنُ شَدَّادٍ

قَالَا قَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ

حَبِيبٍ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا

شُعْبَةُ بِهَذَا الْاِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ جَعْفَرٍ وَكَأَنَّ

يَبْسُطُ أَحَدُ كَفْرِيذَ اَعْيُنِهِ اِبْنُ سَاطِ الْكَلْبِ -

۱۰۰۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ اَنَا عِنْدَ

اللَّهِ بْنِ اِبَادٍ عَنْ اِبَادِ بْنِ لَقِيْطٍ عَنِ اَبِي اَوْ قَالَ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدْتَ

فَضَعْ كَفْيَكَ وَارْتُمْ مِرْفَقَيْكَ -

۱۰۰۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا يَكْرُ

وَهُوَ ابْنُ مَرْثَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ زَيْنَعَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ بْنِ بَحْثِينَةَ اَنَّ رَسُوْلَ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلَّى فَرَجَّ يَدَيْ

يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضُ اِبْطِئِهِ -

۱۰۰۸۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ وَابْنُ سَوَّادٍ قَالَا اَنَا

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهَّابٍ قَالَ اَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ

وَاللَيْثُ بْنُ سَعْدٍ يَكْلَاهُمَا عَنْ جَعْفَرِ بْنِ زَيْنَعَةَ

بِهَذَا الْاِسْنَادِ وَفِي رِوَايَةِ عَمْرٍو بْنِ الْحَارِثِ

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ

يُجَدِّعُ فِي سُجُوْدِهِ حَتَّى يَبْدُوَ وَصَرُّ اِبْطِئِهِ وَ

فِي رِوَايَةِ اللَّيْثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَجَدَ

فَرَجَّ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضُ اِبْطِئِهِ -

۱۰۰۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَابْنُ اَبِي اَسْمَةَ قَالَا

جَعْفَرُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ يَحْيَى اَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَدِيَّةٍ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَصَمِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ

بْنِ الْاَصَمِيِّ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ لَوْ شَاءَتْ بَهْمَةٌ اَنْ تَمُوتَ بَيْنَ يَدَيْهِ لَمُوتَتْ -

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنی ہتھیلیاں زمین پر رکھو اور کہنیاں زمین سے بلند رکھو۔

حضرت عبد اللہ بن مالک بن بحیثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت نماز پڑھتے تو اپنے ہاتھوں کو اس قدر کشادہ رکھتے کہ آپ کی ہاتھوں کی سفیدی (یا سفیدی کا جگہ سفید) نظر آتی اور

حضرت عمرو بن مارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو کشادہ رکھتے یہاں تک کہ آپ کی ہاتھوں کی سفیدی (یا سفیدی کا جگہ سفید) نظر آتی اور ایسٹ کی روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کی سفیدی دیکھ لیتا۔

حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح سجدہ کرتے کہ اگر بکری کا بچہ آپ کی ہاتھوں کے درمیان سے گزرنا چاہتا تو گزر جاتا۔

حضرت ام المؤمنین سمیرہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت سجدہ فرماتے پشت سے آپ کی ہاتھوں کی سفیدی نظر آتی اور جب آپ بیٹھتے تو ہاتھیں پیر پہ بیٹھتے۔

۱۰۱۰۔ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَتَانَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْقَزَائِيُّ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَصْبَحِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصْبَحِ أَخْبَرَهُ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ حَتَّى يَرَى بِيضَ خَطَمِي يُرَى وَخَطَمِي يُرَى مِنْ دَرَأِيهِ وَإِذَا قَعَدَ أَطْمَأَنَّ عَلَى قَعْدِهِ الْكِسْرَى .

حضرت سمیرہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت سجدہ فرماتے تو دو ہاتھوں کی سفیدی نظر آتی (سجدہ) سجدہ فرماتے تھے کہ پشت سے آپ کی ہاتھوں کی سفیدی نظر آتی۔

۱۰۱۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو كَيْسٍ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرُو النَّاقِثِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَالتَّقِطِيُّ يَعْنِي وَقَالَ إِسْحَقُ أَنَا وَقَالَ الْأَخْمَرِيُّ قَالَ وَكَيْفَ قَالَ نَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصْبَحِ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجَةِ النَّبِيِّ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ حَتَّى يَرَى مِنْ خَلْفِهِ وَخَطَمِي يُرَى قَالَ وَكَيْفَ تَعْنِي بَيِّنَاتُهَا .

ن : علامہ ترمذی نے لکھا ہے کہ اس بیعت سے سجدہ کرنے میں زیادہ تواضع اور تذل ہے۔

بَابُ مَا يَجْمَعُ صِفَةَ الصَّلَاةِ وَمَا يُفْتَحُ بِهِ وَيُخْتَمَرُ بِهِ وَصِفَةُ الزُّكُوفِ

وَالْإِعْتِدَالُ مِنْهُ وَالسُّجُودُ وَالْإِعْتِدَالُ مِنْهُ وَالتَّشَهُّدُ بَعْدَ كُلِّ رُكْعَتَيْنِ مِنَ الرُّبَاعِيَّةِ وَصِفَةُ الْجُلُوسِ بَيْنَ السُّجُودَيْنِ

وَفِي الشَّهَادَةِ الْأُولَى

کے طریقہ کا بیان

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا افتتاح اللہ اکبر سے کرتے اور قرأت

۱۰۱۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبُو حَالِدٍ يَعْنِي الْأَخْمَرُ عَنْ حُسَيْنِ السَّكَلِيِّ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَالتَّقِطِيُّ قَالَ

أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ تَا حَسْبُكَ الْمُعَلِّمُونَ عَنْ بَدِ بْنِ
 جَبْرِ مَيْسَرَةَ عَنْ أَبِي الْجَوْدَاءِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ
 تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يَسْتَفْتِيهِ الصَّلَاةُ بِالْكَثِيرَةِ وَالْقَلِيلَةِ بِالْحَمْدِ لِلَّهِ
 رَبِّ الْعَالَمِينَ وَكَانَ إِذَا ذَكَرَهُ لَمْ يَشْخِصْ رَأْسَهُ وَلَمْ
 يُصَوِّبْهُ وَلَكِنْ بَيَّنَّ ذَلِكَ وَكَانَ إِذَا ذَكَرَهُ رَأْسَهُ مِنْ
 الْوُكُوفِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَائِمًا وَكَانَ إِذَا رَفَعَ
 رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ جَالِسًا
 وَكَانَ يَقُولُ فِي كُلِّ رُكْعَتَيْنِ التَّحِيَّاتُ وَكَانَ يُفَرِّشُ
 رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنَى وَكَانَ
 يَنْهَى عَنْ عَقِبَةِ الشَّيْطَانِ وَكَانَ يَقُولُ فِي رُكْعَتَيْ الْوُجُوهِ الْفَيْتُ
 وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلَاةَ بِالتَّسْلِيمَةِ فَإِذَا قَامَ ابْنُ كَثِيرٍ عَنْ
 أَبِي خَالِدٍ وَكَانَ يَنْهَى عَنْ عَقِبِ الشَّيْطَانِ

الحمد لله رب العالمین سے شروع کرتے اور رکعت
 میں پشت کو بالکل سیدھا رکھتے، سر نیچا رکھتے نہ
 اوپر اور کوٹھے سے جب سر اٹھاتے تو سیدھے
 کھڑے ہوئے بغیر سجدہ نہ کرتے اور جب سجدہ
 سے سر اٹھاتے تو دوسرا سجدہ اس وقت تک
 نہ کرتے جب تک سیدھے بیٹھ نہ جاتے، ہر
 دو رکعات کے بعد التحیات پڑھتے (بیٹھے وقت)
 بایاں پیر بچھاتے اور دایاں پیر کھڑا رکھتے۔
 شیطان کی طرح بیٹھنے اور درندوں کی طرح کلائیوں
 بچھانے سے منع فرماتے اور سلام کے ساتھ
 ناز کو ختم کرتے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ
 عقبہ شیطان سے منع کرتے تھے۔ (عقبہ
 شیطان کی تشریح شرح میں ملاحظہ کریں)۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کے سورۃ فاتحہ کے جز نہ ہونے پر دلائل | حدیث نمبر ۱۰۱۲

میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحمد لله رب العلمین سے قرأت شروع کرتے تھے۔
 امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک بسم اللہ سورۃ فاتحہ کی جز نہیں ہے، اس لیے نماز میں بسم اللہ الرحمن
 الرحیم۔ کو آہستہ پڑھا جائے گا اور جہراً بلند آواز سے (قرأت الحمد لله رب العلمین سے
 شروع کی جائے گی اور امام شافعی اور احمد بن حنبل کے نزدیک بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا جز ہے اس لیے جہری
 نماز میں بسم اللہ کو بھی الحمد کے ساتھ بلند آواز سے پڑھا جائے گا۔ (مسند ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۸۵) (نور میساح مسلم
 ج ۱ ص ۱۹۴) اس حدیث میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے مسلک پر واضح دلیل ہے کہ جہری نماز میں بسم اللہ
 کو بلند آواز سے نہیں پڑھا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہری نماز میں قرأت الحمد لله
 رب العلمین سے شروع کرتے تھے، اس کی تائید بخاری شریف کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔
 عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم
 دأبأ بكم وعمر كانوا يفتتحون الصلوة بالحمد
 لله رب العلمين -
 (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما
 نماز (میں قرأت) الحمد لله رب العلمین
 سے شروع کرتے تھے۔

علامہ نووی نے امام شافعی کی طرف سے اس حدیث کے جواب میں یہ کہا ہے کہ الحمد لله رب
 العلمین سے مراد سورۃ فاتحہ ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ قرأت سورۃ فاتحہ سے

شروع کرتے تھے اور بسم اللہ چونکہ سورۃ فاتحہ کی جز ہے تو قرأت بسم اللہ سے شروع کرتے تھے۔ علامہ نووی کا یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ترمذی شریف میں صراحۃً بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے نماز میں مجھ سے بسم اللہ کو چہرہ آستانوں نے مجھ سے فرمایا اسے بیٹے بدعت سے بچو اور وہ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ بدعت کو برا جانتے تھے انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی اقتداء میں نماز میں پڑھی ہیں اور میں نے ان میں سے کسی سے بسم اللہ کو پڑھتے نہیں سنا، جب تم نماز پڑھو تو (چہرہ) بسم اللہ نہ پڑھا کرو، بلکہ الحمد للہ رب العلمین سے قرأت شروع کرو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کو نماز میں آہستہ اور الحمد للہ رب العلمین کو چہرہ نماز میں بلند آواز سے پڑھنا چاہیے، اس کے ثبوت میں مزید یہ احادیث ملاحظہ فرمائیں:

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز پڑھی اور میں نے ان میں سے کسی سے نہیں سنا کہ انھوں نے بلند آواز سے بسم اللہ پڑھی ہو، ایک روایت میں ہے کہ وہ سب بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھتے تھے ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھا کرتے تھے (ان روایات کو ابن شابرین نے بیان کیا)۔

عن عبد اللہ بن مغفل قال سمعنی ابی وانا فی الصلوٰۃ اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم فقال لی ابی جیحدث ایاک والمحدث قال ولما اراد احد امن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ابغض الیہ المحدث فی الاسلام یعنی منہ قال وقد صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابی بکر وعمر ومع عثمان فلم اسمع احدا منهم یقولہا فلا تقلہا اذا انت صلیت فقل الحمد للہ رب العلمین۔ (جامع ترمذی ج ۱ ص ۵۷ مطبع سعید ایتھنپٹنی)

عن قتادۃ قال سمعت انس بن مالک قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر فلم اسمع احدا منهم یجہر بسم اللہ الرحمن الرحیم وفی لفظ وکلہم یخفی بسم اللہ الرحمن الرحیم وفی لفظ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لیسر بسم اللہ الرحمن الرحیم وابی بکر وعمر رواہ ابن شابرین رحمہ

ان امارہ میں سے ثابت ہو گیا کہ نماز میں ہر بار یا جہی ہر مال میں بسم اللہ الرحمن الرحیم آہستہ پڑھی جائے گی اور جہی نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر قرأت الحمد للہ رب العالمین سے ربا آواز بلند کی جائے گی اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھنا اور الحمد للہ رب العالمین کو بلند آواز سے پڑھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سورہ فاتحہ کا جزء نہیں اور یہی امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا مسلک ہے۔

تشہد کے متعلق ائمہ مذاہب کی آرا | اس حدیث میں ہر دو رکعت کے بعد التَّحِيَّات پڑھنے کا بھی ذکر ہے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک دو رکعتوں کے بعد تشہد پڑھنا واجب ہے اس پر فریال یہ ہے کہ بغیر کسی اختلاف کے قراتر کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ دو رکعت کے بعد التَّحِيَّات پڑھتے تھے اور آپ نے فرمایا صلوا کا یہاں (بخاری ج ۱ ص ۱۱۵) "اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتا ہوں اور دیکھتے ہو میرا آپ کا حکم ہے قُولُوا التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ" التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ پڑھو فرض اس لیے نہیں ہے کہ آپ نے التَّحِيَّات سبھو آ رہ جانے سے سجدہ ہو کر کے نماز ادا کی ہے اگر یہ فرض ہوتا تو اس کے بغیر نماز نہ ہوتی، (منہج بن قدامہ ج ۱ ص ۳۱) علامہ ابن قدامہ نے تشہد کی بحث میں تشہد کے واجب ہونے کی تصریح کی ہے لیکن ان کے دلائل سے پتا چلتا ہے کہ وہ واجب بہن فرض سے رہے ہیں اخلاص یہ ہے کہ امام احمد کے نزدیک تشہد فرض ہے۔

مسک شافعی کی مستند کتاب مذہب میں لکھا ہے کہ تشہد سنت ہے۔ علامہ ابوالاسحاق شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وان كانت الصلوة قویة علی رکعتین جلس فی الزکوة بین التشہد لنقل الخلف عن السلف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو سنتہ۔ اسی طرح علامہ ابن رشد نے بیان کیا ہے کہ امام مالک کے نزدیک بھی تشہد سنت ہے۔ علامہ ابن رشد لکھتے ہیں:

فذهب مالک وابو حنیفة وجماعة الى ان التشہد ليس بواجب۔ امام ابو حنیفہ کی طرف جو علامہ ابن رشد نے تشہد کے وجوب کی نفی کی نسبت کی ہے ہو سکتا ہے کہ یہ وجوب مجتہد فرض ہو گیا ہو فرض یہ واجب کا اطلاق بھی کر دیتے ہیں اور اس طرز پر یہ بھی ممکن ہے کہ مالکیہ

۱۔ علامہ ابن عمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۷۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ سکھر
۲۔ علامہ ابوالامید محمد بن احمد ابن رشد مالکی قرطبی متوفی ۵۹۵ھ، ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

کے نزدیک بھی تشہد فرض نہ ہو بلکہ واجب ہو، لیکن ظاہر یہ ہے کہ ان کے نزدیک تشہد سنت ہی سے گزرتا ہے علامہ عبد الرحمن جزیری نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ مالکیہ کے نزدیک تشہد سنت ہے نیز علامہ ابن رشد کی طرح علامہ نووی نے بھی یہی کہا ہے کہ مالکیہ کے نزدیک تشہد سنت ہے۔

تشہد میں بیٹھنے کے طریقہ میں ائمہ مذاہب کی آراء | احاث کے نزدیک نماز میں بیٹھنے کا تمام صورتوں میں سنت کا طریقہ یہی ہے کہ دایاں پیر کھڑا کیا جائے اور بایاں پیر بچھا لیا جائے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس زیمر بخت روایت میں ملاحظہ مذکور ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک نماز میں بیٹھنے کا تمام صورتوں میں تورک سنت ہے یعنی بایاں پیر نیچے سے نکال کر سرین پر بیٹھ جائیں (جیسے عورتیں بیٹھتی ہیں) امام شافعی کے نزدیک پہلے قدمہ میں تورک کر کے بیٹھیں اور دوسرے قدمہ میں تورک کے ساتھ بیٹھیں (شرح نووی ص ۱۹۵ ج ۱) امام احمد بن حنبل کے نزدیک بھی سجدہ کے بعد بیٹھنے کا طریقہ احاث کے مطابق ہے۔ علامہ ابن قدام لکھتے ہیں:

السنة ان يجلس بين السجدة بين السجدة
وهو ان يثني رجله اليسرى فيسقطها ويجلس
عليها وينصب رجله اليمنى ويخرجها من تحت
ويجعل بطون اصابعه على الارض معتمد عليها
لتكون اطراف اصابعها الى القبلة قال ابو حنيفة
في صلاة صلوات رسول الله صلى الله عليه وسلم
ثعثنى رجله اليسرى وقعد عليها ثم اعتدل
حتى رجع كل عظم في موضعه ثم هوسا جدا
وفي حديث النبي صلى الله عليه وسلم الذي
بعثته عائشة وكان يفرش رجله اليسرى
وينصب اليمنى

(متفق علیہ)

نماز میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ
دوسرے قدمہ کے درمیان پیر بچھا کر بیٹھیں اس کا
طریقہ یہ ہے کہ بایاں پیر موڑ کے بچھا لے اور
اس پر بیٹھ جائے اور دایاں پیر اس طرح نیچے کھڑا
کرے کہ اس کی انگلیاں زمین پر قبلہ کی طرف جمی رہیں۔
ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز
کا طریقہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضور بایاں
پیر موڑ کر بچھا کے اس پر بیٹھ جاتے اور بائیں
سیدھے بیٹھتے حتیٰ کہ سر پٹھی اپنی جگہ پر آجاتی پھر
اس کے بعد دوبارہ سجدہ کرتے اور حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی صفت
بیان کی ہے اس میں بھی ہے کہ حضور بایاں پیر
بچھا تے اور دایاں کھڑا رکھتے یہ حدیث بخاری
اور مسلم دونوں میں ہے۔

امام مالک جس تورک کے قائل ہیں اس کو بعض علماء ائمہ اربعہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں اس کے بارے

میں علامہ ابن قدام کھتے ہیں:

دیکھہ الاقواء دھوان یقرش قد میہ و

یجلس علی عقبیہ۔ ۱۷

اقواء مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں پیر

بچھا کر ان کی ایڑیوں پر بیٹھا جائے۔

در اصل اقواء کے دو معنی ہیں ایک وہ جس کو تورک سے تعبیر کرتے ہیں اور جو امام مالک کا طریقہ ہے

جس کا یہاں بیان ہے، یہ حدیث سے ثابت ہے اور اقواء کا ایک معنی یہ ہے کہ دونوں گھٹنوں کے سر میں پر بیٹھا جائے اس اقواء کو حدیث میں عقبۃ الشیطان اور اقواء الکلب کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اس کے استحباب کا کوئی قائل نہیں ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث سے ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نماز میں علی العموم والا ستغراق وایاں پیر کھڑا کر کے اور بایاں پیر بچھا کر بیٹھتے تھے، علامہ نووی

نے امام شافعی کے مسلک کو ثابت کرنے کے لیے لکھا ہے کہ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور تورک

کے ساتھ بیٹھتے تھے اس لیے دونوں احادیث جمع کرنے کے لیے انھوں نے کہا کہ پہلے قدم میں پیر

تورک کے بیٹھے اور دوسرے میں تورک کے ساتھ۔ لیکن یہ دلیل صحیح نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کا عام طریقہ بغیر تورک کے صرف بایاں پیر بچھا کر بیٹھنا تھا۔ امام بخاری نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا

ہے۔ اور صحت کی تقدیر پر اس کو کبرسنی پر محمول کیا ہے البتہ بیان جواز کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تورک کے ساتھ بھی بیٹھتے ہیں، اس لیے یہ حدیث کبرسنی یا عذر کی حالت پر محمول ہے۔

نماز کو سلام کے ساتھ ختم کرنے میں ائمہ مذاہب کی آرا۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ

کو ختم کرتے تھے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک نماز کو سلام کے ساتھ ختم کرنا

فرض ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

مفتاح الصلوٰۃ الطمور، وتحریبھا

التکبیر وتحلیلھا التسلیم۔ ۱۸

نماز کی گنجی پاکیزگی ہے اور اس کی تحریم تکبیر

ہے اور اس کی تکمیل (نماز کو ختم کرنا) سلام پھیرنا

ہے۔ چونکہ پاکیزگی اور تکبیر تحریمہ دونوں فرض ہیں اس لیے ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں سلام پھیرنا بھی فرض ہونا چاہیے لیکن

یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن فی الذکر قرآن فی الحکم کو مستلزم نہیں ہوتا اس کے علاوہ یہ حدیث خبر واحد

سے اور خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔

احناف کے نزدیک سلام فرض نہیں ہے کیونکہ مسند امام احمد بن حنبل میں روایت ہے حضرت

۱۷۔ علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدام حنبلی متوفی ۴۲۰ھ، المفتی ج ۸ ص ۳۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۱۸۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد کی تعلیم دی اور اٹھواں محمد اعبدا ورسولہ کے بعد فرمایا:

فإذا قضيت هذا أو قال فإذا فعلت هذا

فقط قضيت صلوٰۃ فان شئت ان تقوم فقم وان

شئت ان تقعد فاقعد - ۱۰

جب تم نے تشہد پڑھ لیا یا یہ کر لیا تو تمہاری نماز پوری ہوگئی۔ اب تم اگر کھڑا ہونا چاہتے ہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہتے ہو تو بیٹھ جاؤ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام فرض نہیں بلکہ قعدہ اخیرہ فرض ہے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ جب تم نے یہ پڑھ لیا یا یہ کر لیا تو تمہاری نماز ہوگئی اور نہ سلام کا ذکر فرمایا نہ اختتام نماز کو سلام پر موقوف کیا بلکہ قعدہ اخیرہ پر اختتام کو موقوف کیا اور وہ احاث کے نزدیک فحل ہے، سلام کے فرض نہ ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس امر انبی کو نماز کی تعلیم دی جس نے نماز ٹھیک سے نہیں پڑھی تھی اور فرمایا تھا صل فانك لم تفعل۔ تو اس میں آپ نے سلام کا ذکر نہیں کیا (دیکھیے بخاری ج ۱ ص ۱۰۹) حالانکہ باقی فرائض ذکر کیے اگر سلام فرض ہوتا تو اس کا بھی ذکر فرماتے۔

البتہ احتیاطاً احاث نے سلام کو واجب قرار دیا ہے۔ نماز سے باہر آنے کے لیے احاث کے نزدیک نماز کو ختم کرنا فرض ہے اور اس کی فرضیت پر دلیل یہ ہے کہ مثلاً عصر کی نماز کا شروع کرنا فرض ہے اور عصر اس وقت شروع ہوگی جب ظہر ختم ہو اگر کوئی شخص ظہر اور عصر کا سارا وقت ظہر میں خرچ کر دے تو عصر کی نماز کیسے شروع ہوگی اس لیے مثلاً ظہر کا ختم کرنا فرض ہے تاکہ عصر شروع ہو۔ اور یہ ضروری ہے کہ نماز کو قصد کسی ایسے فعل کے ساتھ ختم کیا جائے جو از قبیل عبادت ہو ایسے فعل کے ساتھ نماز کو ختم نہ کیا جائے جو نماز کے منافی ہو مثلاً کسی سے بات کرنا یا قہقہہ لگانا ورنہ نماز باطل ہو جائے گی۔

خروج بصلوٰۃ کی تحقیق عام طور پر مشہور یہ ہے کہ اگر نماز تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد نماز کے منافی کوئی کام کرے تو نماز پوری ہو جائے گی اور سلام نہ کرنے کی بناء پر سجدہ سہو لازم آئے گا اور اگر قعدہ سے پہلے نماز کے منافی کوئی عمل بلا قصد سرزد ہو گیا تو بالاتفاق نماز باطل ہو جائے گی (کیونکہ قعدہ اخیرہ جو فرض ہے ستر دک ہو گیا) اگر قعدہ اخیرہ کے بعد فعل منافی سرزد ہوا تو امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ اس نے قصداً نماز کو ختم نہیں کیا) اور صاحبین کے نزدیک ہو جائے گی۔ ۱۱

علامہ ابوسعید بروعی نے امام اعظم کے اس قول سے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ امام اعظم کے نزدیک خروج بصلوٰۃ نماز کے منافی کسی عمل کو قصد کر کے نماز ختم کرنا) فرض ہے کیونکہ دوسرے فرض کو ادا کرنا

۱۰۔ امام ابو داؤد و سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۹، مطبوعہ ۱۳۲۰ھ
۱۱۔ علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی المشی رد المحتار ج ۱ ص ۵۶۷، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۰ھ

اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ پہلے فرض کو ختم نہ کیا جائے اور فرض اس وقت ختم ہوگا جب نماز کے منافی کام کیا جائے کیونکہ اگر موافق کام کیا تو وہ نماز میں سے ہی ہوگا اور جس چیز پر فرض ملے تو وہ بھی فرض ہوتا ہے۔ اس لیے خروج بھنہ فرض ہوگا لیکن علامہ کرخی نے کہا کہ یہ غلط ہے کیونکہ مطلقاً خروج کسی معصیت (مثلاً عمداً وضو توڑنے) سے بھی ہو سکتا ہے اگر بالفرض خروج بھنہ فرض ہو بھی تو وہ اس عمل کے ساتھ خاص ہوگا جو عبادت ہو جیسے سلام، علامہ ابوسعید بروعی نے اس مسئلہ کو ان بارہ مسائل سے مستنبط کیا ہے جن میں امام اعظم اور صاحبین کا نماز توڑنے اور نہ توڑنے کا اختلاف ہے۔ مثلاً جو شخص تیمم کر کے نماز پڑھ رہا ہو وہ اگر مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد پانی دیکھ دے تو امام اعظم کے نزدیک اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک اس کی نماز پوری ہو جائے گی، اس سے ابوسعید بروعی نے استنباط کیا کہ مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد اگر نمازی سے کوئی فعل منافی نماز بلا قصد صادر ہو جائے تو امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہوگی، اور خروج بھنہ کی فرضیت کا قول کیا لیکن علامہ کرخی نے اس کا رد کیا اور فرمایا پانی دیکھنے کی صورت میں اس کا فرض تیمم سے وضو کی طرف متغیر ہو جاتا ہے اور عمل منافی صلاۃ سے فرض باطل ہو جاتا ہے، علامہ بروعی کی تحریر کے کی مخالفت ہلایہ اور اس کی شروعات میں ہے اور کنز دانی اور کافی میں بھی اسی طرح ہے اور شیخ ابوصفہ ماتریدی کا بھی یہی مختار ہے اور صاحب تنویر الابصار اور دیگر محققین نے علامہ کرخی کی مخالفت میں فرمایا کہ خروج بھنہ فرض نہیں ہے لہ۔ علامہ ابن نجیم کہتے ہیں کہ علامہ کرخی فرماتے ہیں کہ امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک اس بات پر اتفاق ہے کہ خروج بھنہ فرض نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب تم نے یہ (تشہد) پڑھ لیا یا یہ کر لیا تو تھوڑی نماز پوری ہو گئی اگر چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور چاروں سو تو بیٹھ جاؤ، اور امام اعظم نے خروج بھنہ کے فرض ہونے کی تصریح نہیں کی ہے یہ صرف علامہ بروعی نے بارہ مسائل سے استخراج کیا ہے اور یہ ان کی غلطی ہے اگر بالفرض خروج بھنہ فرض ہو تو کسی عبادت مثلاً لفظ سلام کے ساتھ محقق ہوگا، اور ان بارہ مسائل میں فرض کی تغیر سے بخلاف نماز میں کلام کے کیونکہ یہ ساطع نماز ہے اور عمداً وضو توڑنا اور تہجد لگانا نماز کا باطل کر دیتا ہے نہ کہ تغیر کرتا ہے مجتہدین میں ہے ہمارے محققین نے علامہ کرخی کے قول کو اختیار کیا ہے مراجع الدرایہ میں ہے شمس اللامۃ السکوانی نے فرمایا صحیح وہی ہے جو علامہ کرخی کا قول ہے۔ لہ۔

علامہ کرخی شمس اللامۃ السکوانی، زین الدین ابن نجیم، علامہ زلیخا، صاحب تنویر الابصار، صاحب مجتہدین اور علامہ شامی کی تصریحات کے مطابق خروج بھنہ فرض نہیں ہے اور یہی قول روایت اور روایت کے موافق ہے نہایت بکثرت علامہ نے خروج بھنہ کی بناء پر فقہاء احناف کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ علامہ ابن تہامہ عیسیٰ اور علامہ

۱۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۱۸، ج ۲ ص ۵۶، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

۲۔ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۰۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ مکتبہ ماہدیہ کوئٹہ

نوری شافعی اور علامہ دمشقی مالکی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وضو توڑ دینے سے بھی نماز کا پورا کرنا جائز ہے اور بعض لوگوں نے ترہاں تک کہا کہ ابوحنیفہ کے نزدیک گور مارنے سے بھی نماز پوری ہو جاتی ہے، اس لیے میں نے ضروری خیال کیا کہ اس مسئلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کا موقف ظاہر کر کے حق کے چہرے سے حجاب اٹھاؤں۔

سلام کے طریقہ میں مذاہب اربعہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک سلام پھیرا جائے یا نہ جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۱۲۱۵ سے واضح ہے، امام مالک کے نزدیک صرف سامنے کی جانب منہ کر کے کہا جائے، سلام علیکم ورحمۃ اللہ، علامہ ابن قاسم مالکی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ امام حنبل سامنے کی طرف منہ کر کے کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور منفرود اور مقتدی داہن بائیں منہ کر کے دوسرے منہ سلام پھیریں۔ ۲۷

بَابُ السُّتْرَةِ الْمُصَلِّيِّ وَقُدُيبِ الصَّلَاةِ نمازی کے سترہ اور سترہ کی طرف منہ کر کے نماز
إِلَى سُتْرَةٍ وَالتَّهَيُّ عَنِ الْمَوَدِّعَيْنِ پڑھنے کا استحباب، نمازی کے سامنے
يَدَيِ الْمُصَلِّيِّ وَحُكْمُ الْمَوَدِّعَيْنِ سے گزرنے کی ممانعت اور گزرنے والے
الْمَاءِ وَجَدَائِزُ الْأَعْيَادِ بَيْنَ الْمُصَلِّيِّ کا حکم اور گزرنے والے کو روکنا، نمازی
وَالصَّلَاةِ إِلَى الدَّاحِلَةِ وَالْأَمْرِ کے سامنے لیٹنا، سواری کی طرف
بِالدُّنُوِّ مِنَ السُّتْرَةِ دَبَّيَانِ منہ کر کے نماز پڑھنا، سترہ کے قریب
السُّتْرَةِ وَمَا يَتَعَلَّقُ ہونے کا امر اور سترہ اور اس کے متعلق

امور کا بیان

بِذَلِكَ

۱۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ بن متوکل، ۷۲۰ھ، مفتی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۲۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ
 ۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلف دمشقی ابی مالکی متوکل، ۴۲۸ھ، احوال احوال المعجم ج ۲ ص ۲۶۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جب نماز پڑھے تو اپنے سامنے پالان کی پچھلی کٹڑی کے برابر کوئی چیز رکھ لے، پھر اس کے آگے سے گزرنے والے کی پرواہ نہ کرے۔

حضرت طلحہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے تھے اور ہمارے سامنے سے گزرتے تھے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ اگر پالان کی پچھلی کٹڑی کے برابر کوئی چیز تمہارے سامنے ہو تو پھر اس کے آگے سے کسی چیز کا گزرنا تمہارے لیے مضر نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے سترہ کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا کہ پالان کی پچھلی کٹڑی کے برابر ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے سترہ کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا کہ پالان کی پچھلی کٹڑی کے برابر ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کی نماز پڑھنے جاتے تو نیزہ گاڑنے کا حکم دیتے، آپ کے سامنے نیزہ گاڑ دیا جاتا، پھر لوگوں کو جہات کرتے، آپ سفر میں اس کا اہتمام کرتے تھے اس

۱۰۱۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَثَيِّبُ بْنُ سَيْفٍ وَأَبُو جَرِيرٍ عَنْ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ قَالَ الْأَعْرَابُ تَابُوا الْأَحْوَصَ عَنْ يَمَالٍ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلْتُمْ أَحَدَكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُوْخِرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ وَلَا يَبْأَلِ مِنْ مَرٍّ وَرَأَى ذَلِكَ۔

۱۰۱۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَاقُ أَنَا وَقَالَ ابْنُ كُنَيْزٍ نَاعِمٌ وَبْنُ عَبْدِ اللَّهِ الطَّنَافِيسِيُّ عَنْ يَمَالٍ بْنِ حَرْبٍ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا نَصَلِّيُ وَاللَّهَاقِثُ تَمَرٌ بَيْنَ أَيْدِينَا فَدَخَلْنَا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مِثْلَ مُوْخِرَةِ الرَّحْلِ تَكُونُ بَيْنَ يَدَيْ أَحَدِكُمْ لَمْ يَصُرْهُ مَامَرٌ بَيْنَ يَدَيْهِ وَقَالَ ابْنُ كُنَيْزٍ فَكَانَ يَصُرُ مِنْ مَرٍّ بَيْنَ يَدَيْهِ۔

۱۰۱۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ حَرْبٍ قَالَ تَابَعْتُ اللَّهَ بْنَ يَزِيدَ قَالَ أَمَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ عَنْ عُمَرَ وَثَقَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سُفْرَةٍ الْمُصَلِّيِّ فَقَالَ مِثْلَ مُوْخِرَةِ الرَّحْلِ۔

۱۰۱۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ تَابَعْتُ اللَّهَ بْنَ يَزِيدَ قَالَ أَمَا حَبِيبُ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عُمَرَ وَثَقَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلَّمَ سَلَامًا فِي غَزَاةٍ قِيلَ عَنْ سُفْرَةٍ الْمُصَلِّيِّ فَقَالَ كَمُوْخِرَةِ الرَّحْلِ۔

۱۰۱۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ تَابَعْتُ اللَّهَ بْنَ نُمَيْرٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَالثَّقَلُ لَمْ يَكُنْ تَابِعِي قَالَ تَابَعْتُ عَبْدَ اللَّهِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ أَمَرَ بِالْحُرْبِيَّةِ فَتَوَضَّعَ بَيْنَ يَدَيْهِ

لَيُصَلِّيَ إِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَدَّاءٌ كَمَا وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي
السَّحَرِ فَلَمَّا كُنْتُ كَمَا اتَّخَذَ هَٰذَا الْمَرْءُ ۝

۱۰۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ مَعِينٍ
قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ قَافِرٍ عَنْ
أَبِي عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَوَكَّرُ
وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ يَغْزُرُ الْعَتَرَةَ وَيُصَلِّيَ إِلَيْهَا نَا وَابْنُ
أَبِي شَيْبَةَ قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ وَهُوَ الْمَحْرُوبَةُ ۝

۱۰۱۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ نَا مَعْمَرُ
بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ قَافِرٍ عَنْ ابْنِ عَمْرٍو
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْزُرُ
رَا حِلَّتَهُ وَهُوَ يُصَلِّيَ إِلَيْهَا ۝

۱۰۲۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ
مَعِينٍ قَالَا نَا أَبُو حَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ
عَنْ قَافِرٍ عَنْ ابْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يُصَلِّيُ إِلَى رَا حِلَّتِهِ وَقَالَ ابْنُ مَعِينٍ أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى إِلَى بَعِيرٍ ۝

۱۰۲۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ
بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ زَكِيٍّ قَالَ زُهَيْرُ نَا وَزَكِيٌّ
قَالَ نَاسِغِيَانُ قَالَ نَا عَوْثُ بْنُ إِفْرِ الْبُحَيْقَةِ عَنْ
أَبِيهِ قَالَ أَقْبَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِمَكَّةَ وَهُوَ يَأْتِي بَطْنِي فِي قَبَّةٍ لَهُ حَمَلٌ آءٍ مِنْ أَكْدَمِ
قَالَ فَتَوَجَّهَ بِلَالٌ يَوْمَئِذٍ فَمِنْ قَائِلٍ وَ
قَافِرٍ قَالَ فَتَوَجَّهَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمَلٌ آءٍ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى
بَيَاضِ مَا عَلَيْهِ قَالَ فَتَوَضَّأَ وَأَذَى بِلَالٌ قَالَ
فَجَعَلْتُ أَتَقَبَّهُ فَأَهْهَنَّا وَهَهْنَّا يَقُولُ يَمِينًا
وَشِمَالًا يَقُولُ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ
قَالَ ثُمَّ دُكِرَتْ لَنَا عَمْرَةٌ فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى
الْفَلَاحَ وَكَعْتَيْنِ يَمْرُؤَيْنِ يَدَيَّ الْجَمَارَ وَالْكَأْبَ

بنام پر حکام بھی نیزہ رکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیزہ گھاڑ کر اس
کی طرف نماز پڑھتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی کی آڑ میں نماز
پڑھ لیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی کی آڑ میں نماز پڑھ
لیتے تھے اور ایک روایت میں اونٹ کا ذکر ہے۔

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ میں مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوا آپ مقام الطح میں سرخ چمڑے کے
ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے، اس وقت حضرت
بلال (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
دھڑکا بچا ہوا پانی لے کر باہر نکلے لوگوں نے اس
پانی کو مل لیا، کسی کو پانی مل گیا اور کسی نے اس پانی کو
چھڑک لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ عتہ
(دو چادریں) پہنے ہوئے نکلے گریا میں اس وقت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پٹھالیوں کی سفیدی
کی طرف دیکھ رہا ہوں، آپ نے دھڑکا فرمایا اور حضرت
بلال نے اذان دی میں ان کے منہ کی طرف دیکھتا
رہا، وہ منہ کو دائیں بائیں کر کے حی علی الصلوٰۃ اور

لَا يَمْنَعُهُمْ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ ذَكَرَتَيْنِ ثُمَّ لَمْ يَزَلْ يُصَلِّي ذَكَرَتَيْنِ حَتَّى دَجَعَهَا إِلَى الْمَدِينَةِ .

حی علی الافلاح کہتے تھے پھر آپ کے لیے نیزہ لگاڑا گیا اور آپ نے آگے بڑھ کر ظہر کی دو رکعات پڑھائیں (بوجہ سفر کے) آپ کے آگے سے گدھے اور کتے گزرتے رہے، لیکن آپ نے انہیں نہیں روکا پھر اس کے بعد آپ نے عصر کی دو رکعات پڑھیں، پھر آپ یونہی (چار رکعات والی نازلگی) دو رکعات پڑھتے رہے یہاں تک کہ مدینہ لوٹ آئے۔

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ چمڑے کے خمیر میں دیکھا وہ کہتے ہیں کہ میں نے بلال کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی لے کر نکلے میں نے دیکھا کہ لوگ اس پانی کو لینے کے لیے جھپٹنے لگے پھر جس کو پانی مل گیا اس نے بدن پر مل لیا اور جس کو پانی نہیں ملا اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے مل لیا پھر میں نے دیکھا کہ بلال نے ایک نیزہ نکال کر گاڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ حلقہ پہنے ہوئے اس کو سمیٹے ہوئے نکلے اور نیزے کی طرف کھڑے ہو کر لوگوں کو دو رکعات نماز پڑھائی، اور میں نے دیکھا کہ آدمی اور جانور اس نیزہ کے سامنے سے گزر رہے

یہ حدیث کا ماحول کاسترہ پوری جاہل کاسترہ ہوتا ہے۔ سعیدی (مؤلف) امام مسلم نے ابو جحیفہ سے اس کی مثل ایک اور روایت ذکر کی ہے، لیکن اس میں یہ اضافہ ہے حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) دوپہر کے وقت نکلے اور اذان دی۔

۱۰۲۲- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَالِمٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا نَافْعَةَ وَبْنَ أَبِي زَائِدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَوْنُ بْنُ أَبِي جَعْفَرٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ تَابَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةِ حُمْرَاءَ مِنْ آدَمَ قَالَ وَرَأَيْتُ بِلَالَ الْأَخْوَاجِ وَضُوءَ مَرَاتِكِ الْمَقَاسِ يَبْكِي رُونَ ذَلِكَ الْوَضُوءَ مَمَّنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ وَمَنْ لَمْ يُصِيبْ مِنْهُ أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِي صَاحِبِهِ ثُمَّ رَأَيْتُ بِلَالَ الْأَخْوَاجِ عَنَزَةً شَرَكُوفًا وَتَحَرَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مِثْلِهِ حُمْرَاءَ مَشْتَمِرًا فَصَلَّى إِلَى الْعَتَمَةِ بِأَلْتِ بْنِ ذَكَرَتَيْنِ وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَاللَّهَ وَآبَتِ يَمْرُؤَنَ بَيْنَ يَدَيِ الْعَتَمَةِ .

۱۰۲۳- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ بِهِ تَبَدُّثُ حَمِيدُ بْنُ أَلَا أَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَوَّابٍ قَالَ أَنَا أَبُو عُمَيْسٍ ح وَحَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي نَجْمٍ عَنْ زَكْوِيَّا قَالَ نَاحِشِينَ بَيْنَ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ قَالَ نَاحِشِينَ بَيْنَ مَعْرُوفٍ بِلَا سُنَا عَنْ عَوْنِ ابْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّسَائِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِ شَيْبَانَ وَ عَمْرُو بْنُ أَبِي زَائِدَةَ تَزِيدُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَفِي حَدِيثٍ مَا لَكَ مِنْ مَعْرُوفٍ فَلَمَّا كَانَ بِأَلْتِ جَزْءَ شَرْجٍ

یَدَاۤیِ قَتَادَی بِالْمَلَوۡۃِ۔

۱۰۲۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنَّى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ كَانَ سَمِعْتُ أَبَا جَحِيفَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّهَاجَةِ إِلَى الْبَطْحَاءِ فَتَوَضَّأَ فَصَلَّى الظُّهْرَ رَكَعَتَيْنِ وَانْعَمَوْا رَكَعَتَيْنِ وَبَيَّنَّ يَدَيْهِ عَتَرَةً قَالَ شُعْبَةُ وَكَأَنِّي

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو پہر کو بطحا کی طرف گئے، آپ نے وضو کیا اور ظہر اور عصر کی دو دو رکعات پڑھیں۔ آپ کے آگے میزہ تھا جس سے ہاتھوں میں اور گھر سے گزر رہے تھے۔

عَوْنٌ عَنْ أَبِيهِ إِذَا جَحِيفَةً وَكَانَ يَمُنُّ مِنْ وَدَّعِ هَآلَةَ الْعَرَاةَ وَالْجَمَادَ

۱۰۲۵۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَارِجٍ قَالَا ابْنُ تَهْمَدٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِإِسْنَادٍ جَيِّدًا مِثْلَهُ وَرَأَى فِي حَدِيثِ الْحَكَمِ فَبَعَلَ النَّاسُ يَأْخُذُونَ مِنْ قَطْبٍ وَصَوْنِهِمْ

امام مسلم کہتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے لیکن اس میں یہ زیادتی بھی ہے کہ لوگ آپ کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو حاصل کر رہے تھے۔

۱۰۲۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ نَهْمٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَقْبَلْتُ دَاكِبًا عَلَى آتَانٍ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَرْتُ الْإِحْيَاءَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ يَمِينِي فَمَدَدْتُ يَمِينِي يَدِي الصَّغِيرَةَ فَكَرِهْتُ أَنْ تَمْلَأَ الْإِذَا تَانِ تَوَلَّوْهُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں جس زمانہ میں بلوغت کے قریب تھا میں گھر پر سوار ہو کر آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں جماعت کر رہے تھے میں صف کے سامنے آکر ازا اور گدھی کو چرنے چھوڑ دیا وہ چرنے لگی اور میں صف میں شریک ہو گیا اور مجھ پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

۱۰۲۷۔ حَدَّثَنَا حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ أَقْبَلَ عَلَى حِمَارٍ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُصَلِّي بِمِثْلِي فِي حِجَرِ الْوَدَّاءِ يُصَلِّي بِالنَّاسِ قَالَ قَسَادَ الْجَمَادِ يَمِينِي يَدِي بَعْضُ الصَّفِّ ثُمَّ نَزَلَ عَنْهُ فَصَفَّ مَعَ النَّاسِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں جماعت کر رہے تھے حضرت ابن عباس گھر سے پر سوار ہو کر آئے، گدھا بعض صفوں کے سامنے سے گذرا وہ اس سے اتر کر صف میں شامل ہو گئے۔

۱۰۲۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَهَمُّهُ وَالْثَّاقِفِيُّ قَالَا سَمِعْتُ ابْنَ عُثْمَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا الْإِسْنَادُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِمِثْلِي

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ روایت ہے اس میں ہے کہ آپ عرفات میں نماز پڑھ رہے تھے۔

۱۰۲۹ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ
حُمَيْدٍ قَالَا قَالَا عِنْدَ الرَّاهِيقِ قَالَ أَنَا مَعَهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ
بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ مِنْهُ وَجْهٌ وَلَا شَرَفٌ وَكَانَ
فِي حُجَّةِ الْوُدَّاعِ أَذْيُومَ الْفَتْحِ -

۱۰۳۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى
مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي
سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي فَلَا
يَدْعُ أَحَدًا أَيْمًا بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا يَدِيهِ وَلَا مَا اسْتَطَاعَ
فَإِنْ أَبَى فَلْيَقَاتِلْ فَإِنَّهُ هُوَ الشَّيْطَانُ -

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے ثابت
ہے اس میں نہ سنی کا ذکر ہے نہ عرفات کا، فتح مکہ
یا حجتہ الوداع کا ذکر ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو
اپنے سامنے سے کسی کو گزرنے نہ دے جس جہاں
تک ہو سکے اس کو روک کر سے اگر نہ مانے تو اس
سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے اِن فی الصلوٰۃ
لشغلا - سے یہ حکم منسوخ ہے، سیدی

غفرلہ

ابوصالح کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوسعید رضی اللہ
عنہ کے ساتھ جمعہ کے دن سترہ کی آڑ میں نماز پڑھ
رہا تھا، اتنے میں ابومعیط کا ایک جہان آیا اور
اس نے ان کے سامنے سے گزرنا چاہا، حضرت
ابوسعید نے اس کے سینہ پر مارا اس نے ادھر
ادھر دیکھا اور کوئی اور راستہ نہ پایا وہ پھر گزرنے
لگا، حضرت ابوسعید نے پہلے سے زیادہ زور
کے ساتھ دھکا دیا، وہ سیدھا کھڑا ہو کر ابوسعید
سے لڑنے لگا، اس نے ابوسعید کو گالی دی اور
لوگوں کو دھکا دیا، وہ وہاں سے گیا اور مروان سے
جا کر شکایت کی، حضرت ابوسعید مروان کے پاس
گئے، مروان نے کہا کہ تمہارے بھتیجے کو تم سے
کیا شکایت ہے، حضرت ابوسعید نے کہا میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب
تم میں سے کوئی شخص سترہ قائم کر کے نماز پڑھے
پھر کوئی شخص تمہارے آگے سے گزرے تو اس
کے سینے پر مارے پھر بھی وہ نہ مانے تو اس سے
لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے۔

۱۰۳۱ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ سَمِعْتُ
سُكَيْمَ بْنَ السَّيِّدِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ يَتْلُو حَتَّى
قَالَ بَيْنَمَا أَنَا وَصَاحِبِي تَتَدَاكُرُ عَيْنَا إِذْ قَالَ
أَبُو صَالِحٍ السَّهْمَانِيُّ أَنَا أُحَدِّثُكَ مَا سَمِعْتُ مِنْ أَبِي
سَعِيدٍ وَرَأَيْتُ مِنْهُ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا مَعَ أَبِي سَعِيدٍ
يُصَلِّي يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ
إِذْ جَاءَ رَجُلٌ شَابٌّ مِنْ أَبِي مُعَيْطٍ أَرَادَ أَنْ
يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَدَفَعَهُ فِي نَحْوِهِ فَتَنَظَّرَ فَلَمْ
يَجِدْ مَسَاحًا إِلَّا بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَبَى سَعِيدٌ فَعَادَ فَدَفَعَهُ
فِي نَحْوِهِ أَشَدَّ مِنَ الدَّفْعَةِ الْأُولَى فَمَثَلَ قَائِمًا
فَنَازَلَ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ ثُمَّ دَرَأَ حَمَلُ النَّاسِ فَخَرَّ فَدَخَلَ
عَلَى مَرْوَانَ فَخَبَّرَهُ إِلَيْهِ مَا لَقِيَ قَالَ وَدَخَلَ أَبُو سَعِيدٍ
عَلَى مَرْوَانَ فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ مَا لَكَ وَابْنُ أَخِيكَ
جَاءَ يَشْكُوكَ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا صَلَّي أَحَدُكُمْ إِلَى شَيْءٍ
يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ أَحَدًا أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ
فَلْيَدْفَعْهُ فِي نَحْوِهِ فَإِنْ أَبَى فَلْيَقَاتِلْهُ فَإِنَّهُ هُوَ
الشَّيْطَانُ -

۱۰۳۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي فَلَا يَدْعُ أَحَدًا إِلَّا بِبَيْنَ يَدَيْهِ فَإِنْ أَبَى فَلْيَعَاذْهُ فَإِنَّهُ مَعَهُ الْعَقِيرُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو کسی کو اپنے سامنے سے نہ گزرنے دے اگر وہ نہ مانے تو اس سے قتال کرے کیونکہ اس کے ساتھ شیطان ہے۔

۱۰۳۳۔ وَحَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي فَلَا يَدْعُ أَحَدًا إِلَّا بِبَيْنَ يَدَيْهِ فَإِنْ أَبَى فَلْيَعَاذْهُ فَإِنَّهُ مَعَهُ الْعَقِيرُ.

امام مسلم کہتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اس روایت کی مثل منقول ہے۔

۱۰۳۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ دَاوُدَ بْنَ كَالِيدٍ الْجُمَيْيَّ أَرْسَلَ إِلَى أَبِي جُهَيْمٍ يُسْأَلُهُ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّائِرِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي قَالَ أَبُو جُهَيْمٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْعُ أَحَدًا إِلَّا بِبَيْنَ يَدَيْهِ فَإِنْ أَبَى فَلْيَعَاذْهُ فَإِنَّهُ مَعَهُ الْعَقِيرُ.

بسر بن سعید بیان کرتے ہیں کہ زید بن خالد جہنی نے انھیں حضرت ابو جہیم انصاری کے پاس یہ معلوم کرنے کے لیے بھیجا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازی کے آگے سے گزرنے والے شخص کے بارے میں کیا سنا حضرت ابو جہیم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا یہ جان لے کہ اس پر کیا گناہ ہے تو نمازی کے آگے سے گزرنے کی نسبت چالیس تک کہے رہنا اس کے لیے بہتر ہے۔ ابو النضر کہتے ہیں میں نہیں جانتا بسر نے چالیس دن کہا تھا چالیس ماہ یا چالیس سال۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اس روایت کی مثل منقول ہے۔

۱۰۳۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ هَاشِمٍ بْنُ الْحَيَّانِ الْعَبْدِيُّ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ دَاوُدَ بْنَ كَالِيدٍ الْجُمَيْيَّ أَرْسَلَ إِلَى أَبِي جُهَيْمٍ الدَّيْلَمِيِّ مَا سَمِعْتَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُولُ فَرَسًا

بِمَعْنَى حَدِيثِ مَالِكٍ .

۱۳۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي رَافِعٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِمَّنْ حَدَّثَنَا عَنْ سَهْلِ بْنِ عَبْدِ السَّامِيِّ قَالَ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُسْنَى وَسُؤْلِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْجِدَارِ مَمَرٌ الشَّامِ .

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصحف اور دیوار کے درمیان ایک بکری کے گزرنے کے برابر جگہ رہتی تھی۔

۱۳۷ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَحُمَيْدُ بْنُ مَثْنَى وَاللَّفْظُ لِابْنِ مَثْنَى قَالَ إِسْحَاقُ أَنَا وَقَالَ ابْنُ مَثْنَى نَحْنُ أَحْتَادُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ يَزِيدِ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَمَةَ وَهُوَ ابْنُ الْأَكْوَعِ أَنََّّهُ كَانَ يَتَحَرَّى مَوْضِعَ مَكَانِ الْمُصْحَفِ لِيَسْتَعْرِفِيهِ وَذَكَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَحَرَّى ذَلِكَ الْمَكَانَ وَكَانَ بَيْنَ الْمِنْبَرِ وَالْعَبْلَةِ قَدْرُ مَمَرٍ الشَّامِ .

یزید بن ابی عبید کہتے ہیں کہ حضرت سلم بن اکوع مصحف کے قریب نماز پڑھنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کر رہے تھے اور انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس جگہ کا قصد کرتے تھے اور منبر اور قبلہ کے درمیان ایک بکری کے گزرنے کی جگہ تھی۔

۱۳۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا مَرْثِي قَالَ يَزِيدُ أَخْبَرَنَا قَالَ كَانَ سَمَةُ يَتَحَرَّى الصَّلَاةَ عِنْدَ الْأُسْطُوَانَةِ الَّتِي عِنْدَ الْمُصْحَفِ فَقُلْتُ لَمْ يَأْبَا مُسْلِمٌ أَرَأَيْكَ تَتَحَرَّى الصَّلَاةَ عِنْدَ هَذِهِ الْأُسْطُوَانَةِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى الصَّلَاةَ عِنْدَهَا .

یزید کہتے ہیں کہ حضرت سلم اس ستون کے قریب جو مصحف کے پاس تھا نماز کا قصد کر رہے تھے، میں نے کہا اسے ابو سلم تم اس ستون کے پاس نماز پڑھنے کا قصد کرتے ہو، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ستون کے پاس نماز کا قصد کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

۱۳۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ تَابِ اسْمَعِيلُ بْنُ عَمِيَّةٍ عَنْ وَحْدَةَ بِنْتِ زُهَيْرِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ نَا اسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ يُونُسَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هَكْلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يَصَلِّيَ فَإِنَّمَا يَسْتُرُهُ إِذَا كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ أَخِيَةِ الرَّحْلِ فَإِذَا كُنْتَ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ أَخِيَةِ الرَّحْلِ فَإِنَّمَا يَقْطَعُ صَلَاتَهُ الْجِدَارُ وَاسْتَرَاؤُكَ الْكَلْبُ الْأَسْوَدُ قُلْتُ يَا أَبَا ذَرٍّ مَا بَانَ

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو اور اس کے سامنے پالان کی پچھلی کٹھنی کے برابر کوئی شے ہو تو وہ سترہ کے لیے کافی ہے اگر اس کے سامنے پالان کی پچھلی کٹھنی کے برابر کوئی شے نہ ہو تو گدھا، عورت اور سیاہ کتا اس کی نماز کو منقطع کر دیتا ہے، میں نے کہا ابو ذر یہ کہنے کی کیا تنقیص ہے؟ اگر لال یا زرد کتا ہو تو

الْكَلْبُ الْأَسْوَدُ مِنَ الْكَلْبِ الْأَحْمَرِ مِنَ الْكَلْبِ الْأَصْفَرِ
قَالَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا لَكَ تَسُبُّوا اللَّهَ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ
وَسَلَّمَ كَمَا سَأَلْتَنِي فَقَالَ الْكَلْبُ الْأَسْوَدُ شَيْطَانٌ.

پھر کیا حکم ہے ؟ انہوں نے کہا اسے بھتیجے
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری
طرح سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا سیاہ کتا شیطان

ہوتا ہے۔

چونکہ دوسری احادیث سے سترہ کے بغیر عورت کا نازی کے آگے ہونا ثابت ہے اس لیے
مہر فقہاء کے نزدیک اس حدیث کا یہ معنی ہے کہ ان چیزوں کے گذرنے سے نماز کا حضور و خضوع
باتا رہتا ہے، بشرطیکہ نازی ان چیزوں کی طرف متوجہ ہو ورنہ وہ بھی نہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

امام مسلم فرماتے ہیں کہ متقدم اسانید سے
اس روایت کی مثل منقول ہے۔

۱۰۴۰۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ
سَيِّمَانَ بْنَ الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى
وَأَبْنُ بَشَّارٍ قَالَا سَمِعْتَهُ بَيْنَ جَعْفَرٍ قَالَ نَا حُجْبَةَ
حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا وَهَبُ بْنُ جَوْبَرٍ
قَالَ نَا إِفْحَرُ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ أَيْضًا قَالَ أَنَا الْمُعْتَمِرُ
بْنُ سَلِيمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُسْلِمَ بْنَ أَبِي الدِّيَالِ حَدَّثَنَا
حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ حُثَايَةَ حَدَّثَنَا لُحَيْفٌ قَالَ نَا زِيَادُ
الْبُكَايَ عَنْ عَائِمٍ الْأَحْوَلِ كُلُّ هَذَا لَا يَدْرِي عَنْ حَبِيبِ
بْنِ هِلَالٍ يَأْتِيهِ يُونُسُ كَنُحُورٍ حَدِيثُهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
عورت اگر گدھے اور کتے کے سامنے سے
گذرنے سے نماز متقطع ہو جاتی ہے اور اس
سے محفوظ رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ نازی کے
آگے پالان کی پھولی ٹکڑی کے برابر کوئی چیز ہو۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات کو نازی پر رکھتے
اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان عرض میں
بخارہ کی طرح لیٹی ہوتی۔

۱۰۴۱۔ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا
الْمَخْزُومِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّاحِدِ وَهَرُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ
نَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَمَةِ قَالَ نَا يَزِيدُ
ابْنُ الْأَمَةِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْطَعُ الصَّلَاةَ الْمَرْأَةُ وَالْجَمَادُ
وَالْكَلْبُ وَبَقِي ذَٰلِكَ وَمَثَلُ مُوْتَجِرَةِ الرَّاحِلِ
۱۰۴۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرُو
الْبَقَّادُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَا سُفْيَانُ بْنُ
عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي مِنَ الْكَلْبِ
وَأَنَا مَحْزُومَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقَبْلَةِ لَمَّا غِيَرَا مِنْ الْجَنَازَةِ

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بغیر سترہ کے اگر نازی کے سامنے عورت ہو تو اس
کی اصل نازی نہیں ٹوٹتی، صرف نماز کا حضور و خضوع جاتا رہتا ہے، بشرطیکہ ان چیزوں کی طرف متوجہ ہو

یا آپ کا منہ کرنا تمیز کے لیے تھا اور عمل بیان حجاز کے لیے ہے) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر میری ہتھکڑی نماز ادا کرتے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان عرض میں بیٹھی ہوتی، اور جب حضور وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو مجھے بھی جگادیتے اور میں وتر پڑھ لیتی۔

عروہ بن زہر کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کیا چیز نماز کو توڑ دیتی ہے ہم نے کہا عورت اور گدھا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا عورت بڑا جانور ہے؟ میں نے خود دیکھا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جنازہ کی طرح لیٹی رہتی تھی اور حضور نماز پڑھتے رہتے تھے۔

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ کتے، گدھے اور عورت کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، حضرت عائشہ نے فرمایا تم نے ہم کو کتوں اور گدھوں کے مشابہ کر دیا۔ سجدہ میں سے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے سامنے قبلہ کے درمیان چار پائی پر لیٹی ہوئی تھی، مجھے کوئی کام درپیش ہوتا تو میں بیٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا ناپسند کرتی، چار پائی کے پاؤں کے پاس سے کھسک کر نکل جاتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تم نے ہم کو کتوں اور گدھوں کے برابر کر دیا حالانکہ میں نے خود دیکھا ہے کہ میں چار پائی پر لیٹی

۱۰۴۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَاءٍ قَالَتْ هَذَا الْقَبْلُ مَنَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مَلُوكًا مِنْ الدِّينِ كُلِّهَا وَأَنَا مُعْتَرِكَةٌ بَيْتَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ يَقْطَعُنِي فَأَوْقُوتُ۔

۱۰۴۴۔ وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَأَلَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَتْ مَا نَشْأُ مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ قَالَ قُلْنَا الْمَرْأَةُ وَالْجَمَادُ فَقَالَتْ إِنَّ الْمَرْأَةَ كَمَا أَبَتْ سُوءٌ لَقَدْ رَأَيْتُنِي بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَرِكَةً كَأَعْيَادِ الْجَنَازَةِ وَهُوَ يُصَلِّي۔

۱۰۴۵۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ النَّاقِدِ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجَرِيُّ قَالَا سَأَلْتُ عَنْ أَبِي عِيَاذٍ ۛ وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ حَنْصَلٍ عَنْ أَبِي عِيَاذٍ وَالثَّقُفَةُ قَالَ سَأَلَ أَبِي قَالَ سَأَلَ الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ الْأَعْمَشُ وَحَدَّثَنِي مُسْلِمُ بْنُ صَبِيحٍ عَنْ مَسْرُودٍ عَنْ عَائِشَةَ وَذَكَرَ عَنْهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ الْكَلْبُ وَالْجَمَادُ وَالْمَرْأَةُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ قَدْ سَبَقْتُكُمْ يَا أَبَا حَنِيمٍ وَالْكَلابِ وَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَرَأَيْتُ عَلَى الشَّيْخِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ مُسْطَاحَةً كُتِبَ ذَا إِلَى الْحَاجَةِ قَالَتْ كُتِبَ أَنْتَ أَجْلِسْ فَأَوْقُوتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْشَلُ مِنْ عِنْدِ رَجُلِيهِ۔

۱۰۴۶۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَأَلَ جَعْفَرُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ عَدَلْتُكُمْ يَا أَبَا حَنِيمٍ وَالْعُمُيُّ لَقَدْ

رہتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور چار پائی کے درمیان میں نماز پڑھتے تھے مجھے آپ کے سامنے سے نکلنا برا محسوس ہوتا تو میں چار پائی کے پاؤں کی طرف کھسک کر محبت سے باہر آتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سوتی تھی اور میری ٹانگیں آپ کے قبلہ کی جانب ہوتی تھیں، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں جاتے تو میرا پیروں بادستے میں ٹانگیں کھینچ لیتی اور جب حضور قیام کرتے تو میں ٹانگیں پھیلا دیتی، ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اور میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی اور کبھی سجدہ کرتے ہوئے آپ کا کپڑا مجھ سے لگ جاتا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے اور میں حالت حیض میں آپ کے پہلو کی طرف ہوتی مجھ پر جو چادر ہوتی اس کا کچھ حصہ آپ پر بھی ہوتا۔

وَأَيْدِيَّ مُصْطَجِعَةً عَلَى الشَّرِيرِ فَيَجِيءُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَكُونُ نَقْطَ الشَّرِيرِ فَيُصَلِّيُ فَأَكْرَهُ أَنْ أَشْرَحَهُ فَأَنْسَلُ مِنْ قِبَلِ رِجْلِي الشَّرِيرِ حَتَّى أَنْسَلُ مِنْ لِحَافِي۔

۱۰۴۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَدَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَنَا مَبْنِي يَدَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِي قَبْلَتِهِ فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي فَقَبَضْتُ رِجْلِي وَإِذَا قَامَ بَسَطَهُمَا قَالَتْ وَالْبَيُوتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحٌ۔

۱۰۴۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ قَاتِلُ عَمَادِ بْنِ الْعَوَّامِ جَمِيعًا عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ قَالَ حَدَّثَنِي عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيُ وَأَنَا خَائِفٌ وَرُبَّمَا أَصَابَنِي نَوْبًا إِذَا سَجَدَ۔

۱۰۴۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ قَاتِلُ عَمَادِ بْنِ يَحْيَى عَنْ حَبِيبِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيُ مِنَ اللَّيْلِ وَأَنَا إِلَى جُلُوبِهِ وَأَنَا خَائِفٌ وَعَلَى مِرْطَاوَعَيْنِهِ بَعْضُهُ إِلَى جُلُوبِهِ۔

سترہ کی تعریف اور اس کا حکم | سترہ نازی کے سامنے کسی چیز کی ادھ اور آڑ بنانے کو کہتے ہیں اس کے دو قاعدے ہیں ایک تر نازی کو کہ اس کی نظر سترہ کے پار نہ جائے اور ایک فائدہ دوسروں کو ہے کہ انہیں نازی کے سامنے سے گزرنے میں تکلیف نہ ہو کیونکہ نازی کے آگے سے گزرنا سخت گناہ ہے اور جب اس کے اور نازی کے درمیان سترہ

حائل ہو گا تو وہ سترہ کے پار گزر سکتا ہے، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ سترہ درہم کا ہونا چاہیے۔ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ سترہ ایک دم تھا یا اس سے زیادہ کا ہونا چاہیے اور ایک انگلی جتنا موٹا ہونا چاہیے۔ پتھر میں کر کے اور تیلے میں رکھے جاسکتے ہیں، امام احمد بن حنبل کے نزدیک خط بھی کھینچا جاسکتا ہے۔ سنن ابوداؤد میں بعض احادیث اس کی روایت ہیں لیکن وہ ضعیف اور مضطرب ہیں اگر اوش یا اوشن یا کوئی اور جانور آگے برتو جیسا کہ حدیث میں ہے اس کو بھی سترہ بنایا جاسکتا ہے، لیکن نماز کی عبادت اسے قدر بعض اشر کی عبادت اور جانور کی تعظیم پیش نظر ہو جن جانوروں کی عبادت کی جاتی ہے جیسے گائے وغیرہ ان کو سترہ نہیں بنانا چاہیے۔

ہدایہ میں لکھا ہے کہ جب امام کھلے میدان میں نماز پڑھائے تو اس کو اپنے آگے سترہ گاڑ دینا چاہیے اور سترہ کو اپنی بائیں یا دائیں جانب رکھے، (شرک کی جانب نہ ہوتا کہ سترہ کو سجدہ کرنے کا دھم نہ ہو)۔ علامہ ابن ہمام نے اس کے ثبوت میں ایک حدیث ذکر کی ہے:

عن المقداد بن الاسود قال ما رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی علی عود ولا عود ولا شجرة الا جعله الحواجبه الایمن والایسر ولا یعمد لہ عمداً۔
حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی لکڑی ستون یا درخت کی طرف منہ کر کے جب بھی نماز پڑھتے تو اس کو اپنی دائیں یا بائیں جانب کر لیتے اور ان چیزوں کا کبھی قصد نہیں کرتے۔

صاحب ہدایہ علامہ ابوالحسن مرقیہ فی متوفی ۵۹۳ھ نے بیان کیا ہے کہ خط کھینچنا سترہ نہیں ہے لیکن علامہ ابن ہمام شارح ہدایہ متوفی ۸۶۱ھ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ حدیث شریف میں ہے:-

اذا صلی احدکم فلیجعل تلقاء وجہہ شیئاً وان لم یجد فلینصب عصاً وان لم یکن عصاً فلیخط خطاً ولا یضرب ما وراءہ۔
جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے سامنے کوئی چیز رکھوے اور اگر کوئی چیز نہ ملے تو عصا رکھوے وہ بھی نہ ہو تو خط کھینچ لے پھر آگے سے گزرنے والے کی پرواہ نہ کرے۔

علامہ ابن ہمام کہتے ہیں کہ جب سترہ بنانے کے لیے اور کوئی چیز نہ ہو تو خط کھینچ لینا چاہیے اور حدیث کی اتباع کرنا بہر حال اولیٰ ہے۔ لہٰذا یہ حدیث اگرچہ ضعیف اور مضطرب ہے لیکن اس پر عمل کیا جاسکتا ہے کیونکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف مستبرہوتی ہے۔

علامہ ہارثی حنفی لکھتے ہیں:

جب نماز کی آگے سترہ نہ ہو تو کتنے فاصلہ سے گزرنے والا گزر سکتا ہے؟ شمس اللہ مرغیہ، شیخ الاسلام اور قاضی خاں نے کہا اس کے سجدہ کی جگہ سے گزرنے والا سجدہ ہے (اس کے آگے سے

مکروہ ہے اور اگر مسجد کا طول اور عرض میں یا تیس گز سے زیادہ ہو تو نمازی کی سجدہ گاہ سے دویا تین صفت کے فاصلہ سے بغیر سترہ کے بھی گزرنا بلا کراہت جائز ہے کیونکہ اگر نمازی خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو (بایں طور کہ اس کی نظر سجدہ گاہ پر ہو) تو اس کو اتنے فاصلہ سے گزرنے والا نظر نہیں آئے گا۔ آج کل شہر کی مسابد عموماً تیس گز سے بڑی ہوتی ہیں اس لیے ان میں نمازی کے آگے سے دو صفوں کے بعد گزرنا جائز ہے۔ اس مسئلہ کو زیادہ تفصیل اور تحقیق سے ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں بیان کیا ہے، اہل علم کو اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسالہ سے تبرک حاصل کرنے اور آپ کے فضائل کی طہارت کا بیان

حدیث نمبر ۱۰۲۲ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لیے صحابہ جھپٹ پڑتے تھے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسالہ سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے اس کی تائید بخاری شریف میں ہے:

ان حرۃ جعل یرمق اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعینہ قال نواللہ ما تنخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نخامۃ الا وقعت فی کف رجل منهم فذلک ہما وجہہ وجلدہ وادۃ امرہو ابتد روا امرہ وان توضع کادوا ان یقتلون علی وضوہ۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۹)

عروہ بیان کرتے ہیں کہ (صلح حدیبیہ کے موقع پر) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو غزوہ سے واپس بلاتھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ناک صاف کرتے تو کوئی نہ کوئی صحابی ہاتھ لگے بڑھا کر اس رینٹ کو اپنے چہرہ اور جسم پر مل لیتا۔ حضور جب کوئی حکم دیتے تو سب اس کی تعمیل میں دوڑ پڑتے اور جب آپ وضو کرتے تو آپ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو حاصل کرنے کے لیے صحابہ اس طرح جھپٹ پڑتے گریا ایک دوسرے کو قتل کو دیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے لگے ہوئے پانی یا آپ کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو صحابہ کرام اپنے جسم سے ملنے کے لیے اس قدر بیتاب رہتے تھے کہ اس کو حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے پر جھپٹ پڑتے، اس سے ایک طرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر واہمانہ محبت تھی۔ دوسری طرف یہ بتا چلتا ہے کہ بزرگوں کے آثار سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو منع فرما دیتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناک بھی صاف کرتے تو اس ریشٹ کو کوئی نہ کوئی صحابی اپنے ہاتھ میں لے لیتا اور اس کو اپنے چہرہ اور جسم پر ملتا۔

ریشٹ طبعاً مکروہ اور گھناؤن ہوتی ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عام آدمیوں کی طرح ہوتے اور آپ کی ریشٹ عام آدمیوں کی طرح ہوتی تو کیوں صحابہ اس کے حصول کے لیے اس قدر بے تاب ہوتے اور جب وہ ریشٹ برف سے زیادہ شفاف ہو، مشک و عنبر سے بہتر خوشبودار ہو، شہر سے زیادہ میٹھی تر کون بد بخت ہوگا جو اس کے حصول کی خواہش نہ رکھتا ہوگا۔

ریشٹ تو دور کی بات ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب مبارک بھی طیب و طاہر تھا صحابہ کرام اس کو پی لیتے، اگر کوئی شخص بچنے لگا کہ علاج کی خاطر آپ کی لگ کا ٹٹا تو آپ کا جو خون نکلتا اس کو پی لیتا۔ امت کے حق میں آپ کے تمام فضیلت کہ یہ ظاہر ہیں۔

علامہ سیوطی سند ابو یعلیٰ، حاتم، طارق قطنی اور ابو نعیم کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

حضرت ام المین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو اٹھ کر گھر کی ایک جانب رکے مٹی کے برتن میں پیشاب کیا پھر میں رات کو اٹھی میں پیاسی تھی، میں نے اس پیشاب کو پی لیا، صبح میں نے حضور کو بتلایا آپ سننے اور فرمایا آج کے بد تمہیں کبھی پیٹ کی بیماری نہیں ہوگی۔

عن ام ایمن قالت قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل الی فحانۃ فی جانب البیت فبال فیہا ففقت من اللیل وانا عطشاً فشربت ما بینہا فلما أصبح اخبرته ففعل وقال انک لن تشتی بطنک بعد یومک هذا ابداً۔ لہ

علامہ شامی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضیلت ظاہر ہیں، جس طرح بنوئی اور ان کے علاوہ علمائے نے بیان کیا ہے اور یہی بات صحیح ہے، کیونکہ ام المین برکہ حبشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پی لیا تو حضور نے ان سے فرمایا تمہارا پیٹ کبھی جہنم میں نہیں جائے گا، اس حدیث کو دارقطنی نے صحیح قرار دیا ہے اور ابو جعفر ترمذی نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پاک ہے کیونکہ ابولیبہ نے اس کو پیا

فضیلتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ظاہرۃ کما جزم بہ البغوی وغیرہ وهو المعتمد لان ام ایمن بروکتہ الحبشیۃ شربت بولہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لن یبدلن الفاربطنک صحیحہ الدارقطنی وقال ابو جعفر الترمذی دم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر لان اباطیبہ شربہ و فعل مثل ذلک ابن الزبیر وھو غلام حین اعطاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم دم حجامتہ لیدفعہ فشر بہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من خالط دمہ دمی لہ تمسہ النار

لہ۔ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، خواصائص کبریٰ ج ۱ ص ۷۷، طبع مصر

وهذا الاحادیث مذکورة فی کتب الحدیث
الصحیحة و ذکرها فقهاءنا و تبعوها الشافعية
کالشریعی فی شرح الغایة و فقهاء مالکیة
والحنابلة فکانت کالمجموع علیه فحیث
ثبتت ان فضلاتہ علیہ الصلوة والسلام تبغی
من النار فکیف من ربی من دہما ولحمہما
ربی من بطنہما ومن کان من اصل خلقتہ
الشریفة ینخل النار۔ ۱

اور جب حضور نے اپنی رگ سے نکلوا ہوا خون
ابن زبیر کو دفن کرنے کے لیے دیا تو انھوں نے
اس کو پی لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جس شخص کے خون کے ساتھ میرا خون مل
جائے گا وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ یہ روایات
احادیث کی کتب میں موجود ہیں اور ان کو ہمارے فقہاء
نے ذکر کیا ہے، اور شافعی، مالکی اور حنبلی فقہاء نے بھی
اس کی موافقت کی ہے۔

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے فضلات سے جہنم سے نجات ملتی ہے
تو آپ کی والدہ، جن کے خون اور گوشت سے
آپ کی پرورش ہوئی اور جن کے بیٹ میں آپ
رہے اور آپ کے تمام آباء و اجداد جو آپ کی خلقت
کی اصل ہیں ان کیسے جہنم میں جائیں گے؟

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
وقد تکررت الادلة علی طہارة فضلاتہ
وعد الاثمۃ ذلک من خصائصہ۔ ۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات
کی طہارت پر بہ کثرت دلائل قائم ہیں اور اللہ نے
اس بات کو حضور کی خصوصیت قرار دیا ہے۔

(باد جود اس بات کے کہ امام ابو حنیفہ مستقل
پانی کی نجاست کے قائل ہیں) جو پانی حضور کے جسم
سے لگ کر گرتا ہے اس کو وہ نجس نہیں کہتے وہ
اس قول سے بالکل بری ہیں اور وہ اس پانی کی نجاست
کا قول کیسے کر سکتے ہیں جب کہ وہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے پیشاب اور تمام فضلات کو پاک قرار

اور علامہ بدر الدین حنفی حضور کے وضو واسے پانی سے تبرک کی بحث میں فرماتے ہیں:
الماء الذی یتقاطر من اعضاءہ الشریفة
قابو حنیفۃ ینکر هذا ویقول نجاستہ ذلک
لما شامد وکیف یقول ذلک وهو یقول
بطہارة بولہ وما شرف فضلاتہ۔ ۳

۱۔ علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، المفادی السامیہ ج ۲ ص ۳۶۵، طبع مصر

۲۔ علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۸۳، (طبع مصر)۔

۳۔ علامہ بدر الدین حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۹، مطبوعہ ادارة الطباعة المنیر بیروت ۱۳۲۸ھ

دیتے ہیں۔

ملا علی قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

ومن شحا اختار كثيرون عن اصحابنا
طهارة فضلاته عليه السلام مرسلهاور اس وجہ سے ہمارے کثیر علماء نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضلات کی طہارت کا قول
کیا ہے۔ان عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ تمام علماء اسلام کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت مبارکہ
عام بشری غلاظتوں سے پاک، صاف، منزہ اور طیب و طاهر ہے، حضور کے فضلات ایسے خوشبودار
اور خوش ذائقہ ہوتے تھے کہ جس صحابی کو موقع ملتا وہ ان فضلات کو حاصل کر لیتا اور ان فضلات کی برکت
سے دنیا اور آخرت کی فلاح حاصل کرتا، علامہ شامی نے جس طرح بھی علیہ السلام کے خون کی مس سے حضور
کے تمام آباء و اجداد کا جہنم سے نجات یافت ہونا ثابت کیا ہے، اس پر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ قیامت
تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل جو حضور کے خون سے ہے ان شاء اللہ وہ بھی جہنم کی آگ
سے محفوظ رہے گی۔حدیث نمبر ۱۰۲۲ میں ہے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ کا حلہ پہنا تھاحدیث کا معنی اور سرخ رنگ کے لباس کا جواز
حدیث ایک قسم کی دو چادروں کو کہتے ہیں ایک باندھ لیتے ہیں اور ایک اوڑھ لیتے ہیں، اس حدیث
میں تصریح ہے کہ آپ نے سرخ رنگ کا حلہ پہنا ہوا تھا۔ اسی طرح بخاری شریف، ابوداؤد اور ترمذی
میں بھی سرخ رنگ کے لباس کی تصریح موجود ہے۔ ان احادیث سے مردوں کے لیے سرخ رنگ
کا لباس پہننا جائز معلوم ہوتا ہے، لیکن بعض احادیث سے سرخ رنگ کی چادروں کی کراہت بھی ثابت
ہے، حدیث شریف میں ہے:عن عبد الله بن عمرو قال مر على النبي
صلى الله عليه وسلم رجل عليه ثوبان أحمران
فسلم عليه فلم يرد عليه النبي صلى الله عليه
وسلم

(ابوداؤد ص ۵۶۳)

ایک اور حدیث ہے:

عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم وعلى مصبوغحضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک
شخص گذرا اور اس نے دو سرخ کپڑے پہنے ہوئے
تھے، اس نے سلام کیا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما
بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بعضہ صرداً فقال ما هذا فانطلقت فاحرقته
فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما صنعت
بشوبک فقلت احرقته قال افلا کسوتہ بعض
اہلک -

(ابوداؤد ص ۵۶۲)

نے مجھے گلابی رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے
دیکھا، آپ نے فرمایا یہ کیسا لباس ہے، میں نے
جا کر ان کپڑوں کو جلا دیا پھر جب میں حضور کے پاس
آیا تو آپ نے پوچھا ان کپڑوں کا کیا کیا، میں نے
عرض کیا میں نے انھیں جلا دیا، آپ نے فرمایا تم
نے وہ کپڑے اپنی عورتوں کو کیوں نہ پہنا دیے۔

ان تمام احادیث کو سامنے رکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے، سرخ لباس پہننا حرام یا مکروہ تحریمی نہیں ہے
کیونکہ حضور نے اس لباس سے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے منع نہیں کیا، علامہ ازیں یہ سنن کی احادیث
میں اور صحیح کی احادیث سے خود حضور کا سرخ لباس پہننا ثابت ہے، اس لیے علامہ شامی نے سرخ
لباس کو مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے۔ لیکن آپ کا سرخ لباس پہننا بیان جواز پر محمول ہے۔ سرخ رنگ کے
لباس کی پوری تحقیق شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ملاحظہ فرمائیے۔

حدیث نمبر ۱۰۴۵ میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
کے سامنے یہ روایت بیان کی گئی کہ غازی کے سامنے

صراط مستقیم کی توہین آمیز عبارت

کہتے، اگدھے اور عورت کے گزرنے سے ناز ٹوٹ

جاتی ہے، اور حدیث نمبر ۱۰۴۶ میں ہے: حضرت عائشہ نے فرمایا تم نے ہمیں کنوٹوں اور گدھوں کے
برابر کر دیا۔

حالانکہ بالخصوص حضرت عائشہ کا کنوٹوں اور گدھوں کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا تھا، پھر بھی حضرت
عائشہ کو اس سے ایذا پہنچی اور انھوں نے اس کو اپنی توہین سمجھا تو شیخ اسماعیل دہلوی نے سید احمد
بریلوی کے محفوظین نماز میں جناب رسالت مآب کے خیال آنے کو اپنے بیل اور گدھے کے خیال
سے زیادہ بڑا لکھا ہے، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر اذیت پہنچی ہوگی! اور یہ
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کس درجہ توہین ہے۔

شیخ اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

زنا کے خیال سے اپنی بیوی سے جماع کا

خیال بہتر ہے اور شیخ اور ان جیسے معظمین

خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں، ان کی طرف اپنی

توجہ کو لگا کر دینا اپنے بیل اور گدھے کے تصور

از و سوسہ زنا خیال بجا مدت زود خود بہتر

است و صرف ہمت بسوئے شیخ و اشال آن

از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندین مرتبہ

بتر از استغراق در صورت گاو و خر خود است

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۱۴ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۴ھ

۲۔ شیخ محمد اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۶۶ھ، صراط مستقیم ص ۸۶، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور

میں استغراق سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔

ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے اور آپ کے

لباس کی صفت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے آپ نے فرمایا کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اس روایت کی مثل منقول ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باواز بند پر چھایا ہم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھ سکتا ہے آپ نے فرمایا کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑا پہن کر اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے شانوں پر کچھ کپڑا نہ ہو۔

عمر بن ابی سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ حضرت ام سلمہ مکان میں اس طرح ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز

بَابُ الصَّلَاةِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ

صِفَةُ لُبْسِهِ

۱۰۵۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ قَالُوا أَوْ لِحُلُكُمُ كُتُوبًا

۱۰۵۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ مَوْلَى بْنِ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ الْكَلْبِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

۱۰۵۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ مَوْلَى النَّافِذِ وَرُحَيْمِرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ كَثَا بْنَ إِسْمَاعِيلَ بْنَ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي ثَوْبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنْدَرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَادَى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيُصَلِّي أَحَدُنَا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَقَالَ أَوْ لِحُلُكُمُ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ

۱۰۵۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَمْدُ بْنُ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرُ بْنُ سَفْيَانَ عَنْ أَبِي الزُّنَادِ عَنِ الْأَعْوَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُصَلِّي أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى عِلَاقَتَيْنِ مِنْهُ شَيْءٌ

۱۰۵۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو كَمَالٍ قَالَ نَا أَبُو شَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي

پڑھ رہے تھے کہ اس کے دونوں کنارے
آپ کے کندھوں پر تھے۔

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند سے بھی
اس کی مثل روایت مذکور ہے مگر اس میں توضیح
کا بھی ذکر ہے (توضیح کا مطلب یہ ہے کہ کپڑے
کا جو کنارہ دائیں شانہ پر ہوا اسے بائیں ہاتھ کے
نیچے سے لے جانے اور جو بائیں شانہ پر ہو

اسے دائیں ہاتھ کے نیچے سے لے جانے
پھر دونوں کناروں کو ملا کر سینہ پر باندھ لے کر

عمر بن ابی سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ام المؤمنین ام سلمہ
کے مکان میں ایک کپڑا اپنے احوال سے نماز پڑھتے
دیکھا، آپ نے اس کپڑے کے دونوں کناروں
میں تبدیلی کر رکھی تھی۔

عمر بن ابی سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کپڑے میں
نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، آپ نے اس کو پینا
ہوا تھا اور دونوں طرفوں میں مخالفت کی ہوئی تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کپڑا میں نماز
پڑھتے ہوئے دیکھا جس میں آپ نے توضیح
کیا ہوا تھا۔

امام مسلم کہتے ہیں کہ یہ روایت کئی سندوں
سے منقول ہے، ابن نمیر کی روایت میں یہ انفاہ
ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوا۔

فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُشْتَمِلًا بِهِ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهَا وَاصْطَاظَ كَتِفَهُ عَلَى عَاتِقَيْهِ -

۱۰۵۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَفُلَانُ
بْنُ إِسْرَافِيلَ عَنْ وَكِيعٍ قَالَ سَأَلْتُ عَنْ عُرَّةَ
عَنْ أَبِيهِ بِهَذَا غَيْرَ أَتَمًّا قَالَ مَتَّو شَحَابًا وَلَمْ
يَقُلْ مُشْتَمِلًا -

۱۰۵۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا حَقَّادُ
فِي تَمِيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرَّةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ
ابْنِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ فِي ثَوْبٍ
وَاحِدٍ كَمَا خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ -

۱۰۵۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَيَحْيَى
بْنُ حَمَّادٍ قَالَا نَا النَّبِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ
عَنْ أَبِي إِسْمَاعِيلَ بْنِ سَهْلٍ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ
أَبِي سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُلْتَصِقًا مَخَالَفًا
بَيْنَ طَرَفَيْهِ تَرَادُّجًا بَيْنَ حَمَّادٍ فِي رَوَايَتِهِ قَالَ عَلِيُّ
مَنْكَبِي

۱۰۵۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا
وَكَيْعٌ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ
قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصَلِّي فِي
ثَوْبٍ وَاحِدٍ مَتَّو شَحَابًا -

۱۰۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُنِيرٍ
قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا سُفْيَانُ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ
بْنَ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ سُفْيَانَ جَمِيعًا
بِهَذَا إِسْنَادٍ وَفِي حَبِيبِ بْنِ مُنِيرٍ قَالَ وَخَلَّتْ

عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

١٠٠ - حَدَّثَنِي حَمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ سَأَلَ ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّي حَدَّثَنَا أَنَّهُ رَأَى جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ صَلَّى فِي كُوفٍ فَأَحْبَدَ مَتَوَشَّحًا بِهِ عِنْدَهُ شَيْئَانِ وَأَنَّ جَابِرًا رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ ذَلِكَ -

[illegible]

١٠٦٢ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ
كُرَيْبٍ قَالَا أَبُو مُعَاوِيَةَ رَوَى عَنْهُ يَحْيَى بْنُ
بْنِ سَعِيدٍ قَالَ رَأَى عَلَى بَنِي مُسَيْمِرٍ بِلَا هَمَّاعِينَ الْأَمْشِشِ
بِهَذَا الْإِسْتِثْنَاءِ فِي رِوَايَةِ أَبِي كُرَيْبٍ وَأَضْعَفُ
حَدَّثَنِي عَلَى عَائِقِيهِ فِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ وَابْنِ
مَعْرُوفٍ حَكَاهُ -

الہ الذی ہم بیان کرتے ہیں کہ میں نے
حضرت بابہ کو ایک کپڑے میں غماز پڑھتے
ہوئے دیکھا حالانکہ ان کے پاس اور کپڑے
موجود تھے حضرت بابہ نے فرمایا کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے
ہوئے دیکھا ہے۔

ہوئے دیکھا ہے۔
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ میں اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ ایک چٹائی پر ناز پڑے ہوئے ہیں، اور اسی پر سجدہ کرتے ہیں اور میں نے آپ کو ایک کپڑے میں تو شح کیے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ یہ روایت اور بھی
کئی اسانید سے مستقول ہے ابہر کہ یہ کی ثقافت
میں ہے کہ آپ نے پکڑے کی دونوں طرفیں اپنے
کندھوں پر ڈالی ہوئی تھیں اور ابو بکر اور سعید
کی روایت میں تو شیخ کا ذکر ہے۔

عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنے کے استحباب پر دلائل

کہ گھٹنوں تک ہے اور عورت کا ستر تمام جسم ہے، من چہرہ، ہاتھوں اور پیروں کا استثناء ہے۔
مجبوری کی حالت میں ایک کپڑے کے ساتھ بھی نماز پڑھی جاسکتی ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ
نے وسعت دی ہے تو قمیص، شلوار اور عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے، غیر مقلدین حضرات
اس باب کی احادیث سے ننگے سر نماز پڑھنے پر استدلال کرتے ہیں، لیکن عجیب بات ہے کہ وہ
صرف سر کھلا رکھتے ہیں، قمیص، شلوار، شیر ذاقی وغیرہ سب پہنتے ہیں، صرف سر نہ دھانیے کے لیے
وہ حضرت جابر کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ انھوں نے باوجود اور کپڑوں کے من یک کپڑے
کے ساتھ نماز پڑھی، نیز یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ جس وضع اور حیثیت میں ہم دنیا دار معزز لوگوں کے

سائے جانا خلاص اور بگردانتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی اس ہیئت میں کھڑے ہونے سے اجتناب کرنا چاہیے اور جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں عمار یا ٹوپی سے سر ڈھانپنے کی وسعت دی ہے تو ہمیں اس وسعت کو اختیار کرنا چاہیے۔
علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

المستحب ان يصلح الرجل في ثلاثة اثواب
قيص وازار وعمامة۔ لہ

مستحب یہ ہے کہ مرد تین کپڑوں میں نماز پڑھے، قیص، تہبند اور عمامہ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

فقال اذا وسع الله فاسحوا۔ لہ

جب اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو وسعت کو اختیار کرو۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا صلى احدكم فليلبس ثوبيه فان الله عز وجل احق ان يزين له۔ لہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو دو کپڑوں میں نماز پڑھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کے لیے نیت اختیار کی جائے۔

عن فافع قال داني ابن عمر وانا انا صلى في ثوب واحد فقال له اكسك قلت بلى قال فلو بعثتك كنت قد هب هلكاً قلت لا قال فانه احق ان تزين له۔ لہ

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے مجھے ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا کیا میں نے تم کو اور کپڑے نہیں پہنائے، میں نے کہا کیوں نہیں، انھوں نے کہا اگر میں تم کو کسی جگہ بھیجوں تو کیا تم اسی حالت میں چلے جاؤ گے؟ میں نے کہا نہیں، انھوں نے کہا پھر اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کے لیے مزین ہوا جائے۔

- لہ۔ علامہ ابوبکر بن سعد کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۱۹، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۳ھ۔
لہ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۴۰۸ھ۔
لہ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۲۳۶، مطبوعہ نشر السنۃ لبنان۔
لہ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۲۳۶، مطبوعہ نشر السنۃ لبنان۔

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ تابعین اور سلف صالحین کا طریقہ عمامہ یا ٹوپی سے سر نہ چھانپ کر نماز پڑھنا تھا، اس لیے جب انسان کے پاس عمامہ یا ٹوپی کی وسعت ہو تو وہ ننگے سر نماز نہ پڑھے، عمامہ باندھ کر یا ٹوپی پہن کر نماز پڑھے۔

حرف آخر

۱۶/ شبان ۱۴۱۳ھ / ۱۰ فروری ۱۹۹۳ء کو میں نے شرح صحیح مسلم جلد اول کو از سر نو لکھنا شروع کیا تھا اور ۶ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ / ۱۷ فروری ۱۹۹۴ء کو یہ ختم ہو گئی۔

مارچ ۱۹۸۶ء میں شرح صحیح مسلم کی تصنیف کا یہ سفر شروع ہوا تھا اور فروری ۱۹۹۴ء میں سات جلدیں مکمل ہونے کے بعد یہ سفر کامیابی کی منزل کو پہنچ گیا۔

اللہ تعالیٰ کا بے حساب شکر ہے کہ اس نے مجھ ایسے کم عمر اور بیمار شخص کے ہاتھوں اتنا عظیم کام مکمل کرایا، جب میں کراچی آنے سے پہلے اپنے ماضی کے ان سالوں کی طرف مڑ کر دیکھتا ہوں، جب میری عمر میں شدید درد رہتا تھا، اور اس کی وجہ سے میرے دماغ پر شدید دباؤ تھا، میں کس سے بات نہیں کرتا تھا، لوگ میرے پاس کئی کئی گھنٹے بیٹھے رہتے اور میں ان کو خاموشی سے دیکھتا رہتا تھا، کوئی طالب علم میرے پاس فقہ کی کوئی کتاب لے کر اس کی کوئی عبارت سمجھنے کے لیے آتا تو میں کتاب دیکھ کر اسے یہ کہہ کر واپس کر دیتا کہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا، اس کی وجہ یہ تھی کہ کمر کی تکلیف کی وجہ سے میرے ذہن پر شدید دباؤ تھا، کہاں میری یہ حالت تھی اور کہاں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتنا کرم کیا کہ میں نے سات ضخیم اور مبسوط جلدوں پر مشتمل شرح صحیح مسلم لکھ ڈالی جس میں تقریباً آٹھ ہزار صفحات ہیں، جب میں لاہور سے کراچی آ رہا تھا تو میرے ایک دوست مولانا عطا محمد گورٹروی نے کہا "کراچی ہاؤس کے بعد" مقالات سیدھی کی ٹکر کی کوئی کتاب آئی چاہیے" اللہ تعالیٰ کا ان گنت شکر ہے کہ کراچی آنے کے بعد "مقالات سیدھی" کی بہ نسبت کہیں زیادہ عظیم کام، اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں مکمل کرا دیا، یہ سب اس قنادیہ قدیم اور کریم درجیم کا فضل اور احسان ہے اور اسی کا انعام و اکرام ہے، یہ میرا کارنامہ نہیں ہے، اس میں میرا کچھ دخل نہیں ہے۔ !

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم اور اب ان شاء اللہ میں دو تین روز بعد "تبیان القرآن" کے نام سے قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر لکھنا شروع کروں گا، اور شب کے اس آخری حصہ میں جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آسمان دنیا پر متوجہ ہوتا ہے اور صالحین کو مانگنے کے لیے ندا کرتا ہے اور خصوصیت سے دعا میں قبول فرماتا ہے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اسے بار بار اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور شکر فرمانا، اس کو تاقیام قیامت باقی رکھنا اور اس کو تمام مسلمانوں کے لیے اثر آفرین بنانا، اور میرے لیے اس کو صدقہ جاریہ کرنا، اور میں

طرح مجھے حدیث شریف کی خدمت کی سادہ دلت ملنا کی ہے اسی طرح مجھے قرآن مجید کی خدمت کی کرامت سے بھی سرفراز کرنا، اس ترجمہ اور تفسیر میں مجھے حق سمجھنے اور باطل سے امتیاز کی ہمت عطا فرمانا اور اس ترجمہ اور تفسیر کو بھی اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور کرنا اور اس کو قبول عام عطا فرمانا۔

اے بار الہ اس کتاب کے مصنف، اس کے کاتب اور مصحح، اس کے ناشرین اور معاونین اور اس کے قارئین، مصنف کے والدین، اس کے اساتذہ اور مشائخ، اس کے تلامذہ اور احباب اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما اور ان کو دنیا اور آخرت کی ہر بلا اور عذاب سے محفوظ رکھ اور دنیا اور آخرت کی ہر نعمت اور راحت اور جنت الفردوس عطا فرما! آمین یا رب العالمین ابجرتہ حبیبک سید الغلمین، وأخو دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد، خاتم النبیین خاتم المرسلین شفیع المذنبین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وأزواجہ الطہرات اہلہا المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماؤ ملتہ من المحدثین والمفسرین والفقہاء المجتہدین اجمعین۔

نفس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM

وَمَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّلْكُلِّ شَيْءٍ (النمل ۸۹)

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

سات ضخیم جلدوں میں شرح صحیح مسلم کی مکمل اور عالم گیر مقبولیت اور شاندار پذیرائی کے بعد
شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی عم فیوضہ کی ایک اور منکر انگیز اور علمی تصنیف
قرآن مجید کی تفسیر بہ نام

تبیان قرآن

اہل علم اور ارباب ذوق کی تسکین کے لیے اِنْ شَاءَ اللّٰہ عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو رہی ہے

چند خصوصیات

- ★ قرآن مجید کا سلیس اور با محاورہ ترجمہ اور آسان اردو میں قرآن کریم کی تشریح ،
- ★ احادیث ، آثار اور اقوال تابعین پر مبنی قرآنی آیات کی تشریح ،
- ★ قرآن مجید کی آیات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلالت اور آپ کی خصوصیات کا استنباط ،
- ★ عقائد اسلامیہ میں عقائد اہل سنت کی حقانیت اور فقہی مذاہب میں فقہ حنفی کی ترجیح ،
- ★ مفسرین کی چودہ سو سالہ کاوشوں کا حاصل ، مجتہدین کی آرا پر نقد و تبصرہ اور تصوف کی چاشنی ،
- ★ مشکلات اعراب قرآن کا حل ، عصری مسائل پر محققانہ ابحاث اور مذاہب باطلہ کا مہذب رد ،
- ★ یہ ایک ایسی تفسیر ہوگی جس کی مدتوں سے اہل ذوق کو تلاش اور پیاس تھی جس کی ضرورت اہمیت اور افادیت صدیوں تک باقی رہے گی ۔

پیشہ کنے : فرید بک سٹال

۳۸- اردو بازار، لاہور